

تفسیر عیاشی

تفسیر عثمانی

ترجمہ: شیخ الہند حضرت مولانا محمود الحسن رومی
تفسیر: شیخ الاسلام حضرت علامہ شبیر احمد عثمانی رومی

انوارِ عنوانات و تشکیلِ جلد
جناب محمد ولی رازی صاحب
دلہ حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب حوالہ دہلی

www.ahlehaq.org

دارالافتاء دارالترقیہ

لاہور، پاکستان 2243788

اِنَّ الْعِلْمَ نَسَبُ الْاَكْبَرِ وَانَّ الْعِلْمَ نَسَبُ الْاَكْبَرِ



جلد اول

پارہ ۱ تا ۱۰

ترجمہ: شیخ الہند حضرت مولانا محمود الحسن رحمہ اللہ علیہ
تفسیر: شیخ الاسلام حضرت علامہ شبیر احمد عثمانی رحمہ اللہ علیہ

اضافہ عنوانات و تشکیل مجدد

جناب محمد ولی رازی صاحب دلد حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب مولانا علیہ

www.ahlehaq.org

دارالافتاء اسلامیہ

اڈوکارا ایم ایس جٹ روڈ کراچی پاکستان 2213788

عنوانات، جدید ترتیب و کتابت کے جملہ حقوق ملکیت محفوظ ہیں
 متن قرآن کریم استعمال کرنے کے لئے تاج کمپنی لمیٹڈ سے خصوصی معاہدہ دیا گیا

نام کتاب : تفسیر عثمانی مع اضافہ تفسیری عنوانات

تالیف : علامہ شبیر احمد عثمانی رحمہ اللہ

عنوانات جدیدہ : جناب مولانا محمد ولی رازی ابن مولانا مفتی محمد شفیع رحمہ اللہ

باہتمام اول : حافظ فضل الرحیم

باہتمام ثانی : خلیل اشرف عثمانی

تعداد اشاعت : ۵۰۰

سن اشاعت : محرم ۱۴۲۸ ہجری فروری ۲۰۰۶ء

مطبع : اطہر پریس

ناشر : دارالاشاعت کراچی

﴿..... ملنے کے پتے﴾

ادارہ اسلامیات ۱۹۰-انارکلی لاہور

بیت العلوم ۲۰ بھروڈ لاہور

مکتبہ سید احمد شہید اردو بازار لاہور

کتب خانہ رشیدیہ - مدینہ مارکیٹ رجب بازار اور اپنڈی

ادارۃ المعارف جامعہ دارالعلوم کراچی

بیت القرآن اردو بازار کراچی

ادارۃ اسلامیات موہن چوک اردو بازار کراچی

بیت القلم مقابل اشرف المدارس گلشن اقبال بلاک ۲ کراچی

﴿انگلینڈ اور امریکہ میں ملنے کے پتے﴾

AZHAR ACADEMY LTD.

54-68 LITTLE ILFORD LANE

MANOR PARK, LONDON E12 5QA

ISLAMIC BOOKS CENTRE

119-121, HALLI WELL ROAD

BOLTON BL 3NE, U.K

DARUL-ULOOM AL-MADANIA

182 SOBIESKI STREET,

BUFFALO, NY 14212, U.S.A

www.ahlehaq.org

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

الْحَمْدُ لِلّٰهِ وَكَفَى وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِهِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی

پیش لفظ

مفتی جسٹس محمد تقی عثمانی صاحب مدظلہم

قرآن پاک کی اردو تفسیر میں ”تفسیر عثمانی“ کو جو امتیاز حاصل ہے۔ وہ اہل نظر اور اہل دانش سے مخفی نہیں ہے۔ نہ اس کو کسی مفصل تعارف کی ضرورت ہے اس تفسیر کا ابتدائی حصہ (سورہ آل عمران تک) شیخ الہند حضرت مولانا محمود الحسن صاحب قدس سرہ کی تالیف ہے اور باقی حصہ ان کے شاگرد رشید شیخ الاسلام حضرت علامہ شبیر احمد صاحب عثمانی قدس سرہ نے تحریر فرمایا ہے۔ یہ تفسیر ہندوستان اور پاکستان میں بارہا شائع ہو کر افادہ خاص و عام کا باعث بنی ہے۔ لیکن اب تک یہ کتاب ہمیشہ قرآن کریم کے حواشی کے طور پر شائع ہوتی رہی ہے۔

میرے برادر بزرگ جناب محمد رضی صاحب عثمانی رحمہ اللہ مالک دارالاشاعت کراچی کی عرصہ سے خواہش یہ تھی کہ یہ تفسیر حواشی کے انداز کے بجائے ایک مستقل کتاب تفسیر کے طور پر شائع ہو۔ چنانچہ انہوں نے اپنی حیات میں اس ارادے کی تکمیل کے لئے میرے بڑے بھائی جناب محمد ولی رازی صاحب سے فرمائش کی کہ وہ اس پر عنوانات کا اضافہ فرمائیں تاکہ اس سے استفادہ آسان ہو، چنانچہ برادر موصوف مدظلہم نے پوری تفسیر پر تقریباً چار ہزار عنوانات قائم کئے۔ تفسیر کی مفصل فہرست بنائی اور اسے حسن ترتیب کے ساتھ مرتب فرمایا۔

افسوس ہے کہ برادر مرحوم جناب محمد رضی صاحب عثمانی رحمہ اللہ اپنی حیات میں اس کتاب کو مطبوعہ شکل میں نہ دیکھ سکے اور اس کی کتابت کی تکمیل سے پہلے ہی وہ اپنے مالک حقیقی سے جا ملے۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔

لیکن مرحوم کے صاحبزادے عزیز محمد خلیل اشرف صاحب سلمہ نے اس کام کو مرحوم کی خواہش اور مزاج کے مطابق جاری رکھا اور اب یہ تفسیر مدیہ ناظرین کی جارہی ہے۔

امید ہے کہ نئے عنوانات، ترتیب و ترمیم اور نئے انداز طباعت کے ساتھ یہ عظیم تفسیر انشاء اللہ قرآنی علوم کے طلب اور عام قارئین کے لئے ایک بہترین تحفہ ثابت ہوگی۔ اللہ تعالیٰ اس کام کے محرک، مرتب اور ناشر کو جزائے خیر عطا فرمائیں۔ اس خدمت کو اپنی بارگاہ میں شرف قبولیت عطا فرمائیں اور اس کا نفع عام اور تام فرمائیں۔ آمین۔ والسلام

احقر
محمد تقی عثمانی

دارالعلوم کراچی ۱۳۷

۲۱ ربیع الاول ۱۴۱۱ھ

نوٹ: ادارہ حضرت مولانا فضل الرحیم صاحب مدظلہم کا شکر گزار ہے کہ انہوں نے ہماری درخواست پر اپنے نمائندے مولانا قاسم صاحب کے ذریعہ اس ایڈیشن کو طبع کرنے کا موقع عنایت فرمایا۔ جزاک اللہ۔

کارکنان دارالاشاعت کراچی

17/02/07

www.ahlehaq.org

تفسیر عثمانی کے ترکیبی عناصر

از: محمد ولی رازی

الْحَمْدُ لِلَّهِ وَكَفَى وَسَلَامٌ عَلَىٰ عِبَادِهِ الَّذِينَ اصْطَفَىٰ

تفسیر عثمانی پچھلے ساٹھ برس سے برصغیر کی اردو تفاسیر میں ایک نہایت مقبول اور انتہائی معتبر نام رہا ہے۔ اس غیر معمولی مقبولیت کی وجہ سے اس تفسیر کی وہ بعض خصوصیات تو ہیں ہی جو دوسری تفاسیر میں مفقود ہیں اور جن کا مختصر ذکر ان سطور میں انشاء اللہ آگے آئے گا لیکن میرے خیال میں اس کی اصل وجہ ان تین اکابر کا علم و فضل، اخلاص و ولایت اور کمال احتیاط و ادب کے ساتھ قرآن کریم کی خدمت کی ذہن ہے جو اصل میں تفسیر عثمانی کے اجزائے ترکیبی ہیں۔ یہ تین بڑے نام حضرت شاہ عبدالقادر دہلوی، حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسن صاحب اور شیخ الاسلام حضرت علامہ شبیر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہم کے ہیں۔ تفسیر عثمانی کی افادیت، خصوصیات اور اہمیت کا اندازہ کرنے کے لئے اس کا تاریخی پس منظر جاننا ضروری ہے۔ اس پس منظر میں قارئین کے لئے اس تفسیر کے اصل مقام کو حتمین کرنے میں سہولت ہوگی۔

موضح القرآن: حضرت شاہ عبدالقادر رحمۃ اللہ علیہ کا اردو ترجمہ، "موضح القرآن" اپنی غیر معمولی خصوصیات کی وجہ سے برصغیر کے مسلمانوں میں "الہامی ترجمہ" کے نام سے مشہور رہا ہے۔ اور حقیقت میں یہ قرآن کریم کا واحد ترجمہ ہے جو اردو میں پہلا با محاورہ ترجمہ ہونے کے ساتھ ساتھ قرآنی الفاظ کی ترتیب اور اس کے معانی و مفہوم سے حیرت انگیز طور پر قریب ہے۔ حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اس ترجمہ کی تکمیل میں تقریباً چالیس سال جو محنت شاقہ اٹھائی ہے وہ اہل علم سے پوشیدہ نہیں ہے۔ قرآن کریم کا یہ ترجمہ اردو زبان کا ایک قیمتی سرمایہ ہے جس کی حفاظت، بند و پاک کے مسلمانوں کے لئے ایک دینی فریضہ کی حیثیت رکھتی ہے۔ حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ نے اس ترجمہ کی جمعہ دہائیوں کا تذکرہ کرنے کے بعد تحریر فرمایا ہے۔

"حضرت ممدوح علیہ الرحمۃ کا ترجمہ جسے استعمال محاورات میں بے نظیر سمجھا جاتا ہے ویسے ہی باوجود پابندی محاورہ، قلت تغیر اور سخت تبدل میں بھی بے مثل ہے۔" (مقدمہ ترجمہ شیخ الہند۔ دارالتصنیف۔ کراچی)

چودھویں صدی کے آغاز تک اردو میں قرآن کریم کے جمعہ دہائی شائع ہو چکے تھے۔ ان میں بعض ترجمے با محاورہ اور مروج زبان میں اہل علم و اہل ذہانت حضرات کے تھے اور اس کے مقابلے میں بعض تراجم ایسے بھی آئے جو آواز و خیال حضرات نے کیے تھے اور جن میں گونا گوں اغلاط و مفاسد پائے جاتے تھے اور ان میں قرآن کریم کے مفہوم پر زبان کے تقاضوں کو ترجیح دی گئی تھی آسان اور با محاورہ زبان کی وجہ سے یہ ترجمے عوام میں مقبول ہونے لگے۔

دوسری طرف حضرت شاہ عبدالقادر رحمۃ اللہ علیہ کے ترجمے سے استفادہ عام میں کچھ دشواریاں پیش آنے لگیں اول تو یہ کہ اس ترجمے کے بعض الفاظ اور محاورات وقت گزرنے کے ساتھ یا تو متروک ہو گئے یا ان کا استعمال بہت کم ہو گیا۔

دوسری دشواری ترجمہ کی وجہ سے نہیں بلکہ طبیعتوں کی سہل پسندی کی وجہ سے پیدا ہوئی یعنی اس ترجمہ کی جو سب سے نمایاں اور ممتاز خوبی تھی کہ کم سے کم الفاظ میں قرآن کریم کے مفہوم و منشاء کی تعبیر۔ یہی خوبی ان طبیعتوں پر گراں گزرنے لگی جو غور و فکر کی عادی نہیں رہیں۔ اس وجہ سے بھی ان کامیابان ان جدید ترجموں کی طرف زیادہ ہونے لگا۔

ان ترجموں کی غلطیوں اور مفاسد سے لوگوں کے بچانے کے لئے اس وقت کے علمائے کرام کو اس بات کی شدید ضرورت محسوس ہوئی کہ ایک نیا ترجمہ سہل اردو میں ایسا کیا جائے جو ایک طرف ان مفاسد سے بھی پاک ہو اور دوسری طرف مزید محاورے کے مطابق سہل اور آسان ہو۔

ترجمہ شیخ الہند: اُس وقت کے اہل علم نے حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ سے ایسا ترجمہ کرنے کی درخواست کی۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے غور و فکر کے بعد فرمایا کہ یہی ضرورت یعنی زبان و محاورے کی سہولت تو بعض نئے ترجموں سے پوری ہو گئی جو اہل علم و فہم حضرات نے کئے ہیں۔ البتہ یہ ترجمے ان خوبیوں سے محروم ہیں جو موضح القرآن میں موجود ہیں۔ اب اگر کوئی نیا ترجمہ کیا جائے گا تو وہ آسان اور با محاورہ تو ہوگا مگر حضرت شاہ صاحب کے ترجمے کی خوبیاں کہاں سے آئیں گی؟ فرمایا کہ اب یہ اندیشہ ہو گیا ہے کہ نئے ترجموں کی موجودگی میں حضرت شاہ صاحب کی یہ بے مثال قرآنی خدمت کہیں رفتہ رفتہ معدوم ہی نہ ہو جائے۔ چنانچہ حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

"اس چھان بین اور دیکھ بھال میں تقدیر الہی سے یہ بات دل میں جم گئی کہ حضرت شاہ صاحب کا افضل و مقبول و مفید ترجمہ رفتہ رفتہ تقویم پارینہ نہ ہو جائے۔ یہ کس قدر نادانی بلکہ کفران نعمت ہے اور وہ بھی سرسری عذر کی وجہ سے اور عذر بھی وہ جس میں ترجمہ کا کوئی قصور نہیں اگر قصور ہے تو لوگوں کی طلب کا قصور ہے۔"

اس لئے حضرت شیخ البندر رحمۃ اللہ علیہ نے جدید ترجمہ کا ارادہ تو اس لئے نہیں فرمایا کہ حضرت شاہ عبدالقادر کے ترجمہ کی حفاظت ضروری تھی۔ لہذا اس ترجمے سے استفادہ کرنے میں جو مذکورہ بالا دشواریاں تھیں ان کو دور کرنے کا ارادہ فرمایا۔ چنانچہ اس ادارے کے بارے میں آپ فرماتے ہیں۔

”اس نئے تنگ خلائی کو یہ خیال ہوا کہ حضرت شاہ صاحب مروج کے مبارک مفید ترجمہ میں لوگوں کو جوکل دو خلیجان ہیں یعنی ایک بعض الفاظ و محاورات کا متروک ہو جانا دوسرے بعض مواقع میں ترجمہ کے الفاظ کا مختصر ہونا۔ جو اصل میں ترجمہ کی خوبی تھی مگر بنائے زمانہ کی سہولت پسندی اور مذاہق طبیعت کی بدولت اب یہاں تک نوبت آئی کہ جس سے ایسے مفید اور قابل ترجمہ کے متروک ہونے کا اندیشہ ہوتا ہے۔ سو اگر غور و احتیاط کے ساتھ ان الفاظ متروک کی جگہ الفاظ مستعملہ لے لئے جائیں اور اختصار و اجمال کے موقعوں کو متذکر کے ساتھ کوئی لفظ مختصر زائد کر کے کچھ کھول دیا جائے تو پھر انشاء اللہ حضرت شاہ صاحب کا یہ صدقہ فاضلہ بھی جاری رہ سکتا ہے۔“ (مقدمہ ترجمہ شیخ البندر)

اس لذہبت و اخلاص اور احتیاط و تدبیر کے ساتھ حضرت شیخ البندر نے مذکورہ بالا مقاصد سامنے رکھ کر حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ترجمے کو موضع القرآن میں نظر ثانی اور ترمیم کا کام شروع فرمادیا۔ اور آخر ۱۳۳۶ھ میں اس عظیم خدمت کو مکمل فرمایا اور اس میں بھی جس احتیاط و ادب سے کام لیا ہے وہ حقیقت میں انہی حضرات کا حصہ ہے۔ ملاحظہ فرمائیے اپنے ترجمے کے مقدمہ میں ارشاد فرماتے ہیں۔

”جس موقع پر ہم کو لفظ بدلنے کی نوبت آئی ہے وہاں ہم نے یہ نہیں کیا کہ اپنی طرف سے جو مناسب سمجھا بڑھا دیا۔ نہیں بلکہ حضرات اکابر کے تراجم میں سے لینے کی کوشش کی ہے۔ خود موضع القرآن میں دوسری جگہ کوئی لفظ مل گیا۔ یا حضرت مولانا رفیع الدین کے ترجمے میں یا فتح الرحمن میں۔ حتیٰ موضع ان میں سے لینے کی کوشش کی ہے۔ ایسا فقیر جس کی نظیر مقدس حضرات کے تراجم میں نہ ہو۔ ہم نے کل ترجمہ میں جائز نہیں رکھا۔“

اللہ اکبر! ان حضرات کی بے نفسی، خوف خدا اور اپنے بزرگوں کے احترام و ادب کا یہ نمونہ کتنا مفید اور سبق آموز ہے؟ تمام تراجم میں تلاش و جستجو کی یہ محنت شاقہ اس لئے لکھنی کہ اپنی جانب سے ایک آدھ لفظ کا اضافہ بھی گوارا نہ تھا۔ اسی اخلاص و لذہبت ہی کا ثمرہ ہے کہ ترجمہ شیخ البندر کو جو مقام آج حاصل ہے وہ کسی دوسرے ترجمے کو حاصل نہیں۔ اس ترجمے کو موضع القرآن سے ممتاز رکھنے کے لئے آپ نے اس کا نام ”موضع فرقان“ تجویز فرمایا تھا۔ مگر یہ ترجمہ شیخ البندر ہی کے نام سے مشہور و معروف ہوا۔ حضرت شیخ البندر رحمۃ اللہ علیہ نے چھ اشعار پر مشتمل ایک قطعہ میں اس ترجمہ کی تاریخ بیان فرمائی ہے۔ اس قطعہ کا آخری شعر جس سے تاریخ نکلتی ہے۔ یہ ہے۔

سبے شش و پنج بکفۃ محمود
سال او موضع فرقان حمید

اس شعر سے تاریخ اس طرح نکلتی ہے کہ بے شش و پنج (یعنی چھ اور پانچ۔ کل میارہ اعداد) کم کر دیں تو ”موضع فرقان حمید“ کے اعداد سے سال ۱۳۳۶ھ نکل آئے گا۔

فوائد عثمانی۔ یہاں یہ بات قابل ذکر ہے کہ حضرت شاہ عبدالقادر رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے ترجمہ کے ساتھ کچھ مختصر حواشی بھی تحریر فرمائے تھے جن میں اختصار کے ساتھ انتہائی مفید تفسیری توضیحات شامل تھیں۔ حضرت شیخ البندر رحمۃ اللہ علیہ نے ترجمہ کی تکمیل کے بعد ایک اہم کام یہ بھی شروع فرمایا کہ ان حواشی کو دوبارہ اپنی زبان میں اس طرح تحریر کرنا شروع کیا کہ جہاں ضرورت سمجھی وہاں اجمال کی تفصیل فرمادی اور مفید تفسیری وضاحتوں کا اضافہ بھی فرمایا۔ لیکن حضرت شیخ البندر رحمۃ اللہ علیہ کی حیات میں یہ کام صرف سورۃ آل عمران تک ہو سکا۔ اور اس طرح تفسیری فوائد کا کام ادھر رہ گیا۔

اس کام کی تکمیل کے لئے اللہ تعالیٰ نے شیخ الاسلام حضرت علامہ شبیر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ کو منتخب فرمایا اور انہوں نے اپنے مشفق استاد رحمۃ اللہ علیہ کے اس ادھورے کام کی تکمیل کا ارادہ فرمایا اور انہی مقاصد کو سامنے رکھ کر نہایت ادب و احترام کے ساتھ جانفشانی سے اس کام کی طرف متوجہ ہوئے۔ حضرت علامہ عثمانی رحمۃ اللہ علیہ کو اللہ تعالیٰ نے جس علم و فضل، بصیرت و حکمت اور عصر حاضر کی مزاج شناسی عطا فرمائی تھی۔ ان کے تحریر کردہ تفسیری فوائد میں جگہ جگہ ان کا اظہار ہوا اور اس طرح فوائد عثمانی نے ایک ایسی مختصر مگر جامع اور عصر حاضر کی ضرورتیں پوری کرنے والی تفسیر لے لی۔ جس کی مثال اردو میں موجود نہ تھی۔ حضرت علامہ عثمانی رحمۃ اللہ علیہ نے خاص یوم عرفہ کو وقف عرفات کے وقت ۱۳۵۰ھ کو دہرے بند میں اس کام کی تکمیل فرمائی۔

حضرت علامہ عثمانی رحمۃ اللہ علیہ کے تفسیری اور تقریری و تحریری سحر انگیزی کا اندازہ اہل علم ہی کر سکتے ہیں۔ تحریک پاکستان میں علمائے کرام کی جماعت کے سرخیل حضرت علامہ عثمانی رحمۃ اللہ علیہ ہی تھے۔ احقر کے والد ماجد حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ حضرت عثمانی کے دست راست اور سب سے زیادہ معتمد علیہ تھے۔

احقر کو اپنی نوجوانی میں والد ماجد رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ حضرت عثمانی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضری کی سعادت شرت سے حاصل رہی۔ اُس چرچہ میں فکری کے زمانے میں نہ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے علمی مقام کا کوئی شعور تھا اور نہ اس باکمال شخصیت کے کمالات کا کوئی اندازہ۔ لہذا کراچی کے پُرجوم جلسوں میں

حضرت عثمانی رحمۃ اللہ علیہ کی سحر انگیز تقاریر کی اہمیت کا اثر آج بھی قلب میں محسوس ہوتا ہے۔

تفسیر عثمانی کی بعض خصوصیات تفسیر عثمانی کی اصل علمی خصوصیات کا اندازہ کرنا تو اہل علم کا کام ہے۔ لیکن اس کی خصوصیات جو مجھ جیسے ایک عام آدمی کو بھی سہولت نظر آ جاتی ہیں۔ مندرجہ ذیل ہیں۔

- ۱۔ مختصر ہونے کے باوجود قرآن کریم کے منشاء و مفہوم کی تعبیر میں اتنی جامع ہے کہ اکثر مقامات پر قرآن کریم کے طالب علم کو بڑی تفصیل سے مستغنی مہر دیتی ہے۔
 - ۲۔ قرآن کریم کی آیات کا باہمی ربط اتنا واضح ہے کہ مسلسل ترجمہ پڑھنے والے کو کہیں ربط کی کمی کا احساس نہیں ہوتا۔
 - ۳۔ قرآن کریم کی مختلف آیات میں جہاں جہاں ظاہری تعارض معلوم ہوتا ہے ان آیات کی طرف مراجعت کر کے رفع تعارض کی سہل تقریر کی جاتی ہے۔
 - ۴۔ عصر حاضر میں پیدا ہونے والے اشکالات کا شافی جواب دیا گیا ہے اور اکثر مقامات پر اپنے دلنشین انداز میں متقی دلائل بھی مہیا کیے گئے ہیں۔
 - ۵۔ جن مقامات پر ایک سے زائد تفسیری آراء پائی جاتی ہیں وہاں اس تفسیر کو ترجیحی وجوہات کے ساتھ اختیار فرمایا ہے۔
 - ۶۔ اہل علم کے لئے اکثر مقامات پر ایسے لطیف علمی اشارات کر دیئے گئے ہیں جن سے ان مقامات پر متوقع دشواریوں کے حل کی طرف رہنمائی ملتی ہے۔
 - ۷۔ زبان کی سہولت اور جدید محاورات کی مطابقت کا اتنا غیر معمولی اہتمام فرمایا کہ ساٹھ سال مزرعہ پڑھنے پر بھی اس تفسیر کی زبان آج کی زبان معلوم ہوتی ہے۔
- تفسیری عنوانات کا اضافہ زمانے کے ساتھ ساتھ ضرورتیں بھی بدلتی رہتی ہیں۔ اب تک تفسیر عثمانی قرآن کریم کے حاشیے ہی پر طبع ہوتی رہی ہے۔ اس زمانے میں علمی حلقوں کی سہل پسندی اور بڑھتی اور حاشیوں کا رواج رفتہ رفتہ ختم ہونے لگا۔ اب تک جس انداز میں تفسیر عثمانی چھپی رہی ہے۔ اس کی صورت یہ ہے کہ بین السطور ترجمے میں جہاں تفسیر کی فائدہ دینا ہے۔ اس کا نمبر دے دیا جاتا ہے اور پھر وہی نمبر حاشیہ پر دے کر اس کے تحت تفسیر لکھی جاتی ہے اور پھر صفحہ کے فائدہ نمبر ایک سے شروع ہوتا ہے اس صورت میں قباحہ یہ ہے کہ ہر صفحہ کے تفسیری فوائد کو ایسی صفحہ تک محدود رکھنا اکثر ممکن نہیں ہوتا۔ اس طرح ایک آیت کا تفسیری فائدہ اگر دیکھنا ہے تو ضروری نہیں ہے کہ وہ مضمون اسی صفحہ پر مل جائے۔ وہ کسی اگلے صفحہ پر دیکھنا ہوتا ہے اور اس طرح استفادہ میں دشواری پیش آتی ہے۔ دوسری قباحہ یہ ہے کہ حاشیہ میں جگہ کی کمی کی وجہ سے قلم باریک ہوتا ہے اور پڑھنے والے کو ایک الجھن ہی محسوس ہوتی ہے اور چونکہ اس زمانے میں اشاعت و طباعت کی سہولتوں کی وجہ سے جدید کتابیں بہت صاف اور اہل ہوتی ہیں۔ اس لئے اس قدیم طرز کے حاشیوں کو دیکھ کر ہی ایک عام پڑھنے والا الجھتا ہے کہ کتابیں محسوس کرتا ہے۔ چنانچہ خود مجھے بھی جب کبھی استفادہ کی ضرورت پیش آئی تو معارف القرآن کی آٹھ جلدوں پر مشتمل تفسیر سے استفادہ نسبتاً زیادہ آسان معلوم ہوا۔ ان وجوہات کی وجہ سے تفسیر عثمانی کی افادیت بھی متاثر ہوئی تھی۔ اب پھر یہ ضرورت پیش آئی کہ جدید تقاضوں کے مطابق اس کی نئی کتابت و طباعت ہو اور حاشیہ کے بجائے یہ تفسیری فوائد باقاعدہ تفسیر کے متن کے طور پر شائع کئے جائیں۔

جس وقت احقر نے یہ مضمون تحریر کیا تھا برادر محترم بہار سے درمیان موجود تھے اور اس کام کی تکمیل پر ہر اندازہ خوشی کا اظہار فرمایا اور مجھے انعام سے بھی رفاہ فرمایا۔ تقریباً دس ماہ کی تکلیف وہ حالت کے بعد اللہ کا حکم پورا ہوا اور وہ ۱۱ اگست ۱۹۹۰ء کو مالک حقیقی سے جا ملے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون اللہ تعالیٰ انہیں وہاں اپنی رضا اور مغفرت کے انعامات سے نوازے۔ آمین

میرے برادر محترم مولانا محمد رضی عثمانی صاحب رحمۃ اللہ علیہ (مالک و اشاعت کرچی) کی ایک طویل عرصہ سے یہ خواہش تھی کہ وہ اس کے تفسیری فوائد پر عنوانات کا اضافہ کروا کے اس کو جدید طرز کے مطابق از سر نو شائع کریں۔ میرے بھتیجے اور برادر محترم کے صاحبزادے عزیز فیصل شرف صاحب نے شعبان ۱۴۰۱ھ کے آخر میں مجھ سے اس خواہش کا اظہار بھی کیا اور درخواست بھی کی کہ تفسیری عنوانات کا کام میں کرواوں۔ اس کام کی اہمیت اور افادیت میں تو کوئی شبہ نہیں تھا لیکن اس کا کبھی وہم بھی نہیں گزرا تھا کہ مجھ جیسے بے علم و عمل آدمی کے بارے میں بھی یہ سوچا جاسکتا ہے کہ تفسیر عثمانی کی اس علمی خدمت کی کوئی اہمیت اس میں ہو جو ہے۔ پھر یونیورسٹی میں اپنی تدریسی مصروفیات کے علاوہ کچھ تفریحی باذہانی سال سے ہائیل سے قرآن تک (اردو ترجمہ اظہار الحق) جو تین جلدوں پر مشتمل ہے اس کے انگریزی ترجمہ کے کام میں مصروف تھا اور اس وقت تیسری جلد کا آغاز ہی کیا تھا۔ اس کے علاوہ بھی کچھ دوسرے تحریری کاموں میں مشغول ہونے کی وجہ سے اس نئے کام کو شروع کرنے کا کوئی تھوڑا بھی میں نہیں کر سکتا تھا۔ لیکن ساتھ ہی یہ لالچ بھی قوت کے ساتھ دل میں پیدا ہوا کہ اگر حق تعالیٰ شانہ مدد فرمائیں اور اس احقر سے قرآن کریم کی یہ خدمت ہو سکے تو یہ ایک ایسی نعمت اور سعادت ہوگی کہ جس کا تھوڑا بھی احقر نہیں کر سکتا۔ برادر عزیز جسٹس مولانا تقی عثمانی صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ سے اس کا ذکر آیا تو انہوں نے بھی اصرار سے اس کام کی تائید کی اور اس طرح اس خدمت کے لئے کچھ بہت پیدا ہوئے تھے۔ رمضان المبارک ۱۴۰۱ھ میں ہوئے اور آخر یہ خدمت ارادے کی شکل اختیار کر گئی چنانچہ ۹ رمضان المبارک ۱۴۰۱ھ ۱۲ اپریل ۱۹۸۹ء کی شب میں اللہ تعالیٰ کی مدد کے بھروسے احقر نے ان کا سہی ابتدا کر دی اور دوسرے تحریری کاموں کو فی الحال ملتوی کر دیا۔ اس کام کی ابتدا میں ایک طرف تو یہ خیال انتہائی مسرور کن تھا کہ اس تفسیر میں جن کا ہر حصہ شامل ہیں ان کے نام

کے ساتھ اس سراپا خطا کا رویہ کار کا نام بھی شامل ہو گیا تو کیا بعید ہے ان حضرات کی برکت سے حق تعالیٰ شانہ اس احقر کے ساتھ بھی آخرت میں رحمت کا معاملہ فرمائے اور جس طرح گندم کے ساتھ خس و خاشاک بھی اسی قیمت پر نکل کر چلے جاتے ہیں اسی طرح شانہ حق تعالیٰ شانہ ان بڑے ناموں کے ساتھ احقر کو بھی خس و خاشاک کی طرح قبول فرمائیں۔ دوسری طرف اپنی بے بضاحتی، بے علمی اور بے مصلحتی کے پیش نظر یہ خوف بھی طاری رہا کہ اپنی نااہلی کے باوجود اس کا سنی جرأت پر کہیں مواخذہ نہ ہو جائے۔

الحمد لله رمضان المبارک ۱۴۰۹ھ ۱۱ اپریل ۱۹۸۹ء کو شروع کر کے ۹ ستمبر ۱۴۱۰ھ ۱۹۸۹ء کو پورے پانچ ماہ میں اس کی تکمیل ہوئی۔ امر یہ وہی مفید کام ہوا ہے تو حق تعالیٰ شانہ کی دینی ہوئی اس توفیق اور سعادت کے شکر کے لئے میرے پاس الفاظ نہیں اور نہ میرے لئے یہ بھی بڑی کامیابی ہوئی کہ آخرت میں حق تعالیٰ شانہ کا یہ مواخذہ نہ ہو کہ تو نے یہ جرأت کیوں کی؟ رب اغفر وارحم وانت خیر الراحمین

تفسیر عثمانی میں اس وقت احقر نے جو کام کیے وہ وہ ہیں۔ ایک تو یہ کہ ہر سورت کے فوائد کے نمبر مسلسل لکائے گئے ہیں اور ان نمبر ہیں اس طور ترتیب میں ایسے گئے ہیں۔ مثلاً سورہ بقرہ میں جتنے فوائد ہیں، جو تین سو سے زائد ہیں ان کے نمبر ایک سے شروع کر کے آخر تک مسلسل لکائے گئے ہیں۔ اس سے قرآنی آیت یا الفاظ کے متعلقہ فوائد کو دیکھنا پسند کے مقابلے میں بہت سہل ہو جائے گا۔ دوسرا اصل کام تفسیر کی عنوانات قائم کرنے کا ہے۔ اس کام کی مشکلات اور دشواریوں کا اندازہ احقر کو کام شروع کرنے کے بعد ہی ہوا۔ مثلاً ایک عام دشواری تو یہی تھی کہ قرآن کریم کی ایک آیت میں متعدد مضامین ہوتے ہیں ان میں سے کس مضمون کو عنوان بنایا جائے اس کا یہ فیصلہ اکثر مقامات پر سخت دشوار ہوا۔ اس کے علاوہ بھی اس کام میں کیا مزاحمتیں اور محنتیں اور مشاوریں ہیں اس کا اندازہ اہل علم کر سکتے ہیں۔ ان کا تدارک غیر ضروری طوائف کا سبب ہوگا۔ تفسیر کی عنوانات کے قائم کرنے کے وقت جو امور احقر کے پیش نظر رہے یہ فوائد اور ہوتے ہیں اس اندازے سے متوقع ہیں۔ وہ مندرجہ ذیل ہیں۔

۱۔ کمال تفسیر کی عنوانات کی تعداد لگ بھگ پانچ ہزار ہے۔

۲۔ ان تفسیر کی عنوانات کی فہرست درحقیقت تفسیر عثمانی کا ایک تفصیلی اندکس ہے جو خود مستقل افادہ کی چیز ہے۔

۳۔ ہر سورت کے تفسیر کی عنوانات پر نظر ڈالنے سے اس سورت کے مضمون سے ابتدائی واقفیت چند مضمونوں میں حاصل ہو جاتی ہے۔

۴۔ احقر نے عنوانات قائم کرنے کے وقت حضرت علامہ عثمانی رحمۃ اللہ کے فوائد ہی کو بنیاد بنایا ہے اور اس پر ترقی سے عمل کیا ہے مثلاً قرآن کے ظاہری الفاظ سے ایک عنوان بنایا ہے مضمون معلوم ہوتا ہے مگر تفسیر میں اس طرف اشارت نہیں کیا گیا ہے تفسیر ہی کے مطابق عنوان اختیار کیا گیا ہے۔

۵۔ ایک تفسیر کی فائدے میں اگر ایک سے زائد مضامین بیان ہوتے ہیں تو اس موقع کے مناسب اگر تفسیر میں واضح طور پر کسی ایک مضمون پر زور ہے تو وہاں اسی مضمون کو عنوان بنایا گیا ہے۔

۶۔ بعض تفسیر کی فوائد میں حضرت علامہ نے طویل کا استعمال کیا ہے۔ اس میں اگر کوئی اہم مضمون تھا، یا کوئی مفید مضمون آیت کی تفسیر کے ذیل میں آ گیا ہے تو اس جگہ کوئی نیا نمبر لکھ کر ایک نیا عنوان قائم کر دیا گیا ہے۔ اس لئے یہ ضروری نہیں ہے کہ ایک فائدہ کا صرف ایک ہی عنوان ہو۔

۷۔ قصص اور واقعات کی فہرست میں اکثر مقامات پر قرآن کریم کے ہمیں معمولی فرق یا ہے۔ مثلاً حضرت موسیٰ، حضرت نوح اور دوسرے انبیاء علیہم السلام کے واقعات مختلف جگہوں پر بار بار آتے ہیں۔ ان میں جہاں کوئی نئی تفصیل یا نئی اطلاع موجود ہے اس کے عنوان میں شامل کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ اس طرح واقعات کی مختلف تفسیرات فہرست مضمون سے آسانی سے معلوم کی جا سکتی ہیں۔

۸۔ یہ انتہا ضروری نہیں کیا گیا کہ صرف ان تفسیر کی فوائد پر عنوان لکایا جائے جن کی عبارت پہلو طویل ہو، بلکہ اگر کسی جگہ صرف ایک خط کا فائدہ ہے اور اس کا مضمون عنوان کا متعلق نہیں ہے تو وہاں بھی عنوان قائم کر دیا گیا ہے۔

۹۔ حتیٰ الواقع احتیاط کے باوجود اس کام میں بہت جلد احقر سے سبب خطا کا صدور یقیناً ہوا ہوگا۔ اس کے لئے یہ درخواست ہے کہ احقر کو یا ناشر کو ان مقامات کی نشاندہی فرمادیں تو اس کو تندرست و طہارت سے درست فرمایا جائے۔ آخر میں بارگاہ رسالہ میں اس سے دست بردار ہوں کہ وہ اس لئے کوشش کو قبول فرمائیں اور پڑھنے والوں کے لئے مفید اور احقر کے لئے دین و دنیا کا سرمایہ بنادے۔ آمین

محمد علی رازقی

۲۳۷۔ بی انٹرف منزل۔ کارڈن ایسٹ راپٹی نمبر ۵

مورخہ پیرمئی ۱۴۱۰ھ

۳ اکتوبر ۱۹۸۹ء

وَنُصَلِّيْ عَلَى رَسُوْلِهِ الْكَرِيْمِ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

نَحْمَدُ اللّٰهَ الْعَلِيَّ الْعَظِيْمَ

شیخ العالم المعرف بہ شیخ الہند حضرت محمود حسن کی مختصر سوانح حیات

قرآن کریم کا پیش نظر اردو ترجمہ شیخ الہند حضرت مولانا محمود حسن اسیر ماننا کا ہے۔ حضرت شیخ الہند نے شاہ عبدالقادر کے اردو ترجمہ و باحاورہ اپنے دور کی روزمرہ کی زبان میں ڈھال کر مرتب کیا ہے۔ لہذا اس ترجمہ کلام پاک کے سلسلہ میں شیخ الہند کی مختصر سوانح عمری پیش کی جاتی ہے۔

۱۔ پیدائش: شیخ الہند حضرت مولانا محمود حسن ۱۲۶۸ ہجری میں بریلی میں پیدا ہوئے۔ ان ایام میں یہاں پر آپ کے والد ماجد جناب مولانا ذوالفقار علی صاحب بحیثیت ڈپٹی انسپکٹر مدارس مقیم تھے۔ آپ کا اصل وطن دیوبند ضلع سہارنپور ہے۔

۲۔ تعلیم اور اساتذہ: آپ نے قرآن پاک میانجی منگلوری سے پڑھا۔ فارسی کی ابتدائی کتابیں مولانا عبداللطیف صاحب سے پڑھیں۔ کتب فارسی کی تکمیل اور عربی کی ابتدائی کتابیں اپنے چچا مولانا مہتاب علی صاحب سے پڑھیں ۱۵ محرم ۱۲۸۳ھ میں دارالعلوم دیوبند کا افتتاح ہوا تو آپ اس کے سب سے پہلے طالب علم ہوئے اور سب سے پہلے استاد مقرر ہوئے ۱۲۸۶ھ میں صحاح ستہ کی کتابیں بانی دارالعلوم دیوبند حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی سے پڑھیں، حدیث میں آپ حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب مدرس اول دارالعلوم دیوبند کے بھی شاگرد رہے ۱۹ ذیقعد ۱۲۹۰ھ کو سند فراغ حاصل کی۔

۳۔ تدریسی خدمات: آپ نے ۱۲۸۸ھ سے دارالعلوم دیوبند میں مدرس چہارم کی حیثیت سے تدریسی خدمات کا آغاز فرمایا اور ۱۳۰۵ھ میں صدر مدرس یعنی شیخ الحدیث کے درجہ پر فائز ہوئے۔ آپ ۱۲۸۹ھ تا ۱۳۰۵ھ یعنی ۱۶ سال تک بحیثیت مدرس خدمات انجام دیتے رہے ۱۳۰۵ھ سے ۱۳۳۳ھ تک شیخ الحدیث کی حیثیت سے بحسن و خوبی طلباء دارالعلوم کو فیضیاب فرماتے رہے۔ ۳۳ سال کی اس مدت میں ہزاروں تشنگان علم نے آپ کے فیوض سے سیراب ہو کر دنیا کے کونہ کونہ میں علم کی شمعیں روشن کیں۔

۴۔ سیاسی زندگی: ایک طرف آپ کی زندگی کا مقصد اشاعت دین تھا تو دوسری طرف آپ آزادی ہند کے دل و جان سے خواہاں تھے۔ یعنی آپ چاہتے تھے کہ ہندوستان سے انگریز کا تسلط ختم کیا جائے۔ جنگ بلقان ۱۳۲۹ھ، ۱۳۳۰ھ میں آپ نے بڑھ چڑھ کر ترکوں کی مدد کی اور کافی رقم چندہ کی شکل میں اکٹھی کر کے ان کو بھیجی۔ یہاں تک کہ دارالعلوم کے طلباء اور اساتذہ کو بھی اس کام میں مصروف کر کے کچھ دنوں کے لئے مدرسہ بند کر دیا۔

آپ کی ذات علم و سیاست کی محور تھی، ۱۳۲۵ھ میں آپ نے جمعیت الانصار کی بنیاد ڈالی جس کے امیر آپ اور مولانا عبید اللہ صاحب سندھی سیکرٹری مقرر ہوئے۔ اس کے اجلاس اپریل ۱۳۲۹ھ میں بمقام مراد آباد ۱۳۳۰ھ میں بمقام میرٹھ اور ۱۳۳۱ھ میں بمقام شملہ منعقد ہوئے۔ ان اجلاسوں کی ہندوستان میں دھوم مچ گئی اور حکومت برطانیہ بھی چونک پڑی، آپ نے سلاطین اسلام کو متحد کر کے ہندوستان پر حملہ کرنے کی اسکیم بھی تیار کی اور مولانا عبید اللہ سندھی کو کابل روانہ کیا تا کہ اس کو عملی جامہ پہنایا جائے اور خود حجاز مقدس تشریف لے گئے۔ وہاں پر غالب پاشا، انور پاشا اور ترکی کے دیگر وزراء کو اسکیم سے آگاہ کیا۔

۵۔ اسیری مالٹا اور تکمیل ترجمہ قرآن کریم:- آپ اپنی اسکیم سے آگاہ کرنے کے لئے خود ترکی جانے کا عزم رکھتے تھے مگر طائف میں آپ کو گرفتار کر دیا گیا ۱۸ ربیع الاول ۱۳۳۵ھ بروز جمعہ کسی انسپکٹر کی نگرانی میں روانہ کر کے ۲۷ ربیع الاول ۱۳۳۵ھ کو مالٹا پہنچائے گئے۔ آپ پر بغاوت کے الزام میں مقدمہ چلایا گیا اور ۱۳۳۵ھ میں مالٹا ہی میں قید کر دیا گیا۔ آپ ۲۹ ربیع الثانی ۱۳۳۵ھ کو مالٹا پہنچے اور شوال ۱۳۳۵ھ سے ترجمہ کلام پاک کا سلسلہ پھر شروع کیا۔ اس طرح دو شوال ۱۳۳۶ھ کو ایک سال کی قلیل مدت میں اس کی تکمیل ہوئی۔ سورہ نساء تک تفسیری حواشی بھی انہی ایام میں لکھے گئے۔ چند سال بعد ربائی ہوئی اور ۱۳۳۸ھ کو دیوبند پہنچ کر تحریک خلافت میں زور و شور سے حصہ لیا۔

۶۔ وفات:- ہندوستان میں تحریک خلافت اور حریت کے شعلے بھڑک رہے تھے اسی دوران آپ جامعہ ملیہ کا سنگ بنیاد رکھنے کے لئے علی گڑھ تشریف لے گئے۔ واپسی میں سخت بیمار ہو گئے اور دہلی پہنچے جہاں پر ڈاکٹر مختار احمد انصاری نے علاج کیا، آرام ہوا تو ملیریا کے عارضہ میں مبتلا ہو گئے اور ۱۸ ربیع الاول ۱۳۳۹ھ کو دہلی میں دائمی اجل کو لبیک کہا۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔

۷۔ شاگرد:- ویسے تو آپ سے ہزاروں طلباء کو شرف تلمذ حاصل ہوا لیکن ان میں استاد الاساتذہ حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی صاحب، حضرت مولانا سید محمد انور شاہ صاحب کشمیری، حضرت مولانا حبیب الرحمن صاحب مہتمم دارالعلوم دیوبند، حضرت مولانا حسین احمد صاحب مدنی، حضرت مولانا عبید اللہ صاحب سندھی، مفتی اعظم ہند، حضرت مولانا محمد کفایت اللہ صاحب شاہجہانپوری ثم دہلوی، شیخ الاسلام حضرت مولانا شبیر احمد صاحب عثمانی، حضرت مولانا مرتضیٰ حسن صاحب چاند پوری، حضرت مولانا ثناء اللہ صاحب امرتسری اور حضرت مولانا عزیز گل صاحب کا کاسیلی وہ قابل ذکر بستیاں ہیں جن کے فیوض آج بھی عالم اسلام میں جاری و ساری ہیں۔

وَنُصَلِّيْ عَلٰی رَسُوْلِهِ الْكَرِيْمِ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

نُحْمَدُ اللّٰهَ الْعَلِيِّ الْعَظِيْمِ

شیخ الاسلام حضرت علامہ شبیر احمد عثمانی کی مختصر سوانح حیات

شیخ الہند نور اللہ مرقدہ کے اردو ترجمہ پر علامہ شبیر احمد عثمانی نے تفسیری حواشی تحریر فرمائے ہیں جن کو تفسیر عثمانی کے نام سے بھی موسوم کیا جا سکتا ہے۔ اس کی مقبولیت کا اندازہ اس سے ہوتا ہے کہ قرآن کریم کے یہ نسخے ہزاروں کی تعداد میں ہندو پاک میں شائع ہو چکے ہیں۔ اور انشاء اللہ یہ صدقہ جاریہ قیامت تک قائم و دائم رہے گا۔ آپ کی مختصر سوانح عمری پیش کی جاتی ہے۔

۱۔ پیدائش:- آپ ۱۰ محرم ۱۳۰۵ھ میں بمقام بجنور پیدا ہوئے۔ جہاں پر آپ کے والد جناب مولانا فضل الرحمن صاحب ڈپٹی انسپکٹر مدارس تھے۔

۲۔ نام اور سلسلہ نسب:- آپ کا نام ان کے والد صاحب نے فضل اللہ رکھا اور بعد میں گھر والے شبیر احمد کہنے لگے جو غالباً عشرہ میں۔ میں پیدائش کی نسبت سے ہوگا۔ آپ اسی نام سے مشہور و معروف ہوئے۔ آپ کا شجرہ نسب حضرت عثمان غنیؓ سے تینتالیسویں پشت میں ملتا ہے مفتی اعظم ہند حضرت مولانا مفتی عزیز الرحمن صاحب اور حضرت مولانا حبیب الرحمن صاحب مہتمم دارالعلوم دیوبند آپ

کے علانی بھائی تھے۔

۳۔ تعلیم اور اساتذہ :- آپ کی تعلیم کا آغاز ۱۳۱۲ھ میں جناب حافظ محمد عظیم صاحب سے ہوا۔ آپ نے ان سے اردو کی ابتدائی کتابیں پڑھیں فارسی کی تعلیم ۱۳۱۴ھ میں منشی منظور احمد صاحب اور مولانا محمد حسین صاحب صدر مدرس شعبہ فارسی دارالعلوم دیوبند والہ ماجد حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب مدظلہ مفتی اعظم پاکستان سے حاصل کی۔ عربی تعلیم ۱۳۱۹ھ میں دارالعلوم دیوبند ہی میں شروع کی جہاں پر آپ کے اساتذہ میں مولانا غلام رسول صاحب، مولانا حکیم محمد حسن صاحب اور بالخصوص حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسن صاحب تھے۔ ۱۳۲۵ھ میں دورہ حدیث درجہ اول میں پاس کر کے سند فراغت حاصل کی۔

۴۔ تدریسی خدمات :- ویسے تو آپ دوران تعلیم ہی میں طلباء کو پڑھایا کرتے تھے مگر باقاعدہ پڑھانے کی ابتدا ۱۳۲۵ھ میں دارالعلوم دیوبند میں ہوئی۔ ۱۳۲۶ھ میں مدرسہ عالیہ فتح پوری دہلی میں صدر مدرس کی حیثیت سے دہلی تشریف لے گئے۔ ۱۳۲۸ھ میں مجلس شوریٰ دارالعلوم دیوبند کے اصرار پر آپ دوبارہ دیوبند تشریف لے آئے۔ ۱۳۳۸ھ میں آپ جامعہ اسلامیہ انجیل ضلع سورت تشریف لے گئے اور وہاں تفسیر و حدیث کا درس دیتے رہے۔ ۱۳۵۲ھ میں حضرت مولانا سید محمد انور شاہ صاحب کشمیری کی وفات کے بعد آپ نے تشریف لے گئے اور پروفائزر ہوئے۔ ۱۳۵۴ھ میں اراکین دارالعلوم دیوبند کے اصرار پر صدر انجمن کی حیثیت سے اعزازی خدمات انجام دیتے رہے۔ ۱۳۶۲ھ میں دارالعلوم سے علیحدگی اختیار فرمائی اور انجیل والوں کی درخواست پر دوبارہ انجیل تشریف لے آئے۔

۵۔ سیاسی زندگی :- شیخ الاسلام حضرت علامہ شبیر احمد عثمانی، تبحر عالم فقیہ، محدث و مفسر ہونے کے ساتھ ساتھ اعلیٰ درجہ کے سیاسی رہنما بھی تھے۔ درس و تدریس ہی کے ساتھ آپ نے اپنی سیاسی سرگرمیاں بھی جاری رکھیں۔ آپ کو تقریباً ۱۹۵۰ء اور ۱۹۵۱ء میں آج آپ نے ۱۳۲۹ھ سے ۱۳۳۱ھ تک جمعیت الانصار کے جلسوں میں تقریریں کیں اور مقالے پڑھے۔ ایک مخالفت کے دوران انجمن انعماء ہند کے اکثر جلسوں میں تقریریں کیں اور ملکی و مذہبی خدمات انجام دیں۔ ۱۳۳۹ھ میں اپنا مقالہ "تاک و تار" جمعیت انعماء ہند کے اجلاس میں پڑھا جو آپ کا مٹی شاہ کا تھا۔ آپ ۱۳۳۸ھ سے ۱۳۶۶ھ تک جمعیت انعماء ہند میں شریک رہے۔ ۱۳۶۶ھ میں مسلم لیگ میں شریک ہو کر تحریک پاکستان و زبردست تقویت پہنچائی۔ آپ نے اپنی تحریروں، تقریروں اور خطبوں کے ذریعے مسلم لیگ میں جان ڈال دی۔ قیام پاکستان میں مولانا عثمانی کا بڑا ہاتھ ہے۔ ۱۳۶۶ھ میں صدر یونین کے سلسلہ میں آپ نے اپنے شاگردوں، علماء کے ذریعہ اہل سرحد کو پاکستان کے حق میں ہموار کیا جس کے نتیجے میں اہل سرحد نے پاکستان میں شمولیت کا فیصلہ کیا۔ قائد اعظم کے بعد آپ ہی کی کوششوں کے نتیجے میں ۱۳ رجب ۱۳۶۶ھ و قیام پاکستان کا اعانہ ہوا اور ۲ رمضان المبارک ۱۳۶۶ھ شب قدر میں پاکستان معرض وجود میں آیا۔

آپ ۱۳۶۹ھ کو تقریباً پاکستان میں شریک ہونے کے لئے دیوبند سے مراپہ پہنچ گئے تھے۔ قائد اعظم نے ریم پریچر عثمانی آپ ہی کے دست مبارک سے کرائی اور پاکستان کی دستور ساز اسمبلی کا افتتاح بھی آپ ہی نے فرمایا۔ آپ کی کوششوں سے دستور ساز اسمبلی میں قرار واد مقاصد پاس ہوئی۔

۶۔ انتقال :- آپ ۱۳۶۹ھ کو وزیر اعظم بھوپور کی درخواست پر جامعہ اسلامیہ بھوپور کے افتتاح کے لئے تشریف لے گئے۔ ۲۱ ستمبر کی شب کو بخار ہو اور صبح تک طبیعت ٹھیک ہوئی۔ لیکن ۹ بجے سینہ میں تکلیف ہوئی اور ۲۱ صفر ۱۳۶۹ھ بروز منگل ۱۱ بجے ۰۳۔۰۵۔۶۳ پر ۶۳ سال ۱۲ یوم کی عمر میں آپ نے داعی اجل کو لبیک کہا۔ انا لله وانا اليه راجعون

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

مقدمہ

خدا در انتظار حمد مانیت محمد چشم بر راہ ثنائیت خدام آفرین مصطفیٰ بس محمد حامد حمد خدا بس
مناجاتے اگر باید بیان کرد بیعتے ہم قناعت میتواں کرد محمد از تو میخواہم خدارا خدایا از تو عشق مصطفیٰ را
وگر لب واکن مظہر فضولیت
خن از حاجت افزوں تر فضولیت

اما بعد: بندہ آثم و عاجز محمود ابن مولوی ذوالفقار علی دیوبند ضلع سہارنپور کار بنے والا مغفر اللہ تعالیٰ و لوالد یہ عرض کرتا ہے
کہ بعض احباب اور مکرمین نے بندہ سے درخواست کی کہ قرآن شریف کا ترجمہ سلیس مطلب خیز اردو زبان میں مناسب
حال اہل زمانہ کیا جائے جس سے دیکھنے والوں کو فائدہ پہنچے اور وہ نقصان اور خلل اور لفظی و معنوی اغلاط جو بعض آزادی پسند
صاحبوں کے ترجمہ سے لوگوں میں پھیل رہی ہیں ان سے بچاؤ کی صورت نکل آئے۔ اس عاجز نے اس درخواست کے
جواب میں اپنی بے بضاعتی کے علاوہ یہ عرض کیا کہ اول تو مقدسین اکابر کے فارسی اردو کے متعدد تراجم موجود ہیں اس کے
علاوہ علمائے متدینین زمانہ حال کے متعدد تراجم کیے بعد دیگرے بجز اللہ شائع ہو چکے ہیں جو لوگوں کو مذکورہ بالا خرابیوں
سے بچانے کے لئے کافی و وافی و شافی ہیں۔ چنانچہ بندہ کے احباب میں بھی اول مولوی عاشق الہی صاحب سلمہ ساکن
میرٹھ نے ترجمہ کیا اس کے بعد مولانا اشرف علی صاحب سلمہ اللہ نے ترجمہ کیا احقر نے دونوں ترجموں کو تفصیل سے دیکھا
ہے جو ان خرابیوں سے پاک و صاف ہیں اور عمدہ ترجمے ہیں۔ پھر اب کسی جدید اردو ترجمہ کی کیا حاجت ہے بجز اس کے کہ
اسمائے مترجمین میں ایک نام اور زیادہ ہو جائے اور کوئی نفع نہیں معلوم ہوتا۔ مگر مکرمین احباب نے اس پر بھی بس نہ کی اور
اسی اصرار پر قائم رہے تو مجبور ہو کر مجھ کو یہ عرض کرنا پڑا کہ اس وقت تک میرے خیال میں کوئی ایسا نفع نہیں آیا کہ جس کی وجہ
سے جدید ترجمہ کی جرات اور ہمت کروں۔ اب آپ کے اصرار پر احقر تراجم قدیمہ اور جدیدہ کو بنام خدا غور سے دیکھتا ہے
اس کے بعد اگر کوئی نفع سمجھ میں آیا تو سو اس کے موافق آپ صاحبوں کے فرمانے کی تعمیل کا ارادہ کروں گا ورنہ معذور ہوں۔
اس کے بعد حضرت مولانا شاہ ولی اللہ اور مولانا شاہ رفیع الدین اور مولانا شاہ عبدالقادر قدس اللہ تعالیٰ اسرارہم کے تراجم کو
جو غور سے دیکھا تو یہ امر تو بے تامل معلوم ہو گیا کہ اگر یہ مقدسین اکابر قرآن شریف کی اس ضروری خدمات کو انجام نہ دے
جاتے تو اس شدت ضرورت کے وقت میں ترجمہ کرنا بہت دشوار ہوتا۔ علماء کو صحیح اور معتبر ترجمہ کرنے کے لئے متعدد تفاسیر کا
مطالعہ کرنا پڑتا اور بہت ہی فکر کرنا ہوتا اور ان وقتوں کے بعد بھی شاید ایسا ترجمہ نہ کر سکتے جیسا اب کر سکتے ہیں۔ پھر بھی کوئی
اللہ کا بندہ ایسا ہوتا تو ہوتا کہ کمال علم و تدین کے ساتھ اس مشقت کو گوارا کر کے اس خدمت کو کما بینگی انجام دینے کے لئے
موفق ہوتا۔ حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ کو دیکھئے کہ اس بے نظیر علمی و عملی کمالات پر جو انہوں نے اپنے اوپر حق سبحانہ تعالیٰ

کے انعامات متعدد رسالوں میں بیان فرمانے ان انعامات عظیمہ میں یہ ترجمہ مسمی بہ فتح الرحمن بھی داخل ہے اور ماجز نے اپنے بعض مرحوم بزرگواروں سے سنا ہے کہ مولانا شاہ عبدالقادر رحمۃ اللہ علیہ جب موضع القرآن لکھ چکے تو فارسی کا ایک شعر تھوڑا سا تصریف کر کے اس طرح پڑھتے تھے۔

روزِ قیامت ہر کسے با خویش وارد نامہ من نیز حاضر می شوم تفسیر قرآن در بغل
اس سے ان حضرات مرحومین کا کمال علم و تدین تو معلوم ہوتا ہی ہے اسی کے ساتھ قرآن شریف کے صحیح تراجم کی عظمت اور ضرورت بھی ظاہر ہوتی ہے۔ بالجملة اگر اکابر مرحومین ہماری ضرورت اور منفعات کو ادماں فرما کر پہلے ہی سے اس کا انتظام نہ کر جاتے تو آج اس کثرت اور سہولت کے ساتھ ہم کو تراجم کلام الہی اچھے سے اچھے ہرگز نہیں سہرتے اور کچھ عجب نہ تھا کہ جیسے خود ہندوستان میں بہت سی زبانیں اور دیگر ممالک میں مسلمانوں کی بڑی بڑی قومیں اس نعمت اور عزت سے خالی یا مثل خالی کے ہیں ہم بھی اسی نکتہ میں مبتلا ہوتے۔ فجز اہم اللہ عنا عن جمیع المسلمین احسن الجزاء وافضل الجزاء والحمد لله اسی کے ساتھ یہ بات بھی دلنشین ہو گئی کہ ہر چند ترجمہ تحت لفظی میں بعض خاص فائدے ہیں مگر ترجمہ سے جو اصلی فائدہ اور بڑی غرض یہ ہے کہ ہندوستانیوں کو قرآن شریف کا سمجھنا آسان ہو جائے یہ غرض جس قدر با محاورہ ترجمہ سے حاصل ہو سکتی ہے تحت لفظی ترجمہ سے کسی طرح ممکن نہیں۔ چنانچہ شاہ عبدالقادر رحمۃ اللہ علیہ جو با محاورہ ترجمہ کے بانی اور امام ہیں انہوں نے با محاورہ ترجمہ کو اختیار فرمانے کی یہی وجہ بیان کی ہے اور یہی وجہ ہے جو اسلاف مدوہین کے بعد اس زمانہ میں جس نے اس میدان میں قدم رکھا اس نے جناب شاہ صاحب مدوح کا اتباع کیا اور با محاورہ ترجمہ کرنے کو اختیار کیا۔ جس پر کسی کا شعر یاد آتا ہے۔

ہر مرغ کہ پرزد بہ تمنائے ایری اول بشلوں کرد طواف قفس ما
اور یہ امر بھی خوب معلوم ہو گیا کہ جیسے شاہ رفیع الدین رحمۃ اللہ علیہ کمال ہے کہ تحت لفظی ترجمہ کا التزام کر کے ایک ضروری حد تک سہولت اور مطلب خیزی کو بھی ہاتھ سے نہیں جانے دیا۔ ایسے ہی حضرت مولانا عبدالقادر رحمۃ اللہ علیہ کا یہ کمال ہے کہ با محاورہ ترجمہ کا پورا پابند ہو کر پھر نظم و ترتیب کلمات قرآنی اور معانی لغویہ کو اس حد تک نباہا ہے کہ زیادہ کہتے ہوئے تو ڈرتا ہوں مگر اتنا ضرور کہتا ہوں کہ ہم جیسوں کا ہرگز کام نہیں۔ اگر ہم ان کے کام کی خوبیوں کو اور ان اغراض اور اشارات کو جو ان کے سیدھے سیدھے مختصر الفاظ میں ہیں سمجھ جائیں تو ہم جیسوں کے فخر کے لئے یہ امر بھی کافی ہے۔

اس کے بعد ہم کو ضرور ہوا کہ خاص طور پر حضرت شاہ مولانا عبدالقادر رحمۃ اللہ علیہ کے ترجمہ با محاورہ مسمی بہ موضح القرآن کو دیکھ کر اول یہ سمجھیں کہ جناب شاہ صاحب مدوح کا ترجمہ جس کا اپنی نوعیت میں اول و افضل ہونا جملہ اہل علم و فہم اور ارباب انصاف و دیانت کو مسلم ہے اس میں ایسے امور کیا ہیں جن کی وجہ سے ہم کو دوسرے کسی ترجمہ کی ضرورت ہو۔ پھر یہ دیکھیں کہ جو تراجم جدیدہ اس زمانہ میں شائع ہو چکے ہیں ان سے ہماری وہ ضرورت پوری ہوئی یا اب تک کچھ باقی ہے کہ جس کے پورا کرنے کیلئے اور ترجمہ کی ابھی تک حاجت چلی جاتی ہے۔

امراول کی بابت جہاں تک ہم نے ملاحظہ کیا اور دیگر حضرات نے بھی اس کی تصدیق فرمائی کل دو باتیں ایسی پائیں

جسکی وجہ سے عام طور پر لوگ ترجمہ و صوف سے نفع اٹھانے میں قاصر ہیں۔ اول بعض کلمات و محاورات کا اس زمانہ میں متروک یا قریب بمتروک ہو جانا۔ دوسرے چونکہ حضرت شاہ صاحب مرحوم کلمات قرآنی کی موافقت اور مطابقت کا خیال زیادہ فرماتے ہیں اور شرائط ترجمہ کی پابندی بہت کرتے ہیں۔ اس لئے بعض مواقع میں بوجہ اختصار عبارت آج کل کی سہولت پسند طبائع کو مطلب سمجھنے میں بہت دقت معلوم ہوتی ہے۔ باقی رہا امر ثانی 'تویہ بات تو سب جانتے ہیں کہ اس زمانہ میں اردو با محاورہ طرز پر بکثرت تراجم یکے بعد دیگرے شائع ہو چکے ہیں۔ سوان میں بالیقین بعض ایسے تراجم بھی ہیں جو علمائے معتبر اہل علم و دیانت کی لوجہ اللہ سعی کا نتیجہ ہے اور بعض بعض کو ہم نے بھی تفصیلی نظر سے دیکھا ہے۔ ہمارے نزدیک وہ تراجم بیشک ہماری اس حاجت کے پورا کرنے کے لئے کافی ہیں جو اس زمانہ میں حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ کے بینظیر ترجمہ میں اہل زمانہ کو پیش آرہی تھی۔ جزا ہم اللہ سبحانہ عن جمیع مسلمی الہند نیبراً۔ اور ان اغلاط و مفاسد سے بچانے کے لئے بھی مفید ہیں جو بعض آزاد خیال صاحبوں کے تراجم میں موجود ہیں۔ اس لئے امر ثانی کی بابت اس عاجز کی یہ رائے کہ وہ نزاکت و لطافت اور وہ ہر امر کی رعایت جو حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ کے ترجمہ کے امتیازات اور خصوصیات میں شمار ہوتی ہیں ان کا تو ذکر نہیں۔ باقی وہ امر جو ترجمہ سے مقصود اصلی اور غرض ضروری ہے یعنی کلام الہی جل جلالہ کا صحیح مطلب سلف صالحین کے ارشادات کے موافق سہولت کے ساتھ مسلمانان ہند کی سمجھ میں آسکے۔ اس امر کے لئے تراجم جدیدہ جو اہل علم و دیانت کی توجہ سے شائع ہو چکے ہیں وہ بالکل کافی اور وافی ہیں۔ ہم کو کسی جدید ترجمہ کی اس وقت حاجت نہیں رہی شکر اللہ تعالیٰ فساعینہم ہم فخر و مسرت کے ساتھ حق سبحانہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتے ہیں جب ہم یہ دیکھتے ہیں کہ ہمارے معتبر علماء کی حسن سعی سے تراجم مفیدہ قدیمہ اتنے شائع ہو چکے ہیں کہ ایسے اور اتنے تراجم ہم کو کسی عجیبی زبان میں نظر نہیں آتے۔ ذلک من فضل اللہ علینا۔

اب اس کے بعد یہ بات تو بجز اللہ ہم کو خوب محقق اور متبحر ہو گئی کہ تراجم موجودہ صحیحہ معتبرہ کے ہوتے ہمارا جدید ترجمہ کرنا لہو لگا کر شہیدوں میں شامل ہونا ہے جس سے نہ مسلمانوں کو کوئی نفع معتبر پہنچ سکتا ہے نہ ہم کو۔ بلکہ جب ہم یہ خیال کرتے ہیں کہ ہمارا جدید ترجمہ کرنا گویا زبان حال سے یہ کہنا ہے کہ تراجم موجودہ میں کوئی خلل ہے جس کا تدارک کیا جاتا ہے یا ہمارے ترجمہ میں کوئی خوبی اور منفعت زاید ہے جس کی وجہ سے جدید ترجمہ کی حاجت ہوئی تو ہم کو جدید ترجمہ کرنا فضول سے بڑھ کر نہایت مذموم اور مکروہ تک نظر آتا ہے۔ نعوذ باللہ من شرور أنفسنا۔

خیر یہ بات تو خوب دلنشین نقطہ ہو گئی اور ظاہر ہے کہ اس کا متشخصی یہ تھا کہ ترجمہ کلام الہی کے متعلق اب ہم کچھ ارادہ نہ کرتے مگر اس چھان بین اور دیکھ بھال میں تقدیر الہی سے یہ بات دل میں جم گئی کہ حضرت شاہ صاحب کا افضل و مقبول و مفید ترجمہ رفتہ رفتہ تقویم پارینہ نہ ہو جائے۔ یہ کس قدر ناقدر دانی اور بد قسمتی بلکہ کفران نعمت ہے اور وہ بھی سرسری عذر کی وجہ سے اور عذر بھی وہ جس میں ترجمہ کا کوئی قصور نہیں۔ اگر قصور ہے تو لوگوں کی طلب کا قصور ہے۔ اگر دیکھنے والے غور سے دیکھیں اور جو غور کے بعد بھی سمجھ میں نہ آئے اس کو جاننے والوں سے دریافت کریں تو پھر سب کام سہل ہو جائے چنانچہ حضرت ممدوح نے خود شروع میں لکھ دیا ہے کہ قرآن شریف کے معنی بغیر سند کے معتبر نہیں اور بغیر استاد کے معلوم نہیں

ہوتے۔ علاوہ ازیں عوام کو یہ دشواری تو سب ترجموں میں پیش آتی ہے۔ حضرت شاہ صاحب کے ترجمہ میں کچھ زیادہ سہی۔ اس لئے اس ننگ خلاق کو یہ خیال ہوا کہ حضرت شاہ صاحب ممدوح کے مبارک مفید ترجمہ میں اوگوں کو جو کلن و خلیجان ہیں یعنی بعض الفاظ و محاورات کا متروک ہو جانا۔ دوسرے بعض بعض مواقع میں ترجمہ کے الفاظ کا منتشر ہونا، جو اصل میں تو ترجمہ کی خوبی تھی مگر ابنائے زمانہ کی سہولت پسندی اور مذاق طبیعت کی بدولت اب یہاں تک نوبت آگئی کہ جس سے ایسے مفید و قابل قدر ترجمہ کے متروک ہونے کا اندیشہ ہوتا ہے۔ سواگر غور و احتیاط کے ساتھ ان الفاظ متروک کی جگہ الفاظ مستعمل لے لئے جائیں اور اختصار و اجمال کے موقعوں کو تدبر کے ساتھ کوئی لفظ مختصر زائد کر کے کچھ کھول دیا جائے تو پھر انشاء اللہ حضرت شاہ صاحب کا یہ صدقہ فاضلہ بھی جاری رہ سکتا ہے اور مسلمانان ہند بھی اس کے فوائد مخصوصہ سے خالی نہ رہ جائیں گے۔ اس مضمون کو سوچ سمجھ کر جو اپنے مکر میں مخلصین کی خدمت میں پیش کیا تو ان حضرات نے بھی اس عاجز کی رائے سے اتفاق ظاہر فرمایا۔ اور یہی بات دل نشیں ہو گئی کہ مستقل ترجمہ سے یہ امر زیادہ مناسب اور مفید ہے کہ موضح القرآن میں جو شکایت پیدا ہو گئی ہے۔ اس کے رفع کرنے میں کوشش کی جائے۔ جب یہاں تک نوبت پہنچ چکی تو یہ عاجز بنا مر خدا اس خدمت کے انجام دینے کے لئے تیار ہو بیٹھا گو یادہ شمالہ میں مبل سے جگہ جگہ رفو کرنے کا ارادہ کر دیا۔ جب ایک ثلث قرآن کا ترجمہ کر چکا تو بوجہ بعض عوارض ایسا طویل حرج پیش آیا کہ ترجمہ کی تکمیل کی توقع بھی دشوار ہو گئی مگر بتوفیق الہی عین ایام حرج میں اتنا اطمینان نصیب ہو گیا کہ ترجمہ موصوف باطمینان ۱۳۳۶ء میں پورا کر لیا۔ اِنَّ رَبِّيْ لَطِيْفٌ لِّمَآ يَشَاءُ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ۔

اب حق تعالیٰ کو منظور ہے تو انہی احباب مکر میں کی خدمت میں اس ترجمہ کو پیش کر کے تفصیلی نظر کی درخواست کریں گے۔ اگر ہماری یہ پیوند کاری ان حضرات کے نزدیک مفید و مناسب سمجھی گئی تو انشاء اللہ شائع بھی ہو جائے گا ورنہ مجبوراً جہاں ہے وہیں رہے گا۔ شعر

گو نالہ نار سا ہونہ ہو آہ میں اثر میں نے تو درگزر نہ کی جو مجھ سے ہو سکا

اب اس کے بعد مناسب ہے کہ حضرت شاہ صاحب کے اصل ترجمہ کی بابت اور نیز اپنی ترمیم کے متعلق چند ضروری مفید باتیں عرض کر دی جائیں جن سے دیکھنے والوں کو بالا جمال دونوں ترجموں کی حالت اور کیفیت بھی معلوم ہو جائے اور بعض شبہات جن کے پیش آنے کا کھٹکا ہوتا ہے وہ بھی دفع ہو جائیں۔ سو حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ نے شروع میں اپنے ترجمہ کی نسبت اتنا مضمون تو خود فرما دیا ہے کہ ہندی اور عربی زبان کا محاورہ ہرگز موافق نہیں۔ اس لئے اگر قرآن شریف کی ترتیب کے موافق ہر لفظ کا جدا جدا ترجمہ کیا جائے یعنی تحت لفظی تو ہندیوں کی سمجھ میں آنا دشوار ہو۔ اس لئے ہم نے مجموعہ آیت کی پابندی کی ہے ہر لفظ کی پابندی نہیں کی یعنی ہندی محاورہ کے موافق ترجمہ کیا ہے تحت لفظی نہیں کیا۔ یہ حضرت ممدوح کے ارشاد کا خلاصہ ہے۔ مگر اس میں اجمال بہت ہے۔ اس ارشاد سے یہ تو معلوم ہو گیا کہ حضرت ممدوح اپنے ترجمہ میں ہر لفظ کی پابندی نہ کریں گے ہاں آیت کی پابندی ضروری ہے مگر یہ معلوم نہیں ہوا کہ اس عدم پابندی کی کیا حد ہے اور کہاں تک اس عدم پابندی کو حضرت ممدوح نے اپنے ترجمہ میں اختیار اور استعمال فرمایا ہے اور کتنی تقدیم و تاخیر کو

جا کر رکھا ہے یعنی بقدر ضرورت و حاجت کسی لفظ کو آگے یا پیچھے کر لیا ہے یا صرف آیت کے احاطہ میں رہ کر پھر کسی تقدیم و تاخیر کی پروا نہیں کی تھی۔ زیادہ ضروری ہو یا غیر ضروری ایک تغیر ہو یا متعدد۔ اس کے سوا حضرت شاہ صاحب نے یہ امر اجمالاً بھی نہیں بیان کیا کہ ہم نے اپنے ترجمہ میں کس کس امر کا خیال رکھا ہے اور اس میں کیا خوبیاں اور فوائد ہیں۔ سوا حقراں دونوں باتوں کو مفید سمجھ کر انکی نسبت کچھ کچھ عرض کرنا چاہتا ہے۔

سو یہ بات تو سب پر ظاہر ہے کہ احقر اس کے متعلق جو کچھ بھی عرض کرے گا وہ موضح القرآن ہی کی عبارت سے مستنبط ہوگا۔ اس کے سوا ہمارے لئے اور کیا امر ذریعہ علم ہو سکتا ہے۔ بعینہ جیسا کہ حضرات علمائے کرام نے امیر المؤمنین فی الحدیث امام بخاری رحمۃ اللہ کی خود کتاب صحیح بخاری سے استنباط کر کے ان کی شروط و قیود و اغراض کو بیان فرما دیا ہے۔

سوا امر اول کی نسبت یہ عرض ہے کہ حضرت شاہ صاحب ترتیب قرآنی کا بہت خیال رکھتے ہیں اور اصل اور ترجمہ کی مطابقت میں بہت زیادہ سعی فرماتے ہیں مگر چونکہ ترجمہ با محاورہ کا التزام کیا ہے اس لئے بضرورت توضیح و تسہیل بعض مواقع میں تقدیم و تاخیر لازم ہے۔ مگر جیسا کہ آٹے میں نمک۔ یہ نہیں کہ آخر کا ترجمہ اول اور اول کا آخر ہو جائے۔ الغرض فصل بعید سے احتراز رکھتے ہیں۔ اِلَّا مَا شَاءَ اللّٰهُ کسی خاص ضرورت کے وقت میں دو تین کلموں کا فصل ہو جائے اور وہ بھی النَّادِرَ كَالْمَعْدُوْمِ۔

دیکھئے عربی زبان میں مضاف کو مقدم ذکر کرتے ہیں۔ اور اردو کا محاورہ یہ ہے کہ مضاف الیہ کو مقدم کرتے ہیں۔ وہ ”غلام زیند“ کہتے ہیں۔ تو ان کے محاورہ میں ”زید کا غلام“ کہیں گے۔ تو ترتیب تو بدل گئی مگر دونوں کلمے متصل ہی رہے فاصلہ اور فرق کچھ نہیں ہوا۔ اس لئے حاجت کے وقت یہ تغیر کچھ تغیر نہیں سمجھا جاتا۔ اس قسم کی مثالیں شاہ صاحب کے ترجمہ میں کثرت سے ملیں گی۔ مثلاً عَلٰی قُلُوْبِهِمْ وَعَلٰی سَمْعِهِمْ وَعَلٰی اَبْصَارِهِمْ کا ترجمہ با محاورہ کریں گے تو ”ان کے دل پر اور ان کے کان پر اور ان کی آنکھوں پر“ کیا جائے گا اور ترجمہ تحت لفظی میں ”اوپر دلوں ان کے اور اوپر کانوں ان کے اور اوپر آنکھوں ان کی کے“ کہنا پڑے گا۔ مگر سب جانتے ہیں کہ ایسے اختلاف جتنے بھی ہوں ان میں کوئی حرج نہیں بلکہ ضروری ہیں۔ با محاورہ ترجمہ کرنے والے کو اس سے مفر نہیں لیکن حضرت شاہ صاحب کی احتیاط قابل تحسین اور لائق قدر ہے کہ اس پر بھی ہر جگہ مضاف الیہ کو مقدم نہیں کرتے بلکہ جہاں ترجمہ میں ذرا گنجائش مل جاتی ہے وہاں اتنے قلیل تغیر کو بھی پسند نہیں کرتے ترتیب قرآنی ہی کو اختیار فرماتے ہیں۔ دیکھو ”الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ“ میں چونکہ ”رَبِّ الْعَالَمِيْنَ“ مضاف مضاف الیہ مل کر صفت واقع ہوئے ہیں۔ اس کے ترجمہ میں یہ گنجائش نکل آئی کہ ترجمہ محاورہ کے خلاف بھی نہ ہو اور کلام الہی کی ترتیب بھی باقی رہے۔ اس لئے ”رَبِّ الْعَالَمِيْنَ“ کا ترجمہ اصلی ترتیب پر رکھا اور ”مَالِكِ يَوْمِ الدِّينِ“ بھی صفت واقع ہوا ہے مگر اس میں دو اضافتیں مجتمع ہیں اول اضافت میں اصلی ترتیب باقی رکھنے کی گنجائش ہے۔ دوسری اضافت میں نہیں۔ اس لئے ترجمہ میں ”مَالِكِ“ کا ترجمہ اصل کے موافق مقدم رکھا۔ اور ”يَوْمِ“ کے ترجمہ کا محاورہ اردو کے موافق ”دین“ نر کر دیا۔ چنانچہ سب پر ظاہر ہے اس میں کسی کو تردد نہیں صرف توضیح اور تسہیل کی غرض سے ہم نے عرض کر دیا لیکن بعض مقامات ایسے بھی ہیں کہ وہاں محاورہ اردو کے ساتھ ترتیب قرآنی کا لحاظ رکھنا دشوار ہے حضرت شاہ صاحب

رحمۃ اللہ علیہ ان مقامات میں بھی اپنی غائر اور باریک بین نظر سے ایسا اسلوب اختیار فرماتے ہیں کہ محاورہ کی پابندی کے ساتھ ترتیب بھی باقی رہے یا فرق آئے تو خفیف و لطیف۔

بعینہ یہی حال ہے فعل اور فاعل اور مفعول اور جمیع متعلقات فعل کا اور صفت موصوف، حال تمیز وغیرہ کا کہ اکثر مواقع میں ترتیب کی موافقت فرماتے ہیں اور بہت سے مواقع میں اسی تغیر لطیف مذکورہ بالا سے کام لیتے ہیں۔

اور سنئے حروف رد ابط جن کو حروف جر بھی کہتے ہیں۔ جیسے ل، ب، علی، الی، من، عن، فی، بہت کثرت سے مستعمل ہیں۔ مگر کلام عرب میں یہ حروف ہمیشہ اپنے معمول پر مقدم ہوتے ہیں۔ اور ہمارے محاورہ میں علی العموم مؤخر بولے جاتے ہیں۔ مگر شاذ و نادر۔ لیکن ان میں بعض تو ایسے ہیں کہ ان کا مؤخر ہونا ضروری ہے۔ ہماری زبان میں ان کو مقدم لانے کی کوئی صورت ہی نہیں جیسے من اور عن سب کو معلوم ہے کہ مِمَّا زَقْنَهُمْ کے ترجمہ میں اردو زبان کے اندر ممکن نہیں کہ من کا ترجمہ مقدم ہو سکے اور ترتیب قرآنی کی موافقت کی جاسکے۔ ایسے ہی لَا تَجْزِي نَفْسٌ عَنْ نَفْسٍ کے ترجمہ میں کوئی صورت نہیں کہ عن کا ترجمہ نفس کے ترجمہ سے مقدم ہو سکے اسی وجہ سے تحت لفظی ترجمہ میں بھی یہ تغیر گوارا کرنا ہوتا ہے اور اس میں کسی کو تامل نہیں ہو سکتا۔ اور بعض ایسے ہیں کہ ان کو مقدم کرنا تو درست ہے مگر محاورہ کے خلاف ہے۔ سو تحت لفظی ترجمہ میں ان کو نظم قرآنی کے موافق مقدم لا سکتے ہیں۔ مگر با محاورہ ترجمہ کے لئے ان کو بھی مؤخر کرنا ضرور ہوگا۔ جیسے علی، الی وغیرہ حروف مذکورہ ہے۔ دیکھئے خَتَمَ اللّٰهُ عَلٰی قُلُوْبِهِمْ کے تحت لفظی ترجمہ میں ”مہر کر دی اللہ نے اوپر دلوں ان کے کے“ کہنا مناسب ہوگا اور با محاورہ ترجمہ میں ”مہر کر دی اللہ نے ان کے دلوں پر“ کہنا ٹھیک سمجھا جائے گا۔ پہلی صورت میں لفظ علی، اپنی اصلی ترتیب پر رہا۔ دوسری صورت میں تھوڑا سا بقدر ضرورت اپنی جگہ سے ہٹ گیا اسی پر دیگر حروف کو قیاس فرما لیجئے۔ سوا اول تو یہ حروف فی نفسہ غیر مستقل اور دوسروں کے تابع ہیں ان کا تقدم تاخر چنداں قابل اعتبار نہیں۔ دوسرے بے وجہ نہیں بلکہ ضرورت اور حاجت اور نفع کی وجہ سے کرنا ہوا۔ تیسرے اتنا لطیف و خفیف کہ ترجمہ تحت لفظی میں بھی بعض مواقع میں قابل قبول اور ضروری سمجھا جاتا ہے۔ ان سب کے بعد پھر وہی بات ہے جو پہلے عرض کر چکا ہوں۔ یعنی جہاں کچھ گنجائش نکل آتی ہے۔ وہاں حضرت شاہ صاحب علیہ الرحمۃ اس خفیف قابل قبول تغیر کو بھی چھوڑ کر اصلی ترتیب کو قائم رکھتے ہیں اور ایسا ترجمہ کرتے ہیں جو ترتیب قرآنی کی پابندی کے ساتھ محاورہ کے بھی مخالف نہ ہونے پائے اس کی مثالیں حروف مذکورہ کے متعلق جگہ جگہ موجود ہیں مثلاً ”إِلَّا عَلٰی الْخَاشِعِينَ“ کا ترجمہ یہ فرمایا ہے ”مگر انہی پر جن کے دل پگھلے ہیں“ یعنی اللہ سے ڈرتے ہیں اور عاجزی کرتے ہیں۔ دیکھ لیجئے لفظ علی کے ترجمہ کو مقدم رکھا خاشعین پر اور محاورہ کے مخالف بھی نہیں ہوا۔

الحاصل حضرت شاہ صاحب ”جگہ جگہ ترتیب میں تصرف کرتے ہیں مگر چچا تلاً بقدر ضرورت اور عند الحاجة نہایت غور اور احتیاط کے ساتھ جسکی وجہ سے حضرت ممدوح علیہ الرحمۃ کا ترجمہ جیسے استعمال محاورات میں بینظیر سمجھا جاتا ہے ویسا ہی باوجود پابندی محاورہ قلت تغیر اور خفت تبدل میں بھی بے مثل ہے۔ فللّٰہ درہ ثم للّٰہ درہ۔ اس کے سوا بعض بعض تصرفات خفیفہ مفید اور بھی کر جاتے ہیں۔ مثلاً ترجمہ میں کوئی لفظ مختصر بڑھا دیتے ہیں۔ جس سے مطلب واضح ہو جائے یا مراد خداوندی معین ہو

جائے سو یہ امر ایسا ہے کہ ترجمہ تحت لفظی میں بھی اس کی نظائر موجود ہیں۔ ایسا ہی ترجمہ میں بعض الفاظ کو چھوڑ بھی جاتے ہیں۔ مثلاً بعض مواقع میں ان کا ترجمہ نہیں کرتے۔ یسا آبت کے ترجمہ میں "اے میرے باپ" نہیں کہتے صرف "اے باپ" پر قناعت کر جاتے ہیں یسا بنی کا ترجمہ "اے میرے چھوٹے بیٹے" کی جگہ فقط "اے بیٹے" فرمایا ہے۔ ایسا ہی یسا رب کا ترجمہ "اے رب" متعدد مواقع میں اختیار فرمایا ہے۔ سو اس قسم کے تصرفات میں کچھ حرج نہیں ترجمہ لفظی تک میں ان کی گنجائش ہے۔ اب باقی رہی دوسری بات کہ حضرت شاہ صاحب نے اپنے ترجمہ میں کن کن امور کا خیال رکھا ہے اور اس میں کیا کیا فائدے ہیں۔ سو یہ بات تو ظاہر نظر آتی ہے کہ حضرت ممدوح عاۓتہ چند باتوں کا بہت لحاظ رکھتے ہیں۔ ترجمہ میں اختصار و سہولت اور الفاظ قرآنی کی لفظی و معنوی موافقت اور صرف لغوی معنی پر بس نہیں بلکہ معنی مرادی اور غرض اصلی کا ہر موقع میں بہت لحاظ رکھتے ہیں اور ترجمہ میں کبھی ایسا لفظ لاتے ہیں جس کی وجہ سے اگر کسی قسم کا اجمال اور اشکال ہو تو زائل ہو جاتا ہے۔ بسا اوقات ایک لفظ کا ترجمہ ایک جگہ کچھ فرماتے ہیں دوسری جگہ کچھ اور حالانکہ معنی لغوی اس لفظ کے ایک ہی ہیں مگر ہر مقام کے مناسب جدے جدے عنوان سے بیان فرماتے ہیں جس سے قرآن کی غرض اور مراد سمجھنے میں بڑی مدد ملتی ہے۔ اسی سہولت اور وضاحت کی رعایت سے کبھی مضمون ایجابی کو عنوان سلبی میں ادا کرتے ہیں۔ اور اکثر مواقع میں نفی اور استثناء کا جدا جدا ترجمہ نہیں کرتے بلکہ حصر جو اس سے مقصود ہے اس کو مختصر بلکہ لفظوں میں محاورہ کے موافق بیان کر جاتے ہیں۔ حال تمیز بدل وغیرہ حتیٰ کہ مفعول مطلق کے عنوانات کی رعایت رکھتے ہیں اور خوبی یہ ہے کہ اردو کے محاورہ کے موافق بالجملہ الفاظ اور معانی دونوں کے متعلق بوجہ متعددہ بہت غور اور رعایت سے کام لیا گیا ہے اور مطالب و مقاصد کی تسہیل اور توضیح میں پورے خوض اور احتیاط کو ملحوظ رکھا ہے۔ ہم نے بغرض تمبیہ یہ چند باتیں مختصر طور سے عرض کر دی ہیں اہل فہم توجہ فرمائیں گے تو انشاء اللہ ان کو ہماری عرض کی صداقت جگہ جگہ برابر ملے گی ہم کو کسی طول کی حاجت نہیں اور حاشا وکلا ہمارا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ فوائد مذکورہ کا اور کسی نے خیال نہیں فرمایا۔ فضلاء معتبرین مشہورین وغیرہ علمائے کے تراجم میں ہر ایک نے اس قسم کے فوائد کا اپنی اپنی فہم اور رائے اور مصلحت اور گنجائش کے موافق ضرور خیال فرمایا ہے مگر دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت شاہ صاحب ممدوح نے چونکہ ہر موقع پر ان چھوٹے بڑے فوائد متعددہ کی طرف پوری توجہ فرمائی ہے۔ اور ترجمہ میں ہر موقع پر ان کا اہتمام رکھا ہے۔ اس لئے کما اور کیفا دونوں طرح یہ امور موضح القرآن میں زائد ہیں جنکی وجہ سے ترجمہ موصوف جملہ تراجم میں ممتاز اور مفید تر نظر آتا ہے۔ اور بنظر فہم و انصاف اس کا مستحق ہے کہ سہل ممتنع کے ساتھ ملقب ہو۔ یہ حضرت ممدوح کا کمال ہے کہ ہر موقع پر جملہ امور پیش نظر رہتے ہیں اور ترجمہ میں حسب حاجت انکی رعایت کرتے ہیں اور اسی کے مطابق الفاظ بھی ان کو سہولت مل جاتے ہیں۔ گویا محاورات و لغات اردو بھی سب سامنے رہتے ہیں جس کو مناسب سمجھا بے تکلف لے لیا اور اس پر ترجمہ اپنے محدود احاطہ سے ایک قدم آگے نہیں بڑھ سکتا۔ فَبَارِكِ اللَّهُ فِي حَسَنَاتِهِ

وَأَفَاضَ عَلَيْنَا مِنْ بَرَكَاتِهِ

یہ بات کس قدر قابل قدر اور مفید ہے کہ حضرات مفسرین اور شراح حدیث کے مبسوط ارشادات کا خلاصہ سہولت ہر درجہ کے مسلمانوں کو ایک لفظ سے سمجھ میں آسکے بلکہ بعض مواقع میں تو حضرت شاہ صاحب کا ایک دو لفظ وہ کام دیتا ہے کہ

مبسوط ارشادات سے احق بالقبول معلوم ہوتا ہے۔ اِنْ فِیْ ذٰلِکَ لَا یَبَاتُ لِّلْعٰلَمِیْنَ اِس مَوْقِعٍ پَر اِرشَادِ خَدَاوِنْدِی
فَقَفِمْنٰهَا سَلِیْمًا وَكَلَّا اَتٰنَا حُكْمًا وَعِلْمًا کا نقشہ اور نمونہ ناخواستہ سامنے آ گیا۔ دیکھئے حضرت سلیمان علیہ السلام
لڑ کے تھے مگر حق سبحانہ نے اپنی رحمت سے ان کو وہ بات سمجھا دی کہ حضرت داؤد علیہ السلام نے بھی تسلیم فرمایا اور اپنے حکم
کو واپس کر لیا اور اس سے کسی کے علم و فہم میں کوئی نقصان اور اعتراض بھی نہ ہوا۔ شعر

اِس سَعَادَتِ بَزُوْرٍ بَارُوْنِیْسَتْ تَا نَهْ یَخْشَدُ خَدَاوِنْدِیْ مَخْشَدَه

حق تعالیٰ کے غیر متناہی خزانے ہیں جس کو جس میں سے چاہتے ہیں حصہ معین عنایت فرمادیتے ہیں۔ وَاِنْ مِنْ شَیْءٍ
اِلَّا عِنْدَنَا خَزَاوِنُهُ وَمَا نُنزِلُهٗ اِلَّا بِقَدْرِ مَعْلُوْمٍ اب مناسب معلوم ہوتا ہے کہ جیسے یہ چند فوائد عرض کئے ہیں ایسے ہی چند
مثالیں بھی کسی موقع سے عرض کر دی جائیں۔ جن سے ہمارے معروضات کی تصدیق ہو جائے اور ناظرین کے لئے تسکین
اور اطمینان کا باعث ہو۔ سوا دل ہی سے لیتے۔ دیکھئے "بِسْمِ اللّٰہِ" کا ترجمہ محاورہ کے موافق کیا جس میں توضیح اور اختصار
دونوں کی بقدر مناسب رعایت ہے اس سے بہتر اور خوبصورت ترجمہ اردو میں سمجھ میں نہیں آتا۔ اور رَحْمٰنٌ اور رَحِیْمٌ جو
مبالغہ کے صیغے ہیں ان کے مبالغہ کو بھی ظاہر فرمادیا اور لطیف اشارہ دونوں کے فرق مراتب کی طرف بھی کر گئے۔ جتنے تراجم
سابقہ ہیں ان میں مبالغہ سے تعرض نہیں فرمایا۔ اس کے بعد سورہ فاتحہ میں بھی رَحْمٰنٌ اور رَحِیْمٌ کا ترجمہ ایسا ہی کیا گیا۔
یَوْمَ الدِّیْنِ کا ترجمہ جملہ حضرات نے "روز جزا" یا "دن جزا کا" فرمایا ہے۔ مگر حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ نے صاف لکھ
دیا ہے کہ میں نے عوام کی زبان میں ترجمہ کیا ہے اور عوام کے کلام میں جزا کا لفظ شائع اور مستعمل نہیں۔ دوسرے اہل لغت
اور حضرات مفسرین نے دینس کے معنی جزا اور حساب دونوں فرمائے ہیں۔ ان وجوہ سے غالباً حضرت ممدوح نے جزا کے
بدلے "انصاف" کا لفظ اختیار فرمایا کہ عوام میں بھی شائع ہے اور اس ایک لفظ میں جزا اور حساب دونوں آ گئے "اِهْدِنَا
الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ" جملہ حضرات "ہدایت" کا ترجمہ کبھی تو لفظ "ہدایت" ہی سے کر جاتے ہیں۔ اس لئے کہ لفظ
"ہدایت" فارسی اردو میں برابر مستعمل ہے اور کبھی اپنی زبان میں ترجمہ کرتے ہیں تو "ہدایت" کا ترجمہ "رستہ دکھانے" اور
"راہنمائی" کے ساتھ کرتے ہیں۔ مگر حضرت ممدوح علی العموم ہدایت کا ترجمہ اپنی ہی زبان میں فرماتے ہیں۔ الا ماشاء
اللہ۔ لیکن ہر موقع پر اس کا بھی لحاظ رکھتے ہیں کہ "ہدایت" کے کو ان سے معنی اس موقع کے مناسب ہیں کیونکہ "ہدایت" کے
لغت عرب میں دو معنی ہیں۔ ایک "صرف راستہ دکھلا دینا" دوسرے "مقصود تک پہنچا دینا" اول کو "اراءة" دوسرے کو
"ایصال" کہتے ہیں۔ اس لئے اوروں نے "اِهْدِنَا" کا ترجمہ "دکھا ہم کو" فرمایا ہے اور شاہ صاحب "چلا ہم کو" فرماتے ہیں
جس سے "ایصال" کی طرف اشارہ کرنا مفہوم ہوتا ہے۔ اسی طرح پُرْهٰدِیْ لِّلْمُتَّقِیْنَ میں اور حضرات نے "هُدٰی" کے
ترجمہ میں "راہنما" یا "راہ دکھاتی ہے" فرمایا ہے۔ اور حضرت ممدوح نے "راہ بتلاتی ہے" فرمایا چونکہ "اِهْدِنَا" میں
"ہدایت" حق تعالیٰ کی صفت ہے تو وہاں "چلانے" کا لفظ لائے ہیں اور اس موقع میں ہدایت قرآن کی صفت ہے تو اس
لئے "راہ بتانے" کا لفظ بیان فرمایا۔ ورنہ دونوں جملہ مقصود "ایصال" کی طرف اشارہ کرنا معلوم ہوتا ہے۔ فَرَحِمَہُ اللّٰہُ مَا
اَدَقَ نَظْرَہُ وَاَرَقِ الْفَاظَہُ۔ "متقین" میں تقویٰ کا ترجمہ سب حضرات مرحومین نے "پرہیزگاری" فرمایا ہے جو تقاسیر کثیرہ

کے موافق ہے پھر حضرات مفسرین نے اس پر شبہ کیا کہ ہدایت کے محتاج گمراہ ہیں نہ متقی۔ اس لئے ہذی لِلضَّالِّینَ فرمانا چاہئے تھا۔ بعض حضرات نے متقین کے معنی صَابِرِیْنَ اِلٰی النَّقْوٰی کے لے کر جواب دیا۔ بعض نے دیگر جوابات دے کر شبہ کا قلع قمع کیا حضرت شاہ صاحب کی طبع لطیف اور باریک بین نظر اس طرف گئی کہ ”تقویٰ“ کا ترجمہ ”ڈراور“ ”خوف“ کے ساتھ کرنا پسند کیا۔ جو ”تقویٰ“ کے اصلی اور لغوی معنی ہے اور ”متقین“ سے وہ لوگ مراد لئے جن کے دل میں اللہ تعالیٰ کا ڈر ہے۔ اس لئے ہدی للمتقین کا ظاہر اور معروف ترجمہ ”یعنی راہ دکھاتی ہے پرہیزگاروں کو“ اس کو چھوڑ کر ”راہ بتلاتی ہے ڈروالوں کو“ اختیار فرمایا جس سے شبہ مذکورہ کے خطور کا موقع ہی نہ رہا جو کسی جواب کی حاجت ہو اور اگر ”ہدایت“ سے ایصال مراد لیں جیسا کہ ترجمہ میں اس کی طرف اشارہ مفہوم ہوتا ہے۔ پھر تو شبہ کیا کسی وہمی کے تو ہم کی بھی گنجائش نہیں۔ آگے دیکھئے ”یَوْمُنُوْنَ بِالْغَیْبِ“ کے ترجمہ میں اگر ”ایمان“ لاتے ہیں ساتھ ”غیب“ کے ”یا“ ”غیب“ پر کہا جائے تو بہت صحیح اور ظاہر کے موافق ترجمہ ہے اور لفظ ”ایمان“ اور ”غیب“ دونوں ایسے مشہور ہیں کہ دوسرے لفظوں سے ان کے ترجمے کرنے کی ضرورت نہیں لیکن لفظ ”ایمان“ اصطلاح شرع میں دو معنی میں مستعمل ہوتا ہے۔ ایک نفس تصدیق اور یقین قلبی جو ضروریات دین کے ساتھ متعلق ہو جس کو حقیقت ایمانی سے بھی تعبیر کرتے ہیں اور معنی لغوی کے بالکل مطابق ہے دوسرے تصدیق اور اعمال ایمانی کا مجموعہ جس کو ایمان کامل بھی کہتے ہیں۔ سواول تو حضرت شاہ صاحب کی عام عادت ہے کہ حتی الوسع ترجمہ میں اردو کے لفظ کو اختیار فرماتے ہیں۔ دوسرے لفظ ایمان جب دو معنوں میں مستعمل ہے تو حضرت ممدوح کے اصول کے موافق ضرور ہوا کہ ترجمہ میں ایسا لفظ لائیں کہ ایمان کے جو معنی اس جگہ مراد ہیں ان کی تعیین ہو جائے اور دوسرا احتمال نہ رہے۔ علیٰ ہذا لفظ ”غیب“ میں اجمال ہے۔ معلوم نہیں کس چیز سے غائب ہونا مراد ہے۔ ان وجود سے وہ صحیح اور ظاہر ترجمہ جس کا پہلے ذکر ہو چکا اس کو چھوڑ کر یہ ترجمہ اختیار فرمایا۔ ”یقین کرتے ہیں بن دیکھئے“ جس سے یہ معلوم ہو گیا کہ آیت میں ایمان کے اول معنی مراد ہیں نہ دوسرے۔ اور یہ بھی معلوم ہو گیا کہ غیب کے یہ معنی ہیں کہ جن چیزوں کو انہوں نے نہیں دیکھا اور انکے علم و ادراک سے غائب ہیں۔ جیسے دوزخ، بہشت، صراط و وزن اعمال، عذاب، قبر، فرشتے جنات سو وہ لوگ ان سب چیزوں کا اللہ اور رسول کے فرمانے سے یقین کرتے ہیں۔ معہذا حضرات مفسرین رحمہم اللہ نے جو ”بِالْغَیْبِ“ میں چند احتمال ذکر فرمانے ہیں ان میں سے ایک معنی جو ظاہر اور راجح ہے اس ترجمہ سے وہ بھی متعین ہو گئے جیسا کہ تب تفسیر میں مذکور ہے۔

متنبیہ ایمان کا ذکر قرآن شریف میں ماضی مضارع امر اسم فاعل مختلف صیغوں کے ضمن میں بہت کثرت سے موجود ہے۔ سو حضرات مترجمین تو اکثر مواقع میں اس کا حسب ظاہر ترجمہ ”ایمان“ یا ”اسلام“ سے فرما جاتے ہیں اور حضرت ممدوح ”ایمان، اسلام، یقین ماننا“ جو لفظ جس موقع کے مناسب اور مفید سمجھتے ہیں۔ اس کو اختیار کرتے ہیں اور اس کی وجہ سے ترجمہ کے متعلق کارآمد باتیں معلوم ہوتی ہیں۔ جیسا کہ یَوْمُنُوْنَ بِالْغَیْبِ کے ترجمہ میں ابھی عرض کر چکا ہوں۔ اور انہی چھوٹے چھوٹے فرقوں اور ہلکی ہلکی رعایتوں کی وجہ سے بعض مواقع میں بڑے بڑے شبہ بہرہ لٹ دفع ہو جاتے ہیں اور تحقیقی باتیں معلوم ہو جاتی ہیں۔ دیکھئے احادیث میں وارد ہے کہ جب آیہ کریمہ اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَلَمْ یَلْبِسُوْا اٰیْمَانَهُمْ بِظُلْمٍ اُولٰٓئِکَ اِلٰھ نازل ہوئی تو حضرات صحابہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کو بہت ہی شاق گزرا۔ آخر آپ کی

خدمت میں عرض کیا۔ "اَيْنَا لَمْ يُظْلَمْ نَفْسَهُ" یعنی یا رسول اللہ ہم میں ایسا کون ہے جس نے اپنے نفس پر ظلم یعنی گناہ کیا ہو۔ تو پھر اب تک سب عذاب الہی سے غیر مامون اور بدایت سے محروم ہو گئے۔ آپ نے فرمایا اَلَيْسَ ذَلِكْ اِنَّمَا هُوَ الشِّرْكَ اَلَمْ تَسْمَعُوا قَوْلَ لُقْمَانَ لَا يَنْبَغُ يَا بَنِي لَا تُشْرِكْ بِاللّٰهِ اِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيمٌ یعنی لَمْ يَلْبَسُوا اِيْمَانَهُمْ بِظُلْمٍ میں ظلم سے مراد شرک ہے مطلق گناہ نہیں۔ جو یہ دشواری پیش آئے۔ حضرات مفسرین اور مترجمین اور شرح احادیث کے اقوال اس جواب کی تقریر میں مختلف ہو گئے۔ جیسا کہ اہل علم کو معلوم ہے۔ سوا یک خلیجان تو لَمْ يَلْبَسُوا اِيْمَانَهُمْ بِظُلْمٍ میں تھا۔ جو حضرات صحابہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم کو پیش آیا تھا۔ دوسرا اختلاف خلیجان مذکور کے جواب میں مفسرین وغیرہ علمائے کرام کو پیش آ گیا کہ جواب کا مقصد اور اس کا ماخذ کیا ہے۔ سو خلیجان معروضہ اصحاب کرام تو آپ کے ارشاد سے جاتا رہا مگر آپ کے ارشاد کے مقصد و ماخذ میں علماء کو جو اختلاف پیش آ گیا وہ موجود ہے اس پر حضرات مترجمین نے تو ان لمبی لمبی بحثوں کو دیکھا کہ ترجمہ ان کو متحمل نہیں ہو سکتا اور نہ اس کے مناسب اس لئے ترجمہ میں اس سے قطع نظر کر کے ظاہر کے موافق صحیح ترجمہ فرما دیا اور لمبی بحثوں کے لئے دوسرا موقع ہے اور حضرت شاہ صاحب کی دقیق نظر نے دیکھا کہ جب ہم کو ترجمہ میں کوئی زیادتی اور طول کرنا نہیں پڑتا صرف ایک لفظ کی جگہ دوسرا ویسا ہی لفظ بول دینے سے سب امور طے ہو جاتے ہیں۔ تو پھر اس میں کیوں کوتاہی کی جائے اور کام کی بات سے کیوں محروم رکھا جائے۔ تو انہوں نے اپنی عادت کے موافق یہ کیا کہ "الَّذِينَ اٰمَنُوا وَلَمْ يَلْبَسُوا اِيْمَانَهُمْ بِظُلْمٍ" کے ترجمہ میں یہ الفاظ فرمائے "جو لوگ یقین لائے اور ملائی نہیں اپنے یقین میں کچھ تقصیر" جس سے معلوم ہو گیا کہ ایمان سے حقیقت ایمان یعنی تصدیق قلبی مراد ہے۔ حسب معروضہ سابق جس کو "ایمان بالمعنی الاول" کہتے ہیں۔ اہل فہم و انصاف کو تو بس یہی کافی ہے مگر اس پر اتنا اور کیا کہ "ظلم" کے ترجمہ میں لفظ "تقصیر" بیان فرمایا۔ جس سے اور بھی وضاحت اور تکمیل ہو گئی اب اس میں غور کرنے آیت میں کوئی خلیجان ہوتا ہے نہ آپ کے ارشاد میں اختلاف باقی رہتا ہے۔ دو لفظوں میں ایسی تحقیق فرمادی کہ لمبی لمبی بحثوں کی ضرورت نہ رہی اور طرفہ یہ کہ تحقیق دو لفظی سب سے احق بالقول معلوم ہوتی ہے اور یہ بھی معلوم ہو گیا کہ حضرات صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے خلیجان کا منشاء کیا تھا اور ارشاد نبوی علیہ الصلوٰۃ والسلام کا منشاء کیا ہے اور ترجمہ میں جو لفظ "کچھ" داخل فرمایا ہے جو اور ترجموں میں نہیں وہ یہ صاف بتلاتا ہے کہ حضرت شاہ صاحب اقوال علماء کو پیش نظر رکھ کر جو بات محقق اور راجح ہے اس کو بیان فرماتا چاہتے ہیں۔ یہاں تمثیلات کے ذیل میں یہ ذکر اسقطر ادا آ گیا اس سے زائد بسط کا موقع نہیں اور حضرات اہل علم خود بھی جانتے ہیں۔ البتہ سورۃ انعام میں اس آیت کے متعلق حاشیہ پر کچھ بسط سے عرض کرو یا جائے گا۔ انشاء اللہ

اس کے بعد مِمَّا رَزَقْنَاهُمْ کے ترجمہ میں من جمعیت کا ترجمہ لفظ "کچھ" سے بیان فرما کر ممانعت اسراف کی طرف اشارہ کر دیا جیسا کہ تفسیر بیضاوی وغیرہ میں مذکور ہے يُخَادِعُونَ اللّٰهَ کے ترجمہ میں فرماتے ہیں "دغا بازی کرتے ہیں اللہ سے" جو نہایت صاف اور مناسب ترجمہ ہے۔ اور کوئی خلیجان اور وہ ہم اس میں نہیں ہو سکتا۔ عذاب الیم کے ترجمہ میں "دکھ کی مار" فرما کر اشارہ کر دیا کہ فعلیل بمعنی مفعول ہے جو استعمال مفرد اور راجح ہے اور محاورہ کے موافق بِمِمَّا كَانُوا يَكْذِبُونَ میں يَكْذِبُونَ کا ترجمہ ظاہر کے خلاف "جھوٹ کہتے تھے" فرماتے ہیں "جھوٹ بولتے تھے" نہیں فرمایا جو سہل اور ظاہر کے

موافق تھا سو اس کی وجہ انشاء اللہ یہی ہے کہ جھوٹ بولتے تھے۔ بظاہر اس سے یہ سمجھ میں آتا ہے کہ ان لوگوں کا کاذب ہونا بیان کرنا مقصود ہے اور اس کی وجہ سے ان پر عذاب الیم ہوگا۔ حالانکہ یہ بات نہیں بلکہ مقصود یہ ہے کہ وہ لوگ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَبِالْيَوْمِ الْآخِرِ جھوٹ کہا کرتے تھے۔ یعنی منافق تھے اور عذاب الیم اس نفاق کے بدلے میں ہوگا۔ فَلِئْلٰہِ دَرَهٗ مَا الْطَفُ طَبَعَهٗ اَسْلَمَ ذُوْقَهٗ وَاحِدٌ نَّظْرَهٗ۔ اور سُنَّے مَا يَشْعُرُوْنَ اور لَا يَشْعُرُوْنَ جو ان آیات میں مذکور ہے دونوں جگہ يَشْعُرُوْنَ ایک لفظ ہے کوئی فرق نہیں۔ اس لئے حضرات مترجمین دونوں کے ترجمہ میں کچھ فرق نہیں فرماتے مگر حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ اول کا ترجمہ نہیں بوجھتے اور دوسرے کا ”نہیں سمجھتے“ فرماتے ہیں۔ فرق صرف اتنا ہے کہ جہاں تامل اور فکر کی حاجت ہوتی ہے اس کے سمجھنے کو ”بوجھنا“ کہتے ہیں حضرت ممدوح کے اس فرق فرمانے سے ادھر اشارہ ہو گیا کہ امر اول یعنی منافقوں کا اپنے نفسوں کو دھوکا دینا اس کے سمجھنے میں کچھ تامل کی حاجت ہے اور امر ثانی یعنی منافقوں کا مفسد ہونا بالکل ایک امر ظاہر ہے۔ ادنیٰ تامل کی بھی حاجت نہیں۔ قاضی بیضاوی رحمۃ اللہ نے اس موقع میں لَا يَشْعُرُوْنَ اور لَا يَعْلَمُوْنَ کا فرق بیان کیا ہے۔ شاہ صاحب نے یہ کیا کہ ایک لفظ يَشْعُرُوْنَ کو دو موقعوں میں لانے سے بوجہ اختلاف محل جو باریک فرق نکلتا تھا اس کی طرف اشارہ فرمائے۔

اس کے بعد عرض ہے کہ ہم نے یہ چند نظائر چھوٹی بڑی جو شروع قرآن مجید کے صفحہ ڈیزھ صفحہ کے متعلق ہیں موضح القرآن سے بطور نمونہ اور تنبیہ عرض کر دی ہیں اس کو دیکھ کر ترجمہ موصوف کی خوبی اور کیفیت بالا جمال معلوم ہو سکتی ہے اور ہمارے معروضات سابقہ کی تصدیق کیلئے انشاء اللہ کافی ہیں اور ترجمہ مذکور کا اول سے آخر تک یہی رنگ ہے چنانچہ اہل علم پر واضح ہے مگر ہم اس امر سے معذور ہیں کہ جیسا ہم نے بطور نمونہ اس مقام کے متعلق چند نظائر عرض کی ہیں اسی طرح پر تمام ترجمہ کے نظائر اور فوائد کو بیان کریں اور نہ اس کی حاجت۔ البتہ جو بات قابل تنبیہ ہوگی اس کو اپنے اپنے موقع پر بالا جمال یا بالتفصیل حاشیہ پر فوائد کے ذیل میں انشاء اللہ عرض کر دیں گے۔ اور اہل فہم کو ایک دو جزو غور سے سمجھ لینے کے بعد ان امور کے سمجھنے میں خود سہولت ہو جائے گی۔

یہ امر بھی عرض کر دینے کے قابل ہے کہ حضرت حجۃ اللہ علی العالمین شاہ ولی اللہ قدس سرہ نے جب اول قرآن شریف کا ترجمہ فرمایا تو حاشیہ پر ضروری فوائد بھی کچھ تحریر فرمائے۔ مگر نہایت مختصر اور مجمل اور بہت کم موقعوں پر جو عام مسلمانوں کو کسی مرتبہ میں بھی کافی نہیں ہو سکتے۔ اس کے بعد جب حضرت شاہ عبدالقادر رحمۃ اللہ نے ترجمہ فرمایا تو حضرت ممدوح نے فوائد کو بھی ایک مقدار کافی ضروری تک بڑھا دیا۔ جو نہایت مفید اور کارآمد ہیں۔ مگر مختصر عبارت اور سادہ الفاظ میں کہ بعض مواقع میں ہر کوئی سہولت سے نہیں سمجھ سکتا۔

اب اصل ترجمہ کی کیفیت بیان کرنے کے بعد اپنی ترمیم کے متعلق عرض ہے کہ یہ تو پہلے معلوم ہو چکا کہ ترمیم صرف دو امر کے متعلق ہے۔ لفظ متروک کو بدل دینا اور کہیں کہیں حسب ضرورت اجمال کو کھول دینا۔ اس کے بعد اتنا اور عرض ہے کہ جس موقع پر ہم کو لفظ بدلنے کی نوبت آئی ہے وہاں ہم نے یہ نہیں کیا کہ اپنی طرف سے جو مناسب سمجھا بڑھا دیا۔ نہیں بلکہ حضرات اکابر کے تراجم میں سے لینے کی کوشش کی ہے۔ خود موضح القرآن میں دوسری جگہ کوئی لفظ مل گیا یا حضرت شاہ

عبدالقادر صاحب کی اردو تفسیر میں یا حضرت مولانا، فیح الدین کے ترجمہ میں یا ”فتح الرحمن“ میں حتی الوسع ان میں سے لینے کو پسند کیا ہے۔ البتہ کچھ مواقع ایسے بھی نکلیں گے جہاں کسی وجہ سے ہم نے اپنے خیال کے موافق کوئی لفظ داخل کر دیا ہے اور جہاں ہم نے کوئی لفظ بدلا ہے وہاں دونوں باتوں کا خیال رکھا۔ یعنی لفظ ہلکا، سہل، محاورہ کے موافق بھی اور مطابق غرض اور موافق مقام بھی پورا ہوا اور جس جگہ ایسا لفظ ہم کو نہیں ملا وہاں جانب معنی کو ترجیح دی ہے۔ یعنی لفظ موافق مراد اور مناسب مقام کو اختیار کیا ہے۔ گو اس میں کسی قدر طول ہو یا لفظ بہت مشہور نہ ہو۔ اور ہم نے جس جگہ کسی مصلحت سے ترتیب کو بدلا ہے یا اور کوئی تغیر کیا ہے تو یہ ضرور لحاظ رکھا ہے کہ اس کی نظیر حضرات اکابر کے تراجم میں موجود ہونی چاہئے۔ ایسا تغیر جس کی نظیر مقدس حضرات کے تراجم میں نہ ہو ہم نے کل ترجمہ میں جائز نہیں رکھا۔ اتفاق سے اگر کوئی موقع اس عرض کے خلاف ہو تو وہ یقیناً ہمارا سہو ہے یا خطا بالقصد جان بوجھ کر ہم نے ایسا کہیں نہیں کیا۔

حضرات علماء میں بعض کلمات قرآنی کے ترجمہ میں باہم کچھ اختلاف ہوا ہے۔ اور بعض آیات کے مطلب میں بھی کچھ نزاع ہے۔ سو ایسے مواقع میں ہم نے حضرت شاہ عبدالقادر رحمۃ اللہ ہی کا اتباع کیا ہے۔ الا ماشاء اللہ کہ کسی موقع پر حضرت شاہ ولی اللہ قدس سرہ کی متابعت اختیار کی ہے۔

فوائد کے متعلق یہ عرض ہے کہ موضح القرآن کے جملہ فوائد کے لینے کا التزام کیا گیا ہے۔ مگر شاذ و نادر کہ کسی وجہ سے اسکے بیان کرنے کی حاجت نہیں سمجھی اور فوائد میں چونکہ ہر طرح سے گنجائش اور وسعت ہے ترجمہ کی طرح قید اور تنگی نہیں تو اس لئے ہم نے اکثر یہ کیا ہے کہ حضرت ممدوح کے فوائد کو اپنی عبارت میں بیان کیا ہے اور تقدیم و تاخیر، تغیر و تبدل، اجمال و تفصیل وغیرہ امور سے احتراز نہیں کیا۔ اور بہت سے فوائد بالاستقلال مفید اور نافع سمجھ کر مختلف موقعوں سے لے کر اپنی رائے سے بڑھا دیے ہیں اور حضرت شاہ صاحب کی تقلید کی وجہ سے ترجمہ میں اگر کسی جگہ قدرے تنگی رہ گئی تو اس کے بدلے میں مکافات سے بھی زائد فوائد میں اس کو واضح کر دیا گیا ہے۔ اور بغرض تشریح و تسہیل و تکمیل فوائد کی تکثیر کو ہم نے اختیار کیا۔ فوائد میں طول ہو جانے کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ جو کوئی مترجم فوائد لکھتا ہے وہ صرف کلام مجید کے متعلق لکھتا ہے اور احقر کو اس کے علاوہ حضرت شاہ صاحب کے ترجمہ کے متعلق بھی بعض مواقع میں کچھ کچھ عرض کرنے کی نوبت آئی ہے۔ کیونکہ ہماری تمام سعی کا لب لباب دراصل ترجمہ موصوف کی خدمت گزاری ہے۔ و بس چونکہ بعض بعض مقامات پر کچھ کچھ ترمیم کرنے سے حقیقت میں یہ دوسرا ترجمہ نہیں ہو گیا۔ اس لئے اس کا کوئی نام مستقل مقرر کرنا بھی ٹھیک نہیں تھا مگر صرف دفع التباس اور رفع اشتباہ کی مصلحت سے مناسب معلوم ہوا کہ اگر اصل ترجمہ کے نام کے علاوہ اس کا بھی کچھ نام رکھ دیا جائے تو التباس و اشتباہ سے پورا بچاؤ رہے گا۔ اس کا نام ”موضح القرآن“ ہے۔ اس کا نام ”موضح فرقان“ بہت مناسب معلوم ہوتا ہے۔ ایک کے ہیں اور ہیں دو کے دو کہنے کو دو اور حقیقت میں ہیں ایک مگر موضح القرآن میں یہ خوبی ہے کہ تاریخی بھی ہے۔ ”موضح فرقان“ تاریخی نہیں ہاں گھٹا بڑھا کر کچھ تکلف کے بعد تاریخی بھی ہو سکتا۔ قطعہ

کرد ترمیم اقل العید

دہ کہ آں معدن صد خوبی را

ترجمہ موضح قرآن مجید

یادگار شہ عبدالقادر

سال او موضح فرقان حمید

بے شش و پنج بلفیہ محمود

اس کے بعد یہ عرض ہے کہ سب مسلمانوں پر فرض ہے کہ اپنے رب کو پہنچانیں اور اس کی صفات اور اس کے احکام کو معلوم کریں اور تحقیق کریں کہ حق تعالیٰ کونسی باتوں سے خوش ہوتا ہے اور کونسی باتوں سے غصہ ہوتا ہے اور اس کی خوشی کے کاموں کو کرنا اور اس کی ناخوشی کے کاموں سے بچنا اسی کا نام بندگی ہے اور جو بندگی نہ کرے وہ بندہ نہیں اور سب کو معلوم ہے کہ آدمی جب پیدا ہوتا ہے سب چیزوں سے ناواقف اور محض انجان ہوتا ہے۔ پھر سکھلانے سے سب کچھ سیکھ لیتا ہے۔ اور بتلانے سے ہر چیز جان لیتا ہے۔ اسی طرح حق کا پہچانا اور اسکی صفات اور احکام کا جاننا بھی بتلانے اور سکھلانے سے آتا ہے۔ لیکن جیسا حق تعالیٰ نے ان باتوں کو قرآن شریف میں خود بتلایا ہے ویسا کوئی نہیں بتلا سکتا اور جو اثر اور برکت اور ہدایت خدائے تعالیٰ کے کلام پاک میں ہے وہ کسی کے کلام میں نہیں۔ اس لئے عام خاص جملہ اہل اسلام کو لازم ہے کہ اپنے اپنے درجہ کے موافق کلام اللہ کے سمجھنے میں غفلت اور کوتاہی نہ کریں۔ سو قرآن شریف کے اوپر کے درجہ کے مطالب اور خوبیاں تو عالموں کے سمجھنے کی بات ہے مگر جو لوگ کہ علم عربی سے ناواقف ہیں ان کو بھی کم سے کم اتنا ضرور کرنا چاہئے کہ علمائے دین نے جو سلیس ترجمے ان کی زبان میں عوام کی واقفیت اور ہدایت کے لئے کر دیئے ہیں ان کے ذریعہ سے اپنے معبود حقیقی کے کلام کے سمجھنے میں ہرگز کاہلی نہ کریں اور اس نعمت لازوال سے بالکل محروم نہ رہیں کہ بہت بڑی بدبختی اور کم قسمتی ہے مگر اس میں اتنا اندیشہ ضرور ہے کہ صرف فارسی خواں یا اردو داں جو محاورات عرب سے ناواقف ہے محض سلیس ترجمہ کو دیکھ کر کچھ کا کچھ سمجھ جائے گا۔ کیونکہ پچھلی بات کا پہلی بات سے ملنا یا جدا ہو جانا اکثر موقع میں بدون بتلائے ناواقف کی سمجھ میں نہیں آتا۔ اور کسی مضمون میں مجمل اور مبہم میں کچھ کا کچھ سمجھ جانا عوام سے کچھ بعید نہیں۔ یہاں تک کہ بعض آیتوں میں ضمیر کے مرجع میں غلطی کھا کر خرابی میں پڑنے کا اندیشہ ہے۔ نیز یہ امر بھی ضروری ہے کہ کلام الہی کے معنی بلا سند معتبر نہیں اور سلف صالحین کے مخالف کسی آیت کے معنی لینے جہل اور گمراہی ہے بالخصوص موضح القرآن کے ان فوائد کو سمجھنا جو کہ جگہ جگہ حضرت شاہ صاحبؒ نے اشارۃ ارشاد فرمائے ہیں بدون بتلائے عالم واقف کے ممکن نہیں جیسا کہ ابھی معروض کر آیا ہوں۔ سو ان وجہ سے لازم ہے کہ استاد سے سیکھنے میں مسلمان کاہلی اور کوتاہی نہ کریں اور محض اپنی رائے پر اعتماد کر کے ثواب کے بدلے اللہ کا غصہ نہ کمائیں۔ وَاللّٰهُ الْمُوَفِّقُ وَهُوَ يَهْدِي السَّبِيْلَ۔

یہ مضمون حضرت شاہ صاحبؒ کا ہے جو تھوڑی سی تفصیل اور تغیر کے ساتھ ہم نے مفید سمجھ کر عرض کر دیا ہے۔ اگر کاش مسلمانان ہند اس مفید قابل اہتمام مضمون کی پابندی کرتے تو آج ترجمہ موضح القرآن کے سمجھ میں نہ آنے کی شکایت نہ کرتے اور جو حضرات ترجمہ موصوف کے سمجھنے میں آج سست اور کاہل نظر آتے ہیں۔ وہ دوسروں کے سمجھانے میں چست اور مستعد نظر آتے۔ حضرات علماء عام اہل اسلام کی بہبودی اور نفع رسانی کی غرض سے سہل سے سہل نئے نئے ترجمے شائع کرتے رہتے ہیں مگر انصاف سے اس وقت تک نفع مذکور باوجود کثرت تراجم عام اور شائع طور پر اہل اسلام میں نہیں پھیلا۔ جب تک خود اہل اسلام ترجمہ قرآن شریف کو ضروری اور مفید سمجھ کر اپنے شوق اور توجہ سے سیکھنا اور سمجھنا نہ چاہیں گے۔ اس وقت تک تکثیر تراجم سے عوام کو کیا نفع پہنچ سکتا ہے۔ شیخ علیہ الرحمۃ نے کیا خوب فرمایا ہے۔ قطعہ

فہم سخن تا نکند مستمع قوت طبع از متکلم مجوئے نسیحت میدان ارادت بیار تا بزند مرد سخن گوئے گوئے

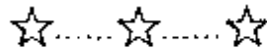
حضرات علماء نے عوام کی بہبودی کی غرض سے جیسے سہل اور آسان متعدد ترجمے شائع فرمادیے ہیں ایسے ہی اسکی بھی حاجت ہے کہ علی العموم مسلمانوں کو ان ترجموں کے سیکھنے اور ان کے سمجھنے کی طرف رغبت بھی دلانی جائے۔ علمائے کرام اہل اسلام کو خاص طور پر سے ترجموں کے سمجھنے اور پڑھنے کی ضرورت اور اس کی منفعت دل نشین کرنے میں کوتاہی نہ فرمائیں۔ بلکہ ترجمہ کی تعلیم کے لئے ایسے سلسلے بھی قائم فرمادیں کہ جو چاہے بسہولت اپنی حالت کے مناسب اور فرصت کے موافق حاصل کر سکے۔ وَاللّٰهُ الْمُوَفِّقُ وَالْمُعِينُ۔

التماسِ اخیر

حضرت شاہ صاحبؒ کے اصل ترجمہ کا احسن التراجم اور ارفع التراجم ہونا تو انشاء اللہ ایسا نہیں کہ اہل علم و دیانت میں کوئی اس کا منکر ہو ہاں احقر نے جو اس کی خدمت اور ترمیم کی ہے اس کی نسبت ضرور ہم کو خلجان ہے۔ اس لئے اہل علم و انصاف کی خدمت میں التماس ہے کہ اگر یہ ترجمہ شائع ہو کر کسی وقت آپ حضرات تک پہنچے تو اس کی حاجت ہے کہ ایک نظر اس کو ملاحظہ فرما کر جو امور قابل اصلاح معلوم ہوں ان سے ہم کو مطلع فرمانے میں تامل نہ فرمائیں۔ اور اگر کوئی صاحب بالاستقلال ترمیم فرمانا زیادہ پسند کریں تو وہ بالاستقلال اس خدمت کو انجام دینے میں سعی فرمائیں۔ ہماری غرض یہ ہے کہ یہ عمدہ اور مفید ترجمہ جو اہل علم اور عوام دونوں کو مفید ہے ایک تھوڑے سے بہانہ سے نظروں سے نہ گر جائے اور ہم اس کے فیض سے محروم نہ رہ جائیں۔ اور ایک صدقہ جاریہ میں خلل اور نقصان نہ آجائے جس طرح ہو اور جو کوئی اسکی تلافی اور تدارک بہتر سے بہتر کر سکے وہ اس میں کوتاہی نہ کرے۔

صلائے عام ہے یا ران نکتہ داں کے لئے

از قلم
حضرت مولانا محمود الحسن نور اللہ مرقدہ



یاداشت بعض امور کی جو ترجمہ یا فوائد میں خیال کئے گئے

از: شیخ الہند حضرت مولانا محمود الحسنؒ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

لغت میں یہ بات مسلم ہے کہ الرحمن میں بہ نسبت الرحیم مبالغہ زیادہ ہے لیکن اسکے فرق کی طرف سوائے شاہ صاحب کے کسی نے ارشاد نہیں فرمائے۔ بعض مترجموں نے تو بالکل الٹا کر دیا۔ شاہ صاحب کا فرق ایسا دقیق تھا کہ اسکو کسی نے خیال نہیں کیا۔ شاہ صاحب نے تحریر فرمایا ہے۔ ”جو بڑا مہربان نہایت رحم والا۔“ ہمارے ترجمہ میں اس کو خوب کھول دیا گیا اور یہ ترجمہ کیا گیا۔ ”بجد مہربان نہایت رحم کرنے والا“ ”رحمن“ اور ”رحیم“ دونوں کے مبالغہ کو ظاہر کر دیا اور ”بے حد“ اور ”نہایت“ نے باہمی فرق بھی بتلا دیا۔

الْحَمْدُ لِلّٰهِ۔ الحمد کا ترجمہ مولوی نذیر احمد صاحب نے ”ہر طرح کی تعریف“ کیا ہے لیکن اس ترجمہ میں نہایت باریک نقص تھا۔ کیونکہ اس سے مفہوم ہوتا ہے کہ ہر قسم کی تعریفیں اللہ کے واسطے ہیں۔ اس سے استغراق انواع ثابت ہوانہ کہ استغراق افراد استغراق افرادی بڑھا ہوا ہوتا ہے اور وہی مراد بھی ہے اس ترجمہ کو چھوڑ کر یہ ترجمہ کیا گیا۔ ”سب تعریفیں اللہ کے لئے“ اس ترجمہ اور شاہ صاحب کے ترجمے میں صرف الفاظ کے کم و بیش کا فرق ہے۔ امر مذکور کے فائدے میں مضمون کھول دیا ہے۔

مَا لِكِ يَوْمِ الدِّينِ۔ مولوی نذیر احمد صاحب نے اس کا ترجمہ بادشاہ کا کیا ہے۔ اگرچہ یہ ترجمہ اس قرأت کے موافق درست ہو جس میں مَا لِكِ يَوْمِ الدِّينِ ہے اس قراۃ کے موافق درست نہیں۔ اس کا خیال رکھنا چاہئے تھا۔

غَيْرِ الْمَغْضُوبِ عَلَيْهِمْ۔ اس آیت شریفہ کا ترجمہ نہایت غور طلب امر ہے۔ تمام تفاسیر میں لکھا ہے۔ غیور۔ الذین کی صفت ہے یا بدل ہے۔ لیکن تمام مترجموں نے اس کا خیال نہیں کیا۔ بلکہ خلاف ترکیب لفظی یہ ترجمہ کیا ہے۔ ”نہ اس کی راہ“ البتہ شاہ صاحب کے ترجمہ میں دونوں احتمال تھے۔ اس لئے تمام تراجم کے خلاف اس آیت کے ترجمہ کو تفاسیر کے موافق کر دیا اور فائدہ میں اصل مدعا کو کھول دیا ہے۔

آلَمٌ۔ حروف مقطعات کے معانی میں مولوی نذیر احمد صاحب نے علماء کے اوپر شخصی رائے کا الزام لگایا تھا جس کے جواب کی طرف فائدہ میں اشارہ کیا ہے۔

لَا رَيْبَ فِيهِ۔ اس آیت کے فائدے میں بہت سے شبہات اور اعتراضات کا جواب دیا گیا ہے۔

دو جگہ لفظًا يَشْعُرُونَ وارد ہوا ہے۔ تمام مترجموں نے دونوں جگہ ایک ہی ترجمہ کیا ہے۔ یعنی ”نہیں سمجھتے“۔ البتہ شاہ صاحب نے فرق کیا ہے جو نہایت باریک ہے وہ یہ کہ اول میں ”بوجھتے“ اور دوسرے میں ”سمجھتے“۔ لیکن یہ فرق بہت مخفی تھا۔ اس کو ہمارے ترجمہ میں کھول دیا گیا ہے۔

وَلَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ اِنَّ يُكْذِبُوْنَ کا ترجمہ مولوی نذیر احمد صاحب وغیرہ نے ”جھوٹ بولتے تھے“ کیا ہے۔ اور شاہ صاحب نے ”جھوٹ کہتے تھے“۔ لیکن صحیح ترجمہ یہی ہے۔ جو شاہ صاحب نے کیا ہے۔ کیونکہ یہ سزا مطلقاً جھوٹ بولنے کی عادت کی نہ تھی۔ بلکہ خاص اس جھوٹ کہنے کی کہ اَمْنَا بِاللّٰهِ یعنی نفاق کے بولنے اور کہنے میں باریک فرق ہے اور فائدہ میں اس کو واضح کر دیا ہے۔

يَمُدُّهُمْ فِي طُغْيَانِهِمْ۔ اس آیت کے ترجمہ میں نذیر احمد وغیرہ مترجموں نے سب نے غلطی کی ہے کہ فی طُغْيَانِهِمْ کو يَمُدُّهُمْ کے متعلق کیا ہے۔ حالانکہ اس سے معتزلہ کے مذہب کی تائید ہوتی ہے۔ صحیح ترجمہ یہ ہے کہ اس کو

یَمْنُكَ کے متعلق کیا جاوے۔ اور جو مذہب اہل سنت کا ہے اس کو ظاہر کر دیا جاوے۔ شاہ صاحب کا ترجمہ اسی طرح پر ہے اور ہمارے ترجمہ میں اس کو واضح کر دیا ہے۔ دوسری بات یہ ہے کہ مولوی نذیر احمد صاحب نے عمی اور عمہ کے فرق کو بالکل اڑا کر بے موقع ترجمہ کیا ہے دیکھنے سے یہ فرق معلوم ہوگا۔ فَمَا رَبَّحْتَ بِتِجَارَتِهِمْ الْخِ الْخِ اس کا ترجمہ غلط کیا ہے۔

ذَهَبَ اللَّهُ بِنُورِهِمْ۔ مولوی نذیر احمد صاحب نے آنکھوں کا نور مراد لیا ہے۔ حالانکہ یہ درست نہیں ہے۔ فَلَمَّا أَضَاءَتْ مَا حَوْلَهُ۔ اس آیت میں فعل لازم کا ترجمہ کیا ہے۔ حالانکہ قرآن مجید میں ہماری قرأت فعل متعدی کی ہے۔ مِنَ الصَّوَاعِقِ حَذَرَ الْمَوْتِ۔ اس کے ترجمہ میں بلا داعی تقدیم و تاخیر ایسی کی کہ مطلب الٹا ہو گیا۔

وَأَتُوا بِهِ مُتَشَابِهًا۔ مولوی نذیر احمد صاحب نے اپنے ترجمہ میں جنت کے تمام پہلوں کو ہم شکل بتایا ہے۔ یہ احتمال مرجوح ہے۔ اس آیت پر فائدہ میں خوب تشریح کر دی گئی ہے۔ فَيَعْلَمُونَ أَنَّهُ الْحَقُّ مِنْ رَبِّهِمْ۔ اس کے ترجمہ میں مِنْ رَبِّهِمْ کو معطوف بنا دیا۔ اور محض ضبط کیا۔

كَيْفَ تَكْفُرُونَ بِاللَّهِ۔ اس کا ترجمہ سب کے خلاف اور غلط معلوم ہوتا ہے۔

وَزَوْجِكَ الْجَنَّةِ۔ ترجمہ زوجہ کالی بی کیا ہے۔ آگے جا کر حصہ کا یہی ترجمہ ہے۔ إِنَّهُ هُوَ التَّوَابُ الرَّحِيمُ۔ غائب کا ترجمہ مخاطب کیا ہے۔ مُصَدِّقًا لِمَا مَعَكُمْ اس کا ترجمہ عطف کے ساتھ کیا ہے۔ بقول کا ترجمہ بچھیا کیا ہے۔ الْأَمَانِيُّ کے معنی مخدوش اور مرجوح لئے۔ فَلَنْ يُخْلِفَ اللَّهُ عَهْدَهُ میں فا کا ترجمہ ”اور“ کیا ہے۔ قَالُوا سَمِعْنَا كَا تَرْجَمَهُ ان لوگوں نے گویا زبان حال سے یہ کہا..... الخ کیا ہے۔ فَإِنَّهُ نَزَّلَهُ عَلَى قَلْبِكَ بِإِذْنِ اللَّهِ مُصَدِّقًا۔ الخ حال کا ترجمہ غلط کیا ہے۔ يَبْنِي إِنْ اللَّهُ اصْطَفَى الْخِ بنی کا ترجمہ مفرد کیا ہے۔

پارہ سبب قول: لِنَلَّا يَكُونَ لِلنَّاسِ..... الخ کو ترجمہ نذیریہ میں بار بار حکم دینے کو استقبال کعبہ کی علت بتایا ہے جو غلط ہے فَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ مَّرِيضًا..... الخ فا کا ترجمہ غلط کیا ہے۔ وَعَلَى الَّذِينَ يَطِيقُونَهُ..... الخ اس سے مسئلہ غلط بیان کیا ہے۔ شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِي أُنزِلَ فِيهِ الْقُرْآنُ اس کا ترجمہ بہت بے موقع کیا ہے۔ مگر تفسیر کبیر کا حوالہ دیا ہے۔ أُجِيبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ الْخِ کا ترجمہ غلط کیا ہے۔ ثُمَّ أَفِيضُوا مِنْ حَيْثُ أَفَاضَ النَّاسُ کا ترجمہ خراب کیا۔ وَالَّذِينَ آمَنُوا مَعَهُ كَا تَرْجَمَهُ التَّاكِيَا۔ فَلَمَّا جَاوَزَهُ هُوَ وَالَّذِينَ آمَنُوا مَعَهُ۔ مَعَهُ كَا تَرْجَمَهُ الْخِ کے متعلق کیا۔ جَاوَزَ کے نہیں کیا۔ فَلَمَّا تَبَيَّنَ لَهُ قَالَ أَعْلَمُ..... الخ اس کے ترجمہ اور فائدہ میں اظہارِ خباثت معلوم ہوتا ہے۔ لِلَّذِينَ يُؤَلُّونَ مِنْ نِسَائِهِمْ۔ اس کے ترجمہ اور فائدہ میں تعارض ہے اور مذہب کے بھی خلاف ہے۔

تلك الرسل: أَوْ كَالَّذِي مَرَّ عَلَى قَرْيَةٍ..... الخ کا ترجمہ بے ڈھنگا خلاف مجاورہ کیا۔ فَخَذُوا مِنْهُ نَمْلَةً اس کا ترجمہ بے موقع ہوا ہے۔ فَرَكَةٌ صَلْدًا۔ صَلْدًا كَا تَرْجَمَهُ ”سپاٹ“ نادرست معلوم ہوتا ہے۔ وَمَا تَنْفِقُونَ إِلَّا أَنْفَعَاءَ وَجْهِ اللَّهِ اس کا ترجمہ ضبط سے خالی نہیں۔ وَلَوْ أَنَّا: قُلْ هِيَ لِلَّذِينَ آمَنُوا فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا۔ فِي الْحَيَاةِ الْغُلَطِي سے آمَنُوا کے متعلق کر دیا ہے۔

نوٹ: (حضرت شیخ الہند کے ترجمہ کے مسودات میں موجودات تھی۔ جس سے فوائد پر ایک روشنی پڑتی تھی افادہ عام کیلئے اس کو شائع کر دیا گیا ہے)

www.ahlehaq.org

فہرست عنوانات

تفسیر عثمانی جلد اول

صفحہ نمبر	عنوانات	پارہ نمبر	صفحہ نمبر	عنوانات	پارہ نمبر
۵۳	ایمان کا جھوٹا دعویٰ		۳	پیش نظر مفتی: سنس محمد تقی عثمانی	
۵۴	فساد فی الارض		۴	تفسیر عثمانی کے ترکیبی منہ از محمد ولی رازی صاحب	
۵۵	منافقین ہی بے وقوف ہیں		۸	سوانح شیخ البند مولانا محمود حسن صاحب	
۵۵	مومنین سے استہزاء		۹	سوانح شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانی	
۵۷	گھائے کی تجارت		۱۱	مقدمہ	
۵۷	منافقین کی پہلی مثال		۲۸	سورہ فاتحہ (۱)	۱
۵۷	منافقین کی دوسری مثال		۳۹	ہر تعریف اللہ کی ہے	
۵۹	تمام انسانوں کو توحید کا پیغام		۳۹	عالمین کے معنی	
۵۹	کفار کو چیلنج		۳۹	صرف اللہ سے استعانت	
۵۹	قرآن مجزہ ہے		۳۹	اہل انعام اور اہل غضب	
۶۱	جنت کے پھل		۳۹	قرآن میں سورہ فاتحہ کی حیثیت	
۶۱	جنت کی عورتیں		۵۰	سورہ بقرہ (۲)	
۶۱	کفار کے ایک اعتراض کا جواب		۵۱	حروف مقطعات	
۶۳	فساد فی الارض کے معنی		۵۱	قرآن میں شک نہ ہونے کا مطلب	
۶۳	کفر کرنا عقل کے خلاف ہے		۵۱	مومنین کی صفات	
۶۳	خلیفۃ اللہ حضرت آدم کی پیدائش		۵۳	کفار کی حالت	
۶۵	ملائکہ کا سوال اور اس کا جواب		۵۳	منافقین کی صفات	

صفحہ نمبر	عنوانات	پارہ نمبر	صفحہ نمبر	عنوانات	پارہ نمبر
۷۹	صائبین کون ہیں		۶۵	حضرت آدم کی فضیلت علم	
۷۹	کوہ طور کو معلق کرنے کی وجہ		۶۵	عبادت پر علم کی فضیلت	
۸۱	بنی اسرائیل کو مسخ صورت کا عذاب		۶۵	سجدہ کا حکم اور ابلیس کی نافرمانی	
۸۱	بنی اسرائیل کو گائے ذبح کرنے کا حکم		۶۷	شجرہ ممنوعہ	
۸۱	بنی اسرائیل کی کج بختی		۶۷	ہبوط آدم	
۸۵	حیات بعد الحیات پر استدلال		۶۷	خوف اور حزن کے معنی	
۸۵	یہودیوں کے دل پتھر سے زیادہ سخت ہیں		۶۹	بنی اسرائیل سے خطاب	
۸۵	توریت میں تحریف		۶۹	بنی اسرائیل کی نعمتیں	
۸۷	توریت میں آنحضرت ﷺ کا ذکر		۶۹	توریت کا عہد پورا کرو	
۸۷	مال کے عوض توریت میں تحریف		۶۹	توریت کے مطابق قرآن پر ایمان لاؤ	
۸۷	بنی اسرائیل کی خوش فہمی		۶۹	نماز باجماعت کا حکم	
۹۱	بنی اسرائیل کی بد عملیاں		۶۹	صرف تبلیغ کافی نہیں عمل بھی ضروری ہے	
۹۱	شریعت کے سب احکام پر عمل ضروری ہے		۷۱	عاجزی کرنے والوں پر نماز بھاری نہیں	
۹۳	حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے معجزے		۷۱	بنی اسرائیل کی فضیلت کا مطلب	
۹۳	انبیاء کی تکذیب اور قتل		۷۱	آخرت میں باپ دادا کی سفارش نہیں ہوگی	
۹۳	بنی اسرائیل پر اللہ کی لعنت		۷۱	بنی اسرائیل پر فرعون کے مظالم	
	بنی اسرائیل آنحضرت ﷺ کے وسیلے سے دعا		۷۳	دریا کا دو حصوں میں بٹ جانا	
۹۵	مانگتے تھے۔		۷۳	پچھڑے کی پرستش	
۹۵	کافروں اور مسلمانوں کے عذاب میں فرق		۷۳	فرقان کیا چیز ہے؟	
۹۵	انبیاء کا قتل توریت پر ایمان کے منافی ہے		۷۳	ایک دوسرے کو قتل کرنے کا حکم	
۹۷	بنی اسرائیل ظالم ہیں		۷۵	توریت کو ماننے سے انکار اور اس کی سزا	
۹۷	بنی اسرائیل کے ایک دعویٰ کی تردید		۷۵	من وسلوی	
۹۹	حضرت جبریل سے یہودیوں کی دشمنی		۷۵	بستی میں داخل ہونے کا حکم	
۱۰۱	آنحضرت ﷺ کی وجہ سے توریت سے انحراف		۷۷	حکم الہی سے تسخر	
۱۰۱	شیطانوں سے جادو کی تعلیم		۷۷	پانی کے بارہ چشموں کا ظہور	
۱۰۳	ہاروت و ماروت اور علم سحر		۷۷	من وسلوی کی جگہ سبزیوں کا مطالبہ	
۱۰۳	صحابہ کو راعنا کہنے کی ممانعت		۷۹	بنی اسرائیل کی دائمی ذلت	

صفحہ نمبر	عنوانات	پارہ نمبر	صفحہ نمبر	عنوانات	پارہ نمبر
۱۳۱	استقبال کعبہ کا حکم		۱۰۳	سخ پر اعتراض کا جواب	
۱۳۱	توریت میں دو قبلوں کا ذکر تھا		۱۰۳	ایمان والو! یہودیوں کی طرح سوال نہ کرو	
۱۳۱	استقبال کعبہ کا حکم دائمی ہے		۱۰۷	نماز قائم کرو اور زکوٰۃ دو	
۱۳۳	اہل کتاب کو حضور کے نبی ہونے کا یقین تھا		۱۰۹	کفار و مشرکین کے بے دلیل دعوے	
۱۳۳	ہرامت کا ایک قبلہ ہے		۱۰۹	مساجد کا احترام	
۱۳۵	تحویل قبلہ کے حکم میں تکرار کی وجہ		۱۱۱	اللہ جہت سے منزہ ہے	
۱۳۵	تحویل قبلہ، حکم ضروری تھا		۱۱۱	اللہ اولاد سے پاک ہے	
۱۳۵	حضور کی بعثت کے مقاصد		۱۱۳	مخلص اہل یہود	
۱۳۷	حیات شہداء		۱۱۵	حضرت ابراہیم کی آزمائش اور امامت	
۱۳۷	صبر کی اہمیت اور فضائل		۱۱۵	وعدہ نبوت ظالموں کے لئے نہیں تھا	
۱۳۷	صفا و مروہ شعائر ہیں		۱۱۵	بیت اللہ اسن کا مقام ہے	
۱۳۹	یہود پر لعنت کی جاتی ہے		۱۱۵	مقام ابراہیم	
۱۳۹	توحید اور اس کے دلائل		۱۱۵	حضرت ابراہیم کی دعا	
۱۴۱	مخلوقات میں اللہ کی نشانیاں		۱۱۷	کفار کو بھی رزق کا وعدہ	
۱۴۱	باطل معبودوں کی محبت		۱۱۹	آنحضرت ﷺ کی نبوت کی دلیل	
۱۴۱	مومنین کو اللہ سے زیادہ محبت ہے		۱۱۹	حضرت ابراہیم کی اپنے بیٹوں کو وصیت	
۱۴۳	مشرکین کی اپنے معبودوں سے بیزاری		۱۲۱	حضرت یعقوب کی اپنے بیٹوں کو وصیت	
۱۴۳	مشرکوں کے اعمال حسرت بن جائیں گے		۱۲۱	ہر شخص اپنے عمل کا ذمہ دار ہے	
۱۴۴	باپ دادوں کا اتباع		۱۲۱	صرف مسلمان ملت ابراہیمی پر ہیں	
۱۴۵	کفار کی مثال		۱۲۱	پچھلی کتابوں اور انبیاء پر مسلمانوں کا ایمان	
۱۴۵	مسلمانوں کو اکل حلال کا حکم		۱۲۳	اللہ کا رنگ سب رنگوں سے بہتر ہے	
۱۴۵	حرام چیزوں کی تفصیل		۱۲۵	یہود و نصاریٰ کے دعوے کا رد	
۱۴۷	حرام ذبیحہ کی تفصیل		۱۲۵	آخرت میں باپ دادا کا کام نہیں آئیں گے	
۱۴۸	مضطر کا حکم		۱۲۷	تحویل قبلہ پر اعتراضات کا جواب	سیقول (۲)
۱۴۸	حلال و حرام میں یہودیوں کی تعریف		۱۲۷	امت محمدیہ کے فضائل	
۱۴۹	کفار سے اللہ کے کلام نہ کرنے کا مطلب		۱۲۸	تحویل قبلہ کی حکمت اور اللہ کے علم کی تحقیق	
۱۴۹	مومن اور کافر کی سزا کا فرق		۱۲۹	استقبال بیت المقدس کی حکمت	

صفحہ نمبر	عنوانات	پارہ نمبر	صفحہ نمبر	عنوانات	پارہ نمبر
۱۶۹	عرفات میں واپس آنے کا حکم		۱۵۱	تنگی اور بڑے کے جواب	
۱۶۹	منی میں ذکر اللہ کا اہتمام		۱۵۲	قصاص میں برابری کا حکم	
۱۷۱	دعا مانگنے کے آداب		۱۵۳	قصاص کے احکام	
۱۷۱	منی میں قیام کی مدت		۱۵۵	قصاص میں زندگی ہے	
۱۷۳	اسلام پر پورا پورا عمل کرو اور بدعت سے بچو		۱۵۵	وصیت کی فرضیت کا بیان	
۱۷۵	شریعت سے انحراف موجب عذاب ہے		۱۵۵	وصیت کے احکام	
۱۷۵	بنی اسرائیل کے حال سے استدلال		۱۵۵	روزہ کی فرضیت اور حکمت	
۱۷۵	دنیا کفار کی جنت ہے		۱۵۷	روزے کے احکام	
۱۷۵	اللہ کے نزدیک مومنین کا مقام		۱۵۷	رمضان نزول قرآن کا مہینہ ہے	
۱۷۷	پیغمبروں اور کتابوں کے بھیجنے کی حکمت		۱۵۷	روزے کے مسائل	
۱۷۹	تکالیف میں عبرتی حکیمانہ تاکید		۱۵۹	اللہ تعالیٰ بندوں سے قریب ہے	
۱۷۹	انفاق مال کے متعارف		۱۵۹	رمضان کی راتوں میں مباشرت کی اجازت	
۱۷۹	جہاد کی فرضیت		۱۵۹	جماعت کی غرض و غایت	
۱۷۹	جہاد کے فضائل		۱۶۱	روزے اور اعتکاف کے مسائل	
۱۸۱	اشہر حرام میں قتال کی ممانعت		۱۶۱	مال ناحق کی ممانعت	
۱۸۱	قتلہ گنہگار قتل سے بڑا جرم ہے		۱۶۱	رشوت کی ممانعت	
۱۸۳	مخلصین کی غلطیوں کا حکم		۱۶۱	رویہ ہلال کی اہمیت	
۱۸۳	شراب اور ہونے کا بیان		۱۶۱	ایام حج	
۱۸۳	مال خرچ کرنے کے آداب		۱۶۳	گھروں میں داخل ہونے کا حکم	
۱۸۳	قیصوں کے مال کا حکم		۱۶۳	حرم میں قتال کا حکم	
۱۸۵	مشرک عورتوں سے نکاح کا حکم		۱۶۳	قتلہ پھیلانا قتل سے بڑا گناہ ہے	
۱۸۵	حیض کے احکام		۱۶۵	حج اور عمرے کے احکام	
۱۸۷	جماعت کے احکام		۱۶۷	احرام کے مسائل	
۱۸۷	نقوم کھانے کا بیان		۱۶۷	اشہر حج	
۱۸۹	ایلاء کے احکام		۱۶۹	زادراہ لینا بہتر ہے	
۱۸۹	طلاق اور عدت کے احکام		۱۶۹	حج میں تجارت کی اجازت	
۱۸۹	طلاق سے رجوع کرنے کا حکم		۱۶۹	مزدلفہ میں قیام کا حکم	

صفحہ نمبر	عنوانات	پارہ نمبر	صفحہ نمبر	عنوانات	پارہ نمبر
۲۱۵	دین میں جبر نہیں ہے		۱۸۹	مردوں کی عورتوں پر فضیلت	
۲۱۹	حضرت ابراہیم اور نمرود کا مکالمہ		۱۸۹	صرف دو طلاقیں	
۲۱۹	حضرت عزیز کا عجیب واقعہ		۱۹۱	خلع کا بیان	
۲۲۱	حضرت ابراہیم کیلئے مردہ پرندوں کا زندہ ہونا		۱۹۱	تیسری طلاق کا حکم	
۲۲۱	اس واقعہ پر اشکال کا جواب		۱۹۳	رجعت کے آداب	
۲۲۳	انفاق مال کے فضائل		۱۹۳	معروف طریقے کے معنی	
۲۲۳	احسان جتانے کی ممانعت		۱۹۵	یہ سب احکام حکمت سے ہیں	
۲۲۳	سائل کے جواب دینے کا طریقہ		۱۹۵	رضاعت کے احکام	
۲۲۳	ریا کاری صدقہ کو باطل کر دیتی ہے		۱۹۷	موت کی عدت	
۲۲۵	دکھاوے کی مثال		۱۹۷	بیوہ کا نکاح	
۲۲۵	اخلاص سے مال خرچ کرنے کی مثال		۱۹۹	مہر کا بیان	
۲۲۷	ایذا اور دکھاوے کی ایک اور مثال		۲۰۱	مہر کے احکام	
۲۲۷	اللہ کی راہ میں پاک اور عمدہ مال خرچ کرو		۲۰۱	عصر کی نماز کی اہمیت	
۲۲۷	شیطان تنگدستی سے ڈراتا ہے		۲۰۱	خوف کی نماز کا بیان	
۲۲۹	سمجھ بڑی نعمت ہے		۲۰۳	طلاق والی عورتوں کو جوڑا دینا	
۲۲۹	منت اور نذر کا بیان		۲۰۳	پچھلے لوگوں کا ایک قصہ	
۲۳۱	صدقہ دینے میں مسلمان کی تخصیص نہیں		۲۰۵	انفاق مال کے فضائل	
۲۳۱	اللہ والے اہل حاجت کی مدد		۲۰۷	طالوت بادشاہ کا واقعہ	
۲۳۱	خیرات و صدقات کے فائدے		۲۰۹	بنی اسرائیل کا تابوت	
۲۳۳	بذمت اور حقیقت		۲۱۱	جالوت کے خلاف طالوت کا جہاد	
۲۳۳	اللہ سود کو گھناتا اور صدقات کو بڑھاتا ہے		۲۱۱	جالوت کی شکست	
۲۳۵	پچھلا سود معاف ہے		۲۱۱	اس واقعہ میں آنحضرت ﷺ کی نبوت کا ثبوت	
۲۳۷	قرض کا لین دین اور اس کے احکام		۲۱۳	انبیاء کی ایک دوسرے پر فضیلت	تکلیف الرسل (۳)
۲۳۹	ایک مرد اور دو عورتوں کی گواہی		۲۱۳	امتوں کا اختلاف	
۲۴۱	تحریری معاہدے کا بیان		۲۱۳	انفاق مال کا حکم	
۲۴۱	ایک اہم تشبیہ		۲۱۵	آیۃ الکرسی کی فضیلت اور عظمت	
۲۴۳	ارکان ایمان اور مسلمانوں کی تسلی		۲۱۵	توحید و صفات باری تعالیٰ	

صفحہ نمبر	عنوانات	پارہ نمبر	صفحہ نمبر	عنوانات	پارہ نمبر
۲۶۱	کفار سے مسلمانوں کی دوستی کی مذمت		۲۴۳	ایک جامع اور مؤثر دعا	
۲۶۱	آخرت میں نیک و بد اعمال کا حاضر ہونا		۲۴۳	سورہ آل عمران (۳)	
۲۶۲	اللہ کی محبت کا معیار برسوں کی محبت		۲۴۴	الوہیت مسیح کا رد	
۲۶۳	آل عمران		۲۴۵	قرآن پچھلی کتابوں کی تصدیق کرتا ہے	
۲۶۳	حضرت آدم و نوح اور آل ابراہیم کی خصوصیت		۲۴۵	اللہ ہی قادر مطلق ہے	
۲۶۳	حضرت مریم کی والدہ کی منت اور دعا		۲۴۷	اللہ کا علم محیط ہے	
۲۶۵	دعا کی قبولیت اور مس شیطان کی حدیث		۲۴۷	حضرت عیسیٰ سمیت سب کا خالق اللہ ہے	
۲۶۵	حضرت مریم حضرت زکریا کی کفالت میں		۲۴۷	آیات محکمات اور مشابہات کی تشریح	
۲۶۷	حضرت مریم کی برکات کا ظہور		۲۴۹	اہل علم کی دعا	
۲۶۷	اولاد کے لئے حضرت زکریا کی دعا		۲۴۹	فیصلہ کا دن ضرور آئے گا	
۲۶۷	حضرت یحییٰ کی بشارت		۲۴۹	کفار کا مال و دولت کام نہیں آئے گا	
۲۶۷	حضرت یحییٰ کے اوصاف		۲۴۹	کفار و مشرکین کے مغلوب ہونے کی پیشینگوئی	
۲۶۸	غیر معمولی واقعات کی توجیہ		۲۵۱	غزوة بدر میں مسلمانوں کی تائید و نصرت	
۲۶۹	حضرت یحییٰ کے حمل کی نشانی		۲۵۱	مرغوبات کی محبت آزمائش ہے	
۲۶۹	حضرت زکریا کو کثرت ذکر کا حکم		۲۵۲	اللہ بندوں کی نگرانی کرتا ہے	
۲۶۹	حضرت مریم سے فرشتوں کا خطاب		۲۵۳	اچھے بندوں کے اوصاف	
۲۶۹	یہ واقعات آنحضرت ﷺ کی نبوت کی دلیل ہیں		۲۵۳	توحید پر اللہ کی فرشتوں کی اور اہل علم کی گواہی	
۲۷۰	حضرت مریم کی پرورش کیلئے قرعہ اندازی		۲۵۳	دین اللہ کے نزدیک صرف اسلام ہے (لفظ	
۲۷۰	عیسیٰ ابن مریم کی بشارت کلمہ اللہ کی تشریح		۲۵۴	اسلام کی تشریح)	
۲۷۱	گود میں باتیں کرنے کی پیشینگوئی		۲۵۵	اہل کتاب کی مخالفت کی حقیقت	
۲۷۲	حضرت عیسیٰ بغیر باپ کے پیدا ہوں گے		۲۵۵	اسلام کا عملی نمونہ	
۲۷۳	حضرت عیسیٰ کے عجیب و غریب معجزات		۲۵۷	بنی اسرائیل کے جرائم اور سزا	
۲۷۳	منکرین معجزات کا رد		۲۵۷	یہودیوں کا کتاب اللہ سے اعراض	
۲۷۵	حواری کون تھے		۲۵۹	یہودیوں کے من گھڑت عقائد کی تردید	
۲۷۷	مکروہا کر کے معنی		۲۵۹	ملک و سلطنت اور عزت و ذلت اللہ کے ہاتھ میں ہے	
۲۷۹	حضرت عیسیٰ کا آسمان پر اٹھنا اور دوبارہ دنیا میں نزول		۲۵۹	اللہ کی قدرت کی نشانیاں	
۲۷۹	لفظ موت اور توفی کی تحقیق				

صفحہ نمبر	عنوانات	پارہ نمبر	صفحہ نمبر	عنوانات	پارہ نمبر
۳۰۱	بیت اللہ کے حج کا حکم			حضرت عیسیٰ حضرت آدم کی طرح بغیر باپ کے پیدا ہوئے	
۳۰۱	اہل کتاب کو تنبیہ		۲۸۱	نجران کے عیسائیوں کو دعوت مبادلہ	
۳۰۳	مومنین کو نصیحتیں		۲۸۱	اہل کتاب کو مشترک کلمے توحید کی دعوت	
۳۰۳	تقویٰ اختیار کرو		۲۸۳	حضرت ابراہیمؑ یہودی یا نصرانی نہیں ہو سکتے	
۳۰۳	اللہ کی رسی کو تھامے رہو		۲۸۵	حضرت ابراہیمؑ ضعیف اور مسلم تھے	
۳۰۳	اسلامی اخوت و اتحاد		۲۸۵	حضورؐ کی امت حضرت ابراہیمؑ سے زیادہ قریب ہیں	
۳۰۵	علماء کی جماعت کی ضرورت		۲۸۵	اہل کتاب کا انکار بے وجہ ہے	
۳۰۵	یہود و نصاریٰ کی طرح اختلاف میں نہ پڑو		۲۸۵	اہل کتاب کی سازشیں	
۳۰۵	اس آیت کے مخاطبین		۲۸۷	اہل کتاب کی ان سازشوں کی وجہ	
۳۰۷	حضورؐ کی امت سب سے بہتر امت ہے		۲۸۷	اہل کتاب کی خیانت اور امانت	
۳۰۷	خیر الامم کی ذمہ داریاں		۲۸۹	اہل کتاب اللہ پر جھوٹ باندھتے ہیں	
۳۰۹	اہل کتاب پر مسلمانوں کے غلبہ کی پیشین گوئی		۲۸۹	اللہ کے عہد پر معاوضہ لینے والے	
۳۱۱	مومنین اہل کتاب		۲۸۹	کلام اللہ کی عبارت میں تحریف	
۳۱۱	کفار کا بغض و حسد		۲۹۱	آنحضرت ﷺ کی عصمت کا بیان	
۳۱۳	مسلمانوں سے کفار کا شدید حسد		۲۹۱	انبیاء سے اللہ تعالیٰ کا عہد	
۳۱۳	کفار مسلمانوں کے دوست نہیں ہو سکتے		۲۹۳	اسلام کے سوا کوئی دین نہیں	
۳۱۳	اہل کتاب کا مسلمانوں پر غم و غصہ		۲۹۳	تمام انبیاء برحق تھے	
۳۱۵	کفار کے شر سے مسلمانوں کی حفاظت		۲۹۵	اسلام کے سوا کوئی دین قبول نہیں	
۳۱۵	غزوہ احد میں بنو سلمہ اور بنو حارثہ کا واقعہ		۲۹۵	جھٹلانے والوں کا دردناک انجام	
۳۱۶	غزوہ بدر میں ملائکہ کا نزول		۲۹۵	رکعت توبہ سے معافی نہیں ہوگی	
۳۱۷	نزول ملائکہ کی وجہ		۲۹۷	ایمان کے بغیر کوئی عمل قبول نہیں	
۳۱۸	غزوہ احد کا تفصیلی بیان		۲۹۷		
۳۱۹	تمام تر اختیار اللہ تعالیٰ کے پاس ہے		۲۹۹	محبوب چیزیں خرچ کرنے کی فضیلت	لن تنالوا (۳)
۳۱۹	سود کی ممانعت		۲۹۹	تحریم حلال کی نذر کا مسئلہ	
۳۱۹	اطاعت رسول ﷺ کا مطلب		۲۹۹	یہودیوں کو آنحضرت ﷺ کا چیلنج	
۳۲۱	جنت کا عرض		۳۰۱	سب سے پہلا گھر کعبہ	
۳۲۱	محسنین کی صفات		۳۰۱	بیت اللہ کی برکات اور اس کی اہمیت	

صفحہ نمبر	عنوانات	صفحہ نمبر	عنوانات	پارہ نمبر
۳۴۶	شہید مردہ نہیں زندہ ہیں	۳۲۳	ماضی کے واقعات سے سبق لو	
۳۴۷	شہدائے احد کی ایک تمنا	۳۲۳	غزوہ احد میں مسلمانوں کی تسلی	
۳۴۷	صحابہ کرام کا اللہ پر بے مثال بھروسہ	۳۲۵	صبر اور مجاہدہ کے بغیر جنت نہیں ملتی	
۳۴۹	مسلمانوں کو مالی منافع	۳۲۷	آنحضرت ﷺ کی خبر شہادت پر مسلمانوں سے خطاب	
۳۵۱	دنیا کی دولت کفار کیلئے ڈھیل ہے	۳۲۸	ایک علمی تحقیق	
۳۵۲	بخیل کا مال قیامت میں اس کے گلے کا طوق ہوگا	۳۲۹	موت کا وقت معین ہے	
۳۵۳	یہودیوں کا گستاخانہ قول اور اس کا جواب	۳۲۹	شدائد میں صبر کی تلقین	
۳۵۳	آگ والی قربانی کا مطالبہ	۳۳۱	صابرین کی دعا	
۳۵۵	آنحضرت ﷺ کو تسلی	۳۳۱	کفار کے مشورہ پر عمل نہ کرو	
۳۵۵	دنیا کی نیپ ٹاپ دھوکہ ہے	۳۳۱	کفار کے دلوں پر مسلمانوں کا رعب	
۳۵۷	جان و مال سے مسلمانوں کی آزمائش	۳۳۳	نافرمانی مسلمانوں کی کمزوری ہے	
۳۵۷	اہل کتاب نے اللہ کا عہد توڑا ہے	۳۳۳	غزوہ احد میں عارضی شکست کے اسباب	
۳۵۹	اہل عقل کیلئے آسمان وزمین میں نشانیاں	۳۳۵	احد میں صحابہ رضی اللہ عنہم پر اونگھ کا طاری ہونا	
۳۵۹	مخلوقات میں غور و فکر	۳۳۵	منافقین پر اونگھ کی بجائے جانوں کا خوف	
۳۵۹	مومنین کی ایک جامع دعا	۳۳۵	منافقین کے طعنے	
۳۶۱	کسی کا عمل ضائع نہیں ہوتا	۳۳۵	طعنوں کا جواب	
۳۶۳	کفار کی موجودہ حالت سے دھوکہ نہ کھاؤ	۳۳۷	منافقین کی حسرت	
۳۶۳	اہل کتاب کے متفقین کا تذکرہ	۳۳۷	صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو اصولی نصیحت	
۳۶۴	سورہ نساء (۴)	۳۳۹	تجھ جیسا نرم خونہی انہیں اللہ کی رحمت سے ملا	
۳۶۵	مسلمانوں کو ایک جامع نصیحت	۳۳۹	صحابہ کرام سے مشاورت کا حکم	
۳۶۵	اے انسانو! تم ایک جان سے پیدا کئے گئے ہو	۳۴۰	اللہ پر بھروسہ نیت سے بڑی طاقت ہے	
۳۶۵	رشتہ داروں کے حقوق	۳۴۱	نبی خیانت نہیں کر سکتے	
۳۶۶	قیموں کے مال کی حفاظت کے احکام	۳۴۱	رسول اللہ کی بعثت اللہ کا احسان ہے	
۳۶۷	چار شادیوں کی اجازت	۳۴۲	بعثت رسول کے بنیادی مقاصد	
۳۶۷	ایک سے زائد نکاح کیلئے انصاف کی شرط	۳۴۳	احد کی تکلیف پر مسلمانوں کے شکوے کا جواب	
۳۶۷	مہر کی ادائیگی کا حکم	۳۴۳	احد میں عارضی شکست کی حکمت	
		۳۴۳	احد میں منافقین کی علیحدگی کا بیان	

صفحہ نمبر	عنوانات	پارہ نمبر	صفحہ نمبر	عنوانات	پارہ نمبر
۳۸۹	شادی شدہ لوگوں کے لئے زنا کی سزا		۳۶۹	قییموں کی پرورش کے مسائل	
۳۸۹	صبر لونڈیوں کے نکاح سے بہتر ہے		۳۶۹	قییموں کا مال گواہوں کی موجودگی میں ادا کرو	
۳۸۹	ان احکام کی اہمیت و حکمت		۳۷۱	تر کے اور میراث کے احکام	
۳۹۱	شریعت کے احکام سہل ہیں		۳۷۱	تقسیم میراث کے وقت غریب دشتہ داروں سے سلوک	
۳۹۱	اکل حلال کی تاکید		۳۷۱	قییموں کے مال میں خیانت کی سزا	
۳۹۱	قتل کی ممانعت		۳۷۱	میراث میں اولاد کے حصے	
۳۹۱	ارتکاب کبائر و سینات میں معتزلہ کا جواب		۳۷۳	بیٹیوں کی وراثت کے احکام	
۳۹۵	ایک دوسرے کی فضیلت کی حرص نہ کرو		۳۷۳	ماں باپ کی میراث	
۳۹۵	مرنے والے کے ورثاء کا حق ادا کرو		۳۷۳	میت کے قرض اور وصیت کا حکم	
۳۹۵	مردوں کی فضیلت اور اس کی حکمت		۳۷۳	زوجین کی میراث	
۳۹۷	عورتوں کی تادیب کا طریقہ		۳۷۵	اخپانی بھائی بہن کی میراث	
۳۹۷	گھریلو جھگڑوں میں منصف بنانے کا حکم		۳۷۵	تقسیم میراث سے پہلے قرض اور وصیت کا لحاظ	
۳۹۹	حقوق العباد اور ان کی ترتیب		۳۷۷	وارثوں کی تین قسمیں	
۳۹۹	بخل کی مذمت		۳۷۷	ان احکام کی حکمت و اہمیت	
۳۹۹	دکھاوے کیلئے خرچ کرنے والے		۳۷۷	زنا و لواطت کے احکام	
۴۰۱	سزا میں انصاف اور جزا میں رحمت		۳۷۹	وہ لوگ جن کی توبہ قبول نہیں ہوتی	
۴۰۱	آخرت میں آنحضرت ﷺ کی گواہی		۳۸۱	عائلی زندگی کے احکام	
۴۰۱	آخرت میں نافرمانوں اور کفار کا پچھتاوا		۳۸۱	عورتوں سے حسن سلوک	
۴۰۲	نماز کے شرائط و آداب		۳۸۱	پہلی بیوی سے سلوک	
۴۰۳	نشہ و جنابت میں نماز کی ممانعت		۳۸۱	مہر کی ادائیگی کا حکم	
۴۰۳	تیمم کا حکم		۳۸۳	باپ دادا کی منکوحہ سے نکاح کی ممانعت	
۴۰۵	یہودیوں کے تین گستاخانہ قول		۳۸۳	محرمات نکاح	
۴۰۷	یہودیوں کو انذار		۳۸۵	سسرالی محرمات	
۴۰۹	مشرک کی بخشش نہیں		۳۸۷	دوسرے کی منکوحہ سے نکاح کی ممانعت	والحصنت (۵)
۴۰۹	یہودیوں کی شیخی		۳۸۷	دوسری عورتوں سے نکاح کی شرائط	
۴۰۹	یہودیوں پر اللہ کی لعنت ہے		۳۸۷	مہر کا وجوب	
			۳۸۷	لونڈی سے نکاح کے احکام	

صفحہ نمبر	عنوانات	صفحہ نمبر	عنوانات	پارہ نمبر
۴۲۹	افواہ پھیلانے کی مذمت	۴۱۱	یہودیوں کا حسد بلا وجہ ہے	
۴۲۹	آنحضرت ﷺ کو قتال کا خصوصی حکم	۴۱۱	عذاب کیلئے کفار کی کھال بدل دی جائیگی	
۴۳۱	سفارش کرنے کا بیان	۴۱۳	جنت کی عورتیں اور باغات	
۴۳۱	سلام کرنے کے آداب	۴۱۳	امانتوں کی ادائیگی اور عدل کا حکم	
۴۳۱	منافقین کے متعلق مسلمانوں کو ہدایات	۴۱۳	اولی الامر کی اطاعت کا حکم	
۴۳۳	منافقوں کے قتال کا حکم	۴۱۵	اختلاف کی صورت میں شریعت سے رجوع کرو	
۴۳۳	معاهد قوموں سے قتال کی ممانعت	۴۱۵	ایک یہودی اور منافق کے واقعہ میں حضرت عمرؓ کا فیصلہ	
۴۳۵	مومن کے قتل خطا کا بیان		آنحضرت ﷺ کو منصف بنانے میں منافقین	
۴۳۷	قتل خطا کی سزا	۴۱۵	کی روگردانی	
۴۳۷	قتل عمد کی سزا	۴۱۷	حضرت عمرؓ کے فیصلہ کی توثیق	
۴۳۹	بلا تحقیق کسی کو کافر نہ کہو	۴۱۷	ہر رسول کا فیصلہ قطعی ہوتا ہے	
۴۴۱	مجاہدین کے درجات	۴۱۷	رسول اللہ ﷺ کو حکم بنائے بغیر ایمان ممکن نہیں	
۴۴۱	جہاد فرض کفایہ ہے	۴۱۹	منافقین کو نصیحت	
۴۴۳	دارالکفر سے ہجرت کی فرضیت	۴۱۹	انبیاء صدیقین شہداء اور صالحین	
۴۴۳	مہاجر کیلئے کشائش کا وعدہ اور دیگر فضائل	۴۲۱	جہاد کا بیان	
۴۴۳	قصر نماز کا حکم	۴۲۱	جہاد میں منافقین کا رویہ	
۴۴۵	نماز خوف کا بیان	۴۲۱	مجاہدین کے فضائل	
۴۴۷	ہر وقت ذکر اللہ کا حکم	۴۲۳	جہاد کے دو مقاصد	
۴۴۷	نمازوں کے اوقات مقرر ہیں	۴۲۳	جہاد کی ترغیب	
۴۴۷	کفار کے تعاقب میں سستی نہ کرو	۴۲۳	مکی زندگی میں جہاد کی ممانعت	
۴۴۷	ایک مسلمان چور اور یہودی کا قصہ	۴۲۵	جہاد فرض ہونے پر بعض لوگوں کا تردد	
۴۴۹	گنہگاروں کی سفارش سے ممانعت	۴۲۵	جہاد کی ترغیب	
۴۴۹	سوء اور ظلم کا فرق	۴۲۵	موت یقینی ہے	
۴۵۱	بہتان تراشی کی مذمت	۴۲۵	منافقین	
۴۵۱	آنحضرت ﷺ پر اللہ کا خاص فضل	۴۲۷	ہر بھلائی برائی اللہ کی طرف سے ہے	
۴۵۳	آنحضرت ﷺ سے سرگوشی کرنے کا بیان	۴۲۷	آنحضرت ﷺ پوری انسانیت کے نبی ہیں	
۴۵۳	رسول اور مومنین کی مخالفت کا عذاب	۴۲۷	منافقین کی ایک اور مکاری	
۴۵۳	شکر ناقابل معافی گناہ ہے	۴۲۸	قرآن اللہ کا کلام ہے۔ تدبر کی دعوت	

صفحہ نمبر	عنوانات	پارہ نمبر	صفحہ نمبر	عنوانات	پارہ نمبر
۲۷۹	حضرت عیسیٰ زندہ ہیں		۲۵۳	مشرکوں کی جہالت	
۲۷۹	شریعت موسوی کی سختی کی وجہ		۲۵۵	شیطان کی انسانی دشمنی اور اس کے عزائم	
۲۸۱	یہود موثین کا تذکرہ		۲۵۷	جنت امیدوں سے نہیں عمل سے ملے گی	
۲۸۱	وحی کی عظمت و اہمیت		۲۵۷	ملت ابراہیمی کا اتباع سب سے اچھا دین ہے	
۲۸۱	انبیائے سابقین اور ان کا پیغام		۲۵۹	اللہ کی ملکیت اور قدرت	
۲۸۱	وحی کی مختلف صورتیں		۲۵۹	تیم لڑکیوں کے نکاح کا بیان	
۲۸۳	تمام پیغمبر اللہ کی حجت ہیں		۲۵۹	زوحین کے درمیان صلح کا بیان	
۲۸۳	قرآن کریم کی عظمت		۲۶۱	بیویوں کے درمیان مساوات	
۲۸۵	آنحضرت ﷺ کل بنی نوع انسان کے نبی ہیں		۲۶۱	زوحین میں جدائی	
۲۸۵	اہل کتاب کا غلو فی الدین		۲۶۳	اللہ چاہے تو تمہاری جگہ دوسرے لوگ پیدا کر دے	
۲۸۵	تشلیٹ کارڈ		۲۶۳	حجی گواہی کی تاکید	
۲۸۷	حضرت عیسیٰ کو بندہ ہونے میں عار نہیں		۲۶۵	ارکان ایمان	
۲۸۷	سرکشی اور غرور کی سزا		۲۶۵	منافقین و یہود کی گمراہی	
۲۸۸	سورة المائدہ (۵)		۲۶۷	اسلام کا مذاق اڑانے والوں کی مجالس میں نہ بیٹھو	
۲۸۹	قرآن کے اتباع کے بغیر نجات نہیں		۲۶۹	منافقین کی علامات	
۲۸۹	میراث میں کالہ کا حکم		۲۷۱	کافروں سے دوستی کی ممانعت	
۲۸۹	میراث کے مزید احکام		۲۷۱	نفاق سے توبہ کرنے والے	
۲۸۹	یہ احکام گمراہی سے بچانے کیلئے ہیں		۲۷۳	کسی کی برائی مشہور نہ کرو	لا یرحب اللہ (۶)
۲۹۰	مسائل دینی پوچھنے کے فوائد		۲۷۳	برائی کو معاف کرنا بہتر ہے	
۲۹۰	کلالہ کے حکم سے ملنے والے فوائد		۲۷۳	یہودی اصل میں کافر ہیں	
۲۹۲	ایضائے عہد عقود کی تشریح		۲۷۵	جو تمام انبیاء کو مانتے ہیں ان کا انعام	
۲۹۳	حلال جانوروں کی تفصیل		۲۷۵	یہودیوں کا گستاخانہ مطالبہ	
۲۹۳	احرام کی حالت میں شکار کی حرمت		۲۷۵	رفع طور	
۲۹۳	شعائر کا احترام		۲۷۵	یہود کی نافرمانیاں	
۲۹۳	محترم مہینے		۲۷۷	حرمت سبت	
۲۹۳	بعض دوسرے شعائر		۲۷۷	یہودیوں کے دلوں پر مہر ہے	
۲۹۵	دشمنی کے جوش میں زیادتی نہ کرو		۲۷۹	حضرت عیسیٰ کو پھانسی نہیں دی گئی	
			۲۷۹	حضرت عیسیٰ آسمان پر اٹھائے گئے	

صفحہ نمبر	عنوانات	پارہ نمبر	صفحہ نمبر	عنوانات	پارہ نمبر
۵۱۱	یہود و نصاریٰ کو اسلام کی دعوت		۴۹۵	تعاون علی البر	
۵۱۲	حضرت عیسیٰ کی الوہیت کا ابطال		۴۹۵	حرام جانور	
۵۱۳	یہود و نصاریٰ کا ابناء اللہ ہونے کا دعویٰ		۴۹۷	جوئے کے تیر	
۵۱۵	اہل کتاب کو رسول اللہ کی اطاعت کا حکم		۴۹۷	اسلام کے غلبہ سے کفار کو مایوسی	
۵۱۵	بنی اسرائیل پر اللہ کی نعمتوں کا ذکر		۴۹۸	دین اسلام کی تکمیل اور حقانیت	
	یہودیوں کو ارض مقدس میں داخلے کا حکم اور ان کی بزودی		۴۹۸	منظر کے احکام	
۵۱۷	توکل کا مفہوم		۴۹۹	حلال چیزوں کا سوال اور اس کا جواب	
۵۱۷	حضرت موسیٰ کی دعا		۴۹۹	شکار کے احکام	
۵۱۸	مسلمان اور یہود کا اس حکم میں موازنہ		۵۰۰	اہل کتاب کا کھانا حلال ہے	
۵۱۹	قائیل اور ہائیل کا قصہ		۵۰۱	اہل کتاب عورتوں سے نکاح کی حلت	
۵۲۱	ہائیل کا خوف خدا		۵۰۱	نماز کیلئے وضو کا حکم	
۵۲۱	ظلم اور قطع رحم کی سزا دنیا میں		۵۰۳	جنابت کے لئے غسل	
۵۲۳	ہائیل کی لاش کی تدفین		۵۰۳	بعض صورتوں میں تیمم کا حکم	
۵۲۳	ایک بے گناہ قتل تمام انسانوں کا قتل ہے		۵۰۳	احکام میں سہولتیں	
۵۲۵	بدامنی پھیلانے والوں کی سزا		۵۰۳	آسانوں پر اللہ کا شکر	
۵۲۵	توبہ سے حقوق اللہ کی معافی		۵۰۴	مومنوں کے عہد کی تذکیر	
۵۲۵	لفظ وسیلہ کی تفسیر		۵۰۵	انصاف کی گواہی کا حکم	
۵۲۷	نجات مال سے حاصل نہیں ہوتی		۵۰۵	عدل و انصاف کی تاکید	
۵۲۷	چوری کی سزا		۵۰۵	عدل و انصاف سے تقویٰ حاصل ہوتا ہے	
۵۲۷	سخت سزاؤں کی حکمت		۵۰۷	مومنوں پر اللہ کا احسان	
۵۲۷	چور کی توبہ قابل قبول ہے		۵۰۷	بنی اسرائیل کے بارہ سردار	
۵۲۹	حدود اللہ میں تحریف کا ایک واقعہ		۵۰۷	بنی اسرائیل سے اللہ کا عہد	
۵۲۹	سمعون کے معنی		۵۰۹	یہودیوں پر نقض عہد کی وجہ سے لعنت	
۵۲۹	خیر اور شر کا خالق اللہ ہی ہے		۵۰۹	یہودیوں کی کلام اللہ میں تحریف	
۵۳۱	یہود کی دائمی گمراہی و ذلت		۵۰۹	یہودیوں کی محرومی	
۵۳۱	فیصلہ میں انصاف کا حکم		۵۰۹	آنحضرت ﷺ کو غنودہ درگزر کا حکم	
۵۳۱	یہود تو رات پر بھی یقین نہیں رکھتے		۵۰۹	لفظ نصاریٰ کی تشریح	
			۵۱۱	اہل کتاب کی آپس میں دائمی بغض و عداوت	

صفحہ نمبر	عنوانات	پارہ نمبر	صفحہ نمبر	عنوانات	پارہ نمبر
۵۵۳	قرآن پر عمل تورات وانجیل پر عمل ہے		۵۳۳	تورات نور و ہدایت تھی	
۵۵۳	آنحضرت ﷺ کو تبلیغ کا حکم اور وعدہ حفاظت		۵۳۳	اللہ کے کلام میں تحریف نہ کرو	
۵۵۵	فلاح و کامیابی کا دائمی معیار		۵۳۳	تورات میں قصاص کا حکم	
۵۵۵	صائبین کون تھے		۵۳۵	حکم قصاص میں یہودی کی بے اعتدالی	
۵۵۷	یہودیوں کی اللہ سے غداری		۵۳۵	انجیل اور حضرت عیسیٰ تورات کی تصدیق کرتے تھے	
۵۵۷	نصاری کا کفر و شرک		۵۳۵	اہل انجیل سے خطاب	
۵۵۹	حضرت مریم نبی نہیں تھیں		۵۳۶	قرآن مجسم ہے۔ مجسم کی تشریح	
۵۵۹	الوہیت مسیح و مریم کا ابطال		۵۳۶	یہودیوں کے نزاعات میں رسول اللہ کا فیصلہ	
۵۵۹	نصاری کا غلو فی الدین		۵۳۶	آنحضرت ﷺ کی شان عصمت اور عصمت انبیاء	
۵۶۱	یہودیوں پر حضرت داؤد اور حضرت عیسیٰ کی لعنت		۵۳۷	شریعتوں کے اختلاف کی حقیقت	
۵۶۱	برائی سے نہ روکنا بڑا جرم ہے		۵۳۹	گناہوں کی کچھ سزا دنیا میں بھی ملتی ہے	
۵۶۵	نصاری یہود اور مشرکین سے بہتر ہیں	واذا سمعوا (۷)	۵۳۹	اہل کتاب سے موالات کی ممانعت	
۵۶۵	عیسائیوں کے وفد پر قرآن کی اثر انگیزی		۵۳۹	کفار تمام ایک دوسرے کے دوست ہیں	
۵۶۷	اسلام کا بے نظیر اعتدال		۵۴۱	عبداللہ بن ابی اور اس کے ساتھیوں کا کفر	
۵۶۷	حلال کو حرام نہ کرو		۵۴۱	منافقین اور یہود کے تعلقات	
۵۶۷	بیہودہ قسموں کا بیان		۵۴۱	آنحضرت ﷺ کے غلبہ کی پیش گوئی	
۵۶۷	کفارہ یمین		۵۴۳	اسلام کی بقاء اور حفاظت کی پیش گوئی؟	
۵۶۹	شراب کی حرمت		۵۴۳	مسلمانوں کے اصلی دوست	
۵۶۹	شیطانی کام		۵۴۵	کفار سے ترک موالات کی وجہ	
۵۷۰	شراب کے بارے میں ایک سوال کا جواب		۵۴۵	اذان کے ساتھ استہزاء	
۵۷۰	صحابہ کے فضائل		۵۴۵	اہل کتاب کی مسلمانوں سے ضد کی وجہ	
۵۷۱	احرام کی حالت میں شکار کی ممانعت		۵۴۷	یہودی مغضوب اور ملعون ہیں	
۵۷۳	احرام میں شکار کرنے کی سزا		۵۴۷	یہود و نصاریٰ کی سیاہ کاریاں	
۵۷۵	احرام میں دریا کے شکار کی اجازت		۵۴۹	یہودی علماء کو سزائش	
۵۷۵	کعبہ کے قیام الناس ہونے کا مطلب		۵۴۹	حق تعالیٰ کی شان میں یہودیوں کی گستاخیاں	
۵۷۶	بے ضرورت سوالات کی ممانعت		۵۵۰	حق تعالیٰ کیلئے اعضاء جسمانی کی نسبت	
۵۷۸	جاہلیت کے بعض رسوم و شعائر کا رد		۵۵۱	اہل کتاب کی فتنہ پروری	
۵۷۹	آباء کی اندھی تقلید				

صفحہ نمبر	عنوانات	پارہ نمبر	صفحہ نمبر	عنوانات	پارہ نمبر
۵۹۹	اللہ کے عذاب سے مامون ہونا ہی اصل کامیابی ہے		۵۷۹	مسلمانوں کو ایک نصیحت	
۵۹۹	نفع و نقصان اللہ کے ہاتھ میں ہے		۵۸۱	وصیت کے احکام	
۶۰۱	آنحضرت ﷺ کا شرک سے برأت کا اعلان		۵۸۱	آیات وصیت کا شان نزول	
۶۰۱	اہل کتاب کو آنحضرت ﷺ کی نبوت کا یقین		۵۸۳	حشر میں انبیاء سے اللہ کا سوال	
۶۰۱	آخرت میں مشرکین کی حالت		۵۸۳	حضرت عیسیٰؑ سے حق تعالیٰ کا خطاب	
۶۰۳	مقرءین کی ہدایت سے محرومی		۵۸۳	روح القدس کی تائید	
۶۰۳	مشرکین نا سمجھ ہیں		۵۸۷	حضرت عیسیٰؑ سے مائدہ کا مطالبہ	
۶۰۳	آخرت میں مشرکین کا افسوس و ندامت		۵۸۷	نزول مائدہ کی دعا	
۶۰۵	مشرکین جھوٹے ہیں		۵۸۷	ناشکروں کیلئے عذاب کی دھمکی	
۶۰۷	خلاق پر آنحضرت ﷺ کی شفقت		۵۸۸	حق تعالیٰ کا حضرت عیسیٰؑ سے سوال	
۶۰۷	کفار کا مطالبہ معجزات		۵۸۹	حضرت عیسیٰؑ کا جواب	
۶۰۹	فرمانی معجزات نہ دکھلانے کی حکمت		۵۹۰	سورہ انعام (۶)	
۶۱۱	مشرکین مصیبت میں اللہ ہی کو پکارتے ہیں		۵۹۱	ایک مفید نکتہ	
۶۱۱	بچھلی امتوں کا انجام		۵۹۱	سورہ انعام کا نزول	
۶۱۵	بعثت انبیاء کا مقصد		۵۹۳	توحید کے دلائل تخلیق کائنات	
۶۱۵	منصب رسالت کی حقیقت		۵۹۳	تخلیق انسانی	
۶۱۵	نبی اور غیر نبی کا فرق		۵۹۳	اللہ کی قدرت اور علم کا بیان	
۶۱۷	مومنین کو خوشخبری		۵۹۳	مکہ میں اور ان کا انجام	
۶۱۹	مشرکین کو انداز		۵۹۵	عاد و ثمود کی ہلاکت	
۶۱۹	عذاب دینا اور فیصلہ کرنا رسول کا کام نہیں		۶۰۵	مشرکین مکہ کے قرآن پر شبہات	
۶۲۱	اللہ کا علم ازلی اور لوح محفوظ		۵۹۵	فرشتہ بھیجنے کا مطالبہ	
۶۲۱	معاد کا بیان		۵۹۵	مشرکین کے مطالبوں کو پورا نہ کر نیکی حکمت	
۶۲۱	اعمال کی نگرانی		۵۹۷	آنحضرت ﷺ کو تسلی	
۶۲۳	مشرکین کی ناشکری		۵۹۷	سیاحت کا مقصد	
۶۲۳	بچھلی امتوں اور اس امت کے عذاب میں فرق		۵۹۷	قیامت برحق ہے	
۶۲۵	استہزاء کرنے والوں کے ساتھ مت بیٹھو		۵۹۷	اللہ کے سوا کوئی مددگار نہیں ہے	
۶۲۷	مسلمان کی شان		۵۹۷	آنحضرت ﷺ کو اطاعت کا حکم	
۶۲۸	حضرت ابراہیم علیہ السلام کا واقعہ				

صفحہ نمبر	عنوانات	پارہ نمبر	صفحہ نمبر	عنوانات	پارہ نمبر
۶۵۵	ذبیحہ اور مردار کا فرق		۶۲۹	حضرت ابراہیم علیہ السلام کے باپ کا نام	
۶۵۵	احکام کا شرک			حضرت ابراہیم علیہ السلام کو کائنات کے	
۶۵۷	مومن اور کافر کا فرق		۶۲۹	عجائبات کا علم	
۶۵۷	کفار کی تہذیب خود ان کے خلاف ہوتی ہے			حضرت ابراہیم علیہ السلام کا نجوم سے توحید پر	
۶۵۷	کفار کا گستاخانہ مطالبہ		۶۳۱	استدلال	
۶۵۹	ہدایت و اضلال اللہ کے ہاتھ میں ہے		۶۳۳	ظلم اور شرک	
۶۵۹	شیاطین جن سے خطاب		۶۳۵	انبیاء علیہم السلام کا تذکرہ	
۶۶۱	اطاعت شیاطین کا انجام		۶۳۷	تمام انبیاء کا طریقہ ایک ہی ہے	
۶۶۱	الاما شأ اللہ کا مطلب		۶۳۷	کفار کا نزول وحی سے انکار	
۶۶۱	دوزخ میں ظالموں کے طبقات		۶۳۷	تورات کے وجود سے استدلال	
۶۶۱	ایک اشکال اور اس کا جواب		۶۳۹	ام القرئی	
۶۶۱	جنات انسان کے تابع بنائے گئے ہیں		۶۳۹	ظالموں پر موت کی سختی	
۶۶۱	کفار کا آخرت میں اقرار کفر		۶۳۹	آخرت میں کفار کا حال	
۶۶۳	بندوں کے کفر و ایمان سے اللہ بے پروا ہے		۶۴۱	توحید کے دلائل	
۶۶۵	مشرکین کے جاہلانہ عقائد		۶۴۱	نجوم سے راستوں کا علم	
۶۶۵	قتل اولاد		۶۴۲	انسانوں کے ٹھکانے	
۶۶۵	مزید جاہلانہ عقائد		۶۴۳	نباتات سے توحید کے دلائل	
۶۶۹	پھلوں اور غلوں کے احکام		۶۴۳	انسانی کی جسمانی اور روحانی کفالت	
۶۶۹	اشیاء کی تحلیل و تحریم اللہ کا کام ہے		۶۴۳	جنوں کو شریک ٹھہرانے کا مطلب	
۶۷۱	حرام جانوروں کی تفصیل		۶۴۵	اللہ شریک سے پاک ہے	
۶۷۳	یہودیوں پر احکام میں سختی کی سزا		۶۴۵	رویت باری تعالیٰ	
۶۷۵	مشرکین کا استدلال		۶۴۷	دوسروں کے معبودوں کو برانہ کہو	
۶۷۵	مشرکین کو مہلت دینے کی حکمت		۶۴۹	فرمانی معجزات کا مطالبہ اور اس کا جواب	
۶۷۵	مشرکین کا دوسرا استدلال اور جواب		۶۵۱	خیر و شر کے وجود میں حکمت ہے	ولو اننا
۶۷۷	مفلسی کے ڈر سے اولاد کا قتل		۶۵۱	شیاطین کی پر فریب باتیں	(۸)
۶۷۷	بری نظر ڈالنے کی مذمت		۶۵۳	مومن شیاطین کی باتوں میں نہیں آتے	
۶۷۹	حرام کاموں کی تفصیل		۶۵۳	حق کے معاملہ میں اکثریت کا اعتبار نہیں	
۶۷۹	مال یتیم کی حفاظت		۶۵۳	اللہ کے نام کا ذبیحہ	

صفحہ نمبر	عنوانات	پارہ نمبر	صفحہ نمبر	عنوانات	پارہ نمبر
۶۹۷	روحانی لباس تقویٰ		۶۷۹	صراط مستقیم	
۶۹۷	شیطان سے حفاظت کا طریقہ		۶۸۱	پچھلی شریعتوں میں یہی احکام	
۶۹۹	فواحش کی مذمت		۶۸۱	قرآن کریم کا اتباع	
۶۹۹	اخلاص کا حکم		۶۸۱	قرآن پوری دنیا کیلئے حجت ہے	
۷۰۱	لباس کی ضرورت و اہمیت		۶۸۳	سورج کا مغرب سے طلوع ہونا	
۷۰۱	اسراف اور فضول خرچی کی مذمت		۶۸۳	دین میں فرقہ بندی	
۷۰۱	دنیا کی نعمتیں مومنین کیلئے ہیں		۶۸۵	نیکی اور برائی کی جزاء	
۷۰۳	ایک شبہہ اور اس کا جواب		۶۸۵	آنحضرتؐ کا مقام تو مید و تقویٰ میں	
۷۰۳	دنیا میں پیغمبروں کی بعثت کا وعدہ		۶۸۵	ہر شخص اپنے عمل کا جواب دہ ہے	
۷۰۵	دوزخ میں امتوں کی ایک دوسرے پر لعنت				
۷۰۷	کفار کی ارواح		۶۸۶	سورہ اعراف (۷)	
۷۰۷	کفار جنت میں داخل نہیں ہو سکتے		۶۸۷	انسان اللہ کا نائب ہے	
۷۰۷	آخرت میں مومنین کا حال		۶۸۷	انسانوں میں فرق مراتب	
۷۰۹	جنت کے وارث مومنین ہیں		۶۸۷	نزول قرآن کی غرض و غایت	
۷۰۹	اہل جنت اور اہل دوزخ کا مکالمہ		۶۸۸	گزشتہ اقوام پر عذاب کا حال	
۷۱۱	اعراف اور اصحاب اعراف		۶۸۹	آخرت میں تمام امتوں سے سوال ہوگا	
۷۱۳	اہل دوزخ کی اہل جنت سے فریاد		۶۸۹	وزن اعمال اور میزان	
۷۱۳	آخرت میں کفار کا پچھتاوا		۶۹۱	اللہ نے روزیاں مقرر کیں	
۷۱۵	زمین و آسمان کی تخلیق چھ دن میں		۶۹۱	حق تعالیٰ سے ابلیس کا مکالمہ	
۷۱۵	کن فیکون کے معنی		۶۹۱	جنت سے ابلیس کا خروج	
۷۱۶	استوی علی العرش کی تفسیر		۶۹۳	ابلیس کو عمر دراز دینے کی حکمت	
۷۱۷	چاند سورج اور دن رات کی تخلیق		۶۹۳	انسان سے ابلیس کی دشمنی	
۷۱۷	اللہ کو پکارنے کا طریقہ		۶۹۳	آدم و حوا اور شجر ممنوعہ	
۷۱۹	کائنات میں حق تعالیٰ کے تصرفات		۶۹۵	آدم و حوا کو اغوائے شیطانی	
۷۲۱	بت پرستی کی ابتداء		۶۹۵	جنت کے لباس کا اترنا	
۷۲۱	حضرت نوح علیہ السلام		۶۹۷	بہوٹا آدم	
۷۲۳	قوم عاد		۶۹۷	ایک اشکال اور اس کا جواب	
۷۲۳	حضرت ہود علیہ السلام		۶۹۷	لباس اور پوشاک کا نزول	

صفحہ نمبر	عنوانات	پارہ نمبر	صفحہ نمبر	عنوانات	پارہ نمبر
۷۴۹	فرعون کا غیظ و غضب		۷۲۷	حضرت ہود کا اپنی قوم کو وعظ	
۷۴۹	مومن ساحرین کا ایمان و استقامت		۷۲۷	عاد کا انجام	
۷۴۹	فرعون کے تجویز کردہ خدا		۷۲۷	قوم ثمود اور حضرت صالح علیہ السلام	
۷۵۱	بنی اسرائیل پر مظالم کا ارادہ		۷۳۱	حضرت صالح کی اوثقی	
۷۵۱	حضرت موسیٰ کا اپنی قوم کو وعظ		۷۳۱	ثمود کی بلاکت	
۷۵۳	آل فرعون کی پکڑ اور ان کی ہٹ دھرمی		۷۳۱	حضرت لوط علیہ السلام	
۷۵۳	آل فرعون پر طرح طرح کے عذاب		۷۳۳	حضرت لوط کی بیوی	
۷۵۳	حضرت موسیٰ سے دعا کی درخواست		۷۳۳	حضرت لوط کا عذاب	
۷۵۵	آل فرعون کا غرق ہونا		۷۳۳	حضرت شعیب علیہ السلام اور ان کی قوم	
۷۵۵	بنی اسرائیل کو مصر و شام کی وراثت		۷۳۳	ناپ تول میں کمی	
۷۵۷	بنی اسرائیل کا جاہلانہ مطالبہ		۷۳۷	قوم شعیب کا حال	قال الملا (۹)
۷۵۷	قوم کو حضرت موسیٰ کی نصیحت		۷۳۷	حضرت شعیب کی دعا	
۷۵۸	کوہ طور پر چالیس راتوں کا وعدہ		۷۳۹	قوم شعیب پر تین طرح کے عذاب	
۷۵۹	حضرت ہارون کو نیابت کی ذمہ داری		۷۴۱	انبیاء کو جھٹلانے والوں کی آزمائش	
۷۵۹	حضرت موسیٰ کی دیدار حق تعالیٰ کی درخواست		۷۴۱	انبیاء کی اطاعت خوش حالی لاتی ہے	
۷۵۹	کوہ طور پر حق تعالیٰ کی تجلی		۷۴۱	جھٹلانے والوں کو وعید	
۷۶۱	حضرت موسیٰ کو تختیوں کا عطیہ		۷۴۳	گزشتہ واقعات سے عبرت	
۷۶۳	تکبر کی سزا		۷۴۳	حضرت موسیٰ کا فرعون سے مناظرہ	
۷۶۳	زیور اور پچھڑا		۷۴۵	بنی اسرائیل کی رہائی کا مطالبہ	
۷۶۳	پچھڑے کی بے معنی آواز		۷۴۵	عصائے موسیٰ کا اثر دہاننا	
۷۶۳	بنی اسرائیل کی ندامت		۷۴۵	ید بیضاء کا معجزہ	
۷۶۳	حضرت موسیٰ کا غم و غصہ		۷۴۵	آل فرعون پر وصیت	
۷۶۵	حضرت موسیٰ کی حضرت ہارون سے باز پرس		۷۴۵	مقابلے کیلئے ساحرین کو دعوت	
۷۶۵	حضرت ہارون کا جواب اور معذرت		۷۴۷	جادوگروں کا مطالبہ اجرت	
۷۶۷	حضرت موسیٰ کا استغفار		۷۴۷	مقابلے کا آغاز	
۷۶۷	گوسالہ پرستوں کی سزا اور قتل مرتد		۷۴۷	ساحرین کی طرف سے جادو کا مظاہرہ	
۷۶۹	ستر سرداروں کے ساتھ کوہ طور پر حاضری		۷۴۷	عصائے موسیٰ کا معجزہ	
۷۶۹	حضرت موسیٰ کی موثر دعا		۷۴۷	ساحرین کا قبول ایمان	

صفحہ نمبر	عنوانات	پارہ نمبر	صفحہ نمبر	عنوانات	پارہ نمبر
۷۹۳	بتوں کی پوجا خلاف عقل ہے		۷۶۹	کوہ طور پر امت محمدیہ کے حق میں اللہ کا ایک وعدہ	
۷۹۳	آنحضرت ﷺ کو مشرکین کی دھمکیاں		۷۷۱	لفظ اُمی کی تشریح	
۷۹۵	آنحضرت ﷺ کو غنوو و درگزر کا حکم		۷۷۱	تورات و انجیل میں آنحضرت ﷺ کا تذکرہ	
۷۹۷	متقین کی ایک خاص صفت		۷۷۱	آنحضرت ﷺ کا دین آسان ہے	
۷۹۷	وقی کی تاخیر پر کفار کا تمسخر		۷۷۳	آنحضرت ﷺ کی نبوت عالمگیر ہے	
۷۹۷	قرآن سننے کے آداب		۷۷۳	بنی اسرائیل کے بارہ قبیلے	
۷۹۷	ذکر اللہ کے آداب		۷۷۵	وادئ تیمہ کے واقعات کا اعادہ	
۷۹۸	سورہ انفال (۸)		۷۷۷	سبت کے حکم سے یہود کی خلاف ورزی	
۷۹۸	سورہ انفال کا تعارف		۷۷۷	ناصحین کا امر بالمعروف	
۷۹۸	جہاد و قتال کی اجازت		۷۷۷	ناصحین کی نجات اور نافرمانوں پر عذاب	
۷۹۹	غزوہ بدر کے اسباب		۷۷۷	نافرمانوں کا بندر بنادیا جانا	
۷۹۹	جہاد میں اقدام و دفاع کا مسئلہ		۷۷۷	یہود کی دائمی محکومی	
۸۰۱	مال غنیمت کس کا حق ہے		۷۷۹	یہود کی فرقہ بازی	
۸۰۱	سچے مومنوں کی صفات		۷۷۹	یہود کی تحریف اور خوش فہمی	
۸۰۳	غزوہ بدر میں اختلاف آراء کا ایک علمی جائزہ		۷۸۱	تورات کے بارے میں اللہ کا عہد	
۸۰۳	بدر میں لشکر کفار سے مقابلہ کی حکمت		۷۸۱	رفع جبل کا واقعہ	
۸۰۵	مسلمانوں کی مدد کیلئے ملائکہ کا نزول		۷۸۲	ربوبیت الہی کا عقیدہ انسان کی سرشت میں داخل ہے	
۸۰۵	میدان بدر میں اللہ کی نعمتیں		۷۸۳	بلعم بن باعور کا عبرتناک واقعہ	
۸۰۷	بدر میں شیاطین اور ملائکہ کے لشکر		۷۸۵	محض علم کسی کام کا نہیں	
۸۰۷	جہاد میں پیٹھ دکھانے کا مسئلہ		۷۸۵	ایک اشکال کا جواب	
۸۰۹	آنحضرت ﷺ کا کنکر یا پھینکنا		۷۸۷	جھٹلانے والے چوپائے کی طرح ہیں	
۸۰۹	کفار سے خطاب		۷۸۷	اسمائے حسنی کے ساتھ دعا کا حکم	
۸۰۹	مسلمانوں کو اللہ اور رسول کی اطاعت کا حکم		۷۸۹	مکذبین کیلئے استدارج اور ڈھیل	
۸۰۹	کفار کی حالت		۷۸۹	آنحضرت ﷺ کی ذات حقانیت کی دلیل ہے	
۸۱۱	بدترین جانور		۷۸۹	قیامت کا علم صرف اللہ کو ہے	
۸۱۱	ان کفار میں قبول حق کی استعداد نہیں ہے		۷۹۱	آنحضرت ﷺ کو علم غیب حاصل نہیں تھا	
۸۱۱	جہاد میں زندگی ہے		۷۹۱	حضرت آدم و حوا اور شرک	

صفحہ نمبر	عنوانات	پارہ نمبر	صفحہ نمبر	عنوانات	پارہ نمبر
۸۳۱	مسلمانوں کی تسلی		۸۱۱	اطاعت میں دیر کرنے سے دل بٹ جاتے ہیں	
۸۳۱	دائمی اسباب اور توکل		۸۱۱	انصیحت کرنے کی اہمیت	
۸۳۱	مالی جہاد		۸۱۳	نعمتوں پر شکر کرنے کا حکم	
۸۳۳	کفار سے صلح کی اجازت		۸۱۳	امانتوں میں خیانت کی ممانعت	
۸۳۳	عربوں میں اتحاد و الفت		۸۱۳	حضرت ابولبابہ اور بنی قریظہ	
۸۳۳	مسلمانوں کیلئے اللہ کافی ہے		۸۱۳	مال اور اولاد فقہ ہیں	
۸۳۵	دس گنا تعداد پر غلبہ کا وعدہ		۸۱۳	تقویٰ کے برکات	
۸۳۵	اس حکم میں تخفیف دو گنی تعداد پر غلبہ کا وعدہ		۸۱۵	آنحضرت ﷺ کے خلاف کفار مکہ کی تدبیر اور ان کا انجام	
۸۳۶	بدر کے قیدیوں کے مسئلہ پر مسلمانوں کی غلطی		۸۱۵	کفار مکہ کا جہل و شقاوت	
۸۳۷	متوقع عذاب کا آنحضرت ﷺ کو نظارہ		۸۱۵	ابو جہل کی دعا	
۸۳۹	مال غنیمت حلال و طیب ہے		۸۱۵	مشرکین پر عذاب کیوں نہیں آیا؟	
۸۳۹	رسول اللہ کے ذریعے قیدیوں سے خطاب		۸۱۷	کعبہ کے متولی کون ہیں	
۸۴۱	دارالحرب کے مسلمانوں کے احکام		۸۱۷	کفار مکہ کی نماز اور انفاق مال	
۸۴۱	کفار ایک دوسرے کے دوست ہیں		۸۱۹	جہاد کے مقاصد	
۸۴۲	سورہ توبہ (۹)		۸۲۱	مال غنیمت کے احکام و مصارف	واعلموا (۱۰)
۸۴۲	مہاجرین و انصار کے فضائل		۸۲۱	یوم بدر فیصلہ کا دن	
۸۴۲	سورہ توبہ اور سورہ انفال کا تعلق		۸۲۱	غزوہ بدر کی مزید تفصیلات	
۸۴۵	کفار و مشرکین کو چار ماہ کی مہلت		۸۲۳	رسول اللہ ﷺ کا خواب	
۸۴۵	عہد شکن قبائل کیلئے کھلا اعلان		۸۲۳	جہاد اور ذکر اللہ	
۸۴۷	مہلت کے بعد کفار کے قتل کا حکم		۸۲۵	صبر و استقامت کا میابی کی کنجی ہے	
۸۴۷	کفار کو پناہ دینے کا حکم		۸۲۵	کفار مکہ کا غرور و نمائش	
۸۴۹	بدعبدوں کا معاملہ		۸۲۵	کفار مکہ کو شیطان کا دھوکہ	
۸۵۱	کفار اگر توبہ کر لیں تو تمہارے بھائی ہیں		۸۲۵	غیبی مدد کو دیکھ کر شیطان کا روفو چکر ہونا	
۸۵۱	بدعہد کفار سے قتال		۸۲۷	مسلمانوں کی شجاعت اور منافقین	
۸۵۳	مشروعیت جہاد کی حکمت		۸۲۷	کفار کی حالت موت کے وقت	
۸۵۳	جہاد کی ایک اور حکمت		۸۲۹	قوموں کی ہلاکت ان کی اپنی وجہ سے ہوتی ہے	
۸۵۵	مساجد کی آبادی کا مفہوم		۸۲۹	کفار بدترین جانور ہیں	
			۸۳۱	عہد شکنوں کے ساتھ معاہدے کے احکام	

صفحہ نمبر	عنوانات	صفحہ نمبر	عنوانات	پارہ نمبر
۸۷۹	آنحضرت ﷺ پر منافقین کا طعن	۸۵۵	سب سے افضل عمل ایمان باللہ اور جہاد ہے	
۸۸۱	زکوٰۃ کے مصارف	۸۵۷	ایمان جہاد اور ہجرت کے انعامات	
۸۸۳	آنحضرت ﷺ کیلئے منافقین کی بدگوئی	۸۵۹	جہاد کی اہمیت اور ضرورت	
۸۸۳	منافقین کا نفاق کھولا جائے گا	۸۵۹	غزوہ حنین میں مسلمانوں کی مدد	
۸۸۵	آنحضرت ﷺ کی منافقین سے باز پرس	۸۶۱	حدود حرم میں مشرکین کے داخلے کی ممانعت	
۸۸۵	اللہ کی آیات سے استہزاء	۸۶۱	اہل کتاب پر جزیہ کا حکم	
۸۸۵	اللہ نے منافقین کو بھلا دیا	۸۶۱	حضرت عزیز کی اہنیت کا دعویٰ	
۸۸۹	پچھلے انبیاء کی تکذیب کا انجام	۸۶۳	اہل کتاب کے علماء و مشائخ کا حال	
۸۸۹	مومنین کی صفات	۸۶۳	اسلام کے غلبہ کا وعدہ	
۸۹۱	اللہ کی رضا تمام نعمتوں سے بڑی ہے	۸۶۵	اہل کتاب کے علماء کی بے دینی	
۸۹۱	منافقین سے سختی کا حکم	۸۶۵	بخیل دولت مندوں کا انجام	
۸۹۱	منافقین کے کفر کی تصدیق	۸۶۷	اشہر حرم اور نسبی کی رسم	
۸۹۱	آنحضرت ﷺ کے قتل کی کوشش	۸۶۷	اشہر حرم میں جہاد کا مسئلہ	
۸۹۳	ثعلبہ بن حاطب کا واقعہ	۸۶۹	غزوہ تبوک کیلئے جہاد کی تاکید	
۸۹۵	منافقین کا استہزاء اور طعن		خارثور اور رسول اللہ کے یار غار حضرت ابو بکر	
۸۹۵	منافقین کیلئے استغفار عبد اللہ بن ابی کی نماز جنازہ	۸۷۱	صدیق رضی اللہ عنہ کا واقعہ	
۸۹۷	منافقین کی سزا	۸۷۱	منافقین کے حیلے بہانے	
۸۹۷	منافقین کو جہاد میں شریک کرنے کی ممانعت	۸۷۳	منافقین کو آنحضرت ﷺ کی اجازت	
۸۹۹	منافقین کی نماز جنازہ کی ممانعت	۸۷۳	جہاد سے منہ پھیرنے والے مومن نہیں ہیں	
۸۹۹	جہاد سے جان چرانا	۸۷۳	منافقین کی حالت	
۹۰۱	مومنین کے فضائل	۸۷۷	منافقین کو جواب	
۹۰۱	معدرون اور قاعدون	۸۷۷	منافقین کے نفقات قبول نہیں	
۹۰۱	مسلمان معذورین کا عذر	۸۷۹	کفار کی ظاہری خوشحالی کی وجہ	
۹۰۳	معذور صحابہ کا بے مثال شوق جہاد	۸۷۹	منافقین کے نفاق کی وجہ	



اللَّهُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ وَبَارِكْ عَلَى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ

www.ahlehaq.org

سُورَةُ الْفَاتِحَةِ مَكِّيَّةٌ

سورۃ فاتحہ مکہ میں نازل ہوئی

وہی سَبْعُ آيَاتٍ رُكُوعَهَا

اور اس میں سات آیتیں اور ایک رکوع ہے

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بے حد مہربان نہایت رحم والا ہے

الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ ۝۱ الرَّحْمٰنِ

سب تعریفیں اللہ کے لیے ہیں جو پالنے والا سارے جہان کا بے حد مہربان

الرَّحِیْمِ ۝۲ مَلِکِ یَوْمِ الدِّیْنِ ۝۳

نہایت رحم والا مالک روز جزا کا

اِیَّاكَ نَعْبُدُ وَ اِیَّاكَ نَسْتَعِیْنُ ۝۴

تیری ہی ہم بندگی کرتے ہیں اور تجھی سے مدد چاہتے ہیں

اِهْدِنَا الصِّرَاطَ السُّتَقِیْمَ ۝۵ صِرَاطَ

بتلا ہم کو راہ سیدھی راہ

الَّذِیْنَ اَنْعَمْتَ عَلَیْهِمْ ۝۶ غَیْرِ

ان لوگوں کی جن پر تو نے فضل فرمایا جن پر نہ

الْبَغْضُوْبِ عَلَیْهِمْ وَ لَا الضَّالِّیْنَ ۝۷

تیرا غصہ ہوا اور نہ وہ گمراہ ہوئے

الْمَنْزِلِ

الْبَغْضُوْبِ

سورۃ فاتحہ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

رحمن اور رحیم دونوں مبالغہ کے صیغے ہیں اور رحمن میں رحیم سے زیادہ مبالغہ ہے ترجمہ میں ان سب باتوں کا لحاظ ہے۔

ہر تعریف اللہ کی ہے | یعنی سب تعریفیں عمدہ سے عمدہ اول سے آخر تک جو ہوئی ہیں اور جو ہوگی خدا ہی کو لائق ہیں۔ کیونکہ ہر نعمت اور ہر چیز کا پیدا کرنے والا اور عطا کرنے والا وہی ہے خواہ بلا واسطہ عطا فرمائے یا بواسطہ جیسے دھوپ کی وجہ سے اگر کسی کو حرارت یا نور پہنچے تو حقیقت میں آفتاب کا فیض ہے۔ شعر

حمد را با تو نسبتے ست درست
بر در ہر کہ رفت بر در تست

تو اب اس کا یہ ترجمہ کرنا کہ (ہر طرح کی تعریف خدا ہی کو سزاوار ہے) بڑی کوتاہی کی بات ہے جس کو اہل فہم خوب سمجھتے ہیں۔
عالمین کے معنی | مجموعہ مخلوقات کو عالم کہتے ہیں اور اسی لئے اس کی جمع نہیں لاتے۔ مگر آیت میں عالم سے مراد ہر جنس (مثلاً عالم جن، عالم ملائکہ، عالم انس وغیرہ وغیرہ) ہیں۔ اس لیے جمع لائے تاکہ جملہ افراد عالم کا مخلوق جناب باری ہونا خوب ظاہر ہو جائے۔

اس کے خاص کرنے کی اول وجہ تو یہی ہے کہ اس دن بڑے بڑے امور پیش آئیں گے ایسا خوفناک روز جو نہ پہلے ہوا نہ آگے کو ہوگا دوسرے اس روز بجز ذات پاک حق تعالیٰ کے کسی کو ملک و حکومت ظاہری بھی تو نصیب نہ ہوگی
لِیَٰسِئِ الْمُلْکِ الْیَوْمَ لِلّٰهِ الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ

صرف اللہ سے استعانت | اس آیت شریفہ سے معلوم ہوا کہ اس کی ذات پاک کے سوا کسی سے حقیقت میں مدد مانگنی بالکل ناجائز ہے۔ ہاں اگر کسی مقبول بندہ کو محض واسطہ رحمت الہی اور غیر مستقل سمجھ کر استعانت ظاہری اس سے کرے تو یہ جائز ہے کہ یہ استعانت درحقیقت حق تعالیٰ ہی سے استعانت ہے۔

اہل انعام اور اہل غضب | جن پر انعام کیا گیا وہ چار فرقے ہیں نبیین و صدیقین و شہداء و صالحین کلام اللہ میں دوسرے موقع پر اس کی تصریح ہے اور المفضوب علیہم سے یہود اور ضالین سے نصاریٰ مراد ہیں۔ دیگر آیات و روایات اس پر شاہد ہیں اور صراط مستقیم سے محرومی کل دو طرح پر ہوتی ہے۔ عدم علم یا جان بوجہ کر کوئی فرقہ گمراہ اگلا پچھلا ان دو سے خارج نہیں ہو سکتا سو نصاریٰ تو وجہ اول میں اور یہود دوسری میں ممتاز ہیں۔

قرآن میں سورۃ فاتحہ کی حیثیت | یہ سورت خدا تعالیٰ نے بندوں کی زبان سے فرمائی کہ جب ہمارے دربار میں حاضر ہو تو ہم سے یوں سوال کیا کرو اس لیے اس سورت کا ایک نام تعلیم مسئلہ بھی ہے۔ اس سورت کے ختم پر لفظ امین کہنا مسنون ہے اور یہ لفظ قرآن شریف سے خارج ہے۔ معنی اس لفظ کے یہ ہیں کہ ”الہی ایسا ہی ہو“۔ یعنی مقبول بندوں کی پیروی اور نافرمانوں سے علیحدگی میسر ہو اس سورت کے اول نصف میں اللہ تعالیٰ کی ثناء صفت اور دوسرے حصہ میں بندہ کے لیے دعا ہے۔ فائدہ غیر المفضوب الخ..... اللہین کا بدل ہے یا اس کی صفت ہے اس لیے اس کے مناسب ترجمہ کیا گیا۔ بعض تراجم دہلویہ میں جو اس کا ترجمہ کیا ہے خلاف ترکیب و خلاف مقصود ہے۔

سُورَةُ الْبَقَرَةِ مَانِيَةٌ

سورة بقرہ مدینہ میں نازل ہوئی

وَهُمْ مَائِنَانِ وَرِسْتٌ وَمَنْ تَزَلُّوا فِيهِ فَالْجُزْءُ الْكُفْرَانِ

اور اس میں دو سو چھیالیس آیتیں اور چالیس رکوع ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بے حد مہربان نہایت رحم والا ہے

الْم ۱ ذٰلِكَ الْكِتٰبُ لَا رَيْبَ فِيْهِ

اس کتاب میں کچھ شک نہیں

هُدًى لِّلْمُتَّقِیْنَ ۲ الَّذِیْنَ یُؤْمِنُوْنَ

راہ بتلاتی ہے ڈرنے والوں کو جو کہ یقین کرتے ہیں

بِالْغَیْبِ وَ یُقِیْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَ مِمَّا

بے دیکھی چیزوں کا اور قائم رکھتے ہیں نماز کو اور جو

رَزَقْنٰهُمْ یُنْفِقُوْنَ ۳ وَالَّذِیْنَ یُؤْمِنُوْنَ

ہم نے روزی دی ہے اس کو اس میں سے خرچ کرتے ہیں اور وہ لوگ جو

بِمَا اُنزِلَ اِلَیْكَ وَ مَا اُنزِلَ مِنْ

ایمان لائے اس پر کہ جو کچھ نازل ہوا تیری طرف اور اس پر کہ جو کچھ نازل ہوا

قَبْلِكَ ۴ وَ بِالْاٰخِرَةِ هُمْ یُوقِنُوْنَ ۵

تجھ سے پہلے اور آخرت کو وہ یقین جانتے ہیں

سورۃ بقرہ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

❖ **حروف مقطعات** | ان حروف کو مقطعات کہتے ہیں ان کے اصلی معنی تک اوروں کی رسائی نہیں۔ بلکہ یہ بھید ہے اللہ اور رسول کے درمیان جو بوجہ مصلحت و حکمت ظاہر نہیں فرمایا۔ اور بعض اکابر سے جو ان کے معنی منقول ہیں اس سے صرف تمثیل و تشبیہ و تسہیل مقصود ہے۔ یہ نہیں کہ مراد حق تعالیٰ یہ ہے۔ تو اب اس کو رائے شخصی کہہ کر تغلیط کرنا محض شخصی رائے ہے جو تحقیق علماء کے بالکل خلاف ہے۔

❖ **قرآن میں شک نہ ہونے کا مطلب** | یعنی اس کے کلام الہی ہونے اور اس کے جملہ مضامین کے واقعی ہونے میں کچھ شبہ نہیں۔ جاننا چاہئے کہ کسی کلام میں اشتباہ ہونے کی دو صورتیں ہیں۔ یا تو خود اس کلام میں کوئی غلطی اور خرابی ہو، یا سننے والے کے فہم میں خلل ہو۔ اول صورت میں محل ریب یہ کلام ہے اور دوسری صورت میں محل ریب حقیقت میں سمجھنے والے کا فہم ہے۔ کلام بالکل حق ہے گو اس کو اپنی نافرمانی سے وہ کلام محل ریب معلوم ہو۔ سو اس آیت میں ریب کی صورت اول کی نفی فرمائی ہے تو اب یہ شبہ کہ کلام اللہ کے کلام الہی اور حق ہونے میں تو سب کفار کو ریب و انکار تھا پھر اس نفی کے کیا معنی، بالکل جاتا رہا۔ باقی رہی صورت ثانی اس کو آگے چل کر فرما دیا گیا وان کنتم فی ریب الخ.....

❖ یہاں سے اخیر قرآن تک جواب ہے اٰھْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ کا جو سوال بندہ کی طرف سے ہوا تھا۔

❖ **مومنین کی صفات** | یعنی جو بندے اپنے خدا سے ڈرتے ہیں ان کو یہ کتاب راستہ بتلاتی ہے کیونکہ جو اپنے خدا سے خائف ہوگا اس کو امور مرضیہ اور غیر مرضیہ یعنی طاعت و معصیت کی ضرورت تلاش ہوگی اور جس نافرمان کے دل میں خوف ہی نہیں اس کو طاعت کی کیا فکر اور معصیت سے کیا اندیشہ۔

❖ یعنی جو چیزیں ان کے عقل و حواس سے مخفی ہیں (جیسے دوزخ، جنت، ملائکہ وغیرہ) ان سب کو اللہ اور رسول کے ارشاد کی وجہ سے حق اور یقینی سمجھتے ہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ ان امور غائبہ کا منکر ہدایت سے محروم ہے۔

❖ اقامت صلوٰۃ کا یہ مطلب ہے کہ ہمیشہ رعایت حقوق کے ساتھ وقت پر ادا کرتے ہیں۔

❖ سب طاعتوں کی اصل تین ہیں۔ اول جو باتیں دل سے تعلق رکھتی ہیں، دوسری بدن سے، تیسری مال سے سو اس آیت میں ہر سہ اصول کو ترتیب وار لے لیا۔

❖ اس سے پہلی آیت میں ان لوگوں کا بیان تھا جن مشرکین نے ایمان قبول کیا (یعنی اہل مکہ) اور اس آیت میں ان کا بیان ہے جو اہل کتاب (یعنی یہود و نصاریٰ) مشرف باسلام ہوئے۔

أُولَٰئِكَ عَلَىٰ هُدًى مِّن رَّبِّهِمْ وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ ﴿۵﴾

وہی لوگ ہیں ہدایت پر اپنے پروردگار کی طرف سے اور وہی ہیں مراد کو پہنچنے والے

إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا سَوَاءٌ عَلَيْهِمْ ءَأَنذَرْتَهُمْ أَمْ لَمْ

پیشک جو لوگ کافر ہو چکے برابر ہے ان کو تو ڈرائے یا نہ

تُنذِرُهُمْ لَا يُؤْمِنُونَ ﴿۶﴾ خَتَمَ اللَّهُ عَلَىٰ قُلُوبِهِمْ وَعَلَىٰ

ڈرائے وہ ایمان نہ لائیں گے مہر کر دی اللہ نے ان کے دلوں پر اور

سَمِعِهِمْ وَعَلَىٰ أَبْصَارِهِمْ غِشَاوَةٌ وَلَهُمْ عَذَابٌ

ان کے کانوں پر ان کی آنکھوں پر پردہ ہے اور ان کے لئے عذاب

عَظِيمٌ ﴿۷﴾ وَمِنَ النَّاسِ مَن يَقُولُ آمَنَّا بِاللَّهِ وَ

عذاب ہے اور لوگوں میں کچھ ایسے بھی ہیں جو کہتے ہیں ہم ایمان لائے اللہ پر اور

بِالْيَوْمِ الْآخِرِ وَمَا هُمْ بِمُؤْمِنِينَ ﴿۸﴾ يُخَدِّعُونَ اللَّهَ وَ

دن قیامت پر اور وہ ہرگز مومن نہیں دغا بازی کرتے ہیں اللہ سے اور

الَّذِينَ آمَنُوا وَمَا يُخَدِّعُونَ إِلَّا أَنفُسَهُمْ وَمَا يَشْعُرُونَ ﴿۹﴾

ایمان والوں سے اور دراصل کسی کو دغا نہیں دیتے مگر اپنے آپ کو اور نہیں سوچتے

فِي قُلُوبِهِمْ مَّرَضٌ فَزَادَهُمُ اللَّهُ مَرَضًا وَلَهُمْ عَذَابٌ

ان کے دلوں میں بیماری ہے پھر بڑھادی اللہ نے ان کی بیماری اور ان کے لئے عذاب

أَلِيمٌ ﴿۱۰﴾ وَإِذَا قِيلَ لَهُمْ لَا

دروناک ہے اس بات پر کہ جھوٹ کہتے تھے اور جب کہا جاتا ہے ان کو

❖ یعنی اہل ایمان کے دونوں گروہ مذکورہ بالا دنیا میں ان کو ہدایت نصیب ہوئی اور آخرت میں ان کو ہر طرح کی مراد ملے گی جس سے معلوم ہو گیا کہ جو نعمت ایمان اور اعمال حسنہ سے محروم رہے ان کی دنیا و آخرت دونوں برباد ہیں۔ اب ان دونوں فریق مومنین سے فارغ ہو کر اس کے آگے کفار کی حالت بیان کی جاتی ہے۔

❖ کفار کی حالت | ان کفار سے خاص وہ لوگ مراد ہیں جن کے لیے کفر مقرر ہو چکا اور دولت ایمان سے ہمیشہ کے لیے محروم کر دیے گئے (جیسے ابو جہل۔ ابولہب وغیرہ) ورنہ ظاہر ہے کہ بہت سے لوگ جو کافر تھے مشرف باسلام ہوئے اور ہوتے رہتے ہیں۔

❖ منافقین کی صفات | ان کے دلوں پر مہر کر دی (یعنی حق بات کو نہیں سمجھتے) اور کانوں پر مہر کر دی (یعنی سچی بات کو متوجہ ہو کر نہیں سنتے) اور آنکھوں پر پردہ ہے (یعنی راہِ حق کو نہیں دیکھتے) کفار کا بیان ختم ہو گیا۔ اب منافقوں کا حال اس کے بعد تیرہ آیتوں میں ذکر کیا جاتا ہے۔

❖ یعنی دل سے ایمان نہیں لائے جو حقیقت میں ایمان ہے صرف زبان سے فریب دینے کے لئے اظہارِ ایمان کرتے ہیں۔

❖ یعنی ان کی فریب بازی نہ خدائے تعالیٰ کے اوپر چل سکتی ہے کہ وہ عالم الغیب ہے اور نہ مومنین پر کہ حق تعالیٰ مومنین کو بواسطہ پیغمبر اور دیگر دلائل و قرائن کے منافقین کے فریب سے آگاہ فرما دیتا ہے بلکہ ان کی فریب بازی کا وبال اور اس کی خرابی حقیقت میں ان ہی کو پہنچتی ہے مگر وہ اس کو اپنی غفلت اور جہالت اور شرارت سے نہیں سوچتے اور نہیں سمجھتے۔ اگر غور کریں تو سمجھ لیں کہ اس فریب بازی سے مسلمانوں کو نقصان نہیں پہنچتا بلکہ اس کا نتیجہ خراب ہم کو پہنچ رہا ہے۔ حضرت شاہ صاحب قدس سرہ، (شاہ عبد القادر صاحب) کے فہم کی نزاکت ہے کہ یہاں بشعرون کا ظاہر ترجمہ چھوڑ کر اس کا ترجمہ بوجھنا یعنی سوچنا فرمایا۔

❖ یعنی ان کے دلوں میں نفاق اور دین اسلام سے نفرت اور مسلمانوں سے حسد اور عناد یہ مرض پہلے سے موجود تھے۔ اب نزولِ قرآن اور ظہور شوکتِ اسلام اور ترقی و نصرتِ اہل اسلام کو دیکھ دیکھ کر ان کی وہ بیماری اور بڑھ گئی۔

❖ ایمان کا جھوٹا دعویٰ | اس جھوٹ کہنے سے وہی اسلام کا جھوٹا دعویٰ امننا باللہ والیوم الآخر مراد ہے جو اوپر گزر چکا یعنی عذابِ الیم حقیقت میں ان کے نفاق کی سزا ہے نہ مطلق جھوٹ بولنے کی۔ شاہ صاحب کو اسی بار یک فرق پر متنبہ فرمانا منظور ہے جو یکذبون کا ترجمہ جھوٹ بولنے کی جگہ ”جھوٹ کہنا“ فرماتے ہیں۔ فجزاہ اللہ ما ادق نظرف۔

تُفْسِدُوا فِي الْأَرْضِ ۗ قَالُوا إِنَّمَا نَحْنُ مُصْلِحُونَ ﴿۱۱﴾

فساد ڈالنے والے ہیں ملک میں تو کہتے ہیں ہم تو اصلاح کرنے والے ہیں

إِنَّمَا أَنْتُمْ مُفْسِدُونَ وَلَكِن لَّا يَشْعُرُونَ ﴿۱۲﴾ وَإِذَا

جان لو وہی ہیں خرابی کرنے والے لیکن نہیں سمجھتے اور جب

قِيلَ لَهُمْ آمِنُوا كَمَا آمَنَ النَّاسُ قَالُوا أَنُؤْمِنُ

کہا جاتا ہے ان کو ایمان لاؤ جس طرح ایمان لانے سب لوگ تو کہتے ہیں کیا ہم ایمان لائیں

كَمَا آمَنَ السُّفَهَاءُ ۗ إِنَّمَا أَنْتُمْ مُسْتَهْزَؤُونَ ﴿۱۳﴾ وَإِذَا لَقُوا الَّذِينَ آمَنُوا قَالُوا آمَنَّا وَ

جس طرح ایمان لائے بیوقوف جان لو وہی ہیں بیوقوف لیکن

لَا يَعْلَمُونَ ﴿۱۴﴾ وَإِذَا لَقُوا الَّذِينَ آمَنُوا قَالُوا آمَنَّا وَ

نہیں جانتے اور جب ملاقات کرتے ہیں مسلمانوں سے تو کہتے ہیں ہم ایمان لائے ہیں اور

إِذَا خَلَوْا إِلَىٰ شُيُطَانِهِمْ قَالُوا إِنَّا مَعَكُمْ إِنَّمَا نَحْنُ

جب تنہا ہوتے ہیں اپنے شیطانوں کے پاس تو کہتے ہیں کہ بیشک ہم تمہارے ساتھ ہیں ہم

مُسْتَهْزَؤُونَ ﴿۱۵﴾ اللَّهُ يَسْتَهْزِئُ بِرِمِّمٍ وَيَدُلُّهُمْ فِي طُغْيَانِهِمْ

تو ہنسی کرتے ہیں (یعنی مسلمانوں سے) اللہ ہنسی کرتا ہے ان سے اور ترقی دیتا ہے ان کو ان کی سرکشی میں (اور)

يَعْبَهُونَ ﴿۱۶﴾ أُولَٰئِكَ الَّذِينَ اشْتَرُوا الضَّلَالَةَ بِالْهُدَىٰ

حالت یہ ہے کہ وہ عقل کے اندھے ہیں یہ وہی ہیں جنہوں نے مولیٰ گمراہی ہدایت کے بدلے

﴿فساد فی الارض﴾ خلاصہ یہ ہے کہ منافقین بچند وجوہ فساد پھیلاتے تھے۔ اول تو خواہشات نفسانیہ میں منہمک تھے اور انقیاد و ادب م

شرعیہ سے کاہل اور متنفر تھے، دوسرے مسلمانوں اور کافروں دونوں کے پاس آتے جاتے تھے اور اپنی قدر و منزلت بڑھانے کو ہر ایک

کی باتیں دوسروں تک پہنچاتے رہتے تھے، تیسرے کفار سے نہایت مدارات و مخالطت سے پیش آتے تھے اور امور دین کی مخالفت پر

کفار پر اصلاً مزاحمت نہ کرتے تھے اور کفار کے اعتراضات و شبہات کو جو دین کی باتوں پر ہوتے تھے مسلمانوں کو رو برو نقل کرتے تھے تاکہ ضعیف الاعتقاد اور ضعیف الفہم احکام شرعیہ میں متردد ہو جائیں اور جب کوئی ان فسادات سے ان کو منع کرتا تو جواب دیتے تھے کہ ہم تو اصلاح کرنے والے ہیں اور چاہتے ہیں کہ تمام قوم اور ملک مثل زمانہ سابق شیر و شکر ہو کر رہیں اور دین جدید کی وجہ سے جو مخالفت بڑھ گئی ہے بالکل جاتی رہے چنانچہ ہر زمانہ میں دنیا طلب ہو پرست ایسا ہی کہا کرتے ہیں۔

یعنی اصلاح تو حقیقت میں یہ ہے کہ دین حق جملہ ادیان پر غالب ہو اور جملہ اغراض و منافع دنیوی سے احکام شرعیہ کی رعایت زیادہ کی جائے اور دربارہ دین کسی کی موافقت و مخالفت کی پروا نہ ہو "خاک بردلداری اغیار پاش" منافقین بحیلہ مصالحت و مصلحت اندیشی جو کچھ کرتے ہیں وہ حقیقت میں فساد محض ہے مگر ان کو اس کا شعور نہیں۔

یعنی اپنے دلوں میں یہ کہتے تھے یا آپس میں یا ان ضعیفائے مسلمین سے جو کسی وجہ سے ان کے راز دار بن رہے تھے۔

نبیاء کبارہ سے مسلمانوں کو کہ احکام خداوندی پر دل سے ایسے فدا تھے کہ لوگوں کی مخالفت اور اس کے نتائج بد سے اور انقلاب زمانہ کی مضمرات گونا گوں سے اپنا بچاؤ نہ کرتے تھے بخلاف منافقین کے کہ مسلمان و کفار سب سے ظاہر بنا رکھا تھا اور اغراض نفسانی کے سبب آخرت کا کچھ فکر نہ تھا۔ مصلحت بینی اس درجہ غالب تھی کہ ایمان و پابندی احکام شرع کی ضرورت نہ سمجھتے تھے فقط دعویٰ زبانی اور ضروری اعمال بجزوری ادا کر لینے پر قناعت تھی۔

منافقین ہی بے وقوف ہیں | یعنی بیوقوف حقیقت میں منافقین ہی ہیں کہ مصالح و اغراض دنیوی پادر ہوا کی وجہ سے آخرت کا خیال نہ کیا فانی کو لینا اور باقی کو چھوڑنا کس قدر حماقت ہے اور مخلوقات سے ڈرنا کہ جن سے ہزار طرح اپنا بچاؤ کر سکتے ہیں اور علام الغیوب سے نہ ڈرنا کہ جہاں کسی طرح کوئی امر پیش ہی نہ جاسکے کتنی جہالت ہے اور صلح کل کیسے کہ جس میں احکم الحاکمین اور اس کے مقبول بندوں سے مخالفت کی جاتی ہے مگر منافقین اس درجہ بیوقوف ہیں کہ ایسی موٹی بات بھی نہیں سمجھتے۔

شیاطین (یعنی شریاؤگ) مراد ان سے یا تو وہ کفار ہیں جو اپنے کفر کو سب پر ظاہر کرتے تھے یا وہ منافقین مراد ہیں جو ان میں رئیس سمجھے جاتے تھے۔

یعنی کفر و اعتقاد دین کے معاملہ میں ہم بالکل تمہارے ساتھ ہیں تم سے کسی حالت میں جدا نہیں ہو سکتے

مومنین سے استہزاء | یعنی ظاہری موافقت جو ہم مسلمانوں سے کرتے ہیں اس سے یہ نہ سمجھنا کہ ہم واقع میں ان کے موافق ہیں۔

ہم تو ان سے تمسخر کرتے ہیں اور ان کی بیوقوفی سب پر ظاہر کرتے ہیں کہ باوجودیکہ ہمارے افعال ہمارے اقوال کے مخالف ہیں مگر وہ اپنی بیوقوفی سے صرف ہماری زبانی باتوں پر ہم کو مسلمان سمجھ کر ہمارے مال اور اولاد پر ہاتھ نہیں ڈالتے اور مال غنیمت میں ہم کو شریک کر لیتے ہیں اور اپنی اولاد سے ہمارا نکاح کر دیتے ہیں اور ہم ان کے راز کی باتیں اڑلاتے ہیں اور وہ اس پر بھی ہمارے فریب کو نہیں سمجھتے۔

چونکہ اللہ تعالیٰ نے مومنین کو فرمایا کہ منافقین کے ساتھ مسلمانوں کا سا معاملہ کرو ان کے جان و مال سے ہرگز تعرض نہ کرو اس سے منافقین اپنی حماقت سے سمجھ گئے کہ ایمان لانے سے جو فائدہ مسلمانوں کو ہوا وہ سب فوائد ہم کو بھی صرف زبانی اظہار اسلام سے حاصل ہو گئے اس وجہ سے بالکل مطمئن ہو گئے حالانکہ انجام کار یہ امر منافقین کو سخت بلا میں پھنسانے والا ہے اس کا انجام نہایت خراب ہے تو اب انصاف کیجئے کہ حقیقت میں تمسخر مسلمانوں کا ہوا یا منافقین کا اور یا تمسخر کرنے کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اس تمسخر کا بدلہ اور سزا ان کو دے گا۔

یعنی اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان کو ڈھیل دی گئی حتیٰ کہ انہوں نے سرکشی میں خوب ترقی کی اور ایسے بیکے کہ اس کا انجام کچھ نہ سوچا اور خوش ہوئے کہ ہم مسلمانوں سے ہنسی کرتے ہیں حالانکہ معاملہ بالعکس تھا جاننا چاہئے کہ آیت میں فی طغیانہم فعل یمدہم کے متعلق ہے مگر تراجم دہلویہ جدیدہ میں اس کو یمدہون کے متعلق کر دیا (جس سے معنی بگڑ کر معتزلہ کے موافق اور اہل سنت کے خلاف اور استعمال اہل عرب کے مخالف ہو گئے) جو غلط ہے اور جاننے والے اس کو خوب جانتے ہیں۔

فَمَا رِيحَتْ تِجَارَتُهُمْ وَمَا كَانُوا مُهْتَدِينَ ﴿۱۶﴾

سونا فتح نہ ہوئی ان کی سوداگری اور نہ ہوئے راہ پانے والے

مَثَلُهُمْ كَمَثَلِ الَّذِي اسْتَوْقَدَ نَارًا، فَلَمَّا أَضَاءَتْ

ان کی مثال اس شخص کی سی ہے جس نے آگ جلائی پھر جب روشن کر دیا آگ نے

مَا حَوْلَهُ ذَهَبَ اللَّهُ بِنُورِهِمْ وَتَرَكَّهُمْ فِي ظُلُمَاتٍ

اس کے آس پاس کو تو زائل کر دی اللہ نے ان کی روشنی اور چھوڑا ان کو اندھیروں میں

لَا يُبْصِرُونَ ﴿۱۷﴾ صُمُّ بَكُمْ عَمَىٰ فَهُمْ لَا يَرْجِعُونَ ﴿۱۸﴾

کہ کچھ نہیں دیکھتے بہرے ہیں گونگے ہیں اندھے ہیں سو وہ نہیں لوٹیں گے

أَوْ كَصَيْبٍ مِّنَ السَّمَاءِ فِيهِ ظُلُمَاتٌ وَرَعْدٌ وَبَرْقٌ

یا ان کی مثال ایسی ہے جیسے زور سے مینہ پڑ رہا ہو آسمان سے اس میں اندھیرے ہیں اور گرج اور بجلی

يَجْعَلُونَ أَصَابِعَهُمْ فِي آذَانِهِمْ مِنَ الصَّوَاعِقِ حُدُورًا

دیتے ہیں انگلیاں اپنے کانوں میں مارے کڑک کے موت کے ڈر

الْمَوْتِ ۗ وَاللَّهُ مُحِيطٌ بِالْكَافِرِينَ ﴿۱۹﴾ يَكَادُ الْبَرْقُ

سے اور اللہ احاطہ کرنے والا ہے کافروں کا قریب ہے کربلی

يَخْطِفُ أَبْصَارَهُمْ، كُلَّمَا أَضَاءَ لَهُمْ مِّشْوَاهُ ۗ وَإِذَا

اچک لے ان کی آنکھیں جب چمکتی ہے ان پر تو چلنے لگتے ہیں اس کی روشنی میں اور جب

أَظْلَمَ عَلَيْهِمْ قَامُوا، وَلَوْ شَاءَ اللَّهُ لَذَهَبَ بِسَمْعِهِمْ

اندھیرا ہوتا ہے تو کھڑے رہ جاتے ہیں اور اگر چاہے اللہ تو لے جائے ان کے کان

◆ گھائے کی تجارت | تجارت سے مراد وہی گمراہی کا ہدایت کے بدلے مول لینا ہے جو اس سے پہلے مذکور ہے۔

◆ یعنی منافقین نے بظاہر ایمان قبول کیا اور دل میں کفر کو رکھا جس کی وجہ سے آخرت میں خراب اور دنیا میں خوار ہوئے کہ حق تعالیٰ نے اپنے کلام پاک میں ان کے احوال پر سب کو مطلع فرما دیا۔ ایمان لاتے تو دارین میں سرخرو ہوتے تو اب ان کی تجارت نے کوئی نفع ان کو نہ پہنچایا نہ دنیا کا اور نہ آخرت کا اور وہ کچھ نہ سمجھے کہ مجرد ایمان زبانی کو کافی اور نافع سمجھ کر اس خرابی اور رسوائی میں گرفتار ہوئے۔ اب ان منافقین کے مناسب حال دو مثالیں بیان فرمائی ہیں۔

◆ منافقین کی پہلی مثال | یعنی منافقوں کی مثال ایسی ہے کہ کوئی شخص اندھیری گھٹا گھوڑی میں آگ روشن کرے جنگل میں راستہ دیکھنے کو اور جب آگ روشن ہو گئی اور راستہ نظر آنے کو ہو تو خدا تعالیٰ نے اس کو بچھا دیا اور اندھیری رات میں جنگل میں کھڑا رہ گیا کہ کچھ نظر نہیں آتا۔ ایسے ہی منافقین نے مسلمانوں کے خوف سے کلمہ شہادت کی روشنی سے کام لینا چاہا مگر سردست کچھ فائدہ حقیر (مثل حفظ جان و مال) اٹھانے پائے تھے کہ نور کلمہ شہادت اور منافع سب نیست و نابود ہو گئے اور مرتے ہی عذاب الیم میں مبتلا ہو گئے۔

◆ یعنی بہرے ہیں جو سچی بات نہیں سنتے گونگے ہیں جو سچی بات نہیں کہتے۔ اندھے ہیں جو اپنے نفع و نقصان کو نہیں دیکھتے۔ سو جو شخص بہرا بھی ہو اور گونگا بھی ہو وہ کس طرح راہ پر آئے صرف اندھا ہو تو کسی کو پکارے یا کسی کی بات سنے تو اب ان سے ہرگز توقع نہیں کہ گمراہی سے حق کی طرف لوٹیں۔

◆ دوسری مثال | ان منافقین کی ان لوگوں کی سی ہے کہ ان پر آسمان سے مین شدت کے ساتھ پڑ رہا ہو اور کئی طرح کی تاریکی اس میں ہو۔ مثلاً بادل بھی تو برتو بہت غلیظ و کثیف ہے اور قطرات ابر کی بھی بہت کثرت اور ہجوم ہے اور رات بھی اندھیری ہے اور تاریکی شدید کے ساتھ بجلی کی کڑک اور چمک بھی ایسی ہولناک ہے کہ وہ لوگ موت کے خوف سے کانوں میں انگلیاں دیتے ہیں کہ آواز کی شدت سے دم نہ نکل جائے۔ اسی طرح منافقین تکالیف و تہدیدات شرعیہ کو سن کر اور اپنی خواری و رسوائی کو دیکھ کر اور اغراض و مصالح دنیوی کو خیال کر کر عجیب کشمکش اور خوف و پریشانی میں مبتلا ہیں اور اپنی بیہودہ تدبیروں سے اپنا بچاؤ کرنا چاہتے ہیں۔ مگر حق تعالیٰ کی قدرت سب طرف سے کفار کا احاطہ کئے ہوئے ہے اس کی گرفت و عذاب سے وہ کسی طرح بچ نہیں سکتے۔

وَأَبْصَارِهِمْ إِنَّ اللَّهَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ﴿۴﴾ يَا أَيُّهَا

اور آنکھیں بیشک اللہ ہر چیز پر قادر ہے

النَّاسُ اعْبُدُوا رَبَّكُمُ الَّذِي خَلَقَكُمْ وَالَّذِينَ مِنْ

لوگو بندگی کرو اپنے رب کی جس نے پیدا کیا تم کو اور ان کو

قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ ﴿۵﴾ الَّذِي جَعَلَ لَكُمُ الْأَرْضَ

تم سے پہلے تھے تاکہ تم پر بیزار بن جاؤ جس نے بنایا واسطے تمہارے زمین کو

فِرَاشًا وَالسَّمَاءَ بِنَاءً ۖ وَأَنْزَلَ مِنَ السَّمَاءِ مَاءً فَأَخْرَجَ

بکھوٹا اور آسمان کو چھت اور اتارا آسمان سے پانی نچرانا ہے

بِهِ مِنَ الشَّجَرِ رِزْقًا لَّكُمْ ۖ فَلَا تَجْعَلُوا لِلَّهِ أُندَادًا ۗ وَ

اس سے میوے تمہارے کھانے کے واسطے سونے ٹھہراؤ کسی کو اللہ کے مقابل

أَنْتُمْ تَعْلَمُونَ ﴿۶﴾ وَإِنْ كُنْتُمْ فِي رَيْبٍ مِّمَّا نَزَّلْنَا عَلَىٰ

تم تو جانتے ہو اور اگر تم شک میں ہو اس کلام سے جو اتارا ہم نے

عَبْدِنَا فَاتُوا بِسُورَةٍ مِّمَّنْ مِثْلِهِ ۖ وَادْعُوا شُهَدَاءَكُمْ

اپنے بندہ پر تو لے آؤ ایک سورت اس جیسی اور بلاؤ اس کو جو تمہارا مددگار ہو

مَنْ دُونِ اللَّهِ إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ ﴿۷﴾ فَإِنْ لَمْ تَفْعَلُوا

اللہ کے سوا اگر تم سچے ہو پھر اگر ایسا نہ کر سکو

وَلَنْ تَفْعَلُوا فَاتَّقُوا النَّارَ الَّتِي وَقُودُهَا النَّاسُ وَ

اور ہرگز نہ کر سکو تو پھر بچو اس آگ سے جس کا ایندھن آدمی اور

حاصل یہ ہے کہ منافقین اپنی ضلالت اور ظلماتی خیال میں مبتلا ہیں لیکن جب غلبہ نور اسلام اور ظہور معجزات کو یہ دیکھتے ہیں اور تاکید و تہدید شرعی سنتے ہیں تو متنبہ ہو کر ظاہر میں صراط مستقیم کی طرف متوجہ ہو جاتے ہیں اور جب کوئی اذیت و مشقت دنیوی نظر آتی ہے تو کفر پراڑ جاتے ہیں جیسے شدت باراں اور تارکی میں بجلی چمکی تو قدم رکھ لیا پھر کھڑے ہو گئے مگر چونکہ اُس کو سب کا علم ہے اور اس کی قدرت سے کوئی چیز باہر نہیں تو ایسے حیلوں اور تدبیروں سے کیا کام نکل سکتا ہے۔ فائدہ سورت کے اول سے یہاں تک تین طرح کے لوگوں کا ذکر فرمایا۔ اول مومنوں کا پھر کافروں کا (جن کے دلوں پر مہر ہے کہ ہرگز ایمان نہ لائیں گے) تیسرے منافقوں کا (جو دیکھنے میں مسلمان ہیں مگر دل ان کا ایک طرف نہیں)

تمام انسانوں کو تو حید کا پیغام | اب سب بندوں کو مومن ہوں یا کافر یا منافق خطاب فرما کر تو حید جناب باری سبحانی جاتی ہے جو ایمان کے لئے اصل الاصول ہے خلاصہ معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تم کو اور تم سے پہلوں کو سب کو پیدا کیا اور تمہاری ضروریات اور کل منافع کو بنایا۔ پھر اس کو چھوڑ کر کسی دوسرے کو معبود بنانا جو تم کو نہ نفع پہنچا سکے نہ مضرت (جیسے بت) اس قدر حماقت اور جہالت ہے حالانکہ تم یہ بھی جانتے ہو کہ اس جیسا کوئی نہیں۔

کفار کو چیلنج | یہ بات گزر چکی ہے کہ اس کلام پاک میں شبہ کی وجہ یا یہ ہو سکتی تھی کہ اس کلام میں کوئی بات کھٹکے کی ہو سو اس کے ذمہ کے لئے لا ریب فیہ فرما چکے ہیں اور یا یہ صورت ہو سکتی ہے کہ کسی کے دل میں اپنی کوتاہی فہم یا زیادت عناد سے شبہ پیدا ہو تو یہ صورت چونکہ ممکن بلکہ موجود تھی تو اس کے رفع کرنیکی عمدہ اور سہل صورت بیان فرمادی کہ اگر تم کو اس کلام کے کلام بشری ہونے کا خیال ہے تو تم بھی تو ایک سورت ایسی فصیح و بلیغ تین آیت کی مقدار بنا دیکھو اور جب تم باوجود کمال فصاحت و بلاغت چھوٹی سی سورت کے مقابلہ سے بھی عاجز ہو جاؤ تو پھر سمجھ لو کہ یہ اللہ کا کلام ہے کسی بندہ کا نہیں اس آیت میں آپ کی نبوت کو مدلل فرمادیا۔

قرآن معجزہ ہے | یعنی اگر تم اپنے اس دعوے میں سچے ہو کہ یہ بندے کا کلام ہے تو جس قدر قابل اور شاعر اور فصحا و بلغا، موجود ہیں خدائے تعالیٰ کے سوا سب سے مدد لے کر ہی ایک چھوٹی سی سورت ایسی بنا لیا یہ مطلب ہے کہ خداوند کریم کے سوا تمہارے جتنے معبود ہیں سب سے تضرع اور گریہ و زاری کے ساتھ دعا مانگو کہ اس مشکل بات میں تمہاری کچھ مدد کریں۔

الْحِجَارَةُ ۖ أُعِدَّتْ لِلْكَافِرِينَ ﴿۳﴾ وَكَثِيرٍ الَّذِينَ آمَنُوا وَ

پتھر ہیں ۶ تیار کی ہوئی ہے کافروں کے واسطے ۷ اور خوشخبری دے ان لوگوں کو جو ایمان لائے اور

عَمِلُوا الصَّالِحَاتِ إِنَّ لَهُمْ جَنَّتٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا

اچھے کام کئے کہ ان کے واسطے باغ ہیں کہ بہتی ہیں ان کے نیچے

الْأَنْهَارِ ۚ كُلَّمَا رُزِقُوا مِنْهَا مِنْ ثَمَرَةٍ رِزْقًا قَالُوا

نہریں جب ملے گا ان کو وہاں کا کوئی پھل کھانے کو تو کہیں گے

هَذَا الَّذِي رُزِقْنَا مِنْ قَبْلُ وَأَتُوا بِهِمْ مُمْتَشِبًا ۚ وَلَهُمْ

یہ تو وہی ہے جو ملا تھا ہم کو اس سے پہلے اور دیے جائیں گے ان کو پھل ایک صورت کے ۸ اور ان کے لیے

فِيهَا أَزْوَاجٌ مُطَهَّرَةٌ ۚ وَهُمْ فِيهَا خَالِدُونَ ﴿۴﴾ إِنَّ اللَّهَ

وہاں عورتیں ہوں گی پاکیزہ اور وہ ہیں ہمیشہ رہیں گے ۹ بیشک اللہ

لَا يَسْتَحْيَىٰ أَنْ يَضْرِبَ مَثَلًا مَّا بَعُوضَةٌ فَمَا فَوْقَهَا

شرماتا نہیں اس بات سے کہ بیان کرے کوئی مثال کچھڑکی یا اس چیز کی جو اس سے بڑھ کر ہے ۱۰

فَأَمَّا الَّذِينَ آمَنُوا فَيَعْلَمُونَ أَنَّهُ الْحَقُّ مِنْ رَبِّهِمْ ۚ وَأَمَّا

سو جو لوگ مومن ہیں وہ یقیناً جانتے ہیں کہ یہ مثال ٹھیک ہے جو نازل ہوئی ان کے رب کی طرف سے اور جو

الَّذِينَ كَفَرُوا فَيَقُولُونَ مَاذَا أَرَادَ اللَّهُ بِهَذَا مَثَلًا

کافر ہیں سو کہتے ہیں کیا مطلب تھا اللہ کا اس مثال سے

يُضِلُّ بِهِ كَثِيرًا ۚ وَيَهْدِي بِهِ كَثِيرًا ۚ وَمَا يُضِلُّ بِهِ إِلَّا

گمراہ کرتا ہے خدا تعالیٰ اس مثال سے بہتوں کو اور ہدایت کرتا ہے اُس سے بہتوں کو ۱۱ اور گمراہ نہیں کرتا اس مثل سے گمراہ

پھر اس پر بھی اگر تم ایسی ایک سورت نہ بنا سکو اور یہ بات یقینی ہے کہ ہرگز نہ بنا سکو گے تو پھر ڈرو اور بچو نار دوزخ سے جو سب آگوں سے تیز ہے اس کا ایندھن کافر اور پتھر ہیں جن کی تم پرستش کرتے ہو اور نہ چکنے کی صورت یہی ہے کہ کلام الہی پر ایمان لاؤ اور وہ آگ کافروں کے واسطے تیار کی ہوئی ہے جو قرآن شریف اور نبی کریم کو جھوٹا بتلاتے ہیں۔

♦ جنت کے پھل | جنت کے میوے دنیا کے میوؤں سے شکل و صورت میں ملتے جلتے ہوں گے مگر لذت میں زمین و آسمان کا فرق ہوگا یا جنت کے میوے باہم ایک شکل و صورت کے ہوں گے اور مزاجاً جدا جدا تو جب کسی میوے کو دیکھیں گے تو کہیں گے وہی قسم ہے جو پہلے دنیا میں یا جنت میں کھا چکے ہیں اور چکھیں گے تو مزہ اور ہی پائیں گے۔

♦ جنت کی عورتیں | جنت کی عورتیں نجاسات ظاہرہ و باطنہ (اخلاق رذیلہ) سے سب سے پاک و صاف ہونگی فائدہ | یہاں تک تین چیزیں جن کا جاننا ضروری تھا بیان فرمائیں اول مبداء (یعنی ہم کہاں سے آئے اور کیا تھے) دوسرے معاش (کہ کیا کھائیں اور کہاں رہیں) تیسرا معاد (کہ ہمارا انجام کیا ہے)

♦ کفار کے ایک اعتراض کا جواب | اس آیت میں اس معارضہ کا جواب دیا گیا ہے جو کفار کی طرف سے پہلی آیت پر ہوا۔ خلاصہ اس کا یہ ہے کہ جب چھوٹی سی سورت بھی اس کلام جیسی ان سے نہ ہو سکی جس سے اس کا کلام الہی ہونا ثابت ہو چکا تو کفار نے کہا ہر چند ہم اس کلام کے مقابلہ سے عاجز ہیں مگر ہم دوسری دلیل سے اس کا کلام الہی نہ ہونا اور کلام بشری ہونا ثابت کرتے ہیں۔ وہ یہ کہ بڑے بزرگ عظیم الشان اپنے کلام میں ذلیل و حقیر چیزوں کے ذکر سے اجتناب کیا کرتے ہیں حق تعالیٰ جو سب بزرگوں سے برتر اور اعظم ہے اس نے کیسے اپنے کلام میں مکھی اور مکڑی کا ذکر فرمایا اس معارضہ کا جواب دیا گیا کہ اس میں کوئی شرم اور عار کی بات نہیں کہ حق تعالیٰ مچھر یا اس سے بڑی چیز مثل مکھی اور مکڑی کی مثال بیان فرمائے کیونکہ مثال سے تو توضیح و تفصیل مثل لہ کی مطلوب ہوتی ہے۔ حقارت اور عظمت سے کیا بحث اور مطلوب جب ہی حاصل ہوگا کہ مثال اور مثل لہ میں پوری مطابقت ہو مثل لہ حقیر ہوگا تو اس کی مثال بھی حقیر ہونی چاہئے ورنہ تمثیل ہی بیہودہ سمجھی جائے گی۔ ہاں اگر تمثیل میں یہ ہوتا کہ مثال اور مثال دینے والے میں موافقت ضروری ہوتی تو بے وقوفوں کا یہ اعتراض چل سکتا، مگر اس کا تو کوئی بیوقوف بھی قائل نہ ہوگا اور تو رات و انجیل و کلام حکماء و سلاطین میں ایسی مثالیں بکثرت موجود ہیں۔ اس کے خلاف کہنا کفار کی حماقت اور عناد کی بات ہے اور ما فوقہا کے معنی یہ بھی ہو سکتے ہیں کہ مچھر سے حقارت اور چھوٹائی میں زیادہ ہو جیسے مچھر کے بازو کہ بعض احادیث میں اس کو دنیا کی تمثیل میں ذکر فرمایا ہے۔

♦ یعنی ایمان والے تو ان مثالوں کو حق اور مفید سمجھتے ہیں اور کفار بطور حقیر کہتے ہیں کہ ایسی حقیر مثالوں سے خدا کی مراد اور غرض کیا ہوگی، جواب دیا گیا کہ اس کلام سرابا ہدایت سے بہتیروں کو گمراہی میں ڈالنا اور بہتیروں کو راہ راست دکھلانا منظور ہے (یعنی اہل حق اور اہل باطل میں تمیز تمام منظور ہے جو نہایت مفید اور ضروری ہے)۔

الْفٰسِقِيْنَ ۝۶۷ الَّذِيْنَ يَنْقُضُوْنَ عَهْدَ اللّٰهِ مِنْۢ بَعْدِ

بدکاروں کو جو توڑتے ہیں خدا کے عاہدہ منہ پھوٹ کر

مِيْثَاقِهِۦ وَيَقْطَعُوْنَ مَاۤ اَمَرَ اللّٰهُ بِهٖۤ اَنْ يُّوْصَلَ وَ

کے بعد اور قطع کرتے ہیں اس چیز کو جس کو اللہ نے فرمایا ملے و

يُفْسِدُوْنَ فِي الْاَرْضِۗ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ۝۶۸ كَيْفَ

فساد کرتے ہیں ملک میں وہی ہیں ٹوٹے والے کس طرح

تَكْفُرُوْنَ بِاللّٰهِ وَكُنْتُمْ اَمْوَانًاۙ فَاَحْيَاكُمْ ثُمَّ يُمَيِّتُكُمْ ثُمَّ

کافر ہوتے ہو خدا کے تعالیٰ سے حالانکہ بے جان تھے پھر جلا یا تم پھر مارے گا تم کو

يُحْيِيْكُمْ ثُمَّ اِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ۝۶۹ هُوَ الَّذِيْ خَلَقَ لَكُمْ مَّا

جلائے گا تم کو پھر اسی کی طرف لوٹائے جاؤ گے وہی ہے جس نے پیدا کیا تمہارے واسطے جو پھر

فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا ثُمَّ اَسْتَوٰۤى اِلَى السَّمَآءِ فَسَوَّاهُنَّ

زمین میں ہے سب پھر قصدا کیا آسمان کی طرف سونچیک کر آیا

سَبْعَ سَمٰوٰتٍۙ وَهُوَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ۝۷۰ وَاِذْ قَالَ رَبُّكَ

ان کو سات آسمان اور خدا نے تعالیٰ ہر چیز سے خبردار ہے اور جب کہا تیرے رب نے

لِلْمَلٰٓئِكَةِ اِنِّىْ جَاعِلٌ فِى الْاَرْضِ خَلِيْفَةًۙ قَالُوْۤا اَتَجْعَلُ

فرشتوں کو کہ میں بنائے والا ہوں زمین میں ایک نائب کہا فرشتوں نے کیا قائم کرتا ہے تو

فِيْهَا مَنْ يُّفْسِدُ فِيْهَا وَيَسْفِكُ الدِّمَآءَ ۗ وَنَحْنُ نُسَبِّحُ

زمین میں اس کو جو فساد کرے اس میں اور خون بہائے اور ہم پڑھتے رہتے ہیں

جیسے قطع رحم کرنا، انبیاء اور علماء اور واعظین اور مومنین اور نماز اور دیگر جملہ امور خیر سے اعراض کرنا۔
فساد فی الارض کے معنی | فساد سے مراد یہ ہے کہ لوگوں کو ایمان سے نفرت دلاتے تھے اور مخالفانِ اسلام کو ورغلا کر مسلمانوں سے مقاتلہ کراتے تھے اور حضرات صحابہؓ اور صلحاءِ امت کے عیوب نکال کر تشہیر کرتے تھے تاکہ آپ کی اور دین اسلام کی بے وقعتی لوگوں کے ذہن نشین ہو جائے اور مسلمانوں کا راز مخالفوں تک پہنچاتے تھے اور طرح طرح کی رسوم و بدعات خلاف طریقہ اسلام پھیلانے میں سعی کرتے تھے۔

مطلب یہ ہے کہ ان حرکات ناشائستہ سے اپنا ہی کچھ کھوتے ہیں، تو بین اسلام اور تحقیر صلحاءِ امت کچھ بھی نہ ہو سکے گی۔

کفر کرنا عققل کے خلاف ہے | یعنی اجسام بے جان کہ جس حرکت کچھ نہ تھی۔ اول عناصر تھے اُس کے بعد والدین کی غذا بنے، پھر نطفہ، پھر خون بست پھر گوشت۔

یعنی حالات سابقہ کے بعد روح کیا گیا جس سے رحم مادر اور اس کے بعد دنیا میں زندہ رہے۔

یعنی جب دنیا میں وقت مرنے کا آئے گا۔

یعنی قیامت کو زندہ کئے جاؤ گے حساب لینے کے واسطے۔

یعنی قبروں سے نکل کر اللہ تعالیٰ کے روبرو حساب و کتاب کے واسطے کھڑے کئے جاؤ گے، سواب انصاف کرو کہ جب تم اول سے آخر تک اللہ تعالیٰ کے احسانات کے مرہون ہو اور ہر حالت اور حاجت میں اُس کے محتاج اور اس کے متوقع ہو۔ پھر اس پر بھی کفر کرنا اور اس کی نافرمانی کرنا کس قدر تعجب خیز امر ہے۔

اس آیت میں دوسری نعمت بیان فرمائی یعنی اللہ نے تم کو پیدا کیا اور تمہاری بقاء اور انتفاع کے لئے زمین میں ہر طرح کی چیزیں بکثرت پیدا فرمائیں (مطعومات اور مشروبات اور ملبوسات اور ہر چیز کے لئے آلات و سامان) اُس کے بعد متعدد آسمان بنائے گئے جس میں تمہارے لئے طرح طرح کے منافع ہیں۔

خلیفۃ اللہ حضرت آدمؑ کی پیدائش | اب ایک بڑی نعمت کا ذکر کیا جاتا ہے جو جملہ بنی آدم پر کی گئی اور وہ حضرت آدم علیہ السلام کی آفرینش کا قصہ ہے جو تفصیل سے بیان کیا گیا اور ان کو خلیفۃ اللہ بنایا گیا۔ پہلی آیت میں جو خلق لکم مافی الارض جمیعاً فرمایا تھا اُس میں کسی کو انکار پیش آئے تو قصہ حضرت آدم سے اس کا جواب بھی بخوبی ہو گیا۔

بِحَمْدِكَ وَنُقَدِّسُ لَكَ قَالَ إِنِّي أَعْلَمُ مَا لَا تَعْلَمُونَ ﴿۳۰﴾

تیری خوبیاں اور یاد کرتے ہیں تیری پاک ذات کو ﴿۱﴾ فرمایا بیشک مجھ کو معلوم ہے جو تم نہیں جانتے ﴿۲﴾

وَعَلَّمَ آدَمَ الْأَسْمَاءَ كُلَّهَا ثُمَّ عَرَضَهُمْ عَلَى الْمَلَائِكَةِ

اور سکھلا دیے اللہ نے آدم کو نام سب چیزوں کے پھر سامنے کیا ان سب چیزوں کو فرشتوں کے

فَقَالَ أَتُبْؤُنِي بِأَسْمَاءِ هَؤُلَاءِ إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ ﴿۳۱﴾

پھر فرمایا بتاؤ مجھ کو نام ان کے اگر تم سچے ہو

قَالُوا سُبْحٰنَكَ لَا عِلْمَ لَنَا إِلَّا مَا عَلَّمْتَنَا إِنَّكَ أَنْتَ الْعَلِيمُ

بولے پاک ہے تو ہم کو معلوم نہیں مگر جتنا تو نے ہم کو سکھایا بیشک تو ہی ہے اصل جاننے والا

الْحَكِيمُ ﴿۳۲﴾ قَالَ يَا آدَمُ أَنْبِئْهُمْ بِأَسْمَائِهِمْ ۖ فَلَمَّا أَنْبَأَهُمْ

حکمت والا ﴿۱﴾ فرمایا اے آدم بتادے فرشتوں کو ان چیزوں کے نام پھر جب بتا دیے

بِأَسْمَائِهِمْ قَالَ أَلَمْ أَقُلْ لَكُمْ إِنِّي أَعْلَمُ غَيْبِ السَّمٰوٰتِ

اس نے ان کے نام فرمایا کیانکہ کہا تھا میں نے تم کو کہ میں خوب جانتا ہوں چھپی ہوئی چیزیں آسمانوں کی

وَالْأَرْضِ ۗ وَأَعْلَمُ مَا تُبْدُونَ وَمَا كُنْتُمْ تَكْتُمُونَ ﴿۳۳﴾ وَإِذْ

اور زمین کی اور جانتا ہوں جو تم ظاہر کرتے ہو اور جو چھپاتے ہو ﴿۱﴾ اور جب

قُلْنَا لِلْمَلَائِكَةِ اسْجُدُوا لِآدَمَ فَسَجَدُوا إِلَّا إِبْلِيسَ ۖ أَبَىٰ

ہم نے حکم دیا فرشتوں کو کہ سجدہ کرو آدم کو تو سب سجدہ میں گر پڑے مگر شیطان ﴿۱﴾ اس نے نہ مانا

وَاسْتَكْبَرَ ۖ وَكَانَ مِنَ الْكَافِرِينَ ﴿۳۴﴾ وَقُلْنَا يَا آدَمُ اسْكُنْ

اور تکبر کیا اور تھاوہ کافروں میں کا ﴿۱﴾ اور ہم نے کہا اے آدم رہا کر

◆ ملائکہ کا سوال اور اس کا جواب | ملائکہ کو جب یہ خلجان ہوا کہ اسی مخلوق کہ جس میں مفسد اور خوریز تک ہوں گے ہم ایسے مطیع اور فرمانبردار کے ہوتے ان کو خلیفہ بنانا اس کی وجہ کیا ہوگی؟ تو بطریق استفادہ یہ سوال کیا۔ اعتراض ہرگز نہ تھا رہا یہ امر کہ ملائکہ کو بنی آدم کا حال کیونکر معلوم ہوا، اس میں بہت سے احتمال ہیں۔ جنات پر قیاس کیا یا حق تعالیٰ نے پہلے بتا دیا تھا یا لوح محفوظ پر لکھا دیکھا۔ یا سمجھ گئے کہ حاکم و خلیفہ کی ضرورت جب ہی ہوگی جب ظلم و فساد ہوگا یا حضرت آدم کے قالب کو دیکھ کر بطور قیافہ سمجھ گئے ہوں (جیسا ابلیس نے حضرت آدم کو دیکھ کر کہا تھا کہ بہکول ہو گئے) اور ایسا ہی ہوا۔

◆ فرشتوں کو سر دست بالا جمال یہ جواب دیا گیا کہ ہم خوب جانتے ہیں اس کے پیدا کرنے میں جو حکمتیں ہیں تم کو ابھی تک وہ حکمتیں معلوم نہیں ورنہ اس کی خلافت اور افضلیت میں شبہ نہ کرتے۔

◆ حضرت آدم کی فضیلت علم | خلاصہ یہ ہے کہ حق تعالیٰ نے حضرت آدم کو ہر ایک چیز کا نام مع اس کی حقیقت اور خاصیت کے اور نفع اور نقصان کے تعلیم فرما دیا اور یہ علم ان کے دل میں بلا واسطہ کلام القاء کر دیا کیونکہ بدون اس کمال علمی کے خلافت اور دنیا پر حکومت کیونکر ممکن ہے اس کے بعد ملائکہ کو اس حکمت پر مطلع کرنے کی وجہ سے ملائکہ سے امور مذکورہ کا سوال کیا گیا کہ اگر تم اپنی اس بات میں کہ تم کار خلافت انجام دے سکتے ہو، سچے ہو تو ان چیزوں کے نام و احوال بتاؤ لیکن انہوں نے اپنے معجز و قصور کا اقرار کیا اور خوب سمجھ گئے کہ بدون اس علم عام کے کوئی کار خلافت زمین میں نہیں کر سکتا اور اس علم عام سے قدر قلیل ہم کو اگر حاصل ہوا بھی تو اتنی بات سے ہم قابل خلافت نہیں ہو سکتے۔ یہ سمجھ کر کہہ اٹھے کہ تیرے علم و حکمت کو کوئی نہیں پہنچ سکتا۔

◆ عبادت پر علم کی فضیلت | اس کے بعد حضرت آدم سے جو تمام اشیائے عالم کی نسبت سوال ہوا تو فر فرسب امور ملائکہ کو بتا دیے کہ وہ بھی سب دنگ رہ گئے اور حضرت آدم کے احاطہ علمی پر عرش عرش کر گئے تو اللہ تعالیٰ نے ملائکہ سے فرمایا کہ کہو ہم نہ کہتے تھے کہ ہم جملہ مخفی امور آسمان و زمین کے جاننے والے ہیں اور تمہارے دل میں جو باتیں مکنون ہیں وہ بھی ہم کو معلوم ہیں۔ فائدہ اس سے علم کی فضیلت عبادت پر ثابت ہوئی دیکھئے عبادت میں ملائکہ اس قدر بڑھے ہوئے ہیں کہ معصوم مگر علم میں چونکہ انسان سے کم ہیں اس لئے مرتبہ خلافت انسان ہی کو عطا ہوا اور ملائکہ نے بھی اس کو تسلیم کر لیا اور ہونا بھی یوں ہی چاہئے کیونکہ عبادت تو خاصہ مخلوقات ہے۔ خدا کی صفت نہیں، البتہ علم خدائے تعالیٰ کی صفت اعلیٰ ہے اس لئے قابل خلافت یہی ہوئے کیونکہ ہر خلیفہ میں اپنے مستخلف عنہ کا کمال ہونا ضروری ہے۔

◆ سجدے کا حکم اور ابلیس کی نافرمانی | جب حضرت آدم کا خلیفہ ہونا مسلم ہو چکا تو فرشتوں کو اور ان کے ساتھ جنات کو حکم ہوا کہ حضرت آدم کی طرف سجدہ کریں اور ان کو قبلہ سجود بنائیں جیسا سلاطین اپنا اولیٰ عہد مقرر کرتے ہیں پھر ارکان دولت کو نذریں پیش کرنے کا حکم کرتے ہیں تاکہ کسی کو سرتابی کی گنجائش نہ رہے چنانچہ سب نے سجدہ مذکور ادا کیا سوائے ابلیس کے کہ اصل سے جنات میں تھا اور ملائکہ کے ساتھ کمال اختلاط رکھتا تھا اور سب اس سرکشی کا یہ ہوا کہ جنات چند ہزار سال سے زمین میں متصرف تھے اور آسمان پر بھی جاتے تھے۔ جب ان کا فساد اور خوریز بڑھی تو ملائکہ نے بحکم الہی بعض کو قتل کیا اور بعض کو جنگل پہاڑ اور جزائر میں منتشر کر دیا۔ ابلیس ان میں بڑا عالم و عابد تھا اس نے جنات کے فساد سے اپنی بے لوثی ظاہر کی، فرشتوں کی سفارش سے یہ بچ گیا اور ان ہی میں رہنے لگا اور اس طمع میں کہ تمام جنات کی جگہ اب صرف میں زمین میں متصرف بنایا جاؤں عبادت میں بہت کوشش کرتا رہا اور خلافت ارض کا خیال پکاتا رہا۔ جب حکم الہی حضرت آدم کی نسبت خلافت کا ظاہر ہوا تو ابلیس مایوس ہوا اور عبادت ریائی کے راہگاہ جانے پر جوش حسد میں سب کچھ کیا اور ملعون ہوا۔

◆ یعنی علم الہی میں پہلے ہی کافر تھا اوروں کو گواہ ظاہر ہوا یا یوں کہو کہ اب کافر ہو گیا اس وجہ سے حکم الہی کا بوجہ تکبر انکار کیا اور حکم الہی کو خلاف حکمت و مصلحت اور موجب عار سمجھا یہ نہیں کہ فقط سجدہ ہی نہیں کیا۔

أَنْتَ وَزَوْجَكَ الْجَنَّةَ وَكُلَا مِنْهَا رَغَدًا حَيْثُ شِئْتُمَا وَلَا

تو اور تیری عورت جنت میں اور کھاؤ اس میں جو چاہو جہاں کہیں سے چاہو اور

تَقْرَبَا هَذِهِ الشَّجَرَةَ فَتَكُونَا مِنَ الظَّالِمِينَ ﴿۳۵﴾ فَأَزَلَّهُمَا

پاس مت جانا اس درخت کے پھر تم ہو جاؤ گے ظالم پھر بلا دیا ان کو

الشَّيْطَانُ عَنْهَا فَأَخْرَجَهُمَا مِمَّا كَانَا فِيهِ وَقُلْنَا اهْبِطُوا

شیطان نے اس جگہ سے پھر نکالا ان کو اس عزت و راحت سے کہ جس میں تھے اور ہم نے کہا تم سب اترو

بَعْضُكُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ وَلَكُمْ فِي الْأَرْضِ مُسْتَقَرٌّ وَمَتَاعٌ

تم ایک دوسرے کے دشمن ہو گے اور تمہارے واسطے زمین میں ٹھکانا ہے اور نفع اٹھانا ہے

إِلَى حَبْنٍ ﴿۳۶﴾ فَتَلَقَىٰ آدَمُ مِنْ رَبِّهِ كَلِمَاتٍ فَتَابَ عَلَيْهِ

ایک وقت تک پھر سیکھ لیں آدم نے اپنے رب سے چند باتیں پھر متوجہ ہو گیا اللہ اس پر

إِنَّهُ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِيمُ ﴿۳۷﴾ قُلْنَا اهْبِطُوا مِنْهَا جَمِيعًا

بیکھ دی ہے تو یہ قبول کرنے والا مہربان ہم نے حکم دیا نیچے جاؤ یہاں سے تم سب

فَمَا يَأْتِيَنَّكُمْ مِّنِّي هُدًى فَمَنْ تَبِعَ هُدَايَ فَلَا خَوْفٌ

پھر اگر تم کو پہنچے میری طرف سے کوئی ہدایت تو جو چلا میری ہدایت پر نہ خوف ہوگا

عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ ﴿۳۸﴾ وَالَّذِينَ كَفَرُوا وَكَذَّبُوا

ان پر اور نہ وہ غمگین ہوں گے اور جو لوگ منکر ہوئے اور جھٹلایا

بِآيَاتِنَا أُولَٰئِكَ أَصْحَابُ النَّارِ هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ ﴿۳۹﴾

ہماری نشانیوں کو وہ ہیں دوزخ میں جانے والے وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے

۱ شجر ممنوعہ مشہور ہے کہ وہ درخت گیہوں کا تھا یا بقول بعض انگور یا انجیر، یا ترنج وغیرہ کا واللہ اعلم۔

۲ کہتے ہیں کہ حضرت آدم اور حوا بہشت میں رہنے لگے اور شیطان کو اس کی عزت کی جگہ سے نکال دیا، شیطان کو اور حسد بڑھا بالآخر مور اور سانپ سے مل کر بہشت میں گیا اور بی بی حوا کو طرح طرح سے ایسا پھسلا یا اور بہکایا کہ انہوں نے وہ درخت کھا لیا اور حضرت آدم کو بھی کھلایا اور ان کو یقین دلا دیا تھا کہ اس کے کھانے سے اللہ کے ہمیشہ کو مقرب ہو جاؤ گے اور حق تعالیٰ نے جو ممانعت فرمائی تھی اس کی توجیہ گھڑ دی۔ آئندہ یہ قصہ مفصل آئے گا۔

۳ ہبوط آدمؑ اس خطا کی سزا میں حضرت آدمؑ اور حوا اور جو اولاد پیدا ہونے والی تھی سب کی نسبت یہ حکم ہوا کہ بہشت سے زمین پر جا کر رہو۔ باہم ایک دوسرے کے دشمن ہو گئے جس کی وجہ سے تکلیفیں پیش آئیں گی۔ بہشت دار العصیان اور دار العداوت نہیں۔ ان امور کے مناسب دار دنیا ہے جو تمہارے امتحان کے لئے بنایا گیا ہے۔

۴ یعنی دنیا میں ہمیشہ نہ رہو گے بلکہ ایک وقت معین تک وہاں رہو گے اور وہاں کی چیزوں سے بہرہ مند ہو گے اور پھر ہمارے ہی روبرو آؤ گے اور وہ وقت معین ہر شخص کی نسبت تو اس کی موت کا وقت ہے اور تمام عالم کے حق میں قیامت کا۔

۵ جب حضرت آدمؑ نے حق تعالیٰ کا حکم عتاب آمیز سنا اور جنت سے باہر آگئے تو بحالت ندامت و انفعال گریہ زاری میں مصروف تھے اس حالت میں حق تعالیٰ نے اپنی رحمت سے چند کلمات ان کو القا اور ابہام کے طور پر بتلائے جن سے ان کی توبہ قبول ہوئی وہ کلمات یہ ہیں **وَبَاظْمَنَّا اٰفْسٰنَا** آخر آیت تک۔

۶ مطلب یہ ہے کہ حق تعالیٰ نے حضرت آدمؑ کی توبہ قبول فرمائی مگر فی الفور جنت میں جانے کا حکم نہ فرمایا بلکہ دنیا میں رہنے کا جو حکم ہوا تھا اسی کو قائم رکھا کیونکہ مقتضائے حکمت و مصلحت یہی تھا، ظاہر ہے کہ زمین کے لئے خلیفہ بنائے گئے تھے نہ کہ جنت کے لئے اور اللہ تعالیٰ نے یہ فرما دیا کہ جو ہمارے مطیع ہوں گے ان کو دنیا میں رہنا مضرت نہ ہوگا بلکہ مفید، ہاں جو نافرمان ہیں ان کے لئے جہنم ہے اور اس تفریق و امتحان کے لئے بھی دنیا ہی مناسب ہے۔

۷ **خوف اور حزن کے معنی** جو صدمہ اور اندیشہ کسی مصیبت پر اس کے ہونے سے پہلے ہوتا ہے اس کو "خوف" کہتے ہیں اور اس کے واقع ہو چکنے کے بعد جو غم ہوتا ہے اس کو "حزن" کہتے ہیں۔ مثلاً کسی مریض کے مرجانے کے خیال پر جو صدمہ ہے وہ خوف ہے اور مرجانے کے بعد جو صدمہ ہے وہ حزن ہے۔ اس آیت میں جو خوف و حزن کی نفی فرمائی اس سے اگر خوف و حزن دنیوی مراد لیا جائے تو یہ معنی ہوں گے کہ جو لوگ ہماری ہدایت کے موافق چلیں گے اس میں اس اندیشہ کی گنجائش نہیں کہ شاید یہ ہدایت حقہ نہ ہو شیطان کی طرف سے دھوکہ اور مغالطہ ہو اور نہ وہ اس وجہ سے کہ ان کے باپ سے بالفعل بہشت چھوٹ گئی محزون ہوں گے کیونکہ ہدایت والوں کو عنقریب جنت ملنے والی ہے اور اگر خوف و حزن آخرت مراد ہو تو یہ مطلب ہوگا کہ قیامت کو اہل ہدایت کو نہ خوف ہوگا نہ حزن مگر حزن کا نہ ہونا تو بیشک مسلم لیکن خوف کی نفی فرمانے پر ضرور یہ خلجان ہوتا ہے کہ اس روز خوف تو حضرات انبیاء علیہم السلام تک کو ہوگا کوئی بھی خوف سے خالی نہ ہوگا۔ تو بات یہ ہے کہ خوف دو طرح ہوتا ہے کبھی تو خوف کا باعث اور مرجع خائف (یعنی ڈرنے والے) میں پایا جاتا ہے جیسے مجرم بادشاہی جو بادشاہ سے ڈرتا ہے تو موجب خوف جرم ہے جو مجرم کی طرف رجوع ہوتا ہے اور کبھی مرجع خوف منہ یعنی جس سے ڈرتے ہیں اس میں کوئی امر ہوتا ہے مثلاً اگر کوئی شخص کسی بادشاہ صاحب جاہ و جلال کے روبرو یا شیر کے روبرو ہو تو اس کے خائف ہونے کی یہ وجہ نہیں کہ اس نے بادشاہ یا شیر کا جرم کیا ہے بلکہ قہر و جلال سلطانی اور ہیبت اور غضب و درندگی شیر موجب خوف ہے جس کا مرجع ذات سلطانی اور خود شیر ہے۔ آیت سے پہلی قسم کی نفی ہوئی نہ دوسری قسم کی، شبہ تو جب ہو سکتا تھا کہ لا خوف علیہم کی جگہ لا خوف فیہم یا لا یخافون فرماتے۔

يٰۤاَيُّهَا اِسْرَآءِیْلُ اذْكُرُوْا نِعْمَتِيْ الَّتِيْ اَنْعَمْتُ عَلَیْكُمْ

اسے بنی اسرائیل یاد کرو میرے وہ احسان جو میں نے تم پر کئے

وَ اَوْفُوا بِعَهْدِيْ اَوْفٍ بِعَهْدِكُمْ وَاِيَّايَ فَاَرْهَبُوْنَ ﴿۳۰﴾

اور تم پورا کرو میرا اقرار تو میں پورا کروں تمہارا اقرار اور مجھ ہی سے ڈرو اور

اٰمِنُوْا بِمَا اَنْزَلْتُ مُصَدِّقًا لِّمَا مَعَكُمْ وَلَا تَكُوْنُوْا اَوَّلَ

مان لو اس کتاب کو جو میں نے اتاری ہے سچ بتانے والی ہے اس کتاب کو جو تمہارے پاس ہے اور مت ہو سب میں اول

كَافِرِيْهِ ۚ وَلَا تَشْتَرُوْا بِاٰيَتِيْ ثَمَنًا قَلِيْلًا وَاِيَّايَ

مکراس کے اور نہ لو میری آیتوں پر مول تھوڑا اور مجھ ہی سے

فَاتَّقُوْنَ ﴿۳۱﴾ وَلَا تَلْبِسُوْا الْحَقَّ بِالْبَاطِلِ وَتَكْتُمُوْا

بچتے رہو اور مت ملاؤ صحیح میں غلط اور مت چھپاؤ

الْحَقَّ وَاَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴿۳۲﴾ وَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا

سچ کو جان بوجھ کر اور قائم رکھو نماز اور دیا کرو

الزَّكٰوةَ وَاَرْكَعُوْا مَعَ الرَّكْعٰتِيْنَ ﴿۳۳﴾ اَتَاْمُرُوْنَ النَّاسَ

زکوٰۃ اور جھکو نماز میں جھکنے والوں کے ساتھ کیا حکم کرتے ہو لوگوں کو

بِالْبِرِّ وَتَنْسَوْنَ اَنْفُسَكُمْ وَاَنْتُمْ تَتْلُوْنَ الْكِتٰبَ ؕ اَفَلَا

نیک کام کا اور بھولتے ہو اپنے آپ کو اور تم تو پڑھتے ہو کتاب پھر کیوں نہیں

تَعْقِلُوْنَ ﴿۳۴﴾ وَاَسْتَعِيْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوةِ ؕ وَاِنَّهَا

سوچتے ہو اور مدد چاہو میرے اور نماز سے اور البتہ

❖ **بنی اسرائیل سے خطاب** | اولیٰ ایہا الناس اعبدوا خطاب عام تھا اور ان نعمتوں کا ذکر فرمایا تھا جو تمام بنی آدم پر عام تھیں مثلاً زمین و آسمان و جملہ اشیاء کا پیدا کرنا۔ پھر حضرت آدم کو پیدا کر کے ان کو خلیفہ بنانا اور بہشت میں داخل کرنا وغیرہ اب ان میں سے خاص بنی اسرائیل کو خطاب کیا گیا، اور خاص نعمتیں جو وقتاً فوقتاً پشت در پشت ان پر ہوتی چلی آئیں اور انہوں نے جو کفران نعمت کیا ان سب باتوں کو مفصل ذکر کیا جاتا ہے۔ کیونکہ بنی اسرائیل تمام فرقوں سے بنی آدم میں ممتاز اور اہل علم و کتاب و نبوت اور انبیاء کو پہچاننے والے سمجھے جاتے تھے کیونکہ حضرت یعقوب علیہ السلام سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام تک چار ہزار بنی ان میں آچکے تھے۔ تمام عرب کی نظریں ان کی طرف تھیں کہ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تصدیق کرتے ہیں یا نہیں اس لئے ان انعامات اور خرابیوں کو وسط کے ساتھ ذکر فرمایا کہ شرما کر ایمان لائیں، ورنہ اور لوگ ان کی حرکات سے واقف ہو کر ان کی بات کا اعتبار نہ کریں اور اسرائیل نام ہے حضرت یعقوب کا، اس کے معنی ہیں عبد اللہ۔

❖ **بنی اسرائیل کی نعمتیں** | ہزاروں انبیاء ان میں بھیجے گئے۔ توریت وغیرہ کتابیں نازل فرمائیں۔ فرعون سے نجات دے کر ملک شام میں تسلط دیا، من و سلویٰ نازل ہوا ایک پتھر سے بارہ چشمے جاری کئے جو نعمتیں اور خوارق عادات کسی فرقہ کو نصیب نہیں۔

❖ **توریت کا عہد پورا کرو** | توریت میں یہ قرار کیا تھا کہ تم توریت کے حکم پر قائم رہو گے اور جس پیغمبر کو بھیجوں اس پر ایمان لا کر اس کے رفیق رہو گے تو ملک شام تمہارے قبضہ میں رہے گا (بنی اسرائیل نے اس کو قبول کر لیا تھا) مگر پھر اقرار پر قائم نہ رہے بدینتی کی، رشوت لے کر مسئلے غلط بتائے حق کو چھپایا اپنی ریاست جمائی پیغمبر کی اطاعت نہ کی بلکہ بعض پیغمبروں کو قتل کیا توریت میں جہاں حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صفت تھی اس کو بدل ڈالا اس لئے گمراہ ہوئے۔

❖ **یعنی منافع دنیوی کے فوت ہونے سے مت ڈرو۔**

❖ **توریت کے مطابق قرآن پر ایمان لاؤ** | توریت میں بتا دیا گیا تھا کہ جو نبی آئے اگر توریت کی تصدیق کرے تو اس کو جانو سچا ہے نہیں تو جھوٹا ہے۔ جانا چاہئے کہ احکام قرآنی دربارہ اعتقادات اور اخبار انبیاء، و احوال آخرت و اوامر و نواہی توریت وغیرہ کتب سابقہ کے موافق ہیں، ہاں بعض اوامر و نواہی میں نسخ بھی کیا گیا ہے مگر وہ تصدیق کے مخالف نہیں تصدیق کے مخالف تکذیب ہے اور تکذیب کسی کتاب الہی کی ہو بالکل کفر ہے۔ منسوخ تو بعض آیات قرآنی بھی ہیں مگر اس کو نعوذ باللہ کون تکذیب کہہ سکتا ہے۔

❖ **یعنی قرآن کی دیدہ و دانستہ تکذیب کرنے والوں میں اول مت ہو کہ قیامت تک کے منکرین کا وبال تمہاری گردن پر ہو، اور مشرکین مکہ نے جو انکار کیا ہے وہ جہل اور بے خبری کے سبب کیا ہے دیدہ و دانستہ ہرگز نہ تھا اس میں تو اول تم ہی ہو گے اور یہ کفر پہلے کفر سے سخت تر ہے۔**

❖ **نماز باجماعت کا حکم** | یعنی باجماعت نماز پڑھا کرو۔ پہلے کسی دین میں باجماعت نماز نہیں تھی اور یہود کی نماز میں رکوع نہ تھا۔ خلاصہ آیت کا یہ ہوا کہ صرف امور مذکورہ بالا نجات کے لئے تم کو کافی نہیں بلکہ تمام اصول میں نبی آخر الزمان کی پیروی کرو۔ نماز بھی ان کے طور پر پڑھو جس میں جماعت بھی ہو اور رکوع بھی۔

❖ **صرف تبلیغ کافی نہیں عمل بھی ضروری ہے** | بعض علمائے یہود یہ کمال کرتے تھے کہ اپنے لوگوں سے کہتے تھے کہ یہ دین اسلام اچھا ہے اور خود مسلمان نہ ہوتے تھے اور نیز علمائے یہود بلکہ اکثر ظاہر بینوں کو اس موقع پر یہ شبہ پڑ جاتا ہے کہ جب ہم تعلیم احکام شریعت میں قصور نہیں کرتے اور حق پوشی بھی نہیں کرتے تو اس کی ضرورت نہیں کہ ہم خود بھی احکام پر عمل کریں جب ہماری ہدایت کے موافق بہت سے آدمی اعمال شریعت، بجالاتے ہیں تو بحکم قاعدہ الدال علی الخیر کفایہ وہ ہمارے ہی اعمال ہیں تو اس آیت میں دونوں کا بطلان فرما دیا گیا اور آیت سے مقصود یہ ہے کہ واعظ کو اپنے واعظ پر ضرور عمل کرنا چاہئے۔ یہ غرض نہیں کہ فاسق کسی کو نصیحت نہ کرے۔

❖ **علمائے اہل کتاب جو بعد وضوح حق بھی آپ پر ایمان نہ لاتے تھے اس کی بڑی وجہ حُب جاہ اور حُب مال تھی، اللہ تعالیٰ نے دونوں کا علاج بتا دیا صبر سے مال کی طلب اور محبت جائے گی اور نماز سے عبودیت و تذلل آئے گا اور حُب جاہ کم ہوگی۔**

لَكَبِيرَةٌ إِلَّا عَلَى الْخِشْعِينَ ۗ ۝۳۵ الَّذِينَ يَظُنُّونَ

وہ بھاری ہے مگر انہی عاجزوں پر جن کو خیال ہے

أَنَّهُمْ مُّلتَقُوا رَبِّهِمْ وَأَنَّهُمْ إِلَيْهِ رَاجِعُونَ ۝۳۶ يَبْنِي

کہ وہ روبرو ہونے والے ہیں اپنے رب کے اور یہ کہ ان کو اسی کی طرف لوٹ کر جانا ہے

إِسْرَائِيلَ اذْكُرُوا نِعْمَتِيَ الَّتِي أَنْعَمْتُ عَلَيْكُمْ وَأَنِّي

اسرائیل یاد کرو میرے احسان جو میں نے تم پر کئے اور اس کو کہ

فَضَّلْتُكُمْ عَلَى الْعَالَمِينَ ۝۳۷ وَاتَّقُوا يَوْمًا لَا تَجْزِي نَفْسٌ

میں نے تم کو بڑائی دی تمام عالم پر اور ڈرو اس دن سے کہ کام نہ آئے کوئی شخص کسی

عَنْ نَفْسٍ شَيْئًا وَلَا يُقْبَلُ مِنْهَا شَفَاعَةٌ وَلَا يُؤْخَذُ

کے کچھ بھی اور قبول نہ ہو اس کی طرف سے سفارش اور نہ لیا جائے

مِنْهَا عَدْلٌ وَلَا هُمْ يُنصَرُونَ ۝۳۸ وَإِذْ نَجَّيْنَاكُمْ مِنَ

اس کی طرف سے بدلا اور نہ اس کو مدد پہنچے اور یاد کرو اس وقت کو جب کہ رہائی دی ہم نے تم کو

الْفِرْعَوْنَ يَسُومُونَكُمْ سُوءَ الْعَذَابِ يُدَبِّحُونَ

فرعون کے لوگوں سے جو کرتے تھے تم پر برا عذاب ذبح کرتے تھے

أَبْنَاءَكُمْ وَيَسْتَحْيُونَ نِسَاءَكُمْ وَفِي ذَلِكُمْ بَلَاءٌ مِّن

تمہارے بیٹوں کو اور زندہ چھوڑتے تھے تمہاری عورتوں کو اور اس میں آزمائش تھی

رَبِّكُمْ عَظِيمٌ ۝۳۹ وَإِذْ فَرَقْنَا بِكُمُ الْبَحْرَ فَأَنْجَيْنَاكُمْ

تمہارے رب کی طرف سے بڑی اور جب پھاڑ دیا ہم نے تمہاری وجہ سے دریا کو پھر بچا دیا ہم نے تم کو

عاجزی کرنے والوں پر نماز بھاری نہیں | یعنی صبر اور نماز حضور دل سے بہت بھاری ہے مگر اُن پر آسان ہے جو عاجزی کرتے ہیں اور ڈرتے ہیں جن کا خیال اور دھیان یہ ہے کہ ہم کو خدا کے روبرو ہونا اور اس کی طرف پھر جانا ہے (یعنی نماز میں خدا کا قرب اور گویا اس سے ملاقات ہے) یا قیامت میں حساب و کتاب کے لئے روبرو جانا ہے۔

بنی اسرائیل کی فضیلت کا مطلب | چونکہ تقویٰ اور کمال ایمان کا حاصل کرنا، صبر و حضور واستغراق عبادات کے ذریعہ سے دشوار تھا۔ اس لئے اس کا سہل طریقہ تعلیم فرماتے ہیں اور وہ شکر ہے۔ اس وجہ سے حق تعالیٰ اپنے احسانات و انعامات جو اُن پر وقتاً فوقتاً ہوئے تھے اُن کو یاد دلاتا ہے اور اُن کی بد کرداریاں بھی ظاہر فرماتا ہے۔ انسان بلکہ حیوانات تک میں یہ مضمون موجود ہے کہ اپنے منعم کی محبت اور اس کی اطاعت دل نشین ہو جاتی ہے اور چند رکوع میں اس مضمون کو شرح و بسط کے ساتھ بیان فرمایا گیا ہے۔ فائدہ اہل عالم پر فضیلت کا یہ مطلب ہے کہ جس وقت سے بنی اسرائیل کا وجود ہوا تھا اس وقت سے لے کر اس خطاب کے نزول تک تمام فرقوں سے افضل رہے کوئی اُن کا ہم پلہ نہ تھا، جب انہوں نے نبی آخر الزمان اور قرآن کا مقابلہ کیا تو وہ فضیلت بالکل جاتی رہی اور مفضوب علیہم اور ضلال کا لقب عنایت ہوا اور حضور کے تبعین کو کنتم خیر امة کا خلعت ملا۔

آخرت میں باپ دادا کی سفارش نہیں ہوگی | جب کوئی کسی بلا میں مبتلا ہو جاتا ہے تو اس کے رفیق اکثر یہی کیا کرتے ہیں کہ اول تو اس کے ادائے حق لازم میں کوشش کرتے ہیں یہ نہیں ہو سکتا تو سعی و سفارش سے بچانے کی تدبیر کرتے ہیں یہ بھی نہ ہو سکے تو پھر تاوان و فد یہ دے کر چھڑاتے ہیں اگر یہ بھی نہیں ہو سکتا تو بالآخر اپنے مددگاروں کو جمع کر کے بزور پر خاش اس کی نجات کی فکر کرتے ہیں حق تعالیٰ نے اسی ترتیب کے موافق ارشاد فرمایا کہ کوئی شخص گو کیسا ہی مقرب خداوندی ہو مگر کسی نافرمان عدو اللہ کا فر کو جملہ چاروں صورتوں کے کسی صورت سے نفع نہیں پہنچا سکتا۔ بنی اسرائیل کہتے تھے کہ ہم کیسے ہی گناہ کریں ہم پر عذاب نہ ہوگا۔ ہمارے باپ دادا جو پیغمبر ہیں ہمیں بخشوالیں گے سو خدائے تعالیٰ فرماتا ہے کہ یہ خیال تمہارا غلط ہے اس سے اُس شفاعت کا انکار نہیں نکلتا جس کے اہل سنت قائل ہیں اور جو دیگر آیات میں مذکور ہے۔

بنی اسرائیل پر فرعون کے مظالم | فرعون نے خواب دیکھا تھا۔ نجومیوں نے اس کی تعبیر دی کہ بنی اسرائیل میں ایک شخص پیدا ہوگا جو تیرے دین اور سلطنت کو غارت کر دے گا۔ فرعون نے حکم دیا کہ بنی اسرائیل میں جو بیٹا پیدا ہو اس کو مار ڈالو اور جو بیٹی ہو اس کو خدمت کے لئے زندہ رہنے دو، خدائے تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو پیدا کیا اور زندہ رکھا۔

بلاء کے چند معنی آتے ہیں اگر ذلکم کا اشارہ ذبح کی طرف لیا جائے تو اس کے معنی مصیبت کے ہوں گے اور اگر نجات کی طرف اشارہ ہے تو بلاء کے معنی نعمت کے ہوں گے اور مجموعہ کی طرف ہو تو امتحان کے معنی لئے جائیں گے۔

وَاعْرَقْنَا آلَ فِرْعَوْنَ وَأَنْتُمْ تَنْظُرُونَ ﴿۵۱﴾ وَإِذْ وَعَدْنَا

اور ڈبا دیا فرعون کے لوگوں کو اور تم دیکھ رہے تھے اور جب ہم نے وعدہ کیا

مُوسَىٰ الرَّبْعِينَ لَيْلَةً ثُمَّ أَخَذْتُمُ الْعِجْلَ مِنْ بَعْدِهِ

موسیٰ سے چالیس رات کا پھر تم نے بنا لیا پھڑا موسیٰ کے بعد

وَأَنْتُمْ ظَالِمُونَ ﴿۵۲﴾ ثُمَّ عَفَوْنَا عَنْكُمْ مِنْ بَعْدِ ذَلِكَ

اور تم ظالم تھے پھر معاف کیا ہم نے تم کو اس پر بھی

لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ ﴿۵۳﴾ وَإِذْ آتَيْنَا مُوسَىٰ الْكِتَابَ وَ

تاکہ تم احسان مانو اور جب ہم نے وی کتاب اور

الْفُرْقَانَ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُونَ ﴿۵۴﴾ وَإِذْ قَالَ مُوسَىٰ

حق کو ناحق سے جدا کرنے والے احکام تاکہ تم سیدھی راہ پاؤ اور جب کہا موسیٰ نے

لِقَوْمِهِ يَا قَوْمِ إِنَّكُمْ ظَلَمْتُمْ أَنْفُسَكُمْ بِاتِّخَاذِكُمُ الْعِجْلَ

اپنی قوم سے اے قوم تم نے نقصان کیا اپنا یہ پھڑ بنا کر

فَتُوبُوا إِلَىٰ بَارِيكُمْ فَاقْتُلُوا أَنْفُسَكُمْ ذَٰلِكُمْ خَيْرٌ

سوا تب توبہ کرو اپنے پیدا کرنے والے کی طرف اور مار ڈالو اپنی اپنی جان یہ بہتر ہے

لَكُمْ عِنْدَ بَارِيكُمْ فَنَابَ عَلَيْكُمْ إِنَّهُ هُوَ التَّوَّابُ

تمہارے لئے تمہارے خالق کے نزدیک پھر متوجہ ہوا تم پر بیشک وہی ہے معاف کرنے والا

الرَّحِيمُ ﴿۵۵﴾ وَإِذْ قُلْتُمْ يَا مُوسَىٰ لَنْ نُؤْمِنَ لَكَ حَتَّىٰ نَرَىٰ

نہایت مہربان اور جب تم نے کہا اے موسیٰ ہم ہرگز یقین نہ کریں گے تیرا جب تک کہ نہ دیکھ لیں

دریا کا دو حصوں میں بٹ جانا | یعنی یاد کرواے بنی اسرائیل اس نعمت عظیم کو کہ جب تمہارے باپ دادا فرعون کے ڈر سے بھاگے اور آگے دریا اور پیچھے فرعون کا لشکر تھا اور ہم نے تم کو بچا لیا اور فرعون اور اس کے لشکر کو غرق کر دیا۔ یہ قصہ آئندہ مفصل آئے گا۔

پچھڑے کی پرستش | اور یہ قصہ اور احسان بھی یاد کرنے کے قابل ہے کہ ہم نے توریت عطا فرمانے کا وعدہ موسیٰ سے چالیس دن رات کا کیا اور ان کے طُور پر تشریف لے جانے کے بعد بنی اسرائیل نے پچھڑے کی پرستش شروع کر دی اور تم بڑے بے انصاف ہو کہ پچھڑے کو خدا بنا لیا۔ مفصل یہ قصہ آئندہ آئے گا۔

مطلب یہ ہے کہ باوجود اس شرک جلی کے ہم نے تم سے درگزر فرمائی اور تمہاری توبہ منظور کی اور تم کو فی الفور ہلاک نہ کیا (جیسے آل فرعون کو اس سے کم قصور پر ہلاک کر دیا تھا) کہ تم ہمارا شکر ادا کرو اور احسان مانو۔

فرقان کیا چیز ہے؟ | کتاب تو توریت ہے اور فرقان فرمایا ان احکام شرعیہ کو جن سے جائز ناجائز معلوم ہو، یا فرقان کہا حضرت موسیٰ کے معجزوں کو جن سے جھوٹے سچے اور کافر و مومن کی تمیز ہو یا توریت ہی کو کہا کہ وہ کتاب بھی ہے اور اس سے حق اور ناحق بھی جدا ہوتا ہے۔

قوم سے مراد خاص وہ لوگ ہیں جنہوں نے پچھڑے کو سجدہ کیا۔

ایک دوسرے کو قتل کرنے کا حکم | یعنی جنہوں نے پچھڑے کو سجدہ نہ کیا تھا وہ سجدہ کرنے والوں کو قتل کریں۔ اور بعض کا قول ہے کہ بنی اسرائیل میں تین گروہ تھے۔ ایک وہ جنہوں نے گوسالہ پرستی نہ کی اور دوسروں کو بھی روکا۔ دوسرے وہ جنہوں نے گوسالہ کو سجدہ کیا۔ تیسرے وہ جنہوں نے خود تو سجدہ نہ کیا مگر دوسروں کو بھی منع نہ کیا۔ فریق دوم کو حکم ہوا کہ مقتول ہو جاؤ۔ تیسرے فریق کو حکم ہوا کہ ان کو قتل کرو تا کہ ان کے سکوت کرنے کی توبہ ہو جائے۔ اور فریق اول اس توبہ میں شریک نہیں ہوئے۔ کیونکہ ان کو توبہ کی حاجت نہ تھی۔

علماء کا اس میں اختلاف ہے کہ مقتول ہو جانا ہی توبہ تھی یا توبہ کا تمہ تھا جیسا کہ ہماری شریعت میں قاتل عمد کی توبہ کے مقبول ہونے کے لئے یہ بھی ضروری ہے کہ اپنے آپ کو وارثان مقتول کے حوالے کر دے ان کو اختیار ہے بدلہ لیں یا معاف کریں۔

اللَّهُ جَهْرَةً فَأَخَذَتْكُمْ الصُّعِقَةَ وَأَنْتُمْ تَنْظُرُونَ ﴿۵۵﴾

اللہ کو سانسے پھر آلیا تم کو بجل نے اور تم دیکھ رہے تھے

ثُمَّ بَعَثْنَاكُمْ مِنْ بَعْدِ مَوْتِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ ﴿۵۶﴾ وَ

پھر اٹھا کھڑا کیا ہم نے تم کو مر گئے پیچھے تاکہ تم احسان مانو اور

ظَلَّلْنَا عَلَيْكُمُ الْغَمَامَ وَأَنْزَلْنَا عَلَيْكُمُ الْمَنَّانَ وَالسَّلْوَىٰ ۙ

سایہ کیا ہم نے تم پر ابر کا اور اتارا تم پر من اور سلویٰ

كُلُوا مِنْ طَيِّبَاتِ مَا رَزَقْنَاكُمْ وَمَا ظَلَمُونَا وَلَكِنْ كَانُوا

کھاؤ پاکیزہ چیزیں جو ہم نے تم کو دیں اور انہوں نے ہمارا کچھ نقصان نہ کیا بلکہ اپنا ہی

أَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُونَ ﴿۵۷﴾ وَإِذْ قُلْنَا ادْخُلُوا هَذِهِ الْقَرْيَةَ

نقصان کرتے رہے اور جب ہم نے کہا داخل ہو اس شہر میں

فَكُلُوا مِنْهَا حَيْثُ شِئْتُمْ رَغَدًا وَاَدْخُلُوا الْبَابَ سُجَّدًا

اور کھاتے پھر وہاں میں جہاں چاہو فراغت سے اور داخل ہو دو دروازے میں سجدہ کرتے ہوئے

وَقُولُوا حِطَّةٌ نَغْفِرْ لَكُمْ خَطِيئَتَكُمْ وَسَنَزِيدُ الْمُحْسِنِينَ ﴿۵۸﴾

اور کہتے جاؤ بخش دے تو معاف کر دیں گے ہم تمہارے قصور اور زیادہ بھی دیں گے نیک والوں کو

فَبَدَّلَ الَّذِينَ ظَلَمُوا قَوْلًا غَيْرَ الَّذِي قِيلَ لَهُمْ فَأَنْزَلْنَا

پھر بدل ڈالا ظالموں نے بات کو خلاف اُس کے جو کہہ دی گئی تھی اُن سے پھر اتارا

عَلَى الَّذِينَ ظَلَمُوا رِجْزًا مِنَ السَّمَاءِ بِمَا كَانُوا

ہم نے ظالموں پر عذاب آسمان سے اُن کی

توریت کو ماننے سے انکار اور اس کی سزا | اُس وقت کو بھی ضرور یاد کرو کہ باوجود اس قدر احسانات کے جب تم نے کہا تھا کہ اے موسیٰ ہم ہرگز تمہارا یقین نہ کریں گے کہ یہ اللہ کا کلام ہے جب تک آنکھوں سے صریحاً خدائے تعالیٰ کو نہ دیکھ لیں۔ اس پر بجلی نے تم کو ہلاک کیا اس کے بعد موسیٰ کی دعا سے ہم نے تم کو زندہ کیا اور یہ اُس وقت کا حال ہے کہ حضرت موسیٰ ستر آدمیوں کو منتخب فرما کر کوہ طور پر کلام الہی سننے کی غرض سے لے گئے تھے۔ پھر جب انہوں نے کلام الہی کو سنا تو انہی ستر نے کہا اے موسیٰ پردے میں سننے کا ہم اعتبار نہیں کرتے آنکھوں سے خدا کو دکھاؤ۔ اس پر ان ستر آدمیوں کو بجلی نے ہلاک کر دیا تھا۔

من وسلویٰ | جب فرعون غرق ہو چکا اور بنی اسرائیل بحکم الہی مصر سے شام کو چلے جنگل میں ان کے خیمے پھٹ گئے اور گرمی آفتاب کی ہوئی تو تمام دن ابر رہتا اور اناج نہ رہا تو من وسلویٰ کھانے کے لیے اترتا من ایک چیز تھی شریں دھنیے کے سے دانے ترنجبین کے مشابہ رات کو اوس میں برستے لشکر کے گرد ڈھیر لگ جاتے صبح کو ہر ایک اپنی حاجت کے موافق اٹھالیتا۔ اور سلویٰ ایک پرندہ ہے جس کو بئیر کہتے ہیں۔ شام کو لشکر کے گرد ہزاروں جمع ہو جاتے۔ اندھیرا ہوئے بعد پکڑ لاتے کباب کر کے کھاتے مدتوں تک یہی کھایا کیے۔

یعنی اس لطیف و لذیذ غذا کو کھاؤ اور اس پر اکتفا کرو نہ آگے کے لئے ذخیرہ جمع کر کے رکھو اور نہ دوسری غذا سے مبادلہ کی خواہش کرو۔

اول ظلم یہ کیا کہ ذخیرہ کر کے رکھا تو گوشت سڑنا شروع ہو گیا دوسرے مبادلہ چاہا کہ مسور، گیسوں، بکٹری، پیاز وغیرہ ملے۔ جس سے طرح طرح کی تکلیف و مشقت میں مبتلا ہوئے۔

بستی میں داخل ہونے کا حکم | جب جنگل مذکورہ بالا میں پھرتے پھرتے تنگ آ گئے اور من وسلویٰ کھاتے کھاتے اکتا گئے تو بنی اسرائیل کو ایک شہر میں داخل ہونے کا حکم ہوا اس کا نام اریحا تھا اس میں قوم عمالقد جو قوم عاد سے تھی مقیم تھی، اور بعض نے بیت المقدس فرمایا ہے۔

اس شہر کے دروازے میں سے سجدہ شکر کرتے ہوئے جاؤ (اور یہ شکر بدنی ہوا) اور بعض فرماتے ہیں کہ براہ تو اضع کمر کو جھکا کر جاؤ۔

اور زبان سے اپنے گناہوں کی معافی مانگتے ہوئے جاؤ (یہ شکر زبانی ہوا) جو یہ دونوں باتیں کرے گا اس کی خطائیں ہم معاف کر دیں گے اور نیک بندوں کے لئے ثواب بڑھادیں گے۔

يَفْسُقُونَ ﴿۵۹﴾ وَإِذْ اسْتَسْقَىٰ مُوسَىٰ لِقَوْمِهِ فَقُلْنَا

عدول حکمی پر ♦ اور جب پانی مانگا موسیٰ نے اپنی قوم کے واسطے تو ہم نے کہا

اضْرِبْ بِعَصَاكَ الْحَجَرَ فَانْفَجَرَتْ مِنْهُ اثْنَتَا عَشْرَةَ

بار اپنے عصا کو پتھر پر سو بہ نکلے اُس سے بارہ

عَيْنًا قَدْ عَلِمَ كُلُّ أُنَاسٍ مَّشْرَبَهُمْ ۖ كُلُوا وَاشْرَبُوا مِنْ

پیشے ♦ پہچان لیا ہر قوم نے اپنا گھات کھاؤ اور پیو

رِزْقِ اللَّهِ ۖ وَلَا تَعْتُوا فِي الْأَرْضِ مُفْسِدِينَ ﴿۶۰﴾ وَإِذْ

اللہ کی روزی اور نہ پھرو ملک میں فساد مچاتے ♦ اور سب

قُلْتُمْ يَا مُوسَىٰ لَنْ نَصْبِرَ عَلَىٰ طَعَامٍ وَاحِدٍ فَادْعُ لَنَا

کہا تم نے اے موسیٰ ہم ہرگز صبر نہ کریں گے ایک ہی طرح کے کھانے پر سو دعا مانگ ہمارے واسطے

رَبِّكَ يُخْرِجُ لَنَا مِمَّا تُنْبِتُ الْأَرْضُ مِنْ بَقْلِهَا وَ

اپنے پروردگار سے کہ نکال دے ہمارے واسطے جو اگتا ہے زمین سے اور ترکاری اور

فِتْنًا يَبْأَيْهَا وَقَوْمِهَا وَعَدَسِهَا وَبَصَلِهَا ۗ قَالَ أَتَسْتَبْدِلُونَ

مکڑی اور گہوں اور مسور اور پیاز ♦ کہا موسیٰ نے کیا لینا چاہتے ہو

الَّذِي هُوَ أَذْيَبٌ بِاللَّذِي هُوَ خَيْرٌ ۗ إِهْبِطُوا مِصْرًا فَإِنَّ

وہ چیز جو اذیبی ہے اس کے بدلہ میں جو بہتر ہے ♦ اترو کسی شہر میں تو تم

لَكُمْ مِمَّا سَأَلْتُمْ ۖ وَضُرِبَتْ عَلَيْهِمُ الذِّلَّةُ وَالْمَسْكَنَةُ ۗ

کو ملے جو مانگتے ہو ♦ اور ذالی گئی اُن پر ذلت اور محتاجی

حکم الہی سے تمسخر | تبدیلی یہی کہ بجائے حطہ براہ تمسخر حنطہ کہنے لگے (یعنی گیہوں) اور جدہ کی جگہ اپنے سرینوں پر پھسلنا شروع کیا جب شہر میں پہنچے تو ان پر طاعون پڑا، دو پہر میں ستر ہزار یہود مر گئے۔

پانی کے بارہ چشموں کا ظہور | یہ قصہ بھی اسی جنگل کا ہے پانی نہ ملا تو ایک پتھر پر عصا مارنے سے بارہ چشمے نکلے اور بنی اسرائیل کے قبیلے بھی بارہ ہی تھے۔ کسی قوم میں آدمی زیادہ کسی میں کم ہر قوم کے موافق ایک چشمہ تھا اور وجہ شناخت بھی یہی موافقت تھی۔ یا یہ مقرر کر رکھا تھا کہ پتھر کی فلاں جہت فلاں جانب سے جو چشمہ نکلے گا وہ فلاں قوم کا ہوگا اور جو کوتاہ نظر ان معجزات کا انکار کرتے ہیں سچ نیستند آدم غلاف آدم اندیکھو معنایس تو لوہے کو اپنی طرف کھینچ لیتا ہے اس پتھر نے پانی کھینچ لیا تو انکار کی کیا وجہ۔

یعنی پھر فرمایا حق تعالیٰ نے کھاؤ من و سلویٰ اور پیو ان چشموں کا پانی اور عالم میں فساد مت پھیلاؤ۔

من و سلویٰ کی جگہ سبزیوں کا مطالبہ | یہ قصہ بھی اسی جنگل کا ہے۔ بنی اسرائیل طعام آسمانی من و سلویٰ کھاتے کھاتے اکتا گئے تو کہنے لگے کہ ہم سے ایک طرح کے کھانے پر صبر نہیں ہو سکتا۔ ہم کو تو زمین کا اناج، ترکاری، ساگ، سبزی چاہیے۔

یعنی من و سلویٰ جو ہر طرح بہتر ہے۔ لہسن اور پیاز وغیرہ سے بدلتے ہو۔

اگر یہی جی چاہتا ہے تو کسی شہر میں جاؤ تمہاری مطلوب چیزیں تم کو سب ملیں گی۔ پھر ایسا ہی ہوا۔

وَبَاءٌ وَبِغَضَبٍ مِّنَ اللَّهِ ذَٰلِكَ بِأَنَّهُمْ كَانُوا يَكْفُرُونَ

اور بھری اللہ کا غصہ لے کر ♦ یہ اس لئے ہوا کہ نہیں مانتے تھے

بِآيَاتِ اللَّهِ وَيَقْتُلُونَ النَّبِيِّنَ بِغَيْرِ الْحَقِّ ذَٰلِكَ بِمَا

احکام خداوندی کو اور خون کرتے تھے پیغمبروں کا ناحق یہ اس لئے کہ

عَصَوْا وَكَانُوا يَعْتَدُونَ ﴿٦١﴾ إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَ

نافرمان تھے اور حد پر نہ رہتے تھے ♦ پیشک جو لوگ مسلمان ہوئے اور

الَّذِينَ هَادُوا وَالنَّصَارَىٰ وَالصَّبِيَّانَ مَنَ آمَنَ بِاللَّهِ

جو لوگ یہودی ہوئے اور نصاریٰ اور صابئین جو ایمان لایا (ان میں سے) اللہ پر

وَالْيَوْمِ الْآخِرِ وَعَمِلْ صَالِحًا فَلَهُمْ أَجْرُهُمْ عِنْدَ

اور روز قیامت پر اور کام کئے نیک تو ان کے لئے ہے ان کا ثواب

رَبِّهِمْ وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ ﴿٦٢﴾ وَإِذْ

ان کے رب کے پاس اور نہیں ان پر کچھ خوف اور نہ وہ غمگین ہوں گے ♦ اور جب

أَخَذْنَا مِيثَاقَكُمْ وَرَفَعْنَا فَوْقَكُمُ الطُّورَ خُذُوا مَا

لیا ہم نے تم سے قرار اور بلند کیا تمہارے اوپر کوہ طور کو کہ پکڑو جو

أَتَيْنَكُم بِقُوَّةٍ وَّاذْكُرُوا مَا فِيهِ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ ﴿٦٣﴾

کتاب ہم نے تم کو دی زور سے اور یاد رکھو جو کچھ اس میں ہے تاکہ تم ڈرو ♦

ثُمَّ تَوَلَّيْتُم مِّنْ بَعْدِ ذَٰلِكَ فَلَوْلَا فَضْلُ اللَّهِ عَلَيْكُمْ

پھر تم پھر گئے اس کے بعد سوا گرنہ ہوتا اللہ کا فضل تم پر

◆ **بنی اسرائیل کی دائمی ذلت** | ذلت یہ کہ ہمیشہ مسلمان اور نصاریٰ کے محکوم اور رعیت رہتے ہیں۔ کسی کے پاس مال ہوا تو کیا۔ حکومت سے بالکل محروم ہو گئے، جو موجب عزت تھی اور محتاجی یہ کہ اول تو یہود میں مال کی قلت اور جن کے پاس مال ہو بھی تو حکام وغیرہ کے خوف سے اپنے آپ کو مفلس اور حاجتمند ہی ظاہر کرتے ہیں۔ شدت حرص اور بخل کے باعث محتاجوں سے بدتر نظر آتے ہیں اور یہ بھی درست کہ ”تو نگری بدل است نہ بمال“ اس لئے مالدار ہو کر بھی محتاج ہی رہے اور عظمت اور عزت جو اللہ تعالیٰ نے عطا فرمائی تھی اس سے رجوع کر کے اس کے غضب و قہر میں آ گئے۔

◆ یعنی اس ذلت اور مسکنت و غضب الہی کا باعث ان کا کفر اور انبیاء علیہم السلام کا قتل کرنا تھا اور اس کفر و قتل کا باعث احکام کی نافرمانی اور حدود و شرع سے خروج تھا۔

◆ **صائبین کون ہیں** | یعنی کسی فرقہ خاص پر موقوف نہیں یقین لانا شرط ہے اور عمل نیک، سو جس کو یہ نصیب ہوا ثواب پایا۔ یہ اس واسطے فرمایا کہ بنی اسرائیل اس بات پر مغرور تھے کہ ہم پیغمبروں کی اولاد ہیں ”ہم ہر طرح اللہ کے نزدیک بہتر ہیں۔“ فائدہ یہود کہتے ہیں حضرت موسیٰ کی امت کو اور نصاریٰ حضرت عیسیٰ کی امت کو صائبین ایک فرقہ ہے جس نے ہر ایک دین میں سے اچھا سمجھ کر کچھ اختیار کر لیا ہے اور حضرت ابراہیم کو مانتے ہیں اور فرشتوں کی بھی پرستش کرتے ہیں اور زبور پڑھتے ہیں اور کعبہ کی طرف نماز پڑھتے ہیں۔

◆ **کوہ طور کو معلق کرنے کی وجہ** | کہتے ہیں کہ توریت نازل ہوئی تو بنی اسرائیل شرارت سے کہنے لگے کہ ”توریت کے حکم تو مشکل اور بھاری ہیں ہم سے نہیں ہو سکتے۔“ جب خدائے تعالیٰ نے ایک پہاڑ کو حکم کیا جو ان سب کے سروں پر آن کر اترنے لگا اور سامنے آگ پیدا ہوئی۔ گنجائش سر تابی اصلاً نہ رہی مجبوراً احکام توریت کو قبول کیا۔ باقی یہ شبہ کہ ”پہاڑ سروں پر معلق کر کے تسلیم کرانا توریت کا یہ تو صریح اجبار و اکراہ ہے جو آیت لا اکراہ فی الدین اور نیز قاعدہ تکلیف کے بالکل خلاف ہے کیونکہ بنائے تکلیف تو اختیار پر ہے اور اکراہ مناقض اختیار ہے“ تو اس کا جواب یہ ہے کہ اکراہ دربارہ قبول دین ہرگز نہیں ”دین تو بنی اسرائیل پہلے سے قبول کئے ہوئے تھے“ اور بار بار حضرت موسیٰ سے تقاضا کرتے تھے کہ ”کہ کوئی کتاب مضمین احکام ہم کو لا کر دو کہ اس پر عمل کریں“ اور اس پر معاہدہ کر چکے تھے۔ جب توریت ان کو دی گئی تو عہد شکنی پر کمر بستہ ہوئے تو اب پہاڑ کا معلق کرنا نقض عہد سے روکنے کے لئے تھا نہ کہ قبول دین کے لیے۔

وَرَحْمَتُهُ لَكُمْ مِنَ الْخَيْرِينَ ﴿٦٣﴾ وَلَقَدْ عَلِمْتُمُ

اور اس کی مہربانی تو ضرور تم تباہ ہوتے ♦ اور تم خوب جان چکے ہو

الَّذِينَ اعْتَدُوا مِنْكُمْ فِي السَّبْتِ فَقُلْنَا لَهُمْ كُونُوا

جنہوں نے کہ تم میں سے زیادتی کی تھی ہفتہ کے دن میں تو ہم نے کہا اُس سے ہو جاؤ

قِرَدَةً خَاسِئِينَ ﴿٦٤﴾ فَجَعَلْنَاهَا نَكَالًا لِّبَايِنٍ يَدِيهَا

بندریل ♦ پھر کیا ہم نے اس واقعہ کو عبرت ان لوگوں کے لئے جو وہاں تھے

وَمَا خَلْفَهَا وَمَوْعِظَةٌ لِّلْمُتَّقِينَ ﴿٦٥﴾ وَإِذْ قَالَ مُوسَىٰ

اور جو پیچھے آنے والے تھے اور نصیحت ڈرنے والوں کے واسطے ♦ اور جب کہا موسیٰ نے

لِقَوْمِهِ إِنَّ اللَّهَ يَأْمُرُكُمْ أَنْ تَذْبَحُوا بَقَرَةً ۗ قَالُوا

اپنی قوم سے اللہ فرماتا ہے تم کو ذبح کرو ایک گائے ♦ وہ بولے

أَتَتَّخِذُنَا هُزُوءًا ۗ قَالَ أَعُوذُ بِاللَّهِ أَنْ أَكُونَ مِنَ

کیا تو ہم سے ہسی کرتا ہے ♦ کہا پناہ خدا کی کہ ہوں میں

الْجَاهِلِينَ ﴿٦٦﴾ قَالُوا ادْعُ لَنَا رَبَّكَ يُبَيِّنْ لَنَا مَا هِيَ ۗ قَالَ

جاہلوں میں ♦ بولے کہ دعا کر ہمارے واسطے اپنے رب سے کہ بتادے ہم کو کہ وہ گائے کیسی ہے ♦ کہا

إِنَّهُ يَقُولُ إِنَّهَا بَقَرَةٌ ۖ لَا فَارِضٌ وَلَا بَكْرٌ ۚ عَوَانٌ

وہ فرماتا ہے کہ وہ گائے ہے نہ بوڑھی اور نہ بن بیانی درمیان میں ہے

بَيْنَ ذَلِكَ ۖ فَافْعَلُوا مَا تُؤْمَرُونَ ﴿٦٧﴾ قَالُوا ادْعُ لَنَا

بڑھا ہے اور جوانی کے اب کر ڈالو جو تم کو حکم ملا ہے ♦ بولے کہ دعا کر ہمارے واسطے

یعنی عہد و میثاق کر کے پھر پھر گئے۔ سو اگر اللہ کا فضل نہ ہوتا تو بالکل تباہ ہو جاتے یعنی اسی وقت ہلاک کر دیے جاتے یا یہ کہ توبہ و استغفار بھی کرتے اور نبی آخر الزمان کی متابعت بھی کرتے تو بھی تمہاری تقصیرات معاف نہ کی جاتیں۔

بنی اسرائیل کو مسخ صورت کا عذاب | بنی اسرائیل کو توریت میں حکم ہوا تھا کہ ”شنبہ کا دن خالص عبادت کے لئے مقرر ہے اس دن پچھلی کا شکار مت کرو“ وہ لوگ فریب اور حیلہ سے ہفتہ کے دن شکار کرنے لگے تو اللہ نے ان کو مسخ کر کے ان کی صورت بندر کی سی کر دی فہم و شعور انسانی موجود تھا۔ ایک دوسرے کو دیکھتا تھا اور روتا تھا۔ مگر کلام نہیں کر سکتا تھا۔ تین دن کے بعد سب مر گئے اور یہ واقعہ حضرت داؤد کے عہد میں ہوا۔ مفصل سورہ اعراف میں آئے گا۔

یعنی اس واقعہ اور اس عقوبت کو ہم نے باعث خوف و عبرت بنا دیا اگلے اور پچھلے لوگوں کے واسطے ”یعنی جنہوں نے اس عذاب کا مشاہدہ کیا اور جو آئندہ پیدا ہوں گے“ یا جو بستیاں شہر کے آگے اور اس کے پیچھے آباد تھیں۔

بنی اسرائیل کو گائے ذبح کرنے کا حکم | یعنی یاد کرو اس وقت کو کہ بنی اسرائیل میں ایک شخص عاویل نامی مارا گیا تھا اور اس کا قاتل معلوم نہ ہوتا تھا تو حضرت موسیٰ نے فرمایا ”اللہ کا یہ حکم ہے کہ ایک گائے ذبح کر کے اس کا ایک ٹکڑا مردے پر مارو تو وہ جی اٹھے اور آپ اپنے قاتل کو بتا دے“ اللہ تعالیٰ نے اس طرح اس مردے کو جلایا اور اس نے قاتل کا بتا دیا کہ اس کے وارثوں نے ہی بطمع مال قتل کیا تھا۔

کیونکہ یہ تو دیکھنا نہ سنا کہ گائے کا ٹکڑا مارنے سے مردہ زندہ ہو جائے۔

یعنی ٹھٹھا کرنا حتمی جاہل کا کام ہے اور وہ بھی احکام شرعیہ میں پیغمبر سے یہ ہرگز ممکن نہیں

بنی اسرائیل کی کج بخشی | یعنی اس کی عمر کتنی ہے اور اس کے حالات کیا ہیں نو عمر ہے یا بوڑھی۔

یعنی اس گائے کو ذبح کر ڈالو۔

رَبِّكَ يُبَيِّنُ لَنَا مَا لَوْنُهَا قَالَ إِنَّهُ يَقُولُ إِنَّهَا

اپنے رب سے کہ بتادے ہم کو کیسا ہے اس کا رنگ کہا وہ فرماتا ہے کہ وہ ایک

بَقْرَةٌ صَفْرَاءٌ فَاقِعٌ لَوْنُهَا تَسُرُّ النُّظْرِينَ ﴿۳۱﴾ قَالُوا

گائے ہے زرد خوب گہری ہے اس کی زردی خوش آتی ہے دیکھنے والوں کو، بولے

ادْعُ لَنَا رَبِّكَ يُبَيِّنُ لَنَا مَا هِيَ ۚ إِنَّ الْبَقَرَ تَشْبَهُ عَلَيْنَا

دعا کر ہمارے واسطے اپنے رب سے کہ بتادے ہم کو کس قسم میں ہے وہ کیونکہ اس گائے میں شبہ پڑا ہے ہم کو

وَأَنَّا إِن شَاءَ اللَّهُ لَمُهْتَدُونَ ﴿۳۲﴾ قَالَ إِنَّهُ يَقُولُ إِنَّهَا

اور ہم اگر اللہ نے چاہا تو ضرور راہ پالیں گے کہا وہ فرماتا ہے کہ وہ

بَقْرَةٌ لَا ذَلُولٌ تُثِيرُ الْأَرْضَ وَلَا تَسْقِي الْحَرْثَ ۗ

ایک گائے ہے محنت کرنے والی نہیں کہ جوتی ہوزمین کو پانی دیتی ہو کھیتی کو

مُسَلَّبَةٌ ۗ لَا شِيَةَ فِيهَا ۗ قَالُوا الْإِن جِئْتَ بِالْحَقِّ ۗ

بے عیب ہے کوئی داغ اس میں نہیں بولے اب لایا تو ٹھیک بات

فَذَبْحُوهَا وَمَا كَادُوا يَفْعَلُونَ ﴿۳۳﴾ وَإِذْ قَتَلْتُمْ نَفْسًا

پھر اس کو ذبح کیا اور وہ لگتے نہ تھے کہ ایسا کر لیں گے اور جب مار ڈالا تھا تم نے ایک شخص کو

فَادْرَأْهُمْ فِيهَا ۗ وَاللَّهُ مُخْرِجٌ مَّا كُنْتُمْ تَكْتُمُونَ ﴿۳۴﴾

پھر لگے ایک دوسرے پر دھرنے اور اللہ کو ظاہر کرنا تھا جو تم چھپاتے تھے

فَقُلْنَا اضْرِبُوهُ بِبَعْضِهَا ۗ كَذَلِكَ يُحْيِي اللَّهُ الْمَوْتَى ۗ

پھر ہم نے کہا مارو اس مردہ پر اس گائے کا ایک ٹکڑا اسی طرح زندہ کرے گا اللہ مردوں کو

یعنی واضح کر کے بتا دے کہ وہ گائے کس قسم اور کس کام کی ہے۔

یعنی اس کے اعضا میں کوئی نقصان نہیں اور اس کے رنگ میں دوسرے رنگ کا داغ و نشان نہیں بلکہ ساری زرد ہے۔

وہ گائے ایک شخص کی تھی جو اپنی ماں کی خدمت بہت کرتا تھا اور نیک بخت تھا۔ اس شخص سے وہ گائے مول لی اتنے مال کو جتنا اس گائے کی کھال میں سونا بھر سکیں پھر اس کو ذبح کیا۔ اور ایسے لگتے نہ تھے کہ اتنی بڑی قیمت کو لے کر ذبح کریں گے۔

یعنی تمہارے اگلے بزرگوں نے عامیل کو مار ڈالا تھا۔ پھر ایک دوسرے پر دھرنے لگا اور تم جس چیز کو چھپاتے تھے (یعنی اپنے ضعف ایمانی یا قاتل کے حال کو) اللہ تعالیٰ اس کو ظاہر فرمانا چاہتا ہے۔

یعنی جب ایک نلکا اس گائے کا اس کے مارا تو وہ بحکم الہی زندہ ہو گیا اور لبوزخم سے بہنے لگا اور اپنے قاتل کا نام بتا دیا جو اسی مقتول کے بھتیجے تھے۔ بطمع مال چچا کو جنگل میں لے جا کر مار ڈالا تھا پھر وہ ان کا نام بتا کر گر پڑا اور مر گیا۔

وَيُرِيكُمْ آيَاتِهِ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُونَ ﴿٤٦﴾ ثُمَّ قَسَتْ

اور دکھاتا ہے تم کو اپنی قدرت کے نمونے تاکہ تم غور کرو اور تمہارے دل

قُلُوبِكُمْ مِّنْ بَعْدِ ذَلِكَ فَهِيَ كَالْحِجَارَةِ أَوْ أَشَدُّ

سخت ہو گئے اس سب کے بعد جو پتھر ہو گئے جیسے پتھر یا ان سے بھی

قَسْوَةً ۚ وَإِن مِّنْ أَحْجَارَةٍ لَّيَا تَنْفَجِرُ مِنْهُ إِلَّا نُفْرٌ

سخت اور پتھروں میں تو ایسے بھی ہیں جن سے جاری ہوتی ہیں نہریں

وَإِن مِّنْهَا لَيَا يَشْفِقُ فَيَخْرُجُ مِنْهُ الْمَاءُ ۚ وَإِن مِّنْهَا

اور ان میں ایسے بھی ہیں جو پھٹ جاتے ہیں اور نکلتا ہے ان سے پانی اور ان میں ایسے بھی ہیں

لَيَا يَهْبِطُ مِنْ خَشْيَةِ اللَّهِ ۚ وَمَا اللَّهُ بِغَافِلٍ عَمَّا

جو گر پڑتے ہیں اللہ کے ڈر سے اور اللہ بے خبر نہیں تمہارے

تَعْمَلُونَ ﴿٤٧﴾ أَفَتَطَّعُونَ أَنْ يُؤْمِنُوا لَكُمْ وَقَدْ

کاموں سے اب کیا تم اے مسلمانو! تو تمہارے رکھتے ہو کہ وہ مانیں تمہاری بات اور ان

كَانَ فَرِيقٌ مِّنْهُمْ يَسْمَعُونَ كَلِمَ اللَّهِ ثُمَّ يُحَرِّفُونَهَا

میں ایک فرقہ تھا کہ سنتا تھا اللہ کا کلام پھر بدل ڈالتے تھے اس کو

مِنْ بَعْدِ مَا عَقَلُوهُ وَهُمْ يَعْلَمُونَ ﴿٤٨﴾ وَإِذَا لَقُوا

جان بوجھ کر اور وہ جانتے تھے اور جب ملتے ہیں

الَّذِينَ آمَنُوا قَالُوا آمَنَّا وَإِذَا خَلَا بِبَعْضِهِمْ إِلَىٰ بَعْضٍ

مسلمانوں سے کہتے ہیں ہم مسلمان ہوئے اور جب تنہا ہوئے ہیں ایک دوسرے کے پاس

◆ حیات بعد الموت پر استدلال | یعنی اسی طرح زندہ کرے گا اللہ تعالیٰ قیامت کے دن مردوں کو اپنی قدرت کاملہ سے اور اپنی قدرت کی نشانیاں تم کو دکھلاتا ہے کہ شاید تم غور کرو اور سمجھ لو کہ خدائے تعالیٰ مردوں کو زندہ کر سکتا ہے۔

◆ یعنی "عامیل کے جی اٹھنے کے بعد" مطلب یہ کہ ایسی نشانی قدرت دیکھ کر بھی تمہارے دل نرم نہ ہوئے۔

◆ یہودیوں کے دل پتھر سے زیادہ سخت ہیں | یعنی بعض پتھروں سے بڑا نفع پہنچتا ہے کہ انہار اور پانی بکثرت ان سے جاری ہوتا ہے اور بعض پتھروں سے پانی کم نکلتا ہے اول قسم کی نسبت نفع کم ہوتا ہے اور بعض پتھروں سے گو کسی کو نفع نہ پہنچے مگر خود ان میں ایک اثر اور تاثر تو موجود ہے مگر ان کے قلوب ان تینوں قسموں کے پتھر سے سخت تر ہیں نہ ان سے کسی کو نفع اور نہ ان میں کوئی مضمون خیر موجود۔ اور اللہ اے یہودیو تمہارے اعمال سے بے خبر ہرگز نہیں۔

◆ توریت میں تحریف | فریق سے مراد وہ لوگ ہیں "جو کہ طور پر حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ کلام الہی سننے کے لئے گئے تھے" انہوں نے وہاں سے آکر یہ تحریف کی کہ بنی اسرائیل سے کہہ دیا کہ تمام کلام کے آخر میں ہم نے یہ بھی سنا کہ (کر سکو تو ان احکام کو کر لینا اور نہ ان کے ترک کا بھی تم کو اختیار ہے) اور بعض نے فرمایا کہ کلام الہی سے مراد توریت ہے اور تحریف سے مراد یہ ہے کہ (اس کی آیات میں تحریف لفظی و معنوی کرتے تھے) کبھی آپ کی نعمت کو بدلا، کبھی آیت رجم کو اڑا دیا وغیرہ۔

قَالُوا أَنْتُمْ تَأْتُونَنَا بِمُفَاطِحِ اللَّهِ عَلَيْكُمْ لِيُحَاجُّوكُمْ

تو کہتے ہیں تم کیوں کہہ دیتے ہو ان سے جو ظاہر کیا ہے اللہ نے تم پر تاکہ جھٹلا میں

بِهِ عِنْدَ رَبِّكُمْ أَفَلَا تَعْقِلُونَ ﴿۴۱﴾ أَوْ لَا يَعْلَمُونَ

تم کو اس سے تمہارے رب کے آگے کیا تم نہیں سمجھتے کیا اتنا بھی نہیں جانتے

أَنَّ اللَّهَ يَعْلَمُ مَا يُسِرُّونَ وَمَا يُعْلِنُونَ ﴿۴۲﴾ وَمِنْهُمْ

کہ اللہ کو معلوم ہے جو کچھ چھپاتے ہیں اور جو کچھ ظاہر کرتے ہیں اور بعض ان میں

أُمِّيُونَ لَا يَعْلَمُونَ الْكِتَابَ إِلَّا أَمَانِي وَإِنْ هُمْ إِلَّا

بے پڑھے ہیں کہ خبر نہیں رکھتے کتاب کی سوائے جھوٹی آرزوؤں کے اور ان کے پاس کچھ نہیں

يُظَنُّونَ ﴿۴۳﴾ فَوَيْلٌ لِلَّذِينَ يَكْتُمُونَ الْكِتَابَ بِأَيْدِيهِمْ

مگر خیالات سو خرابی ہے ان کو جو لکھتے ہیں کتاب اپنے ہاتھ سے

ثُمَّ يَقُولُونَ هَذَا مِنْ عِنْدِ اللَّهِ لِيُشْتَرَوْا بِهِ تَمَنَّا قَدِيلًا

پھر کہہ دیتے ہیں یہ خدا کی طرف سے ہے تاکہ لیویں اس پر تھوڑا سا مول

فَوَيْلٌ لَهُمْ مِمَّا كَتَبَتْ أَيْدِيهِمْ وَوَيْلٌ لَهُمْ مِمَّا

سو خرابی ہے ان کو اپنے ہاتھوں کے لکھے سے اور خرابی ہے ان کو اپنی اس

يَكْسِبُونَ ﴿۴۴﴾ وَقَالُوا لَنْ نَمْسَا النَّارَ إِلَّا أَيَّامًا مَعْدُودَةً

کمانی سے اور کہتے ہیں ہم کو ہرگز آگ نہ لگے گی مگر چند روز گئے چنے

قُلْ أَخَذْتُمْ عِنْدَ اللَّهِ عَهْدًا فَلَنْ يُخْلِفَ اللَّهُ عَهْدَهُ

کہہ دو کیا تم لے چکے ہو اللہ کے یہاں سے قرار کتاب ہرگز خلاف نہ کرے گا اللہ اپنے قرار کے

❖ توریت میں آنحضرتؐ کا ذکر | یہود میں جو لوگ منافق تھے وہ بطور خوشامد اپنی کتاب میں سے پیغمبر آخر الزمان کی باتیں مسلمانوں سے بیان کرتے دوسرے لوگ ان میں سے ان کو اس بات پر ملامت کرتے کہ اپنی کتاب کی سند ان کے ہاتھ میں کیوں دیتے ہو کیا تم نہیں جانتے کہ مسلمان تمہارے پروردگار کے آگے تمہاری خبر دی ہوئی باتوں سے تم پر الزام قائم کریں گے کہ پیغمبر آخر الزمان گویا جان کر بھی ایمان نہ لائے اور تم کو لا جواب ہونا پڑے گا۔

❖ یعنی اللہ کو تو ان کے سب امور ظاہر ہوں یا مخفی بالکل معلوم ہیں ان کی کتاب کی سب محبتوں کی خبر مسلمانوں کو دے سکتا ہے اور جا بجا مطلع فرما بھی دیا۔ آیت رجم کو انہوں نے چھپایا مگر اللہ نے ظاہر فرما کر ان کو فضیحت کیا، یہ تو ان کے علماء کا حال ہوا جو عقلمندی اور کتاب دانی کے مدعی تھے۔

❖ اور جو جاہل ہیں ان کو تو کچھ بھی خبر نہیں کہ توریت میں کیا لکھا ہے مگر چند آرزوئیں جو اپنے عالموں سے جھوٹی باتیں سن رکھی ہیں (مثلاً بہشت میں یہودیوں کے سوا کوئی نہ جائے گا اور ہمارے باپ دادا ہم کو ضرور بخشوالیں گے) اور یہ ان کے خیالات بے اصل ہیں جن کی کوئی دلیل ان کے پاس نہیں۔

❖ مال کے عوض توریت میں تحریف | یہ وہ لوگ ہیں جو ان عوام جاہلوں کے موافق باتیں اپنی طرف سے بنا کر لکھ دیتے تھے اور خدا کی طرف ان باتوں کو منسوب کرتے۔ مثلاً توریت میں لکھا تھا کہ ”پیغمبر آخر الزمان خوبصورت بیچواں بال، سیاہ آنکھیں، میانہ قد، گندم رنگ پیدا ہوں گے۔“ انہوں نے پھیر کر یوں لکھا ”لاناقد، نیلی آنکھیں، سیدھے بال“ تاکہ عوام آپ کی تصدیق نہ کر لیں اور ہمارے منافع دنیوی میں خلل نہ آجائے۔

❖ بنی اسرائیل کی خوش فہمی | بعض نے کہا سات دن اور بعض نے چالیس دن (جتنے روز بچھڑے کی پوجا کی تھی) اور بعض نے چالیس سال (جتنی مدت تیرہ میں سرگردان رہے تھے) اور بعض نے کہا ہر ایک جتنی مدت دنیا میں زندہ رہا۔

أَمْ تَقُولُونَ عَلَى اللَّهِ مَا لَا تَعْلَمُونَ ﴿۸۰﴾ بَلَىٰ مَنْ كَسَبَ

یا جوڑتے ہو اللہ پر جو تم نہیں جانتے کیوں نہیں ﴿۸۰﴾ جس نے کمایا

سَيِّئَةً وَآحَاطَتْ بِهِ خَطِيئَتُهُ فَأُولَٰئِكَ أَصْحَابُ النَّارِ ۖ

گناہ اور گھیر لیا اس کو اس کے گناہ نے ﴿۸۱﴾ وہی ہیں دوزخ کے رہنے والے

هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ ﴿۸۱﴾ وَالَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ

وہ اسی میں ہمیشہ رہیں گے اور جو ایمان لائے اور عمل کئے نیک

أُولَٰئِكَ أَصْحَابُ الْجَنَّةِ ۖ هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ ﴿۸۲﴾ وَإِذْ

وہی ہیں جنت کے رہنے والے وہ اسی میں ہمیشہ رہیں گے اور جب

أَخَذْنَا مِيثَاقَ بَنِي إِسْرَائِيلَ لَا تَعْبُدُونَ إِلَّا اللَّهَ قَدْ وَ

ہم نے لیا بنی اسرائیل سے کہ عبادت نہ کرنا مگر اللہ کی اور

بِالْوَالِدَيْنِ إِحْسَانًا وَذِي الْقُرْبَىٰ وَالْيَتَامَىٰ وَالْمَسْكِينِ

ماں باپ سے سلوک نیک کرنا اور کنبہ والوں سے اور یتیموں اور محتاجوں سے

وَقُولُوا لِلنَّاسِ حُسْنًا وَأَقِيمُوا الصَّلَاةَ وَآتُوا الزَّكَاةَ ۗ

اور کہو سب لوگوں سے نیک بات اور قائم رکھیو نماز اور دیتے رہیو زکوٰۃ

ثُمَّ تَوَلَّيْتُمْ إِلَّا قَلِيلًا مِّنْكُمْ وَأَنْتُمْ مُّعْرِضُونَ ﴿۸۳﴾

پھر تم پھر گئے مگر تھوڑے سے تم میں اور تم ہو ہی پھرنے والے ﴿۸۳﴾

وَإِذْ أَخَذْنَا مِيثَاقَكُمْ لَا تَسْفِكُونَ دِمَاءَكُمْ وَلَا تُخْرِجُونَ

اور جب لیا ہم نے وعدہ تمہارا کہ نہ کرو گے خون آپس میں اور نہ نکال دو گے

یعنی یہ بات غلط ہے کہ یہودی ہمیشہ کے لئے دوزخ میں نہ رہیں گے۔ کیونکہ خلود فی النار اور خلود فی الجنة کا جو قاعدہ کلیہ آگے بیان فرمایا ہے اسی کے مطابق سب سے معاملہ ہوگا یہودی اس سے نکل نہیں سکتے۔

گناہ کسی کا احاطہ کر لیں۔ اس کا یہ مطلب ہے کہ گناہ اس پر ایسا غلبہ کر لیں کہ کوئی جانب ایسی نہ ہو کہ گناہ کا غلبہ نہ ہو حتیٰ کہ دل میں ایمان و تصدیق باقی ہوگی تو بھی احاطہ مذکور محقق نہ ہوگا۔ تو اب کافر ہی پر یہ صورت صادق آسکتی ہے۔

یعنی احکام الہی سے اعراض کرنا تو تمہاری عادت بلکہ طبیعت ہو گئی ہے۔

أَنْفُسَكُمْ مِّنْ دِيَارِكُمْ ثُمَّ أَقْرَرْتُمْ وَأَنْتُمْ تَشْهَدُونَ ﴿۸۴﴾

اپنوں کو اپنے وطن سے پھر تم نے اقرار کر لیا اور تم مانتے ہو

ثُمَّ أَنْتُمْ هَؤُلَاءِ تَقْتُلُونَ أَنْفُسَكُمْ وَتُخْرِجُونَ فِرْقًا

پھر تم وہ لوگ ہو کہ ویسے ہی خون کرتے ہو آپس میں اور نکال دیتے ہو اپنے ایک فرقہ کو

مِّنْكُمْ مِّنْ دِيَارِهِمْ زُتْظَهَرُونَ عَلَيْهِمْ بِآلِئِثْمِ

ان کے وطن سے ان پر چڑھائی کرتے ہو ان پر گناہ

وَالْعُدْوَانِ وَإِنْ يَأْتُوكُمْ أُسْرَىٰ تَقْدُوهُمْ وَهُوَ

اور ظلم سے اور اگر وہی آویں تمہارے پاس کسی کے قیدی ہو کر تو ان کا بدلہ دے کر چھڑاتے ہو حالانکہ

مُحْرَمٌ عَلَيْكُمْ إِخْرَاجُهُمْ أَفْتُونُونَ بِبَعْضِ الْكِتَابِ

حرام ہے تم پر ان کا نکال دینا بھی، تو کیا مانتے ہو بعض کتاب کو

وَتَكْفُرُونَ بِبَعْضِ فَمَا جَزَاءُ مَنْ يَفْعَلْ ذَلِكَ

اور نہیں مانتے بعض کو سو کوئی سزا نہیں اس کی جو تم میں یہ

مِنْكُمْ إِلَّا خِزْيٌ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَيَوْمَ الْقِيَامَةِ

کام کرتا ہے مگر رسوائی دنیا کی زندگی میں اور قیامت کے دن

يُرَدُّونَ إِلَىٰ أَشَدِّ الْعَذَابِ وَمَا اللَّهُ بِغَافِلٍ

پہنچائے جاویں سخت سے سخت عذاب میں اور اللہ بے خبر نہیں

عِبَاءًا تَعْمَلُونَ ﴿۸۵﴾ أُولَٰئِكَ الَّذِينَ اشْتَرُوا الْحَيَاةَ

تمہارے کاموں سے یہ وہی ہیں جنہوں نے مولیٰ دنیا کی

یعنی نہ اپنی قوم کو قتل کرو اور نہ ان کو جلا وطن کرو۔

بنی اسرائیل کی بد عملیاں | مدینہ میں دو فریق یہودیوں کے تھے ایک بنی قریظہ دوسرے بنی نضیر۔ یہ دونوں آپس میں لڑا کرتے تھے اور مشرکوں کے بھی مدینہ میں دو فریق تھے ایک ”اوس“ دوسرے ”خزرج“ یہ دونوں بھی آپس میں دشمن تھے۔ بنی قریظہ تو اوس کے موافق ہوئے اور بنی نضیر نے خزرج سے دوستی کی تھی۔ لڑائی میں ہر کوئی اپنے موافقوں اور دوستوں کی حمایت کرتا جب ایک کو دوسرے پر غلبہ ہوتا تو کمزوروں کو جلا وطن کرتے، ان کے گھر ڈھاتے اور اگر کوئی قید ہو کر پکڑا آتا تو سب رمل کر مال جمع کر کے اس کا بدلہ دے کر قید سے اس کو چھڑاتے جیسا کہ آئندہ آیت میں آتا ہے۔

یعنی اپنی قوم غیر کے ہاتھ میں پھنسی تو چھڑانے کو مستعد اور خود ان کے ستانے اور گلا کاٹنے تک کو موجود۔ اگر خدا کے حکم پر چلتے ہو تو دونوں جگہ چلو۔

شریعت کے سب احکام پر عمل ضروری ہے | ایسا کرے۔ ”یعنی بعض احکام کو مانے اور بعض کا انکار کرے اس لئے کہ ایمان کا تجزیہ تو ممکن نہیں تو اب بعض احکام کا انکار کرنے والا بھی کافر مطلق ہوگا۔ صرف بعض احکام پر ایمان لانے سے کچھ بھی ایمان نصیب نہ ہوگا۔ اس آیت سے صاف معلوم ہو گیا کہ اگر کوئی شخص بعض احکام شرعیہ کی متابعت کرے اور جو حکم کہ اس کی طبیعت یا عادت یا غرض کے خلاف ہو اس کے قبول میں قصور کرے تو بعض احکام کی متابعت اس کو کچھ نفع نہیں دے سکتی۔

الدُّنْيَا بِالْآخِرَةِ ۚ فَلَا يُخَفِّفُ عَنْهُمْ الْعَذَابُ

زندگی آخرت کے بدلے سونہ ہلکا ہوگا ان پر عذاب

وَلَا هُمْ يُنصَرُونَ ﴿۸۶﴾ ۷ وَلَقَدْ آتَيْنَا مُوسَى الْكِتَابَ

اور نہ ان کو مدد پہنچے گی اور بیشک دی ہم نے موسیٰ کو کتاب

وَقَفَّيْنَا مِنْ بَعْدِهِ بِالرُّسُلِ ۚ وَآتَيْنَا عِيسَى ابْنَ

اور پے در پے بھیجے اُس کے پیچھے رسول اور دیے ہم نے عیسیٰ مریم کے بیٹے کو

مَرْيَمَ الْبَيْتِ وَأَيَّدْنَاهُ بِرُوحِ الْقُدُسِ ۗ أَفَكُلَّمَا

معجزے صریح اور قوت دی اُس کو روح پاک سے پھر بھلا کیا جب

جَاءَكُمْ رَسُولٌ بِمَا لَا تَهْوَىٰ أَنفُسُكُمْ اسْتَكْبَرْتُمْ

تمہارے پاس لایا کوئی رسول وہ حکم جو نہ بھایا تمہارے جی کو تو تم تکبر کرنے لگے

فَفَرِيقًا كَذَّبْتُمْ ۚ وَفَرِيقًا تَقْتُلُونَ ﴿۸۷﴾ وَقَالُوا

پھر ایک جماعت کو جھٹلایا اور ایک جماعت کو تم نے قتل کر دیا اور کہتے ہیں

قُلُوبُنَا غُلْفٌ ۗ بَلْ لَعَنَهُمُ اللَّهُ بِكُفْرِهِمْ فَقَلِيلًا

ہمارے دلوں پر غلاف ہے بلکہ لعنت کی ہے اللہ نے ان کے کفر کے سبب سو بہت کم

مَا يُؤْمِنُونَ ﴿۸۸﴾ وَلَمَّا جَاءَهُمْ كِتَابٌ مِنْ عِنْدِ اللَّهِ

ایمان لاتے ہیں اور جب پہنچی اُن کے پاس کتاب اللہ کی طرف سے

مُصَدِّقٌ لِمَا مَعَهُمْ ۗ وَكَانُوا مِنْ قَبْلُ يَسْتَفْتِحُونَ عَلَىٰ

جو سچا بتاتی ہے اس کتاب کو جو اُن کے پاس ہے اور پہلے سے فتح مانگتے تھے

❖ یعنی مفاد نبوی کو آخرت کے مقابلہ میں قبول کیا اس لئے کہ جن لوگوں سے عہد کیا تھا اس کو دنیا کے خیال سے نبھایا اور اللہ کے جو احکام تھے ان کی پروا نہ کی تو پھر اللہ کے ہاں ایسوں کی کون سفارش یا حمایت کر سکتا ہے۔

❖ حضرت عیسیٰ کے معجزے | مردوں کا زندہ کرنا۔ اکمہ و ابرص وغیرہ مریضوں کا صحت یاب ہونا۔ غیب کی خبریں بتانا یہ حضرت عیسیٰ کے کھلے معجزے ہیں، اور روح القدس کہتے ہیں حضرت جبریل کو جو ہر وقت اُن کے ساتھ رہتے تھے یا اسم اعظم کہ جس کی برکت سے مردوں کو زندہ کرتے تھے۔

❖ انبیاء کی تکذیب اور قتل | جیسا کہ حضرت عیسیٰ اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو جھوٹا کہا۔

❖ جیسا کہ حضرت زکریا اور حضرت یحییٰ علیہما السلام کو قتل کیا۔

❖ بنی اسرائیل پر اللہ کی لعنت | یہود اپنی تعریف میں کہتے تھے کہ ”ہمارے دل غلاف کے اندر محفوظ ہیں، بجز اپنے دین کے کسی کی بات ہم کو اثر نہیں کرتی۔ ہم کسی کی چا پلوسی، سحر بیانی یا کرشمے اور دھوکے کی وجہ سے ہرگز اس کی متابعت نہیں کر سکتے۔“ حق تعالیٰ نے فرمایا ”وہ بالکل جھوٹے ہیں بلکہ اُن کے کفر کے باعث اللہ نے اُن کو ملعون اور اپنی رحمت سے دور کر دیا ہے۔ اس لئے کسی طرح دین حق کو نہیں مانتے اور بہت کم دولت ایمان سے مشرف ہوتے ہیں۔“

الَّذِينَ كَفَرُوا ۖ فَلَمَّا جَاءَهُمْ مَا عَرَفُوا كَفَرُوا بِهِ ۚ

کافروں پر پھر جب پہنچا ان کو جس کو پہچان رکھتا تھا تو اس سے منکر ہو گئے

فَلَعْنَةُ اللَّهِ عَلَى الْكَافِرِينَ ﴿۸۹﴾ يَسْبَأُ بِشَرِّهَا اشْتَرُوا بِهِ

سولعت ہے اللہ کی مکروں پر ﴿۸۹﴾ بری چیز ہے وہ جس کے بدلے بیچا

أَنْفُسَهُمْ أَنْ يَكْفُرُوا بِمَا أَنْزَلَ اللَّهُ بَعِيًّا أَنْ يُنَزَّلَ

انہوں نے اپنے آپ کو کہ منکر ہوئے اُس چیز کے جو اتاری اللہ نے اس ضد پر کہ اتارے

اللَّهُ مِنْ فَضْلِهِ عَلَى مَنْ يَشَاءُ مِنْ عِبَادِهِ ۚ فَبَاءُوا

اللہ اپنے فضل سے جس پر چاہے اپنے بندوں میں سے ﴿۹۰﴾ سو کمالائے

بِغَضَبٍ عَلَى غَضَبٍ ۖ وَلِلْكَافِرِينَ عَذَابٌ مُهِينٌ ﴿۹۰﴾ وَ

غضب پر غضب اور کافروں کے واسطے عذاب ہے ذلت کا ﴿۹۰﴾ اور

إِذَا قِيلَ لَهُمْ آمِنُوا بِمَا أَنْزَلَ اللَّهُ قَالُوا نُوْمِنُ بِمَا

جب کہا جاتا ہے ان سے مانو اُس کو جو اللہ نے بھیجا ہے تو کہتے ہیں ہم مانتے ہیں جو

أَنْزَلَ عَلَيْنَا وَيَكْفُرُونَ بِمَا وَرَاءَهُ ۚ وَهُوَ الْحَقُّ

اترا ہے ہم پر اور نہیں مانتے اس کو جو سو اس کے ہے حالانکہ وہ کتاب

مَصْدِقًا لِمَا مَعَهُمْ ۗ قُلْ فَلِمَ تَقْتُلُونَ أَنْبِيَاءَ اللَّهِ

جی ہے تصدیق کرتی ہے اس کتاب کی جو ان کے پاس ہے ﴿۹۱﴾ کہہ دو پھر کیوں قتل کرتے رہے ہو اللہ کے پیغمبروں کو

مِنْ قَبْلُ إِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ ﴿۹۱﴾ وَلَقَدْ جَاءَكُمْ مُوسَىٰ

پہلے سے اگر تم ایمان رکھتے تھے ﴿۹۱﴾ اور آچکا تمہارے پاس موسیٰ

❖ بنی اسرائیل آنحضرت کے وسیلے سے دعاء مانگتے تھے | اُن کے پاس جو کتاب آئی وہ قرآن ہے اور جو کتاب اُن کے پاس پہلے سے تھی وہ توریت ہوئی۔ قرآن کے اُترنے سے پہلے یہودی کافروں سے مغلوب ہوتے تو خدا سے دعا مانگتے کہ ”ہم کو نبی آخر الزماں اور جو کتاب اُن پر نازل ہوگی اُن کے طفیل سے کافروں پر غلبہ عطا فرما۔“ جب حضور پیدا ہوئے اور سب نشانیاں بھی دیکھ چکے تو منکر ہو گئے اور ملعون ہوئے۔

❖ یعنی جس چیز کے بدلے انہوں نے اپنے آپ کو بیچا وہ کفر اور انکار ہے قرآن کا اور انکار بھی محض خدا اور حسد کے سبب۔

❖ ایک غضب تو یہ کہ قرآن بلکہ اُس کے ساتھ اپنی کتاب کے بھی منکر ہو کر کافر ہوئے، دوسرے محض حسد اور ضد سے پیغمبر وقت سے انحراف اور خلاف کیا۔

❖ کافروں اور مسلمانوں کے عذاب میں فرق | اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ہر عذاب ذلت کے لئے نہیں ہوتا بلکہ مسلمانوں کو جو اُن کے معاصی پر عذاب ہوگا گناہوں سے پاک کرنے کے لئے ہوگا نہ بغرض تذلیل، البتہ کافروں کو بغرض تذلیل عذاب دیا جائے گا۔

❖ جو اللہ نے بھیجا یعنی انجیل و قرآن اور جو اتر اہم پر یعنی توریت مطلب یہ ہوا کہ ”بجز توریت اور کتابوں کا صاف انکار کرتے ہیں اور انجیل و قرآن کو نہیں مانتے“ حالانکہ وہ کتابیں بھی سچی اور توریت کی تصدیق کرنے والی ہیں۔

❖ انبیاء کا قتل توریت پر ایمان کے منافی ہے | اُن سے کہہ دو کہ ”اگر تم توریت پر ایمان رکھتے ہو تو پھر تم نے انبیاء کو کیوں قتل کیا“ کیونکہ توریت میں یہ حکم ہے کہ ”جو نبی توریت کو سچا کہنے والا آئے اس کی نصرت کرنا اور اس پر ضرور ایمان لانا، اور قتل بھی اُن انبیاء کو کیا جو پہلے گذر چکے ہیں (جیسے حضرت زکریا اور حضرت یحییٰ) جو احکام توریت پر عمل کرتے تھے اور اسی کی ترویج کے لئے مبعوث ہوئے تھے اُن کے مصدق توریت ہونے پر تو بیوقوف کو بھی تامل نہیں ہو سکتا (یہ بات لفظ قبل سے مفہوم ہوئی)

بِالْبَيِّنَاتِ ثُمَّ آتَيْنَاهُمُ الْعِجْلَ مِنْ بَعْدِهِ وَأَنْتُمْ

صرف معجزے لے کر پھر بنا لیا تم نے پھڑا اس کے گئے پیچھے اور تم

ظَالِمُونَ ﴿۹۱﴾ وَإِذْ أَخَذْنَا مِيثَاقَكُمْ وَرَفَعْنَا فَوْقَكُمُ

ظالم ہو اور جب ہم نے لیا قرار تمہارا اور بلند کیا تمہارے اوپر

الطُّورَ خُذُوا مَا آتَيْنَاكُمْ بِقُوَّةٍ وَأَسْمِعُوا قَالُوا

کوہ طور کو پکڑو جو ہم نے تم کو دیا زور سے اور سنو بولے

سَمِعْنَا وَعَصَيْنَا وَأَنْشُرُ بُوَانِي قُلُوبِهِمُ الْعِجْلَ بِكُفْرِهِمْ

سنائے اور نہ مانا اور پلائی گئی ان کے دلوں میں محبت اسی پھڑے کی بسبب ان کے کفر کے

قُلْ بِسْمِ اللَّهِ يَأْهُرُكُمْ بِهِ إِيمَانُكُمْ إِن كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ ﴿۹۲﴾

کہہ دے کہ بری باتیں سکھاتا ہے تم کو ایمان تمہارا اگر تم ایمان والے ہو

قُلْ إِنْ كَانَتْ لَكُمْ الدَّارُ الْآخِرَةُ عِنْدَ اللَّهِ خَالِصَةً

کہہ دے کہ اگر ہے تمہارے واسطے آخرت کا گھر اللہ کے ہاں تنہا

مِنْ دُونِ النَّاسِ فَتَمَنَّوْا الْبُوتَ إِن كُنْتُمْ صَادِقِينَ ﴿۹۳﴾

سو اور لوگوں کے تو تم مرنے کی آرزو کرو اگر تم سچ کہتے ہو

وَلَنْ يَتَمَنَّوْهُ أَبَدًا بِمَا قَدَّمَتْ أَيْدِيهِمْ وَاللَّهُ عَلِيمٌ

اور ہرگز آرزو نہ کریں گے موت کی کبھی بسبب ان گناہوں کے کہ بھیج چکے ہیں ان کے ہاتھ اور اللہ خوب جانتا ہے

بِالظَّالِمِينَ ﴿۹۴﴾ وَلَنْجِدَنَّهْمُ أَحْرَاصًا عَلَى

گناہ گاروں کو اور تو دیکھے گا ان کو سب لوگوں سے زیادہ حریص زندگی

◆ بنی اسرائیل ظالم ہیں | یعنی حضرت موسیٰ کہ جن کی شریعت پر قائم ہو اور ان کی شریعت کی وجہ سے اور شرائع حقہ کا انکار کرتے ہو خود انہوں نے کھلے کھلے معجزے تم کو دکھائے (جیسے عصا، ید بیضا اور دریا کا پھاڑنا وغیرہ) مگر جب چند دن کے لئے کوہ طور پر گئے تو اتنے ہی میں پچھڑے کو تم نے خدا بنا لیا۔ حالانکہ موسیٰ علیہ السلام اپنے درجہ نبوت پر قائم زندہ موجود تھے تو اس وقت تمہارا حضرت موسیٰ اور ان کی شریعت پر ایمان کہاں جاتا رہا تھا اور رسول آخر الزماں کے بغض و حسد میں آج شریعت موسویٰ کو ایسا پکڑ رکھا ہے کہ خدا کا حکم بھی نہیں سنتے، بیشک تم ظالم تمہارے باپ دادا ظالم۔ یہ حال تو بنی اسرائیل کا حضرت موسیٰ کے ساتھ تھا۔ آگے توریت کی نسبت جو ان کے ایمان کی حالت تھی اس کو بتاتے ہیں۔

◆ یعنی احکام توریت کی جو تکلیف دی گئی اس کو پوری ہمت و استقلال سے مضبوط پکڑو، چونکہ پہاڑ سر پر معلق تھا جان کے اندیشہ سے زبان سے (یا اُس وقت) تو کہہ لیا سمعنا یعنی احکام توریت ہم نے سن لئے اور دل سے (یا بعد میں) کہا عصینا یعنی ہم نے قبول نہیں کیا احکام کو اور وجہ اس کی یہ تھی کہ صورت پرستی ان کے دل میں راسخ ہو چکی تھی ان کے کفر کے باعث وہ زنگ بالکل ان کے دل سے زائل نہیں ہوا بلکہ رفتہ رفتہ بڑھتا گیا۔

◆ بنی اسرائیل کے ایک دعویٰ کی تردید | یہود کہتے تھے کہ ”جنت میں ہمارے سوا کوئی نہ جائے گا اور ہم کو عذاب نہ ہوگا“ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اگر ”یقینی بہشتی ہو تو مرنے سے کیوں ڈرتے ہو۔“

حَيَوَةٌ ۚ وَمِنَ الَّذِينَ أَشْرَكُوا يَوَدُّ أَحَدُهُمْ لَوْ يُعَمَّرُ

اور زیادہ حریص مشرکوں سے بھی چاہتا ہے ایک ایک ان میں کا کہ عمر پاوے

أَلْفَ سَنَةٍ ۚ وَمَا هُوَ بِمُرْجِحِهَا مِنَ الْعَذَابِ أَنْ

ہزار برس اور نہیں اُس کو بچانے والا عذاب سے اس قدر

يُعَمَّرُ ۗ وَاللَّهُ بِصِرِّبِمَا يَعْمَلُونَ ۗ قُلْ مَنْ كَانَ

چینا اور اللہ دیکھتا ہے جو کچھ وہ کرتے ہیں تو کہہ دے جو کوئی ہووے

عَدُوًّا لِجِبْرِيلَ فَإِنَّهُ نَزَّلَهُ عَلَى قَلْبِكَ بِإِذْنِ اللَّهِ

دشمن جبریل کا سو اُس نے تو اتارا ہے یہ کلام تیرے دل پر اللہ کے حکم سے

مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ وَهُدًى وَبُشْرًا لِلْمُؤْمِنِينَ ۙ

کہ سچا بتانے والا ہے اُس کلام کو جو اُس کے پہلے ہے اور راہ دکھاتا ہے اور خوشخبری سناتا ہے ایمان والوں کو

مَنْ كَانَ عَدُوًّا لِلَّهِ وَمَلَائِكَتِهِ وَرُسُلِهِ وَجِبْرِيلَ

جو کوئی ہووے دشمن اللہ کا اور اس کے فرشتوں کا اور اس کے پیغمبروں کا اور جبریل

وَمِيكَائِيلَ فَإِنَّ اللَّهَ عَدُوٌّ لِلْكَافِرِينَ ۙ ۙ وَقَدْ

اور میکائیل کا تو اللہ دشمن ہے اُن کافروں کا اور

أَنْزَلْنَا إِلَيْكَ آيَاتٍ بَيِّنَاتٍ ۚ وَمَا يَكْفُرُ بِهَا إِلَّا

ہم نے اتاریں تیری طرف آیتیں روشن اور انکار نہ کریں گے ان کا

الْفَاسِقُونَ ۙ ۙ أَوْ كَلِمَاتٍ عَاهَدُوا عَاهِدًا نَّبَذَهُ فَرِيقٌ

وہی جو نافرمان ہیں کیا جب کبھی باندھیں گے کوئی اقرار تو پھینک دے گی اُس کو ایک جماعت

یعنی یہودیوں نے ایسے برے کام کئے ہیں کہ موت سے نہایت بچتے ہیں اور ڈرتے ہیں کہ مرتے ہی خیر نظر نہیں آتی حتیٰ کہ مشرکین سے بھی زیادہ جینے پر حریص ہیں۔ اس سے ان کے دعوؤں کی تغلیط خوب ہوگئی۔

حضرت جبریل سے یہودیوں کی دشمنی | یہود کہتے تھے کہ ”جبریل فرشتہ اس نبی کے پاس وحی لاتا ہے اور وہ ہمارا دشمن ہے۔ ہمارے اگلے بڑوں کو اس سے بہت تکلیفیں پہنچیں۔ اگر جبریل کے بدلے اور فرشتہ وحی لائے تو ہم محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لائیں۔“ اس پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ فرشتے جو کچھ کرتے ہیں اللہ کے حکم سے کرتے ہیں اپنی طرف سے کچھ نہیں کرتے جو ان کا دشمن ہے اللہ بیشک ان کا دشمن ہے۔

مِنْهُمْ ۖ بَلْ أَكْثَرُهُمْ لَا يُؤْمِنُونَ ﴿۱۰۰﴾ وَلَمَّا جَاءَهُمْ

ان میں سے بلکہ ان میں اکثر یقین نہیں کرتے اور جب پہنچا ان کے پاس

رَسُولٌ مِّنْ عِنْدِ اللَّهِ مُصَدِّقٌ لِّمَا مَعَهُمْ نَبَذَ

رسول اللہ کی طرف سے تصدیق کرنے والا اس کتاب کی جو ان کے پاس ہے تو پھینک دیا

فَرِيقٌ مِّنَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ كَتَبَ اللَّهُ وِرَاءَ

ایک جماعت نے اہل کتاب سے اہل کتاب اللہ کو اپنی پیٹھ

ظُهُورِهِمْ كَانْتَهُمُ لَا يَعْلَمُونَ ﴿۱۰۱﴾ وَاتَّبَعُوا مَا تَتْلُوا

کے پیچھے گویا کہ وہ جانتے ہی نہیں اور پیچھے ہو لئے اس علم کے جو پڑھتے تھے

الشَّيْطَانِ عَلَىٰ مُلْكِ سُلَيْمَانَ ۖ وَمَا كَفَرَ سُلَيْمَانُ

شیطان سلیمان کی بادشاہت کے وقت اور کفر نہیں کیا سلیمان نے

وَلَكِنَّ الشَّيْطَانَ كَفَرُوا وَيَعْلَمُونَ النَّاسَ السِّحْرَ وَمَا

لیکن شیطانوں نے کفر کیا کہ سکھاتے تھے لوگوں کو جادو اور اس علم کے

أَنْزَلَ عَلَى الْبَلَكِيِّنَ بَابِلَ ۖ هَارُوتَ وَمَارُوتَ ۖ

پیچھے ہو لئے جو اترادو فرشتوں پر شہر بابل میں جن کا نام ہاروت اور ماروت ہے

وَمَا يُعَلِّمِينَ مِنْ أَحَدٍ حَتَّىٰ يَقُولَ إِنَّا بِنَحْنُ فِتْنَةٌ ۖ

اور نہیں سکھاتے تھے وہ دونوں فرشتے کسی کو جب تک یہ نہ کہہ دیتے کہ ہم تو آزمائش کے لئے ہیں

فَلَا تَكْفُرْهُ فَيَتَعَلَّمُونَ مِنْهُمَا مَا يُفَرِّقُونَ بِهِ بَيْنَ

سو تو کافر مت ہو پھر ان سے سیکھتے وہ جادو جس سے جدائی ڈالتے ہیں

یعنی اُن کی عادتِ قدیم ہے کہ جب اللہ یا رسول یا کسی شخص سے کوئی عہد مقرر کرتے ہیں تو انہی میں کی ایک جماعت اس عہد کو پس پشت ڈال دیتی ہے بلکہ بہت سے یہودی ایسے ہیں جو تورات پر ایمان ہی نہیں رکھتے، ایسوں کو عہد شکنی میں کیا باک ہو سکتا ہے۔

آنحضرت کی وجہ سے تورات سے انحراف | رسول سے مراد حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور مامعہم سے تورات اور کتاب اللہ سے بھی تورات مراد ہے۔ یعنی جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے حالانکہ وہ تورات وغیرہ کتب کے مصدق تھے تو یہودی کی ایک جماعت نے خود تورات کو پس پشت ایسا ڈال دیا کہ گویا جانتی ہی نہیں کہ یہ کیا کتاب ہے اور اس میں کیا حکم ہیں۔ سو اُن کو جب اپنی ہی کتاب پر ایمان نہیں تو ان سے آگے کو کیا امید کی جائے۔

شیطانوں سے جادو کی تعلیم | یعنی اُن احمقوں نے کتاب الہی تو پس پشت ڈالی اور شیطانوں سے جادو سیکھا اور اُس کی متابعت کرنے لگے۔

الْمَرءِ وَزَوْجِهِ ۗ وَمَا هُمْ بِضَارِّينَ بِهِ مِنْ أَحَدٍ إِلَّا

مرد میں اور اُس کی عورت میں اور وہ اس سے نقصان نہیں کر سکتے کسی کا بغیر

بِإِذْنِ اللَّهِ ۗ وَيَتَعَلَّمُونَ مَا يَضُرُّهُمْ وَلَا يَنْفَعُهُمْ ۗ

حکم اللہ کے اور سیکھتے ہیں وہ چیز جو نقصان کرے ان کا اور نائدہ نہ کرے

وَلَقَدْ عَلِمُوا لَمَنِ اشْتَرَاهُ مَا لَهُ فِي الْآخِرَةِ مِنْ

اور وہ خوب جان چکے ہیں کہ جس نے اختیار کیا جاوے کو نہیں اُس کے لئے آخرت میں

خَلَاقٍ ۗ وَلَيْسَ مَا شَرَوْا بِهِ أَنْفُسَهُمْ لَوْ كَانُوا

کچھ حصہ اور بہت ہی بری چیز ہے جس کے بدلے بیچا انہوں نے اپنے آپ کو اگر ان کو

يَعْلَمُونَ ﴿۱۰۳﴾ وَلَوْ أَنَّهُمْ آمَنُوا وَاتَّقَوْا لَمَثُوبَةٌ مِّنْ

سمجھ ہوتی اور اگر وہ ایمان لاتے اور تقویٰ کرتے تو بدلہ پاتے اللہ

عِنْدِ اللَّهِ خَيْرٌ لَّوْ كَانُوا يَعْلَمُونَ ﴿۱۰۴﴾ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ

کے ہاں سے بہتر اگر ان کو سمجھ ہوتی اے

آمَنُوا لَا تَقُولُوا رَاعِنَا وَقُولُوا انظُرْنَا وَاسْمِعُوا

ایمان والو تم نہ کہو راعنا اور کہو انظرننا اور سنتے رہو

وَلِلْكَافِرِينَ عَذَابٌ أَلِيمٌ ﴿۱۰۵﴾ مَا يَوَدُّ الَّذِينَ

اور کافروں کو عذاب ہے دردناک دل نہیں چاہتا ان لوگوں کا جو

كَفَرُوا مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ وَلَا الْمُشْرِكِينَ أَنْ يُنَزَّلَ

کافر ہیں اہل کتاب میں اور نہ مشرکوں میں اس بات کو کہ اتارے

♦ **ہاروت ماروت اور علم سحر** | خلاصہ یہ کہ یہود اپنے دین اور کتاب کا علم چھوڑ کر علم سحر کے تابع ہو گئے اور سحر لوگوں میں دو طرف سے پھیلا۔ ایک حضرت سلیمان کے عہد میں۔ چونکہ جنات اور آدمی ملے جلے رہتے تھے تو آدمیوں نے شیطانوں سے سحر سیکھا (اور نسبت کر دیا حضرت سلیمان کی طرف) کہ ”ہم کو انہی سے پہنچا ہے اور ان کو حکم جن اور انس پر اسی کے زور سے تھا“ سو اللہ تعالیٰ نے فرمادیا کہ ”یہ کام کفر کا ہے سلیمان کا نہیں۔“ دوسرے پھیلا ہاروت ماروت کی طرف سے۔ وہ دو فرشتے تھے شہر بابل میں بصورت آدمی رہتے تھے ان کو علم سحر معلوم تھا۔ جو کوئی طالب اس کا جاتا اول اس کو روک دیتے کہ اس میں ایمان جاتا رہے گا اس پر بھی باز نہ آتا تو اس کو سکھا دیتے۔ اللہ تعالیٰ کو ان کے ذریعہ سے بندوں کی آزمائش منظور تھی سو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ایسے علموں سے آخرت کا کچھ نفع نہیں بلکہ سراسر نقصان ہے اور دنیا میں بھی ضرر ہے اور بغیر حکم خدا کے کچھ نہیں کر سکتے اور علم دین اور علم کتاب سیکھتے تو اللہ کے ہاں ثواب پاتے۔

♦ **صحابہ کو راعنا کہنے کی ممانعت** | یہودی آکر آپ کی مجلس میں بیٹھتے اور حضرت کی باتیں سنتے۔ بعض بات جو اچھی طرح نہ سنتے اس کو مکرر تحقیق کرنا چاہتے تو کہتے راعنا (یعنی ہماری طرف متوجہ ہو اور ہماری رعایت کرو) یہ کلمہ ان سے سن کر کبھی مسلمان بھی کہہ دیتے۔ اللہ تعالیٰ نے منع فرمایا کہ یہ لفظ نہ کہو اگر کہنا ہو تو انظرنا کہو (اس کے معنی بھی یہی ہیں) اور ابتدا ہی سے متوجہ ہو کر سنتے رہو تو مکرر پوچھنا ہی نہ پڑے۔ یہود اس لفظ کو بد معنی اور فریب سے کہتے تھے اس لفظ کو زبان دبا کر کہتے تو راعینا ہو جاتا (یعنی ہمارا چرواہا) اور یہود کی زبان میں راعنا حق کو بھی کہتے ہیں۔

عَلَيْكُمْ مِنْ خَيْرٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَاللَّهُ يَخْتَصُّ بِرَحْمَتِهِ

تم پر کوئی نیک بات تمہارے رب کی طرف سے اور اللہ خاص کر لیتا ہے اپنی رحمت کے ساتھ

مَنْ يَشَاءُ وَاللَّهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيمِ ﴿۱۵﴾ مَا نُنسِئُ مِنْ

جس کو چاہے اور اللہ بڑے فضل والا ہے جو منسوخ کرتے ہیں ہم کوئی

آيَةٍ أَوْ نُنسِئَهَا نَاتٍ خَيْرٍ مِّنْهَا أَوْ مِثْلَهَا أَلَمْ تَعْلَمْ

آیت یا بھلا دیتے ہیں تو بھیج دیتے ہیں اس سے بہتر یا اس کے برابر کیا تجھ کو معلوم نہیں

أَنَّ اللَّهَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ﴿۱۶﴾ أَلَمْ تَعْلَمْ أَنَّ

کہ اللہ ہر چیز پر قادر ہے کیا تجھ کو معلوم نہیں کہ

اللَّهُ لَهُ مُلْكُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ وَمَا لَكُمْ مِنْ

اللہ ہی کے لئے ہے سلطنت آسمان اور زمین کی اور نہیں تمہارے واسطے

دُونِ اللَّهِ مِنْ وَّلِيٍّ وَلَا نَصِيرٍ ﴿۱۷﴾ أَمْ تَرِيدُونَ أَنْ

اللہ کے سوا کوئی حمایتی اور نہ مددگار کیا تم مسلمان بھی چاہتے ہو کہ

تَسْأَلُوا رَسُولَكُمْ كَمَا سَأَلَ مُوسَىٰ مِنْ قَبْلُ وَمَنْ

سوال کرو اپنے رسول سے جیسے سوال ہو چکے ہیں موسیٰ سے اس سے پہلے اور جو

يَتَّبِعُ الْكُفْرَ بِالْإِيمَانِ فَقَدْ ضَلَّ سَوَاءَ السَّبِيلِ ﴿۱۸﴾

کوئی کفریوں کے بدلے ایمان کے تو وہ بہکا سیدھی راہ سے

وَدَّ كَثِيرٌ مِّنْ أَهْلِ الْكِتَابِ لَوْ يَرُدُّونَكُمْ مِنْ بَعْدِ إِيمَانِكُمْ

دل چاہتا ہے بہت سے اہل کتاب کا کہ کسی طرح تم کو پھر کر مسلمان ہوئے پیچھے

یعنی کفار (یہود ہوں یا مشرکین مکہ) قرآن کے نزول کو تم پر ہرگز پسند نہیں کرتے بلکہ یہود تمنا کرتے ہیں کہ نبی آخر الزماں بنی اسرائیل میں پیدا ہو اور مشرکین مکہ چاہتے ہیں کہ ہماری قوم میں سے ہو مگر یہ تو اللہ کے فضل کی بات ہے کہ انہی لوگوں میں نبی آخر الزماں کو پیدا فرمایا۔

سخ پر اعتراض کا جواب | یہ بھی یہود کا طعن تھا ”تمہاری کتاب میں بعض آیات منسوخ ہوتی ہیں، اگر یہ کتاب اللہ کی طرف سے ہوتی تو جس عیب کی وجہ سے اب منسوخ ہوئی اس عیب کی خبر کیا خدا کو پہلے سے نہ تھی“ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ”عیب نہ پہلی بات میں تھا نہ پچھلی میں لیکن حاکم مناسب وقت دیکھ کر جو چاہے حکم کرے اس وقت وہی مناسب تھا اور اب دوسرا حکم مناسب ہے۔“

یعنی ادھر تو اللہ کی قدرت و ملکیت سب پر شامل ادھر اس کی اپنے بندوں پر اعلیٰ درجہ کی عنایت، تو اب مصالح اور منافع بندوں کی اطلاع اور رآن پر قدرت کس کو ہو سکتی ہے۔ اور اس کے برابر بندوں کی خیر خواہی کون کر سکتا ہے۔

ایمان والو! یہودیوں کی طرح سوال نہ کرو | یعنی یہودیوں کی باتوں پر ہرگز اعتماد نہ کرنا جس کسی کو یہودیوں کے شبہ ڈالنے سے شبہ پڑ گیا وہ کافر ہوا۔ اس کی احتیاط رکھو اور یہود کے کہنے سے تم اپنے نبی کے پاس شبہ نہ لاؤ جیسے وہ اپنے نبی کے پاس لاتے تھے۔

كُفَّارًا ۖ حَسَدًا مِّنْ عِنْدِ أَنْفُسِهِمْ مِّمَّنْ بَعْدَ مَا

کافر بنادیں بسبب اپنے دلی حسد کے بعد اس کے کہ

تَبَيَّنَ لَهُمُ الْحَقُّ ۖ فَاعْفُوا وَاصْفَحُوا حَتَّىٰ يَأْتِيَ اللَّهُ

ظاہر ہو چکا ان پر حق سو تم درگزر کرو اور خیال میں نہ لانا جب تک بھیجے اللہ

بِأَمْرِهِ إِنَّ اللَّهَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ۝۹۹ وَأَقِيمُوا الصَّلَاةَ

اپنا علم بیشک اللہ ہر چیز پر قادر ہے اور قائم رکھو نماز

وَاتُوا الزَّكَاةَ ۖ وَمَا تُقَدِّمُوا لِأَنْفُسِكُمْ مِنْ خَيْرٍ تَجِدُوهُ

اور دیتے رہو زکوٰۃ اور جو کچھ آگے بھیج دو گے اپنے واسطے بھلائی پاؤ گے اس کو اللہ

عِنْدَ اللَّهِ إِنَّ اللَّهَ بِمَا تَعْمَلُونَ بَصِيرٌ ۝۱۰۰ وَقَالُوا

کے پاس بے شک اللہ جو کچھ تم کرتے ہو سب دیکھتا ہے اور کہتے ہیں کہ

لَنْ يَدْخُلَ الْجَنَّةَ إِلَّا مَن كَانَ هُودًا أَوْ نَصْرًا ۖ

ہرگز نہ جاویں گے جنت میں مگر جو ہوں گے یہودی یا نصرانی

تِلْكَ أَمَانِيُّهُمْ ۖ قُلْ هَاتُوا بُرْهَانَكُمْ إِن كُنْتُمْ

یہ آرزوئیں باندھ لی ہیں انہوں نے کہہ دے لے آؤ سند اپنی اگر تم

صَادِقِينَ ۝۱۰۱ بَلَىٰ ۚ مَن أَسْلَمَ وَجْهَهُ لِلَّهِ وَهُوَ

سچے ہو کیوں نہیں جس نے تابع کر دیا منہ اپنا اللہ کے اور وہ

مُحْسِنٌ فَلَهُ أَجْرُهُ عِنْدَ رَبِّهِ ۖ وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا

نیک کام کرنے والا ہے تو اسی کے لئے ہے ثواب اس کا اپنے رب کے پاس اور نہ ڈر ہے ان پر اور نہ

یعنی بہت سے یہودیوں کو آرزو ہے کہ کسی طرح تم کو اے مسلمانو! پھیر کر پھر کافر بنا دیں حالانکہ ان کو واضح ہو چکا ہے کہ مسلمانوں کا دین، ان کی کتاب، ان کا نبی سب سچے ہیں۔

یعنی جب تک ہمارا حکم کوئی نہ آوے اس وقت تک یہودی کی باتوں پر صبر کرو سو آخر کو حکم آ گیا کہ یہود کو مدینہ سے نکال دو۔

یعنی اپنے ضعف سے تردد مت کرو اللہ تعالیٰ اپنی قدرت سے تم کو عزیز اور یہود کو ذلیل کرے گا یا یہ کہ تاخیر عجز کی وجہ سے نہیں کی جاتی۔

نماز قائم کرو اور زکوٰۃ دو | یعنی ان کی ایذا پر صبر کرو اور عبادات میں مشغول رہو۔ اور اللہ تعالیٰ تمہارے کاموں سے غافل ہرگز نہیں۔ تمہاری کوئی نیک بات ضائع نہیں ہو سکتی۔

یعنی یہودی تو کہتے ہیں کہ بجز ہمارے کوئی جنت میں نہ جائے گا اور نصاریٰ کہتے تھے کہ بجز ہمارے کوئی بہشت میں نہ جائے گا۔

هُمْ يَجْزُونَ ۱۱۲ ۴ وَقَالَتِ الْيَهُودُ لَبِستِ النَّصْرَةَ عَلَى

وہ ٹمگین ہوں گے ۴ اور یہود تو کہتے ہیں کہ نصاریٰ نہیں کسی

شَيْءٍ ۵ وَقَالَتِ النَّصْرَةَ لَبِستِ الْيَهُودُ عَلَى شَيْءٍ ۶

راہ پر اور نصاریٰ کہتے ہیں کہ یہود نہیں کسی راہ پر

وَهُمْ يَتْلُونَ الْكِتَابَ كَذَلِكَ قَالَ الَّذِينَ لَا يَعْلَمُونَ

باوجودیکہ وہ سب پڑھتے ہیں کتاب ۶ اسی طرح کہا ان لوگوں نے جو جاہل ہیں

مِثْلَ قَوْلِهِمْ ۷ فَاللَّهُ يَحْكُمُ بَيْنَهُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فِيمَا

ان ہی کی سی بات ان اللہ حکم کرے گا ان میں قیامت کے دن جس بات میں

كَانُوا فِيهِ يَخْتَلِفُونَ ۱۱۳ ۵ وَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنْ مَنَعَ مَسْجِدَ

جھڑتے تھے ۵ اور اس سے بڑا ظالم کون جس نے منع کیا اللہ کی مسجدوں

اللَّهِ أَنْ يُذْكَرَ فِيهَا اسْمُهُ وَسَعَىٰ فِي خَرَابِهَا ۱۱۴ ۶ أُولَئِكَ

میں کہ لیا جاوے وہاں نام اس کا اور کوشش کی ان کے اجازت میں ۶ ایسوں کو

مَا كَانَ لَهُمْ أَنْ يَدْخُلُوهَا إِلَّا خَائِفِينَ ۷ لَهُمْ فِي

لا لائق نہیں کہ داخل ہوں ان میں گمراہ کرتے ہوئے ۷ ان کے لئے دنیا میں

الدُّنْيَا خِزْيٌ ۸ وَلَهُمْ فِي الْآخِرَةِ عَذَابٌ عَظِيمٌ ۱۱۳ ۷

ذلت ہے ۷ اور ان کے لیے آخرت میں بڑا عذاب ہے

وَلِلَّهِ الْمَشْرِقُ وَالْمَغْرِبُ ۹ فَأَيْنَمَا تُولَّوْا فَثَمَّ وَجْهُهُ

اور اللہ ہی کا ہے مشرق اور مغرب سو جس طرف تم منہ کرو وہاں ہی متوجہ ہے

یعنی جس نے خدا کے احکام کو مانا اور اسکا اتباع کیا وہ احکام خواہ کسی نبی کے ذریعہ سے معلوم ہوں اور اپنی قومیت اور آئین پر تعصب نہ کیا جیسا کہ یہود کرتے ہیں تو ان کے لئے اجر نیک ہے اور نہ کوئی امر ان میں ایسا ہے جس کی وجہ سے خوف ہو اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔

یہودیوں نے توریت پڑھ کر سمجھ لیا کہ جب نصرانیوں نے حضرت عیسیٰ کو خدا کا بیٹا کہا تو بیشک وہ کافر ہو گئے اور نصرانیوں نے انجیل میں صاف دیکھ لیا کہ یہودی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی نبوت کا انکار کر کے کافر ہو گئے۔

کفار و مشرکین کے بے دلیل دعوے | ان جاہلوں سے مشرکین عرب اور بت پرست مراد ہیں یعنی جیسے یہود و نصاریٰ ایک دوسرے کو گمراہ جانتے ہیں۔ اسی طرح بت پرست بھی اپنے سوا سب فرقوں کو گمراہ اور بے دین بتلاتے ہیں، سو دنیا میں کہتے جاتے ہیں قیامت کو فیصلہ ہو جائے گا۔ **فائدہ** | یہاں یہ شبہ ہوتا ہے کہ جب کذلک فرما دیا پھر مثل قولہم فرمانے کی کیا حاجت۔ بعض مفسرین نے جواب دیا کہ مثل قولہم توضیح اور تاکید ہے کذلک کے لئے اور بعض کہتے ہیں کہ یہاں دو تشبیہیں جدا جدا ہیں اس لئے دو لفظ لائے ایک تشبیہ سے تو یہ غرض ہے کہ ان کا اور ان کا مقولہ باہم مشابہ ہیں (یعنی جیسے وہ دوسروں کو گمراہ کہتے ہیں ایسا ہی یہ بھی) اور ایک تشبیہ سے یہ غرض ہے کہ جیسا اہل کتاب یہ دعویٰ بے دلیل اپنی ہوائے نفس اور عداوت سے کرتے تھے ایسے ہی بت پرست بھی بے دلیل محض خواہش نفسانی سے ایسا دعویٰ کرتے ہیں۔

مساجد کا احترام | اس کے شان نزول نصاریٰ ہیں کہ انہوں نے یہود سے مقاتلہ کر کے توریت کو جلایا اور بیت المقدس کو خراب کیا یا مشرکین مکہ کہ انہوں نے مسلمانوں کو محض تعصب و عناد سے حدیبیہ میں مسجد حرام (بیت اللہ) میں جانے سے روکا۔ باقی جو شخص کسی مسجد کو ویران یا خراب کرے وہ اسی حکم میں داخل ہے۔

یعنی ان کفار کو لائق یہی تھا کہ مساجد اللہ میں خوف و تواضع اور ادب و تعظیم کے ساتھ داخل ہوتے کفار نے جو وہاں کی بے حرمتی کی یہ صریح ظلم ہے۔ یا یہ مطلب ہے کہ اُس ملک میں حکومت اور عزت کے ساتھ رہنے کے لائق نہیں۔ چنانچہ یہی ہوا کہ ملک شام اور مکہ اللہ نے مسلمانوں کو دلوادیا۔

یعنی دنیا میں مغلوب ہوئے، قید میں پڑے اور مسلمانوں کے باجگزار ہوئے۔

اللَّهُ ۖ إِنَّ اللَّهَ وَاسِعٌ عَلِيمٌ ﴿۱۱۵﴾ وَقَالُوا اتَّخَذَ

اللہ بيشک اللہ بے انتہا بخشش کرنے والا سب کچھ جاننے والا ہے اور کہتے ہیں کہ اللہ

اللَّهُ وَلَدًا ۚ سُبْحٰنَهُ ۚ بَلْ لَّهُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَ

رکھتا ہے اولاد وہ تو سب باتوں سے پاک ہے بلکہ اسی کا ہے جو کچھ ہے آسمان اور

الْاَرْضِ ۚ كُلُّ لَّهُ قٰنِیْنٌ ﴿۱۱۶﴾ بَدِیْعُ السَّمٰوٰتِ وَ

زمین میں سب اسی کے تابع دار ہیں نیا پیدا کرنے والا ہے آسمان

الْاَرْضِ ۚ وَاِذَا قَضٰی اٰمْرًا فَاِنَّمَا يَقُوْلُ لَهٗ كُنْ

اور زمین کا اور جب حکم کرتا ہے کسی کام کو تو یہی فرماتا ہے اُس کو کہ ہو جا

فَيَكُوْنُ ﴿۱۱۷﴾ وَقَالَ الَّذِیْنَ لَا یَعْلَمُوْنَ لَوْلَا یُكَلِّمُنَا

پس وہ ہو جاتا ہے اور کہتے ہیں وہ لوگ جو کچھ نہیں جانتے کیوں نہیں بات کرتا ہم

اللَّهُ اَوْ تٰنِیْنَا اٰیةٌ ۚ كَذٰلِكَ قَالَ الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ

سے اللہ یا کیوں نہیں آتی ہمارے پاس کوئی آیت اسی طرح کہہ چکے ہیں وہ لوگ جو ان سے پہلے تھے

مِّثْلَ قَوْلِهِمْ ۚ تَشَابَهَتْ قُلُوْبُهُمْ ۚ قَدْ بَيَّنَّا الْاٰیٰتِ

انہی کی سی بات ایک سے ہیں دل ان کے بيشک ہم نے بیان کر دیں نشانیاں

لِقَوْمٍ یُّوْقِنُوْنَ ﴿۱۱۸﴾ اِنَّا اَرْسَلْنَاكَ بِالْحَقِّ بَشِیْرًا

ان لوگوں کے واسطے جو یقین لاتے ہیں بيشک ہم نے تجھ کو بھیجا ہے سچا دین دے کر خوشخبری دینے والا

وَنذِیْرًا ۚ وَلَا تَسْئَلْ عَنْ اَصْحٰبِ الْاِحْجٰمِ ﴿۱۱۹﴾ وَلٰكِنْ

اور ڈرانے والا اور تجھ سے پوچھ نہیں دوزخ میں رہنے والوں کی اور ہرگز

◆ اللہ جہت سے منزہ ہے | یہ بھی یہود و نصاریٰ کا جھگڑا تھا کہ ہر کوئی اپنے قبلہ کو بہتر بتاتا تھا اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ”اللہ مخصوص کسی طرف نہیں بلکہ تمام مکان اور جہت سے منزہ۔ البتہ اس کے حکم سے جس طرف منہ کرو گے وہ متوجہ ہے۔ تمہاری عبادت قبول کرے گا“ بعض نے کہا کہ سفر میں سواری پر نوافل پڑھنے کی بابت یہ آیت اتری۔ یا سفر میں قبلہ مشتتبہ ہو گیا تھا جب اتری۔

◆ یعنی اُس کی رحمت سب جگہ عام ہے ایک مکان کے ساتھ مخصوص نہیں اور بندوں کے مصالح اور اُن کی نیوٹوں کو اور اُن کے اعمال کو سب کو خوب جانتا ہے کہ بندوں کے حق میں کون سی شے مفید ہے اور کون سی مضرا سی کے موافق حکم دیتا ہے اور جو اسی کی موافقت کرے گا اُس کو جزا اور مخالف کو سزا دے گا۔

◆ یہود حضرت عزیرؑ کو اور نصاریٰ حضرت عیسیٰؑ کو خدا کا بیٹا کہتے تھے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اُس کی ذات سب باتوں سے پاک ہے بلکہ سب کے سب اُس کے مملوک اور مطیع اور مخلوق ہیں۔

◆ اللہ اولاد سے پاک ہے | یعنی اہل کتاب اور بت پرستوں میں جو جاہل ہیں وہ سب کہتے ہیں کہ ”اللہ ہم سے بلا واسطہ بات کیوں نہیں کرتا یا کوئی نشانی کیوں نہیں بھیجتا کہ رسالت کی تصدیق کر لیں۔“

◆ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ”پہلے لوگوں نے بھی ایسی ہی جہالت کی بات کہی تھی یہ نئی بات نہیں اور جو یقین لانے والے ہیں اُن کے لئے ہم نے نبی کے برحق ہونے کی نشانیاں بیان کر دی ہیں۔ اور جو ضد اور عداوت پر اڑ رہے ہیں وہ انکار کریں تو یہ محض عناد ہے اُن کا۔“

◆ یعنی تجھ پر الزام نہیں کہ اُنکو مسلمان کیوں نہیں کیا۔

تَرْضَىٰ عَنْكَ الْيَهُودُ وَلَا النَّصَارَىٰ حَتَّىٰ تَتَّبِعَهُ

راضی نہ ہوں گے تجھ سے یہود اور نہ نصاریٰ جب تک تو تابع نہ ہو ان کے

مِلَّتَهُمْ قُلْ إِنْ هَدَىٰ اللَّهُ فَمَا لِي بِهِ سُلْطَانٌ وَلَا لِي بِأَعْيُنِنَا جَزَاءُ لِمَن كَانَ يَتَّبِعُهُ

دین کا تو کہہ دے جو راہ اللہ بتلا دے وہی راہ سیدھی ہے اور اگر بالفرض

اتَّبَعْتَ أَهْوَاءَهُمْ بَعْدَ الَّذِي جَاءَكَ مِنَ الْعِلْمِ

تو تابع داری کرے ان کی خواہشوں کی بعد اس علم کے جو تجھ کو پہنچا

مَا لَكَ مِنَ اللَّهِ مِنْ وَّالٍ وَلَا نَصِيرٌ ۝۱۳۰

تو تیرا کوئی نہیں اللہ کے ہاتھ سے حمایت کرنے والا اور نہ مددگار وہ لوگ

اتَّبَيْنَهُمُ الْكُتُبَ يَنْتُلُونَهُ حَقًّا تِلَاوَتِهِ ۝۱۳۱

جن کو وہی ہم نے کتاب وہ اس کو پڑھتے ہیں جو حق ہے اس کے پڑھنے کا وہی

يُؤْمِنُونَ بِهِ ۝۱۳۲

اس پر یقین لاتے ہیں اور جو کوئی منکر ہوگا اس سے تو وہی

الْخٰسِرُونَ ۝۱۳۳

لوگ نقصان پانے والے ہیں اے بنی اسرائیل یاد کرو احسان ہمارے

الَّتِي أَنْعَمْتُ عَلَيْكُمْ وَأَنِّي فَضَّلْتُكُمْ عَلَى الْعَالَمِينَ ۝۱۳۴

جو ہم نے تم پر کئے اور اس کو کہ ہم نے تم کو بڑائی دی اہل عالم پر

وَأَنْتُمْ لَا تَجْزِي نَفْسٌ عَنْ نَفْسٍ شَيْئًا وَلَا

اور ڈرو اس دن سے کہ نہ کام آدے کوئی شخص کسی کی طرف سے ذرا بھی اور نہ

وقف منزل

۱۱۲

یعنی یہود اور نصاریٰ کو امرِ حق سے سروکار نہیں۔ اپنی ضد پر اڑ رہے ہیں وہ کبھی تمہارا دین قبول نہ کریں گے۔ بالفرض اگر تم ہی اُن کے تابع ہو جاؤ تو خوش ہو جاؤ گے اور یہ ممکن نہیں تو اب اُن سے موافقت کی امید نہ رکھنی چاہیے۔

یعنی ہر زمانہ میں معتبر وہی ہدایت ہے جو اُس زمانہ کا نبی لائے سواب وہ طریقہ اسلام ہے نہ کہ طریقہ یہود و نصاریٰ۔

یہ بات بطریق فرض ہے۔ یعنی بالفرض اگر آپ ایسا کریں تو قہرِ الہی سے کوئی نہیں بچا سکتا۔ یا منظور تنبیہ ہے اُمت کو کہ اگر کوئی مسلمان ہو کر قرآن کو سمجھ کر دین سے پھرے گا تو اس کو عذاب سے کوئی نہ چھڑا سکے گا۔

مخلص اہل یہود | یہود میں تھوڑے آدمی منصف بھی تھے کہ اپنی کتاب کو پڑھتے تھے سمجھ کر وہ قرآن پر ایمان لائے (جیسے حضرت عبداللہ بن سلام اور اُن کے ساتھی) یہ آیت انہی لوگوں کے بارے میں ہے یعنی انہوں نے توریت کو غور سے پڑھا انہی کو ایمان نصیب ہوا اور جس نے انکار کیا کتاب کا یعنی اُس میں تحریف کی وہ خائب و خاسر ہوئے۔

يُقْبَلُ مِنْهَا عَدْلٌ وَلَا تَنْفَعُهَا شَفَاعَةٌ وَلَا هُمْ

قبول کیا جاوے گا اس کی طرف سے بدلہ اور نہ کام آوے اس کو سفارش اور نہ ان کو

يُنصِرُونَ ﴿۱۳۳﴾ وَإِذِ ابْتَلَىٰ إِبْرَاهِيمَ رَبُّهُ بِكَلِمَاتٍ فَأَتَبْتَهُنَّ

مدد پہنچے اور جب آزمایا ابراہیم کو اس کے رب نے کئی باتوں میں پھر اس نے وہ پوری نہیں

قَالَ إِنِّي جَاعِلُكَ لِلنَّاسِ إِمَامًا قَالَ وَمِنْ ذُرِّيَّتِي

تب فرمایا میں تجھ کو کروں گا سب لوگوں کا پیشوا بولا اور میری اولاد میں سے بھی

قَالَ لَا يَنْبَأُ عَهْدِيَ الظَّالِمِينَ ﴿۱۳۴﴾ وَإِذْ جَعَلْنَا

فرمایا نہیں پہنچے گا میرا عہد ظالموں کو اور جب مقرر کیا ہم نے

الْبَيْتَ مَثَابَةً لِّلنَّاسِ وَأَمْنًا وَاتَّخِذُوا مِنْ

خانہ کعبہ کو اجتماع کی جگہ لوگوں کے واسطے اور جگہ امن کی اور بناؤ

مَقَامٍ إِبْرَاهِيمَ مُصَلًّى وَعَهِدْنَا إِلَىٰ إِبْرَاهِيمَ

ابراہیم کے کھڑے ہونے کی جگہ اور حکم کیا ہم نے اور

إِسْمَاعِيلَ أَنَّ طَهِّرَا بَيْتِيَ لِلطَّائِفِينَ وَالْعَاكِفِينَ

اسماعیل کو کہ پاک کر رکھو میرے گھر کو واسطے طواف کرنے والوں کے اور اع تکاف کرنے والوں کے

وَالرُّكَّعِ السُّجُودِ ﴿۱۳۵﴾ وَإِذْ قَالَ إِبْرَاهِيمُ رَبِّ اجْعَلْ

اور رکوع اور سجدہ کرنے والوں کے اور جب کہا ابراہیم نے اے میرے رب بنا

هَذَا بَلَدًا آمِنًا وَارْزُقْ أَهْلَهُ مِنَ الثَّمَرَاتِ مَنْ

اس کو شہر امن کا اور روزی دے اس کے رہنے والوں کو میوے جو کوئی

بنی اسرائیل کو جو باتیں شروع میں یاد دلائی گئی تھیں اب ان کے سب حالات ذکر کرنے کے بعد پھر وہی امور بغرض تاکید و تنبیہ یاد دلائے گئے کہ خوب دل نشین ہو جائیں۔ ہدایت قبول کر لیں اور معلوم ہو جائے کہ اصل مقصود اس قصہ سے یہ ہے۔

حضرت ابراہیم کی آزمائش اور امامت | جیسے حج کے افعال اور ختنہ اور حجامت اور مسواک وغیرہ، سو حضرت ابراہیم علیہ السلام ان احکام کو اللہ کے ارشاد کے موافق اخلاص کے ساتھ بجالاتے اور سب کو پوری طرح سے ادا کیا جس پر لوگوں کے پیشوا بنائے گئے۔

یعنی تمام انبیاء تیری متابعت پر چلیں گے۔

وعدہ نبوت ظالموں کیلئے نہیں تھا | بنی اسرائیل اس پر بہت مغرور تھے کہ ہم اولاد ابراہیم میں ہیں اور اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم سے وعدہ کیا ہے کہ نبوت و بزرگی تیری اولاد میں رہے گی اور ہم حضرت ابراہیم کے دین پر ہیں۔ اور ان کے دین کو سب مانتے ہیں۔ اب اللہ تعالیٰ ان کو سمجھاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا جو وعدہ تھا وہ ان سے تھا جو نیک راہ پر چلیں اور حضرت ابراہیم کے دو بیٹے تھے، ایک مدت تک حضرت اسحاق کی اولاد میں پیغمبری اور بزرگی رہی اب حضرت اسمعیل کی اولاد میں پہنچی (اور انہوں نے دونوں بیٹوں کے حق میں دعا کی تھی) اور فرماتا ہے کہ دین اسلام ہمیشہ ایک ہے سب پیغمبر اور سب امتیں اس پر گذریں (وہ یہ کہ جو حکم اللہ بھیجے پیغمبر کے ہاتھ اس کو قبول کرنا) اب یہ طریقہ مسلمانوں کا ہے اور تم اس سے پھرے ہوئے ہو۔ پہلی آیات میں اپنے انعامات بتلائے تھے اب ان کے اس شبہ کو دفع کیا کہ بنی اسرائیل اپنے آپ کو سارے عالم کا امام اور متبوع اور سب سے افضل سمجھ کر کسی کا اتباع نہ کرتے تھے۔ فائدہ | بنی اسرائیل کے واقعات میں حضرت ابراہیم کا ذکر اور ان کی منقبت مذکور ہوئی اب ان کے ذکر کے ذیل میں خانہ کعبہ کی حالت اور فضیلت ان آیات میں ذکر فرمائی اور ان کے ضمن میں یہود و نصاریٰ پر الزامات بھی ہیں جیسا کہ مفسرین نے ذکر کیا۔

بیت اللہ امن کا مقام ہے | یعنی ہر سال بغرض حج وہاں لوگ مجتمع ہوتے ہیں اور جو وہاں جا کر ارکان حج بجالاتے ہیں وہ عذاب و وزخ سے مامون ہو جاتے ہیں یا وہاں کوئی کسی پر زیادتی نہیں کرتا۔

مقام ابراہیم | مقام ابراہیم وہ پتھر ہے جس پر کھڑے ہو کر خانہ کعبہ کو تعمیر کیا تھا۔ اس میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے قدموں کا نشان ہے اور اسی پتھر پر کھڑے ہو کر حج کی دعوت دی تھی اور وہ جنت سے لایا گیا تھا جیسے حجر اسود۔ اب اس پتھر کے پاس نماز پڑھنے کا حکم ہے اور یہ حکم استنباطی ہے۔

یعنی وہاں برا کام نہ کرے اور ناپاک اس کا طواف نہ کرے اور تمام آلودگیوں سے صاف رکھا جاوے۔

حضرت ابراہیم کی دعا | حضرت ابراہیم نے بوقت بنائے کعبہ یہ دعا کی کہ یہ میدان ایک شہر آباد اور با امن

ہو سو ایسا ہی ہوا۔

أَمَّنْ مِنْهُمْ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ ط قَالَ وَمَنْ كَفَرَ

ان میں سے ایمان لاوے اللہ پر اور قیامت کے دن پر ﴿﴾ فرمایا اور جو کفر کریں

فَأَمَّتْهُ قَلِيلًا ثُمَّ أَضْطَرُّهُ إِلَىٰ عَذَابِ النَّارِ ط وَ

اس کو بھی نفع پہنچاؤں گا تھوڑے دنوں پھر اس کو جبراً بلاؤں گا دوزخ کے عذاب میں اور وہ

بِئْسَ الْبَصِيرُ ﴿١٢٦﴾ وَإِذْ يَرْفَعُ إِبْرَاهِيمُ الْقَوَاعِدَ

برای جگہ ہے رہنے کی ﴿﴾ اور یاد کر جب اٹھاتے تھے ابراہیم بنیادیں

مِنَ الْبَيْتِ وَإِسْمَاعِيلُ رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا إِنَّكَ

خانہ کعبہ کی اور اسمعیل اور دعا کرتے تھے اے پروردگار ہمارے قبول کر ہم سے بیشک تو

أَنْتَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ ﴿١٢٧﴾ رَبَّنَا وَاجْعَلْنَا مُسْلِمَيْنِ

ہی ہے سننے والا جاننے والا ﴿﴾ اے پروردگار ہمارے اور کر ہم کو حکم بردار

لَكَ وَمِنْ ذُرِّيَّتِنَا أُمَّةً مُّسْلِمَةً لَّكَ وَأَرِنَا

اپنا اور ہماری اولاد میں بھی کر ایک جماعت فرماں بردار اپنی اور بتلا ہم کو

مَنَاسِكَنَا وَتُبَّ عَلَيْنَا إِنَّكَ أَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِيمُ ﴿١٢٨﴾

قاعدے حج کرنے کے اور ہم کو معاف کر بیشک تو ہی ہے توبہ قبول کرنے والا مہربان

رَبَّنَا وَابْعَثْ فِيهِمْ رَسُولًا مِنْهُمْ يَتْلُو عَلَيْهِمْ آيَاتِكَ

اے پروردگار ہمارے اور بھیج ان میں ایک رسول انہی میں کا کہ پڑھے ان پر تیری آیتیں

وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَيُزَكِّيهِمْ ط إِنَّكَ أَنْتَ

اور سکھلاوے ان کو کتاب اور تہ کی باتیں اور پاک کرے ان کو بیشک تو ہی ہے

یعنی اس کے رہنے والے جو اہل ایمان ہوں اُن کو روزی دے میووں کی اور کفار کے لئے دعا نہ کی تاکہ وہ مقامِ لوٹ کفر سے پاک رہے۔

کفار کو بھی رزق کا وعدہ | حق تعالیٰ نے فرمایا کہ دنیا میں کفار کو بھی رزق دیا جائے گا اور رزق کا حال امامت جیسا نہیں کہ اہل ایمان کے سوا کسی کو مل ہی نہ سکے۔

قبول کر ہم سے اس کام کو (کہ تعمیر خانہ کعبہ ہے) تو سب کی دعائیں سنتا ہے اور نیت کو جانتا ہے

الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ۚ وَمَنْ يَرْغَبْ عَنْ مِلَّةِ اِبْرَاهِيمَ

زبردست بڑی حکمت والا اور کون ہے جو پھرے ابراہیم کے مذہب سے

اِلَّا مَنْ سَفِهَ نَفْسَهُ ۗ وَلَقَدْ اصْطَفَيْنَاهُ فِي الدُّنْيَا

مگر وہی کہ جس نے احمق بنایا اپنے آپ کو اور بیشک ہم نے اُن کو منتخب کیا دنیا میں

وَإِنَّهُ فِي الْاٰخِرَةِ لَمِنَ الصّٰلِحِيْنَ ۝۱۳۰ اِذْ قَالَ لَهُ

اور وہ آخرت میں نیکوں میں ہیں یاد کرو جب اُس کو کہا اس

رَبُّهُ اَسْلِمْ ۙ قَالَ اَسْلَمْتُ لِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝۱۳۱ وَوَصَّي

کے رب نے کہ حکم برداری کر تو بولا کہ میں حکم بردار ہوں تمام عالم کے پروردگار کا اور یہی وصیت کر گیا

بِهَا اِبْرٰهِيْمَ بَيْنِيْهِ وَيَعْقُوْبُ ۗ يٰۤاِبْنٰۤى اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰ

ابراہیم اپنے بیٹوں کو اور یعقوب بھی کہ اے بیٹو بیشک اللہ نے چن کر دیا ہے

لَكُمْ الدِّيْنَ فَلَا تَمُوْنُوْنَ اِلَّا وَاَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ ۝۱۳۲ اَمْ

تم کو دین تم ہرگز نہ مرنا ستم ہرگز نہ مرنا مگر مسلمان کیا

كُنْتُمْ شُهَدَآءَ اِذْ حَضَرَ يَعْقُوْبَ الْمَوْتُ ۙ اِذْ قَالَ

تم موجود تھے جس وقت قریب آئی یعقوب کے موت جب کہا اپنے

لِبَنِيْهِ مَا تَعْبُدُوْنَ مِنْۢ بَعْدِيْ ۗ قَالُوْا نَعْبُدُ اِلٰهَكَ

بیٹوں کو تم کس کی عبادت کرو گے میرے بعد بولے ہم بندگی کریں گے تیرے رب کی

وَاللّٰهَ اَبَآءُكُمْ اِبْرٰهِيْمَ وَاِسْمٰعِيْلَ وَاِسْحٰقَ اِلٰهًا وَّاحِدًا ۝۱۳۳

اور تیرے باپ دادوں کے رب کی جو کہ ابراہیم اور اسمعیل اور اسحاق ہیں وہی ایک معبود ہے

◆ آنحضرت کی نبوت کی دلیل | یہ دعاء حضرت ابراہیم علیہ السلام اور ان کے بیٹے حضرت اسمعیل علیہ السلام دونوں نے مانگی کہ ہماری جماعت میں ایک جماعت فرمانبردار اپنی پیدا کر اور ایک رسول ان میں بھیج جو ان کو کتاب و حکمت کی تعلیم دے اور ایسا نبی جو ان دونوں کی اولاد میں ہو۔ بجز سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کوئی نہیں آیا اس کی وجہ سے یہود کے گذشتہ خیال کا پورا رد ہو گیا علم کتاب سے مراد معانی و مطالب ضروریہ ہیں جو عبارت سے واضح ہوتے ہیں اور حکمت سے مراد اسرار مخفیہ اور رموز لطیفہ ہیں۔

◆ حضرت ابراہیم کی اپنے بیٹوں کو وصیت | جس ملت و مذہب کا شرف مذکور ہو چکا اسی ملت کی وصیت حضرت ابراہیم و حضرت یعقوب نے اپنی اولاد کو فرمائی تو جو اس کو نہ مانے گا وہ ان کا بھی مخالف ہوا۔ اور یہود کہتے تھے کہ حضرت یعقوب نے اپنی اولاد کو یہودیت کی وصیت فرمائی سو وہ جھوٹے ہیں جیسا اگلی آیت میں آتا ہے

وَنَحْنُ لَهُ مُسْلِمُونَ ﴿۳۲﴾ تِلْكَ أُمَّةٌ قَدْ خَلَتْ، لَهَا مَا

اور ہم سب اسی کے فرمانبردار ہیں ♦ وہ ایک جماعت تھی جو گذر چکی ان کے واسطے ہے

كَسَبَتْ وَلَكُمْ مَّا كَسَبْتُمْ، وَلَا تَسْأَلُونَ عَنَّا كَانُوا

جو انہوں نے کیا اور تمہارے واسطے ہے جو تم نے کیا اور تم سے پوچھ نہیں ان کے

يَعْمَلُونَ ﴿۳۳﴾ وَقَالُوا كُونُوا هُودًا أَوْ نَصْرًا تَهْتَدُوا

کاموں کی ♦ اور کہتے ہیں کہ ہو جاؤ یہودی یا نصرانی تو تم پالو گے راہ راست ♦

قُلْ بَلْ مِلَّةَ إِبْرَاهِيمَ حَنِيفًا وَمَا كَانَ مِنَ

کہہ دے کہ ہرگز نہیں بلکہ ہم نے اختیار کی راہ ابراہیم کی جو ایک ہی طرف کا تھا اور نہ تھا

الْمُشْرِكِينَ ﴿۳۴﴾ قُولُوا آمَنَّا بِاللَّهِ وَمَا أُنزِلَ إِلَيْنَا وَمَا

شرک کرنے والوں میں ♦ تم کہہ دو کہ ہم ایمان لائے اللہ پر اور جو اترا ہم پر اور جو

أُنزِلَ إِلَيْنَا وَمَا أُنزِلَ إِلَيْنَا وَمَا أُنزِلَ إِلَيْنَا وَمَا

اترا ابراہیم اور اسمعیل اور اسحق اور یعقوب

وَالْأَسْبَاطِ وَمَا أُوتِيَ مُوسَى وَعِيسَى وَمَا أُوتِيَ

اور اس کی اولاد پر اور جو ملا موسیٰ کو اور عیسیٰ کو اور جو ملا دوسرے

النَّبِيِّونَ مِنْ رَبِّهِمْ، لَا نُنْفِزُ بَيْنَ أَحَدٍ مِنْهُمْ

پیغمبروں کو ان کے رب کی طرف سے ہم فرق نہیں کرتے ان سب میں سے ایک میں بھی

وَنَحْنُ لَهُ مُسْلِمُونَ ﴿۳۶﴾ فَإِنْ آمَنُوا بِمِثْلِ مَا آمَنْتُمْ بِهِ

اور ہم اسی پروردگار کے فرمانبردار ہیں ♦ سو اگر وہ بھی ایمان لادیں جس طرح تم ایمان لائے

◆ حضرت یعقوبؑ کی اپنے بیٹوں کو وصیت | یعنی تم حضرت یعقوبؑ کی وصیت کے وقت تو موجود بھی نہ تھے انہوں نے ملت انبیاء موصوفین کا ارشاد فرمایا تھا تم نے یہ کیا کہ یہود اپنے سوا سب کو اور نصاریٰ اپنے سوا سب کو بے دین بتلانے لگے (اور مذہب حق یعنی اسلام کے دونوں مخالف ہو گئے) تمہارا افتراء ہے۔

◆ ہر شخص اپنے عمل کا ذمہ دار ہے | یہودیوں کو اور نصرائیوں کو یقین تھا کہ ماں باپ کے گناہوں میں اولاد گرفتار ہوگی اور ان کے ثواب میں بھی اولاد شریک ہوگی۔ سو یہ غلط ہے اپنا کیا اپنے آگے آئے گا۔ بھلا یا برا۔

◆ مطلب یہ ہے کہ یہودی مسلمانوں کو کہتے ہیں کہ یہودی ہو جاؤ، اور نصرائی کہتے ہیں کہ نصرائی ہو جاؤ تو تم کو ہدایت نصیب ہو۔

◆ صرف مسلمان ملت ابراہیمی پر ہیں | یعنی کہہ دو اے محمدؐ کہ تمہارا کہنا ہرگز منظور نہیں بلکہ ہم موافق ہیں ملت ابراہیم علیہ السلام کے جو سب برے مذہبوں سے علیحدہ ہے۔ نہیں تھا وہ شرک کرنے والوں میں اشارہ ہے کہ تم دونوں فریق شرک میں مبتلا ہو۔ بلکہ مشرکین عرب بھی مذہب ابراہیم کے مدعی تھے مگر وہ بھی مشرک تھے تو اس میں ان پر بھی رد ہو گیا۔ اب ان فرقوں میں بروئے انصاف کوئی بھی ملت ابراہیمی پر نہ رہا صرف اہل اسلام ملت ابراہیم میں رہے۔ فائدہ: ہر شریعت میں تین باتیں ہوتی ہیں۔ اول عقائد (جیسے توحید و نبوت وغیرہ) سوا اس میں تو سب دین والے شریک اور موافق ہیں اختلاف ممکن ہی نہیں۔ دوسرے قواعد کلیہ شریعت کہ جن سے جزئیات و فروع مسائل حاصل ہوتے ہیں اور تمام جزئیات میں وہ کلیات ملحوظ رہتے ہیں اور ملت فی الحقیقت انہی اصول اور کلیات کا نام ہے اور ملت محمدی اور ملت ابراہیمی کا توافق و اتحاد انہی کلیات میں ہے۔ تیسرے مجموعہ کلیات و جزئیات و جمیع اصول و فروع (جس کو شریعت کہتے ہیں) جس کا خلاصہ یہ ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ملت ایک ہے اور شریعت جُدا جُدا۔

◆ پچھلی کتابوں اور انبیاء پر مسلمانوں کا ایمان | یعنی ہم سب رسولوں اور سب کتابوں پر ایمان لاتے ہیں۔ اور سب کو حق سمجھتے ہیں اور اپنے اپنے زمانہ میں سب واجب الاتباع ہیں اور ہم خدا کے فرمانبردار ہیں جس وقت جو نبی ہوگا اس کے ذریعہ سے جو احکام خداوندی پہنچیں گے اس کا اتباع ضروری ہے بخلاف اہل کتاب کے کہ اپنے دین کے سوا سب کی تکذیب کرتے ہیں، چاہے ان کا دین منسوخ ہی ہو چکا ہو اور انبیاء کے احکام کو جھٹلاتے ہیں جو خدا کے احکام ہیں۔

فَقَدْ اهْتَدَوْا ۚ وَإِنْ تَوَلَّوْا فَإِنَّمَا هُمْ فِي شِقَاقٍ ۚ

ہدایت پائی انہوں نے بھی اور اگر پھر جاویں تو پھر وہی ہیں ضد پر

فَسَيَكْفِيكُمْ اللَّهُ ۚ وَهُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ ﴿۱۳۷﴾ صِبْغَةٌ

سوا ب کانی ہے تیری طرف سے اُن کو اللہ اور وہی ہے سننے والا جاننے والا ﴿۱۳۷﴾ ہم نے قبول کر لیا رنگ

اللَّهُ ۚ وَمَنْ أَحْسَنُ مِنَ اللَّهِ صِبْغَةً ۚ وَنَحْنُ لَهُ

اللہ کا اور کس کا رنگ بہتر ہے اللہ کے رنگ سے اور تم اسی کی بندگی

عِبْدُونَ ﴿۱۳۸﴾ قُلْ أَتُحَاجُّونَنَا فِي اللَّهِ وَهُوَ رَبُّنَا وَ

کرتے ہیں ﴿۱۳۸﴾ کہہ دے کیا تم جھگڑا کرتے ہو ہم سے اللہ کی نسبت حالانکہ وہی ہے رب ہمارا اور

رَبُّكُمْ ۚ وَلِنَا أَعْمَالُنَا وَلَكُمْ أَعْمَالُكُمْ ۚ وَنَحْنُ لَهُ

رب تمہارا اور ہمارے لئے ہیں عمل ہمارے اور تمہارے لئے ہیں عمل تمہارے اور ہم تو خالص

مُخْلِصُونَ ﴿۱۳۹﴾ أَمْ تَقُولُونَ إِنَّ إِبْرَاهِيمَ وَإِسْمَاعِيلَ

اسی کے ہیں ﴿۱۳۹﴾ کیا تم کہتے ہو کہ ابراہیم اور اسمعیل

وَإِسْحٰقَ وَيَعْقُوبَ وَالْأَسْبَاطَ كَانُوا هُودًا أَوْ

اور اسحق اور یعقوب اور اس کی اولاد تو یہودی تھے

نَصْرًا ۚ قُلْ ءَأَنْتُمْ أَعْلَمُ بِاللَّهِ ۚ وَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنْ

نصرانی کہہ دے کہ تم کو زیادہ خبر ہے یا اللہ کو اور اس سے بڑا ظالم کون جس نے

كُنْتُمْ شُهَدَاءَ عِنْدَهُ مِنَ اللَّهِ ۚ وَمَا اللَّهُ بِغَافِلٍ عَمَّا

چھپائی وہ گواہی جو ثابت ہو چکی اس کو اللہ کی طرف سے اور اللہ بے خبر نہیں تمہارے

یعنی ان کی دشمنی اور ضد سے خوف مت کرو اللہ ان کے شر اور مضرت سے تمہارا حافظ ہے۔ وہ تمہارا کچھ نہ بگاڑ سکیں گے۔ خدا سب کی باتوں کو سنتا اور سب کے حال اور نیت کو جانتا ہے۔

اللہ کا رنگ سب رنگوں سے بہتر ہے | یہودی ان آیتوں سے پھر گئے اور اسلام قبول نہ کیا اور نصرانیوں نے بھی انکار کر دیا اور شیخی میں آکر کہنے لگے کہ ہمارے یہاں ایک رنگ ہے جو مسلمانوں کے پاس نہیں ہے۔ نصرانیوں نے ایک زرد رنگ بنا رکھا تھا اور یہ دستور تھا کہ جب ان کے بچے پیدا ہوتا یا کوئی ان کے دین میں آتا تو اس کو اس رنگ میں غوطہ دے کر کہتے کہ خاصہ پاکیزہ نصرانی ہو گیا۔ سو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اے مسلمانو کہو ہم نے خدا کا رنگ یعنی (دین حق) قبول کیا کہ اس دین میں آکر سب طرح کی ناپاکی سے پاک ہوتا ہے۔

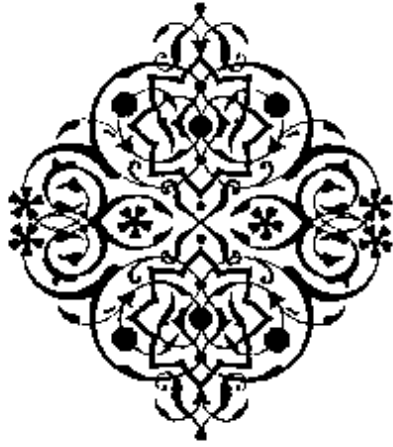
یعنی اللہ تعالیٰ کی نسبت تمہارا انزاع کرنا اور تمہارا یہ سمجھنا کہ اس کی عنایت و رحمت کا ہمارے سوا کوئی مستحق نہیں لغو بات ہے وہ جیسا تمہارا رب ہے ہمارا بھی رب ہے اور ہم جو کچھ اعمال کرتے ہیں خالص اسی کے لئے کرتے ہیں تمہاری طرح زعم آباؤ اجداد اور تعصب و نفسانیت سے نہیں کرتے پھر کیا وجہ کہ ہمارے اعمال وہ مقبول نہ فرمائے اور تمہارے اعمال مقبول ہوں۔

تَعْمَلُونَ ﴿۱۳۱﴾ تِلْكَ أُمَّةٌ قَدْ خَلَتْ ۗ لَهَا مَا كَسَبَتْ

تمہارے کاموں سے ﴿۱۳۱﴾ وہ ایک جماعت تھی جو گزر چکی ان کے واسطے ہے جو انہوں نے کیا

وَلَكُمْ مَّا كَسَبْتُمْ ۗ وَلَا تَسْأَلُونَ عَنَّا ۚ كَانُوا يَعْمَلُونَ ﴿۱۳۲﴾ ع

اور تمہارے واسطے ہے جو تم نے کیا اور تم سے کچھ پوچھ نہیں ان کے کاموں کی ﴿۱۳۲﴾ ع



◆ یہود و نصاریٰ کے دعوے کا رد | حضرت ابراہیم اور حضرت اسمعیل اور دیگر انبیاء علیہم السلام کی بابت یہود اور نصاریٰ کا یہ دعویٰ کہ وہ یہودی یا نصرانی تھے دروغ صریح ہے علاوہ ازیں حق تعالیٰ تو فرماتا ہے ما کان ابراہیم یھودیا ولا نصرانیا تو اب بتلاؤ تم کو علم زیادہ ہے یا اللہ تعالیٰ کو

◆ آخرت میں باپ دادا کا نام نہیں آئینگے | یہی آیت عنقریب گذر چکی ہے مگر چونکہ اہل کتاب کے دل میں اپنی بزرگی زاوگی کی وجہ سے خوب جم رہا تھا کہ ہمارے اعمال کیسے ہی برے ہوں بالآخر ہمارے باپ دادا ہم کو ضرور بخشوائیں گے۔ اس لئے اس بیہودہ خیال کے روکنے کے لئے تاکیداً اس آیت کو مکرر بیان فرمایا، یا یوں کہو کہ پہلی آیت میں اہل کتاب کو خطاب تھا اور اس آیت میں آپ کی امت کو ہے کہ اس بیہودہ خیال میں ان کا اتباع نہ کریں کیونکہ ایسی توقع اپنے بزرگوں سے ہر کسی کے دل میں آہی جاتی ہے جو سراسر بیوقوفی ہے اب اس کے بعد یہود وغیرہ کی دوسری بیوقوفی کی اطلاع دی جاتی ہے جو بہ نسبت تحویل قبلہ عنقریب ظاہر ہونے والی ہے۔



سَيَقُولُ السُّفَهَاءُ مِنَ النَّاسِ مَا وَلَّاهُمْ عَنَّا

اب کہیں گے یہ قوف لوگ کہ کس چیز نے پھیر دیا مسلمانوں کو

قَبْلَتِهِمُ الَّتِي كَانُوا عَلَيْهَا قُلْ لِلَّهِ الْمَشْرِقُ وَالْمَغْرِبُ

ان کے قبلے جس پر وہ تھے ♦ تو کہہ اللہ ہی کا ہے مشرق اور

الْمَغْرِبُ يَهْدِي مَنْ يَشَاءُ إِلَى صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ ﴿۱۳۶﴾

مغرب چلائے جس کو چاہے سیدھی راہ ♦

وَكَذَلِكَ جَعَلْنَاكُمْ أُمَّةً وَسَطًا لِتَكُونُوا شُهَدَاءَ

اور اسی طرح کیا ہم نے تم کو امت معتدل تاکہ ہو تم گواہ

عَلَى النَّاسِ وَيَكُونَ الرَّسُولُ عَلَيْكُمْ شَهِيدًا وَمَا

لوگوں پر اور ہو رسول تم پر گواہی دینے والا ♦ اور نہیں

جَعَلْنَا الْقِبْلَةَ الَّتِي كُنْتَ عَلَيْهَا إِلَّا لِنَعْلَمَ مَنْ

مقرر کیا تھا ہم نے وہ قبلہ کہ جس پر تو پہلے تھا مگر اس واسطے کہ معلوم کریں کون

يَتَّبِعِ الرَّسُولَ مِمَّنْ يَنْقَلِبُ عَلَى عَقْبَيْهِ وَإِنْ

تابع رہے یا رسول کا اور کون پھر جائے گا الٹے پاؤں ♦ اور پیچھے

كَانَتْ لَكَبِيرَةً إِلَّا عَلَى الَّذِينَ هَدَى اللَّهُ وَمَا كَانَ

یہ بات بھاری ہوتی مگر ان پر جن کو راہ دکھائی اللہ نے ♦ اور اللہ ایسا

اللَّهُ لِيُضَيِّعَ أَيْمَانَكُمْ إِنَّ اللَّهَ بِالنَّاسِ لَرَّءُوفٌ رَحِيمٌ ﴿۱۳۷﴾

نہیں کہ ضائع کرے تمہارا ایمان بیحد اللہ لوگوں پر بہت شفیق نہایت مہربان ہے ♦

تحویل قبلہ پر اعتراضات کا جواب | حضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب مکہ سے مدینہ میں تشریف لائے تو سولہ سترہ مہینے بیت المقدس ہی کی طرف نماز پڑھتے رہے اس کے بعد کعبہ کی طرف منہ کرنے کا حکم آ گیا تو یہود اور مشرکین اور منافقین اور بعض کچے مسلمان ان کے بہکانے سے شیعہ ڈالنے لگے کہ یہ تو بیت المقدس کی طرف نماز پڑھا کرتے تھے جو قبلہ تھا پہلے انبیاء کا اب انہیں کیا ہوا جو اس کو چھوڑ کر کعبہ کو منہ کرنے لگے کسی نے کہا کہ یہود کی عداوت و حسد سے ایسا کیا کسی نے کہا کہ یہ اپنے دین میں متردد اور متحیر ہیں جن سے ان کا نبی اللہ ہونا ظاہر نہیں ہوتا۔ مخالفوں کے اس اعتراض اور اس کے جواب کی جو آگے ہے اللہ نے اطلاع فرمادی کہ کسی کو اس وقت کوئی تردد نہ ہو اور جواب میں تامل نہ ہو

یعنی اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کہہ دو کہ نہ ہم نے یہود کے حسد سے اور نہ کسی نفسانی تعصب اور اپنی رائے کے اتباع سے قبلہ کو بدلا بلکہ محض اتباع فرمان خداوندی سے جو کہ ہمارا اصل دین ہے ہم نے ایسا کیا پہلے بیت المقدس کو منہ کرنے کا حکم تھا اس کو ہم نے تسلیم کیا اب کعبہ کی طرف منہ کرنے کا حکم آیا اس کو دل سے قبول کیا ہم سے اس کی وجہ پوچھنا اور ہم پر اعتراض کرنا سخت حماقت ہے۔ غلام تابعدار پر یہ اعتراض کرنا کہ تو پہلے وہ کام کرتا تھا اب یہ کام کیوں کرنے لگا عاقل کا کام نہیں اور اگر ان احکام مختلف کے اسرار دریافت کرتے ہو تو اس کے تمام اسرار کون سمجھے اور تم بیوقوفوں کو کون سمجھائے البتہ اتنی بات ہر کوئی سمجھ سکتا ہے اور ہر ایک سمجھا سکتا ہے کہ قبلہ کا معین فرمانا تو طریقہ عبادت کو بتلانے کی غرض سے ہے اصل عبادت ہرگز نہیں اور اس بارہ میں حق تعالیٰ کا معاملہ جُد اجد ہے کسی کو اپنی حکمت و رحمت کے مطابق ایک خاص رستہ بتلایا جاتا ہے کسی کو دوسرا، تمام مواقع اور جملہ جہات کا وہ مالک ہے جس کو جس وقت چاہتا ہے اس کو ایسا رستہ بتلا دیتا ہے جو نہایت سیدھا اور سب رستوں سے مختصر اور قریب تر ہو چنانچہ ہم کو اس وقت اس قبلہ کی ہدایت فرمائی جو سب قبلوں میں افضل اور بہتر ہے

امت محمدیہ کے فضائل | یعنی جیسا تمہارا قبلہ کعبہ ہے جو حضرت ابراہیم کا قبلہ اور تمام قبلوں سے افضل ہے ایسا ہی ہم نے تم کو سب امتوں سے افضل اور تمہارے پیغمبر کو سب پیغمبروں سے کامل اور برگزیدہ کیا تاکہ اس فضیلت اور کمال کی وجہ سے تم تمام امتوں کے مقابلہ میں گواہ مقبول الشہادت قرار دیے جاؤ اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تمہاری عدالت و صداقت کی گواہی دیں جیسا کہ احادیث میں وارد ہے کہ جب پہلی امتوں کے کافر اپنے پیغمبروں کے دعوے کی تکذیب کریں گے اور کہیں گے کہ ہم کو تو کسی نے بھی دنیا میں ہدایت نہیں کی اس وقت آپ کی امت انبیاء کے دعوے کی صداقت پر گواہی دے گی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جو اپنے امتوں کے حالات سے پورے واقف ہیں ان کی صداقت و عدالت پر گواہ ہوں گے اس وقت وہ امتیں کہیں گی کہ انہوں نے تو نہ ہمارا زمانہ پایا نہ ہم کو دیکھا پھر گواہی کیسے مقبول ہو سکتی ہے اس وقت آپ کی امت جواب دے گی کہ ہم کو خدا کی کتاب اور اس کے رسول کے بتلانے سے اس امر کا علم یقینی ہوا اس کی وجہ سے ہم گواہی دیتے ہیں۔ فائدہ اوسط یعنی معتدل کا یہ مطلب ہے کہ یہ امت ٹھیک سیدھی راہ پر ہے جس میں کچھ بھی کجی کا شائبہ نہیں اور افراط و تفریط سے بالکل بری ہے

◆ تحویل قبلہ کی حکمت اور اللہ کے علم کی تحقیق | یعنی اصلی قبلہ تمہارا تو کعبہ ہی تھا جو حضرت ابراہیم کے وقت سے چلا آتا

ہے اور چند روز کے لئے جو بیت المقدس مقرر کر دیا تھا وہ تو صرف امتحان کے لئے تھا کہ کون تا بعد اری پر قائم رہتا ہے اور کون دین سے پھر جاتا ہے سو اس میں جو لوگ ایمان پر قائم رہے ان کا بڑا درجہ ہے۔ فائدہ اس آیت میں لِنَعْلَمَ جو صیغہ استقبال ہے اور دیگر آیات میں جو حَتَّى نَعْلَمَ اور فَلْيَعْلَمَنَّ اور لَمَّا يَعْلَمِ اللّٰهُ اور لَنَبْلُوَنَّكُمْ اور اِلَّا لِنَعْلَمَ وغیرہ کلمات موجود ہیں ان سب سے بظاہر یوں سمجھ میں آتا ہے کہ حق تعالیٰ کو نعوذ باللہ ان اشیاء کا علم بعد کو ہو ان چیزوں کے وجود سے پہلے علم نہ تھا، حالانکہ اس کا علم ہر چیز کے ساتھ قدیم ہے كَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمًا علماء نے کئی طرح سے اس کا جواب دیا ہے بعض نے علم سے متمیز اور جُءَا جُءَا کر دینا مراد لیا ہے بعض نے امتحان کے معنی لئے کسی نے علم کو بمعنی رویت لیا کسی نے مستقبل کو بمعنی ماضی فرمایا بعض نے حدود علم کو نبی اور مومنین کی طرف رجوع کیا یا مخاطبین کی طرف لونا یا بعض اکابر محققین نے علم حالی جو بعد وجود معلوم متحقق ہوتا ہے جس پر جزا و سزا مدح و ذم مرتب ہوتی ہے مراد لیا اور اسی کو پسند فرمایا بعض راہنما مدققین نے اس کے متعلق دو باتیں نہایت دقیق وایتق بیان فرمائیں۔ اول کا خلاصہ یہ ہے کہ حسب ارشاد اِنَّ اللّٰهَ فَذَا خَاتَمٍ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمًا تمام چیزیں اول سے آخر تک حقیر و عظیم قلیل و کثیر خدا کے سامنے ہیں اور سب کا علم اس کو ایک ساتھ ہے اس کے علم میں تقدم و تاخر ہرگز نہیں مگر آپس میں ایک دوسرے کی نسبت پیشک مقدم اور مؤخر گنی جاتی ہیں سو علم خداوندی کے حساب سے تو سب کی سب بمنزلہ شیء واحد موجود ہیں اس لئے وہاں ماضی حال استقبال نکالنا بالکل غلط ہوگا البتہ تقدم و تاخر باہمی کی وجہ سے یہ تینوں زمانے بالبداهت جُءَا جُءَا نکلیں گے سو جناب باری کبھی تو حسب موقع و حکمت اپنے معلوم ہونے کے لحاظ سے کلام فرماتا ہے اور کبھی ان وقائع کے تقدم و تاخر کا لحاظ ہوتا ہے پہلی صورت میں تو ہمیشہ بلحاظ ایک فرق دقیق کے ہمیشہ ماضی کا صیغہ یا حال کا صیغہ مستعمل ہوتا ہے استقبال کا صیغہ مستعمل نہیں ہو سکتا اور دوسری صورت میں ماضی کے موقع میں ماضی اور حال کے موقع میں حال اور استقبال کی جگہ استقبال لایا جاتا ہے سو جہاں کہیں وقائع آئندہ کو ماضی کے الفاظ سے بیان فرمایا ہے جیسا وَ نَادَى اَصْحَابُ الْجَنَّةِ وَ غَیْرَہُ تو وہاں اس کا لحاظ ہے کہ حق تعالیٰ کو سب مستحضر اور پیش نظر ہے اور جہاں امور گذشتہ کو صیغہ استقبال سے بیان فرمایا ہے جیسا اسی آیت میں اِلَّا لِنَعْلَمَ ہے یا اور اس کے سوا تو وہاں یہ مد نظر ہے کہ بہ نسبت اپنے ماقبل کے مستقبل ہے علم الہی کے لحاظ سے استقبال نہیں جو اس کے علم میں حدود کا وہم ہو دوسری تحقیق کا خلاصہ یہ ہے کہ ہم کو علم اشیاء دو طریق سے حاصل ہوتا ہے ایک تو بلا واسطہ دوسرا بواسطہ مثلاً آگ کو کبھی تو آنکھ سے مشاہدہ کرتے ہیں اور کبھی آگ تو ہم سے کسی آڑ میں ہوتی ہے مگر دھوئیں کو دیکھ کر آگ کا یقین ہو جاتا ہے اور بسا اوقات یہ دونوں علم ایک جگہ ایک ساتھ موجود ہوتے ہیں مثلاً آگ کو پاس سے دیکھتے تو دھواں بھی اس کے ساتھ نظر آئے گا۔ سو اس صورت میں آگ کا علم دونوں طرح حاصل ہوگا ایک تو بلا واسطہ کیونکہ آنکھ سے آگ کو دیکھ رہے ہیں دوسرا بواسطہ یعنی آگ کا علم دھوئیں کے واسطہ سے اور یہ دونوں علم ہر چند ایک ساتھ ہیں آگ کے پیچھے پیدا نہیں ہوئے مگر علم بواسطہ علم بلا واسطہ میں ایسا محو ہوتا ہے کہ اس کا دھیان بھی نہیں گذرتا علیٰ ہذا القیاس کبھی دو چیزوں کا علم بلا واسطہ بھی ایک ساتھ حاصل ہوتا ہے مثلاً آگ اور دھوئیں کو ایک ساتھ دیکھتے اسی طرح کبھی ایک شے کا علم بلا واسطہ اور دوسری شے کا علم پہلی شے کے واسطہ سے ایک ساتھ حاصل ہوتے ہیں مثلاً دھوئیں کا علم بلا واسطہ اور آگ کا علم دھوئیں کے واسطہ سے، یا آگ کا علم بلا واسطہ اور دھوئیں کا علم آگ کے واسطہ سے دونوں ساتھ ہی پیدا ہوتے ہیں مگر جیسا قلم کو ہاتھ میں لے کر لکھیں تو ہر چند ہاتھ اور قلم ساتھ ہی ملتے ہیں لیکن پھر یوں کہتے ہیں کہ ہاتھ پہلے ہلا تو قلم ہلا اسی طرح پر عقل سلیم باوجود ایک ساتھ ہونے کے ایک شے کے علم

بلا واسطہ کو دوسری شے کے علم بالواسطہ سے جو بلا واسطہ پہلی شے کے حاصل ہوا ہے ایک طرح پر ضرور مقدم سمجھتی ہے جب یہ باتیں معلوم ہو چکیں تو اب سنیے کہ خداوند علیم کو بھی تمام اشیاء کا علم دونوں طرح پر ہے بلا واسطہ اور بلا واسطہ یکدگر یعنی لوازم کا ملزومات سے اور ملزومات کا لوازم سے اور دونوں علم ازل سے برابر ساتھ ہیں گو علم بلا واسطہ کسی چیز کا اس کے علم بلا واسطہ میں محاور مضمحل ہو اور ایسا ہی ایک چیز کا علم بلا واسطہ اور دوسری چیز کا علم بلا واسطہ برابر ساتھ ہے اور دونوں قدیم ہیں گو علم بلا واسطہ کو بطریق مذکور مقدم اور علم بلا واسطہ کو مؤخر کہیں سو جہاں کہیں علم خداوندی کے ذکر میں صیغہ استقبال کا یا معنی استقبال کے پائے جاتے ہیں وہ علم بلا واسطہ کے لحاظ سے ہے زمانہ کے اعتبار سے کچھ تفاوت نہیں اور جہاں کہیں ماضی یا حال مستعمل ہے وہاں علم بلا واسطہ مراد ہے اور علم بلا واسطہ کے اعتبار سے کلام فرمانے میں یہ حکمت ہے کہ کلام الہی کے مخاطب آدمی ہیں اور ان کو اکثر اشیاء کا علم بلا واسطہ ہوتا ہے اور جہاں کہیں جناب باری نے اپنے علم میں صیغہ استقبال استعمال فرمایا ہے وہ وہی امور ہیں جو بنی آدم کو بلا واسطہ معلوم نہیں ہو سکتے اگر ایسے مواقع میں بنی آدم سے باعتبار علم بلا واسطہ کلام کیا جاتا تو ان پر پورا الزام نہ ہوتا اور جہاں یہ مصلحت نہیں وہاں باعتبار علم بلا واسطہ صیغہ ماضی یا حال کا استعمال کیا جاتا ہے مگر بنی آدم کو چونکہ ان اشیاء کا علم بلا واسطہ ہو ہی نہیں سکتا اور ان واسطوں کا علم قبل ان کے وجود کے بنی آدم کو ممکن نہیں اور اس وجہ سے ان کے تمام علوم برابر حاصل نہیں ہوتے تو وہ خدا کو اپنے اوپر قیاس کر کے صیغہ استقبال سے حدوٹ سمجھ جاتے ہیں اور حیران ہوتے ہیں کہ علم الہی میں تو حدوٹ ثابت ہو گیا مگر فہمیدہ اشخاص جو نکتہ مذکورہ سے واقف ہیں سب کو مطابق یکدگر سمجھتے ہیں والحمد للہ

❖ **استقبال بیت المقدس کی حکمت** | اول سے آپ کے لئے خانہ کعبہ قبلہ مقرر ہوا تھا بیچ میں چند عرصہ کے لئے امتحاناً بیت المقدس کو قبلہ مقرر فرمایا اور سب جانتے ہیں کہ امتحان اسی چیز میں ہوتا ہے جو نفس پر دشوار ہو سو حق تعالیٰ فرماتا ہے کہ بیشک بجائے کعبہ بیت المقدس کو قبلہ بنانا لوگوں کو بھاری معلوم ہوا عوام مسلمین کو تو اس وجہ سے کہ وہ عموماً عرب اور قریش تھے اور کعبہ کی افضلیت کے معتقد تھے ان کو اپنے خیال اور رسم و عادت کے خلاف کرنا پڑا۔ اور خواص کے گھبرانے کی یہ وجہ تھی کہ ملت ابراہیمی کے خلاف تھا جس کی موافقت کے مامور تھے اور اخص الخواص جن کو ذوق سلیم اور تمیز مراتب کی لیاقت عطا ہوئی تھی وہ کعبہ کے بعد بیت المقدس کی طرف متوجہ ہونے کو ترقی معکوس خیال کرتے تھے مگر جن حضرات کو حکمت و اسرار تک رسائی تھی اور حقیقت کعبہ اور حقیقت بیت المقدس کو بنور فراست جدا جدا مع فرق مراتب سمجھتے تھے وہ جانتے تھے کہ جناب رسول ﷺ تمام انبیاء کے کمالات کے جامع اور آپ کی رسالت جملہ عالم اور تمام امتوں کے لئے شامل ہے اس لئے ضرور ہے کہ استقبال بیت المقدس کی بھی نوبت آئے یہی وجہ ہے کہ شب معراج میں تمام انبیاء سابقین سے ملاقات بھی ہوئی اور اس کے بعد استقبال بیت المقدس کا بھی حکم ہوا واللہ اعلم۔

❖ یہود نے کہا کہ کعبہ قبلہ اصلی ہے تو اتنی مدت کی نماز جو بیت المقدس کی طرف پڑھی تھی ضائع ہوئی بعض مسلمانوں کو شبہ ہوا کہ بیت المقدس جب قبلہ اصلی نہ تھا تو جو مسلمان اسی حالت پر مر گئے ان کے ثواب میں نقصان رہا باقی زندہ رہنے والے تو آئندہ کو مکافات اور اس کا تدارک کر لیں گے اس پر یہ آیت نازل ہوئی کہ جب تم نے بیت المقدس کی طرف نماز محض مقتضائے ایمانی اور اطاعت حکم خداوندی کے سب پڑھی تو تمہارے اجر و ثواب میں کسی طرح کا نقصان نہ ڈالا جائے گا۔

قَدْ نَزَّ تَقَلُّبٌ وَجْهَكَ فِي السَّمَاءِ ۚ فَلَنُورِلَيْكَ

بیشک ہم دیکھتے ہیں بار بار اٹھنا تیرے منہ کا آسمان کی طرف سوالت پھیرینگے ہم تجھ کو

قَبْلَةً تَرْضَاهَا ۚ فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ ۚ

جس قبلہ کی طرف تو راضی ہے اب پھیر منہ اپنا طرف مسجد الحرام کے

وَحَيْثُ مَا كُنْتُمْ فَوَلُّوا وُجُوهَكُمْ شَطْرَهُ ۚ وَإِن

اور جس جگہ تم ہو کرو پھیرو منہ اس کی طرف اور جن کو

الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ لِيَعْلَمُونَ أَنَّهُ الْحَقُّ مِنْ

منی ہے کتاب البتہ جانتے ہیں کہ یہ ہی ٹھیک ہے ان کے

رَبِّهِمْ ۚ وَمَا اللَّهُ بِغَافِلٍ عَمَّا يَعْمَلُونَ ﴿۳۳﴾ وَلَئِن

رب کی طرف سے اور اللہ بے خبر نہیں ان کاموں سے جو وہ کرتے ہیں اور اگر

أَتَيْتَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ بِكُلِّ آيَةٍ مَا تَبِعُوا

تولائے اہل کتاب کے پاس ساری نشانیاں تو بھی نہ مانیں گے

قَبْلَتَكَ ۚ وَمَا أَنْتَ بِتَابِعٍ قَبْلَتِهِمْ ۚ وَمَا بَعْضُهُمْ

تیرے قبلہ کو اور نہ تو مانے ان کا قبلہ اور نہ ان میں ایک

بِتَابِعٍ قَبْلَةً بَعْضٌ ۚ وَلَئِن اتَّبَعْتَ أَهْوَاءَهُمْ مِنْ

مانتا ہے دوسرے کا قبلہ اور اگر تو چلا ان کی خواہشوں پر بعد

بَعْدِ مَا جَاءَكَ مِنَ الْعِلْمِ ۚ إِنَّكَ إِذًا لَمِنَ الظَّالِمِينَ ﴿۳۴﴾

اس علم کے جو تجھ کو پہنچا تو بیشک تو بھی ہو بے انصافوں میں

◆ استقبال کعبہ کا حکم | چونکہ آپ کا اصلی قبلہ اور آپ کے کمالات کے مناسب خانہ کعبہ تھا اور سب قبلوں سے افضل اور حضرت ابراہیم کا بھی قبلہ وہی تھا اور یہود طعن کرتے تھے کہ یہ نبی شریعت میں ہمارے مخالف اور ملت ابراہیمی کے موافق ہو کر ہمارا قبلہ کیوں اختیار کرتے ہیں ان وجوہ سے جس زمانہ میں آپ بیت المقدس کی طرف نماز پڑھتے تھے تو دل یہی چاہتا تھا کہ کعبہ کی طرف منہ کرنے کا حکم آجائے اور اس شوق میں آسمان کی طرف منہ اٹھا کر ہر طرف کو دیکھتے تھے کہ شاید فرشتہ حکم لاتا ہو اس پر یہ آیت اتری اور استقبال کعبہ کا حکم آ گیا۔

◆ یعنی کعبہ کی طرف اور اس کو مسجد الحرام اس لئے کہتے ہیں کہ وہاں مقاتلہ کرنا اور شکار کرنا جانوروں کا اور درخت اور گھاس کا کاٹنا وغیرہ امور حرام ہیں اور کسی مسجد کی اتنی حرمت و عزت نہیں جس قدر مسجد الحرام کی حرمت ہے جب تحویل قبلہ کا یہ حکم نازل ہوا تو آپ باجماعت مسجد بنی سلمہ میں ظہر کی نماز پڑھ رہے تھے دو رکعت بیعت المقدس کی طرف پڑھ چکے تھے نماز ہی میں آپ نے اور سب مقتدیوں نے کعبہ کی طرف منہ پھیر لیا اور باقی دو رکعتیں پوری کیں اس مسجد کا نام مسجد القبلتین اور ذوقبلتین ہو گیا یعنی دو قبلہ والی۔

◆ یعنی حضر میں یا سفر میں مدینہ میں یا دوسرے شہر میں جنگل میں یا دریا میں یا خود بیت المقدس میں جہاں کہیں ہو کعبہ کی طرف منہ کر کے نماز پڑھو

◆ تو ریت میں دو قبلوں کا ذکر تھا | یعنی اہل کتاب جو تحویل قبلہ کی نسبت اعتراض کریں اس کی ہرگز پروا نہ کرنا کیونکہ ان کو کتاب سے معلوم ہے کہ پیغمبر آخر الزماں بیت المقدس کی طرف کچھ دنوں نماز پڑھیں گے اور آخر کو کعبہ کی طرف پڑھیں گے اور یہ بھی ان کو معلوم ہے کہ اصلی اور دائمی قبلہ ان کا ملت ابراہیمی کے موافق ہوگا اس لئے اس تحویل قبلہ کو وہ بھی حق سمجھتے ہیں محض حسد سے جو چاہیں کہیں سو حق تعالیٰ ان کی باتوں کو خوب جانتا ہے جس کا نتیجہ ان کو ایک دن معلوم ہو جائے گا۔

◆ استقبال کعبہ کا حکم دائمی ہے | یعنی جب یہ بات ہے کہ اہل کتاب استقبال کعبہ کو حق جان کر بوجہ حسد و عناد حق پوشی کرتے ہیں تو ان سے اپنے قبلہ کی موافقت کی ہرگز توقع مت رکھو وہ تو ایسے متعصب ہیں کہ اگر ان کو تمام نشانیاں جو ممکن الوقوع ہیں دکھلا دو گے جب بھی تمہارے قبلہ کو نہ مانیں گے وہ تو اس ہوس میں ہیں کہ کسی طرح تم کو اپنا تابع بنا لیں اسی وجہ سے کہا کرتے تھے کہ ہمارے قبلہ پر قائم رہتے تو ہم سمجھتے کہ تم نبی موعود ہو کہ شاید پھر ہمارے قبلہ کی طرف رجوع کر لیں سو یہ ان کا خیال باطل اور طمع خام ہے تم کسی وقت میں بھی ان کے قبلہ کا اتباع نہیں کر سکتے اب استقبال کعبہ کا حکم قیامت تک منسوخ نہیں ہو سکتا اور دوسروں کے تابع بنانے کا ارادہ تو بعد میں کریں پہلے اہل کتاب تو آپس میں دربارہ امر قبلہ موافق ہو جائیں یہود کا قبلہ صحرا بیت المقدس ہے اور نصاریٰ کا قبلہ بیت المقدس کی شرقی جانب ہے جہاں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نفع روح ہوا تھا جب وہ ہی باہم موافق نہیں ہو سکتے تو پھر مسلمانوں سے اس متابعت نقیصین کی توقع کرنی محض حماقت ہے۔

◆ یعنی ان دلائل سے قطع نظر کر کے تھوڑی دیر کے لئے اگر مان بھی لیا جائے کہ آپ نعوذ باللہ اہل کتاب کے قبلہ کی متابعت نزول وحی اور علم یقینی کے خلاف کر بھی لیں تو اس تقدیر مجال پر بیشک آپ بھی بے انصافوں میں شمار ہوں اور نبی سے یہ امر شنیع کسی طرح ممکن نہیں تو معلوم ہو گیا کہ قبلہ اہل کتاب کی متابعت آپ سے ہرگز ممکن نہیں کہ سراسر علم کے خلاف یعنی جہل اور گمراہی ہے۔

الَّذِينَ اتَّيْنَهُمُ الْكِتَابَ يَعْرِفُونَهُ كَمَا يَعْرِفُونَ أَبْنَاءَهُمْ

جن کو ہم نے دی ہے کتاب پچانتے ہیں اس کو جیسے پچانتے ہیں اپنے بیٹوں کو

وَإِنَّ فَرِيقًا مِنْهُمْ لَيَكْتُمُونَ الْحَقَّ وَهُمْ يَعْلَمُونَ

ط
۱۳۶

اور بیشک ایک فرقہ ان میں سے البتہ چھپاتے ہیں حق کو جان کر

الْحَقُّ مِنْ رَبِّكَ فَلَا تَكُونَنَّ مِنَ الْمُمْتَرِينَ

ع
۱۳۷

حق وہی ہے جو تیرا رب کہے پھر تو نہ ہو شک لانے والا

وَلِكُلِّ وُجْهَةٍ هُوَ مَوْلِيُّهَا فَاستَبِقُوا الْخَيْرَاتِ

ط
۱۳۸

اور ہر کسی کے واسطے ایک جانب ہے یعنی قبلہ کہ وہ منہ کرتا ہے اس طرف سو تم سبقت کرو نیکیوں میں

إِن مَّا تَكُونُوا يَاتِ بِكُمْ اللهُ جَمِيعًا إِنَّ اللهَ عَلَى كُلِّ

جہاں کہیں تم ہو گے کر لائے گا تم کو اللہ اکٹھا بیشک اللہ ہر چیز

شَيْءٍ قَدِيرٌ ۝ وَمِنْ حَيْثُ خَرَجْتَ فَوَلِّ وَجْهَكَ

کر سکتا ہے اور جس جگہ سے تو نکلے اور جس جگہ سے

شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَإِنَّهُ لَلْحَقُّ مِنْ رَبِّكَ وَمَا

مسجد الحرام کی طرف اور بیشک یہی حق ہے تیرے رب کی طرف سے اور

اللهُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُونَ ۝ وَمِنْ حَيْثُ خَرَجْتَ

اللہ بے خبر نہیں تمہارے کاموں سے اور جہاں سے تو نکلے

فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَحَيْثُ مَا

منہ کر اپنا مسجد الحرام کی طرف اور جس جگہ

اہل کتاب کو حضور ﷺ کے نبی ہونے کا یقین تھا | یعنی اگر تم کو یہ خیال ہو کہ کاش کعبہ کا مسلمانوں کے لئے قبلہ ہونا اہل کتاب بھی کسی طرح تسلیم کر لیں اور دوسرے لوگوں کو شبہ میں ڈالتے نہ پھریں تو میرے نبی موعود ہونے میں خلجان باقی نہ رہے تو جان لو کہ اہل کتاب کو تمہارا بہت پورا علم ہے آپ کے نسب و قبیلہ و مولد و مسکن و صورت و شکل و اوصاف و احوال سب کو جانتے ہیں جس کی وجہ سے ان کو آپ کا علم اور آپ کے نبی موعود ہونے کا ایسا یقین ہے جیسا بہت سے لڑکوں میں اپنے بیٹوں کو بلاتامل و تردد پہچانتے ہیں مگر اس امر کو بعض تو ظاہر کرتے ہیں اور بعض دیدہ و دانستہ امر حق کو چھپاتے ہیں لیکن ان کے چھپانے سے کیا ہوتا ہے حق بات تو وہی ہے جو اللہ کی طرف سے ہو۔ اہل کتاب مانیں یا نہ مانیں ان کی مخالفت سے کسی قسم کا تردد مت کرو۔

ہر امت کا ایک قبلہ ہے | یعنی اللہ نے ہر ایک امت کے لئے ایک ایک قبلہ کا حکم فرمایا جس کی طرف بوقت عبادت اپنا منہ کیا کریں یا ہر ایک قوم مسلمان کعبہ سے جدا جدا سمت میں واقع ہے کوئی مشرق میں کوئی مغرب میں سوا اس میں جھگڑنا فضول اور اپنے قبلہ یا اپنی سمت پر ضد کرنا عبث ہے جو نیکیاں مقصود و مطلوب ہیں ان کی طرف البتہ پیش قدمی کرو اور اس بحث کو چھوڑو جس جگہ اور جس قبلہ اور جس سمت کعبہ کی طرف تم ہو گے لائے گا تم سب کو اللہ میدان حشر میں اور تمہاری نمازیں ایسی سمجھی جائیں گی گویا ایک ہی جہت کی طرف ہوئی ہیں پھر ایسی بات میں کیوں جھگڑتے ہو۔

كُنْتُمْ فَوَلُّوا وُجُوهَكُمْ شَطْرَهُ لِئَلَّا يَكُونَ لِلنَّاسِ

تم ہوا کرو منہ کرو اسی کی طرف تاکہ نہ رہے لوگوں کو

عَلَيْكُمْ حُجَّةٌ إِلَّا الَّذِينَ ظَلَمُوا مِنْهُمْ فَلَا

تم سے جھگڑنے کا موقع مگر جو ان میں بے انصاف ہیں سو

تَخْشَوْهُمْ وَأَخْشَوْنِي وَلَا تَمَّ نِعْمَتِي عَلَيْكُمْ وَلَعَلَّكُمْ

ان سے (یعنی ان کے اعتراضوں سے) مت ڈرو اور مجھ سے ڈرو اور اس واسطے کہ کامل کروں تم پر فضل اپنا اور تاکہ تم

تَهْتَدُونَ ﴿١٥٠﴾ كَمَا أَرْسَلْنَا فِيكُمْ رَسُولًا مِّنكُمْ يَتْلُوا

پاؤراہ سیدھی جیسا کہ بھیجا ہم نے تم میں رسول تم ہی کا پڑھتا ہے

عَلَيْكُمْ آيَاتِنَا وَيُزَكِّيكُمْ وَيُعَلِّمُكُمُ الْكِتَابَ وَ

تمہارے آگے آیتیں ہماری اور پاک کرتا ہے تم کو اور سکھاتا ہے تم کو کتاب اور

الْحِكْمَةَ وَيُعَلِّمُكُم مَّا لَمْ تَكُونُوا تَعْلَمُونَ ﴿١٥١﴾

اس کے اسرار اور سکھاتا ہے تم کو جو تم نہ جانتے تھے

فَاذْكُرُونِي أَذْكُرْكُمْ وَاشْكُرُوا لِي وَلَا تَكْفُرُونَ ﴿١٥٢﴾

سو تم یاد رکھو مجھ کو میں یاد رکھوں تم کو اور احسان مانو میرا اور ناشکری مت کرو

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اسْتَعِينُوا بِالصَّبْرِ وَالصَّلَاةِ إِنَّ

اے مسلمانو مددلو صبر اور نماز سے

اللَّهُ مَعَ الصَّابِرِينَ ﴿١٥٣﴾ وَلَا تَقُولُوا لِمَنْ يُقْتَلُ فِي سَبِيلِ

اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے اور نہ کہو ان کو جو مارے گئے خدا کی راہ میں

❖ **تحویل قبلہ کے حکم میں تکرار کی وجہ** | تحویل قبلہ کا حکم مکرر کرنا تو اس واسطے بیان فرمایا کہ اس کی نخل متعدد تھیں تو ہر علت کو بتلانے کے لئے اس حکم کا اعادہ فرمایا **قَدْ نَرَى تَقَلُّبَ وَجْهِكَ فِي السَّمَاءِ** الخ سے معلوم ہوا کہ اپنے رسول کی رضا جوئی اور اظہارِ تکریم کے لئے اللہ تعالیٰ نے ایسا کیا اور **لِكُلِّ وَجْهٍ لِّكُلِّ وَجْهَةٍ هُوَ مُوَلِّيٰهَا** سے معلوم ہوا کہ عادت اللہ یہی ہے کہ ہر ملت اور ہر ایک رسول صاحب شریعت مستقل کے لئے اس کے مناسب ایک قبلہ مقرر ہونا چاہیے اور **لِنَلَّائِيكُنَّ لِلنَّاسِ عَلَيْكُمْ حُجَّةً** سے معلوم ہوا کہ حکم مذکور کی علت یہ ہے کہ مخالف کا الزام عائد نہ ہو سکے یا اس تکرار کی وجہ ہے کہ اول تو قبلہ قابلِ اہتمام دوسرے احکام الہیہ میں نسخ ہونا بیوقوفوں کی سمجھ سے باہر پھر تحویل قبلہ اول نسخ ہے جو شریعت محمدی میں ظاہر ہوا اس لئے اس کی تاکید در تاکید عین حکمت و بلاغت ہے یا یہ وجہ ہے کہ اول آیت میں تقسیم احوال اور دوسری آیت میں تقسیم املکہ اور تیسری میں تقسیم ازمنا مراد ہے۔

❖ **تحویل قبلہ حکم ضروری تھا** | یعنی کعبہ کو منہ کرنے کا حکم اس واسطے ہوا کہ توریت میں مذکور ہے کہ حضرت ابراہیم کا قبلہ خانہ کعبہ ہے اور نبی آخر الزماں کو بھی اسی کی طرف منہ پھیرنے کا حکم ہو جائے گا تو آپ کو تحویل الی الکعبہ کا حکم نہ ہوتا تو یہود ضرور الزام لگاتے۔ ادھر مشرکین مکہ یہ کہتے کہ حضرت ابراہیم کا قبلہ تو کعبہ تھا یہ نبی ملت ابراہیمی کا دعویٰ کر کے پھر قبلہ میں خلاف کیوں کرتے ہیں تو اب دونوں کو حجت کرنے کا حق نہ رہا مگر بے انصاف اب بھی کچھ نہ کچھ الزام لگائے ہی جائیں گے مثلاً قریش کہیں گے کہ ان کو ہمارے قبلہ کا حق ہونا اب معلوم ہوا تو اس کو اختیار کیا اسی طرح پر ہمارے اور احکام بھی رفتہ رفتہ منظور کر لیں گے اور یہود کہیں گے کہ ہمارے قبلہ کی حقانیت ظاہر ہونے اور تسلیم کر لینے کے بعد محض حسد اور نفسانیت کے باعث اپنی رائے سے اس کو چھوڑ دیا تو ایسے بے انصافوں کے اعتراض کی کچھ پرواہ مت کرو اور ہمارے حکم کے تابع رہو۔

❖ یعنی یہ قبلہ ہم نے تمہارے لئے اس واسطے مقرر فرمایا کہ دشمنوں کے طعن سے بچو اور اس کے سبب سے ہمارے انعام و اکرام و برکات و انوار اور ہدایت کے پورے مستحق ہو۔

❖ **حضور ﷺ کی بعثت کے مقاصد** | یعنی یہ اتمام نعمت اور تکمیل ہدایت تم پر ایسی ہوئی جیسی ابتداء میں تم پر یہ اتمام نعمت و ہدایت ہو چکی ہے کہ تم میں ہی سے ایک رسول ایسا بھیجا جو تم کو احکام خداوندی سمجھا دے اور تم کو بری باتوں سے پاک کرے یعنی علما اور عملاً تم کو کامل بنا دے۔

❖ جب ہماری طرف سے تم پر اتمام نعمت مکرر ہو چکا تو اب تم کو لازم ہے کہ ہم کو زبان سے دل سے ذکر سے فکر سے ہر طرح سے یاد کرو اور اطاعت کرو ہم تم کو یاد کریں گے یعنی نئی نئی رحمتیں اور عنایتیں تم پر ہوتی رہیں گی اور ہماری نعمتوں کا شکر خوب ادا کرتے رہو اور ہماری ناشکری اور معصیت سے بچتے رہو۔

❖ چونکہ ذکر اور شکر اور ترک کفران جو پہلے مذکور ہوئے تمام طاعات اور منہیات شرعیہ کو محیط ہیں جن کا انجام دینا دشوار امر ہے اس کی سہولت کے لئے یہ طریقہ بتلایا گیا کہ صبر اور صلوة سے مدد لو کہ ان کی مداومت سے تمام امور تم پر بہل کر دیے جائیں گے اور اس آیت میں یہ اشارہ بھی ہے کہ جہاد میں محنت اٹھاؤ جس کا ذکر آگے آتا ہے کہ اس میں صبر اعلیٰ درجہ کا ہے۔

اللَّهُ أَمْوَاتٌ بَلْ أَحْيَاءٌ وَلَكِنْ لَا تَشْعُرُونَ ﴿١٥٣﴾ وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ

کہ مردے ہیں بلکہ وہ زندہ ہیں لیکن تم کو خبر نہیں اور البتہ ہم آزمائیں گے

بِشَيْءٍ مِّنَ الْخَوْفِ وَالْجُوعِ وَنَقْصٍ مِّنَ الْأَمْوَالِ وَ

تم کو تھوڑے سے ڈر سے اور بھوک سے اور نقصان سے مالوں کے اور

الْأَنْفُسِ وَالشَّهْرِاتِ ۗ وَبَشِّرِ الصَّابِرِينَ ﴿١٥٤﴾ الَّذِينَ إِذَا

جانوں کے اور میوں کے اور خوشخبری دے ان صبر کرنے والوں کو کہ جب

أَصَابَتْهُمْ مُصِيبَةٌ قَالُوا إِنَّا لِلَّهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ

پہنچے ان کو کچھ مصیبت تو کہیں ہم تو اللہ ہی کا مال ہیں اور ہم اسی کی طرف

رَاجِعُونَ ﴿١٥٦﴾ أُولَٰئِكَ عَلَيْهِمْ صَلَوَاتٌ مِّن رَّبِّهِمْ وَ

لوٹ کر جانے والے ہیں ایسے ہی لوگوں پر عنایتیں ہیں اپنے رب کی اور

رَحْمَةٌ مِّن رَّبِّكَ ۗ هُمُ الْمُهْتَدُونَ ﴿١٥٧﴾ إِنَّ الصَّفَا وَ

مہربانی اور وہی ہیں سیدھی راہ پر پیشک صفا اور

الْمَرْوَةَ مِنَ شَعَائِرِ اللَّهِ ۗ فَمَنْ حَجَّ الْبَيْتَ أَوْ اعْتَمَرَ

مروہ نشانیوں میں سے ہیں اللہ کی سو جو کوئی حج کرے بیت اللہ کا یا عمرہ

فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِ أَنْ يَطَّوَّفَ بِهِمَا ۗ وَمَنْ تَطَوَّعَ خَيْرًا ۗ

تو کچھ گناہ نہیں اس کو کہ طواف کرے ان دونوں میں اور جو کوئی اپنی خوشی سے کرے کچھ نیکی

فَإِنَّ اللَّهَ شَاكِرٌ عَلِيمٌ ﴿١٥٨﴾ إِنَّ الَّذِينَ يَكْتُمُونَ مَا

تو اللہ قدر داں ہے سب کچھ جاننے والا بیشک جو لوگ چھپاتے ہیں جو کچھ

♦ **حیات شہداء** | یعنی جس نے اللہ کے لئے جان دی وہ اس جہان میں جیتے ہیں مگر تم کو ان کی زندگی کی خبر اور اس کی کیفیت معلوم نہیں اور یہ سب صبر کا نتیجہ ہے۔

♦ **صبر کی اہمیت اور فضائل** | پہلے تو ان کا ذکر تھا جنہوں نے صبر کا اعلیٰ مرتبہ حاصل کیا یعنی شہداء اب فرماتے ہیں کہ تمہارا اعلیٰ العموم تھوڑی تھوڑی تکلیف اور مصیبت میں وقتاً فوقتاً امتحان لیا جائے گا اور تمہارے صبر کو دیکھا جائیگا صابریں میں داخل ہونا کچھ سہل نہیں اسی واسطے پہلے سے متنبہ فرمادیا۔

♦ یعنی جن لوگوں نے ان مصائب پر صبر کیا اور کفران نعمت نہ کیا بلکہ ان مصائب کو وسیلہ ذکر و شکر بنایا تو ان کو اے پیغمبر ہماری طرف سے بشارت سناؤ۔

♦ **صفا و مروہ شعائر ہیں** | پہلے ذکر تھا تحویل الی الکعبۃ کا اور کعبہ کے سب قلوبوں سے افضل ہونے کا، اب اس کے محل ادائے حج و عمرہ ہونے کو بیان فرماتے ہیں تاکہ **وَلَا تَسْمَعْ غَلْبَتِي غَلْبَتِي** کی تصدیق اور تکمیل خوب ہو جائے یا یوں کہیے کہ اس سے پہلے صبر کی فضیلت مذکور تھی اب یہ فرمایا گیا کہ دیکھو صفا و مروہ جو شعائر اللہ میں داخل ہوئیں اور ان میں سعی کرنا حج و عمرہ میں ضروری ہو اس کی وجہ یہی تو ہے کہ یہ فعل صابریں یعنی حضرت باجرہ اور ان کے صاحبزادہ حضرت اسمعیل کے آثار میں سے ہے حدیث تفسیر و تاریخ میں یہ قصہ مصرح مذکور و مشہور ہے جس کے دیکھنے سے **إِنَّ اللَّهَ مَعَ الصَّابِرِينَ** کی تصدیق ہوتی ہے۔

♦ صفا اور مروہ دو پہاڑیاں ہیں مکہ میں اہل عرب حضرت ابراہیم کے وقت سے ہمیشہ حج کرتے رہے اور حج کرتے تو ان دو پہاڑیوں کا بھی طواف کرتے کفر کے زمانہ میں ان دو پہاڑیوں پر کفار نے دو بت رکھے تھے ان کی تعظیم کرتے تھے اور سمجھتے تھے کہ یہ طواف ان دو بتوں کی تعظیم کے لئے ہے جب لوگ مسلمان ہوئے اور بت پرستی سے تائب ہوئے تو خیال ہوا کہ صفا اور مروہ کا طواف تو ان بتوں کی تعظیم کے لئے تھا جب بتوں کی تعظیم حرام ہوئی تو صفا اور مروہ کا طواف بھی ممنوع ہونا چاہئے یہ ان کو معلوم نہ تھا کہ صفا اور مروہ کا طواف تو اصل میں حج کے لئے تھا کفار نے اپنی جہالت سے بت رکھ چھوڑے تھے وہ دور ہو گئے اور انصار مدینہ چونکہ کفر کے زمانہ میں بھی صفا اور مروہ کے طواف کو برا جانتے تھے تو اسلام کے بعد بھی ان کو اس طواف میں خلجان ہوا اور آپ سے عرض کیا کہ ہم پہلے سے اس کو مذموم جانتے ہیں اس پر یہ آیت نازل ہوئی اور فریق اول اور ثانی دونوں کو بتلا دیا گیا کہ صفا اور مروہ کے طواف میں کوئی گناہ اور خرابی نہیں، یہ تو اصل سے اللہ کی نشانیاں ہیں ان کا طواف کرنا چاہیے

أَنْزَلْنَا مِنَ الْبَيِّنَاتِ وَالْهُدَىٰ مِنْ بَعْدِ مَا بَيَّنَّاهُ

ہم نے آتارے صاف علم اور ہدایت کی باتیں بعد اس کے کہ ہم ان کو کھول چکے

لِلنَّاسِ فِي الْكِتَابِ ۚ أُولَٰئِكَ يَلْعَنُهُمُ اللَّهُ وَيَلْعَنُهُمُ

لوگوں کے واسطے کتاب میں ﴿۵۹﴾ ان پر لعنت کرتا ہے اللہ اور لعنت کرتے ہیں ان پر

اللَّعِينُونَ ۚ إِلَّا الَّذِينَ تَابُوا وَأَصْلَحُوا وَبَيَّنَّاهُ

لعنت کرنے والے ﴿۶۰﴾ مگر جنہوں نے توبہ کی اور درست کیا اپنے کام کو اور بیان کر دیا حق بات کو

فَأُولَٰئِكَ أَنْتَابُ عَلَيْهِمْ ۚ وَأَنَا التَّوَّابُ الرَّحِيمُ ﴿۶۰﴾

تو ان کو معاف کرتا ہوں ﴿۶۱﴾ اور میں ہوں بڑا معاف کرنے والا نہایت مہربان

إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا وَمَاتُوا وَهُمْ كُفَّارًا ۖ أُولَٰئِكَ عَلَيْهِمْ

پیشک جو لوگ کافر ہوئے اور مر گئے کافر ہی انہی پر

لَعْنَةُ اللَّهِ وَالْبَلَاءِ ۚ وَالنَّاسِ أَجْمَعِينَ ﴿۶۱﴾ خَلِيدِينَ

لعنت ہے اللہ کی اور فرشتوں کی اور لوگوں کی سب کی ﴿۶۲﴾ ہمیشہ رہیں گے

فِيهَا ۚ لَا يُخَفَّفُ عَنْهُمْ الْعَذَابُ وَلَا هُمْ يَنْظُرُونَ ﴿۶۲﴾

اسی لعنت میں نہ ہلکا ہوگا ان پر سے عذاب اور نہ ان کو مہلت ملے گی ﴿۶۳﴾

وَالْهُكْمُ لِلَّهِ وَاحِدٌ ۚ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ الرَّحْمَنُ

اور معبود تم سب کا ایک ہی معبود ہے کوئی معبود نہیں اس کے سوا بڑا مہربان ہے

الرَّحِيمُ ﴿۶۳﴾ إِنَّ فِي خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَ

نہایت رحم والا ﴿۶۴﴾ پیشک آسمان اور زمین کے پیدا کرنے میں اور

یہود پر لعنت کی جاتی ہے | اس سے مراد ہیں یہود کہ توریت میں جو آپ کی تصدیق تھی اس کو اور تحویل قبلہ وغیرہ امور کو چھپاتے تھے اور جس نے غرض دنیا کے واسطے اللہ کے حکم کو چھپایا وہ سب اس میں داخل ہیں۔

لعنت کرنے والے یعنی جن وانس و ملائکہ بلکہ اور سب حیوانات کیونکہ ان کی حق پوشی کے وبال میں جب عالم کے اندر قحط، وبا اور طرح طرح کی بلائیں پھیلتی ہیں تو حیوانات بلکہ جمادات تک کو تکلیف ہوتی ہے اور سب ان پر لعنت کرتے ہیں۔

یعنی اگرچہ ان کی حق پوشی کے باعث بعض آدمی گمراہی میں پڑ گئے لیکن جب انہوں نے حق پوشی سے توبہ کر کے اظہار حق پوری طرح کر دیا تو اب بجائے لعنت ہم ان پر رحمت نازل فرماتے ہیں کیونکہ ہم تو اب ورہیم ہیں۔

یعنی جس نے خود حق پوشی کی یا کسی دوسرے کی حق پوشی کے باعث گمراہ ہوا اور اخیر تک کافر ہی رہا اور توبہ نصیب نہ ہوئی تو وہ ہمیشہ کوملعون اور جہنمی ہوا مرنے کے بعد توبہ مقبول نہیں بخلاف اول فریق مذکور سابق کے کہ توبہ نے ان کی لعنت کو منقطع کر دیا کہ زندگی ہی میں تائب ہو گئے۔

یعنی ان پر عذاب یکساں اور متصل رہے گا یہ نہ ہوگا کہ عذاب میں کسی قسم کی کمی ہو جائے یا کسی وقت ان کو عذاب سے مہلت مل جائے۔

توحید اور اس کے دلائل | یعنی معبود حقیقی تم سب کا ایک ہی ہے اس میں تعدد کا احتمال بھی نہیں سواب جس نے اس کی نافرمانی کی بالکل مردود اور غارت ہو اور معبود ہوتا تو ممکن تھا کہ اس سے نفع کی توقع باندھی جاتی یہ آقائی اور پادشاہی یا استادی اور پیری نہیں کہ ایک جگہ موافقت نہ آئی تو دوسری جگہ چلے گئے یہ تو معبودی اور خدائی ہے نہ اس کے سوا کسی کو معبود بنا سکتے ہو اور نہ کسی سے اس کے علاوہ خیر کی توقع کر سکتے ہو۔ جب آیت وَاللّٰهُمَّ اِنِّہٗ وَاجِدٌ نَّازِلٌ ہُوئی تو کفار مکہ نے تعجب کیا کہ تمام عالم کا معبود اور سب کا کام بنانے والا کیسے ہو سکتا ہے اور اس کی دلیل کیا ہے اس پر آیت اِنِّہٗ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ الخ نازل ہوئی اور اس میں اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت کی نشانیاں بیان فرمائیں۔

اٰخْتَلَفَ الْاَيُّمُ وَالنَّهَارِ وَالْفُلْكِ الَّتِي تَجْرِي

رات اور دن کے بدلتے رہنے میں اور کشتیوں میں جو کہ لے کر چلتی ہیں

فِي الْبَحْرِ يَمَّا يَنْفَعُ النَّاسَ وَمَا أَنْزَلَ اللَّهُ مِنْ

دریا میں لوگوں کے کام کی چیزیں اور پانی میں جس کو کہ اتارا

السَّمَاءِ مِنْ مَّاءٍ فَأَحْيَا بِهِ الْأَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا

اللہ نے آسمان سے پھر چلایا اس سے زمین کو اُس کے مر گئے پیچھے

وَبَثَّ فِيهَا مِنْ كُلِّ دَابَّةٍ وَتَصْرِيفِ الرِّيْحِ وَ

اور پھیلانے اُس میں سب قسم کے جانور اور ہواؤں کے بدلنے میں اور

السَّحَابِ الْمُسَخَّرِينَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ لآيَاتٍ

بادل میں جو کہ تابعدار ہے اُس کے حکم کا درمیان آسمان و زمین کے بیشک ان سب چیزوں میں نشانیاں ہیں

لِقَوْمٍ يَعْقِلُونَ ﴿۱۴۰﴾ وَمِنَ النَّاسِ مَن يَتَّخِذُ مِنْ

عقل مندوں کے لیے اور بعض لوگ وہ ہیں جو بنا تے ہیں اللہ کے برابر

دُونِ اللَّهِ أَنْدَادًا يُحِبُّونَهُمْ كَحُبِّ اللَّهِ وَالَّذِينَ

اوروں کو ان کی محبت ایسی رکھتے ہیں جیسی محبت اللہ کی اور ایمان والوں کو

أَمَنُوا أَشَدُّ حُبًّا لِلَّهِ وَلَوْ يَرَى الَّذِينَ ظَلَمُوا إِذْ يَرُونَ

اُس سے زیادہ تر ہے محبت اللہ کی اور اگر دیکھ لیں یہ ظالم اُس وقت کو جب کہ دیکھیں گے

الْعَذَابَ أَنَّ الْقُوَّةَ لِلَّهِ جَمِيعًا وَأَنَّ اللَّهَ شَدِيدُ

عذاب کہ قوت ساری اللہ ہی کے لیے ہے اور یہ کہ اللہ کا عذاب

مخلوقات میں اللہ کی نشانیاں | یعنی آسمان کے اس قدر وسیع اور اونچا اور بے ستون پیدا کرنے میں اور زمین کے اتنی وسیع اور مضبوط پیدا کرنے اور اُس کے پانی پر پھیلانے میں اور رات اور دن کے بدلتے رہنے اور انکے گھٹانے اور بڑھانے میں اور کشتیوں کے دریا میں چلنے میں اور آسمان سے پانی برسوانے اور اس سے زمین کو سرسبز و تر و تازہ کرنے میں اور جملہ حیوانات میں اس سے تو والد و تناسل نشوونما ہونے میں اور جہات مختلفہ سے ہواؤں کے چلانے میں اور بادلوں کو آسمان اور زمین میں معلق کرنے میں دلائل عظیمہ اور کثیرہ ہیں حق تعالیٰ کی وحدانیت اور اُس کی قدرت اور حکمت اور رحمت پر اُن کے لئے جو صاحب عقل اور فکر ہیں۔ فائدہ | لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ میں توحید ذات کا اور الرَّحْمَنُ الرَّحِيمُ میں توحید صفات کا ثبوت تھا اور اِنَّ فِیْ خَلْقِ الْخَلْقِ میں توحید افعال کا ثبوت ہوا جس سے مشرکین کے شبہات بالکلیہ مندرج ہو گئے۔

یعنی آدمیوں میں جو کہ شعور و عقل میں جمیع مخلوقات سے افضل ہیں، بعضے ایسے بھی ہیں کہ باوجود دلائل ظاہرہ سابقہ کے پھر غیر اللہ کو حق تعالیٰ کا شریک اور اس کے برابر بناتے ہیں۔

باطل معبودوں کی محبت | یعنی صرف اقوال و اعمال جزئیہ ہی میں ان کو اللہ تعالیٰ کے برابر نہیں مانتے بلکہ محبت قلبی جو کہ صدور اعمال کی اصل ہے اس تک شرک اور مساوات کی نوبت پہنچا رکھی ہے جو شرک کا اعلیٰ درجہ ہے اور شرک فی الاعمال اس کا خادم اور تابع ہے۔

مومنین کو اللہ سے زیادہ محبت ہے | یعنی مشرکین کو جو اپنے معبودوں سے محبت ہے مومنین کو اپنے اللہ سے اس سے بھی بہت زیادہ اور مستحکم محبت ہے کیونکہ مصائب دنیا میں مشرکین کی محبت بسا اوقات زائل ہو جاتی ہے اور عذابِ آخرت دیکھ کر تو بالکل تیزی اور بیزارگی ظاہر کریں گے جیسا اگلی آیت میں آتا ہے بخلاف مومنین کے کہ ان کی محبت اپنے اللہ کے ساتھ ہر ایک رنج و راحت، مرض و صحت دنیا و آخرت میں برابر باقی اور پاکدار رہنے والی ہے اور نیز اہل ایمان کو جو اللہ سے محبت ہے وہ اس محبت سے بھی بہت زیادہ ہے جو محبت کہ اہل ایمان ماسوی اللہ یعنی انبیاء و اولیاء و ملائکہ و عباد و علماء یا اپنے آباؤ اجداد اور اولاد و مال و غیرہ سے رکھتے ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ سے تو اس کی عظمت شان کے موافق بالا صالحہ اور بالاستقلال محبت رکھتے ہیں اور اوروں سے بالواسطہ اور حق تعالیٰ کے حکم کے موافق ہر ایک کے اندازہ کے مطابق محبت رکھتے ہیں ع ”گر فرق مراتب نہ کنی زندیقی“ خدا اور غیر خدا کو محبت میں برابر کر دینا خواہ وہ کوئی ہو یہ مشرکین کا کام ہے۔

الْعَذَابِ ۱۶۵ اِذْ تَبَرَّأَ الَّذِينَ اتَّبَعُوا مِنَ الَّذِينَ اتَّبَعُوا

نخت ہے ♦ جب کہ بیزار ہو جاویں گے وہ کہ جن کی پیروی کی تھی ان سے کہ جو ان کے پیرو ہوئے تھے

وَرَأَوْا الْعَذَابَ وَتَقَطَّعَتْ بِهِمُ الْأَسْبَابُ ۱۶۶ وَقَالَ

اور دیکھیں گے عذاب اور منقطع ہو جائیں گے ان کے سب علاقے ♦ اور کہیں گے

الَّذِينَ اتَّبَعُوا لَوْ أَنَّ لَنَا كَرَّةً فَنَتَبَرَّأَ مِنْهُمْ كَمَا

پیرو کیا اچھا ہوتا جو ہم کو دنیا کی طرف لوٹ جانا مل جاتا تو پھر ہم بھی بیزار ہو جاتے ان سے جیسے

تَبَرَّأْنَا مِنْهَا كَذَلِكَ يُرِيهِمُ اللَّهُ أَعْمَالَهُمْ حَسَرَاتٍ

یہ ہم سے بیزار ہو گئے ♦ اسی طرح پر دکھلائیگا اللہ ان کو ان کے کام حسرت

عَلَيْهِمْ وَمَا هُمْ بِمُخْرِجِينَ مِنَ النَّارِ ۱۶۷ يَا أَيُّهَا النَّاسُ

دلانے کو اور وہ ہرگز نکلنے والے نہیں مارے ♦ اے لوگو

كُلُوا مِنَّمَا فِي الْأَرْضِ حَلَالًا طَيِّبًا ۱۶۸ وَلَا تَتَّبِعُوا

کھاؤ زمین کی چیزوں میں سے حلال پاکیزہ اور پیروی نہ کرو

خُطُوتِ الشَّيْطَانِ ۱۶۹ إِنَّهُ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِينٌ ۱۷۰ إِنَّمَا

شیطان کی ♦ بیشک وہ تمہارا دشمن ہے صریح وہ تو یہی

يَأْمُرُكُمْ بِالسُّوْءِ وَالْفَحْشَاءِ وَأَنْ تَقُولُوا عَلَى

حکم کرے گاتم کو کہ برے کام اور بے حیالی کرو اور جھوٹ لگاؤ

اللَّهِ مَا لَا تَعْلَمُونَ ۱۷۱ وَإِذَا قِيلَ لَهُمْ اتَّبِعُوا

اللہ پر وہ باتیں جن کو تم نہیں جانتے ♦ اور جب کوئی ان سے کہے کہ تا بعد اری کرو

یعنی جن ظالموں نے خدا کے لئے شریک بنائے اگر وہ اُس آنے والے وقت کو دیکھ لیں کہ جس وقت ان کو عذاب الہی کا مشاہدہ ہوگا کہ زور سارا اللہ ہی کے لئے ہے عذاب خداوندی سے کوئی نہیں بچا سکتا اور اللہ کا عذاب سخت ہے تو ہرگز اللہ کی عبادت کو چھوڑ کر دوسروں کی طرف متوجہ نہ ہوں اور نہ اُن سے امید منفعت رکھیں۔

مشرکین کی اپنے معبودوں سے بیزاری | یعنی وہ وقت ایسا ہوگا کہ بیزار ہو جائیں گے متبوع اپنے تابعداروں سے اور بت پرست اور بتوں میں کوئی علاقہ باقی نہ رہے گا۔ ایک دوسرے کا دشمن ہو جائے گا عذاب الہی دیکھ کر۔

اور مشرکین اس وقت کہیں گے کہ اگر کسی طرح ہم کو پھر دنیا میں لوٹ جانا نصیب ہو تو ہم بھی ان سے اپنا انتقام لیں اور جیسا یہ آج ہم سے جدا ہو گئے ہم بھی ان کو جواب دے کر جدا ہو جائیں لیکن اس آرزو و مجال سے بجز افسوس کچھ نفع نہ ہوگا۔

مشرکوں کے اعمال حسرت بن جائیں گے | یعنی جیسے مشرکین کو عذاب الہی اور اپنے معبودوں کی بیزاری دیکھ کر سخت حسرت ہوگی اسی طرح پران کے جملہ اعمال کو حق تعالیٰ ان کے لئے موجب حسرت بنا دے گا کیونکہ حج و عمرہ اور صدقات و خیرات جو اچھی باتیں کی ہوں گی وہ سب تو بسبب شرک مردود ہو جائیں گی اور شرک و گناہ جس قدر کئے ہوں گے ان کا بدلہ عذاب ملے گا تو اب ان کے بھلے اور برے اعمال سب کے سب موجب حسرت ہو گئے کسی عمل سے کچھ نفع نہ ہوگا اور ہمیشہ دوزخ میں رہیں گے۔ بخلاف موحدین اور اہل ایمان کے کہ اگر بسبب معاصی دوزخ میں جائیں گے تو انجام کار نجات پائیں گے۔

اہل عرب بت پرستی کرتے تھے اور بتوں کے نام پر ساڈ بھی چھوڑتے تھے اور ان جانوروں سے نفع اٹھانا حرام سمجھتے تھے اور یہ بھی ایک طرح کا شرک ہے کیونکہ تحلیل و تحریم کا منصب اللہ کے سوا کسی کو نہیں اس بارہ میں کسی کی بات ماننی گویا اُس کو اللہ کا شریک بنانا ہے اس لئے پہلی آیات میں شرک کی خرابی بیان فرما کر اب تحریم حلال سے ممانعت کی جاتی ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ جو کچھ زمین میں پیدا ہوتا ہے اس میں سے کھاؤ بشرطیکہ وہ شرعاً حلال و طیب ہو نہ تو فی نفسہ حرام ہو جیسے مُردار اور خنزیر اور مَا أَهْلٌ بِهِ لَبِغِیْرِ اللّٰہِ (جن جانوروں پر اللہ کے سوا کسی کا نام پکارا جائے اور اسکی قربت مقصود ان جانوروں کے ذبح سے ہو) اور نہ کسی امر عارضی سے اس میں حرمت آگئی ہو جیسے غصب، چوری رشوت سود کا مال کہ ان سب سے اجتناب ضروری ہے اور شیطان کی پیروی ہرگز نہ کرو کہ جس کو چاہا حرام کر لیا جیسے بتوں کے نام کے ساڈ وغیرہ اور جس کو چاہا حلال کر لیا جیسے مَا أَهْلٌ بِهِ لَبِغِیْرِ اللّٰہِ وغیرہ۔

یعنی مسئلے اور احکام شرعیہ اپنی طرف سے بنا لوجیسا کہ بہت سے مواقع میں دیکھا جاتا ہے کہ مسائل جزئیہ سے گذر کر امور اعتقاد یہ تک نصوص شرعیہ کو چھوڑ کر اپنی طرف سے احکام تراشے جاتے ہیں اور نصوص قطعیہ اور اقوال سلف کی تحریف اور تغلیط کرتے ہیں۔

مَا أَنْزَلَ اللَّهُ قَالُوا بَلْ نَنْبِعُ مَا آلفَيْنَا عَلَيْهِ

اس حکم کی جو کہ نازل فرمایا اللہ نے تو کہتے ہیں ہرگز نہیں ہم تو تابعداری کریں گے اُس کی جس پر دیکھا ہم نے

آبَاءِنَا أَوْ لَوْ كَانَ آبَاؤُهُمْ لَا يَعْقِلُونَ شَيْئًا وَلَا

اپنے باپ دادوں کو بھلا اگر چہ ان کے باپ دادے نہ سمجھتے ہوں کچھ بھی اور نہ

يَهْتَدُونَ ﴿١٤٠﴾ وَمَثَلُ الَّذِينَ كَفَرُوا كَمَثَلِ

جاتے ہوں سیدھی راہ ♦ اور مثال ان کافروں کی ایسی ہے جیسے

الَّذِي يَنْعِقُ بِمَا لَا يَسْمَعُ إِلَّا دُعَاءً وَنِدَاءً ط صُمُّ

پکارے کوئی شخص ایک چیز کو جو کچھ نہ سنے سوا پکارنے اور چلانے کے ♦ بہرے

بُكُمْ عُمَىٰ فَهُمْ لَا يَعْقِلُونَ ﴿١٤١﴾ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ

گوئے اندھے ہیں سو وہ کچھ نہیں سمجھتے ♦ اے ایمان

آمَنُوا كُلُوا مِن طَيِّبَاتِ مَا رَزَقْنَاكُمْ وَاشْكُرُوا

والو کھاؤ پاکیزہ چیزیں جو روزی دی ہم نے تم کو اور شکر کرو

لِلَّهِ إِنْ كُنْتُمْ آيَاہُ تَعْبُدُونَ ﴿١٤٢﴾ إِنَّمَا حَرَّمَ عَلَيْكُمْ

اللہ کا اگر تم اسی کے بندے ہو ♦ اُس نے تو تم پر یہی حرام کیا ہے

الْبَيْتَةَ وَالْدَّمَ وَلَحْمَ الْخِنْزِيرِ وَمَا أُهْلَ بِهِ لِغَيْرِ

مردہ جانور ♦ اور لہو ♦ اور گوشت سور کا ♦ اور جس جانور پر نام پکارا جائے اللہ کے سوا

♦ باپ دادوں کا اتباع یعنی حق تعالیٰ کے احکام کے مقابلہ میں اپنے باپ دادا کا اتباع کرتے ہیں اور یہ بھی شرک ہے چنانچہ بعض جہال مسلمان بھی ترک نکاح بیوگاں وغیرہ رسوم باطلہ میں ایسی بات کہہ گزرتے ہیں اور بعض زبان سے گو نہ کہیں مگر عمل درآمد سے ان کے ایسا ہی مترشح ہوتا ہے سو یہ بات اسلام کے خلاف ہے۔

❖ یعنی ان کافروں کو راہ ہدایت کی طرف بلانا ایسا ہے جیسا کوئی جنگل کے جانوروں کو بلائے کہ وہ سوائے آواز کے کچھ نہیں سمجھتے یہی حال ان لوگوں کا ہے جو خود علم نہ رکھیں اور نہ علم والوں کی بات قبول کریں۔

❖ **کفار کی مثال** | یعنی یہ کفار گویا بہرے ہیں جو حق بات بالکل نہیں سنتے گونگے ہیں جو حق بات نہیں کہتے اندھے ہیں جو راہ مستقیم نہیں دیکھتے سو وہ کچھ نہیں سمجھتے کیونکہ جب ان کے ہر سہ قوی مذکورہ فاسد ہو گئے تو تحصیل علم و فہم کی اب کیا صورت ہو سکتی ہے۔

❖ **مسلمانوں کو اکل حلال کا حکم** | اکل طیبات کا حکم اوپر گزر چکا تھا لیکن مشرکین چونکہ شیطان کی پیروی سے باز نہیں آتے اور احکام اپنی طرف سے بنا کر اللہ کے اوپر لگاتے ہیں اور اپنے رسوم باطلہ آبائی کو نہیں چھوڑتے اور حق بات سمجھنے کی ان میں گنجائش ہی نہیں تو اب ان سے اعراض فرما کر خاص مسلمانوں کو اکل طیبات کا حکم فرمایا گیا اور اپنا انعام ظاہر کر کے ادائے شکر کا امر کیا گیا اس میں اہل ایمان کے مقبول اور مطیع ہونے کی جانب اور مشرکین کے مردود و معتبوب و نافرمان ہونے کی طرف اشارہ ہو گیا۔

❖ **حرام چیزوں کی تفصیل** | مردار وہ ہے کہ خود بخود مرد جائے اور ذبح کی نوبت نہ آئے یا خلاف طریقہ شریعہ اس کو ذبح یا شکار کیا جائے مثلاً گلہ گھونٹا جائے یا زندہ جانور کا کوئی عضو کاٹ لیا جائے یا لکڑی اور پتھر یا غلیل و بندوق سے مارا جائے۔ یا اوپر سے گر کر یا کسی جانور کے سینگ مارنے سے مر جائے یا درندہ پھاڑ ڈالے یا ذبح کے وقت قصداً تکبیر کو ترک کیا جائے کہ یہ سب مردار اور حرام ہیں البتہ دو جانور مردار بحکم حدیث شریف اس حرمت سے مستثنیٰ اور ہم کو حلال ہیں مچھلی اور نڈی۔

❖ اور خون سے مراد وہ خون ہے جو رگوں سے بہتا ہے اور ذبح کے وقت نکلتا ہے اور جو خون کہ گوشت پر لگا رہتا ہے وہ حلال اور پاک ہے اگر گوشت کو بغیر دھوئے ہوئے پکا لیا جائے تو اس کا کھانا درست ہے البتہ نظافت کے خلاف ہے اور کلجی اور تلی کہ خون منجمد ہیں بحکم حدیث شریف حلال ہیں۔

❖ اور خنزیر زندہ ہو یا مردہ یا قاعدہ شریعت کے موافق ذبح کر لیا جائے ہر حال میں حرام ہے اور اس کے تمام اجزاء گوشت پوست چربی ناخن بال ہڈی پٹھانا پاک اور ان سے نفع اٹھانا اور کسی کام میں لانا حرام ہے۔ اس موقع پر چونکہ کھانے کی چیزوں کا ذکر ہے اس لئے فقط گوشت کا حکم بتلایا گیا مگر اس پر سب کا اجماع ہے کہ خنزیر جو کہ بے غیرتی اور بے حیائی اور حرص اور رغبت الی النجاسات میں سب جانوروں میں بڑھا ہوا ہے اور اسی لئے اللہ تعالیٰ نے اس کی نسبت **فِئْتَهُ رِجْسٌ** فرمایا بلا شک نجس العین ہے نہ اس کا کوئی جزو پاک اور نہ کسی قسم کا انتفاع اس سے جائز جو لوگ کثرت سے اس کو کھاتے ہیں اور اس کے اجزاء سے نفع اٹھاتے ہیں ان تک میں اوصاف مذکورہ واضح طور پر مشاہدہ ہوتے ہیں۔

اللَّهُ ۚ فَمِنْ اضْطُرَّ غَيْرَ بَاغٍ وَلَا عَادٍ فَلَا إِشْمَ

کسی اور کا ۱ پھر جو کوئی بے اختیار ہو جائے نہ تو نافرمانی کرے اور نہ زیادتی تو اس پر کچھ گناہ

عَلَيْهِ ۗ إِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَحِيمٌ ﴿۱۴۳﴾ إِنَّ الَّذِينَ

نہیں ۲ بیشک اللہ ہے بڑا بخشنے والا نہایت مہربان ۳ بے شک جو لوگ

يَكْتُمُونَ مَا أَنْزَلَ اللَّهُ مِنَ الْكِتَابِ وَيُسْتَرُونَ بِهِ

چھپاتے ہیں ۴ جو کچھ نازل کی اللہ نے کتاب ۵ اور لیتے ہیں اس پر

ثَمَنًا قَلِيلًا ۖ أُولَٰئِكَ مَا يَأْكُلُونَ فِي بُطُونِهِمْ إِلَّا

تھوڑا سا مول ۶ وہ نہیں بھرتے اپنے پیٹ میں مگر

النَّارَ وَلَا يُكَلِّمُهُمُ اللَّهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَلَا يُزَكِّيهِمْ ۚ

آگ ۷ اور نہ بات کرے گا ان سے اللہ قیامت کے دن ۸ اور نہ پاک کرے گا ان کو ۹

وَلَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ ﴿۱۴۴﴾ أُولَٰئِكَ الَّذِينَ اشْتَرُوا الضَّلٰلَةَ

اور ان کے لیے ہے عذاب دردناک ۱۰ جنہوں نے خریدا گمراہی کو یہی ہیں

بِالْهُدٰى وَالْعَذَابِ بِالمَغْفِرَةِ ۚ فَمَا أَصْبَرَهُمْ عَلَىٰ

بدلے ہدایت کے اور عذاب بدلے بخشش کے ۱۱ سو کس قدر صبر کرنے والے ہیں وہ

النَّارِ ﴿۱۴۵﴾ ذٰلِكَ بِأَنَّ اللَّهَ نَزَّلَ الْكِتَابَ بِالْحَقِّ ۗ وَإِنَّ

دوزخ پر ۱۲ یہ اس واسطے کہ اللہ نے نازل فرمائی کتاب سچی اور

الَّذِينَ اخْتَلَفُوا فِي الْكِتَابِ لَفِي شِقَاقٍ بَعِيدٍ ﴿۱۴۶﴾

جنہوں نے اختلاف والا کتاب میں وہ بیشک ضد میں دور جا پڑے ۱۳

❖ **حرام ذبیحہ کی تفصیل** | مَا أَهْلًا بِهِ لَبِغِ اللَّهُ كَا يَه مَطْلَب هِي كِه اِن جَانورون پر اللہ کے سوا بت وغیرہ کا نام پکارا جائے یعنی اللہ کے سوا کسی بت یا جن یا کسی روح خبیث یا پیر یا پیغمبر کے نامزد کر کے اور اس جانور کی جان ان کی نذر کر کے ان کے تقرب یا رضا جوئی کی نیت سے ذبح کیا جائے اور محض ان کی خوشنودی کی غرض سے اس کی جان نکالنی مقصود ہو کہ ان سب جانوروں کا کھانا حرام ہے گو بوقت ذبح تکبیر پڑھی ہو اور اللہ کا نام لیا ہو کیونکہ جان کو جان آفریں کے سوا کسی دوسرے کے لئے نذر و نیاز کرنا ہرگز درست نہیں اس لئے جس جانور کی جان غیر اللہ کی نذر کی جائے تو اس کی خباثت مردار کی خباثت سے بھی بڑھ جاتی ہے کیونکہ مردار میں تو یہی خرابی تھی کہ اس کی جان اللہ کے نام پر نہیں نکلی اور اس کی جان تو غیر اللہ کے نامزد کر دی گئی جو میں شرک ہے سو جیسے خنزیر اور کتے پر بوقت ذبح تکبیر کہنے سے حلت نہیں آسکتی اور مردار پر اللہ کا نام لینے سے کوئی نفع نہیں ہو سکتا ایسے ہی جس جانور کی جان غیر اللہ کی نذر اور ان کے نامزد کر دی ہو اس پر ذبح کے وقت نام الہی لینے سے ہرگز کوئی نفع اور حلت اس میں نہیں آسکتی البتہ اگر غیر اللہ کے نامزد کرنے کے بعد اپنی نیت سے ہی توبہ اور رجوع کر کے ذبح کریگا تو اس کے حلال ہونے میں کوئی شبہ نہیں علماء نے تصریح فرمادی ہے کہ اگر کسی بادشاہ کے آنے پر اس کی تعظیم کی نیت سے جانور ذبح کیا جائے یا کسی جن کی اذیت سے بچنے کے لئے اس کے نام کا جانور ذبح کیا جائے یا توپ چلنے یا اینٹوں کے پڑاؤہ کے پکنے کے لئے بطور بھینٹ جانور ذبح کیا جائے تو وہ جانور بالکل مردار اور حرام اور کرنے والا شرک ہے اگر چہ ذبح کے وقت خدا کا نام لیا جائے۔ حدیث شریف میں آیا ہے لَعْنُ اللَّهِ مَنْ ذَبَحَ لِغَيْرِ اللَّهِ یعنی جو غیر اللہ کے تقرب اور تعظیم کی نیت سے جانور کو ذبح کرے اس پر اللہ کی لعنت ہے ذبح کے وقت اللہ کا نام پاک لے یا نہ لے البتہ اس میں کوئی حرج نہیں کہ جانور کو اللہ کے نام پر ذبح کر کے فقراء کو کھلائے اور اس کا ثواب کسی قریب یا پیر اور بزرگ کو پہنچادے یا کسی مردہ کی طرف سے قربانی کر کے اس کا ثواب اس کو دینا چاہئے کیونکہ یہ ذبح غیر اللہ کے لئے ہرگز نہیں بعضے اپنی کجروی سے یہ حیلہ ایسے مواقع میں بیان کرتے ہیں کہ پیروں کی نیاز وغیرہ میں ہم کو تو یہی مقصود ہوتا ہے کہ کھانا پکا کر مردہ کے نام سے صدقہ کر دیا جائے تو اول تو خوب سمجھ لیں کہ اللہ کے سامنے جھوٹے حیلوں سے بجز مضرت کوئی نفع حاصل نہیں ہو سکتا، دوسرے ان سے پوچھا جائے کہ جس جانور کی تم نے غیر اللہ کے لئے نذر مانی ہے اگر اسی قدر گوشت اس جانور کے عوض خرید کر اور پکا کر فقیروں کو کھلا دو تو تمہارے نزدیک بے کھٹکے وہ نذر ادا ہو جاتی ہے یا نہیں اگر بلا تامل تم اس کو کر سکتے ہو اور اپنی نذر میں کسی قسم کا خلل تمہارے دل میں نہیں رہتا تو تم سچے ورنہ تم جھوٹے اور تمہارا یہ فعل شرک اور وہ جانور مردار اور حرام۔ فائدہ یہاں یہ شبہ ہوتا ہے کہ آیت میں حکم حرمت کو اشیائے مذکورہ میں منحصر کر کے بیان فرمایا ہے جس کا مطلب یہ سمجھا جاتا ہے کہ اشیائے مذکورہ کے سوا کوئی جانور حرام نہیں حالانکہ جملہ درندے اور گدھا اور کتا وغیرہ سب کا کھانا حرام ہے اس کا جواب ایک تو یہ ہے کہ اس حصر سے حکم حرمت کو اشیائے مذکورہ میں منحصر کرنا ہرگز مراد نہیں کہ کسی کو اعتراض کی گنجائش ہو بلکہ حکم حرمت کو صحت و صداقت کے ساتھ مخصوص فرما کر اس حکم کی جانب مخالف کا بطلان منظور ہے یعنی بس بات یہی ہے کہ یہ چیزیں اللہ پاک نے تم پر حرام فرمادیں اس میں دوسرا احتمال ہی نہیں یعنی ان کا حلال سمجھنا بالکل باطل اور غلط ہے۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ حکم حرمت کو اشیائے مذکورہ ہی میں منحصر مانا جائے مگر اس حصر کو اضافی یعنی خاص انہی چیزوں کے لحاظ سے تسلیم کیا جائے جن کو مشرکین نے اپنی طرف سے حرام کر لیا تھا جیسے بحیرہ اور سائبہ وغیرہ جن کا ذکر آئندہ آئیگا۔

مطلب یہ ہوا کہ ہم نے تو تم پر فقط میتہ اور خنزیر وغیرہ کو حرام کیا تھا تم جو ساند وغیرہ کی تحریم اور تعظیم کے قائل ہو یہ محض تمہارا افتراء ہے باقی رہے درندے اور خبیث جانوران کے حرام ہونے میں مشرکین بھی نزاع نہ کرتے تھے سو یہ حصر انہی جانوروں کے لحاظ سے ہے جن کو مشرکین نے خلاف حکم الہی اپنی طرف سے حرام ٹھہرایا تھا تمام جہان کے جانوروں سے اس کو کیا تعلق جو اعتراض مذکور کی نوبت آئے۔

◆ **مضطر کا حکم** | یعنی اشیائے مذکورہ حرام ہیں لیکن جب کوئی بھوک سے مرنے لگے تو اس کو لا چاری کی حالت میں کھالینے کی اجازت ہے بشرطیکہ نافرمانی اور زیادتی نہ کرے نافرمانی یہ کہ مثلاً نوبت اضطرار کی نہ پہنچے اور کھانے لگے اور زیادتی یہ کہ قدر ضرورت سے زائد خوب پیٹ بھر کر کھالے بس اتنا ہی کھائے جس سے مرے نہیں۔

◆ **یعنی اللہ پاک تو بڑا بخشنے والا ہے بندوں کے ہر قسم کے گناہوں کو بخش دیتا ہے پھر ایسے لاچار اور مضطر کی بخشش کیسے نہ فرمائے گا اور اپنے بندوں پر بڑا ہی مہربان ہے کہ مجبوری کی حالت میں صاف اجازت دے دی کہ جس طرح بن پڑے اپنی جان بچا لو اصلی حکم ممانعت کا لا چاری کی حالت میں تم پر سے اٹھالیا گیا ورنہ اس مالک الملک کا حق تھا کہ فرما دیتا تمہاری جان جائے یا رہے مگر ہمارے حکم کے خلاف ہرگز نہ کرنا۔ ایک خلیجان یہاں یہ بھی ہوتا تھا کہ بھوک سے مرتے ہوئے مضطر بدحواس کو یہ اندازہ کرنا کہ اتنے لقموں سے سدر متق ہو جائیگا اور اس سے زائد ایک لقمہ نہ کھائے محال نہیں تو دشوار تو بہت ہے اس لئے إِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَّحِيمٌ فرما کر اس میں سہولت کر دی۔**

◆ **حلال و حرام میں یہودیوں کی تعریف** | یعنی اللہ نے جو کتاب آسمانی میں حلال و حرام کا حکم بھیجا یہود نے اس کو چھپایا اور اپنی طرف سے بڑھایا گھٹایا جیسا کہ پہلی آیت میں مذکور ہو چکا ایسے ہی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی صفات جو اس میں لکھی تھیں ان کو بھی چھپاتے اور بدلتے تھے اور یہ دونوں سخت گناہ ہیں کیونکہ ان کا مطلب اور نتیجہ یہ ہے کہ ہدایت اور طریقہ حق کسی کو نصیب نہ ہو، سب گمراہ رہیں حالانکہ حق تعالیٰ نے تو کتاب اور رسول کو ہدایت خلق کے لئے بھیجا تھا سو انہوں نے خدا کے بھی خلاف کیا اور خلق اللہ کو بھی جاہل اور گمراہ بنا نا چاہا۔

◆ **یعنی اللہ کی نافرمانی اور خلق اللہ کی گمراہی پر بس نہیں کی بلکہ اس حق پوشی کے عوض میں جن کو گمراہ کرتے تھے ان سے اُلنا رشوت میں مال بھی لیتے تھے جس کا نام ہدیہ اور نذرانہ اور شکرانہ رکھ چھوڑا تھا حالانکہ یہ حرام خوری مردار اور خنزیر کے کھانے سے بھی بدتر ہے۔ اب ظاہر ہے کہ ایسی حرکات شنیعہ کی سزا بھی سخت ہوگی جس کو آگے بتلایا جاتا ہے۔**

◆ **یعنی گویا ہر نظر میں اُن کو وہ مال لذیذ اور نفیس معلوم ہو رہا ہے مگر حقیقت میں وہ آگ ہے جس کو خوش ہو کر اپنے پیٹ میں بھر رہے ہیں جیسا طعام لذیذ میں زہر قاتل ملا ہوا ہو کہ کھاتے وقت لذت معلوم ہوتی ہے اور پیٹ میں جا کر آگ لگا دے۔**

❖ کفار سے اللہ کے کلام نہ کرنے کا مطلب | اس میں یہ شبہ کسی کو ہو سکتا ہے کہ دیگر آیات سے تو معلوم ہوتا ہے کہ جناب باری قیامت کو ان سے خطاب فرمائے گا سو کلام نہ کرنے کا یہ مطلب ہے کہ لطف و رحمت کے ساتھ ان سے کلام نہ کیا جائے گا اور بطور تحریف و تذلیل و تہدید و وعید جناب باری ان سے کلام کرے گا جس سے ان کو سخت صدمہ اور غم ہوگا یا یوں کہیے کہ بلا واسطہ ان سے کلام نہ کیا جائے گا اور کلام کرنے کا جو ذکر ہے وہ ملائکہ عذاب کی وساطت سے ہوگا۔ **فائدہ** | لَا يُكَلِّمُهُمُ اللَّهُ کی دھمکی سے یہ امر صاف معلوم ہوتا ہے کہ ہر کسی کے دل میں محبت الہی خوب راسخ ہے اگر سر دست محسوس نہ ہو تو اس کو پہچو انگر بزرگ کستر سمجھنا چاہئے قیامت کو جب کل موانع دور ہوں گے تو اس کا ظہور کامل ہوگا کیونکہ اگر یہ نہ ہوتا تو پھر کفار کو یہ دھمکی ایسی ہوگی کہ کوئی اپنے دشمن کو ناخوشی اور اعراض سے ڈرانے لگے جو بالکل بے سود ہے مجاہد جانثار اعراض محبوب کو درد جانگداز سمجھتے ہیں نہ اعداء پس معلوم ہوا کہ قیامت کو ہر سینہ اللہ کی محبت سے ایسا لبریز ہوگا کہ یہ بے التفاتی عذاب دوزخ سے بھی بدرجہا زیادہ ان کو جانکاہ معلوم ہوگی۔

❖ مومن اور کافر کی سزا کا فرق | یعنی اہل ایمان گو کتنے ہی گنہگار ہوں مگر دوزخ میں زمانہ معین تک رہ کر اور گناہوں سے پاک ہو کر جنت میں داخل کر دیے جائیں گے بخلاف کفار کے کہ وہ ہمیشہ نار میں رہیں گے اور کبھی پاک ہو کر جنت میں جانے کے قابل نہ ہوں گے امور شرکیہ نے ان کو بمنزلہ نجس العین کے بنا دیا ہے کہ نجاست ان کی کسی طرح دور نہیں ہو سکتی اور مسلمان عاصی کا حال ایسا سمجھئے کہ پاک چیز پر نجاست واقع ہو گئی نجاست زائل ہو کر پھر پاک ہو گیا۔

❖ واقعی اس سے زیادہ اور کیا عذاب الیم ہوگا کہ ظاہر بدن سے بڑھ کر ان کے باطن میں بھی آگ ہوگی اور محبوب حقیقی ان سے ناخوش ہوگا پھر اس مصیبت جانکاہ سے کبھی نجات نہ ملے گی نعوذ باللہ۔

❖ یعنی وہ لوگ بیشک اسی قابل ہیں کیونکہ انہوں نے خود سرمایہ نجات کو غارت کیا اور گمراہی کو ہدایت کے مقابلہ میں پسند اور اختیار کیا اور اسباب مغفرت کو چھوڑ کر اسباب عذاب کو منظور کیا۔

❖ یعنی اپنی خوشی سے موجبات دخول نار کو اختیار کرتے ہیں گویا آگ ان کو نہایت مرغوب اور محبوب ہے کہ اپنی جان و مال کے بدلے اس کو خرید رہے ہیں ورنہ سب جانتے ہیں کہ عذاب نار پر صبر کرنا کیسا ہے۔

❖ یہ یعنی ضلالت کو ہدایت کے بدلے اور عذاب کو مغفرت کے بدلے خریدنے کی دلیل یا ان پر عذابات مذکورہ سابقہ کے ہونے کی وجہ یہ ہے کہ اللہ نے جو کتاب سچی نازل فرمائی انہوں نے اس کے خلاف کیا اور طرح طرح کے اختلاف اس میں ڈالے اور خلاف اور دشمنی میں ڈور جا پڑے یعنی بڑا خلاف کیا، یا طریقہ حق سے دور ہو گئے ایک صورت یہ بھی ہے کہ ان کا صابر علی النار ہونا چونکہ بدیہی البطلان نظر آتا تھا اس لئے لفظ ذلک سے اخیر تک اسکے جواب کی طرف اشارہ فرما دیا فاقہم۔

لَيْسَ الْبِرَّ أَنْ تُولُوا وَجُوهَكُمْ قِبَلَ الْمَشْرِقِ وَ

تیلی کچھ یہی نہیں کہ منہ کرواچنا شرق کی طرف یا

الْمَغْرِبِ وَلَكِنَّ الْبِرَّ مَنْ آمَنَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ وَ

مغرب کی لیکن بڑی نیکی تو یہ ہے جو کوئی ایمان لائے اللہ پر اور قیامت کے دن پر اور

الْمَلَائِكَةِ وَالْكِتَابِ وَالنَّبِيِّينَ وَآتَى الْمَالَ عَلَى

فرشتوں پر اور سب کتابوں پر اور پیغمبروں پر اور دے مال

حُبِّهِ ذَوِي الْقُرْبَىٰ وَالْيَتَامَىٰ وَالْمَسْكِينِ وَابْنَ

اُس کی محبت پر رشتہ داروں کو اور یتیموں اور محتاجوں کو اور

السَّبِيلِ وَالسَّائِلِينَ وَفِي الرِّقَابِ ۚ وَأَقَامَ الصَّلَاةَ

مسافروں کو اور مانگنے والوں کو اور گردنیں چھڑانے میں اور قائم رکھے نماز

وَآتَى الزَّكَاةَ ۚ وَالْبُوفُونَ بِعَهْدِهِمْ إِذَا عَاهَدُوا ۗ

اور دیا کرے زکوٰۃ اور پورا کرنے والے اپنے اقرار کو جب عہد کریں

وَالصَّابِرِينَ فِي الْبَأْسَاءِ وَالضَّرَّاءِ وَحِينَ الْبَأْسِ ۗ

اور صبر کرنے والے سختی میں اور تکلیف میں اور لڑائی کے وقت

أُولَٰئِكَ الَّذِينَ صَدَقُوا ۗ وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُتَّقُونَ ﴿۱۷۷﴾

یہی لوگ ہیں سچے اور یہی ہیں پرہیزگار

يَأْتِيهَا الَّذِينَ آمَنُوا كِتَابٌ عَلَيْكُمْ الْقِصَاصُ فِي

اے ایمان والو فرض ہوا تم پر (قصاص) برابری کرنا

جب آیات سابقہ اپنی برائی میں سنیں تو یہود و نصاریٰ کہنے لگے کہ ہم میں تو بہت سے اسباب و آثار ہدایت و مغفرت موجود ہیں ایک کھلی بات یہی ہے کہ ہم جس قبلہ کی طرف منہ کرنے کے مامور ہیں اس کی طرف متوجہ ہو کر نماز جو افضل عبادات ہے اس کو اللہ کے حکم کے موافق ادا کرتے ہیں پھر ان خرابیوں اور عذاب کے ہم کیسے مستحق ہو سکتے ہیں اس خیال کی تردید میں فرمایا جاتا ہے کہ بڑی نیکی جو مغفرت و ہدایت کے لئے کافی ہو یہ نہیں کہ تم صرف اپنا منہ نماز میں مشرق یا مغرب کی طرف کر لیا کرو اور عقائد و اعمال ضرور یہی کی پرہا بھی نہ کرو۔

نیکی اور برے کے جواب | یعنی نیکی اور بھلائی جو اثر ہدایت اور سبب مغفرت ہو یہ ہے کہ اللہ اور روز قیامت اور جملہ ملائکہ اور کتب آسمانی اور انبیاء پر دل سے ایمان لائے اور ان پر یقین کرے اور باوجود محبت اور رغبت کے اپنے مال کو علاوہ زکوٰۃ کے قریبوں اور قسیموں اور غریبوں اور مسافروں اور سالکوں کو جو کہ محتاج ہوں دے اور گردنیں چھڑانے میں یعنی مسلمان جس کو کفار نے ظلماً قید کر لیا ہو اس کی رہائی میں یا مقروض کو قرض خواہ سے چھڑانے میں یا غلام کو آزاد کرانے میں یا غلام مکاتب کو خلاصی دلانے میں مال دیوے اور نماز کو خوب درستی کے ساتھ پڑھے اور چاندی اور سونے اور جملہ اموال تجارت میں سے زکوٰۃ دے اور اپنے عبد و قمار کو پورا کرے اور فقر و فاقہ اور بیماری اور تکلیف اور خوف کی حالت میں صبر و استقلال سے رہے اور یہود و نصاریٰ چونکہ ان عقائد و اعمال اور اخلاق میں قاصر اور ناقص تھے اور طرح طرح سے ان میں خلل اندازی کرتے تھے جیسا کہ آیات قرآنی میں اُس کا ذکر ہے تو اب یہود یا نصاریٰ کا صرف اپنے استقبال قبلہ پر ناز کرنا اور اپنے آپ کو طریق ہدایت پر مستقیم سمجھنا اور مستحق مغفرت کہنا یہودہ خیال ہے تا وقتیکہ اُن اعتقادات اور اخلاق و اعمال پر قائم نہ ہوں گے جو اس آیت کریمہ میں بالتفصیل مذکور ہیں صرف استقبال قبلہ سے نہ ہدایت نصیب ہو سکتی ہے نہ عذاب الہی سے نجات مل سکتی ہے۔

یعنی جو لوگ اعتقادات و اخلاق و اعمال مذکورہ کے ساتھ متصف ہیں وہی لوگ سچے ہیں اعتقادات اور ایمان اور دین میں یا اپنے قول و قرار میں اور وہی لوگ پرہیزگار اور متقی ہیں اپنے اخلاق اور اعمال میں یا بچنے والے ہیں گناہ اور بری باتوں سے یا عذاب الہی سے اہل کتاب کہ جن کو ان خوبیوں میں سے ایک بھی میسر نہیں اُن کا اپنی نسبت ایسا خیال کرنا کیسے درست ہو سکتا ہے۔

الْقَتْلَ ۖ الْحُرِّ بِالْحُرِّ وَالْعَبْدَ بِالْعَبْدِ وَالْأُنثَىٰ

مقتولوں میں ۱ آزاد کے بدلے آزاد ۲ اور غلام کے بدلے غلام ۳ اور عورت کے بدلے

بِالْأُنثَىٰ ۖ فَمَنْ عَفِيَ لَهُ مِنْ أَخِيهِ شَيْءٌ فَاتِّبَاعٌ

عورت ۴ پھر جس کو معاف کیا جائے ۵ اُس کے بھائی کی طرف سے کچھ بھی ۶ تو تا بعد اری کرنی چاہیے

بِالْمَعْرُوفِ ۖ وَإِذَا آءٌ إِلَيْهِ بِإِحْسَانٍ ۖ ذَلِكَ تَخْفِيفٌ

موافق دستور کے ۷ اور ادا کرنا چاہیے اُس کو خوبی کے ساتھ ۸ یہ آسانی ہونی

مِّن رَّبِّكُمْ وَرَحْمَةٌ ۖ فَمَنِ اعْتَدَىٰ بَعْدَ ذَلِكَ

تمہارے رب کی طرف سے ۹ اور مہربانی ۱۰ پھر جو زیادتی کرے ۱۱ اُس فیصلہ کے بعد

فَلَهُ عَذَابٌ أَلِيمٌ ۝۱۱ وَلَكُمْ فِي الْقِصَاصِ حَيٰوةٌ

تو اس کے لیے ہے عذاب دردناک ۱۲ تمہارے واسطے ۱۳ قصاص میں ۱۴ بڑی زندگی ہے

◆ قصاص میں برابری کا حکم | زمانہ جاہلیت میں یہ دو اور اہل عرب نے یہ دستور کر رکھا تھا کہ شریف النسب لوگوں کے غلام کے بدلے رذیل لوگوں کے آزاد کو اور عورت کے بدلے مرد کو اور ایک آزاد کے بدلے دو کو قصاص میں قتل کرتے تھے حق تعالیٰ نے اس آیت میں حکم دیا کہ اے ایمان والو ہم نے تم پر مقتولین میں برابری اور مساوات کو فرض کر دیا۔ قصاص کے معنی لغت میں برابری اور مساوات کے ہیں تم نے جو دستور نکالا ہے کہ شریف اور رذیل میں امتیاز کرتے ہو یہ لغو ہے جانیں سب کی برابر ہیں غریب ہو یا امیر، شریف ہو یا رذیل عالم و فاضل ہو یا جاہل جو ان ہو یا بوڑھا اور بچہ تندرست ہو یا بیمار قریب المرگ صحیح الاعضاء ہو یا اندھا لنگڑا۔
فائدہ | پہلی آیت میں نیکی اور بر کے اصول مذکور تھے جن پر مدار ہدایت و مغفرت تھا اور اس طرف بھی اشارہ تھا کہ اہل کتاب ان خوبیوں سے بے بہرہ ہیں اور بالتصریح فرمادیا تھا کہ دین میں سچا اور متقی بدون ان خوبیوں کے کوئی نہیں ہو سکتا تو اب اہل اسلام کے سوانہ اہل کتاب اس کے مصداق بن سکتے ہیں نہ جہاں عرب، اس لئے اب سب سے اعراض فرما کر خاص اہل ایمان کو مخاطب بنایا جاتا ہے اور نیکی اور بر کے مختلف فروع عبادات جانی و مالی اور معاملات مختلفہ ان کو بتلاتے ہیں کہ ان فروع کو وہی کر سکتا ہے جو اصول مذکورہ سابقہ پر پختہ ہو گیا اور لوگ اس خطاب کے قابل بھی نہ سمجھے گئے جو ان کو سخت عار کا باعث ہونا چاہئے اب جو احکام فروعی بالتفصیل بیان کئے جاتے ہیں درحقیقت تو ان سے اہل ایمان کی ہدایت اور تعلیم مقصود ہے مگر ضمناً کہیں صاف کہیں تعریضاً دوسروں کی خرابی پر بھی متنبہ کیا جائیگا مثلاً كَتَبَ عَلَيْكُمُ الْقِصَاصُ فِي الْقَتْلِ میں اس کی طرف اشارہ ہے کہ یہود وغیرہ نے جو قصاص میں دستور کر لیا ہے یہ ان کی ایجاد بے بنیاد خلاف حکم الہی ہے جس سے ظاہر ہو گیا کہ اصول فرمودہ سابقہ میں سے نہ ان کو ایمان بالکتاب صحیح

طور سے حاصل ہے نہ ایمان بالانبیاء نہ عہد خداوندی کو انہوں نے وفا کیا اور نہ سختی اور مصیبت کی حالت میں انہوں نے صبر سے کام لیا ورنہ اپنے کسی عزیز و قریب کے مقتول ہو جانے پر اس قدر بے صبری اور نفسانیت نہ کرتے کہ فرمان خداوندی اور ارشاد انبیاء اور حکم کتاب سب کو چھوڑ کر بیگناہوں کو قتل کرنے کا حکم دیتے۔

◆ قصاص کے احکام | یہ توضیح ہے اس برابری کی جس کا حکم ہوا مطلب یہ ہے کہ ہر مرد آزاد کے قصاص میں صرف وہی ایک آزاد مرد قتل کیا جاسکتا ہے جو اس کا قاتل ہے یہ نہیں کہ ایک کے عوض قاتل کے قبیلہ سے کیف ما تفق دو کو یا زیادہ قتل کرنے لگو۔

◆ یعنی ہر غلام کے بدلے میں وہی غلام قتل کیا جائے گا جو قاتل ہے یہ نہ ہوگا کہ کسی شریف کے غلام کے قصاص میں قاتل کو جو کہ غلام ہے اس کو چھوڑ کر ان رذیل لوگوں میں سے کہ جن کے غلام نے قتل کیا ہے کسی آزاد کو قتل کیا جائے۔۔۔۔

◆ یعنی ہر ایک عورت کے قصاص میں صرف وہی عورت قتل کی جاسکتی ہے جس نے اس کو قتل کیا یہ نہیں ہو سکتا کہ شریف النسب عورت کے قصاص میں رذیل عورت کو چھوڑ کر جو کہ قاتلہ ہے کسی مرد کو ان میں سے قتل کرنے لگیں۔ خلاصہ یہ ہوا کہ ہر آزاد دوسرے آزاد کے اور ہر غلام دوسرے غلام کے برابر ہے سو حکم قصاص میں مساوات چاہیے اور تعدی جو اہل کتاب اور جہاں عرب کرتے تھے ممنوع ہے۔ فائدہ اب باقی رہا یہ امر کہ آزاد کسی غلام کو یا مرد کسی عورت کو قتل کر دے تو قصاص لیا جائے گا یا نہیں سو یہ آئیہ کریمہ اس سے ساکت ہے اور ائمہ کا اس میں اختلاف ہے امام ابوحنیفہ "آیۃ ان النفس بالنفس اور حدیث المسلمون تتکافؤ دماءہم سے اس کے قاتل ہیں کہ ہر دو صورت مذکور میں قصاص ہوگا اور جیسے قوی اور ضعیف صحیح اور مریض معذور اور غیر معذور وغیرہ حکم قصاص میں برابر ہیں ایسے ہی آزاد اور غلام مرد اور عورت کو امام ابوحنیفہ قصاص میں برابر فرماتے ہیں بشرطیکہ غلام مقتول قاتل کا غلام نہ ہو کہ وہ حکم قصاص سے ان کے نزدیک مستثنیٰ ہے اور اگر کوئی مسلمان کا فرز می کو قتل کر ڈالے تو اس پر بھی قصاص ہوگا امام ابوحنیفہ کے نزدیک البتہ مسلمان اور کافر حربی میں کوئی قصاص کا قاتل نہیں۔

◆ یعنی مقتول کے وارثوں میں سے اگر بعض بھی خون کو معاف کر دیں تو اب قاتل کو قصاص میں قتل تو نہیں کر سکتے بلکہ دیکھیں گے کہ ان وارثوں نے معاف کس طرح پر کیا ہے بلا معاوضہ مالی محض ثواب کی غرض سے معاف کیا ہے یا دیت شرعی اور بطور مصالحت کسی مقدار مال پر راضی ہو کر صرف قصاص سے دستبرداری کی ہے اول صورت میں قاتل ان وارثوں کے مطالبہ سے بالکل سبکدوش ہو جائیگا اور دوسری صورت میں قاتل کو چاہئے کہ وہ معاوضہ اچھی طرح ممنونیت اور خوشدلی کے ساتھ ادا کرے۔

◆ یہ اجازت کہ قتل عمد میں چاہو قصاص لو چاہو دیت لو چاہو معاف کرو اللہ کی طرف سے سہولت اور مہربانی ہے قاتل اور دارثان مقتول دونوں پر جو پہلے لوگوں پر نہ ہوئی تھی کہ یہود پر خاص قصاص اور نصاریٰ پر دیت یا غنومقرر تھا۔

◆ یعنی اس تخفیف اور رحمت کے بعد بھی اگر کوئی خلاف ورزی کرے گا اور دستور جاہلیت پر چلے گا یا معافی اور دیت قبول کر لینے کے بعد قاتل کو قتل کرے گا تو اس کے لئے سخت عذاب ہے آخرت میں یا ابھی اس کو قتل کیا جائے گا۔

يَأُولَى الْأَبَابِ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ ﴿١٤٩﴾ كُتِبَ عَلَيْكُمْ إِذَا

اے عقل مندو ♦ تاکہ تم بچتے رہو ♦ فرض کر دیا گیا تم پر جب

حَضَرَ أَحَدَكُمُ الْمَوْتُ إِنْ تَرَكَ خَيْرًا ۖ الْوَصِيَّةُ

حاضر ہو کسی کو تم میں موت بشرطیکہ چھوڑے کچھ مال وصیت کرنا

لِلْوَالِدَيْنِ وَالْأَقْرَبِينَ بِالْمَعْرُوفِ ۚ حَقًّا عَلَى

ماں باپ کے واسطے اور رشتہ داروں کے لیے انصاف کے ساتھ یہ حکم لازم ہے

الْمُتَّقِينَ ﴿١٥٠﴾ فَمَنْ بَدَّلَهُ بَعْدَ مَا سَمِعَهُ فَإِنَّمَا

پرہیزگاروں پر ♦ پھر جو کوئی بدل ڈالے وصیت کو بعد اُس کے جو سن چکا تو

إِنَّمَا عَلَيْهِ عَلَى الَّذِينَ يُبَدِّلُونَهُ ۚ إِنَّ اللَّهَ سَمِيعٌ عَلِيمٌ ﴿١٥١﴾

اس کا گناہ انہی پر ہے جنہوں نے اُس کو بدلا بیشک اللہ سننے والا جاننے والا ہے ♦

فَمَنْ خَافَ مِنْ مَوْصٍ جَنَفًا أَوْ إِثْمًا فَأَصْلَحَ

پھر جو کوئی خوف کرے وصیت کرنے والے سے طرفداری کا یا گناہ کا پھر اُن میں باہم

بَيْنَهُمْ فَلَا إِثْمَ عَلَيْهِ ۚ إِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَحِيمٌ ﴿١٥٢﴾

صلح کرادے تو اُس پر کچھ گناہ نہیں ♦ بیشک اللہ بڑا بخشنے والا نہایت مہربان ہے ♦

يَأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا

اے ایمان والو فرض کیا گیا تم پر روزہ جیسے

كُتِبَ عَلَى الَّذِينَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ ﴿١٥٣﴾

فرض کیا گیا تھا تم سے انہوں پر تاکہ تم پرہیزگار ہو جاؤ ♦

❖ **قصاص میں زندگی ہے** | یعنی حکم قصاص بظاہر نظر اگرچہ بھاری معلوم ہو لیکن عقلمند سمجھ سکتے ہیں کہ یہ حکم بڑی زندگانی کا سبب ہے کیونکہ قصاص کے خوف سے ہر کوئی کسی کو قتل کرنے سے رُکے گا تو دونوں کی جان محفوظ رہے گی اور قصاص کے سبب قاتل اور مقتول دونوں کی جماعتیں بھی قتل سے محفوظ اور مطمئن رہیں گی عرب میں ایسا ہوتا تھا کہ قاتل اور غیر قاتل کا لحاظ نہیں کرتے تھے جو ہاتھ آجاتا مقتول کے وارث اس کو قتل کر ڈالتے تھے اور فریقین میں اس کے باعث ایک خون کی وجہ سے ہزاروں جانیں ضائع ہونے کی نوبت آتی تھی جب خاص قاتل ہی سے قصاص لیا گیا تو یہ تمام جانیں بچ گئیں اور یہ معنی بھی ہو سکتے ہیں کہ قصاص قاتل کے حق میں باعث حیات اخروی ہے۔

❖ **یعنی بچتے رہو قصاص کے خوف سے کسی کو قتل کرنے سے یا بچو قصاص کے سبب عذابِ آخرت سے یا اس لئے کہ تم کو حکم قصاص کی حکمت معلوم ہوگئی ہے تو اس کی مخالفت یعنی ترک قصاص سے بچتے رہو۔**

❖ **وصیت کی فرضیت کا بیان** | پہلا حکم قصاص یعنی مردہ کی جان کے متعلق تھا یہ دوسرا حکم اس کے مال کے متعلق ہے اور کلیات مذکورہ سابقہ میں جو **وَأَسَى الْمَالِ عَلَى حُبِّ ذَوِي الْقُرْبَى** ارشاد ہوا تھا اس کی تشریح ہے لوگوں میں دستور تھا کہ مردہ کا تمام مال اس کی بیوی اور اولاد بلکہ خاص بیٹوں کو ملتا تھا ماں باپ اور سب اقارب محروم رہتے تھے اس آیت میں ارشاد ہوا کہ ماں باپ اور جملہ اقارب کو اللہ ماف کے ساتھ دینا چاہئے مرنے والے پر اسی کے موافق وصیت فرض ہوئی اور یہ وصیت اس وقت فرض تھی جس وقت تک آیہ میراث نہیں اتری تھی جب سورہ نساء میں احکام میراث نازل ہوئے سب کا حصہ خدا تعالیٰ نے آپ معین فرما دیا اب ترکہ میت میں وصیت فرض نہ رہی اس کی حاجت ہی جاتی رہی البتہ مستحب ہے مگر وارث کے لئے وصیت جائز نہیں اور تہائی ترکہ سے زائد نہ ہو ہاں اگر کسی شخص کے متعلق دیون اور ودائع وغیرہ داؤستدکا جھگڑا ہو اس پر وصیت اب بھی فرض ہے۔

❖ **وصیت کے احکام** | یعنی مردہ تو وصیت انصاف کے ساتھ کر مرا تھا مگر دینے والوں نے اس کی تعمیل نہ کی تو مردہ پر کوئی گناہ نہیں وہ اپنے فرض سے سبکدوش ہوا وہی لوگ گنہگار ہوں گے بیشک حق تعالیٰ سب کی باتیں سنتا ہے اور سب کی نیتوں کو جانتا ہے۔

❖ اگر کسی کو مردہ کی طرف سے یہ اندیشہ یا علم ہوا کہ اس نے کسی وجہ سے غلطی کھائی اور کسی کی بے جار عایت کی یادیدہ و دانستہ خلاف حکم الہی دے گیا۔ پس اس شخص نے اہل وصیت اور وارثوں میں حکم شریعت کے موافق صلح کرادی تو اس کو کچھ گناہ نہ ہوگا وصیت میں یہ تغیر اور تبدل جائز اور بہتر ہے۔

❖ **یعنی حق تعالیٰ تو گنہگاروں کی بھی مغفرت فرماتا ہے تو جس نے اصلاح کی غرض سے ایک برائی سے سب کو ہٹایا اس کی مغفرت تو ضرور فرمایا گیا یوں کہو کہ بخشنے والا ہے وصیت کر نیوالے کو جس نے وصیت ناجائز کی تھی مگر پھر سمجھ کر اس وصیت سے اپنی زندگی ہی میں پھر گیا۔**

❖ **روزہ کی فرضیت اور حکمت** | یہ حکم روزہ کے متعلق ہے جو ارکان اسلام میں داخل ہے اور نفس کے بندوں ہو پرستوں کو نہایت ہی شاق ہوتا ہے اس لئے تاکید اور اہتمام کے الفاظ سے بیان کیا گیا اور یہ حکم حضرت آدم کے زمانہ سے اب تک برابر جاری رہا ہے گو عیسٰی ایام میں اختلاف ہو اور اصول مذکورہ سابقہ میں جو صبر کا حکم تھا روزہ اس کا ایک بڑا رکن ہے حدیث میں روزہ کو نصف صبر فرمایا ہے۔

❖ **یعنی روزہ سے نفس کو اس کی مرغوبات سے روکنے کی عادت پڑے گی تو پھر اس کو ان مرغوبات سے جو شرعاً حرام ہیں روک سکو گے۔ اور روزہ سے نفس کی قوت و شہوت میں ضعف بھی آئے گا تو اب تم متقی ہو جاؤ گے بڑی حکمت روزہ میں یہی ہے کہ نفس سرکش کی اصلاح ہو اور شریعت کے احکام جو نفس کو بھاری معلوم ہوتے ہیں ان کا کرنا سہل ہو جائے اور متقی بن جاؤ، جاننا چاہئے کہ یہود و نصاریٰ پر بھی رمضان کے روزے فرض ہوئے تھے مگر انہوں نے اپنی خواہشات کے موافق ان میں اپنی رائے سے تغیر و تبدل کیا تو **لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ** میں ان پر تعزیض ہے معنی یہ ہوں گے کہ اے مسلمانو تم نا فرمانی سے بچو یعنی مثل یہود اور نصاریٰ کے اس حکم میں خلل نہ**

أَيَّامًا مَّعْدُودَاتٍ ۖ فَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ مَّرِيضًا أَوْ

چند روز ہیں گنتی کے ۱۰ پھر جو کوئی تم میں سے بیمار ہو

عَلَى سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِّنْ أَيَّامٍ أُخَرَ ۗ وَعَلَى الَّذِينَ

مسافر تو اس پر ان کی گنتی ہے اور دنوں سے ۱۰ اور جن کو طاقت

يُطِيقُونَهُ فِدْيَةٌ طَعَامِ مِسْكِينٍ ۖ فَمَنْ تَطَوَّءَ خَيْرًا

ہے روزہ کی ان کے ذمہ بدلے ایک فقیر کا کھانا ۱۰ پھر جو کوئی خوشی سے کرے نیکی

فَهُوَ خَيْرٌ لَهُ ۖ وَأَنْ تَصُومُوا خَيْرٌ لَّكُمْ إِنْ كُنْتُمْ

تو اچھا ہے اس کے واسطے ۱۰ اور روزہ رکھو تو بہتر ہے تمہارے لیے اگر تم سمجھ

تَعْلَمُونَ ۝ (۱۸۷) شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِي أُنزِلَ فِيهِ

رکھتے ہو ۱۰ مہینہ رمضان کا ہے جس میں نازل ہوا

الْقُرْآنُ هُدًى لِّلنَّاسِ وَبَيِّنَاتٍ مِّنَ الْهُدَىٰ وَ

قرآن ہدایت ہے واسطے لوگوں کے اور دلیلیں روشن راہ پانے کی اور

الْفُرْقَانِ ۚ فَمَنْ شَهِدَ مِنْكُمُ الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ ۖ وَمَنْ

حق کو باطل سے جدا کرنے کی ۱۰ سو جو کوئی پاسے تم میں سے اس مہینہ کو تو ضرور روزے رکھے اس کے ۱۰ اور جو کوئی

كَانَ مَرِيضًا أَوْ عَلَى سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِّنْ أَيَّامٍ أُخَرَ

ہو بیمار یا مسافر تو اس کو گنتی پوری کرنی چاہیے اور دنوں سے ۱۰

يُرِيدُ اللَّهُ بِكُمُ الْيُسْرَ وَلَا يُرِيدُ بِكُمُ الْعُسْرَ وَلَا يُكَلِّمُوا

اللہ چاہتا ہے تم پر آسانی اور نہیں چاہتا تم پر دشواری اور اس واسطے کہ تم پوری کرو

❖ روزے کے احکام | یعنی چند روز گنتی کے جو زیادہ نہیں روزہ رکھو اور اس سے رمضان کا مہینہ مراد ہے جیسا اگلی آیت میں آتا ہے

❖ پھر اس مدت قلیل میں بھی اتنی سہولت اور فرمادی گئی کہ جو بیمار ایسا ہو کہ روزہ رکھنا دشوار ہو یا مسافر ہو تو اس کو اختیار ہے کہ روزے نہ رکھے اور جتنے روزے کھائے اتنے ہی رمضان کے سوا اور دنوں میں روزے رکھ لے خواہ ایک ساتھ یا متفرق کر کے۔

❖ مطلب یہ ہے کہ جو لوگ روزہ رکھنے کی تو طاقت رکھتے ہیں مگر ابتدا میں چونکہ روزہ کی بالکل عادت نہ تھی اس لئے ایک ماہ کامل پے در پے روزے رکھنا ان کو نہایت شاق تھا تو ان کے لئے یہ سہولت فرمادی گئی تھی کہ اگرچہ تم کو کوئی عذر مثل مرض یا سفر کے پیش نہ ہو مگر صرف عادت نہ ہونے کے سبب روزہ تم کو دشوار ہو تو اب تم کو اختیار ہے چاہو روزہ رکھو چاہو روزہ کا بدلا دو ایک روزہ کے بدلے ایک مسکین کو دو وقت پیٹ بھر کر کھانا کھاؤ کیونکہ جب اس نے ایک دن کا کھانا دوسرے کو دے دیا تو گویا اپنے نفس کو ایک روز کے کھانے سے روک لیا اور فی الجملہ روزہ کی مشابہت ہو گئی پھر جب وہ لوگ روزہ کے عادی ہو گئے تو یہ اجازت باقی نہ رہی جس کا بیان اس سے اگلی آیت میں آتا ہے اور بعض اکابر نے طعام مسکین سے صدقۃ الفطر بھی مراد لیا ہے معنی یہ ہوں گے کہ جو لوگ فدیہ دینے کی طاقت رکھتے ہیں وہ ایک مسکین کے کھانے کی مقدار اس کو دے دیں جس کی مقدار شرع میں گیسوں کا آدھا صاع اور جو کا پورا صاع ہے تو اب یہ آیت منسوخ نہ ہوگی اور جو لوگ اب بھی یہ کہتے ہیں کہ جس کا جی چاہے روزہ رمضان میں رکھ لے اور جس کا جی چاہے فدیہ پر قناعت کرے خاص روزہ ہی ضرور رکھے یہ حکم نہیں وہ یا جاہل ہیں یا بے دین۔

❖ یعنی اگر ایک دن کے کھانے سے زیادہ ایک مسکین کو دے یا کئی مسکینوں کا پیٹ بھر دے تو سبحان اللہ بہت ہی بہتر ہے

❖ یعنی اگر تم کو روزہ کی فضیلت اور حکمت اور منافع معلوم ہوں تو جان لو کہ روزہ رکھنا فدیہ مذکورہ کے دینے سے بہتر ہے اور روزہ رکھنے میں کوتاہی نہ کرو۔

❖ رمضان نزول قرآن کا مہینہ ہے | حدیث میں آیا ہے کہ صحف ابراہیمی اور توریت اور انجیل سب کا نزول رمضان ہی میں ہوا ہے اور قرآن شریف بھی رمضان کی چوبیسویں رات میں لوح محفوظ سے اول آسمان پر سب ایک ساتھ بھیجا گیا پھر تھوڑا تھوڑا کر کے مناسب احوال آپ پر نازل ہوتا رہا اور ہر رمضان میں حضرت جبرئیل علیہ السلام قرآن نازل شدہ آپ کو کمر سنا جاتے تھے ان سب حالات سے مہینے رمضان کی فضیلت اور قرآن مجید کے ساتھ اس کی مناسبت اور خصوصیت خوب ظاہر ہو گئی اس لئے اس مہینے میں تراویح مقرر ہوئی پس قرآن کی خدمت اسی مہینے میں خوب اہتمام سے کرنی چاہیے کہ اسی واسطے مقرر اور معین ہوا ہے۔

❖ روزے کے مسائل | یعنی جب اس ماہ مبارک کے فضائل مخصوصہ عظیمہ تم کو معلوم ہو چکے تو اب جس کسی کو یہ مہینہ ملے اس کو روزہ ضرور رکھنا چاہیے اور بغرض سہولت ابتدا میں جو فدیہ کی اجازت برائے چندے دی گئی تھی وہ موقوف ہو گئی۔

❖ اس حکم عام سے یہ سمجھ میں آتا تھا کہ شاید مریض اور مسافر کو بھی افطار و قضا کی اجازت باقی نہیں رہی اور جیسے روزہ کی طاقت رکھنے والوں کو اب افطار کی ممانعت کر دی گئی ایسے ہی مسافر اور مریض کو بھی ممانعت ہو گئی ہو اس لئے مریض و مسافر کی نسبت پھر صاف فرما دیا کہ ان کو رمضان میں افطار کرنے اور اور دنوں میں اس کے قضا کر دینے کی اجازت اسی طرح باقی ہے جیسے تھی۔

الْعِدَّةَ وَلِتُكَبِّرُوا اللَّهَ عَلَىٰ مَا هَدَاكُمْ وَلَعَلَّكُمْ

گنتی اور تاک بڑائی کرو اللہ کی اس بات پر کہ تم کو ہدایت کی اور تاک تم

تَشْكُرُونَ ﴿۱۸۵﴾ وَإِذَا سَأَلَكَ عِبَادِي عَنِّي فَإِنِّي

احسان مانو اور جب تجھ سے پوچھیں میرے بندے مجھ کو سو میں

قَرِيبٌ ۖ أُجِيبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ إِذَا دَعَانِ ۖ فَلْيَسْتَجِيبُوا

تو قریب ہوں قبول کرتا ہوں دعا مانگنے والے کی دعا کو جب مجھ سے دعا مانگے تو چاہیے کہ وہ حکم

لِي وَلِيُؤْمِنُوا بِى لَعَلَّهُمْ يَرْشُدُونَ ﴿۱۸۶﴾ أَجَلٌ لَّكُمْ

میرا اور یقین لائیں مجھ پر تاکہ نیک راہ پر آئیں حلال ہو تم کو

لَيْلَةَ الصِّيَامِ الرَّفَثُ إِلَىٰ نِسَائِكُمْ ۗ هُنَّ لِبَاسٌ

روزہ کی رات میں بے حجاب ہونا اپنی عورتوں سے وہ پوشاک ہیں

لَكُمْ وَأَنْتُمْ لِبَاسٌ لَّهُنَّ ۗ عَلِمَ اللَّهُ أَنَّكُمْ

تمہاری اور تم پوشاک ہو ان کی اللہ کو معلوم ہے کہ تم

كُنْتُمْ تَخْتَانُونَ أَنفُسَكُمْ فَتَابَ عَلَيْكُمْ وَعَفَا عَنْكُمْ

خیانت کرتے تھے اپنی جانوں سے سو معاف کیا تم کو اور درگزر کی تم سے

قَالَتِ الْيَهُودُ وَالنَّسَارَىٰ إِنَّ اللَّهَ لَشَدِيدٌ ۗ وَأَلْقَىٰ

پھر ملو اپنی عورتوں سے اور طلب کرو اس کو جو لکھ دیا ہے اللہ نے تمہارے لیے اور کھاؤ

وَأَشْرَبُوا حَتَّىٰ يَتَبَيَّنَ لَكُمُ الْخَيْطُ الْأَبْيَضُ مِنَ

اور پیو جب تک کہ صاف نظر آئے تم کو دو چاری سفید صبح کی

◆ مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جو اول رمضان میں روزہ کا حکم فرمایا اور بوجہ عذر پھر مریض اور مسافر کو افطار کرنے کی اجازت دی اور دیگر اوقات میں ان دنوں کی شمار کے برابر روزوں کا قضا کرنا تم پر پھر واجب فرمایا ایک ساتھ ہونے یا متفرق ہونے کی ضرورت نہیں تو اس میں اس کا لحاظ ہے کہ تم پر سہولت رہے دشواری نہ ہو اور یہ بھی منظور ہے کہ تم اپنے روزوں کی شمار پورا کر لیا کرو۔ ثواب میں کمی نہ آجائے اور یہ بھی مد نظر ہے کہ تم اس طریقہ سرا سر خیر کی ہدایت پر اپنے اللہ کی بڑائی بیان کرو اور اس کو بزرگی سے یاد کرو اور یہ بھی مطلوب ہے کہ ان نعمتوں پر تم شکر کرو اور شکر کرنے والوں کی جماعت میں داخل ہو جاؤ سبحان اللہ روزہ جیسی مفید عبادت ہم پر واجب فرمائی اور مشقت اور تکلیف کی حالت میں سہولت بھی فرمادی اور فراغت کے وقت میں اس نقصان کے جبر کا طریقہ بھی بتلا دیا۔

◆ اللہ تعالیٰ بندوں سے قریب ہے | شروع میں یہ حکم تھا کہ رمضان میں اول شب میں کھانے پینے اور عورتوں کے پاس جانے کی اجازت تھی مگر سو رہنے کے بعد ان چیزوں کی ممانعت تھی۔ بعض لوگوں نے اسکے خلاف کیا اور سونے کے بعد عورتوں سے قربت کی پھر آپ سے آ کر عرض کیا اور اپنے قصور کا اقرار اور ندامت کا اظہار کیا اور توبہ کی نسبت آپ سے سوال کیا تو اس پر یہ آیت اتری کہ تمہاری توبہ قبول کی گئی اور احکام خداوندی کی اطاعت کی تاکید فرمادی گئی اور حکم سابق منسوخ فرما کر آئندہ کو اجازت دے دی گئی کہ تمام شب رمضان میں صبح صادق سے پہلے کھانا وغیرہ تم کو حلال ہے جس کا ذکر اس کے بعد کی آیت میں آتا ہے اور آیت سابقہ میں جو بندوں پر سہولت اور عنایت کا ذکر تھا اس قرب و اجابت و اباحت سے اس کی بھی خوب تاکید ہو گئی۔ اور ایک تعلق کی وجہ یہ بھی ہے کہ پہلی آیت میں تکبیر اور اللہ کی بڑائی بیان کرنے کا حکم تھا آپ سے بعض نے پوچھا کہ ہمارا رب دور ہے تو ہم اس کو پکاریں یا نزدیک ہے تو آہستہ بات کریں اس پر یہ آیت اتری یعنی وہ قریب ہے ہر ایک بات سنتا ہے آہستہ ہو یا پکار کر اور جن موقعوں میں پکار کر تکبیر کہنے کا حکم ہے وہ دوسری وجہ سے ہے یہ نہیں کہ وہ آہستہ بات کو نہیں سنتا۔

◆ رمضان کی راتوں میں مباشرت کی اجازت | رمضان کی رات میں جو نیند کے بعد کھانا پینا عورت کے پاس جانا حرام تھا اس میں بھی سہولت کر دی گئی اب تمام رات میں جب چاہو عورتوں کے ساتھ اختلاط کرو۔

◆ لباس اور پوشاک سے غرض غایت اتصال و اختلاط ہے یعنی جس طرح بدن سے کپڑے لگے اور ملے ہوتے ہیں اسی طرح مرد اور عورت آپس میں ملتے ہیں۔

◆ اپنے نفس کے ساتھ خیانت کرنے کا مطلب یہ ہے کہ سونے کے بعد عورتوں کے پاس جا کر بوجہ مخالفت حکم الہی تم اپنے آپ کو گنہگار بناتے ہو جس سے تمہارے نفس مستحق عقاب ہوتے ہیں اور ان کے ثواب میں نقصان پڑتا ہے سو اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے تم کو معاف فرمایا اور آئندہ کو اجازت فرمادی۔

◆ مجامعت کی غرض و غایت | یعنی لوح محفوظ میں جو اولاد تمہارے لئے اللہ نے مقدر فرمادی ہے عورتوں کی مباشرت سے وہ مطلوب ہونی چاہئے محض شہوت رانی مقصود نہ ہو اور اس میں عزل کی کراہت اور لواطت کی ممانعت کی طرف بھی اشارہ ہے۔

الْخَبِطِ الْأَسْوَدِ مِنَ الْفَجْرِ ۖ ثُمَّ أَتُوا الصَّبَامَ إِلَى

جدا دھاری سیاہ سے ۛ پھر پورا کرو روزہ کو رات

الْبَيْلِ ۚ وَلَا تَبَايَسْهُنَّ وَأَنْتُمْ عَاكِفُونَ فِي

تک ۛ اور نہ ملو عورتوں سے جب تک کہ تم اعکاف کرو

الْمَسْجِدِ تِلْكَ حُدُودُ اللَّهِ ۖ فَلَا تَقْرُبُوهَا ۚ كَذَلِكَ

مسجدوں میں ۛ یہ حدیں باندھی ہوئی ہیں اللہ کی سوان کے نزدیک نہ جاؤ اسی طرح

يُبَيِّنُ اللَّهُ آيَاتِهِ لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَتَّقُونَ ﴿۱۸۶﴾ وَلَا

بیان فرماتا ہے اللہ اپنی آیتیں لوگوں کے واسطے تاکہ وہ بچتے رہیں ۛ اور نہ

تَأْكُلُوا أَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ وَتُدْلُوا بِهَا إِلَى

کھاؤ مال ایک دوسرے کا آپس میں ناحق ۛ اور نہ پہنچاؤ ان کو

الْحُكْمِ ۚ إِنَّا كَلَّمْنَا بَعْضَ النُّبِيِّينَ أَنَّ كُنْتُمْ

حاکموں تک کہ کھا جاؤ کوئی حصہ لوگوں کے مال میں سے ظلم کر کے (ناحق)

وَأَنْتُمْ تَعْلَمُونَ ﴿۱۸۷﴾ ۚ يَسْأَلُونَكَ عَنِ الْأَهْلِ ۖ قُلْ هِيَ

اور تم کو معلوم ہے ۛ تجھ سے پوچھتے ہیں حال نئے چاند کا ۛ کہہ دے کہ یہ

مَوَاقِبُ لِلنَّاسِ وَالْحَجِّ ۚ وَلَيْسَ الْبِرُّ بِأَنْ تَأْتُوا

اوقات مقررہ ہیں لوگوں کے واسطے اور حج کے واسطے ۛ اور نیکی یہ نہیں کہ گھروں میں

الْبُيُوتِ مِنْ ظُهُورِهَا وَلَكِنَّ الْبِرَّ مَنِ اتَّقَى ۚ وَأْتُوا

آؤ ان کی پشت کی طرف سے اور لیکن نیکی یہ ہے کہ جو کوئی ڈرے اللہ سے اور گھروں

روزے اور اعتکاف کے مسائل | یعنی جیسے رات بھر میں مجامعت کی اجازت دی گئی اسی طرح رمضان کی رات میں تم کو کھانے اور پینے کی بھی اجازت ہے صبح صادق تک۔

یعنی طلوع صبح صادق سے رات تک روزہ کو پورا کرو اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ کئی روزے متصل رکھنے اس طرح پر کہ رات کو بھی افطار کی نوبت نہ آئے مکروہ ہے۔

یعنی روزہ میں تو رات کو مباشرت کی اجازت ہے مگر اعتکاف میں رات دن کسی وقت عورت کے پاس نہ جائے۔ روزہ اور اعتکاف کے متعلق جو حکم دربارہ حلت و حرمت مذکور ہوئے یہ قاعدے اللہ کے مقرر فرمائے ہوئے ہیں ان سے ہرگز باہر نہ ہونا بلکہ ان کے قریب بھی نہ جانا یا یہ مطلب ہے کہ اپنی رائے یا کسی حجت سے ان میں سرمو تفاوت نہ کرنا۔

مال ناحق کی ممانعت | روزہ سے طہارت نفس مقصود تھی اب تطہیر اموال کا ارشاد ہے اور معلوم ہو گیا کہ مال حلال تو صرف روزہ میں اس کا کھانا منع ہے اور مال حرام سے روزہ مدت العمر کے لئے ہے اس کے لئے کوئی حد نہیں جیسے چوری یا خیانت یا دغا بازی یا رشوت یا زبردستی یا قمار یا بیوع ناجائزہ یا سود وغیرہ ان ذریعوں سے مال کمانا بالکل حرام اور ناجائز ہے۔

رشوت کی ممانعت | نہ پہنچاؤ حاکموں تک یعنی کسی کے مال کی خبر نہ دو ظالم حاکموں کو یا اپنا مال بطریق رشوت حاکم تک نہ پہنچاؤ کہ حاکم کو موافق بنا کر کسی کا مال کھا لیا جھوٹی گواہی دیکر یا جھوٹی قسم کھا کر یا جھوٹا دعویٰ کر کے کسی کا مال نہ کھاؤ اور تم کو اپنے ناحق پر ہونے کا علم بھی ہو۔

رویت ہلال کی اہمیت | آفتاب ہمیشہ ایک صورت ایک حالت پر رہتا ہے چاند کی صورت بدلتی اور اس کی مقدار بڑھتی گھٹتی رہتی ہے اس لئے لوگوں نے چاند کے کم زیادہ ہونے کی وجہ آپ سے پوچھی اس پر یہ آیت نازل ہوئی پہلی آیات میں شہر رمضان اور روزہ کا ذکر تھا اس آیت میں ہلال کا ذکر ہے اور روزہ اور رویت ہلال میں تعلق ظاہر ہے کہ ایک دوسرے پر موقوف ہے اور آگے چل کر حج اور اس کے احکام کا ذکر ہے ذکر ہلال اس کے بھی مناسب ہے۔

ایام حج | یعنی ان سے کہہ دو کہ چاند کا اس طرح پر نکلنا اس سے لوگوں کے معاملات اور عبادات مثل قرض، اجارہ عدت مدت حمل و رضاعت، روزہ زکوٰۃ وغیرہ کے اوقات ہر ایک کو بے تکلف معلوم ہو جاتے ہیں بالخصوص حج کہ روزہ وغیرہ کی قضا تو ان کے غیر ایام میں ہوتی ہے حج کی تو قضا بھی ایام مقررہ حج کے سوا دوسرے ایام میں نہیں کر سکتے اور حج کے خاص بیان فرمانے کی یہ بھی وجہ ہے کہ ذیقعدہ ذی الحج، محرم، رجب یہ چار مہینے اشہر حرام تھے ان میں لڑائی کرنا کسی کو قتل کرنا حرام تھا اہل عرب کو اگر ان مہینوں میں لڑائی پیش آتی تو مہینوں کو مقدم موخر کر کے لڑائی کرتے مثلاً ذی الحج یا محرم میں لڑائی پیش آتی تو اس کو تو صفر بنا لیتے اور جب صفر آتا تو اس کو ذی الحج یا محرم ٹھہرا لیتے ان کے اس خیال کے ابطال کی غرض سے یہاں حج کی تصریح فرمائی کہ جو ایام حج کے لئے اللہ نے مقرر فرمائے ان میں تقدم تاخر ہرگز جائز نہیں اب یہاں سے حج کے متعلقات اور اسکے احکام ذور تک ذکر ہوں گے۔

الْبُيُوتِ مِنْ أَبْوَابِهَا وَاتَّقُوا اللَّهَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ ﴿۱۸۹﴾

میں آؤ دروازوں سے اور اللہ سے ڈرتے رہو تاکہ تم اپنی مراد کو پہنچو

وَقَاتِلُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ الَّذِينَ يُقَاتِلُونَكُمْ وَلَا

اور لڑو اللہ کی راہ میں ان لوگوں سے جو لڑتے ہیں تم سے

تَعْتَدُوا وَإِنَّمَا اللَّهُ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِينَ ﴿۱۹۰﴾ وَاقْتُلُوهُمْ

زیادتی مت کرو بیشک اللہ تعالیٰ ناپسند کرتا ہے زیادتی کرنے والوں کو اور مار ڈالو

حَيْثُ تَقِفْتُمُوهُمْ وَأَخْرِجُوهُمْ مِّنْ حَيْثُ أَخْرَجُوكُم

اُن کو جس جگہ پاؤ اور نکال دو اُن کو جہاں سے انہوں نے تم کو نکالا

وَالْفِتْنَةُ أَشَدُّ مِنَ الْقَتْلِ وَلَا تُقَاتِلُوهُمْ عِنْدَ

اور دین سے بچلانا مار ڈالنے سے بھی زیادہ سخت ہے اور نہ لڑو اُن سے

الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ حَتَّى يُقَاتِلُوكُمْ فِيهِ فَإِنْ قَاتَلُوكُمْ

مسجد الحرام کے پاس جب تک کہ وہ نہ لڑیں تم سے اس جگہ پھر اگر وہ خود ہی لڑیں

فَاقْتُلُوهُمْ كَذَلِكَ جَزَاءُ الْكٰفِرِينَ ﴿۱۹۱﴾ فَإِنِ انْتَهَوْا

تم سے تو اُن کو مارو یہی ہے سزا کافروں کی پھر اگر وہ باز آئیں

فَإِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَّحِيمٌ ﴿۱۹۲﴾ وَاقْتُلُوهُمْ حَتَّى لَا تَكُونَ

تو بیشک اللہ بہت بخشنے والا نہایت مہربان ہے یہاں تک کہ نہ باقی رہے اور لڑو اُن سے

فِتْنَةً وَيَكُونَ الدِّينُ لِلَّهِ فَإِنِ انْتَهَوْا فَلَا

فساد اور حکم رہے خدا تعالیٰ ہی کا پھر اگر وہ باز آئیں تو کسی پر

◆ گھروں میں داخل ہونے کا حکم | زمانہ جاہلیت کا ایک دستور یہ بھی تھا کہ جب گھر سے نکل کر حج کا احرام باندھتے پھر کوئی ضرورت گھر میں جانے کی پیش آتی تو دروازہ سے نہ جاتے چھت پر چڑھ کر گھر کے اندر اترتے یا گھر کی پشت کی جانب نقب دیکر گھستے اور اس کو نیکی کی بات سمجھتے اللہ نے اس کو غلط فرما دیا۔ فائدہ پہلے جملہ میں حج کا ذکر تھا اور یہ حکم بھی حج کے متعلق تھا اس مناسبت سے اس حکم کو یہاں بیان فرمایا اور بعض حضرات فرماتے ہیں کہ ظاہر یہ ہے کہ آیت میں اہلہ سے مراد اشہر حج یعنی شوال اور ذیقعدہ اور دس راتیں ذی الحج کی ہیں کہ احرام حج ان میں ہونا چاہئے لوگوں نے آپ سے پوچھا کہ حج کے یہی ایام ہیں یا اور ایام میں بھی حج ہو سکتا ہے اللہ نے جواب دیا کہ حج کے لئے اشہر حج مقرر اور معین ہیں اسی کی مناسبت سے احرام کے اندر گھر میں جانے کی کیفیت ذکر فرمادی اس سے یہ بھی معلوم ہو گیا کہ اپنی طرف سے کس جائز اور مباح امر کو نیکی بنا لینا اور دین میں داخل کر لینا مذموم اور ممنوع ہے جس سے بہت سی باتوں کا بدعت اور مذموم ہونا معلوم ہو گیا۔

◆ حرم میں قتال کا حکم | حضرت ابراہیم علیہ السلام کے وقت سے مکہ دارالامن تھا، کوئی اپنے دشمن کو بھی مکہ میں پاتا تو کچھ نہ کہتا اور اشہر حرام یعنی ذی القعدہ اور ذی الحج اور محرم اور رجب یہ چاروں مہینے بھی امن کے تھے۔ ان میں تمام ملک عرب میں لڑائی موقوف ہو جاتی اور کوئی کسی کو کچھ نہ کہتا۔ ذی القعدہ ۶ ہجری میں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم جماعت صحابہ کے ہمراہ عمرہ کے قصد سے مکہ کی زیارت کو تشریف لائے جب آپ مکہ کے نزدیک پہنچے تو مشرکین جمع ہو کر لڑنے کو تیار ہو گئے اور مسلمانوں کو روک دیا آخر کو اس پر صلح ہوئی کہ اب تو بدون زیارت واپس ہو جائیں اور اگلے برس آن کر عمرہ کریں اور تین روز اطمینان سے مکہ میں رہیں جب دوسرے برس ذی القعدہ ۷ ہجری میں آپ نے مکہ کا قصد فرمایا تو آپ کے اصحاب کو یہ اندیشہ تھا کہ اہل مکہ اگر اب بھی وعدہ خلافی کر کے لڑنے بھڑنے کو تیار ہو گئے تو پھر ہم کیا کریں گے لڑیں تو اشہر حرام اور حرم مکہ میں کیونکر لڑیں اور نہ لڑیں تو عمرہ کیسے کریں اس پر حکم الہی آیا کہ اگر وہ اس مہینہ حرام میں خلاف عہد تم سے لڑیں تو تم بھی بے تامل ان سے لڑو ہاں تمہاری طرف سے ابتداء اور زیادتی نہ ہونی چاہئے حج کے ذیل میں عمرہ حدیبیہ کی مناسبت سے قتال کفار کا ذکر آیا اس لئے جہاد کے بعض احکام و آداب مناسب مقام مذکور فرمائے جاتے ہیں اس کے بعد پھر حج کے احکام بیان ہو گئے۔

◆ زیادتی مت کرو اس کے معنی یہ کہ لڑائی میں لڑ کے اور عورتیں اور بوڑھے قصداً نہ مارے جائیں اور حرم کے اندر اپنی طرف سے لڑائی شروع نہ کی جائے۔

◆ جس جگہ پاؤ یعنی حرم میں ہوں یا غیر حرم میں جہاں سے تم کو نکالا یعنی مکہ سے۔

◆ فتنہ پھیلانا قتل سے بڑا گناہ ہے | یعنی دین سے پھر جانا یا دوسرے کو پھرانا مہینہ حرام کے اندر مار ڈالنے سے بہت بڑا گناہ ہے مطلب یہ کہ حرم مکہ میں کفار کا شرک کرنا اور کرانا زیادہ قبیح ہے حرم میں مقاتلہ کرنے سے تو اب اے مسلمانو! تم کچھ اندیشہ نہ کرو اور جواب ترکی بہ ترکی دو۔

◆ یعنی مکہ ضرور جائے امن ہے لیکن جب انہوں نے ابتداء کی اور تم پر ظلم کیا اور ایمان لانے پر دشمنی کرنے لگے کہ یہ ہات مار ڈالنے سے بھی سخت ہے تو اب ان کو امان نہ رہی جہاں پاؤ مارو آخر جب مکہ فتح ہوا تو آپ نے یہی فرما دیا کہ جو ہتھیار سامنے کرے اسی کو مارو اور باقی سب کو امن دیا۔

◆ یعنی ہاں جو دامن سب ہاتوں کے اگر اب بھی مسلمان ہوں اور شرک سے باز آئیں تو توبہ قبول ہے۔

عُدَّوَانَ إِلَّا عَلَى الظُّلَيْبِينَ ﴿۱۹۳﴾ الشَّهْرُ الْحَرَامُ بِالشَّهْرِ

زیادتی نہیں مگر ظالموں پر ﴿۱۹۳﴾ حرمت والا مہینہ بدلا (مقابل) ہے حرمت والے

الْحَرَامِ وَالْحُرْمَتُ قِصَاصٌ فَمَنْ اِعْتَدَى عَلَيْكُمْ

مہینہ کا اور ادب رکھنے میں بدلہ ہے پھر جس نے تم پر زیادتی کی

فَاعْتَدُوا عَلَيْهِ بِمِثْلِ مَا اِعْتَدَى عَلَيْكُمْ

تم اس پر زیادتی کرو جیسی اس نے زیادتی کی تم پر

وَ اتَّقُوا اللَّهَ وَ اعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ مَعَ الْمُتَّقِينَ ﴿۱۹۴﴾

اور ڈرتے رہو اللہ سے اور جان لو کہ اللہ ساتھ ہے پرہیزگاروں کے ﴿۱۹۴﴾

وَ اَنْفِقُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَلَا تُلْقُوا بِاَيْدِيكُمْ اِلَى

اور خرچ کرو اللہ کی راہ میں اور نہ ڈالو اپنی جان کو

التَّهْلُكَةِ وَ اَحْسِنُوا إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الْمُحْسِنِينَ ﴿۱۹۵﴾

ہلاکت میں ﴿۱۹۵﴾ اور نیکی کرو بیشک اللہ دوست رکھتا ہے نیکی کرنے والوں کو

وَ اَنْتُمْ اِلَى الْحَبَّةِ وَالْعُمُرَةِ لِلَّهِ فَإِنْ اُحْصِرْتُمْ فَبَا

اور پورا کرو حج اور عمرہ اللہ کے واسطے ﴿۱۹۶﴾ پھر اگر تم روک دیے جاؤ تو

اَسْتَيْسِرَ مِنَ الْهَدْيِ وَلَا تَحْلِقُوا رُءُوسَكُمْ حَتَّىٰ

تم پر ہے جو کچھ کہ میسر ہو قربانی سے اور جامت نہ کرو اپنے سروں کی جب تک

يَبْلُغَ الْهَدْيُ مَحِلَّهُ فَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ مَّرِيضًا

بچنے نہ چکے قربانی اپنے ٹھکانے پر ﴿۱۹۷﴾ پھر جو کوئی تم میں سے بیمار ہو

یعنی کافروں سے لڑائی اسی واسطے ہے کہ ظلم موقوف ہو اور کسی کو دین سے گمراہ نہ کر سکیں اور خاص اللہ ہی کا حکم جاری رہے سو وہ جب شرک سے باز آ جائیں تو زیادتی سوائے ظالموں کے اور کسی پر نہیں یعنی جو بدی سے باز آ گئے وہ اب ظالم نہ رہے تو اب ان پر زیادتی بھی مت کرو ہاں جو فتنہ سے باز نہ رہیں ان کو شوق سے قتل کرو۔

حرمت کا مہینہ یعنی ذی قعدہ کہ جس میں عمرہ کی قضا کرنے جا رہے ہو بدلا ہے اس حرمت کے مہینہ یعنی ذی قعدہ کا کہ سال گزشتہ میں اسی مہینہ کے اندر کفار مکہ نے تم کو عمرہ سے روک دیا تھا اور مکہ میں جانے نہ دیا تھا یعنی اب تم شوق سے ان سے بدلا لو کیونکہ ادب اور حرمت رکھنے میں تو برابری ہے یعنی اگر کوئی کافر ماہ حرم کی حرمت کرے اور اس مہینہ میں تم سے نہ لڑے تو تم بھی ایسا ہی کرو مکہ والے جو سال گزشتہ میں تم پر ظلم کر چکے اور نہ ماہ حرام کی حرمت کی نہ حرم مکہ کی نہ تمہارے احرام کا لحاظ کیا اور تم نے اس پر بھی صبر کیا اگر اس دفعہ بھی سب حرمتوں سے قطع نظر کر کے آمادہ جنگ ہوں تو تم بھی کسی حرمت کا خیال مت کرو بلکہ اگلی پچھلی سب کسر مٹا لو مگر جو کرو خدا سے ڈر کر کرو اس کی خلاف اجازت ہرگز نہ ہو اور اللہ تعالیٰ پر ہیزگاروں کا بیشک ناصر و مددگار ہے۔

مطلب یہ ہے کہ اللہ کی اطاعت میں یعنی جہاد وغیرہ میں اپنے مال کو صرف کرو اور اپنی جان کو ہلاکت میں نہ ڈالو یعنی جہاد کو چھوڑ بیٹھو یا اپنے مال کو جہاد میں صرف نہ کرو کہ اس سے تم ضعیف اور دشمن قوی ہوگا۔

حج کے ضمن میں جہاد کا ذکر جو مناسب تھا اس کو بیان فرما کر اب احکام حج و عمرہ بتلائے جاتے ہیں۔

حج اور عمرے کے احکام | مطلب یہ ہے کہ جب کسی نے حج یا عمرہ شروع کیا یعنی اس کا احرام باندھا تو اس کا پورا کرنا لازم ہو گیا بیچ میں چھوڑ بیٹھے اور احرام سے نکل جائے یہ نہیں ہو سکتا لیکن اگر کوئی دشمن یا مرض کی وجہ سے بیچ ہی میں رک گیا اور حج و عمرہ نہیں کر سکتا تو اس کے ذمہ پر ہے قربانی جو اس کو میسر آئے جس کا اونٹنی مرتبہ ایک بکری ہے اس قربانی کو کسی کے ہاتھ مکہ کو بھیجے اور یہ مقرر کر دے کہ فلاں روز اس کو حرم مکہ میں پہنچ کر ذبح کر دینا اور جب اطمینان ہو جائے کہ اب اپنے ٹھکانے یعنی حرم میں پہنچ کر اس کی قربانی ہو چکی ہوگی اس وقت سر کی حجامت کرادے اس سے پہلے ہرگز نہ کرائے اس کو دم احصار کہتے ہیں کہ حج یا عمرہ سے رکنے کی وجہ سے لازم ہوتا ہے۔

أَوْبِهِ أَدَىٰ مِّنْ رَّأْسِهِ فِدْيَةٌ مِّنْ صِيَامٍ أَوْ

یا اس کو تکلیف ہو سر کی تو بدلا دیوے روزے یا

صَدَقَةٍ أَوْ نُسُكٍ فَإِذَا أَمِنْتُمْ فَمِنَ نَّبَعِ بِالْعُرَّةِ

خیرات یا قربانی ♦ پھر جب تمہاری خاطر جمع ہو تو جو کوئی فائدہ اٹھائے عمرہ کو ملا کر

إِلَى الْحَجِّ فَمَا اسْتَيْسَرَ مِنَ الْهَدْيِ ۚ فَمَنْ لَّمْ

حج کے ساتھ تو اس پر ہے جو جو کچھ میسر ہو قربانی سے ♦ پھر جس کو

يَجِدُ فَصِيَامُ ثَلَاثَةِ أَيَّامٍ فِي الْحَجِّ وَسَبْعَةٍ إِذَا

قربانی نہ ملے تو روزے رکھے تین حج کے دنوں میں اور سات روزے جب

رَجَعْتُمْ ۗ تِلْكَ عَشْرَةٌ كَامِلَةٌ ۗ ذَٰلِكَ لِمَنْ لَّمْ يَكُنْ

لوٹو یہ دس روزے ہوئے پورے ♦ یہ حکم اس کے لیے ہے جس کے گھر والے

أَهْلُهُ حَاضِرِينَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَاتَّقُوا اللَّهَ

نہرتے ہوں مسجد الحرام کے پاس ♦ اور ڈرتے رہو اللہ سے

وَاعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ شَدِيدُ الْعِقَابِ ۗ الْحَجُّ أَشْهُرٌ

اور جان لو کہ بیشک اللہ کا عذاب سخت ہے حج کے چند مہینے ہیں

مَّعْلُومَةٌ ۚ فَمَنْ فَرَضَ فِيهِنَّ الْحَجَّ فَلَا رَفَثَ

معلوم ♦ پھر جس نے لازم کر لیا ان میں حج تو بے حجاب ہونا جائز نہیں عورت سے

وَلَا فُسُوقَ ۚ وَلَا جِدَالَ فِي الْحَجِّ ۗ وَمَا تَفَعَّلُوا مِنْ

اور نہ گناہ کرنا اور نہ جھگڑا کرنا حج کے زمانہ میں اور جو کچھ تم کرتے ہو

❖ **احرام کے مسائل** | یعنی اگر حالت احرام میں کوئی بیمار ہو یا اس کے سر میں درد یا سر میں زخم ہو تو اس کو بضرورت حالت احرام میں حجامت کرنا سر کا جائز ہے مگر بدلا دینا پڑیگا۔ تین روزے یا چھ محتاجوں کو کھانا کھلانا یا ایک دنبے یا بکرے کی قربانی کرنا۔ یہ دم جنایت ہے کہ حالت احرام میں بضرورت مرض سے لاچار ہو کر امور مخالف احرام کرنے پڑے۔

❖ یعنی جو محرم کہ دشمن کی طرف سے اور مرض سے مطمئن ہو خواہ اس کو کسی قسم کا اندیشہ پیش ہی نہ آیا یا دشمن کا خوف یا بیماری کا کھٹکا پیش تو آیا مگر جلد زائل ہو گیا احرام حج و عمرہ میں اس سے خلل نہ آنے پایا تو اس کو دیکھنا چاہئے کہ اس نے حج اور عمرہ دونوں ادا کئے، یعنی قرآن یا تمتع کیا افراد نہیں کیا تو اس پر قربانی ایک بکرا، یا ساتواں حصہ اونٹ کا یا گائے کا لازم ہے اس کو دم قرآن اور دم تمتع کہتے ہیں امام ابوحنیفہ اس کو دم شکر کہتے ہیں اور اس کو اس میں سے کھانے کی اجازت دیتے ہیں اور امام شافعی اس کو دم جبر کہتے ہیں اور قربانی کرنے والے کو اس میں سے کھانے کی اجازت بھی نہیں دیتے۔

❖ یعنی جس نے قرآن یا تمتع کیا اور اس کو قربانی میسر نہ ہوئی تو اس کو چاہئے کہ تین روزے رکھے حج کے دنوں میں جو کہ یوم عرفہ یعنی نویں ذی الحجہ پر ختم ہوتے ہیں اور سات روزے جب رکھے کہ حج سے بالکل فارغ ہو جائے دونوں کا مجموعہ دس روزے ہو گیا۔

❖ یعنی قرآن و تمتع اسی کے لئے ہے جو مسجد حرام یعنی حرم مکہ کے اندر یا اس کے قریب نہ رہتا ہو بلکہ حل یعنی خارج از میقات کارہنے والا ہو اور جو حرم مکہ کے رہنے والے ہیں وہ صرف افراد کریں۔

❖ **اشہر حج** | شوال کے غرہ سے لے کر بقرعید کی صبح یعنی ذی الحجہ کی دسویں رات تک ان کا نام اشہر حج ہے اس لئے کہ احرام حج ان کے اندر ہوتا ہے اگر اس سے پہلے کوئی احرام حج کا باندھے گا تو وہ ناجائز یا مکروہ ہوگا یعنی حج کے لئے چند مہینے مقرر ہیں اور سب کو معلوم ہیں۔ مشرکین عرب جو اپنی ضرورت میں ان میں تغیر تبدیل کرتے تھے جس کو دوسری آیت میں **إِنَّمَا النَّسِيءُ زِيَادَةٌ فِي الْكُفْرِ** فرمایا گیا ہے یہ بالکل بے اصل اور باطل ہے

خَيْرٌ يَعْلَمُهُ اللَّهُ ۖ وَتَزُودُوا وَإِن خَيْرَ الزَّادِ

نیکی اللہ اس کو جانتا ہے ۱ اور زاوراہ لے لیا کرو ۲ کہ بیشک بہتر فائدہ زاوراہ کا

التَّقْوَىٰ زَوَاتِقُونَ يَاوَلِي الْأَبَابِ ۝ ۱۹۷ ۖ لَيْسَ عَلَيْكُمْ

پنجانے سوال سے اور مجھ سے ڈرتے رہو ۱ اے عقل مندو ۲ کچھ گناہ نہیں

جُنَاحٌ أَنْ تَبْتَغُوا فَضْلًا مِّن رَّبِّكُمْ ۖ فَإِذَا أَفَضْتُمْ

تم پر ۱ کہ تلاش کرو فضل اپنے رب کا ۲ پھر جب طواف کے لیے اونٹ

مِّنْ عَرَفَاتٍ فَأذْكُرُوا اللَّهَ عِنْدَ الْمَشْعَرِ الْحَرَامِ ۖ

عرفات سے ۱ تو یاد کرو اللہ کو نزدیک مشعر الحرام کے ۲

وَإِذْ كُرُوهُ كَمَا هَدَيْكُمْ وَإِن كُنْتُمْ مِّن قَبْلِهِ لَمِنَ

اور اس کو یاد کرو ۱ جس طرح تم کو سکھلایا اور بیشک تم تھے اس سے پہلے

الصَّالِّينَ ۝ ۱۹۸ ۖ ثُمَّ أَفِيضُوا مِّن حَيْثُ أَفَاضَ

ناواقف ۱ پھر طواف کے لیے پھرو ۲ جہاں سے سب

النَّاسُ وَاسْتَغْفِرُوا اللَّهَ ۖ إِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَّحِيمٌ ۝ ۱۹۹

لوگ پھریں اور مغفرت چاہو اللہ سے ۱ بیشک اللہ تعالیٰ بخشنے والا ہے مہربان ۲

فَإِذَا قَضَيْتُمْ مَنَاسِكَكُمْ فَأذْكُرُوا اللَّهَ كَذِكْرِكُمْ

پھر جب پورے کر چکو ۱ اپنے حج کے کام کو ۲ تو یاد کرو اللہ کو جیسے تم یاد کرتے تھے

أَبَاءِكُمْ أَوْ أَشَدَّ ذِكْرًا ۖ فَمِنَ النَّاسِ مَن يَقُولُ

اپنے باپ دادوں کو ۱ بلکہ اس سے بھی زیادہ یاد کرو ۲ پھر کوئی آدمی تو کہتا ہے

◆ ز اوراہ لینا بہتر ہے | حج لازم کیا یعنی احرام حج کا باندھا اس طرح پر کہ دل سے نیت کی اور زبان سے تلبیہ پڑھا۔

◆ ایک غلط دستور کفر میں یہ بھی تھا کہ بغیر ز اوراہ خالی ہاتھ حج کو جانا ثواب سمجھتے اور اس کو توکل کہتے اور وہاں جا کر ہر ایک سے مانگتے پھرتے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ جن کو مقدور ہو وہ خرچ ہمراہ لے کر جائیں تاکہ خود تو سوال سے بچیں اور لوگوں کو حیران نہ کریں۔

◆ حج میں تجارت کی اجازت | حج کے سفر میں اگر سوداگری بھی کرو تو گناہ نہیں بلکہ مباح ہے لوگوں کو اس میں شبہ ہوا تھا کہ شاید تجارت کرنے سے حج میں نقصان آئے اب جس کو مقصود اصلی حج ہو اور اس کے ذیل میں تجارت بھی کر لے تو اس کے ثواب میں نقصان نہ آئے گا۔

◆ مزدلفہ میں قیام کا حکم | مشعر الحرام ایک پہاڑ کا نام ہے جو مزدلفہ میں واقع ہے جس پر امام وقوف کرتا ہے اس پہاڑ پر قیام کرنا افضل ہے اور تمام مزدلفہ میں جہاں قیام کرے جائز ہے سوا وادی محسر کے۔

◆ یعنی کفار بھی اللہ کا ذکر تو کرتے تھے مگر شرک کے ساتھ وہ ذکر نہ چاہئے بلکہ توحید کے ساتھ جس کی تم کو ہدایت فرمائی۔

◆ عرفات میں واپس آنے کا حکم | زمانہ کفر کی ایک غلطی یہ بھی تھی کہ مکہ کے لوگ عرفات تک نہ جاتے کہ عرفات حرم سے باہر ہے بلکہ حرم کی حد یعنی مزدلفہ میں ٹھہر جاتے اور قریش مکہ کے سوا اور سب عرفات تک پہنچتے اور پھر وہاں سے طواف کے لئے مکہ کو واپس آتے سوا اس لئے فرما دیا کہ جہاں سے سب لوگ طواف کو آئیں تم بھی وہیں سے جا کر لوٹو یعنی عرفات سے اور اگلی تفسیر پر نام ہو۔

◆ منیٰ میں ذکر اللہ کا اہتمام | یعنی دسویں ذی الحجہ کو جب افعال حج، رمی، جمرہ اور ذبح قربانی اور سرمنڈانے اور طواف کعبہ اور سعی صفا مروہ سے فراغت پا چکو تو زمانہ قیام منیٰ میں اللہ کا ذکر کرو جیسے کفر کے زمانہ میں اپنے باپ دادوں کا ذکر کیا کرتے تھے بلکہ اس سے بھی زیادہ ذکر کرنا چاہئے۔ ان کا قدیم دستور تھا کہ حج سے فارغ ہو کر منیٰ میں تین روز قیام کرتے اور بازار لگاتے اور اپنے باپ دادا کی بڑائی اور فضائل بیان کیا کرتے سوا اللہ تعالیٰ نے اس سے روکا اور فرما دیا کہ ان دنوں میں خدا تعالیٰ کی بڑائی بیان کرو۔

رَبَّنَا اِتِّنَا فِي الدُّنْيَا وَمَا لَنَا فِي الْآخِرَةِ مِنْ

اے رب ہمارے دے ہم کو دنیا میں اور اُس کے لیے آخرت میں کچھ

خَلَاقٍ ۳۰۰ وَمِنْهُمْ مَّنْ يَقُولُ رَبَّنَا اِتِّنَا فِي

حصہ نہیں اور کوئی اُن میں کہتا ہے اے رب ہمارے دے ہم کو

الدُّنْيَا حَسَنَةً وَفِي الْآخِرَةِ حَسَنَةً وَقِنَا عَذَابَ

دنیا میں خوبی اور آخرت میں خوبی اور بچا ہم کو دوزخ کے

النَّارِ ۳۰۱ اُولَئِكَ لَهُمْ نَصِيبٌ مِّمَّا كَسَبُوا ط

عذاب سے انہی لوگوں کے واسطے حصہ ہے اپنی کمائی سے

وَاللَّهُ سَرِيعُ الْحِسَابِ ۳۰۲ وَادْكُرُوا اللَّهَ فِي آيَاتِهِ

اور اللہ جلد حساب لینے والا ہے اور یاد کرو اللہ کو گنتی کے

مَعْدُودَاتٍ ۳۰۳ فَمَنْ تَعَجَّلَ فِي يَوْمَيْنِ فَلَا إِثْمَ

چند دنوں میں پھر جو کوئی جلدی چلا گیا دو ہی دن میں تو اس پر گناہ

عَلَيْهِ ۳۰۴ وَمَنْ تَأَخَّرَ فَلَا إِثْمَ عَلَيْهِ لِمَنِ اتَّقَى ط

نہیں اور جو کوئی رو گیا تو اس پر بھی کچھ گناہ نہیں جو کہ ڈرتا ہے

وَاتَّقُوا اللَّهَ وَاعْلَمُوا أَنَّكُمْ إِلَيْهِ تُحْشَرُونَ ۳۰۵

اور ڈرتے رہو اللہ سے اور جان لو بیشک تم سب اسی کے پاس جمع ہو گے

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يُعْجِبُكَ قَوْلُهُ فِي الْحَيَاةِ

اور بعض آدمی وہ ہے کہ پسند آتی ہے تجھ کو اُس کی بات دنیا کی زندگانی کے کاموں میں

◆ دعا مانگنے کے آداب | پہلے یہ فرمایا تھا کہ اللہ تعالیٰ کا ذکر کرو اوروں کا مت کرو اب یہ بتلایا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنے والے اور اس سے دعا مانگنے والے بھی دو قسم کے ہیں ایک وہ کہ جن کا مطلوب صرف دنیا ہے ان کی دعا یہی ہے کہ ہم کو جو کچھ دولت عزت وغیرہ دی جائے دنیا ہی میں دے دی جائے سو یہ لوگ تو آخرت کی نعمتوں سے بے بہرہ ہیں دوسرے وہ کہ طالب آخرت ہیں جو دنیا کی خوبی یعنی توفیق بندگی وغیرہ اور آخرت کی خوبی یعنی ثواب اور رحمت و جنت دونوں کو طلب کرتے ہیں سو ایسوں کو آخرت میں ان کے حج اور دعائے جملہ حسنات سے پورا حصہ ملے گا۔

◆ یعنی قیامت کو سب سے ایک دم میں حساب لے گا یا یوں کہو کہ قیامت کو ڈور نہ سمجھو بلکہ جلد آنے والی ہے اس سے کسی طرح بچاؤ ممکن نہیں اس کی فکر سے غافل مت ہو۔

◆ ایام معدودات سے مراد ذی الحجہ کی گیارہویں، بارہویں، تیرہویں تاریخیں ہیں جن میں حج سے فارغ ہو کر منیٰ میں قیام کا حکم ہے ان دنوں میں رمی جمار یعنی کنکریوں کے مارنے کے وقت اور ہر نماز کے بعد تکبیر کہنے کا حکم ہے اور دیگر اوقات میں بھی ان دنوں میں چاہئے کہ تکبیر اور ذکر الہی کثرت سے کرے۔

◆ منیٰ میں قیام کی مدت | یعنی گناہ تو یہ ہے کہ ممنوعات شرعیہ سے پرہیز نہ کرے اور جو کوئی اللہ سے ڈرے اور زمانہ حج میں پرہیزگاری کرے تو پھر اس بات میں کچھ گناہ نہیں کہ منیٰ میں دو دن قیام کیا یا تین دن کہ اللہ نے دونوں باتیں جائز رکھیں گو افضل یہی ہے کہ تین روز قیام کرے۔

◆ یعنی حج کی خصوصیت نہیں بلکہ خدا تعالیٰ سے ہر کام میں اور ہر وقت ڈرتے رہو کہ تم سب کو قبروں سے اٹھ کر اس کے پاس جمع ہونا ہے حساب دینے کو۔ اب حج کا ذکر تو تمام ہو چکا مگر حج کے ذیل میں جو لوگوں کی دو قسموں کا ذکر آ گیا تھا فَمِنَ النَّاسِ مَن يَقُولُ اور وَمِنْهُمْ مَن يَقُولُ یعنی کافر اور مومن کا تو اب اس کی مناسبت سے تیسری قسم یعنی منافق کا حال بھی بیان کیا جاتا ہے۔

الدُّنْيَا وَيُشْهِدُ اللَّهُ عَلَىٰ مَا فِي قَلْبِهِ ۚ وَهُوَ أَلَدُّ

اور گواہ کرتا ہے اللہ کو اپنے دل کی بات پر اور وہ سخت

الْخِصَامِ ۝ ۲۰۴ ۚ وَإِذَا تَوَلَّىٰ سَعَىٰ فِي الْأَرْضِ لِيُفْسِدَ

جھگڑالو ہے اور جب پھرے تیرے پاس سے تو دوڑتا پھرے ملک میں تاکہ اس میں

فِيهَا وَيُهْلِكَ الْحَرْثَ وَالنَّسْلَ ۗ وَاللَّهُ لَا يُحِبُّ

خرابی ڈالے اور تباہ کرے کھیتیاں اور جانیں اور اللہ ناپسند کرتا ہے

الْفُسَادَ ۝ ۲۰۵ ۚ وَإِذَا قِيلَ لَهُ اتَّقِ اللَّهَ أَخَذَتْهُ الْعِزَّةُ

فساد کو اور جب اس سے کہا جائے کہ اللہ سے ڈر تو آمادہ کرے اس کو غرور

بِأَلْسِنِهِمْ فَحَسْبُهُ جَهَنَّمُ ۗ وَلَبِئْسَ الْبِهَادُ ۝ ۲۰۶ ۚ وَمِنَ

گناہ پر سوکانی ہے اس کو دوزخ اور وہ بیشک برا ٹھکانا ہے اور

النَّاسِ مَن يُشْرِي نَفْسَهُ ابْتِغَاءَ مَرْضَاتِ اللَّهِ ۗ

لوگوں میں ایک شخص وہ ہے کہ بیچتا ہے اپنی جان کو اللہ کی رضا جوئی میں

وَاللَّهُ رَءُوفٌ بِالْعِبَادِ ۝ ۲۰۷ ۚ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا ادْخُلُوا

اور اللہ نہایت مہربان ہے اپنے بندوں پر اے ایمان والو داخل ہو جاؤ

فِي السَّلَامِ كَافَّةً ۚ وَلَا تَتَّبِعُوا خُطُوَاتِ الشَّيْطَانِ ۗ

اسلام میں پورے اور مت چلو قدموں پر شیطان کے

إِنَّهُ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِينٌ ۝ ۲۰۸ ۚ فَإِنْ زَلَلْتُمْ مِنْ بَعْدِ مَا

بیشک وہ تمہارا صریح دشمن ہے پھر اگر تم بھٹنے لگو بعد اس کے کہ

یہ حال ہے منافق کا کہ ظاہر میں خوشامد کرے اور اللہ کو گواہ کرے کہ میں سچا ہوں اور میرے دل میں اسلام کی محبت ہے اور جھگڑے کے وقت کمی نہ کرے اور قابو پاوے تو لوٹ مار مچا دے اور منع کرنے سے اس کو زیادہ ضد چڑھے اور گناہ میں ترقی کرے، کہتے ہیں ایک شخص اخص ابن شریق تھا منافق فصیح و بلیغ جب آپ کی خدمت میں آتا تو غایت اخلاص اور محبت اسلام ظاہر کرتا اور جب چلا جاتا تو کسی کی کھیتی جلا دیتا کسی کے جانوروں کے پیر کاٹ ڈالتا اس پر منافقین کی برائی میں یہ آیت نازل ہوئی۔

پہلی آیت میں اس منافق کا ذکر تھا جو دین کے بدلے دنیا لیتا تھا اس کے مقابلہ میں اب اس آیت میں اُس مخلص کامل الایمان کا ذکر ہے جو دنیا اور جان و مال کو طلب دین میں صرف کرتا ہے۔ کہتے ہیں حضرت صہیبؓ رومی بارادہ ہجرت آپ کی خدمت میں آتے تھے رستہ میں مشرکین نے ان کو گھیر لیا صہیبؓ نے کہا کہ میں اپنا گھر اور تمام مال تم کو اس شرط پر دیتا ہوں کہ مجھ کو مدینہ جانے دو اور ہجرت سے نہ روکو اس پر وہ راضی ہو گئے اور صہیبؓ آپ کی خدمت میں چلے گئے اُس پر یہ آیت مخلصین کی تعریف میں نازل ہوئی:-

اُس کی کتنی بڑی رحمت ہے کہ اپنے بندوں کو توفیق دی جو اُسکی خوشی میں اپنی جان اور مال حاضر کر دیتے ہیں اور نیز ہر ایک کی جان و مال تو اللہ کی ملک ہے پھر جنت کے بدلے اس کو خریدنا یہ محض اُس کا احسان ہے۔

اسلام پر پورا پورا عمل کرو اور بدعت سے بچو | پہلی آیت میں مومن مخلص کی مدح فرمائی تھی جس سے نفاق کا ابطال منظور تھا، اب فرماتے ہیں کہ اسلام کو پورا پورا قبول کرو یعنی ظاہر اور باطن اور عقیدہ اور عمل میں صرف احکام اسلام کا اتباع کرو۔ یہ نہ ہو کہ اپنی عقل یا کسی دوسرے کے کہنے سے کوئی حکم تسلیم کر لویا کوئی عمل کرنے لگو سو اس سے بدعت کا قلع قمع مقصود ہے کیونکہ بدعت کی حقیقت یہی ہے کہ کسی عقیدہ یا کسی عمل کو کسی وجہ سے مستحسن سمجھ کر اپنی طرف سے دین میں شمار کر لیا جائے مثلاً نماز اور روزہ جو کہ افضل عبادات ہیں اگر بدون حکم شریعت کوئی اپنی طرف سے مقرر کرنے لگے جیسے عید کے دن عید گاہ میں نوافل کا پڑھنا یا ہزارہ روزہ رکھنا یہ بدعت ہوگا، خلاصہ ان آیات کا یہ ہوا کہ اخلاص کے ساتھ ایمان لاؤ اور بدعات سے بچتے رہو چند حضرات یہود سے مشرف بہ اسلام ہوئے مگر احکام اسلام کے ساتھ احکام تورات کی بھی رعایت کرنی چاہتے تھے مثلاً ہفتہ کے دن کو معظم سمجھنا اور اونٹ کے گوشت اور دودھ کو حرام ماننا اور تورات کی تلاوت کرنا اس پر یہ آیت نازل ہوئی جس سے بدعت کا انسداد کامل فرمایا گیا۔

کہ اپنے دوسرے سے بے اصل چیزوں کو تمہارے دلنشین کر دیتا ہے اور دین میں بدعات کو شامل کرا کر تمہارے دین کو خراب کرتا ہے اور تم اُس کو پسند کرتے ہو۔

جَاءَتْكُمْ الْبَيِّنَاتُ فَأَعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ عَزِيزٌ حَكِيمٌ ﴿۲۰﴾

پہنچ چکے تم کو صاف علم تو جان رکھو کہ بیشک اللہ زبردست ہے حکمت والا

هَلْ يَنْظُرُونَ إِلَّا أَنْ يَأْتِيَهُمُ اللَّهُ فِي ظُلُلٍ مِّنَ

کیا وہ اسی کی راہ دیکھتے ہیں کہ آوے ان پر اللہ کہ آوے ابر کے

الْغَمَامِ وَالسَّائِبَاتِ وَكَذُوقُوا الْعَذَابَ بِمَا كَانُوا يُكْفَرُونَ ﴿۲۱﴾

سائبانوں میں اور فرشتے اور طے ہو جاوے قصہ اور اللہ ہی کی طرف

نُرْجِعُ الْأُمُورَ ۚ سَلِّبُوا بَنِي إِسْرَائِيلَ كَمَا آتَيْنَاهُمُ

لوٹیں گے سب کام پوچھ بنی اسرائیل سے کس قدر عنایت کیں ہم نے ان کو

مِّنْ آيَاتِنَا بَيِّنَاتٍ ۚ وَمَنْ يُّبَدِّلْ نِعْمَةَ اللَّهِ مِنْ

نشانیوں کئی ہوئی اور جو کوئی بدل ڈالے اللہ کی نعمت بعد

بَعْدَ مَا جَاءَتْهُ فَإِنَّ اللَّهَ شَدِيدُ الْعِقَابِ ﴿۲۲﴾

اس کے کہ پہنچ چکی ہو وہ نعمت اس کو تو اللہ کا عذاب سخت ہے

زِينٍ لِلَّذِينَ كَفَرُوا فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَيَسْخَرُونَ

فریفتہ کیا ہے کافروں کو دنیا کی زندگی پر اور ہنستے ہیں

مِنَ الَّذِينَ آمَنُوا وَالَّذِينَ اتَّقَوْا فَوْقَهُمْ يَوْمَ

ایمان والوں کو اور جو پرہیزگار ہیں وہ ان کافروں سے بالاتر ہوں گے قیامت

الْقِيَامَةِ ۗ وَاللَّهُ يَرْزُقُ مَنْ يَشَاءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ ﴿۲۳﴾

کے دن اور اللہ روزی دیتا ہے جس کو چاہے بے شمار

شریعت سے انحراف موجب عذاب ہے | یعنی شریعت محمدی کو صاف صاف احکام معلوم ہونے کے بعد بھی اگر کوئی اس پر قائم نہ ہو بلکہ دوسری طرف بھی نظر رکھے تو خوب سمجھ لو کہ اللہ سب پر غالب ہے جس کو چاہے سزا دے کوئی اس کے عذاب کو روک نہیں سکتا بڑا حکمت والا ہے جو کرتا ہے حق اور مصلحت کے موافق کرتا ہے خواہ عذاب دے یا کچھ ڈھیل دے یعنی نہ جلد باز ہے نہ بھولنے والا نہ خلاف انصاف اور غیر مناسب امر کو کرنے والا۔

یعنی جو لوگ حق تعالیٰ کو صاف صاف احکام کے بعد بھی اپنی کجروی سے باز نہیں آتے تو ان کو رسول اور قرآن پر تو یقین اور اعتماد نہ ہو اب صرف اس کی کسر ہے کہ خدائے پاک خود اور اس کے فرشتے ان پر آئیں اور جزا اور سزا کا قصہ جو قیامت کو ہونے والا ہے آج ہی فیصلہ کیا جائے سو آخر کار سب امور حساب اور عذاب وغیرہ کا مرجع اللہ ہی کی طرف ہے تمام حکم اسی کے حضور سے صادر ہوں گے اس میں کوئی تردید کی بات نہیں گھبراتے کیوں ہو۔

بنی اسرائیل کے حال میں استدلال | اس سے پہلے فرمایا تھا کہ حق تعالیٰ کے صاف حکم کے بعد اس کی مخالفت کرنا موجب عذاب ہے اب اسی کی تائید میں فرماتے ہیں کہ خود بنی اسرائیل ہی سے پوچھو کہ ہم نے ان پر کتنی آیات و نصیحت اور صریح احکام بھیجے جب ان سے انحراف کیا تو مبتلائے عذاب ہوئے یہ نہیں کہ ہم نے اول ہی ان کو عذاب دیا ہو۔

یعنی یہ قاعدہ البتہ محقق ہے کہ جو کوئی اللہ کے احکام سرپا ہدایت کو بدلے اور اس کے انعامات اور احسانات کا کفران کرے تو پھر اس کا عذاب سخت ہے آیات کے بدلنے والے پر کہ دنیا میں مارا جائے اور لوٹا جائے یا جزیہ دے اور ذلیل ہو۔ اور قیامت کو دوزخ میں جائے ہمیشہ کے لئے۔ فائدہ نعمت کے پہنچ چکنے کا یہ مطلب کہ اس کا علم حاصل ہو جائے یا بے تکلف حاصل ہو سکے۔

دنیا کفار کی جنت ہے | یعنی کافر جو اللہ کے صاف احکام اور اس کے پیغمبروں کی مخالفت کرتے ہیں جو اُد پر مذکور ہو چکا اس کی وجہ یہ ہے کہ ان کی نظروں میں دنیا کی خوبی اور اس کی محبت ایسی سماگنی ہے کہ اس کے مقابلہ میں آخرت کے رنج اور راحت کو خیال ہی میں نہیں لاتے بلکہ مسلمان جو فکر آخرت میں مصروف اور اللہ کے احکام کی تعمیل میں مشغول ہیں ان ان کو ہنستے ہیں اور ذلیل سمجھتے ہیں سو ایسے احمق نفس کے بندوں سے تعمیل احکام الہی ہو تو کیونکر ہو۔ رؤسائے مشرکین حضرت بلالؓ اور عمارؓ اور صہیبؓ اور فقراءؓ مہاجرین کو دیکھ کر تمسخر کرتے کہ ان نادانوں نے آخرت کے خیال پر دنیا کی تکالیف اور مصائب کو اپنے سر لیا اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو تو دیکھو کہ ان فقیروں محتاجوں کی امداد سے عرب کے سرداروں پر غالب آنا اور دنیا بھر کی اصلاح کرنا چاہتے ہیں۔

اللہ کے نزدیک مومنین کا مقام | اللہ تعالیٰ ان کے جواب میں ارشاد فرماتا ہے کہ یہ ان کی جہالت اور خام خیالی ہے کہ دنیا پر ایسے غش ہیں وہ نہیں جانتے کہ یہی غرباء اور فقراء قیامت کو ان سے اعلیٰ اور برتر ہوں گے اور اللہ دنیا و آخرت میں جس کو چاہے بے شمار روزی عطا فرمائے چنانچہ انہی غریبوں کو جن پر کافر ہنستے تھے اموال بنی قریظہ اور نصیر اور سلطنت فارس اور روم وغیرہ پر اللہ نے مسلط کر دیا۔

كَانَ النَّاسُ أُمَّةً وَاحِدَةً فَبَعَثَ اللَّهُ النَّبِيِّنَ

تھے سب لوگ ایک دین پر پھر بھیجے اللہ نے نبیوں

مُبَشِّرِينَ وَمُنذِرِينَ وَأَنْزَلَ مَعَهُمُ الْكِتَابَ

خوشخبری سنانے والے اور ڈرانے والے اور اتاری ان کے ساتھ کتاب

بِالْحَقِّ لِيُحْكَمَ بَيْنَ النَّاسِ فِي مَا اخْتَلَفُوا فِيهِ

حقی کہ فیصلہ کرے لوگوں میں جس بات میں وہ جھگڑا کریں

وَمَا اخْتَلَفَ فِيهِ إِلَّا الَّذِينَ أُوتُوهُ مِنْ بَعْدِ

اور نہیں جھگڑاؤ الا کتاب میں مگر انہی لوگوں نے جن کو کتاب ملی تھی اس کے بعد

مَا جَاءَتْهُمْ الْبَيِّنَاتُ بَغْيًا بَيْنَهُمْ فَهَدَى اللَّهُ

کہ ان کو پہنچ چکے صاف علم آپس کی ضد سے پھر اب ہدایت کی اللہ نے

الَّذِينَ آمَنُوا لِيَاخْتَلَفُوا فِيهِ مِنَ الْحَقِّ بِأُذُنِهِ

ایمان والوں کو اس حقی بات کی جس میں وہ جھگڑ رہے تھے اپنے حکم سے

وَاللَّهُ يَهْدِي مَنْ يَشَاءُ إِلَى صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ ﴿۲۳﴾

اور اللہ تلاتا ہے جس کو چاہے سیدھا راستہ

أَمْ حَسِبْتُمْ أَنْ تُدْخِلُوا الْجَنَّةَ وَلَمَّا يَأْتِكُمْ مَثَلُ

کیا تم کو یہ خیال ہے کہ جنت میں چلے جاؤ گے حالانکہ تم پر نہیں گزرے حالات

الَّذِينَ خَلَوْا مِنْ قَبْلِكُمْ مَسَّتْهُمُ الْبَأْسَاءُ وَ

ان لوگوں جیسے جو ہو چکے تم سے پہلے کہ پہنچی ان کو سختی اور

◆ پیغمبروں اور کتابوں کے بھیجنے کی حکمت | حضرت آدم کے وقت سے ایک ہی سچا دین رہا ایک مدت تک۔ اس کے بعد دین میں لوگوں نے اختلاف ڈالا تو خدا تعالیٰ نے انبیاء کو بھیجا جو اہل ایمان و طاعت کو ثواب کی بشارت دیتے تھے اور اہل کفر و معصیت کو عذاب سے ڈراتے تھے اور ان کے ساتھ سچی کتاب بھی بھیجی تاکہ لوگوں کا اختلاف اور نزاع دور ہو اور دین حق ان کے اختلافات سے محفوظ اور قائم رہے اور احکام الہی میں انہی لوگوں نے اختلاف ڈالا جن کو وہ کتاب ملی تھی جیسے یہود و نصاریٰ تو ریت و انجیل میں اختلاف و تحریف کرتے تھے اور یہ نزاع بے سمجھی سے نہیں کرتے تھے بلکہ خوب سمجھ کر محض حُب دنیا اور ضد اور حسد سے ایسا کرتے تھے سو اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے اہل ایمان کو طریقہ حق کی ہدایت فرمائی اور گمراہوں کے اختلافات سے بچالیا جیسے آپ کی امت کو ہر عقیدہ اور ہر عمل میں امر حق کی تعلیم فرمائی اور یہود و نصاریٰ کے اختلاف اور افراط و تفریط سے ان کو محفوظ رکھا۔

قاعدہ | اس آیت سے دو باتیں معلوم ہوئیں ایک تو یہ کہ اللہ نے جو کتابیں اور نبی متعدد بھیجے تو اس واسطے نہیں کہ ہر فرقہ کو جدا طریقہ بتلایا ہو بلکہ سب کے لئے اللہ نے اصل میں ایک ہی رستہ مقرر کیا جس وقت اُس راہ سے بچلے تو اللہ نے نبی کو بھیجا اور کتاب اتاری کہ اس کے موافق چلیں اس کے بعد پھر جبکہ تو دوسرا نبی اور کتاب اللہ پاک نے اسی ایک راہ کے قائم کرنے کو بھیجا اس کی مثال ایسی ہے جیسے کہ تندرستی ایک ہے اور بیماریاں بے شمار جب ایک مرض پیدا ہوا تو اس کے موافق دوا اور پرہیز فرمایا جب دوسرا مرض پیدا ہوا تو دوسری دوا اور پرہیز اس کے موافق فرمایا اب آخر میں ایسا طریقہ اور قاعدہ فرمایا جو سب بیماریوں سے بچائے اور سب کے بدلے کفایت کرے اور وہ طریقہ اسلام ہے جس کے لئے پیغمبر آخر الزمان حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور قرآن شریف بھیجے گئے۔ دوسری بات یہ معلوم ہوگئی کہ سنت اللہ یہی جاری ہے کہ برے لوگ ہر نبی مبعوث کے خلاف اور ہر کتاب الہی میں اختلاف کو پسند کرتے رہے اور اس میں ساعی رہے تو اب اہل ایمان کو کفار کی بدسلوکی اور فساد سے تنگدل ہونا نہ چاہئے۔

الصَّٰرِءِ وَزُلْزِلُوا حَتَّىٰ يَقُولَ الرَّسُولُ وَالَّذِينَ

تکلیف اور جھڑ جائے گئے یہاں تک کہ کہنے لگا رسول اور جو

أَمَنُوا مَعَهُ مَتَىٰ نَصْرُ اللَّهِ ۗ أَلَا إِنَّ نَصْرَ اللَّهِ

اس کے ساتھ ایمان لائے کب آوے گی اللہ کی مدد سن رکھو اللہ کی مدد

قَرِيبٌ ۗ يُسْأَلُونَكَ مَاذَا يُنْفِقُونَ ۗ قُلْ مَا أَنْفَقْتُمْ

قریب ہے تجھ سے پوچھتے ہیں کہ کیا چیز خرچ کریں کہہ دو کہ جو کچھ تم خرچ کرو

مِّنْ خَيْرٍ فَلِلَّوَالِدِينَ وَالْأَقْرَبِينَ وَالْيَتَامَىٰ وَالْمَسْكِينِ

مال سواں باپ کے لیے اور قرابت والوں کے اور یتیموں کے اور محتاجوں کے

وَأَبْنِ السَّبِيلِ ۗ وَمَا تَفْعَلُوا مِنْ خَيْرٍ فَإِنَّ اللَّهَ

اور مسافروں کے اور جو کچھ کرو گے تم بھلائی سو وہ بیشک اللہ کو

بِهِ عَلِيمٌ ۗ كُنِبَ عَلَيْكُمُ الْقِتَالُ وَهُوَ كُرْهٌ لَّكُمْ ۗ

خوب معلوم ہے فرض ہوئی تم پر لڑائی اور وہ بری لگتی ہے تم کو

وَعَسَىٰ أَنْ تَكْرَهُوا شَيْئًا وَهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ ۗ وَ

اور شاید کہ تم کو بری لگے ایک چیز اور وہ بہتر ہو تمہارے حق میں اور

عَسَىٰ أَنْ تُحِبُّوا شَيْئًا وَهُوَ شَرٌّ لَّكُمْ ۗ وَاللَّهُ

شاید تم کو بھلی لگے ایک چیز اور وہ بری ہو تمہارے حق میں اور اللہ

يَعْلَمُ وَأَنْتُمْ لَا تَعْلَمُونَ ۗ يُسْأَلُونَكَ عَنِ الشَّهْرِ

جانتا ہے اور تم نہیں جانتے تجھ سے پوچھتے ہیں مہینہ

◆ تکالیف میں صبر کی حکیمانہ تاکید | پہلے مذکور ہوا کہ دشمنوں کے ہاتھ سے انبیاء اور ان کی امتوں کو ہمیشہ ایذا میں ہوئیں تو اب اہل اسلام کو ارشاد ہے کہ کیا تم کو اس بات کی طمع ہے کہ جنت میں داخل ہو جاؤ حالانکہ اگلی امتوں کو جو ایذا میں پیش آئیں وہ تم کو پیش نہیں آئیں کہ ان کو فقر و فاقہ اور مرض اور خوف کفار اس درجہ کو پیش آئے کہ مجبور اور عاجز ہو کر نبی اور ان کی امت بول اٹھی کہ دیکھئے اللہ نے جس مدد اور اعانت کا وعدہ فرمایا تھا وہ کب آئے گی یعنی بمنتصائے بشریت پریشانی کی حالت میں مایوسانہ کلمات سرزد ہونے لگے انبیاء اور مومنین کا یہ کہنا کچھ شک کی وجہ سے نہ تھا حضرت مولانا روم اسی کی بابت مثنوی میں فرماتے ہیں۔ درگماں افتاد جان انبیاء ز اتفاق منکری اشقیاء، بلکہ بحالت اضطرار بمنتصائے بشریت اس کی نوبت آئی جس میں کوئی ان پر الزام نہیں جب نوبت یہاں تک پہنچی تو رحمت الہی متوجہ ہوئی اور ارشاد ہوا کہ ہوشیار ہو جاؤ اللہ کی مدد آگئی گھبراؤ نہیں سوائے مسلمانوں تکلیف دہیوی سے اور دشمنوں کے غلبہ سے گھبراؤ نہیں تحمل کرو اور ثابت قدم رہو۔

◆ آیات سابقہ میں کلیۃً یہ مضمون بہت تاکید سے بیان ہوا کہ کفر و نفاق کو چھوڑو اور اسلام میں پوری طرح داخل ہو حکم الہی کے مقابل کسی کی مت سنو اللہ کی خوشی میں جان و مال خرچ کرو اور ہر طرح کی شدت اور تکلیف پر تحمل کرو اب یہاں سے اسی کلیہ کے متعلق جزئیات کی تفصیل بیان ہوتی ہے جو کہ مال اور جان اور دیگر معاملات مثل نکاح و طلاق وغیرہ کے متعلق ہیں تاکہ اس کلیہ کی تحقیق و تاکید خوب ذہن نشین ہو جائے۔

◆ انفاق مال کے مصارف | بعض اصحاب جو مالدار تھے انہوں نے آپ سے دریافت کیا تھا کہ مال میں سے کیا خرچ کریں اور کس پر خرچ کریں اس پر یہ حکم ہوا کہ قلیل خواہ کثیر جو کچھ خدا کے لئے خرچ کرو وہ والدین اور اقارب اور یتیم اور محتاج اور مسافروں کے لئے ہے یعنی حصول ثواب کے لئے خرچ کرنا چاہو تو جتنا چاہو کرو اس کی کوئی تعین و تحدید نہیں البتہ یہ ضرور ہے کہ جو مواقع ہم نے بتلائے ان میں صرف کرو۔

◆ جہاد کی فرضیت | یعنی دین کے دشمنوں سے لڑنا فرض ہوا۔ فائدہ | جب تک آپ مکہ میں رہے آپ کو مقاتلہ کی اجازت نہ ہوئی جب مدینہ کو ہجرت فرمائی تو مقاتلہ کی اجازت ہوئی مگر صرف ان کفار سے کہ جو خود اہل اسلام سے مقاتلہ کریں اس کے بعد علی العموم کفار سے مقاتلہ کی اجازت ہوگئی اور جہاد فرض ہوا اگر دشمنان دین مسلمانوں پر چڑھائی کریں تو مسلمانوں پر جہاد فرض عین ہے ورنہ فرض کفایہ بشرطیکہ جملہ شرائط جہاد جو کتب فقہ میں مذکور ہیں پائی جائیں البتہ جن لوگوں سے مسلمان مصالحت اور معاہدہ کر لیں یا ان کی امن اور حفاظت میں آجائیں تو ان سے لڑائی کرنا یا ان کے مقابلہ میں ان کے کسی مخالف کو مدد دینا ہرگز مسلمانوں کو جائز نہیں۔

◆ جہاد کے فضائل | برے لگنے کا مطلب یہ ہے کہ نفس کو دشوار اور گراں معلوم ہوتا ہے یہ نہیں کہ اہل ردد و انکار نظر آئے اور مخالف حکمت و مصلحت سمجھا جائے اور موجب ناخوشی اور تنفر ہو سوائے بات میں کوئی الزام نہیں جب انسان کو بالطبع زندگی سے زیادہ کوئی چیز مرغوب نہیں تو ضرور مقاتلہ سے زیادہ دشوار کوئی شے نہ ہونی چاہئے۔

◆ یعنی یہ بات ضروری نہیں کہ جس چیز کو تم اپنے حق میں نافع یا مضر سمجھو وہ واقع میں بھی تمہارے حق میں ویسی ہی ہوا کرے بلکہ ہو سکتا ہے کہ تم ایک چیز کو اپنے لئے مضر سمجھو اور وہ مفید ہو اور کسی چیز کو مفید خیال کر لو اور وہ مضر ہو تم نے تو سمجھ لیا کہ جہاد میں جان و مال سب کا نقصان ہے اور ترک جہاد میں دونوں کی حفاظت اور یہ نہ جانا کہ جہاد میں دنیا اور آخرت کے کیا کیا منافع ہیں اور اس کے ترک میں کیا کیا نقصان ہیں تمہارے نفع نقصان کو خدا ہی خوب جانتا ہے تم اسے نہیں جانتے اس لئے وہ جو حکم دے اس کو حق سمجھو اور اپنے اس خیال کو چھوڑو۔

الْحَرَامِ قِتَالٍ فِيهِ ۖ قُلْ قِتَالٌ فِيهِ كَبِيرٌ ۖ وَصَدُّ

حرام کو کراس میں لڑنا کیسا ۖ کہدے لڑائی اس میں بڑا گناہ ہے ۖ اور روکنا

عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ وَكُفْرُ بِهِ ۖ وَالْمَسْجِدِ الْحَرَامِ

اللہ کی راہ سے اور اُس کو نہ ماننا اور مسجد الحرام سے روکنا

وَإِخْرَاجُ أَهْلِهِ مِنْهُ أَكْبَرُ عِنْدَ اللَّهِ ۗ وَالْفِتْنَةُ

اور نکال دینا اس کے لوگوں کو وہاں سے اُس سے بھی زیادہ گناہ ہے اللہ کے نزدیک ۖ اور لوگوں کو دین سے بچلانا

أَكْبَرُ مِنَ الْقَتْلِ ۖ وَلَا يَزَالُونَ يُقَاتِلُونَكُمْ حَتَّىٰ

قتل سے بھی بڑھ کر ہے ۖ اور کفار تو ہمیشہ تم سے لڑتے ہی رہیں گے یہاں تک کہ

يُرُدُّوكُمْ عَنْ دِينِكُمْ إِنِ اسْتَطَاعُوا ۗ وَمَنْ

تم کو پھیر دیں تمہارے دین سے اگر قابو پاویں ۖ اور جو کوئی

يَرْتَدَّ مِنْكُمْ عَنْ دِينِهِ فِيمَتٌ وَهُوَ كَافِرٌ

پھرے تم میں سے اپنے دین سے پھر مر جاوے حالت کفر ہی میں

فَأُولَٰئِكَ حَبِطَتْ أَعْمَالُهُمْ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ ۗ

تو ایسوں کے ضائع ہوئے عمل دنیا اور آخرت میں

وَأُولَٰئِكَ أَصْحَابُ النَّارِ ۗ هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ ﴿۲۱۴﴾

اور وہ لوگ رہنے والے ہیں دوزخ میں وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے ۖ

إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَالَّذِينَ هَاجَرُوا وَجَاهَدُوا

پیشک جو لوگ ایمان لائے اور جنہوں نے ہجرت کی اور لڑے

شہر حرام میں قتال کی ممانعت | حضرت فخر عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ایک جماعت کافروں کے مقابلہ کو بھیجی انہوں نے کافروں کو مارا اور مال لوٹ لائے۔ مسلمان تو جانتے تھے کہ وہ اخیر دن جمادی الثانی کا ہے اور وہ رجب کا غرہ تھا جو کہ اشہر حرم میں داخل ہے کافروں نے اس پر بہت طعن کیا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے حرام مہینہ کو بھی حلال کر دیا اور اپنے لوگوں کو حرام مہینہ میں لوٹ مار کی اجازت دے دی مسلمانوں نے حاضر ہو کر آپ سے پوچھا کہ ہم سے شبہ میں یہ کام ہو اس کا کیا حکم ہے تب یہ آیت اتری۔

یعنی شہر حرام میں قتال کرنا بیشک گناہ کی بات ہے لیکن حضرات صحابہ نے تو اپنے علم کے موافق جمادی الثانی میں جہاد کیا تھا شہر حرام یعنی رجب میں نہیں کیا اس لئے مستحق عفو ہیں ان پر الزام لگانا بے انصافی ہے۔ یعنی لوگوں کو اسلام لانے سے روکنا اور خود دین اسلام کو تسلیم نہ کرنا اور زیارت بیت اللہ سے لوگوں کو روکنا اور مکہ کے رہنے والوں کو وہاں سے نکالنا یہ باتیں شہر حرام میں مقاتلہ کرنے سے بھی زیادہ گناہ ہیں اور کفار برابر یہ حرکات کرتے تھے خلاصہ یہ کہ شہر حرام میں بلا وجہ اور ناحق لڑنا بیشک اشد گناہ ہے مگر جو لوگ کہ حرم میں بھی کفر پھیلائیں اور بڑے بڑے فساد کریں اور اشہر حرم میں بھی مسلمانوں کے ستانے میں قصور نہ کریں ان سے لڑنا منع نہیں علاوہ ازیں جب مشرکین ایسے امور شنیعہ میں سرگرم ہیں تو ایک تھوڑے قصور پر مسلمانوں کی نسبت طعن کرنا جو ان سے بوجہ لاعلمی صادر ہوا بڑی شرم کی بات ہے۔

فتنہ انگیزی قتل سے بڑا جرم ہے | یعنی دین میں فتنہ اور فساد ڈالنا تاکہ لوگ دین حق کو قبول نہ کریں اس قتل سے بدرجہا مذموم ہے جو مسلمانوں سے شہر حرام میں واقع ہوا مشرکین کی عادت تھی کہ دین اسلام کی باتوں میں طرح طرح کے خدشات کیا کرتے تھے تاکہ لوگ شبہ میں پڑ جائیں اور اسلام کو قبول نہ کریں چنانچہ اسی قصہ میں کہ مسلمانوں سے شہر حرام میں بوجہ لاعلمی قتل واقع ہوا اس پر مشرکین نے جو زبان درازی کی تو اس سے مقصود یہی تھا کہ لوگ قبول اسلام سے متنفر ہو جائیں تو خلاصہ یہ ہوا کہ مسلمانوں سے جو قتل صادر ہوا اس پر مشرکین کا طعن کرنا اس وجہ سے کہ لوگ دین حق سے بچل جائیں قتل مذکور سے بدرجہا مذموم و شنیع ہے۔

یعنی جب تک تم دین حق پر قائم رہو گے یہ مشرکین کسی حالت میں اور کسی موقع پر بھی تمہارے مقاتلہ اور مخالفت میں کی نہیں کریں گے۔ حرم مکہ اور شہر حرام ہی کیوں نہ ہو جیسا کہ عمرہ حدیبیہ میں پیش آیا نہ حرم مکہ کی حرمت کی اور نہ شہر حرام کی۔ بلا وجہ محض عناد سے مارنے مرنے کو مستعد ہو گئے اور مسلمانوں کے مکہ میں جانے اور عمرہ کرنے کے روادار نہ ہوئے پھر ایسے معاندین کے طعن تشنیع کی کیا پروا کی جائے اور ان سے مقاتلہ کرنے میں شہر حرام کی وجہ سے کیوں رکا جائے۔

یعنی دین اسلام سے پھر جانا اور اسی حالت پر اخیر تک قائم رہنا ایسی سخت بلا ہے کہ عمر بھر کے نیک کام ان کے ضائع ہو جاتے ہیں کہ کسی بھلائی کے مستحق نہیں رہتے دنیا میں نہ ان کی جان و مال محفوظ رہے نہ نکاح قائم رہے نہ ان کو میراث ملے نہ آخرت میں ثواب ملے اور نہ کبھی جہنم سے نجات نصیب ہو، ہاں اگر پھر اسلام قبول کر لیا تو صرف اس اسلام کے بعد کے اعمال حسنہ کی جزا پوری ملے گی۔

فِي سَبِيلِ اللَّهِ ۚ أُولَٰئِكَ يَرْجُونَ رَحْمَتَ اللَّهِ ۖ وَاللَّهُ

اللہ کی راہ میں وہ امیدوار ہیں اور اللہ کی رحمت کے اور اللہ

غَفُورٌ رَّحِيمٌ ﴿٢١٨﴾ يَسْأَلُونَكَ عَنِ الْخَمْرِ وَالْمَيْسِرِ ۖ قُلْ

بخشنے والا مہربان ہے تجھ سے پوچھتے ہیں علم شراب کا اور جوئے کا

فِيهِمَا إِثْمٌ كَبِيرٌ وَمَنَافِعُ لِلنَّاسِ وَإِثْمُهُمَا أَكْبَرُ

ان دونوں میں بڑا گناہ ہے اور فائدے بھی ہیں لوگوں کو اور ان کا گناہ بڑا ہے

مِن نَّفْعِهَا ۖ وَيَسْأَلُونَكَ مَاذَا يُنْفِقُونَ ۗ قُلْ

ان کے فائدہ سے اور تجھ سے پوچھتے ہیں کہ کیا خرچ کریں

الْعَفْوُ كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللَّهُ لَكُمْ الْآيٰتِ لَعَلَّكُمْ

جو اپنے خرچ سے اسی طرح بیان کرتا ہے اللہ تمہارے واسطے ظم

تَتَفَكَّرُونَ ﴿٢١٩﴾ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ ۖ وَيَسْأَلُونَكَ

فکر کرو دنیا و آخرت کی باتوں میں اور تجھ سے پوچھتے ہیں

عَنِ الْيَتَامَىٰ ۖ قُلْ إِصْلَاحٌ لَّهُمْ خَيْرٌ ۖ وَإِنْ

قیموں کا حکم کہہ سواران ان کے کام کا بہتر ہے اور اگر

تُخَالِطُوهُمْ فَإِخْوَانُكُمْ ۖ وَاللَّهُ يَعْلَمُ الْمُفْسِدَ مِنَ

ان کا خرچ ملاو تو وہ تمہارے بھائی ہیں اور اللہ جانتا ہے خرابی کرنے والے اور

الْمُصْلِحِ ۗ وَلَوْ شَاءَ اللَّهُ لَأَعْنَتَكُمْ ۗ إِنَّ اللَّهَ عَزِيزٌ حَكِيمٌ ﴿٢٢٠﴾

سوار نے والے کو اور اگر اللہ چاہتا تو تم پر مشقت ڈالتا بیشک اللہ زبردست ہے تدبیر والا

- ◆ **مخلصین کی غلطیوں کا حکم** | آیت سابقہ سے جماعت اصحاب مذکورہ بالا کو یہ تو معلوم ہو گیا کہ ہمارے اوپر اس بارے میں کوئی مواخذہ نہیں مگر یہ تردد اُن کو تھا کہ دیکھئے اس جہاد کا ثواب بھی ملتا ہے یا نہیں اس پر یہ آیت اتری کہ جو لوگ ایمان لائے اور ہجرت کی اور اللہ کے واسطے اس کے دشمنوں سے لڑے اپنی کوئی غرض اس لڑائی میں نہ تھی وہ بیشک اللہ کی رحمت کے امیدوار اور اس کے مستحق ہیں، اور اللہ اپنے بندوں کی خطائیں بخشے والا اور ان پر انعام فرمانے والا ہے وہ ایسے تابعداروں کو محروم نہ کرے گا۔
- ◆ **شراب اور جوئے کا بیان** | شراب اور جوئے کے حق میں کئی آیتیں اتریں ہر ایک میں اُن کی برائی ظاہر کی گئی آخر سورہ مائدہ کی آیت میں صاف ممانعت کر دی گئی اب جو چیزیں نشہ اویں وہ سب حرام ہیں اور جو شرط بدی جائے کسی چیز پر جس میں ہار اور جیت ہو وہ محض حرام ہے اور ایک طرف کی شرط حرام نہیں۔
- ◆ **شراب پینے سے عقل جاتی رہتی ہے جو تمام امور شنیعہ سے بچاتی ہے اور لڑائی اور قتل وغیرہ طرح طرح کی خرابیوں کی نوبت آتی ہے اور مختلف قسم کے امراض روحانی اور جسمانی پیدا ہوتے ہیں جو بسا اوقات باعثِ ہلاکت ہوتے ہیں اور جو اکھیلنے میں حرام مال کا کھانا اور سرق اور تصبیح مال اور عیال باہم دشمنی وغیرہ طرح طرح کے مفاسد ظاہری و باطنی پیش آتے ہیں، ہاں ان میں سرسری نفع بھی ہے مثلاً شراب پی کر لذت و سرور ہو گیا اور جو اکھیل کر بلا مشقت مال ہاتھ آ گیا۔**
- ◆ **مال خرچ کرنے کے آداب** | لوگوں نے پوچھا تھا کہ مال اللہ کے واسطے کس قدر خرچ کریں۔ حکم ہوا کہ جو اپنے اخراجات ضروری سے افزوہ (زائد) ہو کیونکہ جیسا آخرت کا فکر ضرور ہے دنیا کا فکر بھی ضرور ہے اگر سارا مال اٹھا ڈالو تو اپنی ضروریات کیونکر پوری کرو اور جو حقوق تم پر لازم ہیں اُن کو کیونکر ادا کرو معلوم نہیں کس کس خرابی دینی اور دنیوی میں پھنسو۔
- ◆ **یعنی دنیا فانی مگر محلِ حوائج ہے اور آخرت باقی اور دارِ ثواب ہے اس لئے سوچ سمجھ کر ہر ایک امر میں اُس کے مناسب حال خرچ کرنا چاہئے اور منسلکت دنیا اور آخرت دونوں کو پیش نظر رکھنا مناسب ہے اور احکام کو واضح طور پر بیان فرمانے سے یہی مطلوب ہے کہ تم کو فکر کرنے کا موقع ملے۔**
- ◆ **قیموں کے مال کا حکم** | بعض لوگ یتیم کے مال میں احتیاط نہ کرتے تھے تو اس پر حکم ہوا تھا **وَلَا تَقْرَبُوا مَالَ الْيَتِيمِ إِلَّا بِالَّتِي هِيَ** اور اِنْ الَّذِيْنَ يَأْكُلُوْنَ اَمْوَالِ الْيَتَامَىٰ ظُلْمًا... الخ اس پر جو لوگ یتیموں کی پرورش کرتے تھے وہ ڈر گئے اور یتیموں کے کھانے اور خرچ کو بالکل جدا کر دیا کیونکہ شرکت کی حالت میں یتیم کا مال کھانا پڑتا تھا اس میں یہ دشواری ہوئی کہ ایک چیز یتیم کے واسطے تیار کی اب جو کچھ بچتی وہ خراب جاتی اور پھینکی پڑتی اس احتیاط میں یتیموں کا نقصان ہونے لگا تو آپ سے عرض کیا تو اس پر اب یہ آیت نازل ہوئی۔
- ◆ **یعنی مقصود تو صرف یہ بات ہے کہ یتیم کے مال کی درستی اور اصلاح ہو سو جس موقع میں علیحدگی میں یتیم کا نفع ہو تو اُس کو اختیار کرنا چاہئے۔ اور جہاں شرکت میں بہتری نظر آئے تو اُن کا خرچ شامل کر لو تو کچھ مضائقہ نہیں کہ ایک وقت ان کی چیز کھالی تو دوسرے وقت اپنی چیز ان کو کھلا دی کیونکہ وہ یتیم بچے تمہارے دینی یا نسبی بھائی ہیں اور بھائیوں میں شرکت اور کھانا اور کھانا بیجان نہیں ہاں یہ ضرور ہے کہ یتیموں کی اصلاح کی رعایت پوری رہے اور اللہ خوب جانتا ہے کہ اس شرکت سے کس کو خیانت اور افساد مال یتیم مقصود ہے اور کس کو یتیموں کی اصلاح اور ان کی نفع رسانی منظور ہے۔**
- ◆ **مشقت ڈالتا یعنی کھانے پینے میں یتیموں کی شرکت علی وجہ اصلاح بھی مباح نہ فرماتا یا یہ کہ بلا علم و بلا قصد مجبوراً بھی اگر کچھ کی یا ہمیشی ہو جاتی تو اس پر بھی مواخذہ کرتا۔**
- ◆ **یعنی بھاری سے بھاری حکم دے سکتا ہے اس لئے کہ وہ زبردست ہے لیکن ایسا نہ کیا بلکہ سہولت کا حکم دیا اس لئے کہ وہ حکمت اور منسلکت کے موافق کرنے والا ہے۔**

وَلَا تُنْكِحُوا الْمُشْرِكِيْنَ حَتَّىٰ يُؤْمِنُوا ۖ وَلَا مِمَّنْ طُؤَلَامَةٌ مُّؤْمِنَةٌ ۖ

اور نکاح مت کر و مشرک عورتوں سے جب تک ایمان نہ لے آئیں اور البتہ لونڈی مسلمان

خَيْرٌ مِّنْ مُّشْرِكَةٍ ۚ وَلَوْ اَعْجَبَتْكُمْ ۚ وَلَا تُنْكِحُوا

بہتر ہے شرک بی بی سے اگر چہ وہ تم کو بھلی لگے اور نکاح نہ کر دو

الْمُشْرِكِيْنَ حَتَّىٰ يُؤْمِنُوا ۗ وَلِعَبْدٌ مِّنْ مُّؤْمِنٍ خَيْرٌ مِّنْ

مشرکین سے جب تک وہ ایمان نہ لے آویں اور البتہ غلام مسلمان بہتر ہے

مُشْرِكٍ ۚ وَلَوْ اَعْجَبَتْكُمْ ۗ اُولٰٓئِكَ يَدْعُوْنَ اِلَى النَّارِ ۗ

مشرک سے اگر چہ وہ تم کو بھلا لگے وہ بلا تے ہیں دوزخ کی طرف

وَاللّٰهُ يَدْعُوْا اِلَى الْجَنَّةِ وَالْمَغْفِرَةِ بِاِذْنِهٖ ۗ

اور اللہ بلا تے جنت کی اور بخشش کی طرف اپنے حکم سے

وَيُبَيِّنُ اٰيٰتِهٖ لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُوْنَ ۗ

اور بتاتا ہے اپنے حکم لوگوں کو تاکہ وہ نصیحت قبول کریں

وَيَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الْمَحِيضِ قُلْ هُوَ اَذًى ۙ فَاعْتَزِلُوا

اور تجھ سے پوچھتے ہیں حکم حیض کا کہہ دے وہ گندگی ہے سو تم الگ رہو

النِّسَاءَ فِي الْمَحِيضِ ۙ وَلَا تَقْرُبُوْهُنَّ حَتَّىٰ

عورتوں سے حیض کے وقت اور نزدیک نہ ہو ان کے جب تک

يَطْهَرْنَ ۗ فَاِذَا تَطَهَّرْنَ فَاْتُوْهُنَّ مِنْ حَيْثُ اَمَرَكُمُ

پاک نہ ہو دیں پھر جب خوب پاک ہو جاویں تو جاؤ ان کے پاس جہاں سے حکم دیا تم کو

مشرک عورتوں سے نکاح کا حکم | پہلے مسلمان مرد اور کافر عورت اور اس کے برعکس دونوں صورتوں میں نکاح کی اجازت تھی اس آیت سے اس کو منسوخ کر دیا گیا اگر مرد یا عورت مشرک ہو تو اس کا نکاح مسلمان سے درست نہیں یا نکاح کے بعد ایک مشرک ہو گیا تو نکاح سابق ٹوٹ جائے گا اور شرک یہ کہ علم یا قدرت یا کسی اور صفت خداوندی میں کسی کو خدا کا مماثل سمجھے یا خدا کے مثل کسی کی تعظیم کرنے لگے مثلاً کسی کو سجدہ کرے یا کسی کو مختار سمجھ کر اس سے اپنی حاجت مانگے۔ باقی اتنی بات دیگر آیات سے معلوم ہوئی کہ یہود اور نصاریٰ کی عورتوں سے مسلمان مرد کا نکاح درست ہے وہ ان مشرکین میں داخل نہیں بشرطیکہ وہ اپنے دین پر قائم ہوں دہریہ اور ملحد نہ ہوں جیسے اکثر نصاریٰ آجکل کے نظر آتے ہیں خلاصہ تمام آیت کا یہ ہے کہ مسلمان مرد کو مشرک عورت سے نکاح کرنا درست نہیں تا وقتیکہ مسلمان نہ ہو جائے بیشک لونڈی مسلمان کافر عورت سے بہتر ہے گو وہ آزاد بی بی ہی کیوں نہ ہو اگرچہ مشرک بی بی بسبب مال اور جمال اور شرافت کے تم کو پسند آئے اور ایسے ہی مسلمان عورت کا نکاح مشرک مرد سے نہ کرو مسلمان غلام بھی مشرک سے بہتر ہے گو وہ آزاد ہی کیوں نہ ہو اگرچہ مشرک مرد بسبب صورت اور دولت کے تم کو پسند ہوں یعنی مسلمان ادنیٰ سے ادنیٰ بھی مشرک سے بہتر افضل ہے گو وہ اعلیٰ سے اعلیٰ ہی کیوں نہ ہو۔

یعنی مشرکین اور مشرکات جن کا ذکر ہوا ان کے اقوال ان کے افعال ان کی محبت ان کے ساتھ اختلاط کرنا مشرک کی نفرت اور اس کی برائی کو دل سے کم کرتا ہے اور مشرک کی طرف رغبت کا باعث ہوتا ہے جس کا انجام دوزخ ہے اس لئے ایسوں کے ساتھ نکاح کرنے سے اجتناب کلی لازم ہے۔

حیض کے احکام | حیض کہتے ہیں اس خون کو جو عورتوں کی عادت ہے اس حالت میں مجامعت کرنا نماز روزہ سب حرام ہیں اور خلاف عادت جو خون آئے وہ بیماری ہے اس میں مجامعت نماز روزہ سب درست ہیں اس کا حال ایسا ہے جیسا زخم یا فصد سے خون نکلنے کا۔ یہود اور مجوس حالت حیض میں عورت کے ساتھ کھانے اور ایک گھر میں رہنے کو بھی جائز نہ سمجھتے تھے اور نصاریٰ مجامعت سے بھی پرہیز نہ کرتے تھے آپ سے پوچھا گیا تو اس پر یہ آیت اتری آپ نے اس پر صاف فرما دیا کہ مجامعت اس حالت میں حرام ہے اور ان کے ساتھ کھانا پینا رہنا سہنا سب درست ہیں یہود کا افراط اور نصاریٰ کی تفریط دونوں مردود ہو گئیں۔

پاک ہونے میں یہ تفصیل ہے کہ اگر حیض اپنی پوری مدت یعنی دس دن پر موقوف ہو تو اسی وقت سے مجامعت درست ہے اور اگر دس دن سے پہلے ختم ہو گیا مثلاً چھ روز کے بعد اور عورت کی عادت بھی چھ روز کی تھی تو مجامعت خون کے موقوف ہوتے ہی درست نہیں بلکہ جب عورت غسل کر لے یا نماز کا وقت ختم ہو جائے اس کے بعد مجامعت درست ہوگی اور اگر عورت کی عادت سات یا آٹھ دن کی تھی تو ان دنوں کے پورا کرنے کے بعد مجامعت درست ہوگی۔

اللَّهُ إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ التَّوَّابِينَ وَيُحِبُّ الْمُتَطَهِّرِينَ ﴿۲۲۲﴾

اللہ نے ﴿﴾ بیشک اللہ کو پسند آتے ہیں توبہ کرنے والے اور پسند آتے ہیں گندگی سے نچھنے والے ﴿﴾

نِسَاءُكُمْ حَرْثٌ لَّكُمْ فَأَتُوا حَرْثَكُمْ أَنَّى شِئْتُمْ

تمہاری عورتیں تمہاری کھیتی ہیں سو جاؤ اپنی کھیتی میں جہاں سے چاہو ﴿﴾

وَقَدْ مَوَّالًا نَفْسِكُمْ وَأَتَّقُوا اللَّهَ وَاعْلَمُوا أَنَّكُمْ

اور آگے کی تدبیر کرو اپنے واسطے ﴿﴾ اور ڈرتے رہو اللہ سے اور جان رکھو کہ تم

مُلَقَّوَةٌ وَيُبَشِّرِ الْمُؤْمِنِينَ ﴿۲۲۳﴾ وَلَا تَجْعَلُوا اللَّهَ عُرْضَةً

اس سے ملنا ہے اور خوشخبری سنا ایمان والوں کو اور مت بناؤ اللہ کے نام کو نشان

لَا يُبَيِّنُكُمْ أَنْ تَبْرُّوا وَتَتَّقُوا وَتُصْلِحُوا بَيْنَ

اپنی قسمیں کھانے کے لیے کہ سلوک کرنے سے اور پرہیزگاری سے اور لوگوں میں صلح کرانے سے

النَّاسِ وَاللَّهُ سَمِيعٌ عَلِيمٌ ﴿۲۲۴﴾ لَا يَأْخُذُكُمْ اللَّهُ

بِجَاؤِ ﴿﴾ اور اللہ سب کچھ سنتا جانتا ہے ﴿﴾ نہیں پکڑتا تم کو اللہ

بِاللَّغْوِ فِي أَيْمَانِكُمْ وَلَكِنْ يُؤْخِذُكُمْ بِمَا كَسَبْتُمْ

بیہودہ قسموں پر تمہاری ﴿﴾ لیکن پکڑتا ہے تم کو ان قسموں پر کہ جن کا قصد کیا

قُلُوبِكُمْ وَاللَّهُ غَفُورٌ حَلِيمٌ ﴿۲۲۵﴾ لِلَّذِينَ يُؤْلُونَ

تمہارے دلوں نے ﴿﴾ اور اللہ بخشنے والا مہلک کرنے والا ہے ﴿﴾ جو لوگ قسم کھالیتے ہیں

مِنْ نِسَائِهِمْ تَرَبُّصُ أَرْبَعَةِ أَشْهُرٍ فَإِنْ فَاءُوا

اپنی عورتوں کے پاس جانے سے ان کے لیے مہلت ہے چار مہینے کی پھر اگر باہم مل گئے

مجامعت کے احکام | جس موقع سے مجامعت کی اجازت دی ہے یعنی آگے کی راہ سے کہ جہاں سے بچہ پیدا ہوتا ہے دوسرا موقع یعنی لواطت حرام ہے۔

یعنی جو توبہ کرتے ہیں گناہ سے جو ان سے اتفاقاً صادر ہو، مثلاً حالت حیض میں وطی کا مرتکب ہو اور ناپاکی یعنی گناہوں اور وطی حالت حیض اور وطی موقع نجس سے احتراز کرتے ہیں۔

یہود عورت کی پشت کی طرف ہو کر وطی کرنے کو ممنوع کہتے تھے اور کہا کرتے تھے کہ اس سے بچہ احوال پیدا ہوتا ہے آپ سے پوچھا گیا تو اس پر یہ آیت اتری یعنی تمہاری عورتیں تمہارے لئے بمنزلہ کھیتی کے ہیں جس میں نطفہ بجائے تخم اور اولاد بمنزلہ پیداوار کے ہے یعنی اس سے مقصود اصلی صرف نسل کا باقی رکھنا اور اولاد کا پیدا ہونا ہے۔ سو تم کو اختیار ہے آگے سے یا کروٹ سے یا پس پشت سے پڑنا یا بیچ کر جس طرح چاہو مجامعت کرو مگر یہ ضرور ہے کہ تخم ریزی انی خاص موقع میں ہو جہاں پیداواری کی امید ہو یعنی مجامعت خاص فرقہ ہی میں ہو لواطت ہرگز ہرگز نہ ہو یہود کا خیال غلط ہے کہ اس سے بچہ احوال پیدا ہوتا ہے۔

یعنی اعمال صالحہ اپنے لئے کرتے رہو یا یہ کہ وطی سے اولاد صالحہ مطلوب ہونی چاہئے محض جظ نفس مقصود نہ ہو۔

لغو قسم کھانے کا بیان | یعنی کسی اچھے کام نہ کرنے پر خدا کی قسم کھا بیٹھے مثلاً ماں باپ سے نہ بولوں گا یا فقیر کو کچھ نہ دوں گا یا باہم کسی میں مصالحت نہ کروں گا۔ ایسی قسموں میں خدا کے نام کو برے ناموں کے لئے ذریعہ بنانا ہو سو ایسا ہرگز مت کرو اور اگر کسی نے ایسی قسم کھائی تو اس کا توڑنا اور کفارہ دینا واجب ہے۔

یعنی اگر وہی قسم کھاتا ہے تو اللہ اس کو سنتا ہے اور اگر کوئی عظمت و جلال خداوندی کی وجہ سے قسم کھانے سے رکتا ہے تو اللہ اس کی نیت کو خوب جانتا ہے تمہاری کوئی بات ظاہری اور باطنی اس سے مخفی نہیں اس لئے نیت قلبی اور قول لسانی دونوں میں احتیاط لازم ہے۔

لغو اور بیہودہ قسم وہ ہے کہ منہ سے عادت اور عرف کے موافق بے ساختہ اور ناخواستہ نکل جائے اور دل کو خبر تک نہ ہو ایسی قسم کا نہ کفارہ ہے نہ اس میں گناہ ہے البتہ اگر کوئی بالقصد الفاظ قسم مثل واللہ اور باللہ کہے اور اس سے محض تاکید مقصود ہو قسم کا قصد نہ ہو تو اس پر ضرور کفارہ لازم ہوگا اور کفارہ کا بیان آگے آجائے گا۔

یعنی جو تم جان بوجھ کر کھائے کہ جس میں دل بھی زبان کے موافق ہو اس قسم کے توڑنے پر کفارہ لازم ہوگا۔ غفور ہے کہ لغو اور بیہودہ قسموں پر مواخذہ نہ فرمایا حلیم ہے کہ مواخذہ میں جلدی نہیں فرماتا شاید بندہ توبہ کرے۔

فَإِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَّحِيمٌ ﴿۲۳۶﴾ وَإِنْ عَزَمُوا الطَّلَاقَ

تو اللہ بخشنے والا مہربان ہے اور اگر ٹھہرا لیا چھوڑ دینے کو

فَإِنَّ اللَّهَ سَمِيعٌ عَلِيمٌ ﴿۲۳۷﴾ وَالْبُطْلَانُ يَتْرَبُّصْنَ

تو بیشک اللہ سنے والا جاننے والا ہے اور طلاق والی عورتیں انتظار میں رہیں

بِأَنْفُسِهِنَّ ثَلَاثَةَ قُرُوءٍ وَلَا يَحِلُّ لهنَّ أَنْ

اپنے آپ کو تین حیض تک اور ان کو حلال نہیں کہ

يَكْتُمْنَ مَا خَلَقَ اللَّهُ فِي أَرْحَامِهِنَّ إِنْ كُنَّ

چھپا رکھیں جو پیدا کیا اللہ نے ان کے پیٹ میں اگر وہ

يُؤْمِنَنَّ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ وَبَعُولَتْهُنَّ أَحَقُّ

ایمان رکھتی ہیں اللہ پر اور پچھلے دن پر اور ان کے خاوند حق رکھتے ہیں

بِرَدِّهِنَّ فِي ذَلِكَ إِنْ أَرَادُوا إِصْلَاحًا وَلَهُنَّ

ان کے لونا لینے کا اس مدت میں اگر چاہیں سلوک سے رہنا اور عورتوں کا

مِثْلُ الَّذِي عَلَيْهِنَّ بِالْمَعْرُوفِ وَلِلرِّجَالِ عَلَيْهِنَّ

بھی حق ہے جیسا کہ مردوں کا ان پر حق ہے دستور کے موافق اور مردوں کو عورتوں پر

دَرَجَةٌ ۗ وَاللَّهُ عَزِيزٌ حَكِيمٌ ﴿۲۳۸﴾ الطَّلَاقُ مَرَّتَيْنِ

فضیلت ہے اور اللہ بردست ہے تدبیر والا طلاق رجعی ہے دو بار تک

فَإِذَا مَسَّكُمُ الْمَعْرُوفُ أُوتِي سُرُوبٌ بِإِحْسَانٍ وَلَا يَحِلُّ

اس کے بعد کہ لینا موافق دستور کے یا چھوڑ دینا بھلی طرح سے اور تم کو روا

◆ ایلاء کے احکام | یعنی اگر کوئی قسم کھائے کہ میں اپنی عورت کے پاس نہ جاؤں گا تو اگر چار مہینے کے اندر عورت کے پاس گیا تو قسم کا کفارہ دیگا اور عورت اس کے نکاح میں رہے گی اور اگر چار مہینے گزر گئے اور اس کے پاس نہ گیا تو عورت پر طلاق بائن ہو جائے گی۔ فائدہ | ایلاء شرع میں اس کو کہتے ہیں کہ عورت کے پاس جانے سے چار مہینے یا زائد کے لئے یا بلا قید مدت قسم کھالے اور چار مہینے سے کم ایلاء نہ ہوگا ایلاء کی تینوں صورتوں میں چار مہینے کے اندر عورت کے پاس جائے گا تو کفارہ قسم کا دینا پڑے گا ورنہ چار ماہ کے ختم پر بلا طلاق دیے عورت مطلقہ بائن ہو جائے گی اور اگر چار مہینے سے کم پر قسم کھائے مثلاً قسم کھائی کہ تین مہینے عورت کے پاس نہ جاؤں گا تو یہ ایلاء شرعی نہیں اس کا یہ حکم ہے کہ اگر قسم کو توڑا مثلاً صورت مذکورہ میں تین مہینے کے اندر عورت کے پاس گیا تو قسم کا کفارہ لازم ہوگا اور اگر قسم کو پورا کیا یعنی تین مہینے تک مثلاً اس کے پاس نہ گیا تو نہ عورت پر طلاق پڑے گی اور نہ کفارہ لازم ہوگا۔

◆ طلاق اور عدت کے احکام | جب مرد نے عورت کو طلاق دی تو ابھی اس عورت کو کسی دوسرے سے نکاح روا نہیں جب تک تین حیض پورے نہ ہو جائیں تاکہ حمل ہو تو معلوم ہو جائے اور کسی کی اولاد کسی کو نہ مل جائے اس لئے عورت پر فرض ہے کہ جو ان کے پیٹ میں ہو اس کو ظاہر کر دیں خواہ حمل ہو یا حیض آتا ہو، اور اس مدت کو عدت کہتے ہیں۔ فائدہ | معلوم کرنا چاہئے کہ یہاں مطلقات سے خاص وہ عورتیں مراد ہیں کہ ان سے نکاح کے بعد صحبت یا خلوت شرعیہ کی نوبت خاوند کو آچکی ہو اور ان عورتوں کو حیض بھی آتا ہو اور آزاد بھی ہوں کسی کی لونڈی نہ ہوں کیونکہ جس عورت سے صحبت یا خلوت کی نوبت نہ آئے اُسکے اوپر طلاق کے بعد عدت بالکل نہیں اور جس عورت کو حیض نہ آئے مثلاً صغیر سن ہے یا بہت بوڑھی ہو گئی یا اس کو حمل ہے تو پہلی دونوں صورتوں میں اس کی عدت تین مہینے ہے اور حاملہ کی عدت وضع حمل ہے اور جو عورت آزاد نہ ہو بلکہ کسی کی شرعی قاعدہ کے موافق لونڈی ہو اگر اس کو حیض آتا ہو تو اس کی عدت دو حیض اور حیض نہ آئے تو اگر وہ صغیرہ یا بڑھیا ہے تو اس کی عدت ڈیڑھ مہینہ ہے اور حاملہ ہے تو وہی وضع حمل ہے دوسری آیتوں اور حدیثوں سے یہ تفصیل ثابت ہے۔

◆ طلاق سے رجوع کرنے کا حکم | یعنی عدت کے اندر مرد چاہے تو عورت کو پھر رکھ لے اگر چہ عورت کی خوشی نہ ہو مگر اس لوٹانے سے مقصود سلوک اور اصلاح ہو۔ عورت کو ستانا یا اس دباؤ میں اس سے مہر کا معاف کرانا منظور نہ ہو یہ ظلم ہے اگر ایسا کرے گا گنہگار ہوگا گورجعت بھی صحیح ہو جائے گی۔

◆ مردوں کی عورتوں پر فضیلت | یعنی یہ امر تو حق ہے کہ جیسے مردوں کے حقوق عورتوں پر ہیں ایسے ہی عورتوں کے حقوق مردوں پر ہیں جن کا قاعدہ کے موافق ادا کرنا ہر ایک پر ضروری ہے تو اب مرد کو عورت کے ساتھ بد سلوکی اور اس کی ہر قسم کی حق تلفی ممنوع ہوگی مگر یہ بھی ہے کہ مردوں کو عورتوں پر فضیلت اور فوقیت ہے تو اس لئے رجعت میں اختیار مرد کو ہی دیا گیا۔

◆ صرف دو طلاقیں | اسلام سے پہلے دستور تھا کہ دس بیس جتنی بار چاہتے زوجہ کو طلاق دیتے مگر عدت کے ختم ہونے سے پہلے رجعت کر لیتے پھر جب چاہتے طلاق دیتے اور رجعت کر لیتے اور اس صورت سے بعض شخص عورتوں کو اسی طرح بہت ستاتے اس واسطے یہ آیت اتری کہ طلاق جس میں رجعت ہو سکے کل دو بار ہے ایک یا دو طلاق تک تو اختیار دیا گیا کہ عدت کے اندر مرد چاہے تو عورت کو پھر دستور کے موافق رکھ لے یا بھلی طرح سے چھوڑ دے پھر بعد عدت کے رجعت باقی نہیں رہتی ہاں اگر دونوں راضی ہوں تو دوبارہ نکاح کر سکتے ہیں اور اگر تیسری بار طلاق دے گا تو پھر ان میں نکاح بھی درست نہیں ہوگا جب تک دوسرا خاوند اس سے نکاح کر کے صحبت نہ کرے۔ فائدہ | افساک بمغزوہ ف اور تسربیح باخسان سے غرض یہ ہے کہ رجعت کرے تو موافقت اور حسن معاشرت کے ساتھ رہے عورت کو قید میں رکھنا اور ستانا مقصود نہ ہو جیسا کہ ان میں دستور تھا ورنہ سہولت اور عمدگی کے ساتھ اس کو رخصت کرے۔

لَكُمْ أَنْ تَأْخُذُوا مِمَّا آتَيْنَاهُنَّ شَيْئًا إِلَّا أَنْ

نہیں کہے لو کچھ اپنا دیا ہوا عورتوں سے مگر جب کہ

يَخَافًا إِلَّا يُقِيمَا حُدُودَ اللَّهِ فَإِنْ خِفْتُمْ أَلَّا

خاوند عورت دونوں ڈریں اس بات سے کہ قائم نہ رکھ سکیں گے حکم اللہ کا

يُقِيمَا حُدُودَ اللَّهِ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَا فِيمَا

کہ وہ دونوں قائم نہ رکھ سکیں گے اللہ کا حکم تو کچھ گناہ نہیں دونوں پر اس میں

اِفْتَدَتْ بِهِ ذَاتُ بَيْنٍ فَلا تَعْتَدُوا هَٰذَا

کہ عورت بدلہ دیکر چھوٹ جاوے یہ اللہ کی باندھی ہوئی حدیں ہیں سو ان سے آگے مت بڑھو

وَمَنْ يَتَعَدَّ حُدُودَ اللَّهِ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الظَّالِمُونَ ﴿٢٣٨﴾

اور جو کوئی بڑھ چلے اللہ کی باندھی ہوئی حدوں سے سو وہی لوگ ہیں ظالم

فَإِنْ طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ لَهُ مِنْ بَعْدِ حَتَّىٰ تَنْكِحَ

پھر اگر اس عورت کو طلاق دی یعنی تیسری بار تو اب حلال نہیں اس کو وہ عورت اس کے بعد جب تک نکاح نہ کرے

زَوْجًا غَيْرَهُ فَإِنْ طَلَّقَهَا فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَا

کسی خاوند سے اس کے سوا، پھر اگر طلاق دے دے دوسرا خاوند تو کچھ گناہ نہیں ان دونوں پر

أَنْ يَتَرَاجَعَا إِنْ ظَنَّا أَنْ يُقِيمَا حُدُودَ اللَّهِ وَتِلْكَ

کہ پھر باہم مل جاویں اگر خیال کریں کہ قائم رکھیں گے اللہ کا حکم اور یہ

حُدُودُ اللَّهِ يُبَيِّنُهَا لِقَوْمٍ يَعْلَمُونَ ﴿٢٣٩﴾ وَإِذَا طَلَّقْتُمْ

حدیں باندھی ہوئی ہیں اللہ کی بیان فرماتا ہے ان کو واسطے جاننے والوں کے اور جب طلاق دی تم نے

یعنی مردوں کو یہ روانہ نہیں عورتوں کو جو مہر دیا ہے اس کو طلاق کے بدلہ میں واپس لینے لگیں البتہ یہ جب روا ہے کہ ناچاری ہو اور کسی طرح دونوں میں موافقت نہ آئے اور ان کو اس بات کا اندیشہ ہو کہ بوجہ شدت مخالفت ہم احکام خداوندی کی پابندی معاشرت باہمی میں نہ کر سکیں گے اور مرد کی طرف سے ادائے حقوق زوجہ میں قصور بھی نہ ہو ورنہ مال لینا زوج کو حرام ہے۔

خلع کا بیان | یعنی اے مسلمانو! اگر تم کو یہ ڈر ہو کہ خاوند اور بیوی میں ایسی بیزاری ہے کہ ان کی گذران موافقت سے نہ ہوگی تو پھر ان دونوں پر کچھ گناہ نہیں کہ عورت مال دے کر اپنے آپ کو نکاح سے چھڑالے اور مرد وہ مال لے لے اس کو خلع کہتے ہیں اور جب اس ضرورت کی حالت میں زوجین کو خلع کرنا درست ہو تو سب مسلمانوں کو اس میں سعی کرنی ضرور درست ہوگی۔ **فائدہ** | ایک عورت آپ کی خدمت میں آئی اور عرض کیا کہ میں اپنے خاوند سے ناخوش ہوں اس کے یہاں رہنا نہیں چاہتی آپ نے تحقیق کیا تو عورت نے کہا کہ وہ میرے حقوق میں کوتاہی نہیں کرتا اور نہ اس کے اخلاق و تدبیر پر مجھ کو اعتراض ہے لیکن مجھ کو اس سے منافرت طبعی ہے آپ نے عورت سے مہر واپس کرادیا اور زوج سے طلاق دلوادی اس پر یہ آیت اتری۔

یہ سب احکام مذکورہ یعنی طلاق اور رجعت اور خلع حدود اور قواعد مقرر فرمودہ حق تعالیٰ ہیں ان کی پوری پابندی لازم ہے کسی قسم کا خلاف اور تغیر اور کوتاہی ان میں نہ کرنی چاہئے۔

تیسری طلاق کا حکم | یعنی اگر زوج اپنی عورت کو تیسری بار طلاق دے گا تو پھر وہ عورت اس کے لئے حلال نہ ہوگی تا وقتیکہ وہ عورت دوسرے شخص سے نکاح نہ کر لے اور دوسرا خاوند اس سے صحبت کر کے اپنی خوشی سے طلاق نہ دیوے اس کی عدت پوری کر کے پھر زوج اول سے نکاح جدید ہو سکتا ہے اس کو حلال کہتے ہیں اور حلالہ کے بعد زوج اول کے ساتھ نکاح ہونا جب ہی ہے کہ ان کو حکم خداوندی کے قائم رکھنے یعنی ایک دوسرے کے حقوق ادا کرنے کا خیال اور اس پر اعتماد ہو ورنہ ضرور نزاع باہمی اور اتلاف حقوق کی نوبت آئے گی اور گناہ میں مبتلا ہوں گے۔

النِّسَاءِ فَبَلَغْنَ أَجَلَهُنَّ فَأَمْسِكُوهُنَّ بِمَعْرُوفٍ

عورتوں کو پھر پانچویں اپنی عدت تک ♦ تورکھ لو ان کو موافق دستور کے

أَوْ سَرِّحُوهُنَّ بِمَعْرُوفٍ وَلَا تُمْسِكُوهُنَّ ضِرَارًا

یا چھوڑ دو ان کو بھلی طرح سے اور نہ رو کے رکھو ان کو ستانے کے لیے

لِتَعْتَدُوا ۗ وَمَنْ يَفْعَلْ ذَلِكَ فَقَدْ ظَلَمَ نَفْسَهُ ۗ

تا کہ ان پر زیادتی کرو ♦ اور جو ایسا کرے گا وہ بیشک اپنا ہی نقصان کرے گا

وَلَا تَتَّخِذُوا آيَاتِ اللَّهِ هُزُوًا ۗ وَادْكُرُوا نِعْمَتَ

اور مت ٹھہراؤ اللہ کے احکام کو ہنسی اور یاد کرو اللہ کا احسان

اللَّهِ عَلَيْكُمْ وَمَا أَنْزَلَ عَلَيْكُمْ مِنَ الْكِتَابِ

جو تم پر ہے اور اس کو کہ جو اتاری تم پر کتاب

وَالْحِكْمَةَ يَعِظُكُمْ بِهِ ۗ وَاتَّقُوا اللَّهَ وَاعْلَمُوا أَنَّ

اور علم کی باتیں کہ تم کو نصیحت کرتا ہے اس کے ساتھ اور ڈرتے رہو اللہ سے اور جان رکھو کہ

اللَّهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ ﴿۲۳۱﴾ وَإِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَاءَ

اللہ سب کچھ جانتا ہے ♦ اور جب طلاق دی تم نے عورتوں کو

فَبَلَغْنَ أَجَلَهُنَّ فَلَا تَعْضُلُوهُنَّ أَنْ يَنْكِحْنَ

پھر پورا کر چکیں اپنی عدت کو تو اب نہ رو کو ان کو اس سے کہ نکاح کر لیں

أَزْوَاجَهُنَّ إِذَا تَرَاضُوا بَيْنَهُمْ بِالْمَعْرُوفِ ۗ ذَٰلِكَ

اپنے انہی خاوندوں سے جب کہ راضی ہو جاویں آپس میں موافق دستور کے ♦

النِّسَاءِ
۲۳۱

یعنی عدت ختم ہونے کو آئی۔

رجعت کے آداب | یعنی عدت ختم ہونے تک خاوند کو اختیار ہے کہ اس عورت کو موافقت اور اتحاد کے ساتھ پھر ملا لے یا خوبی اور رضامندی کے ساتھ بالکل چھوڑ دے یہ ہرگز جائز نہیں کہ قید میں رکھ کر اس کو ستانے کے قصد سے رجعت کرے جیسا کہ بعض اشخاص کیا کرتے تھے۔ فائدہ آیت سابقہ یعنی الطَّلَاقِ مَرَّتَانِ الخ میں یہ بتلایا تھا کہ دو طلاق تک زوج کو اختیار ہے کہ عورت کو عہدگی سے پھر ملا لے یا بالکل چھوڑ دے اب اس آیت میں یہ ارشاد ہے کہ یہ اختیار صرف عدت تک ہے عدت کے بعد زوج کو اختیار مذکور حاصل نہ ہوگا اس لئے کوئی تکرار کا شبہ نہ کرے۔

نکاح طلاق ایلاء خلع رجعت حلالہ وغیرہ میں بڑی حکمتیں اور مصلحتیں ہیں ان میں حیلے کرنے اور بیہودہ اغراض کو دخل دینا مثلاً کوئی رجعت کر لے اور اس سے مقصود عورت کو تنگ کرنا ہے تو گویا اللہ کے احکام کے ساتھ ٹھٹھے بازی ٹھہری نعوذ باللہ من ذلک اللہ کو سب کچھ روشن ہے ایسے حیلوں سے بجز مضرت اور کیا حاصل ہو سکتا ہے۔

معروف طریقے کے معنی | ایک عورت کو اس کے خاوند نے ایک یا دو طلاق دیں اور پھر عدت میں رجعت بھی نہ کی جب عدت ختم ہو چکی تو دوسرے لوگوں کے ساتھ زوج اول نے بھی نکاح کا پیام دیا عورت بھی اس پر راضی تھی مگر عورت کے بھائی کو غصہ آیا اور نکاح کو روک دیا اس پر یہ حکم اتر عورت کی خوشنودی اور بہبودی کو ملحوظ رکھو اسی کے موافق نکاح ہونا چاہئے اپنے کسی خیال اور ناخوشی کو دخل مت دو اور یہ خطاب عام ہے نکاح سے روکنے والوں کو سب کو خواہ زوج اول جس نے کہ طلاق دی ہے وہ دوسری جگہ عورت کو نکاح کرنے سے روکے یا عورت کے ولی اور وارث عورت کو پہلے خاوند سے یا کسی دوسری جگہ نکاح کرنے سے مانع ہوں سب کو روکنے سے ممانعت آگئی، ہاں اگر خلاف قاعدہ کوئی بات ہو مثلاً غیر کفو میں عورت نکاح کرنے لگے یا پہلے خاوند کی عدت کے اندر کسی دوسرے سے نکاح کرنا چاہے تو بیشک ایسے نکاح سے روکنے کا حق ہے بِالْمَعْرُوفِ فرمانے کا یہی مطلب ہے۔

يُوعِظُ بِهِ مَنْ كَانَ مِنْكُمْ يُؤْمِنُ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ

نصیحت اس کو کی جاتی ہے جو کہ تم میں سے ایمان رکھتا ہے اللہ پر اور قیامت کے

الْآخِرَةِ ذَلِكُمْ أَزْكى لَكُمْ وَأَطْهَرُ وَاللَّهُ يَعْلَمُ وَأَنْتُمْ

دن پر اس میں تمہارے واسطے بڑی ستھرائی ہے اور بہت پاکیزگی اور اللہ جانتا ہے اور تم

لَا تَعْلَمُونَ ۝ وَالْوَالِدَاتُ يُرْضِعْنَ أَوْلَادَهُنَّ

نہیں جانتے اور بچے والی عورتیں دودھ پلاویں اپنے بچوں کو

حَوْلَيْنِ كَامِلَيْنِ لِمَنْ أَرَادَ أَنْ يُتِمَّ الرَّضَاعَةَ

دو برس پورے جو کوئی چاہے کہ پوری کرے دودھ کی مدت

وَعَلَى الْمَوْلُودِ لَهُ رِزْقُهُنَّ وَكِسْوَتُهُنَّ بِالْمَعْرُوفِ

اور لڑکے والے یعنی باپ پر ہے کھانا اور کپڑا ان عورتوں کا موافق دستور کے

لَا تُكَلِّفُ نَفْسًا إِلَّا وُسْعَهَا ۚ لَا تُضَارُّ وَالِدَهُ

تکلیف نہیں دی جاتی کسی کو مگر اس کی گنجائش کے موافق نہ نقصان دیا جاوے ماں کو

بَوْلِدِهَا وَلَا مَوْلُودٌ لَهُ بِوَلَدِهَا ۚ وَعَلَى الْوَارِثِ

اس کے بچہ کی وجہ سے اور نہ اس کو کہ جس کا وہ بچہ ہے یعنی باپ کو اس کے بچہ کی وجہ سے اور وارثوں پر بھی

مِثْلُ ذَلِكَ ۚ فَإِنْ أَرَادَا فِصَالًا عَنْ تَرَاضٍ مِّنْهُمَا

یہی لازم ہے پھر اگر ماں باپ چاہیں کہ دودھ چھڑالیں یعنی دو برس کے اندر ہی اپنی رضا

وَتَشَاوِرَ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَا ۚ وَإِنْ أَرَدْتُمْ أَنْ

اور مشورہ سے تو ان پر کچھ گناہ نہیں اور اگر تم لوگ چاہو کہ

یہ سب احکام حکمت سے پر ہیں | یعنی حکم جو مذکور ہوئے ان سے اہل ایمان کو نصیحت دی جاتی ہے کیونکہ اس نصیحت سے وہی منتفع ہوتے ہیں اور یوں تو نصیحت سبھی کے لئے ہے کسی کی خصوصیت نہیں اور مومنین کے خاص کرنے سے دوسروں پر تہدید اور ان کی تحقیر بھی مفہوم ہوتی ہے یعنی جو لوگ ان حکموں پر عمل نہیں کرتے گویا ان کو اللہ اور یوم آخرت پر ایمان ہی نہیں۔

یعنی عورت کو نکاح سے نہ روکنے اور اس کے نکاح ہو جانے میں وہ پاکیزگی ہے جو نکاح سے روکنے میں ہرگز نہیں اور عورت جب کہ پہلے خاوند کی طرف راغب ہو تو اسی کے ساتھ نکاح ہو جانے میں وہ پاکیزگی ہے کہ دوسرے کے ساتھ نکاح کرنے میں ہرگز نہیں اللہ تعالیٰ ان کے دلوں کی باتوں کو اور نفع نقصان آئندہ کو خوب جانتا ہے اور تم نہیں جانتے۔

رضاعت کے احکام | یعنی ماں کو حکم ہے کہ اپنے بچہ کو دو برس تک دودھ پلائے اور یہ مدت اس کے لئے ہے جو ماں باپ بچہ کے دودھ پینے کی مدت کو پورا کرنا چاہیں ورنہ اس میں کمی بھی جائز ہے جیسا آیت کے اخیر میں آتا ہے اور اس حکم میں وہ مائیں بھی داخل ہیں جن کا نکاح باقی ہے اور وہ بھی جن کو طلاق مل چکی ہو یا ان کی عدت بھی گزر چکی ہو ہاں اتنا فرق ہوگا کہ کھانا کپڑا منکوحہ اور معتدہ کو تو دینا زوج کو ہر حال میں لازم ہے دودھ پلائے یا نہ پلائے اور عدت ختم ہو چکے گی تو پھر صرف دودھ پلانے کی وجہ سے دینا ہوگا اور اس آیت سے یہ معلوم ہوا کہ دودھ کی مدت کو جس ماں سے پورا کرانا چاہیں یا جس صورت میں باپ سے دودھ پلانے کی اجرت ماں کو دلوانا چاہیں تو اس کی انتہا دو برس کامل ہیں یہ معلوم نہیں ہوا کہ علی العموم دودھ پلانے کی مدت دو برس سے زیادہ نہیں۔

یعنی باپ کو بچہ کی ماں کو کھانا کپڑا ہر حال میں دینا پڑے گا۔ اول صورت میں تو اس لئے کہ وہ اس کے نکاح میں ہے، دوسری صورت میں عدت میں ہے اور تیسری صورت میں دودھ پلانے کی اجرت دینی ہوگی اور بچہ کے ماں باپ بچہ کی وجہ سے ایک دوسرے کو تکلیف نہ دیں مثلاً ماں بلا وجہ دودھ پلانے سے انکار کرے یا باپ بلا سبب ماں سے بچہ کو جدا کر کے کسی اور سے دودھ پلاوے یا کھانے کپڑے میں تنگی کرے۔

یعنی اگر باپ مر جاوے تو بچہ کے وارثوں پر بھی یہی لازم ہے کہ دودھ پلانے کی مدت میں اس کی ماں کے کھانے کپڑے کا خرچ اٹھائیں اور تکلیف نہ پہنچائیں اور وارث سے مراد وہ وارث ہے جو محرم بھی ہو۔

یعنی اگر ماں باپ کسی مصلحت کی وجہ سے دو سال کے اندر ہی بچہ کی مصلحت کا لحاظ کر کے باہمی مشورہ اور رضامندی سے دودھ چھڑانا چاہیں تو اس میں گناہ نہیں، مثلاً ماں کا دودھ اچھا نہ ہو۔

تَسْتَرْضِعُونَ أَوْلَادَكُمْ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ إِذَا سَلَّمْتُمْ

دودھ پلواؤ کسی دایہ سے اپنی اولاد کو تو بھی تم پر کچھ گناہ نہیں جب کہ حوالہ کر دو

مَا أَنْتَبِتُمْ بِالْمَعْرُوفِ ۖ وَاتَّقُوا اللَّهَ وَاعْلَمُوا أَنَّ

جو تم نے دینا ٹھہرایا تھا موافق دستور کے اور ڈرو اللہ سے اور جان رکھو کہ

اللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ بَصِيرٌ ۝ وَالَّذِينَ يَتَّقُونَ

اللہ تمہارے سب کاموں کو خوب دیکھتا ہے اور جو لوگ مرجاویں

مِنْكُمْ وَيَذَرُونَ أَزْوَاجًا يَتَرَبَّصْنَ بِأَنْفُسِهِنَّ

تم میں سے اور چھوڑ جاویں اپنی عورتیں تو چاہیے کہ وہ عورتیں انتظار میں رہیں اپنے آپ کو

أَرْبَعَةَ أَشْهُرٍ وَعَشْرًا ۖ فَإِذَا بَلَغْنَ أَجَلَهُنَّ

چار مہینے اور دس دن پھر جب پورا کر چکیں اپنی عدت کو

فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ فِيمَا فَعَلْنَ فِي أَنْفُسِهِنَّ

تو تم پر کچھ گناہ نہیں اس بات میں کہ کریں دواپنے حق میں

بِالْمَعْرُوفِ ۖ وَاللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ خَبِيرٌ ۝ وَلَا

قاعدہ کے موافق اور اللہ کو تمہارے تمام کاموں کی خبر ہے اور کچھ

جُنَاحَ عَلَيْكُمْ فِيمَا عَرَّضْتُمْ بِهِ مِنْ خُطْبَةِ النِّسَاءِ

گناہ نہیں تم پر اس میں کہ اشارہ میں کہو پیغام نکاح ان عورتوں کا

أَوْ أَكُنْتُمْ فِي أَنْفُسِكُمْ ۖ عَلِمَ اللَّهُ أَنَّكُمْ سَتَذْكُرُونَهُنَّ

یا پوشیدہ رکھو اپنے دل میں اللہ کو معلوم ہے کہ تم البتہ ان عورتوں کا ذکر کرو گے

یعنی اے مردو اگر تم کسی ضرورت و مصلحت سے ماں کے سوا کسی دوسری عورت سے دودھ پلوانا چاہو تو اس میں بھی گناہ نہیں مگر اس کی وجہ سے ماں کا کچھ حق نہ کاٹ رکھے بلکہ دستور کے موافق جو ماں کو دینا ٹھہرایا تھا وہ دے دے اور یہ مطلب بھی ہو سکتا ہے کہ دودھ پلانے والی کا حق نہ کاٹے۔

موت کی عدت | پہلے گذر چکا ہے کہ طلاق کی عدت میں تین حیض انتظار کرے اب فرمایا کہ موت کی عدت میں چار مہینے دس دن انتظار کرے سو اس مدت میں اگر معلوم ہو گیا کہ عورت کو حمل نہیں تو عورت کو نکاح کی اجازت ہوگی ورنہ وضع حمل کے بعد اجازت ہوگی اس کی تشریح سورۃ طلاق میں آئے گی حقیقت میں تین حیض یا چار مہینے دس دن حمل کے انتظار اور اس کے دریافت کرنے کے لئے مقرر فرمائے۔

بیوہ کا نکاح | جب بیوہ عورتیں اپنی عدت پوری کر لیں یعنی غیر حاملہ چار ماہ دس روز اور حاملہ مدت حمل تو ان کو دستور شریعت کے موافق نکاح کر لینے میں کچھ گناہ نہیں اور زینت اور خوشبو سب حلال ہیں۔

وَلَكِنْ لَا تُوَاعِدُوهُنَّ سِرًّا إِلَّا أَنْ تَقُولُوا قَوْلًا

لیکن ان سے نکاح کا وعدہ نہ کر رکھو چھپ کر مگر یہی کہ کہہ دو کوئی بات

مَعْرُوفًا وَلَا تَعْزِمُوا عُقْدَةَ النِّكَاحِ حَتَّىٰ

رواج شریعت کے موافق اور نہ ارادہ کرو نکاح کا یہاں تک

يَبْلُغَ الْكِتَابُ أَجَلَهُ ۖ وَاعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ يَعْلَمُ مَا فِي

کہ پہنچ جاوے عدت مقررہ اپنی انتہا کو اور جان رکھو کہ اللہ کو معلوم ہے جو چاہے

أَنْفُسِكُمْ فَاحْذَرُوهُ ۗ وَاعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ غَفُورٌ حَلِيمٌ ۝

تمہارے دل میں ہے سو اس سے ڈرتے رہو اور جان رکھو کہ اللہ بخشنے والا اور تحمل کرنے والا ہے

لَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ إِنْ طَلَقْتُمُ النِّسَاءَ مَا لَمْ تَمْسُوهُنَّ

کچھ گناہ نہیں تم پر اگر طلاق دو تم عورتوں کو اس وقت کہ ان کو ہاتھ بھی نہ لگایا ہو

أَوْ تَفْرِضُوا لَهُنَّ فَرِيضَةً ۖ وَمَتَّعُوهُنَّ عَلَىٰ

اور نہ مقرر کیا ہو ان کے لیے کچھ مہر اور ان کو کچھ خرچ دو مقدور

الْمَوْسِعِ قَدَرُهُ وَعَلَى الْمُقْتَرِ قَدَرُهُ ۚ مَتَاعًا بِالْمَعْرُوفِ ۚ

والے پر اس کے موافق ہے اور تنگی والے پر اس کے موافق جو خرچ کہ قاعدہ کے موافق ہے

حَقًّا عَلَى الْمُحْسِنِينَ ۝ وَإِنْ طَلَقْتُمُوهُنَّ مِنْ

لازم ہے نیکی کرنے والوں پر اور اگر طلاق دو ان کو ہاتھ

قَبْلِ أَنْ تَمْسُوهُنَّ وَقَدْ فَرَضْتُمْ لَهُنَّ فَرِيضَةً

لگانے سے پہلے اور ٹھہرا چکے تھے تم ان کے لیے مہر

◆ خلاصہ آیت کا یہ ہوا کہ عورت خاوند کے نکاح سے جدا ہوئی تو جب تک عدت میں ہے تو کسی دوسرے کو جائز نہیں کہ اس سے نکاح کر لے یا صاف وعدہ کر لے یا صاف پیام بھیجے لیکن اگر دل میں نیت رکھے کہ بعد عدت اس سے نکاح کروں گا یا اشارۃً اپنے مطلب کو اسے سنا دے تاکہ کوئی دوسرا اس سے پہلے پیام نہ دے بیٹھے مثلاً عورت کو سنا دے کہ تجھ کو ہر کوئی عزیز رکھے گا یا کہے کہ میرا ارادہ کہیں نکاح کرنے کا ہے تو کچھ گناہ نہیں مگر صاف پیام ہرگز نہ دے۔

◆ یعنی حق تعالیٰ تمہارے جی کی باتیں جانتا ہے سو ناجائز ارادہ سے بچتے رہو اور ناجائز ارادہ ہو گیا تو اس سے توبہ کرو، اللہ بخشنے والا ہے اور گنہگار پر عذاب نہ ہو تو اس سے مطمئن نہ ہو جائے کیونکہ وہ حلیم ہے عقوبت میں جلدی نہیں فرماتا۔

◆ **مہر کا بیان** | اگر نکاح کے وقت مہر کا ذکر نہ آیا اور بلا مہر ہی نکاح کر لیا تو بھی نکاح درست ہے مہر بعد میں مقرر ہو رہیگا لیکن اس صورت میں اگر ہاتھ لگانے سے پہلے یعنی مجامعت اور خلوت صحیحہ سے پہلے ہی طلاق دے دی تو مہر کچھ لازم نہ ہوگا لیکن زوج کو لازم ہے کہ اپنے پاس سے عورت کو کچھ دے دے کم سے کم یہی کہ تین کپڑے کرتہ، سر بند، چادر اپنی حالت کے موافق اور خوشی سے دے دے۔

فَنِصْفُ مَا فَرَضْتُمْ إِلَّا أَنْ يُعْفُونَ أَوْ يُعْفُوا

تو لازم ہوا آدھا اس کا کہ تم مقرر کر چکے تھے مگر یہ کہہ کر گزر کریں عورتیں یاد رکھ کر

الَّذِينَ بِيَدِهِ عُقْدَةُ الزَّكَاةِ ۗ وَأَنْ تَعْفُوا

وہ شخص کہ اس کے اختیار میں ہے گروہ نکاح کی یعنی خاوند اور تم مردوں کو گزر کر

أَقْرَبُ لِلتَّقْوَى ۗ وَلَا تَنسُوا الْفَضْلَ بَيْنَكُمْ

تو قریب ہے پرہیزگاری سے اور نہ بھلاؤ احسان کرنا آپس میں

إِنَّ اللَّهَ بِمَا تَعْمَلُونَ بَصِيرٌ ﴿۲۳۷﴾ حَفِظُوا عَلَى

بیشک اللہ جو کچھ تم کرتے ہو خوب دیکھتا ہے خبردار رہو سب

الصَّلَاةِ وَالصَّلَاةِ الْوَسْطَى ۗ وَقَوْمُوا لِلَّهِ قِنْتَيْنِ ﴿۲۳۸﴾

نمازوں سے اور بیچ والی نماز سے اور کھڑے رہو اللہ کے آگے ادب سے

فَإِنْ خِفْتُمْ فَرِجَالًا أَوْ رُكْبَانًا ۚ فَإِذَا أَمِنْتُمْ

پھر اگر تم کو ڈر ہو کسی کا تو پیادہ پڑھ لو یا سوار پھر جس وقت تم امن پاؤ

فَاذْكُرُوا اللَّهَ كَمَا عَلَّمَكُمْ مَا لَمْ تَكُونُوا تَعْلَمُونَ ﴿۲۳۹﴾

تو یاد کرو اللہ کو جس طرح کہ تم کو سکھایا ہے جس کو تم نہ جانتے تھے

وَالَّذِينَ يُتَوَفَّوْنَ مِنْكُمْ وَيَذَرُونَ أَزْوَاجًا

اور جو لوگ تم میں سے مر جاویں اور چھوڑ جاویں اپنی عورتیں

وَصِيَّةً لِّأَزْوَاجِهِمْ مَّتَاعًا لِّالْحَوْلِ غَيْرِ

تو وہ وصیت کر دیں اپنی عورتوں کے واسطے خرچ دینا ایک برس تک بغیر

مہر کے احکام | اگر نکاح کے وقت مہر مقرر ہو چکا تھا اور ہاتھ لگانے سے پہلے طلاق دے دی تو آدھا مہر دینا لازم ہے مگر عورت یا مرد کہ جس کے اختیار میں ہے نکاح کا قائم رکھنا اور توڑنا اپنے حق سے درگزر کریں تو بہتر ہے عورت کی تو درگزر یہ کہ آدھا بھی معاف کر دے اور مرد کی درگزر یہ کہ جو مہر مقرر ہوا تھا پورا حوالہ کر دے یا تمام مہر ادا کر چکا تھا تو آدھا نہ لوٹا دے بلکہ سب مہر چھوڑ دے پھر فرمایا کہ مرد درگزر کرے تو تقویٰ کے زیادہ مناسب ہے کیونکہ اللہ نے اس کو بڑائی دی اور مختار کیا نکاح باقی رکھنے کا اور طلاق دینے کا اور نفس نکاح سے تمام مہر لازم ہو جاتا ہے اور بدون ہاتھ لگائے طلاق دے کر زوج نصف مہر کو اپنے ذمہ سے ملاتا ہے یہ تقویٰ کے مناسب نہیں اور زوجہ کی طرف سے کسی قسم کی کوتاہی نہیں ہوئی جو کچھ کیا زوج نے کیا ان وجوہ سے زوج کو زیادہ مناسب ہے کہ درگزر کرے۔

فائدہ | طلاق کی مہر اور وطی کے لحاظ سے چار صورتیں ہو سکتی ہیں ایک تو یہ کہ نہ مہر ہونہ وطی۔ دوسری یہ کہ مہر تو مقرر ہو مگر وطی کی نوبت نہ آئے ان دونوں صورتوں کا حکم دونوں آیتوں میں معلوم ہو چکا۔ تیسری یہ کہ مہر مقرر ہو اور وطی کی نوبت آوے اس میں جو مہر مقرر کیا ہے پورا دینا ہوگا یہ صورت کلام اللہ میں دوسرے موقع پر مذکور ہے۔ چوتھی یہ کہ مہر نہ ٹھہرایا تھا اور ہاتھ لگانے کے بعد طلاق دی اس میں مہر مثل پورا دینا پڑے گا۔ یعنی جو اس عورت کی قوم میں رواج ہے اور یہی چاروں صورتیں موت زوج میں نکلیں گی مگر موت کا حکم طلاق کے حکم سے جدا ہے اگر مہر مقرر نہ کیا تھا اور ہاتھ بھی نہیں لگایا تھا کہ زوج مر گیا یا ہاتھ لگانے کے بعد مران دونوں صورتوں میں مہر مثل پورا لازم ہوگا، اور اگر مہر مقرر کیا اور ہاتھ لگایا یا ہاتھ نہ لگایا تو ان دونوں صورتوں میں جو مہر مقرر ہوا تھا وہ پورا دینا ہوگا۔

عصر کی نماز کی اہمیت | بیچ والی نماز سے مراد عصر کی نماز ہے کہ دن اور رات کے بیچ میں ہے اس کی تاکید زیادہ فرمائی کہ اس وقت دنیا کا مشغلہ زیادہ ہوتا ہے اور فرمایا کھڑے رہو ادب سے یعنی نماز میں ایسی حرکت نہ کرو کہ جس سے معلوم ہو جائے کہ نماز نہیں پڑھتے ایسی باتوں سے نماز ٹوٹ جاتی ہے جیسے کھانا پینا یا کسی سے بات کرنا یا ہنسنا۔ فائدہ | طلاق کے حکموں میں نماز کے حکم کو بیان فرمانے کی یا یہ وجہ ہے کہ دنیا کے معاملات اور باہمی نزاعات میں پڑ کر کہیں خدا کی عبادت کو نہ بھلا دو اور یا یہ وجہ ہے کہ ہواد ہوس کے بندوں کو بوجہ غلبہ حرص و بخل عدل کو پورا کرنا اور انصاف سے کام لینا اور وہ بھی رنج اور طلاق کی حالت میں بہت دشوار ہے پھر ان تغفوا اور لا تنسوا الفضل پر اور اس حالت میں ان سے عمل کرنے کی توقع بیشک مستبعد نظر آتی تھی سو اس کا علاج فرمادیا گیا کہ نماز کی محافظت اور اس کی پابندی اور اس کے حقوق کی رعایت عمدہ علاج ہے کہ نماز کو ازالہ رذائل اور تحصیل فواضل میں بڑا اثر ہے۔

خوف کی نماز کا بیان | یعنی لڑائی اور دشمن سے خوف کا وقت ہو تو نا چاری کو سواری پر اور پیادہ بھی اشارہ سے نماز درست ہے گو قبلہ کی طرف بھی منہ نہ ہو۔

إِخْرَاجٍ، فَإِنْ خَرَجْنَ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ فِي مَا

نکلنے کے گھر سے ♦ پھر اگر وہ عورتیں آپ نکل جاویں تو کچھ گناہ نہیں تم پر اس میں

فَعَلْنَ فِي أَنْفُسِهِنَّ مِنْ مَّعْرُوفٍ ۖ وَاللَّهُ عَزِيزٌ

کہ کریں وہ عورتیں اپنے حق میں بھلی بات اور اللہ زبردست ہے

حَكِيمٌ ۝۲۳۰ وَلِلْمُطَلَّاتِ مَتَاءٌ بِالمَعْرُوفِ ۖ حَقًّا

حکمت والا ♦ اور طلاق دی ہوئی عورتوں کے واسطے خرچ دینا ہے قاعدہ کے موافق لازم ہے

عَلَى الْمُتَّقِينَ ۝۲۳۱ كَذَلِكَ يُبَيِّنُ اللَّهُ لَكُمْ آيَاتِهِ

پر ہمیزگاروں پر ♦ اسی طرح بیان فرماتا ہے اللہ تمہارے واسطے اپنے حکم

لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُونَ ۝۲۳۲ أَلَمْ تَرَ إِلَى الَّذِينَ خَرَجُوا

تا کہ تم سمجھ لو ♦ کیا نہ دیکھا تو نے ان لوگوں کو جو کہ نکلے

مِنْ دِيَارِهِمْ وَهُمْ أَلُوْفٌ حَذَرَ الْمَوْتِ ۖ

اپنے گھروں سے اور وہ ہزاروں تھے موت کے ڈر سے

فَقَالَ لَهُمْ اللَّهُ مُوتُوا ثُمَّ أَحْيَاهُمْ ۖ إِنَّ اللَّهَ

پھر فرمایا ان کو اللہ نے کہ مر جاؤ پھر ان کو زندہ کر دیا بیشک اللہ

لَذُو فَضْلٍ عَلَى النَّاسِ وَلَٰكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ

فضل کرنے والا ہے لوگوں پر لیکن اکثر لوگ

لَا يَشْكُرُونَ ۝۲۳۳ وَقَاتِلُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَاعْلَمُوا

شکر نہیں کرتے ♦ اور لڑو اللہ کی راہ میں اور جان لو

یہ حکم اول تھا اس کے بعد جب آیت میراث نازل ہوئی اور عورتوں کا حصہ بھی مقرر ہو چکا اور عورت کی عدت چار مہینے دس دن کی ٹھہرا دی گئی تب سے اس آیت کا حکم موقوف ہوا۔

یعنی اگر وہ عورتیں اپنی خوشی سے سال کے ختم ہونے سے پہلے گھر سے نکلیں تو کچھ گناہ نہیں تم پر اے وارثو اس کام میں کہ کریں وہ عورتیں اپنے حق میں شریعت کے موافق یعنی چاہیں خاوند کریں یا اچھی پوشاک اور خوشبو کا استعمال کریں کچھ حرج نہیں۔

طلاق والی عورتوں کو جوڑا دینا | پہلے خرچ یعنی جوڑا دینے کا حکم اس طلاق پر آچکا ہے کہ نہ مہر ٹھہرا ہو نہ زوج نے ہاتھ لگایا ہو اب اس آیت میں وہ حکم سب کے لئے آگیا مگر اتنا فرق ہے کہ سب طلاق والیوں کو جوڑا دینا مستحب ہے ضروری نہیں اور پہلی صورت میں ضروری ہے۔

یعنی جس طرح اللہ تعالیٰ نے یہاں نکاح، طلاق، عدت کے احکام بیان فرمائے ایسے ہی اپنے احکام و آیات کو واضح فرماتا ہے کہ تم سمجھ لو اور عمل کر سکو۔ یہاں نکاح و طلاق کے احکام ختم ہو چکے۔

پچھلے لوگوں کا ایک قصہ | یہ پہلی امت کا قصہ ہے کہ کئی ہزار شخص گھریار کو ساتھ لیکر وطن سے بھاگے۔ ان کو ڈر ہوا تھا غنیم کا اور لڑنے سے جی چھپایا یا ڈر ہوا تھا و با کا اور تقدیر پر توکل اور یقین نہ کیا پھر ایک منزل پر پہنچ کر بحکم الہی سب مر گئے پھر سات دن کے بعد پیغمبر کی دُعا سے زندہ ہوئے کہ آگے کو توبہ کریں۔ اس حال کو یہاں اس واسطے ذکر فرمایا کہ کافروں سے لڑنے یا فی سبیل اللہ مال خرچ کرنے میں جان اور مال کی محبت کے باعث دریغ نہ کریں اور جان لیویں کہ اللہ موت بھیجے تو چھٹکارے کی کوئی صورت نہیں اور زندگی چاہے تو مردہ کو دم کے دم میں زندہ کر دے زندہ کو موت سے بچالینا تو کوئی چیز ہی نہیں پھر اس کی تعمیل حکم میں موت سے ڈر کر جہاد سے بچنا یا افلاس سے بچ کر صدقہ اور دوسروں پر احسان یا عفو اور فضل سے رکنا بددینی کے ساتھ حماقت بھی پوری ہے۔

أَنَّ اللَّهَ سَمِيعٌ عَلِيمٌ ﴿۳۳۳﴾ مَنْ ذَا الَّذِي يُقْرِضُ

کہ اللہ بیشک خوب سنتا جانتا ہے کون شخص ہے ایسا جو کہ قرض دے

اللَّهُ قَرْضًا حَسَنًا فَيُضِعُّهُ لَهُ أَضْعَافًا كَثِيرَةً ط

اللہ کو اچھا قرض پھر دو گنا کر دے اللہ اس کو کئی گنا

وَاللَّهُ يَقْبِضُ وَيَبْصُطُ وَإِلَيْهِ تُرْجَعُونَ ﴿۳۳۴﴾ أَلَمْ

اور اللہ ہی تنگی کر دیتا ہے اور وہی کشائش کرتا ہے اور اسی کی طرف تم لوٹائے جاؤ گے کیا نہ

تَرَى إِلَى الْمَلَأِ مِنْ بَنِي إِسْرَائِيلَ مِنْ بَعْدِ مُوسَى

دیکھا تو نے ایک جماعت بنی اسرائیل کو موسیٰ کے بعد

إِذْ قَالُوا لِنَبِيِّ لَّهُمْ ائْتِنَا مَلِكًا نُقَاتِلْ

جب انہوں نے کہا اپنے نبی سے مقرر کر دو ہمارے لیے ایک بادشاہ تاکہ ہم لڑیں

فِي سَبِيلِ اللَّهِ ط قَالَ هَلْ عَسَيْتُمْ إِنْ كُتِبَ

اللہ کی راہ میں پیغمبر نے کہا کیا تم سے یہ بھی توقع ہے کہ اگر حکم ہو

عَلَيْكُمْ الْقِتَالُ إِلَّا تُقَاتِلُوا ط قَالُوا وَمَا لَنَا إِلَّا

تم کو لڑائی کا تو تم اس وقت نہ لڑو وہ بولے ہم کو کیا ہوا کہ ہم

نُقَاتِلْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَوَقَدْ أَخْرَجْنَا مِنْ دِيَارِنَا

نہ لڑیں اللہ کی راہ میں اور ہم تو نکال دیے گئے اپنے گھروں سے

وَأَبْنَاؤُنَا ط فَلَمَّا كُتِبَ عَلَيْهِمُ الْقِتَالُ تَوَلَّوْا

اور بیٹوں سے پھر جب حکم ہوا ان کو لڑائی کا تو وہ سب پھر گئے

◆ انفاق مال کے فضائل | یعنی جب معلوم ہو چکا کہ اللہ کے حکم میں تمہاری جان اور مال ہے تو اب تم کو چاہئے کہ لڑو کافروں سے اللہ کے واسطے دین کے لئے اور جان لو کہ خدا تعالیٰ سنتا ہے بہانہ کرنے والوں کی باتیں اور جانتا ہے ان کے منصوبوں کو اور چاہئے کہ خرچ کرو اللہ کے رستہ میں مال اور تنگی سے مت ڈرو کہ کشائش اور تنگی سب اُس کے اختیار میں ہے اور اسی کی طرف لوٹ کر سب کو جانا ہے قرضِ حسنہ اُسے کہتے ہیں جو قرض دیکر تقاضا نہ کرے اور اپنا احسان نہ رکھے اور بدلہ نہ چاہے اور اسے حقیر نہ سمجھے اور خدا کو دینے سے جہاد میں خرچ کرنا مراد ہے یا محتاجوں کو دینا۔

◆ اس قصہ سے حق تعالیٰ کا بسط و قبض جو ابھی مذکور ہوا خوب ثابت ہوتا ہے یعنی فقیر کو بادشاہ بنانا اور بادشاہ سے بادشاہت چھین لینا اور ضعیف کو قوی اور قوی کو ضعیف کر دینا۔

إِلَّا قَلِيلًا مِّنْهُمْ ۗ وَاللَّهُ عَلِيمٌ بِالظَّالِمِينَ ﴿۲۳۹﴾

مگر تھوڑے سے ان میں کے اور اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے گنہگاروں کو

وَقَالَ لَهُمْ نَبِيُّهُمْ إِنَّ اللَّهَ قَدْ بَعَثَ لَكُمْ طَالُوتَ

اور فرمایا ان سے ان کے نبی نے بے شک اللہ نے مقرر فرمادیا تمہارے لیے طالوت کو

مَلِكًا ۗ قَالُوا أَنَّىٰ يَكُونُ لَهُ الْمُلْكُ عَلَيْنَا وَنَحْنُ

بادشاہ کہنے لگے کیونکر ہو سکتی ہے اس کو حکومت ہم پر اور ہم

أَحَقُّ بِالْمُلْكِ مِنْهُ وَلَمْ يُؤْتَ سَعَةً مِّنَ الْمَالِ ۗ

زیادہ مستحق ہیں سلطنت کے اس سے اور اس کو نہیں ملی کشائش مال میں

قَالَ إِنَّ اللَّهَ اصْطَفَاهُ عَلَيْكُمْ وَزَادَهُ بَسْطَةً

بے شک اللہ نے پسند فرمایا اس کو تم پر اور زیادہ فراخی دی

فِي الْعِلْمِ وَاجْسَامِهِ ۗ وَاللَّهُ يُؤْتِي مُلْكَهُ مَن

اس کو علم اور جسم میں اور اللہ دیتا ہے ملک اپنا جس کو

يَشَاءُ ۗ وَاللَّهُ وَاسِعٌ عَلِيمٌ ﴿۲۴۰﴾ وَقَالَ لَهُمْ نَبِيُّهُمْ

چاہے اور اللہ ہے فضل کرنے والا سب کچھ جاننے والا اور کہا بنی اسرائیل سے ان کے نبی نے

إِنَّ آيَةَ مَلِكِهِ أَنْ يَأْتِيَكُمُ التَّابُوتُ فِيهِ

کہ طالوت کی سلطنت کی نشانی یہ ہے کہ آوے تمہارے پاس ایک صندوق کہ جس میں

سَكِينَةٌ مِّن رَّبِّكُمْ وَيَبْقِيَةٌ مِّمَّا تَرَكَ آلُ مُوسَىٰ

سلی خاطر ہے تمہارے رب کی طرف سے اور کچھ بچی ہوئی چیزیں ہیں ان میں سے جو چھوڑ گئی تھی

◆ طالوت بادشاہ کا واقعہ | حضرت موسیٰ کے بعد کچھ عرصہ تک بنی اسرائیل کا کام درست رہا پھر جب ان کی نیت بگڑی تب ان پر ایک ننیم کا فر بادشاہ جالوت نام مسلط ہوا ان کو شہر سے نکال دیا اور لوٹا اور ان کو پکڑ کر بندہ بنایا۔ بنی اسرائیل بھاگ کر بیت المقدس میں جمع ہوئے اس وقت حضرت اشمویل علیہ السلام پیغمبر تھے ان سے درخواست کی کہ کوئی بادشاہ ہم پر مقرر کر دو کہ اس کے ساتھ ہو کر ہم جہاد کریں فی سبیل اللہ۔

◆ طالوت کی قوم میں آگے سے سلطنت نہ تھی غریب محنتی آدمی تھے ان (بنی اسرائیل) کی نظر میں سلطنت کے قابل نظر نہ آئے اور بوجہ مال و دولت اپنے آپ کو سلطنت کے لائق خیال کیا۔ نبی نے فرمایا کہ سلطنت کسی کا حق نہیں اور سلطنت کی بڑی لیاقت ہے عقل اور بدن میں زیادتی اور وسعت ہونی جس میں طالوت تم سے افضل ہے۔ فائدہ | بنی اسرائیل نے جب یہ سنا تو پھر کہا پیغمبر سے کہ اس کے سوا کوئی اور دلیل بھی اس کی بادشاہت پر دکھلا دو تا کہ ہمارے دل میں کوئی اشتباہ نہ رہے نبی نے دعا کی جناب الہی میں اور طالوت کی سلطنت کی دوسری نشانی بیان فرمادی گئی۔

وَالْهُرُونَ تَحْمِلُهُ الْمَلَائِكَةُ ۗ إِنَّ فِي ذَلِكَ لَآيَةً

موسیٰ اور ہارون کی اولاد انھیں لادیں گے اس صندوق کو کھڑے بے شک اس میں پوری نشانی ہے

لَكُمْ إِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ ۗ فَلَمَّا فَصَلَ

تمہارے واسطے اگر تم یقین رکھتے ہو پھر جب باہر نکلا

طَالُوتُ بِالْجُنُودِ ۗ قَالَ إِنَّ اللَّهَ مُبْتَلِيكُمْ

طالوت فوجیں لے کر آیا بے شک اللہ تمہاری آزمائش کرتا ہے

بِنَهْرٍ ۗ فَمَنْ شَرِبَ مِنْهُ فَلَيْسَ مِنِّي ۗ وَمَنْ

ایک نہر سے سو جس نے پانی پیا اُس نہر کا تو وہ میرا نہیں اور جس نے

لَمْ يَطْعَمَهُ فَإِنَّهُ مِنِّي إِلَّا مَنِ اغْتَرَفَ غُرْفَةً

اُس کو نہ چکھا تو وہ بے شک میرا ہے مگر جو کوئی بھرے ایک چلو

بِيَدِهِ ۗ فَشَرِبُوا مِنْهُ إِلَّا قَلِيلًا مِّنْهُمْ ۗ فَلَمَّا جَاوَزَهُ

اپنے ہاتھ سے پھر پی لیا سب نے اُس کا پانی مگر تھوڑوں نے اُن میں سے پھر جب پار ہوا

هُوَ وَالَّذِينَ آمَنُوا مَعَهُ ۗ قَالُوا لَا طَاقَةَ لَنَا الْيَوْمَ

طالوت اور ایمان والے ساتھ اُس کے تو کہنے لگے طاقت نہیں ہم کو آج

بِجَالُوتَ وَجُنُودِهِ ۗ قَالَ الَّذِينَ يَظُنُّونَ أَنَّهُمْ

جالوت اور اس کے لشکروں سے لڑنے کی کہنے لگے وہ لوگ جن کو خیال تھا کہ اُن کو

مَلَقُوا اللَّهَ ۗ كَرُمٌ مِّنْ فِئَةٍ قَلِيلَةٍ غَلَبَتْ فِئَةً

اللہ سے ملنا ہے بارہا تھوڑی جماعت غالب ہوئی ہے بڑی

◆ بنی اسرائیل کا تابوت | بنی اسرائیل میں ایک صندوق چلا آتا تھا اس میں تمکات تھے حضرت موسیٰ علیہ السلام وغیرہ انبیائے بنی اسرائیل اُس صندوق کو لڑائی میں آگے رکھتے اللہ اُس کی برکت سے فتح دیتا جب جالوت غالب آیا ان پر تو یہ صندوق بھی وہ لے گیا تھا جب اللہ تعالیٰ کو صندوق کا پہنچانا منظور ہوا تو یہ کیا کہ وہ کافر جہاں صندوق کو رکھتے وہیں وبا اور بلا آتی پانچ شہر ویران ہو گئے ناچار ہو کر دو بیلوں پر اس کو لاد کر ہانک دیا فرشتے بیلوں کو ہانک کر طالوت کے دروازے پر پہنچا گئے۔ بنی اسرائیل اس نشانی کو دیکھ کر طالوت کی بادشاہت پر یقین لائے اور طالوت نے جالوت پر فوج کشی کی اور موسم نہایت گرم تھا۔

كثيرةً يَأْذِنُ اللَّهُ ۖ وَاللَّهُ مَعَ الصَّابِرِينَ ﴿۳۹﴾

جماعت پر اللہ کے حکم سے اور اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے

وَلَمَّا بَرَزُوا لِجَالُوتَ وَجُنُودِهِ قَالُوا رَبَّنَا افرغْ

اور جب سامنے ہوئے جالوت کے اور اس کی فوجوں کے تو بولے اے رب ہمارے ڈال دے

عَلَيْنَا صَبْرًا وَثَبَّتْ اَقْدَامَنَا وَاَنْصَرْنَا عَلَى

ہمارے دلوں میں صبر اور جنائے رکھ ہمارے پاؤں اور مدد کر ہماری اس

الْقَوْمِ الْكَافِرِينَ ﴿۴۰﴾ فَهَزَمُوهُمْ بِاِذْنِ اللَّهِ ۗ قَتَلَ

کافر قوم پر پھر شکست دی مومنوں نے جالوت کے لشکر کو اللہ کے حکم سے

وَقَتَلَ دَاوُدُ جَالُوتَ وَاتَّهَى اللَّهُ الْمُلُوكَ وَ

اور مارا داؤد نے اور جالوت کو اور دی داؤد کو اللہ نے سلطنت اور

الْحِكْمَةَ وَعَلَّمَهُ مِمَّا يَشَاءُ ۗ وَلَوْلَا دَفَعُ اللَّهُ

حکمت اور سکھایا ان کو جو چاہا اور اگر نہ ہوتا دفع کر دیتا اللہ کا

النَّاسَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ لَفَسَدَتِ الْاَرْضُ وَ

ایک کو دوسرے سے تو خراب ہو جاتا ملک

لَكِنَّ اللَّهَ ذُو فَضْلٍ عَلَى الْعَالَمِينَ ﴿۴۱﴾ تِلْكَ اٰيَةُ

لیکن اللہ بہت مہربان ہے جہان کے لوگوں پر یہ آیتیں

اللَّهِ نَتْلُوهَا عَلَيْكَ بِالْحَقِّ ۗ وَاِنَّكَ لَمِنَ الْمُرْسَلِينَ ﴿۴۲﴾

اللہ کی ہیں ہم تجھ کو سناتے ہیں اور تو بے شک ہمارے رسولوں میں ہے ٹھیک ٹھیک

♦ **جالوت کے خلاف طالوت کا جہاد** | ہوس سے طالوت کے ساتھ چلنے کو سب تیار ہو گئے طالوت نے کہہ دیا کہ جو کوئی جوان زور آور اور بے فکر ہو وہ چلے ایسے بھی اسی ہزار نکلے پھر طالوت نے ان کو آزمانا چاہا ایک منزل میں پانی نہ ملا دوسری منزل میں ایک نہر ملی طالوت نے حکم کر دیا کہ جو ایک چلو سے زیادہ پانی پیوے وہ میرے ساتھ نہ چلے صرف تین سو تیرہ ان کے ساتھ رہ گئے اور سب جدا ہو گئے جنہوں نے ایک چلو سے زیادہ نہ پیا ان کی پیاس بجھی اور جنہوں نے زیادہ پیا ان کو اور پیاس زیادہ لگی اور آگے نہ چل سکے۔

♦ **جالوت کی شکست** | جب سامنے ہوئے جالوت کے یعنی وہی تین سو تیرہ آدمی اور انہی تین سو تیرہ میں حضرت داؤد کے والد اور ان کے چچ بھائی اور خود حضرت داؤد بھی تھے حضرت داؤد کو راہ میں تین پتھر ملے اور بولے کہ اٹھالے ہم کو ہم جالوت کو قتل کریں گے جب مقابلہ ہوا جالوت خود باہر نکلا اور کہا میں اکیلا تم سب کو کافی ہوں میرے سامنے آتے جاؤ۔ حضرت اشموئیل نے حضرت داؤد کے باپ کو بلایا کہ اپنے بیٹے مجھ کو دکھلا اس نے چھ بیٹے دکھائے جو قد آور تھے حضرت داؤد کو نہیں دکھایا ان کا قد چھوٹا تھا اور بکریاں چراتے تھے پیغمبر نے ان کو بلوایا اور پوچھا کہ تو جالوت کو مارے گا۔ انہوں نے کہا کہ ماروں گا۔ پھر جالوت کے سامنے گئے اور انہیں تینوں پتھروں کو فلاخن میں رکھ کر مارا۔ پھر جالوت کا صرف ماتھا کھلا تھا اور تمام بدن لوہے میں غرق تھا تینوں پتھر اس کے ماتھے پر لگے اور پیچھے کو نکل گئے۔ جالوت کا لشکر بھاگا اور مسلمانوں کو فتح ہوئی پھر طالوت نے حضرت داؤد سے اپنی بیٹی کا نکاح کر دیا اور طالوت کے بعد یہ بادشاہ ہوئے اس سے معلوم ہو گیا کہ حکم جہاد ہمیشہ سے چلا آ رہا ہے اور اس میں اللہ کی بڑی رحمت اور احسان ہے۔ نادان کہتے ہیں کہ لڑائی نبیوں کا کام نہیں۔

♦ **اس واقع میں آنحضرت ﷺ کی نبوت کا ثبوت** | یہ قصہ جو بنی اسرائیل کا گزرا یعنی ہزاروں کا نکلنا اور انکا دفعہ مرنا اور جینا اور طالوت کا بادشاہ ہونا یہ سب اللہ کی آیتیں ہیں جو تجھ کو سنائی جاتی ہیں اور تم بیشک اللہ کے رسولوں میں ہو یعنی جیسے پہلے پیغمبر ہو چکے ہیں ویسے ہی تم بھی یقیناً رسول ہو کہ ان قصص قرون ماضیہ کو ٹھیک ٹھیک بیان کرتے ہو حالانکہ نہ کسی کتاب میں آپ نے دیکھا اور نہ کسی آدمی سے سنا۔

تِلْكَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلَى بَعْضٍ م

یہ سب رسول فضیلت دی ہم نے ان میں بعض کو بعض سے

مِنْهُمْ مَّنْ كَلَّمَ اللَّهُ وَرَفَعَ بَعْضَهُمْ دَرَجَاتٍ ط

کوئی تو وہ ہے کہ کلام فرمایا اس سے اللہ نے اور بلند کئے بعضوں کے درجے

وَآتَيْنَا عِيسَى ابْنَ مَرْيَمَ الْبَيْتَ وَأَيَّدْنَاهُ بِرُوحِ

اور دیئے ہم نے عیسیٰ مریم کے بیٹے کو معجزے صریح اور قوت دی اس کو روح القدس

الْقُدُسِ ط وَلَوْ شَاءَ اللَّهُ مَا أَقْتَلَ الَّذِينَ مِنْ

یعنی جبریل سے اور اگر اللہ چاہتا تو نہ لڑتے وہ لوگ جو ہوئے ان پیغمبروں

بَعْدِهِمْ مِّنْ بَعْدِ مَا جَاءَتْهُمْ الْبَيْتُ وَلَكِنْ

کے پیچھے بعد اس کے کہ پہنچ چکے ان کے پاس صاف حکم لیکن

اُخْتَلَفُوا فِيهِمْ مِّنْ أَمِنَ وَمِنْهُمْ مَّنْ كَفَرَ ط وَلَوْ

ان میں اختلاف پڑ گیا پھر کوئی تو ان میں ایمان لایا اور کوئی کافر ہوا اور اگر

شَاءَ اللَّهُ مَا أَقْتَلُوا لَكِنَّ اللَّهَ يَفْعَلُ مَا يُرِيدُ ع

چاہتا اللہ تو وہ باہم نہ لڑتے لیکن اللہ کرتا ہے جو چاہے

بَيَاتِهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَنْفِقُوا مِمَّا رَزَقْنَاكُمْ مِّنْ

اے ایمان والو خرچ کرو اس میں سے جو ہم نے تم کو روزی دی

قَبْلَ أَنْ يَأْتِيَ يَوْمًا لَا يَبْعُ فِيهِ وَلَا خُلَّةٌ وَلَا شَفَاعَةٌ ط

پہلے اس دن کے آنے سے کہ جس میں نہ خرید و فروخت ہے اور نہ آشنائی اور نہ سفارش

انبیاء کا دوسرے پر فضیلت | یہ پیغمبر جن کا ذکر ہوا ان میں فضیلت دی ہم نے بعض کو بعض سے ان میں ایسے ہیں کہ ان سے بات کی خدا تعالیٰ نے جیسے آدم اور موسیٰ علیہما السلام اور بلند کیا بعضوں کا درجہ جیسے کوئی ایک قوم کا نبی کوئی ایک گاؤں کا کوئی ایک شہر کا کوئی تمام جہان کا جیسے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور عنایت ہوئے حضرت عیسیٰ کو کھلے معجزے جیسے احیائے موتی اور ابراء اکمہ اور ابرص وغیرہ اور قوت دی ان کو روح پاک یعنی حضرت جبرئیل کو ان کی مدد کو بھیج کر۔

امتوں کا اختلاف | جو لوگ ان انبیاء پر ایمان لے آئے اور صاف حکم اور روشن نشانیاں ہمارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے نبی ہونے کی دیکھ سن چکے اگر خدا چاہتا تو یہ باہم نہ لڑتے اور مخالفت نہ کرتے اور کوئی ان میں مومن اور کوئی کافر نہ ہوتا لیکن حق تعالیٰ مختار ہے جو چاہتا ہے کرتا ہے کوئی فعل اسکا حکمت سے خالی نہیں۔

انفاق مال کا حکم | اس سورت میں عبادات و معاملات کے متعلق احکام کثیرہ بیان فرمائے جن سب کی تعمیل نفس کو ناگوار اور بھاری ہے اور تمام اعمال میں زیادہ دشوار انسان کو جان اور مال کا خرچ کرنا ہوتا ہے اور احکام الہی اکثر جو دیکھے جاتے ہیں یا جان کے متعلق ہیں یا مال کے اور گناہ میں بندہ کو جان یا مال کی محبت اور رعایت ہی اکثر جتلا کرتی ہے۔ گویا ان دونوں کی محبت گناہوں کی جڑ اور اس سے نجات جملہ طاعات کی سہولت کا منشاء ہے اس لئے ان احکامات کو بیان فرما کر قتال اور انفاق کو بیان فرمانا مناسب ہوا وَقَاتِلُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ..... النِّعَ اول کا بیان تھا تومن ذَا الَّذِي يُقْرِضُ النَّاسَ دوسرے کا ذکر ہے اس کے بعد قصہ طالوت سے اول کی تاکید ہوئی تو اب أَنْفِقُوا مِمَّا رَزَقْنَاكُمْ..... النِّعَ سے دوسرے کی تاکید منظور ہے اور چونکہ انفاق مال پر بہت سے امور عبادات و معاملات کے موقوف ہیں تو اس کے بیان میں زیادہ تفصیل اور تاکید سے کام لیا چنانچہ اب جو رکوع آتے ہیں ان میں اکثروں میں امر ثانی یعنی انفاق مال کا ذکر ہے۔ خلاصہ معنی یہ ہوا کہ عمل کا وقت ابھی ہے آخرت میں تو نہ عمل بکتے ہیں نہ کوئی آشنائی سے دیتا ہے نہ کوئی سفارش سے چھڑا سکتا ہے جب تک پکڑنے والا نہ چھوڑے۔

وَالْكَافِرُونَ هُمُ الظَّالِمُونَ ﴿۱۵۶﴾ اللَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا سَ

اور جو کافر ہیں وہی ہیں ظالم ﴿۱۵۶﴾ اللہ اس کے سوا کوئی معبود

هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّومُ لَا تَأْخُذُهُ سِنَةٌ وَلَا نَوْمٌ ط

نہیں زندہ ہے سب کا تھامنے والا ﴿۱۵۷﴾ نہیں پکا سکتی اس کو اونگھ اور نہ نیند

لَهُ مَا فِي السَّمَوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ ط مَنْ ذَا

اسی کا ہے جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے ایسا کون ہے

الَّذِي يَشْفَعُ عِنْدَهُ إِلَّا بِإِذْنِهِ ط يَعْلَمُ مَا بَيْنَ

جو-فارش کرے اس کے پاس مگر اجازت سے جانتا ہے جو کچھ خلقت کے

أَيْدِيهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ، وَلَا يُحِيطُونَ بِشَيْءٍ مِّنْ

رو برو ہے اور جو کچھ ان کے پیچھے ہے اور وہ سب احاطہ نہیں کر سکتے کسی چیز کا اس کی

عِلْمِهِ إِلَّا بِمَا شَاءَ، وَسِعَ كُرْسِيُّهُ السَّمَوَاتِ وَ

معلومات میں سے مگر جتنا کہ وہی چاہے گنجائش ہے اس کی کرسی میں تمام آسمانوں اور

الْأَرْضِ، وَلَا يَئُودُهُ حِفْظُهُمَا، وَهُوَ الْعَلِيُّ

زمین کو اور گراں نہیں اس کو تھا ماناں کا اور وہی ہے سب سے بڑا

الْعَظِيمُ ﴿۱۵۷﴾ لَا إِكْرَاهَ فِي الدِّينِ قَدْ تَبَيَّنَ الرُّشْدُ

عظمت والا ﴿۱۵۷﴾ زبردستی نہیں دین کے معاملہ میں بیشک جدا ہو چکی ہے ہدایت

مِنَ الْغَيِّ، فَمَنْ يَكْفُرْ بِالطَّاغُوتِ وَيُؤْمِنْ بِاللَّهِ

گمراہی سے ﴿۱۵۸﴾ اب جو کوئی نہ مانے گمراہ کرنے والوں کو اور یقین لاوے اللہ پر

یعنی کفار نے آپ اپنے اوپر ظلم کیا جس کی شامت سے ایسے ہو گئے کہ آخرت میں نہ کسی کی دوستی سے ان کو نفع ہو سکے اور نہ سفارش سے۔
آیت الکرسی کی فضیلت اور عظمت | پہلی آیت سے حق سبحانہ کی عظمت شان بھی مفہوم ہوتی ہے اب اس کے بعد اس آیت کو جس میں توحید ذات اور اس کا تقدس و جلال غایت عظمت و وضاحت کے ساتھ مذکور ہے نازل فرمائی اور اسی کا لقب آیت الکرسی ہے۔ اسی کو حدیث میں اعظم آیات کتاب اللہ فرمایا ہے اور بہت فضیلت اور ثواب منقول ہے اور اصل بات یہ ہے کہ حق تعالیٰ نے اپنے کلام پاک میں رلا ملا کر تین قسم کے مضمون کو جگہ جگہ بیان فرمایا ہے علم توحید و صفات اور علم احکام، علم قصص و حکایات سے بھی توحید و صفات کی تقریر و تاکید مقصود ہوتی ہے یا علم احکام کی تاکید و ضرورت اور علم توحید و صفات اور علم احکام بھی باہم ایسے مربوط ہیں کہ ایک دوسرے کے لئے علت اور علامت سے صفات حق تعالیٰ احکام شرعیہ کے حق میں منشا اور اصل ہیں تو احکام شرعیہ صفات کے لئے بمنزلة ثمرات اور فروع ہیں تو اب ظاہر ہے کہ علم قصص اور علم احکام سے علم توحید کو ضرور اعانت اور تقویت پہنچے گی اور علم قصص اور علم توحید و صفات سے ضرور علم احکام کی تاکید اور اس کی ضرورت بلکہ حقیقت اور اصلیت ثابت ہوگی اور یہ طریقہ جو تین طریقوں سے مرکب ہے بغایت احسن اور اسہل اور قابل قبول ہے۔ اول تو اس وجہ سے کہ ایک طریقہ کی پابندی موجب ملال ہوتی ہے اور ایک علم سے دوسرے کی طرف منتقل ہو جانا ایسا ہو جاتا ہے جیسا ایک باغ کی سیر کر کے دوسرے باغ کی سیر کرنے لگے۔ دوسرے تینوں طریقوں سے مل کر حقیقت منشاء ثمرہ نتیجہ سب ہی معلوم ہو جائے گا اور اس میں تمہیل احکام نہایت شوق و مستعدی اور رغبت و بصیرت کے ساتھ ہوگی اس لئے طریقہ مذکورہ بغایت عمدہ اور مفید اور قرآن مجید میں کثیر الاستعمال ہے۔ اسی جگہ دیکھ لیجئے کہ اول احکام کو کس کثرت و تفصیل سے بیان فرمایا اس کے بعد بقدر مصلحت قصص کو بیان کر کے تمام احکامات مذکورہ کے فوائد و نتائج گویا ہم کو آنکھوں سے دکھلا دیے۔ ان سب کے بعد آیت الکرسی جو کہ دربارہ توحید و صفات ممتاز آیت ہے اس کو بیان فرما کر جملہ احکامات کی جز کو دلوں میں ایسا مستحکم فرمادیا کہ اکھاڑے نہ اٹھ کرے۔

توحید و صفات باری تعالیٰ | اس آیت میں توحید ذات اور عظمت صفات حق تعالیٰ کو بیان فرمایا کہ حق تعالیٰ موجود ہے ہمیشہ سے اور کوئی اس کا شریک نہیں تمام مخلوقات کا موجود وہی ہے تمام نقصان اور ہر طرح کے تبدل اور فتور سے منزہ ہے سب چیزوں کا مالک ہے تمام چیزوں کا کامل علم اور سب پر پوری قدرت اور اعلیٰ درجہ کی عظمت اس کو حاصل ہے کسی کو نہ اتنا استحقاق نہ اتنی مجال کہ بغیر اس کے حکم کے کسی کی سفارش بھی اس سے کر سکے۔ کوئی امر ایسا نہیں جس کے کرنے میں اس کو دشواری اور گرانی ہو سکے۔ تمام چیزوں اور سب کی عقلوں سے برتر ہے۔ اس کے مقابلہ میں سب حقیر ہیں اس سے دو مضمون اور خوب ذہن نشین ہو گئے ایک تو حق تعالیٰ کی ربوبیت اور حکومت اور اپنی محکومیت اور عبدیت جس سے حق تعالیٰ کے تمام احکامات مذکورہ اور غیر مذکورہ کا بلا چون و چرا واجب التصدیق اور واجب التعمیل ہونا اور اس کے احکام میں کسی قسم کے شک و شبہ کا معتبر نہ ہونا معلوم ہو گیا۔ دوسرے عبادات و معاملات کثیرہ مذکورہ سابقہ کو اور ان کے ساتھ تعظیم و تہذیب کو دیکھ کر کسی کو خلیجان ہو سکتا تھا کہ ہر ہر فرد کے اس قدر معاملات و عبادات کثیرہ ہیں کہ جن کا مجموعہ اتنا ہوا جاتا ہے کہ ان کا ضبط اور حساب کتاب محال معلوم ہوتا ہے۔ پھر اس کے مقابلہ میں ثواب و عقاب یہ بھی عقل سے باہر غیر ممکن معلوم ہوتا ہے۔ سو اس آیت میں حق سبحانہ نے چند صفات مقدسہ اپنی ایسی ذکر فرمائیں کہ وہ تمام خیالات بسہولت دور ہو گئے یعنی اس کا علم و قدرت ایسا کامل ہے کہ ایک چیز بھی ایسی نہیں جو اس سے باہر ہو، جس کا علم اور قدرت ایسا غیر متناہی اور ہمیشہ یکساں رہنے والا ہو اس کو تمام جزئیات عالم کے ضبط رکھنے اور ان کا عوض عطا فرمانے میں کیا دقت ہو سکتی ہے۔

دین میں جبر نہیں ہے | جب دلائل توحید و خوبی بیان فرمادی گئیں جس سے کافر کا کوئی عذر باقی نہ رہا تو اب زور سے کسی کو مسلمان کرنے کی کیا حاجت ہو سکتی ہے۔ عقل والوں کو خود سمجھ لینا چاہئے اور نہ شریعت کا یہ حکم ہے کہ زبردستی کسی کو مسلمان بناؤ اَفَاَنْتَ تُكْرِهُ النَّاسَ حَتَّىٰ يَكُونُوا مُؤْمِنِينَ خود نص موجود ہے اور جو جزیہ کو قبول کرے گا۔ کاجان و مال محفوظ ہو جائے گا۔

فَقَدْ اسْتَمْسَكَ بِالْعُرْوَةِ الْوُثْقَىٰ لَا انفِصَامَ لَهَا ط

جو ٹوٹنے والا نہیں

حلقہ مضبوط

تو اس نے پکڑ لیا

وَاللَّهُ سَمِيعٌ عَلِيمٌ ﴿۲۵۱﴾ اللَّهُ وَلِيُّ الَّذِينَ آمَنُوا

ایمان والوں کا

اللہ مددگار ہے

اور اللہ سب کچھ سنتا جانتا ہے

يُخْرِجُهُم مِّنَ الظُّلُمَاتِ إِلَى النُّورِ وَالَّذِينَ كَفَرُوا

اور جو لوگ کافر ہوئے

روشنی کی طرف

اندھیروں سے

نکالتا ہے ان کو

أَوْلِيَائِهِمُ الظَّالِمُونَ يُخْرِجُونَهُم مِّنَ النُّورِ

روشنی سے

نکالتے ہیں ان کو

ان کے رفیق ہیں شیطان

إِلَى الظُّلُمَاتِ ۗ أُولَٰئِكَ أَصْحَابُ النَّارِ هُمْ فِيهَا

وہ اسی میں

یہی لوگ ہیں دوزخ میں رہنے والے

اندھیروں کی طرف

خَالِدُونَ ﴿۲۵۲﴾ أَلَمْ تَرَ إِلَى الَّذِي حَاجَّ إِبْرَاهِيمَ فِي

اس کے

جس نے جھگڑا کیا ابراہیم سے

اس شخص کو

کیا نہ دیکھا تو نے

بمیشر ہیں گے

رَبِّهِ أَنْ أَشَاءَ اللَّهُ الْمَلِكُ مَاذَكَرَ إِبْرَاهِيمَ رَبِّي

میرا رب وہ ہے

جب کہا ابراہیم نے

اسی وجہ سے کہ دی تھی اللہ نے اس کو سلطنت

رب کی بابت

الَّذِي يُحْيِي وَيُمِيتُ ۗ قَالَ أَنَا أَحْيِي وَأُمِيتُ ط

اور مارتا ہوں

میں بھی جلاتا

وہ بولا

اور مارتا ہے

جو زندہ کرتا ہے

قَالَ إِبْرَاهِيمُ فَإِنَّ اللَّهَ يَأْتِي بِالسُّبْحِ مِنَ الْمَشْرِقِ

شرق سے

سورج کو

کہ بیشک اللہ تو لاتا ہے

کہا ابراہیم نے

یعنی جب ہدایت و گمراہی میں تمیز ہوگئی تو اب جو کوئی گمراہی کو چھوڑ کر ہدایت کو منظور کرے گا تو اس نے ایسی مضبوط چیز کو پکڑ لیا جس میں ٹوٹنے چھوٹنے کا ڈر نہیں اور حق تعالیٰ اقوال ظاہرہ کو خوب سنتا ہے اور نیت و حالت قلبی کو خوب جانتا ہے اس سے کسی کی خیانت اور فساد نیت چھپا نہیں رہ سکتا۔

فَاتٍ بِهَا مِنَ الْمَغْرِبِ فَبُهِتَ الَّذِي كَفَرَ وَ

اب ٹولے آس کو مغرب کی طرف سے تب حیران رہ گیا وہ کافر اور

اللَّهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظَّالِمِينَ ﴿۲۵۸﴾ أَوْ كَالَّذِي مَرَّ

اللہ سیدھی راہ نہیں دکھاتا بے انصافوں کو ۱ یاند دیکھا تو نے اس شخص کو کہ گذرا

عَلَى قَرْيَةٍ وَهِيَ خَاوِيَةٌ عَلَى عُرُوشِهَا قَالَ أَنَّى

وہ ایک شہر پر اور وہ گرا پڑا تھا اپنی چھتوں پر بولا کیونکر

يُحْيِي هَذِهِ اللَّهُ بَعْدَ مَوْتِهَا فَأَمَاتَهُ اللَّهُ مِائَةَ

زندہ کرے گا اس کو اللہ مر گئے پیچھے پھر مردہ رکھا اس شخص کو اللہ نے سو

عَامٍ ثُمَّ بَعَثَهُ ۖ قَالَ كَمْ لَبِثْتُ ۖ قَالَ لَبِثْتُ يَوْمًا

برس پھر اٹھایا اس کو ۱ کہا تو کتنی دیر یہاں رہا بولا میں رہا ایک دن

أَوْ بَعْضَ يَوْمٍ ۖ قَالَ بَلْ لَبِثْتُ مِائَةَ عَامٍ

یا ایک دن سے کچھ کم ۱ کہا نہیں بلکہ تو رہا سو برس

فَانظُرْ إِلَى طَعَامِكَ وَشَرَابِكَ لَمْ يَتَسَنَّهْ ۖ وَانظُرْ

اب دیکھ اپنا کھانا اور پینا سر نہیں گیا اور دیکھ

إِلَى حِمَارِكَ وَلِنَجْعَلَ آيَةً لِلنَّاسِ وَانظُرْ إِلَى

اپنے گدھے کو اور ہم نے تجھ کو نمونہ بنانا چاہا لوگوں کے واسطے اور دیکھ ہڈیوں

الْعِظَامِ كَيْفَ نُنشِزُهَا ثُمَّ نَكْسُوهَا لحمًا ۖ

کی طرف کہ ہم ان کو کس طرح ابھار کر جوڑ دیتے ہیں پھر ان پر پہناتے ہیں گوشت ۱

حضرت ابراہیم اور نمرود کا مکالمہ | پہلی آیت میں اہل ایمان و اہل کفر اور ان کے نور ہدایت اور ظلمت کفر کا ذکر تھا، اب اس کی تائید میں چند نظائر بیان فرماتے ہیں۔ نظیر اول میں نمرود بادشاہ کا ذکر ہے وہ اپنے آپ کو سلطنت کے غرور سے سجدہ کرواتا تھا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام اس کے سامنے آئے تو سجدہ نہ کیا نمرود نے دریافت کیا تو فرمایا کہ میں اپنے رب کے سوا کسی کو سجدہ نہیں کرتا۔ اس نے کہا رب تو میں ہوں۔ انہوں نے جواب دیا کہ میں حاکم کو رب نہیں کہتا رب وہ ہے جو جلاتا ہے اور مارتا ہے۔ نمرود نے دو قیدی منگا کر بے قصور کو مار ڈالا اور قصور وار کو چھوڑ دیا اور کہا کہ دیکھا میں جس کو چاہوں مارتا ہوں جسے چاہوں نہیں مارتا۔ اس پر حضرت ابراہیم نے آفتاب کی دلیل پیش فرما کر اس مغرور احمق کو لا جواب کیا اور اس کو ہدایت نہ ہوئی یعنی لا جواب ہو کر بھی ارشاد ابراہیم علیہ السلام پر ایمان نہ لایا۔ یا یوں کہو کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دوسری بات کا کچھ جواب نہ دے سکا حالانکہ جیسا جواب پہلے ارشاد کا دیا تھا ویسا جواب دینے کی یہاں بھی گنجائش تھی۔

حضرت عزیز کا عجیب واقعہ | وہ شخص حضرت عزیز پیغمبر تھے اور تمام توریت ان کو یاد تھی۔ بخت نصر کا فر بادشاہ تھا اس نے بیت المقدس کو ویران کیا اور بنی اسرائیل سے بہت لوگوں کو قید کر کے لے گیا ان میں حضرت عزیز بھی تھے جب قید سے چھوٹ آئے تب حضرت عزیز نے راہ میں ایک شہر دیکھا ویران۔ اس کی عمارت گری ہوئی دیکھ کر اپنے جی میں کہا کہ یہاں کے ساکن سب مر گئے کیونکر حق تعالیٰ ان کو جلا دے اور یہ شہر پھر آباد ہو۔ اسی جگہ ان کی روح قبض ہوئی اور ان کی سواری کا گدھا بھی مر گیا۔ سو برس تک اسی حال میں رہے اور کسی نے نہ ان کو وہاں آ کر دیکھا نہ ان کی خبر ہوئی۔ اس مدت میں بخت نصر بھی مر گیا اور کسی بادشاہ نے اس مدت میں بیت المقدس کو آباد کیا اور اس شہر کو بھی خوب آباد کیا۔ پھر سو برس کے بعد حضرت عزیز زندہ کئے گئے ان کا کھانا اور پینا اسی طرح پاس دھرا ہوا تھا ان کا گدھا جو مر چکا تھا اور اس کی بوسیدہ ہڈیاں اپنی حالت پر دھری تھیں وہ انکے روبرو زندہ کیا گیا اور اس سو برس میں بنی اسرائیل قید سے خلاص ہو کر شہر میں آباد بھی ہو چکے تھے حضرت عزیز نے زندہ ہو کر آباد ہی دیکھا۔

جب حضرت عزیز مرے تھے اس وقت کچھ دن چڑھا تھا اور جب زندہ ہوئے تو ابھی شام نہ ہوئی تھی تو یہ سمجھے کہ اگر میں یہاں کل آیا تھا تو ایک دن ہو اور اگر آج ہی آیا تھا تو دن سے بھی کم رہا۔ حضرت عزیز علیہ السلام کے سامنے وہ سب ہڈیاں موافق ترکیب بدن کے جمع کی گئیں پھر ان پر گوشت پھیلایا گیا اور چمڑا درست ہوا پھر خدا کی قدرت سے یکبارگی اس میں جان آئی اور اٹھ کھڑا ہوا اور اپنی بولی بولا۔

فَلَمَّا تَبَيَّنَ لَهُ ۙ قَالَ أَعْلَمُ أَنَّ اللَّهَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ

پھر جب اس پر ظاہر ہوا یہ حال تو کہہ اٹھا کہ مجھ کو معلوم ہے کہ بیشک اللہ ہر چیز پر

قَدِيرٌ ﴿۲۵۹﴾ ۙ وَإِذْ قَالَ إِبْرَاهِيمُ رَبِّ ارْنِي كَيْفَ تُحْيِي

قادر ہے اور یاد کر جب کہا ابراہیم نے اے پروردگار میرے دکھلا دے مجھ کو کہ کیونکر زندہ کرے گا

الْمَوْتِ ۙ قَالَ أَوْلَمْ تُؤْمِنُنَّ ۙ قَالَ بَلَىٰ وَ لَكِن

تو مردے فرمایا کیا تو نے یقین نہیں کیا کہا کیوں نہیں لیکن

لَيَطْبِئِينَ ۙ قَلْبِي ۙ قَالَ فَخُذْ أَرْبَعَةً مِّنَ الطَّيْرِ

اس واسطے چاہتا ہوں کہ تسکین ہو جاوے میرے دل کو فرمایا تو پکڑ لے چار جانور اڑنے والے

فَصُرْهُنَّ إِلَيْكَ ثُمَّ اجْعَلْ عَلَىٰ كُلِّ جَبَلٍ

پھر ان کو بلا لے اپنے ساتھ پھر رکھ دے ہر پہاڑ پر

مِّنْهُنَّ جُزْءًا ثُمَّ ادْعُهُنَّ يَأْتِينَكَ سَعْيًا ۙ وَاعْلَمْ

ان کے بدن کا ایک ایک ٹکڑا پھر ان کو بلا چلے آویں گے تیرے پاس دوڑتے اور جان لے

أَنَّ اللَّهَ عَزِيزٌ حَكِيمٌ ﴿۲۶۰﴾ ۙ مَثَلُ الَّذِينَ يُنْفِقُونَ

کہ بیشک اللہ زبردست ہے حکمت والا مثال ان لوگوں کی جو خرچ کرتے ہیں

أَمْوَالَهُمْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ كَمَثَلِ حَبَّةٍ أَنبَتَتْ سَبْعَ

اپنے مال ایسی ہے کہ جیسے ایک دانہ اس سے اگیں سات

سَنَابِلٍ فِي كُلِّ سُنبُلَةٍ مِّائَةٌ حَبَّةٌ ۙ وَاللَّهُ يُضْعِفُ

بالیں ہر بال میں سو سو دانے اور اللہ بڑھاتا ہے

حضرت عزیر نے اس تمام کیفیت کو ملاحظہ کرنے کے بعد فرمایا کہ مجھ کو خوب یقین ہوا کہ اللہ ہر چیز پر قادر ہے یعنی میں جو جانتا تھا کہ مردہ کو جلانا خدا تعالیٰ کو آسان ہے سو اب اپنی آنکھ سے دیکھ لیا یہ مطلب نہیں کہ پہلے یقین میں کچھ کمی تھی ہاں مشاہدہ نہ ہوا تھا پھر حضرت عزیر یہاں سے اٹھ کر بیت المقدس میں پہنچے کسی نے ان کو نہ پہچانا کیونکہ یہ تو جوان رہے اور انکے آگے کے بچے بوڑھے ہو گئے جب انہوں نے توریت حفظ سنائی تب لوگوں کو انکا یقین آیا۔ نخت نصر بنی اسرائیل کی تمام کتابیں جلا گیا تھا جن میں توریت بھی تھی۔

خلاصہ یہ ہوا کہ یقین پورا تھا صرف عین الیقین کے خواستگار تھے جو مشاہدہ پر موقوف ہے۔

حضرت ابراہیمؑ کیلئے مردہ پرندوں کا زندہ ہونا | حضرت ابراہیمؑ حسب ارشاد الہی چار جانور لائے ایک مور، ایک مرغ، ایک کوا، ایک کبوتر اور چاروں کو اپنے ساتھ ہلایا تاکہ پہچان رہے اور بلانے سے آنے لگیں پھر چاروں کو ذبح کیا، پھر ایک پہاڑ پر چاروں کے سر رکھے ایک پرہ رکھے ایک پر سب کے دھڑ رکھے، ایک پر پاؤں رکھے، پہلے بیچ میں کھڑے ہو کر ایک کو پکارا، اس کا سر اٹھ کر ہوا میں کھڑا ہوا، پھر دھڑ ملا پھر پر لگے پھر پاؤں وہ دوڑتا چلا آیا پھر اسی طرح چاروں آگئے۔

اس واقعہ پر اشکال کا جواب | یہاں دو خلجان گزرنے کا قوی احتمال ہے اول تو جسم بے جان متفرق الاجزا کا زندہ ہونا قابل انکار، دوسرے ان خصوصیات کو کہ وہ پرندے ہوں اور چار بھی ہوں اور چار بھی فلاں فلاں ہوں اور اس طرح ان کے اجزاء کو متفرق کر کے بلایا جائے تو زندہ ہو کر دوڑتے ہوئے چلے آئیں گے اس کا کوئی دخل اور ان قیود کا کوئی نفع معلوم نہیں ہوتا اس لئے اول خلجان کے جواب میں عزیز اور دوسرے کے جواب میں حکیم فرما کر دونوں شبہوں کا قلع قمع فرما دیا یعنی اس کو خوب سمجھ لو کہ اللہ تعالیٰ زبردست قدرت والا ہے جو چاہے کر سکتا ہے اور اس کے ہر حکم میں اس قدر حکمتیں ہوتی ہیں کہ جن کا ادراک اور احاطہ اگر ہم کو نہ ہو تو یہ ہمارے نقصان علم کی بات ہے اس کی حکمت کا انکار ایسے امور سے ہرگز ممکن نہیں واللہ اعلم۔ آیت الکرسی میں علم و قدرت وغیرہ صفات الہی کو ذکر فرمایا اس کے بعد یہ تین قصے بیان فرمائے کہ اللہ تعالیٰ جس کو چاہے ہدایت کر سکتا ہے اور جس کو چاہے گمراہ کر سکتا ہے اور مارنا جلانا سب اس کے اختیار میں ہے۔ اب جہاد اور اللہ کی راہ میں مال خرچ کر نیکی فضیلت اور اس کے متعلق قیود و شرائط بیان فرماتے ہیں جس کا ذکر کسی قدر گذر بھی چکا ہے کیونکہ جہاد و انفاق مال میں جو موانع نظر آتے ہیں حق تعالیٰ کے علم و قدرت کے یقین کر لینے کے بعد اور اس کی عجائب قدرت کے حالات معلوم ہونے کے بعد ان کا ازالہ ہوگا ورنہ نقصان تو ان میں ضرور آنا چاہئے۔

لِمَنْ يَشَاءُ وَاللَّهُ وَاسِعٌ عَلِيمٌ ﴿۳۱﴾ الَّذِينَ يُنْفِقُونَ

جس کے واسطے چاہے اور اللہ بے نہایت بخشش کرنے والا ہے سب کچھ جانتا ہے ﴿۳۱﴾ جو لوگ خرچ کرتے ہیں

أَمْوَالَهُمْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ ثُمَّ لَا يُتْبِعُونَ مَا أَنْفَقُوا

اپنے مال اللہ کی راہ میں پھر خرچ کرنے کے بعد

مِنَّا وَلَا آذَاءَ لَّهُمْ أَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ وَلَا

نہ احسان رکھتے ہیں اور نہ ستاتے ہیں انہی کے لئے ہے ثواب ان کا اپنے رب کے یہاں اور نہ

خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ ﴿۳۲﴾ قَوْلٌ مَّعْرُوفٌ

ڈر ہے ان پر اور نہ غمگین ہوں گے ﴿۳۲﴾ جواب دینا نرم

وَمَغْفِرَةٌ خَيْرٌ مِّنْ صَدَقَةٍ يَتْبَعُهَا أَذًى وَاللَّهُ

اور درگزر کرنا بہتر ہے اس خیرات سے جس کے پیچھے ہوسٹانا اور اللہ

غَنِيٌّ حَلِيمٌ ﴿۳۳﴾ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تُبْطِلُوا

بے پروا ہے نہایت محل والا ﴿۳۳﴾ اے ایمان والو مت ضائع کرو

صَدَقَاتِكُمْ بِالْمَنِّ وَالْأَذَى كَالَّذِي يُنْفِقُ

اپنی خیرات احسان رکھ کر اور ایذا دے کر اس شخص کی طرح جو خرچ کرتا ہے

مَالَهُ رِئَاءَ النَّاسِ وَلَا يُؤْمِنُ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ

اپنا مال لوگوں کے دکھانے کو اور یقین نہیں رکھتا ہے اللہ پر اور قیامت کے دن پر ﴿۳۴﴾

فَبَشَلَهُ مِثْلَ صَفْوَانٍ عَلَيْهِ تُرَابٌ فَأَصَابَهُ

سو اس کی مثال ایسی ہے جیسے صاف پتھر کہ اس پر پڑی ہے کچھ مٹی پھر برسائیں پر

◆ **انفاق مال کے فضائل** | یعنی اللہ کی راہ میں تھوڑے مال کا بھی ثواب بہت ہے جیسے ایک دانہ سے سات سو دانے پیدا ہوں اور اللہ تعالیٰ بڑھائے جس کے واسطے چاہے اور سات سو سے سات ہزار اور اس سے بھی زیادہ کر دے اور اللہ بہت بخشش کرنے والا اور ہر ایک خرچ کر نیوالے کی نیت اور اس کے خرچ کی مقدار اور مال کی کیفیت کو خوب جانتا ہے یعنی ہر ایک سے اس کے مناسب معاملہ فرماتا ہے۔

◆ **احسان جتانے کی ممانعت** | جو لوگ اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں اور خرچ کئے پر نہ زبان سے احسان رکھتے ہیں اور نہ ستاتے ہیں طعن سے اور نہ خدمت لینے سے اور نہ تحقیر کرنے سے انہی کے لئے ہے ثواب کامل اور نہ ڈر ہے ان کو ثواب کم ہونے کا اور نہ غمگین ہونگے ثواب کے نقصان سے۔

◆ **سائل کے جواب دینے کا طریقہ** | یعنی مانگنے والے کو نرمی سے جواب دینا اور اس کے اصرار اور بد خوئی پر درگزر کرنا بہتر ہے اس خیرات سے کہ بار بار اس کو شرمائے یا احسان رکھے یا طعن دے اور اللہ غنی ہے کسی کے مال کی اس کو حاجت نہیں جو صدقہ اس کی راہ میں کرتا ہے اپنے واسطے کرتا ہے اور حلیم ہے کہ ستانے پر عذاب بھیجنے میں جلدی نہیں فرماتا۔

◆ **ریا کاری صدقہ کو باطل کر دیتی ہے** | یعنی صدقہ دے کر محتاج کو ستانے اور اس پر احسان رکھنے سے صدقہ کا ثواب جاتا رہتا ہے یا اوروں کو دکھا کر اس لئے صدقہ دیتا ہے کہ لوگ غنی جائیں۔ اس طرح کی بھی خیرات کا ثواب کچھ نہیں ہوتا باقی یہ فرمانا کہ وہ یقین نہیں رکھتا ہے اللہ پر اور قیامت کے دن پر، یہ ابطال صدقہ کے لئے قید و شرط نہیں ہیں کیونکہ صدقہ تو صرف ریا سے ہی باطل ہو سکتا ہے اگرچہ خرچ کر نیوالا مومن ہی کیوں نہ ہو مگر اس قید کو صرف اس نفع کی غرض سے بڑھایا کہ یہ معلوم ہو جائے کہ ریا کاری مومن کی شان سے بعید ہے بلکہ یہ امر منافقین کے مناسب حال ہے۔

وَإِبِلٌ فَتَرَكَهُ صَلْدًا ۗ لَا يَقْدِرُونَ عَلَىٰ شَيْءٍ ۗ

زور کا مینہ تو کر چھوڑا اس کو بالکل صاف کچھ ہاتھ نہیں لگتا ایسے لوگوں کے ثواب

مِمَّا كَسَبُوا ۗ وَاللَّهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْكَافِرِينَ ﴿۳۶۳﴾

اس چیز کا جو انہوں نے کمایا اور اللہ نہیں دکھاتا سیدھی راہ کافروں کو

وَمَثَلُ الَّذِينَ يُنْفِقُونَ أَمْوَالَهُمُ ابْتِغَاءَ مَرْضَاتِ

اور مثال ان کی جو خرچ کرتے ہیں اپنے مال اللہ کی خوشی حاصل کرنے

اللَّهِ وَتَثْبِيئًا مِّنْ أَنفُسِهِمْ كَمَثَلِ جَنَّةٍ بِرَبْوَةٍ

کو اور اپنے دلوں کو ثابت کر کے ایسی ہے جیسے ایک باغ ہے بلند زمین پر

أَصَابَهَا وَاِبِلٌ فَانْتَأَتْ أَكْطَاهَا ضِعْفَيْنِ ۚ فَإِن لَّمْ

اس پر پڑا زور کا مینہ تو لایا وہ باغ اپنا پھل دو چند اور اگر نہ

يُصِيبَهَا وَاِبِلٌ فَطُلُّ ۗ وَاللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ بَصِيرٌ ﴿۳۶۴﴾

پڑا اس پر مینہ تو پھواری کافی ہے اور اللہ تمہارے کاموں کو خوب دیکھتا ہے

أَيُّودٌ أَحَدُكُمْ أَن تَكُونَ لَهُ جَنَّةٌ مِّنْ نَّخِيلٍ وَّ

کیا پسند آتا ہے تم میں سے کسی کو یہ کہ ہووے اس کا ایک باغ کھجور اور

أَعْنَابٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ ۚ لَهُ فِيهَا

انگور کا بہتی ہوں نیچے اس کے نہریں اس کو اس باغ میں

مِنْ كُلِّ الثَّمَرَاتِ ۚ وَأَصَابَهُ الْكِبَرُ وَلَهُ ذُرِّيَّتٌ

اور بھی سب طرح کا میوہ حاصل ہو اور آگیا اس پر بڑھاپا اور اس کی اولاد ہیں

دکھاوے کی مثال | اوپر مثال بیان فرمائی تھی خیرات کی کہ ایسی ہے جیسے ایک دانہ بویا اور اس سے سات سو دانے پیدا ہو گئے۔ اب فرماتے ہیں کہ نیت شرط ہے اگر کسی نے ریا اور دکھاوے کی نیت سے صدقہ کیا تو اس کی مثال ایسی سمجھو کہ کسی نے دانہ بویا ایسے پتھر پر کہ جس پر تھوڑی سی مٹی نظر آتی تھی جب مینہ برسا تو بالکل صاف رہ گیا اب اس پر دانہ کیا اُگے گا ایسے ہی صدقات میں ریا کاروں کو کیا ثواب ملے گا۔

اخلاص سے مال خرچ کرنے کی مثال | زور کے مینہ سے مراد بہت مال خرچ کرنا اور پھوار سے مراد تھوڑا مال خرچ کرنا اور دلوں کو ثابت کرنے سے مراد یہ ہے کہ ثابت کریں دلوں کو ثواب پانے میں یعنی ان کو یقین ہے کہ خیرات کا ثواب ضرور ملے گا۔ سوا اگر نیت درست ہے تو بہت خرچ کرنے میں بہت ثواب ملے گا اور تھوڑی خیرات میں بھی فائدہ ہوگا جیسے خالص زمین پر باغ ہے تو جتنا مینہ برے گا اتنا ہی باغ کو فائدہ پہنچے گا اور نیت درست نہیں تو جس قدر زیادہ خرچ کرے اتنا ہی مال ضائع ہوگا اور نقصان پہنچے گا کیونکہ زیادہ مال دینے میں ریا اور دکھاوا بھی زیادہ ہوگا جیسا پتھر پر دانہ اُگے گا تو جتنا زور کا مینہ برے گا اتنا ہی ضرر زیادہ ہوگا۔

ضَعْفَاءٌ ۖ فَاصَابَهَا اِعْصَارٌ فِيهِ نَارٌ فَاحْتَرَقَتْ ۗ ط

ضعیف تب آڑا اس باغ پر ایک بگولا جس میں آگ تھی جس سے وہ باغ جل گیا

كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمْ الْاٰيٰتِ لَعَلَّكُمْ تَتَفَكَّرُوْنَ ۝۳۶ ع

یوں سمجھاتا ہے تم کو اللہ آیتیں تاکہ تم غور کرو

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اَنْفِقُوْا مِنْ طَيِّبٰتِ مَا كَسَبْتُمْ

اے ایمان والو خرچ کرو ستھری چیزیں اپنی کمائی میں سے

وَمِمَّا اَخْرَجْنَا لَكُمْ مِنَ الْاَرْضِ ۚ وَلَا تَبْمِهُوْا

اور اس چیز میں سے کہ جو ہم نے پیدا کیا تمہارے واسطے زمین سے اور قصد نہ کرو

الْخَبِيْثَ مِنْهُ تُنْفِقُوْنَ وَاَنْتُمْ بِاَخِيْذِهِ اِلَّا اَنْ

گندی چیز کا اس میں سے کہ اسکو خرچ کرو حالانکہ تم اس کو کبھی نہ لو گے مگر یہ کہ

تَغِيْضُوْا فِيْهِ ۗ وَاَعْلَمُوْا اَنَّ اللّٰهَ غَنِيٌّ حَمِيْدٌ ۝۳۷

چشم پوشی کر جاؤ اور جان رکھو کہ اللہ بے پروا ہے خوبیوں والا

الشَّيْطٰنُ يَعْزِدُكُمْ الْفَقْرَ وَيَاْمُرُكُمْ بِالْفَحْشَاۗءِ ۚ

شیطان وعدہ دیتا ہے تم کو تنگ دستی کا اور حکم کرتا ہے بے حیائی کا

وَاللّٰهُ يَعْزِدُكُمْ مَّغْفِرَةً مِّنْهُ وَفَضْلًا ۗ وَاللّٰهُ

اور اللہ وعدہ دیتا ہے تم کو اپنی بخشش اور فضل کا اور اللہ

وَاسِعٌ عَلِيْمٌ ۝۳۸ ۖ يُّوْتِي الْحِكْمَةَ مَنْ يَّشَاءُ ۚ وَمَنْ

بہت کشمکش والا ہے سب کچھ جانتا ہے عینیت کرتا ہے کچھ جس کی کو چاہے اور جس کو

ایذا اور دکھاوے کی ایک اور مثال | یہ مثال ان کی ہے جو لوگوں کو دکھانے کو صدقہ خیرات کرتے ہیں یا خیرات کر کے احسان رکھتے ہیں اور ایذا پہنچاتے ہیں یعنی جیسے کسی شخص نے جوانی اور قوت کے وقت باغ تیار کیا تاکہ ضعیفی اور بڑھاپے میں اس سے میوہ کھائے اور ضرورت کے وقت کام آئے پھر جب بڑھاپا آیا اور میوے کی پوری حاجت ہوئی تب وہ باغ عین حالت احتیاج میں جل گیا یعنی صدقہ مثل باغ میوہ دار کے ہے کہ اس کا میوہ آخرت میں کام آئے۔ جب کسی کی نیت بری ہے تو وہ باغ جل گیا پھر اس کا میوہ جو ثواب ہے کیونکر نصیب ہو حق سبحانہ اسی طرح کھول کر سمجھاتا ہے تم کو آیتیں تاکہ غور کرو اور سمجھو۔

اللہ کی راہ میں عمدہ اور پاک مال خرچ کرو | یعنی عند اللہ صدقہ کے مقبول ہونے کی یہ بھی شرط ہے کہ مال حلال کمائی کا ہو، حرام کا مال اور شبہ کا مال نہ ہو اور اچھی سے اچھی چیز اللہ کی راہ میں دے بری چیز خیرات میں نہ لگائے کہ اگر کوئی ایسی ویسی چیز دے تو جی نہ چاہے لینے کو مگر شرما شرمانی، پر خوشی سے ہرگز نہ لے اور جان لو کہ اللہ بے پروا ہے تمہارا محتاج نہیں اور خوبیوں والا ہے اگر بہتر سے بہتر چیز دل کے شوق اور محبت سے دے تو پسند فرماتا ہے۔

شیطان تنگدستی سے ڈرتا ہے | جب کسی کے دل میں خیال آئے کہ اگر خیرات کرونگا تو مفلس رہ جاؤنگا اور حق تعالیٰ کی تاکید سن کر بھی یہی ہمت ہو اور دل چاہے کہ اپنا مال خرچ نہ کرے اور وعدہ الہی سے اعراض کر کے وعدہ شیطانی پر طبیعت کو میلان اور اعتماد ہو تو اس کو یقین کر لینا چاہئے کہ یہ مضمون شیطان کی طرف سے ہے یہ نہ کہے کہ ”شیطان کی توہم نے کبھی صورت بھی نہیں دیکھی حکم کرنا تو درکنار رہا“ اور اگر یہ خیال آوے کہ صدقہ خیرات سے گناہ بخشے جائیں گے اور مال میں بھی ترقی اور برکت ہوگی تو جان لیوے کہ یہ مضمون اللہ کی طرف سے آیا ہے اور خدا کا شکر کرے اور اللہ کے خزانہ میں کمی نہیں سب کے ظاہر و باطن نیت عمل کو خوب جانتا ہے۔

يُؤْتِ الْحِكْمَةَ فَقَدْ أُوتِيَ خَيْرًا كَثِيرًا ۗ وَمَا

اور نصیحت

اس کو بڑی خوبی ملی

سمجھائی

يَذَكِّرُ إِلَّا أُولُوا الْأَلْبَابِ ۖ وَمَا أَنْفَقْتُمْ

اور جو خرچ کرو گے

جو عقل والے ہیں

وہی قبول کرتے ہیں

مِنْ نَفَقَةٍ أَوْ نَذْرَةٍ مِّنْ نَّذِيرٍ فَإِنَّ اللَّهَ

تو بیشک اللہ کو

کوئی منت

یا قبول کرو گے

تم خیرات

يَعْلَمُهُ ۗ وَمَا لِلظَّالِمِينَ مِنْ أَنْصَارٍ ۖ إِنَّ شُبُهَةَ

اگر ظاہر کر کے دو

اور ظالموں کا کوئی مددگار نہیں

سب معلوم ہے

الضَّادَّةِ فَنِعْمَ هِيَ ۗ وَإِنْ تَخَفُوهَا وَتُوتُوهَا

اور فقیروں کو

اور اگر اس کو چھپاؤ

تو کیا اچھی بات ہے

خیرات

الْفُقَرَاءَ فَهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ ۗ وَيُكَفِّرُ عَنْكُمْ مِّنْ

کچھ

اور دور کرے گا

تو وہ بہتر ہے تمہارے حق میں

پہنچاؤ

سَيِّئَاتِكُمْ ۗ وَاللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ خَبِيرٌ ۖ لَيْسَ

تیرا

اور اللہ تمہارے کاموں سے خوب خبردار ہے

گناہ تمہارے

عَلَيْكَ هُدًى مِّنْ يَشَاءُ ۗ

جس کو چاہے

اور لیکن اللہ راہ پر لادے

ذمہ نہیں ان کو راہ پر لانا

وَمَا تُنْفِقُوا مِنْ خَيْرٍ فَلَا نُفْسِكُمْ ۗ وَمَا تُنْفِقُونَ

جب تک کہ خرچ کرو گے

سوائے ہی واسطے

اور جو کچھ خرچ کرو گے تم مال

◆ سمجھ بڑی نعمت ہے | یعنی جس کو چاہتا ہے دین کی باتوں میں دانائی اور خیرات کرنے میں سمجھ عنایت کرتا ہے کہ کس نیت سے اور کس مال سے اور کس کو اور کس طرح محتاج کو دینا چاہئے اور جس کو سمجھ عنایت ہوئی اس کو بڑی نعمت اور بڑی خوبی ملی۔

◆ منت اور نذر کا بیان | یعنی جو کچھ خیرات کی جائے تھوڑی یا بہت بھلی نیت سے یا بُری نیت سے چھپا کر یا لوگوں کو دکھا کر یا منت مانی جائے کسی طرح کی تو بیشک خدا تعالیٰ کو پورا علم ہے سب کا اور جو لوگ انفاقِ مال اور نذر میں حکمِ الہی کے خلاف کرتے ہیں ان کا کوئی مددگار نہیں اللہ جو چاہے ان پر عذاب کرے۔ منت قبول کرنے سے واجب ہو جاتی ہے اب اگر ادا نہ کی تو گنہگار ہوگا اور نذر اللہ کے سوا کسی کی جائز نہیں مگر یہ کہے کہ اللہ کے واسطے فلا نے شخص کو دوں گا یا اس نذر کا ثواب فلاں کو پہنچے تو کچھ مضائقہ نہیں۔

◆ اگر لوگوں کے دکھانے کی نیت نہ ہو تو خیرات کرنا لوگوں کے روبرو بھی بہتر ہے تاکہ اوروں کو بھی شوق اور رغبت ہو اور چھپا کر خیرات کرنا بھی بہتر ہے تاکہ لینے والا نہ شرمائے۔ خلاصہ یہ کہ اظہار و اخفاء دونوں بہتر ہیں مگر ہر موقع اور مصلحت کا لحاظ ضروری بات ہے۔

إِلَّا ابْتِغَاءَ وَجْهِ اللَّهِ وَمَا تُنْفِقُوا مِنْ خَيْرٍ

اللہ ہی کی رضا جوئی میں اور جو کچھ خرچ کرو گے خیرات

تُؤْفَإِ بِكُمْ وَأَنْتُمْ لَا تظَلُمُونَ ﴿۲۴۱﴾ لِلْفُقَرَاءِ

سو پوری ملے گی تم کو اور تمہارا حق نہ رہے گا خیرات ان فقیروں کے لئے ہے

الَّذِينَ أَحْصَرُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ لَا يَسْتَطِيعُونَ

جو رکے ہوئے ہیں اللہ کی راہ میں چل پھر

ضَرْبًا فِي الْأَرْضِ يُحْسِبُهُمُ الْجَاهِلُ أَغْنِيَاءَ مِنَ

نہیں سکتے ملک میں سمجھے ان کو نادانف مالدار ان کے

التَّعَفُّفِ تَعْرِفُهُمْ بِسِيمَاهُمْ لَا يَسْأَلُونَ النَّاسَ إِحْفَافًا

سوال نہ کرنے سے تو پہچانتا ہے ان کو ان کے چہرہ سے نہیں سوال کرتے لوگوں سے اپٹ کر

وَمَا تُنْفِقُوا مِنْ خَيْرٍ فَإِنَّ اللَّهَ بِهِ عَلِيمٌ ﴿۲۴۲﴾

اور جو کچھ خرچ کرو گے کام کی چیز وہ بیشک اللہ کو معلوم ہے

الَّذِينَ يُنْفِقُونَ أَمْوَالَهُمْ بِاللَّيْلِ وَالنَّهَارِ سِرًّا وَ

جو لوگ خرچ کرتے ہیں اپنے مال اللہ کی راہ میں رات کو اور دن کو چھپا کر اور

عَلَانِيَةً فَلَهُمْ أَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ وَلَا خَوْفٌ

ظاہر میں تو ان کے لئے ہے ثواب ان کا اپنے رب کے پاس اور نہ ڈر ہے

عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ ﴿۲۴۳﴾ الَّذِينَ يَأْكُلُونَ

ان پر اور نہ وہ غمگین ہوں گے جو لوگ کھاتے ہیں

◆ صدقہ دینے میں مسلمان کی تخصیص نہیں | جب آپ نے صحابہؓ کو مسلمانوں کے سوا اوروں پر صدقہ کرنے سے روکا اور اس میں یہ مصلحت تھی کہ مال ہی کی غرض سے دین حق کی طرف راغب ہوں۔ آگے یہ فرما دیا کہ یہ ثواب جب ہی تک ملے گا کہ اللہ کی خوشی مطلوب ہوگی تو یہ آیت نازل ہوئی اور اس میں عام حکم آ گیا کہ اللہ کی راہ میں جس کو مال دو گے تم کو اس کا ثواب دیا جائے گا مسلم غیر مسلم کسی کی تخصیص نہیں یعنی جس پر صدقہ کرو اس میں مسلم کی تخصیص نہیں البتہ صدقہ میں یہ ضرور ہے کہ محض لوجہ اللہ ہو۔

◆ اللہ والے اہل حاجت کی مدد | یعنی ایسوں کو دینا بڑا ثواب ہے جو اللہ کی راہ اور اس کے دین کے کام میں مقید ہو کر چلنے پھرنے کھانے کمانے سے رک رہے ہیں اور کسی پر اپنی حاجت ظاہر نہیں کرتے جیسے حضرت کے اصحاب تھے۔ اہل صفہ نے گھریا چھوڑ کر حضرت کی صحبت اختیار کی تھی علم دین سیکھنے کو اور مفسدین فتنہ پردازوں پر جہاد کرنے کو اسی طرح اب بھی جو کوئی قرآن کو حفظ کرے یا علم دین میں مشغول ہو تو لوگوں پر لازم ہے کہ ان کی مدد کریں۔ اور چہرہ سے ان کو پہچانا اس کا مطلب یہ ہے کہ ان کے چہرے زرد اور بدن دبلے ہو رہے ہیں اور آثار جہد و جہدان کی صورت سے نمودار ہیں۔

◆ علی العموم اور خاص کرایسے لوگوں پر جن کا ذکر ہوا۔

◆ خیرات و صدقات کے فائدے | یہاں تک خیرات کا بیان اور اس کی فضیلت اور اسکی قیود و شرائط کا مذکور تھا اور چونکہ خیرات کرنے سے ادھر تو معاملات میں سہولت و تسہیل کی عادت ہوتی ہے اور بے مروتی و سخت گیری کی برائی و نشین ہوتی ہے اور ادھر یہ ہوتا ہے کہ معاملات و اعمال میں جو گناہ ہو جاتا ہے خیرات سے اس کا کفارہ کر دیا جاتا ہے اور نیز خیرات کرنے سے اخلاق و مروت و خیر اندیشی و نفع رسانی خلق اللہ میں ترقی ہوتی ہے تو ان وجوہ سے ان آیات متعددہ میں اسکا ذکر فرمایا گیا تھا اب سود لینا چونکہ خیرات کی ضد ہے وہاں مروت و نفع رسانی تھی تو سود میں محض بے مروتی اور ضرر رسانی اور ظلم ہے۔ اس لئے خیرات کی فضیلت کے بعد سود کی مذمت اور اس کی ممانعت کا ذکر بہت مناسب ہے، اور جس قدر خیرات میں بھلائی ہے اتنی ہی سود میں برائی ہوتی ضروری بات ہے۔

الرِّبَا وَلَا يَقُومُونَ إِلَّا كَمَا يَقُومُ الَّذِينَ يَتَخَبَّطُهُ

سود نہیں اٹھیں گے قیامت کو مگر جس طرح اٹھتا ہے وہ شخص کہ جس کے حواس ٹھوہے ہوں

الشَّيْطَانُ مِنَ الْمَسِّ ذَلِكُمْ بِأَنَّهُمْ قَالُوا إِنَّمَا

جن نے لپٹ کر یہ حالت ان کی اس واسطے ہوئی کہ انہوں نے کہا کہ سوداگری بھی

الْبَيْعُ مِثْلُ الرِّبَا وَمَا حَلَّلَ اللَّهُ الْبَيْعَ وَحَرَّمَ الرِّبَا

تو ایسی ہی ہے جیسے سود لینا حالانکہ اللہ نے حلال کیا ہے سوداگری کو اور حرام کیا ہے سود کو

فَمَنْ جَاءَهُ مَوْعِظَةٌ مِنْ رَبِّهِ فَانْتَهَى فَلَهُ مَا

پھر جس کو پہنچی نصیحت اپنے رب کی طرف سے اور وہ باز آگیا تو اس کے واسطے ہے

سَلَفٌ وَأَمْرُهُ إِلَى اللَّهِ وَمَنْ عَادَ فَأُولَئِكَ

جو پہلے ہو چکا اور معاملہ اس کا اللہ کے حوالہ ہے اور جو کوئی پھر سو دیوے تو وہی

أَصْحَابُ النَّارِ هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ ﴿۲۵﴾ يَمْحَقُ اللَّهُ الرِّبَا

لوگ ہیں دوزخ والے وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے مٹاتا ہے اللہ سود کو

وَيُرِي الصَّدَقَاتِ وَاللَّهُ لَا يُحِبُّ كُلَّ كَفَّارٍ أَثِيمٍ ﴿۲۶﴾

اور بڑھاتا ہے خیرات کو اور اللہ خوش نہیں کسی ناشکر گنہگار سے

إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ وَأَقَامُوا الصَّلَاةَ

جو لوگ ایمان لائے اور عمل نیک کئے اور قائم رکھا نماز کو

وَاتُوا الزَّكَاةَ لَهُمْ أَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ وَلَا خَوْفٌ

اور دیتے رہے زکوٰۃ ان کے لئے ہے ثواب ان کا اپنے رب کے پاس اور نہ ان کو

وقف لازم

مذمت اور حقیقت | یعنی ربوا کھانے والے قیامت کو قبروں سے ایسے اٹھیں گے جیسے آسب زدہ اور مجنون اور یہ حالت اس واسطے ہوگی کہ انہوں نے حلال و حرام کو یکساں کر دیا اور صرف اس وجہ سے کہ دونوں میں نفع مقصود ہوتا ہے دونوں کو حلال کہا حالانکہ بیع اور ربوا میں بڑا فرق ہے کہ بیع کو حق تعالیٰ نے حلال کیا ہے اور سود کو حرام۔ **فائدہ** | بیع میں جو نفع ہوتا ہے وہ مال کے مقابلہ میں ہوتا ہے جیسا کسی نے ایک درہم کی قیمت کا کپڑا اور درہم کو فروخت کیا اور سود ہوتا ہے جس میں نفع بلا عوض ہو جیسے ایک درہم سے دو درہم خرید لیوے اول صورت میں چونکہ کپڑا اور درہم دو جدی جدی قسم کی چیزیں ہیں اور نفع اور غرض ہر ایک کی دوسرے سے علیحدہ ہے اس لئے ان میں فی نفسہ موازنہ اور مساوات غیر ممکن ہے بضرورت خرید و فروخت موازنہ کرنے کی کوئی صورت اپنی اپنی ضرورت اور حاجت کے سوا اور کچھ نہیں ہو سکتی اور ضرورت اور رغبت ہر ایک کی از حد مختلف ہوتی ہے کسی کو ایک درہم کی اتنی حاجت ہوتی ہے کہ دس روپیہ کی قیمت کے کپڑے کی بھی اس قدر نہیں ہوتی اور کسی کو ایک کپڑے کی جو کہ بازار میں ایک درہم کا شمار ہوتا ہے اتنی حاجت ہو سکتی ہے کہ دس درہم کی بھی اتنی احتیاج اور رغبت نہیں ہوتی تو اب ایک کپڑے کو ایک درہم میں کوئی خریدے گا تو اس میں سود یعنی نفع خالی عن العوض نہیں اور اگر بالفرض اسی کپڑے کو ایک ہزار درہم کو خریدے گا تو سود نہیں ہو سکتا کیونکہ فی حد ذاتہ تو ان میں موازنہ اور مساوات ہو ہی نہیں سکتی اس کے لئے اگر پیمانہ ہے تو اپنی اپنی رغبت اور ضرورت اور اس میں اتنا تفاوت ہے کہ خدا کی پناہ تو سود متعین ہو تو کیونکر ہو اور ایک درہم کو دو درہم کے عوض فروخت کرے گا تو یہاں فی نفسہ مساوات ہو سکتی ہے جس کے باعث ایک درہم ایک درہم کے مقابلہ میں معین ہوگا اور دوسرا درہم خالی عن العوض ہو کر سود ہوگا اور شرعاً یہ معاملہ حرام ہوگا۔

یعنی سود کی حرمت سے پہلے جو تم نے سود لیا دنیا میں اس کو مالک کی طرف واپس کرنے کا حکم نہیں دیا جاتا یعنی تم کو اس سے مطالبہ کا حق نہیں اور آخرت میں حق تعالیٰ کو اختیار ہے چاہے اپنی رحمت سے اس کو بخش دے لیکن حرمت کے بعد بھی اگر کوئی باز نہ آیا بلکہ برابر سود لئے گیا تو وہ دوزخی ہے اور خدا تعالیٰ کے حکم کے سامنے اپنی عقلی دلیلوں کو پیش کرنے کی سزا وہی سزا ہے جو فرمائی۔

اللہ سود کو گھٹاتا اور صدقات کو بڑھاتا ہے | اللہ سود کے مال کو مٹاتا ہے یعنی اس میں برکت نہیں ہوتی بلکہ اصل مال بھی ضائع ہو جاتا ہے چنانچہ حدیث میں ارشاد ہے کہ سود کا مال کتنا ہی بڑھ جائے انجام اس کا افلاس ہے اور خیرات کے مال کو بڑھانے سے یہ مطلب ہے کہ اس مال میں زیادتی ہوتی ہے اور اللہ برکت دیتا ہے اور اس کا ثواب بڑھایا جاتا ہے چنانچہ احادیث میں وارد ہے۔

مطلب یہ کہ سود لینے والے نے مالدار ہو کر اتنا بھی نہ کیا کہ محتاج کو قرض ہی بلا سود دے دیتا۔ چاہئے تو یہ تھا کہ بطریق خیرات حاجتمند کو دیتا تو اب اس سے زیادہ اللہ کی نعمت کی ناشکری کیا ہوگی۔

عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ ﴿۲۷۷﴾ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا

خوف ہے اور نہ وہ غمگین ہوں گے ﴿۲۷۷﴾ اے ایمان والو

اتَّقُوا اللَّهَ وَذَرُّوا مَا بَقِيَ مِنَ الرِّبَا إِن كُنْتُمْ

ذرو اللہ سے اور چھوڑ دو جو کچھ باقی رہ گیا ہے سود اگر تم کو

مُؤْمِنِينَ ﴿۲۷۸﴾ فَإِن لَّمْ تَفْعَلُوا فَأْذَنُوا بِحَرْبٍ مِّنَ

یقین ہے اللہ کے فرمانے کا ﴿۲۷۸﴾ پھر اگر نہیں چھوڑتے تو تیار ہو جاؤ لڑنے کو

اللَّهِ وَرَسُولِهِ، وَإِن تُبْتُمْ فَلَكُمْ رُءُوسُ أَمْوَالِكُمْ،

اللہ سے اور اس کے رسول سے اور اگر توبہ کرتے ہو تو تمہارے واسطے ہے اصل مال تمہارا

لَا تَظْلِمُونَ وَلَا تُظْلَمُونَ ﴿۲۷۹﴾ وَإِن كَانَتْ ذُو

نہ تم کسی پر ظلم کرو اور نہ کوئی تم پر ﴿۲۷۹﴾ اور اگر ہے

عُسْرَةٍ فَنَظِرَةٌ إِلَىٰ مَيْسَرَةٍ، وَأَن تَصَدَّقُوا خَيْرٌ

تنگ دست تو مہلت دینی چاہئے کشائش ہونے تک اور بخش دو تو بہت بہتر ہے

لَكُمْ إِن كُنْتُمْ تَعْلَمُونَ ﴿۲۸۰﴾ وَاتَّقُوا يَوْمًا تُرْجَعُونَ

تمہارے لئے اگر تم کو سمجھ ہو ﴿۲۸۰﴾ اور ڈرتے رہو اس دن سے کہ جس دن

فِيهِ إِلَى اللَّهِ تَفْتَنُ تُوَفَّىٰ كُلُّ نَفْسٍ مَّا كَسَبَتْ

لونائے جاؤ گے اللہ کی طرف پھر پورا دیا جائے گا ہر شخص کو جو کچھ اس نے کمایا

وَهُمْ لَا يُظْلَمُونَ ﴿۲۸۱﴾ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا

اور ان پر ظلم نہ ہوگا ﴿۲۸۱﴾ اے ایمان والو جب

اس آیت میں سود لینے والے کے مقابلے میں اہل ایمان کے اوصاف اور ان کا انعام ذکر کر دیا جو سود خوار کے اوصاف و حالات اور اس کے حکم کے خلاف اور ضد ہیں جس سے سود خوار کی پوری تہدید و تشنیع بھی ظاہر ہو گئی

یعنی ممانعت سے پہلے جو سود لے چکے سو لے چکے لیکن ممانعت کے بعد جو چڑھا اس کو ہرگز نہ مانگو۔

پچھلا سود معاف ہے | یعنی پہلے سود جو تم لے چکے ہو اس کو اگر تمہارے اصل مال میں محسوب کریں اور اس میں سے کاٹ لیویں تو تم پر ظلم ہے اور ممانعت کے بعد کا سود چڑھا ہوا اگر تم مانگو تو یہ تمہارا ظلم ہے۔

یعنی جب سود کی ممانعت آگئی اور اس کا لینا دینا موقوف ہو گیا تو اب تم مدیون مفلس سے تقاضا کرنے لگو یہ ہرگز نہ چاہئے بلکہ مفلس کو مہلت دو اور توفیق ہو تو بخش دو۔

یعنی قیامت کو تمام اعمال کی جزاء اور سزا ملے گی تو اب ہر کوئی اپنا فکر کر لے اچھے کام کرے یا بُرے سود لے یا خیرات کرے۔

تَدَايِنْتُمْ بِدَايِنٍ اِلَىٰ اَجَلٍ مُّسَمًّى فَاكْتُبُوهُ

تم آپس میں معاملہ کروادھا رکھا کسی وقت مقرر تک تو اس کو لکھ لیا کرو

وَلْيَكْتُبْ بَيْنَكُمْ كَاتِبٌ بِالْعَدْلِ وَلَا يَأْبَ

اور چاہئے کہ لکھ دے تمہارے درمیان کوئی لکھنے والا انصاف سے اور انکار نہ کرے

كَاتِبٌ اَنْ يَّكْتُبَ كَمَا عَلَّمَهُ اللّٰهُ فَلَْيَكْتُبْ ۗ وَلْيُمْلِلِ

لکھنے والا اس سے کہ لکھ دیوے جیسا سکھایا اس کو اللہ نے سو اس کو چاہئے کہ لکھ دے اور تملتا جاوے

الَّذِي عَلَيْهِ الْحَقُّ وَلَيَتَّقِ اللّٰهُ رَبَّهُ وَلَا يَبْخَسُ

وہ شخص کہ جس پر قرض ہے اور ذرے اللہ سے جو اس کا رب ہے اور کم نہ کرے

مِنْهُ شَيْئًا ۗ فَاِنْ كَانَ الَّذِي عَلَيْهِ الْحَقُّ سَفِيهًا

اس میں سے کچھ پھر اگر وہ شخص کہ جس پر قرض ہے بے عقل ہے

اَوْ ضَعِيفًا اَوْ لَا يَسْتَطِيعُ اَنْ يُؤْتِيَ ۗ فَلْيُؤْتِ

یاضعیف ہے یا آپ نہیں بتلا سکتا تو تملتا دے

وَلِيُّهُ بِالْعَدْلِ ۗ وَاَسْتَشْهِدُوا شَٰهِدَيْنِ مِنْ

کار گزار اس کا انصاف سے اور گواہ کرو دو شاہد اپنے

رِجَالِكُمْ ۗ فَاِنْ لَّمْ يَكُنَا رَجُلَيْنِ فَرَجُلٌ وَّامْرَاَتَيْنِ

مردوں میں سے پھر اگر نہ ہوں دو مرد تو ایک مرد اور دو عورتیں

مِمَّنْ تَرْضَوْنَ مِنَ الشَّٰهِدِ اِنَّ تَضِلُّوا حُدُمًا

ان لوگوں میں سے کہ جن کو تم پسند کرتے ہو گواہوں میں تاکہ اگر بھول جائے ایک ان میں سے

قرض کا لین دین اور اس کے احکام | پہلے صدقہ خیرات کی فضیلت اور اس کے احکام بیان فرمائے اس کے بعد ربوا اور اسکی حرمت اور برائی مذکور ہوئی اب اس معاملہ کا ذکر ہے جس میں قرض ہو اور آئندہ کسی مدت کا وعدہ ہو اس کی نسبت یہ معلوم ہوا کہ ایسا معاملہ جائز ہے مگر چونکہ یہ معاملہ آئندہ مدت کے لئے ہوا ہے بھول چوک خلاف نزاع کا احتمال ہے اس لئے یہ ضرور ہے کہ اس کا تعین اور اہتمام ایسا کیا جائے کہ آئندہ کوئی قضیہ اور خلاف نہ ہو۔ اس کی صورت یہی ہے کہ ایک کاغذ لکھو جس میں مدت کا تقرر ہو اور دونوں معاملہ والوں کا نام اور معاملہ کی تفصیل سب باتیں صاف صاف کھول کر لکھی جاویں کاتب کو چاہئے بلا انکار جس طرح شرع کا حکم ہے اسکے موافق انصاف میں کوتاہی نہ کرے اور چاہئے کہ مدیون اپنے ہاتھ سے لکھے یا کاتب کو اپنی زبان سے بتلائے اور دوسرے کے حق میں ذرا نقصان نہ ڈالے۔

یعنی جو دیندار اور مدیون ہے وہ اگر بے عقل، بھولا یا ست اور ضعیف ہے مثلاً بچہ ہے یا بہت بوڑھا ہے کہ معاملہ کے سمجھنے کی سمجھ ہی نہیں ہے یا معاملہ کو کاتب کو بتلا نہیں سکتا تو ایسی صورتوں میں مدیون کے مختار اور وارث اور کارگذار کو چاہئے کہ معاملہ کو انصاف سے بلا کم و کاست لکھوادے۔

فَتَذَكَّرْ أَحَدَهُمَا الْأُخْرَىٰ ۗ وَلَا يَأْبَ الشُّهَدَاءُ

تو یاد دلاوے اس کو وہ دوسری اور انکار نہ کریں گواہ

إِذَا مَا دُعُوا وَلَا تَسْمَعُوا أَنْ تَكْتُبُوهُ صَغِيرًا أَوْ كَبِيرًا

جس وقت بلائے جاویں اور کابلی نہ کرو اس کے لکھنے سے چھوٹا ہو معاملہ یا بڑا

إِلَىٰ أَجَلِهِ ۗ ذَٰلِكُمْ أَقْسَطُ عِنْدَ اللَّهِ وَأَقْوَمُ

اس کی میعاد تک اس میں پورا انصاف ہے اللہ کے نزدیک اور بہت درست رکھنے والا ہے

لِلشَّهَادَةِ وَأَذْنِي إِلَّا تَرْتَابُوا إِلَّا أَنْ تَكُونُوا

گواہی کو اور نزدیک ہے کہ شبہ میں نہ پڑو مگر یہ کہ

تِجَارَةً حَاضِرَةً تُدِيرُونَهَا بَيْنَكُمْ فَلَيْسَ

سودا ہو ہاتھوں ہاتھ لیتے دیتے ہو اس کو آپس میں تو تم پر

عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ إِلَّا تَكْتُبُوهَا ۗ وَأَشْهَدُوا إِذَا تَبَايَعْتُمْ

کچھ گناہ نہیں اگر اس کو نہ لکھو اور گواہ کر لیا کرو جب تم سودا کرو

وَلَا يَضَارُّكَ أَنْ تَبْشُرَ وَلَا تَكْتُمُ ۗ وَإِنْ تَفْعَلُوا

اور نقصان نہ کرے لکھنے والا اور نہ گواہ اور اگر ایسا کرو

فَإِنَّهُ فَسُوقٌ بِكُمْ ۗ وَاتَّقُوا اللَّهَ ۗ وَيُعَلِّمُ اللَّهُ

تو یہ گناہ کی بات ہے تمہارے اندر اور ڈرتے رہو اللہ سے اور اللہ تم کو سکھلاتا ہے

وَاللَّهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ ۝ (۲۸۲) وَإِنْ كُنْتُمْ عَلَىٰ سَفَرٍ

اور اللہ ہر ایک چیز کو جانتا ہے اور اگر تم سفر میں ہو

◆ ایک مرد اور دو عورتوں کی گواہی | اور تم کو چاہئے کہ اس معاملہ پر کم سے کم دو گواہ مردوں میں سے یا ایک مرد اور دو عورتیں گواہ بنائی جائیں اور گواہ قابلِ پسند یعنی لائق اعتبار اور اعتماد ہوں۔

◆ یعنی گواہ کو جس وقت گواہ بنانے کے لئے یا ادائے شہادت کے لئے بلائیں تو اس کو کنارہ یا انکار نہ چاہئے اور کاہلی اور سستی نہ کرو اس کے لکھنے لکھانے میں معاملہ چھوٹا ہو یا بڑا کہ انصاف پورا اس میں ہے اور گواہی پر بھی کامل اعتماد اسی لکھ لینے میں ہے اور بھول چوک اور کسی کے حق ضائع ہونے سے اطمینان بھی اس میں ہے۔

وَلَمْ تَجِدُوا كَاتِبًا فَرِهْنَ مَقْبُوضَهُ فَإِنْ أَصْنَعُوا

اور نہ پاؤ کوئی لکھنے والا تو اگر وہ باتھ میں رکھنی چاہئے پھر اگر اعتبار کرے

بَعْضُكُمْ بَعْضًا فَلْيُؤَدِّ الَّذِينَ الَّذِينَ أَمَانَتَهُ

ایک دوسرے کا تو چاہئے کہ پورا ادا کرے وہ شخص کہ جس پر اعتبار کیا اپنی امانت کو

وَلْيَتَّقِ اللَّهَ رَبَّهُ وَلَا تَكْتُمُوا الشَّهَادَةَ وَمَنْ

اور ڈرتا رہے اللہ سے جو رب ہے اس کا اور مت چھپاؤ گواہی کو اور جو شخص

يَكْتُمُهَا فَإِنَّهٗ أَثَمٌ قَلْبُهُ وَاللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ عَلِيمٌ

اس کو چھپا دے تو بیشک گنہگار ہے دل اس کا اور اللہ تمہارے کاموں کو خوب جانتا ہے

لِلَّهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ وَإِنْ تُبَدُّوا

اللہ ہی کا ہے جو کچھ کہ آسمانوں اور زمین میں ہے اور اگر ظاہر کرو گے

مَا فِي اَنْفُسِكُمْ اَوْ تَخْفَوْهُ بِحٰسِبِكُمْ بِاللّٰهِ

اپنے جی کی بات یا چھپاؤ گے اس کو حساب لے گا اس کا تم سے اللہ

فَيَغْفِرْ لِمَنْ يَّشَاءُ وَيُعَذِّبُ مَنْ يَّشَاءُ وَاللَّهُ عَلٰمٌ

پھر بخشنے کا جس کو چاہے اور عذاب کرے گا جس کو چاہے اور اللہ

كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۝ اَمِنَ الرَّسُوْلُ بِمَا اُنزِلَ

ہر چیز پر قادر ہے مان لیا رسول نے جو کچھ اترا

اِلَيْهِ مِنْ رَّبِّهِ وَالْمُؤْمِنُوْنَ كُلُّ اَمِنَ بِاللّٰهِ

اس پر اس کے رب کی طرف سے اور مسلمانوں نے بھی سب نے مانا اللہ کو

تحریری معاہدے کا بیان | یعنی اگر سوداگری کا معاملہ دست بدست ہو جنس کے بدلے جنس یا نقد کی طرح معاملہ ہو مگر ادھار کا قصہ نہ ہو تو اب نہ لکھنے میں گناہ نہیں مگر گواہ بنا لینا اس وقت بھی چاہئے کہ اس معاملہ کے متعلق کوئی نزاع آئندہ پیش آئے تو کام آئے اور لکھنے والا اور گواہ نقصان نہ کرے یعنی مدعی اور مدعی علیہ میں سے کسی کا بھی نقصان نہ کرے بلکہ جو حق واجب ہو وہ ہی ادا کریں۔

یعنی اگر سفر میں قرض اور ادھار کا معاملہ کرو اور دستاویز کے لئے کوئی کاتب نہ ملے تو قرض کے عوض کوئی چیز مدیون کو رہن رکھ دینی چاہئے فائدہ | سفر میں رہن کی حاجت بہ نسبت حضر زیادہ ہوگی کیونکہ حضر میں کتابت و شہادت سے بھی بسہولت صاحب دین کا اطمینان ممکن ہے اس لئے سفر میں رہن کا حکم ہو اور نہ حضر میں اور کاتب کی موجودگی میں بھی رہن درست ہے جیسا کہ حدیث میں موجود ہے اور اگر صاحب دین کو مدیون پر اعتماد اور اس کا اعتبار ہو اور اس لئے رہن کا طالب نہ ہو تو مدیون کو لازم ہے کہ صاحب دین کا حق تمام و کامل ادا کر دے اور خدا سے ڈرتا رہے صاحب حق کے حق میں امانت سے معاملہ کرے۔

ایک اہم تشبیہ | اس سورت میں اصول و فروع، عبادات و معاملات جانی و مالی ہر قسم کے احکامات بہت کثرت سے مذکور فرمائے اور شاید اس سورت کے سنام القرآن فرمانے کی یہی وجہ ہو اس لئے مناسب ہے کہ بندوں کو پوری تاکید و تہدید بھی ہر طرح سے فرمادی جائے تاکہ تعمیل احکام مذکورہ میں کوتاہی سے اجتناب کریں سوا ہی غرض کے لئے آخر سورت میں احکام کو بیان فرما کر اس آیت کو بطور تہدید و تنبیہ ارشاد فرما کر تمام احکام مذکورہ سابقہ کی پابندی پر سب کو مجبور کر دیا اور طلاق و نکاح قصاص و زکوٰۃ بیع و ربو وغیرہ میں جو اکثر صاحب حیلوں اور اپنی ایجاد کردہ تدبیروں سے کام لیتے ہیں اور ناجائز امور کو جائز بنانے میں خود رائی اور سینہ زوری سے کام لیتے ہیں ان کو بھی اس میں پوری تشبیہ ہوگی دیکھیے جس کو ہم پر استحقاق عبادت حاصل ہوگا اس کو مالک ہونا چاہئے اور جو ہماری ظاہری اور مخفی تمام اشیاء کا محاسبہ کر سکے اس کو تمام امور کا علم ہونا ضروری ہے اور جو ہماری تمام چیزوں کا حساب لے سکے اور ہر ایک کے مقابلہ میں جزاء و سزا دے سکے اس کو تمام چیزوں پر قدرت ہونی ضروری ہے سوائے تین کمالات یعنی ملک اور علم اور قدرت کو یہاں بیان فرمایا اور انہی کا آیت الکرسی میں ارشاد ہو چکا ہے مطلب یہی ہے کہ ذات پاک سبحانہ تمام چیزوں کی مالک اور خالق اس کا علم سب کو محیط اس کی قدرت سب پر شامل ہے تو پھر اس کی نافرمانی کسی امر ظاہر یا مخفی میں کر کے بندہ کیونکر نجات پاسکتا ہے۔

وَمَلِكَيْتِهِ وَكُتُبِهِ وَرُسُلِهِ تَدُلُّهُ لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ أَحَدٍ

اور اس کے فرشتوں کو اور اس کی کتابوں کو اور اسکے رسولوں کو کہتے ہیں کہ ہم جدا نہیں کرتے کسی کو

مِّن رُّسُلِهِ تَدُلُّهُ وَقَالُوا سَمِعْنَا وَأَطَعْنَا غُفْرَانَكَ

اس کے پیغمبروں میں سے اور کہہ اٹھے کہ ہم نے سنا اور قبول کیا تیری بخشش چاہتے ہیں

رَبَّنَا وَإِلَيْكَ الْمَصِيرُ ﴿۸۵﴾ لَا يُكَلِّفُ اللَّهُ نَفْسًا إِلَّا

اے ہمارے رب اور تیری ہی طرف لوٹ کر جانا ہے ﴿۸۵﴾ اللہ تکلیف نہیں دیتا کسی کو مگر

وَسَعَهَا لَهَا مَا كَسَبَتْ وَعَلَيْهَا مَا كَسَبَتْ

جس قدر اس کی گنجائش ہے اسی کو ملتا ہے جو اس نے کمایا اور اسی پر پڑتا ہے جو اس نے کیا

رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَا إِنْ نَسِينَا أَوْ أَخْطَأْنَا رَبَّنَا

اے رب ہمارے نہ پکڑ ہم کو اگر ہم بھولیں یا چوکیں اے رب ہمارے

وَلَا تَحْمِلْ عَلَيْنَا إصْرًا كَمَا حَمَلْتَهُ عَلَى الَّذِينَ

اور نہ رکھ ہم پر بوجھ بھاری جیسا رکھا تھا ہم سے

مِن قَبْلِنَا رَبَّنَا وَلَا تَحْمِلْنَا مَا لَا طَاقَةَ لَنَا بِهِ

اگلے لوگوں پر اے رب ہمارے اور نہ اٹھوا ہم سے وہ بوجھ کہ جس کی ہم کو طاقت نہیں

وَاعْفُ عَنَّا وَاقْتَرْنَا وَارْحَمْنَا إِنَّكَ مَوْلَانَا

اور درگزر کر ہم سے اور بخش ہم کو اور رحم کر ہم پر تو ہی ہمارا رب ہے

فَانصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكَافِرِينَ ﴿۸۶﴾

معد کر ہماری کافروں پر ﴿۸۶﴾

ارکان ایمان اور مسلمانوں کی تسلی | پہلی آیت سے جب یہ معلوم ہوا کہ دل کے خیالات پر بھی حساب اور گرفت ہے تو اس پر حضرات صحابہؓ گھبرائے اور ڈرے اور ان کو اتنا صدمہ ہوا کہ کسی آیت پر نہ ہوا تھا آپ سے شکایت کی تو آپ نے فرمایا قُولُوا سَمِعْنَا وَأَطَعْنَا یعنی اشکال نظر آئے یا دقت مگر حق تعالیٰ کے ارشاد کی تسلیم میں ادنیٰ توقف بھی مت کرو اور سینہ ٹھوک کر سَمِعْنَا وَأَطَعْنَا عرض کر دو آپ کے ارشاد کی تعمیل کی تو انشراح کے ساتھ یہ کلمات زبان پر بیساختہ جاری ہو گئے مطلب ان کا یہ ہے کہ ہم ایمان لائے اور اللہ کے حکم کی اطاعت کی یعنی اپنی دقت اور خلجان سب کو چھوڑ کر ارشاد کی تعمیل میں مستعدی اور آمادگی ظاہر کی حق تعالیٰ کو یہ بات پسند ہوئی تب یہ دونوں آیتیں اتریں اول یعنی اَمِنَ الرَّسُولُ الخ اس میں رسول کریم اور انکے بعد صحابہؓ کہ جن کو اشکال مذکور پیش آیا تھا انکے ایمان کی حق سبحانہ نے تفصیل کے ساتھ مدح فرمائی جس سے ان کے دلوں میں اطمینان ترقی پاوے اور خلجان سابق زائل ہو۔ اسکے بعد دوسری آیت لَا يُكَلِّفُ اللَّهُ نَفْسًا اَلْحَمْلَ میں فرمادیا کہ مقدر سے باہر کسی کو تکلیف نہیں دی جاتی اب اگر کوئی دل میں گناہ کا خیال اور خطرہ پائے اور اس پر عمل نہ کرے تو کچھ گناہ نہیں اور بھول چوک بھی معاف ہے غرض صاف فرمادیا کہ جن باتوں سے بچنا طاقت سے باہر ہے جیسے برے کام کا خیال و خطرہ یا بھول چوک ان پر مواخذہ نہیں ہاں جو باتیں بندہ کے ارادے اور اختیار میں ہیں ان پر مواخذہ ہوگا اب آیت سابقہ کو سن کر جو صدمہ ہوا تھا اس کے معنی بھی اسی پچھلے قاعدہ کے موافق لینے چاہئیں چنانچہ ایسا ہی ہوا اور خلجان مذکور کا اب ایسا قلع قمع ہو گیا کہ سبحان اللہ فائدہ | جدا نہیں کرتے کسی کو اس کے پیغمبروں میں سے یعنی یہود اور نصاریٰ کی طرح نہیں کہ کسی پیغمبر کو مانا اور کسی پیغمبر کو نہ مانا۔

ایک جامع اور موثر دعاء | اول آیت پر حضرات صحابہؓ کو بڑی پریشانی ہوئی تھی ان کی تسلی کے لئے یہ دو آیتیں اَمِنَ الرَّسُولُ الخ اور لَا يُكَلِّفُ اللَّهُ نَفْسًا الخ نازل ہوئیں اب اس کے بعد رَبَّنَا لَا تُوَاخِذْنَا اٰخِرُ سُوْرٰتٍ تٰك تٰك نازل فرما کہ ایسا اطمینان دیا گیا کہ کسی صعوبت اور دشواری کا اندیشہ بھی باقی نہ چھوڑا کیونکہ جن دعاؤں کا ہم کو حکم ہوا ہے ان کا مقصود یہ ہے کہ بیشک ہر طرح کا حق حکومت اور استحقاق عبادت تجھ کو ہم پر ثابت ہے مگر اے ہمارے رب اپنی رحمت و کرم سے ہمارے لئے ایسے حکم بھیجے جائیں جن کے بجالانے میں ہم پر صعوبت اور بھاری مشقت نہ ہو، نہ بھول چوک میں ہم پکڑے جائیں، نہ مثل پہلی امتوں کے ہم پر شدید حکم اتارے جائیں، نہ ہماری طاقت سے باہر کوئی حکم ہم پر مقرر ہو اس سہولت پر بھی ہم سے جو قصور ہو جائے اس سے درگزر اور معافی اور ہم پر رحم فرمایا جائے۔ حدیث میں ہے کہ یہ سب دعائیں مقبول ہوئیں۔ اور جب اس دشواری کے بعد جو حضرات صحابہؓ کو پیش آچکی تھی اللہ کی رحمت سے اب ہر ایک دشواری سے ہم کو امن مل گیا تو اب اتنا اور بھی ہونا چاہئے کہ کفار پر ہم کو غلبہ عنایت ہو ورنہ ان کی طرف سے مختلف دقتیں دینی اور دنیوی ہر طرح کی مزاحمتیں پیش آ کر جس صعوبت سے اللہ اللہ کر کے اللہ کے فضل سے جان بچی تھی کفار کے غلبہ کی حالت میں پھر وہی کھٹکا موجب بے اطمینانی ہوگا۔

﴿آيَاتُهَا ۲۰﴾ (۳) سُورَةُ آلِ عِمْرَانَ مَدَنِيَّةٌ ﴿۱۸۹﴾ ﴿رُكُوعَاتُهَا ۲۰﴾

مدینہ میں نازل ہوئی اور اس میں دو سو آیتیں ہیں اور میں رکوع

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بے حد مہربان نہایت رحم والا ہے

الْمَلِكُ ۝۱ اللّٰهُ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّومُ ۝۲ نَزَّلَ

الْمَلِكُ اللہ اس کے سوا کوئی معبود نہیں زندہ ہے سب کا تھامنے والا اتاری

عَلَيْكَ الْكِتَابَ بِالْحَقِّ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ

تجھ پر کتاب سچی تصدیق کرتی ہے اگلی کتابوں کی

وَأَنْزَلَ التَّوْرَةَ وَالْإِنْجِيلَ ۝۳ مِنْ قَبْلُ هُدًى

اور اتارا توریت اور انجیل کو اس کتاب سے پہلے لوگوں کی

لِلنَّاسِ وَأَنْزَلَ الْفُرْقَانَ ۝۴ إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا بِآيَاتِ

ہدایت کے لئے اور اتارے فیصلے بیشک جو منکر ہوئے اللہ کی آیتوں

اللّٰهِ لَهُمْ عَذَابٌ شَدِيدٌ ۝۵ وَاللّٰهُ عَزِيزٌ ذُو انْتِقَامٍ ۝۶

ان کے واسطے سخت عذاب ہے اور اللہ زبردست ہے بدل لینے والا

إِنَّ اللّٰهَ لَا يَخْفَىٰ عَلَيْهِ شَيْءٌ فِي الْأَرْضِ وَلَا فِي

اللہ رچھپی نہیں کوئی چیز زمین میں اور نہ

◆ الوہیت مسیح کا رد | نجران کے ساٹھ عیسائیوں کا ایک موقر و معزز وفد نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اس میں تین شخص عبدالمسیح عاقب بحیثیت امارت و سیادت کے، اسہم السید بلخاظرانے و تدبیر کے، اور ابو حارثہ بن علقمہ باعتبار سب سے بڑے مذہبی عالم اور لاٹ پادری ہونے کے عام شہرت اور امتیاز رکھتے تھے۔ یہ تیسرا شخص اصل میں عرب کے مشہور قبیلہ ”بنی بکر بن وائل“ سے تعلق رکھتا

قرآن مجید

تھا۔ پھر پکا نصرانی بن گیا سلاطین روم نے اسکی مذہبی صابرت اور مجدد و شرف کو دیکھتے ہوئے بڑی تعظیم و تکریم کی۔ علاوہ پیش قرار مالی امداد کے اس کے لئے گرجے تعمیر کئے اور امور مذہبی کے اعلیٰ منصب پر مامور کیا۔ یہ وفد بارگاہ رسالت میں بڑی آن بان سے حاضر ہوا اور متنازع فیہ مسائل میں حضور سے گفتگو کی جس کی پوری تفصیل محمد بن اسحاق کی سیرت میں منقول ہے۔ سورہ ”آل عمران“ کا ابتدائی حصہ تقریباً اسی نوے آیات تک اسی واقعہ میں نازل ہوا، عیسائیوں کا پہلا اور بنیادی عقیدہ یہ تھا کہ حضرت مسیح علیہ السلام بعینہ خدا یا خدا کے بیٹے یا تین خداؤں میں سے ایک ہیں۔ سورہ ہذا کی پہلی آیت میں توحید خالص کا دعویٰ کرتے ہوئے خدا تعالیٰ کی جو صفات ”حسیٰ قیوم“ بیان کی گئیں وہ عیسائیوں کے اس دعوے کو صاف طور پر باطل ٹھہراتی ہیں۔ چنانچہ حضور ﷺ نے دوران مناظرہ میں ان سے فرمایا کیا تم نہیں جانتے کہ اللہ تعالیٰ ہی (زندہ) ہے جس پر کبھی موت طاری نہیں ہو سکتی۔ اسی نے تمام مخلوقات کو وجود عطا کیا اور سامان بقا پیدا کر کے ان کو اپنی قدرت کاملہ سے تھام رکھا ہے۔ برخلاف اس کے عیسیٰ علیہ السلام پر یقیناً موت و فنا آ کر رہے گی۔ اور ظاہر ہے جو شخص خود اپنی ہستی کو برقرار نہ رکھ سکے دوسری مخلوقات کی ہستی کیا برقرار رکھ سکتا ہے۔ ”نصاری“ نے سن کر اقرار کیا (کہ بیشک مسیح ہے) شاید انہوں نے غنیمت سمجھا ہوگا کہ آپ اپنے اعتقاد کے موافق ”عیسیٰ یاسی علیہ الفناء“ کا سوال کر رہے ہیں یعنی عیسیٰ پر فناء ضرور آئے گی، اگر جواب نفی میں دیا تو آپ ہمارے عقیدہ کے موافق کہ حضرت عیسیٰ کو عرصہ ہو موت آ چکی ہے۔ ہم کو اور زیادہ سرتخ طور پر ملزم اور مطمئن کر سکیں گے۔ اس لئے لفظی مناقشہ میں پڑنا مصلحت نہ سمجھا۔ اور ممکن ہے یہ لوگ ان فرقوں میں سے ہوں جو عقیدہ اسلام کے موافق مسیح علیہ السلام کے قتل و صلب کا قطعاً انکار کرتے تھے اور رفع جسمانی کے قائل تھے جیسا کہ حافظ ابن تیمیہ نے ”الجواب الصحیح“ میں اور ”الفارق بین المخلوق والخالق“ کے مصنف نے تصریح کی ہے کہ شام و مصر کے نصاریٰ عموماً اتنی عقیدہ پر تھے مدت کے بعد پولوس نے عقیدہ صلب کی اشاعت کی۔ پھر یہ خیال یورپ سے مصر و شام وغیرہ پہنچا بہر حال نبی کریم ﷺ کا ان عیسیٰ اتنی علیہ الفناء کے بجائے یاسی علیہ الفناء فرمانا، درآں حالیکہ پہلے الفاظ تردید الوہیۃ مسیح کے موقع پر زیادہ صاف اور مسکت ہوتے، ظاہر کرتا ہے کہ موقع الزام میں بھی مسیح علیہ السلام پر موت سے پہلے لفظ موت کا اطلاق آپ نے پسند نہیں کیا۔

یعنی قرآن کریم جو عین حکمت کے موافق نہایت بروقت سچائی اور انصاف کو اپنی آغوش میں لے کر اترتا۔

قرآن پچھلی کتابوں کی تصدیق کرتا ہے | یعنی قرآن اگلی کتابوں کی تصدیق کرتا ہے اور اگلی کتابیں (تورات و انجیل

وغیرہ) پہلے سے قرآن اور اس کے لانے والے کی طرف لوگوں کی رہنمائی کر رہی تھیں اور اپنے اپنے وقت میں مناسب احکام و ہدایات دیتی تھیں۔ گویا بتلا دیا کہ ”الوہیت“ یا ”ابنیت مسیح“ کا عقیدہ کسی آسمانی کتاب میں موجود نہ تھا۔ کیونکہ اصول دین کے اعتبار سے تمام کتب سماویہ متفق و متحد ہیں۔ مشرکانہ عقائد کی تعلیم کبھی نہیں دی گئی۔

یعنی ہر زمانہ کے مناسب ایسی چیزیں اتاریں جو حق و باطل، حلال و حرام اور جھوٹ سچ کے درمیان فیصلہ کرنے والی ہوں۔ اس میں قرآن کریم، کتب سماویہ، معجزات انبیاء سب داخل ہو گئے اور ادھر بھی اشارہ ہو گیا کہ جن مسائل میں یہود و نصاریٰ جھگڑتے چلے آ رہے ہیں ان اختلافات کا فیصلہ بھی قرآن کے ذریعہ سے کر دیا گیا۔

اللہ ہی قادر مطلق ہے | یعنی ایسے مجرموں کو نہ سزا دیے بغیر چھوڑے گا نہ وہ اس کے زبردست اقتدار سے چھوٹ کر بھاگ

سکیں گے۔ اس میں بھی الوہیت مسیح کے ابطال کی طرف لطیف اشارہ ہو گیا۔ کیونکہ جو اختیار و اقتدار کبھی خدا کے لئے ثابت کیا گیا، ظاہر ہے وہ مسیح میں نہیں پایا جاتا۔ بلکہ نصاریٰ کے نزدیک حضرت مسیح کسی کو سزا تو کیا دے سکتے خود اپنے کو باوجود سخت تضرع و الخاح کے ظالموں کے سب سے نہ چھڑا سکے۔ پھر خدا یا خدا کا بیٹا کیسے بن سکتے ہیں؟ بینا وہ ہی کہلاتا ہے جو باپ کی نوع سے ہو۔ لہذا خدا کا بیٹا خدا ہی ہونا چاہئے۔ ایک عاجز مخلوق کو حقیقتاً قادر مطلق کا بیٹا کہنا، باپ اور بیٹے دونوں پر سخت عیب لگانا ہے۔ العیاذ باللہ۔

السَّمَاءِ ۞ هُوَ الَّذِي يُصَوِّرُكُمْ فِي الْأَرْحَامِ كَيْفَ

آسمان میں ۞ وہی تمہارا نقشہ بناتا ہے ماں کے پیٹ میں جس طرح

يَشَاءُ ۞ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ۞ هُوَ

چاہے کسی کی بندگی نہیں اس کے سوا زبردست ہے حکمت والا ۞ وہی ہے

الَّذِي أَنْزَلَ عَلَيْكَ الْكِتَابَ مِنْهُ آيَاتٌ مُحْكَمَاتٌ

جس نے اتاری جس میں بعض آیتیں ہیں محکم یعنی ان کے معنی واضح ہیں

هُنَّ أُمُّ الْكِتَابِ وَأُخْرُ مُتَشَابِهَاتٌ ۞ فَأَمَّا الَّذِينَ

وہ اصل ہیں کتاب کی اور دوسری ہیں مشابہ یعنی جن کے معنی معلوم یا معین نہیں سو جن کے

فِي قُلُوبِهِمْ زَيْغٌ فَيَتَّبِعُونَ مَا تَشَابَهَ مِنْهُ ابْتِغَاءَ

دلوں میں کجی ہے وہ پیروی کرتے ہیں مشابہات کی گمراہی پھیلانے کی

الْفِتْنَةِ وَابْتِغَاءَ تَأْوِيلِهِ ۞ وَمَا يَعْلَمُ تَأْوِيلَهُ إِلَّا

غرض سے اور مطلب معلوم کرنے کی وجہ سے اور ان کا مطلب کوئی نہیں جانتا سوا

اللَّهِ وَالرَّسِخُونَ فِي الْعِلْمِ يَقُولُونَ آمَنَّا بِهِ ۞

اللہ کے اور مضبوط علم والے کہتے ہیں ہم اس پر یقین لائے

كُلُّ مَنْ عِنْدَ رَبِّنَا وَمَا يَذَّكَّرُ إِلَّا أُولُو الْأَلْبَابِ ۞

سب ہمارے رب کی طرف سے اتری ہیں اور سمجھانے سے وہی سمجھتے ہیں جن کو عقل ہے ۞

رَبَّنَا لَا تُزِغْ قُلُوبَنَا بَعْدَ إِذْ هَدَيْتَنَا وَهَبْ

اے رب نہ پھیر ہمارے دلوں کو جب تو ہم کو ہدایت کر چکا اور عنایت کر

وقف لازم ووقف
وقف منزل ووقف
النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

◆ اللہ کا علم محیط ہے | یعنی جس طرح اس کا اقتدار و اختیار کامل ہے، علم بھی محیط ہے، عالم کی کوئی چھوٹی بڑی چیز ایک سیند کے لئے اس سے غائب نہیں۔ سب مجرم و بری، اور تمام جرموں کی نوعیت و مقدار اس کے علم میں ہے۔ مجرم بھاگ کر روپوش ہونا چاہے تو کہاں ہو سکتا ہے؟ یہیں سے تنبیہ کر دی گئی کہ مسیح علیہ السلام خدا نہیں ہو سکتے۔ کیونکہ ایسا علم محیط ان کو حاصل نہ تھا۔ وہ اسی قدر جانتے تھے جتنا حق تعالیٰ ان کو بتلادیتا تھا جیسا کہ آنحضرت ﷺ کے جواب میں خود نصاریٰ نجران نے اقرار کیا اور آج بھی انانجیل مروجہ سے ثابت ہے۔

◆ حضرت عیسیٰ سمیت سب کا خالق اللہ ہے | یعنی اپنے علم و حکمت کے مطابق کمال قدرت سے جیسا اور جس طرح چاہا ماں کے پیٹ میں تمہارا نقشہ بنایا نہ کر، موزن، خوبصورت، بدصورت، جیسا پیدا کرنا تھا کر دیا۔ ایک پانی کے قطرہ کو کتنی پلٹیاں دیکر آدمی کی صورت عطا فرمائی۔ جس کی قدرت و صنعت کا یہ حال ہے کیا اس کے علم میں کمی ہو سکتی ہے۔ یا کوئی انسان جو خود بھی بطن مادر کی تاریکیوں میں رہ کر آیا ہو اور عام بچوں کی طرح کھاتا، پیتا، پیشاب پاخانہ کرتا ہو، اس خداوند قدوس کا جینا اپوتا کبلا یا جاسکتا ہے؟ کبیرت کلمۃ تخرج من افواہہم ان یقولون الا کذبنا عیسائیوں کا سوال تھا کہ جب مسیح کا ظاہری باپ کوئی نہیں تو بجز خدا کے کس کو باپ کہیں یصوز کس فی الازحام کیف یشاء میں اس کا جواب بھی ہو گیا۔ یعنی خدا کو قدرت ہے رحم میں جس طرح چاہے آدمی کا نقشہ تیار کر دے۔ خواہ ماں باپ دونوں کے ملنے سے یا صرف ماں کی قوت منفعہ سے اسی لئے آگے فرمایا "هُوَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ" یعنی زبردست ہے جس کی قدرت کو کوئی محدود نہیں کر سکتا۔ اور "حکیم" ہے جہاں جیسا مناسب جانتا ہے کرتا ہے۔ "خواہ" کو بدون ماں کے "مسیح" کو بدون باپ کے، "آدم" کو بدون ماں باپ دونوں کے پیدا کر دیا۔ اس کی حکمتوں کا احاطہ کون کر سکتے

◆ آیات محکمات اور متشابہات کی تشریح | نصاریٰ نجران نے تمام دلائل سے عاجز ہو کر بطور معارضہ کہا تھا کہ آخر آپ حضرت مسیح کو "کلمۃ اللہ" اور "روح اللہ" مانتے ہیں۔ بس ہمارے اثبات مدعا کے لئے یہ الفاظ کافی ہیں۔ یہاں اسکا تحقیقی جواب ایک عام اصول اور ضابطہ کی صورت میں دیا جس کے سمجھ لینے کے بعد ہزاروں نزاعات و مناقشات کا خاتمہ ہو سکتا ہے۔ اسکو یوں سمجھو کہ قرآن کریم بلکہ تمام کتب الہیہ میں دو قسم کی آیات پائی جاتی ہیں ایک وہ جن کی مراد معلوم و متعین ہو، خواہ اس لئے کہ لغت و ترکیب وغیرہ کے لحاظ سے الفاظ میں کوئی ابہام و اجمال نہیں نہ عبارت کئی معنی کا احتمال رکھتی ہے نہ جو مدلول سمجھا گیا وہ عام قواعد مسلمہ کے مخالف ہے۔ اور یا اس لئے کہ عبارت و الفاظ میں گولڈکئی معنی کا احتمال ہو سکتا تھا، لیکن شارع کی نصوص مستفیضہ یا جماع معصوم یا مذہب کے عام اصول مسلمہ سے قطعاً متعین ہو چکا کہ مشکلم کی مراد وہ معنی نہیں، یہ ہے۔ ایسی آیات کو محکمات کہتے ہیں اور فی الحقیقت کتاب کی ساری تعلیمات کی جز اور اصل اصول یہی آیات ہوتی ہیں۔ دوسری قسم آیات کی "تشابہات" کہا جاتی ہے۔ یعنی جن کی مراد معلوم و متعین کرنے میں کچھ اشتباہ و التباس واقع ہو جائے صحیح طریقہ یہ ہے کہ اس دوسری قسم کی آیات و پہلی قسم کی طرف راجع کر کے دیکھنا چاہئے۔ جو معنی اس کے خلاف پڑیں ان کی قطعاً نفی کی جائے اور مشکلم کی مراد وہ سمجھی جائے جو "آیات محکمات" کے مخالف نہ ہو۔ اگر باوجود اجتہاد و سعی بلیغ کے مشکلم کی مراد کی پوری پوری تعین نہ کر سکیں تو دعویٰ ہمہ دانی کر کے ہم کو حد سے نذرنا نہیں چاہئے۔ جہاں قلت علم اور قصور استعداد کی وجہ سے بہت سے حقائق پر ہم دسترس نہیں پاسکتے اس کو بھی اسی فہرست میں شامل کر لیں۔ مگر زہار ایسی تاویلات اور ہیر پھیر نہ کریں جو مذہب کے اصول مسلمہ اور آیات محکمہ کے خلاف ہوں مثلاً قرآن حکیم نے مسیح علیہ السلام کی نسبت تصریح کر دی "إِنْ هُوَ إِلَّا عَبْدُنَا عَلَيْهِ يَأْتِي" "إِنْ مَثَلٌ عِيسَىٰ عِنْدَ اللَّهِ كَمَثَلِ آدَمَ خَلَقَهُ مِنْ تُرَابٍ ... الخ" یا ذلک عیسے ابن مریم قول الحق الذی فیہ یمترون ما کان للہ ان یتخذ من ولدہ سُبْحَانَهُ" اور جابجا ان کی الوہیت و بییت کا رو کیا۔ اب ایک شخص ان سب محکمات سے آنکھیں بند کر کے "کلمتہ القاہا الی مریم و ذرؤح مِنہ" وغیرہ تشابہات کو لے دوڑے اور اسکے وہ معنی چھوڑ کر جو محکمات کے موافق ہوں ایسے سطحی معنی لینے لگے جو کتاب کی عام تصریحات اور متواتر بیانات کے منافی ہوں، یہ کجروی اور ہٹ دھرمی نہیں تو اور کیا ہوگی بعض قاسی القلب تو چاہتے ہیں کہ اس طرح مغالطہ دے کر لوگوں کو گمراہی میں پھنسا دیں اور بعض کمزور عقیدہ والے ڈھلے یقین ایسے تشابہات سے اپنی رائے و ہوا کے مطابق صحیح تان کر مطلب نکالنا چاہتے ہیں۔ حالانکہ ان کا صحیح مطلب صرف اللہ ہی کو معلوم ہے وہ ہی اپنے کرم سے جس کو جس قدر حصہ پر آگاہ کرنا چاہے کر دیتا ہے جو لوگ مضبوط علم رکھتے ہیں وہ محکمات و تشابہات سب کو حق جانتے ہیں۔ انہیں یقین ہے کہ دونوں قسم کی آیات ایک ہی سرچشمہ سے آئی ہیں جن میں تقاض و تہافت کا امکان نہیں۔ اسی لئے وہ تشابہات کو محکمات کی طرف لوٹا کر مطلب سمجھتے ہیں۔ اور جو حصہ انکے دائرہ فہم سے باہر ہوتا ہے اسے اللہ پر چھوڑتے ہیں کہ وہ ہی بہتر جانے ہم کو ایمان سے کام ہے (تنبیہ) بندہ کے نزدیک اس آیت کا مضمون "سورہ حج" کی آیت "وَمَا أَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَسُولٍ وَلَا نَبِيٍّ إِلَّا إِذَا تَمَنَّىٰ أَلَمِي آخِرُهَا" کے مضمون سے بحد مشابہ ہے جسے انشاء اللہ اس کے موقع پر بیان کیا جائے گا۔

لَنَا مِنْ لَدُنْكَ رَحْمَةٌ إِنَّكَ أَنْتَ الْوَهَّابُ ﴿۸﴾

ہم کو اپنے پاس سے رحمت تو ہی ہے سب کچھ دینے والا ﴿۸﴾

رَبَّنَا إِنَّكَ جَامِعُ النَّاسِ لِيَوْمٍ لَا رَيْبَ فِيهِ ۗ

اے رب تو جمع کرنے والا ہے لوگوں کو ایک دن جس میں کچھ شبہ نہیں

إِنَّ اللَّهَ لَا يُخْلِفُ الْوَعْدَ ۗ إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا

بیٹک اللہ خلاف نہیں کرتا اپنا وعدہ ﴿۹﴾ بیٹک جو لوگ کافر ہیں

لَنْ نُعْزِي عَنْهُمْ أَمْوَالَهُمْ وَلَا أَوْلَادَهُمْ مِمَّنْ

ہرگز کام نہ آویں گے ان کو ان کے مال اور نہ ان کی اولاد

اللَّهِ شَيْعًا ۗ وَأُولَٰئِكَ هُمُ وَقُودُ النَّارِ ۗ كَذَّابِ ۗ

اللہ کے سامنے کچھ اور وہی ہیں ﴿۱۰﴾ ایسے دوزخ کے جیسے دستور فرعون

فِرْعَوْنَ ۗ وَالَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ ۗ كَذَّبُوا بِآيَاتِنَا ۗ

والوں کا اور جو ان سے پہلے تھے جھٹلایا انہوں نے ہماری آیتوں کو

فَأَخَذَهُمُ اللَّهُ بِذُنُوبِهِمْ ۗ وَاللَّهُ شَدِيدُ الْعِقَابِ ۗ ﴿۱۱﴾

پھر پکڑا ان کو اللہ نے ان کے گناہوں پر اور اللہ کا عذاب سخت ہے ﴿۱۱﴾

قُلْ لِلَّذِينَ كَفَرُوا سَتُغْلَبُونَ وَتُحْشَرُونَ إِلَىٰ

کہہ دے کافروں کو کہ اب تم مغلوب ہو گے اور ہانکے جاؤ گے دوزخ

جَهَنَّمَ ۗ وَبِئْسَ الْبِهَادُ ۗ قَدْ كَانَ لَكُمْ آيَةٌ ۗ

کی طرف اور کیا برا اٹھکانا ہے ﴿۱۲﴾ ابھی گزر چکا ہے تمہارے سامنے ایک نمونہ

◆ اہل علم کی دعاء | یعنی راہنیں فی العلم اپنے کمال علمی اور قوت ایمانی پر مغرور و مطمئن نہیں ہوتے بلکہ ہمیشہ حق تعالیٰ سے استقامت اور مزید فضل و عنایت کے طلبگار رہتے ہیں تاکہ ان کی ہونے پونجی ضائع نہ ہو جائے اور خدا نکر وہ دل سیدھے ہونے کے بعد کج نہ کر دیے جائیں۔ حدیث میں ہے کہ نبی کریم ﷺ (امت کو سنانے کے لئے) اکثر یہ دعا کیا کرتے تھے "يَا مُقَلِّبَ الْقُلُوبِ ثَبِّتْ قَلْبِي عَلَى دِينِكَ"

◆ فیصلہ کا دن ضرور آئیگا | وہ دن ضرور آ کر رہے گا اور زانغین" (کجرو) جن مسائل میں جھگڑتے تھے سب کا دو ٹوک فیصلہ ہو جائے گا۔ پھر ہر ایک مجرم کو اپنی کجروی اور ہٹ دھرمی کی سزا بھگتنی پڑے گی۔ اسی خوف سے ہم ان کے راستہ سے بیزار اور آپ کی رحمت و استقامت کے طالب ہوتے ہیں۔ ہمارا زانغین کے خلاف راستہ اختیار کرنا کسی بد نیتی اور نفسانیت کی بنا پر نہیں محض اخروی فلاح مقصود ہے۔

◆ کفار کا مال و دولت کام نہیں آئیگا | قیامت کے ذکر کے ساتھ کافروں کا انجام بھی بتلا دیا کہ ان کو کوئی چیز دنیا و آخرت میں خدائی سزا سے نہیں بچا سکتی۔ جیسا کہ میں ابتدائے سورت میں لکھ چکا ہوں۔ ان آیات میں اصلی خطاب وفد "نجران" کو تھا جسے عیسائی مذہب و قوم کی سب سے بڑی نمائندہ جماعت کہنا چاہئے امام فخر الدین رازی نے محمد بن اسحاق کی سیرت سے نقل کیا ہے کہ جس وقت یہ وفد "نجران" سے بقصد مدینہ روانہ ہوا تو انکا بڑا پادری ابو حارثہ بن علقمہ خچر پر سوار تھا۔ خچر نے ٹھوکر کھائی تو اس کے بھائی کرز بن علقمہ کی زبان سے نکلا "تعمس الابد" (ابعد سے مراد محمد ﷺ تھے۔ العیاذ باللہ) ابو حارثہ نے کہا "تعمس امک" کرز نے حیران ہو کر اس کلمہ کا سبب پوچھا۔ ابو حارثہ نے کہا واللہ ہم خوب جانتے ہیں کہ یہ (محمد ﷺ) وہ ہی نبی منتظر ہیں جن کی بشارت ہماری کتابوں میں دی گئی تھی۔ کرز نے کہا پھر مانتے کیوں نہیں؟ بولا "لان هولا المملوك اعطونا اموالا كثيرة واكرمونا فلوا منا بمحمد صلعم لا خذوا منا كل هذه الاشياء" (اگر محمد ﷺ پر ایمان لے آئے تو یہ بادشاہ جو بے شمار دولت ہم کو دے رہے ہیں اور اعزاز و اکرام کر رہے ہیں سب واپس کر لیں گے) کرز نے اس کلمہ کو اپنے دل میں رکھا اور آخر کار یہ ہی کلمہ ان کے اسلام کا سبب ہوا رضی اللہ عنہ وارضاه۔ میرے نزدیک ان آیات میں ابو حارثہ کے ان ہی کلمات کا جواب ہے گویا دلائل عقلیہ و نقلیہ سے ان کے فاسد عقیدہ کا رد کر کے متنبہ فرما دیا کہ وضوح حق کے بعد جو لوگ محض دنیوی متاع (اموال و اولاد وغیرہ) کی خاطر ایمان نہیں لاتے وہ خوب سمجھ لیں کہ مال و دولت اور جتنے نہ ان کو دنیا میں خدائی سزا سے بچا سکتے ہیں نہ آخرت میں عذاب عظیم سے۔ چنانچہ اس کی تازہ مثال ابھی "بدر" کے موقع پر مسلمان اور مشرکین کی لڑائی میں دیکھ چکے ہو۔ دنیا کی بہار محض چند روزہ ہے۔ مستقبل کی کامیابی ان ہی کے لئے ہے جو خدا سے ڈرتے اور تقویٰ اختیار کرتے ہیں۔ دور تک یہ مضمون چلا گیا ہے اور عموم الفاظ کے اعتبار سے یہود و مشرکین وغیرہ دوسرے کفار کو بھی خطاب میں لپیٹ لیا گیا۔ گواصلی مخاطب نصاریٰ نجران تھے۔ واللہ اعلم

◆ یعنی کسی کے نالے نل نہیں سکتا اور جس طرح وہ پکڑے گئے تم بھی خدا کی پکڑ میں آنے والے ہو۔

◆ کفار و مشرکین کے مغلوب ہونے کی پیشینگوئی | یعنی وقت آ گیا ہے کہ تم سب کیا یہود، کیا نصاریٰ اور کیا مشرکین عنقریب خدائی لشکر کے سامنے مغلوب ہو کر ہتھیار ڈالو گے، یہ تو دنیا کی ذلت ہوئی اور آخرت میں جو گرم مکان تیار ہے وہ الگ رہا۔ بعض روایات میں ہے کہ "بدر" سے فاتحانہ واپسی کے بعد حضور ﷺ نے یہود کو فرمایا کہ تم حق کو قبول کر لو، ورنہ جو حال قریش کا ہوا، تمہارا ہوگا۔ کہنے لگے۔ اے محمد (ﷺ) اس دھوکہ میں نہ رہنے کہ تم نے قریش کے چند نا تجربہ کاروں پر فتح حاصل کر لی۔ ہم سے مقابلہ ہوا تو پتہ لگ جائے گا کہ ہم (جنگ آزمودہ سپاہی اور بہادر) آدمی ہیں اس پر یہ آیتیں نازل ہوئیں۔ بعض کہتے ہیں کہ "بدر" کی فتح دیکھ کر "یہود" کچھ تصدیق کی طرف مائل ہونے لگے تھے۔ پھر کہا کہ جلدی مت کرو، دیکھو آئندہ کیا ہوتا ہے دوسرے سال "احد" کی عارضی پسپائی دیکھ کر ان کے دل سخت ہو گئے اور جو صلے بڑھ گئے۔ حتیٰ کہ عہد شکنی کر کے مسلمانوں سے لڑائی کا سامان کیا۔ کعب بن اشرف ساٹھ سواروں کے ساتھ مکہ معظمہ جا کر ابوسفیان وغیرہ سرداران قریش سے ملا اور کہا ہم تم ایک ہیں۔ متحدہ محاذ قائم کر کے محمد کا مقابلہ کرنا چاہئے۔ اس پر یہ آیات نازل ہوئیں۔ واللہ اعلم بہر حال تھوڑے ہی دنوں بعد خدا نے دکھلا دیا کہ جزیرۃ العرب میں مشرک کا نام نہ رہا۔ "قرظہ" کے بدعہد یہود تلوار کے گھاٹ اتار دیے گئے۔ "بنی نضیر" جلاوطن ہوئے نجران کے عیسائیوں نے ذلیل ہو کر سالانہ جزیہ دینا قبول کیا۔ اور تقریباً ایک ہزار سال تک دنیا کی بڑی بڑی مغرور و متکبر قومیں مسلمانوں کی بلندی و برتری کا اعتراف کرتی رہیں۔ فالحمد للہ علی ذلک۔

فِي فِتْنَيْنِ النَّقْنَا ط فِعَةً تُفَاتِلُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ

دو فوجوں میں جن میں مقابلہ ہوا ایک فوج ہے کہ لڑتی ہے اللہ کی راہ میں

وَأُخْرَى كَافِرَةٌ يَرَوْنَهُمْ مِثْلَيْهِمْ رَأَى الْعَيْنِ ط

اور دوسری فوج کافروں کی ہے دیکھتے ہیں یہ ان کو اپنے سے دو چند صریح آنکھوں سے

وَاللَّهُ يُؤَيِّدُ بِنَصْرِهِ مَنْ يَشَاءُ ط إِنَّ فِي ذَلِكَ

اور اللہ زور دیتا ہے اپنی مدد کا جس کو چاہے اسی میں

لَعِبْرَةٌ لِّأُولِي الْأَبْصَارِ ۝ زِينًا لِلنَّاسِ حُبُّ

عبرت ہے دیکھنے والوں کو فریفتہ کیا ہے لوگوں کو مرغوب

الشَّهَوَاتِ مِنَ النِّسَاءِ وَالْبَنِينَ وَالْقَنَاطِيرِ الْمُقَنْطَرَةِ

چیزوں کی محبت نے جیسے عورتیں اور بچے اور خزانے جمع کئے ہوئے

مِنَ الذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ وَالْخَيْلِ الْمُسَوَّمَةِ وَ

سونے اور چاندی کے اور گھوڑے نشان لگائے ہوئے اور

الْأَنْعَامِ وَالْحَرْثِ ط ذَلِكَ مَتَاعُ الدُّنْيَا

مویشی اور کھیتی یہ فائدہ اٹھانا ہے دنیا کی زندگی میں

وَاللَّهُ عِنْدَهُ حُسْنُ الْمَبَآءِ ۝ قُلْ أَوْ نَبِّئُكُمْ

اور اللہ ہی کے پاس ہے اچھا ٹھکانا کہہ دوے کیا بتاؤں میں تم کو

بِخَيْرٍ مِّنْ ذَلِكَ لِّلَّذِينَ اتَّقَوْا عِنْدَ رَبِّهِمْ

اس سے بہتر پرہیزگاروں کے لئے اپنے رب کے ہاں

غزوہ بدر میں مسلمانوں کی تائید و نصرت | جنگ بدر میں کفار تقریباً ایک ہزار تھے جن کے پاس سات سو اونٹ اور ایک سو گھوڑے تھے۔ دوسری طرف مسلمان مجاہدین تین سو سے کچھ اوپر تھے جن کے پاس کل ستر اونٹ، دو گھوڑے چھ زرہیں اور آٹھ تلواریں تھیں۔ اور تماشہ یہ تھا کہ ہر ایک فریق کو حریف مقابل اپنے سے دو گنا نظر آتا تھا جس کا نتیجہ یہ تھا کہ کفار کے دل مسلمانوں کی کثرت کا تصور کر کے مرعوب ہوتے تھے اور مسلمان اپنے سے دو گنی تعداد دیکھ کر اور زیادہ حق تعالیٰ کی طرف متوجہ ہوتے اور کامل توکل و استقلال سے خدا کے وعدہ "إِنْ يَكُنْ مِنْكُمْ مِائَةٌ ضَابِرَةٌ يَغْلِبُوا الْمُكْفِرِينَ" پر اعتماد کر کے فتح و نصرت کی امید رکھتے تھے۔ اگر ان کی پوری تعداد جو گنی تھی منکشف ہوتی تو ممکن تھا خوف طاری ہو جاتا۔ اور یہ فریقین کا دو گنی تعداد دیکھنا بعض احوال میں تھا۔ ورنہ بعض احوال وہ تھے جب ہر ایک کو دوسرے فریق کی جمعیت کم محسوس ہوئی۔ جیسا کہ "سورہ انفال" میں آئے گا بہر حال ایک قلیل اور بے سروسامان جماعت کو ایسی مضبوط جمعیت کے مقابلہ میں ان پیشین گوئیوں کے موافق جو مکہ میں کی گئی تھیں، اس طرح مظفر و منصور کرنا، آنکھیں رکھنے والوں کے لئے بہت بڑا عبرتناک واقعہ ہے۔

مرغوبات کی محبت آزمائش | یعنی جب ان میں پھنس کر آدمی خدا سے غافل ہو جائے۔ اسی لئے حدیث میں فرمایا مَا تَرَكْتُ بَعْدِي فِتْنَةٌ أَضْرَّ عَلَى الرَّجَالِ مِنَ النِّسَاءِ (میرے بعد مردوں کے لئے کوئی ضرر رساں فتنہ عورتوں سے بڑھ کر نہیں) ہاں اگر عورت سے مقصود اعفاف اور کثرت اولاد ہو، تو وہ مذموم نہیں بلکہ مطلوب و مندوب ہے۔ چنانچہ آپ نے ارشاد فرمایا کہ دنیا کی بہترین متاع نیک بیوی ہے کہ اگر اس کی طرف دیکھے تو خوش ہو، حکم دے تو فرمانبردار پائے، کہیں غائب ہو تو پیٹھ پیچھے شوہر کے مال اور اپنی عصمت کے معاملہ میں اس کی حفاظت کرے اسی طرح جتنی چیزیں آگے متاع دنیا کے سلسلہ میں بیان ہوئیں سب کا محمود و مذموم ہونا نیت اور طریق کار کے تفاوت سے متفاوت ہوتا رہے گا۔ مگر چونکہ دنیا میں کثرت ایسے افراد کی ہے جو عیش و عشرت کے سامانوں میں پھنس کر خدا تعالیٰ کو اور اپنے انجام کو بھول جاتے ہیں، اس لئے ذُرِّيَّةٌ لِلنَّاسِ میں سطح کلام کی عام رکھی گئی ہے۔

یعنی جن پر نمبر یا نشان لگائے جائیں، یا بیچ کلیان گھوڑے جن کے ہاتھ پاؤں اور پیشانی پر قدرتی نشان ہوتے ہیں یا جو گھوڑے چراگاہ میں چرنے کے لئے چھوڑے گئے ہوں۔

یعنی ابدی فلاح ان چیزوں سے حاصل نہیں ہوتی محض دنیا میں چند روز فائدہ اٹھایا جاسکتا ہے کامیاب مستقبل اور اچھا ٹھکانا چاہتے ہو تو خدا کے پاس ملے گا۔ اس کی خوشنودی اور قرب حاصل کرنے کی فکر کرو۔ اگلی آیت میں بتلاتے ہیں کہ وہ اچھا ٹھکانا کیا ہے اور کن لوگوں کو ملتا ہے۔

جَنَّتْ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا إِلَّا نَهْرٌ خَلِدِينَ فِيهَا

باغ ہیں جن کے نیچے جاری ہیں نہریں ہمیشہ رہیں گے ان میں

وَأَزْوَاجٌ مُطَهَّرَةٌ وَرِضْوَانٌ مِّنَ اللَّهِ وَاللَّهُ

اور عورتیں ہیں ستھری اور رضامندی اللہ کی اور اللہ

بَصِيرٌ بِالْعِبَادِ ۝ الَّذِينَ يَقُولُونَ رَبَّنَا إِنَّا أَمْنَا

کی نگاہ میں ہیں بندے وہ جو کہتے ہیں اے رب ہمارے ہم ایمان لائے ہیں

فَاغْفِرْ لَنَا ذُنُوبَنَا وَفِنَا عَذَابَ النَّارِ ۝ الصَّابِرِينَ وَ

سو بخش دے ہم کو گناہ ہمارے اور بچا ہم کو دوزخ کے عذاب سے وہ صبر کرنے والے ہیں اور

الصَّادِقِينَ وَالْقَانِتِينَ وَالْمُنْفِقِينَ وَالْمُسْتَغْفِرِينَ

سچے اور حکم بجالانے والے اور خرچ کرنے والے اور گناہ بخشوانے والے

بِالْأَسْحَارِ ۝ شَهِدَ اللَّهُ أَنَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ ۝ وَ

پچھلی رات میں اللہ نے گواہی دی کہ کسی کی بندگی نہیں اس کے سوا اور

الْمَلَائِكَةُ وَأُولُو الْعِلْمِ قَائِمًا بِالْقِسْطِ ۝ لَا إِلَهَ إِلَّا

فرشتوں نے اور علم والوں نے بھی وہی حاکم انصاف کا ہے کسی کی بندگی نہیں سوا اس کے

یعنی ہر قسم کی صورتی و معنوی گندگی سے پاک و صاف ہوں گی۔

کہ اس سے بڑھ کر کیا نعمت ہو سکتی ہے بلکہ جنت بھی فی الحقیقت اس لئے مطلوب ہے کہ وہ محلِ رضا ہے۔

اللہ بندوں کی نگرانی کرتا ہے | بندوں کے تمام اعمال و احوال اس کے سامنے ہیں جو جس جزا و سزا کا مستحق ہوگا بلا کم و کاست دی جائیگی۔ دنیا کی بہار پر مریں والے اور اس کے فانی مزدوں سے پرہیز کر نیوالے سب اپنے اپنے ٹھکانے پہنچا دیے جائیں گے۔ یا یہ مطلب لیا جائے کہ پرہیزگار بندوں پر خدا کی نگاہِ لطف و کرم ہے جو دنیا کی ابلہ فریب سحر کاریوں سے ان کو محفوظ

رکھتی ہے۔ چنانچہ حدیث میں آپ نے فرمایا کہ جب خدا کسی بندہ کو محبوب رکھتا ہے تو اسی طرح دنیا سے اس کا پرہیز کرا دیتا ہے جیسے تم اپنے مریض کو پانی (وغیرہ) سے پرہیز کراتے ہو۔

◆ معلوم ہوا کہ گناہ معاف ہونے کے لئے ایمان لانا شرط ہے۔

◆ اچھے بندوں کے اوصاف | یعنی اللہ کے راستہ میں بڑی بڑی تکلیفیں اٹھا کر بھی اس کی فرمانبرداری پر جمے رہتے اور معصیت سے رُکے رہتے ہیں۔ زبان کے، دل کے، نیت کے معاملہ کے سچے ہیں۔ پوری تسلیم و انقیاد کے ساتھ خدا کے احکام بجالاتے ہیں۔ خدا کی دی ہوئی دولت کو اُس کے بتلائے ہوئے مواقع میں خرچ کرتے ہیں۔ اور پچھلی رات میں اٹھ کر (جو طمانیت و اجابت کا وقت ہوتا ہے لیکن اٹھنا اس وقت سہل نہیں ہوتا) اپنے رب سے گناہ اور تقصیرات معاف کراتے ہیں۔ کَسَانُو قَلِيلًا مِّنَ اللَّيْلِ مَا يَهْجَعُونَ وَبِالْأَسْحَارِ هُمْ يَسْتَغْفِرُونَ (ذاریات رکوع ۱) یعنی اکثر رات عبادت میں گزارتے اور سحر کے وقت استغفار کرتے کہ خداوند! عبادت میں جو تقصیر رہ گئی اپنے فضل سے معاف فرمانا۔

◆ توحید پر اللہ کی فرشتوں کی اور اہل علم کی گواہی | ابتداء میں نصاریٰ ”نجران“ سے خطاب تھا اور نہایت لطیف انداز سے الوہیت مسیح کے عقیدہ کا ابطال اور توحید خالص کا اعلان کر کے ایمان لانے کی ترغیب دی گئی تھی۔ درمیان میں ان موافق کا ذکر فرمایا جو انسان کو وضوح حق کے باوجود شرف ایمان سے محروم رکھتے ہیں۔ یعنی مال و اولاد اور سامان عیش و عشرت۔ ان آیات میں مومنین کی صفات بیان کرنے کے بعد پھر اصل مضمون توحید وغیرہ کی طرف عود کیا گیا ہے۔ یعنی توحید خالص کے ماننے میں کیا تردد ہو سکتا ہے جبکہ خود حق تعالیٰ اپنی تمام کتابوں میں برابر اس مضمون کی گواہی دیتا رہا ہے۔ اور اس کی فعلی کتاب (صحیفہ کائنات) کا ایک ایک ورق بلکہ ایک ایک نقطہ شہادت دیتا ہے کہ بندگی کے لائق رب العالمین کے سوا کوئی نہیں ہو سکتا۔ وَفِي كُلِّ شَيْءٍ لَّهُ آيَةٌ تَذُلُّ عَلَيْهِ إِنَّهُ وَاحِدٌ ، سَنُرِيهِمْ آيَاتِنَا فِي الْأَفَاقِ وَفِي أَنْفُسِهِمْ حَتَّىٰ يَتَبَيَّنَ لَهُمْ أَنَّهُ الْحَقُّ أَوَلَمْ يَكْفِ بِرَبِّكَ أَنَّهُ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ شَهِيدٌ (حم سجدہ رکوع ۶)

◆ ظاہر ہے فرشتوں کی گواہی خدا کی گواہی کے خلاف کیسے ہو سکتی ہے۔ فرشتہ تو نام ہی اس مخلوق کا ہے جو صدق و حق کے راستہ سے سرتابی نہ کر سکے۔ چنانچہ فرشتوں کی تسبیح و تمجید تمام تر توحید و تفرید باری پر مشتمل ہے۔

◆ علم والے ہر زمانہ میں توحید کی شہادت دیتے رہے ہیں اور آج تو عام طور پر توحید کے خلاف ایک لفظ کہنا جہل محض کا مرادف سمجھا جاتا ہے، مشرکین بھی دل میں مانتے ہیں کہ علمی اصول کبھی مشرکانہ عقائد کی تائید نہیں کر سکتے۔

هُوَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ﴿۱۸﴾ إِنَّ الدِّينَ عِنْدَ اللَّهِ الْإِسْلَامُ تَف

زبردست ہے حکمت والا ﴿۱۸﴾ بیشک دین جو ہے اللہ کے ہاں سو یہی مسلمانی حکم برداری

وَمَا اخْتَلَفَ الَّذِينَ أُوْتُوا الْكِتَابَ إِلَّا مِنْ بَعْدِ

اور مخالف نہیں ہوئے کتاب والے مگر جب

مَا جَاءَهُمُ الْعِلْمُ بَغْيًا بَيْنَهُمْ ۗ وَمَنْ يَكْفُرْ

ان کو معلوم ہو چکا آپس کی ضد اور حسد سے اور جو کوئی انکار کرے

بِآيَاتِ اللَّهِ فَإِنَّ اللَّهَ سَرِيعُ الْحِسَابِ ﴿۱۹﴾ فَإِنْ

اللہ کے حکموں کا تو اللہ جلدی حساب لینے والا ہے ﴿۱۹﴾ پھر بھی اگر

حَاجُّوكَ فَقُلْ أَسَلْتُ وَجْهِي لِلَّهِ وَمَنِ اتَّبَعَنِ ۗ

تجھ سے جھگڑیں تو کہہ دے میں نے تابع کیا اپنا منہ اللہ کے حکم پر اور انہوں نے بھی کہ جو میرے ساتھ ہیں

وَقُلْ لِلَّذِينَ أُوْتُوا الْكِتَابَ وَالْأُمِّيِّينَ أَسَلْتُمْ ۗ

اور کہہ دے کتاب والوں کو اور ان پڑھوں کو کہ تم بھی تابع ہوتے ہو

فَإِنْ أَسَلْتُمْ فَقَدْ اهْتَدَوْا ۗ وَإِنْ تَوَلَّوْا فَإِنَّمَا

پھر اگر وہ تابع ہوئے تو انہوں نے راہ پائی سیدھی اور اگر منہ پھیریں تو تیرے ذمہ

◆ انصاف کرنے کے لئے دو باتیں ضروری ہیں، زبردست ہو کہ اس کے فیصلہ سے کوئی سر تابی نہ کر سکے۔ اور حکیم ہو کہ حکمت و دانائی سے پوری طرح جانچ تول کر ٹھیک ٹھیک فیصلہ کرے، کوئی حکم بے موقع نہ دے، چونکہ حق تعالیٰ عزیز و حکیم ہے لہذا اس کے منصف علی الاطلاق ہونے میں کیا شبہ ہو سکتا ہے غالباً اس لفظ ”فَإِنَّمَا“ بِالْقَسْطِ میں نیسیائیوں کے مسئلہ کفارہ کا بھی رد ہو گیا۔ بھلا یہ کہاں کا انصاف ہوگا کہ ساری دنیا کے جرائم ایک شخص پر لاد دیے جائیں اور وہ تنہا سزا پا کر سب مجرموں کو ہمیشہ کے لئے بری اور پاک کر دے۔ خدائے عادل و حکیم کی بارگاہ ایسی گستاخیوں سے کہیں بالا و برتر ہے۔

◆ دین اللہ کے نزدیک صرف اسلام ہے۔ (لفظ اسلام کی تشریح) ”اسلام“ کے اصلی معنی سوپ دینے کے ہیں

”مذہب اسلام“ کو بھی اسی لحاظ سے اسلام کہا جاتا ہے کہ ایک مسلم اپنے کو ہمہ تن خدائے واحد کے سپرد کر دینے اور اس کے احکام کے

سامنے گردن ڈال دینے کا اقرار کرتا ہے گویا "اسلام" انقیاد و تسلیم کا اور "مسلمانی" حکم برداری کا دوسرا نام ہوا۔ یوں تو شروع سے اخیر تک تمام پیغمبر یہی مذہب اسلام لے کر آئے اور اپنے اپنے زمانہ میں اپنی اپنی قوم کو مناسب وقت احکام پہنچا کر طاعت و فریضہ برداری اور خالص خدائے واحد کی پرستش کی طرف بلا تے رہے ہیں لیکن اس سلسلہ میں خاتم الانبیاء محمد رسول اللہ ﷺ نے تمام دنیا کو جو اکمل، جامع ترین، عالمگیر اور ناقابل تنسیخ ہدایات دیں، وہ تمام شرائع سابقہ حقہ پر مع شے زائد مشتمل ہونے کی وجہ سے خصوصی رنگ میں اسلام کے نام سے موسوم و ملقب ہوئیں۔ بہر حال اس آیت میں نصاریٰ نجران کے سامنے خصوصاً اور تمام اقوام و ملل کے سامنے عموماً اعلان کیا گیا ہے کہ دین و مذہب صرف ایک ہی چیز کا نام ہو سکتا ہے وہ یہ کہ بندہ دل و جان سے اپنے کو خداوند قدوس کے سپرد کر دے اور جس وقت جو حکم اس کی طرف سے پائے، بے چون و چرا گردن تسلیم جھکا دے۔ اب جو لوگ خدا کے لئے بیٹے پوتے تجویز کریں، مسیح و مریم کی تصویروں اور صلیب کی لکڑی کو پوجیں، خنزیر کھائیں، آدمی کو خدا یا خدا کو آدمی بنادیں۔ انبیاء و اولیاء کو قتل کر ڈالنا معمولی بات سمجھیں، دین حق کو مٹانے کی ناپاک کوششوں میں لگے رہیں، موسیٰ و مسیح کی بشارات کے موافق جو پیغمبران دونوں سے بڑھ کر شان و نشان دکھلاتا ہوا آیا، جان بوجھ کر اس کی تکذیب اور اس کے لائے ہوئے کلام و احکام سے ٹھٹھا کریں، یا جو بے وقوف پتھروں، درختوں، ستاروں اور چاند سورج کے آگے سجدہ کریں اور حلال و حرام کا معیار محض ہوائے نفس کو ٹھہرائیں، کیا ان میں کوئی جماعت اس لائق ہے کہ اپنے کو مسلم اور ملت ابراہیمی کا پیرو کہہ سکے۔ العیاذ باللہ۔" وفی روایۃ محمد بن اسحاق فقال رسول اللہ صلعم اسلمو۔ فقالوا قد اسلمنا فقال صلعم

کذبتم کیف یصح اسلامکم وانتم تشنون لله ولداً وتعبدون الصلیب و تاکلون الخنزیر (تفسیر کبیر)

اہل کتاب کی مخالفت کی حقیقت | یعنی اسلام ایک واضح اور روشن چیز ہے۔ جس قسم کے دلائل سے موسیٰ و مسیح کی رسالت یا تورات و انجیل کا کتاب سماوی ہونا ثابت کیا جاسکتا ہے، اس سے بہتر، مضبوط اور زندہ دلائل محمد ﷺ کی رسالت اور قرآن کے کلام الہی ہونے کے موجود ہیں۔ بلکہ خود وہ کتابیں آپ کی حقانیت کی شہادت دے رہی ہیں۔ توحید خالص ایک صاف مضمون ہے جس کے خلاف باپ بیٹے کا نظریہ محض ایک بے معنی چیتاں ہو کر رہ جاتا ہے، جس کی کوئی علمی اصول تائید نہیں کرتا، اب جو اہل کتاب مخالف اسلام ہو کر ان روشن حقائق کو جھٹلائیں اور حق تعالیٰ کی حکم برداری سے سرتابی کریں۔ بجز اس کے کیا کہا جاسکتا ہے کہ محض ضد، حسد، عناد اور جاہ و مال کی حرص میں ایسا کر رہے ہیں جیسا کہ پہلے ان الذین کفروا ان تغنی عنهم اموالهم..... الخ کے فوائد میں خود ابو حارثہ بن علقمہ رئیس وفد نجران کا اقرار و اعتراف نقل کیا جا چکا ہے اور یہ ان لوگوں کی قدیم عادت ہے۔ یہود و نصاریٰ کے باہم جو اختلافات ہوئے یا ہر ایک مذہب میں جو بہت سے فرقے بنے، پھر مخالفت باہمی خوفناک محاربات اور خونریزیوں پر منتہی ہوئی۔ تاریخ بتلاتی ہے کہ اس کا منشاء عموماً غلط فہمی یا جہل نہ تھا، بلکہ اکثر حالات میں محض سیم و زر کی محبت اور جاہ پرستی سے یہ فرقہ وارا اختلافات پیدا ہوئے۔

دنیا میں بھی، ورنہ آخرت میں تو ضرور ہے۔

اسلام کا عملی نمونہ | جیسا کہ دو فوائد پہلے نقل کیے جا چکے۔ وہ جھگڑتے تھے کہ ہم بھی مسلمان ہیں۔ یہاں ان کو بتلایا گیا کہ ایسا (فرضی) اسلام کس کام کا۔ آؤ دیکھو، اسلام اسے کہتے ہیں جو محمد ﷺ اور ان کے جان نثار ساتھیوں کے پاس ہے۔ ابھی بیان ہو چکا کہ اسلام نام ہے تسلیم و انقیاد کا۔ یعنی بندہ ہر تن اپنے کو خدا کے ہاتھ میں دے دے سو محمد ﷺ اور مہاجرین و انصار کو دیکھ لو کس طرح انہوں نے شرک، بت پرستی، بد اخلاقی، فسق و فجور اور ظلم و عدوان کا مقابلہ کرتے ہوئے اپنی جان، مال، وطن، کنبہ، بیوی بچے، غرض تمام مرغوب و محبوب چیزیں حق تعالیٰ کی خوشنودی پر نثار کر دیں اور کس طرح ان کا چہرہ اور آنکھیں ہر وقت حکم الہی کی طرف لگی رہتی ہیں کہ ادھر سے حکم آئے اور ہم تعمیل کریں۔ اس کے بالقابل تم اپنا حال دیکھو کہ خود اپنی خلوتوں میں اقرار کرتے ہو کہ محمد ﷺ حق پر ہیں، مگر ان پر ایمان لائیں تو دنیا کا مال و جاہ چھٹتا ہے۔ بہر حال اگر باوجود وضوح حق کے اسلام کی طرف نہیں آتے، تم جانو، ہم تو اپنے کو ایک خدا کے سپرد کر چکے ہیں۔

عَلَيْكَ الْبَلَّغُ ۗ وَاللَّهُ بِصِيرٍ بِالْعِبَادِ ۚ ۴ ۝ ۲۰ ۚ إِنَّ

صرف پہنچا دینا ہے اور اللہ کی نگاہ میں ہیں بندے

الَّذِينَ يَكْفُرُونَ بِآيَاتِ اللَّهِ وَيَقْتُلُونَ النَّبِيِّنَ

لوگ انکار کرتے ہیں اللہ کے حکموں کا اور قتل کرتے ہیں پیغمبروں کو

بِغَيْرِ حَقٍّ ۚ وَيَقْتُلُونَ الَّذِينَ يَأْمُرُونَ بِالْقِسْطِ

ناحق اور قتل کرتے ہیں ان کو جو حکم کرتے ہیں انصاف کرنے کا

مِنَ النَّاسِ ۚ فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ أَلِيمٍ ۝ ۲۱ ۚ أُولَٰئِكَ

لوگوں میں سے سو خوشخبری سنا دے ان کو عذاب دردناک کی یہی ہیں

الَّذِينَ حَبِطَتْ أَعْمَالُهُمْ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ ۚ وَمَا لَهُمْ

جن کی محنت ضائع ہوئی دنیا میں اور آخرت میں اور کوئی نہیں

مِّنْ نَّصِيرِينَ ۝ ۲۲ ۚ أَلَمْ تَرَ إِلَى الَّذِينَ أُوتُوا نَصِيبًا

ان کا مددگار کیا نہ دیکھا تو نے ان لوگوں کو جن کو ملا کچھ ایک حصہ

مِّنَ الْكِتَابِ يُدْعَوْنَ إِلَىٰ كِتَابِ اللَّهِ لِيَحْكُمَ بَيْنَهُمْ

کتاب کا ان کو بلا تے ہیں اللہ کی کتاب کی طرف تاکہ وہ کتاب ان میں حکم کرے

ثُمَّ يَتَوَلَّوْا فَرِيقًا مِّنْهُمْ وَهُمْ مُّعْرِضُونَ ۝ ۲۳

پھر منہ پھرتے ہیں بعضے ان میں سے متغافل کر کے

ذَٰلِكَ بِأَنَّهُمْ قَالُوا لَنْ نَمْسَنَا النَّارَ إِلَّا أَيَّامًا

یہ اس واسطے کہ کہتے ہیں وہ ہم کو ہرگز نہ لگے گی آگ دوزخ کی مگر چند دن

یعنی سوچ لو، کیا تم بھی ہماری طرح خدا کے تابعدار بندے بنے ہو یا اب بنتے ہو، ایسا ہو تو سمجھ لو سیدھے رستہ پر لگ گئے اور ہمارے بھائی بن گئے ورنہ ہمارا کام سمجھا دینا اور نشیب و فراز بتلا دینا تھا، وہ کر چکے۔ آگے سب بندے اور ان کے اعمال ظاہری و باطنی خدا کی نظر میں ہیں، وہ ہر ایک کا بھگتان کر دیگا۔ (تنبیہ) ان پڑھ کہتے تھے عرب کے مشرکوں کو کہ ان کے پاس کتب سماویہ کا علم نہ تھا۔

بنی اسرائیل کے جرائم اور سزا | حدیث میں ہے کہ ”بنی اسرائیل“ نے ایک دن میں تینتالیس نبی اور ایک سو ستر یا ایک سو بارہ صالحین کو شہید کیا۔ یہاں نصاریٰ نجران اور دوسرے کفار کو سنا یا جا رہا ہے کہ احکام الہی سے منکر ہو کر انبیاء اور انصاف پسندنا صحیحین سے مقابلہ کرنا اور پرلے درجہ کی شقاوت و سنگدلی سے ان کے خون میں ہاتھ رنگنا معمولی چیز نہیں۔ ایسے لوگ سخت دردناک عذاب کے مستحق اور دونوں جہان کی کامیابی سے محروم ہیں۔ ان کی محنت برباد اور ان کی کوششیں اکارت ہوگی اور دنیا و آخرت میں جب سزا ملے گی تو کوئی بچانے والا اور مدد کرنے والا نہ ملے گا۔

یعنی تھوڑا بہت حصہ تورات و انجیل وغیرہ کا جو ان کی تحریفات لفظی و معنوی سے بچ بچا کر رہ گیا ہے یا جو تھوڑا بہت حصہ فہم کتاب کا ملا۔

یہودیوں کا کتاب اللہ سے اعراض | یعنی جب انہیں دعوت دی جاتی ہے کہ قرآن کریم کی طرف آؤ جو خود تمہاری تسلیم کردہ کتابوں کی بشارات کے موافق آیا اور تمہارے اختلافات کا ٹھیک ٹھیک فیصلہ کرنے والا ہے، تو ان کے علماء کا ایک فریق تغافل برت کر منہ پھیر لیتا ہے۔ حالانکہ قرآن کی طرف دعوت فی الحقیقت تورات و انجیل کی طرف دعوت دینا ہے۔ بلکہ کچھ بعید نہیں کہ اس جگہ کتاب اللہ سے مراد تورات و انجیل ہی ہو۔ یعنی لو ہم تمہارے نزاعات کا فیصلہ تمہاری ہی کتاب پر چھوڑتے ہیں مگر غضب تو یہ ہے کہ وہ اپنی خواہشات اور پست اغراض کے سامنے خود اپنی کتاب کی ہدایات سے بھی منہ پھیر لیتے ہیں۔ نہ اس کی بشارات سنتے ہیں نہ احکام پر کان دھرتے ہیں۔ چنانچہ رحم زانی کے مسئلہ میں تورات کے حکم منصوص سے صریح زور گردانی کی۔ جیسا کہ آگے سورہ مائدہ میں آگے گا۔

مَعْدُودَاتٍ مَّ وَغَرَّهُمْ فِي دِينِهِمْ مَا كَانُوا

تنتی کے اور بکے ہیں اپنے دین میں اپنی بنائی

يَفْتَرُونَ ﴿۲۳﴾ فَكَيْفَ إِذَا جَمَعْنَاهُمْ لِيَوْمٍ لَا رَيْبَ

باتوں پر پھر کیا ہوگا حال جب ہم ان کو جمع کریں گے ایک دن کہ اس کے آنے میں کچھ

فِيهِ تَفْوُفِيَّتٌ كُلُّ نَفْسٍ مَّا كَسَبَتْ وَهُمْ لَا

شبہ نہیں اور پورا پاوے گا ہر کوئی اپنا کیا اور انکی

يُظْلَمُونَ ﴿۲۵﴾ قُلِ اللَّهُمَّ مَلِكُ الْمُلْكِ تُؤْتِي الْمُلْكَ

حق تلفی نہ ہوگی تو کہہ یا اللہ مالک سلطنت کے تو سلطنت دیوے

مَنْ نَشَاءُ وَتَنْزِعُ الْمُلْكَ مِمَّنْ نَشَاءُ ز وَتُعِزُّ

جس کو چاہے اور سلطنت چھین لیوے اور عزت دیوے جس سے چاہے

مَنْ نَشَاءُ وَتَنْزِلُ مَنْ نَشَاءُ طِبْيَدِكَ الْخَيْرُ ط إِنَّكَ

جس کو چاہے اور نازل کرے جس کو چاہے تیرے ہاتھ ہے سب خوبی بیشک تو

عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ﴿۲۷﴾ تُولِجُ اللَّيْلَ فِي النَّهَارِ وَ

ہر چیز پر قادر ہے تو داخل کرتا ہے رات کو دن میں اور

تُولِجُ النَّهَارَ فِي اللَّيْلِ وَتُخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ

داخل کرے دن کو رات میں اور تو نکالے زندہ مردہ سے

وَتُخْرِجُ الْمَيِّتَ مِنَ الْحَيِّ ز وَتَرْزُقُ مَنْ نَشَاءُ

اور نکالے مردہ زندہ سے اور تو رزق دے جس کو چاہے

◆ یہودیوں کے من گھڑت عقائد کی تردید | یعنی ان کے تمرد و طغیان اور گناہوں پر جبری ہونے کا سبب یہ ہے کہ سزا کی طرف سے بخوف ہیں ان کے بڑے جھوٹ بنا کر کہہ گئے کہ ہم میں اگر کوئی سخت گنہگار بھی ہوگا تو گنتی کے چند روز سے زیادہ عذاب نہ پائیگا۔ جیسا کہ سورہ "بقرہ" میں گذر چکا اور اسی طرح کی بہت سی باتیں گھڑ رکھی ہیں۔ مثلاً کہتے تھے کہ ہم تو اللہ کے چہیتے بیٹے ہیں یا انبیاء کی اولاد ہیں اور اللہ تعالیٰ یعقوب علیہ السلام سے وعدہ کر چکا ہے کہ انکی اولاد کو سزا نہ دے گا مگر یونہی برائے نام قسم کھانے کو، اور نصاریٰ نے تو کفارہ کا مسئلہ نکال کر گناہ و معصیت کا سارا حساب ہی برباق کر دیا۔ اللہم اعذنا من شرور انفسنا۔

◆ یعنی اس وقت پتہ چلے گا کہ کس اندھیرے میں پڑے ہوئے تھے۔ جب محشر میں تمام اولین و آخرین اور خود اپنے بزرگوں کے سامنے رسوا ہونگے اور ہر عمل کا پورا پورا بدلہ ملے گا۔ نہ کفارہ کا مسئلہ یاد آئے گا، نہ نسبی تعلقات اور من گھڑت عقیدے کام دیں گے۔

◆ یعنی فرضی جرائم پر سزا نہ ہوگی، ان کاموں پر ہوگی جن کا جرم ہونا خود تسلیم کریں گے اور جس قدر سزا کا استحقاق ہوگا، اس سے زیادہ نہ دی جائے گی نہ کسی کی ادنیٰ سے ادنیٰ نیکی ضائع ہو سکے گی۔

◆ ملک و سلطنت اور عزت و ذلت اللہ کے ہاتھ میں ہے | جیسا کہ پہلے نقل کیا جا چکا ہے وفد نجران کے رئیس ابو حارثہ بن علقمہ نے کہا تھا کہ ہم محمد (ﷺ) پر ایمان لائیں تو روم کے بادشاہ جو ہماری عزت اور مالی خدمت کرتے ہیں سب بند کر لیں گے۔ شاید یہاں دعاء و مناجات کے رنگ میں اس کا جواب دیا کہ جن بادشاہوں کی سلطنت اور ان کی دی ہوئی عزتوں پر تم مفتون ہو رہے ہو، تو خوب سمجھ لو کہ کل سلطنت و عزت کا اصلی مالک خداوند قدوس ہے اسی کے قبضہ قدرت میں ہے جس کو چاہے دے اور جس سے چاہے سلب کر لے۔ کیا یہ امکان نہیں کہ روم و فارس کی سلطنتیں اور عزتیں چھین کر مسلمانوں کو دے دی جائیں، بلکہ وعدہ ہے کہ ضرور دی جائیں گی، آج مسلمانوں کی موجودہ بے سرو سامانی اور دشمنوں کی طاقت کو دیکھتے ہوئے بیشک یہ چیز تمہاری سمجھ میں نہیں آسکتی۔ اسی لئے یہود و منافقین مذاق اڑاتے تھے کہ قریش کے حملہ سے ڈر کر مدینہ کے گرد خندق کھودنے والے مسلمان قیصر و کسریٰ کے تاج و تخت پر قبضہ پانے کے خواب دیکھتے ہیں۔ مگر حق تعالیٰ نے چند ہی سال میں دکھلا دیا کہ روم و فارس کے جن خزانوں کی کنجیاں اُس نے اپنے پیغمبر کے ہاتھ میں دی تھیں فاروق اعظمؓ کے زمانہ میں وہ کس طرح مجاہدین اسلام کے درمیان تقسیم ہوئے۔ اصل یہ ہے کہ یہ مادی سلطنت و عزت کیا چیز ہے جب خداوند قادر و حکیم نے روحانی سلطنت و عزت کا آخری مقام (یعنی منصب نبوت و رسالت) بنی اسرائیل سے منتقل کر کے بنی اسمعیل میں پہنچا دیا تو روم و عجم کی ظاہری سلطنت کا عرب کے خانہ بدوشوں کی طرف منتقل کر دینا کیا مستبعد ہے۔ گویا یہ دعائیک طرح کی پیشین گوئی تھی کہ عنقریب دنیا کی کاپیالٹ ہونے والی ہے جو قوم دنیا سے الگ تھلگ پڑی تھی عزتوں اور سلطنتوں کی مالک ہوگی، اور جو بادشاہت کر رہے تھے ان کو اپنی بد اعمالیوں کی بدولت پستی و ذلت کے غار میں گرایا جائے گا (تنبیہ) بیدک الخیر بے شک خدا کے ہاتھ میں ہر قسم کی خیر و خوبی ہے اور "شر" کا پیدا کرنا بھی اس کے اعتبار سے خیر ہی ہے۔ کیونکہ مجموعہ عالم کے اعتبار سے اس میں ہزار ہا حکمتیں پوشیدہ ہیں۔ فی الحدیث الصحیح الخیر کله فی بدیک و الشر لیس الیک۔

◆ اللہ کی قدرت کی نشانیاں | یعنی کبھی رات کو گھٹنا کر دن کو بڑھا دیتا ہے، کبھی اس کا عکس کرتا ہے۔ مثلاً ایک موسم میں ۴۰ گھنٹہ کی رات اور دس گھنٹہ کا دن ہے۔ چند ماہ بعد رات کے چار گھنٹہ کاٹ کر دن میں داخل کر دیے۔ اب رات دس گھنٹہ کی رہ گئی اور دن ۴۰ گھنٹہ کا ہو گیا۔ یہ سب الٹ پھیر تیرے ہاتھ میں ہیں کیونکہ شمس و قمر وغیرہ تمام سیارات بدون تیرے ارادہ کے ذرا حرکت نہیں کر سکتے۔ خلاصہ یہ ہوا کہ کبھی کے دن بڑے اور کبھی کی رات۔

◆ یعنی بیضہ کو مرغی سے، مرغی کو بیضہ سے، آدمی کو نطفہ سے، نطفہ کو آدمی سے، جاہل کو عالم سے، عالم کو جاہل سے، کامل کو ناقص سے، ناقص کو کامل سے نکالنا تیری ہی قدرت کا کام ہے۔

بَغَيْرِ حِسَابٍ ۝ لَا يَتَّخِذِ الْمُؤْمِنُونَ الْكٰفِرِيْنَ

بے شمار ۞ نہ بناویں مسلمان کافروں کو

اَوْلِيَآءٍ مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِيْنَ ۚ وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ

دوست مسلمانوں کو چھوڑ کر اور جو کوئی یہ کام کرے

فَلَيْسَ مِنَ اللّٰهِ فِيْ شَيْءٍ ۗ اِلَّا اَنْ تَتَّقُوْا مِنْهُمْ

تو نہیں اس کا اللہ سے کوئی تعلق مگر اس حالت میں کہ کرنا چاہو تم ان سے

تُقٰتًا ۗ وَيُحٰذِرُكُمْ اللّٰهُ نَفْسَهُ ۗ وَاِلٰى اللّٰهِ الْمَصِيْرُ ۝۲۸

بچاؤ ۞ اور اللہ تم کو ڈراتا ہے اپنے سے اور اللہ ہی کی طرف لوٹ کر جانا ہے ۞

قُلْ اِنْ تَخَفُوْا مَا فِيْ صُدُوْرِكُمْ اَوْ تَبَدُّوْهُ يَعْزِمُ

تو کہہ اگر تم چھپاؤ گے اپنے دلی بات یا اسے ظاہر کرو گے جانتا ہے اس کو

اللّٰهُ ۗ وَيَعْلَمُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ۗ

اللہ ۞ اور اس کو معلوم ہے جو کچھ کہے آسمانوں میں اور جو کچھ ہے زمین میں

وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۝۲۹ يَوْمَ تَجِدُ كُلُّ

ہر اور اللہ ہر چیز پر قادر ہے ۞ جس دن موجود پاوے گا

نَفْسٍ مَّا عَمِلَتْ مِنْ خَيْرٍ مُّحْضَرًا ۗ وَمَا عَمِلَتْ

مخلص جو کچھ کیں ہے اس نے نیکی اپنے سامنے اور جو کچھ کہی ہے

مِنْ سُوْءٍ ۗ تَوَدُّ لَوْ اَنَّ بَيْنَهَا وَبَيْنَهَا اَمَدًا بَعِيْدًا ۗ

اس نے برائی آرزو کرے گا کہ مجھ میں اور اس میں فرق پڑ جاوے دور کا ۞

﴿۱﴾ حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں ”یہود جانتے تھے کہ پہلے جو بزرگی ہم میں تھی وہ ہی ہمیشہ رہے گی۔ اللہ کی قدرت سے ناقابل ہیں، جس کو چاہے عزیز کرے اور سلطنت دے اور جس سے چاہے چھین لے اور ذلیل کر دے۔ اور جاہلوں میں کامل پیدا کرے (جیسے عرب کے امیوں میں سے کئے) اور کاملوں میں سے جاہل (جیسے بنی اسرائیل میں ہوا) اور جس کو چاہے (حسی و معنوی) رزق بے حساب دیوے۔“

﴿۲﴾ کفار سے مسلمانوں کی دوستی کی مذمت | یعنی جب حکومت و سلطنت، جاہ و عزت اور ہر قسم کے تقلبات و تصرفات کی زمام اکیلے خداوند قدوس کے ہاتھ میں ہوئی تو مسلمانوں کو جو صحیح معنی میں اس پر یقین رکھتے ہیں، شایان نہیں کہ اپنے اسلامی بھائیوں کی اخوت و دوستی پر اکتفاء نہ کر کے خواہ مخواہ دشمنان خدا کی موائیات و مدارات کی طرف قدم بڑھائیں، خدا و رسول کے دشمن ان کے دوست کبھی نہیں بن سکتے۔ جو اس خطبہ میں پڑے گا سمجھ لو کہ خدا کی محبت و موائیات سے اسے کچھ سروکار نہیں۔ ایک مسلمان کی سب امیدیں اور خوف صرف خداوند رب العزت سے وابستہ ہونے چاہئیں۔ اور اس کے اعتماد و وثوق اور محبت و مناصرت کے مستحق وہ وہی لوگ ہیں جو حق تعالیٰ سے اسی قسم کا تعلق رکھتے ہوں۔ ہاں تدبیر و انتظام کے درجہ میں کفار کے ضررِ عظیم سے اپنے ضروری بچاؤ کے پہلو اور حفاظت کی صورتیں محقول و مشروع طریقہ پر اختیار کرنا، ترک موائیات کے حکم سے اسی طرح مستثنیٰ ہیں، جیسے سورہ انفال میں وَمَنْ يُؤَلِّهِمْ يُؤَمِّنْهُمْ ذُبْرَةُ سے مَنْحَرٍ فَاَلِيقْتَالِ اَوْ مُتَحَيِّزًا اِلَىٰ فِتْنَةٍ کو مستثنیٰ کیا گیا ہے۔ جس طرح وہاں تحریف و تخریب کی حالت میں حقیقۃً فرار من الزحف نہیں ہوتا، محض صورتہً ہوتا ہے، یہاں بھی ”الا ان تتقوا منهم نعمة، کو حقیقت موائیات نہیں، فقط صورت موائیات سمجھنا چاہئے جس کو ہم مدارات کے نام سے موسوم کرتے ہیں اس مسئلہ کی مزید تفصیل سورہ مائدہ کی آیت يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَّخِذُوا الْيَهُودَ وَالنَّصَارَىٰ أَوْلِيَاءَ کَ وَالْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي اسْتَنْصَرْنَا وَلَا نَكُفِّرُ بِنَارِهِمْ كَذِبًا“ اور بندہ کا مستقل رسالہ بھی اس موضوع پر چھپا ہوا ہے جو حضرت الاستاذ (مترجم محقق) قدس اللہ روحہ کے ایماء پر لکھا گیا تھا۔ فلیراجع۔

﴿۳﴾ یعنی مومن کے دل میں اصلی ڈر خدا کا ہونا چاہئے۔ کوئی ایسی بات نہ کرے جو اس کی ناراضی کا سبب ہو، مثلاً جماعت اسلام سے تجاوز کر کے بے ضرورت کفار کے ساتھ ظاہری یا باطنی موائیات کرے یا ضرورت کے وقت صورت موائیات اختیار کرنے میں حدود شرع سے گذر جائے۔ یا محض موہوم و حقیر خطرات کو یقینی اور اہم خطرات ثابت کرنے لگے۔ اور اسی قسم کی مستثنیات یا شرعی رخصتوں کو ہوائے نفس کی پیروی کا حیلہ بنالے۔ اسے یاد رکھنا چاہئے کہ سب کو خداوند قدوس کی مدارت عالیہ میں حاضر ہونا ہے وہاں جھوٹے حیلے حوالے کچھ پیش نہ جائیں گے۔ مومن قوی کی شان تو یہ ہونی چاہئے کہ رخصت سے گذر کر عزیمت پر عمل پیرا ہو۔ اور مخلوق سے زیادہ خالق سے خوف کھائے۔

﴿۴﴾ یعنی ممکن ہے آدمی اپنی نیت اور دل کی بات آدمیوں سے چھپالے لیکن وہ اس طرح خدا کو فریب نہیں دے سکتا۔ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ الْمُنِیۡدِ مِنَ الْمُنٰصِحِ۔

﴿۵﴾ جب علم اس قدر محیط اور قدرت ایسی عام و تام ہے تو مجرم کے لئے اخبائے جرم یا سزا سے بچ کر بھاگ جانے کی کوئی صورت نہیں۔

﴿۶﴾ آخرت میں نیک و بد اعمال کا حاضر ہونا | یعنی قیامت کے دن ہر نیکی بدی آدمی کے سامنے حاضر ہوگی۔ عمر بھر کا اعمال

نامہ ہاتھ میں پکڑا دیا جائیگا۔ اس وقت مجرمین آرزو کریں گے کہ کاش یہ دن ہم سے دُور ہی رہتا۔ یا ہم میں اور ان برے اعمال میں بڑی دُور کا فاصلہ ہوتا کہ ان کے قریب بھی نہ جاتے۔

وَيُحَذِّرُكُمْ اللَّهُ نَفْسَهُ وَاللَّهُ رَءُوفٌ بِالْعِبَادِ ﴿۳۰﴾

اور اللہ ڈراتا ہے تم کو اپنے سے اور اللہ بہت مہربان ہے بندوں پر

قُلْ إِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّونَ اللَّهَ فَاتَّبِعُونِي يُحْبِبْكُمُ اللَّهُ

تو کہہ اگر تم محبت رکھتے ہو اللہ کی تو میری راہ چلو تاکہ محبت کرے تم سے اللہ

وَيَغْفِرَ لَكُمْ ذُنُوبَكُمْ وَاللَّهُ غَفُورٌ رَحِيمٌ ﴿۳۱﴾

اور بخشنے گناہ تمہارے اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے

قُلْ أَطِيعُوا اللَّهَ وَالرَّسُولَ فَإِنْ تَوَلَّوْا فَإِنَّ اللَّهَ

تو کہہ حکم مانو اللہ کا اور رسول کا پھر اگر اعراض کریں تو اللہ کو

لَا يُحِبُّ الْكٰفِرِينَ ﴿۳۲﴾ إِنَّ اللَّهَ اصْطَفَىٰ آدَمَ وَ

محبت نہیں ہے کافروں سے ﴿۳۲﴾ بیشک اللہ نے پسند لیا آدم کو اور

نُوحًا وَآلَ إِبْرٰهِيْمَ وَآلَ عِمْرٰنَ عَلَى الْعٰلَمِيْنَ ﴿۳۳﴾

نوح کو اور ابراہیم کے گھر کو اور عمران کے گھر کو سارے جہان سے

ذُرِّيَّةً بَعْضُهَا مِنْ بَعْضٍ وَاللَّهُ سَمِيعٌ عَلِيمٌ ﴿۳۴﴾

جو اولاد تھے ایک دوسرے کی اور اللہ سننے والا جاننے والا ہے

یہ بھی اس کی مہربانی ہے کہ تم کو اس خوفناک دن کے آنے سے پہلے ڈراتا اور آگاہ کرتا ہے تاکہ برائی کے طریقے خصوصاً موالات کفار ترک کر کے اور بھلائی کے راستے پر چل کر اپنے کو خداوند قہار کے غصہ سے بچالینے کا قبل از وقت انتظام کر رکھو۔ قرآن کریم کا یہ خاص طرز ہے کہ عموماً خوف کے ساتھ رجاء اور رجاء کے ساتھ خوف کا مضمون سناتا ہے۔ یہاں بھی مضامین ترہیب کو معتدل بنانے کے لئے اخیر میں۔ وَاللَّهُ رَءُوفٌ بِالْعِبَادِ فرمادیا۔ یعنی خدا سے ڈر کر اگر برائی چھوڑ دو گے تو اس کی مہربانی پھر تمہارا استقبال کرنے کو تیار ہے نا امید ہونے کوئی وجہ نہیں۔ آؤ! تم کو ایسا دروازہ بتائیں جس سے داخل ہو کر مغفرت و رحمت کے پورے مستحق بلکہ خدا تعالیٰ کے محبوب بن سکتے ہو۔ قُلْ إِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّونَ اللَّهَ فَاتَّبِعُونِي يُحْبِبْكُمُ اللَّهُ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوبَكُمْ وَاللَّهُ غَفُورٌ رَحِيمٌ۔

اللہ کی محبت کا معیار رسول کی محبت دشمنان خدا کی موالات و محبت سے منع کرنے کے بعد خدا سے محبت کرنے کا معیار

بتلاتے ہیں۔ یعنی اگر دنیا میں آج کسی شخص کو اپنے مالک حقیقی کی محبت کا دعویٰ یا خیال ہو تو لازم ہے کہ اس کو اتباع محمدی ﷺ کی کسوٹی پر کس کر دیکھ لے، سب کھرا کھونا معلوم ہو جائے گا۔ جو شخص جس قدر حبیب خدا محمد رسول اللہ ﷺ کی راہ چلتا اور آپ ﷺ کی لائی ہوئی روشنی کو مشعل راہ بناتا ہے اسی قدر سمجھنا چاہئے کہ خدا کی محبت کے دعوے میں سچا اور کھرا ہے۔ اور جتنا اس دعوے میں سچا ہوگا اتنا ہی حضور کی پیروی میں مضبوط و مستعد پایا جائے گا۔ جس کا پھل یہ ملے گا کہ حق تعالیٰ اس سے محبت کرنے لگے گا۔ اور اللہ کی محبت اور حضور ﷺ کے اتباع کی برکت سے پچھلے گناہ معاف ہو جائیں گے اور آئندہ طرح طرح کی ظاہری و باطنی مہربانیاں مہذول ہوگی۔ گویا توحید وغیرہ کے بیان سے فارغ ہو کر یہاں سے نبوت کا بیان شروع کیا گیا اور پیغمبر آخر الزماں کی اطاعت کی دعوت دی گئی۔

یہود و نصاریٰ کہتے تھے فَنَحْنُ اَبْنَاءُ اللّٰهِ وَاجِبًا وَاُوْهُ (ہم خدا کے بیٹے اور محبوب ہیں) یہاں بتا دیا گیا کہ کافر کبھی خدا کا محبوب نہیں ہو سکتا۔ اگر واقعی محبوب بننا چاہتے ہو تو اسکے احکام کی تعمیل کرو، پیغمبر کا کہا مانو اور خدا کے سب سے بڑے محبوب کے نقش قدم پر چلے آؤ۔ وفد نجران نے یہ بھی کہا تھا کہ ہم مسیح کی تعظیم و عبادت اللہ کی محبت و تعظیم کے لئے کرتے ہیں۔ اس کا بھی جواب ہو گیا۔ آگے خدا تعالیٰ کے چند محب و محبوب بندوں کا حال سنایا گیا اور وفد نجران کی رعایت سے حضرت مسیح علیہ السلام کی سوانح زیادہ شرح و بسط کے ساتھ بیان کی گئی ہے، جو تمہید ہے خاتم الانبیاء ﷺ کے ذکر مبارک کی۔ جیسا کہ آگے چل کر معلوم ہوگا۔

آل عمران دو ہیں، ایک حضرت موسیٰ علیہ السلام کے والد، دوسرے حضرت مریم کے والد، اکثر سلف و خلف نے یہاں عمران ثانی مراد لیا ہے کیونکہ آگے اذْقَالَتْ اَمْرًاۃٌ عِمْرَانَ الخ سے اسی دوسرے عمران کے گھرانے کا قصہ بیان ہوا ہے اور غالباً سورت کا نام "آل عمران" اسی بنا پر ہوا کہ اس میں عمران ثانی کے گھرانے (یعنی حضرت مریم و مسیح علیہ السلام) کا واقعہ بہت بسط و تفصیل سے ذکر کیا گیا ہے۔

حضرت آدم و نوح اور آل ابراہیم کی خصوصیت | خدا کی مخلوقات میں زمین، آسمان، چاند، سورج، ستارے فرشتے، جن، شجر، حجر سب ہی شامل تھے۔ مگر اس نے اپنے علم محیط اور حکمت بالغہ سے ملکات روحانیہ اور کمالات جسمانیہ کا جو مجموعہ ابو البشر آدم علیہ السلام میں ودیعت کیا وہ مخلوقات میں سے کسی کو نہ دیا۔ بلکہ آدم کو بسوگما ملانکہ بنا کر ظاہر فرمادیا کہ آدم کا اعزاز و اکرام اس کی بارگاہ میں بہ مخلوق سے زیادہ ہے۔ آدم کا یہ انتخابی اور مصطفائی فضل و شرف جسے ہم "نبوت" سے تعبیر کرتے ہیں کچھ ان کی شخصیت پر محدود و متصور نہ تھا، بلکہ منتقل ہو کر ان کی اولاد میں نوح علیہ السلام کو ملا پھر منتقل ہوتا ہوا نوح کی اولاد حضرت ابراہیم علیہ السلام تک پہنچا۔ یہاں سے ایک نئی صورت پیدا ہو گئی۔ آدم و نوح کے بعد جتنے انسان دنیا میں آباد رہے تھے وہ سب ان دونوں کی نسل سے تھے۔ کوئی خاندان ان دونوں کی ذریت سے باہر نہ تھا۔ برخلاف اس کے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بعد ان کی نسل کے علاوہ دنیا میں دوسرے بہت خاندان موجود رہے لیکن جس خدا نے اپنی بیشمار مخلوقات میں سے منصب نبوت کے لئے آدم کا انتخاب کیا تھا اسی کے علم محیط اور اختیار کامل نے آئندہ کے لئے ہزاروں گھرانوں میں سے اس منصب جلیل کے واسطے ابراہیم کے گھرانے کو مخصوص فرمادیا۔ جس قدر انبیاء و رسل ابراہیم کے بعد آئے ان ہی کے دو صاحبزادوں اسحاق و اسمعیل کی نسل سے آئے۔ چونکہ عموماً نسب کا سلسلہ باپ کی طرف سے چلتا ہے اور حضرت مسیح علیہ السلام بن باپ کے پیدا ہوئے تھے اس لحاظ سے وہم ہو سکتا تھا کہ ان کی نسل ابراہیم سے مستثنیٰ کرنا پڑے گا۔ اس لئے حق تعالیٰ نے "آل عمران" اور ذُرِّيَّةًۭا بَغْضٰۤہَا مِنْۢ بَغْضٰۤیۡکُمْ فرما کر متنبہ کر دیا کہ حضرت مسیح جب صرف ماں سے پیدا ہوئے تو ان کا سلسلہ نسب بھی ماں ہی کی طرف سے لیا جائے گا کہ معاذ اللہ خدا کی طرف سے۔ اور ظاہر ہے کہ ان کی والدہ مریم صدیقہ کے باپ عمران کا سلسلہ آخر حضرت ابراہیم پر منتہی ہوتا ہے تو آل عمران، آل ابراہیم کی ایک شاخ ہوئی اور کوئی پیغمبر خاندان ابراہیم سے باہر نہ ہوا۔

سب کی دعاؤں اور باتوں کو سنتا اور سب کے ظاہری و باطنی احوال و استعداد کو جانتا ہے۔ لہذا یہ وہم نہ کرنا چاہئے کہ یوں ہی کیف ما تفق انتخاب کر لیا ہوگا وہاں کا ہر کام پورے علم و حکمت پر مبنی ہے۔

إِذْ قَالَتْ امْرَأَتُ عِمْرَانَ رَبِّ إِنِّي نَذَرْتُ لَكَ

جب کہا عمران کی عورت نے کہ اے رب میں نے نذر کیا تیرے

مَا فِي بَطْنِي مُحَرَّرًا فَتَقَبَّلْ مِنِّي ۖ إِنَّكَ أَنْتَ

جو کچھ میرے پیٹ میں ہے سب سے آزاد رکھ کر سو تو مجھ سے قبول کر بیشک تو ہی ہے

السَّمِيعُ الْعَلِيمُ ﴿۳۵﴾ فَلَمَّا وَضَعَتْهَا قَالَتْ رَبِّ

اصل سننے والا جاننے والا پھر جب اس کو جنم دیا تو بولی اے رب

إِنِّي وَضَعْتُهَا أُنْثَىٰ ۖ وَاللَّهُ أَعْلَمُ بِمَا وَضَعْتَ ط

میں نے تو اس کو لڑکی جنم دیا اور اللہ کو خوب معلوم ہے جو کچھ اس نے جنم دیا اور

لَيْسَ الذَّكَرُ كَالْأُنْثَىٰ ۗ وَإِنِّي سَمَّيْتُهَا مَرْيَمَ وَإِنِّي

بیٹا نہ ہو جیسی وہ بیٹی اور میں نے اس کا نام رکھا مریم اور میں

أَعْبُدُهَا بِكَ وَذَرَيْتَهَا مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ ﴿۳۶﴾

تیری پناہ میں دیتی ہوں اس کو اور اس کی اولاد کو شیطان مردود سے

فَتَقَبَّلَهَا رَبُّهَا بِقَبُولٍ حَسَنٍ وَأَنْبَتَهَا نَبَاتًا

پھر قبول کیا اس کو اس کے رب نے اچھی طرح کا قبول اور بڑھایا اس کو اچھی طرح

حَسَنًا ۖ وَكَفَّلَهَا زَكَرِيَّا ۖ كُلَّمَا دَخَلَ عَلَيْهَا زَكَرِيَّا

بڑھاتا اور سپرد کی زکریا کو جس وقت آتے اس کے پاس زکریا

﴿۳۷﴾ فَكَلَّمَهَا ۖ وَكَفَّلَهَا زَكَرِيَّا ۖ كُلَّمَا دَخَلَ عَلَيْهَا زَكَرِيَّا

حضرت مریم کی والدہ کی منت اور دعاء عمران کی عورت کا نام "حنہ بنت فاقدوا" اس نے اپنے زمانہ کے رواج کے موافق منت مانی تھی کہ خداوند! جو بچہ میرے پیٹ میں ہے میں اسے "محرر" (تیرے نام پر آزاد) کرتی ہوں۔ اس کا مطلب یہ تھا کہ وہ تمام دنیوی مشاغل اور قید نکاح وغیرہ سے آزاد رہ کر ہمیشہ خدا کی عبادت اور کلیسا کی خدمت میں لگا رہے گا۔ اے اللہ تو اپنی

مہربانی سے میری نذر قبول فرما۔ تو میری عرض کو سنتا اور میری نیت و اخلاص کو جانتا ہے۔ گویا لطیف طرز میں استدعا ہوئی کہ لڑکا پیدا ہو کیونکہ لڑکیاں اس خدمت کے لئے قبول نہیں کی جاتی تھیں۔

یہ حسرت و افسوس سے کہا، کیونکہ خلاف توقع پیش آیا۔ اور لڑکی قبول کرنے کا دستور نہ تھا۔

یہ درمیان میں بطور جملہ معترضہ حق تعالیٰ کا کلام ہے یعنی اسے معلوم نہیں کیا چیز جنی۔ اس لڑکی کی قدر و قیمت کو خدا ہی جانتا ہے۔ جس طرح کے بیٹے کی اسے خواہش تھی وہ اس بیٹی کو کہاں پہنچ سکتا تھا۔ یہ بیٹی بذات خود مبارک و مسعود ہے اور اس کے وجود میں ایک عظیم الشان مبارک و مسعود بیٹے کا وجود منظوی ہے۔

دعا کی قبولیت اور مسس شیطان کی حدیث | حق تعالیٰ نے یہ دعا قبول فرمائی۔ حدیث میں ہے کہ آدمی کے بچہ کو ولادت

کے وقت جب ماں سے جدا ہو کر زمین پر آ رہتا ہے، شیطان مس کرتا ہے۔ مگر عیسیٰ اور مریم مستثنیٰ ہیں۔ اس کا مطلب دوسری احادیث کے ملانے سے یہ ہوا کہ بچہ اصل فطرت صحیحہ پر پیدا کیا جاتا ہے جس کا ظہور بڑے ہو کر عقل و تمیز آنے کے بعد ہوگا۔ لیکن گرد و پیش کے حالات و خارجی اثرات کے سامنے بسا اوقات اصل فطرت دب جاتی ہے جس کو حدیث میں فابواہ یھوذاہ اوینصرانہ سے تعبیر کیا ہے پھر جس طرح ایمان و اطاعت کا بیج اس کے جوہر فطرت میں غیر مرئی طور پر رکھ دیا گیا۔ حالانکہ اس وقت اس کو ایمان تو کیا موٹی موٹی محسوسات کا ادراک و شعور بھی نہیں تھا۔ اس طرح خارجی اثر اندازی کی ابتداء بھی ولادت کے بعد ایک قسم کے مس شیطانی سے غیر محسوس طور پر ہو گئی۔ یہ ضروری نہیں کہ ہر شخص اس مس شیطانی کا اثر قبول کرے یا قبول کر لے تو آئندہ چل کر وہ برابر باقی رہے۔ تمام انبیاء علیہم السلام کی عصمت کا تکفل چونکہ حق تعالیٰ نے کیا ہے اس لئے اگر فرض کروا بتدائے ولادت میں یہ صورت ان کو پیش آئی ہو اور مریم و عیسیٰ کی طرح اس ضابطہ سے مستثنیٰ نہ ہوں تو اس میں پھر بھی کوئی شبہ نہیں کہ ان مقدس و معصوم بندوں پر شیطان کی اس حرکت کا کوئی مضر اثر قطعاً نہیں پڑ سکتا۔ فرق صرف اتنا ہوگا کہ مریم و عیسیٰ علیہ السلام کو کسی مصلحت سے یہ صورت سرے سے پیش ہی نہ آئی ہو۔ اور ان کو پیش آئی مگر کوئی اثر نہ ہوا۔ اس قسم کی جزئی امتیازات فضیلت کلی ثابت کرنے کا موجب نہیں ہو سکتے۔ حدیث میں ہے کہ دو بچیاں کچھ اشعار گا رہی تھیں۔ حضور ﷺ نے ادھر سے منہ پھیر لیا۔ ابو بکر آئے مگر لڑکیاں بدستور مشغول رہیں، اس کے بعد حضرت عمر آئے۔ لڑکیاں اٹھ کر بھاگ گئیں، حضور ﷺ نے فرمایا کہ ”عمر جس راستہ پر چلتا ہے شیطان وہ راستہ چھوڑ کر بھاگ جاتا ہے۔“ کیا اس سے کوئی خوش فہم یہ مطلب لے سکتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ حضرت عمر کو اپنے سے افضل ثابت کر رہے ہیں۔ ہاں ابو ہریرہ کا مس شیطان کی حدیث کو آیت ہذا کی تفسیر بنانا بظاہر چسپاں نہیں ہوتا۔ الایہ کہ آیت وائسیٰ اعیذھا بک..... الخ میں واؤ عطف کو ترتیب کے لئے نہ سمجھا جائے یا حدیث میں استثناء سے صرف مسیح کے مریم سے پیدا ہونے کا واقعہ مراد ہو۔ مریم و مسیح الگ الگ مراد نہ ہوں۔ چنانچہ بخاری کی ایک روایت میں صرف حضرت عیسیٰ کے ذکر پر اکتفاء کیا ہے۔ واللہ اعلم۔

حضرت میر تقی میر نے حضرت زکریا کی کفالت میں | یعنی گولڑکی تھی مگر حق تعالیٰ نے لڑکے سے بڑھ کر اسے قبول فرمایا۔ بیت المقدس

کے مجاورین کے دلوں میں ڈال دیا کہ عام دستور کے خلاف لڑکی کو قبول کر لیں۔ اور ویسے بھی مریم کو قبول صورت بنایا اور اپنے مقبول بندہ زکریا کی کفالت میں دیا اور اپنی بارگاہ میں حسن قبول سے سرفراز کیا جسمانی، روحانی علمی، اخلاق ہر حیثیت سے غیر معمولی طور پر بڑھایا۔ جب مجاورین میں اس کی پرورش کے متعلق اختلاف ہوا تو قرعہ انتخاب حضرت زکریا کے نام نکال دیا۔ تاکہ لڑکی اپنی خالہ کی آنکوش شفقت میں تربیت پائے اور زکریا کے علم و دیانت سے مستفید ہو۔ زکریا نے پوری مراعات اور جدوجہد کی۔ جب مریم سیانی ہوئیں تو مسجد کے پاس ان کے لئے ایک حجرہ مخصوص کر دیا۔ مریم دن بھر وہیں عبادت و غیرہ میں مشغول رہتی اور رات اپنی خالہ کے گھر گذارتی۔

المِحْرَابَ ۚ وَجَدَ عِنْدَهَا رِزْقًا ۚ قَالَ يَمْرُؤُا مَنِ

حجرے میں پاتے اس کے پاس کچھ کھانا ۚ کہا اے مریم کہاں سے

لِكَ هَذَا ۗ قَالَتْ هُوَ مِنْ عِنْدِ اللَّهِ ۗ إِنَّ اللَّهَ يَرْزُقُ

آیاتیرے پاس یہ کہنے لگی یہ اللہ کے پاس سے آتا ہے اللہ رزق دیتا ہے

مَنْ يَشَاءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ ۗ هُنَالِكَ دَعَا زَكَرِيَّا

جس کو چاہے بے قیاس ۚ وہیں دعاء کی زکریا نے

رَبَّهُ ۗ قَالَ رَبِّ هَبْ لِي مِنْ لَدُنْكَ ذُرِّيَّةً

اپنے رب سے کہا اے رب میرے عطا کر مجھ کو اپنے پاس سے اولاد

طَيِّبَةً ۗ إِنَّكَ سَمِيعُ الدُّعَاءِ ۗ فَنَادَتْهُ الْمَلِكَةُ

یا کیزہ بیشک تو سننے والا ہے دعاء کا ۚ پھر اُس کو آواز دی فرشتوں نے

وَهُوَ قَائِمٌ يُصَلِّيُ فِي الْمِحْرَابِ ۗ أَنَّ اللَّهَ يُبَشِّرُكَ

جب وہ کھڑے تھے نماز میں حجرے کے اندر کہ اللہ تجھ کو خوشخبری دیتا ہے

بِخَبْرٍ مِّنْ مَّوَدَّةِ رَبِّكَ ۗ فَاتَّقُوا اللَّهَ يَا أُولِي

بچی کی ۚ جو گواہی دے گا اللہ کے ایک حکم کی اور سردار ہوگا اور

الْبُحْرَانِ ۗ قَالَتْ رَبِّ انصُرْنِي ۗ وَانصُرْنِي

عورت کے پاس نہ جائے گا ۚ اور نبی ہوگا صالحین سے کہا اے رب کہاں سے

يَكُونُ لِي غُلَامٌ وَقَدْ بَلَغَنِي الْكِبَرُ وَامْرَأَتِي عَاقِرٌ ۗ

ہوگا میرے لڑکا اور بچہ چکا مجھ کو بڑھاپا اور عورت میری بانجھ ہے

حضرت مریم کی برکات کا ظہور | اکثر سلف کے نزدیک ”رزق“ سے مراد ظاہری کھانا ہے کہتے ہیں مریم کے پاس بے موسم میوے آتے گرمی کے پھل سردی میں، سردی کے گرمی میں۔ اور مجاہد سے ایک روایت ہے کہ ”رزق“ سے مراد علمی صحیفے ہیں جن کو روحانی غذا کہنا چاہئے۔ بہر حال اب کھلم کھلا مریم کی برکات و کرامات اور غیر معمولی نشانات ظاہر ہونے شروع ہوئے جن کا بار بار مشاہدہ ہونے پر زکریا سے ندر ہا گیا اور ازراہ تعجب پوچھنے لگے کہ مریم! یہ چیزیں تم کو کہاں سے پہنچتی ہیں۔

یعنی خدا کی قدرت ایسی طرح مجھ کو یہ چیزیں پہنچاتی ہے جو قیاس و گمان سے باہر ہے۔

اولاد کیلئے حضرت زکریا کی دعاء | حضرت زکریا بالکل بوڑھے ہو چکے تھے، ان کی بیوی بانجھ تھی، اولاد کی کوئی ظاہری امید نہ تھی، مریم کی نیکی اور برکت اور یہ غیر معمولی خوارق دیکھ کر دفعۃً قلب میں ایک جوش اٹھا اور فوری تحریک ہوئی کہ میں بھی اولاد کی دعا کروں۔ امید ہے مجھے بھی بے موسم میوہ مل جائے۔ یعنی بڑھاپے میں اولاد مرحمت ہو۔

حضرت یحییٰ کی بشارت | دعا قبول ہوئی، بشارت ملی کہ لڑکا ہوگا، جس کا نام یحییٰ رکھا گیا۔

ایک حکم سے یہاں حضرت مسیح علیہ السلام مراد ہیں جو خدا کے حکم سے بدون باپ کے پیدا ہوئے۔ حضرت یحییٰ لوگوں کو پہلے سے خبر دیتے تھے کہ مسیح پیدا ہونے والے ہیں۔

حضرت یحییٰ کے اوصاف | یعنی لذات و شہوات سے بہت زیادہ رکنے والا ہوگا، اللہ کی عبادت میں اس قدر مشغول رہے گا کہ عورت کی طرف التفات کرنے کی نوبت نہ آئے گی، یہ حضرت یحییٰ کا مخصوص حال تھا، جس سے اُمّت محمد ﷺ کے لئے کوئی ضابطہ نہیں بن سکتا۔ ہمارے پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کا اعلیٰ امتیاز یہ ہے کہ کمال معاشرت کے ساتھ کمال عبادت کو جمع فرمایا۔

یعنی صلاح و رشد کے اعلیٰ مرتبہ پر فائز ہوگا جسے نبوت کہتے ہیں یا ”صالح“ کے معنی ”شائستہ“ کے لئے جائیں یعنی نہایت شائستہ ہوگا۔

قَالَ كَذَلِكَ اللَّهُ يَفْعَلُ مَا يَشَاءُ ﴿۳۱﴾ قَالَ رَبِّ

فرمایا اسی طرح اللہ کرتا ہے جو چاہے ﴿۳۱﴾ کہا اے رب

اجْعَلْ لِي آيَةً ۖ قَالَ آيَتُكَ إِلَّا تُكَلِّمَ النَّاسَ

مقرر کر میرے لئے کچھ نشانی ﴿۳۲﴾ فرمایا نشانی تیرے لئے یہ ہے کہ نہ بات کرے گا تو لوگوں سے

ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ إِلَّا رَمْرًا ۖ وَادْكُرْ رَبَّكَ كَثِيرًا ۖ وَ

تین دن مگر اشارہ سے ﴿۳۳﴾ اور یاد کرا اپنے رب کو بہت اور

سَبِّحْ بِالْعَشِيِّ وَالْإِبْكَارِ ﴿۳۴﴾ وَإِذْ قَالَتِ الْمَلَائِكَةُ

تسبیح کر شام اور صبح ﴿۳۴﴾ اور جب فرشتے بولے

يَمْرِيْمُ إِنَّ اللَّهَ اصْطَفَاكِ وَطَهَّرَكِ وَاصْطَفَاكِ

اے مریم اللہ نے تجھ کو پسند کیا اور ستھرا بنایا اور پسند کیا تجھ کو

عَلَى نِسَاءِ الْعَالَمِينَ ﴿۳۵﴾ يَمْرِيْمُ اقْنُتِي لِرَبِّكِ

سب جہان کی عورتوں پر ﴿۳۵﴾ اے مریم بندگی کرا اپنے رب کی

وَاسْجُدِي وَارْكَعِي مَعَ الرَّاكِعِينَ ﴿۳۶﴾ ذَلِكَ

اور سجدہ کر ﴿۳۶﴾ اور رکوع کر ساتھ رکوع کرنے والوں کے ﴿۳۶﴾ یہ

مِنْ أَنْبَاءِ الْغَيْبِ نُوحِيهِ إِلَيْكَ ۖ وَمَا كُنْتَ

خبریں غیب کی ہیں جو ہم بھیجتے ہیں تجھ کو ﴿۳۷﴾ اور تو نہ تھا

﴿۳۷﴾ غیر معمولی واقعات کی توجہ یہ یعنی اس کی قدرت و مشیت سلسلہ اسباب کی پابند نہیں۔ گو اس عالم میں اسکی عادت یہ ہی ہے کہ اسباب عادیہ سے مسببات کو پیدا کرے لیکن کبھی کبھی اسباب عادیہ کے خلاف غیر معمولی طریقہ سے کسی چیز کا پیدا کر دینا بھی اسکی خاص عادت ہے۔ اصل یہ ہے کہ مریم صدیقہ کے پاس خارق عادت طریقہ سے رزق کا پہنچنا اور بہت سے غیر معمولی واقعات کا ظہور پذیر ہونا، یہ دیکھ کر مریم کے حجرہ میں بیساختہ حضرت زکریا کا دعا مانگنا پھر انکو اور انکی بانجھ عورت کو بڑھاپے میں غیر معتاد طور پر

۲۶۸

تفسیر

اولاد ملنا، ان سب نشانات کو قدرت کی طرف سے اس عظیم الشان آیت الہیہ کی تمہید سمجھنا چاہئے جو مریم کے وجود سے بدون قربان زوج مستقبل قریب میں ظاہر ہونے والی تھی۔ گویا حضرت یحییٰ کی غیر معقود ولادت پر کَذَلِکَ اللّٰهُ یَفْعَلُ مَا یَشَاءُ فرمانا تمہید تھی کَذَلِکَ اللّٰهُ یَخْلُقُ مَا یَشَاءُ کی جو آگے حضرت مسیح کی غیر معقود ولادت کے سلسلہ میں آیا چاہتا ہے۔

♦ حضرت یحییٰ کے حمل کی نشانی جس سے معلوم ہو جائے کہ اب حمل قرار پا گیا ہے تاکہ قرب ولادت کے آثار دیکھ کر مسرت تازہ حاصل ہو، اور شکر نعمت میں بیش از بیش مشغول رہوں۔

♦ یعنی جب تجھ کو یہ حالت پیش آئے کہ تین دن رات لوگوں سے بجز اشارہ کے کوئی کلام نہ کر سکے اور تیری زبان خالص ذکر الہی کے لئے وقف ہو جائے تو سمجھ لینا کہ اب استقرار حمل ہو گیا۔ سبحان اللہ نشانی بھی ایسی مقرر کی کہ نشانی کی نشانی ہو اور اطلاع پانے سے جو غرض تھی (شکر نعمت) وہ علی وجہ الکمال حاصل ہو جائے گویا خدا کے ذکر و شکر کے سوا چاہیں بھی تو زبان سے دوسری بات نہ کر سکیں۔

♦ حضرت زکریا کو کثرت ذکر کا حکم یعنی اسی وقت خدا کو بہت کثرت سے یاد کرنا اور صبح و شام تسبیح و تہلیل میں لگے رہنا معلوم ہوتا ہے کہ آدمیوں سے کلام نہ کر سکرنا گواہی ضروری تھا تاکہ ان دنوں میں محض ذکر و شکر کے لئے فارغ کر دیے جائیں لیکن خود ذکر و فکر میں مشغول رہنا ضروری نہ تھا، اسی لئے اس کا امر فرمایا گیا۔

♦ حضرت مریم سے فرشتوں کا خطاب حضرت زکریا و یحییٰ علیہما السلام کا قصہ جو ضمنی مناسبات سے درمیان میں آ گیا تھا اور جس میں اصطفاء آل عمران کی تاکید اور حضرت مسیح علیہ السلام کے قصد کی تمہید تھی، یہاں ختم کر کے پھر مریم و مسیح کے واقعات کی طرف کلام منتقل کیا گیا ہے۔ چنانچہ مسیح سے پہلے ان کی والدہ کا فضل و شرف ذکر فرماتے ہیں یعنی فرشتوں نے مریم سے کہا کہ اللہ نے تجھے پہلے دن سے چھانٹ لیا کہ باوجود بڑکی ہونے کے اپنی نیاز میں قبول کیا طرح طرح کے احوال رفیعہ اور کرامات سنیہ عنایت فرمائیں۔ سحرے اخلاق، پاک طبیعت اور ظاہری و باطنی نزاہت عطا فرما کر اپنی مسجد کی خدمت کے لائق بنایا، اور جہان کی عورتوں پر تجھ کو بعض وجوہ سے فضیلت بخشی۔ مثلاً ایسی استعداد رکھی کہ بدون مس بشر تھا اس کے وجود سے حضرت مسیح جیسے اولوالعزم پیغمبر پیدا ہوں۔ یہ امتیاز دنیا میں کسی عورت کو حاصل نہیں ہوا۔

♦ یعنی خدا نے جب ایسی عزت اور بلند مرتبہ تجھ کو عطا فرمایا تو چاہئے کہ ہمیشہ اخلاص و تدلل کے ساتھ اپنے پروردگار کے آگے جھکی رہے اور وظائف عبودیت کا انجام دینے میں بیش از بیش سرگرمی دکھلائے تا حق تعالیٰ نے تجھے جس امر عظیم کے بروئے کار لانے کا ذریعہ تجویز کیا ہے وہ ظہور پذیر ہو۔

♦ جیسے راکعین خدا کے آگے رکوع کرتے ہیں، تو بھی اسی طرح رکوع کرتی رہ۔ یا یہ مطلب ہے کہ جماعت کے ساتھ نماز ادا کر اور چونکہ کم از کم رکوع میں امام کے ساتھ شریک ہونے والا اس رکعت کو پانے والا سمجھا جاتا ہے، شاید اس لئے نماز کو بعنوان رکوع تعبیر کیا گیا۔ کما فیہم من کلام ابن تیمیہ فی فتاواہ۔ واللہ اعلم۔ اس تقدیر پر اگر ”اقتی“ میں ”قوت“ سے قیام مراد لیں تو قیام، رکوع، سجود تینوں ہینات صلوٰۃ کا ذکر آیت میں ہو جائے گا۔ (تنبیہ) ممکن ہے اس وقت عورتوں کو عام طور پر جماعت میں شریک ہونا جائز ہو یا خاص فتنہ سے مامون ہونے کی صورت میں اجازت ہو یا مریم کی خصوصیت ہو یا مریم اپنے حجرہ میں رہ کر تنہا یا دوسری عورتوں کے ہمراہ امام کی اقتدا کرتی ہوں۔ سب احتمالات ہیں۔ واللہ اعلم۔

♦ یہ واقعات آنحضرت کی نبوت کی دلیل ہیں یعنی ظاہری حیثیت سے آپ کچھ پڑھے لکھے نہیں، پہلے سے اہل کتاب کی کوئی معتد بہ صحبت نہیں رہی جن سے واقعات ماضیہ کی ایسی تحقیقی معلومات ہو سکیں۔ اور صحبت رہتی بھی تو کیا تھا، وہ لوگ خود ہی اوہام و خرافات کی اندھیروں میں پڑے بھٹک رہے تھے۔ کسی نے عداوت میں اور کسی نے حد سے زیادہ محبت میں آکر صحیح واقعات کو مسخ کر رکھا تھا، پھر اندھے کی آنکھ سے روشنی حاصل ہونے کی کیا توقع ہو سکتی تھی۔ اندریں حالات ”مدنی“ اور ”مکی“ دونوں قسم کی سورتوں میں ان واقعات کو ایسی صحت اور بسط و تفصیل سے سنانا جو بڑے بڑے مدعیان علم کتاب کی آنکھوں میں چکا چونڈ کر دیں اور کسی کو مجال انکار باقی نہ رہے اس کی کھلی دلیل ہے کہ بذریعہ وحی آپ کو یہ علم دیا گیا تھا کیونکہ آپ نے نہ پیشم خود ان حالات کا معائنہ کیا، اور نہ علم حاصل کرنے کا کوئی خارجی ذریعہ آپ کے پاس موجود تھا۔

لَدَيْهِمْ إِذْ يُلْقُونَ أَقْلَامَهُمْ أَيُّهُمْ يَكْفُلُ مَرْيَمَ

ان کے پاس جب ڈالنے لگے اپنے قلم کہ کون پرورش میں لے مریم کو

وَمَا كُنْتَ لَدَيْهِمْ إِذْ يَخْتَصِمُونَ ﴿۳۳﴾ إِذْ قَالَتْ

اور تو نہ تھا ان کے پاس جب وہ جھگڑتے تھے جب کہا

الْمَلَكِ الْمَلِكَةَ يُرِيْمُ إِنَّ اللَّهَ يُبَشِّرُكِ بِكَلِمَةٍ مِنْهُ

فرشتوں نے اے مریم اللہ تجھ کو بشارت دیتا ہے ایک اپنے قلم کی

اسْمُهُ الْمَسِيحُ عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ وَجِيهًا فِي

جس کا نام مسیح ہے عیسیٰ مریم کا بیٹا مرتبہ والا دنیا

الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ وَمِنَ الْمُقَرَّبِينَ ﴿۳۴﴾ وَيُكَلِّمُ

میں اور آخرت میں اور اللہ کے مقربوں میں اور باتیں کرے گا

النَّاسَ فِي الْمَهْدِ وَكَهْلًا وَمِنَ الصَّالِحِينَ ﴿۳۵﴾

لوگوں سے جب کہ ماں کی گود میں ہوگا اور جبکہ پوری عمر کا ہوگا اور نیک بختوں میں ہے

قَالَتْ رَبِّ أُنِّي يَكُونُ لِي وَلَدٌ وَلَمْ يَمْسَسْنِي

بولی اے رب کہاں سے ہوگا میرے لڑکا اور مجھ کو ہاتھ نہیں لگایا

حضرت مریم کی پرورش کیلئے قرعہ اندازی جب حضرت مریم نذر میں قبول کر لی گئیں تو مسجد کے مجاورین میں جھگڑا ہوا کہ
انہیں کس کی پرورش میں رکھا جائے، آخر قرعہ اندازی کی نوبت آئی۔ سب نے اپنے اپنے قلم جن سے تورات لکھتے چلتے پانی میں چھوڑ دیے
کہ جس کا قلم پانی کے بہاؤ پر نہ بنے بلکہ اُلٹا پھر جائے اسی کو حقدار سمجھیں۔ اس میں بھی قرعہ حضرت زکریا کے نام نکلا اور حق حقدار کو پہنچ گیا۔

عیسیٰ ابن مریم کی بشارت کلمۃ اللہ کی تشریح حضرت مسیح علیہ السلام کو یہاں اور قرآن وحدیث میں کئی جگہ ”کلمۃ اللہ“
فرمایا اِنَّمَا الْمَسِيحُ عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ وَكَلِمَتُهُ اَلْقَاہَا اِلٰی مَرْيَمَ وَرُوْحٌ مِّنْهُ (نساء، رکوع ۲۳) یوں تو اللہ کے
کلمات بشارتیں جیسا کہ دوسری جگہ فرمایا قُلْ لَوْ كَانَ الْبَحْرُ مِذَادًا لِّكَلِمَاتِ رَبِّي لَنَفَذَ الْبَحْرُ قَبْلَ اَنْ تَنْفَدَ كَلِمَاتُ رَبِّي
وَلَوْ جِئْنَا بِمِثْلِهِ مَذْدَابًا (کہف، رکوع ۱۲) لیکن بالخصوص حضرت مسیح کو ”کلمۃ اللہ“ (اللہ کا حکم) کہنا اس حیثیت سے ہے کہ انکی

پیدائش باپ کے توسط کے بدون عام سلسلہ اسباب کے خلاف محض خدا کے حکم سے ہوئی۔ اور جو فعل عام اسباب عادیہ کے سلسلہ سے خارج ہو، عموماً اس کی نسبت براہ راست حق تعالیٰ کی طرف کردی جاتی ہے جیسے فرمایا "وَمَا زَمَيْتَ إِذْ زَمَيْتَ وَلَكِنَّ اللَّهَ" زَمَى (انفال رکوع ۲) (تنبیہ) "مسیح" اصل عبرانی میں "مناخ" یا "مشیحا" تھا جس کے معنی مبارک کے ہیں۔ معرب ہو کر "مسیح" بن گیا۔ باقی دجال کو جو "مسیح" کہا جاتا ہے وہ بالا جماع عربی لفظ ہے جس کی وجہ تسمیہ اپنے موقع پر کئی طرح بیان کی گئی ہے۔ "مسیح" کا دوسرا نام یا لقب "عیسیٰ" ہے یہ اصل عبرانی میں "ایشوع" تھا۔ معرب ہو کر "عیسیٰ" بنا۔ جس کے معنی سید کے ہیں۔ یہ بات خاص طور پر قابل غور ہے کہ قرآن کریم نے یہاں "ابن مریم" کو حضرت مسیح کے لئے بطور جزاء علم کے استعمال کیا ہے۔ کیونکہ خود مریم کو بشارت سناتے وقت یہ کہنا کہ تجھے "کلمۃ اللہ" کی خوشخبری دی جاتی ہے۔ جس کا نام "مسیح عیسیٰ ابن مریم" ہوگا۔ عیسیٰ کا پتہ بتلانے کے لئے نہ تھا بلکہ اس پر متنبہ کرنا تھا کہ باپ نہ ہونے کی وجہ سے اسکی نسبت صرف ماں ہی کی طرف ہوا کرے گی۔ حتیٰ کہ لوگوں کو خدا کی یہ آیت عجیبہ ہمیشہ یاد دلانے اور مریم کی بزرگی ظاہر کرنے کے لئے گویا نام کا جز بنا دی گئی۔ ممکن تھا کہ حضرت مریم کو بمقتضائے بشریت یہ بشارت سن کر تشویش ہو کہ دنیا کس طرح باور کرے گی کہ تنہا عورت سے لڑکا پیدا ہو جائے۔ ناچار مجھ پر تہمت رکھیں گے اور بچہ کو ہمیشہ برے لقب سے مشہور کر کے ایذا پہنچائیں گے۔ میں کس طرح براءت کروں گی، اس لئے آگے "وَجِيئُهَا فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ كَبْرًا طَمِينًا" کر دیا کہ خدا اس کو نہ صرف آخرت میں بلکہ دنیا میں بھی بڑی عزت ووجاہت عطا کرے گا اور دشمنوں کے سارے الزام جھوٹے ثابت کر دے گا۔ "وجیہ" کا لفظ یہاں ایسا سمجھو جیسے موسیٰ علیہ السلام کے متعلق فرمایا۔ "يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَكُونُوا كَالَّذِينَ آذَوْا مُوسَىٰ فَبَرَأَهُ اللَّهُ مِمَّا قَالُوا وَكَانَ عِنْدَ اللَّهِ وَجِيئًا" (احزاب رکوع ۹) گویا جو لوگ "وجیہ" کہلاتے ہیں ان کو حق تعالیٰ خصوصی طور پر جھوٹے طعن و تشنیع یا الزامات سے بری کرتا ہے۔ حضرت مسیح علیہ السلام کے نسب پر جو خبیث باطن طعن کریں گے یا خدا کو یا کسی انسان کو جھوٹ موٹ انکا باپ بتلائیں گے یا خلاف واقعہ ان کو مصلوب و مقتول یا بحالت زندگی مردہ کہیں گے یا الوہیت و بہیت وغیرہ کے باطل عقائد کی مشرکانہ تعلیم ان کی طرف منسوب کریں گے، اس طرح کے تمام الزامات سے حق تعالیٰ دنیا اور آخرت میں علانیہ بری ظاہر کر کے ان کی وجاہت و نزاہت کا علیٰ رؤس الاشہاد اظہار فرمائے گا۔ جو وجاہت ان کو ولادت و بعثت کے بعد دنیا میں حاصل ہوئی اس کی پوری پوری تکمیل نزول کے بعد ہوگی جیسا کہ اہل اسلام کا اجماعی عقیدہ ہے۔ پھر آخرت میں خصوصیت کے ساتھ ان سے "أَنْتَ قُلْتَ لِلنَّاسِ اتَّخِذُونِي..... الخ" کا سوال کر کے اور انعامات خصوصی یاد دل کر تمام اولین و آخرین کے روبرو وجاہت و کرامت کا اظہار ہوگا جیسا کہ سورہ "مائدہ" میں مذکور ہے اور نہ صرف یہ کہ دنیا و آخرت میں باوجاہت ہونگے بلکہ خدا تعالیٰ کے اخص خواص مقربین میں ان کا شمار ہوگا۔

گود میں باتیں کرنے کی پیشینگوئی | یعنی نہایت شائستہ اور اعلیٰ درجہ کے نیک ہونگے اور اول ماں کی گود میں پھر بڑے ہو کر عجیب و غریب باتیں کریں گے۔ ان الفاظ سے فی الحقیقت مریم کی پوری تسکین کردی گئی۔ گذشتہ بشارات سے ممکن تھا یہ خیال کرتیں کہ وجاہت تو جب کبھی حاصل ہوگی، مگر یہاں تو ولادت کے بعد ہی طعن و تشنیع کا ہدف بنا پڑے گا۔ اس وقت براءت کی کیا صورت ہوگی۔ اس کا جواب دے دیا کہ گھبراؤ نہیں، تم کو زبان ہلانے کی ضرورت نہ پڑے گی، بلکہ تم کہہ دینا کہ میں نے آج روزہ رکھ چھوڑا ہے کلام نہیں کر سکتی بچہ خود جواب دہی کر لے گا جیسا کہ سورہ "مریم" میں پوری تفصیل آئے گی۔ بعض محرفین نے کہا ہے کہ "وَيُكَلِّمُ النَّاسَ فِي الْمَهْدِ وَكَهْلًا..... الخ" سے صرف مریم کی تسلی کرنی تھی کہ لڑکا گونگانہ ہوگا۔ تمام لڑکوں کی طرح بچپن اور کہولت میں کلام کرے گا۔ لیکن عجیب بات ہے کہ محشر میں بھی لوگ حضرت عیسیٰ یوں خطاب کریں گے یا عیسیٰ أَنْتَ رَسُولُ اللَّهِ وَكَلِمَتُهُ أَلْفَاظًا إِلَىٰ مَرْيَمَ وَرُوحٌ مِنْهُ وَكَلَّمْتُ النَّاسَ فِي الْمَهْدِ صَبِيًّا۔ اور خود حق تعالیٰ بھی قیامت کے دن فرمائیں گے "أَذْكُرُ نِعْمَتِي عَلَيْكَ وَعَلَىٰ وَالِدَتِكَ إِذْ أَبْدَتْكَ بَرُوحِ الْقُدُسِ تَكَلَّمَ النَّاسُ فِي الْمَهْدِ وَكَهْلًا" کیا وہاں بھی اس خاص نشان کا بیان فرمانا اسی لئے ہے کہ مریم کو طمینان ہو جائے کہ لڑکا گونگانہ نہیں عام لڑکوں کی طرح بولنے والا ہے اعادنا الله من الغواية والضلالة۔

بَشَرًا قَالَ كَذَلِكَ اللَّهُ يَخْلُقُ مَا يَشَاءُ إِذَا قَضَىٰ

کسی آدمی نے ﴿۱﴾ فرمایا اسی طرح اللہ پیدا کرتا ہے جو چاہے جب ارادہ کرتا ہے

أَمْرًا فَإِنَّمَا يَقُولُ لَهُ كُن فَيَكُونُ ﴿۲۴﴾ وَيُعَلِّمُهُ

کسی کام کا تو یہی کہتا ہے اس کو کہ ہو جا سو وہ ہو جاتا ہے ﴿۲۴﴾ اور سکھا دے گا اس کو

الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَالتَّوْرَةَ وَالْإِنْجِيلَ ﴿۲۵﴾ وَرَسُولًا

کتاب اور تہ کی باتیں اور توریت اور انجیل ﴿۲۵﴾ اور کرے گا اسکو پیغمبر

إِلَىٰ بَنِي إِسْرَائِيلَ ۚ أَنِّي قَدْ جِئْتُكُمْ بِآيَةٍ

بنی اسرائیل کی طرف بیشک میں آیا ہوں تمہارے پاس نشانیاں لے کر

مِّن رَّبِّكُمْ ۚ أَنِّي أَخْلُقُ لَكُمْ مِنَ الطِّينِ كَهَيْئَةِ

تمہارے رب کی طرف سے ﴿۲۶﴾ کہ میں بنادیتا ہوں تم کو گارے سے پرندہ کی

الطَّيْرِ فَاَنْفُخُ فِيهِ فَيَكُونُ طَيْرًا بِإِذْنِ اللَّهِ ۚ وَ

شکل پھر اس میں پھونک مارتا ہوں تو ہو جاتا ہے وہ اڑتا جانور اللہ کے حکم سے ﴿۲۷﴾ اور

أَبْرَأُ الْأَكْمَهَ وَالْأَبْرَصَ وَأُحْيِي الْمَوْتَىٰ بِإِذْنِ اللَّهِ ۚ

اچھا کرتا ہوں مادرزاد اندھے کو اور کوڑھی کو اور جلاتا ہوں مردے اللہ کے حکم سے ﴿۲۸﴾

وَأُنَبِّئُكُمْ بِمَا تَأْكُلُونَ وَمَا تَدْخُرُونَ ۚ فِي

اور بتا دیتا ہوں تم کو جو کھا کر آؤ اور جو رکھا آؤ اپنے

﴿۲۹﴾ معلوم ہوا کہ وہ بشارت سے یہی سمجھیں کہ لڑکا بحالت موجودہ ہو نیوالا ہے۔ ورنہ تعجب کا کیا موقع تھا۔

﴿۳۰﴾ حضرت عیسیٰؑ بغیر باپ کے پیدا ہوں گے یعنی اسی طرح بدون مس بشر کے ہو جائے گا۔ خلاف عادت ہونے کی وجہ سے تعجب نہ کر حق

تعالیٰ جو چاہے اور جس طرح چاہے پیدا کرے اس کی قدرت کی حد بندی نہیں ہو سکتی۔ ایک کام کا ارادہ کیا اور ہو گیا۔ نہ وہ مادہ کا محتاج نہ اسباب کا پابند۔

پیغمبر

یعنی لکھنا سکھائے گا، یا عام کتب ہدایت کا عموماً اور تورات و انجیل کا خصوصاً علم عطا فرمائے گا اور بڑی گہری حکمت کی باتیں تلقین کرے گا۔ اور بندہ کے خیال میں ممکن ہے کتاب و حکمت سے مراد قرآن و سنت ہو، کیونکہ حضرت مسیح نزول کے بعد قرآن و سنت رسول اللہ ﷺ کے موافق حکم کریں گے اور یہ جب ہی ہو سکتا ہے کہ ان چیزوں کا علم دیا جائے۔ واللہ اعلم۔

یعنی پیغمبر ہو کر اپنی قوم بنی اسرائیل سے یہ فرمائیں گے۔

حضرت عیسیٰ کے عجیب و غریب معجزات

محض شکل و صورت بنانے کو "خلق" سے تعبیر کرنا صرف ظاہری حیثیت سے ہے جیسے حدیث صحیح میں معمولی تصویر بنانے کو "خلق" سے تعبیر فرمایا احیو اما خلقتم "یا خدا کو" اَحْسَنُ الْخَالِقِينَ "فرما کر بتلا دیا کہ محض ظاہری صورت کے لحاظ سے غیر اللہ پر بھی یہ لفظ بولا جاسکتا ہے۔ اگرچہ حقیقت تخلیق کے لحاظ سے حق تعالیٰ کے سوا کوئی خالق نہیں کہلا سکتا۔ شاید اسی لئے یہاں یوں نہ فرمایا اِنِّیْ اَخْلَقْتُ لَکُمْ مِنَ الطَّيْنِ طَيْرًا (میں مٹی سے پرندہ بنا دیتا ہوں) یوں کہا کہ میں مٹی سے پرندہ کی شکل بنا کر اس میں پھونک مارتا ہوں پھر وہ پرندہ اللہ کے حکم سے بن جاتا ہے۔ بہر حال یہ معجزہ آپ نے دکھلایا اور کہتے ہیں بچپن میں ہی بطور ارباب آپ سے یہ خرق عادت ظاہر ہوا تا کہ تہمت لگانے والوں کو ایک چھوٹا سا نمونہ قدرت خداوندی کا دکھلا دیں کہ جب میرے نچھ پھونکنے پر خدا تعالیٰ مٹی کی بیجان صورت کو جاندار بنا دیتا ہے اسی طرح اگر اس نے بدون مس بشر محض روح القدس کے نچھ سے ایک برگزیدہ عورت کے پانی پر روح عیسوی فائز کر دی تو کیا تعجب ہے بلکہ حضرت مسیح چونکہ نچھ جبریلیہ سے پیدا ہوئے ہیں اس مسیحائی نچھ کو اسی نوعیت ولادت کا ایک اثر سمجھنا چاہئے۔ سورہ "مائدہ" کے آخر میں حضرت مسیح علیہ السلام کے ان معجزات و خوارق پر دوسرے رنگ میں کلام کیا جائیگا وہاں ملاحظہ کیا جائے۔ خلاصہ یہ کہ حضرت مسیح پر کمالاتِ ملکیہ و روحیہ کا غلبہ تھا۔ اسی کے مناسب آثار ظاہر ہوتے تھے لیکن اگر بشر کو ملک پر فضیلت حاصل ہے اور اگر ابوالبشر کو مسجود ملانکہ بنایا گیا ہے تو کوئی شبہ نہیں کہ جس میں تمام کمالات بشریہ (جو عبارت ہے مجموعہ کمالات روحانیہ و جسمانیہ سے) اعلیٰ درجہ پر ہوں گے اس کو حضرت مسیح سے افضل ماننا پڑے گا اور وہ ذات قدسی صفات محمد رسول اللہ ﷺ کی ہے۔

منکرین معجزات کا رد | اس زمانہ میں اطباء و حکماء کا زور تھا۔ حضرت مسیح کو ایسے معجزات مرحمت ہوئے جو لوگوں پر ان کے سب سے

زیادہ مایہ ناز فن میں حضرت مسیح کا نمایاں تفوق ثابت کریں بلاشبہ مردہ کو زندہ کرنا حق تعالیٰ کی صفت ہے جیسا کہ باذن اللہ کی قید سے صاف ظاہر ہے مگر مسیح اس کا ذریعہ ہونے کی وجہ سے توسعاً اپنی طرف نسبت کر رہے ہیں۔ یہ کہنا کہ حق تعالیٰ قرآن کریم میں یا نبی کریم ﷺ احادیث میں اعلان کر چکے ہیں کہ ازل سے ابد تک کسی مردہ کو دنیا میں دوبارہ زندہ نہیں کیا جائے گا۔ زرادعی ہے جس کا کوئی ثبوت نہیں۔ اگر اس نے قرآن میں فِیْمَسِکُ الَّتِیْ فُضِیْ عَلَیْهَا النُّوْتُ فرمایا کہ مرنے والے کی روح خدا تعالیٰ روک لیتا ہے اور سونے والے کی اس طرح نہیں روکتا۔ تو یہ کب کہا ہے کہ اس روک لینے کے بعد دوبارہ اسے چھوڑ دینے کا اختیار نہیں رہتا۔ یاد رکھو! معجزہ وہی ہے جو حق تعالیٰ کی عام عادت کے خلاف مدعی نبوت کی تصدیق کے لئے ظاہر کیا جائے۔ پس ایسی نصوص کو لے کر جو کسی چیز کی نسبت خدا کی عام عادت بیان کرتی ہوں یہ استدلال کرنا کہ ان سے معجزات کی نفی ہوتی ہے سرے سے معجزہ کے وجود کا انکار اور اپنی حماقت و غباوت کا اظہار ہے۔ معجزہ اگر عام قانون عادت کے موافق آیا کرے تو اسے معجزہ کیوں کہیں گے، حضرت مسیح علیہ السلام کا بن باپ پیدا ہونا یا ابراء اکہ و ابرس اور احیاء موتی وغیرہ معجزات دکھلانا، اہل اسلام میں تمام سلف و خلف کے نزدیک مسلم رہا ہے صحابہ و تابعین میں ایک قول بھی اس کے انکار میں دکھلایا نہیں جاسکتا آج جو طغیہ دعویٰ کرے کہ ان خوارق کا ماننا محکمات قرآنی کے خلاف ہے گویا وہ ایسی چیزوں کو "محکمات" بتلاتا ہے، جن کا صحیح مطلب سمجھنے سے تمام امت عاجز رہی؟ یا سب کے سب محکمات کو چھوڑ کر اور "مشابہات" کے پیچھے بڑھ کر فی فُلُوْا بِہِم زَنَبِغ کے مصداق بن گئے؟ آج کل کے طغیہ کے سوا "مشابہات" کو "محکمات" کی طرف لوٹانے کی کسی کو توفیق نہ ہوئی؟ العیاذ باللہ۔ حق یہ ہے کہ وہ آیات جن کے ظاہر معنی کو ساری امت مانتی چلی آئی ہے۔ "محکمات" ہیں۔ اور ان کو توڑ مروڑ کر محض استعارات و تمثیلات پر حمل کرنا اور معجزات کی نفی پر عموم عادت سے دلیل لانا یہی "زائقین" کا کام ہے جن سے حذر کرنے کی حضور ﷺ نے ہدایت فرمائی ہے۔

بُيُوتِكُمْ ۚ إِنَّ فِي ذَلِكَ لَآيَةً لِّكُمْ إِن كُنْتُمْ

گھر میں ◆ اس میں نشانی پوری ہے تم کو اگر تم

مُؤْمِنِينَ ۚ ﴿۴۹﴾ وَمُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ مِنْ

یقین رکھتے ہو اور سچا بتاتا ہوں اپنے سے پہلے کتاب کو جو

التَّوْرَةَ وَالْإِنْجِيلَ لَكُمْ بَعْضَ الَّذِي حُرِّمَ عَلَيْكُمْ

توریت ہے اور اس واسطے کہ حلال کروں تم کو بعضی وہ چیزیں جو حرام تھیں تم پر ◆

وَجِئْتُكُمْ بِآيَةٍ مِنْ رَبِّكُمْ فَاتَّقُوا اللَّهَ وَ

اور آیا ہوں تمہارے پاس نشانی لے کر تمہارے رب کی سو ڈرو اللہ سے اور

أَطِيعُوا ۚ إِنَّ اللَّهَ رَبِّي وَرَبُّكُمْ فَاعْبُدُوهُ ۗ

میرا کجنامو ◆ بیشک اللہ ہے رب میرا اور رب تمہارا سو اس کی بندگی کرو

هَذَا صِرَاطٌ مُسْتَقِيمٌ ۚ ﴿۵۰﴾ فَلَبَّأَ أَحْسَنَ عَيْسَىٰ مِنْهُمْ

یہی راہ سیدھی ہے ◆ پھر جب معلوم کیا عیسیٰ نے بنی اسرائیل کا

الْكَفْرَ قَالَ مَنْ أَنْصَارِي إِلَى اللَّهِ ۗ قَالَ الْحَوَارِيُّونَ

کفر ◆ بولا کون ہے کہ یہی مدد کرنے والے اللہ کی راہ میں کہا حواریوں نے

نَحْنُ أَنْصَارُ اللَّهِ ۗ آمَنَّا بِاللَّهِ وَأَشْهَدُ بِأَنَّ مُسْلِمُونَ ۚ ﴿۵۱﴾

ہم ہیں مدد کرنے والے اللہ کے ◆ ہم یقین لائے اللہ پر اور تو گواہ رہ کہ ہم نے حکم قبول کیا ◆

رَبَّنَا آمَنَّا بِمَا أَنْزَلْتَ وَاتَّبَعْنَا الرَّسُولَ فَاكْتُبْنَا

اے رب ہم نے یقین کیا اس چیز کا جو تو نے اتاری اور ہم تابع ہوئے رسول کے سو تو لکھ لے

آئندہ کے لئے یعنی بعض مغیبات ماضیہ و مستقبلہ پر تم کو مطلع کر دیتا ہوں۔ عملی معجزات کے بعد یہ ایک علمی معجزہ ذکر کر دیا۔

یعنی تورات کی تصدیق کرتا ہوں کہ خدا کی کتاب ہے اور اس کے عام اصول و احکام کو بحالہ قائم رکھتے ہوئے زمانہ کے مناسب حق تعالیٰ کے حکم سے چند جزئی و فرعی تغیرات کرونگا۔ مثلاً بعض احکام میں پہلے جو سختی تھی وہ اب اٹھادی جائے گی اس کا نام خواہ نسخ رکھ لو یا تکمیل اختیار ہے۔

یعنی میری صداقت کے نشان جب دیکھ چکے تو اب خدا سے ڈر کر میری باتیں ماننی چاہئیں۔

یعنی سب باتوں کی ایک بات اور ساری جڑوں کی اصل جڑ یہ ہے کہ حق تعالیٰ کو میرا اور اپنا دونوں کا یکساں رب سمجھو (باپ بیٹے کے رشتے قائم نہ کرو) اور اسی کی بندگی کرو۔ سیدھا راستہ رضائے الہی تک پہنچنے کا یہ ہی توحید، تقویٰ اور اطاعتِ رسول ہے۔

یعنی یہ میرا دین قبول نہ کریں گے بلکہ دشمنی اور ایذا رسانی کے درپے رہیں گے۔

یعنی میرا ساتھ دے اور دین الہی کو رواج دینے میں میری مدد کرے۔

اللہ کی مدد کرنا یہی ہے کہ اُس کے دین و آئین اور پیغمبروں کی مدد کی جائے جس طرح انصار مدینہ نے اپنے پیغمبر علیہ السلام اور دین حق کی مدد کر کے دکھلائی۔

حواری کون تھے؟ ”حواری“ کون لوگ تھے اور یہ لقب ان کا کس وجہ سے ہوا۔ اس میں علماء کے بہت اقوال ہیں مشہور یہ ہے کہ پہلے دو شخص جو حضرت عیسیٰ کے تابع ہوئے دھوبی تھے اور کپڑے صاف کرنے کی وجہ سے حواری کہلاتے تھے۔ حضرت عیسیٰ نے اُن کو کہا کہ کپڑے کیا دھوتے ہو، آؤ میں تم کو دل دھونے سکھا دوں۔ وہ ساتھ ہوئے۔ پھر سب ساتھیوں کا یہ لقب پڑ گیا۔

مَعَ الشَّاهِدِينَ ﴿۵۳﴾ وَمَكْرُؤًا وَمَكَرَ اللَّهُ ۗ وَاللَّهُ خَبِيرٌ

ہم کو ماننے والوں میں ♦ اور مکر کیا ان کافروں نے اور مکر کیا اللہ نے اور اللہ کا واسطہ سے

الْمُكْرِينَ ﴿۵۴﴾ إِذْ قَالَ اللَّهُ لِعِيسَىٰ إِنِّي مُتَوَفِّيكَ

بہتر ہے ♦ جس وقت کہا اللہ نے اے عیسیٰ میں لے لوں گا تجھ کو

وَرَأْفَعُكَ إِلَيَّ ۚ وَمُطَهِّرُكَ مِنَ الَّذِينَ كَفَرُوا

اور اٹھا لوں گا اپنی طرف اور پاک کر دوں گا تجھ کو کافروں سے

وَجَاعِلُ الَّذِينَ اتَّبَعُوكَ فَوْقَ الَّذِينَ كَفَرُوا

اور رکھوں گا ان کو جو تیرے تابع ہیں غالب ان لوگوں سے جو انکار کرتے ہیں

إِلَىٰ يَوْمِ الْقِيَامَةِ ۗ ثُمَّ إِلَىٰ مَرْجِعِكُمْ فَأَحْكُمُ

قیامت کے دن تک پھر میری طرف ہے تم سب کو پھر آنا پھر فیصلہ کر دوں گا

بَيْنَكُمْ فِيمَا كُنْتُمْ فِيهِ تَخْتَلِفُونَ ﴿۵۵﴾ فَأَمَّا

تم میں جس بات میں تم جھگڑتے تھے

الَّذِينَ كَفَرُوا فَأَعَذِّبُهُمْ عَذَابًا شَدِيدًا فِي

لوگ جو کافر ہوئے ان کو عذاب کروں گا سخت عذاب دنیا

الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ ۗ وَمَا لَهُمْ مِنْ نَاصِرِينَ ﴿۵۶﴾ وَأَمَّا

میں اور آخرت میں اور کوئی نہیں ان کا مددگار اور وہ لوگ

الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ فَيُوَفِّيهِمْ أُجُورَهُمْ

جو ایمان لائے اور کام نیک کئے سوان کو پورا دے گا ان کا حق

پیغمبر کے سامنے اقرار کرنے کے بعد پروردگار کے سامنے یہ اقرار کیا کہ ہم انجیل پر ایمان لا کر تیرے رسول کا اتباع کرتے ہیں۔ آپ اپنے فضل و توفیق سے ہمارا نام ماننے والوں کی فہرست میں ثبت فرمادیں۔ گویا ایمان کی رجسٹری ہو جائے کہ پھر لوٹنے کا احتمال نہ رہے۔

مکر اور ماکر کے معنی | ”مکر“ کہتے ہیں لطیف و خفیہ تدبیر کو۔ اگر وہ اچھے مقصد کے لئے ہو، اچھا ہے۔ اور برائی کے لئے ہو تو برا ہے اسی لئے **وَلَا يَحِيقُ الْمَكْرُ السَّيِّءُ** ”میں مکر کے ساتھ سب سے“ کی قید لگائی۔ اور یہاں خدا کو ”خیر الماکرین“ کہا۔ مطلب یہ ہے کہ یہود نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے خلاف طرح طرح کی سازشیں اور خفیہ تدبیریں شروع کر دیں۔ حتیٰ کہ بادشاہ کے کان بھر دیے کہ یہ شخص (معاذ اللہ) ملحد ہے۔ تورات کو بدلنا چاہتا ہے سب کو بد دین بنا کر چھوڑے گا۔ اس نے مسیح علیہ السلام کی گرفتاری کا حکم دے دیا ادھر یہ ہو رہا تھا اور ادھر حق تعالیٰ کی لطیف و خفیہ تدبیر ان کے توڑ میں اپنا کام کر رہی تھی جس کا ذکر آگے آتا ہے۔ بیشک خدا کی تدبیر سب سے بہتر اور مضبوط ہے۔ جسے کوئی نہیں توڑ سکتا۔

وَاللَّهُ لَا يُحِبُّ الظَّالِمِينَ ﴿۵۶﴾ ذَلِكُمْ نَتْلُوهُ عَلَيْكَ

اور اللہ کو خوش نہیں آتے ہے اوصاف ﴿۱﴾ یہ پڑھ سنا تے ہیں ہم تجھ کو

مِنَ الْآيَاتِ وَالذِّكْرِ الْحَكِيمِ ﴿۵۷﴾ إِنَّ مَثَلَ عِيسَىٰ

آیتیں اور بیانِ حقیقی بیٹک عیسیٰ کی مثال

عِنْدَ اللَّهِ كَمَثَلِ آدَمَ خُلِقَ مِنْ تُرَابٍ ثُمَّ قَالَ

اللہ کے نزدیک جیسے مثال آدم کی بنایا اس کو مٹی سے پچہ کہا

لَهُ كُنْ فَيَكُونُ ﴿۵۸﴾ الْحَقُّ مِنْ رَبِّكَ فَلَا تَكُنْ مِّنَ

اس کو کہ ہو جا وہ ہو گیا ﴿۲﴾ حق وہ ہے جو تیرا رب کہے پھر تو مت رہ شک

الْمُبْتَدِئِينَ ﴿۵۹﴾ فَمَنْ حَاجَّكَ فِيهِ مِنْ بَعْدِ مَا

النے والوں سے ﴿۳﴾ پھر جو کوئی جھگڑا کرے تجھ سے اس قصہ میں بعد اس کے

جَاءَكَ مِنَ الْعِلْمِ فَقُلْ تَعَالَوْا نَدْعُ أَبْنَاءَنَا وَ

کہ آچکی تیرے پاس خبر پچی تو تو کہہ دے آؤ بلاویں ہم اپنے بیٹے اور

أَبْنَاءَكُمْ وَنِسَاءَنَا وَنِسَاءَكُمْ وَأَنْفُسَكُمْ تَف

تہارے بیٹے اور اپنی عورتیں اور تمہاری عورتیں اور اپنی جان اور تمہاری جان

ثُمَّ نَبْتَهَلْ فَجَعَلْ لَعْنَتَ اللَّهِ عَلَى الْكٰذِبِينَ ﴿۶۰﴾

پھر التجا کریں ہم سب اور لعنت کریں اللہ کی ان پر کہ جو جھوٹے ہیں ﴿۴﴾

إِنَّ هَذَا هُوَ الْقَصَصُ الْحَقُّ وَمَا مِنْ إِلٰهٍ إِلَّا

بیٹک یہی ہے بیانِ سچا اور کسی کی بندگی نہیں ہے سوا

◆ حضرت عیسیٰ کا آسمان پر اٹھانا اور دوبارہ دنیا میں نزول | بادشاہ نے لوگوں کو مامور کیا کہ مسیح علیہ السلام کو پکڑیں۔ صلیب

(سولی) پر چڑھائیں اور ایسی عبرتناک سزائیں دیں جسے دیکھ کر دوسرے لوگ اس کا اتباع کرنے سے رک جائیں۔ فَبَعَثَ فِي طَلِبِهِ مِنْ يَأْخُذُهُ وَيَصْلِبُهُ وَيَنْكُلُ بِهِ (ابن کثیر) خداوند قدوس نے اس کے جواب میں مسیح علیہ السلام کو مطمئن فرمادیا کہ میں ان اشتیاء کے ارادوں اور منصوبوں کو خاک میں ملا دوں گا۔ یہ چاہتے ہیں کہ تجھے پکڑ کر قتل کر دیں اور پیدائش و بعثت سے جو مقصد ہے پورا نہ ہونے دیں اور اس طرح خدا کی نعمت عظیمہ کی بے قدری کریں۔ لیکن میں ان سے اپنی یہ نعمت لے لوں گا۔ تیری عمر مقدر اور جو مقصد عظیم اس سے متعلق ہے پورا کر کے رہوں گا۔ اور تجھ کو پورے کا پورا صحیح و سالم لے جاؤں گا کہ ذرا بھی تیرا بال بیگانہ نہ کر سکیں۔ بجائے اس کے کہ وہ لے جائیں، خدا تجھ کو اپنی پناہ میں لیجائے گا۔ وہ صلیب پر چڑھانا چاہتے ہیں خدا تجھ کو آسمان پر چڑھائے گا۔ اُن کا ارادہ ہے کہ رسوا کن اور عبرتناک سزائیں دیکر لوگوں کو تیرے اتباع سے روک دیں لیکن خدا اُنکے ناپاک ہاتھ تیرے تک نہ پہنچنے دے گا بلکہ اس گندے اور نجس مجمع کے درمیان سے تجھ کو بالکل پاک و صاف اُٹھالے گا اور اسکے بجائے کہ تیری بے عزتی ہو اور لوگ ذر کر تیرے اتباع سے رک جائیں۔ تیرا اتباع کرنے والوں اور نام لینے والوں کو قرب قیامت تک منکروں پر غالب و قابہ رکھے گا۔ جب تک تیرا انکار کرنے والے یہود اور اقرار کرنے والے مسلمان یا نصاریٰ دنیا میں رہیں گے ہمیشہ اقرار کرنے والے منکرین پر فائق و غالب رہیں گے۔ بعد از ایک وقت آنے کا جب تجھ کو اور تیرے موافق و مخالف سب لوگوں کو میرے حکم کی طرف لوٹنا ہے۔ اُس وقت میں تمہارے سب جھگڑوں کا دواؤں۔ فیصلہ کر دوں گا اور سب اختلافات ختم کر دیے جائیں گے۔ یہ فیصلہ کب ہوگا؟ اس کی جو تفصیل فَاَمَّا الَّذِينَ كَفَرُوا فَاَعَدَّ لَهُمْ عَذَابًا شَدِيدًا فِي الدُّنْيَا الخ سے بیان کی گئی ہے وہ بتلاتی ہے کہ آخرت سے پیشتر دنیا ہی میں اس کا نمونہ شروع کر دیا جائے گا۔ یعنی اُس وقت تمام کافر عذاب شدید کے نیچے ہونگے۔ کوئی طاقت اُن کی مدد اور فریاد کو نہ پہنچ سکے گی۔ اس کے بالمقابل جو ایمان والے رہیں گے اُن کو دنیا و آخرت میں پورا پورا اجر دیا جائے گا اور بے انصاف ظالموں کی جڑ کاٹ دی جائے گا۔ امت مرحومہ کا اجماعی عقیدہ ہے کہ جب یہود نے اپنی ناپاک تدبیریں پختہ کر لیں تو حق تعالیٰ نے حضرت مسیح علیہ السلام کو زندہ آسمان پر اٹھالیا۔ نبی کریم ﷺ کی متواتر احادیث کے موافق قیامت کے قریب جب دنیا کفر و ضلالت اور دجل و شیطنت سے بھر جائیگی، خدا تعالیٰ خاتم انبیاء بنی اسرائیل (حضرت مسیح علیہ السلام) کو خاتم الانبیاء علی الاطلاق حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کے ایک نہایت وفادار جنرل کی حیثیت میں نازل کر کے دنیا کو دکھادے گا کہ انبیائے سابقین کو بارگاہ خاتم النبیین کے ساتھ کس قسم کا تعلق ہے۔ حضرت مسیح علیہ السلام دجال کو قتل کریں گے اور اسکے اتباع یہود کو چن چن کر ماریں گے کوئی یہودی جان نہ بچا سکے گا۔ شجر و حجر تک پکاریں گے کہ ہمارے پیچھے یہ یہودی کھڑا ہے قتل کرو! حضرت مسیح صلیب کو توڑیں گے نصاریٰ کے باطل عقائد و خیالات کی اصلاح کر کے تمام دنیا کو ایمان کے راستے پر ڈال دیں گے۔ اُس وقت تمام جھگڑوں کا فیصلہ ہو کر اور مذہبی اختلافات مٹ مٹا کر ایک خدا کا سچا دین (اسلام) رہ جائے گا۔ اُسی وقت کی نسبت فرمایا وَاِنْ قَسَتْ اَهْلُ الْكِتَابِ اِلَّا لِيُوْمِنَنَّ بِهِ قَبْلَ مَوْتِهِ (نساء رکوع ۲۲) جس کی پوری تقریر اور رفع مسیح کی کیفیت سورہ "نساء" میں آئے گی۔

لفظ موت اور توفی کی تحقیق | بہر حال میرے نزدیک تُمْ اِلَىٰ مَرْجِعِكُمْ الخ صرف آخرت سے متعلق نہیں بلکہ دنیا و آخرت دونوں سے تعلق رکھتا ہے جیسا کہ آگے تفصیل کے موقع پر فی الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ کا لفظ صاف شہادت دے رہا ہے۔ اور یہ اس کا قرینہ ہے کہ اِلَىٰ يَوْمِ الْقِيَامَةِ کے معنی قرب قیامت کے ہیں۔ چنانچہ احادیث صحیحہ میں مصرح ہے کہ قیامت سے پہلے ایک مبارک

وقت ضرور آئیوا ہے جب سب اختلافات مٹ مٹا کر ایک دین باقی رہ جائے گا۔ وَلِلّٰهِ الْحَمْدُ اُولٰٓءِ وَاٰخِرًا۔ چند امور اس آیت کے متعلق یاد رکھنے چاہئیں۔ لفظ ”توفی“ کے متعلق کلیات ابوالبقاء میں ہے ”التوفی الاماتة و قبض الروح و علیہ استعمال العامة اولا استیفاء و اخذ الحق و علیہ استعمال البلغاء“ اھ ”توفی“ کا لفظ عوام کے یہاں موت دینے اور جان لینے کے لئے استعمال ہوتا ہے لیکن بلغاء کے نزدیک اس کے معنی ہیں پورا وصول کرنا اور ٹھیک لینا (گویا ان کے نزدیک موت پر بھی ”توفی“ کا اطلاق اسی حیثیت سے ہوا کہ موت میں کوئی عضو خاص نہیں بلکہ خدا کی طرف سے پوری جان وصول کر لی جاتی ہے۔ اب اگر فرض کرو خدا تعالیٰ نے کسی کی جان بدن سمیت لے لی تو اسے بطریق اولیٰ ”توفی“ کہا جائے گا۔ جن اہل لغت نے ”توفی“ کے معنی قبض روح کے لکھے ہیں، انہوں نے یہ نہیں کہا کہ قبض روح مع البدن کو ”توفی“ نہیں کہتے۔ نہ کوئی ایسا ضابطہ بتایا ہے کہ جب ”توفی“ کا فاعل اللہ اور مفعول ذی روح ہو تو بجز موت کے کوئی معنی نہ ہو سکیں۔ ہاں چونکہ عموماً قبض روح کا وقوع بدن سے جدا کر کے ہوتا ہے، اس لئے کثرت و عادت کے لحاظ سے اکثر موت کا لفظ اسکے ساتھ لکھ دیتے ہیں ورنہ لفظ کا لغوی مدلول قبض روح مع البدن کو شامل ہے دیکھئے۔ ”اللّٰهُ يَتَوَفَّى الْاَنْفُسَ حِيْنَ مَوْتِهَا وَالَّتِي لَمْ تَمُتْ فِيْ فَنَاءِ مِهَا (زمر۔ رکوع ۵) میں ”توفی نفس“ (قبض روح) کی دو صورتیں بتلائیں۔ موت اور نیند، اس تقسیم سے نیز ”توفی“ کو ”نفس“ پر وارد کر کے اور ”حین موتہا“ کی قید لگا کر بتلا دیا کہ ”توفی“ اور ”موت“ دو الگ الگ چیزیں ہیں۔ اصل یہ ہے کہ قبض روح کے متعلق مختلف مدارج ہیں۔ ایک درجہ وہ ہے جو موت کی صورت میں پایا جائے۔ دوسرا وہ جو نیند کی صورت میں ہو۔ قرآن کریم نے بتلا دیا کہ وہ دونوں پر ”توفی“ کا لفظ اطلاق کرتا ہے۔ کچھ موت کی تخصیص نہیں۔ يَتَوَفَّاكُمْ بِاللَّيْلِ وَيَعْلَمُ مَا جَوْرَ خْتُمْ بِالنَّهَارِ (انعام رکوع ۷) اب جس طرح اس نے دو آیتوں میں نوم پر توفی، کا اطلاق جائز رکھا حالانکہ نوم میں قبض روح بھی پورا نہیں ہوتا۔ اسی طرح اگر ”آل عمران“ اور ”مائدہ“ کی دو آیتوں میں ”توفی“ کا لفظ قبض روح مع البدن پر اطلاق کر دیا گیا تو کونسا استعمال لازم آتا ہے۔ بالخصوص جب یہ دیکھا جائے کہ موت اور نوم میں لفظ ”توفی“ کا استعمال قرآن کریم ہی نے شروع کیا ہے۔ جاہلیت والے تو عموماً اس حقیقت سے ہی نا آشنا تھے کہ موت یا نوم میں خدا تعالیٰ کوئی چیز آدمی سے وصول کر لیتا ہے اسی لئے لفظ ”توفی“ کا استعمال موت اور نوم پر ان کے یہاں شائع نہ تھا۔ قرآن کریم نے موت وغیرہ کی حقیقت پر روشنی ڈالنے کے لئے اول اس لفظ کا استعمال شروع کیا۔ تو اسی کو حق ہے کہ موت و نوم کی طرح اخذ روح مع البدن کے نادر مواقع میں بھی اسے استعمال کر لے۔ بہر حال آیت حاضرہ میں جمہور کے نزدیک ”توفی“ سے موت مراد نہیں۔ اور ابن عباسؓ سے بھی صحیح ترین روایت یہی ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام زندہ آسمان پر اٹھائے گئے۔ کمانی روح المعانی وغیرہ زندہ اٹھائے جانے یا دوبارہ نازل ہونے کا انکار سلف میں کسی سے منقول نہیں بلکہ ”تلخیص العیبر“ میں حافظ ابن حجر نے اس پر اجماع نقل کیا ہے اور ابن کثیر وغیرہ نے احادیث نزول کو متواتر کہا ہے اور ”اکمال اکمال المعلم“ میں امام مالکؒ سے اس کی تصریح نقل کی ہے۔ پھر جو معجزات حضرت مسیح علیہ السلام نے دکھلائے ان میں علاوہ دوسری حکمتوں کے ایک خاص مناسبت آپ کے رفع اہل السماء کے ساتھ پائی جاتی ہے۔ آپ نے شروع ہی سے متنبہ کر دیا کہ جب ایک مٹی کا پتلا میرے پھونک مارنے سے باذن اللہ پرند بن کر اوپر اڑا چلا جاتا ہے کیا وہ بشر جس پر خدا نے روح اللہ کا لفظ اطلاق کیا اور ”روح القدس“ کے لقب سے پیدا ہوا یہ ممکن نہیں کہ خدا کے حکم سے اڑ کر آسمان تک چلا جائے۔ جس کے ہاتھ لگانے یا دو لفظ کہنے پر حق تعالیٰ کے حکم سے اندھے اور کوڑھی اچھے اور مردے زندہ ہو جائیں، اگر وہ اس موطن کون و فساد سے الگ ہو کر ہزاروں برس فرشتوں کی طرح آسمان پر

زندہ اور تندرست رہے، تو کیا استبعاد ہے۔ قال فتادة فطار مع الملائكة فهو معهم حول العرش و صار انسيا ملكيا سماوياً ارضياً (بغوی) اس موضوع پر مستقل رسالے اور کتابیں شائع ہو چکی ہیں۔ مگر میں اہل علم کو توجہ دلاتا ہوں کہ ہمارے مخدوم علامہ فقید النظر حضرت مولانا سید محمد انور شاہ کشمیری اطال اللہ بقاءہ نے رسالہ ”عقیدۃ الاسلام“ میں جو علمی لعل و جواہر ودیعت کئے ہیں ان سے متمتع ہونے کی ہمت کریں۔ میری نظر میں ایسی جامع کتاب اس موضوع پر نہیں لکھی گئی۔

◆ حضرت عیسیٰ حضرت آدم کی طرح بغیر باپ کے پیدا ہوئے | نصاریٰ اس بات پر حضرت سے بہت جھگڑے کہ

عیسیٰ بندہ نہیں اللہ کا بیٹا ہے۔ آخر کہنے لگے کہ وہ اللہ کا بیٹا نہیں تو تم بتاؤ کس کا بیٹا ہے؟ اس کے جواب میں یہ آیت اتری کہ آدم کے تو نہ باپ تھا نہ ماں۔ عیسیٰ کے باپ نہ ہو تو کیا عجب ہے (موضح القرآن) اس حساب سے تو آدم کو خدا کا بیٹا ثابت کرنے پر زیادہ زور دینا چاہئے۔ حالانکہ کوئی بھی اس کا قائل نہیں۔

◆ یعنی مسیح علیہ السلام کے متعلق جو کچھ حق تعالیٰ نے فرمایا وہ ہی حق ہے جس میں شک و شبہ کی قطعاً گنجائش نہیں۔ جو بات تھی بلا کم و کاست سمجھا دی گئی۔

◆ نجران کے عیسائیوں کو دعوت مباہلہ | اللہ تعالیٰ نے حکم فرمایا کہ نصاریٰ نجران اس قدر سمجھانے پر بھی اگر قائل نہ ہوں تو انکے

ساتھ ”مباہلہ“ کرو۔ جسکی زیادہ موثر اور مکمل صورت یہ تجویز کی گئی کہ دونوں فریق اپنی جان سے اور اولاد سے حاضر ہوں اور خوب گڑگڑا کر دعا کریں کہ جو کوئی ہم میں جھوٹا ہے اس پر خدا کی لعنت اور عذاب پڑے۔ یہ ”مباہلہ“ کی صورت پہلے ہی قدم پر اس بات کا اظہار کر دے گی کہ کون فریق کس حد تک خود اپنے دل میں اپنی صداقت و حقانیت پر وثوق و یقین رکھتا ہے۔ چنانچہ دعوت ”مباہلہ“ کا سن کر وفد نجران نے مہلت لی کہ ہم آپس میں مشورہ کر کے جواب دیں گے۔ آخر مجلس مشاورت میں انکے ہوشمند تجربہ کار ذمہ داروں نے کہا کہ اے گروہ نصاریٰ! تم یقیناً دلوں میں سمجھ چکے ہو کہ محمد ﷺ نبی مرسل ہیں اور حضرت مسیح کے متعلق انہوں نے صاف صاف فیصلہ کن باتیں کہی ہیں تم کو معلوم ہے کہ اللہ نے بنی اسمعیل میں نبی بھیجے گا وعدہ کیا تھا۔ کچھ بعید نہیں یہ وہی نبی ہوں، پس ایک نبی سے مباہلہ و ملاعت کرنا کیا نتیجہ کسی قوم کے حق میں یہی نکل سکتا ہے کہ انکا کوئی جھوٹا بڑا بلاکت یا عذاب الہی سے نہ بچے۔ اور پیغمبر کی لعنت کا اثر نسلوں تک پہنچ کر رہے۔ بہتر یہی ہے کہ ہم ان سے صلح کر کے اپنی بستیوں کی طرف روانہ ہو جائیں۔ کیونکہ سارے عرب سے لڑائی مول لینے کی طاقت ہم میں نہیں۔“ یہی تجویز پاس کر کے حضور کی خدمت میں پہنچے آپ حضرت حسن، حسین، فاطمہ، علی رضی اللہ عنہم کو ساتھ لئے باہر تشریف لارہے تھے۔ نورانی صورتیں دیکھ کر انکے لاٹ پادری نے کہا کہ میں ایسے پاک چہرے دیکھ رہا ہوں جن کی دعا پہاڑوں کو انکی جگہ سے سرکا سکتی ہے، ان سے مباہلہ کر کے ہلاک نہ ہو، ورنہ ایک نصرانی زمین پر باقی نہیں رہے گا۔ آخر انہوں نے مقابلہ چھوڑ کر سالانہ جزیہ دینا قبول کیا اور صلح کر کے واپس چلے گئے۔ حدیث میں آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ اگر مباہلہ کرتے تو وادی آگ بن کر ان پر برستی اور خدا تعالیٰ نجران کا بالکل استیصال کر دیتا۔ ایک سال کے اندر اندر تمام نصاریٰ ہلاک ہو جاتے۔ (تنبیہ) قرآن نے یہ نہیں بتلایا کہ مباہلہ کی صورت نبی کریم ﷺ کے بعد بھی اختیار کی جاسکتی ہے اور یہ کہ مباہلہ کا اثر کیا ہمیشہ وہ ہی ظاہر ہونا چاہئے جو آپ کے مباہلہ میں ظاہر ہونے والا تھا۔ بعض سلف کے طریق عمل اور بعض فقہائے حنفیہ کی تصریحات سے معلوم ہوتا ہے کہ مباہلہ کی مشروعیت اب بھی باقی ہے مگر ان چیزوں میں جن کا ثبوت بالکل قطعی ہو، یہ ضروری نہیں کہ مباہلہ میں بچوں، عورتوں کو بھی شریک کیا جائے۔ نہ مباہلین پر اس قسم کا عذاب آنا ضروری ہے جو پیغمبر ﷺ کے مباہلہ پر آتا۔ بلکہ ایک طرح کا اتمام حجت کر کے بحث و جدال سے الگ ہو جانا ہے۔ اور میرے خیال میں مباہلہ ہر ایک کاذب کے ساتھ نہیں صرف کاذب معاند کے ساتھ ہونا چاہئے۔ ابن کثیر کہتے ہیں ثم قال تعالیٰ امرأ رسولہ ﷺ ان یباہل من عاند الحق فی امر عیسیٰ بعد ظہور البیان واللہ اعلم۔

اللَّهُ ۝ وَإِنَّ اللَّهَ لَهُو الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ۝ ۶۲ ۝ فَإِنْ

اللہ کے ۝ اور اللہ جو ہے وہی ہے زبردست حکمت والا ۝ پھر اگر

تَوَلَّوْا فَإِنَّ اللَّهَ عَلَيْهِم بِالْفُجُورِ غَافٍ ۝ ۶۳ ۝ قُلْ يَا أَهْلَ

قبول نہ کریں ۝ تو اللہ کو معلوم ہیں فساد کرنے والے ۝ تو کہہ اے

الْكِتَابِ تَعَالَوْا إِلَى كَلِمَةٍ سَوَاءٍ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ

اہل کتاب آؤ ایک بات کی طرف جو برابر ہے ہم میں اور تم میں

أَلَّا نَعْبُدَ إِلَّا اللَّهَ ۝ وَلَا نُشْرِكَ بِهِ شَيْئًا ۝ وَلَا يَتَّخِذَ

کہ بندگی نہ کریں ہم مگر اللہ کی اور شریک نہ ٹھہرائیں اس کا کسی کو اور نہ بناوے

بَعْضُنَا بَعْضًا ۝ أَرْبَابًا مِّنْ دُونِ اللَّهِ ۝ فَإِنْ تَوَلَّوْا

کوئی کسی کو رب سوال اللہ کے ۝ پھر اگر وہ قبول نہ کریں

فَقُولُوا اشْهَدُوا بِأَنَّا مُسْلِمُونَ ۝ ۶۴ ۝ يَا أَهْلَ الْكِتَابِ

تو کہہ دو گواہ رہو کہ ہم تو حکم کے تابع ہیں ۝ اے اہل کتاب

لِمَ تَحَاجُّونَ فِي إِبْرَاهِيمَ وَمَا أُنزِلَتِ التَّوْرَةُ

کیوں جھگڑتے ہو ابراہیم کی بابت اور تو ریت

وَالْإِنجِيلُ إِلَّا مِنْ بَعْدِهِ ۝ أَفَلَا تَعْقِلُونَ ۝ ۶۵ ۝

اور انجیل تو اتریں اس کے بعد کیا تم کو عقل نہیں

هَآأَنْتُمْ هَؤُلَاءِ حَا جَجْتُمْ فِيمَا لَكُمْ بِهِ عِلْمٌ فَلِمَ

سنتے ہو تم لوگ جھگڑ چکے جس بات میں تم کو کچھ خبر تھی اب

دعوتِ مہابہ کے ساتھ بتلا دیا کہ مہابہ اس پر کیا جاتا تھا کہ جو پچھلے دنوں نے تعلق قرآن میں بیان ہوا وہ ہی سچا بیان ہے اور خدا کی بارگاہ ہر قسم کے شرک اور باپ بیٹے وغیرہ کے تعلقات سے پاک ہے۔

اپنی زبردست قدرت و حکمت سے جھوٹے اور سچے کے ساتھ وہ ہی معاملہ کرنے کا جو اس کے حسب حال ہو۔

اگر نہ دلائل سے مانیں نہ مہابہ پر آمادہ ہوں تو سمجھ لو کہ احقاقِ حق مقصود نہیں نہ دل میں اپنے عقائد کی صداقت پر وثوق ہے۔ محض فتنہ و فساد پھیلانا ہی پیش نظر ہے تو خوب سمجھ لیں کہ سب مفسدین اللہ کی نظر میں ہیں۔

اہل کتاب کو مشترک کلمے تو حید کی دعوت | پہلے نقل کیا جا چکا کہ حضور ﷺ نے جب وفدِ نجران کو کہا اسلموا (مسلم بن جاؤ) تو کہتے گئے اَسْلَمْنَا (ہم مسلم ہیں) اس سے معلوم ہوا کہ مسلمانوں کی طرح انکو بھی مسلم ہونے کا دعویٰ تھا۔ اسی طرح جب یہود و نصاریٰ کے سامنے تو حید پیش کی جاتی تو کہتے کہ ہم بھی خدا کو ایک کہتے ہیں بلکہ ہر مذہب والا کسی نہ کسی رنگ میں اوپر جا کر اتر کر رہتا ہے کہ بڑا خدا ایک ہی ہے۔ یہاں اسی طرف توجہ دلائی گئی کہ بنیادی عقیدہ (خدا کا ایک ہونا اور اپنے کو مسلم ماننا) جس پر ہم دونوں متفق ہیں، ایسی چیز ہے جو ہم سب کو ایک کر سکتا ہے بشرطیکہ آگے چل کر اپنے اندر اور خرافات سے اس کی حقیقت بدل نہ ڈالیں۔ ضرورت اس کی ہے کہ جس طرح زبان سے علم و موجد کہتے ہو حقیقتاً و عملاً بھی اپنے کو تہا خدائے وحدہ لا شریک نہ کے سپرد کر دو۔ نہ اس کے سوا کسی کی بندگی کرو، نہ انکی عنایت خاصہ میں کسی کو شریک ٹھہراؤ، نہ کسی اور عالم، فقیر، پیر، پیغمبر کے ساتھ وہ معاملہ کرو جو صرف سب قدر کے ساتھ کیا جانا چاہئے۔ مثلاً کسی کو اس کا بیٹا پوتا بنانا، نصوص شریعت سے قطع نظر کہ نے محض کسی کے حلال و حرام کر دینے پر اشیاء کی حلت و حرمت کا مدار رکھنا جیسا کہ اِتَّخَذُوا اٰخِيارَهُمْ وَاٰبائَهُمْ اٰلِهَةً ذُوں اللہ کی تفسیر سے ظاہر ہوتا ہے۔ یہ سب امور دعوائے اسلام و تو حید کے منافی ہیں۔

یعنی تم دعوائے اسلام و تو حید کر کے پھر گئے ہم بجز اللہ اس پر قائم ہیں کہ اپنے کو محض خدائے واحد کے سپرد کر دیا ہے اور اسی کے تابع فرمان ہیں۔

◆ حضرت ابراہیمؑ یہودی یا نصرانی نہیں ہو سکتے | جیسے دعوائے اسلام و توحید سب میں مشترک تھا اسی طرح حضرت ابراہیمؑ خلیل

اللہ کی تعظیم و تکریم میں بھی سب شریک تھے اور یہود و نصاریٰ میں سے ہر ایک فرقہ دعویٰ کرتا تھا کہ ابراہیمؑ ہمارے دین پر تھے یعنی معاذ اللہ یہودی تھے یا نصرانی، اس کا جواب دیا کہ تورات و انجیل جن کے پیرو یہودی یا نصرانی کہلائے ابراہیمؑ سے سیکڑوں برس بعد اتری۔ پھر ابراہیمؑ کو نصرانی یا یہودی کیسے کہہ سکتے ہیں۔ بلکہ جس طرح کے تم یہودی یا نصرانی ہو، اس معنی سے تو خود موسیٰ یا عیسیٰ علیہم السلام کو بھی یہودی یا نصرانی نہیں کہا جاسکتا۔ اور اگر یہ مطلب ہے کہ حضرت ابراہیمؑ کی شریعت ہمارے مذہب سے زیادہ قریب تھی تو یہ بھی غلط ہے۔ اس کا علم تم کو کہاں سے ہوا؟ تمہاری کتابوں میں مذکور نہیں۔ نہ خدا نے خبر دی نہ تم کوئی ثبوت پیش کر سکتے ہو پھر ایسی بات میں جھگڑنا جس کا کچھ علم آدمی کو نہ ہو حماقت نہیں تو اور کیا ہے۔ جن چیزوں کی تمہیں کچھ تھوڑی بہت خبر تھی گو محض نا تمام اور سرسری تھی مثلاً مسیح علیہ السلام کے واقعات یا نبی آخر الزمان کی بشارات وغیرہ ان میں تم جھگڑ چکے، لیکن جس چیز سے تمہیں بالکل مس نہیں نہ اُس کی کبھی ہوا لگی، اُسے تو خدا کے سپرد کرو۔ وہ ہی جانتا ہے کہ ابراہیمؑ کیا تھے اور آج دنیا میں کونسی جماعت کا مسلک اُس سے قریب تر ہے۔

◆ حضرت ابراہیمؑ حنیف اور مسلم تھے | یعنی ابراہیمؑ نے اپنے تئیں حنیف یا مسلم کہا ہے۔ حنیف کے معنی؟ ”جو کوئی ایک راہِ حق

پکڑے اور سب باطل راہیں چھوڑ دے۔“ اور مسلم کے معنی حکم بردار، اب خود اندازہ کر لو کہ آج کس نے سب سے ٹوٹ کر خدا کی راہ پکڑی اور اپنے کو خالص اسی کے سپرد کر دیا ہے۔ وہ ہی ابراہیمؑ سے زیادہ اقرب و اشبہ ہوگا۔ (تنبیہ) یہاں مُسْلِماً میں اسلام سے خاص شریعت محمدیہ مراد لینے کی ضرورت نہیں۔ بلکہ تسلیم و تقویض اور فرمانبرداری کے معنی ہیں جو تمام انبیاء کا دین رہا ہے اور ابراہیمؑ علیہ السلام نے خصوصیت سے اس نام و لقب کو بہت زیادہ روشن کیا۔ اِذْ قَالَ لَهُ رَبُّهُ اَسْلِمْنَا قَالَ اَسْلَمْتُ لِرَبِّ الْعَالَمِينَ (بقرہ رکوع ۱۲۸) حضرت ابراہیمؑ کی سوانح حیات کا ایک ایک حرف بتلاتا ہے کہ وہ ہمہ تن اسلام اور تسلیم و رضا کے پیکر مجسم تھے۔ ذبح اسماعیل کے واقعہ میں فَلَمَّا اَسْلَمَا وَ تَلَّهٖ لِ الْجَبِیْنِ كَالْفَصْحَانِ کی شان اسلام کو بہت وضاحت سے نمایاں کرتا ہے۔ صلی اللہ علی نبینا وعلیہ وبارک وسلم۔

◆ حضورؐ کی امت حضرت ابراہیمؑ سے زیادہ قریب ہیں | اللہ تعالیٰ نے بتلا دیا کہ زیادہ مناسبت ابراہیمؑ سے اُس وقت

کی امت کو تھی یا پچھلی امتوں میں اس نبی کی امت کو ہے تو یہ امت نام میں بھی اور راہ میں بھی ابراہیمؑ سے مناسبت زیادہ رکھتی ہے اور اس امت کا پیغمبر خَلْقًا وَ خَلْقًا صَوْرَةً و سیرۃ حضرت ابراہیمؑ سے اشبہ ہے اور انکی دعاء کے موافق آیا ہے جیسا کہ سورہ ”بقرہ“ میں گذرا۔ رَبَّنَا وَاَبْعَثْ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِنْهُمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰیٰتِكَ الخ اسی لئے حبشہ کا نصرانی بادشاہ (نجاشی) مسلمان مہاجرین کو ”حزب ابراہیمؑ“ کہتا تھا۔ شاید اسی قسم کی مناسبت کی وجہ سے درود شریف میں كَمَا ضَلَّيْتُ عَلٰی اِبْرٰهِيْمَ فرمایا۔ یعنی اُس نوعیت اور نمونہ کی صلوة نازل فرمائے جو ابراہیمؑ و آل ابراہیمؑ پر کی تھی۔ جامع ترمذی میں حدیث ہے اِنَّ لِكُلِّ نَبِيٍّ وَّلَاةً مِّنَ النَّبِيِّۦْنَ وَاِنَّ وَّلِيَّ اِبِي وَ خَلِيْلٍ رَبِّيْ اِس مضمون کی تفصیل آئندہ کسی سورت میں آئے گی انشاء اللہ

◆ یعنی اپنی راہ کے حق ہونے پر محض کسی کی موافقت و مشابہت سے دلیل جب پکڑے کہ اپنے اوپر وحی نہ آتی ہو۔ سو اللہ والی ہے مسلمانوں کا کہ (یہ براہ راست) اس کے حکم پر چلتے ہیں (موضح القرآن)

◆ پہلے کہا تھا ”وَاللّٰهُ وَّلِيُّ الْمُؤْمِنِيْنَ“ یہاں بتلایا کہ جب مومنین کا ولی اللہ ہے تو تمہارا داداؤ ان پر کیا چل سکتا ہے۔ بیشک بعض اہل کتاب چاہتے ہیں کہ جس طرح خود گمراہ ہیں مسلمانوں کو بھی راہِ حق سے ہٹادیں لیکن مسلمان تو ان کے جال میں پھنسنے والے نہیں البتہ یہ لوگ اپنی گمراہی کے وبال میں مزید اضافہ کر رہے ہیں۔ انکی مفلویانہ کوششوں کا ضرر خود ان ہی کو پہنچے گا جسے وہ فی الحال نہیں سمجھتے۔

◆ اہل کتاب کا انکار بے وجہ ہے | یعنی تم تورات وغیرہ کے قائل ہو۔ جس میں پیغمبر عربی ﷺ اور قرآن کریم کے متعلق بشارات

موجود ہیں جن کو تمہارے دل سمجھتے ہیں اور اپنی خلوتوں میں ان چیزوں کا اقرار بھی کرتے ہو۔ پھر کھلم کھلا قرآن پر ایمان لانے اور خاتم الانبیاء کی صداقت کا اقرار کرنے سے کیا چیز مانع ہے خوب سمجھ لو قرآن کا انکار کرنا تمام پچھلی کتب سماویہ کا انکار کرنا ہے۔

الْكِتَابِ لِمَ تَلْبِسُونَ الْحَقَّ بِالْبَاطِلِ وَتَكْتُمُونَ الْحَقَّ

اہل کتاب کیوں ملاتے ہو سچ میں جھوٹ اور چھپاتے ہو سچی بات

وَأَنْتُمْ تَعْلَمُونَ ﴿٤١﴾ وَقَالَتْ طَّائِفَةٌ مِّنْ أَهْلِ

جان کر اور کہا بعض اہل

الْكِتَابِ آمَنُوا بِالَّذِي أُنزِلَ عَلَى الَّذِينَ آمَنُوا وَجْهَ

کتاب نے مان لو جو کچھ اتر مسلمانوں پر دن

النَّهَارِ وَكَفَرُوا وَآخِرَهُ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُونَ ﴿٤٢﴾ وَلَا تُوْمِنُوا

چڑھے اور منکر ہو جاؤ آخر دن میں شاید وہ پھر جاویں اور نہ مانو

إِلَّا لِمَنْ تَبِعَ دِينَكُمْ قُلْ إِنَّ الْهُدَىٰ هُدَىٰ اللَّهِ

مگر اسی کی جو چلے تمہارے دین پر کہہ دے کہ بیشک ہدایت وہی ہے جو اللہ ہدایت کرے

أَنْ يُّؤْتِيَ أَحَدٌ مِّثْلَ مَا أُوتِيتُمْ أَوْ يُحَاجُّكُمْ

اور یہ سب کچھ اس لئے ہے کہ اور کسی کو بھی کیوں مل گیا جیسا کچھ تم کو ملتا تھا یا وہ غالب کیوں آگئے تم

عِنْدَ رَبِّكُمْ قُلْ إِنَّ الْفَضْلَ بِيَدِ اللَّهِ يُؤْتِيهِ مَنْ

پر تمہارے رب کے آگے تو کہہ بڑائی اللہ کے ہاتھ میں ہے دیتا ہے جس کو

يَشَاءُ وَاللَّهُ وَاسِعٌ عَلِيمٌ ﴿٤٣﴾ يُخْتَصُّ بِرَحْمَتِهِ مَنْ

چاہے اور اللہ بہت گنجائش والا ہے خیر و دار خاص کرتا ہے اپنی مہربانی جس پر

يَشَاءُ وَاللَّهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيمِ ﴿٤٤﴾ وَمِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ

چاہے اور اللہ کا فضل بڑا ہے اور بعض اہل کتاب میں

◆ تورات کے بعض احکام تو اغراض دنیوی کی خاطر سرے سے موقوف ہی کر ڈالے تھے۔ بعض آیات میں تحریف لفظی کی تھی۔ بعض کے معنی بدل دیے تھے اور بعض چیزیں چھپا رکھی تھیں ہر کسی کو خبر نہ کرتے تھے جیسے بشارات پیغمبر آخر الزمان ﷺ کی۔

◆ اہل کتاب کی سازشیں | ان آیتوں میں اہل کتاب کی چالاکیاں اور خیانتیں ذکر کی جا رہی ہیں۔ ان میں سے ایک یہ تھی کہ اپنے کچھ آدمی صبح کے وقت بظاہر مسلمان بن جائیں اور مسلمانوں کے ساتھ نماز پڑھیں اور شام کو یہ کہہ کر کہ ہم کو اپنے بڑے بڑے علماء سے تحقیق کرنے پر معلوم ہوا کہ یہ وہ نبی نہیں جن کی بشارت دی گئی تھی اور تجربہ سے ان کے حالات بھی اہل حق کی طرح کے ثابت نہ ہوئے۔ اسلام سے پھر جایا کریں، نتیجہ یہ ہوگا کہ بہت سے ضعیف الایمان ہماری یہ حرکت دیکھ کر اسلام سے پھر جائیں گے۔ اور سمجھ لیں گے کہ مذہب اسلام میں ضرور کوئی عیب و نقص دیکھا ہوگا جو یہ لوگ داخل ہونے کے بعد اس سے نکلے نیز عرب کے جاہلوں میں اہل کتاب کے علم و فضل کا چرچا تھا، اس بنا پر یہ خیال پیدا ہو جائے گا کہ یہ جدید مذہب اگر سچا ہوتا تو ایسے اہل علم اسے رد نہ کرتے۔ بلکہ سب سے آگے بڑھ کر قبول کرتے۔

◆ یعنی جو یہود مسلمانوں کے سامنے جا کر نفاق سے اپنے کو مسلمان ظاہر کریں، انہیں یہ برابر ملحوظ رہے۔ کہ وہ سچ سچ مسلمان نہیں بن گئے۔ بلکہ بدستور یہودی ہیں۔ اور سچے دل سے انہی کی بات مان سکتے ہیں جو ان کے دین پر چلتا ہوا اور شریعت موسوی کے اتباع کا دعویٰ رکھتا ہو۔ بعض نے دَلَا تُوْمِنُوْا اِلَّا لِمَنْ تَبِعَ دِيْنَكُمْ کے یہ معنی کئے ہیں کہ ظاہری طور پر جو ایمان لاؤ اور اپنے کو مسلمان بتاؤ، وہ محض ان لوگوں کی وجہ سے جو تمہارے دین پر چلنے والے ہیں۔ یعنی اس تدبیر سے اپنے ہم مذہبوں کی حفاظت مقصود ہونی چاہئے کہ وہ مسلمان نہ بن جائیں یا جو بن چکے ہیں اس تدبیر سے واپس آجائیں۔

◆ یعنی ہدایت تو اللہ کے دیے سے ملتی ہے جس کے دل میں خدا نے ہدایت کا نور ڈال دیا تمہاری ان پر فریب چال بازیوں سے وہ گمراہ ہونے والا نہیں

◆ اہل کتاب کی ان سازشوں کی وجہہ | یعنی یہ مکاریاں اور تدبیریں محض ازہ حسد اس جلن میں کی جاتی ہیں کہ دوسروں کو اس طرح کی شریعت اور نبوت و رسالت کیوں دی جا رہی ہے جیسی پہلے تم کو دی گئی تھی۔ یا مذہبی و دینی جدوجہد میں دوسرے لوگ تم پر غالب آکر کیوں آگے نکلے جا رہے ہیں اور خدا کے آگے تمہیں ملزم گردان رہے ہیں۔ یہود ہمیشہ اس خیال کی اشاعت کرتے رہے تھے کہ دنیا میں تنہا ہماری ہی قوم علم شریعت کی اجارہ دار ہے۔ تورات ہم پر اتری۔ موسیٰ جیسے اولوالعزم پیغمبر ہم میں آئے پھر عرب کے اُمیوں کو اس فضل و کمال سے کیا واسطہ؟ لیکن تورات سفر استثناء کی عظیم الشان پیشین گوئی غلط نہیں ہو سکتی تھی جس میں بتایا گیا تھا کہ اللہ تعالیٰ بنی اسرائیل کے بھائیوں (بنی اسمعیل) میں سے ایک موسیٰ جیسا (صاحب شریعت مستقلہ) نبی اٹھائے گا۔ اپنا کلام (قرآن کریم) اس کے منہ میں ڈالے گا۔ اِنَّا اَرْسَلْنَا اِلَيْكُمْ رَسُوْلًا شَاهِدًا عَلَيْنَكُمْ كَمَا اَرْسَلْنَا اِلَى فِرْعَوْنَ رَسُوْلًا (مزل رکوع ۱) چنانچہ بنی اسمعیل کو یہ دولت ملی اور وہ علم و فضل و حجت و برہان اور مذہبی جدوجہد کے میدان مقابلہ میں نہ صرف بنی اسرائیل بلکہ دنیا کی تمام اقوام سے گئے سبقت لے گئے۔ فَالْحَمْدُ لِلّٰهِ عَلٰی ذٰلِكَ (تنبیہ) اس آیت کی تقریر کئی طرح سے کی گئی ہے لیکن ہم نے وہی تقریر اختیار کی جس کی طرف مترجم محقق قدس اللہ روحہ کے الفاظ اشارہ کر رہے ہیں۔

◆ یعنی اللہ کے خزانوں میں کمی نہیں، اور اسی کو خبر ہے کہ کس کو کیا بڑائی ملنی چاہئے۔ نبوت، شریعت، ایمان و اسلام اور ہر قسم کے مادی و روحانی فضائل و کمالات کا تقسیم کرنا اسی کے ہاتھ میں ہے جس وقت جسے مناسب جانے عطا کرتا ہے۔ اَللّٰهُ اَعْلَمُ حَيْثُ يَجْعَلُ رِسَالَتَهُ (انعام رکوع ۱۵)

مَنْ إِنْ تَأْمَنَهُ بِقِنطَارٍ يُؤَدِّهِ إِلَيْكَ، وَمِنْهُمْ مَنْ

وہ ہیں کہ اگر تو ان کے پاس امانت رکھے ڈھیر مال کا تو ادا کر دیں تجھ کو اور بعضے ان میں وہ ہیں

إِنْ تَأْمَنَهُ بِدِينَارٍ لِأَبْوَدَةَ إِلَيْكَ إِذْ مَا دُمْتَ

کہ اگر تو ان کے پاس امانت رکھ ایک اشرفی تو ادا نہ کریں تجھ کو مگر جب تک کہ تو رہے

عَلَيْهِ فَأَيَّمَاءَ ذَلِكَ بِأَنَّهُمْ قَالُوا لَيْسَ عَلَيْنَا فِي

اس کے سر پر کھڑا ﴿۴۵﴾ یہ اس واسطے کہ انہوں نے کہہ رکھا ہے کہ نہیں ہے ہم پر

الْأَمِينِ سَبِيلٌ وَيَقُولُونَ عَلَى اللَّهِ الْكَذِبَ وَهُمْ

اُنہی لوگوں کے حق لینے میں کچھ گناہ ﴿۴۶﴾ اور جھوٹ بولتے ہیں اللہ پر اور وہ

يَعْلَمُونَ ﴿۴۵﴾ بَلَىٰ مَنْ أَوْفَىٰ بِعَهْدِهِ وَاتَّقَىٰ فَإِنَّ اللَّهَ

جانتے ہیں ﴿۴۶﴾ کیوں نہیں جو کوئی پورا کرے اپنا قرار اور وہ پرہیزگار ہے تو اللہ کو

يُحِبُّ الْمُتَّقِينَ ﴿۴۶﴾ إِنَّ الَّذِينَ يَشْتَرُونَ بِعَهْدِ اللَّهِ

محبت ہے پرہیزگاروں سے ﴿۴۷﴾ جو لوگ مول لیتے ہیں اللہ کے قرار پر

وَآيْمَانِهِمْ ثَمَنًا قَلِيلًا أُولَٰئِكَ لَا خَلَاقَ لَهُمْ فِي

اور اپنی قسموں پر تھوڑا سا مول ﴿۴۸﴾ ان کا کچھ حصہ نہیں

الْآخِرَةِ وَلَا يُكَلِّمُهُمُ اللَّهُ وَلَا يَنْظُرُ إِلَيْهِمْ يَوْمَ

آخرت میں اور نہ بات کرے گا ان سے اللہ اور نہ نگاہ کرے گا ان کی طرف قیامت کے

الْقِيَامَةِ وَلَا يُزَكِّيهِمْ وَلَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ ﴿۴۷﴾ وَإِنَّ

دن اور نہ پاک کرے گا ان کو اور ان کے واسطے عذاب ہے دردناک ﴿۴۸﴾ اور ان میں

اہل کتاب کی خیانت اور امانت | اہل کتاب کی دینی خیانت و نفاق کے سلسلہ میں دنیوی خیانت کا ذکر آگیا جس سے اس پر روشنی پڑتی ہے کہ جو لوگ چار پیسہ پر نیت خراب کر لیں اور امانتداری نہ برت سکیں ان سے کیا توقع ہو سکتی ہے کہ دینی معاملات میں امین ثابت ہوں گے۔ چنانچہ ان میں بہت سے وہ ہیں جن کے پاس زیادہ تو کیا، ایک اشرافی بھی امانت رکھی جائے تو تھوڑی دیر بعد مگر جائیں۔ اور جب تک کوئی تقاضہ کے لئے ہر وقت ان کے سر پر کھڑا نہ رہے اور پیچھا کرنے والا نہ ہو، امانت ادا نہ کریں۔ بیشک ان میں سب کا حال ایسا نہیں، بعض ایسے بھی ہیں جن کے پاس اگر سونے کا ڈھیر رکھ دیا جائے تو ایک رتی خیانت نہ کریں۔ لیکن یہ ہی خوش معاملہ اور امین لوگ ہیں جو یہودیت سے بیزار ہو کر اسلام کے حلقہ بگوش بنتے جا رہے ہیں۔ مثلاً حضرت عبداللہ بن سلام وغیرہ رضی اللہ عنہ۔

یعنی پر ایسا حق کھانے کو یہ مسئلہ بنا لیا کہ عرب کے اُمی جو ہمارے مذہب پر نہیں، ان کا مال جس طرح ملے روا ہے۔ غیر مذہب والوں کی امانت میں خیانت کی جائے تو کچھ گناہ نہیں۔ خصوصاً وہ عرب جو اپنا آبائی دین چھوڑ کر مسلمان بن گئے ہیں۔ خدا نے انکا مال ہمارے لئے حلال کر دیا ہے۔

اہل کتاب اللہ پر جھوٹ باندھتے ہیں | یعنی جان بوجھ کر خدا کی طرف جھوٹی بات منسوب کر رہے ہیں۔ امانت میں خیانت کرنے کی خدا نے ہرگز اجازت نہیں دی۔ آج بھی اسلامی فقہ کا مسئلہ یہ ہی ہے کہ مسلم ہو یا کافر، کسی کی امانت میں خیانت جائز نہیں۔

اللہ کے عہد پر معاوضہ لینے والے | خیانت و بد عہدی میں گناہ کیوں نہیں، جبکہ خدا تعالیٰ کا عام قانون یہ ہے کہ جو کوئی خدا کے اور بندوں کے جائز عہد پورے کر لے اور خدا سے ڈر کر تقویٰ کی راہ چلے یعنی فاسد خیالات، مذموم اعمال اور پست اخلاق سے پرہیز کرے، اسی سے خدا محبت کرتا ہے۔ اس میں امانتداری کی خصلت بھی آگئی۔

یعنی جو لوگ دنیا کی متاع قلیل لے کر خدا کے عہد اور آپس کی قسموں کو توڑ ڈالتے ہیں، نہ باہمی معاملات درست رکھتے ہیں نہ خدا سے جو قول و قرار کیا تھا اس پر قائم رہتے ہیں، بلکہ مال و جاہ کی حرص میں احکام شرعیہ کو بدلتے اور کتب سماویہ میں تحریف کرتے رہتے ہیں ان کا انجام آگے مذکور ہے۔ حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں: ”یہ یہود میں صفت تھی کہ اللہ نے ان سے اقرار لیا تھا اور قسمیں دی تھیں کہ ہرنبی کے مددگار رہیں۔ پھر غرض دنیا کے واسطے پھر گئے اور جو کوئی جھوٹی قسم کھائے دنیا لینے کے واسطے اس کا یہ ہی حال ہے۔“

اس قسم کی آیت سورہ ”بقرہ“ کے اکیسویں رکوع میں گزر چکی، وہاں کے فوائد میں الفاظ کی تشریح دیکھ لی جائے۔

مِنْهُمْ لَفَرِيقًا يَلُونِ السِّنْتَهُم بِالْكِتَابِ لِتَحْسَبُوهُ

ایک فریق ہے کہ زبان مروڑ کر پڑھتے ہیں کتاب تاکہ تم جانو

مِنَ الْكِتَابِ وَمَا هُوَ مِنَ الْكِتَابِ وَيَقُولُونَ هُوَ مِنْ

کہ وہ کتاب میں ہے اور وہ نہیں کتاب میں اور کہتے ہیں وہ

عِنْدَ اللَّهِ وَمَا هُوَ مِنْ عِنْدِ اللَّهِ وَيَقُولُونَ عَلَى اللَّهِ

اللہ کا کہا ہے اور وہ نہیں اللہ کا کہا اور اللہ ہے

الْكَذِبَ وَهُمْ يَعْلَمُونَ ﴿۴۸﴾ مَا كَانَ لِبَشَرٍ أَنْ يُؤْتِيَهُ

جھوٹ بولتے ہیں جان کر کسی بشر کا کام نہیں کہ اللہ اس کو

اللَّهُ الْكِتَابَ وَالْحُكْمَ وَالنُّبُوَّةَ ثُمَّ يَقُولَ لِلنَّاسِ

دیوے کتاب اور حکمت اور پیغمبر کرے پھر وہ کہے لوگوں کو

كُونُوا عِبَادًا لِّي مِنْ دُونِ اللَّهِ وَلَكِنْ كُونُوا رَبَّيْنَ

کہ تم میرے بندے ہو جاؤ اللہ کو چھوڑ کر لیکن یوں کہے کہ تم اللہ والے ہو جاؤ

بِمَا كُنْتُمْ تُعَلِّمُونَ الْكِتَابَ وَبِمَا كُنْتُمْ تَدْرُسُونَ ﴿۴۹﴾

جیسے کہ تم سکھاتے تھے کتاب اور جیسے کہ تم آپ بھی پڑھتے تھے اسے

وَلَا يَأْمُرُكُمْ أَنْ تَتَّخِذُوا الْمَلَائِكَةَ وَالنَّبِيِّنَ أَرْبَابًا

اور نہ یہ کہے تم کو کہ تمہارا وہ فرشتوں کو اور نبیوں کو رب

إِنَّمَا يَأْمُرُكُمْ بِالْكَفْرِ بَعْدَ إِذْ أَنْتُمْ مُسْلِمُونَ ﴿۵۰﴾ وَإِذْ

کیا تم کو کفر سکھائے گا بعد اس کے کہ تم مسلمان ہو چکے ہو اور جب

کلام اللہ کی عبارت میں تحریف | یہ اہل کتاب کی تحریف کا حال بیان فرمایا۔ یعنی آسمانی کتاب میں کچھ چیزیں اپنی طرف سے بڑھا گھٹا

کر ایسے انداز اور لہجہ میں پڑھتے ہیں کہ ناواقف سننے والا دھوکہ میں آجائے۔ اور یہ سمجھے کہ یہ بھی آسمانی کتاب کی عبارت ہے یہ ہی نہیں بلکہ زبان سے دعویٰ بھی کرتے ہیں کہ یہ سب اللہ کے پاس سے آیا ہوا ہے حالانکہ نہ وہ مضمون کتاب میں موجود ہے اور نہ خدا کے پاس سے آیا ہے بلکہ خود اس تحریف شدہ کتاب کو بھی ہیئت مجموعی خدا کی کتاب نہیں کہہ سکتے۔ کیونکہ اس میں طرح طرح کے تصرفات اور جعل سازیوں کی گئی ہیں۔ آج بائبل کے جو نسخے دنیا میں موجود ہیں ان میں باہم شدید اختلاف پایا جاتا ہے اور بعض ایسے مضامین درج ہیں جو قطعاً خدا کی طرف سے نہیں ہو سکتے۔ اس کی کچھ تفصیل ”روح المعانی“ میں موجود ہے۔ اور اثبات تحریف پر ہمارے علماء نے مبسوط بحثیں کی ہیں۔ جز اہم اللہ احسن الجزاء۔

آنحضرت کی عصمت کا بیان | وفد نجران کی موجودگی میں بعض یہود و نصاریٰ نے کہا تھا کہ اے محمد ﷺ! کیا تم یہ چاہتے ہو کہ ہم تمہاری

اسی طرح پرستش کرنے لگیں، جیسے نصاریٰ عیسیٰ ابن مریم کو پوجتے ہیں۔ آپ نے فرمایا۔ معاذ اللہ کہ ہم غیر اللہ کی بندگی کریں۔ یاد دوسروں کو اسکی دعوت دیں۔ حق تعالیٰ نے ہم کو اس کام کے لئے نہیں بھیجا اس پر یہ آیت نازل ہوئی یعنی جس بشر کو حق تعالیٰ کتاب و حکمت اور قوت فیصلہ دیتا، اور پیغمبری کے منصب جلیل پر فائز کرتا ہے کہ وہ ٹھیک ٹھیک پیغام الہی پہنچا کر لوگوں کو اسکی بندگی اور وفاداری کی طرف متوجہ کرے، اس کا یہ کام کبھی نہیں ہو سکتا کہ ان کو خالص ایک خدا کی بندگی سے ہٹا کر خود اپنا یا کسی دوسری مخلوق کا بندہ بنانے لگے۔ اس کے تو یہ معنی ہونگے کہ خداوند قدوس نے جس کو جس منصب کا اہل جان کر بھیجا تھا، فی الواقع وہ اس کا اہل نہ تھا۔ دنیا کی کوئی گورنمنٹ بھی اگر کسی شخص کو ایک ذمہ داری کے عہدہ پر مامور کرتی ہے تو پہلے دو باتیں سوچ لیتی ہے (۱) یہ شخص گورنمنٹ کی پالیسی کو سمجھنے اور اپنے فرائض کو انجام دینے کی لیاقت رکھتا ہے یا نہیں (۲) گورنمنٹ کے احکام کی تعمیل کرنے اور رعایا کو جاہدہ وفاداری پر قائم رکھنے کی کہاں تک اس سے توقع کی جاسکتی ہے؟ کوئی بادشاہ یا پارلیمنٹ ایسے آدمی کو نائب السلطنت یا سفیر مقرر نہیں کر سکتی جس کی نسبت حکومت کے خلاف بغاوت پھیلانے یا اس کی پالیسی اور احکام سے انحراف کرنے کا ادنیٰ شبہ ہو، بیشک یہ ممکن ہے کہ ایک شخص کی قابلیت یا جذبہ وفاداری کا اندازہ حکومت صحیح طور پر نہ کر سکی ہو۔ لیکن خداوند قدوس کے یہاں یہ بھی احتمال نہیں۔ اگر کسی فرد کی نسبت اس کو علم ہے کہ یہ میری وفاداری اور اطاعت شعاری سے بال برابر تجاوز نہ کرے گا تو محال ہے کہ وہ آگے چل کر اسکے خلاف ثابت ہو سکے۔ ورنہ علم الہی کا غلط ہونا لازم آتا ہے۔ العیاذ باللہ یہیں سے عصمت انبیاء علیہم السلام کا مسئلہ سمجھ میں آجاتا ہے (کمانہ علیہ ابو حیان فی البحر و فصلہ مولانا قاسم العلوم و الخیرات فی تصانیفہ) پھر جب انبیاء علیہم السلام اونٹنی عصیان سے پاک ہیں تو شرک اور خدا کے مقابلہ میں بغاوت کرنے کا امکان کہاں باقی رہ سکتا ہے۔ اس میں نصاریٰ کے اس دعوے کا بھی رد ہو گیا جو کہتے تھے کہ اہلیت والوہیت مسیح کا عقیدہ ہم کو خود مسیح علیہ السلام نے تعلیم فرمایا ہے اور ان مسلمانوں کو بھی نصیحت کر دی گئی جنہوں نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا تھا کہ ہم سلام کی بجائے آپ کو سجدہ کیا کریں تو کیا حرج ہے اور اہل کتاب پر بھی تعریض ہو گئی جنہوں نے اپنے اہل اور بیان کو خدائی کا درجہ دے رکھا تھا (العیاذ باللہ) تنبیہ: فساکان لبشر الخ میں ابو حیان کے نزدیک اسی طرح کی نفی ہے جیسے فساکان لکم ان تبتوا شجرہا میں، یا وفاقا کان لِنَفْسِ اَنْ تَمُوتَ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ میں۔ وہو اصبوب عندی۔

موضع القرآن میں ہے ”جسکو اللہ نبی بنائے اور وہ لوگوں کو کفر و شرک سے نکال کر مسلمانی میں لائے، پھر کیونکر انکو کفر سکھائے گا ہاں

تم کو (اے اہل کتاب!) یہ کہتا ہے کہ تم میں جو آگے دینداری تھی کتاب کا پڑھنا اور سکھانا وہ نہیں رہی۔ اب میری صحبت میں پھر وہی کمال حاصل کرو۔“ اور عالم، حکیم، نقیہ، عارف، مدبر، متقی اور بکے خدا پرست بن جاؤ۔ اور یہ بات اب قرآن کریم پڑھنے پڑھانے اور سیکھنے سکھانے سے حاصل ہو سکتی ہے۔

جیسے نصاریٰ نے مسیح و روح القدس کو بعض یہود نے عزیز کو، اور بعض مشرکین نے فرشتوں کو ٹھہرایا تھا۔ جب فرشتے اور پیغمبر خدائی میں

شریک نہیں ہو سکتے تو پتھر کے بُت اور صلیب کی لکڑی تو کس شمار میں ہے۔

یعنی پہلے تو ”ربانی“ (اللہ والا) اور مسلم موحد بنانے میں کوشش کی، جب لوگوں نے قبول کر لیا تو کیا پھر انہیں شرک و کفر کی طرف یجا

کرا پئی ساری محنت اور کمائی اپنے ہاتھ سے برباد کر دے گا؟ یہ بات سمجھ میں نہیں آ سکتی۔

أَخَذَ اللَّهُ مِيثَاقَ النَّبِيِّينَ لِمَا آتَيْتُكُمْ مِنْ كِتَابٍ

لیا اللہ نے عہد نبیوں سے کہ جو کچھ میں نے تم کو دیا کتاب

وَحِكْمَةٍ ثُمَّ جَاءَكُمْ رَسُولٌ مُّصَدِّقٌ لِمَا مَعَكُمْ

اور علم پھر آوے تمہارے پاس کوئی رسول کہ سچا بتاوے تمہارے پاس والی کتاب کو

لِتُؤْمِنُنَّ بِهِ وَلِتَنْصُرُنَّهُ قَالَ أَأَقْرَرْتُمْ وَأَخَذْتُمْ

تو اس رسول پر ایمان لاؤ گے اور اس کی مدد کرو گے فرمایا کہ کیا تم نے اقرار کیا اور اس

عَلَىٰ ذَلِكُمْ إِصْرِي ۗ قَالُوا أَأَقْرَرْنَا ۗ قَالَ فَاشْهَدُوا

شرط پر میرا عہد قبول کیا بولے ہم نے اقرار کیا فرمایا تو اب واہر ہو

وَأَنَا مَعَكُمْ مِنَ الشَّاهِدِينَ ﴿۸۱﴾ فَمَنْ تَوَلَّىٰ بَعْدَ

اور میں بھی تمہارے ساتھ واہ ہوں پھر جو کوئی پھر جاوے اس کے

ذَلِكَ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْفَاسِقُونَ ﴿۸۲﴾ أَفَغَيَّرِ دِينَ اللَّهِ

بعد تو وہی لوگ ہیں نافرمان تو وہی اور دین اللہ سے

يُبْغُونَ ۗ وَلَهُ أَسْلَمَ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ

سوا دین اللہ کے اور اسی کے حکم میں ہے جو کوئی آسمان اور زمین میں ہے

طَوْعًا وَكَرْهًا ۗ وَإِلَيْهِ يُرْجَعُونَ ﴿۸۳﴾ قُلْ أَمَّا بِاللَّهِ

خوشی سے یا لا چاری سے اور اسی کی طرف سب پھر جاویں گے تو کہہ ہم ایمان لائے اللہ پر

وَمَا أُنزِلَ عَلَيْنَا وَمَا أُنزِلَ عَلَىٰ إِبْرٰهِيْمَ وَإِسْمٰعِيْلَ

اور جو کچھ اتر ابراہیم پر اور جو کچھ اتر اسماعیل پر

انبیاء سے اللہ تعالیٰ کا عہد | یعنی کوئی نبی اپنی بندگی کی تعلیم نہیں دے سکتا۔ بندگی صرف ایک خدا کی سکھائی جاتی ہے۔ البتہ انبیاء کا حق یہ ہے کہ لوگ ان پر ایمان لائیں، انکا کہنا مانیں، اور ہر قسم کی مدد کریں۔ عام لوگوں کا تو کیا ذکر ہے، حق تعالیٰ نے خود پیغمبروں سے بھی یہ پختہ عہد لے چھوڑا ہے کہ جب تم میں سے کسی نبی کے بعد دوسرا نبی آئے (جو یقیناً پہلے انبیاء اور ان کی کتابوں کی اجمالاً یا تفصیلاً تصدیق کرتا ہوا آئے گا) تو ضروری ہے کہ پہلا نبی پچھلے کی صداقت پر ایمان لائے اور اس کی مدد کرے۔ اگر اس کا زمانہ پائے تو بذاتِ خود بھی اور نہ پائے تو اپنی امت کو پوری طرح ہدایت و تاکید کر جائے کہ بعد میں آنے والے پیغمبر پر ایمان لا کر اس کی اعانت و نصرت کرنا، کہ یہ وصیت کر جانا بھی اس کی مدد کرنے میں داخل ہے۔ اس عام قاعدہ سے روز روشن کی طرح ظاہر ہے کہ خاتم الانبیاء محمد رسول اللہ ﷺ پر ایمان لانے اور ان کی مدد کرنے کا عہد بلا استثناء تمام انبیاء کے سابقین سے لیا گیا ہوگا اور انہوں نے اپنی اپنی امتوں سے یہ ہی قول و قرار لئے ہوئے۔ کیونکہ ایک آپ ﷺ ہی کی مخزن الکلمات، ہستی تھی جو عالم غیب میں سب سے پہلے اور عالم شہادت میں سب انبیاء کے بعد جلوہ افروز ہونے والی تھی، اور جس کے بعد کوئی نبی آنے والا نہ تھا، اور آپ ہی کا وجود باوجود تمام انبیاء کے سابقین اور کتب سماویہ کی حقانیت پر مہر تصدیق ثبت کرنے والا تھا، چنانچہ حضرت علیؓ اور ابن عباسؓ وغیرہ سے منقول ہے کہ اس قسم کا عہد انبیاء سے لیا گیا۔ اور خود آپ نے ارشاد فرمایا کہ اگر آج موسیٰ زندہ ہوتے تو ان کو میری اتباع کے بدون چارہ نہ ہوتا۔ اور فرمایا کہ عیسیٰ علیہ السلام جب نازل ہوئے تو کتاب اللہ (قرآن کریم) اور تمہارے نبی کی سنت پر فیصلے کریں گے۔ محشر میں شفاعت کبریٰ کے لئے پیش قدمی کرنا اور تمام نبی اممہ آپ نے جہنم سے تلے جمع ہونا اور شب معراج میں بیت المقدس کے اندر تمام انبیاء کی امامت کرنا حضور ﷺ کی اسی سیادت عامہ اور امامت علیؓ کے آثار میں سے ہے اللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَعَلٰی اٰلِ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَبَارِكْ وَسَلِّمْ۔

یہ الفاظ شخصِ مہدیؑ کی تاکید و اہتمام کے لئے فرمائے کیونکہ جس عہد نامہ پر خدا تعالیٰ اور پیغمبروں کی گواہی ہو اس سے زیادہ کچی دستاویز کہاں ہوسکتی ہے۔

جس چیز کا عہد خدا نے تمام انبیاء سے لیا اور انبیاء نے اپنی اپنی امتوں سے۔ اب اگر دنیا میں کوئی شخص اس سے زور گردانی کرے تو بلاشبہ پرلے درجہ کا بد عہد اور نافرمان ہوگا۔ بائبل، اعمال رسل، باب ۳، آیت ۲۱ میں ہے۔ "ضرور ہے کہ آسمان اُسے لئے رہے اس وقت تک کہ سب چیزیں جن کا ذکر خدا نے اپنے سب پاک نبیوں کی زبانی شروع سے کیا۔ اپنی حالت پر آویں کیونکہ موسیٰ نے باپ دادوں سے کہا کہ خداوند جو تمہارا خدا ہے، تمہارے بھائیوں میں سے تمہارے لئے ایک نبی میری مانند اٹھائے گا۔ جو کچھ وہ تمہیں کہے اس کی سب سُنو۔"

اسلام کے سوا کوئی دین نہیں | یعنی ہمیشہ سے خدا کا دین اسلام رہا ہے، جس کے معنی ہیں حکم برداری۔ مطلب یہ ہے کہ جس وقت حق تعالیٰ کا جو حکم کسی راستباز اور صادق القول پیغمبر کے توسط سے پہنچے اسکے سامنے گردن جھکا دو۔ پس آج جو احکام و ہدایات سید المرسلین خاتم الانبیاء لیکر آئے وہ ہی خدا کا دین ہے۔ کیا اسے چھوڑ کر نجات و فلاح کا کوئی اور راستہ ڈھونڈتے ہیں؟ خوب سمجھ لیں کہ خدا کا دین چھوڑ کر کہیں ابدی نجات اور حقیقی کامیابی نہیں مل سکتی۔ آدمی کو سزاوار نہیں کہ اپنی خوشی اور شوق و رغبت سے اس خدا کی حکم برداری اختیار نہ کرے جس کے حکم تکوینی کے نیچے تمام آسمان و زمین کی چیزیں ہیں خواہ وہ حکم تکوینی ان کے ارادہ اور خوشی کے توسط سے ہو جیسے فرشتے اور فرمانبردار بندوں کی اطاعت میں، یا مجبوری اور لاچارگی سے، جیسے عالم کا ذرہ ذرہ ان آثار و حوادث میں جن کا توغ و نظور بدون مخلوق کی مشیت و ارادہ کے ہوتا ہے حق تعالیٰ کی مشیت و ارادہ کا تابع ہے۔

بے اختیار کار جب وہیں لوٹ کر جانا ہے تو عقلمند کو چاہئے کہ پہلے سے تیاری کر رکھے۔ یہاں نافرمانیاں کیس تو وہاں کیا منہ دھلائے گا۔

وَإِسْحَاقَ وَيَعْقُوبَ وَالْأَسْبَاطِ وَمَا أُوتِيَ مُوسَىٰ

اور اسحق پر اور یعقوب پر اور اس کی اولاد پر اور جو ملا موسیٰ کو

وَعِيسَىٰ وَالنَّبِيِّونَ مِنْ رَبِّهِمْ ۚ لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ

اور عیسیٰ کو اور جو ملا سب نبیوں کو ان کے پروردگار کی طرف سے ہم جدا نہیں کرتے ان میں

أَحَدٍ مِّنْهُمْ ۚ وَنَحْنُ لَهُ مُسْلِمُونَ ﴿۸۴﴾ وَمَنْ يَبْتَغِ

کسی کو اور ہم اسی کے فرمانبردار ہیں اور جو کوئی چاہے

غَيْرَ الْإِسْلَامِ دِينًا فَلَنْ يُقْبَلَ مِنْهُ ۗ وَهُوَ فِي

سوا دین اسلام کے اور کوئی دین سوا اس سے ہرگز قبول نہ ہوگا اور وہ

الْآخِرَةِ مِنَ الْخٰسِرِينَ ﴿۸۵﴾ كَيْفَ يَهْدِي اللَّهُ قَوْمًا

آخرت میں خراب ہے کیونکر راہ دے گا اللہ ایسے لوگوں کو

كَفَرُوا بَعْدَ إِيمَانِهِمْ وَشَهِدُوا أَنَّ الرَّسُولَ حَقٌّ وَ

اور کافر ہو گئے ایمان لاکر اور گواہی دے کر کہ بیشک رسول سچا ہے اور

جَاءَهُمُ الْبَيِّنَاتُ ۗ وَاللَّهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظَّالِمِينَ ﴿۸۶﴾

آئیں ان کے پاس نشانیاں روشن اور اللہ راہ نہیں دیتا ظالم لوگوں کو

أُولَٰئِكَ جَزَاءُ وَّهُمْ أَنَّ عَلَيْهِمْ لَعْنَةَ اللَّهِ وَالْمَلٰٓئِكَةِ

ایسے لوگوں کی سزا یہ ہے کہ ان پر لعنت ہے اللہ کی اور فرشتوں کی

وَالنَّاسِ أَجْمَعِينَ ﴿۸۷﴾ خٰلِدِينَ فِيهَا ۗ لَا يُخَفَّفُ عَنْهُمْ

اور لوگوں کی سب کی ہمیشہ رہیں گے اس میں نہ ہلکا ہوگا ان سے

◆ تمام انبیاء برحق تھے | یعنی جو کچھ جس زمانہ میں خدا کی طرف سے اترا، یا کسی پیغمبر کو دیا گیا ہم بلا تفریق سب کو حق مانتے ہیں۔ ایک مسلم فرما بردار کا یہ وطیرہ نہیں کہ خدا کے بعض پیغمبروں کو ماننے بعض کو نہ مانے، گویا اخیر میں و نَحْنُ لَهُ مُسْلِمُونَ کہہ کر اسلام کی حقیقت بتلا دی اور آگاہ کر دیا کہ اسلام کسی نبی برحق اور کسی آسمانی کتاب کی تکذیب کا روادار نہیں۔ اس کے نزدیک جس طرح قرآن کریم اور پیغمبر عربی ﷺ کا نہ ماننا کفر ہے ایسے ہی کسی ایک نبی یا کتاب سماوی کا انکار کرنے سے بھی انسان کافر ہو جاتا ہے۔ بیشک پیغمبر آخر الزمان کی یہ ہی شان ہونی چاہئے کہ وہ تمام پہلی کتابوں اور نبوتوں کا مصدق ہو۔ اور اس طرح کی تمام اقوام کو جن کے پاس مقامی "نذیر" و "ہادی" آتے رہے تھے، جامعیت گہری کے سب سے بڑے جھنڈک کے نیچے جمع ہونے کا راستہ بتلائے (تنبیہ) اسی قسم کی آیت پارہ الم کے آخر میں آچکی ہے اس کے فوائد ملاحظہ کر لئے جائیں۔

◆ اسلام کے سوا کوئی دین قبول نہیں | یعنی جب خدا کا دین (اسلام) اپنی مکمل صورت میں آپہنچی تو کوئی جھوٹا یا نامکمل دین قبول نہیں کیا جاسکتا۔ طلوع آفتاب کے بعد مٹی کے چراغ جلانا یا گیس بجلی اور ستاروں کی روشنی تلاش کرنا محض لغو اور کھلی حماقت ہے۔ مقامی نبوتوں اور ہدایتوں کا عہد گزر چکا۔ اب سب سے بڑی آخری اور عالمگیر نبوت و ہدایت سے ہی روشنی حاصل کرنی چاہئے کہ یہ ہی تمام روشنیوں کا خزانہ ہے جس میں پہلی تمام روشنیاں مدغم ہو چکی ہیں۔ فانک شمس و الملوک کواکب اذا طلعت لم یذ منهن کواکب۔

◆ یعنی ثواب و کامیابی سے قطعاً محروم ہے۔ اس سے بڑا خسارہ کیا ہوگا کہ اس المال ہی کھو بیٹھا۔ حق تعالیٰ نے جس صحیح فطرت پر پیدا کیا تھا اپنے سوا اختیار اور غلط کاری سے اسے بھی تباہ کر ڈالا۔

◆ جھٹلانے والوں کا دردناک انجام | جن لوگوں نے وضوح حق کے بعد جان بوجھ کر کفر اختیار کیا۔ یعنی دل میں یقین رکھتے ہیں اور آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں بلکہ اپنی خاص مجلسوں میں اقرار کرتے ہیں کہ یہ رسول سچا ہے۔ اس کی حقانیت و صداقت کے روشن دلائل، کھلے نشانات اور صاف بشارات ان کو پہنچ چکی ہیں۔ اس پر بھی کبر و حسد اور حسب جاہ و مال، اسلام قبول کرنے اور کفر و عدوان کے چھوڑنے سے مانع ہے جیسا کہ عموماً یہود و نصاریٰ کا حال تھا، ایسے ہٹ دھرم، خمدی معاندین کی نسبت کیونکر توقع کی جا سکتی ہے کہ باوجود اس طرح کا رویہ قائم رکھنے کے خدا تعالیٰ انکو نجات و فلاح اور اپنی خوشنودی کے راستہ پر لے جائیگا یا جنت تک پہنچنے کی راہ دے گا۔ اُسکی عادت نہیں کہ ایسے بے انصاف متعصب ظالموں کو حقیقی کامیابی کی راہ دے۔ اسی پر ان بد بختوں کو قیاس کر لو جو قلبی معرفت و یقین کے درجہ سے بڑھ کر ایک مرتبہ مسلمان بھی ہو چکے تھے۔ پھر ذیوی اغراض اور شیطانی اغواء سے مرتد ہو گئے۔ یہ ان پہلوں سے بھی زیادہ کجرو اور بے حیا واقع ہوئے ہیں، اس لئے ان سے بڑھ کر لعنت و عقوبت کے مستحق ہونگے۔

◆ یعنی خدا فرشتے اور مسلمان لوگ سب ان پر لعنت بھیجتے ہیں بلکہ ہر انسان حتیٰ کہ وہ خود بھی اپنے اوپر لعنت کرتے ہیں جب کہتے ہیں کہ ظالموں اور جھوٹوں پر خدا کی لعنت۔ گو اس وقت تکہتے نہیں کہ یہ لعنت خود ان ہی پر واقع ہو رہی ہے۔

◆ یعنی اس لعنت کا اثر ہمیشہ رہیگا۔ دنیا میں پھٹکار اور آخرت میں خدا کی مار۔

الْعَذَابُ وَلَا هُمْ يَنْظُرُونَ ﴿۸۸﴾ إِلَّا الَّذِينَ تَابُوا مِنْ

عذاب اور نہ ان کو فرصت ملے ﴿۸۸﴾ مگر جنہوں نے توبہ کی اس کے

بَعْدِ ذَلِكَ وَأَصْدَحُوا قَاتِلَ اللَّهِ غَفُورٌ رَحِيمٌ ﴿۸۹﴾ إِنَّ

بعد اور نیک کام کئے تو بیشک اللہ غفور رحیم ہے ﴿۸۹﴾ جو

الَّذِينَ كَفَرُوا وَبَعَدَ إِيْمَانِهِمْ ثُمَّ زَادُوا كُفْرًا لَّنَّ

لوگ منکر ہوئے مان کر پھر بڑھتے رہے انکار میں ہرگز

تُقْبَلُ تَوْبَتُهُمْ وَأُولَئِكَ هُمُ الضَّالُّونَ ﴿۹۰﴾ إِنَّ

قبول نہ ہوگی ان کی توبہ اور وہی ہیں گمراہ ﴿۹۰﴾ جو

الَّذِينَ كَفَرُوا وَمَاتُوا وَهُمْ كُفَّارٌ فَلَنْ يُقْبَلَ مِنْ

لوگ کافر ہوئے اور مر گئے کافر ہی تو ہرگز قبول نہ ہوگا کسی

أَحَدِهِمْ مِلُّ الْأَرْضِ ذَهَبًا وَلَوْ افْتَدَى بِهِ

ایسے زمین بھر کر سونا ﴿۹۱﴾ اور اگر چہ بدلا دیوے اس قدر سونا

أُولَئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ وَمَا لَهُمْ مِنْ نَاصِرِينَ ﴿۹۱﴾

ان کو عذاب دردناک ہے اور کوئی نہیں ان کا مددگار ﴿۹۱﴾

﴿۱﴾ یعنی انہیں نہ کسی وقت عذاب کی شدت میں کمی محسوس ہوگی اور نہ ذرا سی دیر کے لئے عذاب ملتوی کر کے آرام دیا جائیگا۔

﴿۲﴾ ایسے سخت بے حیا مجرموں اور شدید ترین باغیوں کو کون بادشاہ معافی دے سکتا ہے؟ لیکن یہ اس غفور رحیم ہی کی بارگاہ ہے کہ اس قدر شدید جرائم اور بغاوتوں کے بعد بھی اگر مجرم نادام ہو کر سچے دل سے توبہ اور نیک چال چلن اختیار کر لے تو سب گناہ یک قلم معاف کر دیے جاتے ہیں اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ ذُنُوبِيْ فَاِنَّكَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ۔

رکمی توبہ سے معافی نہیں ہوگی | یعنی جو لوگ حق کو مان کر اور سمجھ بوجھ کر منکر ہوئے پھر اخیر تک انکار میں ترقی کرتے رہے، نہ کبھی کفر سے بٹنے کا نام لیا، نہ حق اور اہل حق کی عداوت ترک کی، بلکہ حق پرستوں کے ساتھ بحث و مناظرہ اور جنگ و جدل کرتے رہے جب مرنے کا وقت آیا اور فرشتے جان نکالنے لگے تو توبہ کی سوچھی۔ یا کبھی کسی مصلحت سے ظاہر طور پر رکمی الفاظ توبہ کے کہہ لئے یا کفر پر برابر قائم رہتے ہوئے بعض دوسرے اعمال سے توبہ کر لی جنہیں اپنے زعم میں گناہ سمجھ رہے تھے۔ یہ توبہ کسی کام کی نہیں۔ بارگاہ رب اعزت میں اس کے قبول کی کوئی امید نہ رکھیں۔ ایسے لوگوں کو سچی توبہ نصیب ہی نہ ہوگی جو قبول ہو۔ ان کا کام ہمیشہ گمراہی کی وادیوں میں پڑے بھٹکتے رہنا ہے۔

ایمان کے بغیر کوئی عمل قبول نہیں | یعنی دنیا کی حکومتوں کی طرح وہاں سونے چاندی کی رشوت نہ چلے گی وہاں تو صرف دولت ایمان کام دے سکتی ہے۔ فرض کرو ایک کافر کے پاس اگر اتنا ڈھیر سونے کا ہو جس سے ساری زمین بھر جائے اور وہ سب کا سب سُن خیرات کر دے تو خدا کے یہاں اسکی ذرہ برابر وقعت نہیں نہ آخرت میں یہ عمل کچھ کام دیگا۔ کیونکہ عمل کی روح ایمان ہے جو عمل روح ایمان سے خالی ہو مردہ عمل ہوگا۔ جو آخرت کی ابدی زندگی میں کام نہیں دے سکتا۔

یعنی اگر فرض کرو کافر کے پاس وہاں اتنا مال ہو اور خود اپنی طرف سے درخواست کر کے بطور فد یہ پیش کرے کہ یہ لیکر مجھے چھوڑ دو تب بھی قبول نہیں کیا جاسکتا اور بدون پیش کئے تو پوچھتا ہی کون ہے۔ دوسری جگہ فرمایا اِنَّ الْاٰیٰتِیْنَ كُفِّرُوْا لَوْ اَنَّ لَهُمْ مَّا فِی الْاَرْضِ جَمِیْعًا وَّ مِثْلَہٗا مَعًا لَیَفْتَدُوْا بِہٖ مِنْ عَذَابِ یَوْمِ الْقِیَامَةِ مَا تَقْبَلُ مِنْہُمْ وَّلَهُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ (مائدہ۔ رکوع ۶)

لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتَّى تُنْفِقُوا مِمَّا تُحِبُّونَ ۗ

ہرگز نہ حاصل کر سکو گے نیکی میں کمال جب تک نہ خرچ کرو اپنی پیاری چیز سے کچھ

وَمَا تُنْفِقُوا مِنْ شَيْءٍ فَإِنَّ اللَّهَ بِهِ عَلِيمٌ ۝۹۳

اور جو چیز خرچ کرو گے

سوال اللہ کو معلوم ہے

الطَّعَامِ كَانَ حِلاَّ لِبَنِي إِسْرَائِيلَ إِلَّا مَا حَرَّمَ

کھانے کی چیزیں حلال تھیں بنی اسرائیل کو مگر وہ جو حرام کر لی تھی

إِسْرَائِيلَ عَلَى نَفْسِهِ مِنْ قَبْلِ أَنْ تُنَزَّلَ التَّوْرَةُ ۗ

اسرائیل نے اپنے اوپر اوریت نازل ہونے سے پہلے

قُلْ فَأْتُوا بِالتَّوْرَةِ فَاتْلُوهَا إِن كُنْتُمْ صَادِقِينَ ۝۹۴

تو کہہ لاؤ توریٹ اور پڑھو اگر سچے ہو

فَمَنْ افْتَرَى عَلَى اللَّهِ الْكُذِبَ مِنْ بَعْدِ ذَلِكَ

پھر جو کوئی جوڑے اللہ پر جھوٹ اس کے بعد

فَأُولَئِكَ هُمُ الظَّالِمُونَ ۝۹۵ قُلْ صَدَقَ اللَّهُ تَعَالَى

تو وہی ہیں بڑے بے انصاف تو کہہ سچ فرمایا اللہ نے

فَاتَّبِعُوا مِلَّةَ إِبْرَاهِيمَ حَنِيفًا ۗ وَمَا كَانَ مِنَ

اب تالیق ہو جاؤ دین ابراہیم کے جو ایک ہی کا ہو رہا تھا اور نہ تھا

الْمُشْرِكِينَ ۝۹۶ إِنَّ أَوَّلَ بَيْتٍ وُضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِي

شرک کرنے والا بیشک سب سے پہلا گھر جو مقرر ہوا لوگوں کے واسطے یہی ہے

الجزء الرابع (۴۱)

وقف جبریل علیہ السلام

◆ **محبوب چیزیں خرچ کرنے کی فضیلت** | یعنی اللہ کو معلوم ہے کہ کیسی چیز خرچ کی، کہاں خرچ کی اور کس کے لئے خرچ کی۔ جتنی محبوب اور پیاری چیز جس طرح کے مصرف میں جس قدر اخلاص و حسن نیت سے خرچ کرو گے اسی کے موافق خدا تعالیٰ کے یہاں سے بدلہ ملنے کی امید رکھو۔ اعلیٰ درجہ کی نیکی حاصل کرنا چاہو تو اپنی محبوب و عزیز ترین چیزوں میں سے کچھ خدا کے راستہ میں نکالو۔ حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں ”یعنی جس چیز سے دل بہت لگا ہوا سکے خرچ کر نیکا بڑا درجہ ہے، یوں ثواب ہر چیز میں ہے شاید یہود و نصاریٰ کے ذکر میں یہ آیت اس واسطے نازل فرمائی کہ ان کو اپنی ریاست بہت عزیز تھی جسکے تھامنے کو نبی کے تابع نہ ہوتے تھے تو جب تک وہ ہی اللہ کے راستہ میں نہ چھوڑیں درجہ ایمان نہ پائیے، پہلی آیت سے یہ مناسبت ہوئی کہ وہاں کافر کا مال خرچ کرنا بیکار بتلایا تھا اب اس کے بالقابل بتلادیا کہ مومن جو خرچ کرے اس سے نیکی میں کمال حاصل ہوتا ہے۔

◆ **تحريم حلال کی نذر کا مسئلہ** | یہود آنحضرت ﷺ اور مسلمانوں سے کہتے تھے کہ تم اپنے کو دین ابراہیم پر کیسے بتلاتے ہو جبکہ وہ چیزیں کھاتے ہو جو اللہ تعالیٰ نے ابراہیم کے گھرانے پر حرام کی تھیں جیسے اونٹ کا گوشت اور دودھ۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ جتنی چیزیں اب لوگ کھاتے ہیں سب ابراہیم کے وقت میں حلال تھیں جب تک تورات نازل ہوئی، بیشک تورات میں خاص بنی اسرائیل پر بعض چیزیں حرام ہوئی ہیں۔ مگر ایک اونٹ تورات سے پہلے حضرت اسرائیل (یعقوب) علیہ السلام نے اس کے کھانے سے قسم کھائی تھی، انکی بیروی میں انکی اولاد نے بھی چھوڑ دیا تھا۔ اور اس قسم کا سبب یہ تھا کہ یعقوب علیہ السلام کو ”عرق النساء“ کا درد تھا، اس وقت نذر کی کہ اگر صحت پاؤں تو جو چیز میری رغبت کی ہے اسے چھوڑ دوں گا۔ ان کو یہ ہی (اونٹ کا گوشت اور دودھ) بہت مرغوب تھا، سو نذر کے سبب چھوڑ دیا۔ اس قسم کی نذر جو تحريم حلال پر مشتمل ہو ہماری شریعت میں روا نہیں کما قال تعالیٰ يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ لِمَ تُحَرِّمُ مَا أَحَلَّ اللَّهُ لَكَ (تحريم۔ رکوع ۱) اگر کر لی تو توڑ دے اور کفارہ ادا کرے (تنبیہ) پہلی آیت میں محبوب چیز کے خرچ کرنے کا ذکر تھا۔ اس آیت میں یعقوب کا ایک محبوب چیز کو چھوڑ دینا مذکور ہے۔ اس طرح دونوں آیتوں میں لطیف مناسبت ہو گئی۔ نیز ان آیات میں متنبہ کیا گیا ہے کہ پہلی شرائع میں نسخ واقع ہوا ہے جو چیز ایک زمانہ میں حلال تھی بعد میں حرام ہو گئی۔ اگر اسی طرح اب شریعت محمدیہ اور شرائع سابقہ میں حلال و حرام کے اعتبار سے تفاوت ہو تو انکار و استبعاد کی کوئی وجہ نہیں۔

◆ **یہودیوں کو آنحضرت ﷺ کا چیلنج** | یعنی اگر تم سچے ہو کہ یہ چیزیں ابراہیم کے زمانے سے حرام تھیں تو لاؤ یہ مضمون خود اپنی مسلم کتاب تورات میں دکھلا دو۔ اگر اس میں بھی نہ نکلا تو تمہارے کاذب و مفتری ہونے میں کیا شبہ ہو سکتا ہے۔ روایات میں ہے کہ یہود نے یہ زبردست چیلنج منظور نہ کیا۔ اور اس طرح نبی امی ﷺ کی صداقت پر ایک دلیل قائم ہو گئی۔

◆ **یعنی بڑی بے انصافی ہوگی اگر اس کے بعد بھی وہی مرنے کی ایک ٹانگ گاتے رہو کہ نہیں، یہ چیزیں ابراہیم کے زمانہ سے حرام ہیں اور دین ابراہیم کے اصلی پیرو ہم ہیں۔**

◆ **یعنی خدا تعالیٰ نے حلال و حرام کے متعلق نیز اسلام اور محمد ﷺ کے باب میں سچی سچی اور کھری کھری باتیں تم کو سنادیں جن کو کوئی جھٹلا نہیں سکتا۔ اب چاہئے کہ تم بھی مسلمانوں کی طرح اصلی دین ابراہیم کی پیروی اور اس کے اصول کا اتباع کرنے لگو جن میں سب سے بڑی چیز توحید خالص تھی۔ چاہئے کہ تم بھی عزیز و سچ اور اہبار اور بہان کی، پرستش چھوڑ کر کچے موحد مسلم بن جاؤ۔**

بِبَكَّةٍ مُّبْرَكًا وَهُدًى لِّلْعَالَمِينَ ﴿٦٦﴾ فِيهِ آيَاتٌ

جو مکہ میں ہے ﴿۶۶﴾ برکت والا اور ہدایت جہان کے لوگوں کو اس میں نشانیاں ہیں

بَيِّنَاتٍ مَّقَامِ إِبْرَاهِيمَ ۚ وَمَنْ دَخَلَهُ كَانَ آمِنًا ۗ

ظاہر جیسے مقام ابراہیم اور جو اس کے اندر آیا اس کو امن ملا ﴿۶۷﴾

وَلِلَّهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ إِلَيْهِ

اور اللہ کا حق ہے لوگوں پر حج کرنا اس گھر کا جو شخص قدرت رکھتا ہو اس کی طرف راہ

سَبِيلًا ۗ وَمَنْ كَفَرَ فَإِنَّ اللَّهَ غَنِيٌّ عَنِ الْعَالَمِينَ ﴿٦٧﴾

چلنے کی اور جو نہ مانے تو پھر اللہ پر وائیں رکھتا جہان کے لوگوں کی ﴿۶۸﴾

قُلْ يَا أَهْلَ الْكِتَابِ لِمَ تَكْفُرُونَ بِآيَاتِ اللَّهِ ۗ

تو کہہ اے اہل کتاب کیوں منکر ہوتے ہو اللہ کے کلام سے

وَاللَّهُ شَهِيدٌ عَلَىٰ مَا تَعْمَلُونَ ﴿٦٨﴾ قُلْ يَا أَهْلَ

اور اللہ کے رُؤُوسِ ہے جو تم کرتے ہو ﴿۶۹﴾ تو کہہ اے

الْكِتَابِ لِمَ تَصُدُّونَ عَنِ سَبِيلِ اللَّهِ ۗ مَنْ آمَنَ

اہل کتاب کیوں روکتے ہو اللہ کی راہ سے ایمان لانے والوں کو

تَبْعُونَهَا عِوَجًا ۗ وَأَنْتُمْ شُهَدَاءُ ۗ وَمَا اللَّهُ

کہ ڈھونڈتے ہو اس میں عیب اور تم خود جانتے ہو اور اللہ

بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُونَ ﴿٦٩﴾ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا

بے خبر نہیں تمہارے کام سے ﴿۷۰﴾ اے ایمان والو

سب سے پہلا گھر کعبہ [مسلمانوں کے اس دعوے پر کہ ہم سب سے زیادہ ابراہیم سے اشد واقرب ہیں، یہود کو یہ بھی اعتنا نہ تھا کہ ابراہیم علیہ السلام نے وطن اصلی (عراق) چھوڑ کر شام کو ہجرت کی، وہیں رہے وہیں وفات پائی بعد ان کی اولاد شام میں رہی، کتنے انبیاء اسی مقدس سرزمین میں مبعوث ہوئے سب کا قبلہ بیت المقدس رہا کیا، پھر تم حجاز کے رہنے والے جنہوں نے بیت المقدس کو چھوڑ کر کعبہ کو اپنا قبلہ بنا لیا ہے اور سرزمین شام سے ذرا ایک طرف پڑے ہو کس منہ سے دعویٰ کر سکتے ہو کہ ابراہیم و ملت ابراہیم سے تم کو زیادہ قرب و مناسبت حاصل ہے۔ اس آیت میں معترضین کو بتلایا گیا کہ بیت المقدس وغیرہ مقامات مقدسہ تو بعد میں تعمیر ہوئے ہیں دنیا میں سب سے پہلا متبرک گھر جو لوگوں کی توجہ الی اللہ کے لئے مقرر کیا گیا اور بطور ایک عبادت گاہ اور نشان ہدایت کے بنایا گیا، وہ یہی کعبہ شریف ہے۔ جو اس مبارک شہر مکہ معظمہ میں واقع ہوا ہے۔

بیت اللہ کی برکات اور اہمیت [حق تعالیٰ نے شروع سے اس گھر کو ظاہری و باطنی احسی و معنوی برکات سے معمور کیا اور سارے جہان کی ہدایت کا سرچشمہ ٹھہرایا ہے۔ روئے زمین پر جس کسی مکان میں برکت و ہدایت پائی جاتی ہے اسی بیت مقدس کا ایک عکس اور پرتو سمجھنا چاہئے یہیں سے رسول الثقلین کو اٹھایا، مناسک حج ادا کرنے کے لئے سارے جہان کو اسی کی طرف دعوت دی۔ عالمگیر مذہب اسلام کے پیروں کو مشرق و مغرب میں اسی کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنے کا حکم ہوا۔ اسکے طواف کرنیوالوں پر عجیب و غریب برکات و انوار کا افاضہ فرمایا۔ انبیاء سابقین بھی حج ادا کرنے کے لئے نہایت شوق و ذوق سے تلبیہ پکارتے ہوئے اسی شمع کے پروانے بنے اور طرح طرح کی ظاہر و باہر نشانیاں قدرت نے بیت اللہ کی برکت سے اس سرزمین میں رکھ دیں۔ اسی لئے ہر زمانہ میں مختلف مذاہب والے اسی غیر معمولی تعظیم و احترام کرتے رہے اور ہمیشہ وہاں داخل ہو نیوالے کو مامون سمجھا گیا۔ اسکے پاس مقام ابراہیم کی موجودگی پتہ دے رہی ہے کہ یہاں ابراہیم کے قدم آئے ہیں اور اسکی تاریخ جو تمام عرب کے نزدیک بلا تکلیف مسلم چلی آرہی ہے بتلاتی ہے کہ یہ وہ پتھر ہے جس پر کبڑے ہو کر ابراہیم علیہ السلام نے کعبہ تعمیر کیا تھا اور خدا کی قدرت سے اس پتھر میں ابراہیم کے قدم کا نشان پڑ گیا تھا جو آج تک محفوظ چلا آتا ہے گویا علاوہ تاریخی روایات کے اس مقدس پتھر کا وجود ایک ٹھوس دلیل اس کی ہے کہ یہ گھر طوفان نوح کی تباہی کے بعد حضرت ابراہیم

کے پاک ہاتھوں سے تعمیر ہوا جن کی مدد کے لئے حضرت اسمعیل علیہ السلام شریک کار رہے جیسا کہ پارہ الہم کے آخر میں گذر چکا ہے۔ بیت اللہ کے حج کا حکم [اس پاک گھر میں جمال خداوندی کی کوئی خاص تجلی ہے جس کی وجہ سے ادائے حج کے لئے اسے مخصوص کیا گیا کیونکہ حج ایک ایسی عبادت ہے جس کی ہر ادا اس جمیل مطلق اور محبوب برحق کے عشق و محبت کے جذبہ کا اظہار کرتی ہے پس ضروری ہے کہ جسے اس کی محبت کا دعویٰ ہو اور بدنی و مالی حیثیت سے بیت اللہ تک پہنچنے کی قدرت رکھتا ہو کم از کم عمر میں ایک مرتبہ دیا محبوب میں حاضری دے اور دیوانہ وار وہاں کا چکر لگائے۔ (اس مضمون کو حضرت مولانا محمد قاسم قدس اللہ سرہ نے "قبلہ نما" میں بڑے شرح و بسط سے لکھا ہے) جو مدعی محبت اتنی تکلیف اٹھانے سے بھی انکار کرے سمجھ لو کہ جھوٹا عاشق ہے۔ اختیار ہے جہاں چاہے دھکے کھاتا پھرے خود محروم و مہجور رہیگا۔ اس محبوب حقیقی کو کسی کی کیا پروا ہے کوئی یہودی ہو کر مرے یا نصرانی ہو کر، اس کا کیا بگڑتا ہے۔ احکام حج کی تفصیل کتب فقہ میں دیکھنی چاہئے۔

اہل کتاب کو تنبیہ [پہلے سے خطاب یہود و نصاریٰ کو کیا جا رہا تھا۔ درمیان میں ان کے بعض شبہات کا جواب دیا گیا۔ یہاں سے پھر ان کو تنبیہ و توبیح کی گئی۔ یعنی حق و صداقت کے واضح دلائل اور قرآن کریم کی ایسی سچی اور پکی باتیں سننے کے بعد بھی تمہیں کیا ہوا کہ باوجود اہل کتاب کہلانے کے برابر کلام اللہ اور اسکے لانیوالے کے انکار پر تلے ہوئے ہو۔ یاد رکھو تمہاری سب کاروائیاں خدا کے سامنے ہیں تمہاری نیتوں اور تدبیروں کو وہ خوب جانتا ہے، جس وقت پکڑیگا، رتی رتی کا حساب لے کر چھوڑیگا۔

یعنی نہ صرف یہ کہ خود ایمانی سعادت حاصل کرنے سے محروم ہو، دوسروں کو بھی چاہتے ہو کہ اللہ کے راستہ سے روک دو اور جو سعید روحیں مشرف بایمان ہو چکی ہیں ان کو اسلام کے فرضی عیب بتلا کر دین اسلام سے واپس لے آؤ۔ پھر یہ حرکتیں محض جہل و بے خبری سے نہیں کر رہے بلکہ سمجھ بوجھ کر سیدھی باتوں کو ٹیڑھا ثابت کرنے کی فکر میں رہتے ہو۔ تمہارے اس ہیر پھیر سے خدا بے خبر نہیں، مناسب وقت پر اکٹھی سزا دے گا۔

إِنْ تَطِيعُوا فَرِيقًا مِّنَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ يَرُدُّوكُمْ

اگر تم کہا مانو گے

بعضے اہل کتاب کا

تو پھر کر دینگے اور تم کو

بَعْدَ إِيمَانِكُمْ كَافِرِينَ ﴿۱۰۰﴾ وَكَيْفَ تَكْفُرُونَ وَ

ایمان لائے پیچھے کافر

اور تم کس طرح کافر ہوتے ہو

اور

أَنْتُمْ تُنْتَلَىٰ عَلَيْكُمْ آيَاتُ اللَّهِ وَفِيكُمْ رَسُولُهُ ط

تم پر پڑھی جاتی ہیں

آیتیں اللہ کی

اور تم میں اس کا رسول ہے

وَمَنْ يَعْصِمْ بِاللَّهِ فَقَدْ هُدِيَ إِلَىٰ صِرَاطٍ

اور جو کوئی مضبوط پکڑے اللہ کو

تو اس کو ہدایت ہوئی

سیدھے

مُسْتَقِيمٍ ﴿۱۰۱﴾ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ حَقَّ

رستہ کی

اے ایمان والو

ڈرتے رہو اللہ سے جیسا چاہیے اس سے

تَقَاتِهِ وَلَا تَمُوتُنَّ إِلَّا وَأَنْتُمْ مُسْلِمُونَ ﴿۱۰۲﴾ وَاعْتَصِمُوا

ڈرنا

اور نہ مریو

مگر مسلمان

اور مضبوط پکڑو

بِحَبْلِ اللَّهِ جَمِيعًا وَلَا تَفَرَّقُوا ۚ وَاذْكُرُوا نِعْمَتَ

رسی اللہ کی سب مل کر

اور پھوٹ نہ ڈالو

اور یاد کرو احسان

اللَّهِ عَلَيْكُمْ إِذْ كُنْتُمْ أَعْدَاءً ۚ فَأَلَّفَ بَيْنَ قُلُوبِكُمْ

اللہ کا

اپنے اوپر

جب کہ تم آپس میں دشمن

پھر الفت دی تمہارے دلوں میں

فَأَصْبَحْتُمْ بِنِعْمَتِهِ إِخْوَانًا ۚ وَكُنْتُمْ عَلَىٰ شَفَا حُفْرَةٍ

اب ہو گئے اس کے فضل سے بھائی

اور تم تھے کنارے پر ایک آگ کے

❖ **مؤمنین کو نصیحتیں** | پہلے اہل کتاب کو ڈانٹا گیا تھا کہ جان بوجھ کر کیوں لوگوں کو گمراہ کرتے پھرتے ہو۔ یہاں مسلمانوں کو نصیحت کی گئی کہ تم ان مفسدین کے بھرنے میں نہ آنا، اگر ان کے اشاروں پر چلو گے تو اندیشہ ہے کہ آہستہ آہستہ نور ایمان سے نکل کر کفر کے تاریک گڑھے میں دوبارہ نہ جا گرو۔

❖ یعنی بہت بعید ہے کہ وہ قوم ایمان لائے پیچھے کافر بن جائے یا کافروں جیسے کام کرنے لگے جس کے درمیان خدا کا عظیم الشان پیغمبر جلوہ افروز ہو جو شب و روز ان کو اللہ کا روح پرور کلام اور اسکی تازہ بہ تازہ آیتیں پڑھ کر سناتا رہتا ہے، سچ تو یہ ہے کہ جس نے ہر طرف سے قطع نظر کر کے ایک خدا کو مضبوط پکڑ لیا اور اس پر دل سے اعتماد و توکل کیا اسے کوئی طاقت کامیابی کے سیدھے رستے سے ادھر ادھر نہیں ہٹا سکتی | تنبیہ | انصار مدینہ کے دو خاندانوں اوس و خزرج کے باہم اسلام سے قبل سخت عداوت اور دشمنی تھی ذرا ذرا بات پر لڑائی اور خونریزی کا بازار گرم ہو جاتا تھا جو برسوں تک سرد نہ ہوتا تھا۔ چنانچہ ”بعثت“ کی مشہور جنگ ایک سو بیس سال تک رہی آخر پیغمبر عربی ﷺ کی ہجرت پر ان کی قسمت کا ستارہ چمکا اور اسلام کی تعلیم اور نبی کریم ﷺ کے فیض صحبت نے دونوں قبیلوں کو جو صدیوں سے ایک دوسرے کے خون کے پیاسے رہتے تھے ملا کر شیر و شکر کر دیا اور نہایت مضبوط برادرانہ تعلقات قائم کر دیے۔ یہود مدینہ کو ان دونوں حریف خاندانوں کا اس طرح مل بیٹھنا اور متفقہ طاقت سے اسلام کی خدمت و حمایت کرنا ایک آنکھ نہ بھاتا تھا۔ ایک اندھے یہودی شامس بن قیس نے کسی فتنہ پرداز شخص کو بھیجا کہ جس مجلس میں دونوں خاندان جمع ہوں وہاں کسی ترکیب سے بغاوت کی لڑائی کا ذکر چھیڑ دے چنانچہ اس نے مناسب موقع پا کر بعثت کی یاد تازہ کرنے والے اشعار سنانے شروع کر دیے۔ اشعار کا سننا تھا کہ ایک مرتبہ جھمی ہوئی چنگاریاں پھر سلگ اٹھیں۔ زبانی جنگ سے گذر کر ہتھیاروں کی لڑائی شروع ہونے کو تھی کہ نبی کریم ﷺ جماعت مہاجرین کو ہمراہ لئے ہوئے موقع پر پہنچ گئے۔ آپ نے فرمایا اے گروہ مسلمین! اللہ سے ڈرو، میں تم میں موجود ہوں۔ پھر یہ جاہلیت کی پکار کیسی؟ خدا نے تم کو ہدایت دی، اسلام سے مشرف کیا، جاہلیت کی تاریکیوں کو محو فرما دیا کیا ان ہی کفریات کی طرف پھر اُلٹے پاؤں لوٹنا چاہتے ہو جن سے نکل کر آئے تھے۔ اس پیغمبرانہ آواز کا سننا تھا کہ شیطانی جال کے سب حلقے ایک ایک کر کے ٹوٹ گئے۔ اوس و خزرج نے ہتھیار پھینک دیے اور ایک دوسرے سے گلے مل کر رونے لگا۔ سب نے سمجھ لیا کہ یہ سب ان کے دشمنوں کی فتنہ انگیزی تھی جس سے آئندہ ہمیشہ ہشیار رہنا چاہئے۔ اسی واقعہ کے متعلق یہ کئی آیتیں نازل ہوئیں۔

❖ **تقویٰ اختیار کرو** | یعنی ہر مسلمان کے دل میں پورا ڈر خدا کا ہونا چاہئے کہ اپنے مقدر و بھر پر بیہزگاری و تقویٰ کی راہ سے نہ ہٹے اور ہمیشہ اس سے استقامت کا طالب رہے۔ شیاطین چاہتے ہیں کہ تمہارا قدم اسلام کے راستے سے ڈگمگا دیں۔ تم کو چاہئے کہ انہیں مایوس کر دو۔ اور مرتے دم تک کوئی حرکت مسلمانی کے خلاف نہ کرو۔ تمہارا جینا اور مرنا خالص اسلام پر ہونا چاہئے۔

❖ **اللہ کی رسی کو تھامے رہو** | یعنی سب مل کر قرآن کو مضبوط تھامے رہو جو خدا کی مضبوط رسی ہے۔ یہ رسی ٹوٹ تو نہیں سکتی ہاں چھوٹ سکتی ہے۔ اگر سب مل کر اس کو پوری قوت سے پکڑے رہو گے کوئی شیطان شر انگیزی میں کامیاب نہ ہو سکے گا اور انفرادی زندگی کی طرح مسلم قوم کی اجتماعی قوت بھی غیر متزلزل اور ناقابل اختلال ہو جائیگی۔ قرآن کریم سے تمسک کرنا ہی وہ چیز ہے جس سے بکھری ہوئی قوتیں جمع ہوتی ہیں اور ایک مردہ قوم حیات تازہ حاصل کرتی ہے لیکن تمسک بالقرآن کا یہ مطلب نہیں کہ قرآن کو اپنی آراء و اہوا کا تختہ مشق بنا لیا جائے بلکہ قرآن کریم کا مطلب وہی معتبر ہوگا جو احادیث صحیحہ اور سلف صالحین کی متفقہ تصریحات کے خلاف نہ ہو۔

❖ **اسلامی اخوت و اتحاد** | یعنی صدیوں کی عداوتیں اور کینے نکال کر خدا نے نبی کریم ﷺ کی برکت سے تم کو بھائی بھائی بنا دیا۔ جس سے تمہارا دین اور دنیا دونوں درست ہوئے اور ایسی ساکھ قائم ہو گئی جسے دیکھ کر تمہارے دشمن مرعوب ہوتے ہیں یہ برادرانہ اتحاد خدا کی اتنی بڑی نعمت ہے جو روئے زمین کا خزانہ خرچ کر کے بھی میسر نہ آسکتی تھی۔

مِّنَ النَّارِ فَأَنْقَذَكُمْ مِنْهَا كَذَلِكَ يُبَيِّنُ اللَّهُ لَكُمْ

گڑھے کے پھر تم کو اس سے نجات دی ﴿۱۳﴾ اسی طرح کھواتا ہے اللہ تم پر

أَيُّهَا لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُونَ ﴿۱۴﴾ وَلَتَكُنَّ مِنْكُمْ أُمَّةٌ

آئیں تاکہ تم راہ پاؤ ﴿۱۴﴾ اور چاہئے کہ رہے تم میں ایک جماعت

يَدْعُونَ إِلَى الْخَيْرِ وَيَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَوْنَ

ایسی جو بلائی رہے نیک کام کی طرف اور حکم کرتی رہے اچھے کاموں کا اور منع کریں

عَنِ الْمُنْكَرِ وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ ﴿۱۵﴾ وَلَا تَكُونُوا

برائی سے اور وہی پہنچے اپنی مراد ﴿۱۵﴾ اور مت ہو

كَالَّذِينَ تَفَرَّقُوا وَاخْتَلَفُوا مِنْ بَعْدِ مَا جَاءَهُمْ

ان کی طرح جو متفرق ہو گئے اور اختلاف کرنے لگے بعد اس کے کہ پہنچ چکے

الْبَيِّنَاتُ وَأُولَٰئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ عَظِيمٌ ﴿۱۶﴾ يَوْمَ

ان کو عذاب صاف اور ان کو بڑا عذاب ہے ﴿۱۶﴾ جس دن

تَبْيَضُّ وُجُوهٌ وَتَسْوَدُّ وُجُوهٌ فَأَمَّا الَّذِينَ

کہ سفید ہوں گے بعضے منہ اور سیاہ ہوں گے بعضے منہ ﴿۱۶﴾ سو وہ لوگ

سُودَّتْ وُجُوهُهُمْ أَكْفَرْتُمْ بَعْدَ آيْمَانِكُمْ

کہ سیاہ ہوئے منہ ان کے ان سے کہا جائے گا کیا تم کافر ہو گئے ایمان لا کر ﴿۱۶﴾

﴿۱۶﴾ یعنی کفر و عصیان کی بدولت دوزخ کے بالکل کنارے پر کھڑے تھے کہ موت آئی اور اس میں گرسے خدا نے تمہارا ہاتھ پکڑ کر اس سے بچایا اور نبی کریم ﷺ کے ذریعہ سے ایمان و ایقان کی روشنی سینوں میں ڈالی۔ حق تعالیٰ کے ان عظیم الشان دینی و دنیوی احسانات کو یاد رکھو گے تو کبھی گمراہی کی طرف واپس نہ جاؤ گے۔

﴿۱۷﴾ یعنی یہ باتیں اس قدر کھول کھول کر سنانے سے مقصود یہ ہے کہ ہمیشہ ٹھیک راستہ پر چلتے رہو۔ ایسی مہلک و خطرناک غلطی کا پھر انعام نہ کرو اور کسی شیطان کے انغوائے استقامت کی راہ نہ چھوڑو۔

◆ علماء کی جماعت کی ضرورت | یعنی تقویٰ، اختصاص بحمل اللہ، اتحاد و اتفاق قومی زندگی، اسلامی مواخات، یہ سب چیزیں اس وقت باقی رہ سکتی ہیں جبکہ مسلمانوں میں ایک جماعت خاص دعوت و ارشاد کے لئے قائم رہے۔ اس کا وظیفہ یہ ہی ہو کہ اپنے قول و عمل سے دنیا کو قرآن و سنت کی طرف بلائے اور جب لوگوں کو اچھے کاموں میں سنست برائیوں میں مبتلا دیکھے، اس وقت بھلائی کی طرف متوجہ کرنے اور برائی سے روکنے میں اپنے مقدور کے موافق کوتاہی نہ کرے۔ ظاہر ہے کہ یہ کام وہ ہی حضرات کر سکتے ہیں جو معروف و منکر کا علم رکھنے اور قرآن و سنت سے باخبر ہونے کے ساتھ ذی ہوش اور موقع شناس ہوں، ورنہ بہت ممکن ہے کہ ایک جاہل آدمی معروف کو منکر یا منکر کو معروف خیال کر کے بجائے اصلاح کے سارا نظام ہی مٹل کر دے، یا ایک منکر کی اصلاح کا ایسا طریقہ اختیار کرے جو اس سے بھی زیادہ منکرات کے حدوث کا موجب ہو جائے، یا نرمی کی جگہ سختی اور سختی کے موقع میں نرمی برتنے لگے۔ شاید اسی لئے مسلمانوں میں سے ایک مخصوص جماعت کو اس منصب پر مامور کیا گیا جو ہر طرح دعوت الی الخیر، امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی اہل ہو۔ حدیث میں ہے کہ جب لوگ منکرات میں پھنس جائیں اور کوئی روکنے والا نہ ہو تو عام عذاب آئینا اندیشہ ہے۔ باقی یہ کہ کن احوال و اوقات میں امر بالمعروف و نہی عن المنکر کے ترک میں آدمی معذور سمجھا جاسکتا ہے اور کن مواقع میں واجب یا مستحب سے اسکی تفصیل کا یہ موقع نہیں۔ ابو بکر رازی نے ”احکام القرآن“ میں اس پر نہایت مبسوط کلام کیا ہے۔ فلیراجع۔

◆ یہود و نصاریٰ کی طرح اختلاف میں نہ پڑو | یعنی یہود و نصاریٰ کی طرح مت بنو جو خدا تعالیٰ کے صاف احکام پہنچنے کے بعد محض اوہام و اہواء کی پیروی کر کے اصول شرع میں متفرق اور فروع میں مختلف ہو گئے۔ آخر فرقہ بندیوں نے اُنکے مذہب و قومیت کو تباہ کر ڈالا اور سب کے سب عذاب الہی کے نیچے آ گئے۔ تنبیہ | اس آیت سے ان اختلافات اور فرقہ بندیوں کا مذموم و مہلک ہونا معلوم ہوا جو شریعت کے صاف احکام پر مطلع ہونیکے بعد پیدا کئے جائیں۔ افسوس ہے کہ آج مسلمان کہلا نیوالوں میں بھی سینکڑوں فرقے شریعت اسلامیہ کے صاف و صریح اور مسلم و محکم اصول سے الگ ہو کر اور ان میں اختلاف ڈالکر اس عذاب کے نیچے آئے ہوئے ہیں۔ تاہم اسی طوفان بے تمیزی میں اللہ و رسول کے وعدہ کے موافق ایک عظیم الشان جماعت بحمد اللہ خدا کی رسی کو مضبوط تھامے ہوئے فنا علیہ و اصحابی کے مسلک پر قائم ہے اور تا قیام قیامت قائم رہے گی۔ باقی فروعی اختلافات جو صحابہ رضی اللہ عنہم اور ائمہ مجتہدین میں ہوئے ہیں، انکو آیت حاضرہ سے کوئی تعلق نہیں اس فروعی اختلاف کے اسباب پر حضرت شاہ ولی اللہ قدس سرہ نے اپنی تصانیف میں کافی و شافی بحث کی ہے۔

◆ یعنی بعضوں کے چہرہ پر ایمان و تقویٰ کا نور چمکتا ہوگا اور عزت و وقار کے ساتھ شاداں و فرحان نظر آئیں گے۔ اُنکے برخلاف بعضوں کے منہ کفر و نفاق یا فسق و فجور کی سیاہی سے کالے ہو گئے، صورت سے ذلت و رسوائی ٹپک رہی ہوگی۔ گویا ہر ایک کا ظاہر باطن کا آئینہ بن جائیگا۔

◆ اس آیت کے مخاطبین | یہ الفاظ مرتدین، منافقین، اہل کتاب، عام کفار یا مبتدعین و فساق فجار سب کو کہے جاسکتے ہیں ”مرتد“ تو اسی کو کہتے ہیں جو ایمان لانے کے بعد کافر ہو جائے ”منافق“ زبان سے اقرار کرنے کے بعد دل سے کافر رہتا ہے ”اہل کتاب“ اپنے نبیوں اور کتابوں پر ایمان لانے کے مدعی ہیں جس کا مطلب یہ ہے کہ اُنکی سب بشارتوں کو جو نبی کریم کے متعلق دی گئی تھیں تسلیم کریں اور اُنکی ہدایات کے موافق حضور پر ایمان لائیں مگر وہ انکار میں سب سے آگے رہتے ہیں گویا اپنے نبی اور کتاب پر ایمان لانے کے بعد کافر بن رہے ہیں۔ مبتدعین کا دعویٰ زبان سے یہ ہوتا ہے کہ ہم قرآن و سنت کے تابع ہیں اور نبی کریم پر ایمان لائے ہیں مگر اس کے بعد بہت سی بے اصل اور باطل چیزیں دین میں شامل کر کے یا بعض ضروریات دین کا انکار کر کے اصلی دین سے نکل جاتے ہیں اس طرح وہ بھی ایک درجہ میں اکفرتم بعد ایمانکم کے مخاطب ہوئے۔ فساق جنکا عقیدہ صحیح ہو، اگر ان سے یہ خطاب ہوا تو یہ مطلب ہوگا کہ ایمان لانے کے بعد کافروں جیسے کیوں کہے۔ گویا کفر سے عملی کفر مراد ہوگا اور اگر عام کفار کے حق میں یہ خطاب مانا جائے تو یہ حاصل ہے کہ خدا تعالیٰ نے سب کو دین فطرت پر پیدا کیا۔ اس فطرت ایمانی کو ضائع کر کے کافر کیوں بنے۔ باقی سیاق آیات سے ظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہاں کفر سے کفر یعنی اختلاف و تفریق مذموم مراد ہو۔ واللہ اعلم۔

فَذُوقُوا الْعَذَابَ بِمَا كُنْتُمْ تَكْفُرُونَ ﴿۱۰۶﴾ وَ أَمَا

اور وہ

بدلہ اس کفر کرنے کا

اب چکھو عذاب

الَّذِينَ ابْيَضَّتْ وُجُوهُهُمْ فِي رَحْمَةِ اللَّهِ

سورحمت میں ہیں اللہ کی

کہ سفید ہوئے منہ ان کے

لوگ

هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ ﴿۱۰۷﴾ تِلْكَ آيَاتُ اللَّهِ تَتْلُوهَا

ہم سناتے ہیں

یہ حکم ہیں اللہ کے

وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے

عَلَيْكَ بِالْحَقِّ ۗ وَمَا اللَّهُ يُرِيدُ ظُلْمًا لِّلْعَالَمِينَ ﴿۱۰۸﴾

اور اللہ ظلم کرنا نہیں چاہتا خلقت پر

تجھ کو ٹھیک ٹھیک

وَاللَّهُ مَا فِي السَّمَوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ ۗ وَإِلَى اللَّهِ

اور اللہ کی طرف

اور جو کچھ کہے زمین میں

جو کچھ کہے آسمانوں میں

اور اللہ ہی کا ہے

تُرْجَعُ الْأُمُورُ ۗ كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ

جو بھیجی گئی

تم ہو بہتر سب امتوں سے

رجوع ہے ہر کام کا

لِلنَّاسِ تَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ

اور منع کرتے ہوئے کاموں سے

حکم کرتے ہو اچھے کاموں کا

عالم میں

وَتُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ ۗ وَلَوْ آمَنَ أَهْلُ الْكِتَابِ لَكَانَ

تو ان کے لیے

اہل کتاب

اور اگر ایمان لاتے

اور ایمان لاتے ہو اللہ پر

خَيْرًا لَهُمْ ۗ مِنْهُمُ الْمُؤْمِنُونَ وَأَكْثَرُهُمُ الْفَاسِقُونَ ﴿۱۱۰﴾

اور اکثر ان میں نافرمان ہیں

کچھ تو ان میں سے ہیں ایمان پر

بہتر تھا

❖ یعنی جنت میں۔ کیونکہ جنت محض عمل سے نہیں ملتی۔ عمل کے بعد خدا کی رحمت سے ملتی ہے۔ اور وہ ہی جگہ ہے جہاں اللہ تعالیٰ نے ہر قسم کی رحمت کے سامان کئے ہیں۔ بہشت آنجا کہ آزارے نہ باشد۔

❖ حقیقی معنی میں ظلم تو وہاں ممکن ہی نہیں لیکن ظاہری طور پر جسے تم ظلم کہہ سکتے ہو اس کا صدور بھی خدا تعالیٰ سے نہیں ہوتا۔ مثلاً ایسے سخت احکام بندوں کو بھیجے جن سے غرض محض ستانا اور دق کرنا ہو، یا مستحق رحمت پر عذاب کرنے لگے یا تھوڑی سزا کی جگہ زائد سزا جاری کر دے، یا کسی کی ادنیٰ ترین نیکی کا صلہ نہ دے وغیرہ ذلک۔ خوب سمجھ لو، اس کا جو حکم ہے خالص بندوں کی تربیت کیلئے اور جو معاملہ کسی کے ساتھ ہے عین حکمت و مصلحت کے موافق ہے۔

❖ جب ہر چیز اللہ کی مخلوق و مملوک اور ہر کام کا انجام اسی کے ہاتھ میں ہے تو ظلم کیونکر اور کس لئے کیا جائیگا۔

❖ حضور ﷺ کی امت سب سے بہتر امت ہے | گذشتہ رکوع کے شروع میں فرمایا تھا يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ

حَقُّ تَقَاتِهِ الخ درمیان میں اسی کے مناسب کچھ اوامر و نواہی اور وعد و وعید آگئی، یہاں سے پھر اسی اول مضمون کی تکمیل کی جاتی ہے یعنی اے مسلمانو! خدا تعالیٰ نے تم کو تمام امتوں میں بہترین امت قرار دیا ہے اس کے علم ازلی میں پہلے سے یہی مقدر ہو چکا تھا جسکی خبر بعض انبیائے سابقین کو بھی دے دی گئی تھی کہ جس طرح نبی آخر الزماں محمد رسول اللہ ﷺ تمام نبیوں سے افضل ہونگے۔ آپ کی امت بھی جملہ ام و اقوام پر گویا سبقت لے جائے گی کیونکہ اس کو سب سے اشرف و اکرم پیغمبر نصیب ہوگا اودوم و اکمل شریعت ملے گی۔ علوم و معارف کے دروازے اُس پر کھول دیے جائیں گے۔ ایمان و عمل و تقویٰ کی تمام شاخیں اسکی محنت اور قربانیوں سے سرسبز و شاداب ہونگی۔ وہ کسی خاص قوم و نسب یا مخصوص ملک و اقلیم میں محصور نہ ہوگی بلکہ اس کا دائرہ عمل سارے عالم کو اور انسانی زندگی کے تمام شعبوں کو محیط ہوگا گویا اس کا وجود ہی اس لئے ہوگا کہ دوسروں کی خیر خواہی کرے اور جہاں تک ممکن ہو انہیں جنت کے دروازوں پر لاکر کھڑا کر دے۔ اٰخِرُ بَحْثٍ لِلنَّاسِ فِي هَذِهِ السُّورَةِ (تنبیہ) اس سورت کے نویں رکوع میں وَ اِذَا خَذَ اللَّهُ مِيثَاقَ النَّبِيِّينَ الخ سے نبی کریم کی امامت و جامعیت کبریٰ کا بیان ہوا تھا۔ دسویں رکوع میں اِنَّ اَوَّلَ بَيْتٍ وُضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِي بِبَكَّةَ مِنْ اَسْمَاءِ الْاَمْمَةِ كَيْ يَرْتَضَىٰ رِزْقًا حَلٰلًا مِمَّنْ شَاءَ مِنَ الْاُمَّةِ وَ اِذَا خَذَ اللَّهُ مِيثَاقَ النَّبِيِّينَ الخ سے اس امت کی کتاب و شریعت کی مضبوطی کا اظہار فرمایا۔ اب یہاں بارہویں رکوع کے آغاز سے خود امت مرحومہ کی فضیلت و عظمت کا اعلان کیا جا رہا ہے۔

❖ ”منکر“ (زے کاموں) میں کفر، شرک، بدعات، رُسومِ قبیحہ، فسق و فجور اور ہر قسم کی بد اخلاقی اور نامعقول باتیں شامل ہیں۔ ان سے روکنا بھی کئی طرح ہوگا کبھی زبان سے، کبھی ہاتھ سے، کبھی قلم سے، کبھی تلوار سے، غرض ہر قسم کا جہاد اس میں داخل ہو گیا۔ یہ صفت جس قدر عموم و اہتمام سے امت محمدیہ میں پائی گئی، پہلی امتوں میں اُس کی نظیر نہیں ملتی۔

❖ خیر الاممہ کی ذمہ داریاں | اللہ پر ایمان لانے میں، اسکی توحید پر، اسکے رسولوں پر اور کتابوں پر ایمان لانا بھی داخل ہے اور سچ تو یہ ہے کہ توحید خالص و کامل کا اتنا شیوع و اہتمام کبھی کسی امت میں نہیں رہا جو محمد اللہ اس امت میں رہا ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا جو شخص تم میں سے چاہتا ہے کہ اس امت (خیر الامم) میں شامل ہو، چاہئے کہ اللہ کی شرط پوری کرے یعنی امر بالمعروف و نہی عن المنکر اور ایمان باللہ، جس کا حاصل ہے خود درست ہو کر دوسروں کو درست کرنا۔ جو شان حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم کی تھی۔

❖ یعنی اہل کتاب اگر ایمان لے آتے تو وہ بھی اس خیر الامم میں شامل ہو سکتے تھے۔ جس سے دنیا میں عزت بڑھتی اور آخرت میں دوہرا اجر ملتا۔ مگر افسوس ہے اُن میں سے چند افراد کے سوا (مثلاً عبداللہ بن سلام یا نجاشی وغیرہ) کسی نے حق کو قبول نہ کیا۔ باوجود وضوح حق کے نافرمانی ہی پراڑے رہے۔

لَنْ يَضُرُّكُمْ إِلَّا أَذَىٰ ۖ وَإِنْ يُقَاتِلُواكُمْ يُولَوْكُمْ

وہ کچھ نہ بگاڑ سکیں گے تمہارا مگر ستانا زبان سے اور اگر تم سے لڑیں گے تو پیٹھ دیں

الْأَدْبَارَ ثُمَّ لَا يُنصَرُونَ ﴿۱۱۱﴾ ضُرِبَتْ عَلَيْهِمُ

گئے پھر ان کی مدد نہ ہوگی ماری گئی ان پر

الذَّلَّةُ أَيُّنَ مَا تُقِفُوا إِلَّا بِحَبْلِ مِنَ اللَّهِ وَحَبْلِ

ذلت جہاں دیکھے جائیں سوائے دست آویز اللہ کے اور دست آویز

مِّنَ النَّاسِ وَبَاءٌ وَبِغْضِ مِّنَ اللَّهِ وَضُرِبَتْ

لوگوں کے اور کمایا انہوں نے غصہ اللہ کا اور لازم کر دی گئی

عَلَيْهِمُ الْمَسْكَنَةُ ۚ ذَٰلِكَ بِأَنَّهُمْ كَانُوا يَكْفُرُونَ

ان کے اوپر حاجت مندی یہ اس واسطے کہ وہ انکار کرتے رہے ہیں

بِآيَاتِ اللَّهِ وَيَقْتُلُونَ الْاِنْبِيَاءَ بِغَيْرِ حَقٍّ ۚ ذَٰلِكَ

اللہ کی آیتوں سے اور قتل کرتے رہے ہیں پیغمبروں کو ناحق

بِمَا عَصَوْا وَكَانُوا يَعْتَدُونَ ﴿۱۱۲﴾ لَيْسُوا سَوَاءً ۗ مِنْ

اس واسطے کہ نافرمانی کی انہوں نے اور حد سے نکل گئے وہ سب برابر نہیں اہل

اَهْلِ الْكِتَابِ اُمَّةٌ قَائِمَةٌ يَتْلُونَ آيَاتِ اللَّهِ اُنَاءَ

کتاب میں ایک فرقہ ہے سیدھی راہ پر پڑھتے ہیں آیتیں اللہ کی راتوں کے

الْبَيْلِ وَهُمْ يَسْجُدُونَ ﴿۱۱۳﴾ يُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ

وقت اور وہ سجدے کرتے ہیں ایمان لاتے ہیں اللہ پر اور

اہل کتاب پر مسلمانوں کے غلبہ کی پیشینگوئی | یعنی اگر اکثر نافرمان ہیں تو ہونے دو تم کو ان کی اکثریت یا مادی ساز و سامان سے خوف کھانے کی کوئی وجہ نہیں (اے خیر الامم!) خدا کا وعدہ ہے کہ یہ شیطانی لشکر تمہارا کچھ نہ بگاڑ سکے گا (بشرطیکہ تم اپنے کو خیر الامم ثابت کرو) بس یہ اتنا ہی کر سکتے ہیں کہ زبان سے گالی دیں اور نامردوں کی طرح تم کو برا بھلا کہتے پھریں یا کوئی چھوٹی موٹی عارضی تکلیف پہنچائیں، باقی تم پر غالب و مسلط ہو جائیں، یا کوئی بڑا قوی نقصان پہنچا سکیں، یہ کبھی نہ ہوگا۔ اگر لڑائی میں تمہارے مقابلہ پر آئے تو پیٹھ دے کر بھاگیں گے اور کسی طرف سے اُٹکو مدد نہ پہنچے گی جو انکی ہزیمت کو روک سکے۔ یہ پیشین گوئی حرف بحرف پوری ہوئی۔ صحابہ رضی اللہ عنہم کے عہد میں اہل کتاب کا یہ ہی حشر ہوا۔ اسلام اور مسلمانوں کی تباہی کے لئے انہوں نے ایڑی چوٹی کا زور خرچ کر دیا مگر بال بیکانہ کر سکے جہاں مقابلہ ہوا آخر مستترہ کی طرح بھاگے۔ ہر موقع پر خدا کی نصرت و امداد خیر الامم کے شامل حال رہی اور دشمن بدحواسی اور بیکسی کی حالت میں مقہور و مخذول ہو کر بھاگے یا قید ہوئے یا رعیت بن کر رہے یا جہنم میں پہنچ گئے، فللہ الحمد والمنہ۔

یہ آیتیں اہل کتاب میں سے خاص یہود کے متعلق معلوم ہوتی ہیں جیسا کہ سیاق کلام اور قرآن کی دوسری آیات سے ظاہر ہے یعنی یہود پر ہمیشہ کے لئے ذلت کی مہر کر دی گئی۔ یہ بد بخت جہاں کہیں پائے جائیں، ذلت کا نقش ان سے محو نہیں ہو سکتا۔ بڑے بڑے کروڑ پتی یہود بھی آزادی و خود مختاری سے اپنے جان و مال کی حفاظت نہیں کر سکتے۔ کیونکہ ان کی آزاد حکومت کسی جگہ نہیں ”سوائے دستاویز اللہ کے“ یعنی بعض بچی کچھی رسمیں تورات کی عمل میں لاتے ہیں اُسکے طفیل سے پڑے ہیں اور ”سوائے دستاویز لوگوں کے“ یعنی کسی کی رعیت ہیں اسکی پناہ میں پڑے ہیں، (کذا فی الموضح) بعض مفسرین نے ”حَبْلِ مِّنَ اللّٰهِ“ ”وَحَبْلِ مِّنَ النَّاسِ“ سے اللہ کا ذمہ اور مسلمانوں کا عہد مراد لیا ہے یعنی بجز اسکے کہ مسلمانوں سے عہد کر کے خدا کے ذمہ میں آ جائیں بعض کہتے ہیں کہ ”بِحَبْلِ مِّنَ اللّٰهِ“ سے اسلام مراد ہے یعنی اسلام لا کر اس ذلت سے نکل سکتے ہیں یا معاہدہ بن کر، کیونکہ معاہدہ بھی جان و مال کی طرف سے مامون کر دیتا ہے۔ واللہ اعلم۔

یعنی نافرمانی کرتے کرتے حد سے نکل گئے جس کا انتہائی اثر یہ تھا کہ اللہ کی صریح آیتوں کے انکار اور معصوم پیغمبروں کے قتل پر آمادہ ہو گئے۔ اسی مضمون کی آیت بقرہ پارہ ”الم“ میں گذر چکی ہے۔ وہاں کے فوائد ملاحظہ کئے جائیں۔

الْآخِرِ وَيَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ

قیامت کے دن پر اور حکم کرتے ہیں اچھی بات کا اور منع کرتے ہیں

الْمُنْكَرِ وَيُسَارِعُونَ فِي الْخَيْرَاتِ وَأُولَئِكَ مِنَ

بڑے کاموں سے اور دوڑتے ہیں نیک کاموں پر اور وہی لوگ

الصَّالِحِينَ ﴿١١٣﴾ وَمَا يَفْعَلُوا مِنْ خَيْرٍ فَلَنْ يُكْفَرُوا

نیک بخت ہیں اور جو کچھ کریں گے وہ لوگ نیک کام اس کی ہرگز ناکامی نہ ہوگی

وَاللَّهُ عَلَيْهِم بِالْمُتَّقِينَ ﴿١١٤﴾ إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا لَنْ

اور اللہ خوف ہے پر تیز گاروں کی اور لوگ جو کافر ہیں ہرگز

تُغْنِيَ عَنْهُمْ أَمْوَالُهُمْ وَلَا أَوْلَادُهُمْ مِنَ اللَّهِ

کام نہ آویں گے ان کو ان کے مال اور نہ اولاد اللہ کے

شَيْعًا وَأُولَئِكَ أَصْحَابُ النَّارِ هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ ﴿١١٥﴾

آگے کچھ اور وہی لوگ رہنے والے ہیں آگ میں دوزخ کی وہ اس آگ میں ہمیشہ رہیں گے

مَثَلُ مَا يُنْفِقُونَ فِي هَذِهِ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا كَمَثَلِ

جو کچھ خرچ کرتے ہیں اس دنیا کی زندگی میں اس کی مثال جیسے

رِيحٍ فِيهَا صِرٌّ أَصَابَتْ حَرْثَ قَوْمٍ ظَلَمُوا

ایک ہوا کہ اس میں ہو پالا جاگلی بھتی کہ اس قوم کی کہ انہوں نے

أَنْفُسَهُمْ فَأَهْلَكَتْهُ وَمَا ظَلَمَهُمُ اللَّهُ وَلَٰكِنْ

اپنے حق میں برا کیا تھا پھر اس کو نابود کر گئی اور اللہ نے ان پر ظلم نہیں کیا لیکن

❖ **مومنین اہل کتاب** | یعنی سب اہل کتاب کا حال یکساں نہیں، اتنے بروں میں کچھ اچھے بھی ہیں۔ ان ہی مسموخ اشقیاء کے درمیان چند سعید رو ہیں جن کو حق تعالیٰ نے قبول حق کی توفیق دی اور اسلام کی آغوش میں آگئے اور جاہد حق پر ایسے مستقیم ہو گئے کہ کوئی طاقت ہلا نہیں سکتی۔ وہ رات کی تاریکی میں میٹھی نیند اور نرم بسترے چھوڑ کر خدا کے سامنے کھڑے ہوتے ہیں، اپنے مالک کے سامنے خضوع و تذلل اختیار کرتے ہیں۔ جبین نیاز زمین پر رکھتے ہیں، نماز میں اس کا کلام پڑھتے ہیں۔ اللہ پر اور یوم آخرت پر ٹھیک ٹھیک ایمان لاتے ہیں، خالص توحید کے قائل ہیں، قیامت کے دن سے ڈرتے ہیں اور جب کسی نیک کام کی طرف پکارا جائے دوڑ کر دوسروں سے آگے نکلنا چاہتے ہیں۔ پھر نہ صرف یہ کہ خود راہ راست پر ہیں، دوسروں کو بھی سیدھے راستے پر لانا چاہتے ہیں۔ بلاشبہ ان یہود میں سے یہ لوگ ہیں جن کو خدا نے نیک بنی اور صلاح و رشد کا خاص حصہ عطا فرمایا ہے یہ عبد اللہ بن سلام رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھیوں کا ذکر ہوا۔

❖ بلکہ دگنا اجر ملے گا۔ جیسا کہ دوسری جگہ ارشاد ہوا **وَلَنِكَ يُؤْتُونَ أَجْرَهُمْ مَرَّتَيْنِ بِمَا صَبَرُوا** (قصص رکوع ۶) اور حدیث صحیح میں نبی کریم ﷺ نے اس کی تشریح فرمادی۔

❖ اسی لئے جب یہود کی برائیوں کا ذکر آتا ہے حق تعالیٰ ان پر ہیزگاروں کو مستثنیٰ کر دیتا ہے اور پرہیزگاری کے موافق دنیا و آخرت میں ان کے ساتھ معاملہ بھی بالکل ممتاز کیا جائیگا۔

❖ **کفار کا بغض و حسد** | صالحین و متقین کے بالمقابل یہاں کافروں کا حال و انجام کا ذکر فرماتے ہیں پہلے فرمایا تھا **وَمَا يَفْعَلُوا مِنْ خَيْرٍ فَلَنْ يُكْفَرُوا** یعنی مومنین کی ادنیٰ ترین نیکی بھی کام آئے گی۔ انکے کسی بھلے کام کی بے قدری نہیں کی جائے گی۔ اسکے برخلاف کافر جو کچھ مال و قوت دنیا میں خرچ کرے، خواہ اپنے نزدیک بڑا ثواب اور خیرات کا کام سمجھ کر کرتا ہو، آخرت میں اس کی کوئی قدر و قیمت اور پرسش نہیں۔ کیونکہ ایمان و معرفت صحیحہ کی روح نہ ہونے سے اس کا ہر ایک عمل بے جان اور مردہ ہے۔ اسکی جزاء بھی ایسی ہی فانی و زائل اس دار فانی میں مل مارے گی۔ عمل کی ابدی حفاظت کرنیوالی چیز ایمان و ایقان ہے اس کے بدون عمل کی مثال ایسی سمجھو جیسے کسی شریر ظالم نے کھیتی یا باغ لگایا، اور اسکو برف پالے سے بچانے کا کوئی انتظام نہ کیا، چند روز اسکی سرسبزی و شادابی کو دیکھ کر خوش ہوتا اور بہت کچھ امیدیں باندھتا رہا۔ یکا یک اسکی شرارت و بدبختی سے سرد ہوا چلی، برف پالا اسقدر گرا کہ ایک دم میں ساری لہلہاتی کھیتی جلا کر رکھ دی آخر اپنی کلی تباہی و بربادی پر کف افسوس ملتا رہ گیا نہ امیدیں پوری ہوئیں نہ احتیاج کے وقت اسکی پیداوار سے منتفع ہوا۔ اور چونکہ یہ تباہی ظلم و شرارت کی سزا تھی، اسلئے اس مصیبت پر کوئی اجر اخروی بھی نہ ملا، جیسا کہ مومنین کو ملتا ہے، بعینہ یہ مثال ان کفار کی ہے جو کفر و شرک پر قائم رہتے ہوئے اپنے خیال میں بہت سُن خیرات کرتے ہیں، باقی وہ بد بخت جن کا زور و قوت اور پیسہ حق اور اہل حق کی دشمنی یا فسق و فجور میں خرچ ہوتا ہو ان کا تو پوچھنا ہی کیا ہے، وہ نہ صرف بیکار خرچ کر رہے ہیں، بلکہ روپیہ خرچ کر کے اپنے لئے اور زیادہ وبال خرید رہے ہیں ان سب کو یاد رکھنا چاہئے کہ مال ہو یا اولاد کوئی چیز عذاب الہی سے نہ بچا سکے گی اور نہ متقین کے مقابلہ پر وہ اپنی توقعات میں کامیاب ہونگے۔ (تنبیہ) ”ریح“ کا لفظ مفرد قرآن میں عموماً عذاب کے موقع پر استعمال ہوا ہے ”رِيحٌ فِيهَا عَذَابٌ أَلِيمٌ..... الرِّيحُ نَزَلْنَا مِنْهَا..... الرِّيحُ إِنَّا أَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ رِيحًا صَرْصَرًا“ اور رحمت کے موقع پر جمع کا لفظ ”ریاح“ لائے ہیں۔ ”يُرْسِلُ الرِّيَّاحَ مَبَشِّرَاتٍ“ ”وَأَرْسَلْنَا الرِّيَّاحَ لَوَاقِحَ“ ”يُرْسِلُ الرِّيَّاحَ بُشْرًا“ کذا ذکر ابو حیان۔

أَنْفُسُهُمْ يَظْلِمُونَ ﴿۱۱۷﴾ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَّخِذُوا

وہ اپنے اوپر ظلم کرتے ہیں ﴿۱۱۷﴾ اے ایمان والو نہ بناؤ

بِطَانَةٍ مِّنْ دُونِكُمْ لَا يَأْلُونَكُمْ خَبَالًا ۖ وَدُّوا

بھیدی کسی کو اپنیوں کے سوا وہ کسی نہیں کرتے تمہاری خرابی میں ان کی خوشی ہے

مَا عَنِتُّمْ ۗ قَدْ بَدَاتِ الْبَغْضَاءُ مِنْ أَفْوَاهِهِمْ ۖ

تم جس قدر تکلیف میں رہو تمہاری پرہیزی ہے دشمنی ان کی زبان سے

وَمَا تَخْفَىٰ صُدُورُهُمْ أَكْبَرُ ۖ قَدْ بَيَّنَّا لَكُمُ

اور جو کچھ مخفی ہے ان کے جی میں وہ اس سے بہت زیادہ ہے ہم نے بتا دیے تم کو

الْآيَاتِ إِن كُنْتُمْ قٰٓرِنُونَ ﴿۱۱۸﴾ هَآءِنتُمْ أَوْلِيَٰ

تھے اگر تم کو عقل ہے ﴿۱۱۸﴾ سن لو تم لوگ

تُحِبُّونَهُمْ وَلَا يُحِبُّونَكُمْ وَتُؤْمِنُونَ بِالْكِتٰٓبِ

ان کے دوست ہو اور وہ تمہارے دوست نہیں اور تم سب کتابوں کو مانتے ہو ﴿۱۱۸﴾

كُلِّهِ ۗ وَإِذَا الْقُوٰكُمُ قَالُوا آمَنَّا ۖ وَإِذَا خَلَوْا عَصَوْا

اور جب تم سے ملتے ہیں کہتے ہیں ہم مسلمان ہیں ﴿۱۱۸﴾ اور جب اکیلے ہوتے ہیں تو کاٹ کاٹ کھاتے ہیں

عَلَيْكُمْ ۗ الْآنَامِلُ مِنَ الْغَيْظِ ۖ قُلْ مُوتُوا بِغَيْظِكُمْ ۗ

تم پر انگلیاں غصے سے ﴿۱۱۸﴾ تو کہہ مرد تم اپنے غصے میں ﴿۱۱۸﴾

إِنَّ اللَّهَ عَلِيمٌ بِذَاتِ الصُّدُورِ ﴿۱۱۹﴾ إِنَّ تَسْسُكُمُ

اللہ کو خوب معلوم ہیں دلوں کی باتیں ﴿۱۱۹﴾ اگر تم کو ملے

◆ یہ نہ سمجھا جائے کہ کافر کی کوئی نیکی قبول نہیں کی جاتی تو اس پر معاذ اللہ خدا کی طرف سے ظلم ہوا۔ نہیں یہ ظلم تو انہوں نے اپنی جانوں پر خود اپنے ہاتھوں سے کیا ہے۔ نہ کفر اختیار کرتے نہ یہ روز بددیکھنا پڑتا۔

◆ مسلمانوں سے کفار کا شدید حسد | یہ آیتیں بعض کہتے ہیں یہود کے متعلق نازل ہوئیں کیونکہ بعض مسلمان جو اہل (ہمسائیگی) خلف (دوستانہ معاہدہ) وغیرہ کی بنا پر جو تعلقات قبل از اسلام ان سے رکھتے چلے آ رہے تھے بعد از اسلام بھی بدستوران پر قائم رہے اور دوستی پر اعتماد کر کے ان سے مسلمانوں کے بعض راز دارانہ مشوروں کے اخفاء کا بھی اہتمام نہ کیا، اور بعض کے نزدیک یہ آیتیں منافقین کے حق میں نازل ہوئیں، کیونکہ عام طور پر لوگ ظاہر میں مسلمان سمجھ کر ان سے پوری احتیاط نہ کرتے تھے جس سے سخت نقصان پہنچنے کا اندیشہ تھا۔ حق تعالیٰ نے یہاں صاف صاف آگاہ کر دیا کہ مسلمان اپنے اسلامی بھائیوں کے سوا کسی کو بھیدی اور راز دار نہ بنائیں۔ کیونکہ یہود ہوں یا نصاریٰ، منافقین ہوں یا مشرکین، ان میں کوئی جماعت تمہاری حقیقی خیر خواہ نہیں۔ بلکہ ہمیشہ یہ لوگ اس کوشش میں رہتے ہیں کہ تمہیں پاگل بنا کر نقصان پہنچائیں اور دینی و دنیوی خرابیوں میں مبتلا کریں، انکی خواہش اسی میں ہے کہ تم تکلیف میں رہو اور کسی نہ کسی تدبیر سے تم کو دینی یا دنیوی ضرر پہنچ جائے۔ جو دشمنی اور بغض انکے دلوں میں ہے وہ تو بہت ہی زیادہ ہے لیکن بسا اوقات عداوت و غیظ کے جذبات سے مغلوب ہو کر کھلم کھلا ایسی باتیں کر گزرتے ہیں جو ان کی گہری دشمنی کا صاف پتہ دیتی ہیں۔ مارے دشمنی اور حسد کے انکی زبان قابو میں نہیں رہتی۔ بس عقلمند آدمی کا کام نہیں کہ ایسے خبیث باطن دشمنوں کو اپنا راز دار بنائے۔ خدا تعالیٰ نے دوست و دشمن کے پتے اور موالات و غیرہ کے احکام کھول کر بتلا دیے ہیں۔ جس میں عقل ہوگی ان سے کام لے گا (موالات کفار کے متعلق کچھ تفصیل پہلے اسی سورت میں گذر چکی اور کچھ ”مائدہ“ وغیرہ میں آئے گی)

◆ کفار مسلمانوں کے دوست نہیں ہو سکتے | یعنی یہ کیسی بے موقع بات ہے کہ تم ان کی دوستی کا دم بھرتے ہو، اور وہ تمہارے دوست نہیں بلکہ جز کاٹنے والے دشمن ہیں اور طرفہ یہ ہے کہ تم تمام آسمانی کتابوں کو مانتے ہو خواہ وہ کسی قوم کی ہوں اور کسی زمانہ میں کسی پیغمبر پر نازل ہوئی ہوں (جن کے خدا نے نام بتلا دیے ان پر علیٰ التعمین اور جن کے نام نہیں بتلائے ان پر بالا جمال ایمان رکھتے ہو) اس کے برخلاف یہ لوگ تمہاری کتاب اور پیغمبر کو نہیں مانتے، بلکہ خود اپنی کتابوں پر بھی انکا ایمان صحیح نہیں۔ اس لحاظ سے چاہئے تھا کہ وہ تم سے قدرے محبت کرتے اور تم ان سے سخت نفور و بیزار رہتے مگر یہاں معاملہ برعکس ہو رہا ہے۔

◆ منافقین تو کہتے ہی تھے، عام یہود و نصاریٰ بھی بحث و گفتگو میں ”آمناء“ (ہم مسلمان ہیں) کہہ کر یہ مطلب لے لیتے تھے کہ ہم اپنی کتابوں پر ایمان رکھتے ہیں اور ان کو تسلیم کرتے ہیں۔

◆ اہل کتاب کا مسلمانوں پر غم و غصہ | یعنی اسلام کا عروج اور مسلمانوں کی باہمی الفت و محبت دیکھ کر یہ لوگ جلے مرتے ہیں اور چونکہ اس کے خلاف کچھ بس نہیں چلتا، اس لئے فرط غیظ و غضب سے دانت پیستے اور اپنی انگلیاں کاٹ کاٹ کھاتے ہیں۔

◆ یعنی خدا تعالیٰ اسلام اور مسلمانوں کو اور زیادہ ترقیات و فتوحات عنایت فرمائے گا۔ تم غیظ کھا کھا کر مرتے رہو۔ اگر ایڑیاں رگڑ کر مر جاؤ گے تب بھی تمہاری آرزوئیں پوری نہ ہوں گی، خدا اسلام کو غالب اور سر بلند کر کے رہے گا۔

◆ اسی لئے مسلمانوں کو ان شریروں کے باطنی حالات اور قلبی جذبات پر مطلع کر دیا اور سزا بھی ان کو ایسی دے گا جو اندرونی شرارتوں اور خفیہ عداوتوں کے مناسب ہو۔

حَسَنَةٌ تَسُؤُهُمْ ز وَإِنْ تُصِيبَكُمْ سَيِّئَةٌ يَفْرَحُوا

کچھ بھلائی توڑی لگتی ہے ان کو اور اگر تم پر پہنچے کوئی بُرائی تو خوش ہوں

بِهَاءٍ وَإِنْ تَصِبرُوا وَتَتَّقُوا لَا يَضُرُّكُمْ كَيْدُهُمْ

اس سے اور اگر تم صبر کرو اور بچتے رہو تو کچھ نہ بگڑے گا تمہارا

شَيْئًا إِنَّ اللَّهَ بِمَا يَعْمَلُونَ مُحِيطٌ ۝۱۳۰ وَإِذْ عَدَوْتَ

ان کے فریب سے بیشک جو کچھ وہ کرتے ہیں سب اللہ کے بس میں ہے اور جب صبح نکلا تو

مِنْ أَهْلِكَ تُبَوِّئُ الْمُؤْمِنِينَ مَقَاعِدَ لِلْقِتَالِ ط

اپنے گھر سے بھلانے لگا مسلمانوں کو لڑائی کے ٹھکانوں پر

وَاللَّهُ سَمِيعٌ عَلِيمٌ ۝۱۳۱ إِذْ هَبَّتْ طَائِفَتَيْنِ مِنْكُمْ

اور اللہ سب کچھ سنتا جانتا ہے جب قصد کیا دو فرقوں نے تم میں سے

أَنْ تَفْشَلَا ۝ وَاللَّهُ وَلِيُّهُمَا ط وَعَلَى اللَّهِ فَلْيَتَوَكَّلِ

کہ نامردی کریں اور اللہ مددگار تھا ان کا اور اللہ ہی پر چاہیے بھروسہ کریں

الْمُؤْمِنُونَ ۝۱۳۲ وَلَقَدْ نَصَرَكُمُ اللَّهُ بِبَدْرٍ وَ

مسلمان اور تمہاری مدد کر چکا ہے اللہ بدر کی لڑائی میں اور

أَنْتُمْ أَدِلَّةٌ ۝ فَاتَّقُوا اللَّهَ لَعَلَّكُمْ تُشْكُرُونَ ۝۱۳۳

تم گمراہ تھے سو ڈرتے رہو اللہ سے تاکہ تم احسان مانو

إِذْ تَقُولُ لِلْمُؤْمِنِينَ أَلَنْ يَكْفِيَكُمْ أَنْ يُمِدَّكُمْ

جب تو کہنے لگا مسلمانوں کو کیا تم کو کافی نہیں کہ تمہاری مدد کو بھیجے

❖ اگر تمباری ذرا سی بھلائی دیکھتے ہیں، مثلاً مسلمانوں کا اتحاد و یکجہتی یا دشمنوں پر غلبہ، تو حسد کی آگ میں بھننے لگتے ہیں۔ اور جہاں تم پر کوئی مصیبت نظر آئی خوشی کے مارے پھولے نہیں سماتے۔ بھلا ایسی کمینہ قوم سے ہمدردی اور خیر خواہی کی کیا توقع ہو سکتی ہے، جو دوستی کا ہاتھ ان کی طرف بڑھایا جائے۔

❖ کفار کے شر سے مسلمانوں کی حفاظت | ممکن تھا کسی کو یہ خیال گذرے کہ جب ہم ان سے دوستانہ تعلقات نہ رکھیں گے تو وہ زیادہ غیظ و غضب میں آکر ہمارے خلاف تدبیریں کریں گے اور بیش از بیش نقصان پہنچانا چاہیں گے اس کا جواب دیا کہ تم صبر و استقامت اور تقویٰ و طہارت پر ٹھیک ٹھیک قائم رہو گے تو ان کا کوئی دعوہ فریب تم پر کارگر نہ ہوگا۔ جو کاروائیاں وہ کرتے ہیں سب خدا کے ظلم میں ہیں، اور اس کو بروقت قدرت حاصل ہے کہ ان کا تار پود بکھیر کر رکھ دے۔ تم اپنا معاملہ خدا سے صاف رکھو، پھر تمہارے راستے سے سب کانٹے صاف کر دیے جائیں گے۔ آگے غزوہ احد کا واقعہ یاد دلاتے ہیں کہ اس میں بعض مسلمان منافقین کی مغویانہ حرکات سے کچھ اثر پذیر ہو گئے تھے اور قریب تھا کہ مسلمانوں کے دو قبیلے صبر و تقویٰ کا دامن ہاتھ سے چھوڑ بیٹھیں جس سے منافقین کو خوش ہونے کا موقع ہاتھ آئے، مگر خدا نے دشگیری فرمائی اور ان قبیلوں کو سخت مہلک ٹھوکر سے بچالیا۔

❖ غزوہ احد میں بنو سلمہ اور بنو حارثہ کا واقعہ | اس آیت میں جنگ احد کا واقعہ یاد دلایا ہے۔ صورت یہ ہوئی تھی کہ رمضان المبارک ۲ھ میں بدر کے مقام پر قریشی فوج اور مسلمان مجاہدین میں مد بھینز ہو گئی جس میں کفار مکہ کے ستر نامور اشخاص مارے گئے اور اسی قدر گرفتار ہوئے۔ اس تباہ کن اور زلت آمیز شکست سے قریش کا شعلہ انتقام بھڑک اٹھا، جو سردار مارے گئے تھے انکے اقارب نے تمام عرب کو غیرت دلائی اور اہل مکہ سے اپیل کی کہ تجارتی قافلہ جو مال شام سے لایا ہے (کہ وہ ہی باعث جنگ بدر کا ہوا تھا) سب اسی مہم کی نذر کر دیں تاکہ ہم محمد (ﷺ) اور ان کے ساتھیوں سے اپنے مقتولین کا بدلہ لے سکیں سب نے منظور کیا اور ۳ھ میں قریش کے ساتھ بہت سے دوسرے قبائل بھی مدینہ پر چڑھائی کرنے کی غرض سے نکل پڑے حتیٰ کہ عورتیں بھی ساتھ آئیں تاکہ موقع پیش آنے پر مردوں کو غیرت دلا کر پسپائی سے روک سکیں۔ جس وقت یہ تین ہزار کا لشکر اسلحہ وغیرہ سے پوری طرح آراستہ ہو کر مدینہ سے تین چار میل جبل احد کے قریب خیمہ زن ہوا۔ تو نبی کریم (ﷺ) نے مسلمانوں سے مشورہ لیا۔ آپ کی رائے مبارک یہ تھی کہ مدینہ کے اندر رہ کر دشمن کا مقابلہ بہت آسانی اور کامیابی کیساتھ کیا جاسکتا ہے اسی کی تائید آپ کے ایک خواب سے ہوئی تھی، یہ پہلا موقع تھا کہ رئیس المنافقین عبداللہ بن ابی سے بھی رائے لی گئی جو حضور کی رائے سے موافق تھی۔ مگر بعض پر جوش مسلمان جنہیں بدر کی شرکت نصیب نہ ہوئی تھی اور شوق شہادت بے چین کر رہا تھا، مصر ہوئے کہ ہم کو باہر نکل کر مقابلہ کرنا چاہئے، تا دشمن ہماری نسبت بزدلی اور کمزوری کا گمان نہ کرے۔ کثرت رائے اسی طرف ہو گئی۔ اسی جھجک میں آپ مکان کے اندر تشریف لے گئے اور زرہ پہن کر باہر آئے اس وقت بعض لوگوں کو خیال ہوا کہ ہم نے آپ کی رائے کے خلاف مدینہ سے باہر لڑائی کرنے پر مجبور کیا۔ انہوں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! اگر آپ کا منشا نہ ہو تو یہیں تشریف رکھئے۔ فرمایا ایک پیغمبر کو سزاوار نہیں کہ جب وہ زرہ پہن لے اور ہتھیار لگا لے پھر بدون قتال کئے بدن سے اتارے۔ جب آپ مدینہ سے باہر تشریف لے گئے تقریباً ایک ہزار آدمی آپ کے ساتھ تھے مگر عبداللہ بن ابی تقریباً تین سو آدمیوں کو (جن میں بعض مسلمان بھی تھے) ساتھ لے کر راستے سے یہ کہتا ہوا واپس ہو گیا کہ جب میرا مشورہ نہ مانا اور دوسروں کی رائے پر عمل کیا تو ہم کو لڑنے کی ضرورت نہیں، کیوں خواہ مخواہ اپنے کو ہلاکت میں ڈالیں۔ بعض بزرگوں نے سمجھایا بھی مگر کچھ اثر نہیں ہوا، آخر آپ کل سات سو سپاہیوں کی جمعیت لیکر میدان جنگ میں پہنچ گئے۔ آپ نے بنفس نفیس فوجی قاعدہ سے صفیں ترتیب دیں۔ ہر ایک دستہ کو اس کے مناسب ٹھکانہ پر بٹھلایا اور فرمایا جب تک میں حکم نہ دوں کوئی قتال نہ کرے۔ اسی اثناء میں عبداللہ بن ابی کی علیحدگی سے دو قبیلے بنو حارثہ اور بنو سلمہ کے دلوں میں کچھ کمزوری پیدا ہوئی۔ مسلمانوں کی قبیل جمعیت پر نظر کر کے دل چھوڑنے لگے اور خیال آیا کہ میدان سے سرک جائیں مگر حق تعالیٰ نے ان کی مدد اور دشگیری فرمائی، دلوں کو مضبوط کر دیا اور سمجھا دیا کہ مسلمانوں کا بھروسہ تنہا خدائے واحد کی اعانت و نصرت پر ہونا چاہئے تعداد اور سامان وغیرہ کوئی چیز نہیں۔ جب وہ مظفر و منصور کرنا چاہے تو سب سامان رکھے رہ جاتے ہیں اور غیبی تائید سے فتح مبین حاصل ہو جاتی ہے جیسے معرکہ بدر میں ہوا۔ پس مسلمانوں کو صرف اللہ سے ڈرنا چاہئے تاکہ اس کی طرف سے مزید انعام و احسان ہو اور مزید شکر گزاری کا موقع ملے۔ (غزوہ بدر کی پوری تفصیل سورہ انفال میں آئیگی۔ وہاں کے فوائد ملاحظہ کئے جائیں) تشبیہ اور فرقوں سے مراد وہی بنو سلمہ و بنو حارثہ ہیں۔ گو اس آیت میں ان پر چشمک کی گئی، لیکن ان میں سے بعض بزرگ فرمایا کرتے تھے کہ اس آیت کا نازل نہ ہونا ہم کو پسند نہ تھا کیونکہ ”واللہ ولیہما“ کی بشارت عتاب سے بڑھ کر ہے۔

رَبِّكُمْ بِثَلَاثَةِ أَلْفٍ مِّنَ الْمَلَائِكَةِ مُنْزَلِينَ ۝ ط

رب تمہارا تین ہزار فرشتے آسمان سے اترنے والے

بَلَىٰ ۚ إِن تَصْبِرُوا وَتَتَّقُوا وَيَأْتُوكُم مِّن فَوْرِهِمْ

البتہ اگر تم صبر کرو اور بچتے رہو اور وہ آئیں تم پر اسی دم

هَذَا يُبَدِّدْكُمْ رَبُّكُمْ بِخَمْسَةِ أَلْفٍ مِّنَ الْمَلَائِكَةِ

تو مہ دبیجھے تمہارا رب پانچ ہزار فرشتے

مُسَوِّمِينَ ۝ ۱۷۵ وَمَا جَعَلَهُ اللَّهُ إِلَّا بُشْرًا لَّكُمْ

نشان دار گھوڑوں پر اور یہ تو اللہ نے تمہارے دل کی خوشی کی

وَلِتَطْبِئِنَّ قُلُوبُكُم بِهِ ۚ وَمَا النَّصْرُ إِلَّا مِنْ

اور تاکہ تسکین ہو تمہارے دلوں کو اس سے اور مدد سے صرف

عِنْدَ اللَّهِ الْعَزِيزِ الْحَكِيمِ ۝ ۱۷۶ لِيَقْطَعَ طَرَفًا مِّن

اللہ ہی کی طرف سے جو کہ زبردست ہے حکمت والا تاکہ ہلاک کرے بعضے

الَّذِينَ كَفَرُوا أَوْ يَكْبِتُهُمْ فَيَنْقَلِبُوا خَائِبِينَ ۝ ۱۷۷

کافروں کو یا ان کو ذلیل کرے تو پھر جاویں محروم ہو کر

لَيْسَ لَكَ مِنَ الْأَمْرِ شَيْءٌ أَوْ يَتُوبَ عَلَيْهِمْ أَوْ

یا ان کو توبہ دیوے خدا تعالیٰ تیرا اختیار کچھ نہیں

غزوہ بدر میں ملائکہ کا نزول یعنی جو آسمان سے خاص اسی کام کے لئے اتارے گئے ہوں۔ اکثر علماء کے نزدیک راجح یہ ہے کہ یہ واقعہ غزوہ بدر کا ہے جب کفار کی جمعیت اور تیاری دیکھ کر مسلمانوں کو تشویش ہوئی تو آپ نے تسلی کے لئے ایسا فرمایا۔ چنانچہ فرشتوں کی کمک آسمان سے پہنچی۔ سورہ انفال میں اس کا مفصل بیان آئے گا۔ وہیں نزول ملائکہ کی حکمت

۱۷۵

تفسیر

اور عدد ملائکہ کے ظاہری تعارض پر کلام کیا جائے گا۔

❖ یعنی تین ہزار بیشک کافی ہیں تاہم اگر تم نے صبر و استقلال کا ثبوت دیا اور تقویٰ اختیار کر کے نافرمانی سے بچتے رہے اور کفار کی فوج ایک دم تم پر ٹوٹ پڑی تو تین ہزار کے بجائے پانچ ہزار فرشتے بھیج دیے جائیں گے جن کی خاص علامتیں ہونگی اور ان کے گھوڑوں پر بھی خاص نشان ہونگے چونکہ بدر میں کفار کی تعداد ایک ہزار تھی اولاً اس کے مناسب ایک ہزار فرشتوں کا وعدہ فرمایا جیسا کہ سورہ انفال میں آئے گا۔ پھر مسلمانوں کی گھبراہٹ دور فرمانے کے لئے تعداد تین کر دی گئی کیونکہ کفار کی تعداد مسلمانوں سے تین تھی۔ اسکے بعد شععی کی روایت کے موافق جب مسلمانوں کو یہ خبر ملی کہ کرز بن جابر بڑی کمک لیکر مشرکین کی مدد کے لئے آ رہا ہے تو ایک جدید اضطراب پیدا ہو گیا، اس وقت مزید تسکین و تقویت کے لئے وعدہ فرمایا کہ اگر تم صبر و تقویٰ سے کام لو گے تو ہم پانچ ہزار فرشتے تمہاری مدد کو بھیج دیں گے اگر مشرکین کی کمک بالکل ناگہانی طور پر آ پہنچے تب بھی فکر مت کرو۔ خدا تعالیٰ بروقت تمہاری مدد کریگا۔ شاید پانچ ہزار کا عدد اس لئے رکھا ہو کہ لشکر کے پانچ حصے ہوتے تھے۔ ہر ایک حصہ کو ایک ایک ہزار کی کمک پہنچادی جائے گی۔ چونکہ کرز بن جابر کی مدد مشرکین کو نہ پہنچی۔ اس لئے بعض کہتے ہیں کہ پانچ ہزار کا وعدہ پورا نہیں کیا گیا۔ کیونکہ **وَمَا تَوْكَلُكُمْ مِنْ فُؤَادِهِمْ هَذَا** پر معلق تھا۔ اور بعض کا قول ہے کہ پانچ ہزار فرشتے نازل ہوئے۔ واللہ اعلم۔ اس کا مزید بیان ”انفال“ میں دیکھو۔

❖ **نزول ملائکہ کی وجہ** | یعنی یہ سب غیبی سامان غیر معمولی طور پر ظاہری اسباب کی صورت میں محض اس لئے مہیا کئے گئے کہ تمہارے دلوں سے اضطراب و ہراس دور ہو کر سکون و اطمینان نصیب ہو۔ ورنہ خدا کی مدد کچھ ان چیزوں پر محدود و مقصور نہیں، نہ اسباب کی پابند ہے وہ چاہے تو محض اپنی زبردست قدرت سے بدون فرشتوں کے تمہارا کام بنا دے یا بدون تمہارے توسط کے کفار کو خائب و خاسر کر دے۔ یا ایک فرشتہ سے وہ کام لے لے جو پانچ ہزار سے لیا جاتا ہے۔ فرشتے بھی جو امداد پہنچاتے ہیں وہ اسی خداوند قدیر کی قدرت و مشیت سے پہنچا سکتے ہیں، مستقل طاقت و اختیار کسی میں نہیں۔ آگے یہ اس کی حکمت ہے کہ کس موقع پر کس قسم کے اسباب و سائل سے کام لینا مناسب ہے، نگو بینات کے رازوں کا کوئی احاطہ نہیں کر سکتا۔ حدیث از مطرب دے گو درازد ہر کمتر جو کہ کس نکشود و نکشاید بحکمت اس معمارا

❖ یعنی فرشتے بھیجنے سے مقصود تمہاری مدد کرنا تھا کہ تمہارے دل مضبوط ہوں اور خدا کی طرف سے بشارت و طمانینت پا کر پوری دلچسپی اور پامردی کے ساتھ دشمن کا مقابلہ کرو جس سے یہ غرض تھی کہ کافروں کا زور ٹوٹے۔ ان کا بازو کٹ جائے۔ پرانے نامور مشرک کچھ مارے جائیں، کچھ ذلیل و خوار ہوں، اور بقیہ السیف بہزار رسوائی و ناکامی واپس ہو جائیں چنانچہ ایسا ہی واقع ہوا۔ ستر سردار جن میں اس امت کا فرعون ابو جہل بھی تھا، مارے گئے ستر قید ہوئے اور نہایت ذلیل و نامراد ہو کر مکہ واپس جانا پڑا۔

يُعَذِّبُهُمْ فَإِنَّهُمْ ظَالِمُونَ ﴿۱۲۸﴾ وَ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ

ان کو عذاب کرے کہ وہ ناحق پر ہیں اور اللہ ہی کا مال ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے

وَمَا فِي الْاَرْضِ يَغْفِرُ لِمَن يَشَاءُ وَيُعَذِّبُ

اور جو کچھ زمین میں ہے بخش دے جس کو چاہے اور عذاب کرے

مَنْ يَشَاءُ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۱۲۹﴾ يَا أَيُّهَا الَّذِيْنَ

جس کو چاہے اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے اسے ایمان

اٰمَنُوْا لَا تَاْكُلُوْا الرِّبٰوَا اَضْعَافًا مُّضَاعَفَةً وَ اتَّقُوا

والو مت کھاؤ سود دو نے پروانا اور ڈرو

اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تَفْلِحُوْنَ ﴿۱۳۰﴾ وَ اتَّقُوا النَّارَ الَّتِيْ اُعِدَّتْ

اللہ سے تاکہ تمہارا بھلا ہو اور بچو اس آگ سے جو تیار ہوئی

لِلْكَافِرِيْنَ ﴿۱۳۱﴾ وَ اطِيعُوْا اللّٰهَ وَ الرَّسُوْلَ لَعَلَّكُمْ

کافروں کے واسطے اور حکم مانو اللہ کا اور رسول کا تاکہ تم پر

تُرْحَمُوْنَ ﴿۱۳۲﴾ وَ سَارِعُوْا اِلَى مَغْفِرَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ

رحم ہو اور دوڑو بخشش کی طرف اپنے رب کی

◆ غزوہ احد کا تفصیلی بیان | احد میں ستر صحابہ شہید ہوئے تھے جن میں حضور کے چچا سید اشہد اہ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ بھی تھے، مشرکین نے نہایت وحشیانہ طور پر شہداء کا مشلہ کیا (ناک کان وغیرہ کاٹنے) پیٹ چاک کئے حتیٰ کہ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کا جگر نکال کر ہندہ نے چبایا۔ منصل واقعہ آگے آئے گا۔ خلاصہ یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ کو بھی اس لڑائی میں چشم زخم پہنچا۔ سامنے کے چار دانتوں میں سے نیچے کا دایاں دانت شہید ہوا، خود کی کڑیاں ٹوٹ کر رخسار مبارک میں گھس گھس، پیشانی زخمی ہوئی اور بدن مبارک لہلہاں تھا اسی حالت میں آپ کا پاؤں لڑکھڑایا اور زمین پر گر کر بہوش ہو گئے۔ کفار نے مشہور کر دیا کہ انّ مُحَمَّدًا قَدْ قُبِلَ (محمد ﷺ مارے گئے) اس سے مجمع بدحواس ہو گیا تھوڑی دیر کے بعد آپ کو ہوش آیا۔ اس وقت زبان مبارک سے نکلا کہ ”وہ قوم کیونکر فلاح پلائے گی جس نے اپنے نبی کا چہرہ زخمی کیا جو انکو خدا کی طرف بلاتا تھا“۔ مشرکین کے وحشیانہ شدائد و مظالم

۱۲۹

تفصیلی بیان

کو دیکھ کر آپ سے نہ رہا گیا اور ان میں سے چند نامور اشخاص کے حق میں آپ نے بددعا کا ارادہ کیا یا شروع کر دی جس میں ظاہر ہے آپ ہر طرح حق بجانب تھے مگر حق تعالیٰ کو منظور تھا کہ آپ اپنے منصب جلیل کے موافق اس سے بھی بلند مقام پر کھڑے ہوں، وہ ظلم کرتے جائیں آپ خاموش رہیں جتنی بات کا آپ کو حکم ہے (مثلاً دعوت و تبلیغ اور جہاد وغیرہ) اسے انجام دیتے رہیں باقی انکا انجام خدا کے حوالے کریں۔ اس کی جو حکمت ہوگی کریگا۔ آپ کی بددعا سے وہ ہلاک کر دیے جائیں کیا اسکی جگہ یہ بہتر نہیں کہ ان ہی دشمنوں کو اسلام کا محافظ اور آپ کا جاں نثار عاشق بنا دیا جائے؟ چنانچہ جن لوگوں کے حق میں آپ بددعا کرتے تھے چند روز کے بعد سب کو خدا تعالیٰ نے آپ کے قدموں پر لا ڈالا، اور اسلام کا جانبازا سپاہی بنا دیا غرض لَسْ لَكَ مِنَ الْاُمْرِ شَيْءٌ میں آنحضرت ﷺ کو متنبہ فرمایا کہ بندہ کو اختیار نہیں نہ اس کا علم محیط ہے اللہ تعالیٰ جو چاہے سو کرے۔ اگرچہ کافر تمہارے دشمن ہیں اور ظلم پر ہیں۔ لیکن چاہے وہ انکو مدایت دے چاہے عذاب کرے تم اپنی طرف سے بددعا نہ کرو۔ بعض روایات سے ان آیات کی شان نزول کچھ اور معلوم ہوتی ہے۔ یہاں تفصیل کی گنجائش نہیں فتح الباری میں کئی جگہ اس پر شافی کلام کیا ہے فیراجع۔

تمام تر اختیار اللہ کے پاس ہے | یعنی تمام زمین آسمان میں خدائے واحد کا اختیار چلتا ہے سب اسی کی مملوک و مخلوق ہے وہ

جس کو مناسب جانے ایمان کی توفیق دیکر بخش دے اور جسے چاہے کفر کی سزا میں پکڑ لے۔ شاید اخیر میں 'وَاللَّهُ غَفُورٌ رَّحِيمٌ' فرما کر اشارہ کر دیا کہ ان لوگوں کو جن کے حق میں آپ بددعا کرنا چاہتے تھے، ایمان دیکر مغفرت و رحمت کا مورد بنایا جائے گا۔

سود کی ممانعت | جنگ احد کے تذکرہ میں سود کی ممانعت کا ذکر بظاہر بے تعلق معلوم ہوتا ہے مگر شاید یہ مناسبت ہو کہ اوپر اذہمت

طَلَّافَتَانِ مِنْكُمْ اَنْ تَفْشَلَا میں "جہاد" کے موقع پر نامردی دکھلانے کا ذکر ہوا تھا اور سود کھانے سے نامردی پیدا ہوتی ہے دو سبب سے۔ ایک یہ کہ مال حرام کھانے سے توفیق طاعت کم ہوتی ہے اور بڑی طاعت جہاد ہے، دوسرا یہ کہ سود لینا انتہائی بخل پر دلالت کرتا ہے، کیونکہ سود خوار چاہتا ہے کہ اپنا مال جتنا دیا تھا لے لے اور بیچ میں کسی کا کام نکالے یہ بھی مفت نہ چھوڑے۔ اس کا علیحدہ معاوضہ وصول کرے تو جس کو مال میں اتنا بخل ہو کہ خدا کے لئے کسی کی ذرہ بھر ہمدردی نہ کر سکے وہ خدا کی راہ میں جان کب دے سکے گا۔ ابو حیان نے لکھا ہے کہ اس وقت یہود وغیرہ سے مسلمانوں کے سودی معاملات اکثر ہوتے رہتے تھے اس لئے ان سے تعلقات قطع کرنا مشکل تھا۔ چونکہ پہلے لَا تَبْتَغُوا بَطَانَةَ كَا حَكْمٍ ہو چکا ہے، اور احد کے قصہ میں بھی منافقین یہود کی حرکات کو بہت دخل تھا اسلئے متنبہ فرمایا کہ سودی لین دین ترک کرو ورنہ اسکی وجہ سے خواہی نہ خواہی ان ملعونوں کے ساتھ تعلقات قائم رہیں گے جو آئندہ نقصان اٹھانے کا موجب ہونگے۔

اس کا مطلب یہ نہیں کہ تھوڑا سود لے لیا کرو ورنہ پر دو نامت لو۔ بات یہ ہے کہ جاہلیت میں سود اسی طرح لیا جاتا تھا جیسے ہمارے یہاں کے بنے لیتے ہیں۔ سو روپے دیے اور سو دو سو بڑھاتے چلے گئے یہاں تک کہ سو روپے میں ہزاروں روپیہ کی جائدادوں کے مالک بن بیٹھے۔ اسی صورت کو یہاں اَضْعَافًا مُضَاعَفَةً سے تعبیر فرمایا۔ یعنی اول تو سود مطلقاً حرام و قبیح، اور یہ صورت تو بہت ہی زیادہ شنیع و قبیح ہے جیسے کوئی کہے میاں مسجد میں گالیاں مت بکو۔ اس کا مطلب یہ نہیں کہ مسجد سے باہر بکنے کی اجازت ہے بلکہ مزید قبیح و شنیع کے موقع پر ایسے الفاظ بولتے ہیں۔

یعنی سود کھانے میں بھلا نہیں، بلکہ تمہارا بھلا اس میں ہے کہ خدا سے ڈر کر سود کھانا چھوڑ دو۔

یعنی سود کھانیوالا دوزخ میں جاتا ہے جو اصل میں کافروں کے واسطے بنائی گئی تھی۔

اطاعت رسول کا مطلب | رسول کا حکم ماننا بھی فی الحقیقت خدا ہی کا حکم ماننا ہے کیونکہ اس نے حکم دیا ہے کہ ہم پیغمبر کا حکم

مانیں اور ان کی پوری اطاعت کریں۔ جن احمقوں کو اطاعت اور عبادت میں فرق نظر نہ آیا وہ اطاعت رسول کو شرک کہنے لگے۔ چونکہ جنگ احد میں رسول کے حکم کی خلاف ورزی ہوئی تھی۔ (جیسا کہ آگے آتا ہے) اسلئے آئندہ کے لئے ہوشیار کیا جاتا ہے کہ خدا کی رحمت اور فلاح و کامیابی کی امید اسی وقت ہو سکتی ہے جب اللہ و رسول کے کہنے پر چلو۔

وَجَنَّةٍ عَرْضُهَا السَّمَوَاتُ وَالْأَرْضُ ۖ أُعِدَّتْ

اور جنت کی طرف ۱ جس کا عرض ہے آسمان اور زمین ۲ تیار ہوئی ہے

لِلْمُتَّقِينَ ۝ الَّذِينَ يُنْفِقُونَ فِي السَّرَّاءِ وَ

داسطے پر ہیزگاروں کے ۳ جو خرچ کئے جاتے ہیں ۴ خوشی میں اور

الضَّرَّاءِ ۖ وَالْكَاظِمِينَ الْغَيْظَ وَالْعَافِينَ

تکلیف میں ۵ اور دبا لیتے ہیں غصہ اور معاف کرتے ہیں

عَنِ النَّاسِ ۗ وَاللَّهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِينَ ۝ وَالَّذِينَ

لوگوں کو اور اللہ چاہتا ہے نیکی کرنے والوں کو ۶ اور وہ لوگ

إِذَا فَعَلُوا فَاحِشَةً أَوْ ظَلَمُوا أَنْفُسَهُمْ ذَكَرُوا

کہ جب کرتے ہیں کچھ کھلا گناہ یا برا کام کریں اپنے حق میں ۷ تو یاد کریں

اللَّهَ فَاسْتَغْفَرُوا لِذُنُوبِهِمْ ۖ وَمَنْ يَغْفِرُ

اللہ کو اور بخشش مانگیں اپنے گناہوں کی اور کون ہے

الذُّنُوبَ إِلَّا اللَّهُ ۗ وَلَمْ يُصِرُّوا عَلَىٰ مَا فَعَلُوا

گناہ بخشنے والا ۸ سوا اللہ کے اور اڑتے نہیں اپنے کئے پر

وَهُمْ يَعْلَمُونَ ۝ أُولَٰئِكَ جَزَاءُ وَهُمْ مَغْفِرَةٌ ۖ

اور وہ جانتے ہیں انہی کی جزا ہے بخشش

مَنْ رَزَقَهُمْ وَجَنَّتْ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ

ان کے رب کی اور باغ جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں

یعنی ان اعمال و اخلاق کی طرف جھپٹو جو حسب وعدہ خداوندی اسکی بخشش اور جنت کا مستحق بناتے ہیں۔

جنت کا عرض | چونکہ آدمی کے دماغ میں آسمان و زمین کی وسعت سے زیادہ اور کوئی وسعت نہیں آسکتی تھی اس لئے سمجھانے کیلئے جنت کے عرض کو اسی سے تشبیہ دی گئی۔ گویا بتلادیا کہ جنت کا عرض زیادہ سے زیادہ سمجھو۔ پھر جب عرض اتنا ہے تو طول کا حال خدا جانے کیا کچھ ہوگا۔

محسنین کی صفات | یعنی نہ عیش و خوشی میں خدا کو بھولتے ہیں نہ تنگی و تکلیف کے وقت خرچ کرنے سے جان جراتے ہیں۔ ہر موقع پر اور ہر حال میں حسب مقدرت خرچ کرنے کے لئے تیار رہتے ہیں۔ سود خواروں کی طرح بخیل اور پیسہ کے پجاری نہیں۔ گویا جانی جہاد کے ساتھ مالی جہاد بھی کرتے ہیں۔

غصہ کو پی جانا ہی بڑا کمال ہے اس پر مزید یہ کہ لوگوں کی زیادتی یا غلطیوں کو بالکل معاف کر دیتے ہیں، اور نہ صرف معاف کرتے ہیں، بلکہ احسان اور نیکی سے پیش آتے ہیں۔ غالباً پہلے جن لوگوں کی نسبت بددعا کرنے سے روکا تھا یہاں انکے متعلق غصہ دبانے اور عفو و درگزر سے کام لینے کی ترغیب دی گئی ہے نیز جن بعض صحابہ نے جنگ احد میں عدول حکمی کی تھی، یا فرار اختیار کیا تھا، انکی تفصیر معاف کرنے اور شان عفو و احسان اختیار کرنے کی طرف متوجہ کیا گیا ہے۔

یعنی کھلم کھلا کوئی بے حیائی کا کام کر گزریں جس کا اثر دوسروں تک متعدی ہو یا کسی اور بری حرکت کے مرتکب ہو جائیں جس کا ضرر ان ہی کی ذات تک محدود رہے۔

خَلِيدِينَ فِيهَا وَنِعْمَ أَجْرُ الْعَبِيدِينَ ﴿۱۳۶﴾ قَدْ

میشر ہیں گے وہ لوگ ان باغوں میں اور کیا خوب مزدوری ہے کام کرنے والوں کی

خَلَتْ مِنْ قَبْلِكُمْ سُنَنٌ ۚ فَسِيرُوا فِي الْأَرْضِ

ہو چکے ہیں تم سے پہلے واقعات سو پھرو زمین میں

فَانظُرُوا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُكْذِبِينَ ﴿۱۳۷﴾ هَذَا

اور دیکھو کہ کیا ہوا انجام جھٹلانے والوں کا

بَيَانٌ لِلنَّاسِ وَهُدًى وَمَوْعِظَةٌ لِّلْمُتَّقِينَ ﴿۱۳۸﴾

بیان ہے لوگوں کے واسطے اور ہدایت اور نصیحت ہے ڈرنے والوں کو

وَلَا تَهِنُوا وَلَا تَحْزَنُوا ۚ وَأَنْتُمْ الْأَعْلَوْنَ إِن كُنْتُمْ

اورست نہ ہو اور نہ علم کھاؤ اور تم ہی غالب رہو گے اگر تم

مُؤْمِنِينَ ﴿۱۳۹﴾ إِنْ يَمْسَسْكُمْ قَرْحٌ فَقَدْ مَسَّ الْقَوْمَ

ایمان رکھتے ہو اگر پہنچا تم کو زخم تو پہنچ چکا ہے ان کو بھی

قَرْحٌ مِّثْلَهُ ۗ وَتِلْكَ الْأَيَّامُ نُدَاوِلُهَا بَيْنَ النَّاسِ ۚ

زخم ایسا ہی اور یہ دن باری باری بدلتے رہتے ہیں ہم ان کو لوگوں میں

یعنی خدا کی عظمت و جلال اس کے عذاب و ثواب، اس کے حقوق و احکام، اس کی عدالت کی پیشی اور وعدہ و وعید کو دل سے یاد کر کے زبان سے بھی اسکی یاد شروع کر دی۔ خوفزدہ اور مضطرب ہو کر اسے پکارا، اسکے سامنے سر بسجود ہوئے (جیسا کہ "صلوة التوبہ" کی حدیث میں آیا ہے) پھر جو شرعی طریقہ گناہوں کے معاف کرانے کا ہے اسکے موافق معافی اور بخشش طلب کی۔ مثلاً اہل حقوق کے حقوق ادا کئے یا ان سے معاف کرائے اور خدا کے سامنے توبہ و استغفار کیا (کیونکہ اصل بخشش والا تو وہی ہے)۔ جو گناہ بمقتضائے بشریت ہو گیا تھا اس پر اڑے نہیں بلکہ یہ جان کر کہ حق تعالیٰ بندوں کی سچی توبہ قبول کرتا ہے، ہندامت و افلاخ کے ساتھ توبہ کرتے ہوئے اسکے حضور میں حاضر ہو گئے۔ یہ لوگ بھی دوسرے درجہ کے متقین میں ہیں جن کے لئے جنت تیار کی گئی ہے۔ حق تعالیٰ ان تائبین کے گناہ معاف کر کے اپنی جنت میں جگہ دیا اور جو توبہ یا اور عمل نیک کئے ہوئے تھے ان کا بہترین معاوضہ ملے گا۔

تفسیر

❖ ماضی کے واقعات سے سبق لو | یعنی تم سے پہلے بہت قومیں اور ملتیں گنہگار تھیں۔ بڑے بڑے واقعات پیش آچکے، خدا تعالیٰ کی عادت بھی بار بار معلوم کرادی گئی کہ ان میں سے جنہوں نے انبیاء علیہم السلام کی عداوت اور حق کی تکذیب پر کمر باندھی اور خدا اور رسول کی تصدیق و اطاعت سے منہ پھیر کر حرام خوری اور ظلم و عصیان پر اصرار کرتے رہے، انکا کیسا برا انجام ہوا۔ یقین نہ ہو تو زمین میں چل پھر کر انکی تباہی کے آثار دیکھ لو جو آج بھی تمہارے ملک کے قریب موجود ہیں۔ ان واقعات میں غور کرنے سے معرکہ "أُحُد" کے دونوں حریفوں کو سبق لینا چاہئے یعنی مشرکین جو پیغمبر خدا کی عداوت میں حق کو کچلنے کے لئے نکلے اپنی تھوڑی سی عارضی کامیابی پر مغرور نہ ہوں کہ انکا آخری انجام بجز ہلاکت و بربادی کے کچھ نہیں۔ اور مسلمان کفار کی سختیوں اور وحشیانہ دراز دستیوں یا اپنی ہنگامی پسپائی سے طول و مایوس نہ ہوں کہ آخر حق غالب و منصور ہو کر رہے گا۔ قدیم سے سنت اللہ یہی ہے جو ٹل نہیں سکتی۔

❖ یعنی عام لوگوں کے کان کھولنے کے لئے قرآن میں یہ مضامین بیان کئے جا رہے ہیں جن کو سن کر خدا سے ڈرنے والے ہدایت و نصیحت حاصل کرتے ہیں۔ باقی جس کے دل میں خدا کا خوف نہ ہونا صحابہ تنبیہات سے کیا منتفع ہو سکتا ہے۔

❖ غزوة أُحُد میں مسلمانوں کی تسلی | یہ آیات جنگ أُحُد کے بارہ میں نازل ہوئیں۔ جب مسلمان مجاہدین زخموں سے چور چور ہو رہے تھے، انکے بڑے بڑے بہادروں کی لاشیں آنکھوں کے سامنے مثلہ کی ہوئی پڑی تھیں۔ پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کو بھی اشیاء نے مجروح کر دیا تھا اور بظاہر کامل ہزیمت کے سامان نظر آ رہے تھے۔ اس جہوم شدائد و یاس میں خداوند قدوس کی آواز سنائی دی وَلَا تَهِنُوا وَلَا تَحْزَنُوا وَأَنْتُمْ الْأَغْلَىٰ إِنَّ كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ دیکھنا! سختیوں سے گھبرا کر دشمنان خدا کے مقابلہ میں نامردی اور سستی پاس نہ آنے پائے۔ پیش آمدہ حوادث و مصائب پر ٹمکن ہو کر بیٹھ رہنا مومن کا شیوہ نہیں۔ یاد رکھو آج بھی تم ہی معزز و سر بلند ہو کہ حق کی حمایت میں تکلیفیں اٹھا رہے اور جانیں دے رہے ہو اور یقیناً آخری فتح بھی تمہاری ہے۔ انجام کار تم ہی غالب ہو کر رہو گے بشرطیکہ ایمان و ایقان کے راستہ پر مستقیم رہو اور حق تعالیٰ کے وعدوں پر کامل و وثوق رکھتے ہوئے اطاعت رسول اور جہاد فی سبیل اللہ سے قدم پیچھے نہ ہٹاؤ۔ اس خدائی آواز نے ٹونے ٹونے دلوں کو جوڑ دیا اور پڑ مردہ جسموں میں حیات تازہ پھونک دی۔ نتیجہ یہ ہوا کہ کفار جو بظاہر غالب آچکے تھے، زخم خوردہ مجاہدین کے جوانی حملہ کی تاب نہ لاسکے۔ اور سر پر پاؤں رکھ کر میدان سے بھاگے۔

❖ مسلمانوں کو جنگ میں جو شدید نقصان اٹھانا پڑا تھا، اس سے سخت شکستہ خاطر تھے مزید برآں منافقین اور دشمنوں کے طعنے سن کر اور زیادہ اذیت پہنچتی تھی کیونکہ منافقین کہتے تھے کہ محمد ﷺ سچے پیغمبر ہوتے تو یہ نقصانات کیوں پہنچتے یا تھوڑی دیر کے لئے بھی عارضی ہزیمت کیوں پیش آتی۔ حق تعالیٰ نے ان آیات میں مسلمانوں کو تسلی دی کہ اگر اس لڑائی میں تم کو زخم پہنچا یا تکلیف اٹھانی پڑی تو اس طرح کے حوادث فریق مقابل کو پیش آچکے ہیں۔ اُحُد میں تمہارے کچھ آدمی شہید اور بہت سے زخمی ہوئے تو ایک سال پہلے بدر میں انکے ستر جہنم رسید اور بہت سے زخمی ہو چکے ہیں اور خود اس لڑائی میں بھی ابتداء انکے بہت آدمی مقتول و مجروح ہوئے جیسا کہ وَ لَقَدْ صَدَقَ اللَّهُ وَعْدَهُ إِذْ تَحُسُّونَهُمْ بِآذُنِهِ کے الفاظ سے ظاہر ہے۔ پھر بدر میں انکے ستر آدمی ذلت کے ساتھ قید ہوئے۔ تمہارے ایک فرد نے بھی یہ ذلت قبول نہ کی۔ بہر حال اپنے نقصان کا ان کے نقصان سے مقابلہ کرو تو غم و افسوس کا کوئی موقع نہیں نہ انکے لئے کبر و غرور سے سراٹھانے کی جگہ ہے۔ باقی ہماری عادت ہمیشہ یہ رہی ہے کہ سختی نرمی دکھ سکھ تکلیف و راحت کے دنوں کو لوگوں میں اول بدل کرتے رہتے ہیں جس میں بہت سی حکمتیں مضمر ہیں۔ پھر جب وہ دکھا اٹھا کر باطل کی حمایت میں ہمت نہیں ہارے، تو تم حق کی حمایت میں کیونکر ہمت ہار سکتے ہو۔

وَلِيَعْلَمَ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا وَيَتَّخِذَ مِنْكُمْ شُهَدَاءَ ۗ

اور اس لیے کہ معلوم کرے اللہ جن کو ایمان ہے ﴿۱۳۸﴾ اور کرے تم میں سے شہید

وَاللَّهُ لَا يُحِبُّ الظَّالِمِينَ ﴿۱۳۹﴾ وَلِيُمَحِّصَ اللَّهُ الَّذِينَ

اور اللہ کو محبت نہیں ظلم کرنے والوں سے ﴿۱۳۹﴾ اور اس واسطے کہ پاک صاف کرے اللہ

آمَنُوا وَيُبْحَثَ الْكٰفِرِينَ ﴿۱۴۰﴾ اَمْ حَسِبْتُمْ اَنْ تَدْخُلُوْا

ایمان والوں کو اور منادیوں کے کافروں کو ﴿۱۴۰﴾ کیا تم کو خیال ہے کہ داخل ہو جاؤ گے

الْجَنَّةَ وَلَمَّا يَعْلَمِ اللَّهُ الَّذِينَ جَاهَدُوا مِنْكُمْ

جنت میں اور ابھی تک معلوم نہیں کیا اللہ نے جو لڑنے والے ہیں تم میں

وَيَعْلَمَ الصّٰبِرِينَ ﴿۱۴۱﴾ وَلَقَدْ كُنْتُمْ تَمَتُّونَ الْمَوْتَ

اور معلوم نہیں کیا ثابت قدم رہنے والوں کو ﴿۱۴۱﴾ اور تم تو آرزو کرتے تھے مرنے کی

مِنْ قَبْلِ اَنْ تَلْقَوْهُ ۗ فَقَدْ رَاٰ يَمُوْهُ وَاَنْتُمْ

اُس کی ملاقات سے پہلے سو اب دیکھ لیا تم نے اس کو

تَنْظُرُوْنَ ۗ ﴿۱۴۲﴾ وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ ۗ قَدْ خَلَتْ

آنکھوں کے سامنے ﴿۱۴۲﴾ اور محمد تو ایک رسول ہے ہو چکے

مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ ۗ اَفَاِیْنُ مَاتَ اَوْ قُتِلَ اَنْقَلَبْتُمْ

اُس سے پہلے بہت رسول پھر کیا اگر وہ مر گیا یا مار گیا تو تم پھر جاؤ گے

عَلٰٓءَ اَعْقَابِكُمْ ۗ وَمَنْ يُّنْقَلِبْ عَلٰٓى عَقْبَيْهِ فَلَنْ

الٹے پاؤں اور جو کوئی پھر جائے گا الٹے پاؤں تو ہرگز

یعنی سچے ایمان والوں کو منافقوں سے الگ کر دے۔ دونوں کا رنگ صاف صاف اور جُدا جُدا نظر آنے لگے۔

”ظالمین“ سے مراد اگر مشرکین ہیں جو ”أعدا“ میں فریقِ مقابل تھے تو یہ مطلب ہوگا کہ ان کی عارضی کامیابی کا سبب یہ نہیں کہ خدا ان سے محبت کرتا ہے بلکہ دوسرے اسباب ہیں۔ اور منافقین مراد ہوں جو عین موقع پر مسلمانوں سے الگ ہو گئے تھے، تو یہ بتا دیا کہ خدا کے نزدیک مبعوض تھے، اس لئے ایمان و شہادت کے مقام سے انہیں دور پھینک دیا گیا۔

یعنی فتح اور شکست بدلتی چیز ہے اور مسلمانوں کو شہادت کا مقام بلند عطا فرمانا تھا۔ مومن و منافق کا پرکھنا، مسلمانوں کو سدھانا یا ذنوب سے پاک کرنا اور کافروں کو آہستہ آہستہ مٹا دینا منظور تھا کہ جب وہ اپنے عارضی غلبہ اور وقتی کامیابی پر مسرور و مغرور ہو کر کفر و طغیان میں بیش از بیش غلو کریں گے۔ خدا کے قہر و غضب کے اور زیادہ مستحق ہو گئے۔ اس واسطے یہ عارضی ہزیمت مسلمانوں کو ہوئی، نہیں تو اللہ کافروں سے راضی نہیں ہے۔

صبر اور مجاہدہ کے بغیر جنت نہیں ملتی | یعنی جنت کے جن اعلیٰ مقامات اور بلند درجات پر خدا تم کو پہنچانا چاہتا ہے کیا تم سمجھتے ہو کہ بس یونہی آرام سے وہاں جا پہنچیں گے اور خدا تمہارا امتحان لیکر یہ نہ دیکھے گا کہ تم میں کتنے خدا کی راہ میں لڑنے والے اور کتنے لڑائی کے وقت ثابت قدم رہنے والے ہیں ایسا خیال نہ کرنا۔ مقاماتِ عالیہ پر وہی لوگ فائز کئے جاتے ہیں جو خدا کے راستہ میں ہر طرح کی سختیاں جھیلنے اور قربانیاں پیش کرنے کیلئے تیار ہوں۔

یہ رتبہ بلند ملا جس کو مل گیا ہر مدعی کے واسطے دار و رسن کہاں

جو صحابہ بدر کی شرکت سے محروم رہ گئے تھے شہدائے بدر کے فضائل سن سن کر تمنا کیا کرتے تھے کہ خدا پھر کوئی موقع لائے جو ہم بھی خدا کی راہ میں مارے جائیں اور شہادت کے مراتب حاصل کریں۔ انہی حضرات نے احد میں یہ مشورہ دیا تھا کہ مدینہ سے باہر نکل کر لڑنا چاہئے انکو فرمایا کہ جس چیز کی پہلے تمنا رکھتے تھے وہ تمہاری آنکھوں کے سامنے آچکی اب آگے بڑھنے کی بجائے پیچھے ہٹنا کیسا؟ حدیث میں ہے کہ لقاءِ عہد کی تمنامت کرو اور جب ایسا موقع پیش آجائے تو ثابت قدم رہو۔

يَضُرَّ اللَّهُ شَيْئًا وَسَيَجْزِي اللَّهُ الشَّاكِرِينَ ﴿۱۳۴﴾

نہ بگاڑیگا اللہ کا کچھ

اور اللہ ثواب دے گا شکر گزاروں کو

وَمَا كَانَ لِنَفْسٍ أَنْ تَمُوتَ إِلَّا بِإِذْنِ اللَّهِ كِتَابًا

اور کوئی مر نہیں سکتا

بغیر حکم اللہ کے

لکھا ہوا ہے

مُؤَجَّلًا وَمَنْ يُرِدْ ثَوَابَ الدُّنْيَا نُؤْتِهِ مِنْهَا

ایک وقت مقرر

اور جو کوئی چاہتا ہے

بدلہ دنیا کا

دیویں گے ہم اس کو دنیا ہی سے

وَمَنْ يُرِدْ ثَوَابَ الْآخِرَةِ نُؤْتِهِ مِنْهَا وَسَيَجْزِي

اور جو کوئی چاہے گا

بدلہ آخرت کا

اس میں سے دیویں گے ہم اس کو

اور ہم ثواب دیں گے

الشَّاكِرِينَ ﴿۱۳۵﴾ وَكَأَيِّنْ مِنْ نَبِيِّ قُتِلَ مَعَهُ

احسان ماننے والوں کو

اور بہت نبی ہیں

جن کے ساتھ ہو کر لڑے ہیں

رَبِّيُونَ كَثِيرٌ فَمَا وَهَنُوا لِمَا أَصَابَهُمْ فِي

بہت خدا کے طالب

پھرنہ ہارے ہیں

کچھ تکلیف پہنچنے سے

سَبِيلِ اللَّهِ وَمَا ضَعُفُوا وَمَا اسْتَكَانُوا وَاللَّهُ

اللہ کی راہ میں

اور نہ سست ہوئے ہیں

اور نہ دب گئے ہیں

اور اللہ

يُحِبُّ الصَّابِرِينَ ﴿۱۳۶﴾ وَمَا كَانَ قَوْلَهُمْ إِلَّا أَنْ

محبت کرتا ہے ثابت قدم رہنے والوں سے

اور کچھ نہیں بولے

مگر یہی

قَالُوا رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا ذُنُوبَنَا وَإِسْرَافَنَا فِي

کہا کہ اے رب ہمارے

بخش ہمارے گناہ

اور جو ہم سے زیادتی ہوئی

آنحضرت ﷺ کی خبر شہادت پر مسلمانوں سے خطاب | واقعہ یہ ہے کہ احد میں نبی کریم ﷺ

نے بنفس نفیس نقشہ جنگ قائم کیا۔ تمام صفوف درست کرنے کے بعد پہاڑ کا ایک درہ باقی رہ گیا جہاں سے اندیشہ تھا کہ دشمن لشکر اسلام کے عقب پر حملہ آور ہو جائے۔ اس پر آپ نے پچاس تیر اندازوں کو جن کے سردار حضرت عبداللہ بن جبیر رضی اللہ عنہ تھے۔ مامور فرما کر تاکید کر دی کہ ہم خواہ کسی حالت میں ہوں تم یہاں سے مت نکلنا مسلمان غالب ہوں یا مغلوب حتیٰ کہ اگر تم دیکھو کہ پرندے ان کا گوشت نوج کر کھا رہے ہیں تب بھی اپنی جگہ مت چھوڑنا۔ وَإِنَّا لَن نَزَالُ غَالِبِينَ مَا لَكُمْ مَكَانِكُمْ (بغوی) ہم برابر اس وقت تک غالب رہیں گے جب تک تم اپنی جگہ قائم رہو گے۔ الغرض فوج کو پوری ہدایت دینے کے بعد جنگ شروع کی گئی۔ میدان کارزار گرم تھا، غازیان اسلام بڑھ بڑھ کر جو ہر شجاعت دکھا رہے تھے۔ ابودجانہ علی مرتضیٰ اور دوسرے مجاہدین کی بسالت و بے جگری کے سامنے مشرکین قریش کی کمزریں ٹوٹ چکی تھیں۔ ان کو راہ فرار کے سوا اب کوئی راستہ نظر نہ آتا تھا کہ حق تعالیٰ نے اپنا وعدہ پورا کر دکھایا۔ کفار کو شکست فاش ہوئی وہ بدحواس ہو کر بھاگے ان کی عورتیں جو غیرت دلانے کو آئی تھیں، پانچے چڑھا کر ادھر ادھر بھاگتی نظر آئیں۔ مجاہدین نے مال غنیمت پر قبضہ کرنا شروع کر دیا۔ یہ منظر جب تیر اندازوں نے دیکھا تو سمجھے کہ اب فتح کامل ہو چکی دشمن بھاگ رہا ہے۔ یہاں بے کار ٹھہرنا کیا ضروری ہے چل کر دشمن کا تعاقب کریں اور غنیمت میں حصہ لیں عبداللہ بن جبیر نے رسول اللہ ﷺ کا ارشاد اُنکو یاد دلایا وہ سمجھے کہ آپ کے ارشاد کا اصلی منشا ہم پورا کر چکے ہیں۔ یہاں ٹھہرنے کی حاجت نہیں۔ یہ خیال کر کے سب غنیمت پر جا پڑے۔ صرف عبداللہ بن جبیر اور انکے گیارہ ساتھی درہ کی حفاظت پر باقی رہ گئے۔ مشرکین کے سواروں کا رسالہ خالد بن الولید کے زیرِ کمان تھا (جو اس وقت تک ”حضرت“ اور رضی اللہ عنہ“ نہیں بنے تھے) انہوں نے پلٹ کر درہ کی طرف سے حملہ کر دیا۔ دس بارہ تیر انداز ڈھائی سو سواروں کی یلغار کو کہاں روک سکتے تھے، تاہم عبداللہ جبیر اور انکے رفقاء نے مدافعت میں کوئی دقیقہ اٹھانا نہ رکھا اور اسی میں جان دے دی مسلمان مجاہدین اپنے عقب سے مطمئن تھے کہ ناگہاں مشرکین کا رسالہ انکے سروں پر جا پہنچا اور سامنے سے مشرکین کی فوج جو بھاگی جا رہی تھی پیچھے پلٹ پڑی مسلمان دونوں طرف سے گھر گئے اور بہت زور کارن پڑا، کتنے ہی مسلمان شہید اور زخمی ہوئے۔ اسی افراتفری میں ابن قمیہ نے ایک بھاری پتھر نبی کریم ﷺ پر پھینکا جس سے دندان مبارک شہید اور چہرہ انور زخمی ہوا۔ ابن قمیہ نے چاہا کہ آپ کو قتل کرے، مگر مصعب بن عمیر نے (جن کے ہاتھ میں اسلام کا جھنڈا تھا) مدافعت کی نبی کریم ﷺ زخم کی شدت سے زمین پر گرے کسی شیطان نے آواز لگادی کہ آپ قتل کر دیے گئے، یہ سنتے ہی مسلمانوں کے ہوش خطا ہو گئے اور پاؤں اکھڑ گئے بعض مسلمان ہاتھ پاؤں چھوڑ کر بیٹھ رہے بعض ضعیفاء کو خیال ہوا کہ مشرکین کے سردار ابوسفیان سے امن حاصل کر لیں۔ بعض منافقین کہنے لگے کہ جب محمد قتل کر دیے گئے تو اسلام چھوڑ کر اپنے قدیم مذہب میں واپس چلا جانا چاہئے۔ اس وقت انس بن مالک کے چچا انس ابن النضر نے کہا کہ اگر محمد مقتول ہو گئے تو رب محمدؐ تو مقتول نہیں ہوا،

حضور کے بعد تمہارا زندہ رہنا کس کام کا ہے جس چیز پر آپ قتل ہوئے تم بھی اسی پر کٹ مرو، اور جس چیز پر آپ نے جان دی ہے اسی پر تم بھی جان دے دو۔ یہ کہہ کر آگے بڑھے، حملہ کیا، بڑے اور مارے گئے رضی اللہ عنہ۔ اسی ثناء میں حضور نے آواز دی اَللّٰی عِبَادِ اللّٰهِ اَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ (اللہ کے بندو ادھر آؤ! میں خدا کا پیغمبر ہوں) کعب بن مالک آپ کو پہچان کر چلائے ”یا معشر المسلمین“ مسلمانو! بشارت حاصل کرو! رسول اللہ یہاں موجود ہیں ”آواز کا سننا تھا کہ مسلمان ادھر ہی سمنا شروع ہو گئے تمیں صحابہ نے آپ کے قریب ہو کر مدافعت کی اور مشرکین کی فوج کو منتشر کر دیا۔ اس موقع پر سعد بن ابی وقاص، طلحہ، ابو طلحہ اور قتادہ بن النعمان وغیرہ نے بڑی جانبازیاں دکھلائیں۔ آخر مشرکین میدان چھوڑ کر چلے جانے پر مجبور ہوئے اور یہ آیات نازل ہوئیں۔ وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ..... الخ یعنی محمد (صلعم) بھی آخر خدا تو نہیں۔ ایک رسول ہیں۔ ان سے پہلے کتنے رسول گذر چکے جن کے بعد ان کے تبعین نے دین کو سنبھالا اور جان و مال فدا کر کے قائم رکھا آپ کا اس دنیا سے گزرنا بھی کچھ اچھنچا نہیں۔ اس وقت نہ سہی اگر کسی وقت آپ کی وفات ہو گئی یا شہید کر دیے گئے تو کیا تم دین کی خدمت و حفاظت کے راستے سے اُلٹے پاؤں پھر جاؤ گے اور جہاد فی سبیل اللہ ترک کر دو گے (جیسے اس وقت محض خبر قتل سن کر بہت سے لوگ حوصلہ چھوڑ کر بیٹھنے لگے تھے) یا منافقین کے مشورہ کے موافق العیاذ باللہ سرے سے دین کو خیر باد کہہ دو گے۔ تم سے ایسی امید ہرگز نہیں۔ اور کسی نے ایسا کیا تو اپنا ہی نقصان کریگا۔ خدا کا کیا بگاڑ سکتا ہے۔ وہ تمہاری مدد کا محتاج نہیں بلکہ تم شکر کرو اس نے اپنے دین کی خدمت میں لگایا۔ منت منہ کہ خدمت سلطاں بھی کم۔ منت شناس ازو کہ بخدمت گذاشتت اور شکر یہی ہے کہ ہم بیش از بیش خدمت دین میں مضبوط و ثابت قدم ہوں۔ اس میں اشارہ نکلتا ہے کہ حضرت کی وفات پر بعضے لوگ دین سے پھر جائیں گے اور جو قائم رہیں گے ان کو بڑا ثواب ہے اسی طرح ہوا کہ بہت لوگ حضرت کے بعد مرتد ہوئے۔ صدیق اکبر نے ان کو پھر مسلمان کیا اور بعض مارے گئے

ایک علمی تحقیق (تنبیہ) قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ میں ”خلت“ ”خلو“ سے مشتق ہے جس کے معنی ”ہو چکنے“ گزرنے اور چھوڑ کر چلے جانے کے ہیں۔ اسکے لئے موت لازم نہیں جیسے فرمایا اِذَا لَقَوْكُمْ قَالُوْا مَنَا وَاِذَا خَلَوْا عَضُّوْا عَلَيْنَكُمْ اِلَّا نَامِلٌ یعنی جب تمہیں چھوڑ کر علیحدہ ہوتے ہیں۔ نیز ”الرسل“ میں لام استغراق نہیں، لام جنس ہے، کیونکہ اثبات مدعا میں استغراق کو کوئی دخل نہیں۔ بعینہ اسی قسم کا جملہ حضرت مسیح کی نسبت فرمایا مَنَا الْمَسِيْحُ ابْنُ مَرْيَمَ اِلَّا رَسُوْلٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ۔ کیا لام استغراق لیکر اسکے یہ معنی ہو گئے کہ تمام پیغمبر مسیح سے پہلے گذر چکے کوئی ان کے بعد آئیو لانا نہ رہا۔ لام حالہ لام جنس لینا ہوگا۔ وہ ہی یہاں لیا جائے اس کی تائید اس سے ہوتی ہے کہ عبد اللہ بن مسعود کے مصحف اور ابن عباس کی قراءت میں ”الرسل“ نہیں ”رسل“ نکرہ ہے۔ باقی ”خلو“ کی تفصیل میں صرف موت یا قتل کا ذکر اس لئے کیا کہ موت طبعی بہر حال آئیو لاتی تھی اور قتل کی خبر اس وقت مشہور کی گئی تھی۔ اور چونکہ صورت موت کا وقوع میں آنا مقدر تھا اسلئے اسکو قتل پر مقدم کیا گیا۔ ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے

حضور کی وفات کے بعد جب صحابہ کے مجمع میں یہ پوری آیت ”الشاکرین“ تک بلکہ آیت ”انک میث“ وَاِنَّهُمْ مَّيْتُونَ بھی پڑھی تو لوگ ”قد خلت“ اور ”افان مات“ اور ”انک میث“ سے ”خلو“ اور ”موت“ کے جواز و عدم استبعاد پر متنبہ ہو گئے، جو صدیق اکبر کی غرض تھی۔ موت کے واقع ہو چکنے پر نہ صدیق اکبر نے اس سے استدلال کیا نہ کسی اور نے سمجھا۔ اگر یہ الفاظ موت واقع ہو چکنے کی خبر دیتے تو چاہئے تھا کہ نزول آیت کے وقت یعنی وفات کے ساتھ برس پہلے ہی سمجھ لیا جاتا کہ آپ کی وفات ہو چکی ہے۔ اس تقریر سے بعض محرفین کی سب تحریفات بننا منثورا ہو جاتی ہیں۔ بخوف تطویل ہم زیادہ بسط نہیں کر سکتے اہل علم کے لئے اشارے کر دیے ہیں۔

♦ موت کا وقت معین ہے | جب کوئی شخص بدون حکم الہی کے نہیں مر سکتا خواہ کتنے ہی اسباب موت کے جمع ہوں اور ہر ایک کی موت وقت مقدر پر آتی ضرور ہے خواہ بیماری سے ہو یا قتل سے یا کسی اور سبب سے تو خدا پر توکل کرنے والوں کو اس سے گھبرانا نہیں چاہئے۔ اور نہ کسی بڑے یا چھوٹے کی موت کو سن کر مایوس و بددل ہو کر بیٹھ رہنا چاہئے۔

♦ یعنی اگر چاہیں کَمَا قَالَ عَجَلْنَا لَهُ فِيهَا مَا نَشَاءُ لَمَنْ نُرِيدُ (بنی اسرائیل رکوع ۲۴)

♦ یعنی اس کو آخرت میں یقیناً بدلہ ملے گا۔ اس آیت کے پہلے جملہ میں ان لوگوں پر تعریفیں ہے جنہوں نے مالِ غنیمت کی طمع میں عدول حکمی کی۔ اور دوسرے میں انکا ذکر ہے جو برابر فرمانبرداری پر ثابت قدم رہے۔

♦ شہداید میں صبر کی تلقین | یعنی جو لوگ اس دین پر ثابت قدم رہیں گے انکو دین بھی ملے گا اور دنیا بھی، لیکن جو کوئی اس نعمت کی قدر جانے (کذافی الموضح)

♦ یعنی تم سے پہلے بہت اللہ والوں نے نبیوں کے ساتھ ہو کر کفار سے جنگ کی ہے جس میں بہت تکلیفیں اور سختیاں اٹھائیں لیکن ان شہداء و مصائب سے نہ انکے ارادوں میں سستی ہوئی، نہ ہمت ہارے، نہ کمزوری دکھائی نہ دشمن کے سامنے دبے، اللہ تعالیٰ ایسے ثابت قدم رہنے والوں سے خاص محبت کرتا ہے۔ یہ ان مسلمانوں کو تنبیہ فرمائی اور غیرت دلائی جنہوں نے احد میں کمزوری دکھائی تھی حتیٰ کہ بعض نے یہ کہہ دیا تھا کہ کسی کوچھ میں ڈال کر ابوسفیان سے امن حاصل کر لیا جائے مطلب یہ ہے کہ جب پہلی امتوں کے حق پرستوں نے مصائب و شہداء میں اس قدر صبر و استقلال کا ثبوت دیا تو اس امت کو (جو خیر الامم ہے) ان سے بڑھ کر صبر و استقامت کا ثبوت دینا چاہئے۔

أَمْرِنَا وَثَبَّتْ أَقْدَامَنَا وَانصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ

ہمارے کام میں اور ثابت رکھ قدم ہمارے اور مدد دے ہم کو قوم

الْكَافِرِينَ ﴿۱۳۷﴾ فَأَنْتَهُمُ اللَّهُ ثَوَابَ الدُّنْيَا وَ

کفار پر ﴿۱۳۷﴾ پھر دیا اللہ نے ان کو ثواب دنیا کا اور

حُسْنِ ثَوَابِ الْآخِرَةِ وَاللَّهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِينَ ﴿۱۳۸﴾

خوب ثواب آخرت کا اور اللہ محبت رکھتا ہے نیک کام کرنے والوں سے ﴿۱۳۸﴾

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِن تَطِيعُوا الَّذِينَ كَفَرُوا

اے ایمان والو اگر تم کہانا تو گے کافروں کا

يُرَدُّوكُمْ عَلَىٰ أَعْقَابِكُمْ فَتَنْقَلِبُوا خِسِرِينَ ﴿۱۳۹﴾ بَلِ

تو وہ تم کو پھیر دیں گے اگلے پاؤں پھر جا پڑو گے تم نقصان میں ﴿۱۳۹﴾ بلکہ

اللَّهُ مَوْلَاكُمْ ۖ وَهُوَ خَيْرُ النَّاصِرِينَ ﴿۱۴۰﴾ سَنُلْقِي فِي

اللہ تمہارا مددگار ہے اور اس کی مدد سب سے بہتر ہے ﴿۱۴۰﴾ اب ڈالیں گے ہم

قُلُوبِ الَّذِينَ كَفَرُوا الرُّعْبَ بِمَا أَشْرَكُوا بِاللَّهِ

کافروں کے دل میں ہیبت اس واسطے کہ انہوں نے شریک ٹھہرایا اللہ کا

مَا لَمْ يُنَزَّلْ بِهِ سُلْطَانًا ۖ وَمَأْوَاهُمُ النَّارُ ۖ وَ

جس کی اس نے کوئی سند نہیں اتاری اور ان کا ٹھکانا دوزخ ہے اور

بِئْسَ مَثْوًى الظَّالِمِينَ ﴿۱۴۱﴾ وَلَقَدْ صَدَقَكُمُ اللَّهُ

وہ برا ٹھکانا ہے ظالموں کا ﴿۱۴۱﴾ اور اللہ تو سچا کر چکا تم سے

❖ **صابرین کی دُعاء** یعنی مصائب و شدائد کے هجوم میں نہ گھبراہٹ کی کوئی بات کہی نہ مقابلہ سے ہٹ جانے اور دشمن کی اطاعت قبول کرنے کا ایک لفظ زبان سے نکالا بولے تو یہ ہی بولے کہ خداوند! تو ہم سب کی تقصیرات اور زیادتیوں کو معاف فرما دے ہمارے دلوں کو مضبوط و مستقل رکھ، تاہم ارا قدم جاہد حق سے نہ لڑکھڑائے اور ہم کو کافروں کے مقابلہ میں مدد پہنچا۔ وہ سمجھے کہ بسا اوقات مصیبت کے آنے میں لوگوں کے گناہوں اور کوتاہیوں کو دخل ہوتا ہے اور ہم میں کون دعویٰ کر سکتا ہے کہ اس سے کبھی کوئی تقصیر نہ ہوئی ہوگی۔ بہر حال بجائے اس کے کہ مصیبت سے گھبرا کر مخلوق کی طرف جھکتے اپنے خالق و مالک کی طرف جھکے۔

❖ یعنی دنیا میں ان کی فتح و ظفر کا سکہ بٹھا دیا، وجاہت و قبول عطا کیا اور آخرت کا جو بہترین ثواب ملا اس کا تو پوچھنا ہی کیا ہے۔ دیکھو جو لوگ خدا تعالیٰ سے اپنا معاملہ ٹھیک رکھیں اور نیک کام کریں ان سے خدا ایسی محبت کرتا ہے اور ایسا پھل دیتا ہے۔

❖ **کفار کے مشورہ پر عمل نہ کرو** یعنی جنگ اُحد میں مسلمانوں کے دل نونے تو کافروں اور منافقوں نے موقع پایا۔ بعض الزام اور طعنے دینے لگے بعض خیر خواہی کے پردہ میں سمجھانے لگے تا آئندہ لڑائی پر دلیری نہ کریں۔ حق تعالیٰ خبردار کرتا ہے کہ دشمن کافر یب مت کھاؤ اگر خدا نکر وہ اُنکے چکموں میں آؤ گے تو جس ظلمت سے خدا نے نکالا ہے پھر اُنکے پاؤں اسی میں جا گرو گے اور رفتہ رفتہ دین حق کا دامن ہاتھ سے چھوٹ جائیگا جس کا نتیجہ دنیا و آخرت کے خسارے کے سوا کچھ نہیں۔ پہلے اللہ والوں کی راہ پر چلنے کی ترغیب دی تھی۔ یہاں بد باطن شریروں کا کہنا ماننے سے منع کیا تا مسلمان ہوشیار رہیں، اور اپنا نفع نقصان سمجھ سکیں۔

❖ لہذا اسی کا کہنا ماننا چاہئے اور اسی کی مدد پر بھروسہ رکھنا چاہئے جسکی مدد پر خدا ہوا اس کو کیا حاجت ہے کہ دشمنانِ خدا کی مدد کا منتظر رہے یا ان کے سامنے گردنِ اطاعت خم کرے۔ حدیث میں ہے کہ اُحد سے واپسی کے وقت ابوسفیان نے ”ہبل“ کی بے پکاری اور کہا ”لَنَا الْغَزَىٰ وَلَا غَزَىٰ لَكُمْ“ آپ نے فرمایا جواب دو۔ ”اللَّهُ مَوْلَانَا وَلَا مَوْلَىٰ لَكُمْ“۔

❖ **کفار کے دلوں پر مسلمانوں کا رُعب** یعنی یہ تو تمہارا امتحان تھا۔ اب ہم کافروں کے دلوں میں ایسی ہیبت اور رُعب ڈال دیں گے کہ وہ باوجود تمہارے زخمی اور کمزور ہونے اور نقصان اٹھانے کے تم پر پلٹ کر حملہ کرنے کی جرأت نہ کر سکیں۔ چنانچہ یہ ہی ہوا۔ ابوسفیان اپنی فوج لے کر بے نیل و مراد میدان سے بھاگا۔ راستہ میں ایک مرتبہ خیال بھی آیا کہ ایک تھکی ماندی زخم خوردہ فوج کو ہم یوں ہی آزاد چھوڑ کر چلے آئے۔ چلو پھر واپس ہو کر ان کا کام تمام کر دیں، مگر ہیبت حق اور رُعب اسلام کے اثر سے ہمت نہ ہوئی کہ اس خیال کو عمل میں لائے۔ برخلاف اسکے مسلمان مجاہدین نے ”حراء الاسد“ تک اُن کا تعاقب کیا اور اس کے بعد کبھی موقع نہ دیا کہ اُحد کے واقعات کا اعادہ ہو سکے۔ **تنبیہ** مشرک خواہ کتنا ہی زور دکھلائے اس کا دل کمزور ہوتا ہے کیونکہ وہ کمزور مخلوق کی عبادت کرتا ہے۔ بس جیسا معبود ویسے عابد ضَعْفِ الطَّالِبِ وَالْمُطْلُوبِ (الحج رکوع ۱۰) اور ویسے بھی اصلی زور و قوت تو فی الحقیقت خدا کی تائید و امداد سے ہے جس سے کفار مشرکین یقیناً محروم ہیں۔ اسی لئے جب تک مسلمان، مسلمان رہے، ہمیشہ کفار ان سے خائف و مرعوب رہے۔ بلکہ ہم آج تک مشاہدہ کرتے ہیں کہ باوجود مسلمانوں کے سخت انتشار و تشتت اور ضعف و تنزل کے دنیا کی تمام کافر طاقتیں اس سوائے ہوئے زخمی شیر سے ڈرتی رہتی ہیں۔ اور ہمیشہ فکر رکھتی ہیں کہ یہ قوم بیدار ہونے نہ پائے۔ علمی اور مذہبی مناظروں میں بھی اسلام کا یہ ہی رُعب مشاہدہ کیا جاتا ہے۔ حدیث میں آپ نے فرمایا کہ میرا رُعب ایک مہینہ کی مسافت سے دشمنوں کے دل میں ڈال دیا جاتا ہے بیشک اسی کا اثر ہے جو امت مسلمہ کو ملا۔ فَلِلَّهِ الْحَمْدُ عَلَىٰ ذَلِكِ وَلَهُ الْمَنَّةُ۔

وَعْدَةٌ إِذْ تَحْسُونَهُمْ بِإِذْنِهِ ۖ كَذَّبْتُمْ إِذَا فُتِنْتُمْ وَأُ

اپنا وعدہ جب تم قتل کرنے لگے ان کو اس کے حکم سے ﴿۱۵۱﴾ یہاں تک کہ جب تم نے نامردی کی اور

تَنَارَعْتُمْ فِي الْأَمْرِ وَعَصَيْتُمْ مِمَّنْ بَعْدَ مَا

کام میں جھگڑا ڈالا اور نافرمانی کی ﴿۱۵۲﴾ بعد اس کے کہ

أَرْبَكُمْ مِمَّا تُحِبُّونَ ۖ مِنْكُمْ مِمَّنْ يَرِيدُ الدُّنْيَا وَ

تم کو دکھنا چکا تمہاری خوشی کی چیز کوئی تم میں سے چاہتا تھا دنیا اور

مِنْكُمْ مِمَّنْ يَرِيدُ الْآخِرَةَ ۖ ثُمَّ صَرَفَكُمْ عَنْهُمْ

کوئی تم میں سے چاہتا تھا آخرت ﴿۱۵۳﴾ پھر تم کو الٹ دیا ان پر سے

لِيَبْتَلِيَكُمْ ۖ وَلَقَدْ عَفَا عَنْكُمْ ۖ وَاللَّهُ ذُو فَضْلٍ

تاکہ تم کو آزماوے ﴿۱۵۴﴾ اور وہ تو تم کو معاف کر چکا ﴿۱۵۵﴾ اور اللہ کا فضل ہے

عَلَى الْمُؤْمِنِينَ ۖ إِذْ تَصْعَدُونَ وَلَا تَلُونَ

ایمان والوں پر ﴿۱۵۶﴾ جب تم چڑھے چلے جاتے تھے اور پیچھے پھر کر

عَلَى أَحَدٍ ۖ وَالرَّسُولُ يَدْعُوكُمْ فِي أَخْرَابِكُمْ

نزدیکتے تھے کسی کو اور رسول پکارتا تھا تم کو تمہارے پیچھے سے ﴿۱۵۷﴾

فَأَنبَأَكُمْ عَمَّا بَغِمَ فِيكُمْ ۖ فَانظُرُوا عَلٰى مَا فَعَلْتُمْ

پھر پہنچا تم کو غم میں غم کے غم کے غم نے کیا کرو اس پر جو ہاتھ سے نکل جاوے

وَلَا مَا أَصَابَكُمْ ۖ وَاللَّهُ خَبِيرٌ بِمَا تَعْمَلُونَ ﴿۱۵۸﴾ ثُمَّ

اور نہ اس پر کہ جو کچھ پیش آ جاوے ﴿۱۵۹﴾ اور اللہ کو خبر ہے تمہارے کام کی ﴿۱۶۰﴾ پھر

۱ نبی کریم ﷺ نے پہلے ہی فرما دیا تھا کہ اگر صبر و استقلال سے کام لو گے، حق تعالیٰ تم کو غالب کریگا۔ چنانچہ خدا نے اپنا وعدہ ابتدائے جنگ میں سچا کر دکھایا، انہوں نے خدا کے حکم سے کفار کو مار مار کر ڈھیر کر دیا۔ سات یا نو آدمی جن کے ہاتھ میں مشرکین کا جھنڈا کیے بعد دیگرے دیا گیا تھا، سب وہیں کھیت ہوئے آخر بدحواس ہو کر بھاگے مسلمان فتح و کامرانی کا چہرہ صاف دیکھ رہے تھے اور اموالِ غنیمت انکے سامنے پڑے تھے کہ تیر اندازوں کی غلطی سے خالد بن الولید نے فائدہ اٹھایا اور ایک بیک لڑائی کا نقشہ بدل دیا جیسا کہ ہم پہلے لکھ چکے ہیں۔

۲ نافرمانی مسلمانوں کی کمزوری ہے | یعنی پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جو حکم تیر اندازوں کو دیا تھا اس کے خلاف کیا اور آپس میں جھگڑنے لگے، کوئی کہتا تھا کہ ہم کو یہیں جسے رہنا چاہئے۔ اکثر نے کہا اب یہاں ٹھہرنے کی ضرورت نہیں چل کر غنیمت حاصل کرنی چاہئے۔ آخر اکثر تیر انداز اپنی جگہ چھوڑ کر چلے گئے۔ مشرکین نے اسی راستہ سے دفعہ حملہ کر دیا۔ دوسری طرف حضور کے قتل کی خبر مشہور ہو گئی۔ ان چیزوں نے قلوب میں کمزوری پیدا کر دی۔ جس کا نتیجہ فشل و جبن کی صورت میں ظاہر ہوا۔ گویا فشل کا سبب تنازع اور تنازع کا سبب عصیان تھا۔

۳ یعنی بعضے لوگ دنیوی متاع (مال غنیمت) کی خوشی میں پھسل پڑے۔ جس کا خمیازہ سب کو بھگتنا پڑا ابن مسعود فرماتے ہیں کہ اس آیت کے نزول سے پہلے میں نے کبھی محسوس نہ کیا تھا کہ ہم میں کوئی آدمی دنیا کا طالب بھی ہے۔

۴ یعنی یا تو وہ تمہارے سامنے سے بھاگ رہے تھے، اب تم ان کے آگے سے بھاگنے لگے۔ تمہاری غلطی اور کوتاہی سے معاملہ الٹا اور اس میں بھی تمہاری آزمائش تھی۔ تاپکے اور کچے صاف ظاہر ہو جائیں۔

۵ یعنی جو غلطی ہوئی، خدا تعالیٰ اسے بالکل معاف کر چکا اب کسی کو جائز نہیں کہ ان پر اس حرکت کی وجہ سے طعن و تشنیع کرے۔

۶ کہ ان کی کوتاہیوں کو معاف کر دیتا ہے اور عقاب میں بھی لطف و شفقت کا پہلو ملحوظ رکھتا ہے۔

۷ غزوہ احد میں عارضی شکست کے اسباب | یعنی تم بھاگ کر پہاڑوں اور جنگلوں کو چڑھے جا رہے تھے اور گھبراہٹ میں پیچھے مڑ کر بھی کسی کو نہ دیکھتے تھے۔ اُس وقت خدا کا پیغمبر بدستور اپنی جگہ کھڑا ہوا تم کو اس فتح حرکت سے روکتا تھا اور اپنی طرف بلا رہا تھا۔ مگر تم تشویش اور اضطراب میں آواز کہاں سننے والے تھے۔ آخر جب کعب بن مالک چلائے تب لوگوں نے سنا اور واپس آ کر اپنے نبی کے گرد جمع ہو گئے۔

۸ یعنی تم نے رسول کا دل جگ کیا اس کے بدلے تم پر تنگی آئی غم کا بدلہ غم ملا۔ تا آگے کو یاد رکھو کہ ہر حالت میں رسول کے حکم پر چلنا چاہئے خواہ کوئی نفع کی چیز مثلاً غنیمت وغیرہ ہاتھ سے جائے، یا کچھ بلا سامنے آئے (تنبیہ) اکثر مفسرین نے فَأَنَا بَكُمْ عَمَّا بَعِمَ کے معنی یوں کئے ہیں کہ خدا نے تم کو غم پر غم دیا۔ یعنی ایک غم تو ابتدائی فتح و کامیابی کے فوت ہونے کا تھا۔ دوسرا اپنے آدمیوں کے مارے جانے اور زخمی ہونے اور نبی کریم ﷺ کی خبر شہادت مشہور ہونے سے پہنچا۔ بعض نے یہ مطلب لیا ہے کہ فتح و کامرانی کے فوت ہونے، غنیمت کے ہاتھ سے نکل جانے اور نقصان جانی و بدنی اٹھانے کا جو غم تھا، اس کے عوض میں ایک ایسا بڑا غم دے دیا گیا جس نے پہلے سب غموں کو بھلا دیا یعنی نبی کریم ﷺ کے مقتول ہونے کی افواہ۔ اسی غم کی شدت میں آگے پیچھے کا کچھ ہوش نہ رہا حتیٰ کہ حضور کی آواز بھی نہ سنی، جیسا کہ ایک طرف ہمتن ملتفت ہونے کے وقت دوسری طرف سے ذہول و غفلت پیش آ جاتی ہے۔

۹ یعنی تمہارے احوال اور نیتوں کو جانتا ہے اور اسی کے موافق معاملہ کرتا ہے۔

أَنْزَلَ عَلَيْكُمْ مِنْ بَعْدِ الْغَمِّ أَمْنًا نِعَاسًا

تم پر اتارا تنگی کے بعد امن کو جوا دکھ تھی

يَغْشَى طَائِفَةً مِّنْكُمْ ۖ وَطَائِفَةٌ قَدْ أَهْتَتْهُمْ

کڑھا تک لیا اس اونگھ نے بعضوں کو تم میں سے اور بعضوں کو فکر پر رہا تھا

أَنْفُسُهُمْ يَظُنُّونَ بِاللَّهِ غَيْرَ الْحَقِّ ظَنَّ الْجَاهِلِيَّةِ

اپنی جان کا خیال کرتے تھے اللہ پر مجھوئے خیال جاہلوں جیسے

يَقُولُونَ هَلْ لَنَا مِنَ الْأَمْرِ مِنْ شَيْءٍ قُلْ إِنْ

کہتے تھے کچھ بھی کام ہے ہمارے ہاتھ میں تو کہہ

الْأَمْرَ كُلَّهُ لِلَّهِ ۗ يُخْفُونَ فِي أَنْفُسِهِمْ مَا لَا

سب کام ہے اللہ کے ہاتھ وہ اپنے جی میں چھپاتے ہیں جو

يُبْدُونَ لَكَ ۗ يَقُولُونَ لَوْ كَانِ لَنَا مِنَ الْأَمْرِ

تجھ سے ظاہر نہیں کرتے کہتے ہیں اگر کچھ کام ہوتا ہمارے

شَيْءٌ مَّا قُتِلْنَا هُنَا ۗ قُلْ لَوْ كُنْتُمْ فِي بُيُوتِكُمْ

ہاتھ تو ہم مارے نہ جاتے اس جگہ تو کہہ اگر تم ہوتے اپنے گھروں میں

لَبَرَزَ الَّذِينَ كُتِبَ عَلَيْهِمُ الْقَتْلُ إِلَىٰ مَضَاجِعِهِمْ

البتہ باہر نکلتے جن پر لکھ دیا تھا مارا جانا اپنے پڑاؤ پر

وَلِيَبْتَلِيَ اللَّهُ مَا فِي صُدُورِكُمْ وَلِيُبَحِّصَ مَا

اور اللہ کو آزمانا تھا جو کچھ تمہارے جی میں ہے اور صاف کرنا تھا اس کا جو

۱۔ اُحد میں صحابہ پر اونگھ کا طاری ہونا | یعنی اس جنگ میں جن کو شہید ہونا تھا ہو چکے اور جن کو ہننا تھا، ہٹ گئے اور جو میدان میں باقی

رہے ان میں سے مخلص مسلمانوں پر حق تعالیٰ نے ایک دم غنودگی طاری کر دی، لوگ کھڑے کھڑے اونگھنے لگے۔ حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کے ہاتھ سے کئی مرتبہ تلوار چھوٹ کر زمین پر گری، یہ ایک حسی اثر اس باطنی سکون و اطمینان کا تھا جو ایسے جنگجو رستخیز میں مومنین کے قلوب پر محض خدا کے فضل و رحمت سے وارد ہوا اس کے بعد دشمن کا خوف و ہراس سب کا فور ہو گیا۔ یہ کیفیت عین اس وقت پیش آئی جب لشکر مجاہدین میں نظم و ضبط قائم نہ رہا تھا۔ میسوں لاشیں خاک و خون میں تڑپ رہی تھیں، سپاہی زخموں سے چور ہو رہے تھے، حضور کے قتل کی افواہ نے رہے رہے ہوش و حواس کھو دیے تھے، گویا یہ سونا بیدار ہونے کا پیام تھا۔ غنودگی طاری کر کے ان کی ساری تھکن دور کر دی گئی اور مستحبہ فرما دیا کہ خوف و ہراس اور تشویش و اضطراب کا وقت جا چکا۔ اب مامون و مطمئن ہو کر اپنا فرض انجام دو۔ فوراً صحابہ نے حضور کے گرد جمع ہو کر لڑائی کا محاذ قائم کر دیا۔ تھوڑی دیر بعد مطلع صاف تھا۔ دشمن سامنے سے بھاگتا نظر آیا۔ (تنبیہ) ابن مسعود فرماتے ہیں کہ عین لڑائی کے موقع پر نغاس (اونگھ) کا طاری ہونا اللہ کی طرف سے (فتح و ظفر کی علامت ہے)۔ حضرت علیؓ کی فوج کو ”صفین“ میں ایسا ہی واقعہ پیش آیا۔

۲۔ منافقین پر اونگھ کی بجائے جانوں کا خوف | یہ بزدل اور ڈرپوک منافقین ہیں جن کو نہ اسلام کی فکر تھی نہ نبی کریم ﷺ کی، محض اپنی

جان بچانے کی فکر میں ڈوبے ہوئے تھے کہ کہیں ابوسفیان کی فوج نے دوبارہ حملہ کر دیا تو ہمارا کیا حشر ہوگا۔ اس خوف و فکر میں اونگھ یا نیند کہاں؟ منافقین کے طعنے | یعنی وہ اللہ کے وعدے کہاں گئے معلوم ہوتا ہے کہ اسلام کا قصہ ختم ہوا۔ اب پیغمبر اور مسلمان اپنے گھر واپس جانے

والے نہیں سب یہیں کام آئیں گے۔ جیسے دوسری جگہ فرمایا بَلْ ظَنَنْتُمْ أَنْ لَنْ يَنْقَلِبَ الرُّسُلُ وَالْمُؤْمِنُونَ إِلَىٰ أَهْلِيهِمْ أَبَدًا (فتح رکوع ۲۴)

یعنی کچھ بھی ہمارا کام بنا رہے گا یا بالکل بگڑ چکا یا یہ کہ ہم محمد (ﷺ) کا ساتھ دینے والوں کے ہاتھ میں کچھ بھی فتح و ظفر آئی۔ یا یہ معنی کہ

اللہ نے جو چاہا سو کیا ہمارا یا کسی کا کیا اختیار؟ یہ تو الفاظ کے ظاہری معنی تھے لیکن جو دل میں نیت تھی وہ آگے آتی ہے۔

۳۔ یعنی منافقین کا یہ قول هَلْ لَنَا مِنَ الْأَمْرِ مِنْ شَيْءٍ كَلِمَةٌ حَقٌّ أَوْ يَدْبَاهَا الْبَاطِلُ ہے بیشک یہ صحیح ہے کہ تمہارے ہاتھ میں کچھ نہیں،

سب کام اللہ کے ہاتھ میں ہے جس کو چاہے بنائے یا بگاڑے، غالب کرے یا مغلوب، آفت بھیجے یا راحت، کامیاب کرے یا

ناکام۔ ایک ہی واقعہ کو ایک قوم کے حق میں رحمت اور دوسری کے لئے نعمت بنا دے، سب اس کے قبضہ میں ہے۔ مگر تم اس قول سے

اپنے دل میں جو معنی لے رہے ہو خدا تمہارے دل کے چور سے واقف ہے، جسے آگے بیان کیا جائے گا۔

۴۔ اصل چور دل کا یہ تھا هَلْ لَنَا مِنَ الْأَمْرِ مِنْ شَيْءٍ کہہ کر دل میں یہ مطلب لیتے تھے اور بکے مسلمانوں سے علیحدہ ہو کر آپس میں بھی کہتے

ہوں گے کہ میاں شروع میں ہماری رائے نہ مانی۔ چند جو شیلے نا تجربہ کاروں کے کہنے پر مدینہ سے باہر لڑنے چلے گئے، آخر منہ کی کھائی۔ اگر

کچھ کام ہمارے اختیار میں ہوتا اور ہمارے مشورہ پر عمل کیا جاتا تو اس قدر نقصان کیوں اٹھانا پڑتا۔ ہماری برادری کے اتنے آدمی مارے گئے،

یہ کیوں مارے جاتے۔ اکثر منافقین نسبتاً انصار مدینہ کی برادری میں شامل تھے، اس لئے مَا قُتِلْنَا هُنَا میں اُنکے مارے جانے کو اپنا مارا جانا

کہا یا یہ مطلب ہے کہ اگر محمد ﷺ کے کہنے کے موافق فتح و ظفر اور غلبہ مسلمانوں کے لئے ہوتا تو یہ قتل و جرح کی مصیبت ہم پر کیوں

نوٹتی (تنبیہ) بظاہر یہ باتیں منافقین نے مدینہ میں کہیں کیونکہ عبداللہ بن ابی جنگ شروع ہونے سے پیشتر اپنی جمعیت کو ساتھ لیکر واپس

ہو گیا تھا۔ اس صورت میں ”ہننا“ کا ارشاد قرب کی وجہ سے اُحد کی طرف ہوگا۔ لیکن بعض روایات سے ایک منافق معتب بن قشیر کا میدان

جنگ میں یہ کلمات کہنا ثابت ہوتا ہے، تو شاید بعض منافقین عبداللہ بن ابی کے ہمراہ کسی مصلحت سے واپس نہ ہوئے ہوں گے۔ واللہ اعلم۔

۵۔ طعنوں کا جواب | یعنی اس طعن و تشنیع یا حسرت و افسوس سے کچھ حاصل نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ہر ایک کی جو اہل ہمت کی جگہ سبب اور وقت لکھ

دیا ہے کبھی ٹل نہیں سکتا۔ اگر تم گھروں میں گھسے بیٹھے رہتے اور فرض کرو تمہاری ہی رائے سنی جاتی تب بھی جن کی قسمت میں اُحد کے قریب جس جس

پڑاؤ پر مارا جانا لکھا جا چکا تھا وہ کسی نہ کسی سبب سے ضرور اُدھر نکلتے اور وہیں مارے جاتے، یہ خدا کا انعام ہے کہ جہاں مارا جانا مقدر تھا مارے گئے، مگر اللہ

کے راستہ میں خوشی کے ساتھ بہادریوں کی موت شہید ہوئے۔ پھر اس پر پچھتانے اور افسوس کرنے کا کیا موقع ہے مردانِ خدا کو اپنے پر قیاس مت کرو۔

فِي قُلُوبِكُمْ ۗ وَاللَّهُ عَلِيمٌ بِذَاتِ الصُّدُورِ ﴿۱۵۳﴾

تمہارے دل میں ہے اور اللہ جانتا ہے دلوں کے بھید

إِنَّ الَّذِينَ تَوَلَّوْا مِنْكُمْ يَوْمَ الْتَفَى الْجُبَيْنِ ۙ

جو لوگ تم میں سے ہٹ گئے جس دن لڑیں دو فوجیں

إِنَّمَا اسْتَزَلَّهُمُ الشَّيْطَانُ بِبَعْضِ مَا كَسَبُوا ۗ

سوان کو بہکا دیا شیطان نے ان کے گناہ کی شامت سے

وَلَقَدْ عَفَا اللَّهُ عَنْهُمْ ۗ إِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ حَلِيمٌ ﴿۱۵۴﴾

اور ان کو بخش چکا اللہ اور اللہ بخشنے والا ہے تحمل کرنے والا

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَكُونُوا كَالَّذِينَ كَفَرُوا

اے ایمان والو تم نہ ہوان کی طرح جو کافر ہوئے

وَقَالُوا لِإِخْوَانِهِمْ إِذَا ضَرَبُوا فِي الْأَرْضِ أَوْ

اور کہتے ہیں اپنے بھائیوں کو جب وہ سفر کو نکلیں ملک میں یا

كَانُوا غُرَّةً لَّهُمْ لَوْ كَانُوا عِنْدَنَا مَا مَاتُوا وَمَا

ہوں جہاد میں اگر رہتے ہمارے پاس تو نہ مرتے اور نہ

فُتِلُوا لِيَجْعَلَ اللَّهُ ذَلِكُمْ حَسْرَةً فِي قُلُوبِهِمْ ۗ وَ

مارے جاتے تاکہ اللہ ڈالے اس گمان سے افسوس ان کے دلوں میں اور

اللَّهُ يُحْيِي وَيُمِيتُ ۗ وَاللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ بَصِيرٌ ﴿۱۵۵﴾

اللہ ہی جلاتا ہے اور مارتا ہے اور اللہ تمہارے سب کام دیکھتا ہے

یعنی اللہ تعالیٰ تو دلوں کے پوشیدہ بھید جانتا ہے، اس سے کسی کی کوئی حالت پوشیدہ نہیں۔ مقصود یہ تھا کہ تم سب کو ایک آزمائش میں ڈالا جائے۔ تا جو کچھ تمہارے دلوں میں ہے وہ باہر نکل پڑے، امتحان کی جتنی میں کھرا ہونا الگ ہو جائے مخلصین کا میابی کا صلہ پائیں اور انکے قلوب آئندہ کے لئے وساوس اور کمزوریوں سے پاک و صاف ہوں۔ منافقین کا اندرونی نفاق کھل جائے اور لوگ صاف طور پر انکے حبیب باطن کو سمجھنے لگیں۔

مخلصین سے بھی بعض اوقات کوئی چھوٹا بڑا گناہ سرزد ہو جاتا ہے اور جس طرح ایک طاعت سے دوسری طاعت کی توفیق بڑھتی ہے ایک گناہ کی نحوست سے شیطان کو موقع ملتا ہے کہ دوسری غلطیوں اور لغزشوں کی طرف آمادہ کرے جنگ احد میں بھی جو مخلص مسلمان ہٹ گئے تھے، کسی پچھلے گناہ کی شامت سے شیطان نے بہکا کر انکا قدم ڈمگا دیا چنانچہ ایک گناہ تو یہ ہی تھا کہ تیرا اندازوں کی بڑی تعداد نے نبی کریم ﷺ کے حکم کی پابندی نہ کی مگر خدا کا فضل دیکھو کہ اس کی سزا میں کوئی تباہ کن شکست نہیں دی بلکہ ان حضرات پر اب کوئی گناہ بھی نہیں رہا حق تعالیٰ کلیہ ان کی تقصیر معاف فرما چکا ہے۔ کسی کو طعن و ملامت کا حق نہیں۔

یعنی تم ان کا فر منافقوں کی طرح ایسے لغو خیالات کو زہار دل میں جگہ نہ دینا کہ گھر میں بیٹھے رہتے تو نہ موت آتی، نہ مارے جاتے۔ چونکہ منافقین ظاہر میں مسلمان بنے ہوئے تھے، اس لئے مسلمانوں کو اپنا بھائی کہا، یا اس لئے کہ نسبی طور پر وہ اور انصار مدینہ براہری کے بھائی بند تھے۔ اور چونکہ یہ بات خیر خواہی و بہرہ رومی کے پیرایہ میں کہتے تھے اس لئے لفظ اخوان سے تعبیر کیا گیا۔

منافقین کی حسرت یعنی خواہ مخواہ باہر نکل کر مرے۔ ہمارے پاس اپنے گھر پڑے رہتے تو کیوں مرتے یا کیوں مارے جاتے۔ یہ کہنا اس غرض سے تھا کہ سننے والے مسلمانوں کے دل میں حسرت و افسوس پیدا ہو کہ واقعی بے سوچے سمجھے نکل کھڑے ہونے اور لڑائی کی آگ میں کود پڑنے کا یہ نتیجہ ہوا۔ گھر رہتے تو یہ مصیبت کیوں دیکھنی پڑتی، مگر مسلمان ایسے کچے نہ تھے جو ان چکموں میں آجاتے، ان باتوں سے انکا منافقین کا بھرم کھل گیا، بعض مفسرین لِيَجْعَلَ اللّٰهُ ذٰلِكَ حَسْرَةً فِیْ قُلُوْبِهِمْ میں "لام عاقبت" لیکریوں معنی کئے ہیں کہ منافقین کی زبان و دل پر یہ باتیں اس لئے جاری کی گئیں کہ خدا ان کو ہمیشہ اسی حسرت و افسوس کی آگ میں جلتا چھوڑ دے اور دوسری حسرت ان کو یہ رہی کہ مسلمان ہماری طرح نہ ہوئے اور ہماری باتوں پر کسی نے کان نہ دھرا، گویا اس طرح لِيَجْعَلَ كَا تَعْلَقُ لَا تَكُوْنُوْا الخ سے بھی ہو سکتا ہے۔

صحابہ کرام کو اصولی نصیحت یعنی مارنا جلانا اللہ کا کام ہے۔ بہتیرے آدمی عمر بھر سفر کرتے اور لڑائیوں میں جاتے ہیں، مگر موت گھر میں بستر پر آتی ہے اور کتنے ہی آدمی گھر کے کونے میں پڑے رہنے کے خوگر ہیں، لیکن اخیر میں خدا کوئی سبب کھڑا کریتا ہے کہ وہ باہر نکلیں اور وہیں مریں یا مارے جائیں۔ بندہ کی روک تھام سے یہ چیز نکلنے اور بدلنے والی نہیں۔ حضرت خالد بن الولید رضی اللہ عنہ نے وفات کے وقت فرمایا کہ میرے بدن پر ایک بالشت جگمگوار یا نیزہ کے زخم سے خالی نہیں، مگر آج میں ایک اونٹ کی طرح (گھر میں) مر رہا ہوں فلا نامت اعین الجناء (خدا کرے یہ دیکھ کر نامردوں کی آنکھیں کھلیں)

کہ منافقین و کفار کس راستہ پر جا رہے ہیں اور مسلمان کہاں تک انکے تشبہ اور پیروی سے غلیجہ رہتے ہیں۔ ہر ایک کو اسکی حالت کے مناسب بدلہ دے گا۔

وَلَكِنْ قُتِلْتُمْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَوْ مِتُّمْ لَمَغْفِرَةٍ

اور اگر تم مارے گئے اللہ کی راہ میں یا مر گئے تو بخشش

مِّنَ اللَّهِ وَرَحْمَةً خَيْرٌ مِّمَّا يَجْمَعُونَ ﴿۱۵۷﴾ وَلَكِنْ مَّتِّمْ

اللہ کی اور مہربانی اس کی بہتر ہے اس چیز سے جو وہ جمع کرتے ہیں اور اگر تم مر گئے

أَوْ قُتِلْتُمْ لِرَأْسِ اللَّهِ تَحْشُرُونَ ﴿۱۵۸﴾ فِيمَا رَحِمَهُ مِّنَ

یاد مارے گئے تو البتہ اللہ ہی کے آگے اکٹھے ہو گئے تم سب سو کچھ اللہ ہی کی

اللَّهِ لِنْتُ لَهُمْ ۚ وَلَوْ كُنْتَ فَظًّا غَلِيظَ الْقَلْبِ

رحمت ہے جو تو نرم دل مل گیا ان کو اور اگر تو ہوتا تند خو سخت دل

لَا نَفْضُوا مِنْ حَوْلِكَ مَدْفَعُهُمْ وَأَسْتَغْفِرُ

تو متفرق ہو جاتے تیرے پاس سے سوتوان کو معاف کر اور ان کے واسطے بخشش

لَهُمْ وَشَاوِرَهُمْ فِي الْأَمْرِ فَإِذَا عَزَمْتَ فَتَوَكَّلْ

مانگ اور ان سے مشورہ لے کام میں پھر جب قصد کر چکا تو اس کام کا تو پھر بھروسہ کر

عَلَى اللَّهِ ۗ إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الْمُتَوَكِّلِينَ ﴿۱۵۹﴾ إِنَّ

اللہ پر اللہ کی محبت ہے توکل والوں سے اگر

يَنْصُرْكُمْ اللَّهُ فَلَا غَالِبَ لَكُمْ ۚ وَإِنْ يَخُذْ لَكُمْ فَسِنَّ

اللہ تمہاری مدد کرے گا تو کوئی تم پر غالب نہ ہو سکے اور اگر مدد نہ کرے تمہاری تو پھر

ذَٰ الَّذِي يَنْصُرْكُمْ مِّنْ بَعْدِهِ ۗ وَعَلَى اللَّهِ فَلْيَتَوَكَّلِ

ایسا کون ہے جو مدد کر سکے تمہاری اس کے بعد اور اللہ ہی پر بھروسہ سا چاہیے

یعنی اسی کی راہ میں۔

یعنی فرض کرو تم سفر یا جہاد میں نہ نکلے اور فی الحال مدت سے بچ گئے مگر ضروری ہے کہ بھی نہ بھی مرو گے یا مارے جاؤ گے۔ پھر بہر حال خدا کے سامنے سب کو جمع ہونا ہے۔ اس وقت پتہ چل جائے گا کہ جو خوش قسمت اللہ کی راہ میں نیک کام کرتے ہوئے مرے یا مارے گئے تھے انکو خدا تعالیٰ کی بخشش و مہربانی سے کیسا، افر حصہ ملا، جس کے سامنے تمہاری دنیا کی کمائی اور جمع کی ہوئی دولت و ثروت سب بچ ہے۔ الحاصل اگر منافقین ہی کا قول تسلیم کر لیا جائے کہ گھر سے نہ نکلے تو نہ مارے جاتے، تب بھی سراسر خسارہ تھا، کیونکہ اس صورت میں اس موت سے محروم رہ جاتے جس پر ایسی ایسی لاکھوں زندگیاں قربان کی جاسکتی ہیں، بلکہ جو حقیقت میں موت نہیں حیات ابدی ہے۔ فنا فی اللہ کی تہ میں بقاء کا راز مضمر ہے جو جینا ہے تو مرنے کے لئے تیار ہو جاؤ

تجھ جیسا نرم خوبی ﷺ انہیں اللہ کی رحمت سے ملا | مسلمانوں کو انکی کوتاہیوں پر متنبہ فرمانے اور معافی کا اعلان سنانے کے بعد نصیحت کی تھی کہ آئندہ اس مارا آستین جماعت کی باتوں سے فریب مت کھانا۔ اس آیت میں انکے عفو تقصیر کی تکمیل کی گئی ہے چونکہ جنگ احد میں سخت خوفناک غلطی اور زبردست کوتاہی مسلمانوں سے ہوئی تھی، شاید آپ کا دل خفا ہوا ہوگا اور چاہا ہوگا کہ آئندہ ان سے مشورہ لیکر کام نہ کیا جائے، اسلئے حق تعالیٰ نے نہایت عجیب و غریب پیرایہ میں ان کی سفارش کی اول اپنی طرف سے معافی کا اعلان کر دیا، کیونکہ خدا کو معلوم تھا کہ آپ کا غصہ اور رنج خالص اپنے پروردگار کیلئے ہوتا ہے، پھر فرمایا **رَحْمَةٌ مِّنَ اللَّهِ لِيَنصِبَ لَهَا** یعنی اللہ کی کتنی بڑی رحمت آپ پر اور ان پر ہے کہ آپ کو اس قدر خوش اخلاق اور نرم خو بنا دیا۔ کوئی اور ہوتا تو خدا جانے ایسے سخت معاملہ میں کیا رویہ اختیار کرتا، یہ کچھ اللہ ہی کی مہربانی ہے کہ تجھ جیسا شفیق نرم دل پیغمبران کو مل گیا۔ فرض کیجئے اگر خدا نہ کر دے آپ کا دل سخت ہوتا اور مزاج میں شدت ہوتی تو یہ قوم آپ کے گرد کہاں جمع رہ سکتی تھی، ان سے کوئی غلطی ہوتی اور آپ سخت پکڑتے تو شرم و دہشت کے مارے پاس بھی نہ آسکتے۔ اس طرح یہ لوگ بڑی خیر و سعادت سے محروم رہ جاتے اور جمعیت اسلامی کا شیرازہ بکھر جاتا، لیکن حق تعالیٰ نے آپ کو نرم دل اور نرم خو بنایا۔ آپ اصلاح کے ساتھ ان کی کوتاہیوں سے اغماض کرتے رہتے ہیں۔ سو یہ کوتاہی بھی جہاں تک آپ کے حقوق کا تعلق ہے معاف کر دیجئے اور گو خدا اپنا حق معاف کر چکا ہے، تاہم انکی مزید دل جوئی اور تطیب خاطر کیلئے ہم سے بھی ان کیلئے معافی طلب کریں تا یہ شکستہ دل آپکی خوشنودی اور انبساط محسوس کر کے بالکل مطمئن و منشرح ہو جائیں۔

صحابہ کرام سے مشاورت کا حکم | اور صرف معاف کر دینا ہی نہیں آئندہ بدستور ان سے معاملات میں مشورہ لیا کریں، مشاورت کے بعد جب ایک بات طے ہو جائے اور پختہ ارادہ کر لیا جائے، پھر خدا پر توکل کر کے اسکو بلا پس و پیش کر گزرے۔ خدا تعالیٰ متوکلمین کو پسند کرتا اور انکے کام بنا دیتا ہے (تنبیہ) حضرت علی کرم اللہ وجہہ، سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ سے سوال کیا گیا۔ ”عزم“ کیا ہے؟ فرمایا ”مشاورۃ اهل الرائے ثم اتباعهم“ (ابن کثیر) اور مجمع الزوائد میں حضرت علی کی حدیث ہے یا رسول اللہ جو بات ہم کتاب و سنت میں نہ پائیں اس میں کیا طریقہ استعمال کریں؟ فرمایا فقہاء عابدین (مجھدار خدا پرستوں) سے مشورہ کرو ولا تمضوا فیہ رای خاصہ (اور کسی اسکے ذمے کی رائے مت جاری کرو)

الْمُؤْمِنُونَ ﴿۱۶۰﴾ وَمَا كَانَ لِنَبِيِّ أَنْ يُغْلَطَ وَمَنْ

مسلمانوں کو ♦ اور نبی کا کام نہیں اور جو غلطی اور جو غلطی

يَغْلُ يَأْتِ بِمَا غَلَّ يَوْمَ الْقِيَامَةِ ۖ ثُمَّ تُوَفَّى كُلُّ

چھپا دینا وہ لائے گا اپنی چھپائی چیز دن قیامت کے پھر پورا پورا دینا

نَفْسٍ مَّا كَسَبَتْ وَهُمْ لَا يُظْلَمُونَ ﴿۱۶۱﴾ أَفَمِنْ

کوئی جو اس نے کمایا اور ان پر ظلم نہ ہوگا ♦ کیا ایک شخص

اتَّبَعَ رِضْوَانَ اللَّهِ كَمَنْ بَاءَ بِسَخِطِ اللَّهِ

جو تابع ہے اللہ کی مرضی کا برابر ہو سکتا ہے اس کے جس نے کمایا غصہ اللہ کا

وَمَا أُولَئِكَ بِجَهَنَّمَ ۖ وَبِئْسَ الْبَصِيرُ ﴿۱۶۲﴾ هُمْ دَرَجَاتٌ عِنْدَ

اور اس کا ٹھکانا دوزخ ہے اور کیا ہی بُری جگہ پہنچا ♦ لوگوں کے مختلف درجے ہیں

اللَّهُ ۖ وَاللَّهُ بِصِيرٍ بِمَا يَعْمَلُونَ ﴿۱۶۳﴾ لَقَدْ مَنَّ اللَّهُ

اللہ کے ہاں اور اللہ دیکھتا ہے جو کچھ کرتے ہیں ♦ اللہ نے احسان کیا

عَلَى الْمُؤْمِنِينَ إِذْ بَعَثَ فِيهِمْ رَسُولًا مِّنْ أَنفُسِهِمْ

ایمان والوں پر جو بھیجا ان میں رسول انہی میں سے ♦

يَتْلُوا عَلَيْهِمْ آيَاتِهِ وَيُزَكِّيهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ

پڑھتا ہے ان پر آیتیں اُس کی اور پاک کرتا ہے ان کو یعنی شرک وغیرہ سے اور سکھلاتا ہے ان کو کتاب

♦ اللہ پر بھروسہ نیت سے بڑی طاقت ہے پہلے آپ کو فرمایا تھا ”بھروسہ کر اللہ پر“ یہاں بتلایا کہ بھروسہ کے لائق ایسی ہی ذات ہو سکتی ہے جو سب سے زبردست اور غالب ہو۔ سب مسلمانوں کو اس کی امداد پر توکل کرنا چاہئے۔ گویا مسلمانوں کی تقصیر خود معاف کرنے اور اپنے پیغمبر سے معاف کر دینے کے بعد ان کو نصیحت کی جاتی ہے کہ کسی کے کہنے سننے میں نہ آئیں خالص خدا

تفسیر

پر بھروسہ رکھیں، اسکی مدد ہوگی تو کوئی طاقت تم پر غالب نہیں آسکتی، جیسے ”بدر“ میں دیکھ چکے، اور کسی مصلحت سے وہ مدد نہ کرے تو پھر کوئی مدد نہیں کر سکتا جیسا کہ اُحد میں تجربہ ہو گیا۔

❖ **نبی خیانت نہیں کر سکتا** | اس سے غرض یا تو مسلمانوں کی پوری طرح خاطر جمع کرنا ہے، تا یہ وسوسہ نہ لائیں کہ شاید حضرت نے ہم کو بظاہر معاف کر دیا اور دل میں خفا ہے پھر کبھی خفگی نکالیں گے؟ یہ کام نبیوں کا نہیں کہ دل میں کچھ اور ظاہر میں کچھ، یا مسلمانوں کو سمجھانا ہے کہ حضرت کی عظمت اور عصمت و امانت کو پوری طرح مستحضر رکھیں، آپ کی نسبت کبھی کوئی لغو اور بیہودہ خیال نہ لائیں، مثلاً یہ گمان نہ کریں کہ غنیمت کا کچھ مال چھپا رکھیں گے؟ (العیاذ باللہ) شاید یہ اس واسطے فرمایا کہ وہ تیر انداز غنیمت کے لئے مورچہ چھوڑ کر دوڑے تھے، کیا حضرت ان کو حصہ نہ دیتے؟ یا بعضی چیزیں چھپا رکھتے؟ اور بعض روایات میں ہے کہ بدر کی لڑائی میں ایک چیز (چادر یا تلوار) غنیمت میں سے گم ہو گئی تھی، کسی نے کہا شاید حضرت نے اپنے واسطے رکھی ہوگی۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی، بہر حال مسلمانوں کو سمجھانا ہے کہ اگر حضور اپنی نرم خوئی اور خوش خلقی سے تمہاری غلطیوں کو معاف کرتے ہیں تو تم کو حضور کی عظمت شان اور عصمت و نزاہت کا بہت زیادہ پاس رکھنا چاہئے، کسی قسم کا کمزور اور رکیک خیال مومنین کے پاس نہ آنے پائے۔ دوسری طرف چونکہ آپ کی شفقت و نرم دلی یا دولا کر جنگ اُحد کے متعلق مسلمانوں کی کوتاہی و معاف کرایا جا رہا تھا اسی ذیل میں ایک دوسری کوتاہی بھی یاد دلا دی جو بدر سے متعلق تھی کہ آپ اپنی نرم خوئی سے اس پر بھی کچھ دھیان نہ کریں۔ (منہیہ) ”غلول“ کے اصل معنی غنیمت میں خیانت کرنے کے ہیں لیکن کبھی مطلق خیانت کے معنی میں آتا ہے بلکہ بعض اوقات محض ایک چیز کے چھپا لینے پر اس کا اطلاق ہوتا ہے جیسے ابن مسعود نے فرمایا **اغلو ا مضا جفکم**۔

❖ **یعنی پیغمبر جو ہر حال میں خدا کی مرضی کا تابع بلکہ دوسروں کو بھی اس کی مرضی کا تابع بنانا چاہتا ہے، کیا ان لوگوں کے ایسے کام کر سکتا ہے جو خدا کے غضب کے نیچے اور دوزخ کے مستحق ہیں؟ ممکن نہیں۔**

❖ **یعنی نبی اور سب خلقت برابر نہیں، طمع وغیرہ کے پست اور ذلیل کام نبیوں سے نہیں ہو سکتے حق تعالیٰ سب کو جانتا ہے کہ کون کس درجہ کا ہے اور سب کے کام دیکھتا ہے کیا وہ ایسی پست طبیعت والوں کو منصب نبوت پر سرفراز فرمائے گا؟ العیاذ باللہ!**

❖ **رسول اللہ کی بعثت اللہ کا احسان ہے** | یعنی انہی کی جنس اور قوم میں کا ایک آدمی رسول بنا کر بھیجا جسکے پاس بیٹھنا، بات چیت کرنا، زبان سمجھنا اور ہر قسم کے انوار و برکات کا استفادہ کرنا آسان ہے، اس کے احوال، اخلاق، سوانح زندگی، امانت و دیانت خدا تری اور پاکبازی سے وہ خوب طرح واقف ہیں۔ اپنی ہی قوم اور کنبے کے آدمی سے جب معجزات ظاہر ہوتے دیکھتے ہیں تو یقین لانے میں زیادہ سہولت ہوتی ہے۔ فرض کر دو کوئی جن یا فرشتہ رسول بنا کر بھیجا جاتا تو معجزات دیکھ کر یہ خیال کر لینا ممکن تھا کہ چونکہ جنس بشر سے جداگانہ مخلوق ہے شاید یہ خوارق اس کی خاص صورت نوعیہ اور طبیعت ملکیہ وجہیہ کا نتیجہ ہوں، ہمارا اس سے عاجز رہ جانا ذلیل نبوت نہیں بن سکتا۔ بہر حال مومنین کو خدا کا احسان ماننا چاہئے کہ اس نے ایسا رسول بھیجا جس سے بے تکلف فیض حاصل کر سکتے ہیں اور وہ باوجود معزز ترین اور بلند ترین منصب پر فائز ہونے کے ان ہی کے مجمع میں نہایت نرم خوئی اور ملاطفت کے ساتھ گھلامار ہتا ہے **صلی اللہ علیہ وسلم**۔

وَالْحِكْمَةَ وَإِنْ كَانُوا مِنْ قَبْلُ لَفِي ضَلَالٍ مُّبِينٍ ﴿۱۶۴﴾

اور کام کی بات

اور وہ تو پہلے سے صریح گمراہی میں تھے

أَوَلَمَّْا أَصَابَتْكُمْ مُصِيبَةٌ قَدْ أَصَبْتُمْ مِثْلَيْهَا ۚ

کیا جس وقت پہنچی تم کو

ایک تکلیف

کہ تم پہنچا چکے ہو

اس سے وہ چند

قُلْتُمْ أَنِي هَذَا قُلْ هُوَ مِنْ عِنْدِ أَنْفُسِكُمْ ۗ إِنَّ

تو کہتے ہو یہ کہاں سے آئی تو کہاں سے یہ تکلیف تم کو پہنچی تمہاری ہی طرف سے

اللَّهُ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ﴿۱۶۵﴾ وَمَا أَصَابَكُمْ يَوْمَ

اللہ ہر چیز پر قادر ہے

اور جو پہنچا تم کو وہی آئی

التَّقَىٰ الْجَمْعُ فَبِإِذْنِ اللَّهِ وَلِيَعْلَمَ الْمُؤْمِنِينَ ﴿۱۶۶﴾

کریں وہ جمع

سوال اللہ کے حکم سے

اور اس واسطے کہ معلوم کرے ایمان والوں کو

وَلِيَعْلَمَ الَّذِينَ نَافَقُوا ۚ وَقِيلَ لَهُمْ تَعَالَوْا

اور تاکہ معلوم کرے ان کو جو منافق تھے

اور کہا گیا

ان کو

کہ آؤ

فَاتِلُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَوْ ادْفَعُوا قَالُوا لَوْ نَعْلَمُ

تو

اللہ کی راہ میں

یاد دفع کرو دشمن کو

بولے

اگر ہم کو معلوم ہو

◆ بشت رسول کے بنیادی مقاصد اس مضمون کو آیت سورہ بقرہ میں دو جگہ گزر چکی ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ حضور کی چار شاخیں بیان کی گئیں (۱) تلاوت آیات (اللہ کی آیات پڑھ کر سنانا) جنکے ظاہری معنی وہ لوگ اہل زبان ہونے کی وجہ سے سمجھ لیتے تھے اور اس پر عمل کرتے تھے۔ (۲) تزکیۃ نفوس (نفسانی آلائشوں اور تمام ہر اتب شرک و معصیت سے ان کو پاک کرنا اور دلوں کو مانجھ کر صیقل بنانا) یہ چیز آیات اللہ کے عام مضامین پر عمل کرنے، حضور کی صحبت، اور قلبی توجہ و تصرف سے باذن اللہ حاصل ہوتی تھی (۳) تعلیم کتاب (کتاب اللہ کی مراد بتانا) اس کی ضرورت خاص خاص مواقع میں پیش آتی تھی۔ مثلاً ایک لفظ کے پہلے معنی عام بتا دیا اور محاورہ کے لحاظ سے سمجھ کر صحابہ کو کوئی اشکال پیش آیا، اس وقت آپ کتاب اللہ کی اصلی مراد جو قرآن مقام سے متعین ہوتی تھی بیان فرما کر شبہات کا ازالہ فرمادیتے تھے، جیسے الَّذِينَ آمَنُوا وَلَمْ يَلْبِسُوا إِيمَانَهُمْ بِظُلْمٍ اٰخٍ اور دوسرے مقامات میں

ہوا (۴) "تعلیم حکمت" حکمت کی گہری باتیں سکھانا اور قرآن کریم کے غامض اسرار و لطائف اور شریعت کی دقیق و عمیق علل پر مطلع کرنا، خواہ تصریحاً یا اشارۃً۔ آپ نے خدا کی توفیق و اعانت سے علم و عمل کے ان اعلیٰ مراتب پر اس در ماندہ قوم کو فائز کیا جو صدیوں سے انتہائی جہل و حیرت اور صریح گمراہی میں غرق تھی۔ آپ کی چند روزہ تعلیم و صحبت سے وہ ساری دنیا کے لئے ہادی و معلم بن گئی، لہذا انہیں چاہئے کہ اس نعمت عظمیٰ کی قدر پہچانیں اور کبھی بھولے سے ایسی حرکت نہ کریں جس سے آپ کا دل متالم ہو۔

❖ **اُحد کی تکلیف پر مسلمانوں کے شکوے کا جواب** | پہلے سے اُحد کا قصہ چلا آتا تھا، درمیان میں جو کوتاہی ہوئی تھی اس

کے مفوکا ذکر ہوا اور اسی کی مناسبت سے نبی کریم ﷺ کے اخلاق و حقوق یاد دلانے گئے۔ اب پھر اُحد کے قصہ کی طرف عود کیا جاتا ہے یعنی جنگ اُحد میں جو تکلیف اور نقصان اٹھانا پڑا کیا اس پر تم تعجب سے کہتے ہو کہ یہ مصیبت کہاں سے آگئی ہم تو مسلمان مجاہد تھے جو خدا کے راستہ میں اس کے دشمنوں سے لڑنے کے لئے نکلے تھے۔ خدا تعالیٰ پیغمبر کی زبانی نصرت و امداد کا وعدہ فرما چکا تھا، پھر یہ مصیبت ہم پر کیونکر اور کدھر سے نازل ہوئی۔ ایسا کہتے وقت سوچنا چاہئے۔ کہ جس قدر تکلیف تم کو پہنچی اس سے دو چند تکلیف ان کو تم سے پہنچ چکی ہے۔ اُحد میں تمہارے تقریباً ستر آدمی شہید ہوئے بدر میں ان کے ستر مارے جا چکے اور ستر تمہارے ہاتھ قید ہوئے جن پر تم کو پورا قبا جو حاصل تھا، چاہتے تو قتل کر ڈالتے پھر اُحد میں بھی ابتداءً ان کے بیس سے زائد قتل ہو چکے ہیں۔ اگر تھوڑی دیر کے لئے تم کو نہ بیت ہوئی تو "بدر" میں انکو تباہ کن ہزیمت مل چکی اور اُحد میں بھی جب تم تم کر لڑے وہ منہزم ہوئے پھر آخر میں میدان چھوڑ کر چلے گئے۔ ایسی صورت میں انصافاً تم کو اپنی تکلیف کا شکوہ کرنے اور زیادہ بد دل ہونے کا موقع نہیں۔

❖ **اگر غور کرو تو تم خود ہی اس مصیبت کا سبب بنے ہو۔** تم نے جوش میں آ کر پیغمبر کی اور بہت سے تجربہ کاروں کی رائے قبول نہ کی، اپنی پسند اور اختیار سے مدینہ کے باہر محاذ جنگ قائم کیا، پھر باوجود نبی شہید کے تیر اندازوں نے اہم مورچہ چھوڑ کر مرکز خالی کر دیا اور ایک سال پہلے جب اُسارائی بدر کے متعلق تم کو اختیار دیا گیا تھا کہ یا نہیں قتل کر دو یا نہ یہ لے کر چھوڑ دو، اس شرط پر کہ آئندہ اتنے ہی آدمی تم سے لے جائیں گے تو تم نے فدیہ کی صورت اختیار کی اور شرط کو قبول کر لیا۔ اب وہی شرط پوری کرانی گئی تو تعجب و انکار کا کیا موقع ہے۔ یہ چیز تو خود اپنی طرف سے تم قبول کر چکے تھے (اُسارائی بدر کا پورا قصہ سورۃ انفال میں آئے گا)۔

❖ **اُحد میں عارضی شکست کی حکمت** | جس کو جب چاہے غالب اور جب چاہے مغلوب کر دے۔ مغلوب کرنا اسلئے نہیں کہ وہ

اس وقت غالب کرنے پر قادر نہ تھا، بلکہ اس لئے ہے کہ تمہارے کسب و اختیار سے صورت حال ایسی پیدا ہو گئی کہ کلی غلبہ عطا کرنے میں مصلحت نہ تھی بہر حال جو کچھ ہو اس کے حکم و مشیت سے ہو جس کا سبب تم تھے حکمت یہ تھی کہ ایک طرف ہر مومن مخلص کے ایمان و اخلاص کا اور دوسری جانب ہر منافق کے نفاق کا درجہ ظاہر ہو جائے، کھرے کھونے اور کچے پکے میں کسی کو کچھ التباس نہ رہے۔

❖ **اُحد میں منافقین کی علیحدگی کا بیان** | جنگ شروع ہونے سے پہلے جب رئیس المنافقین عبد اللہ بن ابی تمین سو آدمیوں کو

ساتھ لیکر واپس جانے لگا، اس وقت کہا گیا تھا کہ عین موقع پر کہاں بھاگتے ہو، آؤ اگر دعوائے اسلام میں سچے ہو تو اللہ کی راہ میں لڑو۔ ورنہ تم از کم دشمن کو دفع کرنے میں حصہ لو یعنی مجمع میں شریک رہو تا کثرت تعداد کا اثر دشمن پر پڑے، یا یہ کہ خدا کی راہ میں دین کی خاطر نہیں لڑتے تو حمیت و وطنی و قومی یا اپنے اموال و اولاد کی حفاظت کیلئے دشمن کی مدافعت کرو۔ کیونکہ دشمن اگر کامیاب ہو تو انتقام لینے میں مومنین و منافقین کی تمیز نہ کرے گا۔ عام مسلمانوں کی طرح تم بھی نقصان اٹھاؤ گے، غرض ان پر ہر طرح ان کے مذاق کے موافق اتمام حجت کیا گیا۔ تا جو کچھ دلوں میں ہے علانیہ ظاہر ہو جائے۔

قِتَالًا لَا اتَّبَعْنَاكُمْ ۝ هُمْ لِلْكَفْرِ يَوْمَئِذٍ أَقْرَبُ

لڑائی تو اہل تمہارے ساتھ رہیں ۝ وہ لوگ اس دن کفر کے قریب ہیں

مِنْهُمْ لِلْإِيمَانِ ۝ يَقُولُونَ بِأَفْوَاهِهِمْ مَا لَيْسَ

پہ نسبت ایمان کے ۝ کہتے ہیں اپنے من سے جو نہیں

فِي قُلُوبِهِمْ ۝ وَاللَّهُ أَعْلَمُ بِمَا يَكْتُمُونَ ۝ (۳۶۴) الَّذِينَ

ان کے دل میں اور اللہ خوب جانتا ہے جو کچھ چھپاتے ہیں ۝ وہ لوگ ہیں

قَالُوا لِإِخْوَانِهِمْ وَقَعَدُوا لَوْ أَطَاعُونَا مَا قُتِلُوا ۝

جو کہتے ہیں اپنے بھائیوں کو اور آپ بیٹھ رہے ہیں اگر وہ ہماری بات مانتے تو مار سنبجاتے ۝

قُلْ فَادْرَأُوا عَنْ أَنْفُسِكُمُ الْمَوْتَ إِنْ كُنْتُمْ

تو کہتے اب بھاڑو اپنے اوپر سے موت کو اگر تم

صَادِقِينَ ۝ وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِينَ قُتِلُوا فِي سَبِيلِ

سچے ہو ۝ اور تو نہ سمجھ ان لوگوں کو جو مارے گئے اللہ کی

اللهِ أَمْوَاتًا ۝ بَلْ أَحْيَاءُ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُونَ ۝ (۳۶۵)

راہ میں مردے بلکہ وہ زندہ ہیں اپنے رب کے پاس کھاتے پیتے

فَرِحِينَ بِمَا آتَاهُمُ اللَّهُ مِنْ فَضْلِهِ ۝ وَيَسْتَبْشِرُونَ

خوشی کرتے ہیں اس پر جو دیا ان کو اللہ نے اپنے فضل سے اور خوش وقت ہوتے ہیں

بِالَّذِينَ لَمْ يَلْحَقُوا بِهِمْ مِنْ خَلْفِهِمْ ۝ إِلَّا خَوْفُ

ان کی طرف سے جو ابھی تک نہیں پہنچے ان کے پیچھے سے اس واسطے کہ نہ ڈرے

یعنی لڑائی ہوتی نظر نہیں آتی، خواہ مخواہ کا ڈھونگ ہے اگر ہمیں معلوم ہوتا کہ واقعی لڑائی ہونے والی ہے تو ضرورتاً ہمارے ساتھ چلتے، جب لڑائی دیکھیں گے شامل ہو جائیں گے یا یہ مطلب تھا کہ کوئی ڈھنگ کا مقابلہ ہوتا تو ساتھ رہتے بھلا یہ کوئی مقابلہ ہے کہ ایک طرف تین ہزار کا لشکر اور دوسری طرف صرف ایک ہزار بے سر و سامان آدمی۔ یہ لڑائی کیا ہے محض اپنے کو ہلاکت میں ڈالنا ہے۔ **يَا لَوْ نَعْلَمُ قِتَالًا** سے یہ ظاہر کرتے تھے کہ صاحب! ہم فتون جنگ اور لڑائی کے قاعدوں سے واقف ہوتے تو آپ کے ساتھ رہتے گویا دل میں طعن دیا کہ ہمارے مشورہ پر چلے نہیں اوروں کی رائے پر عمل کیا تو ہم کو لڑائی کے قاعدوں سے ناواقف سمجھے اور آپ واقف بنے، پھر ہمیں ساتھ کیوں لیتے ہو؟ بہر حال جھوٹے حیلے جو الے کر کے چلا گئے۔

منافقین دل سے کافر اور زبان سے ایمان کا اظہار کرتے تھے اور اسی زبانی اسلام کی بناء پر مسلمانوں میں ملے جلے رہتے تھے۔ اس روز عین موقع پر پیغمبر علیہ السلام اور مسلمانوں کو چھوڑ کر چلے جانے اور جھوٹے حیلے تراشنے سے اچھی طرح نفاق کی قلعی کھل گئی۔ اب ظاہر میں بھی بہ نسبت ایمان کے کفر سے زیادہ قریب ہو گئے اور اپنے فعل سے مسلمانوں کو نقصان اور کافروں کو تقویت پہنچائی۔

یعنی زبان سے **لَوْ نَعْلَمُ قِتَالًا لَا تَبْعَانَا** کہتے ہیں اور جو دل میں ہے صاف نہیں کہتے دل میں یہ تھا کہ اچھا ہے مسلمان مغلوب و ذلیل ہوں اور ہم خوشی سے بغلیں بجائیں۔

یعنی خود نامرد بن کر بیٹھ رہے اور اپنی برادری کے بھائیوں (انصار مدینہ) کو کہتے ہیں کہ ہماری بات مان کر گھر میں بیٹھے رہتے تو مارے نہ جاتے۔

یعنی اگر گھر میں بیٹھ رہنے سے جان بچ سکتی ہے تو دیکھیں موت کو گھر میں کس طرح نہ آنے دیں گے۔ اگر یہاں رہ کر بھی موت پیچھا نہیں چھوڑتی تو پھر بہادری کی طرح میدان میں عزت کی موت کیوں نہ مریں۔

وقف لازم

عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ ﴿۱۴۰﴾ يُسْتَبَشِرُونَ بِنِعْمَةِ

ان پر اورندان کو غم خوش وقت ہوتے ہیں اللہ کی

مِّنَ اللَّهِ وَفَضْلٍ ۚ وَآَنَّ اللَّهَ لَا يُضِيعُ أَجْرَ

نعت اور فضل سے اور اس بات سے کہ اللہ ضائع نہیں کرتا

الْمُؤْمِنِينَ ﴿۱۴۱﴾ الَّذِينَ اسْتَجَابُوا لِلَّهِ وَالرَّسُولِ

ایمان والوں کی جن لوگوں نے حکم مانا اللہ کا اور رسول کا

مِنْ بَعْدِ مَا آصَابَهُمُ الْفَرَحُ ۗ لِلَّذِينَ أَحْسَنُوا

بعد اس کے کہ پہنچ چکے تھے ان کو غم جو ان میں نیک

مِنْهُمْ وَانْتَقَوْا أَجْرَ عَظِيمٍ ﴿۱۴۲﴾ الَّذِينَ قَالَ لَهُمْ

ہیں اور پرہیزگار ان کو ثواب بڑا ہے جن کو کہا

النَّاسُ إِنَّ النَّاسَ قَدْ جَمَعُوا لَكُمْ فَاخْشَوْهُمْ

لوگوں نے کہ مکہ والے آدمیوں نے جمع کیا ہے سامان تمہارے مقابلہ کو سو تم ان سے ڈرو

فَزَادَهُمْ إِيمَانًا ۖ وَقَالُوا حَسْبُنَا اللَّهُ وَنِعْمَ الْوَكِيلُ ﴿۱۴۳﴾

تو اور زیادہ ہوا ان کا ایمان اور بولے کافی ہے ہم کو اللہ اور کیا خوب کارساز ہے

◆ شہید مردہ نہیں زندہ ہیں یعنی گھر میں بیٹھے رہنے سے موت توڑک نہیں سکتی، ہاں آدمی اس موت سے محروم رہتا ہے جس کو موت کے بجائے حیات جاودانی کہنا چاہئے شہیدوں کو مرنے کے بعد ایک خاص طرح کی زندگی ملتی ہے جو اور مردوں کو نہیں ملتی، ان کو حق تعالیٰ کا ممتاز قرب حاصل ہوتا ہے۔ بڑے عالی درجات و مقامات پر فائز ہوتے ہیں۔ جنت کا رزق آزادی سے پہنچتا ہے جس طرح ہم اعلیٰ درجہ کے ہوائی جہازوں میں بیٹھ کر ذرا سی دیر میں جہاں چاہیں اڑے چلے جاتے ہیں، شہداء کی ارواح ”حواصل طیارہ خضر“ میں داخل ہو کر جنت کی سیر کرتی رہتی ہیں۔ ان ”طیارہ خضر“ کی کیفیت و کفایت کو اللہ ہی جانے۔ وہاں کی چیزیں ہمارے اساطیر خیال میں کہاں آسکتی ہیں۔ اس وقت شہداء بیحد مسرور و مہمّج ہوتے ہیں کہ اللہ نے اپنے فضل سے دو اہم شہادت عتایت فرمائی، اپنی نیک نعتوں سے نواز اور اپنے فضل سے ہر آن مزید انعامات کا سلسلہ قائم کر دیا، جو وعدے سے شہیدوں کیلئے پیغمبر علیہ السلام کی زبانی کئے گئے

تفسیر مکی

تھے انہیں آنکھوں سے مشاہدہ کر کے بے انتہا خوش ہوتے ہیں اور دیکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ایمان والوں کی محنت ضائع نہیں کرتا۔ بلکہ خیال و گمان سے بڑھ کر رلہ دیتا ہے۔ پھر نہ صرف یہ کہ اپنی حالت پر شاداں و فرحاں ہوتے ہیں بلکہ اپنے ان مسلمان بھائیوں کا تصور کر کے بھی انہیں ایک خاص خوشی حاصل ہوتی ہے۔ جھکو اپنے پیچھے جہاد فی سبیل اللہ اور دوسرے امور خیر میں مشغول چھوڑ آئے ہیں کہ وہ بھی اگر ہماری طرح اللہ کی راہ میں مارے گئے یا کم از کم ایمان پر مرے تو اپنی اپنی حیثیت کے موافق ایسی ہی پر لطف اور بے خوف زندگی کے مزے لوٹیں گے۔ نہ انکو اپنے آگے کا ڈر ہو گا نہ پیچھے کا غم، مامون و مطمئن سیدھے خدا کی رحمت میں داخل ہو جائیں گے۔

شہدائے اُحد کی ایک تمنا | بعض روایات میں ہے کہ شہدائے اُحد یا شہدائے بئر معونہ نے خدا کے ہاں پہنچ کر تمنا کی تھی کہ کاش ہمارے اس عیش و تنعم کی خبر کوئی ہمارے بھائیوں کو پہنچا دے تا وہ بھی اس زندگی کی طرف جھپٹیں اور جہاد سے جان نہ چرائیں حق تعالیٰ نے فرمایا کہ میں پہنچاتا ہوں۔ اس پر یہ آیات نازل کیں اور ان کو مطلع کر دیا گیا کہ ہم نے تمہاری تمنا کے موافق خبر پہنچا دی اس پر وہ اور زیادہ خوش ہوئے۔

❖ صحابہ کرام کا اللہ پر بے مثال بھروسہ | ابوسفیان جب اُحد سے مکہ کو واپس گیا تو راستہ میں خیال آیا کہ ہم نے بڑی غلطی کی،

ہزیمت یافتہ اور زخم خوردہ مسلمانوں کو یونہی چھوڑ کر چلے آئے، مشورے ہونے لگے کہ پھر مدینہ واپس چل کر ان کا قصہ تمام کر دیں، آپ کو خبر ہوئی تو اعلان فرمایا کہ جو لوگ کل ہمارے ساتھ لڑائی میں حاضر تھے آج دشمن کا تعاقب کرنے کے لئے تیار ہو جائیں مسلمان مجاہدین باوجود یکہ تازہ زخم کھائے ہوئے تھے، اللہ اور رسول کی پکار پر نکل پڑے۔ آپ ان مجاہدین کی جمعیت لیکر مقام حراء الاسد تک (جو مدینہ سے آٹھ میل ہے) پہنچے ابوسفیان کے دل میں یہ سن کر کہ مسلمان اس کے تعاقب میں چلے آ رہے ہیں، سخت رعب و دہشت طاری ہو گئی، دوبارہ حملہ کا ارادہ فرسخ کر کے مکہ کی طرف بھاگا۔ عبدالقیس کا ایک تجارتی قافلہ مدینہ آ رہا تھا۔ ابوسفیان نے ان لوگوں کو کچھ دے کر آمادہ کیا کہ وہ مدینہ پہنچ کر ایسی خبریں شائع کریں جن کو سن کر مسلمان ہماری طرف سے مرعوب و خوفزدہ ہو جائیں، انہوں نے مدینہ پہنچ کر کہنا شروع کیا کہ مکہ والوں نے بڑا بھاری لشکر اور سامان مسلمانوں کے استیصال کی غرض سے تیار کیا ہے۔ یہ سن کر مسلمانوں کے دلوں میں خوف کی جگہ جوش ایمان بڑھ گیا اور کفار کی جمعیت کا حال سن کر کہنے لگے ”حَسْبُنَا اللَّهُ وَنِعْمَ الْوَكِيلُ“ ساری دنیا کے مقابلہ میں اکیلا خدا ہم کو کافی ہے۔ اسی پر یہ آیات نازل ہوئیں، بعض کہتے ہیں کہ جنگ اُحد تمام ہونے پر ابوسفیان نے اعلان کیا تھا کہ اگلے سال بدر پر پھر لڑائی ہے، حضرت نے قبول کر لیا۔ جب اگلا سال آیا حضرت نے لوگوں کو حکم دیا کہ جہاد کیلئے چلو۔ اگر کوئی نہ جائے گا تب بھی اللہ کا رسول تنہا جائے گا۔ اُدھر سے ابوسفیان فوج لیکر مکہ سے نکلا تھوڑی دور چل کر کمرہمت ٹوٹ گئی، رعب چھا گیا، قحط سالی کا عذر کر کے چاہا کہ مکہ واپس جائے، مگر صورت ایسی ہو کہ الزام مسلمانوں پر ہے، ایک شخص مدینہ جاتا تھا، اس کو کچھ دینا کیا کہ وہاں پہنچ کر اس طرف کی ایسی خبریں مشہور کرنا جن کو سن کر مسلمان خوف کھائیں اور جنگ کو نہ نکلیں وہ مدینہ پہنچ کر کہنے لگا کہ مکہ والوں نے بڑی بھاری جمعیت اکٹھی کی ہے تم کو لڑنا بہتر نہیں مسلمانوں کو حق تعالیٰ نے استقلال دیا۔ انہوں نے یہ ہی کہا کہ ہم کو اللہ کافی ہے۔ آخر مسلمان حسب وعدہ بدر پہنچے، وہاں بڑا بازار لگتا تھا، تین روزہ کر تجارت کر کے خوب نفع کما کر مدینہ واپس آئے اس غزوہ کو بدر صغریٰ کہتے ہیں۔ اس وقت جن لوگوں نے رفاقت کی، اور تیار ہوئے انکو یہ بشارت ہے کہ اُحد میں زخم کھا کر اور نقصان اٹھا کر پھر ایسی جرات کی۔ مسلمانوں کی اس جرات و مستعدی کی خبر سن کر مشرکین راستہ سے لوٹ گئے چنانچہ مکہ والوں نے اس مہم کا نام ”جیش السویق“ رکھ دیا۔ یعنی وہ لشکر جو محض ستوپینے گیا تھا پی کر واپس آ گیا (حنبیہ) یہ جو فرمایا اَللَّذِينَ اَحْسَنُوا مِنْهُمْ وَاتَّقُوا محض ان کی مدح سرائی اور تو یہ شان کیلئے ہے ورنہ وہ سب کے سب ایسے ہی تھے۔

فَانْقَلِبُوا بِنِعْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ وَفَضْلٍ لَّمْ يَمْسَسْهُمْ

پھر چلے آئے مسلمان اللہ کے احسان اور فضل کے ساتھ کچھ نہ پہنچی ان کو

سُوۡءًا وَّاَتَّبَعُوا رِضْوَانَ اللّٰهِ وَاللّٰهُ ذُو فَضْلٍ عَظِيۡمٍ ﴿۱۴۳﴾

برائی اور تابع ہوئے اللہ کی مرضی کے اور اللہ کا فضل بڑا ہے

اِنَّمَا ذٰلِكُمُ الشَّيْطٰنُ يُخَوِّفُ اَوْلِيَآءَهُ ۗ فَلَا تَخَافُوهُم

یہ جو ہے سو شیطان ہے کہ ڈراتا ہے اپنے دوستوں سے سو تم ان سے مت ڈرو

وَخَافُوۡنَ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيۡنَ ۗ ﴿۱۴۴﴾ وَلَا يَحْزِنُكَ

اور مجھ سے ڈرو اگر ایمان رکھتے ہو اور غم میں نہ ڈالیں تجھ کو

الَّذِيۡنَ يُسَارِعُوۡنَ فِي الْكُفْرِ اِنَّهُمْ لَنْ يُّضُرُّوۡا

وہ لوگ جو دوڑتے ہیں کفر کی طرف وہ نہ بگاڑیں گے

اللّٰهَ شَيْۡئًا ۗ يُرِيۡدُ اللّٰهُ اَلَّا يَجْعَلَ لَهُمُ حِطًّا ۗ فِي

اللہ کا کچھ اللہ چاہتا ہے کہ ان کو فائدہ نہ دے

الْاٰخِرَةِ ۗ وَهُمْ عَذَابٌ عَظِيۡمٌ ﴿۱۴۵﴾ اِنَّ الَّذِيۡنَ اَشْتَرُوۡا

آخرت میں اور ان کے لیے عذاب ہے بڑا جنہوں نے موبل لیا

الْكُفْرَ بِالْاِيۡمَانِ لَنْ يُّضُرُّوۡا اللّٰهَ شَيْۡئًا ۗ وَلَهُمُ

کفر کو ایمان کے بدلے وہ نہ بگاڑیں گے اللہ کا کچھ اور ان کے لیے

عَذَابٌ اَلِيۡمٌ ﴿۱۴۶﴾ وَلَا يَحْسَبَنَّ الَّذِيۡنَ كَفَرُوۡا اِنَّمَا

عذاب ہے دردناک اور یہ نہ سمجھیں کافر کہ

❖ **مسلمانوں کو مالی منافع** | یعنی اللہ کا فضل دیکھو نہ کچھ لڑائی کرنی پڑی نہ کتنا چبھامفت میں ثواب کمایا۔ تجارت میں نفع حاصل کر کے اور دشمنوں پر دھاک بٹھلا کر خدا تعالیٰ کی خوشنودی لئے ہوئے صحیح سلامت گھر واپس آ گئے۔ (تنبیہ) بدرصغریٰ کی طرح غزوہ حراء الاسد میں بھی ایک تجارتی قافلہ کے ساتھ سامان کی خرید و فروخت ہوئی تھی اور مسلمانوں نے بھاری نفع کمایا تھا غالباً وَقَفْضُل سے یہ ہی مالی نفع مراد ہے۔

❖ یعنی جو ادھر سے آ کر مرعوب کن خبریں پھیلاتا ہے وہ شیطان ہے یا شیطان کے اغواء سے ایسا کر رہا ہے جسکی غرض یہ ہے کہ اپنے چیلے چانٹوں اور بھائی بندوں کا رعب تم پر بٹھلا کر خوفزدہ کر دے، تو تم اگر ایمان رکھتے ہو (اور ضرور رکھتے ہو جس کا ثبوت عملاً دے چکے) تو ان شیطانوں سے اصلاح مت ڈرو صرف مجھ سے ڈرتے رہو کہ ہر کہ ترسید از حق و تقویٰ گزید ترسدا زوے جن و انس و ہر کہ دید۔

❖ یعنی شیطان کی دھمکیوں سے مومن نہیں ڈرتے ہاں منافق اس کی باتیں سن کر کفر کی طرف دوڑتے ہیں۔ آپ ان ملعون منافقوں کی حرکات سے کچھ غمگین اور فکر مند نہ ہوں یہ اللہ کے دین اور اس کے پیغمبر کا کچھ نہیں بگاڑ سکتے، اپنا ہی نقصان کرتے ہیں ان کا حد سے زیادہ نفاق و شقاق پتہ دے رہا ہے کہ حق تعالیٰ انہیں انجام کار حقیقی کامیابی اور فوائد سے محروم رکھے گا اور بہت سخت سزا دے گا۔ جو لوگ ایسے معاند اور شریر کج کرد ہوں اللہ کی عادت ان کے ساتھ یہی ہے۔ ایسوں کے غم میں اپنے کو زیادہ گھلانے کی ضرورت نہیں۔

❖ یعنی جنہوں نے ایمانی فطرت کو بدل کر کفر اختیار کیا، خواہ یہود و نصاریٰ ہوں یا مشرکین، یا منافقین، یا کوئی اور وہ سب مل کر بھی اللہ کا کچھ نہیں بگاڑ سکتے، ہاں اپنے پاؤں پر خود اپنے ہاتھ سے کلہاڑی مار رہے ہیں جس کا نتیجہ دردناک عذاب کی صورت میں بھگتنا پڑے گا۔

نُبِّلِي لَهُمْ خَيْرًا لَّا نَفْسِهِمْ ؕ إِنَّمَا نُبِّلِي لَهُمْ

ہم جو مہلت دیتے ہیں ان کو پتھر بھلا ہے ان کے حق میں ہم تو مہلت دیتے ہیں ان کو

لِيَزِدَادُوا إِثْمًا ۚ وَلَهُمْ عَذَابٌ مُّهِينٌ ﴿۱۴۸﴾ مَا كَانَ

تا کہ ترقی کریں وہ گناہ میں اور ان کے لیے عذاب ہے خوار کرنے والا ﴿۱۴۸﴾ اللہ وہ

اللَّهُ لِيَذَرَ الْمُؤْمِنِينَ عَلَىٰ مَا أَنْتُمْ عَلَيْهِ حَتَّىٰ

نہیں کہ چھوڑ دے مسلمانوں کو اس حالت پر جس پر تم ہو جب تک

يَبِيْزُ الْخَبِيثَاتِ مِنَ الطَّيِّبِ ۗ وَمَا كَانَ اللَّهُ لِيُطْلِعَكُمْ

کہ جدا نہ کر دے ناپاک کو پاک سے اور اللہ نہیں ہے کہ تم کو خبر دے

عَلَىٰ الْغَيْبِ وَلَكِنَّ اللَّهَ يَجْتَبِيٰ مِنْ رُّسُلِهِ مَن

غیب کی لیکن اللہ چھانت لیتا ہے اپنے رسولوں میں جس کو

يَشَاءُ ۚ فَآمِنُوا بِاللَّهِ وَرُسُلِهِ ۚ وَإِنْ تُوْمِنُوا وَ

چاہے ﴿۱۴۹﴾ سو تم یقین لاؤ اللہ پر اور اس کے رسولوں پر اور اگر تم یقین پر رہو اور

تَتَّقُوا فَلَكُمْ أَجْرٌ عَظِيمٌ ﴿۱۴۹﴾ وَلَا يَحْسَبَنَّ الَّذِينَ

پر ہی زگاری پر تو تم کو بڑا ثواب ہے ﴿۱۴۹﴾ اور نہ خیال کریں وہ لوگ

يَبْخُلُونَ بِمَا أَنَّهُمْ اللَّهُ مِنْ فَضْلِهِ ۗ هُوَ خَيْرٌ لَّهُمْ ؕ

جو بخل کرتے ہیں اس چیز پر جو اللہ نے ان کو دی ہے اپنے فضل سے کہ یہ بخل بہتر ہے ان کے حق میں

بَلْ هُوَ شَرٌّ لَّهُمْ ۗ سَيُطَوَّقُونَ مَا بَخِلُوا بِهِ يَوْمَ

بلکہ یہ بہتر ہے ان کے حق میں طوق بنا کر ڈالا جائیگا ان کے گلوں میں وہ مال جس میں بخل کیا تھا قیامت

دنیا کی دولت کفار کیلئے ڈھیل ہے | یعنی ممکن ہے کافروں کو اپنی لمبی عمر میں خوشحالی اور دولت و ثروت وغیرہ کی فراوانی دیکھ کر خیال گزرے کہ ایسے مغضوب و مطرود ہوتے تو ہم کو اتنی فراخی اور مہلت کیوں دی جاتی اور ایسی بھلی حالت میں کیوں رکھے جاتے؟ سو واضح رہے کہ یہ مہلت دینا ان کے حق میں کچھ بھلی بات نہیں۔ مہلت دینے کا نتیجہ تو یہ ہی ہوگا کہ جن کو گناہ سمیٹ کفر پر مرنا ہے وہ اپنے اختیار اور آزادی سے خوب جی بھر کر ارمان نکال لیں اور گناہوں کا ذخیرہ فراہم کر لیں۔ وہ سمجھتے رہیں کہ ہم بڑی عزت سے ہیں حالانکہ ذلیل و خوار کرنے والا عذاب ان کے لیے تیار ہے اب سوچ لیں کہ مہلت دینا ان جیسوں کے حق میں بھلا ہوا یا برا۔ نَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنْ شُرُوْرٍ اَنْفُسِنَا۔

یعنی جس طرح خوشحالی اور مہلت دینا کفار کے حق میں مقبولیت کی دلیل نہیں، اسی طرح اگر مخلص مسلمانوں کو مصائب اور ناخوشگوار حوادث پیش آئیں (جیسے جنگ اُحد میں آئے) یہ اس کی دلیل نہیں کہ وہ اللہ کے نزدیک مغضوب ہیں، بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو اس گول مول حالت پر چھوڑنا نہیں چاہتا جس پر اب تک رہے ہیں یعنی بہت سے کافر ازراہ نفاق کلمہ پڑھ کر دھوکہ دینے کے لئے ان میں ملے جلے رہتے تھے جن کے ظاہر حال پر منافق کا لفظ کہنا مشکل تھا۔ لہذا ضرور ہے کہ خدا تعالیٰ ایسے واقعات و حالات بروئے کار لائے جو کھرے کو کھوٹے سے اور پاک کو ناپاک سے کھلے طور پر جدا کریں۔ بے شک خدا کو آسان تھا کہ تمام مسلمانوں کو بدون امتحان میں ڈالے منافقوں کے ناموں اور کاموں سے مطلع کر دیتا لیکن اس کی حکمت و مصلحت مقتضی نہیں کہ سب لوگوں کو اس قسم کے غیب سے آگاہ کر دیا کرے۔ ہاں وہ اپنے رسولوں کا انتخاب کر کے جس قدر غیب کی یقینی اطلاع دینا چاہے دے دیتا ہے۔ خلاصہ یہ ہوا کہ عام لوگوں کو بلا واسطہ کسی غیب کی یقینی اطلاع نہیں دی جاتی انبیاء علیہم السلام کو دی جاتی ہے۔ مگر جس قدر خدا چاہے۔

یعنی خدا کا جو خاص معاملہ پیغمبروں سے ہے اور پاک و ناپاک کو جدا کرنے کی نسبت جو عام عادت حق تعالیٰ کی رہی ہے، اس میں زیادہ کاوش کی ضرورت نہیں، تمہارا کام یہ ہے کہ اللہ و رسول کی باتوں پر یقین رکھو اور تقویٰ و پرہیزگاری پر قائم رہو، یہ کر لیا تو سب کچھ کما لیا۔

الْقِيَامَةِ ۚ وَ لِلّٰهِ مِيرَاثُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۗ

کے دن کے اور اللہ وارث ہے اور آسمان اور زمین کا اور

اللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُونَ خَبِيرٌ ۙ لَقَدْ سَمِعَ اللّٰهُ

اللہ جو کرتے ہو سو جانتا ہے پیکر اللہ نے سنی

قَوْلَ الَّذِينَ قَالُوا اِنَّ اللّٰهَ فَقِيرٌ وَنَحْنُ اَغْنِيَاءُ ۚ

ان کی بات جنہوں نے کہا کہ اللہ فقیر ہے اور ہم مال دار اور ہم مال دار

سَنَكْتُبُ مَا قَالُوا وَقَتْلَهُمُ الْاَنْبِيَاءِ بِغَيْرِ حَقٍّ ۙ

اب لکھ رکھیں گے ہم ان کی بات اور جو خون کئے ہیں انہوں نے انبیاء کے ناحق

وَنَقُولُ ذُوقُوا عَذَابَ الْحَرِيقِ ۙ ذٰلِكَ بِمَا قَدَّمْتُمْ

اور کہیں گے چکھو عذاب جلتی آگ کا یہ بدلہ اس کا ہے جو تم نے

اَيْدِيكُمْ وَاَنَّ اللّٰهَ لَيْسَ بِظَلّٰمٍ لِّلْعٰبِدِ ۙ

اپنے ہاتھوں آگے بھیجا اور اللہ ظلم نہیں کرتا بندوں پر

الَّذِينَ قَالُوا اِنَّ اللّٰهَ عٰهَدَ اِلَيْنَا اَلَّا نُوْمِنَ

وہ لوگ جو کہتے ہیں کہ اللہ نے ہم کو کہہ رکھا ہے کہ یقین نہ کریں

لِرِسُوْلٍ حَتّٰى يٰۤاتِيَنَا بِقُرْبٰنٍ تَاْكُلُهُ النَّارُ ۗ قُلْ

کسی رسول کا جب تک نہ لاوے ہمارے پاس قربانی کہ کھا جائے اس کو آگ تو کہہ

بخیل کا مال قیامت میں اسکے گلے کا طوق ہوگا ابتدائے سورت کا بڑا حصہ اہل کتاب (یہود و نصاریٰ) سے متعلق تھا۔ درمیان میں خاص مناسبات و وجوہ کی بنا پر غزوہ احد کی تفصیلات آگئیں انہیں بقدر کفایت تمام کر کے یہاں سے پھر اہل کتاب کی شائع بیان کی جاتی ہیں چونکہ ان میں سے یہود کا معاملہ بہت مضرت رساں اور تکلیف دہ تھا، منافقین بھی اکثر ان ہی میں کے تھے اور اوپر کی آیت میں آگاہ کیا گیا تھا کہ خدا تعالیٰ اب خبیث کو طیب سے جدا کر کے رہیگا۔ سو یہ جدائی جس طرح جانی و بدنی جہاد کے وقت ظاہر

ہوتی تھی اس طرح مالی جہاد کے وقت بھی کھر اکھوٹا اور کچا پکا صاف طور پر الگ ہو جاتا تھا اس لئے بتلا دیا کہ یہود منافقین جیسے جہاد کے موقع سے بھاگتے ہیں، مال خرچ کرنے سے بھی جی چراتے ہیں لیکن جس طرح جہاد سے بچ کر دنیا میں چند روز کی مہلت حاصل کر لینا انکے حق میں کچھ بہتر نہیں ایسے ہی بخل کر کے بہت مال اکٹھا کر لینا بھی کوئی فائدہ نہیں پہنچا سکتا۔ اگر دنیا میں فرض کرو کوئی مصیبت پیش نہ بھی آئی تو قیامت کے دن یقیناً یہ جمع کیا ہوا مال عذاب کی صورت میں انکے گلے کا بار بن کر رہے گا۔ اس میں مسلمانوں کو بھی کھٹکھٹا دیا کہ زکوٰۃ دینے اور ضروری مصارف میں خرچ کرنے سے بھی جی نہ چرائیں، ورنہ جو شخص بخل و حرص وغیرہ رذیل خصلتوں میں یہود و منافقین کی روش اختیار کرے گا، اسے بھی اپنے درجہ کے موافق اسی طرح کی سزا کا منتظر رہنا چاہئے۔ چنانچہ احادیث صحیحہ سے ثابت ہے کہ مانعین زکوٰۃ کا مال سخت زہریلے اثر ہے کی صورت میں متسلل کر کے ان کے گلے میں ڈالا جائے گا۔ نعوذ باللہ منہ۔

یعنی آخر تم مر جاؤ گے اور سب مال اسی کا ہو رہے گا۔ جس کا حقیقت میں پہلے سے تھا۔ انسان اپنے اختیار سے دے تو ثواب پائے۔
یعنی بخل یا سخاوت جو کچھ کرو گے اور جیسی نیت کرو گے خدا تعالیٰ سب کی خبر رکھتا ہے اسی کے موافق بدلہ دے گا۔

یہودیوں کا گستاخانہ قول اور اس کا جواب | یعنی محض اتنا ہی نہیں کہ یہود انتہائی بخل کی وجہ سے پیسہ خرچ کرنا نہیں جانتے، بلکہ جب خدا کی راہ میں خرچ کرنے کا حکم سنتے ہیں تو مذاق اڑاتے ہیں اور حق تعالیٰ کی جناب میں گستاخانہ کلمات بکنے سے بھی نہیں شرماتے۔ چنانچہ جب آیت **مَنْ ذَا الَّذِي يُقْرِضُ اللَّهَ قَرْضًا حَسَنًا نَّازِلًا بُوئِي**، کہنے لگے اللہ ہم سے قرض مانگتا ہے تو اللہ فقیر محتاج ہے اور ہم غنی مالدار ہیں، حالانکہ ایک غنی اور کوڑھ مغز بھی سمجھ سکتا ہے کہ انفاق فی وجوہ الخیر کو قرض سے تعبیر فرمانے میں انتہائی رحمت و شفقت کا اظہار تھا۔ ظاہر ہے کہ خدا اپنا دیا ہوا مال ہم سے ہماری مصالح میں ہمارے ہی دنیوی و اخروی فائدہ کے لئے خرچ کراتا ہے، اس کو ہمارے خرچ سے کوئی نفع نہیں پہنچ سکتا اور بقرض مجال پہنچے بھی تو مال اور ہر چیز اسی کی مملوک ہے پھر حقیقی معنی میں اس کو قرض کیسے کہہ سکتے ہیں۔ یہ اس کا کمال کرم و احسان ہے کہ اس خرچ کا بہترین معاوضہ دینا بھی اپنے ذمہ لازم کر لیا اور اس کو لفظ قرض سے ادا کر کے اس لزوم کو بیکرد و مسجل کر دیا۔ مگر یہود اپنی کور چشمی اور حبث باطن سے احسان ماننے کے بجائے ان لفظوں کی ہنسی زانے لگے اور اللہ تعالیٰ کی جناب رفیع میں مسخر اپن کرنے سے باز نہ رہے، اس کو فرمایا کہ اللہ نے تمہاری یہ باتیں سن لیں۔ اس پر جو کارروائی ہوگی اس کے منتظر رہو۔

یعنی عام ضابطہ کے موافق یہ ملعون اور ناپاک اقوال تمہارے دفتر سینات میں درج کرائے دیتے ہیں۔ جہاں تمہاری قوم کے دوسرے ملعون اور ناپاک افعال درج ہیں۔ مثلاً معصوم نبیوں کا ناحق خون بہانا کیونکہ جس طرح یہ نالائق جملہ ایک نمونہ ہے تمہاری خدا شناسی کا، وہ نالائق کام نمونہ ہے تمہاری تعظیم انبیاء کا جب یہ پوری مسل پیش ہوگی اس وقت کہا جائے گا کہ لو اپنی شرارتوں کا مزہ چکھو اور جس طرح تم نے طعن و تمسخر سے اولیاء اللہ کے دل جلائے تھے، اب عذاب الہی کی بھیٹی میں جلتے رہو۔

یعنی جو کمایا تھا سامنے آیا۔ خدا کے یہاں ذرہ برابر ظلم نہیں۔ **إِنَّ اللَّهَ لَا يَظْلِمُ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ (نساء رکوع ۶)** اگر بقرض مجال ظلم کرنا خدا کی صفت ہوتی تو اس کی دوسری صفات کی طرح وہ بھی کامل ہی ہوتی اس لئے اگر معاذ اللہ خدا کو ظالم فرض کیا جائے تو پھر "ظالم" کیا "ظلام" ہی کہنا پڑے گا۔ اس کا ایک رتی ظلم بھی پہاڑوں سے کم نہیں ہو سکتا گویا "ظلام" کا صیغہ لا کر متنبہ کر دیا کہ اس کی بارگاہ میں ادنیٰ سے ادنیٰ ظلم تجویز کرنا، انتہائی ظالم قرار دینے کے مترادف ہے **(تَعَالَى اللَّهُ عَمَّا يَقُولُ الظَّالِمُونَ غُلُوًّا كَبِيرًا)** آگ والی قربانی کا مطالبہ | بعضے رسولوں سے یہ معجزہ ظاہر ہوا تھا کہ قربانی یا کوئی چیز اللہ نام کی نیازی، تو آسمان سے آگ آ کر

اس کو کھا گئی، یہ علامت تھی اس کے قبول ہونے کی، چنانچہ موجودہ "بائبل" میں بھی حضرت سلیمان علیہ السلام کے متعلق ایسا واقعہ مذکور ہے۔ اب یہود بہانہ پکڑتے تھے کہ ہم کو یہ حکم ہے کہ جس سے یہ معجزہ نہ دیکھیں اس پر یقین نہ لاویں اور یہ محض جھوٹے بہانے تھے۔ اس قسم کا کوئی حکم ان کی کتابوں میں موجود نہ تھا، نہ آج موجود ہے اور نہ ہر ایک نبی کی نسبت یہ ثابت کیا جا سکتا ہے کہ اس کو یہ معجزہ ملا تھا۔ ہر پیغمبر کو حق تعالیٰ نے اوقات و احوال کے مناسب معجزات دیے ہیں۔ لازم نہیں کہ ہر نبی ایک ہی معجزہ دکھلائے تو سچا ثابت ہو۔

قَدْ جَاءَكُمْ رَسُولٌ مِّن قَبْلِي بِالْبَيِّنَاتِ وَ بِالذِّكْرِ

تم میں آچکے کتنے رسول
مجھ سے پہلے
نشانیوں لے کر
اور یہ بھی

قُلْتُمْ فَلِمَ قَتَلْتُمُوهُمْ إِن كُنْتُمْ صَادِقِينَ ﴿۱۸۳﴾

جو تم نے کہا
پھر ان کو کیوں قتل کیا تم نے
اگر تم سچے ہو

فَإِن كَذَّبُوكَ فَقَدْ كَذَّبَ رَسُولٌ مِّن قَبْلِكَ جَاءُوا

پھر اگر یہ تجھ کو جھٹلاویں
تو پہلے تجھ سے جھٹلائے گئے بہت رسول
جولائے

بِالْبَيِّنَاتِ وَالزُّبُرِ وَالْكِتَابِ الْمُنِيرِ ﴿۱۸۴﴾ كُلُّ نَفْسٍ

نشانیوں
اور صحیفے
اور کتاب روشن
ہر جی کو

ذَائِقَةُ الْمَوْتِ ۗ وَإِنَّمَا تُوَفَّوْنَ أَجُورَكُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ

چکھنے ہے موت
اور تم کو پورے بدلے ملیں گے
قیامت کے دن

فَمَن زُحِرَ عَنِ النَّارِ وَأُدْخِلَ الْجَنَّةَ فَقَدْ فَازَ ۗ

پھر جو کوئی دور کیا گیا
دوزخ سے
اور داخل کیا گیا جنت میں
اس کا کام تو بن گیا

وَمَا الْحَيَاةُ الدُّنْيَا إِلَّا مَتَاعُ الْغُرُورِ ﴿۱۸۵﴾ لَتُبْلَوْنَ

اور نہیں زندگانی دنیا کی
مگر پونجی دھوکے کی
البتہ تمہاری آزمائش ہوگی

فِي أَمْوَالِكُمْ وَأَنفُسِكُمْ تَلَوْنَ وَلَتَسْمَعَنَّ مِنَ الَّذِينَ

مالوں میں
اور جانوں میں
اور البتہ سنو گے تم

أُوتُوا الْكِتَابَ مِمَّن قَبْلِكُمْ وَمِنَ الَّذِينَ أَشْرَكُوا

اگلی کتاب والوں سے
اور مشرکوں سے

یعنی اگر واقعی اپنے دعوے میں سچے ہو اور اسی خاص معجزہ کے دکھلانے پر تمہارا ایمان لانا موقوف ہے تو پہلے ایسے نبیوں کو تم نے کیوں قتل کیا جو اپنی صداقت کی کھلی نشانیوں کے ساتھ خاص یہ معجزہ بھی لیکر آئے تھے۔ تمہارے اسلاف کا یہ فعل جس پر تم بھی آج تک راضی ہو، کیا اس کی دلیل نہیں کہ یہ سب تمہاری حیلہ سازی اور ہٹ دھرمی ہے کہ کوئی پیغمبر جب تک خاص یہ ہی معجزہ نہ دکھلائے گا ہم نہ مانیں گے۔

آنحضرت ﷺ کو تسلی | آپ کو تسلی دی جاتی ہے کہ ان ملعونوں کی کج بخشی اور ہٹ دھرمی سے ملول و دلگیر نہ ہوں اور نہ دوسرے مکذبین کی پروا کریں۔ آپ سے پہلے کتنے رسول جھٹلائے جا چکے ہیں جو صاف نشانیاں (معجزات) چھوٹے صحیفے اور بڑی روشن کتابیں لیکر آئے تھے۔ انبیائے صادقین کی مکذیب معاندین کی قدیم عادت رہی ہے۔ آپ کو کچھ انوکھی بات پیش نہیں آئی۔

یعنی موت کا مزہ سب کو چکھنا ہے، اس کے بعد قیامت کے دن ہر جھوٹے سچے اور مصدق و مکذب کو اپنے اپنے کئے کا پورا بدلہ مل رہے گا ”پورے کا یہ مطلب کہ کچھ تھوڑا سا ممکن ہے قیامت سے پہلے ہی مل جائے مثلاً دنیا میں یا قبر میں۔“

دنیا کی ٹیپ ٹاپ دھوکا ہے | یعنی دنیا کی عارضی بہار اور ظاہری ٹیپ ٹاپ بہت دھوکا ہے جس نے والی چیز ہے جس پر مفتون ہو کر اکثر بے وقوف آخرت سے غافل ہو جاتے ہیں۔ حالانکہ انسان کی اصلی کامیابی یہ ہے کہ یہاں رہ کر انجام کو سوچے اور وہ کام کرے جو عذاب الہی سے بچانے والا اور جنت تک پہنچانے والا ہو۔ (تنبیہ) آیت میں ان بعض متصوفین کا بھی رد ہو گیا جو دعوے کیا کرتے ہیں کہ ہمیں نہ جنت کی طلب، نہ دوزخ کا ڈر۔ معلوم ہوا کہ دوزخ سے دور رہنا اور جنت میں داخل ہو جانا ہی اصل کامیابی ہے۔ کوئی اعلیٰ ترین کامیابی جنت سے باہر رہ کر نصیب نہیں ہو سکتی۔ وفی الحدیث وَحَوْلَهَا نُذُنْدُنْ اَللّٰهُ تَعَالٰی اِسْمَہُ فَضْلٌ وَرَحْمَةٌ سَہْمٌ كَوْكَبٌ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّبِعُوْا اِلٰهًا اٰخَرَ سِوٰىہٗٓ اِنَّہٗٓ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ سُبْحٰنَہٗٓ عَمَّا يُشْرِكُوْنَ

أَذَى كَثِيرًا ۖ وَإِنْ تَصَبَّرُوا وَتَتَّقُوا فَإِنَّ ذَلِكَ

بدگونی بہت اور اگر تم صبر کرو اور پرہیزگاری کرو تو یہ

مِنْ عَزْمِ الْأُمُورِ ۝ (۱۸۶) وَإِذْ أَخَذَ اللَّهُ مِيثَاقَ

ہمت کے کام ہیں اور جب اللہ نے عہد لیا

الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ لَتُبَيِّنُنَّهُ لِلنَّاسِ وَلَا

کتاب والوں سے کہ اس کو بیان کرو گے لوگوں سے اور نہ

تَكْتُمُونَهُ ۚ فَبَدَّلُوهُ وَرَاءَ ظُهُورِهِمْ وَاشْتَرَوْا بِهِ

چھپاؤ گے پھر پھینک دیا انہوں نے وہ عہد اپنی پیٹھ کے پیچھے اور خرید کیا اس کے بدلے

ثَمَنًا قَلِيلًا ۖ فَبِئْسَ مَا يَشْتَرُونَ ۝ (۱۸۷) لَا تَحْسَبَنَّ

تھوڑا سا مول سو کیا ہے جو خریدتے ہیں تو نہ سمجھ

الَّذِينَ يَفْرَحُونَ بِمَا آتَوْا وَيُحِبُّونَ أَنْ يُحْمَدُوا

کہ جو لوگ خوش ہوتے ہیں اپنے کئے پر اور تعریف چاہتے ہیں

بِمَا لَمْ يَفْعَلُوا فَلَا تَحْسَبْنَهُمْ بِمَفَازَةٍ مِنَ الْعَذَابِ ۚ

بن کئے پر سو مت سمجھ ان کو کہ چھوٹ گئے عذاب سے

وَلَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ ۝ (۱۸۸) وَإِلَىٰ مُلْكِ السَّمَاوَاتِ وَ

اور ان کے لیے عذاب ہے دردناک اور اللہ ہی کے لیے ہے سلطنت آسمان اور

الْأَرْضِ ۖ وَاللَّهُ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ۝ (۱۸۹) إِنَّ فِي

زمین کی اور اللہ ہر چیز پر قادر ہے بیشک آسمان

♦ **جان و مال سے مسلمانوں کی آزمائش** | یہ خطاب مسلمانوں کو ہے کہ آئندہ بھی جان و مال میں تمہاری آزمائش ہوگی اور ہر قسم کی قربانیاں کرنی پڑیں گی قتل کیا جانا زخمی ہونا، قید و بند کی تکلیف اٹھانا، بیمار پڑنا، اموال کا تلف ہونا، اقارب کا چھوٹنا، اس طرح کی سختیاں پیش آئیں گی، نیز اہل کتاب اور مشرکین کی زبانوں سے بہت جگر خراش اور دلازار باتیں سننا پڑیں گی ان سب کا علاج صبر و تقویٰ ہے۔ اگر صبر و استقلال اور پرہیزگاری سے ان سختیوں کا مقابلہ کرو گے تو یہ بڑی ہمت اور اولوالعزمی کا کام ہوگا جس کی تاکید حق تعالیٰ نے فرمائی ہے۔ (تنبیہ) بخاری کی ایک حدیث سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ آیت بدر سے پہلے نازل ہوئی، قتال کا حکم اس کے بعد ہوا، تاہم صبر و تقویٰ کا حکم شریعت قتال کے باوجود بھی فی الجملہ باقی ہے جس پر اخیر تک عمل ہوتا رہا ہے۔ ہاں صبر و عفو اور تغلیظ و تشدید کے مواقع کا پہچانا ضروری ہے جو نصوص شرعیہ سے معلوم ہو سکتے ہیں۔ اس آیت کو یہاں رکھنے سے شاید یہ غرض ہے کہ تم ان کفار و منافقین کی گستاخیوں اور شرارتوں پر حد سے زیادہ طیش مت کھاؤ۔ ابھی بہت کچھ سننا پڑے گا۔ تکلیفیں اٹھانی پڑیں گی۔ صبر و استقلال سے ان کا مقابلہ کرنے کے لئے تیار رہو۔ نیز دنیا کی زندگی میں پڑ کر جو محض دھوکہ کی ٹٹی ہے اس بات سے غافل نہ ہونا کہ خدا تعالیٰ جان اور مال دونوں میں تمہاری آزمائش کرنے والا ہے۔

♦ **اہل کتاب نے اللہ کا عہد توڑا ہے** | یعنی علمائے اہل کتاب سے عہد لیا گیا تھا کہ جو احکام و بشارات کتاب اللہ میں ہیں انہیں صاف صاف لوگوں کے سامنے بیان کریں گے اور کوئی بات نہیں چھپائیں گے نہ ہیر پھیر کر کے انکے معنی بدلیں گے۔ مگر انہوں نے ذرہ برابر پروانہ کی اور دنیا کے تھوڑے سے نفع کی خاطر سب عہد و پیمان توڑ کر احکام شریعت بدل ڈالے، آیات اللہ میں لفظی و معنوی تحریفات کیں جس چیز کا ظاہر کرنا سب سے زیادہ ضروری تھا یعنی پیغمبر آخر الزماں کی بشارت، اسی کو سب سے زیادہ چھپایا، جس قدر مال خرچ کرنے میں بخل کرتے اُس سے بڑھ کر علم خرچ کرنے میں کجوسی دکھائی۔ اور اس کجوسی کا منشاء بھی مال و جاہ اور متاع دنیا کی محبت کے سوا کچھ نہ تھا، یہاں ضمناً مسلمان اہل علم کو متنبہ فرمادیا کہ تم دنیا کی محبت میں پھنس کر ایسا نہ کرنا۔

♦ **یہود مسئلے غلط بتاتے، رشوتیں کھاتے اور پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کی صفات و بشارات جان بوجھ کر چھپاتے تھے پھر خوش ہوتے کہ ہماری چالاکیوں کو کوئی پکڑ نہیں سکتا اور امید رکھتے کہ لوگ ہماری تعریف کریں کہ بڑے عالم اور دیندار حق پرست ہیں۔ دوسری طرف منافقین کا حال بھی اُن کے مشابہ تھا۔ جب جہاد کا موقع آتا گھر میں چھپ کر بیٹھ رہتے اور اپنی حرکت پر خوش ہوتے کہ دیکھو کیسے جان بچائی۔ جب حضور جہاد سے واپس تشریف لاتے تو غیر حاضری کے جھوٹے عذر پیش کر کے چاہتے کہ آپ سے اپنی تعریف کرائیں، ان سب کو ہتلا دیا گیا کہ یہ باتیں دنیا و آخرت میں خدا کے عذاب سے چھڑانہیں سکتیں۔ اول تو ایسے لوگ دنیا ہی میں فضیحت ہوتے ہیں اور کسی وجہ سے یہاں بچ گئے تو وہاں کسی تدبیر سے نہیں چھوٹ سکتے۔ تنبیہ آیت میں گونڈ کرہ یہود یا منافقین کا ہے لیکن مسلمانوں کو بھی سنانا ہے کہ برا کام کر کے خوش نہ ہوں بھلا کر کے اترائیں نہیں اور جو اچھا کام کیا نہیں اس پر تعریف کے امیدوار نہ رہیں بلکہ کرنے کے بعد بھی مدح سرائی کی ہوس نہ رکھیں۔**

♦ **جب آسمان و زمین میں اسی کی سلطنت ہے تو مجرم بھاگ کر پناہ کہاں لے سکتا ہے اور جو ہر چیز پر قادر ہے اُس کے نفوذ و اختیار سے کون باہر ہو سکتا ہے۔**

خَلَقَ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ وَاخْتَلَفِ اللَّيْلِ وَالنَّهَارِ

اور زمین کا بنانا

اور رات اور دن کا آنا جانا

لَايَةٍ لِأُولِي الْأَلْبَابِ ﴿١٩﴾ الَّذِينَ يَذْكُرُونَ

اس میں نشانیاں ہیں

عقل والوں کو

وہ جو یاد کرتے ہیں

اللَّهُ قِيمًا وَقُعُودًا وَعَلَىٰ جُنُوبِهِمْ وَيَتَفَكَّرُونَ

اللہ کو

اور بیٹھے

اور کھڑے پر لینی

اور فکر کرتے ہیں

فِي خَلْقِ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ

آسمان اور زمین کی پیدائش میں

کہتے ہیں اے رب ہمارے تو نے

هَذَا بَاطِلًا سُبْحَانَكَ فَقِنَا عَذَابَ النَّارِ ﴿٢٠﴾

یہ عبث نہیں بنایا

تو پاک ہے سب سے

سو ہم کو بچا دوزخ کے عذاب سے

رَبَّنَا إِنَّكَ مَنْ تَدْخِلُ النَّارَ فَقَدْ أَخْرَجْتَهُ وَمَا

اے رب ہمارے

جس کو تو نے دوزخ میں ڈالا

سو اس کو رسوا کر دیا

اور نہیں

لِلظَّالِمِينَ مِنْ أَنْصَارٍ ﴿٢١﴾ رَبَّنَا إِنَّنا سَمِعْنَا مُنَادِيًا

کوئی گنہگاروں کا مددگار

اے رب ہمارے

ہم نے سنا کہ ایک پکارنے والا

يُنَادِي لِلْإِيمَانِ أَنْ آمِنُوا بِرَبِّكُمْ فَآمَنَّا رَبَّنَا

پکارتا ہے ایمان لانے کو

کہ ایمان لاؤ اپنے رب پر

سو ہم ایمان لے آئے

اے رب ہمارے

فَاغْفِرْ لَنَا ذُنُوبَنَا وَكَفِّرْ عَنَّا سَيِّئَاتِنَا وَتَوَفَّنَا

اب بخش دے گناہ ہمارے

اور دور کر دے ہم سے برائیاں ہماری

اور موت دے ہم کو

◆ اہل عقل کیلئے آسمان و زمین میں نشانیاں | یعنی عقلمند آدمی جب آسمان و زمین کی پیدائش اور انکے عجیب و غریب احوال و روابط اور دن رات کے مضبوط و محکم نظام میں غور کرتا ہے تو اسکو یقین کرنا پڑتا ہے کہ یہ سارا مرتب و منظم سلسلہ ضرور کسی ایک مختار کل اور قادر مطلق فرمانروا کے ہاتھ میں ہے جس نے اپنی عظیم قدرت و اختیار سے ہر چھوٹی بڑی مخلوق کی حد بندی کر رکھی ہے۔ کسی چیز کی مجال نہیں کہ اپنے محدود وجود اور دائرہ عمل سے باہر قدم نکال سکے۔ اگر اس عظیم الشان مشین کا ایک پرزہ یا اس کارخانہ کا ایک مزدور بھی مالک علی الاطلاق کی قدرت و اختیار سے باہر ہوتا تو مجموعہ عالم کا یہ مکمل و محکم نظام ہرگز قائم نہ رہ سکتا۔

◆ یعنی کسی حال خدا سے غافل نہیں ہوتے۔ اُس کی یاد ہمہ وقت انکے دل میں اور زبان پر جاری رہتی ہے جیسے حدیث میں رسول اللہ ﷺ کی نسبت عائشہ صدیقہؓ نے فرمایا كَانَ يَذْكُرُ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ اَحْيَانٍ نماز بھی خدا کی بہت بڑی یاد ہے، اسی لئے آپؐ نے فرمایا کہ جو کھڑا ہو کر نہ پڑھ سکے بیٹھ کر اور جو بیٹھ نہ سکے لیٹ کر پڑھ لے۔ بعض روایات میں ہے کہ جس رات میں یہ آیات نازل ہوئیں نبی کریم ﷺ کھڑے، بیٹھے، لیٹے، ہر حالت میں اللہ کو یاد کر کے روتے رہے۔

◆ مخلوقات میں غور و فکر | یعنی ذکر و فکر کے بعد کہتے ہیں کہ خداوند! یہ عظیم الشان کارخانہ آپ نے بیکار پیدا نہیں کیا جس کا کوئی مقصد نہ ہو یقیناً ان عجیب و غریب حکیمانہ انتظامات کا سلسلہ کسی عظیم و جلیل نتیجہ پر منتهی ہونا چاہئے۔ گویا یہاں سے ان کا ذہن تصور آخرت کی طرف منتقل ہو گیا جو فی الحقیقت دنیا کی موجودہ زندگی کا آخری نتیجہ ہے اسی لئے آگے دوزخ کے عذاب سے محفوظ رہنے کی دعا کی، اور درمیان میں خدا تعالیٰ کی تسبیح و تہنئہ بیان کر کے اشارہ کر دیا کہ جو احمق قدرت کے ایسے صاف و صریح نشان دیکھتے ہوئے تجھ کو نہ پہچانیں یا تیری شان کو گھٹائیں یا کارخانہ عالم کو محض لعبت و لعب سمجھیں، تیری بارگاہ ان سب کی ہزلیات و خرافات سے پاک ہے۔ اس آیت سے معلوم ہوا کہ آسمان و زمین اور دیگر مصنوعات الہیہ میں غور و فکر کرنا وہ ہی محمود ہو سکتا ہے جس کا نتیجہ خدا کی یاد اور آخرت کی طرف توجہ ہو، باقی جو مادہ پرست ان مصنوعات کے تاروں میں الجھ کر رہ جائیں اور صنایع کی صحیح معرفت تک نہ پہنچ سکیں، خواہ دنیا انہیں بڑا محقق اور سائنسدان کہا کرے، مگر قرآن کی زبان میں وہ اولوالالباب نہیں ہو سکتے، بلکہ پرلے درجہ کے جاہل و احمق ہیں۔

◆ جو شخص جتنی دیر دوزخ میں رہے گا اسی قدر رسوائی سمجھو۔ اس قاعدہ سے دائمی رسوائی صرف کفار کے لئے ہے۔ جن آیات میں عامہ مومنین سے خزی (رسوائی) کی نفی کی گئی ہے وہاں یہی معنی سمجھنے چاہئیں۔

◆ یعنی جس کو خدا دوزخ میں ڈالنا چاہے، کوئی حمایت کر کے بچا نہیں سکتا۔ ہاں جن کو ابتداء میں یا آخر میں چھوڑنا اور معاف کر دینا ہی منظور ہوگا (جیسے عصاة مومنین) انکے لئے شفاعت کو اجازت دی جائے گی کہ سفارش کر کے بخشوائیں۔ وہ اس کے مخالف نہیں، بلکہ آیات و احادیث صحیحہ سے ثابت ہے۔

◆ یعنی نبی کریم ﷺ جنہوں نے بڑی اونچی آواز سے دنیا کو پکارا۔ یا قرآن کریم جسکی آواز گھر گھر میں پہنچ گئی۔

◆ مومنین کی ایک جامع دعاء | پہلے ایمان عقلی کا ذکر تھا، یہ ایمان سمعی ہوا جس میں ایمان بالرسول اور ایمان بالقرآن بھی درج ہو گیا۔

مَعَ الْأَبْرَارِ ﴿۱۹۳﴾ رَبَّنَا وَإِنَّا مَا وَعَدْتَنَا عَلَىٰ رُسُلِكَ

نیک لوگوں کے ساتھ ﴿۱۹۳﴾ اے رب ہمارے اور دے ہم کو جو وعدہ کیا تو نے ہم سے اپنے رسولوں کے واسطے سے

وَلَا تَخْزِنَا يَوْمَ الْقِيَامَةِ إِنَّكَ لَا تُخْلِفُ الْمِيعَادَ ﴿۱۹۴﴾

اور سزا نہ کر ہم کو قیامت کے دن ﴿۱۹۴﴾ بیشک تو وعدہ کے خلاف نہیں کرتا

فَاسْتَجَابَ لَهُمْ رَبُّهُمْ أَنِّي لَا أُضِيعُ عَمَلَ

پھر قبول کی ان کی دعا ان کے رب نے کہ میں ضائع نہیں کرتا محنت کسی

عَامِلٍ مِّنْكُمْ مِّمَّنْ ذَكَرَ أَوْ أُنتِي، بَعْضُكُمْ مِّنْ

محنت کرنے والے کی تم میں سے مرد ہو یا عورت تم آپس میں

بَعْضٍ، فَالَّذِينَ هَاجَرُوا وَأُخْرِجُوا مِنْ دِيَارِهِمْ

ایک ہو ﴿۱۹۵﴾ پھر وہ لوگ کہ ہجرت کی انہوں نے اور نکالے گئے اپنے گھروں سے

وَأُذُوا فِي سَبِيلِي وَقُتِلُوا وَقُتِلُوا لَا كُفْرَانَ

اور ستائے گئے میری راہ میں اور لڑے اور مارے گئے البتہ ذور کرونگا

عَنْهُمْ سَيِّئَاتِهِمْ وَلَا دُخْلَنَّهُمْ جَنَّتِ تَجْرِي مِنْ

میں ان سے برائیاں ان کی اور داخل کرونگا ان کو باغوں میں جن کے نیچے

تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ ثَوَابًا مِّنْ عِنْدِ اللَّهِ وَاللَّهُ عِنْدَهُ

بہتی ہیں نہریں ﴿۱۹۶﴾ یہ بدلہ ہے اللہ کے ہاں سے اور اللہ کے ہاں ہے

حُسْنُ الثَّوَابِ ﴿۱۹۷﴾ لَا يَغْرَنُكَ تَقَلُّبُ الَّذِينَ

اچھا بدلہ ﴿۱۹۷﴾ تجھ کو دوھوکانہ دے چلنا پھرتا

یعنی ہمارے بڑے گناہ بخش دے، اور چھوٹی موٹی برائیوں پر پردہ ڈال دے اور جب اٹھانا ہو نیک بندوں کے زمرہ میں شامل کر کے دنیا سے اٹھالے۔

یعنی پیغمبروں کی زبانی انکی تصدیق کرنے پر جو وعدے آپ نے کئے ہیں (مثلاً دنیا میں آخر کار اعداء اللہ پر غالب و منصور کرنا اور آخرت میں جنت و رضوان سے سرفراز فرمانا) ان سے ہم کو اس طرح بہرہ اندوز کیجئے کہ قیامت کے دن ہماری کسی قسم کی ادنیٰ سے ادنیٰ رسوائی بھی نہ ہو۔

یعنی آپ کے ہاں تو وعدہ خلافی کا احتمال نہیں، ہم میں احتمال ہے کہ مبادا ایسی غلطی نہ کر بیٹھیں جو آپ کے وعدوں سے مستفید نہ ہو سکیں۔ اس لئے درخواست ہے کہ ہم کو ان اعمال پر مستقیم رہنے کی توفیق دیجئے جنکی آپ کے وعدوں سے متمتع ہونے کے لئے ضرورت ہے۔

کسی کا عمل ضائع نہیں ہوتا یعنی مرد ہو یا عورت ہمارے ہاں کسی کی محنت ضائع نہیں جاتی۔

جو کام کرے گا اس کا پھل پائے گا، یہاں عمل شرط ہے۔ نیک عمل کر کے ایک عورت بھی اپنی استعداد کے موافق آخرت کے وہ درجات حاصل کر سکتی ہے جو مرد حاصل کر سکتے ہیں۔ جب تم مرد و عورت ایک نوع انسانی کے افراد ہو، ایک آدم سے پیدا ہوئے ہو، ایک رشتہ اسلامی میں منسلک ہو، ایک اجتماعی زندگی اور امور معاشرت میں شریک رہتے ہو تو اعمال اور انکے ثمرات میں بھی اپنے کو ایک ہی سمجھو۔ روایات میں ہے کہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا تھا یا رسول اللہ ﷺ! قرآن میں کہیں ہم عورتوں کی ہجرت وغیرہ اعمال حسنہ کا بالخصوص ذکر نہیں آتا اس کا جواب اس آیت میں دیا گیا۔

یعنی جب کسی عمل کرنے والے کا چھوٹا موٹا عمل بھی ضائع نہیں ہوتا، پھر ان مردان خدا کا تو پوچھنا ہی کیا ہے جنہوں نے کفر و عصیان چھوڑنے کے ساتھ دارالکفر بھی چھوڑ دیا۔ وطن خویش واقارب، اہل و عیال اور مال و منال سب کو خیر باد کہہ کر دارالاسلام کی طرف نکل کھڑے ہوئے۔ کفار نے ان پر وہ ظلم و ستم توڑے کہ گھروں میں ٹھہرنا محال ہو گیا۔ وطن چھوڑنے اور گھربار ترک کرنے پر بھی دشمنوں نے چین نہ لینے دیا۔ طرح طرح کی ایذائیں پہنچاتے رہے اور یہ سب کچھ اس لئے ہوا کہ وہ میرا نام لیتے تھے اور میرا کلمہ پڑھتے تھے یخسر جنون الرسول وایاکم أن تؤمنوا باللہ ربکم (الممتحنہ رکوع ۱) وَمَا نَقَمُوا مِنْهُمْ إِلَّا أَنْ يُؤْمِنُوا بِاللَّهِ الْعَزِيزِ الْحَمِيدِ (بروج رکوع ۱) آخر وہ میرے راستے میں لڑے اور لڑ کر جان دے دی۔ یہ بندے ہیں جن کی تمام تفصیرات معاف کر دی گئیں اور جنت انکا انتظار کر رہی ہے۔

یعنی اچھا بدلہ تو خدا ہی کے پاس ہے اور کہیں سے نہیں مل سکتا۔ یا یہ مطلب ہو کہ اس بدلہ سے بھی اچھا بدلہ خدا کے پاس ہے یعنی اس کا دیدار مبارک۔ رَزَقْنَا اللَّهُ وَمَسَابِرَ الْمُؤْمِنِينَ۔

كَفَرُوا فِي الْبِلَادِ ۝۱۹۶ مَتَاءً قَلِيلٌ ۝۱۹۷ ثُمَّ مَا أُولَهُمْ

کافروں کا شہروں میں یہ فائدہ ہے تھوڑا سا پھر ان کا ٹھکانا

جَهَنَّمَ ۝۱۹۸ وَبِئْسَ الْمِهَادُ ۝۱۹۹ لَكِنَّ الَّذِينَ اتَّقَوْا رَبَّهُمْ

دوزخ ہے اور وہ بہت بُرا ٹھکانا ہے لیکن جو لوگ ڈرتے رہے اپنے رب سے

لَهُمْ جَنَّاتٌ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ

ان کے لیے باغ ہیں جن کے نیچے بہتی ہیں نہریں ہمیشہ رہیں گے

فِيهَا نُزُلًا مِّنْ عِنْدِ اللَّهِ ۝۲۰۰ وَمَا عِنْدَ اللَّهِ خَيْرٌ

ان میں مہمانی ہے اللہ کے ہاں سے اور جو اللہ کے ہاں ہے سو بہتر ہے

لِلْأَبْرَارِ ۝۲۰۱ وَإِنَّ مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ لَمَنْ يُؤْمِنُ بِاللَّهِ

نیک بختوں کے واسطے اور کتاب والوں میں بعضے وہ بھی ہیں جو ایمان لاتے ہیں اللہ پر

وَمَا أُنزِلَ إِلَيْكُمْ وَمَا أُنزِلَ إِلَيْهِمْ خَشَعِينَ لِلَّهِ

اور جو اتر تمہاری طرف اور جو اتر ان کی طرف عاجزی کرتے ہیں اللہ کے آگے

لَا يَشْتَرُونَ بِآيَاتِ اللَّهِ ثَمَنًا قَلِيلًا ۝۲۰۲ أُولَٰئِكَ لَهُمْ

نہیں خریدتے اللہ کی آیتوں پر مول تھوڑا یہی ہیں جن کے لیے

أَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ ۝۲۰۳ إِنَّ اللَّهَ سَرِيعُ الْحِسَابِ ۝۲۰۴

مزدوری ہے ان کے رب کے ہاں بے شک اللہ جلد لیتا ہے حساب

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اصْبِرُوا وَصَابِرُوا وَرَابِطُوا ۝۲۰۵

اے ایمان والو صبر کرو اور مقابلہ میں مضبوط رہو اور لگے رہو

❖ کفار کی موجودہ حالت سے دھوکا نہ کھاؤ | یعنی کفار جو ادھر ادھر تجارت وغیرہ کر کے دولت کماتے اور اکڑتے پھرتے ہیں، مسلمان کو چاہئے کہ ان سے دھوکہ نہ کھائے، یہ محض چند روز کی بہار ہے۔ اگر ایک شخص کو چار دن پلاؤ، قورمے، کھلانے کے بعد پھانسی یا جس دوام کی سزا دی جائے تو وہ کیا خوش عیش ہوا، خوش عیش وہ ہے جو تھوڑی سی محنت اور تکلیف اٹھا کر ہمیشہ کے لئے اعلیٰ درجہ کی راحت و آسائش کا سامان مہیا کر لے۔

❖ اب اس عیش و کامیابی کا اس چند روزہ بہار سے مقابلہ کرو کہ یہ بہتر ہے یا وہ؟

❖ مہمان اس لئے کہ کہا مہمان کو اپنے کھانے پینے کی کچھ فکر کرنی نہیں پڑتی۔ عزت اور آرام سے بیٹھے بٹھائے ہر چیز تیار ملتی ہے۔

❖ اہل کتاب کے متقین کا تذکرہ | اوپر عام متقین کا حال بیان ہوا تھا۔ اب اہل کتاب میں جو متقی ہوں ان کا خصوصیت سے ذکر فرماتے ہیں۔ یعنی اہل کتاب اللہ پر ٹھیک ٹھیک ایمان لائے، قرآن کو مانا اور چونکہ خود قرآن تو رات و انجیل کی تصدیق کرتا ہے ان کو بھی مانا، مگر اس طرح نہیں، جیسے دنیا پرست احبار مانتے تھے کہ تھوڑے سے دنیوی فائدہ کی خاطر آیات الہی کو چھپا لیا یا بدل ڈالا، بلکہ خدا کے آگے عاجزی اور اخلاص سے گرے اور جس طرح اُس نے کتابیں اتاری تھیں ٹھیک اسی اصل رنگ میں ان کو تسلیم کیا۔ نہ بشارات کو چھپایا، نہ احکام کو بدلا۔ ایسے پاکباز حق پرست اہل کتاب کے لئے اللہ کے ہاں مخصوص اجر ہے۔ چنانچہ قرآن و حدیث کی تصریحات سے ثابت ہے کہ ایسے اہل کتاب کو دوہرا اجر ملے گا۔

❖ یعنی حساب کا دن کچھ دور نہیں، جلد آئیوالا ہے اور جب حساب شروع ہوگا تمام دنیا کا پائی پائی حساب بہت جلد بے باق کر دیا جائے گا۔

وَاتَّقُوا اللَّهَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ ﴿۴۰﴾

اور ڈرتے رہو اللہ سے تاکہ تم اپنی مراد کو پہنچو

آیاتھا ۴۰ (۴) سُورَةُ النَّسَاءِ مَدِينَةُ (۹۲) رُكُوعَاتُهَا ۴

مدینہ میں نازل ہوئی اور اس میں ایک سو چھتر آیتیں اور چوبیس رکوع ہیں

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بے حد مہربان نہایت رحم والا ہے

يَا أَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوا رَبَّ الَّذِي خَلَقَكُمْ مِنْ

اے لوگو ڈرتے رہو اپنے رب سے جس نے پیدا کیا تم کو

نَفْسٍ وَاحِدَةٍ وَخَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَبَثَّ مِنْهُمَا

ایک جان سے اور اسی سے پیدا کیا اس کا جوڑا اور پھیلائے ان دونوں سے

رِجَالًا كَثِيرًا وَنِسَاءً ۚ وَاتَّقُوا اللَّهَ الَّذِي تَسَاءَلُونَ

بہت مرد اور عورتیں اور ڈرتے رہو اس سے جس کے واسطے سے سوال کرتے ہو آپس میں

بِهِ وَالْأَرْحَامَ ۚ إِنَّ اللَّهَ كَانَ عَلَيْكُمْ رَقِيبًا ﴿۱﴾

اور خیر دار ہو قرابت والوں سے بے شک اللہ تم پر نگہبان ہے

وَاتُوا الْيَتَامَىٰ أَمْوَالَهُمْ وَلَا تَبْدَلُوهَا الْخَبِيثَٰتِ

اور دے ڈالو یتیموں کو ان کا مال اور بدل نہ لو برے مال کو

بِالطَّيِّبِ ۚ وَلَا تَأْكُلُوْا أَمْوَالَهُمْ إِلَىٰ أَمْوَالِكُمْ ۗ

انچھے مال سے اور نہ کھاؤ ان کے مال اپنے مالوں کے ساتھ

❖ **مسلمانوں کو ایک جامع نصیحت** خاتمہ پر مسلمانوں کو ایک نہایت جامع و نافع نصیحت فرمادی، جو گویا ساری سورت کا حاصل ہے یعنی اگر کامیاب ہونا اور دنیا آخرت میں مراد کو پہنچانا چاہتے ہو تو سختی اٹھا کر بھی طاعت پر جمے ہو، معصیت سے بوجھن کے مقابلہ میں مضبوطی پر ثابت قدمی رکھاؤ اور اللہ کے فضل سے لگے رہو، جہاں سے کون کے حملہ آور ہونے کا خطرہ ہو وہاں اپنی دیوار کی طرح سینہ سپر ہو کر نہ جھکو، **وَأَعْتُوا اللَّهَ مَا اسْتَطَعْتُمْ مِنْ قُوَّةٍ وَمِنْ رِبَاطِ الْخَيْلِ تُرْهَبُونَ بِهِ** **عَذُوَ اللَّهُ وَعَذُوَكُمْ (انفال کی آیت ۸۴)** اور ہر وقت ہر کام میں خدا سے ڈرتے رہو۔ یہ کر لیا تو جھوکے مراد کو پہنچ گئے۔ **اللَّهُمَّ اجْعَلْنَا مَقْلَبِينَ وَفَائِزِينَ بِفَضْلِكَ** **وَرَحْمَتِكَ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ آمِينَ**۔ حدیث میں ہے کہ نبی کریم ﷺ تہجد کے لئے اٹھتے تو آسمان کی طرف نظر اٹھا کر یہیں آیتیں **إِنَّ فِي خَلْقِ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ** سے ختم سورۃ تک تلاوت کرتے تھے تم سورۃ آل عمران بسمہ و حسن توفیقہ **فَلِلَّهِ الْحَمْدُ وَالْمِنَّةُ وَعَلَى رَسُولِهِ الْفِ الْفِ** سلام و توحید اے انسانو! تم ایک جان سے پیدا کئے گئے ہو

❖ یعنی حضرت آدم علیہ السلام سے اول تو حضرت حوا وان کی بائیں پسلی سے نکلا، پھر ان دونوں سے تمام مرد اور عورتوں کو پیدا کیا، اور دنیا میں پھیلا یا تو حقیقت میں تمام آدمی ایک جان اور ایک شخص سے اللہ تعالیٰ نے پیدا کئے، مطلب یہ ہے کہ جب تم سب کو عدم سے وجود میں لایا اور پھر تم کو باقی اور قائم رکھنے والا وہی ہے تو اس سے ڈرنا اور اس کی فرمانبرداری ضروری بات ہے، اس سے اشارہ ہو گیا دو مضمونوں کی طرف، اول یہ کہ اللہ تعالیٰ تم سب کا خالق اور موجد ہے، دوسرے یہ کہ تمام آدمیوں کیلئے سبب وجود کہ جس سے اللہ تعالیٰ نے سب کو پیدا فرمایا، ایک ہی جان یعنی ابوالبشر آدم علیہ السلام ہے۔ جس سے معلوم ہو گیا کہ ہمارا اصلی تعلق تو اللہ سے ہے کیونکہ علت تامہ اور اسکے معلول میں جس قدر تعلق اور قرب اور علاقہ احتیاج ہوتا ہے وہ کسی میں ممکن نہیں ساکے بعد وہ تعلق اور قرب ہے جو افراد انسانی میں باہم پایا جاتا ہے کیونکہ ان کا سبب وجود اور مخلوق منہ بالکل شے واحد ہے جس سے معلوم ہو گیا کہ اول تو ہمارے مذمہ پر خدا تعالیٰ کی اطاعت لازم ہونی چاہئے کہ وہ ہمارا خالق ہے اس کے بعد تمام مخلوقات میں خاص اپنے بنی نوع کی رعایت اور ان کے ساتھ حسن سلوک کرنا ہم پر ضروری ہونا چاہئے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ہم سب کے لئے مخلوق منہ اور سبب وجود ایک چیز کو مقرر فرمایا تو جو قرب اور جوارح اور افراد انسانی میں باہم موجود ہے وہ کسی دوسری چیز کے ساتھ حاصل نہیں۔ اسی وجہ سے شرعاً اور عقلاً آدمیوں میں باہم حسن سلوک ایسا ضروری اور بد سلوکی اس قدر مذموم ہے جو اوروں کے ساتھ نہیں جس کی تفصیل نصوص اور احکام شرعیہ میں برابر موجود ہے۔ شیخ علیہ الرحمۃ نے اسی مضمون کو بیان کیا ہے۔ قطعہ **بِئْسَ مَا مَشَاةٌ يَكْفُرُونَ** کہ درآفرینش زیک جو ہر اند چو عضوے بدرآورد در روزگار۔

❖ **رشتہ داروں کے حقوق** خالق اور رب یعنی موجد اور متقی ہونے کے علاوہ اللہ سے ڈرنے اور اس کی اطاعت کے ذریعہ جو آپ کی ایک یہ بھی ہے کہ تم اس کا واسطہ بن کر آپس میں ایک دوسرے سے اپنے حقوق اور فرائض طلب کرتے ہو اور آپ میں اس کی قسمیں دیتے ہو اور ان پر اطمینان حاصل کرتے کرتے ہو یعنی اپنے باہمی معاملات اور حاجات عارضہ میں بھی اسی کا ذریعہ پکڑتے ہو۔ مطلب یہ ہوا کہ وجود اور بقا ہی میں احتیاج منحصر نہیں، بلکہ تمام حاجتوں اور کاموں میں بھی اُس کے محتاج ہو اس لئے اس کی اطاعت کا ضروری ہونا اور بھی محقق ہو گیا۔ اسکے بعد تم کو یہ حکم ہے کہ قربت سے بھی ڈرو یعنی اہل قربت کے حقوق ادا کرتے رہو، اور تم اور بد سلوکی سے بچو۔ بنی نوع یعنی تمام افراد انسانی کے ساتھ علی الاحسن سلوک کرنا تو آیت کے پہلے حصہ میں آچکا تھا اہل قربت کے ساتھ چونکہ قرب و اتحاد مخصوص اور بڑھا ہوا ہے اس لئے ان کی بد سلوکی سے بچنا خاص طور پر ڈر لیا گیا، کیونکہ ان کے حقوق دیگر افراد انسانی سے بڑھے ہوئے ہیں، چنانچہ حدیث قدسی **قَالَ اللَّهُ تَبَارَكَ وَتَعَالَى اَنَا اللَّهُ وَاَنَا الرَّحْمَنُ خَلَقْتُ الرَّحْمَ وَشَقَقْتُ لَهَا مِنْ اسْمِي فَمَنْ وَصَلَهَا وَصَلَتْهُ وَمَنْ قَطَعَهَا قَطَعْتَهُ** اور حدیث **خَلَقَ اللَّهُ الْخَلْقَ فَلَمَّا فَرَّغَ مِنْهُ قَامَتِ الرَّحْمُ فَاخَذَتْ بِحَقْوِي الرَّحْمَنُ فَقَالَتْ مَهْ قَالَتْ هَذَا مَقَامُ الْعَائِدِ مِنْكَ مِنَ الْقَطِيعَةِ قَالَ الْاِتْرَاضِينَ اِنْ اَصَلَ مِنْ وَصَلَكَ وَاقْطَعْ مِنْ قَطَعَكَ قَالَتْ بَلَى يَا رَبِّ قَالَ فَذَاكَ** اور حدیث **الرَّحْمُ شَجْنَةٌ مِنَ الرَّحْمَنِ فَقَالَ اللَّهُ مَنْ وَصَلَكَ وَصَلَتْهُ وَمَنْ قَطَعَكَ قَطَعْتَهُ** اور حدیث **الرَّحْمُ مَعْلَقَةٌ بِالْعَرْشِ تَقُولُ مَنْ وَصَلَنِي وَصَلَهُ اللَّهُ وَمَنْ قَطَعَنِي قَطَعَهُ اللَّهُ** اس پر شاہد ہیں اور تم کے انقصاں مذکور اور تعلق کی طرف مشیر ہیں تو اب نتیجہ یہ نکلا کہ معدن وجود اور نشائے وجود کے اتحاد کے باعث تو تمام بنی آدم میں رعایت حقوق اور حسن سلوک ضروری ہے۔ اسکے بعد اگر کسی موقع میں کسی خصوصیت کی وجہ سے اتحاد میں زیادتی ہو جائے گی جیسا قارب میں یا کسی موقع میں شدت احتیاج پائی جائے گی جیسے تباہی اور مساکین وغیرہ تو وہ رعایت حقوق میں بھی ترقی ہو جائے گی بلکہ علاوہ جب ضمخہ لوندی بھی صاف آگیا کہ احرام کے حقوق کی رعایت اور حفاظت کھو تو اب تو اس کی تاکید انتہا کو پہنچ گئی۔ چنانچہ اس سورت میں اکثر احکام ہی تعلق عام اور دیگر تعلقات خاصہ کے متعلق مذکور ہیں گویا وہ احکام اس امر کی ہیں جو کہ یہاں مذکور ہوا تفصیل میں۔

❖ یعنی تمہارے تمام احوال و اعمال سے واقف ہے اسکے حکم کی متابعت کرو گے تو ثواب پاؤ گے ورنہ سخت عذاب ہو گے اور تمہارے تعلقات احرام اور ان کے مراتب اور ہر ایک کے مناسب اسکے حقوق کو بھی خوب جانتا ہے اس لئے اسکے متعلق جو تم کو حکم دے اس کو حق سمجھو اور اس پر عمل کرو۔

إِنَّهُ كَانَ حُوبًا كَبِيرًا ۝ وَإِنْ خِفْتُمْ إِلَّا تَقْسُطُوا

یہ ہے بڑا وبال ۱ اور اگر ڈرو ۲ کہ انصاف نہ کر سکو گے

فِي الْيَتَامَىٰ فَانكِحُوا مَا طَابَ لَكُمْ مِنَ النِّسَاءِ مِمَّنِّي

یتیم لڑکیوں کے حق میں ۳ تو نکاح کر لو ۴ جو اور عورتیں تم کو خوش آویں ۵

وَتِلْكَ وَرُبِعٌ ۚ فَإِنْ خِفْتُمْ إِلَّا تَعَدِلُوا فَوَاحِدَةً

تین تین ۶ چار چار ۷ پھر اگر ڈرو کہ ان میں انصاف نہ کر سکو گے ۸ تو ایک ہی نکاح کرو ۹

أَوْ مَا مَلَكَتْ أَيْمَانُكُمْ ۚ ذَٰلِكَ أَدْنَىٰ ۖ إِلَّا تَعُولُوا ۝

یا لونڈی جو اپنا مال ہے ۱۰ اس میں امید ہے کہ ایک طرف نہ جھک پڑو گے ۱۱

وَاتُوا النِّسَاءَ صَدُقَاتِهِنَّ نِحْلَةً ۚ فَإِنْ طِبْنَ لَكُمْ عَنْ

اور دے ڈالو عورتوں کو ۱۲ مہراں کے خوشی سے ۱۳ پھر اگر وہ اس میں سے چھ

شَيْءٍ مِّنْهُ نَفْسًا فَكُلُوهُ هَنِيئًا مَّرِيئًا ۝ وَلَا تَوْتُوا

چھوڑ دین تم کو اپنی خوشی سے ۱۴ تو اس کو کھاؤ رچتا پچتا ۱۵ اور مت پکڑو ۱۶

السُّفَهَاءَ ۚ أَمْوَالَكُمُ الَّتِي جَعَلَ اللَّهُ لَكُمْ قِيَامًا

بے عقلوں کو ۱۷ اپنے وہ مال ۱۸ جن کو بنایا ہے اللہ نے تمہارے گزران کا سبب

۱۹ یتیموں کے مال کی حفاظت کے احکام ۲۰ یعنی یتیم بچے جن کا کہ باپ مر گیا ہو ان کے متعلق ان کے ولی اور سرپرست کو یہ حکم ہے کہ جب وہ بالغ ہو جائیں تو ان کا مال ان کے سپرد کر دے اور زمانہ تولیت میں یتیموں کی کسی اچھی چیز کو لیکر اس کے معاوضہ میں بری اور گھٹیا چیز ان کے مال میں شامل نہ کر دے اور ان کے مال کو اپنے مال کے ساتھ ملا کر نہ کھاوے، مثلاً ولی کو اجازت ہے کہ اپنا اور یتیم کا کھانا مشترک اور شامل رکھے مگر یہ ضرور ہے کہ یتیم کا نقصان نہ ہونے پائے یہ نہ ہو کہ اس شرکت کے بہانے سے یتیم کا مال کھا جاوے اور اپنا نفع کر لے کیونکہ یتیم کا مال کھانا سخت گناہ ہے۔ احکام متعلقہ ارحام یتیموں کے حکم کو شاید اس لئے مقدم بیان فرمایا کہ یتیم اپنی بے سروسامانی اور مجبوری اور بیچارگی اور بے کسی کے باعث رعایت و حفاظت اور شفقت کا نہایت محتاج ہے اور اسی اہتمام کی وجہ سے تبدیلی اور شرکت کے نقصان کی بھی کھول کر ممانعت فرمادی اور آئندہ متعدد آیات میں بھی یتیموں کے متعلق چند احکام

یتیموں کی

ارشاد ہوئے جن سے اہتمام مذکور ظاہر و باہر معلوم ہوتا ہے اور یہ تمام احکام اور تاکیدات جملہ یتیموں کے حق میں ہیں۔ البتہ وہ یتیم وہ قربت دار ہیں ان کے بارہ میں تاکید میں زیادہ شدت ہوگی اور وہی شان نزول اور سبب ربط بین الآیات ہیں اور عادت و عرف کے بھی موافق ہیں کیونکہ یتیم بچہ کا ولی اکثر اس کا کوئی قریبی ہوتا ہے۔

❖ احادیث صحیحہ میں منقول ہے کہ یتیم لڑکیاں جو اپنے ولی کی تربیت میں ہوتی تھیں اور وہ لڑکی اس ولی کے مال اور باغ میں بوجہ قربت باہمی شریک ہوتی تو اب دو صورتیں پیش آتیں کبھی تو یہ ہوتا کہ ولی کو گواہ کا جمال اور مال دونوں مرغوب ہوتے تو وہ ولی اس سے تھوڑے سے مہر پر نکاح کر لیتا کیونکہ دوسرا شخص اس لڑکی کا حق مانگنے والا تو کوئی ہے ہی نہیں اور کبھی یہ ہوتا کہ یتیم لڑکی کی صورت تو مرغوب نہ ہوتی مگر ولی یہ خیال کرتا کہ دوسرے سے نکاح کر دوں گا تو لڑکی کا مال میرے قبضہ سے نکل جائے گا اور میرے مال میں دوسرا شریک ہو جائے گا۔ اس مصلحت سے نکاح تو جوں توں کر لیتا مگر منکوحہ سے کچھ رغبت نہ رکھتا۔

چار شادیوں کی اجازت | اس پر یہ آیت اتری اور اولیاء کو ارشاد ہوا کہ اگر تم کو اس بات کا ڈر ہے کہ تم یتیم لڑکیوں کی بابت انصاف نہ کر سکو گے اور ان کے مہر اور ان کے ساتھ حسن معاشرت میں تم سے کوتاہی ہوگی تو تم ان سے نکاح مت کرو بلکہ اور عورتیں جو تم کو مرغوب ہوں ان سے ایک چھوڑ چار تک کی تم کو اجازت ہے، قاعدہ شریعت کے موافق ان سے نکاح کر لو تا کہ یتیم لڑکیوں کو بھی نقصان نہ پہنچے کیونکہ تم ان کے حقوق کے حامی رہو گے اور تم بھی کسی خرابی اور گناہ میں نہ پڑو۔ جاننا چاہئے کہ مسلمان آزاد کیلئے زیادہ سے زیادہ چار نکاح تک اور غلام کیلئے دو تک کی اجازت ہے، اور حدیثوں میں بھی اسکی تصریح ہے اور ائمہ دین کا بھی اسی پر اجماع ہے اور تمام امت کیلئے یہی حکم ہے صرف رسول اللہ ﷺ کی خصوصیت اور آپ کا امتیاز ہے کہ اس سے زائد کی اجازت ہے۔ **فائدہ** | یتیم لڑکیوں کے نکاح کی تیسری صورت، یہ بھی حدیث میں ہے کہ جس یتیم لڑکی کی طرف صورت اور مال دونوں وجہ سے بے رغبتی ہوتی تھی اس کا نکاح ولی دوسری جگہ کر دیتا تھا مگر ظاہر ہے کہ اس آیت کو اس صورت سے تعلق نہیں۔

❖ ایک سے زائد نکاح کیلئے انصاف کی شرط | یعنی اگر تم کو اس کا ڈر ہو کہ کئی عورتوں میں انصاف اور مساوات کے مطابق معاملہ نہ کر سکو گے تو پھر ایک ہی نکاح پر قناعت کرو یا صرف لونڈیوں پر ایک ہو یا زیادہ بس کرو یا ایک منکوحہ کے ساتھ ایک یا چند لونڈیوں کو جمع کر لو۔

❖ یعنی صرف ایک عورت سے نکاح کرنے میں یا فقط اپنی لونڈی یا اپنی لونڈیوں پر قناعت کرنے میں یا ایک نکاح کے ساتھ ایک لونڈی یا چند لونڈیوں کو جمع کرنے میں اس بات کی توقع ہے کہ تم بے انصافی اور خلاف عدل سے محفوظ رہو کیونکہ زوجات کے جو حقوق ہیں وہ اپنی مملوکہ لونڈی کے نہیں کہ ان میں عدل نہ ہونے سے تم پر مواخذہ ہونہ ان کے لئے مہر ہے نہ معاشرت کے لئے کوئی حد مقرر ہے۔ **فائدہ** | جسکے کئی عورتیں ہوں تو اُس پر واجب ہے کہ کھانے پینے اور لینے دینے میں انکو برابر رکھے اور رات کو ان کے پاس رہنے میں باری برابر باندھے اگر برابری نہ کرے گا تو قیامت کو وہ مفلوج ہوگا ایک کر وٹ گھسٹی چلے گی اور کسی کے نکاح میں ایک حرہ اور ایک لونڈی ہو تو لونڈی کو حرہ سے نصف باری ملے گی اور جو لونڈی اپنی ملک میں ہو اسکا باری میں کوئی حق مقرر نہیں مالک کی خوشی پر ہے۔

❖ مہر کی ادائیگی کا حکم | یعنی جن عورتوں سے نکاح کروانکے مہر خوش دلی اور رغبت کے ساتھ خود ادا کر دو ان کا کوئی حامی اور تم سے تقاضا کر کے وصول کرنے والا ہو یا نہ ہو۔ ایسا کرو تو پھر یتیم لڑکیوں سے نکاح کرنے میں کوئی حرج ہی نہیں، حرج تو جب ہے کہ مہر دینے میں یا ان کے کسی حق کے ادا کرنے میں گرانی ہو۔

❖ یعنی اگر عورت اپنی خوشی سے مہر میں سے کوئی مقدار زوج کو معاف کر دے یا لیکر پھر زوج کو بہہ کرے تو اس میں کچھ حرج نہیں۔ زوج اس کو خوشی سے کھالے جو کھانا لذیذ ہو اور طبیعت اس کو رغبت کے ساتھ قبول کر لے اسکو بہنی کہتے ہیں اور جو کھانا ہضم ہو کر بخوبی جزو بدن اور موجب صحت و قوت ہو وہ مرئی ہے۔

وَأَرْزُقُوهُمْ فِيهَا وَاكْسُوهُمْ وَقُولُوا لَهُمْ قَوْلًا

اور ان کو اس میں سے کھلاتے اور پہناتے رہو اور کہوان سے بات

مَعْرُوفًا ۝ وَابْتَلُوا الْيَتَامَىٰ حَتَّىٰ إِذَا بَلَغُوا النِّكَاحَ ۖ فَإِنْ

معتول اور سدھاتے رہو یتیموں کو جب تک پہنچیں نکاح کی عمر کو پھر اگر

أَنْتُمْ مِنْهُمْ رُشْدًا فَادْفَعُوا إِلَيْهِمْ أَمْوَالَهُمْ ۖ وَلَا

دیکھوان میں ہوشیاری تو حوالے کرو ان کے مال ان کا اور حانہ

تَأْكُلُوهَا إِسْرَافًا وَبِدَارًا أَنْ يَكْبُرُوا ۗ وَمَنْ كَانَ

جاؤ یتیموں کا مال ضرورت سے زیادہ اور حاجت سے پہلے کہ یہ بڑے نہ ہو جائیں اور جس کو

غَنِيًّا فَلْيَسْتَعْفِفْ ۖ وَمَنْ كَانَ فَقِيرًا فَلْيَأْكُلْ

حاجت نہ ہو تو مال یتیم سے بچتا رہے اور جو کوئی محتاج ہو تو کھاوے

بِالْمَعْرُوفِ ۗ فَإِذَا دَفَعْتُمْ إِلَيْهِمْ أَمْوَالَهُمْ

موافق دستور کے پھر جب ان کو حوالے کرو ان کے مال

فَأَشْهَدُوا عَلَيْهِمْ ۚ وَكَفَىٰ بِاللهِ حَسِيبًا ۝ لِلرِّجَالِ

تو گواہ کر لو اس پر اور اللہ کافی ہے حساب لینے کو مردوں کا

نَصِيبٌ مِّمَّا تَرَكَ الْوَالِدِينَ وَالْأَقْرَبُونَ ۚ وَ

بھی حصہ ہے اس میں جو چھوڑ میں ماں باپ اور قرابت والے اور

لِلنِّسَاءِ نَصِيبٌ مِّمَّا تَرَكَ الْوَالِدِينَ وَالْأَقْرَبُونَ

عورتوں کا بھی حصہ ہے اس میں جو چھوڑ میں ماں باپ اور قرابت والے

❖ یتیموں کی پرورش کے مسائل | یعنی بے سمجھ لڑکوں کے ہاتھ میں ان کا وہ مال مت دے دو کہ جس کو اللہ تعالیٰ نے آدمیوں کے لئے سامان معیشت بنایا ہے، بلکہ اس کی پوری حفاظت رکھو اور اندیشہ ہلاکت سے بچاؤ اور جب تک انکو نفع نقصان کا ہوش نہ آئے، اس وقت تک ان کو اس میں سے کھلاؤ پہناؤ اور تسلی کرتے رہو کہ یہ سب مال تمہارا ہی ہے، ہم تو تمہاری خیر خواہی کرتے ہیں، جب سمجھدار ہو جاؤ گے تم کو ہی دے دیں گے۔

❖ یعنی یتیموں کو سدھاتے اور آزما تے رہو، بلوغ کے وقت تک۔ پھر بلوغ کے بعد اگر ان میں اپنے نفع نقصان کی سمجھ اور حفاظت و انتظام مال کا سلیقہ پاؤ تو ان کا مال ان کے حوالے کر دو۔ یتیموں کے سدھانے اور آزمانے کی عمدہ صورت یہی ہے کہ کم قیمت معمولی چیزوں کی ان سے خرید و فروخت کرائی جائے اور ان کا طریقہ انکو بتایا جائے، اس سے معلوم ہوا کہ نابالغ کی بیع و شراوی کی اجازت سے جو ہوگی وہ درست ہوگی، امام ابوحنیفہ کا یہی مذہب ہے۔ اور اگر بالغ ہو کر بھی اس میں ہشیاری نہ آئے تو امام ابوحنیفہ کا یہ مذہب ہے کہ پچیس برس کی عمر تک انتظار کرو۔ اس درمیان میں جب اُس کو سمجھ آ جائے مال اس کے حوالے کر دو، ورنہ پچیس سال پر ہر حال میں اسکا مال اس کو دیدو۔ پوری سمجھ آئے یا نہ آئے۔

❖ یعنی یتیم کے مال کو ضرورت سے زیادہ صرف کرنا منع ہے، مثلاً ایک پیسہ کی جگہ دو پیسے صرف کر دو اور یہ بھی منع ہے کہ اس بات سے گھبرا کر کہ یتیم بڑے ہو کر اپنا مال ہم سے لے لیں گے خرچ کرنے میں جلدی کرنے لگو، خلاصہ یہ ہوا کہ یتیم کے مال کو بقدر ضرورت اور بروقت ضرورت صرف کرنا چاہئے۔

❖ یعنی یتیم کا مال ولی اپنے خرچ میں نہ لائے اور اگر یتیم کی پرورش کرنے والا محتاج ہو تو البتہ اپنی خدمت کرنے کے موافق یتیم کے مال میں سے تحقیق لے لیوے مگر غنی کو کچھ لینا ہرگز جائز نہیں۔

❖ یتیموں کا مال گواہوں کی موجودگی میں ادا کرو | جب کسی بچہ کا باپ مر جائے تو چاہئے کہ چند مسلمانوں کے روبرو یتیم کا مال لکھ کر امانتدار کو سونپ دیں، جب یتیم بالغ ہو شیار ہو جائے تو اس تحریر کے موافق اس کا مال اسکے حوالہ کر دیں اور جو کچھ خرچ ہوا ہو وہ اسکو سمجھا دیں، اور جو کچھ یتیم کے حوالے کیا جائے شاہدوں کو دکھلا کر حوالہ کریں۔ شاید کسی وقت اختلاف ہو تو بسہولت طے ہو سکے اور اللہ تعالیٰ ہر چیز کی حفاظت کرنے والا اور حساب سمجھنے والا کافی ہے۔ اس کو کسی حساب یا شہادت کی حاجت نہیں یہ سب باتیں تمہاری سہولت اور صفائی کی وجہ سے مقرر فرمائیں۔ جاننا چاہئے کہ یتیم کا مال لینے اور دینے کے وقت گواہ کرنا اور اس کو لکھ لینا مستحب ہے۔

مِمَّا قَلَّ مِنْهُ أَوْ كَثُرَ نَصِيبًا مَّفْرُوضًا ۝ وَإِذَا

تھوڑا ہو یا بہت ہو حصہ مقرر کیا ہوا ہے اور جب

حَضَرَ الْقِسْمَةَ أُولُو الْقُرْبَىٰ وَالْيَتَامَىٰ وَالْمَسْكِينُ

حاضر ہوں تقسیم کے وقت رشتہ دار اور یتیم اور محتاج

فَارْزُقُوهُمْ مِنْهُ وَقُولُوا لَهُمْ قَوْلًا مَعْرُوفًا ۝

تو ان کو کچھ کھلا دو اس میں سے اور کہہ دو ان کو بات معقول

وَلْيَخْشَ الَّذِينَ لَوْ تَرَكَوْا مِنْ خَلْفِهِمْ ذُرِّيَةً ضَعِفًا

اور چاہئے کہ ڈریں وہ لوگ کہ اگر چھوڑی ہے اپنے پیچھے اولاد ضعیف

خَافُوا عَلَيْهِمْ ۖ فَلْيَتَّقُوا اللَّهَ وَلْيَقُولُوا قَوْلًا سَدِيدًا ۝

تو ان پر اندیشہ کریں یعنی ہمارے پیچھے ایسا ہی حال ان کا ہوگا تو چاہئے کہ ڈریں اللہ سے اور کہیں بات سیدھی

إِنَّ الَّذِينَ يَأْكُلُونَ أَمْوَالَ الْيَتَامَىٰ ظُلْمًا إِنَّمَا

جو لوگ کھاتے ہیں مال یتیموں کا ناحق وہ لوگ

يَأْكُلُونَ فِي بُطُونِهِمْ نَارًا ۖ وَسَيَصْلُونَ سَعِيرًا ۝

اپنے پیٹوں میں آگ ہی بھر رہے ہیں اور عنقریب داخل ہوں گے آگ میں

يُوصِيكُمُ اللَّهُ فِي أَوْلَادِكُمْ لِلَّذِي كَرِهْتُمْ

علم کرتا ہے تم کو اللہ تمہاری اولاد کے حق میں کہ ایک مرد کا حصہ ہے برابر

الْأُنثَىٰ ۖ فَإِنْ كُنَّ نِسَاءً فَوْقَ اثْنَتَيْنِ فَلَهُنَّ

دو عورتوں کے پھر اگر صرف عورتیں ہی ہوں دو سے زیادہ تو ان کے لیے ہے

❖ **ترکے اور میراث کے احکام** | حضرت پیغمبر کے زمانہ سے پہلے یہ رسم تھی کہ بیٹیوں کو چھوٹی ہوں یا بڑی میراث نہیں دیتے تھے اور بیٹے جو نابالغ ہوتے تھے ان کو بھی میراث نہیں ملتی تھی صرف مردوں کو جو بڑے اور دشمنوں سے مقاتلہ کے کام کے ہوتے تھے وہ وارث سمجھے جاتے تھے جس کی وجہ سے یتیم بچوں کو میراث سے کچھ بھی نہ ملتا تھا، ان کے بارہ میں یہ آیت اتری جس کا خلاصہ یہ ہے کہ ماں باپ اور دیگر قرابت والوں کے مال متروکہ میں سے مردوں یعنی بیٹوں کو خواہ وہ بچے ہوں یا جوان ان کا حصہ ملے گا اور عورتوں یعنی بیٹیوں کو بھی بالغ ہوں یا نابالغ ماں باپ وغیرہ اقارب کے ترکہ میں سے ان کا حصہ دیا جائے گا اور یہ حصے مقرر کئے ہوئے ہیں جن کا دینا ضروری ہے خواہ مال تھوڑا ہو یا بہت۔ اس سے اہل جاہلیت کی رسم مذموم کا ابطال ہو گیا اور یتیموں وغیرہ کے حقوق کی حفاظت فرما کر ان کی حق تلفی کو روک دیا۔ **فائدہ** اس آیت میں حق والوں کا حق اور اس کا تقرر اور تعین بالا جمال بتلایا گیا آئندہ رکوع میں وارثوں کے حصہ کی تفصیل آتی ہے۔

❖ **تقسیم میراث کے وقت غریب رشتہ داروں سے سلوک** | یعنی تقسیم میراث کے وقت برادری اور کنہہ کے لوگ جمع ہوں تو جو رشتہ دار ایسے ہوں جن کو میراث میں حصہ نہیں پہنچتا یا جو یتیم اور محتاج ہوں ان کو کچھ کھلا کر رخصت کر دیا کوئی چیز ترکہ میں سے حسب موقع ان کو بھی دے دو کہ یہ سلوک کرنا مستحب ہے۔ اگر مال میراث میں سے کھلانے یا کچھ دینے کا موقع نہ ہو مثلاً وہ یتیموں کا مال ہے اور میت نے وصیت بھی نہیں کی تو ان لوگوں سے معقول بات کہہ کر رخصت کر دو یعنی نرمی سے عذر کر دو کہ یہ مال یتیموں کا ہے اور میت نے وصیت بھی نہیں کی اس لئے ہم مجبور ہیں۔ ابتدائے سورت میں بیان ہو چکا ہے کہ تمام قرابت والے درجہ بدرجہ سلوک اور مراعات کے مستحق ہیں اور یتیمی اور مساکین بھی اور جو قریب یتیم یا مسکین بھی ہو تو اس کی رعایت اور بھی زیادہ ہونی چاہئے۔ اس لئے تقسیم میراث کے وقت ان کو حتی الوسع کچھ نہ کچھ دینا چاہئے، اگر کسی وجہ سے وارث نہ ہو تو حسن سلوک سے محروم نہ رہیں۔

❖ **یہ ارشاد اصل میں تو یتیم کے ولی اور وصی کے لئے ہے** درجہ بدرجہ اوروں کو بھی اس کا خیال رہے مطلب یہ ہے کہ اپنے مرثیے بعد جیسا ہر کوئی اس بات سے ڈرتا ہے کہ میری اولاد کے ساتھ سختی اور برائی سے معاملہ کیا جائے ایسا ہی تم کو بھی چاہئے کہ یتیم کے ساتھ وہ معاملہ کرو جو اپنے بعد اپنی اولاد کے ساتھ پسند کرتے ہو اور اللہ سے ڈرو اور یتیموں سے سیدھی اور اچھی بات کہو، یعنی جس سے اُن کا دل نہ ٹوٹے اور اُن کا نقصان نہ ہو بلکہ ان کی اصلاح ہو۔

❖ **یتیموں کے مال میں خیانت کی سزا** | آیات متعددہ سابقہ میں یتیموں کے مال کے متعلق مختلف طرح سے احتیاط کرنے کا حکم تھا اور ان کے مال میں خیانت کو بڑا گناہ بتایا گیا ہے، اب اخیر میں مال یتیم میں خیانت کرنے پر وعید شدید بیان فرما کر اس حکم کو خوب مؤکد کر دیا کہ جو کوئی یتیم کا مال بلا استحقاق کھاتا ہے وہ اپنے پیٹ میں جہنم کی آگ بھر رہا ہے۔ یعنی اس کھانے کا یہ انجام ہوگا اور جملہ اخیر میں اس کو ظاہر کر دیا گیا۔

❖ **میراث میں اولاد کے حصے** | اوپر اقارب میت کے وارث ہونے کا ذکر ہوا تھا اور ان کے حصوں کے تقرر اور تعین کی طرف اجمالی اشارہ فرما دیا تھا اب اقارب اور ان کے حصوں کی تفصیل بتلائی جاتی ہے اور اس سے پہلے یتیموں کے حق میں تشدد اور تاکیدات کا ذکر چلا آ رہا تھا جس سے یہ بات بھی معلوم ہو گئی کہ اقارب میت میں اگر کوئی یتیم ہو تو اس کا حصہ دینے میں بہت ہی احتیاط اور اہتمام چاہئے اہل عرب کی قدیم رسم کے موافق ان کو میراث سے محروم کر دینا سخت ظلم اور بڑا گناہ ہے اب اقارب میں سب سے پہلے اولاد کے حصہ کو بیان فرمایا کہ اگر کسی میت کی اولاد بیٹا بیٹی دونوں ہوں تو ان کی میراث دینے کا یہ قاعدہ ہے کہ ایک بیٹا اور دو بیٹیوں کے برابر حصہ پائے گا۔ مثلاً اگر ایک بیٹا اور دو بیٹیاں ہوں تو نصف مال بیٹے کا اور نصف دونوں بیٹیوں کا ہوگا، اور اگر ایک بیٹا اور ایک بیٹی ہوگی تو دو ٹلٹ بیٹے کا اور ایک ٹلٹ بیٹی کا ہوگا۔

ثُلثًا مَّا تَرَكَ، وَإِنْ كَانَتْ وَاحِدَةً فَلَهَا النِّصْفُ ط

دو تہائی اس مال سے جو چھوڑا اور اگر ایک ہی ہو تو اس کے لیے آدھا ہے

وَلِأَبَوَيْهِ لِكُلِّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا السُّدُسُ مِمَّا تَرَكَ

اور میت کے ماں باپ کو ہر ایک کے لیے دونوں میں سے چھٹا حصہ ہے اس مال سے جو کہ چھوڑا

إِنْ كَانَ لَهُ وَلَدٌ فَإِنْ لَّمْ يَكُنْ لَهُ وَلَدٌ وَوَرِثَتُهُ

اگر میت کے اولاد ہے اور اگر اس کے اولاد نہیں اور وارث ہیں

أَبُوهُ فَلِأُمِّهِ الثُّلُثُ، فَإِنْ كَانَ لَهُ إِخْوَةٌ فَلِأُمِّهِ

اس کے ماں باپ تو اس کی ماں کا ہے تہائی پھر اگر میت کے کئی بھائی ہیں تو اس کی ماں کا ہے

السُّدُسُ مِنْ بَعْدِ وَصِيَّةٍ يُوصِي بِهَا أَوْ دَيْنٍ ط

چھٹا حصہ بعد وصیت کے جو کرے یا بعد ادائے قرض کے

أَبَاؤُكُمْ وَأَبْنَاؤُكُمْ لَا تَدْرُونَ أَيُّهُمْ أَقْرَبُ لَكُمْ

تمہارے باپ اور بیٹے تم کو معلوم نہیں کون نفع پہنچائے

نَفَعًا فَرِيضَةً مِّنَ اللَّهِ ط إِنْ كَانَ عَلِيًّا

تم کو زیادہ حصہ مقرر کیا ہو اللہ کا ہے بے شک اللہ خبردار ہے

حَكِيمًا ۝ وَلَكُمْ نِصْفُ مَّا تَرَكَ أَزْوَاجُكُمْ إِنْ لَّمْ

حکمت والا اور تمہارا ہے آدھا مال جو کہ چھوڑ میں تمہاری عورتیں اگر نہ ہو

يَكُنْ لَهُنَّ وَلَدٌ فَإِنْ كَانَ لَهُنَّ وَلَدٌ فَلَكُمْ

ان کے اولاد اور اگر ان کے اولاد ہے تو تمہارے واسطے

◆ بیٹیوں کی وراثت کے احکام | یعنی اور اگر کسی میت نے اولاد میں صرف عورتیں یعنی بیٹیاں ہی چھوڑیں بیٹا نہیں چھوڑا تو وہ اگر دو سے زیادہ ہوں تب بھی ان کو دو تہائی ملے گا اور اگر صرف ایک ہی بیٹی چھوڑی تو اس کو میت کے ترکہ کا نصف ملے گا۔ جاننا چاہئے کہ لِّلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْاُنثٰی کے ذیل میں معلوم ہو چکا ہے کہ ایک بیٹی کو ایک بیٹے کے ساتھ ایک ٹلٹ ملے گا تو اس سے معلوم ہو گیا کہ ایک بیٹی کو دوسری بیٹی کے ساتھ بطریق اولیٰ ایک ٹلٹ ملے گا کیونکہ بیٹے کا حصہ بیٹی سے زائد ہے تو جب بیٹے کی وجہ سے اس کا حصہ ایک ٹلٹ سے کم نہیں ہوا تو دوسری بیٹی کی وجہ سے کیسے گھٹ سکتا ہے سو دو بیٹیوں کا حکم چونکہ پہلی آیت سے معلوم ہو چکا تھا اسلئے اس آیت میں دو بیٹیوں سے زائد کا حکم بتلا دیا تاکہ کسی کو یہ شبہ نہ ہو کہ دو بیٹیوں کا حق جب ایک بیٹی سے زائد ہے تو شاید تین یا چار بیٹیوں کا حق دو بیٹیوں سے زائد ہوگا سو یہ بات ہرگز نہیں بلکہ بیٹیاں جب ایک سے زائد ہوں گی دو ہوں یا دس ان کو دو ٹلٹ ملے گا۔ فائدہ اولاد کے وارث ہونے کی دو صورتیں آیت میں مذکور ہوئیں اول یہ کہ لڑکا اور لڑکی دونوں طرح کی اولاد ہو۔ دوسری یہ کہ صرف دختری اولاد ہو اسکی دو صورتیں ہیں ایک لڑکی ہو یا ایک سے زائد تو اب صرف ایک صورت باقی رہ گئی وہ یہ کہ صرف پسری اولاد ہو سو اس کا حکم یہ ہے کہ تمام میراث اس کو مل جائے گی خواہ ایک بیٹا ہو یا زائد۔

◆ ماں باپ کی میراث | اب ماں باپ کی میراث کی تین صورتیں بیان فرماتے ہیں۔ صورت اول کا خلاصہ یہ ہے کہ اگر میت کی اولاد ہو بیٹا یا بیٹی تو میت کے ماں باپ کو ترکہ میت میں سے ہر ایک کو چھٹا حصہ ملے گا۔

◆ دوسری صورت یہ ہے کہ اگر میت کی اولاد کچھ نہ ہو اور صرف ماں باپ ہی وارث ہوں تو اس کی ماں کو ایک ٹلٹ ملے گا۔ یعنی باقی دو ٹلٹ اس کے باپ کو ملیں گے۔

◆ تیسری صورت یہ ہے کہ اگر میت کے ایک سے زیادہ بھائی بہن ہوں خواہ حقیقی ہوں یا صرف باپ یا صرف ماں میں شریک ہوں اور اولاد کچھ بھی نہیں تو اب اس کی ماں کو چھٹا حصہ ملے گا یعنی باقی سب اسکے باپ کو ملے گا، بھائی، بہن کو کچھ نہ ملے گا۔ اور اگر صرف ایک بھائی یا ایک بہن ہوگی تو ماں کو ایک ٹلٹ اور باپ کو دو ٹلٹ ملیں گے جیسا کہ دوسری صورت مذکورہ بالا میں تھا۔

◆ میت کے قرض اور وصیت کا حکم | یعنی جس قدر وارثوں کے حصے گذر چکے یہ سب میت کی وصیت اور اس کے قرض کو جدا کر لینے کے بعد وارثوں کو دیے جائیں گے اور وارثوں کا مال وہی ہوگا جو مقدار وصیت و قرض کے نکال لینے کے بعد باقی رہے گا اور نصف اور ٹلٹ وغیرہ اسی کا مراد ہے نہ تمام مال کا۔ فائدہ میت کا مال اول اس کے کنہ اور ذن کو لگا یا جائے جو اس سے بچے وہ اس کے قرض میں دیا جائے پھر جو باقی رہے اس کو میت کی وصیت میں ایک تہائی تک صرف کیا جائے اس کے بعد جو رہے وارثوں پر تقسیم کیا جائے۔

◆ اس آیت میں دو میراث بیان فرمائیں اولاد کی اور ماں باپ کی۔ اب فرماتے ہیں کہ چونکہ یہ بات تم کو معلوم نہیں کہ کس سے تم کو نفع پہنچے گا اور کتنا نفع پہنچے گا اس لئے تم کو اس میں دخل نہ دینا چاہئے جو کچھ کسی کا حصہ حق تعالیٰ نے مقرر فرما دیا ہے اس کی پابندی کرو کہ اس کو تمام چیزوں کی خبر بھی ہے اور بڑا حکمت والا ہے۔

الرُّبْعُ مِمَّا تَرَكَنَ مِنْ بَعْدِ وَصِيَّتِهِ يُوصِيَنَّ بِهَا

جو تھائی ہے اس میں سے جو چھوڑ گئیں بعد وصیت کے جو کر گئیں

أَوْ دَيْنٍ وَلَهُنَّ الرُّبْعُ مِمَّا تَرَكَتُمْ إِنْ لَمْ يَكُنْ لَكُمْ

یا بعد قرض کے اور عورتوں کے لیے جو تھائی مال ہے اس میں سے جو چھوڑ مرد تم اگر نہ ہو تمہارے

وَلَدٌ فَإِنْ كَانَ لَكُمْ وَلَدٌ فَلَهُنَّ الشُّهُنُ مِمَّا

اولاد اور اگر تمہارے اولاد ہے تو ان کے لئے آٹھواں حصہ ہے اس میں سے

تَرَكَتُمْ مِنْ بَعْدِ وَصِيَّتِهِ تُوَصُّونَ بِهَا أَوْ دَيْنٍ ط

کہ جو کچھ تم نے چھوڑا بعد وصیت کے جو تم کر مرد یا قرض کے اور

إِنْ كَانَ رَجُلٌ يُورَثُ كَلَّةً أَوْ امْرَأَةً وَكَانَ أَخٌ

اگر وہ مرد کہ جس کی میراث ہے باپ بیٹا کچھ نہیں رکھتا یا عورت ہو ایسی ہی اور اس میت کے ایک بھائی ہے

أَوْ أُخْتُ فَلِكُلِّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا السُّدُسُ فَإِنْ كَانُوا

یا بہن ہے تو دونوں میں سے ہر ایک کا چھٹا حصہ ہے اور اگر زیادہ

أَكْثَرُ مِنْ ذَلِكَ فَهُمْ شُرَكَاءُ فِي الثُّلُثِ مِنْ بَعْدِ

ہوں اس سے تو سب شریک ہیں ایک تہائی میں بعد

وَصِيَّتِهِ يُوصَى بِهَا أَوْ دَيْنٍ غَيْرِ مُضَارٍّ وَصِيَّتُهُ

وصیت کے جو ہو چکی ہے یا قرض کے جب اور وہ نفا نقصان نہ کیا ہو یہ حکم ہے

زوجین کی میراث اب زوجین کی میراث کو بیان فرمایا جاتا ہے کہ مرد کو اس کی عورت کے مال میں سے آدھا مال ملے گا اگر

عورت کے کچھ اولاد نہ ہو۔ اور اگر عورت کے اولاد ہے خواہ ایک ہی بیٹا یا بیٹی ہو اسی مرد سے ہو یا دوسرے مرد سے تو مرد کو عورت کے

مال میں سے ایک چوتھائی مال ملے گا قرض اور وصیت کے بعد۔

♦ اور اسی طرح عورت کو اس کے خاوند کے مال میں سے چوتھائی حصہ ملے گا اگر مرد کی اولاد کچھ نہ ہو اور اگر مرد کے اولاد ہے خواہ اسی عورت سے یا دوسری عورت سے تو عورت کو آٹھواں حصہ ملے گا خاوند کے اس مال میں سے جو وصیت اور قرض ادا کرنے کے بعد بچے کا مال کی ہر قسم میں سے نقد ہو یا جنس، سلاح ہو یا زیور جو طبعی ہو یا باغ، باقی رہا عورت کا مہر وہ میراث سے جدا ہے وہ قرض میں داخل ہے۔ یہ کل دو صورتیں ہوئیں جیسا کہ مرد کی میراث میں یہی دو صورتیں تھیں۔

♦ اخیانی بہن بھائیوں کی میراث | یہاں سے اخیانی بھائی بہن کے میراث کا ذکر ہے جو کہ صرف ماں میں شریک ہوں۔ سو جاننا چاہئے کہ باپ اور بیٹے کے ہوتے تو بھائی اور بہن (اخیانی) کو کچھ نہیں پہنچتا۔ ماں اگر باپ اور بیٹا نہ ہوگا تو بھائی اور بہن کو میراث ملے گی۔ بھائی اور بہن تین طرح کے ہیں۔ سگے جو ماں باپ دونوں میں شریک ہوں جن کو بیٹی کہتے ہیں، یا وہ سوتیلے جو صرف باپ میں شریک ہوں جن کو علاتی کہتے ہیں یا وہ سوتیلے جو صرف ماں میں شریک ہوں جن کو اخیانی کہتے ہیں، اس آیت میں قسم اخیر کا ذکر ہے چنانچہ متعدد صحابہ کی قراءت میں **وَلَدًا اَوْ اٰخْتًا** کے بعد **مِنْ اِلٰمٍ** کا کلمہ صریح موجود ہے اور اس پر سب کا اجماع ہے۔ آیت کا مطلب یہ ہے کہ جس میت کے خواہ وہ مرد ہو یا عورت، ماں باپ بیٹا بیٹی کچھ نہ ہو اور اس کے ایک بھائی یا ایک بہن اخیانی ہو تو ان دونوں میں سے ہر ایک کو چھٹا حصہ ملے گا اور مرد اور عورت یعنی اخیانی بھائی اور بہن کا برابر حصہ ہے کمی زیادتی نہیں۔ باقی رہے دو قسم کے بھائی بہن یعنی بیٹی اور علاتی سوان دونوں قسموں کا حکم مثل اولاد کے ہے بشرطیکہ میت کے باپ بیٹا کچھ نہ ہو۔ مقدم بیٹی ہے وہ نہ ہو تو پھر علاتی۔ اسی سورت کے اخیر میں ان دونوں کی میراث کا ذکر آئے گا۔ فائدہ جاننا چاہئے کہ کلامہ کی تفسیر جو یہ کی گئی کہ اس کے باپ بیٹا نہ ہو یہ سب کو مسلم ہے مگر امام ابوحنیفہ وادی اور پوتی کی بھی نفی کرتے ہیں اور جو حکم باپ بیٹے کا ہے وہی دادی اور پوتی کا فرماتے ہیں، اور حضرات صحابہ کے وقت سے یہ اختلاف علماء میں چلا آتا ہے۔

♦ تقسیم میراث سے پہلے قرض اور وصیت کا لحاظ | یعنی اگر اخیانی بھائی یا بہن ایک سے زیادہ ہوں تو ان سب کو ایک تہائی مال میراث میں ملے گا اور پہلی صورت میں سدس اور دوسری صورت میں ثلث دیا جائے گا تو وصیت اور دین کے بعد جو باقی رہے گا اس کا سدس اور ثلث دیا جائے گا اور وصیت میراث پر مقدم جب ہوگی جب اوروں کو نقصان نہ پہنچایا ہو اور نقصان کی دو صورتیں ہیں۔ ایک یہ کہ تہائی مال سے زیادہ کی وصیت ہو، دوسری یہ کہ جس وارث کو میراث میں سے حصہ ملے گا اس کے لیے کچھ وصیت بھی کر جائے یہ دونوں صورتیں درست نہیں۔ البتہ اگر سب وارث اس کو قبول کر لیں تو خیر ورنہ یہ وصیتیں مردود ہیں۔ فائدہ وارثوں سے چونکہ اندیشہ تھا کہ ترک میت میں سے میت کا دین اور وصیت ادا نہ کریں بلکہ تمام مال آپ ہی رکھ لیں، اس لئے میراث کے ساتھ بار بار دین اور وصیت کا حکم تاکیداً بیان کیا گیا اور وصیت چونکہ تبرع اور احسان ہے اور بسا اوقات کوئی شخص معین اس کا مستحق نہیں ہوتا اور اس وجہ سے اس کے ضائع ہونے کا احتمال قوی تھا تو اس لئے بغرض اہتمام و احتیاط وصیت کو ہر جگہ دین سے پہلے ذکر فرمایا حالانکہ وصیت کا درجہ دین کے بعد ہے جیسا پہلے گزرا، نیز وصیت حق مورث ہے جیسے تجہیز و تکفین بخلاف وراثت اور دین کے کہ وہ دوسروں کا حق ہے تو اس حیثیت سے وصیت دین سے مقدم ہوگی گو دوسری وجہ سے دین وصیت پر مقدم ہے اور یہاں جو غیر مضار کی قید لگائی یہی قید مقامات سابقہ میں بھی معتبر ہوگی۔

مِنَ اللَّهِ ط وَاللَّهُ عَلِيمٌ حَلِيمٌ ﴿١٦﴾ تِلْكَ حُدُودُ اللَّهِ ط

اللہ کا اور اللہ ہے سب کچھ جاننے والا کھل کرنے والا ﴿۱۶﴾ یہ حدیں باندھی ہوئی اللہ کی ہیں

وَمَنْ يُطِعِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ يُدْخِلْهُ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِنْ

اور جو کوئی حکم پر چلے اللہ کے اور رسول کے اس کو داخل کرے گا جنتوں میں جن کے نیچے

تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا ذَلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ ﴿١٧﴾

بتی ہیں نہریں ہمیشہ رہیں گے ان میں اور یہی ہے بڑی مہربانی

وَمَنْ يُعْصِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَبِتَّعَدَّ حُدُودَهُ

اور جو کوئی نافرمانی کرے اللہ کی اور اس کے رسول کی اور نکل جاوے اس کی حدوں سے

يُدْخِلْهُ نَارًا خَالِدًا فِيهَا وَلَهُ عَذَابٌ مُهِينٌ ﴿١٨﴾

ڈالے گا اس کو آگ میں ہمیشہ رہے گا اس میں اور اس کے لیے ذلت کا عذاب ہے ﴿۱۸﴾

وَالَّتِي يَأْتِيَنَّ الْفَاحِشَةَ مِنْ نِسَائِكُمْ فَاُسْتَشْهِدُوا

اور جو کوئی بدکاری کرے تمہاری عورتوں میں سے تو گواہ لاؤ

عَلَيْهِنَّ أَرْبَعَةٌ مِّنْكُمْ فَإِنْ شَهِدُوا فَاْمْسِكُوهُنَّ

ان پر چار مرد اپنوں میں سے پھر اگر وہ گواہی دیوں تو بند رکھو ان عورتوں کو

فِي الْبُيُوتِ حَتَّىٰ يَتَوَفَّيَهُنَّ الْمَوْتُ أَوْ يَجْعَلَ اللَّهُ

گھروں میں یہاں تک کہ اٹھالیوے ان کو موت یا مقرر کر دے اللہ

لَهُنَّ سَبِيلًا ﴿١٩﴾ وَالَّذِينَ يَأْتِيَنَّهَا مِنْكُمْ فَادْوُهُنَّ

ان کے لیے کوئی راہ ﴿۱۹﴾ اور جو دو مرد کریں تم میں سے وہی بدکاری تو ان کو ایذا دے

♦ وارثوں کی تین قسمیں | شروع رکوع سے یہاں تک جو میراثیں بیان فرمائیں وہ پانچ ہیں۔ بیٹا بیٹی اور ماں باپ اور زوج اور زوجہ اور خنیانی بھائی بہن ان پانچوں کو ذوی الفروض اور حصہ دار کہتے ہیں، ان پانچوں کی میراث کو بیان فرما کر بطور تاکید فرمادیا کہ یہ حکم ہے اللہ کا اس کی تعمیل ضروری ہے اور اللہ تعالیٰ کو سب کچھ معلوم ہے کس نے اطاعت کی اور کس نے نافرمانی کی، کس نے میراث و وصیت و دین میں حق اور انصاف کے موافق کیا، کس نے بے انصافی کی اور ضرر پہنچایا۔ یا باقی ظلم و بے انصافی کی سزا میں تاخیر ہونے سے کوئی دھوکہ نہ کھائے کیونکہ حق تعالیٰ کا حکم بھی بہت کامل ہے۔ فائدہ | جاننا چاہئے کہ ذوی الفروض کے سوا کہ جن کا بیان اس رکوع میں گزرا ایک دوسری قسم کے وارث ہیں جن کو عصبہ کہتے ہیں ان کے لئے کوئی حصہ مثل نصف ثلث وغیرہ کے مقرر نہیں بلکہ ذوی الفروض سے جو فاضل ہو گا وہ ان کو ملے گا مثلاً اگر کسی کے عصبہ ہو اور ذوی الفروض میں سے کوئی نہ ہو تو اس کا مال تمام عصبہ کو ملے گا اور جو دونوں ہوں تو ذوی الفروض کو دے کر جو مال بچے گا وہ عصبہ کو دیا جائے گا اور اگر کچھ نہ بچا تو عصبہ کو کچھ نہ ملے گا اور عصبہ اصل میں تو وہ ہے جو مرد ہو عورت نہ ہو اور اس میں اور میت میں عورت کا واسطہ بھی نہ ہو اور اس کے چار درجے ہیں اول درجہ میں بیٹا اور پوتا ہے دوسرے درجہ میں باپ اور دادا تیسرے درجہ میں بھائی اور بھتیجا چوتھے درجہ میں چچا اور چچا کا بیٹا یا اس کا پوتا۔ اگر کوئی شخص ہوں تو جو میت سے قریب ہے وہ مقدم ہوگا جیسے پوتے سے بیٹا، بھتیجے سے بھائی مقدم ہے، پھر سوتیلے سے سگا مقدم ہے اور ان چاروں کے سوا اولاد میں اور بھائیوں میں مرد کے ساتھ عورت بھی عصبہ ہوتی ہے یعنی بیٹے کے ساتھ بیٹی اور بھائی کے ساتھ بہن بھی عصبہ ہوں گی یہ عصبہ اصلی نہیں بلکہ غیر اصلی ہیں اور اولاد اور بھائیوں کے سوا عورت عصبہ نہ ہوگی مثلاً چچا کا بیٹا عصبہ ہے مگر اس کے ساتھ ہو کر چچا زاد بہن عصبہ نہیں ہو سکتی۔ فائدہ | ان دونوں قسم مذکورہ بالا یعنی ذوی الفروض اور عصبہ کے سوا امام ابوحنیفہ کے نزدیک وارث کی تیسری قسم ذوی الارحام ہیں یعنی ایسے قرابت والے کہ ان میں اور میت میں عورت کا واسطہ ہو اور ذوی الفروض میں نہ ہو اور عصبہ بھی نہ ہو جیسے نواسہ اور نانا اور بھانجا اور ماموں اور خالہ اور پھوپھی اور انکی اولاد۔ جب کسی میت کے ذوی الفروض اور عصبہ کوئی بھی نہ ہوگا تو اسکی میراث ذوی الارحام کو ملے گی تفصیل کتب فرائض میں مذکور ہے۔

♦ ان احکام کی حکمت و اہمیت | یعنی تمام احکام مذکورہ سابقہ متعلق حقوق یتیمی اور وصیت اور میراث اللہ کے مقرر فرمودہ ضابطے اور قاعدے ہیں اور جو کوئی اطاعت کرے گا احکام الہی کی جن میں حکم و وصیت و میراث بھی داخل ہے اسکے لئے ہمیشہ کو جنت ہے اور جو کوئی نافرمانی کرے گا اور حد و د خداوندی سے بالکل خارج ہو جائے گا۔ وہ ہمیشہ کو ذلت کے ساتھ عذاب جہنم میں گرفتار رہے گا۔

♦ زنا و لواطت کے احکام | یتیمی اور مواریث کو بیان فرما کر اب دیگر احکام متعلقہ اقارب کو بتلایا جاتا ہے۔ پہلے عورتوں کے متعلق چند باتیں ارشاد ہوتی ہیں جن کا خلاصہ یہ ہے کہ عورتوں کی تادیب اور سیاست ضروری امر ہے اور ان پر کسی قسم کی تعدی اور ظلم بھی نہ کیا جائے۔ اہل جاہلیت کے یہاں عورتوں کی بابت دونوں باتوں میں بہت بے اعتدالیاں ہوتی تھیں اور اس آیت میں تادیب کے متعلق حکم ہے کہ اگر کسی کی زوجہ کا مرتکب زنا ہونا معلوم ہو تو اس کے لئے چار گواہ مسلمانوں میں سے عاقل بالغ آزاد قائم ہونے چاہئیں اگر چار آدمی گواہی دیں تو اس عورت کو گھر میں مقید رکھنا چاہئے گھر سے باہر جانا اور کسی سے ملنا انتظاماً بالکل روک دیا جائے یہاں تک کہ وہ عورت مر جائے یا اللہ تعالیٰ اس کے لئے کوئی حکم اور سزا مقرر فرمائے اس وقت تک زانیہ کے لئے کوئی حد مقرر نہیں فرمائی بلکہ اس کا وعدہ کیا چنانچہ کچھ عرصہ کے بعد سورہ نور میں اس کی حد نازل فرمادی کہ باکرہ کے لئے سو کوڑے اور شبیہ کے واسطے سنگسار کرنا ہے۔

♦ یعنی دو شخص خواہ وہ ایک مرد اور ایک عورت ہو خواہ دونوں مرد ہوں اگر فعل بد کریں تو انکی سزا جمللاً ایذا دینا ارشاد فرمایا۔ زبان سے ہاتھ سے بقدر مناسب ان کو تنبیہ و تادیب کرنے کا حکم ہوا۔ اس سے معلوم ہوا کہ اس وقت زنا اور لواطت دونوں کا یہی حکم تھا کہ حاکم اور قاضی کے نزدیک زجر و عبرت کے لئے جتنی سزا اور شتم و ضرب مناسب ہو، اتنی سزا دی جائے اسکے بعد حسب وعدہ حد زنا جب نازل ہوئی تو لواطت کے لئے کوئی جدا حد بیان نہ فرمائی اس میں علماء کا اختلاف رہا کہ لواطت کی بھی وہی حد ہے جو زنا کے لئے بیان ہوئی یا لواطت کی وہی سزا باقی رہی جو پہلے تھی یا اسکی سزا تلوار سے قتل کرنا یا کسی دوسرے طریقہ سے مار ڈالنا ہے۔ فائدہ | اس آیت کو بہت سے علماء نے زنا پر حمل کیا ہے اور بعض نے لواطت پر اور بعض نے دونوں کو شامل رکھا ہے۔

فَإِنْ تَابَا وَأُصْلِحَا فَاَعْرَضُوا عَنْهُمَا ۗ إِنَّ اللَّهَ

پھر اگر وہ دونوں توبہ کریں اور اپنی اصلاح کر لیں تو ان کا خیال چھوڑ دو بے شک اللہ

كَانَ تَوَّابًا رَّحِيمًا ۝۱۶ ۙ إِنَّمَا التَّوْبَةُ عَلَى اللَّهِ لِلَّذِينَ

توبہ قبول کرنے والا مہربان ہے ﴿﴾ توبہ قبول کرنی اللہ کو ضرور تو ان کی ہے

يَعْمَلُونَ السُّوءَ بِجَهَالَةٍ ثُمَّ يَتُوبُونَ مِنْ قَرِيبٍ

جو کرتے ہیں برا کام جہالت سے پھر توبہ کرتے ہیں جلدی سے

فَأُولَٰئِكَ يَتُوبُ اللَّهُ عَلَيْهِمْ ۗ وَكَانَ اللَّهُ

تو ان کو اللہ معاف کر دیتا ہے اور اللہ

عَلِيمًا حَكِيمًا ۝۱۷ ۙ وَكَانَتِ التَّوْبَةُ لِلَّذِينَ يَعْمَلُونَ

سب کچھ جاننے والا ہے حکمت والا ﴿﴾ اور ایسوں کی توبہ نہیں جو کئے جاتے ہیں

السَّيِّئَاتِ ۗ حَتَّىٰ إِذَا حَضَرَ أَحَدَهُمُ الْمَوْتُ قَالَ

بڑے کام یہاں تک جب سامنے آجائے ان میں سے کسی کی موت تو کہنے لگا

إِنِّي تَابْتُ الْعِثْمَ وَلَا الَّذِينَ يَهُودُونَ وَهُمْ كُفَّارٌ

میں توبہ کرتا ہوں اب اور نہ ایسوں کی توبہ جو مرتے ہیں حالت کفر میں

أُولَٰئِكَ أَعْتَدْنَا لَهُمْ عَذَابًا أَلِيمًا ۝۱۸ ۙ يَا أَيُّهَا

ان کے لیے تو ہم نے تیار کیا ہے عذاب دردناک ﴿﴾ اے

الَّذِينَ آمَنُوا لَا يَحِلُّ لَكُمْ أَنْ تَرِثُوا النِّسَاءَ

ایمان والو حلال نہیں تم کو کہ میراث میں لے لو عورتوں کو

❖ یعنی اسکے بعد اگر وہ بدکاری سے توبہ کر لیں اور آئندہ کو اپنے اعمال کی درستی کر لیں تو اب انکے پیچھے مت پڑو اور زجر و ملامت سے ستانا چھوڑ دو، اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کی توبہ قبول کر نیوالا اور ان پر مہربانی فرمانے والا ہے تم کو بھی ایسا ہی کرنا چاہئے۔

❖ وہ لوگ جن کی توبہ قبول نہیں ہوتی | یعنی توبہ تو بیشک ایسی چیز ہے کہ زنا اور لواطت جیسے سنگین جرم بھی اس سے اللہ تعالیٰ معاف فرمادیتا ہے جیسا کہ آیت سابقہ سے مفہوم ہوا لیکن اس کا بھی ضرور لحاظ رکھو کہ اللہ تعالیٰ نے جو اپنے فضل سے قبول توبہ کا ذمہ لے لیا ہے وہ اصل میں ان لوگوں کے ساتھ مخصوص ہے جو ناواقفیت اور نادانی سے کوئی صغیرہ یا کبیرہ گناہ کر لیتے ہیں مگر جب اپنی خرابی پر متنب اور مطلع ہوتے ہیں تو جب ہی نام ہوتے ہیں اور توبہ کرتے ہیں سو ایسوں کی خطائیں اللہ ضرور معاف فرمادیتا ہے اور اللہ تعالیٰ سب کچھ جانتا ہے۔ اسکو معلوم ہے کس نے نادانی سے گناہ کیا اور کس نے اخلاص سے توبہ کی، اور حکمت والا ہے جس توبہ کا قبول کرنا موافق حکمت ہوتا ہے اس کو قبول فرمالتا ہے۔ فائدہ | قید جہالت اور قید قریب سے معلوم ہو گیا کہ جو شخص گناہ تو کرے نادانی سے اور تنبیہ کے بعد توبہ کر لے جلدی سے توبہ قاعدہ عدل و حکمت اسکی توبہ مقبول ہونی ضرور ہے اور جس نے جان بوجھ کر دیدہ دانستہ اللہ کی نافرمانی پر جرأت کی یا اطلاع کے بعد اس نے توبہ میں تاخیر کی اور پہلی ہی حالت پر قائم رہا تو بقاعدہ عدل و انصاف اسکی خطا اصل میں معافی کے قابل نہیں۔ اس کا قبول کر لینا اللہ تعالیٰ کا محض فضل ہے کہ اپنے فضل سے اللہ تعالیٰ ان دونوں کی توبہ کو بھی قبول کر لیتا ہے۔ یہ اس کا احسان ہے مگر ذمہ داری صرف اول صورت میں ہے باقی میں نہیں۔

❖ یعنی اور ایسے لوگوں کی توبہ قبول نہیں ہوتی جو برابر گناہ کئے جاتے ہیں اور باز نہیں آتے یہاں تک کہ جب موت ہی نظر آگئی تو اس وقت کہنے لگا کہ اب میں توبہ کرتا ہوں اور نہ ان کی توبہ قبول ہوگی جو کفر پر مر گئے اور اس کے بعد عذاب اخروی کو دیکھ کر توبہ کریں۔ ایسے لوگوں کے واسطے عذاب شدید تیار ہے۔ جاننا چاہئے کہ یہ دونوں آیتیں جو دربارہ قبول توبہ اور عدم قبول توبہ یہاں مذکور ہیں ہم نے جو انکا مطلب بیان کیا یہ بعض اکابر محققین کی تحقیق کے موافق ہے اور اس میں یہ خوبی ہے کہ قید جہالت اور لفظ قریب دونوں اپنے ظاہری معنی پر قائم رہے اور علی اللہ کے معنی بھی سہولت سے بن گئے اور اس موقع پر قبول اور عدم قبول توبہ کے ذکر فرمانے سے جو مقصد ہے یعنی توبہ کیف ما اتفق مقبول نہیں اور توبہ کی چند صورتیں ہیں اور ان کی مقبولیت میں باہم فرق ہے تاکہ کوئی توبہ کے اعتماد پر معاصی پر جری نہ ہو جائے۔ یہ مقصد بھی اس صورت میں خوب حاصل ہو جاتا ہے۔ مگر مفسرین حضرات نے علی العموم جو ان آیتوں کا مطلب ارشاد فرمایا ہے تو قید جہالت کو احترازی اور شرطی نہیں لیتے بلکہ قید واقعی فرماتے ہیں اور کہتے ہیں کہ گناہ ہمیشہ جہل اور حماقت سے ہوتا ہے اور قریب کے معنی یہ لیتے ہیں کہ حضور موت سے پہلے جس قدر وقت ہے وہ قریب ہی ہے کیونکہ دنیا کی زندگی قلیل ہے اس صورت میں مطلب یہ ہوگا کہ اللہ کا توبہ قبول فرمانے کا وعدہ ان سے ہے کہ سفاہت اور عدم انجام نبی سے گناہ کر لیتے ہیں اور پھر موت کے آنے سے پہلے تائب ہو جاتے ہیں اور جو لوگ کہ موت کو مشاہدہ کر چکے اور نزع کی حالت کو پہنچ چکے یا جو لوگ کہ کفر پر مر چکے انکی توبہ ہرگز قبول نہ ہوگی۔ اس تقریر کے موافق توبہ کرنے والوں کی وہ دو صورتیں ہیں بین جو تقریر اول میں مذکور ہوئیں شق اول یعنی قبول توبہ کے اندر شمار ہوں گی۔ فائدہ جب موت کا یقین ہو چکے اور دوسرا عالم نظر آنے لگے تو اس وقت کی توبہ قبول نہیں اور عالم آخرت کے دیکھنے سے پہلے کی توبہ البتہ قبول ہوتی ہے، اتنا فرق ہے کہ حسب تقریر اول صورت اول میں تو قبول توبہ قاعدہ عدل و انصاف کے موافق ہے اور دوسری صورتوں میں قبول توبہ اس کا محض فضل ہے کما مر۔

كَرْهًا وَلَا تَعْضُلُوهُنَّ لِتَذْهَبُوا بِبَعْضِ مَا

زبردستی اور نہ رو کے رکھو ان کو اس واسطے کہ لے لو ان سے کچھ اپنا

اتَّبِعُوهُنَّ إِلَّا أَنْ يَأْتِيَنَّ بِفَاحِشَةٍ مُّبِينَةٍ

دیا ہوا مگر یہ کہ وہ کریں بے حیائی سے

وَعَاشِرُوهُنَّ بِالْمَعْرُوفِ فَإِنْ كَرِهْتُمُوهُنَّ

اور گزران کر دو عورتوں کے ساتھ اچھی طرح پھرا کر دو تم کو نہ بھاویں

فَعَلَيْكُمْ أَنْ تَكْرَهُوا شَيْئًا وَيَجْعَلَ اللَّهُ فِيهِ خَيْرًا

تو شاید تم کو پسند نہ آوے ایک چیز اور اللہ نے رکھی ہو اس میں بہت

كَثِيرًا ۝ وَإِنْ أَرَدْتُمْ اسْتِبْدَالَ زَوْجٍ مَكَانَ

خوبی اور اگر بدلنا چاہو ایک عورت کی جگہ

زَوْجٍ ۖ وَآتَيْتُمْ أَحَدَهُنَّ قِنطَارًا فَلَا تَأْخُذُوا مِنْهُ

دوسری عورت کو اور دے چکے ہو ایک کو بہت سامان تو مت پھیر لو اس میں سے

شَيْئًا ۖ أَتَأْخُذُونَهُ بُهْتَانًا وَإِثْمًا مُّبِينًا ۝ وَكَيْفَ

کچھ کیا لیا جانتے ہو اس کو ناحق اور صریح گناہ سے اور کیونکر

تَأْخُذُونَهُ وَقَدْ أَفْضَى بَعْضُكُمْ إِلَى بَعْضٍ وَ

اس کو لے سکتے ہو اور پہنچ چکا ہے تم میں کا ایک دوسرے تک اور

أَخَذَنْ مِنْكُمْ مِيثَاقًا غَلِيظًا ۝ وَلَا تَنْكِحُوا

لے چلیں وہ عورتیں تم سے عہد بھستہ اور نکاح میں نہ لاؤ

عالمی زندگی کے احکام | حسب بین سابق عورتوں کی بداندیشیوں بابت تادیب و سیاست کا علم دے کر اب اہل جاہلیت کی اس ظلم و تعدی کو روکا جاتا ہے جو تعدی عورتوں پر وہ طرح طرح سے کیا کرتے تھے سو مجملہ ان صورتوں کے ایک صورت یہ ہوتی تھی کہ جب کوئی مر جاتا تو اس کی عورت کو میت کا سوتیلا بیٹا یا بھائی یا اور کوئی وارث لے لیتا پھر چاہتا تو اس سے نکاح کر لیتا یا بغیر نکاح ہی اپنے گھر میں رکھتا یا کسی دوسرے سے نکاح کر کے اس کا مہر کل یا بعض لے لیتا یا ساری عمر اس کو اپنی قید میں رکھتا اور اسکے مال کا وارث ہوتا۔ اسکی بابت یہ آیت نازل ہوئی جس کا خلاصہ یہ ہے کہ جب کوئی مر جائے تو اس کی عورت اپنے نکاح کی مختار ہے میت کے بھائی اور اسکے کسی وارث کو یہ اختیار نہیں کہ زبردستی اپنے نکاح میں لے لے، نہ وہ عورت کو نکاح سے روک سکتے ہیں کہ وہ مجبور ہو کر خاوند کے ورثہ سے جو اس کو ملا تھا کچھ پھیر دے۔ ہاں اگر صریح بد چلنی کریں تو ان کو روکنا چاہئے۔

عورتوں سے حسن سلوک | یعنی عورتوں کے ساتھ گفتگو اور معاملات میں اخلاق اور سلوک سے معاملہ رکھو۔ جاہلیت میں جیسا ذلت اور سختی کا برتاؤ عورتوں کے ساتھ کیا جاتا تھا اس کو چھوڑ دو۔ پھر اگر تم کو کسی عورت کی کوئی خواہ عادت خوش نہ آئے تو صبر کرو شاید اس میں کوئی خوبی بھی ہو اور ممکن ہے کہ تم کو ناپسندیدہ ہو کوئی چیز اور اللہ تعالیٰ اس میں تمہارے لئے کوئی بڑی منفعت دینی یا دنیوی رکھ دے سو تم کو تحمل کرنا چاہئے اور بد خو کے ساتھ بد خوئی نہ چاہئے۔

پہلی بیوی سے سلوک | اسلام سے پہلے یہ بھی ہوتا تھا کہ جب کوئی چاہتا کہ پہلی عورت کو چھوڑ کر دوسری عورت سے نکاح کرے تو پہلی عورت پر تہمت لگاتا اور مختلف طرح سے اس پر زیادتی اور سختی کرتا کہ مجبور ہو کر مہر واپس کر دے اور نکاح جدید میں کام آئے۔ یہ آیت اس کی ممانعت میں نازل ہوئی کہ جب پہلی عورت کو چھوڑ کر دوسری کرو اور پہلی عورت کو بہت سزا مال دے چکے ہو تو اب اس میں سے کچھ بھی واپس مت لو، کیا تم بہتان باندھ کر اور صریح ظلم کر کے زوجہ اولیٰ سے وہ مال لینا چاہتے ہو۔ ہرگز جائز نہیں۔

مہر کی ادائیگی کا حکم | یعنی جب مرد اور عورت نکاح کے بعد مل چکے اور صحبت کی نوبت آ چکی تو اس کے معاوضہ میں تمام مہر دینا مرد پر واجب ہو چکا تو اب کس وجہ سے مرد اس مہر کو واپس لے سکتا ہے اور در صورت مہر ادا نہ کرنے کے کیسے اس کے مہر کو دبا سکتا ہے اب تو بجز اس کے کہ عورت ہی اپنی خوشی سے معاف کر بیٹھے کوئی صورت رستگاری کی نہیں ہو سکتی اور وہ عورتیں تو بہت مضبوط اور گاڑھا اقرار تم سے لے چکیں جس کی وجہ سے وہ تمہارے قبضہ اور تصرف میں آ چکیں اور تم ان سے پورے منفع ہو چکے نہیں تو تم کو ان پر تصرف کا کیا اختیار تھا۔ اب اس قدر تکمیل اور قبضہ کامل اور تصرف تام کے بعد عورتوں کے مہر کو واپس لینا یا ان کا مہر نہ دینا کیسے ہو سکتا ہے۔ فائدہ جاننا چاہئے کہ جیسا مجامعت کے بعد تمام مہر زوج کے ذمہ لازم ہو جاتا ہے، ایسا ہی اگر مجامعت کی نوبت نہ آئے مگر خلوت صحیحہ ہو گئی تو بھی پورا مہر واجب الادا ہوگا، ہاں اگر خلوت صحیحہ کی بھی نوبت نہ آئی اور زوج نے طلاق دے دی تو پھر نصف مہر ادا کرنا ہوگا۔

مَا نَكَحَ آبَاؤُكُمْ مِنَ النِّسَاءِ إِلَّا مَا قَدْ سَلَفَ ط

مگر جو پہلے ہو چکا

جن عورتوں کو نکاح میں لائے تمہارے باپ

۱۵۷۳

إِنَّهُ كَانَ فَاحِشَةً وَمَقْتًا ط وَسَاءَ سَبِيلًا ع

اور برا چلن ہے

اور کام ہے غضب کا

یہ بے حیائی ہے

حُرِّمَتْ عَلَيْكُمْ أُمَّهَاتُكُمْ وَبَنَاتُكُمْ وَأَخَوَاتُكُمْ وَ

حرام ہوئی ہیں تم پر تمہاری مائیں اور بیٹیاں اور بہنیں اور

عَشْرَتُكُمْ وَخَالَاتُكُمْ وَبَنَاتُ الْأَخِ وَبَنَاتُ الْأُخْتِ وَ

پھوپھیاں اور خالائیں اور بیٹیاں بھائی کی اور بہن کی اور

أُمَّهَاتُكُمْ الَّتِي أَرْضَعْنَكُمْ وَأَخَوَاتُكُمْ مِنَ الرَّضَاعَةِ

اور دودھ کی بہنیں

جن ماؤں نے تم کو دودھ پلایا

وَأُمَّهَاتُ نِسَائِكُمْ وَرَبَائِبُكُمُ الَّتِي فِي حُجُورِكُمْ

جو تمہاری پرورش میں ہیں

اور ان کی بیٹیاں

اور تمہاری عورتوں کی مائیں

مَنْ نِسَائِكُمُ الَّتِي دَخَلْتُمْ بِهِنَّ إِنْ لَمْ تَكُونُوا

اور اگر تم نے

جن سے تم نے صحبت کی

جن کو جنا ہے تمہاری ان عورتوں نے

دَخَلْتُمْ بِهِنَّ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ ذَلِكَ إِنْ لَمْ تَكُونُوا

اور عورتیں تمہارے بیٹوں کی

تو تم پر کچھ گناہ نہیں اس نکاح میں

ان سے صحبت نہیں کی

الَّذِينَ مِنْ أَصْلَابِكُمْ وَأَنْ تَجْمَعُوا بَيْنَ الْأُخْتَيْنِ

دو بہنوں کو

اور یہ کہ اکٹھا کرو

جو تمہاری پشت سے ہیں

♦ **باپ دادا کی منکوحہ سے نکاح کی ممانعت** | جاہلیت والے اپنی سوتیلی، ماں اور بعض دیگر محرمات سے بھی نکاح کر لیتے تھے جس کا تذکرہ ابھی گذرا، اسکی ممانعت کی جاتی ہے کہ جن عورتوں سے تمہارے باپ نے نکاح کیا ہو ان سے نکاح مت کرو یہ بے حیائی اور اللہ کے غضب اور نفرت کرنے کی بات ہے اور بہت بُرا طریقہ ہے۔ زمانہ جاہلیت میں بھی سمجھ دار لوگ اس کو مذموم سمجھتے تھے اور اس نکاح کو نکاحِ مقت اور اس نکاح سے جو اولاد ہوتی اسکو مقتی کہتے تھے۔ سو ایسے نکاح جو ہو چکے ہو چکے آئندہ کو ہرگز ایسا نہ ہو۔ **فائدہ** | باپ کی منکوحہ کا جو حکم ہے اسی حکم میں دادے اور نانے کی منکوحہ بھی داخل ہے کتنا ہی اوپر کا دادا اور نانا کیوں نہ ہو۔

♦ **محرماتِ نکاح** | سوتیلی ماں کی حرمت بیان فرما کر اب جن عورتوں سے نکاح جائز نہیں ان سب کو بیان فرماتے ہیں وہ عورتیں چند قسم ہیں۔ اول انکو بیان کیا جاتا ہے جو علاقہ نسب کی وجہ سے حرام ہیں اور وہ سات ہیں ماں، بیٹی، بہن، پھوپھی، خالہ، بھتیجی، بھانجی ان میں سے کسی کے ساتھ کسی کو نکاح کرنا جائز نہیں۔ **فائدہ** | ماں کے حکم میں دادی، نانی اور پر تک کی سب داخل ہیں ایسے ہی بیٹی میں پوتی اور نواسی نیچے تک کی سب داخل ہیں اور بہن میں عینی اور علاقائی اور اخیانی سب داخل ہیں اور پھوپھی میں باپ دادا اور اوپر تک کی پشتوں کی بہن سگی ہو یا سوتیلی سب آگئیں اور خالہ میں ماں اور نانی اور نانی کی نانی سب کی بہن تینوں قسم کی داخل ہیں اور بھتیجی میں تینوں قسم کے بھائیوں کی اولاد اور اولاد الاولاد سب داخل ہیں اور بھانجی میں تینوں قسم کی بہنوں کی اولاد اور اولاد اولاد داخل ہیں۔

♦ محرماتِ نسبی کے بعد اب محرماتِ رضاعی کو بیان کیا جاتا ہے اور وہ دو ہیں، ماں اور بہن اور اس میں اشارہ ہے کہ ساتوں رشتے جو نسب میں بیان ہوئے، رضاعت میں بھی حرام ہیں یعنی رضاعی بیٹی اور پھوپھی اور خالہ اور بھتیجی اور بھانجی بھی حرام ہیں، چنانچہ حدیثوں میں یہ حکم موجود ہے۔

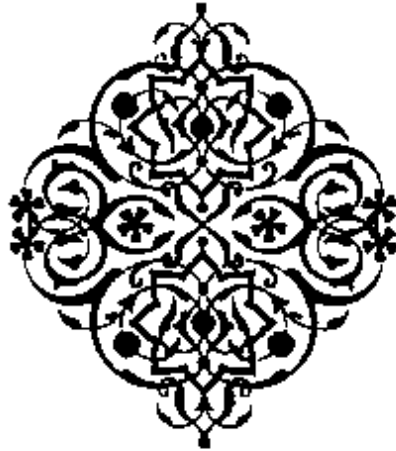
إِلَّا مَا قَدْ سَلَفَ إِنَّ اللَّهَ كَانَ غَفُورًا رَحِيمًا ﴿۲۳﴾

مگر جو پہلے ہو چکا

بے شک اللہ بخشنے والا مہربان ہے



◆ **سراالی محرمات** | اب محرمات مصاہرت کا ذکر ہے یعنی علاقہ نکاح کی وجہ سے جن سے نکاح حرام ہوتا ہے اور اس کی دو قسمیں ہیں اول وہ کہ ان سے ہمیشہ کے لئے نکاح ناجائز ہے اور وہ زوجہ کی ماں اور اس زوجہ کی بیٹی ہے جس زوجہ سے کہ تم نے صحبت کی ہو لیکن اگر صحبت سے پہلے کسی عورت کو طلاق دے دو تو اسکی بیٹی سے نکاح ہو سکتا ہے اور تمہارے بیٹوں کی عورتیں ہیں اور اس میں نیچے تک کے پوتوں اور نواسوں کی عورتیں داخل ہیں کہ ان سے کبھی تمہارا نکاح درست نہیں ہو سکتا۔ دوسری قسم وہ ہے کہ ان سے ہمیشہ کے لئے نکاح کی ممانعت نہ ہو بلکہ جب تک کوئی عورت تمہارے نکاح میں رہے اس وقت تک اس عورت کی ان قرابت والی عورتوں سے نکاح کی ممانعت ہے جب اس عورت کو طلاق دے دی یا وہ مرگئی تو ان سے نکاح درست ہو جائے گا اور وہ زوجہ کی بہن ہے کہ زوجہ کی موجودگی میں تو اس سے نکاح نہیں ہو سکتا اور بعد میں درست ہے اور یہی حکم ہے زوجہ کی پھوپھی اور خالہ اور بھتیجی اور بھانجی کا۔ **فائدہ** | یہ جو فرمایا کہ عورتیں تمہارے بیٹوں کی جو کہ تمہاری پشت سے ہیں اس کا مطلب یہ ہے کہ تمہارے بیٹے یا پوتے نسبی ہوں منہ بولے یعنی لے پالک نہ ہوں جس کو متہنی کہتے ہیں رضاعی سے احتراز نہیں اور **مَا قَدْ سَلَفَ** کا یہ مطلب ہے کہ زمانہ جاہلیت میں اس حکم سے پہلے جو دو بہنوں کو جمع کر لیتے تھے وہ معاف ہے اور **فِي حُجُورِكُمْ** فرمانے سے یہ مطلب ہے کہ جن کو تم اپنی گود میں پالتے ہو اور انکی پرورش کرتے ہو یعنی اولاد جیسا ان سے معاملہ کرتے ہو اور گویا اولاد ہی سمجھتے ہو اس سے ان کے نکاح کی حرمت اور ظاہر ہوگئی یہ مطلب نہیں کہ ان کی حرمت کے لئے گود میں رکھنا ضروری ہے۔



وَالْمُحْصَنَاتُ مِنَ النِّسَاءِ إِلَّا مَا مَلَكَتْ أَيْمَانُكُمْ

مگر جن کے مالک ہو جائیں تمہارے ہاتھ

اور خاوند والی عورتیں

كُتِبَ اللَّهُ عَلَيْكُمْ وَأُحِلَّ لَكُمْ مَّا وَرَاءَ ذَٰلِكُمْ

سب عورتیں ان کے سوا

اور حلال ہیں تم کو

حکم ہوا اللہ کا تم پر

أَنْ تَبْتَغُوا بِأَمْوَالِكُمْ مُحْصِنِينَ غَيْرَ مُسْفِحِينَ

نہ مستی نکالنے کو

قید میں لانے کو

اپنے مال کے بدلے

بشرطیکہ طلب کرو ان کو

فَمَا اسْتَمْتَعْتُمْ بِهِ مِنْهُنَّ فَآتُوهُنَّ أُجُورَهُنَّ

ان کے حق

تو ان کو دو

ان عورتوں میں سے

پھر جس کو کام میں لائے تم

فَرِيضَةً وَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ فِيمَا تَرْضَيْتُمْ بِهِ

کہ تمہارا وہ تم دونوں آپس کی رضاستے

اس بات میں

اور گناہ نہیں تم کو

جو مقرر ہوئے

مِنْ بَعْدِ الْفَرِيضَةِ ۗ إِنَّ اللَّهَ كَانَ عَلِيمًا حَكِيمًا

خبردار حکمت والا

بے شک اللہ ہے

مقرر کیے پیچھے

وَمَنْ لَّمْ يَسْتَطِعْ مِنْكُمْ طَوْلًا أَنْ يَنْكِحَ الْمُحْصَنَاتِ

کہ نکاح میں لائے یہ بیاں

اور جو کوئی نہ رکھے تم میں مقدور اس کا

الْمُؤْمِنَاتِ فَمِنْ مَّا مَلَكَتْ أَيْمَانُكُمْ مِنْ فَتْيَتِكُمْ

جو تمہارے آپس کی لونڈیاں ہیں

جو تمہارے ہاتھ کا مال ہیں

تو نکاح کر لے ان سے

مسلمان

الْمُؤْمِنَاتِ ۗ وَاللَّهُ أَعْلَمُ بِأَيِّمَا نِكْمٌ بَعْضُكُمْ مِنْ

تم آپس میں

اور اللہ کو خوب معلوم ہے تمہاری مسلمانی

مسلمان

❖ دوسرے کی منکوحہ سے نکاح کی ممانعت | محرمات کو ذکر فرما کر اخیر میں اب ان عورتوں کی حرمت بیان فرمائی جو کسی کے نکاح

میں ہوں یعنی جو عورت کسی کے نکاح میں ہے اُس کا نکاح اور کسی سے نہیں ہو سکتا تا وقتیکہ وہ بذریعہ طلاق یا وفات زوج نکاح سے جدا نہ ہو جائے اور بعد از طلاق یا بعد از وفات پوری نہ کر لے اس وقت تک کوئی اس سے نکاح نہیں کر سکتا۔ لیکن اگر کوئی عورت خاوند والی تمہاری ملک میں آجائے تو وہ اس حکم حرمت سے مستثنیٰ ہے اور وہ تم پر حلال ہے گویا خاوند زندہ ہے اور اس نے طلاق بھی اسکو نہیں دی اور اسکی صورت یہ ہے کہ کافر مرد اور کافر عورت میں باہم نکاح ہو اور مسلمان دارالحرب پر چڑھائی کر کے اس عورت کو قید کر کے دارالاسلام میں لے آئیں تو وہ عورت جس مسلمان کو ملے گی اسکو حلال ہے گویا کافر زوج دارالحرب میں زندہ موجود ہے اور اس نے طلاق بھی نہیں دی۔ اب سب محرمات کو بیان فرما کر اخیر میں تاکید فرمادی کہ یہ اللہ کا حکم ہے اس کی پابندی تم پر لازم ہے۔ فائدہ | جو عورت کافرہ دارالحرب سے پکڑی ہوئی آئے اس کے حلال ہونے کے لئے یہ ضروری ہے کہ ایک حیض گزر جائے اور وہ عورت مشرک بت پرست نہ ہو بلکہ اہل کتاب میں سے ہو۔

❖ دوسری عورتوں سے نکاح کی شرائط | یعنی جن عورتوں کی حرمت بیان ہو چکی ان کے سوا سب حلال ہیں۔ چار شرطوں کے

ساتھ اول یہ کہ طلب کرو یعنی زبان سے ایجاب و قبول دونوں طرف سے ہو جائے۔ دوسری یہ کہ مال یعنی مہر دینا قبول کرو۔ تیسری یہ کہ ان عورتوں کو قید میں لانا اور اپنے قبضہ میں رکھنا مقصود ہو صرف مستی نکالنا اور شہوت رانی مقصود نہ ہو جیسا کہ زنا میں ہوتا ہے یعنی ہمیشہ کے لئے وہ اسکی زوجہ ہو جائے چھوڑے بغیر کبھی نہ چھوڑے۔ مطلب یہ کہ کوئی مدت مقرر نہ ہو اس سے متعہ کاحرام ہونا معلوم ہو گیا جس پر اہل حق کا اجماع ہے۔ چوتھی شرط جو دوسری آیتوں میں مذکور ہے یہ ہے کہ مخفی طور پر دوستی نہ ہو یعنی کم سے کم دو مرد یا ایک مرد اور دو عورتیں اس معاملہ کی گواہ ہوں اگر بدون دو گواہوں کے ایجاب و قبول ہوگا تو وہ نکاح درست نہ ہوگا زنا سمجھا جائے گا۔

❖ مہر کا وجوب | یعنی جس عورت سے نکاح کیا اور اسکے بعد زوج نے اس سے کسی مدت معین قلیل یا طویل تک نفع بھی حاصل کر لیا

کم سے کم یہ کہ ایک ہی دفعہ وطی یا خلوت صحیحہ کی نوبت آئی تو اب اس عورت کا پورا مہر دینا لازم ہے بدون عورت کے بخشے کسی طرح چھوٹ نہیں سکتا۔ البتہ جب تک عورت بالکل کام میں نہ آوے اور زوج طلاق دے دے تو مہر مقررہ کا آدھا دینا ہوگا اور اگر عورت نے انتفاع سے پہلے کوئی ایسی بات کی کہ نکاح ٹوٹ گیا تو زوج کے ذمہ سے سب مہر اتر جائے گا کچھ دینا نہ پڑے گا۔

❖ یعنی اگر زوجین مہر مقرر کر لینے کے بعد کسی بات پر راضی ہو جائیں مثلاً عورت اپنی خوشی سے مہر میں سے کچھ کم کر دے یا مرد اپنی رضا

سے مہر مقررہ سے کچھ زیادہ دے تو وہ مختار ہیں۔ اس میں کچھ گناہ نہیں۔ یہ نہیں کہ مہر مقررہ سے زوج کچھ کم دے یا عورت اس سے کچھ زیادہ لے لے تو ناجائز ہے۔ ہاں رضائے باہمی ضرور ہونی چاہئے، اخیر میں فرمایا کہ اللہ تعالیٰ تمہاری مصلحتوں اور ہر طرح کے نفع و نقصان کو خوب جانتا ہے اور جو حکم فرماتا ہے وہ سراسر حکمت آمیز ہوتا ہے اس کی متابعت میں تمہارے لئے دارین کی خوبی اور بہبودی ہے اور مخالفت میں سراسر نقصان اور خرابی ہے۔

❖ لونڈی سے نکاح کے احکام | یعنی جس کو اس بات کا مقدر نہ ہو کہ آزاد عورت سے نکاح کر سکے اور اس کے مہر اور نفقہ کا تحمل

کر سکے تو بہتر ہے کہ ایسا شخص آپس میں کسی کی مسلمان لونڈی سے نکاح کر لے کہ اس کا مہر کم ہوتا ہے اور نفقہ میں بھی یہ سہولت ہے کہ اگر مالک نے اس کو اپنے یہاں رکھا جیسا کہ اکثر ہوتا ہے تو زوج اس کے نفقہ سے فارغ البال رہے گا اور اگر زوج کے حوالہ کر دیا تو بھی بہ نسبت نفقہ حرہ تخفیف ضرور رہے گی۔ فائدہ | جس کو آزاد عورت سے نکاح کرنے کی قدرت ہو اس کو لونڈی سے نکاح کرنا امام شافعی وغیرہ کے نزدیک حرام ہے اور امام ابوحنیفہ کے مذہب میں مکروہ تنزیہی ہے ایسے ہی صحت نکاح کے لئے لونڈی کا مسلمان ہونا اکثر علماء کے نزدیک ضروری ہے اور امام ابوحنیفہ کے نزدیک افضل ہے۔ اگر لونڈی کتابیہ سے نکاح کر لے گا تو وہ بھی امام صاحب کے نزدیک جائز ہوگا۔ ہاں اگر کسی کے نکاح میں آزاد عورت ہو تو اس کو لونڈی سے نکاح کرنا سب کے نزدیک حرام ہے۔

بَعْضٍ ۚ فَانْكِحُوهُنَّ بِإِذْنِ أَهْلِهِنَّ وَآتُوهُنَّ

ایک ہو ♦ سوان سے نکاح کرو ان کے مالگوں کی اجازت سے اور وہ ان کے

أَجُورَهُنَّ بِالْمَعْرُوفِ مُحْصَنَاتٍ غَيْرَ مُسْفِحَاتٍ

مہر موافق دستور کے قید میں آنے والیاں ہوں نہ سستی نکالنے والیاں

وَلَا مُتَّخِذَاتِ أَخْدَانٍ ۚ فَإِذَا أُحْصِنَ فَإِنَّ أَتَيْنَ

اور نہ چھپی باری کرنے والیاں ♦ پھر جب وہ قید نکاح میں آجائیں تو اگر کریں

بِفَاحِشَةٍ فَعَلَيْهِنَّ نِصْفُ مَا عَلَى الْمُحْصَنَاتِ مِنَ

بے حیائی کا کام تو ان پر آدھی سزا ہے بیبیوں کی سزا

الْعَذَابِ ۚ ذَٰلِكَ لِمَنْ خَشِيَ الْعَنَتَ مِنْكُمْ ۚ وَأَنْ

سے ♦ یہ اس کے واسطے ہے جو کوئی تم میں ڈرے تکلیف میں پڑنے سے اور

تَصْبِرُوا خَيْرٌ لَّكُمْ ۚ وَاللَّهُ غَفُورٌ رَّحِيمٌ ﴿۲۵﴾ يُرِيدُ

مہر کرو تو بہتر ہے تمہارے حق میں اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے ♦ اللہ

اللَّهُ لِيُبَيِّنَ لَكُمْ وَيَهْدِيَكُمْ سُنَنَ الَّذِينَ مِنْ

چاہتا ہے کہ بیان کرے تمہارے واسطے اور چلائے تم کو پہلوں کی راہ

قَبْلِكُمْ وَيَتُوبَ عَلَيْكُمْ ۚ وَاللَّهُ عَلِيمٌ حَكِيمٌ ﴿۲۶﴾ وَاللَّهُ

اور معاف کرے تم کو اور اللہ جاننے والا ہے حکمت والا ♦ اور اللہ

يُرِيدُ أَنْ يَتُوبَ عَلَيْكُمْ وَيُرِيدُ الَّذِينَ يَتَّبِعُونَ

چاہتا ہے کہ تم پر متوجہ ہووے اور چاہتے ہیں وہ لوگ جو گئے ہوئے ہیں

یعنی اللہ تعالیٰ کو سب کے ایمان کی اصلی کیفیت معلوم ہے تم کو تو ظاہر پر اکتفا کرنا چاہئے۔ بعضی لونڈی کا ایمان اللہ کے نزدیک بعضی آزاد عورت کے ایمان سے بہتر اور افضل ہو سکتا ہے تو اب حیثیت ایمانی سے لونڈی کے ساتھ نکاح کر لینے میں قباحت اور انکار نہ ہونا چاہئے اور آپس میں تم سب ایک ہو۔ ایک اصل سے پیدا ہوئے ہو، ایک دین میں شریک ہو پھر لونڈیوں سے نکاح کرنے کو کیوں معیوب اور تنگ و عار سمجھتے ہو اس کلام سے لونڈیوں کے نکاح کی طرف توجہ دلانا اور ان سے نفرت کو دور کرنا مطلوب ہے۔

یعنی تو اب مناسب ہے کہ حسب بیان بالا ان لونڈیوں سے نکاح کر لیا کرو ان کے مالکوں سے اجازت لیکر اور قاعدہ اور دستور کے موافق ان کا مہر دے دیا کرو جب کہ وہ خوشی سے قید نکاح میں آئیں۔ مستی نکالنے والیاں اور تپسی اور مخنی یاری کرنے والیاں ہرگز نہ ہوں یعنی زنا نہ ہو کہ اس میں مہر ہرگز لازم نہ ہو سکے گا اس سے معلوم ہو گیا کہ زنا میں مہر لازم نہیں ہوتا اور نکاح کے لئے گواہوں کا ہونا ضروری ہے۔

شادی شدہ لوگوں کیلئے زنا کی سزا | یعنی جو آزاد مرد یا عورت نکاح سے فائدہ اٹھا چکے یعنی مجامعت کی نوبت آچکی ہو اور پھر وہ زنا کرے تو وہ سنگسار کیا جائے گا اور اگر نکاح نہیں ہوا بلکہ نکاح سے پہلے ہی زنا کیا تو اسکے لئے سوکوزوں کا حکم ہے اور لونڈی اور غلام کے لئے قبل نکاح اور بعد نکاح ہر حالت میں صرف پچاس کوڑے ہیں زیادہ نہیں۔

صبر لونڈیوں کے نکاح سے بہتر ہے | یعنی لونڈیوں سے نکاح کرنے کا ارشاد اور استحسان اسی کے حق میں ہے جو کوئی شخص تم میں ڈرتا ہو مشقت یعنی زنا میں مبتلا ہونے سے اور اگر تم صبر کرو اور باندیوں سے نکاح نہ کرو تو بہت اچھا ہے تمہارے حق میں کیونکہ اولاد آزاد ہوگی۔ ہاں جس کو صبر و تحمل میں کھٹکا ہو تو اسکو بہتر ہے کہ ایسی حالت میں کسی کی لونڈی سے نکاح کر لے اور اللہ تعالیٰ بخشے والا مہربان ہے صبر کرنے والوں پر۔

ان احکام کی اہمیت و حکمت | یعنی اللہ تعالیٰ کو ان احکام کے ارشاد سے مطلوب یہی ہے کہ تم کو حلال اور حرام کا حال معلوم ہو جائے اور تم کو پہلے انبیاء کا رستہ نصیب ہو جیسے ابراہیم علیہ السلام وغیرہ اور مغفرت کرے تمہاری اور اللہ کو تمہارے مصالح اور تمام حالات کا پوا علم ہے اور اسکے ہر حکم اور ہر تدبیر میں حکمت ہے تو اب اگر اس کے حکم کی اطاعت نہ کرو گے تو ہدایت سے بھی محروم اور پہلوں کے بھی مخالف اور اللہ کی رحمت اور مغفرت سے محروم رہو گے۔ فائدہ | پہلے سے زنا اور لو اطت کی حرمت اور ان سے توبہ کرنا اور عورتوں کے متعلق بعضے احکام اور جن عورتوں سے نکاح حرام ہے انکا ذکر اور نکاح کے متعلق مہر وغیرہ قیود و شرائط کا تذکرہ اور بدکاری سے ممانعت اور اس پر سزا کا ذکر تھا اور بچند وجوہ لوگوں کو ان حکموں کی اطاعت و شواہد تھی اس لئے اس آیت میں اور آئندہ کی دو آیتوں میں ان احکام کی پابندی کو خوب مؤکد اور مستحکم کر کے مخالفت سے روک دیا واللہ اعلم۔

الشَّهَوَاتِ أَنْ تَمِيلُوا مَيْلًا عَظِيمًا ﴿٢٤﴾ يُرِيدُ اللَّهُ

اپنے مزوں کے پیچھے کہ تم پھر جاؤ راہ سے بہت دور کہ تم پھر جاؤ راہ سے بہت دور

اللہ چاہتا ہے

أَنْ يُخَفِّفَ عَنْكُمْ ۖ وَخُلِقَ الْإِنْسَانُ ضَعِيفًا ﴿٢٥﴾

کہ تم سے بوجھ ہلکا کرے اور انسان بنا ہے کمزور

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَأْكُلُوا أَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ

اے ایمان والو نہ کھاؤ مال ایک دوسرے کے آپس میں

بِالْبَاطِلِ إِلَّا أَنْ تَكُونَ تِجَارَةً عَنْ تَرَاضٍ مِّنْكُمْ ۖ

ناحق مگر یہ کہ تجارت ہو آپس کی خوشی سے

وَلَا تَقْتُلُوا أَنْفُسَكُمْ ۗ إِنَّ اللَّهَ كَانَ بِكُمْ رَحِيمًا ﴿٢٦﴾

اور نہ خون کرو آپس میں بیشک اللہ تم پر مہربان ہے

وَمَنْ يَفْعَلْ ذَلِكَ عُدْوَانًا وَظُلْمًا فَسَوْفَ نُصَلِّيهِ

اور جو کوئی یہ کام کرے تعدی اور ظلم سے تو ہم اس کو ڈالیں گے

نَارًا ۚ وَكَانَ ذَلِكَ عَلَى اللَّهِ يَسِيرًا ﴿٢٧﴾ إِنْ تَجُنَّبُوا

آگ میں اور یہ اللہ پر آسان ہے اگر تم بچتے رہو گے

كَبَائِرَ مَا تُنْهَوْنَ عَنْهُ نُكَفِّرْ عَنْكُمْ سَيِّئَاتِكُمْ وَنُدْخِلْكُمْ

ان چیزوں سے جو گناہوں میں بڑی ہیں تو ہم معاف کریں گے تم سے چھوٹے گناہ تمہارے اور داخل کریں گے تم کو

مُدْخَلًا كَرِيمًا ﴿٢٨﴾ وَلَا تَمْتُوا مَا فَضَّلَ اللَّهُ بِهِ

عزت کے مقام میں اور ہوس مت کرو جس چیز میں بڑائی دی اللہ نے

یعنی یہ مختلف قیدیں جو پہلے گذریں اس سے مطلوب تم پر رحمت فرمانا ہے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے ان قیدوں کی نسبت حکم فرمایا اور جو لوگ اپنی شہوتوں پر فریفتہ ہیں وہ البتہ یہی چاہتے ہیں کہ تم سیدھے راستے سے دور جاؤ یعنی انہی کی طرح تم بھی اپنی شہوات کا اتباع کرو اور گمراہ ہو جاؤ تو اب جو کچھ کرو سمجھ کر کرو۔

شریعت کے احکام سہل ہیں | یعنی انسان کو اللہ نے ضعیف بنایا ہے اسکو خوب معلوم ہے کہ یہ اپنی شہوات و مرغوبات سے کہاں تک صبر کر سکتا ہے تو اس لئے ہر حکم میں تخفیف کا بھی لحاظ فرمایا گیا ہے یہ نہیں ہوا کہ انسان کے حق میں جو مفید دیکھا وہ اسکے ذمہ لگا دیا سہل ہو یا دشوار مثلاً عورتوں اور شہوت سے صبر کرنا آدمی کو بہت دشوار تھا اس لئے اس کی خواہش پورا کر لینے کے لئے طریقے جائز اللہ نے بتلا دیے کہ اس سے اپنا مطلب حاصل کر سکے یہ نہیں کہ قضائے شہوت سے بالکل روک دیا گیا ہو۔ حق تعالیٰ نے اپنی رحمت سے شریعت میں تنگی نہیں فرمائی کہ کوئی حلال کو چھوڑے اور حرام کی طرف دوڑے۔ خلاصہ ان آیتوں کا یہ نکلا کہ نفس کو شہوات سے بچانا اور ان تمام قیدوں کا پابند ہونا جو عورتوں کے بارہ میں مذکور ہوئیں ہرگز دشوار امر نہیں اور انکی پابندی نہایت ضروری اور سراسر مفید ہے۔

اکل احلال کی تاکید | مطلب یہ ہے کہ کسی کو کسی کا مال ناحق کھالینا مثلاً جھوٹ بول کر یا دغا بازی سے یا چوری سے ہرگز درست نہیں ہاں اگر سوداگری یعنی بیع و شراء کرو تم باہمی رضامندی سے تو اس میں کچھ حرج نہیں اس مال کو کھاؤ۔ جس کا خلاصہ یہی نکلا کہ جائز طریقہ سے لینے کی ممانعت نہیں جو مال کو ترک کرنا تم پر دشوار ہو۔

قتل کی ممانعت | یعنی آپس میں ایک دوسرے کو قتل بھی مت کرو بیشک اللہ تعالیٰ تم پر مہربان ہے کہ بلا وجہ کسی کے مال یا جان میں تصرف کرنے کو منع فرما دیا اور تم پر ایسے احکام بھیجے جن میں سراسر تمہارے لئے بہبودی اور خیریت ہے۔

یعنی اور جو کوئی ظلم اور زیادتی سے باز نہ آئے بلکہ ناحق اوروں کا مال کھائے یا ظلماً کسی کو قتل کر ڈالے تو اسکا ٹھکانا دوزخ ہے اور ایسے ظالموں کو آگ میں ڈال دینا خدا تعالیٰ کو دشوار نہیں بالکل سہل اور آسان ہے تو اب کوئی یہ نہ سمجھ بیٹھے کہ ہم تو مسلمان ہیں دوزخ میں کیسے جاسکتے ہیں اللہ تعالیٰ مالک و مختار ہے اسکو عدل و انصاف سے کون چیز روک سکتی ہے۔

ارتکاب کبائر و سیئات میں معتزلہ کا جواب | پہلی آیت میں مذکور تھا کہ جو کوئی ظلماً کسی کے مال یا جان کو نقصان پہنچائے گا تو اسکی سزا جہنم ہے جس سے معلوم ہو گیا تھا کہ حق تعالیٰ کی نافرمانی بندہ کے لئے موجب عذاب ہے۔ اب اس آیت میں گناہوں سے بچنے کی ترغیب اور گناہوں سے اجتناب کرنے پر وعدہ مغفرت اور جنت کی توقع اور طمع دلائی جاتی ہے تاکہ اسکو معلوم کر کے ہر ایک آدمی گناہوں سے احتراز کرنے میں کوشش کرے اور معلوم ہو جائے کہ جو کبیرہ گناہ مثلاً کسی کا مال غصب یا سرقت کرنے یا کسی کو ظلماً قتل کرنے سے بچ گیا جن کا ذکر ابھی گذرا تو اسکے وہ تمام صغیرہ گناہ بخشے جائیں گے جن کا مرتکب بغرض تحصیل و تکمیل سرقت اور قتل ہوا تھا۔ اس آیت میں چند باتیں بحث طلب ہیں مگر

اصل سب کی یہی ہے کہ آیت کا اصلی اور عمدہ مطلب معلوم ہو جائے جس سے تمام امور کا جان لینا کھل ہو جائے۔ سو معتزلہ اور ان کے موافقین نے سرسری طور پر اس آیت کا یہ مضمون سمجھ لیا کہ اگر کبیرہ گناہوں سے بچتے رہو گے یعنی کبیرہ گناہ ایک بھی نہ کرو گے تو پھر محض صغیرہ گوکتے ہی ہوں ضرور معاف کر دیے جائیں گے اور اگر صغائر کے ساتھ کبیرہ کیف یا اتفاق ایک یا دو بھی شامل ہو گئے تو اب معافی ممکن نہیں بلکہ سب کی سزا ضروری ہوگئی اور اہل سنت فرماتے ہیں کہ ان دونوں صورتوں میں اللہ تعالیٰ کو معافی اور مواخذہ کا اختیار بدستور محقق ہے اول صورت میں معافی کا لازم ہونا اور دوسری صورت میں مواخذہ کو واجب سمجھنا معتزلہ کی بد فہمی اور کم فہمی ہے۔ اور اس آیت کے ظاہری الفاظ اور سرسری مضمون سے جو معتزلہ کا مذہب راجح نظر آتا ہے اس کا جواب کسی نے تو یہ دیا کہ انتفاء شرط سے انتفاء مشروط کوئی ضروری امر ہرگز نہیں۔ کسی نے یہ کہا کہ لفظ کبائر سے جو آیت میں مذکور ہے اکبر الکبائر یعنی خاص شرک مراد لے لیا اور لفظ کبائر کی جمع لانے کی وجہ تعدد اشارت کلام کو قرار دیا اور اسی کے ذیل میں چند اور باتیں بھی زیر بحث آگئیں مگر ہم ان سب امور کو نظر انداز کر کے صرف اس آیت کے محقق اور عمدہ معنی ایسے بیان کئے دیتے ہیں جو نصوص اور عقل کے مطابق اور قواعد اور ارشاد محققین کے موافق ہوں اور بشرط فہم و انصاف معنی مذکور کے بعد تمام ضمنی باتیں خود بخود حل ہو جائیں اور خلاف معتزلہ خود بخود مضحل ہو کر معتزلہ کے عدم تدارک اور کم فہمی پر حجت قوی بن جائے اور اہل حق کو اس کے ابطال و تردید کی طرف توجہ فرمانے کی حاجت ہی نہ رہے۔ سو غور سے سنئے کہ یہ تو ظاہر ہے کہ ارشاد ان تَجْتَنِبُوا كَبَائِرَ مَا تُنْهَوْنَ عَنْهُ نُكَفِّرْ عَنْكُمْ سَيِّئَاتِكُمْ جو کہ یہاں مذکور ہے اور ارشاد الَّذِينَ يَجْتَنِبُونَ كَبَائِرَ الْإِثْمِ وَالْفَوَاحِشِ إِلَّا اللَّمَمَ جو سورہ نجم میں موجود ہے ان ہر دو ارشاد کا مدعی ایک ہے صرف لفظوں میں تھوڑا سا فرق ہے تو اب جو مطلب ایک آیت کا ہو گا وہی دوسری آیت کا لیا جائے گا سورہ نجم کی آیت کی نسبت حضرت عبداللہ بن عباس کا ارشاد بخاری وغیرہ کتب حدیث میں صاف موجود ہے عن ابن عباس قال سأرت شينا اشبه باللمم مما قال ابو هريره عن النبي صلى الله عليه وسلم ان الله كتب على ابن ادم حظا من الزنى ادرک ذلك لا محالة فزنى العين النظر وزنى اللسان المنطق والنفس تمنى وتشتهى والفرج يصدق ذلك ويكذبه انتهى۔ بشرط فہم اس حدیث سے ہر دو آیات سابقہ کے واتی اور تحقیقی مطلب کا پورا سراغ لگ گیا

لَمَمَ کی تشریح اور حضرت ابن عباس جبرائیل امت اور لسان القرآن کے فرمانے سے یہ بھی معلوم ہو گیا کہ لمم اور علیٰ ہذا القیاس سیئات کے معنی اس سے بہتر نہیں۔ لے تو اب اس مطلب کے مقابلہ میں کوئی دوسری تقریر مضمون آیت کے متعلق کیونکر قابل ترجیح اور لائق پسند ہو سکتی ہے بالخصوص معتزلہ کی ہرزہ گوئی کیسے قابل التفات اور لائق جواب سمجھی جاسکتی ہے اور واقعی حدیث مذکور کا مطلب اور حضرت ابن عباس نے جو اس سے بات نکالی ایسی عجیب اور قابل قبول تحقیق ہے کہ جس سے مضمون ہر دو آیت خوب محقق ہو گیا اور معتزلہ کے خرافات کی گنجائش اور اہل حق کو اسکی تردید کی ضرورت بھی نہ رہی اور ذیلی اور ضمنی اقوال و اختلافات بھی بہت خوبی سے طے ہو گئے چنانچہ اہل فہم ادنیٰ تامل سے سمجھ سکتے ہیں بغرض توضیح ہم بھی حدیث مذکور کا خلاصہ عرض کئے دیتے ہیں۔ حضرت عبداللہ بن عباس فرماتے ہیں کہ آیت سورہ نجم میں جو لفظ لمم فرمایا گیا ہے جس کی معافی کا وعدہ کیا ہے اسکی تعیین اور تحقیق کے متعلق حدیث ابو ہریرہ سے بہتر ہم کو کوئی چیز معلوم نہیں ہوئی جس کا خلاصہ یہ ہے کہ حضرت رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے

ابن آدم کے ذمہ پر جو زنا کا حصہ مقرر فرما دیا ہے وہ ضرور اس کو مل کر رہے گا۔ سو فعل زنا میں آنکھ کا حصہ تو دیکھنا ہے اور زبان کا حصہ یہ ہے کہ اس سے وہ باتیں کی جائیں جو فعل زنا کے لئے مقدمات اور اسباب ہوں اور نفس کا حصہ یہ ہے کہ زنا کی تمنا اور اسکی خواہش کرے لیکن فعل زنا کا تحقق اور اس کا بطلان دراصل فرج یعنی شرمگاہ پر موقوف ہے یعنی اگر فرج سے زنا کا صدور ہو گیا تو آنکھ زبان دل سب کا زانی ہونا محقق ہو گیا اور اگر باوجود تحصیل جملہ اسباب و ذرائع صرف فعل فرج کا تحقق نہ ہوا بلکہ زنا سے توبہ اور اجتناب نصیب ہو گیا تو اب تمام وسائل زنا جو کہ فی نفسہ مباح تھے فقط زنا کی جمعیت کے باعث گناہ قرار دیے گئے تھے وہ سب کے سب لائق مغفرت ہو گئے یعنی ان کا زنا ہونا باطل ہو گیا اور گویا ان کا قلب ماہیت ہو کر بجائے زنا عبادت بن گئی کیونکہ فی نفسہ تو وہ افعال نہ معصیت تھے نہ عبادت بلکہ مباح تھے صرف اس وجہ سے کہ وہ زنا کے لئے وسیلہ بنتے تھے معصیت میں داخل ہو گئے تھے جب زنا کے لئے وسیلہ نہ رہے بلکہ زنا ہی بوجہ اجتناب معدوم ہو چکا تو اب ان وسائل کا زنا کے ذیل میں شمار ہونا اور ان کو معصیت قرار دینا انصاف کے صریح مخالف ہے مثلاً ایک شخص مسجد میں پہنچا چوری کے خیال سے مگر وہاں جا کر عین موقع پر تائب ہو گیا تو اس سے توبہ کی اور رات بھر اللہ کے واسطے نماز پڑھتا رہتا تو ظاہر ہے کہ جو رقم سرقہ کا ذریعہ نظر آتا تھا وہ اب توبہ اور نماز کا ذریعہ ہو گیا تو اس حدیث ابو ہریرہ کو سن کر عبد اللہ بن عباس سمجھ گئے کہ لَنْمَ وہ باتیں ہیں جو دراصل گناہ نہیں مگر گناہ کا سبب ہو کر گناہ بن جاتی ہیں تو آیت کا مطلب یہ ہوگا کہ وہ لوگ بڑے گناہ اور کھلے گناہ سے توبہ جتے ہیں ہاں صدور لَنْمَ کی نوبت آ جاتی ہے مگر بڑے اور اصلی گناہ کے صدور سے پہلے ہی وہ اپنے قصور سے تائب اور مجتنب ہو جاتے ہیں تو اب ابن عباس نے جیسے حدیث ابو ہریرہ سے آیت سورہ نجم کا مطلب سمجھ لیا ہم کو چاہئے کہ وہی معنی حسب ارشاد ابن عباس ہم آیت سورہ نساء کے بے تکلف سمجھ لیں۔ جس کے بعد بھلا اللہ نہ ہم کو اس کی ضرورت ہوگی کہ اس آیت کی توضیح میں گناہ صغیرہ اور کبیرہ کی مختلف تفسیریں نقل کریں اور نہ معتزلہ کے استدلال کے جواب کا فکر ہوگا اور تکفیر سیات کی وجہ اور دخول جنت کا سبب بھی بسہولت مطابق قواعد معلوم ہو جائے گا اور اجتناب کے معنی بھی ظاہر ہو جائیں گے اور چھوٹی چھوٹی باتیں انشاء اللہ بشرط تدریج ہو جائیں گی خلاصہ ہر دو آیت مذکور کا حسب ارشاد حدیث و بیان ابن عباس یہ ہوا کہ جو لوگ ان گناہوں سے رکیں گے اور ان کے ارتکاب سے اپنے نفس کو ہٹاتے رہیں گے جو گناہ کہ گناہوں کے سلسلہ میں مقصود اور بڑے سمجھے جاتے ہیں تو اس اجتناب اور رک جانے کی وجہ سے انکے وہ برے کام جو انہوں نے کسی بڑے گناہ کے حصول کی طمع میں کئے ہیں معاف کر دیے جائیں گے اور حسب ارشاد و آقا من خاف مقام ربہ ونہی النفس عن الہوی فإن الجنة ہی المأوی وہ لوگ جنت میں داخل ہوں گے۔ یہ مطلب نہیں کہ سلسلہ زنا کے صغائر کسی دوسرے سلسلہ کے بڑے گناہ مثلاً شراب خواری نہ کرنے سے فرو گذاشت ہو جائیں گے یا شراب خواری کی وجہ سے ان کا مواخذہ لازم اور واجب ہو جائے گا۔ واللہ اعلم۔

بَعْضَكُمْ عَلَى بَعْضٍ ۖ لِلرِّجَالِ نَصِيبٌ مِّمَّا

ایک کو ایک پر ♦ مردوں کو حصہ ہے

اَكْتَسَبُوا ۖ وَلِلنِّسَاءِ نَصِيبٌ مِّمَّا اَكْتَسَبْنَ ۖ وَسَأَلُوا

اپنی کمائی سے اور عورتوں کو حصہ ہے اپنی کمائی سے اور مانگو

اللَّهُ مِنْ فَضْلِهِ ۗ إِنَّ اللَّهَ كَانَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمًا ﴿۳۱﴾

اللہ سے اس کا فضل ♦ بیشک اللہ کو ہر چیز معلوم ہے

وَلِكُلِّ جَعَلْنَا مَوَالِي مِمَّا تَرَكَ الْوَالِدَانِ وَالْأَقْرَبُونَ ۖ

اور ہر کسی کے لیے ہم نے مقرر کر دیے ہیں وارث اس مال کے کہ چھوڑیں ماں باپ اور قرابت والے

وَالَّذِينَ عَقَدَتْ أَيْمَانُكُمْ فَآتُوهُمْ نَصِيبَهُمْ ۖ

اور جن سے معاہدہ ہوا تمہارا ان کو سے دو ان کا حصہ

إِنَّ اللَّهَ كَانَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ شَهِيدًا ﴿۳۲﴾ ۚ الرِّجَالُ

بے شک اللہ کے روبرو ہے ہر چیز ♦ مرد

قَوْمُونَ ۚ عَلَى النِّسَاءِ بِمَا فَضَّلَ اللَّهُ بَعْضَهُمْ عَلَىٰ

حاکم ہیں عورتوں پر اس واسطے کہ بڑائی دی اللہ نے ایک کو

بَعْضٍ وَبِمَا أَنْفَقُوا مِنْ أَمْوَالِهِمْ ۖ فَالصَّالِحَاتُ

ایک پر اور اس واسطے کہ خرچ کئے انہوں نے اپنے مال ♦ پھر جو عورتیں نیک ہیں

كُنْتُمْ حَافِظَاتٌ لِّلْغَيْبِ بِمَا حَفِظَ اللَّهُ ۗ وَالَّتِي

سوتا بعد از ہیں تمہاری کرتی ہیں پیٹھ پیچھے ♦ اللہ کی حفاظت سے اور جن کی

◆ ایک دوسرے کی فضیلت کی حرص نہ کرو | یعنی حق تعالیٰ جو کسی کو کسی پر کسی امر میں شرافت و فضیلت اور اختصاص و امتیاز عنایت فرمائے تو تم اس کی ہوس اور حرص مت کرو کیونکہ یہ بھی گویا ایسا ہی ہے کہ کسی کے خاص مال اور جان میں بلا وجہ دست اندازی کی جائے جس کی حرمت ابھی گزر چکی اور نیز اس سے باہم تحاسد و تباعض پیدا ہوتا ہے اور حکمت الہی کی مخالفت بھی لازم آتی ہے بعض عورتوں نے آپ کی خدمت میں عرض کیا کہ کیا سبب ہے کہ ہر جگہ حق تعالیٰ مردوں کو خطاب فرماتا ہے اور ان کو حکم کرتا ہے عورتوں کا ذکر نہیں کیا جاتا اور میراث میں مرد کو دوہرا حصہ دیا جاتا ہے عورت سے۔ اس آیت میں ان سب کا جواب ہو گیا۔

◆ یعنی مردوں اور عورتوں کے لئے حصہ مقرر ہے جیسا کچھ وہ کام کرتے ہیں۔ خلاصہ یہ ہوا کہ ہر ایک کو اس کے عمل کا بدلہ پورا ملتا ہے اس میں ہرگز کمی نہیں کی جاتی جو کسی کو شکایت کا موقع ملے ہاں یہ بات دوسری ہے کہ وہ اپنی حکمت اور رحمت کے مطابق کسی کو خاص بڑائی اور فضیلت عنایت کرے اس کی حرص اور شکایت کرنی بجا ہوس ہے۔ البتہ اپنے عمل کے معاوضہ سے اور زیادہ ثواب و انعام مانگو تو بہتر اور مناسب ہے اس میں کچھ خرابی نہیں تو اب جو فضل کا طالب ہو اس کو لازم ہے کہ عمل کے ذریعہ سے طلب کرے حسد اور تمنی سے فضل کا طالب نہ ہو اور اللہ تعالیٰ دہر ایک چیز کا پورا مہم ہے، ہر ایک کے درجے اور اس کے استحقاق کو خوب جانتا ہے اور ہر ایک کے مناسب شان اس سے معاملہ کرتا ہے تو اب جس کو فضیلت عطا کرتا ہے سراسر علم اور حکمت کے مطابق ہے۔ کوئی اپنی لاپلمی کی وجہ سے کیوں اس میں خلجان کرے۔

◆ مرنے والے کے ورثاء کا حق ادا کرو | یعنی مرد ہو یا عورت ہر ایک کے لئے تم میں سے اے مسلمانو ہم نے وارث مقرر کر دیے اس مال کے سکو چھوڑ مریں والدین اور قرابت والے، کسی کو اس سے محروم نہیں رکھا اور جن لوگوں سے تمہارا معاہدہ ہوا ہے ان کو ان کا حصہ ضرور پہنچا دو اللہ تعالیٰ کو تمام امور کا علم ہے کہ وارثوں کا کیا حصہ ہونا چاہئے اور جن سے معاہدہ ہوا ہے ان کو کیا ملنا چاہئے اور ہمارے ان احکام کو کون بجالاتا ہے اور کون نافرمانی کرتا ہے۔ فائدہ اکثر لوگ حضرت کے ساتھ اکیلے اکیلے مسلمان ہو گئے تھے اور ان کا سب کنبہ اور تمام اقربا کافر چلے آتے تھے تو اس وقت حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دو دو مسلمانوں کو آپس میں بھائی بھائی کر دیا تھا وہی دونوں آپس میں ایک دوسرے کے وارث ہوتے جب ان کے اقربا بھی مسلمان ہو گئے تب یہ آیت اتری کہ میراث تو اقربا اور رشتہ داروں ہی کا حق ہے اب رہ گئے وہ منہ بولے بھائی تو ان کے لئے میراث نہیں ہاں زندگی میں ان کے ساتھ سلوک ہے اور مرتے وقت کچھ وصیت کر دے تو مناسب ہے مگر میراث میں کوئی حصہ نہیں۔

◆ مردوں کی فضیلت اور اس کی حکمت | پہلی آیتوں میں مذکور تھا کہ مرد اور عورتوں کے حقوق کی پوری رعایت فرمائی گئی اگر رعایت حقوق میں فرق ہوتا تو عورتوں کو شکایت کا موقع ہوتا۔ اب اس آیت میں مرد اور عورت کے درجہ کو بتلاتے ہیں کہ مرد کا درجہ بڑھا ہوا ہے عورت کے درجہ سے۔ اس لئے فرق مدارج کے باعث جو احکام میں فرق ہو گا وہ سراسر حکمت اور قابل رعایت ہو گا اس میں عورت اور مرد بقاعدہ حکمت ہرگز برابر نہیں ہو سکتے عورتوں کو اس کی خواہش کرنی بالکل بجا ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ مردوں کو عورتوں پر اللہ تعالیٰ نے حاکم اور نگران حال بنایا دو درجہ سے اول بڑی اور وہی وجہ تو یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اصل سے بعضوں کو بعضوں پر یعنی مردوں کو عورتوں پر علم و عمل میں کہ جن دونوں پر تمام کمالات کا مدار ہے فضیلت اور بڑائی عطا فرمائی جس کی تشریح احادیث میں موجود ہے۔ دوسری وجہ جو یہ ہے کہ مرد عورتوں پر اپنا مال خرچ کرتے ہیں اور مہر اور خوراک اور پوشاک جملہ ضروریات کا تکفل کرتے ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ عورتوں کو مردوں کی حکم برداری چاہئے۔ فائدہ ایک صحابی نے اپنے خاوند کی نافرمانی بہت کی۔ آخر کو مرد نے ایک طمانچہ مارا۔ عورت نے اپنے باپ سے فریاد کی۔ عورت کے باپ نے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آ کر احوال ظاہر کیا آپ نے فرمایا کہ خاوند سے بدلہ لیوے۔ اتنے میں یہ آیت اتری اس پر آپ نے فرمایا کہ ہم نے کچھ چاہا اور اللہ تعالیٰ نے کچھ اور چاہا اور جو کچھ اللہ نے چاہا وہی خیر ہے۔

◆ یعنی جو عورتیں نیک ہیں وہ مردوں کی تابعداری کرتی ہیں اور اللہ کے حکم کے موافق خاوند کے پیٹھے پیچھے اسکی رضا کے موافق اپنے نفس اور خاوند کے مال کی حفاظت کرتی ہیں۔ اپنے نفس اور مال زوج میں کسی قسم کی خیانت نہیں کرتیں۔

تَخَافُونَ نُشُوزَهُنَّ فَعِظُوهُنَّ وَاهْجُرُوهُنَّ فِي

بدخونی کا ڈر ہو تم کو تو ان کو سمجھاؤ اور جدا کرو

الْمُضَاجِعِ وَأَضْرِبُوهُنَّ فَإِنْ أَطَعْنَكُمْ فَلَا تَبْغُوا

سوتے میں اور مارو پھر اگر کہنا میں تمہارا تو مت تلاش کرو

عَلَيْهِنَّ سَبِيلًا ۝ إِنَّ اللَّهَ كَانَ عَلِيمًا كَبِيرًا ۝

ان پر راہ انراہ کی بیشک اللہ ہے سب سے اوپر بڑا

وَإِنْ خِفْتُمْ شِقَاقَ بَيْنِهِمَا فَابْعَثُوا حَكَمًا مِّنْ

اور اگر تم ڈرو کہ دونوں آپس میں ضد رکھتے ہیں تو کھڑا کرو ایک منصف

أَهْلِهِ وَحَكَمًا مِّنْ أَهْلِهَا ۚ إِنَّ يُرِيدَ إِصْلَاحًا

مرد والوں میں سے اور ایک منصف عورت والوں میں سے اگر یہ دونوں چاہیں گے کہ صلح کرادیں

يُوفِّقُ اللَّهُ بَيْنَهُمَا ۝ إِنَّ اللَّهَ كَانَ عَلِيمًا خَبِيرًا ۝

تو اللہ موافقت کر دے گا ان دونوں میں بیشک اللہ سب کچھ جاننے والا خبردار ہے

وَاعْبُدُوا اللَّهَ وَلَا تَشْرِكُوا بِهِ شَيْئًا وَبِالْوَالِدَيْنِ

اور بندگی کرو اللہ کی اور شریک نہ کرو اس کا کسی کو اور ماں باپ کے ساتھ

إِحْسَانًا وَبِذِي الْقُرْبَىٰ وَالْيَتَامَىٰ وَالْمَسْكِينِ

نیکی کرو اور قرابت والوں کے ساتھ اور یتیموں اور فقیروں

وَالْجَارِ ذِي الْقُرْبَىٰ وَالْجَارِ الْجُنُبِ وَالصَّاحِبِ

اور ہمسایہ قریب اور ہمسایہ اجنبی اور پاس

عورتوں کی تادیب کا طریقہ | یعنی اگر کوئی عورت خاوند سے بدخونی کرے تو پہلا درجہ تو یہ ہے کہ مرد اس کو زبانی فہمائش کرے اور سمجھاوے اگر نہ مانے تو دوسرا درجہ یہ ہے کہ جدا سووے لیکن اسی گھر میں۔ اس پر بھی نہ مانے تو آخری درجہ یہ ہے کہ اسکو مارے بھی، پر نہ ایسا کہ جس کا نشان باقی رہے یا ہڈی ٹوٹے ہر تقصیر کا ایک درجہ ہے۔ اسی کے موافق تادیب اور تنبیہ کی اجازت ہے۔ جس کے تین درجے ترتیب وار آیت میں مذکور ہیں اور مارنا پینٹنا آخر کا درجہ ہے۔ سرسری قصور پر نہ مارے ہاں قصور زیادہ ہو پھر مارنے میں حرج نہیں جس قدر مناسب ہو مارے پیٹے مگر اس کا لحاظ رہے کہ ہڈی نہ ٹوٹے اور نہ ایسا زخم پہنچائے کہ جس کا نشان باقی رہ جائے۔

یعنی وہ عورتیں تمہاری نصیحت یا علیحدگی یا ضرب و تادیب کے بعد اگر بدخونی اور نافرمانی سے باز آجائیں اور بظاہر مطیع ہو جائیں تو تم بھی بس کر جاؤ اور ان کے قصوروں کی کھود کرید مت کرو اور خواہ مخواہ انکے ملزم بنانے میں خدا سے ڈرو۔ بیشک اللہ تم سب سے غالب اور سب پر حاکم ہے۔ نہ عورتوں کے معاملہ میں خواہ مخواہ کی بدگمانی سے کام لو اور نہ تھوڑے قصور پر اخیر کی سزا دینے لگو بلکہ ہر قصور کی ایک حد ہے اور مارنا اخیر کا درجہ ہے۔

گھریلو جھگڑوں میں منصف بنانے کا حکم | یعنی اے مسلمانو اگر تم کو اندیشہ ہو کہ خاوند اور عورت میں مخالفت اور ضد ہے وہ اپنے باہمی نزاع کو خود نہ سلجھا سکیں گے تو تم کو چاہئے کہ ایک منصف مرد کے اقارب میں سے ایک منصف عورت کے اقارب میں سے مقرر کر کے بغرض فیصلہ زوجین کے پاس بھیجو کیونکہ اقارب کو انکے حالات بھی زیادہ معلوم ہوتے اور ان سے خیر خواہی کی بھی زیادہ امید ہے۔ یہ دونوں منصف احوال کی تحقیق کریں گے اور جس کا جتنا قصور دیکھیں گے اس کو سمجھا کر باہم موافقت کرا دیں گے۔

یعنی اگر دونوں منصف اصلاح بین الزوجین کا قصد کریں گے تو اللہ تعالیٰ ان کے حسن نیت اور حسن سعی سے زوجین میں موافقت کرا دے گا بیشک اللہ تعالیٰ کو تمام چیزوں کا علم اور اطلاع ہے۔ رفع نزاع اور حصول اتفاق کے اسباب اور کیفیات اس کو خوب معلوم ہیں اس لئے نزاع زوجین کے رفع ہونے میں کوئی دشواری نہ ہوگی انشاء اللہ۔

یعنی عبادت اور نیک عمل خدا پر یقین کر کے اور ثواب آخرت کی توقع سے کروغیر اور ریا سے مال دینا یہ بھی شرک ہے گو کم درجہ کا ہے۔

بِالْحُبِّ وَابْنِ السَّبِيلِ ۶ وَمَا مَلَكَتْ أَيْمَانُكُمْ ۷

بیٹھنے والے اور مسافر کے ساتھ اور اپنے ہاتھ کے مال یعنی غلام باندیوں کے ساتھ

إِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ مَنْ كَانَ مُخْتَالًا فَخُورًا ۷

بیشک اللہ کو پسند نہیں آتا اترانے والا بڑائی کرنے والا

الَّذِينَ يَبْخُلُونَ وَيَأْمُرُونَ النَّاسَ بِالْبُخْلِ

وہ لوگ جو بخل کرتے ہیں اور سکھاتے ہیں لوگوں کو بخل

وَيَكْتُمُونَ مَا آتَاهُمُ اللَّهُ مِنْ فَضْلِهِ ۷ وَاعْتَدْنَا

اور چھپاتے ہیں جو ان کو دیا اللہ نے اپنے فضل سے اور تیار کر رکھا ہے ہم نے

لِلْكَافِرِينَ عَذَابًا مُهِينًا ۸ وَالَّذِينَ يُنْفِقُونَ

کافروں کے لیے عذاب ذلت کا اور وہ لوگ جو خرچ کرتے ہیں

أَمْوَالَهُمْ رِئَاءَ النَّاسِ وَلَا يُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَلَا

اپنے مال لوگوں کو دکھانے کو اور ایمان نہیں لاتے اللہ پر اور نہ

بِالْيَوْمِ الْآخِرِ ۷ وَمَنْ يَكُنِ الشَّيْطَانُ لَهُ قَرِينًا

قیامت کے دن پر اور جس کا ساتھی ہو شیطان

فَسَاءَ قَرِينًا ۹ وَمَا ذَا عَلَيْهِمْ لَوْ آمَنُوا بِاللَّهِ وَ

تو وہ بہت برا ساتھی ہے اور کیا نقصان تھا ان کا اگر ایمان لاتے اللہ پر اور

الْيَوْمِ الْآخِرِ ۷ وَأَنْفَقُوا مِمَّا رَزَقَهُمُ اللَّهُ ۷ وَكَانَ

قیامت کے دن پر اور خرچ کرتے اللہ کے دیے ہوئے میں سے اور

حقوق العباد اور ان کی ترتیب | یتیمی اور نساء اور در ثاء اور زوجین کے حقوق اور ان کے ساتھ حسن معاملہ کو بیان فرما کر اب یہ ارشاد ہے کہ ہر ایک کا حق درجہ بدرجہ تعلق کے موافق اور حاجت مندی کے مناسب ادا کرو۔ سب سے مقدم اللہ تعالیٰ کا حق ہے، پھر ماں باپ کا۔ پھر درجہ بدرجہ سب واسطہ داروں اور حاجت مندوں کا اور ہمسایہ قریب اور غیر قریب سے مراد قرب و بعد نسبی ہے یا قرب و بعد مکانی۔ صورت اولیٰ میں یہ مطلب ہوگا کہ ہمسایہ قرابتی کا حق ہمسایہ اجنبی سے زیادہ ہوگا اور صورت ثانیہ کا مدعا یہ ہوگا کہ پاس کے ہمسایہ کا حق ہمسایہ بعید یعنی جو کہ فاصلہ سے رہتا ہے اس سے زیادہ ہے اور پاس بیٹھنے والے میں رفیق سفر اور پیشہ کے اور کام کے شریک اور ایک آقا کے دونوں اور ایک استاد کے دو شاگرد اور دوست اور شاگرد اور مرید وغیرہ سب داخل ہیں اور مسافر میں مہمان وغیر مہمان دونوں آگے اور مال مملوک غلام اور لونڈی کے علاوہ دیگر حیوانات کو بھی شامل ہے۔ آخر میں فرما دیا کہ جس کے مزاج میں تکبر اور خود پسندی ہوتی ہے کہ کسی کو اپنے برابر نہ سمجھے، اپنے مال پر مغرور اور عیش میں مشغول ہو وہ ان حقوق کو ادا نہیں کرتا سو اس سے احتراز رکھو اور جدا رہو۔

بخل کی مذمت | یعنی اللہ تعالیٰ دوست نہیں رکھتا خود پسند اور تکبر کرنے والوں کو جو کہ بخل کرتے ہیں اور اپنے مال اور علم خداداد کو لوگوں سے چھپاتے ہیں۔ کسی کو نفع نہیں پہنچاتے اور قولاً اور عملاً دوسروں کو بھی بخل کی ترغیب دلاتے ہیں اور ان کافروں کے لئے ہم نے ذلت کا عذاب تیار کر رکھا ہے۔ فائدہ | یہ آیت یہودیوں کے بارہ میں نازل ہوئی جو فی سبیل اللہ خرچ کرنے میں خود بھی بخل کرتے تھے اور مسلمانوں کو بھی روکنا چاہتے تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اوصاف جو تورات میں مذکور تھے اور حقانیت اسلام کی آیات جو موجود تھیں انکو چھپاتے تھے۔ سو مسلمانوں کو اس سے احتراز لازم ہے۔

دکھاوے کیلئے خرچ کرنے والے | اور خود پسند متکبر وہ لوگ ہیں کہ اپنا مال لوگوں کے دکھانے کو خرچ کرتے ہیں۔ یعنی اللہ کے لئے خرچ کرنے میں تو خود بھی بخل کرتے ہیں اور دوسروں کو بھی بخل کی ترغیب دیتے ہیں لیکن لوگوں کے دکھانے کو اپنا مال خرچ کرتے رہتے ہیں اور ان کو نہ اللہ پر ایمان ہے نہ قیامت کے دن پر کہ حصول رضائے حق تعالیٰ اور تحصیل ثواب اخروی ان کو مقصود ہو۔ اور اللہ کے یہاں مقبول اور پسندیدہ یہ ہے کہ ان حقداروں کو دیا جائے جن کا اول ذکر ہو چکا اور دینے میں اللہ کی خوشنودی اور آخرت کے ثواب کی توقع ہو۔ اس سے معلوم ہو گیا کہ اللہ کی راہ میں جیسا بخل کرنا برا ہے ویسا ہی لوگوں کے دکھانے کو خرچ کرنا برا ہے اور ایسا کام وہی کرتے ہیں جن کا رفیق شیطان ہے جو ان کو ایسے کام پر آمادہ کرتا ہے۔

اللَّهُ بِهِمْ عَلِيمًا ﴿۳۹﴾ إِنَّ اللَّهَ لَا يُظْلِمُ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ ۚ

اللہ کو ان کی خوب خبر ہے ﴿۳۹﴾ بیشک اللہ حق نہیں رکھتا کسی کا ایک ذرہ برابر

وَإِنْ تَكُ حَسَنَةً يُضْعِفُهَا وَيُؤْتِي مِنْ لَدُنْهُ

اور اگر نیکلی ہو تو اس کو دونا کر دیتا ہے اور دیتا ہے اپنے پاس سے

أَجْرًا عَظِيمًا ﴿۴۰﴾ فَكَيْفَ إِذَا جِئْنَا مِنْ كُلِّ أُمَّةٍ بِشَهِيدٍ

بڑا ثواب ﴿۴۰﴾ پھر کیا حال ہوگا جب بلاویں گے ہم ہر امت میں سے احوال کہنے والا

وَجِئْنَا بِكَ عَلَىٰ هَؤُلَاءِ شَهِيدًا ﴿۴۱﴾ يَوْمَئِذٍ يُوَدُّ

اور بلاویں گے تجھ کو ان لوگوں پر احوال بتانے والا ﴿۴۱﴾ اس دن آرزو کریں گے

الَّذِينَ كَفَرُوا وَعَصُوا الرَّسُولَ كَوْتَسْوَىٰ بِهِمُ الْأَرْضُ

وہ لوگ جو کافر ہوئے تھے اور رسول کی نافرمانی کی تھی کاش برابر کئے جاویں وہ زمین میں

وَلَا يَكْتُمُونَ اللَّهَ حَدِيثًا ﴿۴۲﴾ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا

اور نہ چھپائیں گے اللہ سے کوئی بات ﴿۴۲﴾ اے ایمان والو

لَا تَقْرَبُوا الصَّلَاةَ وَأَنْتُمْ سُكَرَىٰ حَتَّىٰ تَعْلَمُوا

نزدیک نہ جاؤ نماز کے جس وقت کہ تم نشہ میں ہو یہاں تک کہ سمجھنے لگو

مَا تَقُولُونَ وَلَا جُنُبًا إِلَّا عَابِرِي سَبِيلٍ حَتَّىٰ

جو کہتے ہو اور نہ اس وقت کہ غسل کی حاجت ہو مگر راہ چلتے ہوئے یہاں تک

تَغْتَسِلُوا ۚ وَإِنْ كُنْتُمْ مَرْضَىٰ أَوْ عَلَىٰ سَفَرٍ أَوْ جَاءَ

کہ غسل کر لو ﴿۴۳﴾ اور اگر تم مریض ہو یا سفر میں یا آیا ہے

یعنی ان کافروں کا کچھ نقصان نہ تھا اگر وہ بجائے کفر اللہ اور دن قیامت پر ایمان لاتے اور بجائے نکل وریا اللہ کی راہ میں مال کو خرچ کرتے بلکہ ان کا سراسر نفع تھا۔ ضرر تو اس میں ہے جس کو وہ اختیار کر رہے ہیں اور اللہ خوب جانتا ہے کہ وہ کیا اور کس نیت سے کر رہے ہیں۔ اسی کا عوض ان کو ملے گا پہلی آیت میں **يُنْفِقُونَ أَمْوَالَهُمْ** فرمایا تھا۔ مال کو ان کی طرف منسوب کیا تھا۔ اب **وَأَنْفَقُوا مِمَّا رَزَقَهُمُ اللَّهُ** ط فرمایا اس میں لطیف اشارہ ہے کہ وہ لوگ اپنا مال سمجھ کر جس طرح جی چاہتا ہے خرچ کرتے ہیں ان کو چاہئے تھا کہ اللہ کا مال سمجھ کر اس کے حکم کے موافق خرچ کرتے۔

﴿۲﴾ **سزا میں انصاف اور جزاء میں رحمت** | یعنی اللہ تعالیٰ کسی کا حق ایک ذرہ کے برابر بھی ضائع نہیں فرماتا سوان کافروں پر جو عذاب ہوگا وہ عین انصاف اور ان کی بد اعمالی کا بدلہ ہے۔ اگر ذرہ برابر بھی کسی کی نیکی ہوگی تو اضعاف مضاعف اس کا اجر دے گا اور اپنی طرف سے ثواب عظیم بطور انعام اس کو عنایت کرے گا۔

﴿۳﴾ **آخرت میں آنحضرت ﷺ کی گواہی** | یعنی ان کافروں کا کیا برا حال ہوگا جس وقت کہ بلائیں گے ہم ہر امت اور ہر قوم میں سے گواہ ان کے حالات بیان کرنے والا۔ اور ان کے واقعی معاملات ظاہر کرنے والا اس سے مراد ہر امت کا نبی اور ہر عہد کے صالح اور معتبر لوگ ہیں کہ وہ قیامت کو نافرمانوں کی نافرمانی اور فرمانبرداروں کی فرمانبرداری بیان کریں گے اور سب کے حالات کی گواہی دیں گے اور تم کو اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم ان پر یعنی تمہاری امت پر مثل دیگر انبیاء علیہم السلام کے احوال بتانے والا اور گواہ بنا کر لاویں گے اور یہ بھی احتمال ہے کہ **هَؤُلَاءِ** کا اشارہ انبیاء سابقین یا کفارہ مذکورہ بالا کی طرف ہو۔ اول صورت میں انبیاء مراد ہوں تو مطلب یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انبیاء سابقین کی صداقت پر گواہی دیں گے جب کہ انکی امتیں ان کی تکذیب کریں گی اور دوسرے احتمال سے کفار مراد ہوں تو مطلب یہ ہے کہ انبیاء سابقین جیسا اپنی اپنی امت کے کفار فساق کے کفر و فسق کی گواہی دیں گے تم بھی اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم ان سب کی بد اعمالی پر گواہ ہو گے جس سے انکی خرابی اور برائی خوب محقق ہوگی۔

﴿۴﴾ **آخرت میں نافرمانوں اور کفار کا پچھتاوا** | یعنی جس دن ہر امت میں سے ان کے حالات بیان کرنے والا بلایا جائے گا اس دن کافر اور نافرمان لوگ اس بات کی تمنا کریں گے کہ کاش ہم زمین میں ملا دیے جاتے اور مٹی میں مل کر نیست و نابود ہو جاتے، آج پیدا نہ ہوتے اور ہم سے حساب و کتاب نہ ہوتا اور وہ لوگ اللہ تعالیٰ سے کسی بات کا اخفا نہ کر سکیں گے اور ذرہ ذرہ کا حساب ہوگا۔ شروع سورت سے مسلمانوں کو اقارب اور زوجین وغیرہ کے ادائے حقوق کی

تائید اور کسی کی حق تلفی کرنے اور جانی و مالی نقصان پہنچانے کی ممانعت اور معاصی کی خرابی پر مطلع کر کے اس کے بعد
 وَاَعْبُدُوا اللَّهَ وَلَا تُشْرِكُوا بِهِ شَيْئًا فَرَمَا كَرَامًا قَرَابًا اُورِیَ تَائِی اُورِیَ مَسَائِیْنِ اُورِیَ مَسَائِیُوں وَغَیْرِهِ كَے سَا تَھ اَحْسَانِ
 و سلوک کرنے کا ارشاد کر کے اسی کے ذیل میں تکبر اور خود پسندی اور بخل و ریاست ڈرایا تھا جو ایسے عیب ہیں کہ دوسروں
 کے حق ادا کرنے اور کسی کے ساتھ سلوک کرنے سے روکتے بھی ہیں اور روپیہ پیسہ دینے والوں اور لوگوں کے ساتھ
 سلوک کرنے والوں کی طبیعت میں خواہ مخواہ آنے بھی لگتے ہیں۔

نماز کے شرائط و آداب | اب ان تمام حکموں کے آخر میں پھر مسلمانوں کو صریح خطاب فرما کر خاص نماز کی
 بابت جو سب عبادتوں میں اعلیٰ اور افضل ہے اور شریعت میں جس قدر اس کا اہتمام کیا ہے اور اسکے ارکان و شرائط و
 آداب وغیرہ کو مفصل بتلایا ہے کسی عبادت کا اس قدر اہتمام نہیں کیا۔ دو باتوں کی تاکید فرمائی جو امور متعلقہ صلوٰۃ
 میں سب سے اہم اور نفس پر شاق ہیں اور ارکان صلوٰۃ کی صحت اور خوبی کے لئے جسم اور جان ہیں۔ اول یہ کہ نشہ کی
 حالت میں نماز کے یا کر، نہ جاؤ تاہ وقتیکہ جو منہ سے نکلے اس کو سمجھ بھی لو اور جنابت میں بھی نماز سے دور رہو یہاں
 تک کہ غسل کر کے تمام بدن کو خوب پاک کر لو کیونکہ نماز میں دو امر مہتمم بالشان ہیں ایک حضور اور خشوع، دوسرے
 طہارت اور نظافت اور جملہ امور متعلقہ صلوٰۃ میں یہی دو امر نفس پر شاق بھی ہیں اور نشہ خشوع اور حضور کے مخالف
 ہے تو جنابت طہارت اور نظافت کے منافی ہے بلکہ نشہ چونکہ مثل نوم اور غشی ناقض وضو ہے تو اس لئے طہارت کے
 بھی مخالف ہے تو مطلب یہ ہوا کہ نماز کو پورے اہتمام سے پڑھو اور جملہ امور ظاہری اور باطنی کا لحاظ رکھو گو نفس پر
 شاق ہو۔ باقی اس خاص موقع پر اس تاکید اور تنبیہ کے ارشاد فرمانے سے دو نفعے معلوم ہوتے ہیں۔ اول یہ کہ
 احکام کثیرہ مذکورہ بالا جن میں حقوق اور معاملات باہمی اور عبادات جانی و مالی کا ذکر تھا ان سب کو بجالانے کے
 ساتھ بخل اور ریاء اور خود پسندی اور بڑائی سے بھی مجتنب رہنا چونکہ نفس پر شاق ہے اور سننے والوں کو خلجان کا موقع
 ہے تو اس دشواری اور خلجان کا علاج بتانا منظور ہے یعنی نماز کو اسکی شرائط و آداب ظاہری و باطنی کے ساتھ ادا کرو
 گے تو جملہ اوامر و نواہی مذکورہ بالا کی تعمیل تم پر سہل ہو جائے گی کیونکہ نماز کی وجہ سے جملہ اوامر و عبادات میں سہولت
 اور رغبت اور تمام منہیات اور معاصی سے نفرت پیدا ہو جاتی ہے جیسا کہ دیگر آیات و احادیث میں مذکور ہے اور
 علمائے محققین نے تصریح فرمائی ہے۔ دوسرے یہ کہ احکام کثیرہ سابقہ کو سن کر بعید نہیں جو کامل کم ہمت اپنے آپ کو
 مجبور خیال کر کے ہمت ہار دیں اور اس کاہلی کا اثر نماز میں بھی ظاہر ہونے لگے جس کی شرائط و آداب بہت کچھ
 ہیں اور جو ہر وقت موجود ہے اس لئے نماز کا اہتمام مناسب ہوا۔ الحاصل جو کوئی اقامت صلوٰۃ کا اہتمام اور التزام
 رکھے گا اسکو دیگر احکام جانی و مالی میں بھی آسانی اور سہولت ہوگی اور جو کوئی دیگر احکام میں کاہلی اور بے پردائی کرتا
 ہے اس سے اقامت صلوٰۃ میں بھی کوتاہی کرنا بعید نہیں، واللہ اعلم۔

◆ نشہ و جنابت میں نماز کی ممانعت | پہلی آیات میں مسلمانوں کو خطاب تھا **وَاعْبُدُوا اللَّهَ وَلَا تُشْرِكُوا بِهِ شَيْئًا** الی آخر الآیات اور اسی کے ذیل میں کفار کی مذمت بیان فرمائی تھی جو کہ امور مذکورہ سابقہ کی مخالفت کرتے تھے اب اسکے بعد پھر مسلمانوں کو دربارہٴ صلوٰۃ بعض خاص ہدایتیں کی جاتی ہیں اور ان ہدایات کو ما قبل کے ساتھ یہ مناسبت ہے کہ اس سے پہلے کفار اور اہل کتاب کی دو خرابیوں کا خاص طور پر ذکر تھا ایک اللہ پر ایمان نہ لانا دوسرے اپنا مال اللہ کے لئے خرچ نہ کرنا بلکہ لوگوں کے دکھانے کو اور اپنی عزت بڑھانے کو مال خرچ کرنا اور ظاہر ہے کہ پہلی خرابی کا منشا تو علم کا نقصان اور جہل کا غلبہ ہے اور دوسری خرابی کی وجہ ہوائے نفس اور اپنی خواہش ہے جس سے معلوم ہو گیا کہ گمراہی کے بڑے سبب دو ہیں، اول جہل جس میں حق و باطل کی تمیز ہی نہیں ہوتی، دوسرے خواہش و شہوت جس سے باوجود تمیز حق و باطل حق کے موافق عمل نہیں کر سکتا کیونکہ شہوات سے قوت ملکی ضعیف اور قوت بھیمی قوی ہو جاتی ہے جس کا نتیجہ ملائکہ سے بعد اور شیاطین سے قرب ہے جو بہت سی خرابیوں کی جڑ ہے تو اب اس مناسبت سے حق تعالیٰ شانہ نے مسلمانوں کو نشہ کی حالت میں نماز پڑھنے سے اول منع فرمایا کہ یہ جہل کی حالت ہے۔ اسکے بعد جنابت میں نماز پڑھنے سے روکا کہ یہ حالت ملائکہ سے بعد اور شیاطین سے قرب کی حالت ہے۔ حدیث میں وارد ہے کہ جہاں جہنی ہوتا ہے وہاں ملائکہ نہیں آتے واللہ اعلم۔ اب آیت کا مطلب یہ ہوا کہ اے ایمان والو جب تم کو کفر اور ریا کی خرابی معلوم ہو چکی اور ان کے اضداد کی خوبی واضح ہو چکی تو اس سے نشہ اور جنابت کی حالت میں نماز پڑھنے کی خرابی کو بھی خوب سمجھ لو کہ ان کا منشا بھی وہی ہے جو کفر و ریا کا منشا تھا۔ اس لئے نشہ میں نماز کے نزدیک نہ جانا چاہئے۔ تا وقتیکہ تم کو اس قدر ہوش نہ آجائے کہ جو منہ سے کہو اس کو سمجھ بھی سکو اور نہ حالت جنابت میں نماز کے نزدیک جانا چاہئے تا وقتیکہ غسل نہ کر لو مگر حالت سفر میں اس کا حکم آگے مذکور ہے۔ **فَإِنَّهَا** یہ حکم اس وقت تھا کہ نشہ اس وقت تک حرام نہ ہوا تھا لیکن نشہ کی حالت میں نماز پڑھنے کی ممانعت کر دی گئی تھی۔ روایات میں منقول ہے کہ ایک جماعت صحابہؓ کی دعوت میں جمع تھی چونکہ شراب اس وقت تک حرام نہ ہوئی تھی اس لئے انہوں نے شراب پی تھی۔ مغرب کا وقت آ گیا تو سب اسی حالت میں نماز کو کھڑے ہو گئے امام نے سورہ قل **يَا أَيُّهَا الْكَافِرُونَ** میں **لَا تَعْبُدُوا مَا تَعْبُدُونَ** کی جگہ **اعْبُدُوا مَا تَعْبُدُونَ** بیہوشی میں پڑھ دیا جس سے معنی بالکل خلاف اور غلط ہو گئے اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ اب اگر نیند کے غلبے یا بیماری کی وجہ سے کسی کا ایسا حال ہو جائے کہ اس کی خبر نہ رہے کہ میں نے کیا کہا تو ایسی حالت کی نماز بھی درست نہ ہوگی جب ہوش آئے تو اسکی قضا ضرور کر لے۔

أَحَدٌ مِّنْكُمْ مِّنَ الْغَائِطِ أَوْ لَسْتُمْ النِّسَاءَ فَلَمْ

کوئی شخص تم میں سے کسی غائط میں سے نہ ہو اور نہ تم عورتوں کے

تَجِدُوا مَاءً فَتَيَمَّمُوا صَعِيدًا طَيِّبًا فَامْسَحُوا

نہ ملے تو تم کو پانی تو ارادہ کرو زمین پاک کا

بِوُجُوهِكُمْ وَأَيْدِيكُمْ ۗ إِنَّ اللَّهَ كَانَ عَفُورًا ۝۳۳

اپنے منہ کو اور ہاتھوں کو بیشک اللہ ہے معاف کرنے والا بخشنے والا

الْمُتَرَاتِلِ الَّذِينَ أوتُوا نَصِيبًا مِّنَ الْكِتَابِ

کیا تو نے نہ دیکھا ان کو جن کو ملا ہے کچھ حصہ کتاب سے

يَشْتَرُونَ الضَّلَّاتِ وَيُرِيدُونَ أَنْ تَضِلُّوا السَّبِيلَ ۝۳۴

خرید کرتے ہیں گمراہی اور چاہتے ہیں کہ تم بھی بہک جاؤ راہ سے

وَاللَّهُ أَعْلَمُ بِأَعْدَائِكُمْ ۗ وَكَفَىٰ بِاللَّهِ وَلِيًّا ۚ وَكَفَىٰ

اور اللہ خوب جانتا ہے تمہارے دشمنوں کو اور اللہ کافی ہے حمایتی اور اللہ

بِاللَّهِ نَصِيرًا ۝۳۵ مِنَ الَّذِينَ هَادُوا يُحَرِّفُونَ

کافی ہے مددگار بعض لوگ یہودی پھرتے ہیں

الْكَلِمَ عَنْ مَّوَاضِعِهِ وَيَقُولُونَ سَمِعْنَا وَعَصَيْنَا

بات کو اس کے ٹھکانے سے اور کہتے ہیں ہم نے سنا اور نہ مانا

◆ تیمم کا حکم | یعنی حالت جنابت میں نماز کا نہ پڑھنا تا وقتیکہ غسل نہ کر لے یہ حکم جب ہے کہ کوئی عذر نہ ہو اور اگر کوئی ایسا عذر پیش آئے کہ پانی کے استعمال سے معذوری ہو اور طہارت کا حاصل کرنا ضروری ہو تو ایسے وقت میں زمین سے تیمم کر لینا کافی ہے۔ اب پانی کے استعمال سے معذوری کی تین صورتیں بتلائیں ایک بیماری کہ اس میں پانی ضرر کرتا ہے، دوسری یہ کہ سفر و پیش ہے اور پانی

اتنا موجود ہے کہ وضو کر لے تو پیاس سے ہلاک ہونے کا اندیشہ ہے دور تک پانی نہ ملے گا۔ تیسری یہ کہ پانی بالکل موجود ہی نہیں اس پانی موجود نہ ہونے کی صورت کے ساتھ دو صورتیں طہارت کے ضروری ہونے کی بیان فرمائیں ایک یہ کہ کوئی جائے ضرور سے فارغ ہو کر آیا اس کو وضو کی حاجت ہے دوسری یہ کہ عورت سے صحبت کی ہو تو اس کو غسل کی ضرورت ہے۔ فائدہ تیمم کی صورت یہ ہے کہ پاک زمین پر دونوں ہاتھ مارے پھر سارے منہ پر اچھی طرح مل لیوے پھر دونوں ہاتھ زمین پر مار کر دونوں ہاتھوں کو کہنیوں تک مل لے مٹی ظاہر ہے اور بعض چیزوں کے لئے مثل پانی کے مطہر بھی ہے مثلاً خف، تلوار، آئینہ وغیرہ اور جو نجاست زمین پر گر کر خاک ہو جاتی ہے وہ بھی پاک ہو جاتی ہے اور نیز ہاتھ اور چہرہ پر مٹی ملنے میں تدلل اور بجز بھی پورا ہے جو گناہوں سے معافی مانگنے کی اعلیٰ صورت ہے۔ سو جب مٹی ظاہری اور باطنی دونوں طرح کی نجاست کو زائل کرتی ہے تو اس لئے بوقت مذوری پانی کی قائم مقام کی گئی۔ اسکے سوا مقتضائے آسانی و سہولت جس پر حکم تیمم مبنی ہے یہ ہے کہ پانی کی قائم مقام ایسی چیز کی جائے جو پانی سے زیادہ سہل الوصول ہو۔ سوزین کا ایسا ہونا ظاہر ہے کیونکہ وہ سب جگہ موجود ہے۔ معبد خاک انسان کی اصل ہے اور اپنی اصل کی طرف رجوع کرنے میں گناہوں اور خرابیوں سے بچاؤ ہے۔ کافر بھی آرزو کریں گے کہ کسی طرح خاک میں مل جائیں جیسا پہلی آیت میں مذکور ہے۔

یعنی اللہ تعالیٰ نے ضرورت کے وقت تیمم کی اجازت دے دی اور مٹی کو پانی کے قائم مقام کر دیا اس لئے کہ وہ سہولت اور معافی دینے والا ہے اور بندوں کی خطائیں بخشنے والا ہے اپنے بندوں کے نفع اور آسائش کو پسند فرماتا ہے جس سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ نماز میں نشہ کی حالت میں جو کچھ کا کچھ پڑھا گیا تھا وہ بھی معاف کر دیا گیا جس سے یہ خلجان نہ رہا کہ آئندہ کو تو ایسی حالت میں نماز نہ پڑھیں گے مگر جو پہلے غلطی ہو گئی شاید اسکی نسبت مواخذہ ہو۔

یہودیوں کے تین گستاخانہ قول | ان آیات میں یہود کے بعض قبائل اور ان کے مکر و فریب کا بیان ہے اور ان کی ضلالت اور کفر پر خود ان کو اور نیز دوسروں کو مطلع کرنا ہے تاکہ ان سے علیحدہ رہیں چنانچہ ان اللہ لا یحب من کان مٹحلاً فخوراً سے لیکر یا ایھا الذین امنوا لا تقربوا الصلوة تک یہود کے قبائل مذکور ہو چکے ہیں۔ بیچ میں ایک خاص مناسبت سے نشہ اور جنابت میں نماز سے ممانعت فرما کر پھر یہود کے قبائل کا بیان ہے۔ یہود کو کتاب سے کچھ حصہ ملا یعنی لفظ پڑھنے کو ملے اور عمل کرنا جو اصل مقصود تھا نہیں ملا اور گمراہی خرید کرتے ہیں یعنی پیغمبر آخر الزماں صلی اللہ علیہ وسلم کے حالات اور اوصاف کو دنیا کی عزت اور رشوت کے واسطے چھپاتے ہیں اور جان بوجھ کر انکار کرتے ہیں اور چاہتے ہیں کہ مسلمان بھی دین سے پھر کر گمراہ ہو جائیں اور اللہ تعالیٰ اے مسلمانو تمہارے دشمنوں کو خوب جانتا ہے۔ تم ایسا ہرگز نہیں جانتے سو اللہ کے فرمانے پر اطمینان کرو اور ان سے بچو اور اللہ تعالیٰ تم کو نفع پہنچانے اور نقصان سے بچانے کے لئے کافی ہے اس لئے دشمنوں سے اس قسم کا اندیشہ مت کرو اور دین پر قائم رہو۔

یعنی یہود میں ایسے لوگ بھی ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے جو تورات میں نازل فرمایا اس کو اپنے ٹھکانے سے پھرتے اور بدلتے ہیں یعنی تحریف لفظی اور معنوی کرتے ہیں۔

یعنی جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کو کوئی حکم سنا تے تو یہود جواب میں کہتے ہم نے سن لیا مطلب یہ ہوا کہ قبول کر لیا لیکن آہستہ سے کہتے تھے کہ نہ مانا یعنی ہم نے فقط کان سے سنا دل سے نہیں مانا۔

وَاسْمَعُ غَيْرَ مُسْمِعٍ وَرَاعِنَا لِيَا بِالسِّنْتِهِمْ وَطَعُنَا

اور کہتے ہیں کہ سن نہ سنایا جائیو ❖ اور کہتے ہیں راعنا ❖ موز کر اپنی زبان کو اور عیب لگانے کو

فِي الدِّينِ ۚ وَلَوْ أَنَّهُمْ قَالُوا سَبِعْنَا وَاطْعُنَا

دین میں ❖ اگر وہ کہتے ہم نے سنا اور مانا

وَاسْمَعُ وَانظُرْنَا لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ وَأَقْوَمًا وَ

اور سن اور ہم پر نظر کر تو بہتر ہوتا ان کے حق میں اور درست

لَكِنْ لَعَنَهُمُ اللَّهُ بِكُفْرِهِمْ فَلَا يُؤْمِنُونَ إِلَّا قَلِيلًا ﴿٣٦﴾

لیکن لعنت کی ان پر اللہ نے ان کے کفر کے سبب سو وہ ایمان نہیں لاتے مگر بہت کم ❖

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آتُوا الْكِتَابَ آمِنُوا بِمَا نَزَّلْنَا

اے کتاب والو ایمان لاؤ اس پر جو ہم نے نازل کیا

مُصَدِّقًا لِمَا مَعَكُمْ مِنْ قَبْلِ أَنْ نَطْبِسَ

تصدیق کرتا ہے اس کتاب کی جو تمہارے پاس ہے پہلے اس سے کہ ہم مٹا ڈالیں

وَجُوهًا فَنَرُدَّهَا عَلَآ أَدْبَارِهَا أَوْ نَلْعَنَهُمْ كَمَا

بہت سے چہروں کو پھر الٹ دیں ان کو پیٹھ کی طرف یا لعنت کریں ان پر جیسے

لَعْنَا أَصْحَابَ السَّبْتِ ۚ وَكَانَ أَمْرُ اللَّهِ مَفْعُولًا ﴿٣٧﴾

ہم نے لعنت کی ہفت کے دن والوں پر اور اللہ کا حکم تو ہو کر ہی رہتا ہے ❖

إِنَّ اللَّهَ لَا يَغْفِرُ أَنْ يُشْرَكَ بِهِ وَيَغْفِرُ مَا دُونَ

بیشک اللہ نہیں بخشتا اس کو جو اس کا شریک کرے اور بخشتا ہے اس سے نیچے کے

یعنی اور جب یہود حضرت سے خطاب کرتے ہیں تو کہتے ہیں سن نہ سنایا جائیو تو یعنی ایسے کلام بولتے ہیں جس کے دو معنی ہوں ایک معنی کے اعتبار سے دعاء یا تعظیم ہو تو دوسرے معنی کی رو سے بددعا اور تحقیر ہو سکے۔ چنانچہ یہ کلام بظاہر دعائے خیر ہے۔ مطلب یہ کہ تو ہمیشہ غالب اور معزز رہے کوئی تجھ کو بری اور خلاف بات نہ سنا سکے اور دل میں نیت یہ رکھے کہ تو بہرا ہو جائیو۔

یعنی حضرت کی خدمت میں آتے تو یہود راغبنا کہتے اس کے بھی دو معنی ہیں ایک اچھے ایک برے جن کا بیان سورہ بقرہ میں گذر چکا۔ اچھے معنی تو یہ کہ ہماری رعایت کرو اور شفقت کی نظر کرو کہ تمہارا مطلب سمجھ لیں اور جو پوچھنا ہو پوچھ سکیں اور نہ سے معنی یہ کہ یہود کی زبان میں یہ کلمہ تحقیر کا ہے یا زبان کو دبا کر راغبنا کہتے یعنی تو ہمارا چرواہا ہے اور یہ ان کی محض شرارت تھی کیونکہ وہ خوب جانتے تھے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اور دیگر پیغمبروں نے بھی بکریاں چرائی ہیں۔

یعنی یہود ان کلمات کو اپنے کلام میں رلاما کر ایسے انداز سے کہتے کہ سننے والے اچھے ہی معنوں پر حمل کرتے اور برے معنوں کی طرف دھیان بھی نہ جاتا اور دل میں بُرے معنی مراد لیتے اور پھر دین میں یہ عیب لگاتے کہ اگر یہ شخص نبی ہوتا تو ہمارا فریب ضرور معلوم کر لیتا۔ سو اللہ تعالیٰ نے ان کے فریب کو خوب کھول دیا۔

حق تعالیٰ اللہ یہود کے تین قول مذموم بیان فرما کر اب بطور ملامت و ہدایت ارشاد کرتے ہیں کہ اگر یہود عُصْنَانَا کی جگہ اَطْعَمْنَا کہتے اور بجائے اَسْمَعُ غَيْرِ مَسْمُوعٍ کے صرف اَسْمَعُ کہتے اور راغبنا کے عوض اَنْظُرْنَا کہتے تو ان کے حق میں بہتر ہوتا اور یہ بات درست اور سیدھی ہوتی اور اس بیہودگی اور شرارت کی گنجائش نہ ہوتی جو کلمات سابقہ سے یہود برے معنی اپنے دل میں مراد لیا کرتے تھے لیکن چونکہ اللہ تعالیٰ نے انکو ان کے کفر کے باعث اپنی رحمت اور ہدایت سے دور کر دیا اس لئے وہ مفید اور سیدھی باتوں کو نہیں سمجھتے اور ایمان نہیں لاتے مگر تھوڑے سے آدمی کہ وہ ان خیانتوں اور شرارتوں سے مجتنب رہے اور اس وجہ سے اللہ کی لعنت سے محفوظ رہے جیسے حضرت عبداللہ بن سلام اور انکے ساتھی۔

یہودیوں کو انذار آیات سابقہ میں یہود کی ضلالت اور مختلف قبائح کا ذکر فرما کر اب ان کو بطور خطاب ایمان اور تصدیق قرآن کا حکم کیا جاتا ہے اور اسکی مخالفت سے ڈرایا جاتا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ اے اہل کتاب ایمان لاؤ۔ قرآن پر جس کے احکام مصدق اور موافق ہیں تو ریت کے ایمان لاؤ اس سے پہلے کہ مناڈالیں ہم تمہارے چہروں کے نشانات یعنی آنکھ ناک وغیرہ مطلب یہ کہ تمہاری صورتیں بدل دی جائیں پھر الٹ دیں تمہارے چہروں کو پیٹھ کی طرف یعنی چہرہ کو مطموس اور ہموار کر کے پیچھے کی طرف اور گدی کو آگے کی طرف کر دیں یا ہفتہ کے دن والوں کی طرح تم کو مسخ کر کے جانور بنا دیں۔ اسباب سبت کا قصہ سورہ اعراف میں مذکور ہے۔

ذَلِكَ لِمَنْ يَشَاءُ ۚ وَمَنْ يُشْرِكْ بِاللَّهِ فَقَدْ افْتَرَىٰ

گناہ جس کے چاہے اور جس نے شریک ٹھہرایا اللہ کا اس نے

إثْمًا عَظِيمًا ﴿۳۸﴾ أَلَمْ تَرَ إِلَى الَّذِينَ يُزَكُّونَ أَنْفُسَهُمْ ۖ

بڑا طوفان باندھا ﴿۳۸﴾ کیا تو نے نہ دیکھا ان کو جو اپنے آپ کو پاکیزہ کہتے ہیں

بَلِ اللَّهُ يُزَكِّي مَن يَشَاءُ وَلَا يُظْلَمُونَ فَتِيلًا ﴿۳۹﴾

بلکہ اللہ ہی پاکیزہ کرتا ہے جس کو چاہے اور ان پر ظلم نہ ہوگا تاکے برابر ﴿۳۹﴾

أَنْظُرْ كَيْفَ يَفْتَرُونَ عَلَى اللَّهِ الْكَذِبَ ۖ وَكَفَىٰ

دیکھ کیسا باندھتے ہیں اللہ پر جھوٹ اور کافی ہے

بِهِ إِثْمًا مُّبِينًا ﴿۴۰﴾ أَلَمْ تَرَ إِلَى الَّذِينَ أُوتُوا

بھی گناہ صریح ﴿۴۰﴾ کیا تو نے نہ دیکھا ان کو جن کو ملتا ہے

نَصِيبًا مِّنَ الْكِتَابِ يُؤْمِنُونَ بِالْجُبَّتِ وَالطَّاغُوتِ

بچھ حصہ کتاب کا جو مانتے ہیں بتوں کو اور شیطان کو

وَيَقُولُونَ لِلَّذِينَ كَفَرُوا هُوَ لَا يَهْدِيهِمْ مِنَ

اور کہتے ہیں کافروں کو کہ یہ لوگ زیادہ راہ راست پر ہیں

الَّذِينَ آمَنُوا سَبِيلًا ﴿۴۱﴾ أُولَٰئِكَ الَّذِينَ لَعَنَهُمُ

مسلمانوں سے ﴿۴۱﴾ یہ وہی ہیں جن پر لعنت کی ہے

اللَّهُ ۖ وَمَنْ يُلْعَنِ اللَّهُ فَلَئِن تَجَدَّ لَهُ نَصِيرًا ﴿۴۲﴾

اللہ نے اور جس پر لعنت کرے اللہ نہ پاویگا تو اس کا کوئی مددگار ﴿۴۲﴾

مشرک کی بخشش نہیں | یعنی مشرک کبھی نہیں بخشا جاتا بلکہ اسکی سزا دائمی ہے البتہ شرک سے نیچے جو گناہ ہیں صغیرہ ہوں یا کبیرہ وہ سب قابل مغفرت ہیں۔ اللہ تعالیٰ جس کی مغفرت چاہے اسکے صغیرہ کبیرہ گناہ بخش دیتا ہے کچھ عذاب دیکر یا بلا عذاب دیئے۔ اشارہ اسکی طرف ہے کہ یہود چونکہ کفر اور شرک میں مبتلا ہیں وہ مغفرت کی توقع نہ رکھیں۔

یہودیوں کی شیخی | یعنی یہود باوجود اس قدر خرابیوں کے پھر بھی اپنے آپ کو پاک صاف اور مقدس کہتے ہیں حتیٰ کہ اپنے آپ کو ابناء اللہ اور ابناء اللہ بتلاتے ہیں جو بالکل لغوبات ہے بلکہ اللہ تعالیٰ جس کو چاہے اسکو پاکیزہ اور مقدس کرتا ہے۔ یہود کے کہنے سے کچھ نہیں ہو سکتا اور ان چھوٹی شیخی کرنے والوں پر ادنیٰ سا ظلم بھی نہ ہوگا۔ یعنی یہ لوگ اپنے عذاب بے نہایت میں گرفتار ہو گئے ان پر ناحق عذاب ہرگز نہ ہوگا۔ **فائدہ** | یہودی جو گوسالہ کو پوجتے تھے اور حضرت عزیر علیہ السلام کو ابن اللہ کہتے تھے انہوں نے جب آیت سابقہ ان اللہ لا یغفر ان یشرک بہ کو سنا تو کہنے لگے کہ ہم مشرک نہیں بلکہ ہم تو خاص بندے اور پیغمبر زادے ہیں اور پیغمبری ہماری میراث ہے خدا تعالیٰ کو ان کی یہ شیخی پسند نہ آئی اس پر یہ آیت نازل فرمائی۔

یعنی کیسی تعجب کی بات ہے کہ اللہ پر کیسی جھوٹی تہمت لگاتے ہیں اور باوجود ارتکاب کفر اور شرک کے اپنے آپ کو اللہ کا دوست کہتے ہیں اور اللہ کے نزدیک مقبول ہونے کے مدعی ہیں اور ایسی سخت تہمت صریح گنہگار ہونے کے لئے بالکل کافی ہے۔

اس آیت میں یہود کی شرارت اور خباثت کا اظہار ہے۔ قصہ یہ ہے کہ یہودیوں کو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے عداوت بڑھی تو مشرکین مکہ سے ملے اور ان سے متفق ہوئے اور ان کی خاطر داری کی ضرورت سے بتوں کی تعظیم کی اور کہا کہ تمہارا دین مسلمانوں کے دین سے بہتر ہے اور اس کی وجہ صرف حسد تھا اس پر کہ نبوت اور دین کی ریاست ہمارے سوا دوسروں کو کیوں مل گئی۔ اس پر اللہ تعالیٰ ان کو الزام دیتا ہے۔ ان آیات میں اسی کا مذکور ہے۔

یہودیوں پر اللہ کی لعنت ہے | یعنی یہ لوگ جنہوں نے اہل تاب ہو کر اغراض نفسانی کی وجہ سے بتوں کی تعظیم کی اور طریقہ کفر کو طریقہ اسلام سے افضل بتلایا ان پر اللہ کی لعنت ہے اور جس پر لعنت کرے اللہ اس کا دنیا اور آخرت میں کوئی حامی اور مددگار نہیں ہو سکتا۔ سواب انہوں نے اپنی اعانت کی طمع میں جو مشرکین مکہ سے موافقت کی بالکل لغو ہے۔ چنانچہ دنیا میں یہود نے از حد ذلتیں اٹھائیں اور آخرت میں بھی عذات میں مبتلا ہو گئے۔

أَمْ لَهُمْ نَصِيبٌ مِّنَ الْمُلْكِ فَإِذَا لَا يُؤْتُونَ

پھر تو یہ نہ دیں گے

کیا ان کا کچھ حصہ ہے سلطنت میں

النَّاسِ نَقِيرًا ﴿۵۲﴾ أَمْ يَحْسُدُونَ النَّاسَ عَلَىٰ

اس پر

یا حسد کرتے ہیں لوگوں کا

لوگوں کو ایک تل برابر

مَا آتَاهُمُ اللَّهُ مِنْ فَضْلِهِ فَقَدْ آتَيْنَا آلَ

سو ہم نے تو دی ہے

اپنے فضل سے

جو دیا ہے ان کو اللہ نے

إِبْرَاهِيمَ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَآتَيْنَاهُمْ مُلْكًا عَظِيمًا ﴿۵۳﴾

بڑی سلطنت

اور ان کو دی ہے ہم نے

اور علم

ابراہیم کے خاندان میں کتاب

فِيهِمْ مِّنْ أَمْنٍ بِهَا وَمِنْهُمْ مَّنْ صَدَّ عَنْهُ

اور کوئی اس سے ہٹا رہا

پھر ان میں سے کسی نے اس کو مانا

وَكَفَىٰ بِجَهَنَّمَ سَعِيرًا ﴿۵۴﴾ إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا بِآيَاتِنَا

ہماری آیتوں سے

پیشک جو منکر ہوئے

اور کافی ہے دوزخ کی بھڑکتی آگ

سَوْفَ نُصَلِّيهِمْ نَارًا كُلًّا نَضِجَتْ جُلُودُهُمْ

کھال ان کی

جس وقت جل جائے گی

ان کو ہم ڈالیں گے آگ میں

بَدَلًا لَهُمْ جُلُودًا غَيْرَهَا لِيَذُوقُوا الْعَذَابَ ۗ إِنَّ

بے شک

تا کہ چمکتے رہیں عذاب

اور کھال

تو ہم بدل دیں گے ان کو

اللَّهُ كَانَ عَزِيزًا حَكِيمًا ﴿۵۵﴾ وَالَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا

اور کام کئے

اور جو لوگ ایمان لائے

اللہ ہے زبردست حکمت والا

یہود اپنے خیال میں جانتے تھے کہ پیغمبری اور دین کی سرداری ہماری میراث ہے اور ہمیں کولاؤق ہے۔ اس لئے عرب کے پیغمبر کی متابعت سے عار کرتے تھے اور کہتے تھے کہ آخر کو حکومت اور بادشاہت ہمیں کو پہنچ رہے گی برائے چندے اوروں کو بھی مل جائے تو کچھ مضائقہ نہیں اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ مطلب آیت کا یہ ہے کہ کیا یہود کا کچھ حصہ ہے سلطنت میں یعنی ہرگز نہیں۔ اگر یہ حاکم ہو جائیں تو لوگوں کو تل برابر بھی نہ دیں یعنی ایسے بنجیل ہیں کہ بادشاہت میں فقیر کو تل برابر بھی نہ دیں۔

یہودیوں کا حسد بلا وجہ ہے | یعنی کیا یہود حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے اصحاب پر اللہ کے فضل و انعام کو دیکھ کر حسد میں مرے جاتے ہیں۔ سو یہ تو بالکل ان کی بیہودگی ہے کیونکہ ہم نے حضرت ابراہیم کے گھرانے میں کتاب اور علم اور سلطنت عظیم عنایت کی ہے۔ پھر یہود آپ کی نبوت اور عزت پر کیسے حسد اور انکار کرتے ہیں اب بھی تو ابراہیم ہی کے گھر میں ہے۔

یعنی حضرت ابراہیم علیہ السلام کے گھرانے میں خدائے تعالیٰ نے ہمیشہ سے بزرگی دی ہے اور اب بھی اسی کے گھرانے میں ہے۔ سو جو کوئی بلا وجہ محض حسد سے اس کو نہ مانے اسکے جلانے کے لئے دوزخ کی بھڑکتی آگ کافی ہے۔

پہلی آیت میں مومن و کافر کا ذکر تھا اب مطلق مومن اور کافر کی جزا و سزا بطور قاعدہ کلیہ کے ذکر فرماتے ہیں تاکہ ایمان کی طرف پوری ترغیب اور کفر سے پوری ترہیب ہو جائے۔

عذاب کیلئے کفار کی کھال بدل دی جائیگی | یعنی کافروں کے عذاب میں نقصان اور کمی نہ آنے کی غرض سے ان کی کھال کے جل جانے کے وقت دوسری کھال بدل دی جائے گی مطلب یہ ہوا کہ کافر ہمیشہ عذاب میں یکساں مبتلا رہیں گے۔

یعنی اللہ تعالیٰ بیشک زبردست اور غالب ہے کافروں کو ایسی سزا دینے میں کوئی دقت اور دشواری نہیں اور حکمت والا ہے کافروں کو یہ سزا دینی عین حکمت کے موافق ہے۔

الصُّلِحَاتِ سُدَّ خَلْمُهُمْ جَنَّتِ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا

نیک البتہ ان کو ہم داخل کریں گے باغوں میں جن کے نیچے بہتی ہیں

الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا أَبَدًا لَهُمْ فِيهَا أَزْوَاجٌ

نہریں رہا کریں ان میں ہمیشہ ان کے لیے وہاں عورتیں ہیں

مُطَهَّرَةٌ زَوْنًا وَنُدْخِلُهُمْ ظِلًّا ظَلِيلًا ۝۵۷ إِنَّ اللَّهَ

ستھری اور ان کو ہم داخل کریں گے گہنی چھاؤں میں بے شک اللہ

يَأْمُرُكُمْ أَنْ تُؤَدُّوا الْأَمَانَتِ إِلَىٰ أَهْلِهَا وَإِذَا

تم کو فرماتا ہے کہ پھانچا دو امانتیں امانت والوں کو

حَكَمْتُمْ بَيْنَ النَّاسِ أَنْ تَحْكُمُوا بِالْعَدْلِ إِنَّ

فیصلہ کرنے لگو لوگوں میں تو فیصلہ کرو انصاف سے

اللَّهُ نِعِمَّا يَعِظُكُمْ بِهِ إِنَّ اللَّهَ كَانَ سَمِيعًا

اچھی نصیحت کرتا ہے تم کو بے شک اللہ ہے سنے والا

بَصِيرًا ۝۵۸ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَطِيعُوا اللَّهَ وَ

دیکھنے والا اے ایمان والو حکم مانو اللہ کا اور

أَطِيعُوا الرَّسُولَ وَأُولِي الْأَمْرِ مِنْكُمْ فَإِن

حکم مانو رسول کا اور حکاموں کا جو تم میں سے ہوں

تَنَازَعْتُمْ فِي شَيْءٍ فَرُدُّوهُ إِلَى اللَّهِ وَالرَّسُولِ

جھگڑو کسی چیز میں تو اس کو رجوع کرو طرف اللہ کے اور رسول کے

♦ جنت کی عورتیں اور باغات | یعنی مومن ہمیشہ جنت میں رہیں گے اور انکو عورتیں ایسی ملیں گی جو بیض اور دیگر آلائشوں سے پاک ہونگی اور ان کو گہری اور گنجان چھاؤں میں داخل کریں گے جو آفتاب کے دھوپ سے بالکل محفوظ ہوگی۔

♦ امانتوں کی ادائیگی اور عدل کا حکم | یہود میں عادت تھی کہ امانت میں خیانت کرتے اور فصل خصوصیات میں رشوت وغیرہ کی وجہ سے کسی کی خاطر اور رعایت کر کے خلاف حق حکم دیتے اس لئے مسلمانوں کو ان دونوں باتوں سے اس آیت میں روکا گیا۔ منقول ہے کہ فتح مکہ کے دن آپ نے خانہ کعبہ کے اندر داخل ہونا چاہا تو عثمان بن طلحہ کلید بردار خانہ کعبہ نے کنجی دینے سے انکار کیا تو حضرت علیؓ نے اس سے چھین کر دروازہ کھول دیا۔ آپ فارغ ہو کر جب باہر تشریف لائے تو حضرت عباسؓ نے آپ سے درخواست کی کہ یہ کنجی مجھ کو مل جائے اس پر آیت نازل ہوئی اور کنجی عثمان بن طلحہ ہی کے حوالہ کی گئی۔

♦ یعنی اللہ تعالیٰ جو تم کو ادائے امانت اور عدل کے موافق حکم دینے کا حکم فرماتا ہے تمہارے لئے سراسر مفید ہے اور اللہ تعالیٰ تمہاری کھلی اور چھپی اور موجودہ اور آئندہ باتوں کو خوب جانتا ہے تو اب اگر تم کو کہیں ادائے امانت یا عدل مفید معلوم نہ ہو تو حکم الہی کے مقابلہ میں اس کا اعتبار نہ ہوگا۔

♦ اولی الامر کی اطاعت کا حکم | پہلی آیت میں حکام کو عدل کا حکم فرما کر اب اوروں کو حکام کی متابعت کا حکم دیا جاتا ہے جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ حکام کی اطاعت جب ہی واجب ہوگی جب وہ حق کی اطاعت کریں گے۔ فائدہ | حاکم اسلام بادشاہ یا اس کا صوبہ دار یا قاضی یا سردار لشکر اور جو کوئی کسی کام پر مقرر ہو ان کے حکم کا ماننا ضروری ہے جب تک کہ وہ خدا اور رسول کے خلاف حکم نہ دیں اگر خدا اور رسول کے حکم کے صریح خلاف کریں تو اس حکم کو ہرگز نہ مانے۔

إِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ ذَلِكَ

اگر یقین رکھتے ہو اللہ پر اور قیامت کے دن پر

خَيْرٌ وَأَحْسَنُ تَأْوِيلًا ۝۵۹ أَلَمْ تَرَ إِلَى الَّذِينَ

بات اچھی ہے اور بہت بہتر ہے اس کا انجام کیا تو نے نہ دیکھا ان کو

يَزْعُمُونَ أَنَّهُمْ آمَنُوا بِمَا أُنزِلَ إِلَيْكَ وَمَا أُنزِلَ

جو دعویٰ کرتے ہیں کہ ایمان لائے ہیں اس پر جو اترا تیری طرف اور جو اترا

مِنْ قَبْلِكَ يُرِيدُونَ أَنْ يَتَّخِذُوا إِلَى الطَّاغُوتِ

تجھ سے پہلے چاہتے ہیں کہ قضیہ لے جائیں شیطان کی طرف

وَقَدْ أُمِرُوا أَنْ يَكْفُرُوا بِهِ ۗ وَيُرِيدُ الشَّيْطَانُ

اور حکم ہو چکا ہے ان کو کہ اس کو نہ مانیں اور چاہتا ہے شیطان

أَنْ يُضِلَّهُمْ ضَلَالًا بَعِيدًا ۝۶۰ وَإِذَا قِيلَ لَهُمْ

کہ ان کو بہکا کر دور جا ڈالے اور جب ان کو کہے

تَعَالَوْا إِلَىٰ مَا أَنْزَلَ اللَّهُ وَإِلَى الرَّسُولِ رَأَيْتَ

کہ آؤ اللہ کے حکم کی طرف جو اس نے اتارا اور رسول کی طرف تو دیکھے

الْمُنَافِقِينَ يَصُدُّونَ عَنْكَ صُدُودًا ۝۶۱ فَكَيْفَ إِذَا

تو منافقوں کو کہہ رہے ہیں تجھ سے رک کر پھر کیا ہو کہ جب

أَصَابَتْهُمْ مُصِيبَةٌ بِمَا قَدَّمَتْ أَيْدِيهِمْ شُمْ

ان کو پہنچے مصیبت اپنے ہاتھوں کے کئے ہوئے سے پھر

❖ **اختلاف کی صورت میں شریعت سے رجوع کرو** یعنی اور اگر تم میں اور اولوالامر میں باہم اختلاف ہو جائے کہ حاکم کا یہ حکم اللہ اور رسول کے حکم کے موافق ہے یا مخالف تو اسکو کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ کی طرف رجوع کر کے طے کر لیا کرو کہ وہ حکم فی الحقیقت اللہ اور رسول کے حکم کے موافق ہے یا مخالف اور جو بات محقق ہو جائے اسی کو بالاتفاق مسلم اور معمول بہ سمجھنا چاہئے اور اختلاف کو دور کر دینا چاہئے اگر تم کو اللہ اور قیامت کے دن پر ایمان ہے کیونکہ جس کو اللہ اور قیامت پر ایمان ہوگا وہ ضرور اختلاف کی صورت میں اللہ اور رسول کے حکم کی طرف رجوع کرے گا اور ان کے حکم کی مخالفت سے بے حد ڈرے گا۔ جس سے معلوم ہو گیا کہ جو اللہ اور رسول کے حکم سے بھاگے گا وہ مسلمان نہیں اس لئے اگر دو مسلمان آپس میں جھگڑیں ایک نے کہا چلو شرع کی طرف رجوع کریں دوسرے نے کہا میں شرع کو نہیں سمجھتا یا مجھ کو شرع سے کام نہیں تو اسکو پیشک کافر کہیں گے۔

❖ یعنی اپنے تنازعات اور اختلافات کو اللہ اور رسول کی طرف رجوع کرنا اور اللہ اور رسول کی فرمانبرداری کرنی مفید ہے آپس میں جھگڑنے یا اپنی رائے کے موافق فیصلہ کرنے سے اس رجوع کا انجام بہتر ہے۔

❖ **ایک یہودی اور منافق کے واقعہ میں حضرت عمرؓ کا فیصلہ** یہود فصل خصوصیات میں رعایت و رشوت کے عادی تھے اس لئے جو لوگ جھوٹے اور منافق اور خائن ہوتے وہ اپنا معاملہ یہودیوں کے عالموں کے پاس لے جانا پسند کرتے کہ وہ خاطر کریں گے اور آپ کے پاس ایسے لوگ اپنا معاملہ لانا پسند نہ کرتے کہ آپ حق کی رعایت کریں گے اور کسی کی اصلاً رعایت نہ کریں گے۔ سو مدینے میں ایک یہودی اور ایک منافق کے ظاہر میں مسلمان تھا کسی امر میں دونوں جھگڑ پڑے۔ یہودی جو سچا تھا اس نے کہا کہ چل محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اور منافق جو جھوٹا تھا اس نے کہا کہ چل کعب بن اشرف کے پاس جو یہودیوں میں عالم اور سردار تھا۔ آخر وہ دونوں آپ کی خدمت میں جھگڑا لیکر آئے تو آپ نے یہودی کا حق ثابت فرمایا۔ منافق جو باہر نکلا تو کہنے لگا کہ اچھا حضرت عمرؓ کے پاس چلو جو وہ فیصلہ کر دیں وہی منظور اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فیصلہ پر راضی نہ ہوا۔ غالباً یہ سمجھا ہوگا کہ میں مدعی اسلام ہوں اس لئے یہودی کے مقابلہ میں میری رعایت کریں گے اور حضرت عمرؓ آپ کے حکم سے مدینہ میں جھگڑے فیصلہ کیا کرتے تھے۔ چنانچہ وہ دونوں حضرت عمرؓ کے پاس آئے جب حضرت عمرؓ نے یہ جھگڑا سنا اور یہودی کے بیان سے ان کو یہ بھی معلوم ہو گیا کہ یہ قضیہ آپ کی خدمت میں جا چکا ہے اور آپ اس معاملہ میں یہودی کو سچا اور غالب کر چکے ہیں تو حضرت عمرؓ نے اس منافق کو قتل کر دیا اور فرمایا کہ جو کوئی ایسے قاضی کے فیصلہ کو نہ مانے اسکا فیصلہ یہی ہے۔ اس کے وارث حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آئے اور حضرت عمرؓ پر قتل کا دعویٰ کیا اور قسمیں کھانے لگے کہ حضرت عمرؓ کے پاس تو صرف اس وجہ سے گئے تھے کہ شاید وہ اس معاملہ میں باہم صلح کرادیں یہ وجہ نہ تھی کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فیصلہ سے انکار تھا۔ اس پر یہ آیتیں نازل ہوئیں۔ ان آیات میں اصل حقیقت ظاہر فرمادی گئی اور حضرت عمرؓ کا لقب فاروق فرمایا۔

❖ **آنحضرت ﷺ کو منصف بنانے میں منافقین کی روگردانی** یعنی جب کسی جھگڑے میں منافقوں سے کہا جائے کہ اللہ نے جو حکم نازل فرمایا ہے اس کی طرف آؤ اور اس کے رسول کے رو برو اپنے جھگڑے کو لاؤ تو ظاہر میں چونکہ مدعی اسلام ہیں اس لئے صاف طور پر تو انکار نہیں کر سکتے مگر آپ کے پاس آنے سے اور حکم الہی پر چلنے سے بچتے ہیں اور رکتے ہیں کہ کسی ترکیب سے جان بچ جائے اور رسول کو چھوڑ کر جہاں ہمارا جی چاہے اپنا جھگڑا لے جائیں۔

جَاءُوكَ يَحْلِفُونَ ۚ بِاللَّهِ إِنِ ارْتَدْنَا إِلَّا إِحْسَانًا

آویں تیرے پاس قسمیں کھاتے ہوئے اللہ کی کہ ہم و غرض نہ تھی مگر بھلائی

وَتَوْفِيقًا ۚ أُولَٰئِكَ الَّذِينَ يَعْلَمُ اللَّهُ مَا فِي قُلُوبِهِمْ ۗ

اور ملاپ اور وہ لوگ ہیں کہ اللہ جانتا ہے جو ان کے دل میں ہے

فَاعْرِضْ عَنْهُمْ وَعِظْهُمْ وَقُلْ لَهُمْ فِي أَنفُسِهِمْ قَوْلًا

سو تو ان سے تغافل کر اور ان کو نصیحت کر اور ان سے کہان کے حق میں بات

بَلِيغًا ۚ وَمَا أَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُولٍ إِلَّا لِيُطَاعَ

کام کی اور ہم نے کوئی رسول نہیں بھیجا مگر اسی واسطے کہ اس کا حکم مانیں

بِإِذْنِ اللَّهِ ۗ وَلَوْ أَنَّهُمْ إِذْ ظَلَمُوا أَنفُسَهُمْ جَاءُوكَ

اللہ کے فرمانے سے اور اگر وہ لوگ جس وقت انہوں نے اپنا برا کیا تھا آتے تیرے پاس

فَاسْتَغْفِرُوا اللَّهَ ۗ وَاسْتَغْفِرْ لَهُمُ الرَّسُولُ لَوْجَدُوا

پھر اللہ سے معافی جاتے اور رسول بھی ان کو بخشواتا تو البتہ اللہ کو پاتے

اللَّهُ تَوَّابًا رَّحِيمًا ۚ فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُونَ

معاف کرنے والا مہربان سو قسم ہے تیرے رب کی وہ مومن نہ ہونگے

حَتَّىٰ يُحَكِّمُوكَ فِي مَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوا فِي

یہاں تک کہ تجھ کو ہی منصف جانیں اس جھگڑے میں جو ان میں اٹھے پھر نہ پاویں اپنے

أَنفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوا تَسْلِيمًا ۗ وَلَوْ

جی میں تجھی تیرے فیصلے سے اور قبول کریں خوشی سے اور اگر

حضرت عمرؓ کے فیصلے کی توثیق | یعنی یہ تو سب کچھ ہوا مگر یہ منافق لوگ اس وقت کیا کریں گے جس وقت پہنچنے لگے ان کو عذاب ان کے کرتوت کا یعنی فصل خصومات میں آپ کے پاس آنے سے جو رکتے اور بچتے ہیں جب اسکا عذاب ان پر آنے لگے تو پھر یہ منافق اس وقت کیا کر سکتے ہیں اسکے سوا کہ آئیں رسول کی خدمت میں قسمیں کھاتے ہوئے کہ ہم تو حضرت عمرؓ کی خدمت میں صرف اس وجہ سے گئے تھے کہ شاید وہ باہم صلح اور ملاپ کرادیں۔ رسولؐ کے ارشاد سے اعراض کرنا اور جان بچانا ہرگز ہم کو منظور نہ تھا۔

اس آیت میں حق تعالیٰ نے ان کی قسم اور انکی معذرت سابقہ کی تکذیب فرمائی کہ منافقین جو کچھ زبانی باتیں بنائیں بنانے دو اللہ تعالیٰ کو ان کے دل کی باتیں خوب معلوم ہیں یعنی انکے نفاق اور انکے جھوٹ کو خوب جانتا ہے۔ سو آپ بھی علم خداوندی پر بس کر کے منافقوں کی بات سے تغافل کیجئے اور ان کی بات کی پروا نہ کیجئے مگر انکو نصیحت کرنے اور کام کی باتیں بتانے میں ہرگز کوتاہی نہ فرمائیں اور ان کی ہدایت سے مایوس نہ ہوئیے۔

ہر رسول کا فیصلہ قطعی ہوتا ہے | یعنی اللہ تعالیٰ جس رسول کو اپنے بندوں کی طرف بھیجتا ہے سو اسی غرض کیلئے بھیجتا ہے کہ اللہ کے حکم کے موافق بندے ان کے کہنے کو مانیں تو اب ضرور تھا کہ یہ لوگ رسولؐ کے ارشاد کو بلا تا مل پہلے ہی سے دل و جان سے تسلیم کرتے اور اگر گناہ اور برا کرنے کے بعد بھی متنبہ ہو جاتے اور اللہ سے معافی چاہتے۔ اور رسولؐ بھی انکی معافی کی دعا کرتا تو پھر بھی حق تعالیٰ ان کی توبہ قبول فرمالتا مگر انہوں نے توبہ غضب کیا کہ اول تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے جو بعینہ اللہ تعالیٰ کا حکم تھا ہے اور بچے۔ پھر جب اس کا وبال ان پر پڑا تو اب بھی متنبہ اور تائب نہ ہوئے بلکہ لگے جھوٹی قسمیں کھانے اور تاویل میں گھڑنے پھر ایسوں کی مغفرت ہو تو کیونکر ہو۔

رسول اللہ کو حکم بنائے بغیر ایمان ممکن نہیں | یعنی منافق لوگ کس بیہودہ خیال میں ہیں اور کیسے بیہودہ حیلوں سے کام نکالنا چاہتے ہیں ان کو خوب سمجھ لینا چاہئے۔ ہم قسم کھا کر کہتے ہیں کہ جب تک یہ لوگ تم کو اے رسول اپنے تمام چھوٹے بڑے مالی جانی نزاعات میں منصف اور حاکم نہ جان لیں گے کہ تمہارے فیصلہ اور حکم سے ان کے جی میں کچھ تنگی اور ناخوشی نہ آنے پائے اور تمہارے ہر ایک حکم کو خوشی کے ساتھ دل سے قبول نہ کر لیں گے اس وقت تک ہرگز ان کو ایمان نصیب نہیں ہو سکتا اب جو کرنا ہو سوچ سمجھ کر کریں۔

أَنَا كَتَبْنَا عَلَيْهِمْ أَنْ اقْتُلُوا أَنْفُسَكُمْ أَوِ اخْرُجُوا

یا چھوڑ نکلو

کہ ہلاک کرو اپنی جان

ہم ان پر حکم کرتے

مِنْ دِيَارِكُمْ مَّا فَعَلُوهُ إِلَّا قَلِيلٌ مِّنْهُمْ وَلَوْ

اور اگر

مگر تھوڑے ان میں سے

تو ایسا نہ کرتے

اپنے گھر

أَنَّهُمْ فَعَلُوا مَا يُوعَظُونَ بِهِ لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ وَأَشَدَّ

اور زیادہ

تو البتہ ان کے حق میں بہتر ہو

وہ جو ان کو نصیحت کی جاتی ہے

یہ لوگ کریں

تَثْبِيْتًا ۚ وَإِذَا لَأْتَيْنَهُمْ مِّنْ لَّدُنَّا أَجْرًا عَظِيمًا ۚ

۶۴

بڑا ثواب

اپنے پاس سے

اور اس وقت البتہ دیں ہم ان کو

ثابت رکھنے والا ہو دین میں

وَلَهْدَيْنَهُمْ صِرَاطًا مُّسْتَقِيمًا ۚ وَمَنْ يُطِعِ اللَّهَ

اور جو کوئی حکم مانے اللہ کا

سیدھی راہ

اور چلاوے ان کو

وَالرَّسُولَ فَأُولَٰئِكَ مَعَ الَّذِينَ أَنْعَمَ اللَّهُ عَلَيْهِمْ

جن پر اللہ نے انعام کیا

سو وہ ان کے ساتھ ہیں

اور اس کے رسول کا

مِنَ النَّبِيِّينَ وَالصّٰدِقِيْنَ وَالشّٰهِدَاءِ وَالصّٰلِحِيْنَ

اور نیک بخت ہیں

اور شہید

اور صدیق

کہ وہ نبی

وَحَسُنَ أُولَٰئِكَ رَفِيقًا ۚ ذَٰلِكَ الْفَضْلُ مِنَ اللَّهِ ۚ

ط

اللہ کی طرف سے

یہ فضل ہے

اور اچھی ہے ان کی رفاقت

وَكَفَىٰ بِاللَّهِ عِلْمًا ۚ يٰٓأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا خُذُوا

لو

اے ایمان والو

اور اللہ کافی ہے جاننے والا

﴿منافقین کو نصیحت﴾ یعنی سب کی جانوں کا مالک چونکہ خدا تعالیٰ ہے اس لئے اس کے حکم میں تو کسی کو جان سے بھی دریغ نہ کرنا چاہئے۔ سو اگر اللہ تعالیٰ لوگوں کو کہیں اپنی جانوں کے ہلاک کر ڈالنے اور جلاوطن ہو جانے کا حکم فرمادیتا جیسے کہ بنی اسرائیل پر حکم کر دیا تھا تو بجا نہ لاتے اس حکم کو مگر گنے چنے صرف سچے اور پکے ایمان والے۔ یہ منافق ایسے حکم پر کیسے عمل کر سکتے تھے۔ اب ان کو سمجھنا چاہئے کہ ان کو ہم نے جو حکم دے رکھے ہیں وہ محض انکی نصیحت اور خیر خواہی کے ہیں نہ جان کی ہلاکت کا حکم دیا گیا نہ جلاوطن ہونے کا۔ اگر انہی آسان اور سہل حکموں پر چلیں تو نفاق بالکل جاتا رہے اور خالص مسلمان ہو جائیں مگر افسوس سمجھتے نہیں اور حالت موجودہ کو غنیمت نہیں سمجھتے کہ ذرا سی بات میں دین و دنیا دونوں درست ہوئے جاتے ہیں۔

﴿انبیاء صدیقین، شہداء اور صالحین﴾ نبی وہ ہیں جن پر اللہ کی طرف سے وحی آئے یعنی فرشتہ ظاہر میں آ کر پیغام کہہ جائے اور صدیق وہ کہ جو پیغام اور احکام خدا تعالیٰ کی طرف سے پیغمبروں کو آئے ان کا جی آپ ہی اس پر گواہی دے اور بلا دلیل اس کی تصدیق کرے اور شہید وہ کہ پیغمبروں کے حکم پر جان دینے کو حاضر ہیں اور صالح اور نیک بخت وہ کہ جن کی طبیعت نیکی ہی پر پیدا ہوئی ہے۔ اور بری باتوں سے اپنے نفس اور بدن کی اصلاح اور صفائی کر چکے ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ یہ چار قسمیں مذکورہ جو امت کے باقی افراد سے افضل ہیں انکے ماسوا جو مسلمان ہیں اور درجہ میں ان کے برابر نہیں لیکن اللہ اور رسول کی فرمانبرداری میں مشغول ہیں وہ لوگ بھی انہی کی شمار اور ذیل میں لئے جائیں گے اور ان حضرات کی رفاقت بہت ہی خوبی اور فضیلت کی بات ہے۔ اس کو کوئی حقیر نہ سمجھے۔

فائدہ | اس آیت میں اشارہ ہو گیا کہ منافقین جن کا ذکر پہلے سے ہو رہا ہے وہ اس رفاقت اور معیت سے محروم ہیں۔

یعنی اللہ اور رسول کے حکم ماننے والوں کو انبیاء اور صدیقین اور شہداء اور صالحین کی رفاقت میسر آتی اللہ کا بڑا انعام اور اس کا محض فضل ہے ان کی اطاعت کا معاوضہ نہیں جس سے منافقین بالکل محروم ہیں اور اللہ کافی ہے جاننے والا اور خبر رکھنے والا۔ وہ ہر ایک مخلص اور منافق اور ہر مطیع کی اطاعت اور اسکے استحقاق اصلی اور مقدار فضل کو بالتفصیل جانتا ہے تو اب کسی کو ان امور کی تفصیل کی وجہ سے وعدہ الہی کے پورا ہونے میں غلجان پیدا نہ ہو۔

حِذْرِكُمْ فَأَنْفِرُوا ثُبَاتٍ أَوْ أَنْفِرُوا جَمِيعًا ﴿۴۱﴾ وَإِنْ

اپنے ہتھیار پھر نکلو جدی جدی فوج ہو کر یا سب اکٹھے

مِنْكُمْ لِمَنْ لِيَبْطِئَنَّ، فَإِنْ أَصَابَتْكُمْ مُصِيبَةٌ قَالِ

تم میں بعض ایسا ہے کہ البتہ دیر لگاوے گا پھر اگر تم کو کوئی مصیبت پہنچے تو کہے

قَدْ أَنْعَمَ اللَّهُ عَلَيَّ إِذْ لَمْ أَكُنْ مَعَهُمْ شَهِيدًا ﴿۴۲﴾

اللہ نے مجھ پر فضل کیا کہ میں نہ ہوا ان کے ساتھ

وَلَئِنْ أَصَابَكُمْ فِضْلٌ مِّنَ اللَّهِ لَيَقُولَنَّ كَأَنْ لَّمْ

اور اگر تم کو پہنچا فضل اللہ کی طرف سے تو اس طرح کہنے لگے گا کہ گویا نہ

تَكُنْ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَهُ مَوَدَّةٌ يُلَيْتَنِي كُنْتُ مَعَهُمْ

تھی تم میں اور اس میں کچھ دوستی اے کاش کہ میں ہوتا ان کے ساتھ

فَأَفُوزَ فَوْزًا عَظِيمًا ﴿۴۳﴾ فَلْيُقَاتِلْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ

تو پاتا بڑی مراد سوچا ہے لڑیں اللہ کی راہ میں

الَّذِينَ يُشْرُونَ الْحَيَاةَ الدُّنْيَا بِالْآخِرَةِ ۗ وَمَنْ

وہ لوگ جو بیچتے ہیں دنیا کی زندگی آخرت کے بدلے اور جو کوئی

يُقَاتِلْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ فَيُقْتَلْ أَوْ يَغْلِبْ فَسَوْفَ

لڑے اللہ کی راہ میں پھر مارا جاوے یا غالب ہووے تو ہم

نُؤْتِيهِ أَجْرًا عَظِيمًا ﴿۴۴﴾ وَمَا لَكُمْ لَا تُقَاتِلُونَ فِي

دیں گے اس کو بڑا ثواب اور تم کو کیا ہوا کہ نہیں لڑتے

جہاد کا بیان | یہاں سے جہاد کا ذکر ہے اس سے پہلی آیت میں یہ ذکر تھا کہ جو اللہ اور رسول کی فرمانبرداری کرے گا اس کو انبیاء اور صدیقین اور شہداء اور صالحین کی رفاقت انعام میں ملے گی اور احکام خداوندی میں حکم جہاد چونکہ شاق اور دشوار ہے خصوصاً منافقین پر جن کا ذکر اوپر سے آ رہا ہے اس لئے جہاد کا حکم فرمایا کہ ہر کوئی حضرات انبیاء صدیقین وغیرہم کی رفاقت اور معیت کی امید نہ کرنے لگے۔ منقول ہے کہ شروع اسلام میں بہت سے ضعیف الاسلام بھی دعوت اسلامی کو قبول کر چکے تھے پھر جب جہاد فرض ہو گیا تو بعض متزلزل ہو گئے اور بعض کفار کے ہم زبان ہو کر آپ کی مخالفت کرنے لگے اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ مطلب یہ ہے کہ اے مسلمانو منافقوں کی کیفیت تو تم کو پہلے سے معلوم ہو چکی اب خیر اسی میں ہے کہ تم اپنا ہر طرح سے بچاؤ اور اپنی خبرداری اور احتیاط کر لو ہتھیاروں سے ہو یا تدبیر سے عقل سے ہو یا سامان سے اور دشمنوں کے مقابلہ اور مقاتلہ کے لئے گھر سے باہر نکلو متفرق طور پر یا سب اکٹھے ہو کر جیسا موقع ہو۔

جہاد میں منافقین کا رویہ | یعنی اے مسلمانو تمہاری جماعت میں بعض ایسے بھی گھسے ہوئے ہیں کہ جہاد کو جانے میں دیر لگاتے ہیں اور کہتے ہیں اور حکم خداوندی کی تعمیل نہیں کرتے بلکہ نفع دنیوی کو تکتے رہتے ہیں اور اس سے مراد منافق ہیں جیسے عبد اللہ بن ابی اور اس کے ساتھ کہ یہ لوگ گویا ہر میں اسلام قبول کر چکے تھے مگر ان کو سب باتوں سے مقصود صرف دنیا کا نفع تھا۔ حق تعالیٰ کی فرمانبرداری سے کوئی غرض ان کو نہ تھی۔

پہلے گذر چکا کہ منافق لوگ نکلنے میں دیر لگاتے ہیں اور جہاد میں جانے والوں کی حالت کو تکتے رہتے ہیں کہ کیا گذری۔ اب فرماتے ہیں کہ جانے کے بعد اگر مسلمانوں کو جہاد میں کوئی صدمہ پہنچ گیا مثلاً مقتول ہو گئے یا شکست پیش آگئی تو منافق بہت خوش ہوتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اللہ کا بڑا فضل ہوا کہ ہم لڑائی میں انکے ساتھ نہ تھے ورنہ ہماری بھی خیر نہ تھی الحمد للہ خوب بچے۔

یعنی اور اگر مسلمانوں پر اللہ کا فضل ہو گیا مثلاً فتح ہوگئی یا مال غنیمت بہت سا ہاتھ آ گیا تو منافق سخت پچھتاتے ہیں اور دشمنوں کی طرح غلبہ حسد سے کہتے ہیں ہائے افسوس میں جہاد میں مسلمانوں کے ساتھ ہوتا تو مجھ کو بھی بڑی کامیابی نصیب ہوتی یعنی لوٹ کا مال ہاتھ آتا یعنی منافقوں کو فقط اپنی محرومی پر افسوس نہیں ہوتا بلکہ اپنی محرومی سے زیادہ مسلمانوں کی کامیابی پر حسد اور قلق ہوتا ہے۔

مجاہدین کے فضائل | یعنی اگر منافق لوگ جہاد سے رکیں تو رکیں اور اپنے نشیب و فراز دنیوی کو تکتے رہیں تو تکتے رہیں مگر جو لوگ کہ آخرت کے مقابلہ میں دنیا پر لات مار چکے ہیں ان کو چاہئے کہ اللہ کی راہ میں بے تامل لڑیں اور دنیا کی زندگی اور اس کے مال و دولت پر نظر نہ رکھیں اور سمجھ لیں کہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت اور حکم برداری میں ہر طرح نفع ہے غالب ہوں یا مغلوب مال ملے یا نہ ملے۔

سَبِيلِ اللَّهِ وَالْمُسْتَضْعَفِينَ مِنَ الرِّجَالِ وَالنِّسَاءِ

اللہ کی راہ میں اور ان کے واسطے جو مغلوب ہیں مرد اور عورتیں

وَالْوُلْدَانَ الَّذِينَ يَقُولُونَ رَبَّنَا أَخْرِجْنَا مِنْ

اور بچے جو کہتے ہیں اے رب ہمارے نکال ہم کو اس

هَذِهِ الْقَرْيَةِ الظَّالِمِ أَهْلُهَا، وَاجْعَلْ لَنَا مِنْ

یہی سے کہ ظالم ہیں یہاں کے لوگ اور کردے ہمارے واسطے

لَدُنْكَ وَلِيًّا ۖ وَاجْعَلْ لَنَا مِنْ لَدُنْكَ نَصِيرًا ۝

اپنے پاس سے کوئی حمایتی اور کردے ہمارے واسطے اپنے پاس سے مددگار

الَّذِينَ آمَنُوا يُقَاتِلُونَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَالَّذِينَ كَفَرُوا

جو لوگ ایمان والے ہیں سولتے ہیں اللہ کی راہ میں اور جو کافر ہیں

يُقَاتِلُونَ فِي سَبِيلِ الطَّاغُوتِ فَقاتِلُوا أَوْلِيَاءَ

سولتے ہیں شیطان کی راہ میں سولتو تم شیطان کے

الشَّيْطَانِ ۚ إِنَّ كَيْدَ الشَّيْطَانِ كَانَ ضَعِيفًا ۝

حماہتوں سے بے شک فریب شیطان کا ست ہے کیا تو نے نہ دیکھا

إِلَى الَّذِينَ قِيلَ لَهُمْ كُفُّوا أَيْدِيَكُمْ وَأَقِيمُوا

ان لوگوں کو جن کو حکم ہوا تھا کہ اپنے ہاتھ تھامے رکھو اور قائم رکھو

الصَّلَاةَ وَآتُوا الزَّكَاةَ ۚ فَلَمَّا كُتِبَ عَلَيْهِمُ

نماز اور دیتے رہو زکوٰۃ پھر جب حکم ہوا ان پر

جہاد کے دو مقاصد | یعنی دو وجہ سے تم کو کافروں سے لڑنا ضروری ہے، ایک تو اللہ کے دین کو بلند اور غالب کرنے کی غرض سے، دوسرے جو لوگ مظلوم مسلمان کافروں کے ہاتھ میں بے بس پڑے ہیں ان کو چھڑانے اور خلاصی دینے کی وجہ سے۔ مکہ میں بہت لوگ تھے کہ حضرت کے ساتھ ہجرت نہ کر سکے اور انکے اقربا، ان کو ستانے لگے کہ پھر کافر ہو جائیں، سو اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو فرمایا کہ تم کو دو وجہ سے کافروں سے لڑنا ضرور ہے تاکہ اللہ کا دین بلند ہو اور مسلمان جو کہ مظلوم اور کمزور ہیں کفار مکہ کے ظلم سے نجات پائیں۔

جہاد کی ترغیب | یعنی جب یہ بات ظاہر ہے کہ مسلمان اللہ کی راہ میں لڑتے ہیں اور کافراؤں کو شیطان کی راہ میں۔ سو پھر تو مسلمانوں کو شیطان کے دوستوں یعنی کافروں کے ساتھ لڑنا بلا تامل ضروری ہوا۔ اللہ تعالیٰ انکا مددگار ہے۔ کسی قسم کا تردد نہ چاہئے اور سمجھ لو کہ شیطان کا حیلہ اور فریب کمزور ہے مسلمانوں پر نہ چل سکے گا۔ اس سے مقصود مسلمانوں کو جہاد پر ترغیب دلانا اور ہمت بندھانا ہے جس کا ذکر آیات آئندہ میں بالتفصیح آتا ہے۔

مکی زندگی میں جہاد کی ممانعت | مکہ میں ہجرت کرنے سے پہلے کافر مسلمانوں کو بہت ستاتے تھے اور ان پر ظلم کرتے تھے مسلمان آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر شکایت کرتے اور رخصت مانگتے کہ ہم کفار سے مقاتلہ کریں اور ان سے ظلم کا بدلہ لیں آپ مسلمانوں کو لڑائی سے روکتے کہ مجھ کو مقاتلہ کا حکم نہیں ہوا بلکہ صبر اور درگزر کرنے کا حکم ہے اور فرماتے کہ نماز اور زکوٰۃ کا جو حکم تم کو ہو چکا ہے اس کو برابر کئے جاؤ کیونکہ جب تک آدمی اطاعت خداوندی میں اپنے نفس پر جہاد کرنے کا اور تکالیف جسمانی کا خوگر نہ ہو اور اپنے مال خرچ کرنے کا عادی نہ ہو تو اس کو جہاد کرنا اور اپنی جان کا دینا بہت دشوار ہے اس بات کو مسلمانوں نے قبول کر لیا تھا۔

الْقِتَالُ إِذَا فَرِيقٌ مِّنْهُمْ يَخْشَوْنَ النَّاسَ كَخَشْيَةِ

لڑائی کا اسی وقت ان میں ایک جماعت ڈرنے لگی لوگوں سے جیسا ڈر ہو

اللَّهِ أَوْ أَشَدَّ خَشْيَةً ۚ وَقَالُوا رَبَّنَا لِمَ كَتَبْتَ

اللہ کا یا اس سے بھی زیادہ ڈر اور کہنے لگے اے رب ہمارے کیوں فرض کی

عَلَيْنَا الْقِتَالَ ۚ لَوْلَا أَخَّرْتَنَا إِلَىٰ أَجَلٍ قَرِيبٍ ۗ قُلْ

ہم پر لڑائی کیوں نہ چھوڑے رکھا ہم کو تھوڑی مدت تک کہہ دو

مَتَاءَ الدُّنْيَا قَلِيلٌ ۚ وَالْآخِرَةُ خَيْرٌ لِّمَنِ اتَّقَىٰ ۗ

کہ فائدہ دنیا کا تھوڑا ہے اور آخرت بہتر ہے پر تیز گار کو

وَلَا تُظْلَمُونَ فَتِيلًا ۝۴۴۱ آيِنَ مَا تَكُونُوا يَدْرِكَكُم

اور تمہارا حق نہ رہے گا ایک تانے برابر جہاں کہیں تم ہو گے موت تم کو

الْمَوْتُ وَلَوْ كُنْتُمْ فِي بُرُوجٍ مُّشِيدَةٍ ۗ وَإِنْ تُصِيبَهُمْ

آپڑے گی اگرچہ تم ہو مضبوط قلعوں میں اور اگر پہنچے لوگوں کو

حَسَنَةٌ يَّقُولُوا هَذِهِ مِنْ عِنْدِ اللَّهِ ۗ وَإِنْ تُصِيبَهُمْ

کچھ بھلائی تو کہیں یہ اللہ کی طرف سے ہے اور اگر ان کو پہنچے

سَيِّئَةٌ يَّقُولُوا هَذِهِ مِنْ عِنْدِكَ ۗ قُلْ كُلٌّ مِّنْ عِنْدِ

کچھ برائی تو کہیں یہ تیری طرف سے ہے کہہ دے کہ سب

اللَّهِ ۗ فَمَالِ هَؤُلَاءِ الْقَوْمِ لَا يَكَادُونَ يَفْقَهُونَ

اللہ کی طرف سے ہے سو کیا حال ہے ان لوگوں کا ہرگز نہیں لگتے کہ سمجھیں

◆ جہاد فرض ہونے پر بعض لوگوں کا تردد | یعنی ہجرت کرنے کے بعد جب مسلمانوں کو کافروں سے لڑنے کا حکم ہوا تو ان کو تو خوش ہونا چاہئے تھا کہ ہماری درخواست قبول ہوئی اور مراد ملی مگر بعضے کچے مسلمان کافروں کے مقابلہ سے ایسے ڈرنے لگے جیسا کہ اللہ کے عذاب سے ڈرنا چاہئے یا اس سے بھی زیادہ اور آرزو کرنے لگے کہ تھوڑی مدت اور بھی قتال کا حکم نہ آتا اور ہم زندہ رہتے تو خوب ہوتا۔

◆ جہاد کی ترغیب | یعنی چونکہ حیات اور منافع دنیوی کی رغبت کے باعث ان لوگوں کو حکم جہاد بھاری معلوم ہوا تو اس لئے حق تعالیٰ فرماتا ہے کہ ان سے کہہ دو کہ دنیا کے تمام منافع حقیر اور سریع الزوال ہیں اور ثواب آخرت کا بہتر ہے ان کے لئے جو اللہ کی نافرمانی سے پرہیز کرتے ہیں سو تم کو چاہئے کہ منافع دنیا کا لحاظ نہ کرو اور حق تعالیٰ کی فرمانبرداری میں کوتاہی نہ کرو اور جہاد کرنے سے نہ ڈرو اور اطمینان رکھو کہ تمہاری محنت اور جانفشانی کا ثواب ادنیٰ سا بھی ضائع نہ ہوگا۔ سو تم کو ہمت اور شوق کے ساتھ جہاد میں مصروف ہونا چاہئے۔

◆ موت یقینی ہے | یعنی کیسے ہی مضبوط اور محفوظ و مامون مکان میں رہو مگر موت تم کو کسی طرح نہ چھوڑے گی کیونکہ موت ہر ایک کے واسطے مقدر اور مقرر ہو چکی ہے اپنے وقت پر ضرور آئے گی کہیں ہو۔ سو اگر جہاد میں نہ جاؤ گے تو بھی موت سے ہرگز نہیں بچ سکتے تو اب جہاد سے گھبرانا اور موت سے ڈرنا اور کافروں کے مقابلہ سے خوف کرنا بالکل نادانی اور اسلام میں کچے ہونے کی بات ہے۔

◆ منافقین | یعنی ان منافقین کا اور عجیب حال سنو اگر تدبیر لڑائی کی درست آئی اور فتح ہوئی اور غنیمت کا مال ہاتھ آ گیا تو کہتے ہیں یہ خدا کی طرف سے ہے یعنی اتقائی بات ہو گئی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تدبیر کے قائل نہ ہوتے اور اگر تدبیر بیگڑ جاتی اور ہزیمت و نقصان پیش آ جاتا تو الزام رکھتے آپ کی تدبیر پر۔

حَدِيثًا ۴۸ مَا أَصَابَكَ مِنْ حَسَنَةٍ فَمِنَ اللَّهِ وَمَا

کوئی بات ◆ جو پہنچے تجھ کو کوئی بھلائی کوئی اللہ کی طرف سے ہے اور جو

أَصَابَكَ مِنْ سَيِّئَةٍ فَمِنْ نَفْسِكَ ۴۹ وَ أَرْسَلْنَاكَ

پہنچے تجھ کو کوئی برائی سو تیرے نفس کی طرف سے ہے ◆ اور ہم نے تجھ کو بھیجا

لِلنَّاسِ رَسُولًا ۵۰ وَ كَفَى بِاللَّهِ شَهِيدًا ۵۱ مَنْ يَطِرْ

پیغام پہنچانے والا لوگوں کو اور اللہ کافی ہے سامنے دیکھنے والا ◆ جس نے حکم مانا

الرَّسُولَ فَقَدْ أَطَاعَ اللَّهَ ۵۲ وَمَنْ تَوَلَّىٰ فَمَا أَرْسَلْنَاكَ

رسول کا اس نے حکم مانا اللہ کا اور جو الٹا پھرا تو ہم نے تجھ کو نہیں بھیجا

عَلَيْهِمْ حَفِيظًا ۵۳ وَيَقُولُونَ طَاعَةٌ فَإِذَا بَرَزُوا مِنْ

ان پر نگہبان ◆ اور کہتے ہیں کہ قبول ہے پھر جب باہر گئے تیرے

عِنْدِكَ بَيَّتَ طَائِفَةٌ مِّنْهُمْ غَيْرَ الَّذِي تَقُولُ ۵۴

پاس سے تو مشورہ کرتے ہیں بعضے بعضے ان میں سے رات کو اس کے خلاف جو تجھ سے کہہ چکے تھے

وَاللَّهُ يَكْتُبُ مَا يُبَيِّتُونَ ۵۵ فَأَعْرِضْ عَنْهُمْ وَتَوَكَّلْ

اور اللہ لکھتا ہے جو وہ مشورہ کرتے ہیں سو تو تغافل کر ان سے اور بھروسہ کر

عَلَى اللَّهِ وَكَفَى بِاللَّهِ وَكِيلًا ۵۶ أَفَلَا يَتَذَكَّرُونَ

اللہ پر اور اللہ کافی ہے کارساز ◆ کیا غور نہیں کرتے

الْقُرْآنَ وَلَوْ كَانَ مِنْ عِنْدِ غَيْرِ اللَّهِ لَوَجَدُوا فِيهِ

قرآن میں اور اگر یہ ہوتا کسی اور کا سو اللہ کے تو ضرور پاتے اس میں

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم ان کو جواب دے دو کہ بھلائی اور برائی سب اللہ کی طرف سے ہے سب باتوں کا موجد اور خالق اللہ تعالیٰ ہے اور پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی تدبیر بھی اللہ ہی کی طرف سے ہے اور اللہ ہی کا الہام ہے۔ تمہارا الزام رکھنا نبی پر غلط اور سراسر کم فہمی ہے اور بگڑی کو بگڑانہ سمجھو یہ اللہ کی حکمت ہے وہ تم کو سدھاتا ہے اور آزما تا ہے تمہارے قصوروں پر۔ یہ جواب اجمالی ہوا منافقین کے الزام کا، اگلی آیت میں اس کی تفصیل آتی ہے۔

ہر بھلائی برائی اللہ کی طرف سے ہے | یعنی اصل بات یہ ہے کہ جملہ بھلائی اور برائی کا موجد ہر چند اللہ ہے مگر بندہ کو چاہئے کہ نیکی اور بھلائی کو حق تعالیٰ کا فضل اور احسان سمجھے اور سختی اور برائی کو اپنے اعمال کی شامت جانے، اس کا الزام پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم پر نہ رکھے۔ پیغمبر ان امور کے لئے نہ موجد ہے نہ سبب بلکہ موجد یعنی ان باتوں کا پیدا کرنے والا تو اللہ ہے اور سبب تمہارے عمل۔

آنحضرت ﷺ پوری انسانیت کے نبی ہیں | حق تعالیٰ رسول سے منافقوں کے الزام کو دور فرما کر ارشاد کرتا ہے کہ ہم نے تم کو تمام لوگوں کے لئے رسول کر کے بھیجا اور ہم کو سب کچھ معلوم ہے ہم سب کے اعمال کا بدلہ دے لیں گے۔ تم کسی کے بیہودہ انکار و الزام کی پروا نہ کرو اپنا کار رسالت کئے جاؤ۔

آپ کی رسالت کو محقق فرما کر اب خدا تعالیٰ آپ کے متعلق یہ حکم سناتا ہے کہ جو ہمارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی فرمانبرداری کرے گا وہ بیشک ہمارا تابعدار ہے اور جو اس سے روگردانی کرے گا تو ہم نے تجھ کو اے رسول ان لوگوں پر نگہبان بنا کر نہیں بھیجا کہ ان کو گناہ نہ کرنے دے، ہم ان کو دیکھ لیں گے۔ تیرا کام صرف پیغام پہنچانا ہے آگے ثواب یا عقاب یہ ہمارا کام ہے۔

منافقین کی ایک اور مکاری | ان منافقین کی اور مکاری سنو آپ کے رو برو آ کر تو کہہ جاتے ہیں ہم نے قبول کیا حکم تیرا اور باہر جا کر مشورہ کرتے ہیں اسکے خلاف یعنی تیری نافرمانی اور مخالفت کا مشورہ کرتے ہیں اور اللہ کے یہاں ان کے سب مشورے لکھے جاتے ہیں ان کو سزا دینے کے لئے۔ سوائے نبی ان سے منہ پھیر لے اور کسی بات کی پروا مت کر اور اپنے سب کام اللہ کے حوالے کر دے وہ تیرے لئے کافی ہے۔

اٰخْتَلَفَا كَثِيْرًا ۝۸۱ وَاِذَا جَاءَهُمْ اَمْرٌ مِّنَ الْاٰمِنِ

بہت تفاوت ◆ اور جب ان کے پاس پہنچتی ہے کوئی خبر ◆ امن کی

اَوْ الْخَوْفِ اِذَا عُوْا بِهٖ ط وَاَلُوْا رُدُوْهُ اِلَى الرَّسُوْلِ وَا

یا ڈر کی ◆ تو اس کو مشہور کر دیتے ہیں ◆ اور اگر اس کو پہنچا دیتے ◆ رسول تک ◆ اور

اِلَى اٰوْلِی الْاَمْرِ مِنْهُمْ لَعَلِمَہُ الَّذِیْنَ یَسْتَنْبِطُوْنَہٗ

اپنے حاکموں تک ◆ تو تحقیق کرتے اس کو ◆ جو ان میں تحقیق کرنے والے ہیں

مِنْهُمْ ط وَاَلُوْا فَضْلُ اللّٰہِ عَلَیْکُمْ وَرَحْمَتُہٗ لَا تَبْعَمُوْ

اس کی ◆ اور اگر نہ ہوتا فضل اللہ کا ◆ تم پر ◆ اور اس کی مہربانی ◆ تو البتہ تم پیچھے نہ لیتے

الشَّیْطٰنَ اِلَّا قَلِیْلًا ۝۸۲ فَمَقَاتِلْ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ ؕ لَا

شیطان کے ◆ مگر تھوڑے ◆ سو تو لڑ ◆ اللہ کی راہ میں ◆ تو

تُکَلِّفُ اِلَّا نَفْسَکَ وَحَرِیْضَ الْیَوْمِیْنِ ؕ عَسٰی اللّٰہُ

ذمہ دار نہیں ◆ مگر اپنی جان کا ◆ اور تاکید کر مسلمانوں کو ◆ قریب ہے کہ اللہ

اَنْ یَّکُفَّ بِاَسَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا ط وَاللّٰہُ اَشَدُّ بَاْسًا وَا

بند کر دے ◆ لڑائی کافروں کی ◆ اور اللہ بہت سخت ہے لڑائی میں ◆ اور

اَشَدُّ تَنْکِیْلًا ۝۸۳ مَنْ یُّشْفَعُ شَفَاعَةً حَسَنَةً یَّکُنْ لَّہٗ

بہت سخت ہے سزا دینے میں ◆ جو کوئی سفارش کرے نیک بات میں ◆ اس کو بھی ملے گا

◆ قرآن اللہ کا کلام ہے تدبر کی دعوت | پہلی آیات سے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا رسول اللہ ہونا اور انکی اطاعت بعینہ خدا کی اطاعت ہونی اور انکے نافرمانوں پر حق تعالیٰ کا عذاب ہونا تو خوب ظاہر ہو گیا مگر منافق اور آپ کے مخالف یہ کہہ سکتے ہیں کہ خدا کی گواہی اور اسکے ارشادات کی تسلیم و تصدیق میں تو ہم کو تا مل ہرگز نہیں مگر یہ کیونکر معلوم ہو کہ یہ خدا کا کلام ہے بشر کا بنایا ہوا نہیں تو حق تعالیٰ اس کا جواب

دیتا ہے کہ یہ لوگ قرآن میں غور نہیں کرتے جس سے صاف معلوم ہو جائے کہ قرآن اللہ کا کلام ہے۔ دیکھو اگر قرآن اللہ کا کلام نہ ہوتا جیسا کہ تم گمان کرتے ہو تو ضرور قرآن میں بہت سے مواقع میں طرح طرح کے اختلافات ملتے دیکھو آدمی ہر حالت میں اسی حالت کے موافق کلام کرتا ہے جو حالت پیش ہوتی ہے دوسری حالت کا دھیان نہیں ہوتا غصہ میں مہربانی والوں کا دھیان نہیں رہتا اور مہربانی میں غصہ والوں کا، دنیا کے بیان میں آخرت کا لحاظ نہ رہے اور آخرت کے بیان میں دنیا کا۔ بے پروائی میں عنایت کا ذکر نہیں اور عنایت میں بے پروائی کا۔ بالجملہ ایک حال کا کلام دوسرے حال کے کلام سے مختلف نظر آئے گا لیکن قرآن شریف چونکہ خالق کا کلام ہے یہاں ہر چیز کے بیان میں دوسری جانب بھی نظر رہتی ہے غور و فہم سے معلوم ہوتا ہے کہ قرآن میں ہر چیز کا بیان ہر مقام میں ایک انداز پر ہے دیکھئے یہاں منافقوں کا ذکر تھا جو سخت عتاب کے مستحق ہیں سو یہاں بھی ان کی باتوں پر اسی قدر الزام ہے جتنا چاہئے اور جو الزام ان کی ایک خاص جماعت پر تھا وہ خاص انہی پر لگایا گیا اور فرمایا کہ بعضے ان میں سے ایسا کرتے ہیں یہ نہیں کہ غصہ وغیرہ کی حالت میں کلام اپنی حد سے نکل جائے اور دوسری حالت کے کلام سے مختلف نظر آئے اور نیز یہ مطلب بھی ہے کہ ہم برابر دیکھتے ہیں کہ جب آدمی کوئی کلام طویل کرتا ہے تو وہ یکساں نہیں ہوتا بلکہ کوئی جملہ فصیح کوئی غیر فصیح، کوئی صحیح، کوئی غلط، کوئی سچا، کوئی کاذب، کوئی موافق کوئی باہم متناقض ضرور معلوم ہوتا ہے اور قرآن اتنی بڑی کتاب ان جملہ اختلافات سے پاک ہے جو طاقت بشر سے باہر ہے۔ فائدہ اس میں اسکی طرف بھی اشارہ ہو گیا کہ جو تم براور فہم سے کام نہ لے دو قرآن میں شبہات اور اختلافات کا وہم چلا سکتا ہے مگر فہم ایسا نہیں کر سکتا دیکھو جو اسی مقام میں تدبر نہ کرے وہ کہہ سکتا ہے کہ اول تو فرما دیا قل کُلِّ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ پرفرما دیا وَمَا اَصَابَكَ مِنْ نَسِيْتَةٍ فَمِنْ نَفْسِكَ سو یہ تو ناقض اور اختلاف ہو گیا۔ واللہ اعلم۔

❖ **افواہ پھیلانے کی مذمت** یعنی ان منافقوں اور کم سمجھ مسلمانوں کی ایک خرابی یہ ہے کہ جب کوئی بات امن کی پیش آتی ہے مثلاً رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کسی سے صلح کا قصد فرمانا یا لشکر اسلام کی فتح کی خبر سننا یا کوئی خبر خوفناک سن لیتے ہیں جیسے دشمنوں کا کہیں جمع ہونا یا مسلمانوں کی شکست کی خبر آنا تو ان کو بلا تحقیق کئے مشہور کرنے لگتے ہیں اور اس میں اکثر فساد و نقصان مسلمانوں کو پیش آجاتا ہے۔ منافق ضرور سانی کی غرض سے اور کم سمجھ مسلمان کم فہمی کی وجہ سے ایسا کرتے تھے۔

❖ یعنی کہیں سے کچھ خبر آئے تو چاہئے کہ اول پہنچائیں سردار تک اور اسکے نائبوں تک جب وہ اس خبر کو تحقیق اور تسلیم کر لیں تو ان کے کہنے کے موافق اسکو کہیں نقل کریں اور اس پر عمل کریں فائدہ حضرت نے ایک شخص کو ایک قوم کے یہاں زکوٰۃ لینے کو بھیجا وہ قوم اسکے استقبال کو باہر نکلی اس نے خیال کیا کہ میرے مارنے کو آئے ہیں لوٹ کر مدینہ میں آگیا اور مشہور کر دیا کہ فلاں قوم مرتد ہوگئی تمام شہر میں شہرت ہوگئی آخر کو غلط نکلی۔

❖ یعنی اگر اللہ اپنے فضل سے تمہاری اصلاح اور تربیت کے لئے احکام نہ بھیجتا اور تم کو وقتاً فوقتاً حسب ضرورت ہدایت اور تنبیہ نہ فرماتا رہتا جیسا کہ اس موقع پر رسول اور سرداروں کی طرف رجوع کرنے کو فرمایا تو تم گمراہ ہو جاتے مگر چند خواص جو کامل العقل اور کامل الایمان ہیں ان تنبیہات کو اللہ تعالیٰ کا انعام سمجھو اور شکر کرو اور پوری تعمیل کرو۔

❖ **آنحضرت ﷺ کو قتال کا خصوصی حکم** یعنی اگر کافروں کی لڑائی سے یہ منافق اور کچے مسلمان جن کا ذکر اوپر گذرا ڈرتے ہیں تو اے رسول تو تنہا اپنی ذات سے جہاد کرنے میں توقف مت کر اللہ تعالیٰ تیرا مددگار ہے اور مسلمانوں کو جہاد کی تاکید کر دے جو ساتھ نہ دے اس کی پروا مت کر۔ امید ہے کہ اللہ تعالیٰ کافروں کی لڑائی کو روک دے گا۔ فائدہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو آپ نے فرمایا کہ میں ضرور جہاد کے لئے جاتا ہوں اگرچہ ایک بھی میرے ساتھ نہ ہو اور کل ستر ہزار ہوں کے ساتھ بدر صغریٰ کو بغرض جہاد شریف لے گئے جس کا وعدہ ابوسفیان سے غزوہ احد کے بعد ہوا تھا جس کا ذکر پہلی سورت میں گذر چکا ہے حق تعالیٰ نے ابوسفیان اور کفار قریش کے دل میں رعب اور خوف ڈال دیا کوئی مقابلہ میں نہ آیا اور وعدے سے جھوٹے ہوئے اور حق سبحانہ نے اپنے ارشاد کے موافق کافروں کی لڑائی کو بند کر دیا اور آپ ہمارے ہمراہوں سمیت خیر اور سلامتی کے ساتھ واپس تشریف لے آئے۔

❖ یعنی اللہ تعالیٰ کی لڑائی اور اسکا عذاب کافروں کے ساتھ لڑنے سے بہت سخت ہے سو جو لوگ کافروں کے ساتھ لڑنے اور ان کو مارنے اور ان کے ہاتھ سے مارے جانے سے ڈرتے ہیں وہ اللہ تعالیٰ کے غصہ اور اس کے عذاب کا کیونکر تحمل کر سکتے ہیں۔

نَصِيبٌ مِّنْهَا، وَمَنْ يَشْفَعْ شَفَاعَةً سَيِّئَةً يَكُنْ

اس میں سے ایک حصہ اور جو کوئی سفارش کرے بری بات میں اس پر بھی

لَهُ كِفْلٌ مِّنْهَا، وَكَانَ اللَّهُ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ مُّقْبِنًا ﴿۸۵﴾

ہے ایک بوجھ اس میں سے اور اللہ ہے ہر چیز پر قدرت رکھنے والا

وَإِذَا حُيِّتُمْ بِتَحِيَّةٍ فَحَيُّوا بِأَحْسَنَ مِنْهَا أَوْ رُدُّوهَا

اور جب تم کو دعا دیوے کوئی تو تم بھی دعا دو اس سے بہتر یا وہی کہو الٹ کر

إِنَّ اللَّهَ كَانَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ حَسِيبًا ﴿۸۶﴾ اللَّهُ لَا إِلَهَ

بے شک اللہ ہے ہر چیز کا حساب کرنے والا اللہ کے سوا کسی کی

إِلَّا هُوَ لِيَجْزِيَكُمْ إِلَىٰ يَوْمِ الْقِيَامَةِ لَا رَيْبَ فِيهِ ۗ

بندگی نہیں ہے شک تم کو جمع کرے گا قیامت کے دن اس میں کچھ شبہ نہیں

وَمَنْ أَصْدَقُ مِنَ اللَّهِ حَدِيثًا ﴿۸۷﴾ فَمَا لَكُمْ فِي

اور اللہ سے سچی کس کی بات پھر تم کو کیا ہوا کہ

الْمُنَافِقِينَ فَعْتَيْنِ ۗ وَاللَّهُ أَرْكَسَهُم بِمَا كَسَبُوا ۗ

منافقوں کے معاملہ میں دو فریق ہو رہے ہو اور اللہ نے ان کو الٹ دیا بسبب ان کے اعمال کے

اتْرِبِدُونَ أَنْ تَهْتَدُوا مَنْ أَضَلَّ اللَّهُ ۗ وَمَنْ يُضِلِّ

کیا تم چاہتے ہو کہ راہ پر لاؤ جس کو گمراہ کیا اللہ نے اور جس کو گمراہ کرے

اللَّهُ فَلَنْ تَجِدَ لَهُ سَبِيلًا ﴿۸۸﴾ وَدُّوا لَوْ تَكْفُرُونَ

اللہ ہرگز نہ پاوے گا تو اس کے لیے کوئی راہ چاہتے ہیں کہ تم بھی کافر ہو جاؤ

سفرش کرنے کا بیان | یعنی اگر کوئی نیک کام میں سعی سفارش کرے جیسا نبی علیہ السلام کا مسلمانوں کو جہاد کی تاکید فرمانا یا کوئی بری بات میں سعی ہو جیسا منافق اور ست مسلمانوں کا جہاد سے ڈر کر دوسروں کو بھی ڈرانا تو اول صورت میں ثواب کا اور دوسری صورت میں گناہ کا حصہ ملے گا ایسے ہی اگر کوئی محتاج کی سفارش کر کے دولت مند سے کچھ دلوادے تو یہ بھی خیرات کے ثواب میں شریک ہوگا اور جو کوئی کافر مفسد یا سارق کو سفارش کر کے چھڑادے پھر وہ فساد اور چوری کرے تو یہ بھی شریک ہوگا فساد اور چوری میں۔

یعنی خدا تعالیٰ تمام چیزوں پر قادر اور ہر چیز کا حصہ ہانٹنے والا ہے تو نیکی اور ہدی کے حصہ دینے میں اس کو کوئی دشواری نہیں۔

سلام کرنے کے آداب | یعنی کسی مسلمان کو سلام کرنا یا دعا دینا درحقیقت اللہ سے اسکی شفاعت کرنا ہے تو حق تعالیٰ شفاعتِ حسنہ کی ایک خاص صورت کو جو مسلمانوں میں شائع ذائع ہے صراحت کے ساتھ بیان فرماتا ہے کہ جب کوئی اے مسلمانو تم کو دعا دے یا سلام کرے تو تم کو بھی اس کا جواب ضرور دینا چاہئے یا تو وہی کلمہ تم بھی اس کو کہو یا اس سے بہتر مثلاً اگر کسی نے کہا السلام علیکم تو واجب ہے تم پر کہ اسکے جواب میں وعلیکم السلام کہو اور زیادہ ثواب چاہو تو ورحمۃ اللہ بھی بڑھا دو اور اگر اس نے یہ لفظ بڑھایا ہو تو تم ”وبرکاتہ“ زیادہ کر دو۔ اللہ کے یہاں ہر چیز کا حساب ہوگا اور اسکی جزا ملے گی سلام اور اس کا جواب بھی اس میں آگیا۔ فائدہ اس سے شفاعتِ حسنہ کی پوری ترغیب ہو گئی اور شفاعتِ سیئہ کی خرابی اور مضرت معلوم ہو گئی کیونکہ جو شفاعتِ حسنہ کرے گا اس کو اللہ تعالیٰ ثواب دے گا اور جس کی شفاعت کی ہے اس پر اس کے ساتھ حسن سلوک اور مکافات کا حکم فرما دیا بخلاف شفاعتِ سیئہ کے کہ بجز معصیت اور محرومی کے کچھ نہ ملے گا۔

یعنی قیامت کا آنا اور ثواب و عقاب کے سب وعدوں کا پورا ہونا سب صحیح ہے اس میں تخلف نہیں ہوگا ان باتوں کو سرسری خیال نہ کرو۔

منافقین کے متعلق مسلمانوں کو ہدایت | ان منافقوں میں وہ لوگ داخل ہیں جو ظاہر میں بھی ایمان نہ لائے تھے بلکہ ظاہر و باطن کفر پر قائم تھے لیکن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمانوں کے ساتھ ظاہری میل جول اور محبت کا معاملہ رکھتے تھے اور غرض ان کی یہ تھی کہ مسلمانوں کی فوج ہماری قوم پر چڑھائی کرے تو ہمارے جان و مال اس حیلہ سے محفوظ رہیں۔ جب مسلمانوں کو معلوم ہو گیا کہ ان کا آنا جانا اس غرض سے ہے دل کی محبت سے نہیں تو بعض مسلمانوں نے کہا کہ ان شریروں سے ملنا ترک کر دینا چاہئے تاکہ ہم سے جدا ہو جائیں اور بعضوں نے کہا ان سے ملے جائیے شاید ایمان لے آئیں۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی کہ ہدایت و گمراہی اللہ کے قبضہ میں ہے تم اسکا ہرگز فکر مت کرو اور ان لوگوں سے بالاتفاق وہ معاملہ کرنا چاہئے جو آئندہ مذکور ہے دو فریق مت بنو۔

كَمَا كَفَرُوا فَتَكُونُونَ سَوَاءً فَلَا تَتَّخِذُوا مِنْهُمْ

جیسے وہ کافر ہوئے تو پھر تم سب برابر ہو جاؤ سو تم ان میں سے کسی کو

أَوْلِيَاءَ حَتَّىٰ يُهَاجِرُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ فَإِن تَوَلَّوْا

دوست مت بناؤ یہاں تک کہ وطن چھوڑ آویں اللہ کی راہ میں پھر اگر اس کو قبول نہ کریں

فَخُذُوهُمْ وَأَقْتُلُوهُمْ حَيْثُ وَجَدْتُمُوهُمْ وَلَا

توان کو پکڑو اور مار ڈالو اور مار ڈالو جہاں پاؤ اور نہ

تَتَّخِذُوا مِنْهُمْ وِلِيًّا وَلَا نَصِيرًا ﴿۱۹﴾ إِلَّا الَّذِينَ

بناؤ ان میں سے کسی کو دوست اور نہ مددگار ﴿۱۹﴾ مگر وہ لوگ

يَصِلُونَ إِلَىٰ قَوْمٍ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَهُم مِّيثَاقٌ أَوْ جَاءُوكُم

جو ملاپ رکھتے ہیں ایک قوم سے کہ تم میں اور ان میں عہد ہے یا آئے ہیں تمہارے پاس

حَصْرَتٍ صُدُّوهُمْ أَنْ يُقَاتِلُوكُمْ أَوْ يُقَاتِلُوا

کہ تنگ ہو گئے ہیں دل ان کے تمہاری لڑائی سے اور اپنی قوم کی

قَوْمَهُمْ ۖ وَلَوْ شَاءَ اللَّهُ لَسَلَّطَهُمْ عَلَيْكُمْ فَلَقَاتَلُوكُمْ

لڑائی سے بھی اور اگر اللہ چاہتا تو ان کو تم پر زور دے دیتا تو ضرور لڑتے تم سے

فَإِنِ اعْتَزَلُوكُمْ فَلَمْ يُقَاتِلُوكُمْ وَالْقَوَا إِلَيْكُمْ

سوا کریکسو رہیں وہ تم سے پھر تم سے نہ لڑیں اور پیش کریں تم پر

السَّلَامَ ۚ فَمَا جَعَلَ اللَّهُ لَكُمْ عَلَيْهِمْ سَبِيلًا ﴿۲۰﴾

صلح تو اللہ نے نہیں دی ان پر راہ تم کو

منافقوں سے قتال کا حکم | یعنی یہ منافق لوگ تو کفر پر ایسے جیسے ہوئے ہیں کہ خود تو اسلام کیا قبول کریں گے وہ تو یہ چاہتے ہیں کہ تم بھی ان کی مثل کافر ہو کر ان کے برابر ہو جاؤ۔ سو اب تم کو چاہئے کہ وہ جب تک ایمان قبول کر کے اپنا وطن چھوڑ کر تمہارے پاس نہ چلے آئیں اس وقت تک ان کو دوست نہ بناؤ نہ اپنے کسی کام میں ان کو دخل دو اور نہ انکی حمایت اور اعانت کرو اور اگر وہ لوگ ایمان اور ہجرت کو قبول نہ کریں تو ان کو قید کرو اور قتل کرو جہاں قابو پاؤ اور اجتناب کلی رکھو اور ان سے کوئی تعلق نہ رکھو۔

معاهد قوموں سے قتال کی ممانعت | یعنی اس ظاہری ملنے جلنے سے ان کو قید اور قتل سے مت بچاؤ مگر کل دو طرح سے۔ ایک تو یہ کہ جن لوگوں سے تمہاری صلح ہے ان سے ان کا بھی معاہدہ اور مصالحت ہو تو وہ بھی صلح میں داخل ہو گئے۔ دوسری طرح یہ کہ جو لوگ لڑائی سے عاجز ہو کر تم سے صلح کریں اور اس بات کا عہد کریں کہ نہ اپنی قوم کے طرفدار ہو کر تم سے لڑیں گے اور نہ تمہارے ساتھ ہو کر اپنی قوم سے لڑیں گے اور اس عہد پر قائم بھی رہیں تو ایسے لوگوں سے بھی مت لڑو اور ان کی مصالحت کو منظور کر لو اور اللہ تعالیٰ کا احسان سمجھو کہ تمہاری لڑائی سے باز آئے۔ اللہ چاہتا تو ان کو تم پر جری اور غالب تر کر دیتا۔

سَتَجِدُونَ أَخْرِبِينَ يُرِيدُونَ أَنْ يَأْمَنُوكُمْ وَ

اب تم دیکھو گے ایک اور قوم کو جو چاہتے ہیں کہ امن میں رہیں تم سے بھی اور

يَأْمَنُوا قَوْمَهُمْ كُلًّا رُدُّوْا إِلَى الْفِتْنَةِ أُرْكِسُوا

اپنی قوم سے بھی جب کبھی لوٹائے جاتے ہیں وہ فساد کی طرف تو اس کی طرف

فِيهَا فَإِنْ لَّمْ يَعْتَزِلْوْكُمْ وَيُلْقُوا إِلَيْكُمْ السَّلَامَ

لوٹ جاتے ہیں پھر اگر وہ تم سے یکسو نہ رہیں اور نہ پیش کریں تم پر صلح

وَيَكْفُرُوا أَيْدِيَهُمْ فَخُذُوهُمْ وَاقْتُلُوهُمْ حَيْثُ

اور اپنے ہاتھ نہ روکیں تو ان کو پکڑو اور مار ڈالو جہاں

تَقِفْتُهُمْ وَأَوْلِيَكُمْ جَعَلْنَا لَكُمْ عَلَيْهِمْ سُلْطٰنًا

پاؤ اور ان پر ہم نے تم کو دلی ہے کھلی

مُبَيِّنًا ۚ وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ أَنْ يَقتُلَ مُؤْمِنًا إِلَّا

سند اور مسلمان کا کام نہیں کہ قتل کرے مسلمان کو مگر

خَطَاً ۚ وَمَنْ قَتَلَ مُؤْمِنًا خَطَاً فَتَحْرِيرُ رَقَبَةٍ

غلطی سے اور جو قتل کرے مسلمان کو غلطی سے تو آزاد کرے گردن

مُؤْمِنَةٍ وَرِدِيَّةٌ مُسَلَّمَةٌ إِلَّا أَهْلِيهَا إِلَّا أَنْ

ایک مسلمان کی اور خون بہا پہنچائے اس کے گھر والوں کو مگر یہ کہ

يَصَّدَّقُوا فَإِنْ كَانَ مِنْ قَوْمٍ عَدُوٍّ لَكُمْ وَهُوَ

وہ معاف کر دیں پھر اگر مقتول تھا ایسی قوم میں سے کہ وہ تمہارے دشمن ہیں اور خود وہ

یعنی بعضے لوگ ایسے بھی ہیں کہ تم سے عہد کر جاتے ہیں کہ نہ تم سے لڑیں گے نہ اپنی قوم سے تاکہ تم سے اور اپنی قوم دونوں سے امن میں رہیں لیکن اس عہد پر قائم نہیں رہتے بلکہ جب اپنی قوم کا غلبہ دیکھتے ہیں تو انکے مددگار ہو جاتے ہیں تو ایسے لوگوں سے تم بھی درگزر مت کرو تمہارے ہاتھ تو صریح حجت آگئی کہ انہوں نے اپنا عہد خود توڑ ڈالا۔

مومن کے قتل خطاء کا بیان | اس موقع پر قتل خطا کے احکام بیان فرمائے جاتے ہیں اور یہ کہ کلمہ اسلام کہنے والے کو قتل کرنا گناہ عظیم ہے۔ ہاں اگر غلطی سے مارا گیا تو مجبوری کی بات ہے اور اس کے احکام یہ ہیں اور اسی کے ذیل میں مجاہدین کی فضیلت اور دار کفر سے دار الاسلام کی طرف ہجرت کرنے کی ضرورت اور سفر اور خوف کی نماز کی کیفیت بیان فرمائی جاتی ہے۔ فائدہ | قتل خطا یعنی مسلمان کو غلطی سے قتل کر دینے کی کئی صورتیں ہیں مثلاً غلطی سے مسلمان کو شکار سمجھ کر مار ڈالا یا تیر اور گولی شکار پر چلائی چوک کر کسی مسلمان کے جا لگی۔ ایک صورت قتل خطا کی یہ بھی ہے کہ ایک مسلمان کافروں میں ہو اور اس کو کوئی مسلمان کافر سمجھ کر بوجہ لاعلمی قتل کر ڈالے اور یہاں اسی صورت کا بیان فرمانا مقصود ہے۔ مجاہدین کو یہ بات اکثر پیش آ جاتی ہے اور آیات سابقہ کے یہی مناسب ہے، گو قتل خطا کی اور صورتوں کا بھی حکم یہی ہے وہ صورتیں بھی اس میں آگئیں۔

مُؤْمِنٌ فَتَحْرِيرُ رَقَبَةٍ مُّؤْمِنَةٍ ۖ وَإِنْ كَانَ

مسلمان تھا تو آزاد کرے گردن ایک مسلمان کی اور اگر وہ تھا

مِنْ قَوْمٍ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَهُمْ مِّيثَاقٌ فَدِيَةٌ

ایسی قوم میں سے کہ تم میں اور ان میں عہد ہے تو خون بہا

مُسَلَّمَةٌ إِلَىٰ أَهْلِهَا ۖ وَتَحْرِيرُ رَقَبَةٍ مُّؤْمِنَةٍ ۖ

پہنچے اس کے گھر والوں کو اور آزاد کرے گردن ایک مسلمان کی

فَمَنْ لَّمْ يَجِدْ فَصِيَامُ شَهْرَيْنِ مُتَتَابِعَيْنِ تَوْبَةً

پھر جس کو میسر نہ ہو تو روزے رکھے دو مہینے کے گناہ بخشوانے کو برابر

مِّنَ اللَّهِ ۖ وَكَانَ اللَّهُ عَلِيمًا حَكِيمًا ۝۱۳

اللہ سے اور اللہ جاننے والا حکمت والا ہے اور جو کوئی

يَقْتُلْ مُّؤْمِنًا مُّتَعَبِدًا ۖ فَجَزَاؤُهُ جَهَنَّمُ خَالِدًا

قتل کرے مسلمان کو جان کر تو اس کی سزا دوزخ ہے پڑا رہے گا

فِيهَا وَغَضِبَ اللَّهُ عَلَيْهِ وَلَعَنَهُ وَأَعَدَّ لَهُ عَذَابًا

اسی میں اور اللہ کا اس پر غضب ہوا اور اس کو لعنت کی اور اس کے واسطے تیار کیا

عَظِيمًا ۝۱۴ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا ضَرَبْتُمْ

بڑا عذاب اے ایمان والو جب سفر کرو

فِي سَبِيلِ اللَّهِ فَتَبَيَّنُوا وَلَا تَقُولُوا لِمَنْ أَلْفَىٰ

اللہ کی راہ میں تو تحقیق کر لیا کرو اور مت کہو اس شخص کو جو تم سے

❖ **قتل خطاء کی سزا** | اس آیت میں قتلِ خطا کے دو حکم بتلائے گئے ایک تو آزاد کرنا بردہ مسلمان کا اور اس کا مقدر نہ ہو تو دو مہینے متصل روزے رکھنا یہ کفارہ ہے خدا تعالیٰ کی جناب میں اپنی خطا کا۔ دوسرے اس مقتول کے وارثوں کو خون بہا دینا یہ ان کا حق ہے۔ ان کے معاف کرنے سے معاف بھی ہو سکتا ہے اور کفارہ کسی کے معاف کرنے سے معاف نہیں ہو سکتا۔ اس کے متعلق تین صورتیں ہو سکتی ہیں کیونکہ جس مسلمان کو غلطی سے قتل کیا اس کے وارث مسلمان ہونگے یا کافر۔ اگر کافر ہیں تو ان سے مصالحت ہے یا دشمنی۔ اول دونوں صورتوں میں مقتول کے وارثوں کو خون بہا دینا پڑے گا۔ تیسری صورت میں خون بہا لازم نہ ہوگا اور کفارہ سب صورتوں میں ادا کرنا ہوگا۔ فائدہ | خون بہا مذہبِ حنفی میں تخمیناً دو ہزار سات سو چالیس روپے ہوتے ہیں یہ روپیہ قاتل کی برادری کو تین برس میں متفرق طور پر دینا ہوگا مقتول کے وارثوں کو۔

❖ **قتل عمد کی سزا** | یعنی اگر ایک مسلمان دوسرے مسلمان کو غلطی سے نہیں بلکہ قصداً اور مسلمان معلوم کرنے کے بعد قتل کرے گا تو اس کے لئے آخرت میں جہنم اور لعنت اور عذابِ عظیم ہے کفارہ سے اس کی رہائی نہیں ہوگی۔ باقی رہی دنیوی سزا وہ سورہ بقرہ میں گذر چکی۔ فائدہ | جمہور علماء کے نزدیک خلود اس کے لئے ہے جو مسلمان کے قتل کو حلال سمجھے کیونکہ اس کے کفر میں شک نہیں یا خلود سے مراد یہ ہے کہ مدت دراز تک جہنم میں رہے گا یا وہ شخص مستحق تو اسی سزا کا ہے آگے اللہ مالک ہے جو چاہے کرے۔ واللہ اعلم

إِلَيْكُمْ السَّلَامُ لَسْتُمْ مُؤْمِنًا، تَبْتَغُونَ عَرْضَ

سلام علیک کرے کہ تو مسلمان نہیں تم چاہتے ہو اسباب دنیا کی

الْحَيَاةِ الدُّنْيَا زَعِنْدَ اللَّهِ مَغَانِمٌ كَثِيرَةٌ كَذَلِكَ

زندگی کا سوا اللہ کے ہاں بہت چھتیں ہیں تم بھی تو

كُنْتُمْ مِّن قَبْلُ فَمَنَّ اللَّهُ عَلَيْكُمْ فَتَبَيَّنُوا إِنَّ

ایسے ہی تھے اس سے پہلے پھر اللہ نے تم پر فضل کیا سواب تحقیق کر لو بے شک

اللَّهُ كَانَ بِمَا تَعْمَلُونَ خَبِيرًا ﴿۹۴﴾ لَا يَسْتَوِي

اللہ تمہارے کاموں سے خبردار ہے برابر نہیں

الْقَاعِدُونَ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ غَيْرُ أُولِي الضَّرْمِ وَالَّذِينَ

بیٹھ رہے والے مسلمان جن کو کوئی عذر نہیں اور

الْمُجَاهِدُونَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ بِأَمْوَالِهِمْ وَأَنْفُسِهِمْ

وہ مسلمان جو لڑنے والے ہیں اللہ کی راہ میں اپنے مال سے اور جان سے

فَضَّلَ اللَّهُ الْمُجَاهِدِينَ بِأَمْوَالِهِمْ وَأَنْفُسِهِمْ

اللہ نے بڑھا دیا لڑنے والوں کا اپنے مال اور جان سے

عَلَى الْقَاعِدِينَ دَرَجَةً ۗ وَكُلًّا وَعَدَ اللَّهُ

بیٹھ رہنے والوں پر اور زیادہ کیا اللہ نے وعدہ کیا اللہ نے اور ہر ایک سے

الْحُسْنَى ۗ وَفَضَّلَ اللَّهُ الْمُجَاهِدِينَ عَلَى الْقَاعِدِينَ

بھلائی کا اور زیادہ کیا اللہ نے لڑنے والوں کو بیٹھ رہنے والوں سے

بلا تحقیق کسی کو کافر نہ کہو | حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک فوج کو ایک قوم پر جہاد کے لئے بھیجا اس قوم میں ایک شخص مسلمان تھا جو اپنا مال و اسباب اور مویشی ان میں سے نکال کر علیحدہ کھڑا ہو گیا تھا اس نے مسلمانوں کو دیکھ کر السلام علیکم کہا مسلمانوں نے یہ سمجھا کہ یہ بھی کافر ہے اپنی جان اور مال بچانے کی غرض سے اپنے آپ کو مسلمان ظاہر کرتا ہے اس لئے اس کو مار ڈالا اور اس کے مویشی اور اسباب سب لے لیا اس پر یہ آیت نازل ہوئی اور مسلمانوں کو تنبیہ اور تاکید فرمائی گئی کہ جب تم جہاد کے لئے سفر کرو تو تحقیق سے کام لو۔ بے سوچے سمجھے کام مت کرو جو تمہارے سامنے اسلام ظاہر کرے اس کے مسلمان ہونے کا ہرگز انکار مت کرو۔ اللہ کے پاس بہت کچھ غیبتیں ہیں ایسے حقیر سامان پر نظر نہ کرنی چاہئے۔

تم ایسے ہی تھے اس سے پہلے یعنی اسلام سے پہلے دنیا کی غرض سے ناحق خون کیا کرتے تھے لیکن اب مسلمان ہو کر برگزایا نہ کرنا چاہئے بلکہ جس پر مسلمان ہونے کا احتمال بھی ہو تو اس کے قتل سے بچو یا یہ مطلب ہے کہ اس سے پہلے شروع زمانہ اسلام میں تم بھی کافروں کے شہر میں رہتے تھے۔ تمہاری مستقل حکومت اور مستقل بود و باش نہ تھی تو جیسا اس حالت میں تمہارا اسلام معتبر سمجھا گیا اور تمہارے جان و مال کی حفاظت و رعایت کی گئی ایسا ہی اب تم کو بھی اس طرح کے مسلمانوں کی رعایت و حفاظت لازم ہے بلا تحقیق ان کو قتل مت کرو احتیاط اور غور سے کام کرنا چاہئے۔

یعنی اللہ تعالیٰ تمہارے ظاہر اعمال اور ولی اغراض سب پر مطلع ہے تو اب جس کو قتل کرو محض اللہ کے حکم کے موافق قتل کرو۔ اپنی کسی غرض کا اصلاح نہ ہو اور یہ بھی مقصد ہے کہ اگر کوئی کافر فقط اپنے جان و مال کے خوف سے تمہارے روبرو اسلام ظاہر کرے اور دھوکا دے کر اپنی جان بچالے تو اللہ تعالیٰ کو سب کچھ معلوم ہے اس کے عذاب سے نہیں بچ سکتا مگر تم اس کو کچھ مت کہو۔ یہ تمہارے کرنے کی بات نہیں ہم دیکھ لیں گے۔

أَجْرًا عَظِيمًا ﴿۹۵﴾ دَرَجَاتٍ مِّنْهُ وَمَغْفِرَةً وَرَحْمَةً ط

اجر عظیم میں جو کہ درجے ہیں اللہ کی طرف سے اور بخشش ہے اور مہربانی ہے

وَكَانَ اللَّهُ غَفُورًا رَّحِيمًا ﴿۹۶﴾ إِنَّ الَّذِينَ تَوَفَّيْتُمْ

اور اللہ ہے بخشنے والا مہربان کہ جن کی جان نکالتے ہیں وہ لوگ

الْمَلَائِكَةُ ظَالِمِي أَنفُسِهِمْ قَالُوا فِيمَ كُنْتُمْ ط

فرشتے اس حالت میں کہ وہ برا کر رہے ہیں اپنا کہتے ہیں ان سے فرشتے تم کس حال میں تھے

قَالُوا كُنَّا مُسْتَضْعَفِينَ فِي الْأَرْضِ ط قَالُوا أَلَمْ

وہ کہتے ہیں ہم تھے بے بس اس ملک میں کہتے ہیں فرشتے کیا نہ تھی

تَكُنْ أَرْضُ اللَّهِ وَاسِعَةً فَتُهَاجِرُوا فِيهَا ط

زمین اللہ کی کشادہ جو چلے جاتے وطن چھوڑ کر وہاں

فَأُولَٰئِكَ مَا لَهُمْ جَهَنَّمُ ط وَسَاءَتْ مَصِيرًا ﴿۹۷﴾

سوائیوں کا ٹھکانا ہے دوزخ اور وہ بہت بری جگہ پہنچے

إِلَّا الْمُسْتَضْعَفِينَ مِنَ الرِّجَالِ وَالنِّسَاءِ وَ

مگر جو ہیں بے بس مردوں اور عورتوں اور

الْوَالِدَانَ لَا يَسْتَطِيعُونَ حِيلَةً وَلَا يَهْتَدُونَ

بچوں میں سے جو نہیں کر سکتے کوئی تدبیر اور نہ جانتے ہیں

سَبِيلًا ﴿۹۸﴾ فَأُولَٰئِكَ عَسَى اللَّهُ أَنْ يَعْفُو عَنْهُمْ ط

کہیں کا راستہ سوائیوں کو امید ہے کہ اللہ معاف کرے

◆ مجاہدین کے درجات | اس سے پہلے مسلمان کو نادانستگی اور چوک سے قتل کر دینے پر عتاب اور تنبیہ فرمائی تھی اس لئے یہ احتمال تھا کہ کوئی جہاد کرنے سے رک جائے کیونکہ مجاہدین کو ایسی صورت پیش آ ہی جاتی ہے۔ اس لئے مجاہدین کی فضیلت بیان فرما کر جہاد کی رغبت دلائی گئی خلاصہ آیت کا یہ ہے کہ لنگڑے لٹھے اندھے بیمار معذور لوگوں کو تو جہاد کرنے کا حکم نہیں باقی سب مسلمانوں میں جہاد کرنے والوں کے بڑے درجے ہیں جو جہاد نہ کرنے والوں کے نہیں اگرچہ جنتی وہ بھی ہیں جو جہاد نہیں کرتے۔

جہاد فرض کفایہ ہے | اس سے معلوم ہو گیا کہ جہاد فرض کفایہ ہے فرض عین نہیں یعنی اگر مسلمانوں کی کافی تعداد اور ضرورت کے موافق جماعت جہاد کرتی رہے تو جہاد نہ کرنے والوں پر پھر کوئی گناہ نہیں ورنہ سب گنہگار ہونگے۔

◆ یعنی حق تعالیٰ غفور و رحیم ہے جہاد کرنے والوں کے بارہ میں اجر و مغفرت و رحمت کے جو وعدے فرمائے ہیں وہ ضرور پورے فرمائے گا یا یہ کہ مجاہد کے ہاتھ سے نادانستگی میں اگر کوئی مسلمان قتل ہو گیا تو حق تعالیٰ معاف فرمادے گا اس اندیشہ سے جہاد سے مت روکو۔

وَكَانَ اللَّهُ عَفْوًا غَفُورًا ﴿۹۹﴾ وَمَنْ يُهَاجِرْ فِي

اور جو کوئی وطن چھوڑے

اور اللہ ہے معاف کرنے والا بخشنے والا

سَبِيلِ اللَّهِ يَجِدْ فِي الْأَرْضِ مُرْغَبًا كَثِيرًا

جگہ بہت

پاؤں گا اس کے مقابلہ میں

اللہ کی راہ میں

وَسَعَةً ۗ وَمَنْ يَخْرُجْ مِنْ بَيْتِهِ مُهَاجِرًا إِلَى

ہجرت کر کے

اپنے گھر سے

اور جو کوئی نکلے

اور کشائش

اللَّهُ وَرَسُولِهِ ثُمَّ يُدْرِكُهُ الْمَوْتُ فَقَدْ وَقَعَ

تو مقرر ہو چکا

پھر آ پکڑے اس کو موت

اللہ اور رسول کی طرف

أَجْرُهُ عَلَى اللَّهِ ۗ وَكَانَ اللَّهُ غَفُورًا رَحِيمًا ﴿۱۰۰﴾

اور ہے اللہ بخشنے والا مہربان

اللہ کے ہاں

اس کا ثواب

۱۰۰ =

وَإِذَا ضَرَبْتُمْ فِي الْأَرْضِ فَلَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ

تو تم پر گناہ نہیں

ملک میں

اور جب تم سفر کرو

أَنْ تَقْصُرُوا مِنَ الصَّلَاةِ ۗ إِنَّ خِفْتُمْ أَنْ يُفْتِنَكُمْ

کہ ستادیں گے تم کو

اگر تم کو ڈر ہو

نماز میں سے

کہ کچھ کم کرو

الَّذِينَ كَفَرُوا ۗ إِنَّ الْكُفْرِينَ كَانُوا لَكُمْ عَدُوًّا

تمہارے صریح دشمن

البتہ کافر

کافر

مُبِينًا ﴿۱۰۱﴾ وَإِذَا كُنْتَ فِيهِمْ فَأَقِمْ لَهُمُ الصَّلَاةَ

پھر نماز میں کھڑا کرے

اور جب تو ان میں موجود ہو

ہیں

دارالکفر سے ہجرت کی فرضیت | بعضے مسلمان ایسے بھی ہیں کہ دل سے تو سچے مسلمان ہیں مگر کافروں کی حکومت میں ہیں اور ان سے مغلوب ہیں اور کافروں کے خوف سے اسلامی باتوں کو کھل کر نہیں کر سکتے نہ حکم جہاد کی تعمیل کر سکتے ہیں۔ سوان پر فرض ہے کہ وہاں سے ہجرت کریں۔ اس رکوع میں اسی کا ذکر ہے آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ جو لوگ اپنے اوپر ظلم کرتے ہیں یعنی کافروں کے ساتھ مل رہے ہیں اور ہجرت نہیں کرتے تو فرشتے ان سے مرنے کے وقت پوچھتے ہیں کہ تم کس دین پر تھے؟ وہ کہتے ہیں کہ ہم تو مسلمان تھے مگر بوجہ ضعف و کمزوری کے دین کی باتیں نہ کر سکتے تھے۔ فرشتے کہتے ہیں کہ اللہ کی زمین تو بہت وسیع تھی تم یہ تو کر سکتے تھے کہ وہاں سے ہجرت کر جاتے۔ سو ایسے لوگوں کا ٹھکانہ جہنم ہے۔ البتہ جو لوگ ضعیف ہیں اور عورتیں اور بچے کہ نہ وہ ہجرت کی تدبیر کر سکتے ہیں نہ ان کو کوئی ہجرت کا رستہ معلوم ہے وہ قابل معافی ہیں۔ فائدہ | اس سے معلوم ہو گیا کہ مسلمان جس ملک میں کھلا نہ رہ سکے وہاں سے ہجرت فرض ہے اور سوائے ان لوگوں کے جو بالکل معذور اور بے بس ہوں اور کسی کو وہاں پڑے رہنے کی اجازت نہیں۔

مہاجر کیلئے کشائش کا وعدہ اور دیگر فضائل | اس آیت میں ہجرت کی ترغیب ہے اور مہاجرین کو تسلی دی جاتی ہے یعنی جو شخص اللہ کے واسطے ہجرت کرے گا اور اپنا وطن چھوڑے گا تو اس کو رہنے کے لئے بہت جگہ ملے گی اور اس کی روزی اور معیشت میں فراخی ہوگی تو ہجرت کرنے میں اس سے مت ڈرو کہ کہاں رہیں گے اور کیا کھائیں گے اور یہ بھی خطرہ نہ کرو کہ شاید رستہ میں موت آجائے تو ادھر کے ہوں نہ ادھر کے کیونکہ اس صورت میں بھی ہجرت کا پورا ثواب ملے گا اور موت تو اپنے وقت ہی پر آتی ہے وقت مقرر سے پہلے نہیں آسکتی۔

قصر نماز کا حکم | یعنی جب تم جہاد وغیرہ کے لئے سفر کرو اور کافروں سے جو کہ تمہارے صریح دشمن ہیں اس کا خوف ہو کہ وہ موقع پا کر ستائیں گے تو نماز کو مختصر رکھو یعنی جو نماز حضر میں چار رکعت کی ہو اس کی دو رکعت پڑھو فائدہ | ہمارے یہاں سفر تین منزل کا ہونا ضروری ہے اس سے کم ہوگا تو قصر جائز نہ ہوگا اور کافروں کے ستانے کا ڈر اس وقت موجود ہے جب یہ حکم نازل ہوا۔ جب یہ ڈر جاتا رہا تو اس کے بعد بھی آپ سفر میں دو رکعت ہی پڑھتے رہے اور صحابہ کو بھی اسی کی تاکید فرمائی۔ اب ہمیشہ سفر میں قصر کرنے کا حکم ہے خوف مذکور ہو یا نہ ہو اور یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے شکر یہ کہ ساتھ قبول کرنا لازم ہے جیسا کہ حدیث میں ارشاد ہے۔

فَلْتَقُمْ طَائِفَةٌ مِّنْهُمْ مَّعَكَ وَلْيَأْخُذُوا أَسْلِحَتَهُمْ فَإِن

تو چاہئے ایک جماعت ان کی کھڑی ہو تیرے ساتھ اور ساتھ لے لیوں اپنے ہتھیار

فَإِذَا سَجَدُوا فَلْيَكُونُوا مِنْ وَرَائِكُمْ وَلْتَأْتِ

پھر جب یہ سجدہ کریں تو ہٹ جاویں تیرے پاس سے اور آتے

طَائِفَةٌ أُخْرَىٰ لَمْ يُصَلُّوا فَلْيُصَلُّوا مَعَكَ

دوسری جماعت جس نے نماز نہیں پڑھی وہ نماز پڑھیں تیرے ساتھ

وَلْيَأْخُذُوا حِذْرَهُمْ وَأَسْلِحَتَهُمْ ۗ وَذَٰلِكَ

اور ساتھ لیوں اپنا بچاؤ اور ہتھیار کافر چاہتے

كَفَرُوا لَوْ تَغْفُلُونَ عَنْ أَسْلِحَتِكُمْ وَأَمْتِعَتِكُمْ

ہیں کسی طرح تم بے خبر ہو اپنے ہتھیاروں سے اور اسباب سے

فَيَمِيلُونَ عَلَيْكُمْ مَّيْلَةً وَاحِدَةً وَلَا جُنَاحَ

تا کہ تم پر حملہ کریں یکبارگی اور تم پر

عَلَيْكُمْ إِن كَانَ بِكُمْ أَذًى مِّن مَّطَرٍ أَوْ كُنْتُمْ

کچھ گناہ نہیں اگر تم کو تکلیف ہو یا تم سے

مَرْضَىٰ أَنْ تَضَعُوا أَسْلِحَتَكُمْ ۗ وَخُذُوا حِذْرَكُمْ

بیمار ہو کہ اتار رکھو اپنے ہتھیار اور ساتھ لے لو اپنا بچاؤ

إِنَّ اللَّهَ أَعَدَّ لِلْكَافِرِينَ عَذَابًا مُّهِينًا ﴿۱۶﴾ فَإِذَا

بے شک اللہ نے تیار کر رکھا ہے کافروں کے واسطے عذاب ذلت کا پھر جب

◆ نماز خوف کا بیان | پہلے نماز سفر کا بیان تھا یہ نماز خوف کا بیان ہے یعنی کافروں کی فوج مقابلہ میں ہو تو مسلمانوں کی فوج دو حصے ہو جائے، ایک حصہ امام کے ساتھ آدھی نماز پڑھ کر دشمن کے مقابلہ میں جا کر کھڑا ہو جائے، دوسرا حصہ آ کر امام کے ساتھ نصف باقی پڑھ لے۔ امام کے سلام کے بعد دونوں جماعتیں اپنی آدھی نماز رہی ہوئی جدی جدی پڑھ لیں۔ اگر مغرب کی نماز ہو تو اول جماعت دو رکعت اور دوسری جماعت ایک رکعت امام کے ساتھ پڑھے اور اس حالت میں نماز کے اندر آمد و رفت معاف ہے اور تلوار زرہ سپر وغیرہ کے اپنے ساتھ رکھنے کا بھی ارشاد فرمایا تاکہ کفار موقع پا کر یکبارگی حملہ نہ کر دیں۔

◆ یعنی اگر بارش یا بیماری اور ضعف کی وجہ سے ہتھیار کا اٹھانا مشکل ہو تو ایسی حالت میں ہتھیار اتار کر رکھ دینے کی اجازت ہے لیکن اپنا ہچاؤ کر لینا چاہئے مثلاً زرہ سپر خود ساتھ لے لو۔ فائدہ | اگر دشمنوں کے خوف سے اتنی مہلت بھی نہ ملے کہ نماز خوف بصورت مذکور ادا کر سکیں تو جماعت موقوف کر کے تنہا تنہا نماز پڑھ لیں پیادہ ہو کر اور سواری سے اترنے کا بھی موقع نہ ملے تو سواری پر اشارہ سے نماز پڑھ لیں۔ اگر اس کی بھی مہلت نہ ملے تو پھر نماز کو قضا کر دیں۔

◆ یعنی اللہ کے حکم کے موافق تدبیر اور احتیاط اور اہتمام کے ساتھ کام کرو اور اللہ کے فضل سے امید رکھو وہ کافروں کو تمہارے ہاتھ سے ذلیل و خوار کر دے گا، کافروں سے خوف مت کرو۔

قَضَيْتُمْ الصَّلَاةَ فَادْكُرُوا اللَّهَ قِيَمًا وَقُودًا وَا

تم نماز پڑھ چکو تو یاد کرو اللہ کو کھڑے اور جیسے اور اور

عَلَىٰ جُنُوبِكُمْ ۚ فَإِذَا اطْمَأْنَنْتُمْ فَأَقِيمُوا الصَّلَاةَ ۚ

لیئے ◆ پھر جب خوف جاتا رہے تو درست کرو نماز کو

إِنَّ الصَّلَاةَ كَانَتْ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ كِتَابًا مَّوْقُوتًا ﴿۴۳﴾

بے شک نماز مسلمانوں پر فرض ہے اپنے مقرر وقتوں میں ◆

وَلَا تَهِنُوا فِي ابْتِغَاءِ الْقَوْمِ ۗ إِنْ تَكُونُوا تَأْلَمُونَ

اور ہمت نہ ہارو ان کا پیچھا کرنے سے اگر تم بے آرام ہوتے ہو

فَإِنَّهُمْ يَأْلَمُونَ ۗ كَمَا تَأْلَمُونَ ۗ وَتَرْجُونَ مِنَ اللَّهِ

تو وہ بھی بے آرام ہوتے ہیں جس طرح تم ہوتے ہو اور تم کو اللہ سے

مَا لَا يَرْجُونَ ۗ وَكَانَ اللَّهُ عَلِيمًا حَكِيمًا ﴿۴۴﴾

امید ہے جو ان کو نہیں اور اللہ سب کچھ جاننے والا حکمت والا ہے ◆ بے شک

أَنْزَلْنَا إِلَيْكَ الْكِتَابَ بِالْحَقِّ لِتَحْكُمَ بَيْنَ النَّاسِ

ہم نے اتاری تیری طرف کتاب سچی کہ تو انصاف کرے لوگوں میں

بَيْنًا أَرَاكَ اللَّهُ ۗ وَلَا تَكُنْ لِلْخَائِبِينَ خَصِيمًا ﴿۴۵﴾

جو کچھ سمجھا دے تجھ کو اللہ اور تو مت ہو دعا بازوں کی طرف سے جھڑنے والا ◆

وَاسْتَغْفِرِ اللَّهُ ۗ إِنْ كَانَ غَفُورًا رَحِيمًا ﴿۴۶﴾

اور بخشش مانگ اللہ سے بے شک اللہ بخشنے والا مہربان ہے ◆

◆ ہمہ وقت ذکر اللہ کا حکم | یعنی خوف کے وقت بوجہ تنگی اور بے اطمینانی اگر نماز میں کسی طرح کوتاہی ہوگئی تو نماز خوف سے فراغت کے بعد ہر وقت اور ہر حالت میں کھڑے ہو یا بیٹھے یا لیٹے اللہ کو یاد کرو حتیٰ کہ عین ہجوم اور مقاتلہ کے وقت بھی کیونکہ وقت کی تعیین اور دیگر قیود کی پابندی تو بحالت نماز تھی جن کی وجہ سے تنگی اور بے اطمینانی پیش آنے کا موقع ہے۔ اس کے سوا ہر حالت میں بلا وقت اللہ کو یاد کر سکتے ہو کسی حالت میں اس کی یاد سے غافل نہ رہو۔ عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس آیت کے ذیل میں فرمایا کہ صرف وہ شخص کہ جس کے عقل و حواس کسی وجہ سے مغلوب ہو جائیں البتہ معذور ہے ورنہ کوئی شخص اللہ کی یاد نہ کرنے میں معذور نہیں۔

◆ نمازوں کے اوقات مقرر ہیں | یعنی جب خوف مذکور جاتا رہے اور خاطر جمع ہو جائے تو پھر جو نماز پڑھو اطمینان اور تعدیل ارکان اور رعایت شروط اور محافظت آداب کے ساتھ پڑھو جیسا کہ امن کی حالت میں پڑھنی چاہئے اور جن حرکات زائدہ کی اجازت دی گئی وہ حالت خوف کے ساتھ مخصوص ہیں بے شک نماز فرض ہے وقت معین میں، سفر، حضر، اطمینان، خوف ہر حالت میں اسی وقت میں ادا کرنا ضرور ہے یہ نہیں کہ جب چاہو پڑھ لو یا یہ مطلب ہے کہ نماز کے متعلق حق تعالیٰ نے پورا ضبط اور تعین فرما دیا ہے کہ حضر میں کیا ہونا چاہئے اور سفر میں کیا، اطمینان میں کیا کرنا چاہئے اور خوف میں کیا۔ سو ہر حالت میں اس کی پابندی چاہئے۔

◆ کفار کے تعاقب میں سستی نہ کرو | یعنی کفار کی جستجو اور ان کے تعاقب میں ہمت سے کام لو اور کوتاہی نہ کرو۔ اگر تم کو ان کی لڑائی سے زخم اور درد پہنچا ہے تو اس تکلیف میں تو وہ بھی شریک ہیں اور آئندہ تم کو حق تعالیٰ سے وہ امیدیں ہیں جو ان کو نہیں یعنی دنیا میں کفار پر غلبہ اور آخرت میں ثواب عظیم اور اللہ تعالیٰ تمہارے مصالح اور تمہارے اعمال کو خوب جانتا ہے اس کا جو حکم ہے اس میں تمہارے لئے بڑے منافع اور حکمتیں ہیں دین اور دنیا دونوں کے لئے۔ سو اس کے اقتضائے کو غنیمت اور بڑی نعمت سمجھو۔

◆ ایک مسلمان چور اور یہودی کا قصہ | منافق اور ضعیف الاسلام لوگوں میں جب کوئی کسی گناہ اور خرابی کا مرتکب ہوتا تو سزا اور بدنامی سے بچنے کے لئے حیلہ گھڑتے اور آپ کی خدمت میں ایسے انداز سے اس کا اظہار کرتے کہ آپ ان کو بری سمجھ جائیں بلکہ کسی بری الذمہ کے ذمہ تہمت لگا کر اس کے مجرم بنانے میں سعی کرتے اور ریل مل کر باہم مشورہ کرتے۔ چنانچہ ایک دفعہ یہ ہوا کہ ایک ایسے ہی مسلمان نے دوسرے مسلمان کے گھر میں نقب دی ایک تھیلا آٹے کا اور اس کے ساتھ کچھ ہتھیار چرا کر لے گیا۔ اس تھیلے میں اتفاقاً سوراخ تھا چور کے گھر تک رستہ میں آنا گرتا گیا۔ چور نے یہ تدبیر کی کہ مال اپنے گھر میں نہ رکھا بلکہ رات ہی میں وہ مال لے جا کر ایک یہودی کے پاس امانت رکھ آیا جو اس کا واقف تھا۔ صبح کو مالک نے آٹے کے سراغ پر چور کو جا پکڑا مگر تلاشی پر اس کے گھر میں کچھ نہ نکلا۔ ادھر چور نے قسم کھالی کہ مجھ کو کچھ خبر نہیں آئے کہ سراغ آگے کو چلا نظر آیا تو مالک نے اسی سراغ پر یہودی کو جا پکڑا، اُس نے مال کا اقرار کر لیا کہ میرے گھر میں موجود ہے مگر میرے پاس تو رات فلاں شخص امانت رکھ گیا ہے میں چور نہیں ہوں۔ مالک نے یہ قضیہ حضرت فخر عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پہنچایا۔ چور کی قوم اور اس کی جماعت نے اتفاق کیا کہ جس طرح ہو سکے اس پر چوری ثابت نہ ہونے دو یہودی کو چور بناؤ۔ چنانچہ یہودی سے جھگڑے اور آپ کی خدمت میں چور کی براءت پر تمہیں کھائیں گواہی دی۔ قریب تھا کہ یہودی چور سمجھا جائے اور مجرم قرار دیا جائے اس پر حق سبحانہ نے متعدد آیتیں نازل فرمائیں اور حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کو اور سب کو متنبہ فرما دیا کہ چور یہی مسلمان ہے۔ یہودی اس میں سچا اور بے قصور ہے اور ہمیشہ کے لئے ایسے لوگوں کی قلعی کھول کر سب کو متنبہ کر دیا۔ آیت کا مطلب یہ ہے کہ اے رسول ہم نے اپنی سچی کتاب تم پر اس لئے اتاری کہ ہمارے سمجھانے اور بتلانے کے موافق تمام لوگوں میں نیک ہوں یا بد، مومن ہوں یا کافر حکم اور انصاف کیا جائے اور جو دعا باز ہیں ان کی بات کا اعتبار اور ان کی طرف داری ہرگز مت کرو اور ان کی قسم اور ان کی گواہی پر کسی بے قصور کو مجرم مت بناؤ۔ یعنی ان دعا بازوں کی طرف ہو کر یہودی سے مت جھگڑو۔

◆ یعنی قبل تحقیق صرف ظاہر حال کو دیکھ کر چور کو بری اور یہودی مذکور کو چور خیال کر لینا تمہاری عصمت اور عظمت شان کے مناسب نہیں اس سے استغفار چاہئے۔ اس میں کامل تشبیہ ہوگئی ان مخلصین صحابہ کو جو بوجہ تعلق اسلامی یا قومی وغیرہ چور پر حسن ظن کر کے یہودی کے چور بنانے میں سماعی ہوئے۔

وَلَا تُجَادِلْ عَنِ الَّذِينَ يَخْتَانُونَ أَنفُسَهُمْ ۗ إِنَّ

اور مت جھڑان کی طرف سے جو اپنے جی میں دغا رکھتے ہیں

اللَّهُ لَا يُحِبُّ مَنْ كَانَ خَوَّانًا أَثِيمًا ﴿۱۴﴾ ۙ يَسْتَخْفُونَ

اللہ کو پسند نہیں جو کوئی ہو دغا باز گنہگار شرماتے

مِنَ النَّاسِ وَلَا يَسْتَخْفُونَ مِنَ اللَّهِ وَهُوَ مَعَهُمْ

ہیں لوگوں سے اور نہیں شرماتے اللہ سے اور وہ ان کے ساتھ ہے

إِذْ يُبَيِّتُونَ مَا لَا يَرْضَىٰ مِنَ الْقَوْلِ ۗ وَكَانَ

جب کہ مشورہ کرتے ہیں رات کو اس بات کا جس سے اللہ راضی نہیں اور جو کچھ وہ

اللَّهُ بِمَا يَعْمَلُونَ مُحِيطًا ﴿۱۵﴾ هَآنَتُمْ هَآؤُلَآءِ جَدَّ لْتُمْ

کرتے ہیں سب اللہ کے قابو میں ہے سنتے ہو تم لوگ جھڑا کرتے ہو

عَنْهُمْ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا ۗ فَمَنْ يُجَادِلْ اللَّهَ

ان کی طرف سے ان کی زندگی میں پھر کون جھڑا کرے گا ان کے بدلے

عَنْهُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ أَمْ مَنْ يَكُونُ عَلَيْهِمْ وَكِيلًا ﴿۱۶﴾

اللہ سے قیامت کے دن یا کون ہوگا ان کا کارساز

وَمَنْ يَعْمَلْ سُوءًا أَوْ يَظْلِمْ نَفْسَهُ ثُمَّ يَسْتَغْفِرِ

اور جو کوئی کرے گناہ یا پھنسا کرے پھر اللہ سے

اللَّهُ يَجِدِ اللَّهُ غَفُورًا رَّحِيمًا ﴿۱۷﴾ وَمَنْ يَكْسِبِ

بخشواوے تو پاوے اللہ کو بخشنے والا مہربان اور جو کوئی کرے

گنہگاروں کی سفارش سے ممانعت | پہلی آیت میں جب ان لوگوں کی دعا اور برائی صاف بتلا دی گئی تو شاید رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بوجہ غلبہ شفقت جو آپ کو تمام خلق بالخصوص اپنی امت پر تھا حق تعالیٰ سے ان خطاواروں کی معافی چاہی۔ اس پر ارشاد ہوا کہ ان دعا بازوں کی طرف ہو کر اللہ سے کیوں جھگڑتے ہو ایسے لوگ اللہ کو خوش نہیں آتے۔ یہ تو لوگوں سے چھپ چھپ کر راتوں کو ناز مشورہ کرتے ہیں اور اللہ سے نہیں شرماتے جو ہر وقت ان کے ساتھ ہے اور ان کے تمام امور پر حاوی ہے اور اگر آپ نے ان کی معافی نہ بھی مانگی ہو تو آپ کی معافی مانگنے کا احتمال بالیقین موجود تھا۔ دیکھیے دوسری جگہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی بابت يُجَادِلُنَا فِي قَوْمِ لُوطٍ إِنَّ اِبْرَاهِيمَ لَخَلِيْمٌ اَوْ اَهٌ مُّبِيْنٌ ارشاد صریح موجود ہے۔ سواس کی پیش بندی کے لئے حق تعالیٰ نے یہ ارشاد فرما کر ان لوگوں کی سفارش سے آپ کو روک دیا۔ واللہ اعلم۔

اس میں خطاب ہے چور کی قوم اور ان لوگوں کو جو چور کے طرف دار ہوئے تھے یعنی اللہ تعالیٰ کو سب کچھ معلوم ہے اس بیجا حمایت سے چور کو قیامت میں کوئی نفع نہیں ہو سکتا۔

سوء اور ظلم کا فرق | سوء اور ظلم سے بڑے اور چھوٹے گناہ مراد ہیں یا سوء سے وہ گناہ مراد ہے جس سے دوسرے کو درد پہنچے جیسے کسی پر تہمت لگانی اور ظلم وہ ہے کہ اسکی خرابی اپنے ہی نفس تک رہے یعنی گناہ کیسا ہی ہو اس کا علاج استغفار اور توبہ ہے۔ توبہ کے بعد اللہ تعالیٰ البتہ معاف فرما دیتا ہے۔ اگر آدمیوں نے جان بوجھ کر فریب سے کسی مجرم کی براءت ثابت کر دی یا غلطی سے مجرم کو بے قصور سمجھ گئے تو اس سے اس کے جرم میں تخفیف بھی نہیں ہو سکتی۔ البتہ توبہ سے بالکل معاف ہو سکتا ہے۔ اس میں اس چور کو اور اس کے سب طرفداروں کو جو دیدہ دانستہ طرفدار بنے ہوں یا غلطی سے بھی کو توبہ اور استغفار کا ارشاد ہو گیا اور اشارہ لطیف اس طرف بھی ہو گیا کہ اب بھی اگر کوئی اپنی بات پر جمار ہے گا اور توبہ نہ کرے گا تو اللہ کی بخشش اور اس کی رحمت سے محروم ہوگا۔

إِثْمًا فَإِنَّمَا يَكْسِبُهَا عَلَىٰ نَفْسِهِ ۗ وَكَانَ اللَّهُ

اور اللہ

سو کرتا ہے اپنے ہی حق میں

گناہ

عَلِيمًا حَكِيمًا ۝ وَمَنْ يَكْسِبْ خَطِيئَةً أَوْ إِثْمًا ثُمَّ

سب کچھ جاننے والا حکمت والا ہے اور جو کوئی کرے خطا یا گناہ پھر

يُرْمِيهِ بِرِيءًا فَقَدْ أَحْتَمَلَ بُهْتَانًا وَإِثْمًا مُّبِينًا ۝

اور گناہ صریح

تو اس نے اپنے سر دھرا طوفان

تہمت لگا دے کسی بے گناہ پر

وَلَوْلَا فَضْلُ اللَّهِ عَلَيْكَ وَرَحْمَتُهُ لَهَمَّتْ

تو قصد کر ہی چکی تھی

اور اس کی رحمت

اور اگر نہ ہوتا تجھ پر اللہ کا فضل

طَائِفَةٌ مِّنْهُمْ أَن يَضِلُّوكَ ۗ وَمَا يُضِلُّونَ إِلَّا

گم

اور بہکا نہیں سکتے

کہ تجھ کو بہکا دیں

ان میں ایک جماعت

أَنفُسَهُمْ وَمَا يَضُرُّونَكَ مِن شَيْءٍ ۗ وَأَنزَلَ اللَّهُ

اور اللہ نے اتاری

اور تیرا کچھ نہیں بگاڑ سکتے

اپنے آپ کو

عَلَيْكَ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَعَلَيْكَ مَا لَمْ تَكُنْ

جو تو نہ

اور تجھ کو سکھائیں وہ باتیں

اور حکمت

تجھ پر کتاب

تَعْلَمُ ۗ وَكَانَ فَضْلُ اللَّهِ عَلَيْكَ عَظِيمًا ۝ لَا خَيْرَ

کچھ ایچھے نہیں

اور اللہ کا فضل تجھ پر بہت بڑا ہے

جاتا تھا

فِي كَثِيرٍ مِّن نَّجْوَاهُمْ إِلَّا مَنْ أَمَرَ بِصَدَقَةٍ أَوْ

مگر جو کوئی کہے صدقہ کرنے کو

ان کے اکثر مشورے

یعنی جو اپنے قصد سے گناہ کرے گا اس کا وبال تو اسی پر پڑے گا اور اس کی سزا خاص اسی کو دی جائے گی کسی دوسرے کو سزا نہیں ہو سکتی کیونکہ ایسا تو وہ کر سکتا ہے جس کو واقعی بات کی خبر نہ ہو یا حکمت سے بے بہرہ ہو۔ مگر حق سبحانہ و تعالیٰ تو بلا مبالغہ بصیغہ مبالغہ عظیم و حکیم ہے وہاں اس کی گنجائش کہاں تو اب خود چوری کر کے یہودی کے سر لگانے سے کیا نفع ہو سکتا ہے۔

بہتان تراشی کی مذمت | یعنی جس نے چھوٹا یا بڑا گناہ کر کے کسی بے گناہ کے ذمہ لگایا تو اس پر تو دو گناہ لازم ہو گئے، ایک جھوٹی تہمت دوسرا وہ اصلی گناہ تو ظاہر ہو گیا کہ خود چوری کر کے یہودی پر تہمت دھرنے سے اور وبال بڑھ گیا نفع خاک بھی نہ ہو اور معلوم ہو گیا کہ گناہ چھوٹا ہو یا بڑا تو بے خالص کے سوا اس کا کوئی علاج نہیں۔

آنحضرت ﷺ پر اللہ کا خاص فضل | اس میں خطاب ہے رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طرف اور اظہار ہے ان خاتونوں کے فریب کا اور بیان ہے آپ کی عظمت شان اور عصمت کا اور اس کا کہ آپ کمال علمی میں جو کہ تمام کمالات سے افضل اور اول ہے سب سے فائق ہیں اور اللہ کا فضل آپ پر بے نہایت ہے جو ہمارے بیان اور ہماری سمجھ میں نہیں آ سکتا اور اشارہ ہے اس بات کی طرف کہ آپ کو جو چور کی براءت کا خیال ہوا تھا وہ ظاہر حال کو دیکھ کر اور اقوال و شبہات کو سن کر اور اس کو سچ سمجھ کر ہو گیا تھا میلان عن الحق یا مد اہنت فی الحق ہرگز ہرگز اس کا باعث نہ تھا اور اتنی بات میں کچھ برائی نہ تھی بلکہ یہی ہونا ضروری تھا۔ جب اللہ تعالیٰ کے فضل سے حقیقت الامر ظاہر ہو گئی کوئی خلیجان باقی نہ رہا اور ان سب باتوں سے مقصود یہ ہے کہ آئندہ کو وہ فریب باز تو آپ کے بہکانے اور دھوکے دینے سے رک جائیں اور مایوس ہو جائیں اور آپ اپنی عظمت اور تقدس کے موافق غور اور احتیاط سے کام لیں۔ واللہ اعلم۔

مَعْرُوفٍ أَوْ إِصْلَاحٍ بَيْنَ النَّاسِ ۖ وَمَنْ يَفْعَلْ

نیک کام کو یا صلح کرانے کو لوگوں میں اور جو کوئی یہ

ذَلِكَ ابْتِغَاءَ مَرْضَاتِ اللَّهِ فَسَوْفَ نُؤْتِيهِ أَجْرًا

کام کرے اللہ کی خوشی کے لیے تو ہم اس کو دیں گے

عَظِيمًا ۝ (۱۱۳) وَمَنْ يُشَاقِقِ الرَّسُولَ مِنْ بَعْدِ مَا

بڑا ثواب اور جو کوئی مخالفت کرے رسول کی جب کہ

تَبَيَّنَ لَهُ الْهُدَىٰ وَيَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيلِ الْمُؤْمِنِينَ

کھل چکی اس پر سیدھی راہ اور چلے سب مسلمانوں کے رستہ کے خلاف

نُوَلِّهِ مَا تَوَلَّىٰ وَنُصَلِّهِ ۖ جَهَنَّمَ ۖ وَسَاءَتْ مَصِيرًا ۝ (۱۱۵)

تو ہم حوالہ کریں گے اس کو وہی طرف جو اس نے اختیار کی اور ڈالیں گے ہم اس کو دوزخ میں اور وہ بہت بری جگہ پہنچا

إِنَّ اللَّهَ لَا يَغْفِرُ أَنْ يُشْرَكَ بِهِ ۖ وَيَغْفِرُ مَا دُونَ

بے شک اللہ نہیں بخشتا اس کو جو اس کا شریک کرے کسی کو اور بخشتا ہے اس کے

ذَلِكَ لِمَنْ يُشَاءُ ۖ وَمَنْ يُشْرِكْ بِاللَّهِ فَقَدْ ضَلَّ

سوا جس کو چاہے اور جس نے شریک ٹھہرایا اللہ کا وہ بہک کر

ضَلَلًا بَعِيدًا ۝ (۱۱۶) إِنَّ يَدْعُونَ مِنْ دُونِهِ إِلَّا انْثَاءً

دور جا پڑا اللہ کے سوا نہیں پکارتے مگر عورتوں کو

وَأِنْ يَدْعُونَ إِلَّا شَيْطَانًا مَرِيدًا ۖ لَعَنَهُ اللَّهُ ۖ

اور نہیں پکارتے مگر شیطان سرکش کو جس پر لعنت کی اللہ نے

◆ آنحضرت ﷺ سے سرگوشی کرنے کا بیان | منافق اور حیلہ گر آ کر آپ سے کان میں باتیں کرتے تاکہ لوگوں میں اپنا اعتبار بڑھائیں اور مجلس میں بیٹھ کر آپس میں بیہودہ سرگوشی کیا کرتے کسی کی عیب جوئی، کسی کی غیبت، کسی کی شکایت کرتے۔ اس پر ارشاد ہوا کہ جو لوگ باہم کانوں میں مشورت کرتے ہیں اکثر مشورے خیر سے خالی ہوتے ہیں۔ صاف اور سچی باتوں کو چھپانے کی حاجت نہیں اس میں کوئی فریب ہوتا ہے۔ البتہ چھپاؤے تو صدقہ اور خیرات کی بات کو چھپاؤے تاکہ لینے والا شرمندہ نہ ہو یا کسی ناواقف کو غلطی سے بچائے اور اس کو اچھی بات اور صحیح مسئلہ بتائے تو چھپا کر بتائے تاکہ اس کو ندامت نہ ہو یا دو میں لڑائی ہو اور غصہ والا جوش میں صلح نہیں کرتا تو اول کوئی تدبیر بنا کر پھر اس کو سمجھائے حتیٰ کہ تو یہ کہ بھی اجازت ہے۔ آخر میں فرما دیا کہ جو کوئی امور مذکورہ کو اللہ تعالیٰ کی رضامندی کے لئے کرے گا اس کو بڑا عظیم الشان ثواب عنایت ہوگا یعنی ریاکاری یا کسی اور غرض دنیاوی کے لئے نہ ہونا چاہئے۔

◆ رسول اور مومنین کی مخالفت کا عذاب | یعنی جس کسی کو حق بات واضح ہو چکے پھر اسکے بعد بھی رسول کے حکم کی مخالفت کرے اور سب مسلمانوں کو چھوڑ کر اپنی جدی راہ اختیار کرے تو اس کا ٹھکانا جہنم ہے جیسا کہ اس چور نے کیا جس کا ذکر ہو چکا۔ بجائے اس کے کہ قصور کا اعتراف کر کے توبہ کرتا یہ کیا کہ ہاتھ کٹنے کے خوف سے مکہ بھاگ گیا اور مشرکین میں مل گیا۔ فائدہ | اکابر علماء نے اس آیت سے یہ مسئلہ بھی نکالا کہ اجماع امت کا مخالف اور منکر جہنمی ہے یعنی اجماع امت کو ماننا فرض ہے۔ حدیث میں وارد ہے کہ اللہ کا ہاتھ ہے مسلمانوں کی جماعت پر جس نے جدی راہ اختیار کی وہ دوزخ میں جا پڑا۔

◆ شرک ناقابل معافی گناہ ہے | یعنی شرک سے نیچے کے گناہ جس کے چاہے گا اللہ بخش دے گا مگر شرک کو ہرگز نہیں بخشے گا۔ شرک کے لئے عذاب ہی مقرر فرمایا چکا تو چوری کرنا اور تہمت جھوٹی لگانا اگرچہ کبیرہ گناہ تھے مگر یہ بھی احتمال تھا کہ اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے اس چور کو بخش دیتا لیکن جب وہ چور رسول کے حکم سے بھاگا اور مشرکوں میں جا ملا تو اب اس کی مغفرت کا احتمال بھی نہ رہا۔ فائدہ | اس سے یہ معلوم ہوا کہ شرک یہی نہیں کہ اللہ کے سوا کسی کی پرستش کرے بلکہ اللہ کے حکم کے مقابلہ میں کسی کے حکم کو پسند کرنا یہ بھی شرک ہے۔

◆ دور جا پڑا اس لئے کہ وہ شخص تو اللہ ہی سے صریح منحرف ہو گیا اور اللہ کے مقابلہ میں دوسرا معبود بنا کر شیطان کا پورا مطیع ہو چکا اللہ تعالیٰ کی اطاعت اور اسکی رحمت سب سے مستغنی ہو بیٹھا اور جو اتنی دور جا پڑا تو اللہ کی رحمت اور اسکی مغفرت کا کیسے مستحق ہو سکتا ہے بلکہ ایسے شخص کی مغفرت تو خلاف حکمت ہونی چاہئے یہی وجہ ہے کہ ایسے لوگوں کو مغفرت سے صاف مایوس فرما دیا گیا اور مسلمان کتنا ہی سخت گنہگار ہو چونکہ اس کی خرابی صرف اعمال تک ہے اس کا عقیدہ اور تعلق اور توقع سب جوں کی توں موجود ہیں اس کی مغفرت ضرور ہوگی جلدی یادیر کے بعد اللہ جب چاہے گا بخش دے گا۔

◆ مشرکوں کی جہالت | یعنی ان مشرکوں نے اللہ کے سوا جو اپنا معبود بنایا تو ان بتوں کو جن کو عورتوں کے نام سے نامزد کر رکھا ہے جیسے عزنی اور منات اور ناکلہ وغیرہ اور حقیقۃ الامرد دیکھتے تو یہ مشرکین شیطان سرکش ملعون الہی کی عبادت کرتے ہیں اس نے تو بہکا کر ایسا کرایا اور بت پرستی کرنے میں اسکی اطاعت اور اسکی عین خوشی ہے۔ اس سے مشرکین کی پرلے سرے کی ضلالت اور جہالت ظاہر فرمائی مقصود ہے۔ دیکھئے اول تو اللہ کے سوا کسی کو معبود بنایا اس سے بڑھ کر ضلالت کیا ہو سکتی ہے پھر بنایا تو کس کو پتھروں کو جن میں کسی قسم کی حس و حرکت بھی نہیں اور عورتوں کے نام سے موسوم ہیں اور کس کے بتلانے سے شیطان مردود و ملعون خداوندی کے بہکانے سے۔ کیا اس ضلالت اور جہالت کی نظیر مل سکتی ہے اور کوئی احمق سے احمق بھی اس کو قبول کر سکتا ہے۔

وَقَالَ لَا تَخِذَنَّ مِنْ عِبَادِكَ نَصِيبًا مَّفْرُوضًا ﴿۱۱۸﴾

اور کہا شیطان نے

کہ میں البتہ لوں گا تیرے بندوں سے

حصہ مقررہ

وَلَا ضِلَّيْنَهُمْ وَلَا مَنِّينَهُمْ وَلَا مُرْتَبِنَهُمْ فَلْيُبْتَئِكُنَّ

اور ان کو بہکاؤں گا

اور ان کو امیدیں دلاؤں گا

اور ان کو سکھلاؤں گا

کہ چیریں

أَذَانَ الْأَنْعَامِ وَلَا مُرْتَبِنَهُمْ فَلْيُغَيِّرَنَّ خَلْقَ اللَّهِ ط

جانوروں کے کان

اور ان کو سکھلاؤں گا

کہ بدلیں صورتیں بنائی ہوئی اللہ کی

وَمَنْ يَتَّخِذِ الشَّيْطَانَ وَلِيًّا مِّنْ دُونِ اللَّهِ فَقَدْ

اور جو کوئی بناوے

شیطان کو دوست

اللہ کو چھوڑ کر

تو وہ

خَسِرَ خُسْرَانًا مُّبِينًا ﴿۱۱۹﴾ يَعِدُهُمْ وَيُبَدِّيهِمْ ط وَمَا

پڑا صریح نقصان میں

ان کو وعدہ دیتا ہے

اور ان کو امیدیں دلاتا ہے

اور جو

يَعِدُهُمُ الشَّيْطَانُ إِلَّا غُرُورًا ﴿۱۲۰﴾ أُولَٰئِكَ مَا أَوْهَمُ

کچھ وعدہ دیتا ہے ان کو شیطان

سو سب فریب ہے

ایسوں کا ٹھکانا ہے

جَهَنَّمَ وَلَا يَجِدُونَ عَنْهَا مَحِيصًا ﴿۱۲۱﴾ وَالَّذِينَ

دوزخ

اور نہ پاویں گے وہاں سے کہیں بھاگنے کو جگہ

اور جو لوگ

آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ سَنُدْخِلُهُمْ جَنَّاتٍ تَجْرِي

ایمان لائے

اور عمل کیے اچھے

ان کو ہم داخل کریں گے باغوں میں

کہ جن کے نیچے

مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا أَبَدًا ط وَعَدَّ اللَّهُ

بہتی ہیں نہریں

رہا کریں ان میں ہی ہمیشہ

وعدہ ہے اللہ کا

شیطان کی انسانی دشمنی اور اس کے عزائم | یعنی جب شیطان مجدد نہ کرنے پر ملعون اور مردود کیا گیا تو اس نے تو اسی وقت کہا تھا کہ میں تو غارت ہو ہی چکا مگر میں بھی تیرے بندوں اور اولادِ آدم میں سے اپنے لئے ایک مقدار معلوم اور بڑا حصہ لوں گا یعنی ان کو گمراہ کر کے اپنے ساتھ جہنم میں لے جاؤنگا جیسا کہ سورہ حجر اور بنی اسرائیل وغیرہ میں مذکور ہے۔ مطلب یہ ہوا کہ مترد اور ملعون ہونے کے علاوہ شیطان تو جملہ بنی آدم کا اول روز سے سخت دشمن اور بدخواہ ہے اور اس دشمنی کو صاف ظاہر کر چکا ہے تو اب یہ احتمال بھی نہ رہا کہ گو شیطان ہر طرح سے خبیث و گمراہ ہے مگر شاید کسی کو خیر نام لاندوئی نفع کی بات بتلا دے بلکہ یہ معصوم ہو گیا کہ وہ دشمن ازلی تو بنی آدم کو جو کچھ بتلائے گا ان کی گمراہی اور بربادی ہی کی بات بتلائے گا پھر ایسے گمراہ اور بدخواہ کی اطاعت کرتی کس قدر جہالت اور نادانی ہے۔ حصہ مقرر لینے کے ایک معنی یہ بھی ہیں کہ تیرے بندے اپنے مال میں میرا حصہ ٹھہرائیں گے جیسا کہ لوگ بت یا جن وغیرہ غیر اللہ کی نذر اور نیاز کرتے ہیں۔

یعنی جو لوگ میرے حصہ میں آئیں گے ان کو طریق حق سے گمراہ کرونگا اور انکو حیات دنیوی اور خواہشات دنیوی کے حصول کی اور قیامت اور حساب و کتاب امور اخروی کے نہ ہونے کی آرزو دلاؤنگا اور اس بات کی تعلیم دوں گا کہ جانوروں کے کان چیر کر بتوں کے نام پر ان کو چھوڑیں گے اور اللہ کی پیدا کی ہوئی صورتوں کو اور اسکی مقرر کی ہوئی باتوں کو بدل ڈالیں گے۔ فائدہ | کافروں کا دستور تھا گائے بکری اور اونٹ کا بچہ بت کے نام کر دیتے اور اس کا کان چیر کر یا اس کے کان میں نشانی ڈال کر چھوڑ دیتے اور صورت بدلانا جیسے خود کرنا یا بدن کو سوئی سے گود کر تل بنانا یا نیلا داغ دینا یا بچوں کے سر پر چوٹیاں رکھنی کسی کے نام کی۔ مسلمانوں کو ان کاموں سے بچنا ضرور ہے، واڑھی منڈوانا بھی اسی تغیر میں داخل ہے۔ اور اللہ کے جتنے احکام ہیں کسی میں تغیر کرنا بہت سخت بات ہے جو چیز اس نے حلال کر دی اس کو حرام کرنا یا حرام کو حلال کرنا اسلام سے نکال دیتا ہے تو جو کوئی ان باتوں میں مبتلا ہوا سکو یقین کر لینا چاہئے کہ میں شیطان کے مقررہ حصہ میں داخل ہوں جس کا ذکر گذرا۔

یعنی جب شیطان کی خباثت و شرارت اور اسکی عداوت کی کیفیت خوب معلوم ہو چکی تو اب اس میں کچھ شک نہ رہا کہ اپنے سچے معبود سے منحرف ہو کر جو کوئی اس کی موافقت کرے گا سخت نقصان میں پڑے گا۔ اس کے تمام وعدے اور امیدیں محض فریب ہیں نتیجہ یہ ہوگا کہ ان سب کا ٹھکانا دوزخ ہے اس سے نکلنے کی کوئی صورت نہ ہوگی۔

حَقَّاءُ وَمَنْ أَصْدَقُ مِنَ اللَّهِ قِيلًا ۝ (۱۲۲) لَيْسَ

نہ تمہاری

اور اللہ سے سچا کون ہے

سچا

بِأَمَانَتِكُمْ وَلَا أَمَانِيَّ أَهْلِ الْكِتَابِ ۝ مَنْ يَعْمَلْ

جو کوئی برا کام

اور نہ اہل کتاب کی امیدوں پر

امیدوں پر مدار ہے

سُوًّا أَيْجُزِبُهُ ۚ وَلَا يَجِدُ لَهُ مِنْ دُونِ اللَّهِ وَلِيًّا

اپنا کوئی حمایتی

اللہ کے سوا

اور نہ پاوے گا

اس کی سزا پاوے گا

کرسے گا

وَلَا نَصِيرًا ۝ (۱۲۳) وَمَنْ يَعْمَلْ مِنَ الصَّالِحَاتِ مِنْ ذَكَرٍ

مرد ہو

اور جو کوئی کام کرے اچھے

اور نہ کوئی مددگار

أَوْ أَنْثَىٰ وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَأُولَٰئِكَ يَدْخُلُونَ الْجَنَّةَ

سو وہ لوگ داخل ہونگے جنت میں

اور ایمان رکھتا ہو

یا عورت

وَلَا يُظْلَمُونَ نَقِيرًا ۝ (۱۲۴) وَمَنْ أَحْسَنُ دِينًا مِمَّنْ

جس نے

اور اس سے بہتر کس کا دین ہوگا

اور ان کا حق ضائع نہ ہوگا تل بھر

أَسْلَمَ وَجْهَهُ لِلَّهِ وَهُوَ مُحْسِنٌ وَاتَّبَعَ مِلَّةَ

اور چلا دین

اور نیک کاموں میں لگا ہوا ہے

پیشانی رکھی اللہ کے حکم پر

إِبْرَاهِيمَ حَنِيفًا ۚ وَاتَّخَذَ اللَّهُ إِبْرَاهِيمَ خَلِيلًا ۝ (۱۲۵)

اور اللہ نے بنا لیا ابراہیم کو خالص دوست

ابراہیم پر جو ایک ہی طرف کا تھا

وَلِلَّهِ مَا فِي السَّمَاوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ ۝ وَكَانَ

اور

اور جو کچھ ہے زمین میں

اور اللہ ہی کا ہے جو کچھ ہے آسمانوں میں

یعنی اور وہ لوگ جو شیطان کی خرابی سے محفوظ ہیں اور ارشاد خداوندی کے موافق ایمان لائے اور اچھے عمل کئے وہ ہمیشہ کے لئے باغ و بہار میں رہیں گے اور یہ اللہ کا وعدہ ہے جس سے سچی کسی کی بات نہیں ہو سکتی پھر ایسے سچے وعدہ کو چھوڑ کر شیطان کی جھوٹی باتوں میں آنا کس قدر گمراہی اور کتنی بڑی مضرت کو سر پر لینا ہے۔

جنت اُمیدوں سے نہیں عمل سے ملے گی | کتاب والوں یعنی یہودیوں اور نصرانیوں کو خیال تھا کہ ہم خاص بندے ہیں جن گناہوں پر خلقت پکڑی جائے گی ہم نہ پکڑے جائیں گے۔ ہمارے پیغمبر حمایت کر کے ہم کو بچالیں گے اور نادان اہل اسلام بھی اپنے حق میں یہی خیال کر لیا کرتے ہیں۔ سو فرما دیا کہ نجات اور ثواب کسی کی امید اور خیال پر موقوف اور منحصر نہیں جو برا کرے گا پکڑا جائے گا کوئی ہو اللہ کے عذاب کے وقت کسی کی حمایت کام نہیں آ سکتی اللہ جس کو پکڑے وہی چھوڑے تو چھوٹے۔ دنیا کی مصیبت اور بیماری کو دھیان کر لو اور جو کوئی عمل نیک کرے گا بشرطیکہ ایمان بھی رکھتا ہو سو ایسے لوگ جنت میں جائیں گے اور اپنی نیکیوں کا پورا ثواب پائیں گے۔ خلاصہ یہ کہ ثواب و عقاب کا تعلق اعمال سے ہے کسی کی امید اور آرزو سے کچھ نہیں ہوتا۔ سوان امیدوں پر لات مارو اور نیک کاموں میں ہمت کرو۔

ملت ابراہیمی کا اتباع سب سے اچھا دین ہے | پہلے معلوم ہو چکا کہ اللہ کے نزدیک اعمال کا اعتبار ہے یہودہ آرزو کا کوئی نتیجہ نہیں۔ اہل کتاب وغیرہ سب کے لئے یہی قاعدہ مقرر ہے جس میں اشارہ تھا اہل اسلام یعنی حضرات صحابہ کی تعریف اور فضیلت کی طرف اور اہل کتاب کی مذمت اور برائی کی طرف۔ اب کھول کر فرماتے ہیں کہ دیندار میں ایسے شخص کا مقابلہ کون کر سکتا ہے کہ جو شخص اللہ تعالیٰ کے حکم پر سر رکھے ہوئے ہو اور نیک کاموں میں دل سے لگا ہوا ہو اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کے دین کی سچی پیروی کرتا ہو جو سب کو چھوڑ کر اللہ کا ہو گیا تھا اور اس کو اللہ نے اپنا دوست بنا لیا۔ ظاہر ہے کہ یہ تینوں خوبیاں حضرات صحابہ میں علی وجہ الکمال موجود تھیں نہ کہ اہل کتاب میں۔ اب اس سے اہل کتاب کی وہ آرزو جو پہلے گزری لغو محض اور باطل ہو گئی۔

اللَّهُ بِكُلِّ شَيْءٍ مُّحِيطٌ ۚ وَ يَسْتَفْتُونَكَ فِي

سب چیزیں اللہ کے قابو میں ہیں ♦ اور تجھ سے رخصت مانگتے ہیں

النِّسَاءِ ۗ قُلِ اللَّهُ يُفْتِنِكُمْ فِيهِنَّ ۗ وَمَا يُتْلَىٰ عَلَيْكُمْ

عورتوں کے نکاح کی کہہ دے اللہ تم کو اجازت دیتا ہے ان کی اور وہ جو تم کو سنایا جاتا ہے

فِي الْكِتَابِ فِي يَتِمِّي النِّسَاءِ الَّتِي لَا تُوْتُونَهُنَّ

قرآن میں سو حکم ہے ان یتیم عورتوں کا جن کو تم نہیں دیتے

مَا كُنَّ لِهِنَّ وَ تَرْغَبُونَ أَنْ تَنْكِحُوهُنَّ وَ

جو ان کے لیے مقرر کیا ہے اور چاہتے ہو کہ ان کو نکاح میں لے آؤ

الْمُسْتَضْعَفِينَ مِنَ الْوِلْدَانِ وَأَنْ تَقُومُوا لِلْيَتَمَىٰ

حکم ہے ناتواں لڑکوں کا اور یہ کہ قائم رہو یتیموں کے حق میں

بِالْقِسْطِ ۗ وَمَا تَفَعَّلُوا مِنْ خَيْرٍ فَإِنَّ اللَّهَ كَانَ

انصاف پر ♦ اور جو کرو گے بھلائی سو وہ اللہ کو

بِهِ عَلِيمًا ۚ وَإِنْ امْرَأَةٌ خَافَتْ مِنْ بَعْلِهَا

معلوم ہے ♦ اور اگر کوئی عورت ڈرے اپنے خاوند

نَشُورًا أَوْ إِعْرَاضًا فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَا أَنْ يُصْلِحَا

کے لڑنے سے یا جی پھر جانے سے تو کچھ گناہ نہیں دونوں پر کہ کر لیں آپس میں

بَيْنَهُمَا صُلْحًا ۗ وَالصُّلْحُ خَيْرٌ وَأُحْضِرَتِ الْأَنْفُسُ

کسی طرح صلح اور صلح خوب چیز ہے ♦ اور دلوں کے سامنے موجود ہے

◆ اللہ کی ملکیت اور قدرت | یعنی زمین اور آسمان میں جو کچھ ہے سب اس کے بندے اور اس کی مخلوق اور مملوک ہیں اور اسکے قبضہ میں ہیں۔ اپنی رحمت اور حکمت سے جس کے ساتھ جیسا چاہے معاملہ کرے اس کو کسی کی حاجت نہیں۔ ظلیل بنانے سے کوئی دھوکا نہ کھائے اور اہل عالم کے جملہ اعمال خیر و شر کی جزا اور سزا میں تردد نہ کرے۔

◆ یتیم لڑکیوں کے نکاح کا بیان | اس سورت کے اول میں تاکید فرمائی تھی یتیموں کے حق ادا کرنے کی اور فرمایا تھا کہ یتیم لڑکی جس کا والی مثلاً بیچا کا بیٹا ہو اگر جانے کہ میں اس کا حق پورا ادا نہ کر سکوں گا تو خود اس لڑکی سے نکاح نہ کرے بلکہ کسی اور سے اس کا نکاح کر دے اور آپ اس کا حمایتی بنا رہے۔ اس پر مسلمانوں نے ایسی عورتوں سے نکاح کرنا موقوف کر دیا تھا مگر تجربہ سے معلوم ہوا کہ بعضی جگہ لڑکی کے حق میں یہی بہتر ہے کہ اس کا والی ہی اپنے نکاح میں لائے جیسی رعایت وہ کرے گا غیر نہ کرے گا۔ تب مسلمانوں نے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے نکاح کی اجازت مانگی اس پر یہ آیت نازل ہوئی اور رخصت مل گئی اور فرمایا کہ وہ جو پہلی ممانعت سنائی گئی تھی وہ خاص اس صورت میں تھی کہ ان کا حق پورا ادا نہ کرو اور یتیموں کے حق ادا کرنے کی تاکید کی گئی تھی اور جو یتیموں کے ساتھ سلوک اور بھلائی کرنے کے ارادہ سے ایسا نکاح کیا جائے تو اجازت ہے۔ فائدہ | عرب والے عورتوں بچوں یتیموں کو بعض حقوق میں محروم رکھتے تھے میراث نہ دیتے تھے اور کہتے تھے کہ میراث اس کا حق ہے جو دشمنوں سے لڑائی کرے یتیم لڑکیوں سے ان کے اولیاء نکاح کر کے نفقہ اور مہر میں کمی اور انکے مال میں بیجا تصرف کرتے تھے۔ چنانچہ اس سورت کے اول میں ان باتوں کی تاکیدات گذر چکیں اب اس موقع پر چند رکوع پہلے سے جو ارشاد چلا آ رہا ہے اس کا خلاصہ یہ ہے کہ واجب الاتباع حکم الہی ہے۔ کسی کی عقل، کسی کا دستور، کسی کا حکم، کسی کی آرزو اور قیاس قابل اعتبار نہیں ہو سکتا۔ اللہ تعالیٰ کے حکم کے سامنے کسی کی بات سنی اور اللہ کے حکم کو چھوڑ کر اس پر عمل کرنا صریح کفر اور گمراہی ہے اور اس مضمون کو طرح طرح سے تاکیدات بلیغہ کے ساتھ ظاہر کر کے دکھلایا ہے۔ اب اسکے بعد آیات سابقہ کا حوالہ دے کر بعضے اور مسائل عورتوں اور یتیم لڑکیوں کے نکاح کے متعلق بتلائے جاتے ہیں تاکہ ان تاکیدات کے بعد کسی کو عورتوں کے حقوق دینے میں کوئی بات باقی نہ رہے۔ روایت ہے کہ جب عورتوں کے متعلق حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم میراث ظاہر فرمایا تو عرب کے بعض سردار آپ کی خدمت میں آئے اور تعجب سے کہا کہ ہم نے سنا ہے کہ آپ بہن اور بیٹی کو میراث دلواتے ہیں حالانکہ میراث تو ان کا حق ہے جو دشمنوں سے لڑیں اور غنیمت کا مال لائیں۔ آپ نے فرمایا کہ بیشک حق تعالیٰ کا یہی حکم ہے کہ انکو میراث دی جائے نیز اشارہ ہے اس طرف کہ ارشاد و من احسن دینا مومن اسلم وجہہ للہ کے مذاق حضرات صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین ہیں کہ نکاح مہر نفقہ معاملات میں اپنے زبردستوں کی ادنیٰ حق تلفی روا نہیں رکھتے اور حکم خداوندی کے مقابلہ میں اپنے منافع اور اغراض ذاتی اور اپنی قوم کے رسم و رواج کی اصلاح پروا نہیں کرتے۔ یہی حکم الہی کی مخالفت کے احتمال سے بھی پرہیز کرتے ہیں جو کرتے ہیں صاف اجازت لینے کے بعد کرتے ہیں۔ واللہ اعلم۔

◆ یعنی اللہ تعالیٰ کو تمہاری ذرہ ذرہ بھلائی معلوم ہے سو یتیموں اور عورتوں کے حق میں جو بھلائی کرو گے اس کا ثواب ضرور پاؤ گے۔

◆ زوجین کے درمیان صلح کا بیان | یعنی اگر کوئی عورت خاوند کا دل اپنے سے پھر ادیکھے اور اس کو خوش اور متوجہ کرنے کو اپنے مہر یا نفقہ وغیرہ میں سے کچھ چھوڑ کر اسکو راضی کر لے تو اس مصالحت میں کسی کے ذمہ کچھ گناہ نہیں زوجین میں مصالحت اور موافقت بہت ہی اچھی بات ہے۔ البتہ بے وجہ عورت کو تنگ کرنا اور بلا رضا اس کے مال میں تصرف کرنا گناہ ہے۔

الشُّعْرُ وَإِنْ تَحْسَنُوا وَتَتَّقُوا فَإِنَّ اللَّهَ كَانَ بِمَا

حُص ۱۱۸ اور اگر تم نیکی کرو اور پرہیزگاری کرو تو اللہ کو تمہارے

تَعْمَلُونَ خَيْرًا ۱۱۹ وَلَنْ تَسْتَطِيعُوا أَنْ تَعْدِلُوا بَيْنَ

سب کاموں کی خبر ہے اور تم ہرگز برابر نہ رکھ سکو گے

النِّسَاءِ وَلَوْ حَرَصْتُمْ فَلَا تَمِيلُوا كُلَّ الْمِيلِ فَتَدْرُوهَا

عورتوں کو اگرچہ اس کی حرص کرو سو بالکل پھر بھی نہ جاؤ کہ ڈال رکھو ایک عورت

كَالْمُعَلَّقَةِ وَإِنْ تُصْلِحُوا وَتَتَّقُوا فَإِنَّ اللَّهَ

کو جیسے ادھر میں لٹکتی اور اگر اصلاح کرتے رہو اور پرہیزگاری کرتے رہو تو اللہ

كَانَ غَفُورًا رَحِيمًا ۱۲۰ وَإِنْ يَتَفَرَّقَا يُغْنِ اللَّهُ كِلَا

بخشنے والا مہربان ہے اور اگر دونوں جدا ہو جاویں تو اللہ ہر ایک کو بے پروا کر دے گا

مَنْ سَعَتِهِ ۱۲۱ وَكَانَ اللَّهُ وَاسِعًا حَكِيمًا ۱۲۲ وَ لِلَّهِ مَا

اپنی کشائش سے اور اللہ کشائش والا تدبیر جاننے والا ہے اور اللہ ہی کا ہے جو

فِي السَّمَوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ ۱۲۳ وَلَقَدْ وَصَّيْنَا الَّذِينَ

کچھ ہے آسمانوں میں اور جو کچھ ہے زمین میں اور ہم نے حکم دیا ہے

أُوتُوا الْكِتَابَ مِنْ قَبْلِكُمْ وَإِيَّاكُمْ أَنْ اتَّقُوا اللَّهَ ۱۲۴

پہلے کتاب والوں کو اور تم کو کہ ڈرتے رہو اللہ سے

وَإِنْ تَكْفُرُوا فَإِنَّ لِلَّهِ مَا فِي السَّمَوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ ۱۲۵

اور اگر نہ مانو گے تو اللہ ہی کا ہے جو کچھ ہے آسمانوں میں اور جو کچھ ہے زمین میں

یعنی اپنے نفع اور مال کی حرص اور بخیلی ہر ایک کے جی میں گھسی ہوئی ہے۔ سو نظر بر مصلحت اگر عورت مرد کو کچھ نفع پہنچائے گی تو مرد خوش ہو جائے گا۔

بیویوں کے درمیان مساوات | یعنی اگر عورتوں کے ساتھ سلوک نیک کر دے اور بد سلوکی اور لڑائی سے پرہیز رکھو گے تو اللہ تعالیٰ تو تمہاری سب باتوں سے خبردار ہے اس نیکی کا ثواب ضرور عنایت کرے گا۔ ظاہر ہے کہ اس صورت میں نہ اعراض اور ناخوشی کی نوبت آئے گی اور نہ راضی کرنے اور اپنے کسی حق کے چھوڑنے کی ضرورت ہوگی۔

یعنی اگر کئی عورتیں نکاح میں ہوں تو یہ تو تم سے نہ ہو سکے گا کہ محبت قلبی اور ہر ہر امر میں بالکل مساوات اور برابری رکھو مگر ایسا ظلم بھی نہ کرو کہ ایک کی طرف تو بالکل جھک جاؤ اور دوسری کو درمیان میں لٹکتی رکھو نہ خود ہی آرام سے رکھو نہ بالکل علیحدہ ہی کرو جو دوسرے سے نکاح کر سکے۔

یعنی اگر اصلاح اور مصالحت کا معاملہ کرو گے اور تعدی اور حق تلفی سے تا بمقدور بچتے رہو گے تو اس کے بعد اللہ تعالیٰ معاف فرمانے والا ہے۔

زوجین میں جدائی | یعنی اگر زوجین جدائی ہی کو پسند کریں اور طلاق کی نوبت آئے تو کچھ حرج نہیں۔ اللہ تعالیٰ ہر ایک کا کارساز ہے اور سب کی حاجات کا پورا کرنے والا ہے۔ اس میں اشارہ ہے اس طرف کہ زوجہ کو راحت سے رکھے اور ایذا نہ دے اور اس پر قادر نہ ہو تو پھر طلاق دے دینا مناسب ہے واللہ اعلم۔

وَكَانَ اللَّهُ غَنِيًّا حَبِيدًا ﴿١٣١﴾ وَ لِلَّهِ مَا فِي السَّمَاوَاتِ

اور اللہ ہی کا ہے جو کچھ ہے آسمانوں میں

اور اللہ ہے بے پروا سب خوبیوں والا

وَمَا فِي الْأَرْضِ ط وَكَفَى بِاللَّهِ وَكِيلًا ﴿١٣٢﴾ إِنْ يَشَأْ

اگر چاہے

اور اللہ کافی ہے کارساز

اور جو کچھ ہے زمین میں

يُذْهِبْكُمْ أَيُّهَا النَّاسُ وَيَأْتِ بِالْآخِرِينَ ط وَكَانَ

اور

اور لے آئے اور لوگوں کو

اسے لوگو

تو تم کو دور کر دے

اللَّهُ عَلَىٰ ذَٰلِكَ قَدِيرًا ﴿١٣٣﴾ مَنْ كَانَ يُرِيدُ ثَوَابَ

جو کوئی چاہتا ہو ثواب

اللہ کو یہ قدرت ہے

الدُّنْيَا فَعِنْدَ اللَّهِ ثَوَابُ الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ ط وَكَانَ

اور

اور آخرت کا

سوائے اللہ کے یہاں ہے ثواب دنیا کا

دنیا کا

اللَّهُ سَمِيعًا بَصِيرًا ﴿١٣٤﴾ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُونُوا

قائم رہو

اے ایمان والو

اللہ سب کچھ سنتا دیکھتا ہے

قَوْمِينَ بِالْقِسْطِ شُهِدَاءَ لِلَّهِ وَلَوْ عَلَاَ أَنفُسُكُمْ

اگر چہ نقصان ہو تمہارا

گواہی دو اللہ کی طرف کی

انصاف پر

أَوْ الْوَالِدِينَ وَالْأَقْرَبِينَ ؕ إِنْ يَكُنْ غَنِيًّا أَوْ فَقِيرًا

یحتاج ہے

اگر کوئی مال دار ہے

یا قرابت والوں کا

یا ماں باپ کا

فَاللَّهُ أَوْلَىٰ بِهِمَا فَلَا تَتَّبِعُوا الْهَوَىٰ أَنْ تَعْدِلُوا ؕ

انصاف کرنے میں

سو تم پیروی نہ کرو دل کی خواہش کی

تو اللہ ان کا خیر خواہ تم سے زیادہ ہے

اوپر سے ترغیب و ترہیب کا ذکر چلا آتا تھا یعنی حکم خداوندی کی اطاعت کرنا اور اس کی مخالفت سے بچنا سب کو ضرور ہے۔ اس کے ہوتے ہوئے کسی کی بات کی طرف کان رکھنا ہرگز جائز نہیں۔ بیچ میں چند حکم یتیموں اور عورتوں کے متعلق جن میں لوگ مبتلا تھے بیان فرما کر پھر اس ترغیب و ترہیب کا بیان ہے۔ ان دونوں آیتوں کا خلاصہ یہ ہے کہ تم کو اور تم سے پہلوں کو سب کو یہ حکم سنا دیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو اور اس کی نافرمانی نہ کرو تو اب اگر کوئی اسکے حکم کو نہ مانے تو وہ سب چیزوں کا مالک ہے اسکو کسی کی پروا نہیں یعنی اپنا ہی کچھ بگاڑے گا اس کا کچھ نقصان نہیں اور فرمانبرداری کرو گے تو کچھ لو کہ وہ تمام چیزوں کا مالک ہے۔ تمہارے سب کام بنا سکتا ہے۔ تین دفعہ فرمایا کہ اللہ کا ہے جو کچھ آسمان اور زمین میں ہے۔ اول سے کشائش اور وسعت مقصود ہے کہ اسکے یہاں کسی چیز کی کمی نہیں۔ دوسری سے بے نیازی اور بے پروائی کا بیان مقصود ہے کہ اسکو کسی کی پروا نہیں اگر تم منکر ہو۔ تیسری دفعہ میں رحمت اور کارسازی کا اظہار ہے بشرطیکہ تقویٰ کرو۔

اللہ چاہے تو تمہاری جگہ دوسرے لوگ پیدا کر دے | یعنی اللہ تعالیٰ اس پر قادر ہے کہ تم سب کو فنا کر دے اور دنیا سے اٹھالے اور دوسرے لوگ مطیع و فرمانبردار پیدا کر دے۔ اس سے بھی حق تعالیٰ کا استغنا اور بے نیازی خوب ظاہر ہو گئی اور نافرمانوں کو پوری تہدید اور تحویف بھی ہو گئی۔

یعنی اگر اسکی تابعداری کرو تو تم کو دنیا بھی دے اور آخرت بھی پھر صرف دنیا کے پیچھے پڑنا اور اسکی نافرمانی کر کے آخرت سے محروم رہنا بڑی نادانی ہے۔

یعنی اللہ تعالیٰ تمہارے سب کام دیکھتا ہے اور سب باتیں سنتا ہے جس کے طالب ہو گے وہی ملے گا۔

سچی گواہی کی تاکید | یعنی گواہی سچی اور اللہ کے حکم کے موافق دینی چاہئے اگرچہ اس میں تمہارا یا تمہارے کسی عزیز قریب کا نقصان ہوتا ہو جو حق ہو اس کو صاف ظاہر کر دینا چاہئے دنیوی نفع کے لئے آخرت کا نقصان نہ لو۔

یعنی سچی گواہی دینے میں اپنی کسی نفسانی خواہش کی پیروی نہ کرو کہ مالدار کی رعایت کر کے یا محتاج پر ترس کھا کر سچ کو چھوڑ بیٹھو جو حق ہو سو کہو۔ اللہ تعالیٰ تم سے زیادہ ان کا خیر خواہ اور ان کے مصالح سے واقف ہے اور اسکے یہاں کس چیز کی کمی ہے۔

وَإِنْ تَلَّوْا أَوْ تَعْرَضُوا فَإِنَّ اللَّهَ كَانَ بِمَا تَعْمَلُونَ

اور اگر تم زبان ملو گے یا بچا جاؤ گے تو اللہ تمہارے سب کاموں سے

خَيْرًا ﴿١٣٥﴾ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا آمِنُوا بِاللَّهِ وَ

واقف ہے ﴿۱۳۵﴾ اے ایمان والو یقین لاؤ اللہ پر اور

رَسُولِهِ وَالْكِتَابِ الَّذِي نَزَّلَ عَلَى رَسُولِهِ وَالْكِتَابِ

اس کے رسول پر اور اس کتاب پر جو نازل کی ہے اپنے رسول پر اور اس کتاب پر

الَّذِي أَنْزَلَ مِنْ قَبْلُ ۗ وَمَنْ يَكْفُرْ بِاللَّهِ وَمَلَائِكَتِهِ

جو نازل کی تھی پہلے اور جو کوئی یقین نہ رکھے اللہ پر اور اس کے فرشتوں پر

وَكُتُبِهِ وَرُسُلِهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ فَقَدْ ضَلَّ

اور کتابوں پر اور رسولوں پر اور قیامت کے دن پر وہ بہک کر دور

بَعِيدًا ﴿١٣٦﴾ إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا ثُمَّ كَفَرُوا ثُمَّ آمَنُوا ثُمَّ

جاڑا ﴿۱۳۶﴾ جو لوگ مسلمان ہوئے پھر کافر ہو گئے پھر مسلمان ہوئے پھر

كَفَرُوا ثُمَّ أَزْدَادُوا كُفْرًا لَمْ يَكُنِ اللَّهُ لِيَغْفِرَ لَهُمْ

کافر ہو گئے پھر بڑھتے رہے کفر میں تو اللہ ان کو ہرگز بخشنے والا نہیں

وَلَا لِيَهْدِيَهُمْ سَبِيلًا ﴿١٣٧﴾ بَشِيرِ الْمُنْفِقِينَ بِأَنَّ لَهُمْ

اور نہ دکھلا دے ان کو راہ ﴿۱۳۷﴾ خوشخبری سنا دے منافقوں کو کہ ان کے واسطے ہے

عَذَابًا أَلِيمًا ﴿١٣٨﴾ الَّذِينَ يَتَّخِذُونَ الْكَافِرِينَ أَوْلِيَاءَ

عذاب دردناک وہ جو بناتے ہیں کافروں کو اپنا رفیق

◆ زبان ملنا یہ کہ سچی بات تو کہی مگر زبان داب کر اور بیچ سے کہ سننے والے کو شبہ پڑ جائے یعنی صاف صاف سچ نہ بولا اور بچا جانا یہ کہ پوری بات نہ کہی بلکہ کئی بات کام کی رکھ لی۔ سوان دونوں صورتوں میں گوجھوٹ تو نہیں بولا مگر بوجہ عدم اظہارِ حق گنہگار ہوگا۔ گواہی سچی اور صاف اور پوری دینی چاہئے۔

◆ ارکانِ ایمان | یعنی جو اسلام قبول کرے اس کو ضرور ہے کہ اللہ تعالیٰ کے تمام حکموں پر دل سے یقین لائے۔ اس کے ارشادات میں سے اگر کسی ایک ارشاد پر بھی یقین نہ لائے گا تو وہ مسلمان نہیں۔ صرف ظاہری اور زبانی بات کا اعتبار نہیں ہے۔

◆ منافقین و یہود کی گمراہی | یعنی ظاہر میں تو مسلمان ہوئے اور دل میں مذہب رہے اور آخر کو بے یقین لائے ہی مر گئے ان کو نجات کا راستہ نہیں ملے گا وہ کافر ہیں۔ ظاہر کی مسلمانی کچھ کام نہ آئے گی۔ اس سے مراد منافقین ہیں اور بعض فرماتے ہیں کہ یہ آیت یہودیوں کی شان میں ہے کہ اول ایمان لائے پھر گوسالہ کی عبادت کر کے کافر ہو گئے، پھر توبہ کر کے مومن ہوئے، پھر عیسیٰ علیہ السلام سے منکر ہو کر کافر ہوئے۔ اسکے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کا انکار کر کے کفر میں ترقی کر گئے۔

مِنْ دُونِ الْمُؤْمِنِينَ ۝ أَيَبْتَغُونَ عِنْدَهُمُ الْعِزَّةَ

مسلمانوں کو چھوڑ کر کیا ڈھونڈتے ہیں ان کے پاس عزت

فَإِنَّ الْعِزَّةَ لِلَّهِ جَمِيعًا ۝ وَقَدْ نَزَّلَ عَلَيْكُمْ فِي

سو عزت تو اللہ ہی کے واسطے ہے ساری اور حکم اتار چکا تم پر

الْكِتَابِ أَنْ إِذَا سَمِعْتُمْ آيَاتِ اللَّهِ يُكْفَرُ بِهَا وَ

قرآن میں کہ جب سنو اللہ کی آیتوں پر انکار ہوتے

يُسْتَهْزَأُ بِهَا فَلَا تَقْعُدُوا مَعَهُمْ حَتَّىٰ يَخُوضُوا فِي

اور ہنسی ہوتے تو نہ بیٹھو ان کے ساتھ یہاں تک کہ مشغول ہوں

حَدِيثٍ غَيْرِهِ ۝ وَإِنَّمَا إِذَا مَثَلُهُمْ ۝ إِنَّ اللَّهَ جَامِعُ

کسی دوسری بات میں نہیں تو تم بھی انہی جیسے ہو گئے اللہ اکٹھا کرے گا

الْمُنْفِقِينَ وَالْكَافِرِينَ فِي جَهَنَّمَ جَمِيعًا ۝ الَّذِينَ

منافقوں کو اور کافروں کو دوزخ میں ایک جگہ وہ منافق

يَتَرَبَّصُونَ بِكُمْ فَإِن كَانَ لَكُمْ فِتْنَةٌ مِّنَ اللَّهِ قَالُوا

جو تمہاری تاک میں ہیں پھر اگر تم کو فتنے لے اللہ کی طرف سے تو کہیں

أَلَمْ نَكُنْ مَعَكُمْ ۝ وَإِن كَانَ لِلْكَافِرِينَ نَصِيبٌ قَالُوا

کیا ہم نہ تھے تمہارے ساتھ اور اگر نصیب ہو کافروں کو تو کہیں

أَلَمْ نَسْتَحِذْ عَلَيْكُمْ وَنَمْنَعُكُم مِّنَ الْمُؤْمِنِينَ ۝ فَاللَّهُ

کیا ہم نے گھبر نہ لیا تھا تم کو اور بجا دیا تم کو مسلمانوں سے سوائے

یعنی منافق لوگ جو مسلمانوں کو چھوڑ کر کافروں کو دوست بناتے ہیں ان کے لئے سخت عذاب ہے اور ان کا یہ خیال کہ کافروں کے پاس بیٹھ کر ہم کو دنیا میں عزت ملے گی بالکل غلط ہے۔ سب عزت اللہ تعالیٰ کے واسطے ہے جو اسکی اطاعت کرے گا اسکو عزت ملے گی۔ خلاصہ یہ ہوا کہ ایسے لوگ دنیا اور آخرت دونوں میں ذلیل و خوار رہیں گے۔

اسلام کا مذاق اڑانے والوں کی مجالس میں نہ بیٹھو | یعنی اے مسلمانو! خدا تعالیٰ پہلے قرآن شریف میں تم پر حکم بھیج چکا ہے کہ جس مجلس میں احکام خداوندی کا انکار اور تمسخر کیا جاتا ہو وہاں ہرگز نہ بیٹھو ورنہ تم بھی ویسے ہی سمجھے جاؤ گے البتہ جس وقت دوسری باتوں میں مشغول ہوں تو اس وقت ان کے ساتھ بیٹھنے کی ممانعت نہیں۔ منافقوں کی مجالس میں آیات و احکام الہی پر انکار و استہزاء ہوتا تھا۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی اور یہ جو فرمایا کہ حکم اتار چکا تم پر یہ اشارہ ہے آیت وَإِذَا رَأَيْتَ الَّذِينَ يَخُوضُونَ فِي آيَاتِنَا فَأَعْرِضْ عَنْهُمْ إِلَىٰ آخِرِهِ کی طرف جو پہلے نازل ہو چکی تھی۔ فَاعْرِضْ اس سے معلوم ہو گیا کہ جو شخص مجلس میں اپنے دین پر طعنہ اور عیب سے اور پھر انہی میں بیٹھا سنا کرے اگرچہ آپ کچھ نہ کہے وہ منافق ہے۔

یعنی یہ منافق وہ ہیں جو برابر تمہاری تاک اور انتظار میں لگے رہتے ہیں۔ پھر اگر تمہاری فتح ہو تو تم سے کہتے ہیں کہ کیا ہم تمہارے ساتھی نہیں مال غنیمت میں ہم کو بھی شریک کرو اور اگر کافروں کو لڑائی میں کچھ حصہ مل گیا یعنی وہ غالب ہوئے تو ان سے کہتے ہیں کہ کیا ہم نے تم کو گھیر نہ لیا تھا اور تمہاری حفاظت نہیں کی اور ہم نے کیا تم کو مسلمانوں کے ضرر سے نہیں بچایا۔ لوٹ میں ہم کو بھی حصہ دو۔ فَاعْرِضْ اس سے معلوم ہوا کہ دین حق پر ہو کر گمراہوں سے بھی بنائے رکھنا یہ بھی نفاق کی بات ہے۔

يَحْكُمُ بَيْنَكُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ ۗ وَلَنْ يَجْعَلَ اللَّهُ لِلْكَافِرِينَ

فیصلہ کرے گا تم میں قیامت کے دن اور ہرگز نہ دے گا اللہ کافروں کو

عَلَى الْمُؤْمِنِينَ سَبِيلًا ۝۱۳۱ إِنَّ الْمُنَافِقِينَ يُخَادِعُونَ

مسلمانوں پر غلبہ کی راہ البتہ منافق دغا بازی کرتے ہیں

اللَّهُ وَهُوَ خَادِعُهُمْ ۗ وَإِذَا قَامُوا إِلَى الصَّلَاةِ قَامُوا

اللہ سے اور وہی ان کو دغا دے گا اور جب کھڑے ہوں نماز کو تو کھڑے ہوں

كُسَالَى ۙ يُرَاءُونَ النَّاسَ وَلَا يَذْكُرُونَ اللَّهَ إِلَّا

بارے جی سے لوگوں کے دکھانے کو اور یاد نہ کریں اللہ کو مگر

قَلِيلًا ۝۱۳۲ مُذَبْذَبِينَ بَيْنَ ذَلِكَ ۖ لَا إِلَىٰ هَؤُلَاءِ

تھوڑا سا ادھر میں لٹکتے ہیں دونوں کے بیچ نہ ان کی طرف

وَلَا إِلَىٰ هَؤُلَاءِ ۗ وَمَنْ يُضِلِلِ اللَّهُ فَلَنْ تَجِدَ لَهُ

اور نہ ان کی طرف اور جس کو گمراہ کرے اللہ تو ہرگز نہ پاوے گا تو اس کے واسطے

سَبِيلًا ۝۱۳۳ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَّخِذُوا

کبھی راہ اے ایمان والو نہ بناؤ

الْكَافِرِينَ أَوْلِيَاءَ مِنْ دُونِ الْمُؤْمِنِينَ ۗ أَشْرِيدُونَ

کافروں کو اپنا رفیق مسلمانوں کو چھوڑ کر کیا لیا جا رہے

أَنْ تَجْعَلُوا لِلَّهِ عَلَيْكُمْ سُلْطَانًا مُّبِينًا ۝۱۳۴ إِنَّ

اپنے اوپر اللہ کا الزام مرتع ہے شک

یعنی اللہ تعالیٰ تم میں اور ان میں حکم فیصلہ فرماوے گا کہ تم کو جنت دے گا اور انکو جہنم میں ڈالے گا دنیا میں جو کچھ ان سے ہو سکے کر دیکھیں مگر اہل ایمان کی بیخ کنی ہرگز نہ کر سکیں گے جو ان کی ولی تمنا ہے۔

منافقین کی علامات | یعنی دل سے کافر ہیں اور ظاہر میں مسلمان تاکہ دونوں طرف کی مضرت اور ایذا سے محفوظ رہیں اور دونوں سے فائدہ اٹھاتے رہیں۔ حق تعالیٰ نے ان کی اس دغا بازی کی یہ سزا دی کہ ان کی تمام شرارتوں اور مخفی خباثتوں کو اپنے نبی پر ظاہر فرما کر ایسا ذلیل کیا کہ کسی قابل نہ رہے اور سب دغا بازی مسلمانوں پر کھل گئی اور آخرت میں جو اسکی سزا ملے گی وہ بھی ظاہر فرمادی چنانچہ آیات آئندہ میں ذکر آتا ہے۔ خلاصہ یہ کہ انکی دھوکہ بازی سے تو کچھ نہ ہوا اور اللہ نے ان کو ایسا دھوکہ میں ڈالا کہ دنیا اور آخرت دونوں غارت ہوئیں۔

یعنی نماز جو نہایت ضروری اور خالص عبادت ہے اور اسکے ادا کرنے میں جانی مالی کسی مضرت کا بھی اندیشہ نہیں منافق لوگ اس سے بھی جان چراتے ہیں بہ مجبوری لوگوں کے دکھانے کو اور دھوکہ دینے کو پڑھ لیتے ہیں کہ ان کے کفر کی کسی کو اطلاع نہ ہو اور مسلمان سمجھے جاویں۔ پھر ایسوں سے اور کسی بات کی کیا توقع ہو سکتی ہے اور وہ کیسے مسلمان ہو سکتے ہیں۔

یعنی منافقین تو بالکل تردد اور حیرت میں گرفتار ہیں۔ نہ ان کو اسلام پر اطمینان ہے نہ کفر پر سخت پریشانی میں مبتلا ہیں۔ کبھی ایک طرف جھکتے ہیں کبھی دوسری طرف اور اللہ جس کو بھٹکانا اور گمراہ کرنا چاہے اسکو نجات کا راستہ کہاں مل سکتا ہے۔

الْمُنْفِقِينَ فِي الدَّرَكِ الْأَسْفَلِ مِنَ النَّارِ وَلَكِنْ

منافق ہیں سب سے نیچے درجے میں دوزخ کے اور ہرگز

تَجِدَ لَهُمْ نَصِيرًا ﴿۱۳۵﴾ إِلَّا الَّذِينَ تَابُوا وَأَصْلَحُوا

نہ پادے گا تو ان کے واسطے کوئی مددگار ﴿۱۳۵﴾ مگر جنہوں نے توبہ کی اور اپنی اصلاح کی

وَأَعْتَصَمُوا بِاللَّهِ وَأَخْلَصُوا دِينَهُمْ لِلَّهِ فَأُولَٰئِكَ

اور مضبوط پکڑ اللہ کو اور خالص حکم بردار ہوئے اللہ کے سو وہ ہیں

مَعَ الْمُؤْمِنِينَ ۖ وَسَوْفَ يُؤْتِي اللَّهُ الْمُؤْمِنِينَ

ایمان والوں کے ساتھ اور جلد دے گا اللہ ایمان والوں کو

أَجْرًا عَظِيمًا ﴿۱۳۶﴾ مَا يَفْعَلُ اللَّهُ بِعَدَابِكُمْ إِنْ

بڑا ثواب ﴿۱۳۶﴾ کیا کرے گا اللہ تم کو عذاب کر کے اگر

شَكَرْتُمْ وَأَمَّنْتُمْ ۖ وَكَانَ اللَّهُ شَاكِرًا عَلِيمًا ﴿۱۳۷﴾

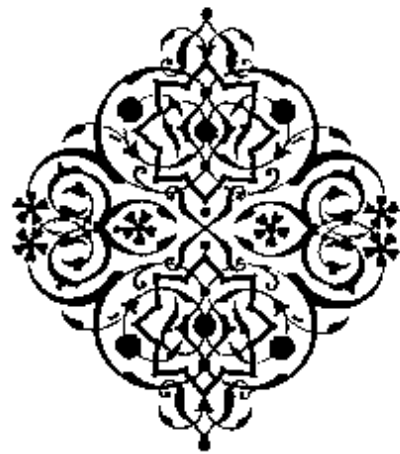
تم حق کو مانو اور یقین رکھو اور اللہ قدر دان ہے سب کچھ جانتے والا ﴿۱۳۷﴾



❖ **کافروں سے دوستی کی ممانعت** | یعنی مسلمانوں کو چھوڑ کر کافروں سے دوستی کرنا دلیل ہے نفاق کی جیسا کہ منافقین کرتے ہیں۔ سو تم اے مسلمانو، ایسا ہرگز مت کرنا ورنہ خداوند تعالیٰ کا صریح الزام اور پوری حجت تم پر قائم ہو جائے گی کہ تم بھی منافق ہو اور منافقوں کے لئے دوزخ کا سب سے نیچا طبقہ مقرر ہے اور کوئی ان کا مددگار بھی نہیں ہو سکتا کہ اس طبقہ سے انکو نکالے یا عذاب میں کچھ تخفیف کرا دے۔ مسلمانوں کو ایسی بات سے دور رہنا چاہئے۔

❖ **نفاق سے توبہ کرنے والے** | یعنی جو منافق اپنے نفاق سے توبہ کرے اور اپنے اعمال کی درستی کرے اور اللہ کے پسندیدہ دین کو خوب مضبوط پکڑے اور اللہ پر توکل کرے اور ریاضیہ خیرہ خرابیوں سے دین کو پاک و صاف رکھے تو وہ خالص مسلمان ہے۔ دین و دنیا میں ایمان والوں کے ساتھ ہوگا اور ایمان والوں کو بڑا ثواب ملنے والا ہے ان کے ساتھ ان کو بھی ملے گا جنہوں نے نفاق سے سچی توبہ کی۔

❖ **یعنی اللہ تعالیٰ نیک کاموں کا قدردان ہے اور بندوں کی سب باتوں کو خوب جانتا ہے۔** سو جو شخص اس کے حکم کو منونیت اور شکر گزاری کے ساتھ تسلیم کرتا ہے اور اس پر یقین رکھتا ہے تو اللہ عادل رحیم کو ایسے شخص پر عذاب کرنے سے کوئی تعلق نہیں یعنی ایسے شخص کو ہرگز عذاب نہ دے گا وہ تو سرکش اور نافرمانوں کو عذاب دیتا ہے۔



لَا يُحِبُّ اللَّهُ الْجَهْرَ بِالسُّوِّءِ مِنَ الْقَوْلِ إِلَّا مَنْ ظَلَمَ ۗ

اللہ کو پسند نہیں کسی کی بری بات کا ظاہر کرنا مگر جس پر

ظَلِمَ ۗ وَكَانَ اللَّهُ سَمِيعًا عَلِيمًا ﴿۳۸﴾ ۞ إِنَّ تَبْدُؤًا خَيْرًا

ظلم ہوا ہو اور اللہ ہے سننے والا جاننے والا اگر تم کھول کر کرو کوئی بھلائی

أَوْ تَخْفُوهُ أَوْ تَعْفُوا عَنْ سُوءٍ فَإِنَّ اللَّهَ كَانَ عَفُوًّا

یا اس کو چھپاؤ یا معاف کرو برائی کو تو اللہ بھی معاف کرنے والا

قَدِيرًا ﴿۳۹﴾ ۞ إِنَّ الَّذِينَ يَكْفُرُونَ بِاللَّهِ وَرُسُلِهِ

بُزِي قَدْرَتِ وَاللَّهِ جَوَلُوكَ ۖ مَنكَرٌ فِي اللَّهِ سِوَا ۖ أَوْرَاسِ كِ رَسُولِوْنَ سِوَا ۖ

يُرِيدُونَ أَنْ يُفَرِّقُوا بَيْنَ اللَّهِ وَرُسُلِهِ وَيَقُولُونَ

چاہتے ہیں کہ فرق نکالیں اللہ میں اور اس کے رسولوں میں اور کہتے ہیں

نُؤْمِنُ بِبَعْضِ ۖ وَنُكْفِرُ بِبَعْضِ ۖ وَيُرِيدُونَ أَنْ

ہم مانتے ہیں بعضوں کو اور نہیں مانتے بعضوں کو اور چاہتے ہیں کہ

يَتَّخِذُوا بَيْنَ ذَلِكَ سَبِيلًا ﴿۴۰﴾ ۞ أُولَٰئِكَ هُمُ الْكٰفِرُونَ

نکالیں اس کے بیچ میں ایک راہ ایسے لوگ وہی ہیں اصل کافر

حَقًّا ۖ وَأَعْتَدْنَا لِلْكَافِرِينَ عَذَابًا مُّهِينًا ﴿۴۱﴾ ۞ وَالَّذِينَ

اور ہم نے تیار کر رکھا ہے کافروں کے واسطے ذلت کا عذاب اور جو لوگ

آمَنُوا بِاللَّهِ وَرُسُلِهِ وَلَمْ يُفَرِّقُوا بَيْنَ أَحَدٍ مِّنْهُمْ

ایمان لائے اللہ پر اور اس کے رسولوں پر اور جدا نہ کیا ان میں سے کسی کو

کسی کی برائی مشہور نہ کرو | یعنی اگر کسی میں دین یا دنیا کا عیب معلوم ہو تو اس کو مشہور نہ کرنا چاہئے۔ خدا تعالیٰ سب کی بات سنتا ہے اور سب کے کام کو جانتا ہے۔ ہر ایک کو اس کے موافق جزا دے گا۔ اسی کو غیبت کہتے ہیں۔ البتہ مظلوم کو رخصت ہے کہ ظالم کا ظلم لوگوں سے بیان کرے۔ ایسے ہی بعضی اور صورتوں میں بھی غیبت روا ہے اور یہ حکم یہاں شاید اس لئے فرمایا کہ مسلمان کو چاہئے کہ کسی منافق کا نام مشہور نہ کرے اور علی الاعلان اس کو بدنام نہ کرے اس میں وہ بگڑ کر شاید بے باک ہو جائے بلکہ مبہم نصیحت کرے۔ منافق آپ سمجھ لے گا یا تنہائی میں نصیحت کرے۔ اس طرح شاید ہدایت قبول کر لے۔ چنانچہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم بھی ایسا ہی کرتے تھے کسی کا نام لے کر مشہور نہیں فرماتے تھے۔

برائی کو معاف کرنا بہتر ہے | اس آیت میں مظلوم کو معافی کی رغبت دلانی منظور ہے کہ حق تعالیٰ زبردست اور قدرت والا ہو کر خطا والوں کی خطا بخشتا ہے۔ بندہ زبردست عاجز کو تو بطریق اولیٰ دوسروں کا تصور معاف کر دینا چاہئے۔ خلاصہ یہ ہوا کہ مظلوم کو ظالم سے بدلہ لینا جائز ہے مگر افضل یہ ہے کہ صبر کرے اور بخش دے۔ آیت میں اشارہ ہے اس طرف کہ منافقوں کی اصلاح چاہتے ہو تو ان کی ایذا اور شرارت پر صبر کرو اور نرمی اور پردہ سے ان کو سمجھاؤ۔ ظاہر کی طعن اور لعن سے بچو اور کھلا مخالف مت بناؤ۔

یہودی اصل کافر ہیں | یہاں سے ذکر ہے یہود کا۔ چونکہ یہود میں نفاق کا مضمون بہت تھا اور آپ کے زمانہ میں جو منافق تھے وہ یہود تھے یا یہودیوں سے ربط اور محبت رکھنے والے اور ان کے مشورہ پر چلنے والے تھے اس لئے قرآن شریف میں اکثر ان دونوں فریق کا ذکر اکٹھا فرمایا ہے۔ آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ جو لوگ اللہ سے اور اسکے رسولوں سے منکر ہیں اور اللہ اور اس کے رسولوں میں فرق کرنا چاہتے ہیں یعنی اللہ پر ایمان لاتے ہیں اور رسولوں پر ایمان نہیں لاتے اور بعض رسولوں کو تو مانتے ہیں اور بعض کو نہیں مانتے اور مطلب یہ ہے کہ اسلام اور کفر کے بیچ میں ایک نیاندھب اپنے لئے نکالیں ایسے ہی لوگ اصل اور ٹھیک کافر ہیں۔ ان کے لئے خواری اور ذلت کا عذاب تیار ہے۔ فائدہ اللہ کا ماننا جب ہی معتبر ہے کہ اپنے زمانہ کے پیغمبر کی تصدیق کرے اور اس کا حکم مانے بدون تصدیق نبی کے اللہ کا ماننا غلط ہے اس کا اعتبار نہیں بلکہ ایک نبی کی تکذیب اللہ کی اور تمام رسولوں کی تکذیب سمجھی جاتی ہے۔ یہود نے جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تکذیب کی تو حق تعالیٰ کی اور تمام انبیاء کی تکذیب کرنے والے قرار دیے گئے اور کئے کافر سمجھے گئے۔

أُولَٰئِكَ سَوْفَ يُؤْتِيهِمُ أَجْرَهُم ط وَكَانَ اللَّهُ

اور اللہ ہے

ان کے ثواب

ان کو جلد دے گا

عَفُورًا رَّحِيمًا ﴿١٥٢﴾ ٤ يَسْأَلُكَ أَهْلُ الْكِتَابِ أَنْ تَنْزِلَ

کہ تو ان پر اتار

تجھ سے درخواست کرتے ہیں اہل کتاب

بخشنے والا مہربان

عَلَيْهِمْ كِتَابًا مِّنَ السَّمَاءِ فَقَدْ سَأَلُوا مُوسَىٰ أَكْبَرَ

اس سے بھی

موسیٰ سے

سوائف چکے ہیں

لاوے لکھی ہوئی کتاب آسمان سے

مِنَ ذَٰلِكَ فَقَالُوا أَرِنَا اللَّهُ جَهَنَّمَ فَأَخَذَتْهُمُ

سو آ پڑی۔

بالکل سامنے

اور کہا ہم کو دکھا دے اللہ کو

بڑی چیز

الصُّعْفَةَ يُظْلِمُهُم ۚ ثُمَّ اتَّخَذُوا الْعِجْلَ مِن بَعْدِ

بہت کچھ

پھر بنا لیا بچھڑے کو

ان کے گناہ کے باعث

ان پر بجلی

مَا جَاءَتْهُمْ الْبَيِّنَاتُ فَعَفَوْنَا عَنْ ذَٰلِكَ ۚ وَآتَيْنَا

اور دیا ہم نے

پھر ہم نے وہ بھی معاف کیا

نشانیوں پہنچ چکنے کے بعد

مُوسَىٰ سُلْطٰنًا مُّبِينًا ﴿١٥٣﴾ ٥ وَرَفَعْنَا فَوْقَهُمُ الطُّورَ

اور ہم نے اٹھایا ان پر پہاڑ

غلبہ صریح

موسیٰ کو

بِمِيثَاقِهِمْ وَقُلْنَا لَهُمْ ادْخُلُوا الْبَابَ سُجَّدًا وَقُلْنَا

اور ہم نے کہا

سجدہ کرتے ہوئے

اور ہم نے کہا داخل ہو دو دروازہ میں

قرار لینے کے واسطے

لَهُمْ لَا تَعْدُوا فِي السَّبْتِ وَأَخَذْنَا مِنْهُمْ مِّيثَاقًا

اور ہم نے ان سے لیا

ہفتہ کے دن میں

کہ زیادتی مت کرو

♦ جو تمام انبیاء کو مانتے ہیں ان کا انعام | یعنی اور جن لوگوں نے کسی نبی کو جدا نہیں کیا بلکہ ایمان لائے اللہ پر اور اسکے سب رسولوں پر اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے ان کو بڑے ثواب عطا فرمائے گا۔ اس سے مراد مسلمان ہیں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور سب پر ایمان لائے۔

♦ یہودیوں کا گستاخانہ مطالبہ | یہودیوں کے چند سردار آپ کی خدمت میں آئے اور کہا کہ اگر تم سچے پیغمبر ہو تو ایک کتاب لکھی لکھائی یکبارگی آسمان سے لا دو جیسے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام تو ریت لائے تھے۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی اور اس تمام رکوع میں الزامات کو انکے جواب میں ذکر فرمایا ہے۔ اس کے بعد تحقیقی جواب دیا ہے۔ مطلب آیت کا یہ ہے کہ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم یہودی جو تم سے عداوت ایسی کتاب طلب کرتے ہیں ان کی یہ بے باکی اور سرکشی تعجب کی بات نہیں۔ انکے بزرگوں نے تو اس سے بھی بڑی اور سخت بات اپنے نبی موسیٰ علیہ السلام سے طلب کی تھی کہ خداوند تعالیٰ کو آشکارا ہم کو دکھا دو ورنہ ہم تمہارا یقین نہ کریں گے جیسا کہ سورہ بقرہ میں گذرا۔ اس پر یہ ہوا کہ ان کہنے والوں پر بجلی آ پڑی اور سب مر گئے پھر حق تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی دعا سے انکو زندہ کر دیا۔ ایسی عظیم الشان نشانیاں دیکھ کر پھر یہ کیا کہ پچھڑے کو پوجنے لگے بالآخر حق تعالیٰ نے اس سے بھی درگزر فرمایا۔ سورہ بقرہ میں کسی قدر تفصیل سے مذکور ہو چکا ہے۔

♦ غلبہ یہ کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اس پچھڑے کو تو ذبح کر کے آگ میں جلا دیا اور اسکی راکھ ہوا میں دریا پر اڑادی اور ستر ہزار آدمی پچھڑے کو سجدہ کرنے والے قتل کئے گئے۔

♦ رفع طور | یعنی جب یہود نے کہا تھا کہ توریت کے حکم سخت ہیں ہم نہیں مانتے تو اس وقت کوہ طور کو زمین سے اٹھا کر انکے سروں پر معلق قائم کر دیا تھا کہ ان حکموں کو قبول کرو اور منجھوٹی سے پکڑو ورنہ پہاڑ ڈالا جاتا ہے۔

♦ یہود کی نافرمانیاں | یہود کو حکم ہوا تھا کہ شہر میں داخل ہوں سجدہ کر کے اور سر جھکائے ہوئے انہوں نے سجدہ کے بدلے سرین پر سر کنا اور پھسلنا شروع کیا۔ جب شہر میں پہنچے تو ان پر طاعون پڑا، دوپہر میں قریب ستر ہزار کے مر گئے۔

عَلِيًّا ﴿١٥٧﴾ فِيمَا نَقَضِهِمْ مِيثَاقَهُمْ وَكَفَرِهِمْ بِآيَاتِ

قول مضبوط ♦ ان کو جو سزا ملی سوان کی عہد شکنی پر اور منکر ہونے پر اللہ کی آیتوں

اللَّهِ وَقَتْلِهِمْ الْأَنْبِيَاءَ بِغَيْرِ حَقٍّ وَقَوْلِهِمْ قُلُوبُنَا

ہے اور خون کرنے پر پیغمبروں کا ناحق اور اس کہنے پر کہ ہمارے دل پر

غُلْفٌ بَلْ طَبَعَ اللَّهُ عَلَيْهَا بِكُفْرِهِمْ فَلَا يُؤْمِنُونَ

غلاف ہے سو یہ نہیں بلکہ اللہ نے مہر کر دی ان کے دل پر کفر کے سبب سو ایمان نہیں لاتے

إِلَّا قَلِيلًا ﴿١٥٨﴾ وَبِكَفْرِهِمْ وَقَوْلِهِمْ عَلَىٰ مَرْيَمَ

مگر کم ♦ اور ان کے کفر پر اور مریم پر

بُهْتَانًا عَظِيمًا ﴿١٥٩﴾ وَقَوْلِهِمْ إِنَّا قَتَلْنَا الْمَسِيحَ

بڑا طوفان باندھنے پر اور ان کے اس کہنے پر کہ ہم نے قتل کیا مسیح

عِيسَى ابْنَ مَرْيَمَ رَسُولَ اللَّهِ وَمَا قَتَلُوهُ وَمَا

عیسیٰ مریم کے بیٹے کو جو رسول تھا اللہ کا ♦ اور انہوں نے نہ اس کو مارا اور نہ

صَلَبُوهُ وَلَكِنْ شُبِّهَ لَهُمْ وَإِنَّ الَّذِينَ اخْتَلَفُوا

سولی پر چڑھایا لیکن وہی صورت بن گئی ان کے آگے اور جو لوگ اس میں مختلف

فِيهِ لَفِي شَكٍّ مِّنْهُ مَا لَهُمْ بِهِ مِنْ عِلْمٍ إِلَّا

باتیں کرتے ہیں تو وہ لوگ اس جگہ شبہ میں پڑے ہوئے ہیں کچھ نہیں ان کو اس کی خبر صرف

اتِّبَاءَ الظَّنِّ وَمَا قَتَلُوهُ يَقِينًا ﴿١٦٠﴾ بَلْ رَفَعَهُ اللَّهُ

انکل پر چل رہے ہیں اور اس کو قتل نہیں کیا بے شک بلکہ اس کو اٹھایا اللہ نے

◆ حرمتِ سبت | یہودیوں کو حکم تھا کہ ہفتہ کے دن مچھلی کا شکار نہ کریں اور سب دنوں سے زیادہ ہفتہ ہی کے دن مچھلیاں دریا میں بکثرت نظر آتیں۔ یہودیوں نے یہ حیلہ کیا کہ دریا کے پاس حوض بنائے۔ ہفتہ کے دن جب مچھلیاں دریا سے حوضوں میں آتیں تو ان کو بند کر رکھتے پھر دوسرے دن حوضوں میں سے شکار کرتے۔ اس فریب اور عہد شکنی پر اللہ تعالیٰ نے ان کو بند کر دیا جو جانوروں میں بہت خسیس اور مکار ہے۔

◆ یہودیوں کے دلوں پر مہر ہے | یعنی یہود نے اس عہد کو توڑ دیا تو حق تعالیٰ نے ان کی اس عہد شکنی پر اور آیاتِ الہی سے منکر ہونے پر اور انبیاء علیہم السلام کے ناحق قتل کرنے پر اور ان کے اس کہنے پر کہ ہمارے دل تو غلاف میں ہیں، ان پر سخت سخت عذاب مسلط فرمائے۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہودیوں کو ہدایت کی تو کہنے لگے ہمارے دل پردہ میں ہیں تمہاری بات وہاں تک پہنچ نہیں سکتی۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ یہ بات نہیں بلکہ کفر کے سبب انکے دلوں پر اللہ نے مہر لگا دی ہے جس کے باعث ان کو ایمان نصیب نہیں ہو سکتا مگر تھوڑے لوگ اس سے مستثنیٰ ہیں جیسے حضرت عبد اللہ بن سلام اور انکے ساتھی۔

◆ یعنی اور نیز اس وجہ سے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے منکر ہو کر دوسرا کفر کیا اور حضرت مریم پر طوفان عظیم باندھا اور انکے اس قول پر کہ فخر سے کہتے تھے ہم نے مارڈالا عیسیٰ مریم کے بیٹے کو جو رسول اللہ تھا۔ ان تمام وجوہ سے یہود پر عذاب اور مصیبتیں نازل ہوئیں۔

إِلَيْهِ ۖ وَكَانَ اللَّهُ عَزِيزًا حَكِيمًا ﴿١٥٨﴾ وَإِنْ مِنْ أَهْلِ

اپنی طرف اور اللہ ہے زبردست حکمت والا اور جتنے فرتے ہیں اہل

الْكِتَابِ إِلَّا لِيُؤْمِنُوا بِهِ قَبْلَ مَوْتِهِ ۗ وَيَوْمَ الْقِيَامَةِ

کتاب کے سو جیسی پر یقین لاویں گے اس کی موت سے پہلے اور قیامت کے دن

يَكُونُ عَلَيْهِمْ شَهِيدًا ۗ ﴿١٥٩﴾ فِظُلِمِ مِنَ الَّذِينَ هَادُوا

ہو گا ان پر گواہ سو یہود کے گناہوں کی وجہ سے ہم نے

حَرَّمْنَا عَلَيْهِمْ طَيِّبَاتٍ أُحِلَّتْ لَهُمْ وَبِصَدِّهِمْ عَنْ

حرام کیس ان پر بہت سی پاک چیزیں جو ان پر حلال تھیں اور اس وجہ سے کہ روکتے تھے

سَبِيلِ اللَّهِ كَثِيرًا ۗ ﴿١٦٠﴾ وَأَخَذَهُمُ الرِّبَا وَقَدْ نُهُوا

اللہ کی راہ سے بہت اور اس وجہ سے کہ سود لیتے تھے اور ان کو اس کی ممانعت

عَنْهُ وَأَكْلِهِمْ أَمْوَالَ النَّاسِ بِالْبَاطِلِ وَأَعْتَدْنَا

ہو چکی تھی اور اس وجہ سے کہ لوگوں کا مال کھاتے تھے ناحق اور تیار کر رکھا ہے ہم نے

لِلْكَافِرِينَ مِنْهُمْ عَذَابًا أَلِيمًا ۗ ﴿١٦١﴾ لَكِنِ الرَّسِخُونَ

کافروں کے واسطے جو ان میں ہیں عذاب دردناک لیکن جو پختہ ہیں

فِي الْعِلْمِ مِنْهُمْ وَالْمُؤْمِنُونَ يُؤْمِنُونَ بِمَا أُنزِلَ

علم میں ان میں اور ایمان والے سومانے ہیں اس کو جو نازل ہوا

إِلَيْكَ وَمَا أُنزِلَ مِنْ قَبْلِكَ وَالْمُقِيمِينَ الصَّلَاةَ

تجھ پر اور جو نازل ہوا تجھ سے پہلے اور آفریں ہے نماز پر قائم رہنے والوں کو

حضرت عیسیٰ کو پھانسی نہیں دی گئی | اللہ تعالیٰ ان کے قول کی تکذیب فرماتا ہے کہ یہودیوں نے نہ عیسیٰ علیہ السلام کو قتل کیا نہ سولی پر چڑھایا۔ یہود جو مختلف باتیں اس بارہ میں کہتے ہیں اپنی اپنی اٹکل سے کہتے ہیں اللہ نے ان کو شبہ میں ڈال دیا۔ خبر کسی کو بھی نہیں۔

حضرت عیسیٰ آسمان پر اٹھائے گئے | واقعی بات یہ ہے اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو آسمان پر اٹھالیا اور اللہ تعالیٰ سب چیزوں پر قادر ہے اور اسکے ہر کام میں حکمت ہے۔ قصہ یہ ہوا کہ جب یہودیوں نے حضرت مسیح کے قتل کا عزم کیا تو پہلے ایک آدمی انکے گھر میں داخل ہوا، حق تعالیٰ نے ان کو تو آسمان پر اٹھالیا۔ اور اس شخص کی صورت حضرت مسیح علیہ السلام کی صورت کے مشابہ کر دی جب باقی لوگ گھر میں تھے تو اسکو مسیح سمجھ کر قتل کر دیا۔ پھر خیال آیا تو کہنے لگے کہ اس کا چہرہ تو مسیح کے چہرہ کے مشابہ ہے اور باقی بدن ہمارے ساتھی کا معلوم ہوتا ہے۔ کسی نے کہا کہ یہ مقتول مسیح ہے تو ہمارا آدمی کہاں گیا اور ہمارا آدمی ہے تو مسیح کہاں ہے۔ اب صرف اٹکل سے کسی نے کچھ کہا کسی نے کچھ کہا علم کسی کو بھی نہیں۔ حق یہی ہے کہ حضرت عیسیٰ ہرگز مقتول نہیں ہوئے بلکہ آسمان پر اللہ نے اٹھالیا اور یہود کو شبہ میں ڈال دیا۔

حضرت عیسیٰ زندہ ہیں | حضرت عیسیٰ علیہ السلام زندہ موجود ہیں آسمان پر۔ جب دجال پیدا ہوگا تب اس جہان میں تشریف لا کر اسے قتل کریں گے اور یہود اور نصاریٰ ان پر ایمان لائیں گے کہ بیشک عیسیٰ زندہ ہیں مرے نہ تھے اور قیامت کے دن حضرت عیسیٰ علیہ السلام انکے حالات اور اعمال کو ظاہر کریں گے کہ یہود نے میری تکذیب اور مخالفت کی اور نصاریٰ نے مجھ کو خدا کا بیٹا کہا۔

شریعت موسوی کی سختی کی وجہ | یہود کی اگلی پچھلی سخت سخت شرارتیں ذکر فرما کر جس سے انکی سرکشی اور انکا گناہوں پر دلیر ہونا ظاہر ہو گیا اب فرماتے ہیں کہ اسی واسطے ہم نے ان پر شریعت بھی سخت رکھی کہ ان کی سرکشی ٹوٹے تو اب یہ شبہ نہ رہا کہ تحریم طیبات تو ان پر توریت میں کی گئی تھی اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے مخالفت کرنا اور حضرت مریم پر تہمت لگانا نزول توریت کے بہت بعد میں ہوا تو سزا جرم سے مقدم کیسے ہوگئی۔ اس تمام رکوع کا خلاصہ یہ ہوا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زمانہ سے اہل کتاب برابر ایک سے ایک زائد شرارت اور نافرمانی اور عہد شکنی اور حضرات انبیاء کو ایذا رسانی کرتے چلے آئے ہیں۔ اب اگر اے محمد رسول اللہ ﷺ تم سے عنادا توریت جیسی کتاب دفعہ واحدہ طلب کریں اور قرآن شریف جو سب کتابوں سے افضل ہے اس پر کفایت نہ کریں تو ان متعصب نالائقوں سے کیا مستبعد ہے۔ ان کی اس قسم کی ناشائستہ حرکات سے تعجب مت کرو اور متحیر نہ ہو۔ ان کی تمام حرکات چھوٹی بڑی اگلی پچھلی ہم کو خوب معلوم ہیں۔ ہم نے بھی شریعت سخت انکے لئے دنیا میں رکھی اور آخرت میں عذاب شدید انکے واسطے تیار کر رکھا ہے۔

وَالْمُؤْتُونَ الزَّكَاةَ وَالْمُؤْمِنُونَ بِاللهِ وَالْيَوْمِ

اور جو دینے والے ہیں زکوٰۃ کے اور یقین رکھنے والے ہیں اللہ پر اور قیامت

الْآخِرَةِ اُولَئِكَ سَنُؤْتِيهِمْ اَجْرًا عَظِيمًا ﴿۱۶۲﴾ اِنَّا اَوْحَيْنَا

کے دن پر سوائسوں کو ہم دیں گے بڑا ثواب ﴿۱﴾ ہم نے وحی بھیجی

اِلَيْكَ كَمَا اَوْحَيْنَا اِلَى نُوْحٍ وَ النَّبِيِّنَّ مِنْ بَعْدِهِ ﴿۱۶۳﴾

تیری طرف ﴿۲﴾ جیسے وحی بھیجی نوح پر اور ان نبیوں پر جو اس کے بعد ہوئے ﴿۳﴾

وَ اَوْحَيْنَا اِلَى اِبْرٰهِيْمَ وَاِسْمٰعِيْلَ وَاِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ

اور وحی بھیجی ابراہیم پر اور اسمعیل پر اور اسحاق پر اور یعقوب پر

وَ الْاَسْبٰطِ وَاٰدَمَ وَاٰدَمَ وَاٰدَمَ وَاٰدَمَ وَاٰدَمَ

اور اس کی اولاد پر اور عیسیٰ پر اور یوسف پر اور یونس پر اور ہارون پر

وَسُلَيْمٰنَ ؕ وَاٰتَيْنَا دَاوُدَ زَبُوْرًا ﴿۱۶۴﴾ وَرُسُلًا قَدْ

اور سلیمان پر اور ہم نے دی داؤد کو زبور اور بھیجا ایسے رسول کہ

قَصَصْنٰهُمْ عَلَيْكَ مِنْ قَبْلُ وَرُسُلًا لَّمْ نَقْصُصْهُمْ

جن کا احوال ہم نے سنایا تجھ کو اس سے پہلے اور ایسے رسول جن کا احوال نہیں سنایا

عَلَيْكَ ؕ وَكَلَّمَ اللهُ مُوسٰى تَكْلِيْمًا ﴿۱۶۵﴾ رُسُلًا

تجھ کو اور باتیں کہیں اللہ نے موسیٰ سے بول کر ﴿۲﴾ بھیجے پیغمبر

مُبَشِّرِيْنَ وَمُنْذِرِيْنَ لَعَلَّ يَكُوْنُ لِلنَّاسِ عَلٰى اللهِ

خوش خبری اور ڈر شانے والے تاکہ باقی نہ رہے لوگوں کو اللہ پر

یہود مومنین کا تذکرہ یعنی بنی اسرائیل میں جن کا علم مضبوط ہے جیسے عبد اللہ بن سلام اور ان کے ساتھی اور جو لوگ کہ صاحب ایمان ہیں وہ مانتے ہیں قرآن اور توریت و انجیل سب کو اور نماز کو قائم رکھنے والوں کا تو کیا کہنا ہے اور دینے والے زکوٰۃ کے اور ایمان رکھنے والے اللہ پر اور قیامت پر ایسے لوگوں کو ہم دیں گے بڑا ثواب بخلاف اول فریق کے کہ ان کے لئے عذاب سخت موجود ہے۔

وحی کی عظمت و اہمیت اہل کتاب اور مشرکین مکہ جملہ کفار قرآن مجید کی حقانیت اور صداقت میں طرح طرح سے یہودہ شبہ پیدا کرتے۔ دیکھئے اس موقع میں یہی کہہ دیا کہ جیسے توریت سب کی سب ایک دفعہ اتری تھی ایسے ہی تم بھی ایک کتاب آسمان سے لا دو تو ہم تم کو سچا جانیں بقول شخصے خوئے بدر ابہانہ بسیار۔ سو حق تعالیٰ نے اس جگہ چند آیتیں نازل فرما کر اسکی حقیقت واضح کر دی اور وحی کی عظمت اور کفار کے سب خیالات اور شبہات یہودہ کو رد کر دیا اور وحی الہی کی متابعت کو عامہ اور قرآن مجید کی اطاعت کو تخصیص کے ساتھ بیان فرما کر بتلادیا کہ حکم الہی کا ماننا سب پر فرض ہے کسی کا کوئی عذر اس میں نہیں چل سکتا۔ جو اس کے تسلیم کرنے میں تردد یا تامل یا انکار کرے وہ گمراہ اور بے دین ہے۔ اب یہاں سے تحقیقی جواب دیا جاتا ہے۔

انبیائے سابقین اور ان کا پیغام اس سے معلوم ہو گیا کہ وحی خاص اللہ کا حکم اور اس کا پیام ہے جو پیغمبروں پر بھیجا جاتا ہے اور انبیائے سابقین پر جیسے وحی الہی نازل ہوئی ویسے ہی حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر اللہ تعالیٰ نے اپنی وحی بھیجی تو جس نے اس کو مانا اس کو بھی ضرور ماننا چاہئے اور جس نے اس کا انکار کیا گویا ان سب کا منکر ہو گیا اور حضرت نوح اور ان سے پچھلوں کے ساتھ مشابہت کی وجہ شاید یہ ہے کہ حضرت آدم کے وقت سے جو وحی شروع ہوئی تو اس وقت بالکل ابتدائی حالت تھی۔ حضرت نوح علیہ السلام پر اسکی تکمیل ہو گئی گویا اول حالت محض تعلیمی حالت تھی۔ حضرت نوح کے زمانہ میں وہ حالت پوری ہو کر اس قابل ہو گئی کہ ان کا امتحان لیا جائے اور فرمانبرداروں کو انعام اور نافرمانوں کو سزا دی جائے۔ چنانچہ انبیائے اولو العزم کا سلسلہ بھی حضرت نوح علیہ السلام سے ہی شروع ہوا اور وحی الہی سے سرتابی کرنے والوں پر بھی اول عذاب حضرت نوح کے وقت سے شروع ہوا۔ خلاصہ یہ کہ پہلے حکم الہی اور انبیاء کی مخالفت پر عذاب نازل نہیں ہوتا تھا بلکہ انکو معذور سمجھ کر انکو ڈھیل دی جاتی تھی اور سمجھانے ہی میں کوشش کی جاتی تھی۔ حضرت نوح علیہ السلام کے زمانہ میں جب مذہبی تعلیم خوب ظاہر ہو چکی اور لوگوں کو حکم خداوندی کی متابعت کرنے میں کوئی خفا باقی نہ رہا تو اب نافرمانوں پر عذاب نازل ہوا۔ اول حضرت نوح علیہ السلام کے زمانہ میں طوفان آیا اس کے بعد حضرت ہود، حضرت صالح، حضرت شعیب علیہم السلام وغیرہ کے زمانہ میں کافروں پر قسم قسم کے عذاب آئے تو آپ کی وحی کو حضرت نوح اور ان سے پچھلوں کی وحی کے ساتھ تشبیہ دینے میں اہل کتاب اور مشرکین مکہ کو پوری تنبیہ کر دی گئی کہ جو آپ کی وحی یعنی قرآن کو نہ مانے گا وہ عذاب عظیم کا مستحق ہوگا۔

وحی کی مختلف صورتیں حضرت نوح علیہ السلام کے بعد جو انبیاء ہوئے ان سب کو بالا جمال ذکر فرما کر جو ان میں اولو العزم ہیں اور جو مشہور اور جلیل القدر ہیں انکو تخصیص اور تفصیل کے ساتھ ذکر فرما دیا جس سے خوب معلوم ہو گیا کہ آپ کے اوپر جو وحی نازل ہوئی اس کا حق ہونا اور اس کا ماننا ایسا ہی ضروری ہے جیسا تمام اولو العزم اور مشاہیر انبیاء کی وحی کو اور یہ بھی معلوم ہو گیا کہ انبیاء پر جو وحی آتی ہے کبھی فرشتہ پیغام لیکر آتا ہے کبھی کتاب لکھی ہوئی مل جاتی ہے کبھی بغیر پیغام اور بدون واسطہ کے خود اللہ تعالیٰ اپنے رسول سے بات کرتا ہے مگر ان سب صورتوں میں چونکہ وہ اللہ کا ہی حکم ہے کسی دوسرے کا حکم نہیں تو بندوں پر اسکی اطاعت یکساں فرض ہے۔ بندوں تک پہنچنے کا طریقہ تحریر ہو خواہ تقریر ہو، خواہ پیغام ہو تو اب یہود کا یہ کہنا کہ توریت کی طرح پوری کتاب ایک دفعہ میں آسمان سے لاؤ گے تو ہم تم کو سچا جانیں گے ورنہ نہیں کتنی بے ایمانی اور حماقت ہے۔ جب وحی حکم الہی ہے اور اسکے نازل ہونے کی صورتیں البتہ متعدد ہیں تو پھر کسی صورت میں آوے اس کے ماننے میں تردد اور انکار کرنا یا یہ کہنا کہ فلاں خاص طریقہ سے آئے گی تو مانوں گا ورنہ نہیں صریح کفر ہے اور کھلی حماقت۔

مُحِبَّةٌ بَعْدَ الرُّسُلِ ۖ وَكَانَ اللَّهُ عَزِيزًا حَكِيمًا ﴿۶۵﴾

الترام کا موقع رسولوں کے بعد

اور اللہ زبردست ہے حکمت والا

لَكِنَّ اللَّهَ يَشْهَدُ بِمَا أَنْزَلَ إِلَيْكَ أَنْزَلَهُ بِعِلْمِهِ ۚ

لیکن اللہ شاہد ہے

اس پر جو تجھ پر نازل کیا

کہ یہ نازل کیا ہے اپنے علم کے ساتھ

وَالْمَلَائِكَةُ يَشْهَدُونَ ۗ وَكَفَى بِاللَّهِ شَهِيدًا ﴿۶۶﴾

اور فرشتے بھی گواہ ہیں

اور اللہ کافی ہے حق ظاہر کرنے والا

إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا وَصَدُّوا عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ قَدْ

جو لوگ کافر ہوئے

اور روکا

اللہ کی راہ سے

۵۹

ضَلُّوا ضَلًّا بَعِيدًا ﴿۶۷﴾ إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا وَظَلَمُوا

بہت کر دے اور جا پڑے

جو لوگ کافر ہوئے

اور حق دبا رکھا

لَمْ يَكُنِ اللَّهُ لِيُغْفِرْ لَهُمْ وَلَا لِيُهْدِيَهُمْ طَرِيقًا ﴿۶۸﴾

ہرگز اللہ بخشنے والا نہیں ان کو

اور نہ دکھلاوے گا ان کو سیدھی راہ

إِلَّا طَرِيقَ جَهَنَّمَ خَالِدِينَ فِيهَا أَبَدًا ۗ وَكَانَ

مگر راہ دوزخ کی

رہا کریں اس میں ہمیشہ

اور

ذَلِكَ عَلَى اللَّهِ يَسِيرًا ﴿۶۹﴾ يَا أَيُّهَا النَّاسُ قَدْ

یہ اللہ پر آسان ہے

اے لوگو

جَاءَكُمْ الرُّسُولُ بِالْحَقِّ مِنْ رَبِّكُمْ فَأَمِنُوا خَيْرًا

تمہارے پاس رسول آچکا

نہیک بات لے کر

تمہارے رب کی

سومان لو تا کہ بھلا ہو

تمام پیغمبر اللہ کی حجت ہیں | اللہ تعالیٰ نے پیغمبروں کو برابر بھیجا کہ مومنوں کو خوشخبری سنائیں اور کافروں کو ڈرائیں تاکہ لوگوں کو قیامت کے دن اس عذر کی جگہ نہ رہے کہ ہم کو تیری مرضی اور غیر مرضی معلوم نہ تھی معلوم ہوتی تو ضرور اس پر چلتے۔ سو جب اللہ تعالیٰ نے پیغمبروں کو معجزے دے کر بھیجا اور پیغمبروں نے راہ حق بتلائی تو اب دین حق کے قبول نہ کرنے میں کسی کا کوئی عذر نہیں بنا جا سکتا۔ وحی الہی ایسی قطعی حجت ہے کہ اسکے رو برو کوئی حجت نہیں چل سکتی بلکہ سب حجتیں قطع ہو جاتی ہیں اور یہ اللہ کی حکمت اور تدبیر ہے اور زبردستی کرے تو کون روک سکتا ہے مگر اس کو پسند نہیں۔

قرآن کریم کی عظمت | یعنی وحی ہر پیغمبر کو آتی رہی یہ کچھ نئی بات نہیں سب کو معلوم ہے لیکن اس قرآن میں اللہ نے اپنا خاص علم اتارا اور اللہ اس حق کو ظاہر کر دے گا۔ چنانچہ جاننے والے جانتے ہیں کہ جو علوم اور حقائق قرآن مجید میں سے حاصل ہوئے اور برابر حاصل ہوتے رہیں گے وہ کسی کتاب سے نہیں ہوئے اور جس قدر ہدایت لوگوں کو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ہوئی اور کسی سے نہیں ہوئی۔

قرآن مجید اور حضرت پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی تصدیق اور توثیق کے بعد فرماتے ہیں کہ اب جو لوگ آپ سے منکر ہوئے اور توریت میں جو آپ کے اوصاف اور حالات موجود تھے ان کو چھپا لیا اور لوگوں پر کچھ کا کچھ ظاہر کر کے ان کو بھی دین حق سے باز رکھا۔ سو ایسوں کو نہ مغفرت نصیب ہو نہ ہدایت جس سے خوب واضح ہو گیا کہ ہدایت آپ کی متابعت میں منحصر ہے اور گمراہی آپ کی مخالفت کا نام ہے جس سے یہود کو پوری سرزنش ہو گئی اور ان کے خیالات کی تغلیط واضح ہو گئی۔

لَكُمْ ۖ وَإِنْ تَكْفُرُوا فَإِنَّ لِلَّهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَ

تہارا اور اگر نہ مانو گے تو اللہ ہی کا ہے جو کچھ ہے آسمانوں میں اور

الْاَرْضِ ۖ وَكَانَ اللّٰهُ عَلِيْمًا حَكِيْمًا ﴿۱۵﴾ يَا اَهْلَ

زمین میں اور ہے اللہ سب کچھ جانتے والا حکمت والا اے

الْكِتٰبِ لَا تَغْلُوْا فِيْ دِيْنِكُمْ وَلَا تَقُوْلُوْا عَلٰى اللّٰهِ

کتاب والو مت مبالغہ کرو اپنے دین کی بات میں اور مت کہو اللہ کی شان میں

اِلَّا الْحَقَّ ۗ اِنَّمَا الْمَسِيْحُ عِيسٰى ابْنُ مَرْيَمَ رَسُوْلٌ اللّٰهِ

مگر یہی بات ہے شک سچ جو ہے عیسیٰ مریم کا بیٹا وہ رسول ہے اللہ کا

وَكَلِمٰتُهُۥ اَلْقُرْاٰنُ اِلٰى مَرْيَمَ وَرُوْحٌ مِّنْهُۥ نَزَّلْنٰ بِاِلٰهِ

اور اس کا کلام ہے جس کو ڈالا مریم کی طرف اور روح ہے اس کے ہاں کی سوا نوا اللہ کو

وَرُسُلِهٖۙ قَوْلًا تَقُوْلُوْا ثَلٰثَةٌ ۗ اِنْ تَهْوٰ اٰخِرًا لَّكُمْ طٰرِئًا

اور اس کے رسولوں کو اور نہ کہو کہ خدا تین ہیں اس بات کو چھوڑو بہتر ہوگا تمہارے واسطے بے شک

اللّٰهُ اِلٰهُ وَّاحِدٌ ۖ سُبْحٰنَهٗۙ اَنْ يَّكُوْنَ لَهٗۙ وَلَدٌ ۗ مَّا

اللہ معبود ہے اکیلا اس کے لائق نہیں ہے کہ اس کے اولاد ہو اسی کا ہے جو

فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ۗ وَكَفٰ بِاللّٰهِ وَكِيلًا ﴿۱۶﴾

کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے اور کافی ہے اللہ کا رساز

لَنْ يُّسْتَنْكَفَ الْمَسِيْحُ اَنْ يَّكُوْنَ عَبْدًا لِلّٰهِ وَلَا

سچ کو اس سے ہرگز عار نہیں کہ وہ بندہ ہو اللہ کا اور نہ

◆ آنحضرت ﷺ کل بنی نوع انسان کے نبی ہیں | آپ کی اور آپ کی کتاب کی تصدیق اور آپ کے مخالفین یعنی اہل کتاب کی تغلیط اور تھلیل بیان فرما کر اب عام سب لوگوں کو منادی کی جاتی ہے کہ اے لوگو ہمارا رسول سچی کتاب اور سچا دین لیکر تمہارے پاس پہنچ چکا اب تمہاری خیریت اسی میں ہے کہ اس کی بات مانو اور نہ مانو گے تو خوب سمجھ لو کہ اللہ تعالیٰ ہی کا ہے جو کچھ آسمان اور زمین میں ہے اور تمہارے تمام احوال اور افعال سے خبردار ہے، تمہارے اعمال کا پورا حساب و کتاب ہو کر اس کا بدلہ ملے گا۔ فائدہ | اس ارشاد سے بھی صاف معلوم ہو گیا کہ وحی جو پیغمبر پر نازل ہو اس کا ماننا فرض اور اسکا انکار کفر ہے۔

◆ اہل کتاب کا غلو فی الدین | اہل کتاب اپنے انبیاء کی تعریف میں غلو سے کام لیتے اور حد سے نکل جاتے خدا اور خدا کا بیٹا کہنے لگتے۔ سو خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ دین کی بات میں مبالغہ مت کرو اور جس سے اعتقاد ہو اس کی تعریف میں حد سے نہ بڑھنا چاہئے۔ جتنی بات تحقیق ہو اس سے زیادہ نہ کہے اور حق تعالیٰ کی شان مقدس میں بھی وہی بات کہو جو سچی اور محقق ہو اپنی طرف سے کچھ مت کہو۔

تشلیت کا رد | تم نے یہ کیا غضب کیا کہ حضرت عیسیٰ کو جو کہ رسول اللہ ہیں اور اللہ کے قسم سے پیدا ہوئے تھے ان کو وحی کے خلاف خدا کا بیٹا کہنے لگے اور تین خدا کے معتقد ہو گئے۔ ایک خدا، دوسرے حضرت عیسیٰ، تیسرے حضرت مریم۔ ان باتوں سے باز آؤ اللہ تعالیٰ واحد اور یکتا ہے کوئی اس کا شریک نہیں اور نہ کوئی اس کا بیٹا ہو سکے۔ اس کی ذات پاک اس سے منزہ اور مقدس ہے۔ یہ تمام خرابی اس کی ہے کہ تم نے وحی کی اطاعت اور پابندی نہ کی۔ وحی کی متابعت کرتے تو خدا کے لئے بیٹا نہ مانتے اور تین خدا کے قائل ہو کر صریح مشرک نہ ہوتے اور محمد رسول اللہ سید الرسل اور قرآن مجید افضل الکتاب کی تکذیب کر کے آج ڈبل کافر نہ بنتے۔ فائدہ | اہل کتاب کے ایک فریق نے تو حضرت عیسیٰ کو رسول بھی نہ مانا اور قتل کرنا پسند کیا جن کا ذکر پہلے گذرا۔ دوسرے فریق نے ان کو خدا کا بیٹا کہا دونوں کافر ہو گئے۔ دونوں فریق کی گمراہی کا سبب یہی ہوا کہ وحی کا خلاف کیا۔ اس سے ظاہر ہو گیا کہ نجات وحی کی متابعت میں منحصر ہے۔

◆ یعنی آسمانوں اور زمین میں نیچے سے اوپر تک جو کچھ ہے سب اس کی مخلوق اور اس کی مملوک اور اس کے بندے ہیں۔ پھر کہیے اس کا شریک یا اس کا بیٹا کون اور کیونکر ہو سکتا ہے اور اللہ تعالیٰ سب کام بنانے والا ہے اور سب کی کار سازی کے لئے وہی کافی اور بس ہے کسی دوسرے کی حاجت نہیں، پھر بتلائے اسکو شریک یا بیٹے کی حاجت کیسے ہو سکتی ہے۔ خلاصہ یہ ہوا کہ نہ کسی مخلوق میں اسکے شریک بننے کی قابلیت اور لیاقت اور نہ اس کی ذات پاک میں اس کی گنجائش اور نہ اس کو اس کی حاجت جس سے معلوم ہو گیا کہ مخلوقات میں سے کسی کو خدا تعالیٰ کا شریک یا بیٹا کہنا اسکا کام ہے جو ایمان اور عقل دونوں سے محروم ہو۔ فائدہ | مضمون بالا سے یہ سمجھ میں آ گیا کہ جو کوئی حق تعالیٰ کے لئے بیٹا یا کسی کو اسکا شریک مانتا ہے وہ حقیقت میں جمیع موجودات کو مخلوق باری اور باری تعالیٰ کو خالق جملہ موجودات نہیں مانتا اور نیز اللہ تعالیٰ کو سب کی حاجت براری اور کار سازی کے لئے کافی نہیں جانتا۔ گویا خدا کو خدائی سے نکال کر مخلوقات اور ممکنات میں داخل کر دیا تو اب ارشاد سُبْحَانَہٗ اَنْ یَّکُوْنَ لَہٗ وَّلَدٌ میں جس ناپاکی کی طرف اشارہ خفی تھا اسکا پتہ چل گیا اور فرزند حقیقی اور فرزند مجازی اور ظاہری دونوں میں وہ ناپاکی چونکہ برابر موجود ہے تو خوب سمجھ میں آ گیا کہ اسکی ذات مقدس جیسے اس سے پاک ہے کہ اسکے بیٹا پیدا ہو ایسا ہی اس سے بھی پاک اور برتر ہے کہ اپنی مخلوق میں سے کسی کو بیٹا بنائے۔

الْمَلَائِكَةُ الْمُقَرَّبُونَ ۝ وَمَنْ يُسْتَكْفِرْ عَنْ

فرشتوں کو جو مقرب ہیں اور جس کو عار آوے

عِبَادَتِهِ وَيُسْتَكْبِرْ فَسَيَحْشُرُهُمْ إِلَيْهِ جَمِيعًا ۝۱۴۲

اللہ کی بندگی سے اور تکبر کرے سو وہ جمع کرے گا ان سب کو اپنے پاس اکٹھا

فَأَمَّا الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ فَيُوَفِّيهِمْ

بھرجو لوگ ایمان لائے اور عمل کئے انہوں نے اچھے تو ان کو پورا دے گا

أَجْرَهُمْ وَيَزِيدُهُمْ مِّنْ فَضْلِهِ ۚ وَأَمَّا الَّذِينَ اسْتَنكفُوا

ان کا ثواب اور زیادہ دے گا اپنے فضل سے اور جنہوں نے عار کی

وَاسْتَكْبَرُوا فَيُعَذِّبُهُمْ عَذَابًا أَلِيمًا ۚ وَلَا يَجِدُونَ

اور تکبر کیا سو ان کو عذاب دے گا عذاب دردناک اور نہ پائیں گے

لَهُمْ مِّنْ دُونِ اللَّهِ وَلِيًّا وَلَا نَصِيرًا ۝۱۴۳ يَا أَيُّهَا

اپنے واسطے اللہ کے سوا کوئی حمایتی اور نہ مددگار

النَّاسُ قَدْ جَاءَكُم بُرْهَانٌ مِّنْ رَبِّكُمْ وَأَنْزَلْنَا

لوگو تمہارے پاس پہنچ چکی تمہارے رب کی طرف سے سند اور اتاری ہم نے

إِلَيْكُمْ نُورًا مُّبِينًا ۝۱۴۴ فَأَمَّا الَّذِينَ آمَنُوا بِاللَّهِ وَاعْتَصَمُوا

تم پر روشنی واضح سو جو لوگ ایمان لائے اللہ پر اور اس کو مضبوط پکڑا

بِهِ فَسَيَدْخُلُهُمْ فِي رَحْمَةٍ مِّنْهُ وَفَضْلٍ ۚ وَيَهْدِيهِمْ

تو ان کو داخل کرے گا اپنی رحمت اور فضل میں اور پہنچا دے گا ان کو

◆ حضرت عیسیٰ کو بندہ ہونے میں عار نہیں | یعنی اللہ کا بندہ ہونا اور اس کی عبادت کرنا اور اس کے حکموں کو بجالانا تو اعلیٰ درجہ کی شرافت اور عزت ہے۔ حضرت مسیح علیہ السلام اور ملائکہ مقررین سے اس نعمت کی قدر اور ضرورت پوچھیے ان کو اس سے کیسے ننگ اور عار آسکتا ہے۔ البتہ ذلت اور غیرت تو اللہ کے سوا کسی دوسرے کی بندگی میں ہے جیسے نصاریٰ نے حضرت مسیح کو ابن اللہ اور معبود مان لیا اور مشرکین فرشتوں کو اللہ کی بیٹیاں مان کر ان کی اور بتوں کی عبادت کرنے لگے سوائے ہمیشہ کو عذاب اور ذلت ہے۔

◆ سرکشی اور غرور کی سزا | یعنی جو شخص اللہ تعالیٰ کی بندگی سے ناک چڑھاوے گا اور سرکشی کرے گا تو وہ یونہی نہ چھوڑ دیا جائے گا بلکہ ایک روز سب کو اللہ کے سامنے جمع ہونا ہے اور حساب دینا ہے۔ سو جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے نیک کام کئے یعنی اللہ کی بندگی پوری بجالائے ان کو ان کے کاموں کا پورا ثواب ملے گا بلکہ اللہ کے فضل سے بڑی بڑی نعمتیں ان کے ثواب سے زیادہ بھی ان کو عنایت ہوگی اور جنہوں نے اللہ تعالیٰ کی بندگی سے ناک چڑھائی اور سرکشی کی وہ عذاب عظیم میں گرفتار ہونگے اور کوئی ان کا خیر خواہ اور مددگار نہ ہوگا۔ جن کو اللہ کی بندگی میں شریک کر کے عذاب میں پڑے وہ بھی کام نہ آئیں گے۔ سواب نصاریٰ خوب سمجھ لیں کہ ان دونوں صورتوں میں سے ان کے مناسب حال کیا ہے اور حضرت مسیح علیہ السلام کے موافق شان کیا ہے۔

إِلَيْهِ صِرَاطًا مُسْتَقِيمًا ﴿١٤٥﴾ يَسْتَفْتُونَكَ ۗ قُلِ اللَّهُ

اپنی طرف سیدھے راستے پر ﴿﴾ حکم پوچھتے ہیں تجھ سے سو کہہ دے

يُفْتِيكُمْ فِي الْكَلَالَةِ ۗ إِنْ أَمْرُوا هَلَكَ لَيْسَ لَهُ

اللہ حکم بتاتا ہے تم کو کال کا ﴿﴾ اگر کوئی مرد مر گیا اور اس کے

وَلَدٌ ۖ وَلَهُ أُخْتٌ فَلَهَا نِصْفُ مَا تَرَكَ ۚ وَهُوَ يَرِثُهَا

بیٹا نہیں اور اس کے ایک بہن ہے تو اس کو پہنچے آدھا اس کا جو چھوڑا ﴿﴾ اور وہ بھائی وارث ہے اس بہن کا

إِنْ لَمْ يَكُنْ لَهَا وَلَدٌ ۗ فَإِنْ كَانَتَا اثْنَتَيْنِ فَلَهُمَا

اگر نہ ہو اس کے بیٹا ﴿﴾ پھر اگر بہنیں دو ہوں تو ان کو پہنچے

الْثُلُثَيْنِ ۗ مِمَّا تَرَكَ ۗ وَإِنْ كَانُوا إِخْوَةً رِجَالًا وَنِسَاءً

دو تہائی اس مال کا جو چھوڑا ﴿﴾ اور اگر کئی شخص ہوں اسی رشتہ کے کچھ مرد اور کچھ عورتیں

فَلِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْأُنثِيَيْنِ ۗ يُبَيِّنُ اللَّهُ لَكُمْ

تو ایک مرد کا حصہ ہے برابر دو عورتوں کے ﴿﴾ بیان کرتا ہے اللہ تمہارے واسطے

أَنْ تَضِلُّوا ۗ وَاللَّهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ ﴿١٤٦﴾

تاکہ تم گمراہ نہ ہو ﴿﴾ اور اللہ ہر چیز سے واقف ہے ﴿﴾

آيَاتُهَا ۚ ﴿٥﴾ سُورَةُ الْمَائِدَةِ مَدِينَةٌ ﴿١١٢﴾ رُكُوعَاتُهَا ۖ

سورہ مائدہ مدینہ میں نازل ہوئی اور اس میں ایک سو میں آیتیں اور سورہ رکوع ہیں

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بے حد مہربان نہایت رحم والا ہے

قرآن کے اتباع کے بغیر نجات نہیں | پہلے سے وحی الہی اور بالخصوص قرآن مجید کی عظمت اور اسکی حقانیت کا بیان اور اسکی متابعت اور اتباع کی تاکیدات کا ذکر تھا۔ اسی کے ذیل میں حضرت مسیح علیہ السلام کی الوہیت اور ان کے ابن اللہ ہونے کا ذکر کیا تھا جس کے قائل نصاریٰ تھے۔ اس کی تردید اور ابطال کے بعد اب اخیر میں پھر اسی اصلی اور ضروری بات کی سب کو تاکید فرمائی جاتی ہے کہ اے لوگو تمہارے پاس رب العالمین کی طرف سے حجت کامل اور نور روشن پہنچ چکا جو ہدایت کے لئے کافی اور روانی ہے یعنی قرآن مجید، اب کسی تامل اور تردید کی گنجائش نہیں۔ سو جو کوئی اللہ پر ایمان لائے گا اور اس مقدس کتاب کو مضبوط پکڑے گا وہ اللہ کی رحمت اور فضل میں داخل ہوگا اور براہ راست اس تک پہنچے گا اور جو اس کے خلاف کرے گا اس کی گمراہی اور خرابی اسی سے سمجھ لیجئے۔

میراث میں کلالہ کا حکم | شروع سورت میں آیت میراث میں کلالہ کی میراث کا ذکر گزر چکا ہے۔ اس کے بعد جو بعض صحابہ رضی اللہ عنہم نے اسکے متعلق زیادہ تفصیل پوچھنی چاہی تو اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ کلالہ کے معنی ہیں کمزور اور ضعیف۔ یہاں وہ شخص مراد ہے جس کے وارثوں میں باپ اور اولاد میں سے کوئی نہ ہو جیسا کہ پہلے بیان ہوا کیونکہ اصلی وارث والد اور ولد ہی ہیں جس کے یہ نہیں تو اسکے حقیقی بھائی بہن کو بیٹا بیٹی کا حکم ہے اور اگر حقیقی نہ ہو تو یہی حکم سوتیلوں کا ہے جو کہ باپ میں شریک ہوں ایک بہن ہو تو آدھا اور دو بہنیں ہوں تو دو تہائی اور اگر بھائی اور بہن دونوں ہیں تو مرد کو دو ہر حصہ اور عورت کو اکہراٹے کا اور اگر فقط بھائی ہوں بہن کوئی نہ ہو تو وہ بہن کے مال کے وارث ہونگے یعنی ان کا کوئی حصہ معین نہیں کیونکہ وہ عصبہ ہیں جیسا کہ آیت میں آگے یہ سب صورتیں مذکور ہیں۔ اب باقی رہ گئے وہ بھائی بہن جو صرف ماں میں شریک ہوں جن کو اخیانی کہتے ہیں سو ان کا حکم شروع سورت میں فرما دیا گیا ان کا حصہ معین ہے۔

میراث کے مزید احکام | یعنی اگر کوئی مرد مر گیا اور اس نے ایک بہن چھوڑی نہ بیٹا چھوڑا نہ باپ تو اس کو میراث میں نصف مال ملے گا۔

یعنی اور اگر اسکے برعکس ہو یعنی کوئی عورت لا ولد مر گئی اور اس نے بھائی اعیانی یا علاتی چھوڑا تو وہ بہن کے مال کا وارث ہوگا کیونکہ وہ عصبہ ہے اور اگر اس نے لڑکا چھوڑا تو بھائی کو کچھ نہ ملے گا اور لڑکی چھوڑی تو لڑکی سے جو بچے گا وہ اس بھائی کو ملے گا اور بھائی یا بہن اخیانی چھوڑے گی تو اس کیلئے چھٹا حصہ معین ہے جیسا کہ ابتداء سورت میں ارشاد ہوا۔

اور اگر دو سے زیادہ بہنیں چھوڑے تو انکو بھی دو تہائی دیا جائیگا۔

کچھ مرد اور کچھ عورتیں یعنی کچھ بھائی اور کچھ بہنیں چھوڑیں تو بھائی کا دو ہر اور بہن کا اکہرا حصہ ہے جیسا کہ اولاد کا حکم ہے۔

یہ احکام گمراہی سے بچانے کے لئے ہیں | یعنی اللہ رحیم و کریم محض اپنے بندوں کی ہدایت کے لئے اور انکو

گمراہی سے بچانے کی غرض سے اپنے احکام حقہ صادقہ بیان فرماتا ہے جیسا یہاں میراث کلامہ کو بیان فرمادیا۔ اس کی اس میں کوئی غرض نہیں وہ سب سے غنی اور بے نیاز ہے تو اب جو اس مہربانی کی قدر نہ کرے بلکہ اسکے حکم سے انحراف کرے اس کی شقاوت کا کیا ٹھکانا۔ اس سے معلوم ہو گیا کہ بندہ کو جملہ احکام کی تابعداری لازم ہے۔ اگر ایک معمولی اور جزوی امر میں بھی خلاف کرے گا تو گمراہی ہے پھر جو لوگ اس کی ذات پاک اور اسکی صفات کمال میں اسکے حکم کا خلاف کرتے ہیں اور اپنی عقل اور اپنی خواہش کو اس کے مقابلہ میں اپنا مقتدا بناتے ہیں انکی ضلالت اور خباثت کو اس سے سمجھ لیجئے کہ کس درجہ کی ہوگی۔

مسائل دینی پوچھنے کے فوائد | اس سے پہلے معلوم ہوا تھا کہ حق سبحانہ اپنے بندوں کی ہدایت کو پسند فرماتا ہے۔ اب فرمایا کہ اسکو سب چیزیں معلوم ہیں تو مطلب یہ نکلا کہ مسائل دینیہ میں جو ضرورت پیش آئے اسکو پوچھ لو سو اس ارشاد میں صحابہ نے جو کلامہ کے مسئلہ میں استفسار فرمایا تھا اس کی تحسین کی طرف اور آئندہ کو ایسے سوالات کرنے کی ترغیب کی طرف اشارہ سمجھ میں آتا ہے اور یہ بھی سمجھ میں آتا ہے کہ اللہ سب کچھ جانتا ہے یعنی تم نہیں جانتے۔ تم تو یہ بھی نہیں بتلا سکتے کہ کلامہ اور اس کے سوا دیگر صورتوں میں جو حصہ مقرر فرمایا گیا اس کی وجہ حقیقت میں کیا ہے۔ پھر آدمی کی عقل اس قابل کب ہو سکتی ہے کہ اسکے بھروسے حق سبحانہ و تعالیٰ کی ذات و صفات میں وحی کے خلاف پر جرات کرے جو اپنے تعلقات اور اپنے اقارب کے فرق اور امتیاز سے عاجز ہو وہ ذات بے چون و بے چگول اور اس کی صفات کو بدون اسکے بتلائے کیا سمجھ سکتا ہے۔

کلامہ کے حکم سے ملنے والے فوائد | اس جگہ کلامہ کے حکم اور اسکے سبب نزول کو بیان فرمانے سے چند باتیں معلوم ہوئیں اول یہ کہ جیسا پہلے ان تکفروا فان لله مافی السموت وما فی الارض فرما کر اسکے بعد بطریق تمثیل اہل کتاب کا حال ذکر فرمایا تھا ایسے ہی ارشاد فرماتا الذین امنوا باللہ و اعتصموا بہ الی آخر الآیہ کے بعد اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جمعین کو بطریق تمثیل ذکر فرمایا تا کہ وحی سے انحراف کرنے والوں کی گمراہی اور برائی اور وحی کا اتباع کرنے والوں کی حقانیت اور بھلائی خوب سمجھ میں آجائے۔ اسی کے ذیل میں دوسری بات یہ بھی ظاہر ہو گئی کہ اہل کتاب نے تو یہ غضب کیا کہ ذات اقدس سبحانہ و تعالیٰ کے لئے شریک اور اولاد جیسے شنیع امر کو اپنا ایمان بنا لیا اور وحی الہی کا خم ٹھونک کر خلاف کیا اور اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ حالت ہے کہ اصول ایمان اور عبادات تو درکنار معاملات جزئیہ اور معمولی مسائل متعلقہ میراث نکاح وغیرہ میں بھی وحی کے متجسس اور منتظر رہتے ہیں اور ہر امر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے منہ کو سکتتے ہیں اپنی عقل اور خواہش کو حاکم نہیں سمجھتے۔ اگر ایک دفعہ میں تشفی نہ ہوئی تو مکرر حاضر خدمت ہو کر دریافت کرتے ہیں۔ مصرعہ:۔ ہمیں تفاوت راہ از کجاست تا کجا۔ اور یہ بھی معلوم ہو گیا کہ حضرت سید المرسلین بھی بلا حکم وحی اپنی طرف سے حکم نہ فرماتے تھے اگر کسی امر میں حکم وحی موجود نہ ہوتا تو حکم فرمانے میں نزول وحی کا انتظار فرماتے جب وحی آتی تب حکم فرماتے۔ اس سے صاف معلوم ہو گیا کہ ذات پاک وحدہ لا شریک لہ کے سوا کوئی حاکم نہیں۔ چنانچہ آیات متعددہ میں ان الحکم الالہیہ وغیرہ صاف مذکور ہے، باقی جو ہیں وہ سب واسطہ ہیں، ان کے ذریعہ سے اوروں کو حکم الہی پہنچایا جاتا ہے۔ البتہ اتا فریق ہے کوئی واسطہ قریب ہے کوئی بعید جیسا حکم

سلطانی پہنچانے کے لئے وزیر اعظم اور دیگر مقربین شاہی اور حکام اعلیٰ اور ادنیٰ درجہ بدرجہ سب واسطہ ہوتے ہیں پھر اس سے زیادہ گمراہی کیا ہوگی کہ کسی امر میں وحی الہی کے مقابلہ میں کوئی گمراہ کسی کی بات سنے اور اس پر عمل کرے۔

شعر۔

آنانکہ زروئے تو بجائے نگرانند
کوئی نظر انند چہ کوئی نظر انند

نیز اشارہ ہے اس طرف کہ ایک دفعہ تمام کتاب کے نازل ہونے میں جیسا کہ اہل کتاب درخواست کرتے ہیں وہ خوبی نہیں جو حسب حاجت اور حسب موقع متفرق نازل ہونے میں ہے کیونکہ ہر کوئی اپنی ضرورت کے موافق اس صورت میں سوال کر سکتا ہے اور بذریعہ وحی مکتواں کو جواب مل سکتا ہے جیسا کہ اس موقع میں اور قرآن مجید کے بہت سے مواقع میں موجود ہے اور یہ صورت مفید تر ہونے کے علاوہ بوجہ شرافت ذکر خداوندی و عزت خطاب حق عزوجل ایسے فخر عظیم پر مشتمل ہے جو کسی امت کو نصیب نہیں ہوا۔ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيمِ، جس صحابی کی بھلائی میں یا اس کے سوال کے جواب میں کوئی آیت نازل ہوئی وہ اسکے مناقب میں شمار ہوتی ہے اور اختلاف کے موقع میں جسکی رائے یا جس کے قول کے موافق وحی مکتواں قیامت تک انکی خوبی اور نام نیک باقی رہے گا۔ سو کلام کے متعلق سوال و جواب کا ذکر فرما کر اس طرح کے بالعموم سوالات اور جوابات کی طرف اشارہ فرما دیا اور شاید اسی اشارہ کی غرض سے سوال کو مطلق رکھا، مسئول عنہ کو سوال کے ساتھ ذکر نہ فرمایا بلکہ جواب میں اسکی تصریح فرمائی جس کی دوسری نظیر قرآن شریف میں نہیں اور نیز جواب کو بالتصریح حق تعالیٰ کی طرف منسوب فرمایا وَاللّٰهُ الْعَلِيمُ وَاللّٰهُ الْبَاهِي۔ الحاصل جملہ احکام کے لئے وحی الہی منشا اور اصل ہے اور ہدایت اسی کی متابعت پر موقوف ہے اور کفر و ضلالت اسی کی مخالفت میں منحصر ہے اور چونکہ آپ کے زمانہ میں یہود و نصاریٰ اور جملہ مشرکین اور جملہ اہل ضلالت کی گمراہی کی جڑ یہی مخالفت تھی اس لئے حق تعالیٰ نے اپنے کلام پاک میں بہت جگہ وحی کی متابعت کی خوبی اور اسکی مخالفت کی خرابی پر متنب فرمایا بالخصوص اس موقع میں تو دور کو اس مہتمم بالشان مضمون کے لئے نازل فرمائے اور تفصیل اور تمثیل کے ساتھ بیان فرمایا شاید اسی وجہ سے امام بخاری رحمہ اللہ نے اپنی کتاب میں باب ”کیف کان بدء الوحی الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم“ منعقد فرمایا کہ آیت اِنَّا اَوْحَيْنَا اِلَيْكَ كَمَا اَوْحَيْنَا اِلَى نُوحٍ وَالنَّبِيِّنَ مِنْ بَعْدِهِ کو ترجمہ الباب میں داخل کیا اور ان دونوں رکوع کی طرف اشارہ کر گئے گویا مطلب یہ ہے وَاَوْحَيْنَا اِلَيْكَ كَمَا اَوْحَيْنَا اِلَى نُوحٍ وَالنَّبِيِّنَ مِنْ بَعْدِهِ الی آخر مضمون الوحی واللہ اعلم۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَوْفُوا بِالْعُقُودِ ۗ أُحِلَّتْ لَكُمْ

اے ایمان والو

پورا کرو عہدوں کو

حلال ہوئے تمہارے لیے

بِهَيْمَةٍ ۗ إِلَّا مَا يُتْلَىٰ عَلَيْكُمْ غَيْرَ مُحِلِّي

چوپائے مویشی

سوائے ان کے جو تم کو آگے سنائے جاویں گے

مگر حلال نہ جانو

الصَّيْدِ وَأَنْتُمْ حُرْمٌ ۗ إِنَّ اللَّهَ يَحْكُمُ مَا يُرِيدُ ۝۱

شکار کو

احرام کی حالت میں

اللہ حکم کرتا ہے

جو چاہے

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَحْلُوا شَعَائِرَ اللَّهِ ۚ وَلَا

اے ایمان والو

حلال نہ سمجھو اللہ کی نشانیوں کو

اور نہ

الشَّهْرَ الْحَرَامَ وَلَا الْهَدْيَ وَلَا الْقَلَائِدَ وَلَا

ادب والے مہینہ کو اور نہ اس جانور کو جو نیا زکعبہ کی ہو اور نہ جن کے کے گلے پٹا ڈال کر یجاویں کعبہ کو اور نہ

أَمْسِينَ الْبَيْتِ الْحَرَامِ يَبْتَغُونَ فَضْلًا مِّن رَّبِّهِمْ

آنے والوں کو حرمت والے گھر کی طرف

جوڑھونڈتے ہیں

فضل

اپنے رب کا

ایفائے عہد عقود کی تشریح | ایمان شرعی دو چیزوں کا نام ہے صحیح معرفت اور تسلیم و انقیاد۔ یعنی خدا اور رسول کے جملہ ارشادات کو صحیح و صادق سمجھ کر تسلیم و قبول کے لئے اخلاص سے گردن جھکا دینا۔ اس تسلیمی جزء کے لحاظ سے ایمان فی الحقیقت تمام قوانین و احکام الہیہ کے ماننے اور جملہ حقوق ادا کرنے کا ایک مضبوط عہد و اقرار ہے گویا حق تعالیٰ کی ربوبیت کاملہ کا وہ اقرار جو عہد الست کے سلسلہ میں لیا گیا تھا جس کا نمایاں اثر انسان کی فطرت اور سرشت میں آج تک موجود ہے اسی کی تجدید و تشریح ایمان شرعی سے ہوتی ہے۔ پھر ایمان شرعی میں جو کچھ اجمالی عہد و بیان تھا اسی کی تفصیل پورے قرآن و سنت میں دکھائی گئی ہے۔ اس صورت میں دعویٰ ایمان کا مطلب یہ ہوا کہ بندہ تمام احکام الہیہ میں خواہ ان کا تعلق براہ راست خدا سے ہو یا بندوں سے، جسمانی تربیت سے ہو یا روحانی اصلاح سے، دنیوی مفاد سے ہو یا اخروی فلاح سے، شخصی زندگی سے ہو یا حیات اہتمائی سے، صلح سے ہو یا جنگ سے، اس کا عہد کرتا ہے کہ ہر نبی سے اپنے مالک کا وفادار رہے گا۔ نبی کریم ﷺ جو عہد و بیان اسلام، جہاد، جمع و طاعت، یا دوسرے عمدہ خصال اور امور خیر کے متعلق صحابہ سے بشکل بیعت لیتے تھے، وہ اسی عہد ایمانی کی ایک مخصوص صورت تھی۔ اور چونکہ ایمان کے ضمن میں بندہ کو حق تعالیٰ کے جلال و جبروت کی صحیح معرفت اور اس کی شان انصاف و انتقام وعدوں کی سچائی کا پورا پورا یقین بھی حاصل ہو چکا ہے، اس کا مقتضا یہ ہے کہ وہ

تفسیر عثمان

بدعہدی اور غداری کے مہلک عواقب سے ڈر کر اپنے تمام عہدوں کو جو خدا سے یا بندوں سے یا خود اپنے نفس سے کئے ہوں، اس طرح پورا کرے کہ مالک حقیقی کی وفاداری میں کوئی فرق نہ آنے پائے۔ اس تقریر کے موافق عقود (عہدوں) کی تفسیر میں جو مختلف چیزیں سلف سے منقول ہیں ان سب میں تطبیق ہو جاتی ہے اور آیت میں ”ایمان والو“ کے لفظ سے خطاب فرمانے کا لطف مزید حاصل ہوتا ہے۔

◆ **حلال جانوروں کی تفصیل** | ”سورہ نساء“ میں گذر چکا کہ یہود کو ظلم و بدعہدی کی سزا میں بعض حلال و طیب چیزوں سے محروم کر دیا گیا تھا۔ **فَبِظْلَمٍ مِّنَ الَّذِينَ هَادُوا آخَرْنَا عَلَيْهِمْ طَيْبًا** (نساء، رکوع ۲۲) جن کی تفصیل ”سورہ انعام“ میں ہے اس امت مرحومہ کو ایفائے عہد کی ہدایت کے ساتھ ان چیزوں سے بھی منسوخ ہونے کی اجازت دے دی گئی۔ یعنی اونٹ، گائے، بھیڑ، بکری اور اسی جنس کے تمام اہلی اور وحشی (پالتو اور جنگلی) چوپائے مثلاً ہرن، نیل گائے وغیرہ تمہارے لیے ہر حالت میں حلال کئے گئے، بجز ان حیوانات یا حالات کے جن کے متعلق حق تعالیٰ نے قرآن کریم میں یا نبی کریم ﷺ کی زبانی تمہارے جسمانی یا روحانی یا اخلاقی مصلحت کے لئے ممانعت فرمادی ہے۔

◆ غالباً اس سے مراد وہ چیزیں ہیں جو اسی رکوع کی تیسری آیت میں بیان کی گئی ہیں۔ یعنی ”حُرِّمَتْ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةُ“ سے ”ذَلِكُمْ فَسَقٌ“ تک۔

◆ **احرام کی حالت میں شکار کی حرمت** | محرم کو صرف خشکی کے جانور کا شکار جائز نہیں۔ دریائی شکار کی اجازت ہے۔ اور جب حالت احرام کی رعایت اس قدر ہے کہ اس میں شکار کرنا ممنوع ٹھہرا تو خود حرم شریف کی حرمت کا لحاظ اس سے کہیں زیادہ ہونا چاہئے۔ یعنی حرم کے جانور کا شکار محرم وغیر محرم سب کے لئے حرام ہوگا جیسا کہ **لَا تَحِلُّوا شَعَائِرَ اللَّهِ** کے عموم سے مترشح ہوتا ہے۔

◆ جس خدا نے تمام مخلوقات کو پیدا کیا پھر کمال حکمت سے ان میں باہم فرق مراتب رکھا۔ ہر نوع میں اسکی استعداد کے موافق جدا جدا فطری خواص و قوی و دیعت کئے۔ زندگی اور موت کی مختلف صورتیں تجویز کیں بلاشبہ اسی خدا کو اپنی مخلوقات میں یہ حق حاصل ہے کہ اپنے اختیار کامل، علم محیط اور حکمت بالغہ کے اقتضا سے جس چیز کو جس کسی کے لئے جن حالات میں چاہے، حلال یا حرام کر دے **لَا يُسْئَلُ عَمَّا يَفْعَلُ وَهُمْ يُسْئَلُونَ**۔

◆ **شعائر کا احترام** | یعنی جو چیزیں حق تعالیٰ کی عظمت و معبودیت کے لئے علامات اور نشانات خاص قرار دی گئی ہیں ان کی بے حرمتی مت کر دو۔ ان میں حرم محترم بیت اللہ شریف، جمرات، صفا مروہ، ہدی، احرام، مساجد، کتب سماویہ وغیرہ تمام حدود و فرائض اور احکام دینیہ شامل ہیں۔ آگے ان نشانیوں میں سے بعض مخصوص چیزوں کا جو مناسک سے متعلق ہیں، ذکر فرماتے ہیں جیسا کہ اس سے پہلی آیت میں بھی محرم کے بعض احکام ذکر کئے گئے تھے۔

◆ **محترم مہینے** | ادب والے مہینے چار ہیں **مِنْهَا اَرْبَعَةٌ حُرُمٌ** (توبہ رکوع ۵) ذوالقعدہ، ذی الحجہ، محرم، رجب۔ ان کی تعظیم و احترام یہ ہے کہ دوسرے مہینوں سے بڑھ کر ان میں نیکی اور تقویٰ کو لازم پکڑے اور شر و فساد سے بچنے کا اہتمام کیا جائے خصوصاً حجاج کو ستا کر اور دق کر کے حج بیت اللہ سے نہ روکا جائے۔ گویا امور سال کے بارہ مہینوں میں واجب العمل ہیں لیکن ان محترم مہینوں میں بالخصوص بہت زیادہ موقد قرار دیئے گئے۔ باقی دشمنان اسلام کے مقابلہ میں ہاجمانہ اقدام، تو جمہور کا مذہب یہ ہی ہے بلکہ ابن جریر نے اس پر اجماع نقل کیا ہے کہ اسکی ان مہینوں میں ممانعت نہیں رہی اس کا بیان سورہ توبہ میں آئے گا۔ انشاء اللہ۔

◆ **بعض دوسرے شعائر** | **فَلَا تَدْلُوا** کی جمع ہے، جس سے مراد وہ ہار یا پٹا ہے، جو ہدی کے جانور کے گلے میں نشان کے طور پر ڈالتے تھے تاکہ ہدی کا جانور سمجھ کر اس سے تعرض نہ کیا جائے اور دیکھنے والوں کو اسی جیسا عمل کرنے کی ترغیب بھی ہو۔ قرآن کریم نے ان چیزوں کی تعظیم و حرمت کو باقی رکھا۔ اور ہدی یا اسکی علامات سے تعرض کرنے کو ممنوع قرار دیا۔

وَرِضْوَانًا وَإِذَا حَلَلْتُمْ فَاصْطَادُوا وَلَا يَجْرِمَنَّكُمْ

اور اس کی خوشی ۱ اور جب احرام سے نکلو ۲ اور جب احرام نہ ہو تم کو اس قوم

شَنَّانُ قَوْمٍ أَنْ صَدُّوكُمْ عَنِ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ أَنْ

کی دشمنی ۱ جو کہ تم کو روکتی تھی ۲ حرمت والی مسجد سے ۳ اس پر کہ

تَعْتَدُوا مَوْتَعَاوَنُوا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوَىٰ وَلَا تَعَاوَنُوا

زیادتی کرنے لگو ۱ اور آپس میں مدد کرو ۲ نیک کام پر ۳ اور پرہیزگاری پر ۴ اور مدد نہ کرو

عَلَى الْإِثْمِ وَالْعُدْوَانِ وَاتَّقُوا اللَّهَ إِنَّ اللَّهَ شَدِيدٌ

گناہ پر ۱ اور ظلم پر ۲ اور ڈرتے رہو اللہ سے ۳ بے شک اللہ کا عذاب

الْعِقَابِ ۱ حُرِّمَتْ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةُ وَالْدَّمُ وَلَحْمُ

سخت ہے ۱ حرام ہوا تم پر مردہ جانور ۲ اور لہو ۳ اور گوشت

الْخِنْزِيرِ وَمَا أَهَلَ لِغَيْرِ اللَّهِ بِهِ وَالْمُنْخَنِقَةُ

سورکا ۱ اور جس جانور پر نام پکارا جائے اللہ کے سوا کسی اور کا ۲ اور جو مر گیا ہو گلا گھونٹنے سے

وَالْمَوْقُوذَةُ وَالْمُتَرَدِّيَةُ وَالنَّطِيحَةُ وَمَا أَكَلَ

یا چوٹ سے ۱ یا اونچے سے گر کر ۲ یا سینگ مارنے سے ۳ اور جس کو کھایا

السَّبُعُ إِلَّا مَا ذَكَّيْتُمْ وَمَا ذُبِحَ عَلَى النَّصِبِ وَ

ہو درندہ نے ۱ مگر جس کو تم نے ذبح کر لیا ۲ اور حرام ہے جو ذبح ہوا ۳ کسی تھان پر ۴ اور

۱ بظاہر یہ شان صرف مسلمانوں کی ہے۔ یعنی جو مخلص مسلمان حج و عمرہ کے لئے جائیں انکی تعظیم و احترام کرو۔ اور ان کی راہ میں روڑے مت اٹکاؤ اور جو مشرکین حج بیت اللہ کے لئے آتے تھے، اگر وہ بھی اس آیت کے عموم میں داخل ہوں کیونکہ وہ بھی اپنے زعم اور عقیدہ کے موافق خدا کے فضل و قرب اور خوشنودی کے طالب ہوتے تھے تو کہنا پڑے گا کہ یہ حکم اس وقت سے پہلے کا ہے جب کہ

إِنَّمَا الْمُشْرِكُونَ نَجَسٌ فَلَا يَقْرَبُوا الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ بَعْدَ عَامِهِمْ هَذَا كَمَا نَادَى كِرَالِي كُنِي۔

یعنی حالت احرام میں شکار کی جو ممانعت کی گئی تھی، وہ احرام کھول دینے کے بعد باقی نہیں رہی۔

دشمن کے جوش میں زیادتی نہ کرو | پچھلی آیت میں جن شعائر کو حق تعالیٰ نے معظم و محترم قرار دیا تھا، یہ ہجری میں مشرکین

مکہ نے ان سب کی اہانت کی۔ نبی کریم ﷺ اور تقریباً ڈیڑھ ہزار صحابہ ماہ ذیقعدہ میں محض عمرہ ادا کرنے کیلئے مدینہ طیبہ سے روانہ ہوئے حدیبیہ کے مقام پر پہنچ کر مشرکین نے اس مذہبی وظیفہ کی بجا آوری سے روک دیا نہ حالت احرام کا خیال کیا نہ کعبہ کی حرمت کا نہ محترم مہینہ کا، نہ ہدی و قلائد کا، مسلمان شعائر اللہ کی اس توہین اور مذہبی فرائض سے روک دیئے جانے پر ایسی ظالم اور وحشی قوم کے مقابلہ میں جس قدر بھی غیظ و غضب اور بغض و عداوت کا اظہار کرتے وہ حق بجانب تھے اور جوش انتقام سے برا فروختہ ہو کر جو کارردائی بھی کر بیٹھتے وہ ممکن تھی۔ لیکن اسلام کی محبت و عداوت دونوں چچی تلی ہیں۔ قرآن کریم نے ایسے جابر و ظالم دشمن کے مقابلہ پر بھی اپنے جذبات کو قابو میں رکھنے کا حکم دیا۔ عموماً آدمی زیادہ محبت یا زیادہ عداوت کے جوش میں حد سے گذر جاتا ہے۔ اس لئے فرمایا کہ سخت سے سخت دشمنی تمہارے لئے اس کا باعث نہ ہو کہ تم زیادتی کر بیٹھو اور عدل و انصاف کو ہاتھ سے چھوڑ دو۔

تعاون علی البر | اگر کوئی شخص بالفرض جوش انتقام میں زیادتی کر بیٹھے تو اسکے روکنے کی تدبیر یہ ہے کہ جماعت اسلام اس کے ظلم و عداوت

کی اعانت نہ کرے۔ بلکہ سب مل کر نیکی اور پرہیزگاری کا مظاہرہ کریں اور اشخاص کی زیادتیوں اور بے اعتدالیوں کو روکیں۔

یعنی حق پرستی، انصاف پسندی اور تمام عمدہ اخلاق کی جڑ خدا کا خوف ہے اور اگر خدا سے ڈر کر نیکی سے تعاون اور بدی سے ترک

تعاون نہ کیا تو عام عذاب کا اندیشہ ہے۔

حرام جانور | اس آیت سے جن چیزوں کا کھانا حرام ہوا ان میں اول مہینہ (مردار جانور) ہے جو واجب الذبح جانور ذبح کئے بدون

خود اپنی موت سے مر جائے اس کا خون اور حرارت غریزہ گوشت ہی میں حقیقتیں اور جذب ہو کر رہ جاتی ہے جس کی سمیت اور گندگی سے کئی قسم کے بدنی اور دینی مضار لاحق ہوتے ہیں (ابن کثیر) شاید اسی تعلیل پر متنب فرمانے کے لئے مہینہ (مردہ جانور) کے بعد دم (خون) کی حرمت مذکور ہوئی اسکے بعد حیوانات کی ایک خاص نوع (خنزیر) کی تحریم کا ذکر کیا۔ جس کی بے انتہا نجاست خوری اور بے حیائی مشہور عام ہے شاید اسی لئے شریعت حقد نے دم (خون) کی طرح اسکو نجس العین قرار دیا ان تین چیزوں کے ذکر کے بعد جنگلی ذوات میں مادی گندگی اور خباثت پائی جاتی تھی، محرمت کی ایک اور قسم کا ذکر فرمایا یعنی وہ جانور جو اپنی ذات کے اعتبار سے حلال و طیب ہے، مگر مالک حقیقی کے سوا کسی اور کی نیاز کے طور پر نامزد کر دیا گیا ہو اس کا کھانا بھی نیت کی خباثت اور عقیدہ کی گندگی کی بنا پر حرام ہے۔ کسی جاندار کی جان صرف اسی مالک و خالق کے حکم اور نام پر لی جاسکتی ہے جس کے حکم اور ارادہ سے اس پر موت و حیات طاری ہوتی ہے۔ باقی ”منخنقہ“ وغیرہ غیر مذبوح جانور سب مہینہ کے حکم میں داخل ہیں جیسا کہ ”مَا ذُبِحَ عَلَی النَّصَبِ“ ”مَا أَهْلَ بِهِ لِغَيْرِ اللَّهِ“ کے ساتھ ملحق ہے۔ جاہلیت میں ان سب چیزوں کے کھانے کی عادت تھی اس لئے اس قدر تفصیل سے انکا بیان فرمایا۔

یعنی بہتا ہوا خون اَوْ ذَمًا مِّنْهُنَّ حَا (انعام رکوع ۱۸)

تھوڑا سا پہلے ہدی کے ادب و احترام کا ذکر فرمایا تھا یعنی وہ جانور جو تقرب الی اللہ کی غرض سے خدائے واحد کی سب سے پہلی عبادت

گاہ کی نیاز کے طور پر ذبح کیا جاتا ہے اسکے بالمقابل اس جانور کا بیان فرمایا جسے خدا کے سوا کسی دوسرے کے نام پر یا خانہ خدا کے سوا کسی دوسرے مکان کی تعظیم کے لئے ذبح کیا جائے (موضح القرآن) اس دوسری صورت میں بھی فی الحقیقت نیت نذر غیر اللہ ہی کی ہوتی ہے گو ذبح کے وقت زبان سے ”بِسْمِ اللَّهِ اللَّهُ أَكْبَرُ“ کہا جائے۔ اس تقریر کے موافق ”مَا أَهْلَ بِهِ لِغَيْرِ اللَّهِ“ اور ”مَا ذُبِحَ عَلَی النَّصَبِ“ کا فرق واضح ہو گیا (ابن کثیر)

أَنْ تَتَّقِسُوا بِالْأَزْلَامِ ذَلِكُمْ فَسُقُطُ الْيَوْمِ يَسِ

یہ کہ تقسیم کرو جوئے کے تیروں سے یہ گناہ کا کام ہے آج نامید

الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ دِينِكُمْ فَلَا تَخْشَوْهُمْ وَاخْشَوْنَ

ہو گئے کافر تمہارے دین سے سوان سے مت ڈرو اور مجھ سے ڈرو

الْيَوْمَ أَكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ وَأَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ

آج میں پورا کر چکا تمہارے لیے دین تمہارا اور پورا کیا تم پر میں نے

نِعْمَتِي وَرَضِيتُ لَكُمْ الْإِسْلَامَ دِينًا فَمَنِ اضْطُرَّ

احسان اپنا اور پسند کیا میں نے تمہارے واسطے اسلام کو دین پھر جو کوئی لاچار ہو جاوے

فِي مَخْصَصَةٍ غَيْرِ مُتَجَانِفٍ لِإِثْمٍ فَإِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ

بھوک میں لیکن گناہ پر مائل نہ ہو تو اللہ بخشنے والا

رَحِيمٌ ۝ يَسْأَلُونَكَ مَاذَا أُحِلَّ لَهُمْ قُلْ أُحِلَّ لَكُمْ

مہربان ہے تجھ سے پوچھتے ہیں کہ کیا چیزان کے لیے حلال ہے کہہ دے تم کو حلال ہیں

الطَّيِّبَاتُ وَمَا عَلَّمْتُم مِّنَ الْجَوَارِحِ مُكَلَّبِينَ تَعْلَمُونَهُنَّ

ستھری چیزیں اور جو سدھاؤ شکاری جانور شکار پر دوڑانے کو کہ ان کو سکھاتے ہو

بِمَا عَلَّمَكُمُ اللَّهُ فَكُلُوا مِمَّا أَمْسَكَنَّ عَلَيْكُمْ وَاذْكُرُوا

اس میں سے جو اللہ نے تم کو سکھایا ہے سو کھاؤ اس میں سے جو پکڑ رکھیں تمہارے واسطے اور اللہ کا نام لو

اسْمَ اللَّهِ عَلَيْهِ صَوِّتُوا لِلَّهِ إِنَّ اللَّهَ سَرِيعُ الْحِسَابِ ۝

اس پر اور ڈرتے رہو اللہ سے بے شک اللہ جلد لینے والا ہے حساب

جوئے کے تیر | بعض مفسرین نے ازلام سے تقسیم کے تیر مراد لئے ہیں جو زمانہ جاہلیت میں لحم ذبیحہ وغیرہ کے بانٹنے میں استعمال ہوتے تھے اور وہ ایک صورت قرار (جوئے) کی تھی جیسے آج کل چٹھی ڈالنے کی رسم ہے لیکن حافظ عماد الدین ابن کثیر وغیرہ محققین کے نزدیک راجح یہ ہے کہ ازلام سے مراد وہ تیر ہیں جن سے مشرکین مکہ کسی اشکال اور ترؤد کے وقت اپنے ارادوں اور کاموں کا فیصلہ کرتے تھے یہ تیر خانہ کعبہ میں قریش کے سب سے بڑے بت "ہبل" کے پاس رکھے تھے۔ ان میں سے کسی پر امرنی ربی، لکھا تھا (میرے پروردگار نے حکم دیا) کسی پر "نہانسی ربی" تحریر تھا (میرے رب نے مجھ کو منع کر دیا)۔ اسی طرح ہر تیر پر یوں ہی انکل پچو باتیں لکھ چھوڑی تھیں۔ جب کسی کام میں تذبذب ہو تو تیر نکال کر دیکھ لئے۔ اگر "امرنی ربی" والا تیر نکل آیا تو کام شروع کر دیا اور اسکے خلاف نکلا تو رک گئے و علیٰ ہذا القیاس گویا بتوں سے یہ ایک قسم کا مشورہ اور استعانت تھی۔ چونکہ اس رسم کا معنی خالص جہل، شرک، اوہام پرستی اور افتراء علی اللہ پر تھا اس لئے قرآن کریم نے متعدد مواقع میں نہایت تغلیظ و تشدید کے ساتھ اسکی حرمت کو ظاہر فرمایا ہے۔ اس تقریر کے موافق "ازلام" کا ذکر "نصب" کی مناسبت سے ہوا اور مردار، خون، خنزیر وغیرہ نہایت ہی خبیث اور گندی چیزوں کی تحریم کے سلسلے میں منسلک کر کے بتلا دیا کہ اسکی معنوی اور اعتقادی نجاست و خباثت ان چیزوں سے کم نہیں جیسا کہ ایک دوسری آیت میں "رجس" کے اطلاق سے ظاہر ہوتا ہے۔

اسلام کے غلبہ سے کفار کو مایوسی | یہ آیت اس وقت نازل ہوئی جب کہ زندگی کے ہر شعبہ اور علوم ہدایت کے ہر باب کے متعلق اصول و قواعد ایسی طرح مہم ہو چکے تھے اور فروع و جزئیات کا بیان بھی اتنی کافی تفصیل اور جامعیت سے کیا جا چکا تھا کہ بیرون اسلام کے لئے قیامت تک قانون الہی کے سوا کوئی دوسرا قانون قابل التفات نہیں رہا تھا۔ نبی کریم ﷺ کی تربیت سے ہزاروں سے متجاوز خدا پرست، جانناز اور سرفروش ہادیوں اور معلموں کی ایسی عظیم الشان جماعت تیار ہو چکی تھی جس کو قرآنی تعلیم کا مجسم نمونہ کہا جاسکتا تھا، مکہ معظمہ فتح ہو چکا تھا، صحابہ رضی اللہ عنہم کامل وفاداری کے ساتھ خدا سے عہد و پیمان پورے کر رہے تھے، نہایت گندی غذا میں اور مردار کھانے والی قوم مادی اور روحانی طیبات کے ذائقہ سے لذت اندوز ہو رہی تھی۔ شعائر الہیہ کا ادب و احترام قلوب میں راسخ ہو چکا تھا۔ ظنون و اوہام اور انصاف و ازلام کا تار و پود بکھر چکا تھا۔ شیطان جزیرۃ العرب کی طرف سے ہمیشہ کے لئے مایوس کر دیا گیا تھا کہ دوبارہ وہاں اسکی پرستش ہو سکے، ان حالات میں ارشاد ہوا **الْیَوْمَ یَنْسَخُ الَّذِیْنَ كَفَرُوا مِنْ دِیْنِكُمْ فَلَا تَخْشَوْنَهُمْ وَ اَخْشَوْنِ**۔ یعنی آج کفار اس بات سے مایوس ہو گئے ہیں کہ تم کو تمہارے دین قیم سے ہٹا کر پھر "انصاف" و "ازلام" وغیرہ کی طرف لے جائیں یا دین اسلام کو مغلوب کر لینے کی توقعات باندھیں، یا احکام دینیہ میں کسی تحریف و تبدیلی کی امید قائم کر سکیں۔ آج تم کو کامل و مکمل مذہب مل چکا جس میں کسی ترمیم کا آئندہ امکان نہیں۔ خدا کا انعام تم پر پورا ہو چکا جس کے بعد تمہاری جانب سے اس کے ضائع کر دینے کا کوئی اندیشہ نہیں۔ خدا نے ابدی طور پر اسی دین اسلام کو تمہارے لئے پسند کر لیا اس لئے اب

کسی ناسخ سے۔ ناسخی احتمال نہیں۔ ایسے حالات میں تم کو کفار سے خوف کھانے کی کوئی وجہ نہیں وہ تمہارا کچھ بھی نہیں بگاڑ سکتے۔ البتہ اس حسن جلیل اور منعم حقیقی کی ناراضی سے ہمیشہ ڈرتے رہو جس کے ہاتھ میں تمہاری ساری نجات و فلاح اور کل سوزیاں ہے۔ گویا ”فَلَا تَخْشَوْهُمْ وَاخْشَوْنِ“ میں اس پر متنبہ فرمادیا کہ آئندہ مسلم قوم کو کفار سے اس وقت تک کوئی اندیشہ نہیں جب تک ان میں خشیت الہی اور تقویٰ کی شان موجود رہے۔

♦ **دین اسلام کی تکمیل اور حقانیت** | یعنی اسکے اخبار و قصص میں پوری سچائی، بیان میں پوری تاثیر اور قوانین و احکام میں پورا توسط و اعتدال موجود ہے۔ جو حقائق کتب سابقہ اور دوسرے ادیان سماویہ میں محدود و ناقص تھے انکی تکمیل و تعمیم اس دین قیم سے کر دی گئی۔ قرآن و سنت نے ”جنت“ و ”حرمت“ وغیرہ کے متعلق تخصیص یا تعلیل جو احکام دینے انکا اظہار و ایضاح تو ہمیشہ ہوتا رہے گا لیکن اضافہ یا ترمیم کی مطلق گنجائش نہیں چھوڑی۔

♦ سب سے بڑا احسان تو یہ ہی ہے کہ اسلام جیسا مکمل اور ابدی قانون اور خاتم الانبیاء جیسا نبی تم کو مرحمت فرمایا۔ مزید برآں اطاعت اور استقامت کی توفیق بخشی۔ روحانی غذاؤں اور دنیوی نعمتوں کا دسترخوان تمہارے لئے بچھا دیا، حفاظت قرآن، ضبط اسلام اور اصلاح عالم کے سامان مہیا فرمادئے۔

♦ یعنی اس عالمگیر اور ملل دین کے بعد اب کسی اور دین کا انتظار کرنا سفاہت ہے۔ ”اسلام“ جو تفویض و تسلیم کا مرادف ہے، اسکے سوا مقبولیت اور نجات کا کوئی دوسرا ذریعہ نہیں (تنبیہ) اس آیت ”الْيَوْمَ أَكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ“ الخ کا نازل فرمانا بھی مجملہ نعمائے عظیمہ کے ایک نعمت ہے۔ اسی لئے بعض یہود نے حضرت عمرؓ سے عرض کیا کہ امیر المؤمنین! اگر یہ آیت ہم پر نازل کی جاتی تو ہم اسکے یوم نزول کو عید منایا کرتے۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا تجھے معلوم نہیں کہ جس روز یہ ہم پر نازل کی گئی مسلمانوں کی دو عیدیں جمع ہو گئی تھیں۔ یہ آیت ۱۰ ہجری میں ”جنت الوداع“ کے موقع پر ”عرفہ“ کے روز ”جمعہ“ کے دن ”عصر“ کے وقت نازل ہوئی جب کہ میدان عرفات میں نبی کریم ﷺ کی اونٹنی کے گرد چالیس ہزار سے زائد اتقیا و ابرار رضی اللہ عنہم کا مجمع کثیر تھا۔ اسکے بعد صرف اکیاسی روز حضور اس دنیا میں جلوہ افروز رہے۔

♦ **مضطر کے احکام** | یعنی حلال و حرام کا قانون تو مکمل ہو چکا، اس میں اب کوئی تغیر و تبدل نہیں ہو سکتا۔ البتہ مضطر جو بھوک پیاس کی شدت سے بیتاب اور لاچار ہو وہ اگر حرام چیز کھانی کر جان بچالے بشرطیکہ مقدار ضرورت سے تجاوز نہ کرے اور لذت مقصود نہ ہو (غیر باغ و لا عباد) تو حق تعالیٰ اس تناول محرم کو اپنی بخشش اور مہربانی سے معاف فرمادے گا۔ گویا وہ چیز تو حرام ہی رہی مگر اسے کھانی کر جان بچانے والا خدا کے نزدیک مجرم نہ رہا۔ یہ بھی اتمام نعمت کا ایک شعبہ ہے۔

◆ **حلال چیزوں کا سوال اور اس کا جواب** | پچھلی آیات میں بہت سی حرام چیزوں کی فہرست دی گئی تو قدرتی طور پر سوال پیدا ہوتا ہے کہ حلال چیزیں کیا کیا ہیں؟ اس کا جواب دے دیا کہ حلال کا دائرہ تو بہت وسیع ہے۔ چند چیزوں کو چھوڑ کر جن میں کوئی دینی یا بدنی نقصان تھا، دنیا کی تمام ستھری اور پاکیزہ چیزیں حلال ہی ہیں۔ اور چونکہ شکاری جانور سے شکار کرنے کے متعلق بعض لوگوں نے خصوصیت سے سوال کیا تھا۔ اس لئے آیت کے اگلے حصہ میں اسکو تفصیلاً بتلا دیا گیا۔

◆ **شکار کے جانور** | شکاری کتے یا باز وغیرہ سے شکار کیا ہوا جانور ان شروط سے حلال ہے (۱) شکاری جانور سدھا ہوا ہو (۲) شکار پر چھوڑا جائے (۳) اسے اس طریقہ سے تعلیم دی گئی ہو جس کو شریعت نے معتبر رکھا ہے یعنی کتے کو سکھلایا جائے کہ شکار کو پکڑ کر کھائے نہیں اور باز کو یہ تعلیم دی جائے کہ جب اسکو بلاؤ گو شکار کے پیچھے جا رہا ہو فوراً چلا آئے۔ اگر کتا شکار کو خود کھانے لگے یا باز بلانے سے نہ آئے تو سمجھا جائے گا کہ جب اس کے کہنے میں نہیں تو شکار بھی اس کے لئے نہیں پکڑا بلکہ اپنے لئے پکڑا ہے۔ اسی کو حضرت شاہ صاحب لکھتے ہیں کہ ”جب اس نے آدمی کی خوشگئی تو گویا آدمی نے ذبح کیا“ (۴) چھوڑنے کے وقت اللہ کا نام لو یعنی بسم اللہ کہہ کر چھوڑو۔ ان چار شرطوں کی تصریح تو نص قرآنی میں ہو گئی۔ پانچویں شرط جو امام ابوحنیفہ کے نزدیک معتبر ہے کہ شکاری جانور شکار کو زخمی بھی کر دے کہ خون بہنے لگے اسکی طرف لفظ ”جوارح“ اپنے مادہ ”جرح“ کے اعتبار سے مشتق ہے۔ ان میں سے اگر ایک شرط بھی مفقود ہوئی تو شکاری جانور کا مارا ہوا شکار حرام ہے۔ ہاں اگر مرانہ ہو اور ذبح کر لیا جائے تو **وَمَا أَكَلِ السَّبُعِ إِلَّا مَا ذَكَّيْتُمْ** کے قاعدہ سے حلال ہوگا۔

◆ یعنی ہر حالت میں خدا سے ڈرتے رہو، کہیں ”طیبات کے استعمال اور شکار وغیرہ۔ سے مستنقع ہونے میں حدود و قیود شرعیہ سے تجاوز نہ ہو جائے۔ عموماً آدمی دنیوی لذتوں میں منہمک ہو کر اور شکار وغیرہ مشاغل میں پڑ کر خدا اور آخرت سے غافل ہو جاتا ہے اس لئے تنبیہ کی ضرورت تھی کہ خدا کو مت بھولو اور یاد رکھو کہ حساب کا دن کچھ دور نہیں۔ خدا کے انعامات اور تمہاری شکر گزاری کا موازنہ اور عمر عزیز کے ایک ایک لمحہ کا حساب ہونے والا ہے۔

الْيَوْمَ أُحِلَّ لَكُمْ الطَّيِّبَاتُ ۗ وَطَعَامُ الَّذِينَ أُوتُوا

آج حلال ہوئیں تم کو سب سحری چیزیں اور اہل کتاب کا کھانا

الْكِتَابِ حِلٌّ لَكُمْ ۖ وَطَعَامُكُمْ حِلٌّ لَّهُمْ ۚ وَالْمُحْصَنَاتُ

تم کو حلال ہے اور تمہارا کھانا ان کو حلال ہے اور حلال ہیں تم کو

مِنَ الْمُؤْمِنَاتِ وَالْمُحْصَنَاتُ مِنَ الَّذِينَ أُوتُوا

پاک دامن عورتیں مسلمان اور پاک دامن عورتیں ان میں سے جن کو وحی آئی

الْكِتَابِ مِنْ قَبْلِكُمْ إِذَا آتَيْتُمُوهُنَّ أَجُورَهُنَّ مُحْصِنِينَ

کتاب تم سے پہلے جب دو ان کو مہران کے قید میں لانے کو

غَيْرِ مُسْفِحِينَ وَلَا مُتَّخِذِي أَخْدَانٍ ۗ وَمَنْ يَكْفُرْ

نہستی نکالنے کو اور نہ چھپی آشنائی کرنے کو اور جو منکر ہو

بِالْإِيمَانِ فَقَدْ حَبِطَ عَمَلُهُ ۗ وَهُوَ فِي الْآخِرَةِ مِنْ

ایمان سے تو ضائع ہوئی محنت اس کی اور آخرت میں وہ ٹوٹنے والوں

الْخُسْرَيْنِ ۗ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا قُمْتُمْ إِلَى

میں ہے اے ایمان والو جب تم اٹھو

یعنی جیسے آج دین کامل تم کو دیا گیا، دنیا کی تمام پاکیزہ نعمتیں بھی تمہارے لئے دائمی طور پر حلال کر دی گئیں جو کبھی منسوخ نہ ہوگی۔

اہل کتاب کا کھانا حلال ہے یہاں طعام (کھانے) سے مراد "ذبیحہ" ہے یعنی کوئی یہودی یا نصرانی (بشرطیکہ اسلام سے مرتد ہو کر

یہودی یا نصرانی نہ بنا ہو) اگر حلال جانور ذبح کرتے وقت غیر اللہ کا نام نہ لے تو اس کا کھانا مسلمان کو حلال ہے۔ مرتد کے احکام جدا گانہ ہیں۔

اس مقام پر اس کا ذکر بطور مجازات و مکافات کے استطراداً فرمادیا۔ یعنی بعض احادیث میں جو آیا ہے "لَا يَأْكُلُ طَعَامَكَ الْآ

تَقِيُّ" (تیرا کھانا نہ کھائے مگر پرہیزگار) اس کا مطلب یہ نہیں کہ غیر پرہیزگاروں کے لئے تمہارا کھانا حرام ہے۔ جب مسلمان کے

لئے کافر کتاب کے ذبیحہ کی اجازت ہوگئی تو ایک مؤحد مسلم کا ذبیحہ اور کھانا دوسروں کیلئے کیوں حرام ہوگا۔

"پاک دامن" کی قید شاید ترغیب کے لئے ہو یعنی ایک مسلمان کو چاہئے کہ نکاح کرتے وقت پہلی نظر عورت کی عفت اور پاک دامنی

پر ڈالے۔ یہ مطلب نہیں کہ پاک دامن کے سوا کسی اور سے نکاح صحیح نہیں ہوگا۔

◆ اہل کتاب عورتوں سے نکاح کی حلت | اہل کتاب کے ایک مخصوص حکم کے ساتھ دوسرا مخصوص حکم بھی بیان فرمادیا۔ یعنی یہ کہ کتابی عورت سے نکاح کرنا شریعت میں جائز ہے۔ مشرک سے اجازت نہیں وَلَا تَنْكِحُوا الْمُشْرِكِينَ حَتَّىٰ يُؤْمِنُوا (بقرہ رکوع ۲۷) مگر یہ یاد رہے کہ ہمارے زمانہ کے ”نصاری“ عموماً برائے نام نصاریٰ ہیں ان میں بکثرت وہ ہیں جو نہ کسی کتاب آسمانی کے قائل ہیں نہ مذہب کے نہ خدا کے، ان پر اہل کتاب کا اطلاق نہیں ہو سکتا۔ لہذا ان کے ذبیحہ اور نساء کا حکم اہل کتاب کا سا نہ ہوگا نیز یہ ملحوظ رہے کہ کسی چیز کے حلال ہونے کے معنی یہ ہیں کہ اس میں فی حد ذاتہ کوئی وجہ تحریم کی نہیں۔ لیکن اگر خارجی اثرات و حالات ایسے ہوں کہ اس حلال سے مستنع ہونے میں بہت سے حرام کا ارتکاب کرنا پڑتا ہے بلکہ کفر میں مبتلا ہونے کا احتمال ہو تو ایسے حلال سے انتفاع کی اجازت نہیں دی جائے گی۔ موجودہ زمانہ میں یہود و نصاریٰ کے ساتھ کھانا پینا، بے ضرورت اختلاط کرنا، ان کی عورتوں کے جال میں پھنسنا، یہ چیزیں جو خطرناک نتائج پیدا کرتی ہیں وہ مخفی نہیں۔ لہذا بدی اور بددینی کے اسباب و ذرائع سے اجتناب ہی کرنا چاہئے۔

◆ یعنی قید نکاح میں لانے کو۔ گویا اس طرف اشارہ ہو گیا کہ نکاح بظاہر قید ہے لیکن یہ قید ان آزادیوں اور ہوس رانیوں سے بہتر ہے جن کی طلب میں انسان نما بہانہ سلسلہ ساز وواج ہی کو عدم کر دینا چاہتے ہیں۔

◆ جس طرح پہلے عورت کی پاکدامنی کا ذکر کیا تھا، یہاں مرد کو پاک باز اور عقیف رہنے کی ہدایت فرمادی وَالطَّيِّبَاتُ لِلطَّيِّبِينَ وَالطَّيِّبُونَ لِلطَّيِّبَاتِ (نور رکوع ۳) اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ حق تعالیٰ کی نظر میں نکاح کی غرض گو ہر عصمت کو محفوظ اور مقصد تزویج کو پورا کرنا ہے شہوت رانی اور ہوا پرستی مقصود نہیں۔

◆ جن کتابی عورتوں سے نکاح کی اجازت ہوئی، اس کا فائدہ یہ ہونا چاہئے کہ مومن قانت کی حقانیت عورت کے دل میں گھر کر جائے۔ نہ یہ کہ کتابیات پر مفتون ہو کر الٹا اپنی متاع ایمانی ہی کو گنوا بیٹھے اور ”خَيْرَ الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ“ کا مصداق ہو کر رہ جائے۔ چونکہ کافر عورت سے نکاح کرنے میں اس فتنہ کا قوی احتمال ہو سکتا ہے، اس لئے ”وَمَنْ يَكْفُرْ بِالْإِيمَانِ فَقَدْ حَبِطَ عَمَلُهُ“ کی تہدید نہایت ہی بر محل ہے۔ یہ میرا خیال ہے۔ باقی حضرت شاہ صاحب فرماتے ہیں کہ ”اہل کتاب کو کفار سے دو حکم میں مخصوص کیا۔ یہ فقط دنیا میں ہے اور آخرت میں ہر کافر خراب ہے اگر عمل نیک بھی کرے تو قبول نہیں۔“

◆ نماز کیلئے وضو کا حکم | امت محمدیہ پر جو عظیم الشان احسانات کئے گئے، ان کا بیان سن کر ایک شریف اور حق شناس مومن کا دل شکر گزاری اور اظہار وفاداری کے جذبات سے لبریز ہو جائے گا اور فطرنی طور پر اس کی یہ خواہش ہوگی کہ اس منعم حقیقی کی بارگاہ رابع میں دست بستہ حاضر ہو کر جبین نیاز خم کرے اور اپنی غلامانہ منت پذیری اور انتہائی عبودیت کا عملی ثبوت دے۔ اس لئے ارشاد ہوا کہ جب ہمارے دربار میں حاضری کا ارادہ کرو یعنی نماز کے لئے اٹھو تو پاک و صاف ہو کر آؤ۔ جن لذائذ دنیوی اور مرغوبات طبعی سے متمتع ہونے کی آیت وضو سے پہلی آیت میں اجازت دی گئی (یعنی طہیبات اور محسنات) وہ ایک حد تک انسان کو ملکوئی صفات سے دور اور بہیمیت سے نزدیک کرنے والی چیزیں ہیں اور کل احداث (موجبات وضو غسل) ان ہی کے استعمال سے لازمی نتیجہ کے طور پر پیدا ہوتے ہیں۔ لہذا مرغوبات نفسانی سے یکسو ہو کر جب ہماری طرف آنے کا قصد کرے تو پہلے بہیمیت کے اثرات اور ”اکل و شرب“ وغیرہ کے پیدا کئے ہوئے تلاء رات سے پاک ہو جاؤ یہ پاکی ”وضو“ اور ”غسل“ سے حاصل ہوتی ہے۔ نہ صرف یہ کہ وضو کرنے سے مومن کا بدن پاک و صاف ہو جاتا ہے بلکہ جب وضو باقاعدہ کیا جائے تو پانی کے قطرات کے ساتھ گناہ بھی جھڑتے جاتے ہیں۔

◆ یعنی سو کر اٹھو یا دنیا کے مشاغل چھوڑ کر نماز کے لئے اٹھ کھڑے ہو، تو پہلے وضو کر لو۔ لیکن وضو کرنا ضروری اس وقت ہے جب کہ پیشتر سے با وضو نہ ہو۔ آیت کے آخر میں ان احکام کی جو غرض و غایت ”وَلَكِنْ يُرِيدُ لِيُطَهَّرَكُمْ“ سے بیان فرمائی ہے اس سے معلوم ہو گیا کہ ہاتھ منہ وغیرہ دھونے کا جواب اسی لئے ہے کہ حق تعالیٰ تم کو پاک کر کے اپنے دربار میں جگہ دے۔ اگر یہ پاکی پہلے سے حاصل ہے اور کوئی ناقص وضو پیش نہیں آیا تو پاک کو پاک کرنے کی ضرورت نہیں۔ بلکہ اس کو ضروری قرار دینے سے امت ”حرج“ میں پڑتی ہے جس کی نفی ”مَا يُرِيدُ اللَّهُ لِيَجْعَلَ عَلَيْكُمْ مِنْ حَرَجٍ“ میں کی گئی۔ ہاں مزید نظافت، نورانیت اور نشاط حاصل کرنے کے لئے اگر تازہ وضو کر لیا جائے تو مستحب ہوگا۔ شاید اسی لئے ”إِذَا قُمْتُمْ إِلَى الصَّلَاةِ فَاغْسِلُوا وُجُوهَكُمْ“ (آیہ میں سطح کلام کی ایسی رکھی ہے جس سے ہر مرتبہ نماز کی طرف جانے کے وقت تازہ وضو کی ترغیب ہوتی ہے۔

الصَّلَاةِ فَاغْسِلُوا وُجُوهَكُمْ وَأَيْدِيَكُمْ إِلَى الْمَرَافِقِ

نماز کو تو دھولو اپنے منہ اور ہاتھ کہنیوں تک

وَأَمْسِكُوا بُرُءُوسِكُمْ وَأَرْجُلَكُمْ إِلَى الْكَعْبَيْنِ وَإِنْ

اور ملو اپنے سر کو اور پاؤں اپنے منوں تک اور اگر

كُنْتُمْ جُنُبًا فَاطَّهَّرُوا وَإِنْ كُنْتُمْ مَرْضَىٰ أَوْ عَلَىٰ

تم کو جنابت ہو تو خوب طرح پاک ہو اور اگر تم بیمار ہو یا

سَفَرٍ أَوْ جَاءَ أَحَدٌ مِّنْكُمْ مِنَ الْغَائِطِ أَوْ لِمَسْتَمُّ

میں یا کوئی تم میں آیا ہے جائے ضرورت سے یا پاس گئے

النِّسَاءِ فَلَمْ تَجِدُوا مَاءً فَتَيَمَّمُوا صَعِيدًا طَيِّبًا

عورتوں کے پھر نہ پاؤ تم پانی تو تصد کرو مٹی پاک کا

فَامْسَحُوا بِوُجُوهِكُمْ وَأَيْدِيكُمْ مِنْهُ مَا يُرِيدُ اللَّهُ

اور مل لو اپنے منہ اور ہاتھ اس سے اللہ نہیں چاہتا

لِيَجْعَلَ عَلَيْكُمْ مِنْ حَرَجٍ وَلَٰكِنْ يُرِيدُ لِيُطَهِّرَكُمْ

کہ تم پر سختی کرے لیکن چاہتا ہے کہ تم کو پاک کرے

وَلِيُتِمَّ نِعْمَتَهُ عَلَيْكُمْ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ ۝۶ وَاذْكُرُوا

اور پورا کرے اپنا احسان تم پر تاکہ تم احسان مانو اور یاد کرو

نِعْمَةَ اللَّهِ عَلَيْكُمْ وَمِيثَاقَهُ الَّذِي وَاثَقَكُمْ بِهِ ۝۷

احسان اللہ کا اپنے اوپر اور عہد اس کا جو تم سے ٹھہرایا تھا

یعنی ترہاتھ سر پر پھیر لو۔ نبی کریم ﷺ سے مدت العمر میں مقدار ناصیہ سے کم کا مسح ثابت نہیں ہوتا "مقدار ناصیہ" چوتھائی سر کے قریب ہے۔ ابو حنیفہ اس قدر مسح کو فرض کہتے ہیں۔ باقی اختلافات اور دلائل کی تفصیل کا یہ موقع نہیں۔

مترجم محقق نے پاؤں کے بعد لفظ "کو" نہ لکھ کر نہایت لطیف اشارہ فرمادیا کہ "أزجلکم" کا عطف مغسولات پر ہے یعنی جس طرح منہ، ہاتھ دھونے کا حکم ہے، پاؤں بھی ٹخنوں تک دھونے چاہئیں سر کی طرح مسح کافی نہیں۔ چنانچہ اہلسنت والجماعت کا اس پر اجماع ہے اور احادیث کثیرہ سے یہ ہی ثابت ہوتا ہے کہ اگر پاؤں میں موزے نہ ہوں تو دھونا فرض ہے۔ ہاں "موزوں" پر ان شرائط کے موافق جو کتب فقہ میں مذکور ہیں، مقیم ایک دن رات اور مسافر تین دن تک مسح کر سکتا ہے۔

جنابت کیلئے غسل | یعنی جنابت سے پاک ہونے میں صرف اعضائے اربعہ کا دھونا اور مسح کرنا کافی نہیں۔ سطح بدن کے جس حصہ تک پانی بدون تضرر کے پہنچ سکتا ہو وہاں تک پہنچانا ضروری ہے۔ اسی لئے حنفیہ غسل میں "مضمضہ" اور "استشاق" (کلی کرنا اور ناک میں پانی ڈالنا) کو بھی ضروری کہتے ہیں۔ وضو میں ضروری نہیں، سنت ہے۔

بعض صورتوں میں تیمم کا حکم | یعنی مرض کی وجہ سے پانی کا استعمال مضر ہو یا سفر میں پانی بقدر کفایت نہ ملے یا مثلاً کوئی قضائے حاجت کر کے آیا اور وضو کی ضرورت ہے، یا جنابت کی وجہ سے غسل ناگزیر ہے مگر پانی کے حاصل کرنے یا استعمال کرنے پر کسی وجہ سے قادر نہیں تو ان صورتوں میں وضو یا غسل کی جگہ تیمم کر لے۔ وضو اور غسل دونوں کے تیمم کی مشروعیت سے جو غرض ہے وہ بہر صورت یکساں طور پر حاصل ہوتی ہے "تیمم" کے اسرار و مسائل اور اس آیت کے فوائد "سورۃ نساء" کے ساتویں رکوع میں مفصل گزر چکے۔ تنبیہ | مترجم محقق قدس سرہ نے "لَمَسْتُمُ النِّسَاءَ" کا جو ترجمہ کیا ہے (پاس گئے ہو عورتوں کے) وہ مجاورہ کے اعتبار سے حالت جنابت ہی پر دلالت کرتا ہے۔ یہ ترجمہ ابن عباس اور ابو موسیٰ اشعری کی تفسیر کے موافق ہے جسے ابن مسعود نے بھی سکوناً تسلیم کیا ہے (کمانی البخاری) نیز مترجم علام نے "فَتَيْمَّمُوا" کے ترجمہ میں "قصد کرؤ" کہہ کر اشارہ فرمادیا کہ اصل لغت کے اعتبار سے "تیمم" کے معنی میں "قصد" معتبر ہے۔ اور اس لغوی معنی کی مناسبت کا خیال رکھتے ہوئے "تیمم شرعی" میں بھی قصد یعنی نیت کو علماء نے ضروری قرار دیا ہے۔

احکام میں سہولتیں | اسی لئے جو احداث کثیر الوقوع تھے ان میں سارے جسم کا دھونا ضروری نہ رکھا صرف وہ اعضا (منہ، ہاتھ، پاؤں، سر) جن کو اکثر بلا دستہ نہ کے رہنے والے عموماً کھلا رکھنے میں مضائقہ نہیں سمجھتے ان کا دھونا اور مسح کرنا ضروری بتلایا تاکہ کوئی تنگی اور دقت نہ ہو۔ ہاں "حدث اکبر" بمعنی "جنابت" جو احياناً پیش آتی ہے اور اس حالت میں نفس کو ملکوئی خصال کی طرف ابھارنے کے لئے کسی غیر معمولی تنبیہ کی ضرورت ہے، اسکے ازالہ کے لئے تمام بدن کا دھونا فرض کیا۔ پھر "مرض" اور "سفر" وغیرہ حالات میں کس قدر آسانی فرمادی۔ اول تو پانی کی جگہ "مٹی" کو منظر بنا دیا۔ پھر اعضائے وضو میں سے نصف کی تخفیف اس طرح کر دی کہ جہاں پہلے ہی سے تخفیف تھی یعنی سر کا مسح اسے بالکل اڑا دیا اور پاؤں کو شاید اس لئے ساقط کر دیا کہ وہ عموماً مٹی میں یا مٹی کے قریب رہتے ہیں اور تمام اعضائے بدن کی نسبت سے گرد و غبار میں ان کا تلوث شدید تر ہے۔ لہذا ان پر مٹی کا ہاتھ پھیرنا بے کار سا تھا۔ بس دو عضوہ گئے "منہ" اور "ہاتھ" ان ہی کو ملنے سے وضو اور غسل دونوں کا "تیمم" ہو جاتا ہے۔

کیونکہ وہ خود پاک ہے تو پاکی ہی پسند کرتا ہے۔

آسانیوں پر اللہ کا شکر | پچھلے رکوع میں جو نعمائے عظیمہ بیان ہوئی تھیں انکو سن کر بندہ کے دل میں جوش اٹھا کہ اس منعم حقیقی کی بندگی کے لئے فوراً کھڑا ہو جائے۔ اسے بتلادیا کہ ہماری طرف آؤ تو کس طریقہ سے پاک ہو کر آؤ۔ یہ بتلانا خود ایک نعمت ہوئی اور بدن کی سطح ظاہر پر پانی ڈالنے یا مٹی لگانے سے اندرونی پاکی عطا فرمادینا یہ دوسری نعمت ہوئی۔ بندہ ابھی پچھلی نعمتوں کا شکر ادا نہیں کر سکا تھا قصد ہی کر رہا تھا کہ یہ جدید انعامات فائز ہو گئے۔ اس لئے ارشاد ہوا **لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ** یعنی ان پہلی نعمتوں کو یاد کرنے سے پہلے ان جدید نعمتوں کا جو احکام وضو وغیرہ کے ضمن میں مبذول ہوئے شکر ادا کرنا چاہئے۔ شاید اسی **لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ** سے حضرت بلالؓ نے تحیہ الوضو کا سراغ لگایا ہو۔ انعامات الہیہ کی یاد دہانی اس درمیانی نعمت کے شکر یہ پر متوجہ کرنے کے بعد اگلی آیت میں ان سابق نعمتوں اور احسانات عظیمہ کو پھر اجمالاً یاد دلاتے ہیں جنکی شکرگزاری کے لئے بندہ اپنے مولا کے حضور میں کھڑا ہونا چاہتا تھا۔ چنانچہ فرماتے ہیں **وَإِذْ شُكِرُوا بِاللَّهِ عَلَيْهِمْ** الخ۔

إِذْ قُلْتُمْ سَمِعْنَا وَأَطَعْنَا وَإِتَّقُوا اللَّهَ ط إِنَّ اللَّهَ

جب تم نے کہا تھا کہ ہم نے سنا اور مانا اور ڈرتے رہو اللہ سے اللہ

عَلَيْكُمْ بِذَاتِ الصُّدُورِ ۝ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا

خوب جانتا ہے دلوں کی بات اسے ایمان والو

كُونُوا قَوْمِ اللَّهِ شُهَدَاءَ بِالْقِسْطِ ۚ وَلَا يَجْرِمَنَّكُمْ

کھڑے ہو جایا کرو اللہ کے واسطے گواہی دینے کو انصاف کی اور کسی قوم کی دشمنی

شَنَانُ قَوْمٍ عَلَىٰ إِلَّا تَعْدِلُوا ط اِعْدِلُوا قَدْ هُوَ أَقْرَبُ

کے باعث انصاف کو ہرگز نہ چھوڑو عدل کرو یہی بات زیادہ نزدیک ہے

لِلتَّقْوَىٰ ۚ وَاتَّقُوا اللَّهَ ط إِنَّ اللَّهَ خَبِيرٌ بِمَا تَعْمَلُونَ ۝

تقویٰ سے اور ڈرتے رہو اللہ سے اللہ کو خوب خبر ہے جو تم کرتے ہو

وَعَدَ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ ۖ لَهُمْ

وعدہ کیا اللہ نے ایمان والوں سے اور جو نیک عمل کرتے ہیں کہ ان کے واسطے

مومنوں کے عہد کی تذکیر غالباً یہ عہد وہ ہی ہے جو سورہ بقرہ کے آخر میں مومنین کی زبان سے نقل فرمایا تھا۔ وَقَالُوا سَمِعْنَا وَأَطَعْنَا غُفْرَانَكَ رَبَّنَا وَإِلَيْكَ الْمَصِيرُ (سورہ بقرہ رکوع ۴۰) جب صحابہ رضی اللہ عنہم آنحضرت ﷺ کے دست مبارک پر بیعت کرتے تھے، اس وقت بھی یہ اقرار کرتے تھے کہ ہم اپنی استطاعت کے موافق آپ کی ہر بات کو سنیں گے اور مانیں گے خواہ ہمارے منشاء اور طبیعت کے موافق ہو یا خلاف۔ یہ تو عام عہد تھا۔ اسکے بعد بعض ارکان اسلام یا مناسب حال اہم چیزوں کے متعلق خصوصیت سے بھی عہد لیا جاتا تھا گویا اس سورت کے شروع میں جو "أَوْفُوا بِالْعُقُودِ" فرمایا تھا، درمیان میں بہت سے احسانات کا ذکر کر کے جن کو سن کر ایقائے عہد کی مزید ترغیب ہوتی ہے پھر وہ ہی اصلی سبق یاد دلایا گیا۔

ایک شریف اور حیا دار آدمی کی گردن اپنے محسن اعظم کے سامنے جھک جانی چاہئے۔ مردت و شرافت اور آئندہ مزید احسانات کی توقع اسی کو مقتضی ہے کہ بندہ اس منعم حقیقی کا بالکل تابع فرمان بن جائے، خصوصاً جب کہ زبان سے اطاعت و وفاداری کا پختہ عہد و اقرار بھی کر چکا ہے ممکن ہے حق تعالیٰ کی بے انتہا مہربانیاں دیکھ کر بندہ مغرور ہو جائے اس کی نعمتوں کی قدر اور اپنے قول و قرار کی کوئی پروا نہ کرے اس لئے فرمایا "وَ اتَّقُوا اللَّهَ" یعنی خدا سے ہمیشہ ڈرتے رہو۔ وہ ایک لمحہ میں تم سے سب نعمتیں چھین سکتا ہے اور ناشکری

اور بد عہدی کی سزا میں بہت سخت پکڑ سکتا ہے۔ بہر حال مروت، شرافت، امید اور خوف ہر چیز کا تقاضا یہ ہے کہ ہم اسکی مخلصانہ اطاعت اور وفاداری میں پوری مستعدی دکھلائیں۔ آگے وہ ”عَلَيْكُمْ بِذَاتِ الصُّدُورِ“ ہے ہم جو کچھ کریں گے وہ ہمارے اخلاص یا نفاق، ریا کاری یا قلبی نیاز مندی کو خوب جانتا ہے۔ فقط زبان سے ”سَمِعْنَا وَأَطَعْنَا“ کہنے یا شکر گزاری کی رسمی اور ظاہری نمائش سے ہم اسکو دھوکا نہیں دے سکتے۔

◆ **انصاف کی گواہی کا حکم** | اس سے پہلی آیت میں مومنین کو حق تعالیٰ کے احسانات اور اپنا عہد و پیمان یاد کرنے کا حکم دیا تھا۔ یہاں بتلا دیا کہ صرف زبان سے یاد کرنا نہیں، بلکہ عملی رنگ میں ان سے اس کا ثبوت مطلوب ہے۔ اس آیت میں اسی پر تنبیہ کی گئی ہے کہ اگر تم نے خدا کے بے شمار احسانات اور اپنے عہد و اقرار کو بھلا نہیں دیا تو لازم ہے کہ اس حسنِ حقیقی کے حقوق ادا کرنے اور اپنے عہد کو سچا کر دکھانے کے لئے ہر وقت کمر بستہ رہو اور جب کوئی حکم اپنے آقائے ولی نعمت کی طرف سے ملے فوراً تعمیل حکم کے لئے کھڑے ہو جاؤ اور خدا کے حقوق کے ساتھ مخلوق کے حقوق ادا کرنے میں بھی پوری جدوجہد اور اہتمام کرو۔ چنانچہ ”قَسْوَامِينَ لِلَّهِ“ میں ”حقوق اللہ کی“ اور ”شَهِدَاءَ بِالْقِسْطِ“ میں ”حقوق العباد“ کی طرف اشارہ ہے۔ اسی قسم کی آیتِ وَالْمُحْصَنَاتُ کے آخر میں گزر چکی ہے۔ صرف اس قدر فرق ہے وہاں ”بِالْقِسْطِ“ کو ”لِلَّهِ“ پر مقدم کر دیا ہے۔ شاید اس لئے کہ وہاں دور سے ”حقوق العباد“ کا ذکر چلا آ رہا تھا اور یہاں سے ”حقوق اللہ“ پر زیادہ زور دیا گیا ہے۔ اس لحاظ سے وہاں ”بِالْقِسْطِ“ کی اور یہاں ”لِلَّهِ“ کی تقدیم مناسب ہوئی۔ نیز یہاں لحاق میں مبعوض دشمن سے معاملہ کرنے کا ذکر ہے جس کے ساتھ ”قسط“ کو یاد دلانے کی ضرورت ہے اور ”سورۃ نساء“ کے لحاق میں محبوب چیزوں کا ذکر ہے اس لئے وہاں سب سے بڑے محبوب (اللہ) کو یاد دلایا گیا۔

◆ **عدل و انصاف کی تاکید** | ”عدل“ کا مطلب ہے کسی شخص کے ساتھ بدون افراط و تفریط کے وہ معاملہ کرنا جس کا وہ واقعی مستحق ہے عدل و انصاف کی ترازو ایسی صحیح اور برابر ہونی چاہئے کہ عمیق سے عمیق محبت اور شدید سے شدید عداوت بھی اسکے دونوں پہلوں میں سے کسی پہلو کو جھکانے سکے۔

◆ **عدل و انصاف سے تقویٰ حاصل ہوتا ہے** | جو چیزیں شرعاً مہلک یا کسی درجہ میں مضر ہیں ان سے بچاؤ کرتے رہنے سے جو ایک خاص نورانی کیفیت آدمی کے دل میں راسخ ہو جاتی ہے اسکا نام ”تقویٰ“ ہے۔ تحصیل تقویٰ کے اسباب قریب و بعید بہت سے ہیں۔ تمام اعمالِ حسنہ اور خصالِ خیر کو اسکے اسباب و معذات میں شمار کیا جاسکتا ہے لیکن معلوم ہوتا ہے کہ ”عدل و قسط“ یعنی دوست و دشمن کے ساتھ یکساں انصاف کرنا اور حق کے معاملہ میں جذباتِ محبت و عداوت سے قطعاً مغلوب نہ ہونا، یہ خصلت حصول تقویٰ کے مؤثر ترین اور قریب ترین اسباب میں سے ہے۔ اسی لئے ”هُوَ أَقْرَبُ لِلتَّقْوَى“ فرمایا (یعنی یہ عدل جس کا حکم دیا گیا تقویٰ سے نزدیک تر ہے) کہ اسکی مزاولت کے بعد تقویٰ کی کیفیت بہت جلد حاصل ہو جاتی ہے۔

◆ یعنی ایسا عدل و انصاف جسے کوئی دوستی یا دشمنی نہ روک سکے اور جسکے اختیار کرنے سے آدمی کو متقی بنا سہل ہو جاتا ہے اسکے حصول کا واحد ذریعہ خدا کا ڈر اور اسکی شانِ انتقام کا خوف ہے۔ اور یہ خوف ”إِنَّ اللَّهَ خَبِيرٌ بِمَا تَعْمَلُونَ“ کے مضمون کا بار بار مراقبہ کرنے سے پیدا ہوتا ہے۔ جب کسی مومن کے دل میں یہ یقین متحضر ہوگا کہ ہماری کوئی چھپی یا کھلی حرکت حق تعالیٰ سے پوشیدہ نہیں تو اسکا قلب خشیتِ الہی سے لرزنے لگے گا جس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ وہ تمام معاملات میں عدل و انصاف کا راستہ اختیار کرے گا۔ اور احکامِ الہیہ کے امتثال کے لئے غلامانہ تیار رہے گا۔ پھر اس نتیجہ پر شمر وہ ملے گا جسے اگلی آیت میں بیان فرمایا ہے۔ وَعَدَّ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا... الخ۔

مَغْفِرَةً وَأَجْرٌ عَظِيمٌ ۝ وَالَّذِينَ كَفَرُوا وَكَذَّبُوا

بخشش اور بڑا ثواب ہے اور جن لوگوں نے کفر کیا اور جھٹلائیں

بِآيَاتِنَا أُولَٰئِكَ أَصْحَابُ الْجَحِيمِ ۝ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ

ہماری آیتیں وہ ہیں دوزخ والے اے ایمان والو

آمَنُوا أَذْكُرُوا نِعْمَتَ اللَّهِ عَلَيْكُمْ إِذْ هُمْ قَوْمٌ

یاد رکھو احسان اللہ کا اپنے اوپر جب قصد کیا لوگوں نے

أَنْ يَبْسُطُوا إِلَيْكُمْ أَيْدِيَهُمْ فَكَفَّ أَيْدِيَهُمْ عَنْكُمْ ۚ

کہ تم پر ہاتھ چلا دیں پھر روک دیے تم سے ان کے ہاتھ

وَاتَّقُوا اللَّهَ ۗ وَعَلَى اللَّهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُونَ ۝

اور ڈرتے رہو اللہ سے اور اللہ ہی پر چاہئے بھروسہ ایمان والوں کو

وَلَقَدْ أَخَذَ اللَّهُ مِيثَاقَ بَنِي إِسْرَائِيلَ ۖ وَبَعَثْنَا

اور لے چکا ہے اللہ عہد بنی اسرائیل سے اور مقرر کئے

مِنْهُمْ اثْنَيْ عَشَرَ نَقِيبًا ۗ وَقَالَ اللَّهُ إِنِّي مَعَكُمْ ۗ

ہم نے ان میں بارہ سردار اور کہا اللہ نے میں تمہارے ساتھ ہوں

لَئِنْ أَقَمْتُمُ الصَّلَاةَ وَآتَيْتُمُ الزَّكَاةَ وَآمَنْتُمْ

اگر تم قائم رکھو گے نماز اور دیتے رہو گے زکوٰۃ اور یقین لاؤ گے

بِرُسُلِي وَعَزَّرْتُمُوهُمْ وَأَقْرَضْتُمُ اللَّهُ قَرْضًا حَسَنًا

میرے رسولوں پر اور مدد کرو گے ان کی اور قرض دو گے اللہ کو اچھی طرح کا قرض

یعنی نہ صرف یہ کہ ان کو تائبوں کو معاف کر دیں گے جو بمقتضائے بشریت رہ جاتی ہیں بلکہ عظیم الشان اجر و ثواب بھی عطا فرمائیں گے۔ یہ پہلے فریق کے بالمقابل اس جماعت کی سزا دیکھی گئی جس نے قرآن کریم کے ان صاف و صریح حقائق کو جھٹلایا یا ان نشانات کی تکذیب کی جو سچائی کی طرف رہنمائی کرنے کے لئے خدا کی طرف سے دکھلائے جاتے ہیں۔

مومنوں پر اللہ کا احسان | عمومی احسانات یاد دلانے کے بعد بعض خصوصی احسان یاد دلاتے ہیں۔ یعنی قریش مکہ اور ان کے پیغمبروں نے حضور پر نور ﷺ کو صدمہ پہنچانے اور اسلام کو مٹانے کے لئے کس قدر ہاتھ پاؤں مارے مگر حق تعالیٰ کے فضل و رحمت نے انکا کوئی داؤ چلنے نہ دیا۔ اس احسان عظیم کا اثر یہ ہونا چاہئے کہ مسلمان غلبہ اور قابو حاصل کر لینے کے باوجود اپنے دشمنوں کو ہر قسم کے ظلم اور زیادتی سے محفوظ رکھیں اور جوش انتقام میں عدل و انصاف کا رشتہ ہاتھ سے نہ چھوڑیں جیسا کہ پچھلی آیات میں اسکی تاکید کی گئی ہے ممکن ہے کسی کو یہ شبہ گذرے کہ ایسے معاند دشمنوں کے حق میں اس قدر رواداری کی تعلیم کہیں اصول سیاست کے خلاف تو نہ ہوگی۔ کیونکہ ایسا نرم برتاؤ دیکھ کر مسلمانوں کے خلاف شریروں اور بد باظنوں کی جرأت بڑھ جانے کا قوی احتمال ہے اس کا اثر ان الفاظ اللہ و علی اللہ فالینو شکل النون سے فرمایا۔ یعنی مومن کی سب سے بڑی سیاست ”تقویٰ“ اور ”توکل علی اللہ“ (خدا سے ڈرنا اور اسی پر بھروسہ کرنا) ہے۔ خدا سے ڈرنے کا مطلب یہ ہے کہ ظاہر و باطن میں اس سے معاملہ صاف رکھو اور جو عہد و قرار کئے ہیں ان میں پوری وفاداری دکھاتے رہو۔ پھر بجز اللہ کسی سے کوئی خطرہ نہیں۔ اگلی آیت میں ہماری عبرت کے لئے ایک ایسی قوم کا ذکر فرمایا جس نے خدا سے ڈر کر بد عہدی اور غداری کی تھی وہ کس طرح ذلیل و خوار ہوئی۔

یعنی کچھ امت نے یہ بنی کی خصوصیت نہیں پہلی امتوں سے بھی عہد لئے جا چکے ہیں۔

بنی اسرائیل کے بارہ سردار | بنی اسرائیل کے بارہ قبائل میں سے بارہ سردار حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جن لئے تھے جن کے نام بھی مفسرین نے تورات سے نقل کئے ہیں، ان کا فرض یہ تھا کہ وہ اپنی قوم پر عہد پورا کرنے کی تاکید اور انکے احوال کی نگرانی رہیں۔ عجب اتفاق یہ ہے کہ ہجرت سے پہلے جب ”انصار“ نے ”لیلۃ العقبہ“ میں نبی کریم ﷺ کے ہاتھ پر بیعت کی تو ان میں سے بھی بارہ ہی ”نقیب“ نامزد ہوئے۔ ان ہی بارہ آدمیوں نے اپنی قوم کی طرف سے حضور کے دست مبارک پر بیعت کی تھی۔ جابر بن سمرہ کی ایک حدیث میں نبی کریم ﷺ نے اس امت کے متعلق جو بارہ خلفاء کی پیشین گوئی فرمائی ان کا عدد بھی ”نقبائے بنی اسرائیل“ کے عدد کے موافق ہے اور مفسرین نے تورات سے نقل کیا ہے کہ حضرت اسمعیل علیہ السلام سے حق تعالیٰ نے فرمایا کہ ”میں تیری نیت میں سے بارہ سردار پیدا کروں گا۔“ غالباً یہی وہی ”بارہ“ ہیں جن کا ذکر جابر بن سمرہ کی حدیث میں ہے۔

یا تو یہ خطاب بارہ سرداروں کو ہے یعنی تم اپنا فرض ادا کرو، میری حمایت اور امداد تمہارے ساتھ ہے۔ یا سب بنی اسرائیل کو، کہ میں تمہارے ساتھ ہوں۔ یعنی کسی وقت تم مجھے اپنے سے دور مت سمجھو۔ جو کچھ معاملہ تم سزا یا عطا کر دو گے وہ ہر جگہ اور ہر وقت میں دیکھ رہا اور سن رہا ہوں۔ اس لئے جو کچھ کرو خیر دار ہو کر کرو۔

بنی اسرائیل سے اللہ کا عہد | یعنی جو رسول حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بعد آتے رہیں گے ان سب کی تصدیق کرو گے اور دلی تعظیم سے پیش آؤ گے اور دشمنان حق کے مقابلہ پر انکا پورا ساتھ دو گے، جان سے بھی اور مال سے بھی۔

خدا کو قرض دینے سے مراد اس کے دین اور اس کے پیغمبروں کی حمایت میں مال خرچ کرنا ہے۔ جس طرح روپیہ قرض دینے والا اس امید پر دیتا ہے کہ اس کا روپیہ واپس مل جائے گا اور قرض لینے والا اسکے ادا کرنے کو اپنے ذمہ پر لازم کر لیتا ہے، اسی طرح خدا ہی کی دی ہوئی جو چیز یہاں اسی کے راستہ میں خرچ کی جائے گی وہ ہرگز کم یا کم نہیں ہوگی، حق تعالیٰ نے کسی مجبوری سے نہیں محض اپنے فضل و کرم سے اپنے ذمہ لازم فرمایا ہے کہ وہ نیز تم کو عظیم الشان نفع کی صورت میں واپس کر دے۔

انہی طرح سے مراد یہ ہے کہ اخلاص سے دو اور اپنے محبوب و مرغوب اور پاک و صاف مال میں سے دو۔

لَا كُفْرَانَ عَنكُمْ سَيِّئَاتِكُمْ وَلَا دُخْلَنَكُمْ جَنَّتِ

تو البتہ دور کرونگا میں تم سے گناہ تمہارے اور داخل کروں گا تم کو باغوں میں

تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ ۚ فَمَنْ كَفَرَ بَعْدَ ذَلِكَ

کہ جن کے نیچے بہتی ہیں نہریں ﴿۱۱﴾ پھر جو کوئی کافر ہوا تم میں سے اس کے

مِنْكُمْ فَقَدْ ضَلَّ سَوَاءَ السَّبِيلِ ﴿۱۲﴾ فَبِمَا نَقْضِهِمْ

بعد تو وہ بے شک گمراہ ہوا سیدھے راستے سے ﴿۱۲﴾ سو ان کے عہد

مِيثَاقَهُمْ لَعَنَّاهُمْ وَجَعَلْنَا قُلُوبَهُمْ قَسِيَةً ۚ

توڑنے پر ہم نے ان پر لعنت کی ﴿۱۳﴾ اور کر دیا ہم نے ان کے دلوں کو سخت

يُحَرِّفُونَ الْكَلِمَ عَن مَّوَاضِعِهَا ۚ وَنَسُوا حَظًّا مِمَّا

پھرتے ہیں کلام کو اُس کے ٹھکانے سے ﴿۱۴﴾ اور بھول گئے نفع اٹھانا اس نصیحت سے جو

ذُكِّرُوا بِهِ ۚ وَلَا تَزَالُ تَطَّلِعُ عَلَى خَائِنَةٍ مِّنْهُمْ

ان کو کی گئی تھی ﴿۱۵﴾ اور ہمیشہ تو مطلع ہوتا رہتا ہے ان کی کسی دغا پر ﴿۱۵﴾

إِلَّا قَلِيلًا مِّنْهُمْ فَاعْفُ عَنْهُمْ وَاصْفَحْ ۗ إِنَّ اللَّهَ

مگر تھوڑے لوگ ان میں سے ﴿۱۶﴾ سو معاف کر اور درگزر کر ان سے اللہ دوست رکھتا ہے

يُحِبُّ الْمُحْسِنِينَ ﴿۱۷﴾ وَمِنَ الَّذِينَ قَالُوا إِنَّا نَصْرُكَ

احسان کرنے والوں کو ﴿۱۷﴾ اور وہ جو کہتے ہیں اپنے کو نصاریٰ ﴿۱۸﴾

﴿۱۸﴾ یعنی نیکیاں جب کثرت سے ہوں تو وہ برائیوں کو دہالتی ہیں۔ جب آدمی خدا کے عہد کو پورا کرنے کی کوشش میں لگا رہے تو حق تعالیٰ اسکی کمزوریوں کو دور کر کے اپنی خوشنودی اور قرب کے مکان میں جگہ دیتا ہے۔

﴿۱۹﴾ یعنی ایسے صاف اور پختہ عہد و پیمان کے بعد بھی جو شخص خدا کا وفادار ثابت نہ ہو اور غدرو خیانت پر کمر بستہ ہو گیا تو سمجھ لو کہ اس نے

کامیابی اور نجات کا سیدھا راستہ گم کر دیا۔ نہیں کہا جاسکتا کہ وہ ہلاکت کے کس گڑھے میں جا کر گرے گا۔ بنی اسرائیل سے جن باتوں کے عہد لینے کا یہاں ذکر ہے وہ یہ ہیں نماز، زکوٰۃ، پیغمبروں پر ایمان لانا، انکی جان و مال سے مدد کرنا۔ ان میں سے پہلی عبادت بدنی ہے، دوسری مالی، تیسری قلبی مع لسانی، چوتھی فی الحقیقت تیسری کی اخلاقی تکمیل ہے۔ گویا ان چیزوں کو ذکر کر کے اشارہ فرما دیا کہ جان و مال اور قلب و قالب ہر چیز سے خدا کی اطاعت اور وفا شعاری کا اظہار کرو۔ لیکن بنی اسرائیل نے جن جن کراہتیں ایک عہد کی خلاف ورزی کی۔ کسی قول و قرار پر قائم نہ رہے۔ ان عہد شکنیوں کا جو نتیجہ ہوا اسے اگلی آیت میں بیان فرماتے ہیں۔

◆ یہودیوں پر نقض عہد کی وجہ سے لعنت "لعن" کے معنی طرد و ابعاد کے ہیں۔ یعنی عہد شکنی اور غداری کی وجہ سے ہم نے اپنی رحمت سے انہیں دور پھینک دیا۔ اور انکے دلوں کو سخت کر دیا "فَبِمَا نَقْضِهِمْ مِيثَاقَهُمْ" کے لفظ سے ظاہر فرما دیا کہ انکے ملعون اور سنگدل ہونے کا سبب عہد شکنی اور بے وفائی ہے جو خود انہی کا فعل ہے۔ اسباب پر مسبب کا مرتب کرنا چونکہ خدا ہی کا کام تھا اس لحاظ سے جَعَلْنَا قُلُوبَهُمْ قَاسِيَةً کی نسبت اسی کی طرف کی گئی۔

◆ یہودیوں کی کلام اللہ میں تحریف | یعنی خدا کے کلام میں تحریف کرتے ہیں کبھی اسکے الفاظ میں، کبھی معنی میں، کبھی تلاوت میں۔ تحریف کی یہ سب اقسام قرآن کریم اور کتب حدیث میں بیان کی گئی ہیں۔ جس کا قدرے اعتراف آج کل بعض یورپین عیسائیوں کو بھی کرنا پڑا ہے۔

◆ یہودیوں کی محرومی | یعنی چاہئے تو یہ تھا کہ ان قیمتی نصیحتوں سے فائدہ اٹھاتے جو مثلاً نبی آخر الزمان کی آمد اور دوسرے مہمات دینیہ کے متعلق انکی کتابوں میں موجود تھیں مگر اپنی غفلتوں اور شرارتوں میں پھنس کر یہ سب بھول گئے بلکہ نصیحتوں کا وہ ضروری حصہ ہی گم کر دیا اور اب بھی جو نصیحتیں اور مفید باتیں خاتم النبیین ﷺ کی زبان سے انکو یاد دلائی جاتی ہیں انکا کوئی اثر قبول نہیں کرتے۔ حافظ ابن رجب حنبلی نے لکھا ہے کہ "نقض عہد" کے سبب سے ان میں دو باتیں آئیں۔ "ملعونیت" اور "قسوت قلب" ان دونوں کا نتیجہ یہ دو چیزیں ہوئیں "تحریف کلام اللہ" اور "عدم انتفاع بالذکر" یعنی لعنت کے اثر سے انکا دماغ مسوخ ہو گیا حتیٰ کہ نہایت بے باکی اور بد عقلی سے کتب سماویہ کی تحریف پر آمادہ ہو گئے۔ دوسری طرف جب عہد شکنی کی نحوست سے دل سخت ہو گئے تو قبول حق اور نصیحت سے متاثر ہونے کا مادہ نہ رہا اس طرح علمی اور عملی دونوں قسم کی قوتیں ضائع کر بیٹھے۔

◆ یعنی انکی دغا بازی اور خیانت کا سلسلہ آج تک چل رہا ہے اور آئندہ بھی چلتا رہے گا۔ اسی لئے ہمیشہ ان کی کسی نہ کسی دغا بازی اور مکرو فریب پر آپ مطلع ہوتے رہتے ہیں۔

◆ یعنی عبداللہ بن سلام وغیرہ جو اسلام میں داخل ہو چکے۔

◆ آنحضرت ﷺ کو عفو و درگزر کا حکم | یعنی جب انکی عادت قدیر ہی یہ ہے تو ایسے لوگوں سے ہر جزئی پر الجھنے اور انکی ہر خیانت کا پردہ فاش کرنے کی ضرورت نہیں، ان کو چھوڑیے اور درگزر کیجئے اور انکی برائی کا بدلہ عفو و احسان سے دیجئے شاید اسی سے کچھ متاثر ہوں۔ قتادہ وغیرہ نے کہا ہے یہ آیت مسوخ ہے۔ قَاتِلُوا الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَلَا بِالْيَوْمِ الْآخِرِ..... الخ سے مگر اس کی کچھ حاجت نہیں۔ قتال کے حکم سے یہ لازم نہیں آتا کہ کسی وقت اور کسی موقع پر بھی ایسی قوم کے مقابلہ میں عفو و درگزر اور تالیف قلب سے کام نہ لیا جاسکے۔

◆ لفظ نصاریٰ کی تشریح | "نصاریٰ" کا ماخذ یا تو "نصر" ہے جس کے معنی مدد کرنے کے ہیں اور یا "ناصرہ" کی طرف نسبت ہے جو ملک شام میں اس ہستی کا نام ہے جہاں حضرت مسیح علیہ السلام رہے تھے۔ اسی لئے انکو "مسیح نصاریٰ" کہتے ہیں۔ جو لوگ اپنے کو "نصاریٰ" کہتے تھے وہ گویا اس بات کے مدعی تھے کہ ہم خدا کے سچے دین اور پیغمبروں کے حامی و ناصر اور حضرت مسیح نصاریٰ کے متبع ہیں اس زبانی دعوے اور نفسی تفاخر کے باوجود دین کے معاملہ میں جو رویہ تھا وہ آگے ذکر کیا گیا ہے۔

أَخَذْنَا مِيثَاقَهُمْ فَنَسُوا حَظًّا مِمَّا ذُكِّرُوا بِهِ ۖ فَأَغْرَيْنَا

ان سے بھی لیا تھا ہم نے عہد ان کا پھر بھول گئے نفع اٹھانا اس نصیحت سے جو ان کو کی گئی تھی ♦ پھر ہم نے نکادی

بَيْنَهُمُ الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَاءَ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ ۗ وَسَوْفَ

آپس میں ان کے دشمنی اور کینہ ♦ قیامت کے دن تک ♦ اور آخر

يُنَبِّئُهُمُ اللَّهُ بِمَا كَانُوا يَصْنَعُونَ ﴿۱۴﴾ يَا أَهْلَ الْكِتَابِ

جناورے گا ان کو اللہ جو کچھ کرتے تھے ♦ اے کتاب والو

قَدْ جَاءَكُمْ رَسُولُنَا يُبَيِّنُ لَكُمْ كَثِيرًا مِمَّا كُنْتُمْ

تحقیق آیا ہے تمہارے پاس رسول ہمارا ظاہر کرتا ہے تم پر بہت سی چیزیں جن کو تم

تُخْفُونَ مِنَ الْكِتَابِ وَيَعْفُو عَنْ كَثِيرٍ ۗ قَدْ جَاءَكُمْ

چھپاتے تھے کتاب میں سے اور درگزر کرتا ہے بہت چیزوں سے ♦ بے شک تمہارے پاس آئی ہے

مِّنَ اللَّهِ نُورٌ وَكِتَابٌ مُّبِينٌ ﴿۱۵﴾ يَهْدِي بِهِ اللَّهُ

اللہ کی طرف سے روشنی اور کتاب ظاہر کرنے والی جس سے اللہ ہدایت کرتا ہے

مَنْ اتَّبَعَ رِضْوَانَهُ سُبُلَ السَّلَامِ وَيُخْرِجُهُمُ

اس کو جو تابع ہوا اس کی رضا کا سلامتی کی راہیں اور ان کو نکالتا ہے

مِّنَ الظُّلُمَاتِ إِلَى النُّورِ بِإِذْنِهِ وَيَهْدِيهِمْ إِلَى

اندھیروں سے روشنی میں اپنے حکم سے اور ان کو چلاتا ہے

صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ ﴿۱۶﴾ لَقَدْ كَفَرَ الَّذِينَ قَالُوا إِنَّ

سیدھی راہ ♦ بے شک کافر ہوئے جنہوں نے کہا کہ

یعنی یہود کی طرح ان سے بھی عہد لیا گیا لیکن یہ بھی عہد شکنی اور بے وفائی میں اپنے پیشرووں سے کچھ کم نہیں رہے۔ انہوں نے بھی ان بیش بہا نصائح سے جن پر نجات و فلاح ابدی کا مدار تھا کوئی فائدہ نہ اٹھایا "بائبل" میں نصیحتوں کا وہ حصہ باقی ہی نہ چھوڑا جو حقیقتہً مذہب کا مغز تھا۔

اہل کتاب کی آپس میں دائمی بغض و عداوت | یعنی باہم "نصاری" میں یا "یہود" اور "نصاری" دونوں میں عداوتیں اور جھگڑے ہمیشہ کے لئے قائم ہو گئے۔ آسمانی سبق کو ضائع کرنے اور بھلا دینے کا جو نتیجہ ہونا چاہئے تھا وہ ہوا۔ یعنی جب وحی الہی کی اصلی روشنی ان کے پاس نہ رہی تو اوہام و اہوا کی اندھیریوں میں ایک دوسرے سے الجھنے لگے۔ مذہب تو نہ رہا پر مذہب کے جھگڑے رہ گئے۔ بیسیوں فرقے پیدا ہو کر اندھیرے میں ایک دوسرے سے ٹکرانے لگے۔ یہی فرقہ وارتصادم آخر کار آپس کی شدید ترین عداوت و بغض پر ختمی ہوا۔ کوئی شبہ نہیں کہ آج مسلمانوں میں بھی بے حد تفرق و تشتت اور مذہب تصادم موجود ہے لیکن چونکہ ہمارے پاس وحی الہی اور قانون سماوی بحمد اللہ بلا کم و کاست محفوظ ہے۔ اس لئے اختلافات کی موجودگی میں بھی مسلمانوں کی بہت بڑی جماعت برابر مرکز حق و صداقت پر قائم رہی ہے اور رہے گی۔ اسکے برخلاف "یہود" و "نصاری" کے اختلافات یا مثلاً "پروٹسٹنٹ" اور "رومن کیتھولک" وغیرہ فرقوں کی باہمی مخالفت میں کوئی ایک فریق بھی نہ آج شاہراہ حق و صداقت پر قائم ہے اور نہ قیامت تک ہو سکتا ہے۔ کیونکہ وہ وحی الہی کی روشنی کو جس کے بدون کوئی انسان خدا تعالیٰ اور اس کے قوانین کی صحیح معرفت نہیں کر سکتا اپنی بے اعتدالیوں اور غلط کاریوں سے ضائع کر چکے ہیں۔ اب جب تک وہ اس محرف "بائبل" کے دامن سے وابستہ رہیں گے محال ہے کہ قیامت تک ان کو روانہ اور محض بے اصول اختلافات اور فرقہ وارتصادم و عناد کی ظلمت سے نکل کر حق کا راستہ دیکھ سکیں اور نجات ابدی کی شاہراہ پر چل سکیں۔ باقی جو لوگ آج نفس مذہب خصوصاً عیسائیت کا مذاق اڑاتے ہیں اور جنہوں نے لفظ "مسیحیت" یا موجودہ "بائبل" کو محض چند سیاسی ضرورتوں کے لئے رکھ چھوڑا ہے اس آیت میں ان "نصاری" کا ذکر نہیں اور اگر مان لیا جائے کہ وہ بھی آیت کے تحت میں داخل ہیں تو انکی باہمی عداوتیں اور ایک دوسرے کے خلاف خفیہ ریشہ و انیال اور علانیہ محاربات بھی باخبر اصحاب پر پوشیدہ نہیں ہیں۔

یعنی جب تک وہ رہیں گے یہ اختلاف اور بغض و عناد بھی ہمیشہ رہے گا۔ یہاں "قیامت تک" کا لفظ ایسا ہے جیسے ہمارے محاورات میں کہہ دیتے ہیں کہ فلاں شخص تو قیامت تک بھی فلاں حرکت سے باز نہ آئے گا۔ اس کے یہ معنی نہیں ہوتے کہ وہ شخص قیامت تک زندہ رہے گا اور یہ حرکت کرتا رہے گا۔ مراد یہ ہے کہ اگر قیامت تک بھی زندہ رہے تو اس بات کو نہ چھوڑے گا۔ اسی طرح آیت میں "الی یوم القیامۃ" کا لفظ آنے سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ "یہود" و "نصاری" کا وجود قیامت تک رہے جیسا کہ ہمارے زمانے کے بعض مبطلین نے اپنی تفسیر میں لکھ دیا ہے۔

یعنی آخرت میں پوری طرح اور دنیا میں بھی بعض واقعات کے ذریعہ سے ان کو اپنی کرتوت کا نتیجہ معلوم ہو جائے گا۔

یہود و نصاریٰ کو اسلام کی دعوت | یہ سب "یہود" و "نصاری" کو خطاب ہے کہ وہ نبی آخر الزماں ﷺ جنکی آمد کی بشارات تمہاری کتابوں میں اس قدر تحریف ہونے پر بھی کسی نہ کسی عنوان سے موجود ہیں۔ تشریف لے آئے جن کے منہ میں خدا نے اپنا کلام ڈالا ہے اور جنہوں نے ان حقائق کی تکمیل کی جو حضرت مسیح ناتمام چھوڑ گئے تھے "تورات" و "انجیل" کی جن باتوں کو تم چھپاتے تھے اور بدل بدل کر بیان کرتے تھے ان میں کی سب ضروری باتیں اس نبی آخر الزماں نے ظاہر فرمادیں اور جن باتوں کی اب چنداں ضرورت نہ تھی ان سے درگزر کیا۔

شاید "نور" سے خود نبی کریم ﷺ اور "کتاب مبین" سے قرآن کریم مراد ہے۔ یعنی یہود و نصاریٰ جو وحی الہی کی روشنی کو ضائع کر کے اہوا و آراء کی تاریکیوں اور باہمی خلاف و شقاق کے گڑھوں میں پڑے دھکے کھا رہے ہیں جس سے نکلنے کا بحالت موجودہ قیامت تک امکان نہیں ان سے کہہ دو کہ خدا کی سب سے بڑی روشنی آگئی اگر نجات ابدی کے صحیح راستہ پر چلنا چاہتے ہو تو اس روشنی میں حق تعالیٰ کی رضا کے پیچھے چل پڑو سلامتی کی راہیں کھلی پاؤ گے اور اندھیرے سے نکل کر اجالے میں بے کھٹکے چل سکو گے۔ اور جسکی رضا کے تابع ہو کر چل رہے ہو اسی کی دہگیری سے صراط مستقیم کو بے تکلف طے کر لو گے۔

اللَّهُ هُوَ الْمَسِيحُ ابْنُ مَرْيَمَ ط قُلْ فَمَنْ يَمْلِكُ

اللہ تو وہی مسیح ہے مریم کا بیٹا تو کہہ دے پھر کس کا بس چل سکتا ہے

مِنَ اللَّهِ شَيْئًا إِنْ أَرَادَ أَنْ يُهْلِكَ الْمَسِيحَ ابْنَ

اللہ کے آگے اگر وہ چاہے کہ ہلاک کرے مسیح مریم کے

مَرْيَمَ وَأُمَّهُ وَمَنْ فِي الْأَرْضِ جَمِيعًا ط وَاللَّهُ

بیٹے کو اور اس کی ماں کو اور جتنے لوگ ہیں زمین میں سب کو اور اللہ ہی کے لیے ہے

مَلِكُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا ط يَخْلُقُ

سلطنت آسمانوں اور زمین کی اور جو کچھ درمیان ان دونوں کے ہے پیدا کرتا ہے

مَا يَشَاءُ ط وَاللَّهُ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ۝۱۴ وَقَالَتْ

جو چاہے اور اللہ ہر چیز پر قادر ہے اور کہتے ہیں

الْيَهُودُ وَالنَّصَارَىٰ نَحْنُ أَبْنَاءُ اللَّهِ وَأَحِبَّاؤُهُ ط قُلْ

یہود اور نصاریٰ ہم بیٹے ہیں اللہ کے اور اس کے پیارے تو کہہ

فَلِمَ يُعَذِّبُكُم بِذُنُوبِكُمْ بَلْ أَنْتُمْ بَشَرٌ مِّمَّنْ

پھر کیوں عذاب کرتا ہے تم کو تمہارے گناہوں پر کوئی نہیں بلکہ تم بھی ایک آدمی ہو اس کی

﴿حضرت عیسیٰ کی الوہیت کا ابطال﴾ یعنی مسیح کے علاوہ خدا کوئی اور چیز نہیں، کہتے ہیں کہ یہ عقیدہ نصاریٰ میں سے "فرقہ یعقوبیہ" کا

ہے جس کے نزدیک مسیح کے قالب میں خدا حلول کئے ہوئے ہے (معاذ اللہ) یا یوں کہا جائے کہ جب "نصاریٰ" حضرت مسیح کی نسبت "الوہیت" کے قائل ہیں اور ساتھ ہی توحید کا بھی زبان سے اقرار کرتے جاتے ہیں یعنی خدا ایک ہی ہے تو ان دونوں دعوؤں کا لازمی نتیجہ یہ ہے کہ ان کے نزدیک مسیح کے سوا کوئی خدا نہ ہو۔ بہر حال کوئی صورت لی جائے اس عقیدہ کے کفر صریح ہونے میں کیا شبہ ہو سکتا ہے۔

﴿یعنی اگر فرض کرو خدا نے قادر و قہار یہ چاہے کہ حضرت مسیح اور مریم اور اگلے بچھلے کل زمین پر بسنے والوں کو اکٹھا کر کے ایک دم میں ہلاک کر دے، تو تم ہی تلاءؤ کہ اس کا ہاتھ کون پکڑ سکتا ہے۔ یعنی ازل وابد کے سارے انسان بھی اگر فرض کرو مجتمع کر دیئے جائیں اور خدا ایک آن میں سب کو ہلاک کرنا چاہے تو سب کی اجتماعی قوت بھی خدا کے ارادہ کو تھوڑی دیر کے لیے ملتوی نہیں کر سکتی۔ کیونکہ

مخلوقات کی قدرت جو عطائی اور محدود ہے، خدا کی ذاتی اور لامحدود قدرت کے مقابلہ میں عاجز محض ہے جس کا اعتراف خود وہ لوگ بھی کرتے ہیں جن کے رد میں یہ خطاب کیا جا رہا ہے بلکہ خود مسیح ابن مریم بھی جن کو یہ لوگ خدا بنا رہے ہیں، اسکے معترف ہیں۔ چنانچہ مرقس کی انجیل میں حضرت مسیح کا یہ مقولہ موجود ہے۔ ”اے باپ ہر چیز تیری قدرت کے تحت میں ہے تو مجھ سے یہ (موت کا) پیالہ ٹلا دے اس طرح نہیں جو میں چاہتا ہوں بلکہ اس طرح جیسے تیرا ارادہ ہے“ پس جب حضرت مسیح علیہ السلام حکومت خدا کہتے ہو اور انکی والدہ ماجدہ مریم صدیقہ جو تمہارے زعم میں خدا کی ماں ہوئیں۔ وہ دونوں بھی تمام من فی الارض کے ساتھ مل کر خدا کی مشیت و ارادہ کے سامنے عاجز ٹھہرے تو خود سوچ لو کہ انکی یا انکی والدہ یا کسی اور مخلوق کی نسبت خدائی کا دعویٰ کرنا کس قدر گستاخی اور شوخ چیشمی ہوگی۔ آیت کی اس تقریر میں ہم نے ”ہلاک“ کو ”موت“ کے معنی میں لیا ہے۔ مگر جَمِيعًا کے لفظ کی تھوڑی سی وضاحت کر دی جو مدلول لفظ جَمِيعًا کا ہم نے بیان کیا وہ ائمہ عربیہ کی تصریحات کے مین موافق ہے۔ اس کے سوا یہ بھی ممکن ہے کہ آیت میں ”ہلاک“ کے معنی موت کے نہ لئے جائیں جیسا کہ راغب نے لکھا ہے کبھی ”ہلاک“ کے معنی ہوتے ہیں ”کسی چیز کا مطلقاً فنا اور نیست و نابود ہو جانا۔“ مثلاً كَلِمَ شَيْءٍ هَالِكٌ اِلَّا وَجْهَهُ یعنی خدا کی ذات کے سوا ہر چیز نابود ہونے والی ہے۔ اس معنی پر آیت کا مطلب یہ ہوگا کہ اگر خدائے قدر حضرت مسیح اور انکی والدہ اور تمام من فی الارض کو قطعاً نیست و نابود اور بالکل فنا کر ڈالنے کا ارادہ کر لے تو کون ہے جو اس کے ارادہ کو روک دے گا۔ اوست سلطان ہرچہ خواہد آں کند عالمی راددے ویراں کند۔ حضرت شاہ صاحب تحریر فرماتے ہیں کہ ”اللہ تعالیٰ کسی جگہ نبیوں کے حق میں ایسی بات فرماتے ہیں تاکہ انکی امت بندگی کی حد سے زیادہ نہ چڑھاوے والا نبی اس لائق کا ہے کہ اس کے مرتبہ عالی اور جاہت عند اللہ کا خیال کرتے ہوئے ایسا خطاب کیا جاتا۔ جو چاہے اور جس طرح چاہے۔ مثلاً حضرت ”مسیح“ کو بدون باپ کے حضرت ”حوا“ کو بدون ماں کے اور حضرت آدم علیہ السلام کو بدون ماں اور باپ کے پیدا کر دیا۔

کسی کا زور اسکے سامنے نہیں چل سکتا۔ سب اختیار برابر بھی وہاں مجبور ہیں۔

یہود و نصاریٰ کا ابناء اللہ ہونے کا دعویٰ شاید اپنے کو ”بیٹے“ یعنی اولاد اس لئے کہتے ہوں کہ ان کی ”بائیل“ میں خدانے اسرائیل (یعقوب علیہ السلام) کو اپنا پہلوانا بیٹا اور اپنے کو اسکا باپ کہا ہے۔ ادھر نصاریٰ حضرت مسیح علیہ السلام کو ”ابن اللہ“ مانتے ہیں تو اسرائیل کی اولاد اور حضرت مسیح کی امت ہونے کی وجہ سے غالباً ”ابناء اللہ“ کا لفظ اپنی نسبت استعمال کیا ہوگا اور یہ بھی ممکن ہے کہ ”بیٹا“ کہنے سے مراد یہ ہو کہ ہم خدا کے خواص اور محبوب ہونے کی وجہ سے گویا اولاد ہی جیسے ہیں۔ اس صورت میں ”ابناء“ کا حاصل وہ ہی ہو جائے گا جو لفظ ”أَجْبَاءُ“ کا ہے۔

چونکہ کسی مخلوق کا حقیقہ ”ابن اللہ“ ہونا بالکل محال اور بدیہی البطلان ہے اور خدا کا محبوب بن جانا ممکن تھا۔ نَسَبُهُمْ وَيُحِبُّونَهُ (مائدہ رکوع ۸) اس لئے اس جملہ میں اول ”محبوبیت“ (پیارے ہونے) کے دعوے کا رد کیا گیا یعنی جو قوم علانیہ بغاوتوں اور شدید ترین گناہوں کی بدولت یہاں بھی کئی طرح کی رسوائیوں اور عذاب میں گرفتار ہو چکی اور آخرت میں بھی جس دوام کی سزا کا عقلاً و نقلاً استحقاق رکھتی ہے۔ کیا ایسی باغی و عاصی قوم کی نسبت ایک لمحہ کے لئے بھی کوئی ذی شعور یہ خیال کر سکتا ہے کہ وہ خدا کی محبوب اور پیاری ہوگی؟ خدا سے کسی کا نسبی رشتہ نہیں۔ اسکا پیار اور اسکی محبت صرف اطاعت اور حسن عمل سے حاصل ہو سکتی ہے۔ ایسے کٹر مجرموں کو جو سخت سے سخت سزا کے مستحق اور موردِ عتاب ہیں چکے ہوں، شرمانا چاہئے کہ وہ ”نَحْنُ اَبْنَاؤُ اللّٰهِ وَاَجْبَاؤُهُ“ کا دعویٰ کریں۔ حضرت نوح علیہ السلام کے بیٹے کو باوجودیکہ انکا صلیبی بیٹا تھا خدانے فرمایا اِنَّهٗ لَيْسَ مِنْ اَهْلِكَ اِنَّهٗ عَمَلٌ غَيْرُ صَالِحٍ (ہود، رکوع ۴)

خَلَقَ ۖ یَغْفِرُ لِمَن یَشَاءُ ۖ وَیُعَذِّبُ مَن یَشَاءُ ۖ وَ

مخلوق میں ۱۱ جس کو چاہے بخشنے جس کو چاہے اور عذاب کرے جس کو چاہے اور

لِلَّهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَیْنَهُمَا ۗ وَرِیْءُ

اللہ ہی کے لیے ہے سلطنت آسمانوں اور زمین کی اور جو کچھ دونوں کے بیچ میں ہے اور اسی کی طرف

الْمَصِیْرُ ۗ ۱۸ یَا اَهْلَ الْکِتٰبِ قَدْ جَاءَ کُمْ رَسُوْلُنَا

لوٹ کر جانا ہے ۱۲ اے کتاب والو آیا ہے تمہارے پاس رسول ہمارا

یُبَیِّنُ لَکُمْ عَلٰی فِتْرَةٍ مِّنَ الرَّسْلِ اَنْ تَقُوْلُوْا مَا

کھولتا ہے تم پر ۱۳ رسولوں کے انقطاع کے بعد کبھی تم کہنے لگو کہ ہمارے پاس

جَاءَنَا مِنْ بَشِیْرٍ وَّلَا نَذِیْرٍ ۗ قَدْ جَاءَ کُمْ بَشِیْرٌ

آ آیا کوئی خوشی یا ڈرسانے والا سو آچکا تمہارے پاس خوشی

وَنَذِیْرٌ ۗ وَاللّٰهُ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ۗ ۱۹ وَاِذْ قَالَ

اور ڈرسانے والا ۱۴ اور اللہ ہر چیز پر قادر ہے ۱۵ اور جب کہا

مُوْسٰی لِقَوْمِہٖ یَقَوْمِ اذْکُرُوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ عَلَیْکُمْ

موسیٰ نے اپنی قوم کو اے قوم یاد کرو احسان اللہ کا اپنے اوپر

اِذْ جَعَلَ فِیْکُمْ اَنْبِیَآءَ ۖ وَجَعَلَکُمْ مَّلُوْکًا ۖ وَاَتٰکُمْ

جب پیدا کئے تم میں نبی اور کر دیا تم کو بادشاہ اور دیا تم کو

۱۶ "بَشِیْرٌ" اصل لغت میں کھال کی اوپر والی سطح کو کہتے ہیں۔ تھوڑی سی مناسبت سے آدمی کو "بشر" کہنے لگے۔ شاید اس لفظ کے یہاں اختیار کرنے میں یہ نکتہ ہو کہ تم کو خدا کا بیٹا اور پیارا تو درکنار، شریف اور ممتاز انسان بھی نہیں کہا جاسکتا۔ صرف بشرہ اور شکل و صورت کے لحاظ سے خدا کے پیدا کئے ہوئے ایک معمولی آدمی کہلائے جاسکتے ہو جن کی پیدائش بھی اسی معنوں پر ہی سے ہوئی ہے جس طرح عام انسانوں کی ہوتی ہے۔ پھر بھلا "انبیت" کا وہم کدھر سے راہ پاسکتا ہے۔

◆ کیونکہ وہ ہی جانتا ہے کہ کون بخشنے کے لائق ہے اور کسے سزا دی جائے۔

◆ تو جسے وہ اپنی رحمت اور حکمت سے معاف کرنا چاہے یا عدل و انصاف سے سزا دینا چاہے اس میں کون مزاحم ہو سکتا ہے نہ کسی مجرم کے لئے یہ گنجائش ہے کہ اسکے قلمرو آسمان و زمین سے باہر نکل جائے اور نہ یہ کہ مرنے کے بعد دوسری زندگی میں کہیں اور بھاگ جائے۔

◆ اہل کتاب کو رسول اللہ کی اطاعت کا حکم | یعنی ہمارے احکام و شرائع نہایت توضیح کے ساتھ کھول کھول کر بیان کرتے ہیں۔

اس رکوع کے شروع سے ”بنی اسرائیل“ (یہود و نصاریٰ) کی مختلف قسم کی شرارتوں اور حماقتوں کو بیان فرما کر یہ بتلایا تھا کہ اب ہمارا رسول تمہارے پاس آچکا جو تمہاری غلط کاریوں کو واضح کرتا ہے اور تم کو ظلمت سے نکال کر نور کی طرف لے جانا چاہتا ہے۔ اس کے بعد اس پر متنبہ فرمایا کہ اب نور ہدایت کی طرف جانا دو چیزوں پر موقوف ہے۔ ایک یہ کہ خدا تعالیٰ کی صحیح معرفت حاصل کرو اور مخلوق و خالق کے تعلق کے متعلق غلط عقیدے مت۔ جماد۔ لَقَدْ كَفَرَ الَّذِينَ قَالُوا إِنَّ اللَّهَ هُوَ الْمَسِيحُ ابْنُ مَرْيَمَ“ سے یہاں تک اسی جزو کا بیان تھا۔ دوسری چیز یہ ہے کہ نبی الانبیاء ﷺ پر ایمان لاؤ جو تمام انبیائے سابقین کے کمالات کے جامع اور شرائع الہیہ کے سب سے بڑے اور آخری شارح ہیں۔ اس جزو کا بیان اس آیت یَا أَهْلَ الْكِتَابِ قَدْ جَاءَكُمْ رَسُولُنَا يُبَيِّنُ لَكُمْ عَلَى فَتْرَةٍ مِّنْكُمْ مَا كُنْتُمْ تَكْفُرُونَ... الخ میں کیا گیا ہے۔

◆ حضرت مسیح علیہ السلام کے بعد تقریباً چھ سو برس سے انبیاء کی آمد کا سلسلہ منقطع ہو چکا تھا۔ ساری دنیا الاماشاء اللہ جبل، غفلت اور اوہام و ابواء کی تاریکیوں میں پڑی تھی۔ ہدایت کے چراغ گل ہو چکے تھے۔ ظلم و عدوان اور فساد و الحاد کی گھٹا تمام آفاق پر چھا رہی تھی۔ اس وقت سارے جہان کی اصلاح کے لئے خدا نے سب سے بڑا ”ہادی“ اور ”نذیر“ و ”بشیر“ بھیجا، جو جاہلوں کو فلاح دارین کے راستے بتلائے۔ غافلوں کو اپنے انذار و تحریف سے بیدار کرے اور پست ہمتوں کو بشارتیں سنا کر ابھارے۔ اس طرح ساری مخلوق پر خدا کی حجت تمام ہو گئی۔ کوئی مانے یا نہ مانے۔

◆ یعنی تم اگر اس پیغمبر کی بات نہ مانو گے تو خدا کو قدرت ہے کہ کوئی دوسری قوم کھڑی کر دے جو اسکے پیغام کو پوری طرح قبول کرے گی اور پیغمبر کا ساتھ دے گی، خدا کا کام کچھ تم پر موقوف نہیں۔

◆ موضح القرآن میں ہے کہ حضرت ابراہیم اپنے باپ کا وطن چھوڑ نکلے اللہ کی راہ میں اور ملک شام میں آ کر ٹھہرے اور مدت تک انکے اولاد نہ ہوئی تب اللہ نے بشارت دی کہ تیری اولاد بہت پھیلاؤں گا اور زمین شام انکو دوں گا اور نبوت، دین، کتاب اور سلطنت ان میں رکھوں گا۔ پھر حضرت موسیٰ کے وقت وہ وعدہ پورا کیا۔ بنی اسرائیل کو فرعون کی بیگاری سے خلاص کیا اور اس کو غرق کیا اور انکو فرمایا کہ جہاد کرو و عاقبت سے، ملک شام فتح کر لو۔ پھر ہمیشہ وہ ملک شام تمہارا ہے حضرت موسیٰ نے بارہ شخص بارہ قبائل بنی اسرائیل پر سردار کئے تھے ان کو بھیجا کہ اس ملک کی خبر لاؤ وہ خبر لائے تو ملک شام کی بہت خوبیاں بیان کیں اور وہاں جو عاقلہ مسلط تھے انکا زور قوت بیان کیا۔ حضرت موسیٰ نے انکو کہا کہ تم قوم کے سامنے ملک کی خوبی بیان کرو اور دشمن کی قوت کا ذکر مت کرو۔ ان میں سے دو شخص اس حکم پر رہے اور دس نے خلاف کیا۔ قوم نے سنا تو نامردی کرنے لگی اور چاہا کہ پھر لائے مصر چلے جائیں۔ اس تقصیر کی وجہ سے چالیس برس فتح میں دیر لگی۔ اس قدر مدت جنگوں میں بھٹکتے پھرتے رہے۔ جب اس قرن کے لوگ مر چکے مگر وہ دو شخص کہ وہ ہی حضرت موسیٰ کے بعد خلیفہ ہوئے انکے ہاتھ سے فتح ہوئی۔

◆ بنی اسرائیل پر اللہ کی نعمتوں کا ذکر | یعنی تمہارے جد اعلیٰ حضرت ابراہیم سے لیکر آج تک کتنے نبی تم میں پیدا کئے۔ مثلاً حضرت اسمعیل، اسحاق، یعقوب، یوسف اور خود موسیٰ و ہارون علیہم الصلوٰۃ والسلام پھر ان کے بعد بھی یہی سلسلہ مدت دراز تک ان میں قائم رکھا۔

◆ یعنی فرعونوں کی ذلیل ترین غلامی سے آزادی دلا کر انکے اموال و املاک پر قبضہ کیا اور اس سے پہلے تم ہی میں سے حضرت یوسف علیہ السلام کو مصر کے خزان اور سلطنت پر کیسا تسلط عطا فرمایا۔ پھر مستقبل میں بھی حضرت سلیمان وغیرہ نبی اور بادشاہ پیدا کئے گویا دین اور دنیا دونوں کی اعلیٰ نعمتوں سے تم کو سرفراز کیا۔ کیونکہ دینی مناصب میں سب سے بڑا منصب نبوت اور دنیوی اقبال کی آخری حد آزادی اور بادشاہت ہے، یہ دونوں چیزیں مرحمت کی گئیں۔

مَا لَمْ يُوتَ أَحَدًا مِّنَ الْعَالَمِينَ ﴿۲۰﴾ يَقَوْمِ ادْخُلُوا

اے قوم داخل ہو

♦ جہان میں

جو نہیں دیا تھا کسی کو

الْأَرْضَ الْمُقَدَّسَةَ الَّتِي كَتَبَ اللَّهُ لَكُمْ وَلَا

اور نہ

♦ جو مقرر کر دی ہے اللہ نے تمہارے واسطے

زمین پاک میں

تَرْتَدُّوا عَلَآءِ بَارِكُمْ فَتَنْقَلِبُوا خَسِرِينَ ﴿۲۱﴾ قَالُوا

بولے

♦ پھر جا پڑو گے نقصان میں

لوٹو اپنی پیٹھ کی طرف

يُوسَىٰ إِنَّ فِيهَا قَوْمًا جَبَّارِينَ ﴿۲۲﴾ وَإِنَّا لَنَدْخُلُهَا

اور ہم ہرگز وہاں نہ جاویں گے

♦ وہاں ایک قوم ہے زبردست

اے موسیٰ

حَتَّىٰ يَخْرُجُوا مِنْهَا ۚ فَإِن يَخْرُجُوا مِنْهَا فَإِنَّا

تو ہم ضرور

♦ پھر اگر وہ نکل جاویں گے اس میں سے

یہاں تک کہ وہ نکل جاویں اس میں سے

دٰخِلُونَ ﴿۲۳﴾ قَالَ رَجُلٌ مِّنَ الَّذِينَ يَخَافُونَ أَنْعَمَ

کہ خدا کی نوازش تھی

♦ اللہ سے ڈرنے والوں میں سے

کہا دو مردوں نے

♦ داخل ہوں گے

اللَّهُ عَلَيْهِمَا ادْخُلُوا عَلَيْهِمُ الْبَابَ ۚ فَإِذَا دَخَلْتُمُوهُ

پھر جب تم اس میں گھس جاؤ گے

♦ گھس جاؤ ان پر حملہ کر کے دروازہ میں

♦ ان دو پر

فَأِنَّكُمْ غٰلِبُونَ ۚ وَعَلَى اللَّهِ فَتَوَكَّلُوا إِن كُنْتُمْ

اگر یقین

♦ اور اللہ پر بھروسہ کرو

♦ تو تم ہی غالب ہو گئے

مُؤْمِنِينَ ﴿۲۴﴾ قَالُوا يٰيُوسَىٰ إِنَّا لَنَكُدْ خُلُوعًا أَبَدًا

ساری عمر

♦ ہم ہرگز نہ جاویں گے

اے موسیٰ

بولے

♦ رکھتے ہو

یعنی اس وقت جب موسیٰ علیہ السلام کو یہ خطاب فرما رہے تھے بنی اسرائیل پر تمام دنیا کے لوگوں سے زیادہ خدا کی نوازشیں ہوئیں اور اگر ”أَحَدًا مِّنَ الْعَالَمِينَ“ کو عموم پر حمل کیا جائے تو یہ اس لئے صحیح نہیں کہ امت محمدیہ کی نسبت خود قرآن میں تصریح ہے۔ كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ (آل عمران رکوع ۱۲) اور وَكَذَلِكَ جَعَلْنَاكُمْ أُمَّةً وَسَطًا لِتَكُونُوا شُهَدَاءَ عَلَى النَّاسِ (بقرہ رکوع ۱۷)

یہودیوں کو ارض مقدس میں داخلے کا حکم اور ان کی بزدلی | یعنی خدا نے پیشتر حضرت ابراہیم سے وعدہ فرمایا تھا کہ تیری اولاد کو یہ ملک دوں گا وہ وعدہ ضرور پورا ہونا ہے۔ خوش قسمت ہونگے وہ لوگ جن کے ہاتھوں پر پورا ہو۔

یعنی جہاد فی سبیل اللہ میں بزدلی اور پست ہمتی دکھا کر غلامی کی زندگی کی طرف مت بھاگو۔

یعنی بہت قوی بیگل، تنومند اور پُر رعب۔

یعنی مقابلہ کی ہمت ہم میں نہیں۔ ہاں بدون ہاتھ پاؤں ہلائے کچی پکائی کھالیں گے۔ آپ معجزہ کے زور سے انہیں نکال دیں۔

وہ دو شخص حضرت یوشع بن نون اور کالب بن یوفنا تھے جو خدا سے ڈرتے تھے۔ اسی لئے عمالقہ وغیرہ کا کچھ ڈران کو نہ رہا۔ ہر کہ ترسید از حق و تقویٰ گزید ترسدا زوے جن وانس و ہر کہ دید

یعنی ہمت کر کے شہر کے پھانک تک تو چلو پھر خدا تم کو غالب کرے گا۔ خدا اسی کی مدد کرتا ہے جو خود بھی اپنی مدد کرے۔

توکل کا مفہوم | معلوم ہوا کہ اسباب مشروعہ کو ترک کرنا توکل نہیں۔ ”توکل“ یہ ہے کہ کسی نیک مقصد کے لئے انتہائی کوشش اور جہاد کرے۔ پھر اسکے مشروٹ ہونے کے لئے خدا پر بھروسہ رکھے اپنی کوشش پر نازاں اور مغرور نہ ہو۔ باقی اسباب مشروعہ کو چھوڑ کر خالی امیدیں باندھتے رہنا توکل نہیں تعطل ہے۔

مَا دَامُوا فِيهَا فَاذْهَبْ أَنْتَ وَرَبُّكَ فَقَاتِلَا إِنَّا

جب تک وہ رہیں گے اس میں سو تو جا اور تیرا رب اور تم دونوں لڑو ہم

هَهُنَا قَعِدُونَ ﴿۲۴﴾ قَالَ رَبِّ إِنِّي لَا أَمْلِكُ إِلَّا

تو یہیں بیٹھے ہیں ﴿۲۴﴾ بولا اے رب میرے اختیار میں نہیں مگر

نَفْسِي وَأَخِي فَافْرِقْ بَيْنَنَا وَبَيْنَ الْقَوْمِ الْفَاسِقِينَ ﴿۲۵﴾

میری جان اور میرا بھائی ﴿۲۵﴾ سو جدائی کر دے تو ہم میں اور اس نافرمان قوم میں

قَالَ فَإِنَّهَا مُحَرَّمَةٌ عَلَيْهِمْ أَرْبَعِينَ سَنَةً ۖ

فرمایا تحقیق وہ زمین حرام کی گئی ہے ان پر چالیس برس

يَتَّبِعُونَ فِي الْأَرْضِ فَلَا تَأْسَ عَلَى الْقَوْمِ

سرمارتے پھریں گے ملک میں سو تو افسوس نہ کر نافرمان

الْفَاسِقِينَ ﴿۲۶﴾ وَأَنْتَ عَلَيْهِمْ نَبَأُ ابْنِي آدَمَ بِالْحَقِّ ۖ

لوگوں پر ﴿۲۶﴾ اور سنا ان کو حال واقعی آدم کے دو بیٹوں کا ﴿۲۶﴾

﴿۱﴾ یہ اس قوم کا مقولہ ہے جو نَحْنُ أَبْنَاءُ اللَّهِ وَأَحِبَّاؤُهُ کا دعویٰ رکھتی تھی مگر یہ گستاخانہ کلمات ان کے مستمر ترمذیوں سے کچھ بھی مستبعد نہیں۔

﴿۲﴾ حضرت موسیٰ کی دعا حضرت موسیٰ علیہ السلام نے سخت دلگیر ہو کر یہ دعا فرمائی۔ چونکہ تمام قوم کی عدول حکمی اور بزدلانہ عصیان کو مشاہدہ فرما رہے تھے۔ اس لئے دعا میں بھی اپنے اور اپنے بھائی ہارون علیہ السلام کے سوا کہ وہ بھی نبی معصوم تھے اور کسی کا ذکر نہیں کیا۔ یوشع اور کالب بھی دونوں کے ساتھ تبعاً آ گئے۔

﴿۳﴾ مسلمانوں اور یہود کا اس حکم میں موازنہ یعنی جدائی کی دعاسی اور ظاہری طور پر تو قبول نہ ہوئی۔ ہاں معنایاً جدائی ہو گئی کہ وہ سب تو عذاب الہی میں گرفتار ہو کر حیران و سرگرداں پھرتے تھے اور حضرت موسیٰ و ہارون علیہما السلام پیغمبرانہ اطمینان اور پورے قلبی سکون کے ساتھ اپنے منصب ارشاد و اصلاح پر قائم رہے۔ جیسے کسی بستی میں عام وبا پھیل پڑے اور ہزاروں بیماروں کے

وقف کا لفظ

تفسیر عثمانی

مجمع میں دو چار تندرست اور قوی القلب ہوں جو انکے معالجہ، چارہ سازی اور تفقہ احوال میں مشغول رہیں۔ اگر ”فافرُق بَيْنَنَا“ کا ترجمہ ”جدائی کر دے“ کی جگہ ”فیصلہ کر دے“ ہوتا تو یہ مطلب زیادہ واضح ہو جاتا۔ حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں کہ یہ سب قصہ اہل کتاب کو سنایا اس پر کہ تم پیغمبر آخر الزمان کی رفاقت نہ کرو گے جیسے تمہارے اجداد نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی رفاقت چھوڑ دی تھی اور جہاد سے جان چڑھائے تھے تو یہ نعمت اوروں کو نصیب ہوگی۔ چنانچہ نصیب ہوئی۔ ایک لمحہ کے لئے اس سارے رکوع کو سامنے رکھ کر اُمتِ محمدیہ کے احوال پر غور کیجئے ان پر خدا کے وہ انعامات ہوئے جو نہ پہلے کسی امت پر ہوئے نہ آئندہ ہونگے۔ ان کے لئے خاتم الانبیاء سید الرسل ﷺ کو ابدی شریعت دیکر بھیجا۔ ان میں وہ علماء اور ائمہ پیدا کئے جو باوجود غیر نبی ہونے کے انبیاء کے وظائف کو نہایت خوش اسلوبی سے انجام دیتے رہے۔ ایسے خلفاء نبی علیہ السلام کے بعد امت کے قائم بنے جنہوں نے سارے جہان کو اخلاق اور اصول سیاست وغیرہ کی ہدایت کی۔ اس اُمت کو بھی جہاد کا حکم ہوا۔ عمالقہ کے مقابلہ میں نہیں روئے زمین کے تمام جبارین کے مقابلہ میں۔ محض سرزمین ”شام“ فتح کرنے کے لئے نہیں بلکہ شرق و غرب میں کلمۃ اللہ بلند کرنے اور فتنہ کی جڑ کاٹنے کیلئے بنی اسرائیل سے خدا نے ارض مقدسہ کا وعدہ کیا تھا لیکن اس امت سے یہ فرمایا وَعَدَ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْأَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِينَهُمُ الَّذِي ارْتَضَىٰ لَهُمْ وَلَيُبَدِّلَنَّهُمْ مِنْ بَعْدِ خَوْفِهِمْ أَمْنًا (نور، رکوع ۷) اگر بنی اسرائیل کو موسیٰ علیہ السلام نے جہاد میں پیٹھ پھیرنے سے منع کیا تھا تو اس امت کو بھی خدا نے اس طرح خطاب کیا يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا قَاتِلْتُمُ الَّذِينَ كَفَرُوا زَاحِفًا فَلَا تُؤَلُّوهُمْ إِلَّا ذُنَابًا (انفال، رکوع ۲) انجام یہ ہوا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے رفقاء تو عمالقہ سے ڈر کر یہاں تک گذرے کہ اِذْهَبْ أَنْتَ وَرَبُّكَ فَقَاتِلَا إِنَّا هُنَا قَاعِدُونَ۔ تم اور تمہارا پروردگار جا کر لڑو ہم یہاں بیٹھے ہیں لیکن اصحاب محمد ﷺ نے یہ کہا کہ خدا کی قسم اگر آپ سمندر کی موجوں میں گھس جانے کا حکم دیں گے تو ہم اسی میں کود پڑیں گے اور ایک شخص بھی ہم میں سے علیحدہ نہیں رہے گا۔ امید ہے کہ خدا آپ کو ہماری طرف سے وہ چیز دکھائے گا جس سے آپ کی آنکھیں ٹھنڈی ہو جائیں گی۔ ہم اپنے پیغمبر کے ساتھ ہو کر اس کے دائیں اور بائیں آگے اور پیچھے ہر طرف جہاد کریں گے۔ خدا کے فضل سے ہم وہ نہیں ہیں جنہوں نے موسیٰ علیہ السلام سے کہہ دیا تھا ”اِذْهَبْ أَنْتَ وَرَبُّكَ فَقَاتِلَا إِنَّا هُنَا قَاعِدُونَ“ اسی کا یہ نتیجہ ہے کہ جتنی مدت بنی اسرائیل فتوحات سے محروم ہو کر ”وادی تہ“ میں بھٹکتے رہے اس سے کم مدت میں محمد رسول اللہ ﷺ کے اصحاب نے مشرق و مغرب میں ہدایت و ارشاد کا جھنڈا گاڑ دیا۔ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ وَرَضُوا عَنْهُ ذَلِكَ لِمَنْ خَشِيَ رَبَّهُ۔

◆ **قائیل اور ہانیل کا قصہ** یعنی آدم کے دو صلیبی بیٹوں کا وہانیل کا قصہ انکو سناؤ۔ کیونکہ اس قصہ میں ایک بھائی کے دوسرے بھائی کی مقبولیت اور تقویٰ پر حسد کرنے اور اسی غیظ میں اسکو ناحق قتل کر ڈالنے کا ذکر ہے اور ناحق خون کرنے کے عواقب بیان کئے ہیں۔ پچھلے رکوع میں یہ بتلایا تھا کہ بنی اسرائیل کو جب یہ حکم دیا گیا کہ ظالموں اور جابروں سے قتال کرو تو خوف زدہ ہو کر بھاگنے لگے۔ اب ہانیل و قائیل کا قصہ سنانا اس کی تمہید ہے کہ متقی اور مقبول بندوں کا قتل جو شدید ترین جرائم میں سے ہے اور جس سے ان لوگوں کو بے انتہا تہدید و تشدید کے ساتھ منع کیا گیا تھا اس کے لئے یہ ملعون ہمیشہ کیسے مستعد اور تیار نظر آتے ہیں۔ پہلے بھی کتنے نبیوں کو قتل کیا اور آج بھی خدا کے سب سے بڑے پیغمبر کے خلاف ازراہ بغض و حسد کیسے کیسے منصوبے گانٹتے رہتے ہیں۔ گویا ظالموں اور شریروں کے مقابلہ سے جان چرانا اور بے گناہ معصوم بندوں کے خلاف قتل و آسری سازشیں کرنا، یہ اس قوم کا شیوہ رہا ہے اور اس پر نَحْنُ أَبْنَاءُ اللَّهِ وَأَحِبَّاؤُهُ كَادَعَوْنِي لِيُخْرِجَنِي مِنْهَا وَأَسَاءُنِي فَأَعْرَضَنِي عَنْهَا فَلَمَّا فَرَغَ كَلِمَاتِي سَمِعْتُمُونَهَا فَلَا تَتَذَكَّرُونَ (مائدہ، رکوع ۱) اس تقریر کے موافق قائیل و ہانیل کا قصہ، پھر اس پر مِنْ أَجْلِ ذَلِكَ كَتَبْنَا عَلَىٰ بَنِي إِسْرَائِيلَ نِيلَ الْآيَةِ كِتَابًا فِيهِ نَحْنُ نَسْمِعُكَ لِقَائِي يَوْمَئِذٍ وَأَنْتَ كَذَّابٌ (مائدہ، رکوع ۱) کی تفسیر، یہ سب تمہید ہوگی اس مضمون کی جو اس قصہ اور تفریح کے ختم پر فرمایا ”وَلَقَدْ جَاءَتْهُمْ رُسُلُنَا بِالْبَيِّنَاتِ ثُمَّ إِنَّ كَثِيرًا مِنْهُمْ بَعْدَ ذَلِكَ فِي الْأَرْضِ لَمُسْرِفُونَ إِنَّمَا جَزَاءُ الَّذِينَ يُحَارِبُونَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ... الخ۔“

إِذْ قَرَّبَا قُرْبَانًا فَتُقْبَلُ مِنْ أَحَدِهِمَا وَلَمْ يُتَقَبَلْ

جب نیاز کی دونوں نے کچھ نیاز اور مقبول ہوئی ایک کی اور نہ مقبول ہوئی

مِنَ الْآخِرِ ط قَالَ لَا قُتْلُكَ ط قَالَ إِنَّمَا يُتَقَبَلُ

دوسرے کی کہا میں تجھ کو مار ڈالوں گا وہ بولا اللہ قبول کرتا ہے

اللَّهُ مِنَ الْمُتَّقِينَ ﴿۲۷﴾ لَئِنْ بَسَطْتَ إِلَىٰ يَدِكَ

تو پرہیزگاروں سے اگر تو ہاتھ چلا دے گا مجھ پر

لِتَقْتُلَنِي مَا أَنَا بِبَاسٍ يَدِي إِلَيْكَ لِأَقْتُلَكَ هـ

مارنے کو میں نہ ہاتھ چلاؤں گا تجھ پر مارنے کو

إِنِّي أَخَافُ اللَّهَ رَبَّ الْعَالَمِينَ ﴿۲۸﴾ إِنِّي أُرِيدُ

میں ڈرتا ہوں اللہ سے جو پروردگار ہے سب جہان کا میں چاہتا ہوں

أَنْ تَبُوءَ بِإِثْمِي وَإِثْمِكَ فَتَكُونَ مِنْ أَصْحَابِ

کہ تو حاصل کرے میرا گناہ اور اپنا گناہ پھر ہو جاوے تو دوزخ والوں میں

النَّارِ وَذَلِكَ جَزَاُ الظَّالِمِينَ ﴿۲۹﴾ فَطَوَّعَتْ لَهُ

میں اور یہی ہے سزا ظالموں کی پھر اس کو راضی کیا اس کے

نَفْسَهُ قَتَلَ أَخِيهِ فَقَتَلَهُ فَأَصْبَرَ مِنَ الْخَسِرِينَ ﴿۳۰﴾

نفس نے خون پر اپنے بھائی کے پھر اس کو مار ڈالا سو ہو گیا نقصان اٹھانے والوں میں

فَبَعَثَ اللَّهُ غُرَابًا يَبْحَثُ فِي الْأَرْضِ لِيُرِيَهُ

پھر بھیجا اللہ نے ایک کوا جو کریدتا تھا زمین کو تاکہ اس کو دکھلاوے

❖ یعنی آدم علیہ السلام دستور کے موافق جو لڑکی ہانپل کے نکاح میں دینا چاہتے تھے قاتیل اسکا طلب گار ہوا۔ آخر حضرت آدم کے اشارہ سے دونوں نے خدا کے لئے کچھ نیاز کی کہ جس کی نیاز مقبول ہو جائے لڑکی اسی کو دے دی جائے۔ آدم علیہ السلام کو غالباً یہ یقین تھا کہ ہانپل ہی کی نیاز مقبول ہوگی چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ آتش آسمانی ظاہر ہوئی اور ہانپل کی نیاز کو کھا گئی۔ یہ ہی علامت اس وقت قبول عند اللہ کی تھی۔

❖ قاتیل یہ دیکھ کر آتشِ حسد میں جلنے لگا اور بجائے اسکے کہ مقبولیت کے وسائل اختیار کرتا غیظ و غضب میں اپنے حقیقی بھائی کو قتل کی دھمکیاں دینے لگا۔

❖ یعنی ہانپل نے کہا کہ میرا اس میں کیا قصور ہے۔ خدا کے یہاں کسی کی زبردستی نہیں چلتی تقویٰ چلتا ہے۔ گویا میری نیاز جو قبول کر لی گئی اسکا سبب تقویٰ ہے۔ تو بھی اگر تقویٰ اختیار کر لے تو خدا کو تجھ سے کوئی ضد نہیں۔

❖ حضرت شاہ صاحب فرماتے ہیں کہ اگر کوئی ناحق کسی کو مارنے لگے اسکو رخصت ہے کہ ظالم کو مارے اور اگر صبر کرے تو شہادت کا درجہ ہے اور یہ حکم اپنے مسلمان بھائی کے مقابلہ میں ہے۔ ورنہ جہاں انتقام و مدافعت میں شرعی مصلحت و ضرورت ہو وہاں ہاتھ پاؤں توڑ کر بیٹھنا جائز نہیں۔ مثلاً کافروں یا باغیوں سے قتال کرنا۔ وَالَّذِينَ إِذَا أَصَابَهُمُ الْبَغْيُ هُمْ يَنْتَصِرُونَ (شوریٰ رکوع ۴۴)

❖ ہانپل کا خوفِ خدا یعنی میں تجھ سے ڈر کر نہیں بلکہ خدا سے ڈر کر یہ چاہتا ہوں کہ جہاں تک شرعاً گنجائش ہے بھائی کے خون میں اپنے ہاتھ رنگین نہ کروں۔ ایوب سختیانی فرماتے تھے کہ امت محمدیہ میں سے پہلا شخص جس نے اس آیت پر عمل کر کے دکھلایا حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ ہے (ابن کثیر) جنہوں نے اپنا گلا کٹوا دیا لیکن اپنی رضا سے کسی مسلمان کی انگلی نہ کٹنے دی۔

❖ یعنی میرے قتل کا گناہ بھی اپنے دوسرے گناہوں کے ساتھ حاصل کر لے۔ ابن جریر نے مفسرین کا اجماع نقل کیا ہے کہ ”بِإِثْمِي“ کے معنی یہی ہیں۔ باقی جنہوں نے یہ لکھا ہے کہ قیامت میں مظلوم کے گناہ ظالم پر ڈالے جائیں گے وہ مضمون بھی ایک حیثیت سے صحیح ہے مگر محققین کے نزدیک وہ اس آیت کی تفسیر نہیں۔ اب ہانپل کے کلام کا حاصل یہ ہوا کہ اگر تو نے یہ ہی ٹھان لی ہے کہ میرے قتل کا وبال اپنے سر رکھے تو میں نے بھی ارادہ کر لیا ہے کہ کوئی مدافعت اپنی جانب سے نہ کروں حتیٰ کہ ترکِ عزیمت کا حرف بھی مجھ پر نہ آنے پائے۔

❖ یعنی تیرے عمر بھر کے گناہ تجھ پر ثابت رہیں اور میرے خون کا گناہ چڑھے اور مظلومیت کی وجہ سے میرے گناہ اتریں (موضح القرآن)

❖ شاید ابتداء میں کچھ جھجک ہوگی۔ شدہ شدہ نفس امارہ نے خیال پختہ کر دیا اور یہی کیفیت عموماً معاصی کی ابتدا میں ہوتی ہے۔
❖ ظلم اور قطع رحم کی سزا دنیا میں | دنیوی خسران تو یہ کہ ایسا نیک بھائی جو قوت بازو بننا ہاتھ سے کھویا اور خود پاگل ہو کر مرا۔ حدیث میں ہے کہ ”ظلم“ اور ”قطع رحم“ دو گناہ ایسے ہیں جنکی سزا آخرت سے پہلے یہاں بھی ملتی ہے اور آخر دی خسران یہ کہ ظلم، قطع رحم، قتل عمد اور بد امنی کا دروازہ دنیا میں کھول دینے سے ان سب گناہوں کی سزا کا مستوجب ہو اور آئندہ بھی جتنے اس نوعیت کے گناہ دنیا میں کئے جائیں گے سب میں بانی ہونے کی وجہ سے اسکی شرکت رہی جیسا کہ حدیث میں مصرح ہے۔

كَيْفَ يُوَارِي سَوْءَةَ أَخِيهِ ط قَالَ يُوِيكُنِي أَعْجَزْتُ

کس طرح چھپاتا ہے لاش اپنے بھائی کی بولا اے افسوس مجھ سے اتنا نہ ہو سکا

أَنْ أَكُونَ مِثْلَ هَذَا الْغُرَابِ فَأُوَارِي سَوْءَةَ

کہ ہوں کہ میں چھپاؤں لاش اپنے بھائی کے اس کو ہے کی برابر

أَخِي ۚ فَأَصْبِرْ مِنَ النُّدَمِ بَيْنَ ۖ ﴿۳۱﴾ مِنْ أَجْلِ ذَلِكَ ۚ

کی پھر لگا پھرتا ہے کی اسی سبب سے

كَتَبْنَا عَلَى بَنِي إِسْرَائِيلَ أَنَّهُ مَنْ قَتَلَ نَفْسًا

لکھا ہم نے بنی اسرائیل پر کہ جو کوئی قتل کرے ایک جان

بِغَيْرِ نَفْسٍ أَوْ فَسَادٍ فِي الْأَرْضِ فَكَأَنَّمَا قَتَلَ

کو بلا عوض جان کے یا بغیر فساد کرنے کے ملک میں تو گویا قتل کر ڈالا

النَّاسَ جَمِيعًا ۚ وَمَنْ أَحْيَاهَا فَكَأَنَّمَا أَحْيَا

اس نے سب لوگوں کو اور جس نے زندہ رکھا ایک جان کو تو گویا زندہ کر دیا

النَّاسَ جَمِيعًا ۚ وَلَقَدْ جَاءَتْهُمْ رُسُلُنَا بِالْبَيِّنَاتِ ۚ

سب لوگوں کو اور لائے چکے ہیں ان کے پاس رسول ہمارے کھلے ہوئے حکم

ثُمَّ إِنَّ كَثِيرًا مِّنْهُمْ بَعْدَ ذَلِكَ فِي الْأَرْضِ

پھر بہت لوگ ان میں سے اس پر بھی ملک میں

لَمُسْرِفُونَ ۚ ﴿۳۲﴾ إِنَّمَا جَزَاءُ الَّذِينَ يُحَارِبُونَ اللَّهَ

دست درازی کرتے ہیں یہی سزا ہے ان کی جو لڑائی کرتے ہیں اللہ سے

مَعَانِفًا ۚ وَأُولَٰئِكَ عَلَيْهِمْ ذُلٌّ وَاللَّهُ سَلِيمٌ ۚ

◆ ہابیل کی لاش کی تدفین | چونکہ اس سے پہلے کوئی انسان مرانہ تھا اس لئے قتل کے بعد اسکی سمجھ میں نہ آیا کہ لاش کو کیا کرے۔ آخر ایک کوئے کو دیکھا کہ زمین کرید رہا ہے یا دوسرے مردہ کوئے کو مٹی بنا کر زمین میں چھپا رہا ہے۔ اسے دیکھ کر کچھ عقل آئی کہ میں بھی اپنے بھائی کی لاش کو دفن کر دوں اور افسوس بھی ہو کہ میں عقل و فہم اور بھائی کی ہمدردی میں اس جانور سے بھی گیا گذرا ہوا شاید اسی لئے حق تعالیٰ نے ایک ادنیٰ جانور کے ذریعہ سے اسے تنبیہ فرمائی کہ وہ اپنی وحشت اور حماقت پر کچھ شرمائے۔ جانوروں میں کوئے کی یہ خصوصیت ہے کہ اپنے بھائی کی لاش کو کھلا چھوڑ دینے پر بہت شور مچاتا ہے۔

◆ پچھتا نا وہ نافع ہے جس کے ساتھ گناہ سے معذرت و انکسار اور فکر و تدارک بھی ہو۔ اس موقع پر اسکا پچھتا نا حق تعالیٰ کے عصیان پر نہیں بلکہ اپنی بد حالی پر تھا جو قتل کے بعد اسے لاحق ہوئی۔

◆ یعنی ناحق قتل میں جو دنیوی اور اخروی خسران ہے اور جو بد نتائج اس پر مرتب ہوتے ہیں حتیٰ کہ خود قاتل بھی اس حرکت کے بعد بسا اوقات پچھتا تا اور کف افسوس ملتا ہے۔ اسی سبب سے ہم نے بنی اسرائیل کو یہ ہدایت کی کہ اٹخ۔

◆ ایک بے گناہ قتل تمام انسانوں کا قتل ہے | ملک میں فساد کرنے کی بہت سی صورتیں ہیں۔ مثلاً اہل حق کو دین حق سے روکے یا پیغمبروں کی اہانت کرے یا "العیاذ باللہ" مرتد ہو کر اپنے وجود سے دوسروں کو مرتد ہونے کی ترغیب دے و قس علیٰ ذالک۔

◆ یعنی اول روئے زمین پر بڑا گناہ یہ ہی ہوا کہ قابیل نے ہابیل کو قتل کیا۔ اسکے بعد رسم پڑ گئی۔ اسی سبب سے توریت میں اس طرح فرمایا کہ "ایک کو مارا جیسے سب کو مارا" یعنی ایک کے ناحق خون کرنے سے دوسرے بھی اس جرم پر دلیر ہوتے ہیں۔ تو اس حیثیت سے جو شخص ایک کو قتل کر کے بدامنی کی جز قائم کرتا ہے گویا وہ سب انسانوں کو قتل اور عام بدامنی کا دروازہ کھول رہا ہے اور جو کسی ایک کو زندہ کرتا یعنی کسی ظالم قاتل کے ہاتھ سے بچاتا ہے گویا وہ اپنے عمل سے سارے انسانوں کو بچانے اور مامون کرنے کی دعوت دے رہا ہے۔

◆ مترجم رحمہ اللہ نے "بینات" سے کھلے ہوئے حکم مراد لئے۔ اور یہ بھی ممکن ہے کہ بینات سے وہ کھلے کھلے نشان مراد لئے جائیں جن سے کسی پیغمبر کے من عند اللہ ہونے کی تصدیق ہوتی ہو۔

◆ یعنی "بنی اسرائیل" کے بہت سے لوگ ایسے کھلے نشان دیکھ کر اور ایسے کھلے احکام سن کر بھی اپنے ظلم و طغیان اور دست درازیوں سے باز نہ آئے انبیائے معصومین کو قتل اور آپس میں ناحق خون کرنا انکا ہمیشہ سے وتیرہ رہا ہے اور آج بھی خاتم الانبیاء ﷺ کے (معاذ اللہ) قتل یا ایذا رسانی اور مسلمانوں کی تذلیل کے لئے ہر قسم کی ناپاک سازشیں کرتے رہتے ہیں اور اتنا نہیں سمجھتے کہ جب حکم تو رات کے موافق کیف یا اتفق کسی ایک آدمی کا ناحق مار ڈالنا اتنا بڑا جرم ہے کہ گویا اسکا قاتل تمام دنیا کے انسانوں کا قاتل ہے تو دنیا کے سب سے زیادہ کامل و اکمل انسان اور سب سے زیادہ مقبول و مقدس جماعت کے قتل و ایذا رسانی کے درپے ہونا اور ان سے لڑائی اور مقابلہ کے لئے کمر باندھنا خدا کے نزدیک کتنا بھاری جرم ہوگا۔ خدا کے سفراء سے لڑائی تو درحقیقت خدا ہی سے لڑائی کرنا ہے۔ شاید اسی لئے اگلی آیت میں ان لوگوں کی دنیوی اور اخروی سزا کا ذکر کیا گیا ہے جو خدا اور پیغمبر سے لڑائی کرتے ہیں یا دنیا میں طرح طرح کے فساد پھیلا کر "مُنسِرٍ فُؤُنٍ فِی النَّارِضِ" کے مصداق بنتے ہیں۔

وَرَسُولُهُ وَيَسْعَوْنَ فِي الْأَرْضِ فَسَادًا أَنْ يُقَتَّلُوا

اور اس کے رسول سے اور دوڑتے ہیں ملک میں فساد کرنے کو ♦ کہ ان کو قتل کیا جائے

أَوْ يُصَلَّبُوا أَوْ تُقَطَّعَ أَيْدِيهِمْ وَأَرْجُلُهُمْ مِّنْ

یا سولی چڑھائے جاویں یا کانٹے جاویں ان کے ہاتھ اور پاؤں مخالف

خِلَافٍ أَوْ يُنْفَوْا مِنَ الْأَرْضِ ۗ ذَٰلِكَ لَهُمْ

جانب سے ♦ یا دور کر دیے جاویں اس جگہ سے ♦ یہ ان کی

خِزْيٌ فِي الدُّنْيَا وَلَهُمْ فِي الْآخِرَةِ عَذَابٌ

رسوائی ہے دنیا میں اور ان کے لیے آخرت میں بڑا

عَظِيمٌ ۗ إِلَّا الَّذِينَ تَابُوا مِن قَبْلِ أَنْ تَقْدِرُوا

عذاب ہے ♦ مگر جنہوں نے توبہ کی تمہارے قابو پانے سے

عَلَيْهِمْ ۗ فَاعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَّحِيمٌ ﴿٣٣﴾ يَا أَيُّهَا

پہلے تو جان لو کہ اللہ بخشنے والا مہربان ہے ♦ اے

الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ ۖ وَابْتَغُوا إِلَيْهِ الْوَسِيلَةَ

ایمان والو ڈرتے رہو اللہ سے اور ڈھونڈو اس تک وسیلہ ♦

وَجَاهِدُوا فِي سَبِيلِهِ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ ﴿٣٥﴾ إِنَّ

اور جہاد کرو اس کی راہ میں تاکہ تمہارا بھلا ہو ♦ جو

الَّذِينَ كَفَرُوا لَوْ أَنَّ لَهُمْ مَّا فِي الْأَرْضِ جَمِيعًا

لوگ کافر ہیں اگر ان کے پاس ہو جو کچھ زمین میں ہے سارا

❖ بدامنی پھیلانے والوں کی سزا | یعنی بدامنی کرنے کو اکثر مفسرین نے اس جگہ رہزنی اور ڈکیتی مراد لی ہے مگر الفاظ کو عموم پر رکھا جائے تو مضمون زیادہ وسیع ہو جاتا ہے آیت کی جوشان نزول احادیث صحیحہ میں بیان ہوئی وہ بھی اسی کو مقتضی ہے کہ الفاظ کو ان کے عموم پر رکھا جائے "اللہ اور اسکے رسول سے جنگ کرنا" یا "زمین میں فساد اور بدامنی پھیلانا یہ دو لفظ ایسے ہیں جن میں کفار کے حملے، ارتداد کا فتنہ، رہزنی، ڈکیتی، ناحق قتل و نہب، بجرمانہ سازشیں اور مغویانہ پروپیگنڈا سب داخل ہو سکتے ہیں اور ان میں سے ہر جرم ایسا ہے جس کا ارتکاب کرنے والا ان چار سزاؤں میں سے جو آگے مذکور ہیں کسی نہ کسی سزا کا ضرور مستحق ٹھہرتا ہے۔

❖ یعنی واہنا ہاتھ اور باہیاں پاؤں۔

❖ کہیں اور لیجا کر نہیں قید کر دیں کما ہونڈ ہب الامام ابی حنیفہ رحمۃ اللہ۔

❖ ڈاکوؤں کے احوال چار ہو سکتے تھے۔ (۱) قتل کیا ہو مگر مال لینے کی نوبت نہ آئی (۲) قتل بھی کیا اور مال بھی لیا (۳) مال چھین لیا مگر قتل نہیں کیا (۴) نہ مال چھین سکے نہ قتل کر سکے قصد اور تیاری کرنے کے بعد ہی گرفتار ہو گئے۔ چاروں حالتوں میں بالترتیب یہ ہی چار سزائیں ہیں جو بیان ہوئیں۔

❖ توبہ سے حقوق اللہ کی معافی | یعنی مذکورہ بالا سزائیں جو حدود اور حق اللہ کے طور پر تھیں وہ گرفتاری سے قبل توبہ کر لینے سے معاف ہو جاتی ہیں۔ حقوق العباد معاف نہیں ہوں گے۔ مثلاً اگر کسی کا مال لیا تھا تو ضمان دینا ہوگا، قتل کیا تھا تو قصاص لیا جائے گا۔ ہاں ان چیزوں کے معاف کرنے کا حق صاحب مال اور ولی مقتول کو حاصل ہے (تنبیہ) اس حد کے سوا باقی حدود مثلاً حد زنا، حد شرب خمر، حد سرقہ، حد تہذیب توبہ سے مطلقاً ساقط نہیں ہوتیں۔

❖ لفظ وسیلہ کی تفسیر | "وسیلہ" کی تفسیر ابن عباسؓ، مجاہد، ابووائل، حسن وغیرہم اکابر سلف نے قربت سے کی ہے تو وسیلہ ڈھونڈھنے کے معنی یہ ہونگے کہ اس کا قرب و وصول تلاش کرو۔ قتادہ نے کہا "ای تقربوا الیہ بطاعنہ والعمل بما یرضیہ" خدا کی نزدیکی حاصل کرو اسکی فرمانبرداری اور پسندیدہ عمل کے ذریعہ سے، ایک شاعر کہتا ہے۔

اذا غفل الواشون عدنا لوصولنا وعاد التصافی بیننا والوسائل

اس میں یہ ہی معنی قرب و اتصال کے مراد ہیں۔ اور جو حدیث میں آیا ہے کہ "وسیلہ" جنت میں ایک نہایت ہی اعلیٰ منزل ہے جو دنیا میں سے کسی ایک بندہ کو ملے گی۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ تم اذان کے بعد میرے لئے خدا سے وہ ہی مقام طلب کیا کرو۔ تو اس مقام کا نام بھی "وسیلہ" اسی لئے رکھا گیا کہ جنت کی تمام منزلوں میں وہ سب سے زیادہ عرش رحمن کے قریب ہے اور حق تعالیٰ کے مقامات قرب میں سب سے بلند واقع ہوا ہے۔ بہر حال پہلے فرمایا کہ ڈرتے رہو اللہ سے لیکن یہ ڈر ایسا نہیں جیسے آدمی سانپ بچھو یا شیر بھیڑیے سے ڈر کر دور بھاگتا ہے بلکہ اس بات سے ڈرنا کہ کہیں اس کی خوشنودی اور رحمت سے دور نہ جا پڑو۔ اسی لئے اتقوا اللہ کے بعد وابتغوا الیہ الوسیلۃ فرمایا۔ یعنی اس کی ناخوشی اور بعد و ہجر سے ڈر کر قرب و وصول حاصل کرنے کی کوشش کرو۔ اور ظاہر ہے کہ کسی چیز سے قریب ہم اسی وقت ہو سکتے ہیں جبکہ درمیانی راستہ قطع کر لیں جس پر چل کر اس کے پاس پہنچ سکتے ہوں۔ اسی کو فرمایا "وَجَاهِدُوا لِحُبِّهِ" جہاد کرو اس کی راہ میں یعنی اس پر چلنے کی پوری پوری کوشش کرو "لَعَلَّكُمْ تَفْلِحُونَ" تاکہ تم اس کی نزدیکی حاصل کرنے میں کامیاب ہو سکو۔

❖ پھیلے رکوع کے آخر میں ان لوگوں کی دنیوی و اخروی سزا بیان فرمائی تھی جو خدا اور رسول سے جنگ کرتے اور ملک میں بدامنی اور فساد پھیلاتے ہیں۔ اس رکوع میں مسلمانوں کو ان سزاؤں سے ڈرا کر بتلایا گیا کہ جب شقی اور بد بخت لوگ خدا اور رسول سے جنگ کریں تو تم خدا اور رسول کی طرف ہو کر جہاد کرو۔ وہ اگر زمین پر فساد پھیلاتے ہیں تو تم اپنی کوشش اور حسن عمل سے امن و سکون قائم کرنے کی فکر کرو۔

وَمِثْلَهُ مَعَهُ لِيَفْتَدُوا بِهِ مِنْ عَذَابِ يَوْمِ الْقِيَامَةِ

اور اس کے ساتھ اتنا ہی اور ہوتا کہ بدلہ میں دیں اپنے قیامت کے عذاب سے

مَا تُقْبَلُ مِنْهُمْ ۚ وَلَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ ﴿۳۶﴾ يُرِيدُونَ

تو ان سے قبول نہ ہوگا اور ان کے واسطے عذاب دردناک ہے چاہیں گے

أَنْ يُخْرِجُوا مِنَ النَّارِ وَمَا هُمْ بِخَارِجِينَ مِنْهَا ۚ

کہ نکل جاویں آگ سے اور وہ اس سے نکلنے والے نہیں

وَلَهُمْ عَذَابٌ مُّقِيمٌ ﴿۳۷﴾ وَالسَّارِقُ وَالسَّارِقَةُ

اور ان کے لیے عذاب دائمی ہے اور چوری کرنے والا مرد اور چوری کرنے والی عورت

فَاَقْطَعُوا أَيْدِيَهُمَا جِزَاءً بِمَا كَسَبَا نَكَالًا مِّنْ

کاٹ ڈالو ان کے ہاتھ سزا میں ان کی کمائی کی تمبیہ ہے اللہ کی

اللَّهِ وَاللَّهُ عَزِيزٌ حَكِيمٌ ﴿۳۸﴾ فَمَنْ تَابَ مِنْ بَعْدِ

طرف سے اور اللہ غالب ہے حکمت والا پھر جس نے توبہ کی اپنے ظلم

ظُلْمِهِ وَأَصْلَحَ فَإِنَّ اللَّهَ يَتُوبُ عَلَيْهِ إِنَّ اللَّهَ

کے پیچھے اور اصلاح کی تو اللہ قبول کرتا ہے اس کی توبہ بے شک اللہ

غَفُورٌ رَّحِيمٌ ﴿۳۹﴾ أَلَمْ تَعْلَمْ أَنَّ اللَّهَ لَهُ مُلْكُ

بخشنے والا مہربان ہے تجھ کو معلوم نہیں کہ اللہ ہی کے واسطے ہے سلطنت

السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ ۗ يُعَذِّبُ مَنْ يَشَاءُ وَيَغْفِرُ

آسمانوں اور زمین کی عذاب کرے جس کو چاہے اور بخشنے

- ◆ **نجات مال سے حاصل نہیں ہوتی** | پچھلی آیت میں بتلایا تھا کہ انسان خدا سے ڈرنے اس کا قرب حاصل کرنے اور اس کی راہ میں جہاد کرنے ہی سے فلاح و کامیابی کی امید کر سکتا ہے۔ اس آیت میں متنبہ فرمادیا کہ جن لوگوں نے خدا سے روگردانی کی وہ آخرت میں اگر روئے زمین کے سارے خزانے بلکہ اس سے بھی زائد خرچ کر ڈالیں گے اور فدیہ دیکر عذاب الہی سے چھوٹنا چاہیں گے تو یہ ممکن نہ ہوگا۔ غرض وہاں کی کامیابی "تقویٰ" ابتغائے وسیلہ "اور جہاد فی سبیل اللہ" سے حاصل ہوتی ہے رشوت اور فدیہ سے نہیں ہو سکتی۔
- ◆ **احادیث کثیرہ سے ثابت ہے کہ بہت سے گنہگار مومنین ایک مدت تک دوزخ میں رہ کر پھر نکالے جائیں گے اور حق تعالیٰ اپنے فضل و رحمت سے جنت میں داخل کرے گا۔** یہ آیت ان احادیث کے مخالف نہیں کیونکہ یہاں شروع آیت سے صرف کفار کا حال بیان کیا گیا ہے مومنین کے متعلق اس آیت میں کوئی حرف نہیں۔
- ◆ **چوری کی سزا** | یعنی پہلی مرتبہ چوری کرے تو وہاں ہاتھ گنے پر سے کاٹ دو۔ باقی تفصیل کتب فقہ میں ملیں گی۔ پچھلے رکوع میں ڈکیتی وغیرہ کی سزا ذکر کی گئی تھی۔ درمیان میں بعض مناسبات کی وجہ سے جن کو ہم بیان کر چکے ہیں، مومنین کو چند ضروری نصائح کی گئیں۔ اب پھر سے پچھلے مضمون کی تکمیل کی جاتی ہے۔ یعنی وہاں ڈکیتی کی سزا ذکر ہوئی تھی۔ اس آیت میں چوری کی سزا بتلا دی۔
- ◆ **سخت سزاؤں کی حکمت** | یعنی جو سزا چور کو دی جا رہی ہے وہ مال مسروق کا بدلہ نہیں، بلکہ اسکے فعل "سرقہ" کی سزا ہے تاکہ اسے اور دوسرے چوروں کو تنبیہ ہو جائے۔ بلاشبہ جہاں کہیں یہ حدود جاری ہوتی ہیں، دو چار ہی کی سزایابی کے بعد چوری کا دروازہ قطعاً بند ہو جاتا ہے آج کل مدعیان "تہذیب" اس قسم کی حدود کو وحشیانہ سزا سے موسوم کرتے ہیں، لیکن چوری کرنا اگر ان صاحبوں کے نزدیک کوئی مہذب فعل نہیں ہے تو یقیناً آپ کی مہذب سزا اس غیر مہذب دستبرد کے استیصال میں کامیابی نہیں ہو سکتی۔ اگر تھوڑی سی وحشت کا تحمل کرنے سے بہت سے چور مہذب بنائے جاسکتے ہوں تو حالمین تہذیب کو خوش ہونا چاہئے کہ انکے "تہذیب مشن" میں اس وحشت سے مدد مل رہی ہے۔ بعض نام نہاد مفسر بھی اس کوشش میں ہیں کہ "قطع ید" (ہاتھ کاٹنے) کی سزا کو چوری کی انتہائی سزا قرار دیکر اس سے ہلکی سزا دہی کا اختیار شریعت حقہ سے حاصل کر لیں مگر مشکل یہ ہے کہ نہ تو چوری کی اس سے ہلکی سزا قرآن کریم میں کہیں موجود ہے اور نہ عہد نبوت یا عہد صحابہ میں اسکی کوئی نظیر پائی گئی۔ کیا کوئی شخص یہ دعویٰ کر سکتا ہے کہ اتنے طویل عرصہ میں جتنے چور پکڑے گئے ان میں ایک بھی ابتدائی چور نہ تھا جس پر کم از کم بیان جواز ہی کے طور پر "قطع ید" سے ہلکی کوئی ابتدائی سزا جاری کی جاتی۔ کسی ملحد نے پرانے زمانہ میں اس "حد سرقہ" پر یہ بھی شبہ کیا تھا کہ جب شریعت نے ایک ہاتھ کی دیت پانسو دینار رکھی ہے تو اتنا قیمتی ہاتھ جس کے کٹنے پر پانسو دینار واجب ہوں دس پانچ روپیہ کی چوری میں کس طرح کاٹا جاسکتا ہے۔ ایک عالم نے اس کے جواب میں کیا جواب فرمایا "انہا لما كانت امینۃ كانت ثمینۃ فلما خانت هانت" یعنی جو ہاتھ امین تھا وہ قیمتی تھا۔ جب (چوری کر کے) خائن ہوا تو ذلیل ہوا۔
- ◆ **چونکہ غالب ہے، اس لئے اسے حق ہے کہ جو چاہے قانون نافذ کر دے کوئی چوں و چرا نہیں کر سکتا۔** لیکن چونکہ حکمت والا بھی ہے اس لئے یہ احتمال نہیں کہ محض اپنے اختیار کامل سے کام لیکر کوئی قانون بے موقع نافذ کرے۔ نیز وہ اپنے ناتواں بندوں کے اموال کی حفاظت کا کوئی انتظام نہ کر سکے، یہ اس کی عزت اور غلبہ کے منافی ہے اور چوروں ڈاکوؤں کو یونہی آزاد چھوڑ دے یہ اسکی حکمت کے خلاف ہے۔
- ◆ **چور کی توبہ قابل قبول ہے** | یعنی توبہ اگر ٹھیک ٹھیک ہو جس کے لئے یہ بھی ضروری ہے کہ چوری کا مال مالک کو واپس کرے اور اگر تلف ہو گیا ہو تو ضمان دے اور ضمان نہ دے سکے تو معاف کرائے۔ اور اپنے فعل پر تادم ہو اور آئندہ کے لئے اس سے مجتنب رہنے کا عزم رکھے۔ تو اس طرح کی توبہ سے امید ہے کہ حق تعالیٰ اخروی عقوبت جس کے مقابلہ میں دنیوی سزا کی کچھ حقیقت نہیں، اس پر سے اٹھالے۔

لِمَنْ يَشَاءُ ۝ وَاللَّهُ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ﴿۳﴾ يَا أَيُّهَا

۱

اور اللہ سب چیز پر قادر ہے

جس کو چاہے

الرَّسُولُ لَا يَحْزُنُكَ الَّذِينَ يُسَارِعُونَ فِي الْكُفْرِ

◆

کفر میں

جو دوڑ کر گرتے ہیں

غم نہ کران کا

رسول

مِنَ الَّذِينَ قَالُوا آمَنَّا بِأَفْوَاهِهِمْ وَلَمْ تُؤْمِنُ

اور ان کے دل

اپنے منہ سے

جو کہتے ہیں ہم مسلمان ہیں

وہ لوگ

قُلُوبِهِمْ ۚ وَمِنَ الَّذِينَ هَادُوا ۚ سَمَّاعُونَ

جاسوسی کرتے ہیں

◆

اور وہ جو یہودی ہیں

مسلمان نہیں

لِلْكَذِبِ سَمَّاعُونَ لِقَوْمٍ آخَرِينَ ۚ لَمْ يَأْتُواكَ

◆

جو تجھ تک نہیں آئے

دوسری جماعت کے

جھوٹ بولنے کے لیے وہ جاسوس ہیں

يُحَرِّفُونَ الْكَلِمَ مِنْ بَعْدِ مَوَاضِعِهِ ۚ يَقُولُونَ

کہتے ہیں

◆

اس کا ٹھکانا چھوڑ کر

بدل ڈالتے ہیں بات کو

إِنْ أُوْتِيتُمْ هَذَا فَخُذُوهُ وَإِنْ لَمْ تُؤْتَوْهُ

اور اگر یہ حکم نہ ملے

تو قبول کر لینا

اگر تم کو یہ حکم ملے

فَاَحْذَرُوا ۚ وَمَنْ يُرِدِ اللَّهُ فِتْنَتَهُ فَلَنْ تَمْلِكَ

سو تو اس کے لیے

اور جس کو اللہ نے گمراہ کرنا چاہا

◆

تو بچتے رہتا

لَهُ مِنَ اللَّهِ شَيْئًا ۚ أُولَٰئِكَ الَّذِينَ لَمْ يُرِدِ

جن کو اللہ نے نہ چاہا

یہ وہی لوگ ہیں

◆

کچھ نہیں کر سکتا اللہ کے ہاں

جب حقیقی سلطنت و حکومت اسی کی ہے تو بلاشبہ اسی کو یہ اختیار ہوگا کہ جسے مناسب جانے معاف کر دے اور جسے اپنی حکمت و عدل کے موافق سزا دینا چاہے سزا دے اور نہ صرف یہ کہ اسے معاف کرنے اور سزا دینے کے کلی اختیارات حاصل ہیں بلکہ ان اختیارات کے استعمال سے کوئی روکنے والا بھی نہیں۔ کیونکہ ہر چیز پر وہ پوری قدرت رکھتا ہے۔

حدود اللہ میں تحریف کا ایک واقعہ | پچھلی آیات میں ذمیتی اور چوری وغیرہ کی حدود بیان کی گئی تھیں۔ اب بعض ان اقوام کا حال سناتے ہیں جنہوں نے "حدود اللہ" میں تحریف کر کے اپنے کو عذاب عظیم کا مستحق ٹھہرایا۔ ان کا مفصل واقعہ بغوی نے یہ لکھا ہے کہ خیبر کے ایک یہودی مرد اور عورت نے جو کوارے نہ تھے زنا کیا۔ باوجودیکہ تورات میں اس جرم کی سزا "رجم" (سنگسار کرنا) تھی، مگر ان دونوں کی بڑائی مانع تھی کہ یہ سزا جاری کی جائے آپس میں یہ مشورہ ہوا کہ یہ شخص جو "یثر" میں ہے (یعنی محمد ﷺ) ان کی کتاب میں "زانی" کے لئے "رجم" کا حکم نہیں، کوڑے مارنے کا ہے تو "بنی قریظہ" کے یہود میں سے کچھ آدمی ان کے پاس بھیجے، کیونکہ وہ ان کے ہمسایہ ہیں اور ان سے صلح کا معاہدہ بھی کر چکے ہیں۔ وہ ان کا خیال معلوم کر لیں گے۔ چنانچہ ایک جماعت اس کام کے لئے روانہ کی گئی کہ نبی کریم ﷺ کا عندیہ معلوم کر لے کہ "زانی محض" کی کیا سزا تجویز کرتے ہیں۔ اگر وہ کوڑے مارنے کا حکم دیں تو ان پر رکھ کر قبول کر لو۔ اور "رجم" کا حکم دیں تو مت مانو۔ ان کے دریافت کرنے پر حضور نے فرمایا کہ تم میرے فیصلہ پر رضامند ہو گئے؟ انہوں نے اقرار کر لیا۔ خدا کی طرف سے جبرئیل "رجم" کا حکم لے آئے مگر وہ لوگ اپنے اقرار سے پھر گئے آخر حضور نے فرمایا کہ فدک کا رہنے والا ابن صورتیہ تم میں کیسا شخص ہے، سب نے کہا کہ آج روئے زمین پر "شرائع موسویہ" کا اس سے زیادہ جاننے والا کوئی نہیں۔ آپ نے اس کو بلوایا اور نہایت ہی شدید حلف دے کر پوچھا کہ "تورات" میں اس گناہ کی سزا کیا ہے؟ باوجودیکہ دوسرے یہود اس حکم کو چھپانے کی ہر ممکن کوشش کر رہے تھے جس کا پردہ حضرت عبداللہ بن سلام کے ذریعہ سے فاش ہو چکا تھا۔ تاہم ابن صورتیہ نے جو ان کا مسلم معتمد تھا کسی نہ کسی وجہ سے اس کا اقرار کر لیا کہ بے شک تورات میں اس جرم کی سزا رجم ہی ہے۔ بعد ازاں نے سب حقیقت ظاہر کی کہ کس طرح یہود نے رجم کو اڑا کر زنا کی سزا یہ رکھ دی کہ زانی کو کوڑے لگائیں جائیں اور کالا منہ کر کے اور گدھے پر الٹا سوار کر کر گشت کرایا جائے۔ الحاصل حضور پر نور ﷺ نے ان دونوں مرد و عورت پر رجم کی سزا جاری کی اور فرمایا کہ اے اللہ آج میں پہلا شخص ہوں جس نے تیرے حکم کو دنیا میں زندہ کیا اس کے بعد کہ وہ اسے مردہ کر چکے تھے۔ یہ واقعہ ہے۔

یعنی منافقین اور یہود بنی قریظہ۔

سَمْعُونَ کے معنی | "سَمْعُونَ" کے معنی ہیں بہت زیادہ سننے والے اور کان دھرنے والے، پھر "بہت زیادہ سننا" کبھی تو جاسوسی پر اطلاق کیا جاتا ہے اور کبھی اسکے معنی ہوتے ہیں "بہت زیادہ قبول کرنے والا" جیسے "سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهُ" میں سننے کے معنی قبول کرنے کے ہیں۔ مترجم رحمہ اللہ نے یہاں پہلے معنی مراد لئے ہیں۔ لیکن ابن جریر وغیرہ محققین نے دوسرے معنی پر حمل کیا ہے "سَمْعُونَ لِلْكَذِبِ" یعنی جھوٹ اور باطل کو بہت زیادہ ماننے اور قبول کرنے والے سَمْعُونَ لِقَوْمِ الْاٰخِرِيْنَ یعنی دوسری جماعت جس نے ان کو بھیجا اور خود تمہارے پاس نہیں آئی ان کی بات بہت زیادہ ماننے والے۔

یعنی خدا کے احکام میں تحریف کرتے ہیں یا کہیں کی بات کہیں لگا دیتے ہیں۔

یعنی اگر کوڑے لگانے کا حکم ملے تو قبول کر دو ورنہ نہیں۔ گویا خدا کی شریعت کو اپنی ہوا کے تابع رکھنا چاہتے تھے۔

خیر اور شر کا خالق اللہ ہی ہے | ہدایت و ضلالت، خیر و شر کوئی چیز بھی بدون ارادۃ خداوندی کے عالم وجود میں نہیں آسکتی۔ یہ ایک ایسا اصول ہے کہ جس کا انکار کرنا اس کے تسلیم کرنے سے زیادہ مشکل ہے۔ فرض کرو کہ ایک شخص چوری کرنے کا ارادہ کرتا ہے لیکن خدا کا ارادہ یہ ہے کہ چوری نہ کرے اب وہ شخص اگر اپنے ارادہ میں کامیاب رہا تو لازم آتا ہے کہ خدا اس کے مقابلہ معاذ اللہ عاجز ہو اور اگر خدا ہی کا ارادہ بندہ کے ارادہ پر غالب رہتا ہے تو لازم آتا ہے کہ دنیا میں کہیں چوری وغیرہ کسی شر کا وجود نہ رہے اور اگر خدا تعالیٰ خیر و شر میں سے کسی کا بھی ارادہ نہیں کرتے تو اس سے معاذ اللہ اس کا تعطل یا غفلت و سفاہت لازم آتی ہے۔ تعالیٰ اللہ عن کل الشور و تقدس۔ ان تمام شقوق پر غور کرنے کے بعد ناچار وہ ہی ماننا پڑے گا کہ کوئی چیز بھی اسکے ارادۃ تخلیق کے بدون موجود نہیں ہو سکتی۔ یہ مسئلہ نہایت مبہم اور طویل الذیل ہے۔ ہمارا قصد ہے کہ اس قسم کے مسائل کے متعلق مستقل مضمون لکھ کر فوائد کے ساتھ ملحق کر دیا جائے واللہ الموفق۔

اللَّهُ أَنْ يُطَهِّرَ قُلُوبَهُمْ ۗ لَهُمْ فِي الدُّنْيَا خِزْيٌ ۖ

کہ دل پاک کرے ان کے ۱ ان کو دنیا میں ذلت ہے

وَلَهُمْ فِي الْآخِرَةِ عَذَابٌ عَظِيمٌ ﴿۳۱﴾ سَمَّعُونَ

اور ان کو آخرت میں بڑا عذاب ہے جاسوسی کرنے والے

لِلْكَذِبِ أَكَلُونَ لِلسُّحْتِ ۗ فَإِنْ جَاءُوكَ فَاحْكُمْ

جھوٹ بولنے کے لیے اور بڑے حرام کھانے والے سوا اگر آویں وہ تیرے پاس تو فیصلہ کر دے

بَيْنَهُمْ أَوْ أَعْرِضْ عَنْهُمْ ۗ وَإِنْ تُعْرِضْ عَنْهُمْ

ان میں یا منہ پھیر لے ان سے ۱ اور اگر تو منہ پھیر لے گا ان سے

فَلَنْ يَصْرُوكَ ۗ شَيْئًا ۗ وَإِنْ حَكَمْتَ فَاحْكُمْ بَيْنَهُمْ

تو وہ تیرا کچھ نہ بگاڑ سکیں گے اور اگر تو فیصلہ کرے تو فیصلہ کر ان میں

بِالْقِسْطِ ۗ إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِينَ ﴿۳۲﴾ وَكَيْفَ

انصاف سے بے شک اللہ دوست رکھتا ہے انصاف کرنے والوں کو ۱ اور وہ تجھ کو کس

يُحْكِمُونَكَ وَعِنْدَهُمُ التَّوْرَةُ فِيهَا حُكْمُ اللَّهِ

طرح منصف بنائیں گے اور ان کے پاس تو توریت ہے جس میں حکم ہے اللہ کا

ثُمَّ يَتَوَلَّوْنَ مِنْ بَعْدِ ذَلِكَ وَمَا أُولَئِكَ بِالْمُؤْمِنِينَ ﴿۳۳﴾

پھر اس کے پیچھے پھرے جاتے ہیں اور وہ ہرگز ماننے والے نہیں ہیں ۱

إِنَّا أَنْزَلْنَا التَّوْرَةَ فِيهَا هُدًى وَنُورٌ يَحْكُمُ

ہم نے نازل کی توریت کہ اس میں ہدایت اور روشنی ہے ۱ اس پر حکم کرتے تھے

◆ یہود کی دائمی گمراہی و ذلت | اول منافقین اور یہود کا طرز عمل بیان فرمایا جس میں یہ چند اعمال بالخصوص ذکر کئے گئے۔ ہمیشہ

جھوٹ اور باطل کی طرف جھکنا۔ اہل حق کے خلاف جاسوسی کرنا۔ بد باطن اور شریر جماعتوں کو مدد پہنچانا۔ ہدایت کی باتوں کو تحریف کر کے بدل ڈالنا۔ اپنی خواہش اور مرضی کے خلاف کسی حق بات کو قبول نہ کرنا۔ جس قوم میں یہ خصال پائی جائیں اس کی مثال ایسے مریض کی سمجھو، جو نہ دوا استعمال کرے نہ مہلک اور مضر چیزوں سے پرہیز قائم رکھ سکے، اطباء اور ڈاکٹروں کا مذاق اڑائے، فہمائش کرنے والوں کو گالیاں دے، نسخہ پھاڑ کر پھینک دے، یا اپنی رائے سے اس کے اجزاء بدل ڈالے اور یہ عہد بھی کر لے کہ جو دوا میری خواہش اور مذاق کے خلاف ہوگی کبھی استعمال نہ کروں گا۔ ان حالات کی موجودگی میں کوئی ڈاکٹر یا طبیب خواہ اس کا باپ ہی کیوں نہ ہو، اگر معالجہ سے دست بردار ہو کر یہ ہی ارادہ کر لے کہ ایسے مریض کو اب اسکی بے اعتدالیوں، غلط کاریوں، ضد اور ہٹ کا خمیازہ بھگتنے دو تو کیا یہ طبیب کی بے رحمی یا بے اعتنائی کا ثبوت ہو گا یا خود مریض کی خودکشی سمجھی جائے گی۔ اب اگر مریض اس بیماری سے ہلاک ہو گیا تو طبیب کو مورد الزام نہیں ٹھہرا سکتے کہ اس نے علاج نہ کیا اور تندرست کرنا نہ چاہا۔ بلکہ بیمار خود ملزم ہے کہ اس نے اپنے ہاتھوں سے اپنے کو تباہ کیا اور طبیب کو موقع نہ دیا کہ وہ اسکی صحت واپس لانے کی کوشش کرتا۔ ٹھیک اسی طرح یہاں یہود کی شرارت ہو اپرستی، ضد اور ہٹ دھرمی کو بیان فرما کر جو یہ لفظ فرمائے وَمَنْ يُؤَدِّ اللّٰهَ فَتَنَّهُ (جس کو اللہ نے گمراہ کرنا چاہا) اور اَوْلٰئِكَ الَّذِيْنَ لَمْ يُؤَدِّ اللّٰهَ اَنْ يُطَهِّرْ قُلُوْبَهُمْ (یہ ہی وہ لوگ ہیں جن کو اللہ نے نہ چاہا کہ انکے دلوں کو پاک کرے) اس کا یہ ہی مطلب ہے کہ خدا نے ان کی سوء استعداد اور بد کاریوں کی وجہ سے اپنی نظر لطف و عنایت ان پر سے اٹھالی۔ جس کے بعد ان کے راہ پر آنے اور پاکی قبول کرنے کی کوئی توقع نہیں رہی۔ آپ ان کے غم میں اپنے کو نہ گھلایں لقولہ تعالیٰ لَا يَخْزِيْكَ الَّذِيْنَ..... الخ باقی یہ شبہ کہ خدا تو اس پر بھی قادر تھا کہ ان کی سب شرارتوں اور غلط کاریوں کو جبراً روک دیتا اور مجبور کر دیتا کہ وہ کوئی ضد اور ہٹ کر ہی نہ سکیں۔ تو بے شک میں تسلیم کرتا ہوں کہ خدا کی قدرت کے سامنے یہ چیز کچھ مشکل نہ تھی وَلَوْ شَاءَ رَبُّكَ لَآمَنَ مَنْ فِي الْاَرْضِ كُلُّهُمْ جَمِيْعًا (یونس، رکوع ۱۰) لیکن اس دنیا کا سارا نظام ہی ایسا رکھا گیا ہے کہ بندوں کو خیر و شر کے اکتساب میں مجبور محض نہ بنایا جائے اگر صرف خیر کے اختیار پر سب کو مجبور کر دیا جاتا تو تخلیق عالم کی حکمت و مصلحت پوری نہ ہوتی اور حق تعالیٰ کی بہت سی صفات ایسی رہ جاتیں کہ ان کے ظہور کے لئے کوئی محل نہ ملتا۔ مثلاً عَفُوْ غُفُوْر، حَلِيْم، مُنْتَقِم، ذُو الْبَطْشِ الشَّدِيْد، قَانِم بِالْقَسْطِ، مَالِك يَوْمِ الدِّيْنِ وغیرہ حالانکہ عالم کے پیدا کرنے سے غرض ہی یہ ہے کہ اس کی تمامی صفات کمالیہ کا مظاہرہ ہو، کوئی مذہب یا کوئی انسان جو خدا کو فاعل مختار مانتا ہے انجام کار اس کے سوا کوئی دوسری غرض نہیں بتلا سکا۔ لِيَسْأَلُوْكُمْ اَيْكُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا (سورہ ملک، رکوع ۱) اس سے زائد تفصیل کی یہاں گنجائش نہیں بلکہ اس قدر بھی ہمارے موضوع سے زائد ہی ہے۔

◆ فیصلہ میں انصاف کا حکم | ابن عباسؓ، مجاہد اور عکرمہ وغیرہ اکابر سلف سے منقول ہے کہ حضورؐ کو یہ اختیار ابتداء میں تھا۔ آخر میں جب اسلام کا تسلط اور نفوذ کامل ہو گیا تو ارشاد ہوا اِنْ اَخْتَمْتُمْ بَيْنَهُمْ بِمَا اَنْزَلَ اللّٰهُ لَيَعْنِيْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ان کے نزاعات کا فیصلہ قانون شریعت کے موافق کر دیا کرو۔ مطلب یہ کہ اعراض اور کنارہ کشی کی ضرورت نہیں۔

◆ قرآن کریم نے بار بار اس پر زور دیا ہے کہ کوئی شخص کتابی شریعت پر ظالم اور بد معاش کیوں نہ ہو مگر اس کے حق میں بھی تمہارا دامن عدالت نا انصافی کے چھینٹوں سے داغدار نہ ہونے پائے۔ یہ ہی وہ خصلت ہے جس کے سہارے زمین و آسمان کا نظام قائم رہ سکتا ہے۔

◆ یہود تورات پر بھی یقین نہیں رکھتے | یعنی تعجب کی بات ہے کہ آپ کو حکم ٹھہراتے ہیں اور جس تورات کو کتاب آسمانی مانتے ہیں اس کے فیصلہ پر بھی راضی نہیں تو حقیقت میں ان کا ایمان کسی پر بھی نہیں۔ نہ قرآن پر نہ تورات پر۔ اگلے رکوع میں تورات و انجیل کی مدح فرما کر متنبہ کیا ہے کہ کیسی عمدہ کتاب اور کیسے علوم ہدایت تھے جن کی ان نالائقوں نے بے قدری کی اور انہیں ایسا ضائع کیا کہ آج اصل چیز کا پتہ لگانا بھی مشکل ہو گیا۔ آخر حق تعالیٰ نے اپنی رحمت کاملہ سے بالکل آخر میں وہ کتاب بھیجی جو ان سب پہلی کتابوں کے مطالبہ اصلیہ کی محافظ اور مصدق ہے۔ اور جس کی ابدی حفاظت کا انتظام نازل کرنے والے نے خود اپنے ذمہ لیا ہے۔ فَللهِ الْحَمْدُ وَالْمُنٰدَی۔

◆ یعنی وصول الی اللہ کے طالبین کے لئے ہدایت کا اور شبہات و مشکلات کی ظلمت میں پھنس جانے والوں کے لئے روشنی کا کام دیتی ہے۔

بِهَا النَّبِيُّونَ الَّذِينَ أَسْلَمُوا لِلَّذِينَ هَا دُوا

نمبر جو کہ ہم بردار تھے اللہ کے یہود کو

وَالرَّبِّيُّونَ وَالْأَحْبَارُ بِمَا اسْتَحْفِظُوا مِنْ كِتَابِ

اور علم کرتے تھے درویش اور عالم ﴿۱﴾ اس واسطے کہ وہ تمہیں انہیں گئے تھے اللہ کی

اللهِ وَكَانُوا عَلَيْهِ شُهَدَاءَ ۚ فَلَا تَخْشَوُا النَّاسَ

کتاب پر اور اس کی خبر گیری پر مقرر تھے ﴿۲﴾ سو تم نہ ڈرو لوگوں سے

وَإَخْشَوْنَ وَلَا تَشْتَرُوا بِآيَاتِي ثَمَنًا قَلِيلًا

اور مجھ سے ڈرو اور مت خریدو میری آیتوں پر مول تھوڑا ﴿۳﴾

وَمَنْ لَّمْ يَحْكَمْ بِمَا أَنزَلَ اللَّهُ فَأُولَٰئِكَ هُمُ

اور جو کوئی حکم نہ کرے اس کے موافق جو کہ اللہ نے اتارا سو وہی لوگ ہیں

الْكَافِرُونَ ﴿۴﴾ وَكُتِبْنَا عَلَيْهِمْ فِيهَا أَنْ النَّفْسَ

کافر ﴿۴﴾ اور لکھ دیا ہم نے ان پر اس کتاب میں کہ جس کے بدلے

بِالنَّفْسِ ۖ وَالْعَيْنَ بِالْعَيْنِ وَالْأَنْفَ بِالْأَنْفِ

جی اور آنکھ کے بدلے آنکھ اور ناک کے بدلے ناک

وَالْأُذُنَ بِالْأُذُنِ وَالسِّنَّ بِالسِّنِّ وَالْجُرُوحَ

اور کان کے بدلے کان اور دانت کے بدلے دانت اور زخموں کا بدلہ

قِصَاصٌ ۗ فَمَنْ تَصَدَّقَ بِهِ فَهُوَ كَفَّارَةٌ لَّهُ ۗ

ان کے برابر ﴿۵﴾ پھر جس نے معاف کر دیا تو وہ گناہ سے پاک ہو گیا ﴿۵﴾

تورات نور و ہدایت تھی | یعنی تورات میں ایسا عظیم الشان دستور العمل اور آئین ہدایت تھا کہ کثیر التعداد پیغمبر اور اہل اللہ اور علماء برابر اسی کے موافق حکم دیتے اور نزاعات کے فیصلے کرتے رہے۔ یعنی تورات کی حفاظت کا انکو ذمہ دار بنایا گیا تھا۔ قرآن کریم کی طرح ”إِنَّمَا لَهُ لَحَافِظُونَ“ کا وعدہ نہیں ہوا۔ تو جب تک علماء و احبار نے اپنی ذمہ داری کا احساس کیا، ”تورات“ محفوظ و معمول رہی۔ آخر دنیا پرست علمائے سوء کے ہاتھوں سے تحریف ہو کر ضائع ہوئی۔

اللہ کے کلام میں تحریف نہ کرو | یعنی لوگوں کے خوف یا دنیوی طمع کی وجہ سے آسمانی کتاب میں تبدیل و تحریف مت کرو۔ اسکے احکام و اخبار کو مت چھپاؤ اور خدا کی تعذیب و انتقام سے ڈرتے رہو۔ تورات کی عظمت شان اور مقبولیت جتانے کے بعد یہ خطاب یا تو ان رؤسا و علمائے یہود کو کیا گیا ہے جو نزول قرآن کے وقت موجود تھے۔ کیونکہ انہوں نے حکم ”رجم“ سے انکار کر دیا تھا اور نبی کریم ﷺ کے متعلق پیشین گوئیوں کو چھپاتے اور انکے معنی میں عجیب طرح کے ہیر پھیر کرتے تھے اور یادرمیان میں امت مسلمہ کو نصیحت ہے کہ تم دوسری قوموں کی طرح کسی سے ڈر کر یا خپ مال و جاہ میں پھنس کر اپنی آسمانی کتاب کو ضائع مت کرنا۔ چنانچہ اس امت نے بحمد اللہ ایک حرف بھی اپنی کتاب کا کم نہیں کیا اور آج تک اس کو مبطلین کی تغیر و تحریف سے محفوظ رکھنے میں کامیاب رہے اور ہمیشہ رہیں گے۔

”مَا أَنْزَلَ اللَّهُ“ کے موافق حکم نہ کرنے سے غالباً یہ مراد ہے کہ منصوص حکم کے وجود ہی سے انکار کر دے اور اس کی جگہ دوسرے احکام اپنی رائے اور خواہش سے تصنیف کر لے۔ جیسا کہ یہود نے حکم ”رجم“ کے متعلق کیا تھا۔ تو ایسے لوگوں کے کافر ہونے میں کیا شبہ ہو سکتا ہے اور اگر مراد یہ ہو کہ ”مَا أَنْزَلَ اللَّهُ“ کو عقیدہ ثابت مان کر پھر فیصلہ عملاً اس کے خلاف کرے تو کافر سے مراد عملی کافر ہوگا۔ یعنی اسکی عملی حالت کافروں جیسی ہے۔

تورات میں قصاص کا حکم | قصاص کا یہ حکم شریعت موسوی میں تھا۔ اور بہت سے علمائے اصول نے تصریح کی ہے کہ جو کچھلی شرائع قرآن کریم یا ہمارے پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام نے نقل فرمائیں بشرطیکہ ان کی نسبت کسی جگہ حضور نے کوئی انکار یا ترمیم نہ فرمائی ہو تو وہ اس امت کے حق میں بھی تسلیم کی جائیں گی۔ گویا بدون رد و انکار کے انکو سنانا تلقی بالقبول کی دلیل ہے۔

یعنی جروح کے قصاص کو معاف کر دینا مجروح کے گناہوں کا کفارہ بن جاتا ہے۔ جیسا کہ بعض احادیث میں اس کی تصریح آئی ہے۔ اور بعض مفسرین نے اس آیت کو جارج کے حق میں رکھا ہے یعنی اگر مجروح نے جارج کو معافی دے دی تو اس کا گناہ معاف ہو جائے گا و الراجح هو الاول۔

وَمَنْ لَّمْ يَحْكَمْ بِمَا أَنزَلَ اللَّهُ فَأُولَٰئِكَ هُمُ

اور جو کوئی حکم نہ کرے اس کے موافق جو کہ اللہ نے اتارا سو وہی لوگ ہیں

الظَّالِمُونَ ﴿۳۵﴾ وَقَفَّيْنَا عَلَىٰ آثَارِهِم بِعِيسَى ابْنِ

ظالم اور پیچھے بھیجا ہم نے انہی کے قدموں پر عیسیٰ

مَرْيَمَ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ مِنَ التَّوْرَةِ

مریم کے بیٹے کو تصدیق کرنے والا تورات کی جو آگے سے تھی

وَآتَيْنَاهُ الْإِنجِيلَ فِيهِ هُدًى وَنُورٌ وَمُصَدِّقًا

اور اس کو دی ہم نے انجیل جس میں ہدایت اور روشنی تھی اور تصدیق کرتی تھی

لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ مِنَ التَّوْرَةِ وَهُدًى وَمَوْعِظَةٌ

اپنے سے اگلی کتاب تورات کی اور راہ بتلانے والی اور نصیحت تھی

لِّلْمُتَّقِينَ ﴿۳۶﴾ وَلِيَحْكُمَ أَهْلُ الْإِنجِيلِ بِمَا أَنزَلَ

ڈرنے والوں کو اور چاہئے کہ حکم کریں انجیل والے موافق اس کے جو کہ اتارا اللہ نے

اللَّهُ فِيهِ ط وَمَنْ لَّمْ يَحْكَمْ بِمَا أَنزَلَ اللَّهُ فَأُولَٰئِكَ

اس میں اور جو کوئی حکم نہ کرے موافق اس کے جو کہ اتارا اللہ نے سو وہی لوگ ہیں

هُمُ الْفٰسِقُونَ ﴿۳۷﴾ وَأَنزَلْنَا إِلَيْكَ الْكِتَابَ بِالْحَقِّ

نافرمان اور تجھ پر اتاری ہم نے کتاب حق

مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ مِنَ الْكِتَابِ وَ

تصدیق کرنے والی سابقہ کتابوں کی اور

حکم قصاص میں یہود کی بے اعتدالی | یہود نے حکم قصاص کے خلاف بھی تعامل قائم کر لیا تھا۔ ان میں "بنی نضیر" جو زیادہ معزز اور قوی سمجھے جاتے تھے، "بنو قریظہ" سے پوری دیت وصول کرتے اور جب ان کو دینے کی نوبت آتی تو نصف دیت ادا کرتے۔ "بنی قریظہ" نے اپنی کمزوری کی وجہ سے ان سے اس طرح کا معاہدہ کر رکھا تھا اتفاقاً بنی قریظہ کے ہاتھ سے "بنی نضیر" کا آدمی مارا گیا۔ انہوں نے دستور سابق کے موافق ان سے پوری دیت طلب کی بنی قریظہ نے جواب دیا کہ جاؤ وہ زمانہ گیا جب ہم نے تمہاری قوت سے مجبور ہو کر یہ ظلم منظور کر لیا تھا۔ اب محمد ﷺ مدینہ میں آچکے ہیں ان کا دور دورہ ہے۔ یہ ممکن نہیں کہ ہم جو دیت تم سے لیتے ہیں اس سے دگنی ادا کریں اس سے غرض یہ تھی کہ جناب محمد رسول اللہ ﷺ کی موجودگی میں مجال ہے کہ کوئی قوی ضعیف کو کچل سکے یا دبا سکے۔ کیونکہ سب کو یقین تھا کہ آپ ہر ضعیف و قوی کے ساتھ یکساں انصاف کرتے ہیں اور اقویاء کے مظالم کے مقابلہ میں ضعیفاء کی دیکھ بھری فرماتے ہیں۔ انجام کار یہ معاملہ حضور کی عدالت میں پیش ہوا اور بنی قریظہ نے جو خیال اس پیکر عدل و انصاف کی نسبت ظاہر کیا تھا بلا کم و کاست صحیح نکلا۔ حکم قصاص کے بعد مَنْ لَمْ يَخُكْكُمْ بِمَا أَنْزَلَ اللَّهُ..... الخ فرمانے سے اس واقعہ کی طرف اشارہ ہے۔ اور چونکہ "رحم" کی طرح قصاص کے حکم شرعی ہونے سے صریحاً انکار نہیں کیا تھا بلکہ آپس کی مفاہمت سے خلاف حکم شرعی ایک دستور قائم کر لیا تھا تو قانون عدل کی یہ اعتقاد ہی نہیں صرف عملی مخالفت ہوئی۔ اسی لئے یہاں کافرؤن کی جگہ ظالمون فرمایا۔ یعنی یہ ظلم صریح ہے کہ قوی سے کم اور ضعیف سے زیادہ دیت لی جائے۔ یعنی ان کے نقش قدم پر یہ بھی چلتے تھے۔

انجیل اور حضرت عیسیٰ تورات کی تصدیق کرتے تھے | یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام خود اپنی زبان سے تورات کی تصدیق فرماتے تھے اور جو کتاب (انجیل) ان کو دی گئی تھی وہ بھی تورات کی تصدیق کرتی تھی اور انجیل کی نوعیت بھی نور و ہدایت ہونے میں تورات کی طرح تھی۔ احکام و شرائع کے اعتبار سے دونوں میں بہت ہی قلیل فرق تھا جیسا کہ وَلَا جِلَّ لَكُمْ بِغَضِّ الَّذِي حُرِّمَ عَلَيْكُمْ میں اشارہ کیا گیا ہے۔ اور یہ فرق تورات کی تصدیق کے منافی نہیں جیسے آج ہم قرآن کو ماننے اور صرف اسی کے احکام کو تسلیم کرنے کے باوجود محمد اللہ تمام کتب ساویہ کے من عند اللہ ہونے کی تصدیق کرتے ہیں۔

اہل انجیل سے خطاب | یا تو عیسائی جو نزول انجیل کے وقت تھے ان کو یہ حکم دیا گیا تھا اسی کو یہاں نقل فرما رہے ہیں۔ اور ہو سکتا ہے کہ نزول قرآن کے وقت جو عیسائی مخاطب تھے ان سے کہا گیا ہو کہ جو کچھ انجیل میں اللہ تعالیٰ نے اتارا ہے اس کے موافق ٹھیک ٹھیک حکم کریں۔ یعنی ان پیشین گوئیوں کو چھپانے یا لغو اور مہمل تاویلات سے بدلنے کی کوشش نہ کریں جو انجیل میں پیغمبر آخرا زمان اور مقدس "فارقلیط" کی نسبت حضرت مسیح کی زبانی کی گئی ہیں۔ یہ خدا تعالیٰ کی سخت نافرمانی ہوگی کہ جس ہادی جلیل اور مصلح عظیم کے متعلق حضرت مسیح یہ فرمائیں کہ "جب وہ روح حق آئے گی تو تمہیں سچائی کی ساری راہیں بتائے گی۔ اسی کی تکذیب پر کمر بستہ ہو کر اپنے لئے ابدی خسراں قبول کرو۔ کیا مقدس مسیح اور اس کے پروردگار کی فرمانبرداری کے یہ ہی معنی ہیں۔

مُهَيِّمًا عَلَيْهِ فَاَحْكُم بَيْنَهُم بِمَا اَنْزَلَ اللهُ

ان کے مضامین پر نگہبان ◆ سو تو حکم کر ان میں ◆ موافق اس کے جو کہ اتارا اللہ نے ◆

وَلَا تَتَّبِعْ اَهْوَاءَهُمْ عَمَّا جَاءَكَ مِنَ الْحَقِّ لِكُلِّ

اور ان کی خوشی پر مت چل ◆ چھوڑ کر سیدھا راستہ جو تیرے پاس آیا ◆ ہر ایک کو تم

جَعَلْنَا مِنْكُمْ شِرْعَةً وَمِنْهَا جَاۗءَ اللهُ

میں سے دیا ہم نے ◆ ایک دستور ◆ اور راہ ◆ اور اللہ چاہتا

لَجَعَلَكُمْ اُمَّةً وَّاحِدَةً وَّلٰكِنْ لِّيَبْلُوَكُمْ فِي مَا

تو تم کو ایک دین پر کر دیتا ◆ لیکن تم کو آزمانا چاہتا ہے اپنے دیئے ہوئے

اَنْتُمْ فَاَسْتَبِقُوا الْخَيْرَاتِ طَالِيَ اللهُ مَرْجِعَكُمْ جَمِيعًا

حکموں میں ◆ سو تم دوڑ کر لو خوبیاں ◆ اللہ کے پاس تم سب کو پہنچنا ہے

◆ قرآن مہیمن ہے، مہیمن کی تشریح "مہیمن" کے کئی معنی بیان کئے گئے ہیں۔ امین، غالب، حاکم، محافظ و نگہبان اور ہر معنی کے اعتبار سے قرآن کریم کا کتب سابقہ کے لئے "مہیمن" ہونا صحیح ہے۔ خدا کی جو امانت تورات و انجیل وغیرہ کتب سماویہ میں ودیعت کی گئی تھی وہ مع شے زائد قرآن میں محفوظ ہے۔ جس میں کوئی خیانت نہیں ہوئی اور جو بعض فروری چیزیں ان کتابوں میں اس زمانہ یا ان مخصوص مخاطبین کے حسب حال تھیں ان کو قرآن نے منسوخ کر دیا اور جو حقائق ناقص تھے ان کی پوری تکمیل فرمادی ہے اور جو حصہ اس وقت کے اعتبار سے غیر مبہم تھا اسے بالکل نظر انداز کر دیا ہے۔

◆ یہودیوں کے نزاعات میں رسول اللہ کا فیصلہ | یہود میں باہم کچھ نزاع ہو گئی تھی۔ ایک فریق جس میں ان کے بڑے بڑے مشہور علماء اور مقتدا شامل تھے آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور فصل نزاع کی درخواست کی اور یہ بھی کہا کہ آپ کو معلوم ہے کہ عموماً قوم یہود ہمارے اختیار اور اقتدار میں ہے اگر آپ فیصلہ ہمارے موافق کر دیں گے تو ہم مسلمان ہو جائیں گے اور ہمارے اسلام لانے سے جمہور یہود اسلام قبول کر لیں گے۔ نبی کریم ﷺ نے اس رشوتی اسلام کو منظور نہ کیا اور ان کی خواہشات کی پیروی سے صاف انکار فرمادیا۔ اس پر یہ آیات نازل ہوئیں۔ (ابن کثیر)

◆ آنحضرت ﷺ کی شان عصمت اور عصمت انبیاء | گذشتہ فائدہ میں ان آیات کی جو شان نزول ہم لکھ چکے ہیں اس سے صاف عیاں ہے کہ آیت کا نزول بعد اس کے ہوا کہ آپ ان کی خوشی اور خواہش پر چلنے سے انکار فرما چکے تھے۔ تو یہ آیات آپ کی استقامت کی تصویب اور آئندہ بھی ایسی ہی شان عصمت پر ثابت قدم رہنے کی تاکید کے لئے نازل ہوئیں۔ جو لوگ اس قسم کی

آیات کو نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شان عصمت کے خلاف تصور کرتے ہیں وہ نہایت ہی قاصر الفہم ہیں۔ اول تو کسی چیز سے منع کرنا اس کی دلیل نہیں کہ جس کو منع کیا جا رہا ہے وہ اس ممنوع چیز کا ارتکاب کرنا چاہتا تھا۔ دوسرے انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی ”معصومیت“ کا مطلب یہ ہے کہ خدا کی معصیت ان سے صادر نہیں ہو سکتی۔ یعنی کسی کام کو یہ سمجھتے ہوئے کہ خدا کو ناپسند ہے ہرگز اختیار نہیں کر سکتے۔ اور اگر اتفاقاً کسی وقت بھول چوک یا رائے واجتہاد کی غلطی سے راجح وافضل کی جگہ مرجوح و مفضول کو اختیار کر لیں یا غیر مرضی کو مرضی سمجھ کر عمل کر گزریں جس کو اصطلاح میں ”ذلتہ“ کہتے ہیں۔ تو اس طرح کے واقعات مسئلہ عصمت کے منافی نہیں۔ جیسا کہ حضرت آدم اور بعض دیگر انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے واقعات شاہد ہیں۔ اس حقیقت کو سمجھ لینے کے بعد ”وَلَا تَتَّبِعْ أَهْوَاءَ هُمْ عَمَّا جَاءَكَ مِنَ الْحَقِّ“ اور ”وَإِخْذْ لَهُمْ أَنْ يَفْتِنُوكَ عَنْ مَبْعُوضِ مَا أَنْزَلَ اللَّهُ إِلَيْكَ“ اور اسی طرح کی دوسری آیات کا مطلب سمجھنے میں کوئی خلجان نہیں رہتا۔ کیونکہ ان میں صرف اس بات پر متنبہ کیا گیا ہے کہ آپ ان ملعونوں کی تلمیح اور سخن سازی سے قطعاً متاثر نہ ہوں اور کوئی ایسی رائے قائم نہ فرمائیں جس میں بلا قصد ان کی خواہشات کے اتباع کی صورت پیدا ہو جائے۔ مثلاً اسی قصہ میں جو ان آیات کی شان نزول ہے یہود نے کیسی عیارانہ اور پرفریب صورت حضور کے سامنے پیش کی تھی کہ اگر آپ ان کے حسب منشاء فیصلہ کر دیں تو سب یہود مسلمان ہو جائیں گے۔ وہ جانتے تھے کہ اسلام سے بڑھ کر دنیا میں کوئی چیز آپ کے نزدیک محبوب اور عزیز نہیں۔ ایسے موقع پر امکان تھا کہ بڑے سے بڑا مستقیم انسان بھی یہ رائے قائم کر لے کہ انکی ایک چھوٹی سی خواہش کے قبول کر لینے میں جب کہ اتنی عظیم الشان دینی منفعت کی توقع ہو، کیا مضائقہ ہے۔ اس طرح کے خطرناک اور مزلتہ الاقدام موقع پر قرآن کریم پیغمبر علیہ السلام کو متنبہ کرتا ہے کہ دیکھو بھول کر بھی کوئی ایسی رائے قائم نہ کر لیجئے جو آپ کی شان رفیع کے مناسب نہ ہو۔ حضور کا کمال تقویٰ اور انتہائی فہم و تدبر تو نزول آیت سے پہلے ہی ان ملائین کے مکرو فریب کو رد کر چکا تھا۔ لیکن فرض کیجئے اگر ایسا نہ ہو چکا ہوتا تب بھی آیت کا مضمون جیسا کہ ہم تقریر کر چکے ہیں حضور کی شان عصمت کے اصلاً مخالف نہیں۔

♦ شریعتوں کے اختلاف کی حقیقت | یعنی خدا نے ہر امت کا آئین اور طریق کار اس کے احوال و استعداد کے مناسب جداگانہ

رکھا ہے اور باوجودیکہ تمام انبیاء اور ملل سماویہ اصول دین اور مقاصد کلیہ میں جن پر نجات ابدی کا مدار ہے، باہم متحد اور ایک دوسرے کے مصدق رہے ہیں۔ پھر بھی جزئیات اور فروع کے لحاظ سے ہر امت کو ان کے ماحول اور مخصوص استعداد کے موافق خاص خاص احکام و ہدایات دی گئیں۔ اس آیت میں اسی فروعی اختلاف کی طرف اشارہ ہے۔ صحیح بخاری کی ایک حدیث میں جو سب انبیاء علیہم السلام کو آپس میں علاقائی بھائی فرمایا ہے جن کا باپ ایک ہو اور مائیں مختلف ہوں۔ اس کا مطلب بھی یہ ہی ہے کہ اصول سب کے ایک ہیں اور فروع میں اختلاف ہے۔ اور چونکہ بچہ کی تولید میں باپ فاعل و مفیض اور ماں قابل اور محل افاضہ بنتی ہے، اس سے نہایت لطیف اشارہ اس طرف بھی ہو گیا کہ شرائع سماویہ کا اختلاف مخاطبین کی قابلیت و استعداد پر مبنی ہے، ورنہ مبداء فیاض میں کوئی اختلاف و تعدد نہیں۔ سب شرائع وادیان سماویہ کا سرچشمہ ایک ہی ذات اور اس کا علم ازلی ہے۔

♦ یعنی کون تم میں سے خدا کی مالکیت مطلقہ، علم محیط اور حکمت بالغہ پر یقین کر کے ہر نئے حکم کو حق و صواب سمجھ کر بطوع و رغبت قبول کرتا ہے اور ایک وفادار غلام کی طرح جدید حکم کے سامنے گردن جھکا دینے کے لئے تیار رہتا ہے۔

♦ یعنی شرائع کے اختلاف کو دیکھ کر خواہ مخواہ کی قیل و قال اور کج بختیوں میں پڑ کر وقت نہ گنواؤ۔ وصول الی اللہ کا ارادہ کرنے والوں کو عملی زندگی میں اپنی دوڑ دھوپ رکھنی چاہئے اور جو عقائد، اخلاق اور اعمال کی خوبیاں شریعت سماویہ پیش کر رہی ہے انکے لینے میں چستی دکھلانی چاہئے۔

فَيُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ فِيهِ تَخْتَلِفُونَ ﴿۳۸﴾ وَأِنْ أَحْكَمُ

پھر بتا دے گا جس بات میں تم کو اختلاف تھا ♦ اور یہ فرمایا کہ حکم کر

بَيْنَهُمْ بِمَا أَنْزَلَ اللَّهُ وَلَا تَتَّبِعْ أَهْوَاءَهُمْ

ان میں موافق اس کے جو کہ اتارا اللہ نے اور مت چل ان کی خوشی پر

وَاحْذَرُهُمْ أَنْ يَفْتِنُوكَ عَنْ بَعْضِ مَا أَنْزَلَ اللَّهُ

اور بچھا رہ ان سے کہ تجھ کو بہکا دیں کسی ایسے حکم سے جو اللہ نے اتارا

إِلَيْكَ ۗ فَإِنْ تَوَلَّوْا فَاعْلَمُ أَنَّمَا يُرِيدُ اللَّهُ

تجھ پر ♦ پھر اگر نہ مانیں تو جان لے کہ اللہ نے یہی چاہا ہے کہ

أَنْ يُصِيبَهُمْ بِبَعْضِ ذُنُوبِهِمْ ۗ وَإِنْ كَثِيرًا مِّنْ

پہنچا دے ان کو کچھ سزا ان کے گناہوں کی ♦ اور لوگوں میں

النَّاسِ لَفَسِقُونَ ﴿۳۹﴾ أَفَحُكْمَ الْجَاهِلِيَّةِ يَبْغُونَ ۗ

بہت ہیں نافرمان ♦ اب کیا حکم چاہتے ہیں کفر کے وقت کا

وَمَنْ أَحْسَنُ مِنَ اللَّهِ حُكْمًا لِّقَوْمٍ يُوقِنُونَ ﴿۴۰﴾

اور اللہ سے بہتر کون ہے حکم کرنے والا یقین کرنے والوں کے واسطے ♦

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَّخِذُوا الْيَهُودَ وَالنَّصَارَةَ

اے ایمان والو مت بناؤ یہود اور نصاریٰ کو

أَوْلِيَاءَ ۗ بَعْضُهُمْ أَوْلِيَاءُ بَعْضٍ ۗ وَمَنْ يَتَوَلَّهُمْ

دوست وہ آپس میں دوست ہیں ایک دوسرے کے ♦ اور جو کوئی تم میں سے دوستی کرے

۴۰ =

وقف کا زم
وقف عثمان
وقف منزل عند البعض

تو انجام کا خیال کر کے حسنت و خیرات کی تحصیل میں مستعدی دکھلاؤ۔ اختلافات کی سب حقیقت وہاں جا کر کھل جائے گی۔

یعنی آپس کے اختلافات میں خواہ دنیا کیسی ہی دست و گریباں رہے آپ کو یہ ہی حکم ہے کہ مَا أَنْزَلَ اللَّهُ كَمَا أَنْزَلَ اللَّهُ كَمَا أَنْزَلَ اللَّهُ کے موافق حکم دیتے رہیں۔ اور کسی کے کہنے سننے کی کوئی پروا نہ کریں۔

گناہوں کی کچھ سزا دنیا میں بھی ملتی ہے | پوری سزا تو قیامت میں ملے گی۔ لیکن کچھ تھوڑی سی سزا دے کر یہاں بھی مجرم کو یاد دوسرے دیکھنے والوں کو ایک گونہ تنبیہ کر دی جاتی ہے۔

یعنی آپ ان لوگوں کے اعراض و انحراف سے زیادہ ملول نہ ہوں دنیا میں فرمانبردار بندے ہمیشہ تھوڑے ہی ہوتے ہیں وَمَا أَكْثَرُ النَّاسِ وَلَوْ حَرَصْتَ بِمُؤْمِنِينَ (یوسف، ع ۱۱)

یعنی جو لوگ خدا کی شہنشاہیت، رحمتِ کاملہ اور علم محیط پر یقین کامل رکھتے ہیں، انکے نزدیک دنیا میں کسی کا حکم خدا کے حکم کے سامنے لائق التفات نہیں ہو سکتا۔ پھر کیا یہ لوگ احکام الہیہ کی روشنی آجانے کے بعد ظنون و اہواء اور کفر و جاہلیت کے اندھیرے ہی کی طرف جانا پسند کرتے ہیں۔

اہل کتاب سے موالات کی ممانعت | "اولیاء" ولی کی جمع ہے "ولی" دوست کو بھی کہتے

ہیں، قریب کو بھی، ناصر اور مددگار کو بھی۔ غرض یہ ہے کہ "یہود و نصاریٰ" بلکہ تمام کفار سے، جیسا کہ سورہ "نساء" میں تصریح کی گئی ہے مسلمان دوستانہ تعلقات قائم نہ کریں۔ اس موقع پر یہ ملحوظ رکھنا

چاہئے کہ موالات، مروت و حسن سلوک، مصالحت، رواداری اور عدل و انصاف یہ سب چیزیں الگ الگ ہیں۔ اہل اسلام اگر مصالحت سمجھیں تو ہر کافر سے صلح اور عہد و پیمان شروع طریقہ پر کر سکتے

ہیں۔ وَإِنْ جَنَحُوا لِلسَّلْمِ فَاجْنَحْ لَهَا وَتَوَكَّلْ عَلَى اللَّهِ (انفال، رکوع ۸) عدل و انصاف کا حکم جیسا کہ گذشتہ آیات سے معلوم ہو چکا، مسلم و کافر ہر فرد بشر کے حق میں ہے۔ "مروت" اور "حسن

سلوک" یا "رواداری" کا برتاؤ ان کفار کیساتھ ہو سکتا ہے جو جماعت اسلام کے مقابلہ میں دشمنی اور عناد کا مظاہرہ نہ کریں۔ جیسا کہ سورہ "ممتحنہ" میں تصریح ہے۔ باقی "موالات" یعنی دوستانہ اعتماد اور

برادرانہ مناصرت و معاونت، تو کسی مسلمان کا حق نہیں کہ یہ تعلق کسی غیر مسلم سے قائم کرے۔ البتہ صوری موالات جو "إِلَّا أَنْ تَتَّقُوا مِنْهُمْ تُقَاةً" کے تحت میں داخل ہو، اور عام تعاون جس کا اسلام

اور مسلمانوں کی پوزیشن پر کوئی برا اثر نہ پڑے اس کی اجازت ہے۔ بعض خلفائے راشدین سے اس بارہ میں جو غیر معمولی تشدید و تہقیق منقول ہے اس کو محض سد ذرائع اور مزید احتیاط پر مبنی سمجھنا چاہئے۔

کفار تمام ایک دوسرے کے دوست ہیں | یعنی مذہبی فرقہ بندی اور اندرونی بغض و عداوت کے باوجود باہم ایک دوسرے سے دوستانہ تعلقات رکھتے ہیں۔ یہودی یہودی کا، نصرانی

نصرانی کا دوست بن سکتا ہے اور جماعت اسلام کے مقابلہ میں سب کفار ایک دوسرے کے دوست اور معاون بن جاتے ہیں۔ الْكُفْرُ مِلَّةٌ وَاحِدَةٌ۔

مِّنْكُمْ فَإِنَّهُ مِنْهُمْ ۖ إِنَّ اللَّهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ

ان سے تو وہاں نہیں ہے ۖ اللہ ہدایت نہیں کرتا ظالم

الظَّالِمِينَ ۝۵۱ فَتَرَى الَّذِينَ فِي قُلُوبِهِمْ مَّرَضٌ

لوگوں کو ۖ اب تو دیکھئے گا ان کو جن کے دل میں بیماری ہے

يُسَارِعُونَ فِيهِمْ يَقُولُونَ نَخْشَى أَنْ تُصِيبَنَا

دوڑ کر ملتے ہیں ان میں کہتے ہیں کہ ہم کو ڈر ہے کہ نہ آجائے ہم پر گردش

دَائِرَةٌ ۖ فَعَسَىٰ أَنْ يَأْتِيَ بِالْفَتْحِ أَوْ أَمْرٍ

زمانہ کی سو قریب ہے کہ اللہ جلد ظاہر فرما دے فتح یا کوئی حکم

مِّنْ عِنْدِهِ فَيُصِيبُحُوا عَلَىٰ مَا أَسْرَوْا فِي أَنْفُسِهِمْ

اپنے پاس سے تو لگیں اپنے جی کی چھپی بات پر

نَدِيمِينَ ۝۵۲ وَيَقُولُ الَّذِينَ آمَنُوا أَهَؤُلَاءِ

پچھتانے اور کہتے ہیں مسلمان کیا یہ وہی لوگ ہیں

الَّذِينَ أَقْسَمُوا بِاللَّهِ جَهْدَ أَيْمَانِهِمْ ۖ إِنَّهُمْ

جو قسمیں کھاتے تھے اللہ کی تاکید سے کہ ہم

لَبَعَكُمْ ۖ حَبِطَتْ أَعْمَالُهُمْ فَأَصْبَحُوا خَاسِرِينَ ۝۵۳

تمہارے ساتھ ہیں برباد گئے ان کے عمل پھر رہ گئے نقصان میں

بِأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا مَنْ يَرْتَدَّ مِنْكُمْ عَنْ دِينِهِ

اے ایمان والو جو کوئی تم میں پھرے گا اپنے دین سے

◆ **عبداللہ بن ابی اور اس کے ساتھیوں کا کفر** | یعنی ان ہی کے زمرہ میں شامل ہے۔ یہ آیتیں رئیس المنافقین عبداللہ بن ابی کے باب میں نازل ہوئی تھیں۔ یہود سے اس کا بہت دوستانہ تھا۔ اس کا گمان یہ تھا کہ اگر مسلمانوں پر کوئی افتاد پڑی اور پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کی جماعت مغلوب ہوگئی تو یہود سے ہماری یہ دوستی کام آئے گی۔ اسی واقعہ کی طرف اگلی آیت میں اشارہ کیا گیا ہے۔ تو فی الحقیقت یہود کے ساتھ منافقین کی موالات کا اصلی منشاء یہ تھا کہ یہود جماعت اسلام کے مد مقابل اور مذہب اسلام کے بدترین دشمن تھے۔ ظاہر ہے کہ جو شخص یہود و نصاریٰ یا کسی جماعت کفار کے ساتھ اس نیت اور حیثیت سے موالات کرے کہ وہ دشمن اسلام ہے اس کے کفر میں کیا شبہ ہو سکتا ہے۔ منافقین میں کچھ لوگ اور بھی تھے جنہوں نے جنگ احد میں لڑائی کا پانسہ بدلا ہوا دیکھ کر کہنا شروع کیا تھا کہ ہم تو اب فلاں یہودی یا فلاں نصرانی سے دوستانہ گانٹھیں گے اور ضرورت پیش آنے پر ان ہی کا مذہب اختیار کر لیں گے، اس قماش کے لوگوں کی نسبت بھی ”وَمَنْ يَتَوَلَّهُمْ مِنْكُمْ فَاِنَّهُ مِنْهُمْ“ کا ظاہری مدلول علانیہ صادق ہے۔ رہے وہ مسلمان جو اس قسم کی نیت اور منشاء سے خالی ہو کر یہود و نصاریٰ کیساتھ دوستانہ تعلقات قائم کریں، چونکہ ان کی نسبت بھی قوی خطرہ رہتا ہے کہ وہ کفار کی حد سے زیادہ ہم نشینی اور اختلاط سے متاثر ہو کر رفتہ رفتہ ان ہی کا مذہب اختیار کر لیں۔ یا کم از کم شعائر کفر اور رسوم شرکیہ سے کارہ اور نفور نہ رہیں۔ اس اعتبار سے فَاِنَّهُ مِنْهُمْ کا اطلاق ان کے حق میں بھی ہو سکتا ہے جیسا کہ حدیث المرء مع من احب نے اس مضمون کی طرف توجہ دلائی ہے۔

◆ یعنی جو لوگ کہ دشمنان اسلام سے موالات کر کے خود اپنی جان پر اور مسلمانوں پر ظلم کرتے ہیں اور جماعت اسلام کے مغلوب و مقہور ہونے کا انتظار کر رہے ہیں، ایسی بد بخت، معاند اور دغا باز قوم کی نسبت یہ امید نہیں کی جاسکتی کہ وہ کبھی راہ ہدایت پر آئے گی۔

◆ **منافقین اور یہود کے تعلقات** | یہ وہی لوگ ہیں جن کے دلوں میں شک اور نفاق کی بیماری ہے جن کو خدا کے وعدوں پر اعتماد اور مسلمانوں کی حقانیت پر یقین نہیں، اسی لئے دوز دوڑ کر کافروں کی آغوش میں پناہ لینا چاہتے ہیں۔ تاکہ ان کے موہوم غلبہ کے وقت ثمرات فتح سے متمتع ہو سکیں۔ اور ان کے زعم میں جو گردشیں اور آفات جماعت اسلام پر آنے والی تھیں ان سے محفوظ رہیں۔ (نَخْشَىٰ اَنْ تُصِيبَنَا ذٰلِكَ) کے یہی معنی ان کے دلوں میں مکنون تھے۔ لیکن یہی الفاظ (نَخْشَىٰ اَنْ تُصِيبَنَا ذٰلِكَ) جب پیغمبر علیہ السلام اور مخلص مسلمانوں کے سامنے یہود سے دوستانہ رکھنے کی معذرت میں کہتے تھے تو گردش زمانہ کا یہ مطلب ظاہر کرتے کہ یہود ہمارے سا ہو کار ہیں ہم ان سے قرض و دام لے لیتے ہیں۔ اگر کوئی مصیبت قحط وغیرہ کی پڑی تو وہ ہمارے دوستانہ تعلقات کی وجہ سے آڑے وقت میں کام آجائیں گے۔ ان ہی خیالات کا جواب آگے دیا گیا ہے۔

◆ **آنحضرت ﷺ کے غلبہ کی پیشین گوئی** | یعنی وہ وقت نزدیک ہے کہ حق تعالیٰ اپنے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کو فیصلہ کن فتوحات اور غلبہ عطا فرمائے اور مکہ معظمہ میں بھی جو تمام عرب کا مسلمہ مرکز تھا حضور کو فاتحانہ داخل کرے یا اس کے ماسوا اپنی قدرت اور حکم سے کچھ اور امور پر بروئے کار لائے جنہیں دیکھ کر ان منافقین کی ساری باطل توقعات کا خاتمہ ہو اور انہیں منکشف ہو جائے کہ دشمنان اسلام کی موالات کا نتیجہ دنیوی ذلت و رسوائی اور اخروی عذاب الیم کے سوا کچھ نہیں۔ جب فضیحت و خسران کے یہ نتائج سامنے آجائیں گے اس وقت بجز پچھتانے اور کفِ افسوس ملنے کے کچھ حاصل نہ ہوگا۔ اَلَا اِنَّ قَدْ نَدِمْتُ وَمَا يَنْفَعُ النَّدِمُ چنانچہ ایسا ہی ہوا اسلام کے عام غلبہ اور فتح مکہ وغیرہ کو دیکھ کر تمام اعدائے اسلام کے حوصلے پست ہو گئے بہت سے یہود مارے گئے، بہت سے جلاوطن ہوئے۔ منافقین کی ساری امیدوں پر پانی پھر گیا۔ مسلمانوں کے سامنے صریح طور پر جھوٹے ثابت ہوئے۔ موالات یہود میں جو کوششیں کی تھیں وہ اکارت گئیں اور خسران دنیوی اور ہلاکت ابدی کا طوق گلے میں پڑا۔ اگلی آیت میں اسی مضمون کو بیان فرمایا ہے۔

فَسَوْفَ يَأْتِي اللَّهُ بِقَوْمٍ يُحِبُّهُمْ وَيُحِبُّونَهُ ۝

تو اللہ عنقریب لاوے گا ایسی قوم کو کہ اللہ ان کو چاہتا ہے اور وہ اس کو چاہتے ہیں

أَذَلَّةٍ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ أَعِزَّةٍ عَلَى الْكَافِرِينَ ۝

زہم دل ہیں مسلمانوں پر زبردست ہیں کافروں پر

يُجَاهِدُونَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَلَا يَخَافُونَ

لڑتے ہیں اللہ کی راہ میں اور ڈرتے نہیں

لَوْمَةً لَا يُعِيبُ ۝ ذَلِكَ فَضْلُ اللَّهِ يُؤْتِيهِ مَنْ

کسی کے التزام سے یہ فضل ہے اللہ کا دے گا جس کو

يَشَاءُ ۝ وَاللَّهُ وَاسِعٌ عَلِيمٌ ۝ إِنَّمَا وَلِيُّكُمُ اللَّهُ

چاہے اور اللہ کشائش والا ہے خبردار تمہارا رفیق تو وہی اللہ ہے

وَرَسُولُهُ وَالَّذِينَ آمَنُوا الَّذِينَ يُقِيمُونَ الصَّلَاةَ

اور اس کا رسول اور جو ایمان والے ہیں جو کہ قائم ہیں نماز پر

وَيُؤْتُونَ الزَّكَاةَ وَهُمْ رَاكِعُونَ ۝ وَمَنْ يَتَوَلَّ

اور دیتے ہیں زکوٰۃ اور وہ عاجزی کرنے والے ہیں اور جو کوئی دوست رکھے

اللَّهُ وَرَسُولَهُ وَالَّذِينَ آمَنُوا فَإِنَّ حِزْبَ

اللہ کو اور اس کے رسول کو اور ایمان والوں کو تو اللہ کی

اللَّهُ هُمُ الْغَالِبُونَ ۝ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا

جماعت وہی سب پر غالب ہے اے ایمان والو

◆ اسلام کی بقاء اور حفاظت کی پیشینگوئی | اس آیت میں اسلام کی ابدی بقا اور حفاظت کے متعلق عظیم الشان پیشین گوئی کی گئی ہے پچھلی آیات میں کفار کی موالات سے منع کیا گیا تھا۔ ممکن تھا کہ کوئی شخص یا قوم موالات کفار کی بدولت صریحاً اسلام سے پھر جائے۔ جیسا کہ وَمَنْ يَتَوَلَّهُمْ فَاِنَّهُ مِنْهُمْ میں تشبیہ کی گئی ہے۔ قرآن کریم نے نہایت قوت اور صفائی سے آگاہ کر دیا کہ ایسے لوگ اسلام سے پھر کر کچھ اپنا ہی نقصان کریں گے، اسلام کو کوئی ضرر نہیں پہنچا سکتے حق تعالیٰ مرتدین کے بدلے میں یا ان کے مقابلہ پر ایسی قوم لے آئے گا جن کو خدا کا عشق ہو اور خدا ان سے محبت کرے، وہ مسلمانوں پر شفیق و مہربان اور دشمنان اسلام کے مقابلہ میں غالب اور زبردست ہوں گے۔ یہ پیشین گوئی بحول اللہ و قوتہ ہر قرن میں پوری ہوتی رہی۔ ارتداد کا فتنہ نبی کریم ﷺ کی وفات کے بعد صدیق اکبرؓ کے عہد میں پھیلا۔ کئی طرح کے مرتدین اسلام کے مقابلہ میں کھڑے ہو گئے۔ مگر صدیق اکبرؓ کی ایمانی جرات اور اعلیٰ تدبیر اور مخلص مسلمانوں کی سرفروشانہ اور عاشقانہ خدمات اسلام نے اس آگ کو بجھایا اور سارے عرب کو متحد کر کے از سر نو اخلاص و ایمان کے راستے پر گامزن کر دیا۔ آج بھی ہم مشاہدہ کرتے رہتے ہیں کہ جب کبھی چند جاہل اور طامع افراد اسلام کے حلقہ سے نکلنے لگتے ہیں تو ان سے زیادہ اور ان سے بہتر تعلیم یافتہ اور محقق غیر مسلموں کو اسلام فطری کشش سے اپنی طرف جذب کر لیتا ہے اور مرتدین کی سرکوبی کے لئے خدا ایسے وفادار اور جاں نثار مسلمانوں کو کھڑا کر دیتا ہے جنہیں خدا کے راستے میں کسی کی ملامت اور طعن و تشنیع کی پروا نہیں ہوتی۔

◆ انسان کی بڑی سعادت اور اس پر خدا کا بڑا فضل یہ ہے کہ وہ فتنہ کے وقت خود جاہل حق پر ثابت قدم رہ کر دوسروں کو ہلاکت سے بچانے کی فکر کرے۔ خدا جن بندوں کو چاہے اس سعادت کبریٰ اور فضل عظیم سے حصہ وافر عطا فرماتا ہے۔ اس کا فضل غیر محدود ہے۔ اور وہی خوب جانتا ہے کہ کونسا بندہ اس کا اہل اور مستحق ہے۔

◆ مسلمانوں کے اصلی دوست | پچھلی آیتوں میں یہود و نصاریٰ کی موالات اور رفاقت سے مسلمانوں کو منع کیا گیا تھا۔ جس کو سننے کے بعد طبعی طور پر سوال پیدا ہوتا ہے کہ پھر مسلمانوں کے تعلقات محبت و ووداد اور معاملات رفاقت کن سے ہونے چاہئیں۔ اس آیت میں بتلا دیا گیا کہ ان کا رفق اصلی خدا اور پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام اور مخلص مسلمانوں کے سوا کوئی نہیں ہو سکتا۔

◆ کفار کی کثرت اور مسلمانوں کی قلت عدد کو دیکھتے ہوئے ممکن تھا کہ کوئی ضعیف القلب اور ظاہر بین مسلمان اس تردد میں پڑ جاتا کہ تمام دنیا سے موالات منقطع کرنے اور چند مسلمانوں کی رفاقت پر اکتفا کر لینے کے بعد غالب ہونا تو درکنار، کفار کے حملوں سے اپنی زندگی اور بقاء کی حفاظت بھی دشوار ہے۔ ایسے لوگوں کی تسلی کے لیے فرما دیا کہ مسلمانوں کی قلت اور ظاہری بے سروسامانی پر نظر مت کرو۔ جس طرف خدا اور اس کا رسول اور سچے وفادار مسلمان ہونگے، وہی پلہ بھاری رہے گا۔ یہ آیتیں خصوصیت سے حضرت عبادہ ابن صامت رضی اللہ عنہ کی منقبت میں نازل ہوئی ہیں۔ یہود بنی قینقاع سے ان کے بہت زیادہ دوستانہ تعلقات تھے۔ مگر خدا اور رسول کی موالات اور مومنین کی رفاقت کے سامنے انہوں نے اپنے سب تعلقات منقطع کر دیئے۔

لَا تَتَّخِذُوا الَّذِينَ اتَّخَذُوا دِينَكُمْ هُزُورًا وَ

مت بناؤ

ان لوگوں کو جو ٹھہراتے ہیں

تمہارے دین کو اپنی

اور

لَعِبًا مِّنَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ مِنْ قَبْلِكُمْ

کھیل

وہ لوگ جو کتاب دیے گئے

تم سے پہلے

وَ الْكُفَّارَ أَوْلِيَاءَ ۚ وَ اتَّقُوا اللَّهَ إِنْ كُنْتُمْ

اور نہ کافروں کو

اپنا دوست

اور ڈرو اللہ سے

اگر ہو تم

مُؤْمِنِينَ ۝ وَإِذَا نَادَيْتُمْ إِلَى الصَّلَاةِ اتَّخَذُوهَا

ایمان والے

اور جب تم پکارتے ہو

نماز کے لیے

تو وہ ٹھہراتے ہیں

هُزُورًا وَلَعِبًا ۚ ذَٰلِكَ بِأَنَّهُمْ قَوْمٌ لَا يَعْقِلُونَ ۝

اس کو ٹہسی اور کھیل

یہ اس واسطے کہ وہ لوگ بے عقل ہیں

قُلْ يَا أَهْلَ الْكِتَابِ هَلْ تَنْقِمُونَ مِنَّا إِلَّا

تو کہہ اے کتاب والو

کیا ضد ہے تم کو ہم سے

مگر

أَنْ آمَنَّا بِاللَّهِ وَمَا أُنزِلَ إِلَيْنَا وَمَا أُنزِلَ

یہی کہ ہم ایمان لائے اللہ پر

اور جو نازل ہوا ہم پر

اور جو نازل ہو چکا

مِن قَبْلُ ۚ وَأَنَّ أَكْثَرَكُمْ فَاسِقُونَ ۝ قُلْ هَلْ

پہلے

اور یہی کہ تم میں اکثر نافرمان ہیں

تو کہہ

أَنْبِئِكُمْ بِشَرِّ مِمَّنْ ذَٰلِكَ مَثُوبَةً عِنْدَ اللَّهِ ۚ

میں تم کو بتلاؤں

ان میں کس کی بری جزا ہے

اللہ کے ہاں

کفار سے مراد یہاں مشرکین ہیں جیسا کہ عطف سے ظاہر ہے۔

کفار سے ترک موالات کی وجہ | گذشتہ آیات میں مسلمانوں کو موالات کفار سے منع فرمایا تھا۔ اس آیت میں ایک خاص مؤثر

عنوان سے اسی ممانعت کی تاکید کی گئی اور موالات سے نفرت دلائی گئی ہے۔ ایک مسلمان کی نظر میں کوئی چیز اپنے مذہب سے زیادہ معظم و محترم نہیں ہو سکتی۔ لہذا اسے بتایا گیا کہ یہود و نصاریٰ اور مشرکین تمہارے مذہب پر طعن و استہزاء کرتے ہیں اور شعائر اللہ (اذان وغیرہ) کا مذاق اڑاتے ہیں اور جو ان میں خاموش ہیں وہ بھی ان افعال شنیعہ کو دیکھ کر اظہار نفرت نہیں کرتے بلکہ خوش ہوتے ہیں۔ کفار کی ان احمقانہ اور کمینہ حرکات پر مطلع ہو کر کوئی فرد مسلم جس کے دل میں خشیت الہی اور غیرت ایمانی کا ذرا سا شائبہ ہو، کیا ایسی قوم سے موالات اور دوستانہ راہ و رسم پیدا کرنے یا قائم رکھنے کو ایک منٹ کے لئے گوارا کرے گا۔ اگر انکے کفر و عناد اور عداوت اسلام سے بھی قطع نظر کر لی جائے تو دینِ قیم کے ساتھ انکا یہ تمسخر و استہزاء ہی علاوہ دوسرے سبب کے ایک مستقل سبب ترک موالات کا ہے۔

اذان کے ساتھ استہزاء | یعنی جب اذان کہتے ہو تو اس سے جلتے ہیں اور ٹھنٹھا کرتے ہیں۔ جو انکی کمال حماقت اور بے عقلی

کی دلیل ہے۔ کلمات اذان میں خداوند قدوس کی عظمت و کبریاء کا اظہار، توحید کا اعلان، نبی کریم ﷺ جو تمام انبیاء سابقین اور کتب سماویہ کے مصدق ہیں، انکی رسالت کا اقرار، نماز جو تمام اوضاع عبودیت کو جامع اور غایت درجہ کی بندگی پر دال ہے، اسکی طرف دعوت، فلاح دارین اور اعلیٰ سے اعلیٰ کامیابی حاصل کرنے کے لئے بلاوا، ان چیزوں کے سوا اور کیا ہوتا ہے۔ پھر ان میں کوئی چیز ہے جو ہنسسی اڑانے کے قابل ہو۔ ایسی نیکی اور حق و صداقت کی آواز پر مسخر اپن کرنا صرف اسی شخص کا کام ہو سکتا ہے جس کا دماغ عقل سے یکسر خالی ہو اور جسے نیک و بد کی قطعاً تمیز باقی نہ رہے۔ بعض روایات میں ہے کہ مدینہ میں ایک نصرانی جب اذان میں اَشْهَدُ اَنْ مُحَمَّدًا رَسُوْلُ اللّٰهِ سُنْتُ اَوْ كَبَرْتُ 'قد حرق الکاذب' (جھوٹا جل گیا یا جل جائے) اس کی نیت تو ان الفاظ سے جو کچھ ہو، مگر یہ بات بالکل اس کے حسب حال تھی۔ کیونکہ وہ خبیث جھوٹا تھا اور اسلام کا عروج و شیوع دیکھ کر آتش حسد میں جلا جاتا تھا۔ اتفاقاً ایک شب میں کوئی چھو کرمی آگ لیکر اسکے گھر میں آئی۔ وہ اور اس کے اہل و عیال سو رہے تھے ذرا سی چنگاری نادانستہ اس کے ہاتھ سے گر گئی جس سے سارا گھر مع سونے والوں کے جل گیا اور اس طرح خدا نے دکھلا دیا کہ جھوٹے لوگ دوزخ کی آگ سے پہلے ہی دنیا کی آگ میں کس طرح جل جاتے ہیں۔ اذان کے ساتھ استہزاء کرنے کا ایک اور واقعہ صحیح روایات میں منقول ہے وہ یہ کہ فتح مکہ کے بعد آپ حنین سے واپس ہو رہے تھے۔ راستہ میں حضرت بلالؓ نے اذان کہی، چند نو عمر لڑکے جن میں ابو محمد ورہ بھی تھے، اذان کی ہنسسی اور نفل کرنے لگے، آپ نے سب کو پکڑ بلوایا۔ آخر نتیجہ یہ ہوا کہ ابو محمد ورہ کے دل میں خدا نے اسلام ڈال دیا اور حضور نے انکو مکہ کا موذن مقرر فرما دیا۔ اس طرح خدا کی قدرت نفل سے اصل برہ گئی۔

اہل کتاب کی مسلمانوں سے ضد کی وجہ | کسی کام پر طعن کرنا یا ہنسسی اڑانا دو وجہ سے ہو سکتا ہے۔ یا تو وہ کام ہی قابل استہزاء

ہو یا کام کرنے والے کی حالت تمسخر کے لائق ہو۔ پچھلی آیت میں بتلا دیا گیا کہ اذان کوئی ایسی چیز نہیں جس پر بجز پر لے درجہ کے احمق اور خفیف العقل کے کوئی شخص طعن یا استہزاء کر سکے۔ اس آیت میں اذان دینے والوں کے مقدس حالات پر بعنوان سوال متنبہ کیا گیا ہے یعنی استہزاء کرنے والے جو خیر سے اہل کتاب اور عالم شرايع ہونے کا بھی دعویٰ رکھتے ہیں وہ ذرا سوچ کر انصاف سے بتائیں کہ مسلمانوں سے انکو اتنی ضد کیوں ہے اور کیا ایسی برائی وہ ہماری طرف دیکھتے ہیں جو ان کے زعم میں لائق استہزاء ہو۔ بجز اس کے کہ ہم اس خدائے وحدہ لا شریک لہ پر اور اس کی اتاری ہوئی تمام کتابوں اور اس کے بھیجے ہوئے تمام پیغمبروں پر صدق دل سے ایمان رکھتے ہیں۔ اور اسکے بالمقابل استہزاء کرنے والوں کا حال یہ ہے کہ نہ خدا کی سچی اور صحیح توحید پر قائم ہیں اور نہ تمام انبیاء و رسل کی تصدیق و تکریم کرتے ہیں۔ اب تم ہی انصاف سے کہو کہ انتہا درجہ کے نافرمان کو خدا کے فرمانبردار بندوں پر آواز کسے اور طعن تشنیع کرنے کا کہاں تک حق حاصل ہے۔

مَنْ لَعَنَهُ اللَّهُ وَغَضِبَ عَلَيْهِ وَجَعَلَ مِنْهُمْ

وہی جس پر اللہ نے لعنت کی اور اس پر غضب نازل کیا اور ان میں سے بعضوں کو

الْفِرْدَاةَ وَالْخَنَازِيرَ وَعَبَدَ الطَّاغُوتِ ؕ أُولَٰئِكَ

بند کر دیا اور بعض کو سور اور جنہوں نے بندگی کی شیطان کی وہی لوگ

شَرُّ مَكَانًا وَأَضَلُّ عَنْ سَوَاءِ السَّبِيلِ ۝ ۶۰ وَ

بدتر ہیں درجہ میں اور بہت بھکے ہوئے ہیں سیدھی راہ سے اور

إِذَا جَاءُوكُمْ قَالُوا آمَنَّا وَقَدْ دَخَلُوا بِالْكَفْرِ

جب تمہارے پاس آتے ہیں تو کہتے ہیں ہم ایمان لائے اور حالت یہ ہے کہ کافر ہی آئے تھے

وَهُمْ قَدْ خَرَجُوا بِهِ ؕ وَاللَّهُ أَعْلَمُ بِمَا كَانُوا

اور کافر ہی چلے گئے اور اللہ خوب جانتا ہے جو کچھ

يَكْتُمُونَ ۝ ۶۱ وَتَرَىٰ كَثِيرًا مِنْهُمْ يُسَارِعُونَ فِي الْإِثْمِ

چھپائے ہوئے تھے اور تو دیکھے گا بہتوں کو ان میں سے کہ دوڑتے ہیں گناہ پر

وَالْعُدْوَانَ ۖ وَأَكَلِهِمُ السُّحْتِ ؕ لَبِئْسَ مَا كَانُوا

اور ظلم اور حرام کھانے پر بہت برے کام ہیں جو

يَعْمَلُونَ ۝ ۶۲ لَوْلَا يُنْهَاهُمُ الرَّبُّنِيُّونَ وَالْأَحْبَارُ

کر رہے ہیں کیوں نہیں منع کرتے ان کے درویش اور علماء

عَنْ قَوْلِهِمْ الْإِثْمِ وَأَكَلِهِمُ السُّحْتِ ؕ لَبِئْسَ مَا

گناہ کی بات کہنے سے اور حرام کھانے سے بہت ہی برے عمل ہیں

یہودی مغضوب اور ملعون ہیں | یعنی اگر "ایمان باللہ" پر مستقیم ہونا اور ہر اس چیز کی جو خدا کی طرف سے کسی زمانہ میں نازل ہو سچے دل سے تصدیق کرنا ہی تمہارے زعم میں مسلمانوں کا سب سے بڑا جرم اور سب سے بڑی برائی ہے اور اسی وجہ سے تم انکو موردِ طعن و ملام بناتے ہو تو آؤ کہ میں تم کو ایک ایسی قوم کا پتہ بتلاؤں جو اپنی شرارت اور گندگی کی وجہ سے بدترین خلاق ہے۔ جن پر خدا کی لعنت اور غضب کا اثر آج بھی نمایاں طور پر آشکارا ہے۔ جس کے بہت سے افراد اپنی مکاری اور بے حیائی اور حرص دنیا کی سزا میں بندر اور سور بنائے جا چکے ہیں اور جس نے خدا کی بندگی سے نکل کر شیطان کی غلامی اختیار کر لی۔ اگر انصاف سے دیکھا جائے تو یہ بدترین خلاق اور گم کردہ راہ قوم ہی اصلی معنی میں تمہارے طعن و استہزاء کی مستحق ہو سکتی ہے اور وہ خود تم ہی ہو۔

یہود و نصاریٰ کی سیاہ کاریاں | یہاں ان ہی استہزاء کرنے والوں کے بعض مخصوص افراد کا بیان ہے جو غائبانہ تو مذہب اسلام پر طعن و تشنیع کرتے اور مسلمانوں کا مذاق اڑاتے تھے، لیکن جب نبی کریم ﷺ یا مخلص مسلمانوں سے ملتے تو ازراہ نفاق اپنے کو مسلمان ظاہر کرتے۔ حالانکہ شروع سے آخر تک ایک منٹ کے لئے بھی انہیں اسلام سے تعلق نہیں ہوا۔ نہ پیغمبر علیہ السلام کی زبانی وعظ و تذکیر کا کوئی اثر انہوں نے قبول کیا۔ کیا محض لفظ ایمان و اسلام زبان سے بول کر وہ خدا کو معاذ اللہ دھوکا دے سکتے ہیں۔ اگر اس "عالم الغیب والشہادۃ" کی نسبت جو ہر قسم کے ضماز و سراز پر مطلع ہے۔ ان کا گمان یہ ہو کہ محض لفظی ایمان سے اسے خوش کر لیں گے تو اس سے بڑھ کر کوئی حرکت قابل استہزاء و تمسخر ہو سکتی ہے۔ گویا اس آیت سے یہود و نصاریٰ کے ان مضحکہ انگیز افعال و حرکات کا بیان شروع ہوا جن پر متنبہ کئے جانے کے بعد مسلمانوں کا استہزاء کرنے کے بجائے انہیں خود اپنا استہزاء کرنا چاہئے۔ اگلی آیات میں بھی اسی مضمون کی تکمیل و تکمیل ہے۔

غالبا "اشم" سے لازمی اور "عدوان" سے متعدی گناہ مراد ہیں۔ یعنی ان لوگوں کا حال یہ ہے کہ بہت شوق اور رغبت سے ہر قسم کے گناہوں کی طرف جھپٹتے ہیں۔ خواہ انکا اثر اپنی ذات تک محدود ہو یا دوسروں تک پہنچے۔ جنکی اخلاقی حالت ایسی زبوں ہو اور حرام خوری ان کا شیوہ ٹھہر گیا ہو، ان کی برائی میں کسے شبہ ہو سکتا ہے۔ یہ تو ان کے عوام کا حال تھا۔ آگے خواص کا بیان کیا گیا ہے۔

كَانُوا يَصْنَعُونَ ﴿٦٣﴾ وَقَالَتِ الْيَهُودُ يَدُ اللَّهِ مَغْلُولَةٌ ۚ

جو کر رہے ہیں ﴿۶۳﴾ اور یہود کہتے ہیں اللہ کا ہاتھ بند ہو گیا ﴿۶۳﴾

غَلَّتْ أَيْدِيهِمْ وَلُعِنُوا بِمَا قَالُوا ۗ بَلْ يَدَاهُ مَبْسُوطَتَانِ ۗ

انہی کے ہاتھ بند ہو جائیں ﴿۶۴﴾ اور لعنت ہے ان کو اس کہنے پر ﴿۶۴﴾ بلکہ اس کے تو دونوں ہاتھ کھلے ہوئے ہیں ﴿۶۴﴾

يُنْفِقُ كَيْفَ يَشَاءُ ۗ وَلِيَزِيدَنَّ كَثِيرًا مِّنْهُم مَّا

خرچ کرتا ہے ﴿۶۵﴾ جس طرح چاہے ﴿۶۵﴾ اور ان میں بہتوں کو بڑھے گی اس کلام سے جو

أُنزِلَ إِلَيْكَ مِنْ رَبِّكَ طُغْيَانًا وَكُفْرًا ۗ وَالْقَبِيلَا

تجھ پر اترا ﴿۶۶﴾ تیرے رب کی طرف سے ﴿۶۶﴾ شرارت اور انکار ﴿۶۶﴾ اور ہم نے ڈال رکھی ہے

بَيْنَهُمُ الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَاءَ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ ۗ

ان میں دشمنی ﴿۶۷﴾ اور بیزاری ﴿۶۷﴾ قیامت کے دن تک ﴿۶۷﴾

كُلَّمَا أَوْقَدُوا نَارًا لِلْحَرْبِ أَطْفَأَهَا اللَّهُ وَيَسْعَوْنَ

جب کبھی آگ سلگاتے ہیں لڑائی کے لیے ﴿۶۸﴾ اللہ اس کو بجھا دیتا ہے ﴿۶۸﴾ اور دوڑتے ہیں

فِي الْأَرْضِ فَسَادًا ۗ وَاللَّهُ لَا يُحِبُّ الْمُفْسِدِينَ ﴿٦٣﴾

ملک میں فساد کرتے ہوئے ﴿۶۹﴾ اور اللہ پسند نہیں کرتا فساد کرنے والوں کو ﴿۶۹﴾

وَلَوْ أَنَّ أَهْلَ الْكِتَابِ آمَنُوا وَاتَّقَوْا لَكَفَّرْنَا عَنْهُمْ

اور اگر اہل کتاب ایمان لاتے اور ڈرتے تو ہم دور کر دیتے ان سے

سَيِّئَاتِهِمْ وَلَادَخَلْنَاهُمْ جَنَّاتِ النَّعِيمِ ﴿٦٥﴾ وَلَوْ أَنَّ

ان کی برائیاں اور ان کو داخل کرتے نعمت کے باغوں میں ﴿۷۰﴾ اور اگر وہ

یہودی علماء کو سرزنش | جب خدا کسی قوم کو تباہ کرتا ہے تو اس کے عوام گناہوں اور نافرمانیوں میں غرق ہو جاتے ہیں اور اسکے خواص یعنی درویش اور علماء گونگے شیطان بن جاتے ہیں۔ بنی اسرائیل کا حال یہ ہی ہوا کہ لوگ عموماً دنیوی لذات و شہوات میں منہمک ہو کر خدا تعالیٰ کی عظمت و جلال اور اسکے قوانین و احکام کو بھلا بیٹھے۔ اور جو مشائخ اور علماء کہلاتے تھے انہوں نے ”امر بالمعروف و نہی عن المنکر“ کا فریضہ ترک کر دیا۔ کیونکہ دنیا کی حرص اور اتباع شہوات میں وہ اپنے عوام سے بھی آگے تھے۔ مخلوق کا خوف یا دنیا کا لالچ حق کی آواز بلند کرنے سے مانع ہوتا تھا۔ اسی سکوت اور مدہانت سے پہلی قومیں تباہ ہوئیں۔ اسی لئے امت محمدیہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کو قرآن و حدیث کی بے شمار نصوص میں بہت ہی سخت تاکید و تہدید کی گئی ہے کہ کسی وقت اور کسی شخص کے مقابلہ میں اس ”فرض امر بالمعروف“ کے ادا کرنے سے تغافل نہ برتیں۔

حق تعالیٰ کی شان میں یہودیوں کی گستاخیاں | نبی کریم ﷺ کی بعثت کے وقت اہل کتاب کے

قلوب ان کی شرارت، کفر و طغیان، بدکاری، حرام خوری وغیرہ کی ممارست سے اس قدر مسخ ہو گئے تھے کہ بارگاہ ربوبیت میں گستاخی کرنے سے بھی ان کو کچھ باک نہ ہوتا تھا، خداوند قدوس کا رتبہ ان کے یہاں ایک معمولی انسان کی حیثیت سے زیادہ نہ رہا تھا۔ حق تعالیٰ کی جناب میں بے تکلف ایسے واہی تباہی کلمات بک دیتے تھے جنہیں سن کر انسان کے رونگٹے کھڑے ہو جائیں۔ کبھی کہتے ان اللہ فقیر و نحن اغنیاء کبھی یہ الفاظ منہ سے نکالتے لئذ اللہ مغلولۃ (خدا کا ہاتھ بند ہو گیا) اس سے مراد یا تو وہ ہی ہوگی جو ان اللہ فقیر سے تھی کہ خدا معاذ اللہ تنگ دست ہو گیا اس کے خزانہ میں کچھ رہا نہیں اور یا ”غل ید“ کنا یہ بخل و امساک سے ہو۔ یعنی تنگ دست تو نہیں مگر آج کل بخل کرنے لگا ہے (العیاذ باللہ) بہر حال کوئی معنی لو، اس کلمہ کفر کا منشا یہ تھا کہ جب تہرد و طغیان کی پاداش میں حق تعالیٰ نے ان ملائین پر ذلت و کبت، ضیق عیش، بد حالی اور تنگ میدانی مسلط فرمادی تو بجائے اس کے کہ اپنی سہ کاریوں اور شرارتوں پر متنبہ اور نادم ہوتے، اٹھ کر حق تعالیٰ کی جناب میں گستاخیاں کرنے لگے۔ شاید یہ خیال ہوا ہوگا کہ ہم تو پیغمبروں کی اولاد بلکہ خدا کے بیٹے اور اسکے پیارے تھے۔ پھر یہ کیا معاملہ ہونے لگا کہ آج بنی اسمعیل تو دنیا میں پھلتے جا رہے ہیں۔ زمینی فتوحات اور آسمانی برکات تو ان پر کشادہ کر دی گئی ہیں اور ہم بنی اسرائیل کہ خدا صرف ہمارا اور ہم اس کے تھے۔ اس طرح ذلیل و مغلوب اور تنگ ہو کر در بدر بھٹکتے پھرتے ہیں۔ ہم تو وہ ہی اسرائیل کی اولاد اور ”ابنائ اللہ و احببائہ“ آج بھی ہیں جو پہلے تھے مگر معلوم ہوتا ہے کہ جس خدا کی ہم اولاد اور محبوب تھے (معاذ اللہ) اس کے خزانہ میں کی آگنی یا آج کل بخل و امساک نے ایکا ہاتھ بند کر دیا ہے۔ احمق اتنا نہ سمجھے کہ حق تعالیٰ کے خزانوں تو لامحدود اور اس کے کمالات غیر متبدل اور غیر متناہی ہیں۔ اگر معاذ اللہ اس کے خزانہ میں کچھ نہ رہتا یا مخلوق کی تربیت و اعانت سے وہ ہاتھ کھینچ لیتا تو دنیا کا نظام کس طرح قائم رہ سکتا تھا اور جو روز افزوں عروج و فروغ پیغمبر علیہ السلام اور ان کے رفقاء کا تم اپنی

آنکھوں سے دیکھ رہے ہو، یہ کس کے خزانہ اور دست کرم کا رہن منت ہوتا۔ لہذا تم کو سمجھ لینا چاہئے کہ اس کا ہاتھ بند نہیں ہوا۔ البتہ گستاخیوں اور شرارتوں کی نحوست سے خدا کی جولعت اور پھنکار تم پر پڑی ہے اس نے تمہارے حق میں خدا کی زمین باوجود وسعت کے تنگ کر دی ہے اور آئندہ اور زیادہ تنگ ہونے والی ہے۔ اپنی تنگ حالی کو خدا کی تنگدستی سے منسوب کرنا تمہاری انتہائی سفاہت ہے۔

یہ دعا کے رنگ میں پیشین گوئی یا ان کی حالتِ واقعی کی خبر دی گئی ہے چنانچہ واقع میں بخل و جبن نے ان کے ہاتھ بالکل بند کر دیئے تھے۔

حق تعالیٰ کے لئے اعضائے جسمانی کی نسبت | حق تعالیٰ کے لئے جہاں ہاتھ، پاؤں، آنکھ وغیرہ نعوت ذکر کئی گئی ہیں۔ ان سے بھول کر بھی یہ وہم نہ ہونا چاہئے کہ وہ معاذ اللہ مخلوق کی طرح جسم اور اعضائے جسمانی رکھتا ہے۔ بس جس طرح خدا کی ذات اور وجود، حیات، علم، وغیرہ تمامی صفات کی کوئی نظیر اور مثال اور کیفیت اس کے سوا بیان نہیں ہو سکتی۔

اے برتر از خیال و قیاس و گمان و وہم
وزہر چہ گفتہ اند و شنیدیم و خواندہ ایم
دفتر تمام گشت و پاپایاں رسید عمر
ماہچہاں در اول تو ماندہ ایم

اسی طرح ان نعوت و صفات کو خیال کرو۔ خلاصہ یہ ہے کہ جیسے خدا کی ذات بے چون و بچکوں ہے، اس کے سمع، بصر، یَد وغیرہ نعوت و صفات کے معانی بھی اسکی ذات اور شانِ اقدس کے لائق اور ہمارے کیف و کم اور تعبیر و بیان کے احاطہ سے بالکل وراء الوراہ میں۔ لیس کَمِثْلِهِ شَيْءٌ وَهُوَ السَّمِيعُ الْبَصِيرُ (شوری، رکوع ۲۶) حضرت شاہ عبدالقادر نے ان آیات پر جو فائدہ لکھا ہے اس میں دو ہاتھوں سے مراد ”مہر“ کا اور ”قہر“ کا ہاتھ لیا ہے۔ یعنی آج کل خدا کی مہر کا ہاتھ ”امت محمدیہ“ پر اور قہر کا بنی اسرائیل پر کھلا ہوا ہے۔ جیسا کہ اگلی آیتوں میں اشارہ فرمایا۔

یعنی اس کو وہ ہی خوب جانتا ہے کہ کس وقت، کس پر، کس قدر خرچ کیا جائے۔ کبھی ایک وفادار کو امتحان یا اصلاح حال کی غرض سے تنگی اور عسرت میں مبتلا کر دیتا ہے اور کبھی اس کی وفاداری کے صلہ میں نعمائے آخرت سے پہلے دنیوی برکات کے دروازے بھی کھول دیتا ہے۔ اس کے بالمقابل ایک مجرم متمرّد پر کبھی آخرت کی سزا سے پہلے تنگ حالی، ضیق عیش اور مصائب و آفات دنیوی کی سزا بھیجتا ہے اور کسی وقت دنیوی ساز و سامان کو فراخ کر کے مزید مہلت دیتا ہے کہ یا خدا کے احسانات سے متاثر ہو کر اپنے فسق و فجور پر کچھ شرمائے اور یا اپنی شقاوت کا پیمانہ پوری طرح لبریز کر کے انتہائی سزا کا مستحق ہو۔ ان مختلف احوال و اغراض اور متنوع حکمتوں کی موجودگی میں کسی شخص کے مقبول و مردود ہونے کا فیصلہ خدا کی اطلاع یا قرآن و احوال خارجیہ کی بناء پر کیا جاسکتا ہے جس طرح

ایک چور کا ہاتھ کاٹا جائے، یا ڈاکٹر کسی مریض کا ہاتھ کاٹے، دونوں کی نسبت ہم احوال خارجہ اور قرآن سے سمجھ لیتے ہیں کہ ایک بطور سزا اور دوسرا زراہ شفقت و علاج کا ٹاٹا گیا ہے۔

◆ ان کی گستاخی کا جواب دیا جا چکا ہے، لیکن قرآن کے ایسے حکیمانہ جوابات سے ان معاندین اور سفہاء کو تسکین نہیں ہوگی۔ بلکہ کلام الہی سن کر شرارت اور انکار میں اور زیادہ ترقی کریں گے۔ اگر غذائے صالح ایک بیمار کے معدہ میں پہنچ کر اس کے مرض کو زیادہ کر دیتی ہے تو اس میں غذا کا قصور نہیں۔ مریض کے مزاج کی خرابی ہے۔

◆ اگرچہ قریب میں خاص یہود کا مقولہ نقل کیا تھا۔ لیکن ”الْقَيْنَا بَيْنَهُمْ“ سے مراد غالباً وہ اور انکے بھائی بند سب ہیں۔ یعنی یہود و نصاریٰ سب اہل کتاب کا حال بیان فرمایا ہے جیسا کہ پہلے اسی سورہ میں گذر چکا اور اگلی آیت میں بھی سب اہل کتاب کو خطاب فرمایا ہے۔ مطلب یہ ہوا کہ جوں جوں انکی شرارت اور انکار کو ترقی ہوئی اسی قدر اسلام اور مسلمانوں کے خلاف سازشیں اور منصوبے گانٹھیں گے اور لڑائی کی آگ سلگانے کے لئے تیار ہونگے۔ لیکن ان کے آپس میں پھوٹ پڑ چکی ہے جو مٹ نہیں سکتی۔ اس سبب سے اسلامی برادری کے خلاف ان کی جنگی تیاریاں کامیاب نہیں ہوں گی۔

◆ اہل کتاب کی فتنہ پروری | اس سے معلوم ہوا کہ اہل اسلام میں جب تک باہمی محبت اور اخوت مستحکم رہے گی اور رشد و صلاح کے طریق پر گامزن ہو کر فتنہ اور فساد سے مجتنب رہنے کا اہتمام رہے گا جیسا کہ صحابہ رضی اللہ عنہم میں تھا، اس وقت تک اہل کتاب کی سب کوششیں ان کے مقابلہ میں بے کار ثابت ہوں گی۔

◆ یعنی باوجود ایسے شدید جرائم اور سخت شرارتوں کے اگر اب بھی اہل کتاب اپنے رویہ سے تائب ہو کر نبی کریم ﷺ اور قرآن پر ایمان لے آتے اور تقویٰ اختیار کر لیتے تو دروازہ توبہ کا بند نہیں ہوا۔ حق تعالیٰ کمال فضل و رحمت سے ان کو اخروی و دنیوی نعمتوں سے سرفراز فرمادیتا۔ انکی رحمت بڑے سے بڑے مجرم کو بھی جب وہ شرمسار اور معترف ہو کر آئے مایوس نہیں کرتی۔

أَقَامُوا التَّوْرَةَ وَالْإِنْجِيلَ وَمَا أُنزِلَ إِلَيْهِمْ

قائم رکھتے تو ریت اور انجیل کو اور اس کو جو کہ نازل ہوا ان پر

مِنْ رَبِّهِمْ لَأَكْلُوا مِنْ فَوْقِهِمْ وَمِنْ تَحْتِ أَرْجُلِهِمْ

ان کے رب کی طرف سے تو کھاتے اپنے اوپر سے اور اپنے پاؤں کے نیچے سے

مِنْهُمْ أُمَّةٌ مُّقْتَصِدَةٌ وَكَثِيرٌ مِنْهُمْ سَاءَ مَا

کچھ لوگ ان میں ہیں سیدھی راہ پر اور بہت سے ان میں برے کام

يَعْمَلُونَ ﴿٦٦﴾ يَا أَيُّهَا الرَّسُولُ بَلِّغْ مَا أُنزِلَ إِلَيْكَ

کر رہے ہیں اے رسول پہنچادے جو تجھ پر اترا

مِنْ رَبِّكَ وَإِنْ لَمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَغْتَ رِسَالَتَهُ

تیرے رب کی طرف سے اور اگر ایسا نہ کیا تو تو نے کچھ نہ پہنچایا اس کا پیغام

وَاللَّهُ يَعْصَمُكَ مِنَ النَّاسِ ۚ إِنَّ اللَّهَ لَا يَهْدِي

اور اللہ تجھ کو بچالے گا لوگوں سے بے شک اللہ راستہ نہیں دکھلاتا

الْقَوْمَ الْكَافِرِينَ ﴿٦٧﴾ قُلْ يَا أَهْلَ الْكِتَابِ لَسْتُمْ عَلَىٰ

قوم کفار کو کہہ دے اے کتاب والو تم کسی راہ پر نہیں

شَيْءٍ حَتَّىٰ تُقِيمُوا التَّوْرَةَ وَالْإِنْجِيلَ وَمَا أُنزِلَ

جب تک نہ قائم کرو تو ریت اور انجیل کو اور جو تم پر اترا

إِلَيْكُمْ مِّنْ رَبِّكُمْ ۚ وَلْيُزِيدَنَّ كَثِيرًا مِنْهُمْ مَا أُنزِلَ

تمہارے رب کی طرف سے اور ان میں بہتوں کو بڑھے گی اس کلام سے جو تجھ پر

❖ قرآن پر عمل تورات و انجیل پر عمل سے | یعنی قرآن کریم جو تورات و انجیل کے بعد ان کی تنبیہ اور ہدایت کے لئے نازل ہوا، اسکو قائم کرتے۔ کیونکہ اس کی تسلیم کے بدون تورات و انجیل کی بھی صحیح معنی میں اقامت نہیں ہو سکتی بلکہ تورات و انجیل اور جملہ کتب سماویہ کی اقامت کا مطلب ہی اب یہ ہو سکتا ہے کہ قرآن کریم اور پیغمبر آخر الزماں ﷺ جو کتب سابقہ کی پیشین گوئیوں کے مطابق بھیجے گئے ہیں، ان کو قبول کیا جائے۔ گویا اقامت تورات و انجیل کا حوالہ دیکر آگاہ فرمادیا کہ اگر قرآن کو انہوں نے قبول نہ کیا تو اس کے معنی یہی ہیں کہ اپنی کتابوں کے قبول کرنے سے بھی منکر ہو گئے۔

❖ یعنی تمام ارضی و سماوی برکات سے انکو متمتع کیا جاتا۔ اور ذلت، بد حالی اور ضیق عیش کی جو سزا ان کے عصیان و تمرد پر دی گئی تھی وہ اٹھالی جاتی۔
❖ یہ وہ معدود افراد ہیں جنہوں نے فطری سعادت سے توسط و اعتدال کی راہ اختیار کی اور حق کی آواز پر لبیک کہا۔ مثلاً عبد اللہ بن سلام اور مملک حبشہ نجاشی وغیرہ رضی اللہ عنہم

❖ آنحضرت ﷺ کو تبلیغ کا حکم اور وعدہ حفاظت | پچھلی آیات میں اہل کتاب کی شرارت، کفر اور سیہ کاریوں کا ذکر کر کے تورات، انجیل، قرآن اور کل کتب سماویہ کی اقامت کی ترغیب دی گئی تھی آئندہ قُلْ يَا أَهْلَ الْكِتَابِ لَنْسْتُمْ عَلٰی شَيْءٍ مِّنْهُ سِوَا ابْلِ کتاب کے مجمع میں اعلان کرنا چاہتے ہیں کہ اس "اقامت" کے بدون تمہاری مذہبی زندگی بالکل صفر اور لاشے محض ہے "يَا أَيُّهَا الرُّسُلُ بَلِّغْ مَا أُنزِلَ إِلَيْكَ مِنْ رَبِّكَ" میں اسی دونوں اعلان کے لئے حضور کو تیار کیا گیا ہے۔ یعنی آپ پر جو کچھ پروردگار کی طرف سے اتارا جائے خصوصاً اس طرح کے فیصلہ کن اعلانات آپ بے خوف و خطر اور بلا تامل پہنچاتے رہے۔ اگر بفرض مجال کسی ایک چیز کی تبلیغ میں بھی آپ سے کوتاہی ہوئی تو بحیثیت رسول (خدا کی پیغامبر) ہونے کے رسالت و پیغام رسانی کا جو منصب جلیل آپ کو تفویض ہوا ہے سمجھا جائے گا کہ آپ نے اس کا حق کچھ بھی ادا نہ کیا۔ بلاشبہ نبی کریم ﷺ کے حق میں فریضہ تبلیغ کی انجام دہی پر بیش از بیش ثابت قدم رکھنے کے لئے اس سے بڑھ کر کوئی مؤثر عنوان نہ ہو سکتا تھا۔ آپ نے بیس ہائیس سال تک جس بے نظیر اولوالعزمی، جانفشانی، مسلسل جد و کد اور صبر و استقلال سے فرض رسالت و تبلیغ کو ادا کیا، وہ اسکی واضح دلیل تھی کہ آپ کو دنیا میں ہر چیز سے بڑھ کر اپنے فرض منصبی (رسالت و بلاغ) کی اہمیت کا احساس ہے۔ حضور کے اس احساس قوی اور تبلیغی جہاد کو ملحوظ رکھتے ہوئے وظیفہ تبلیغ مزید استحکام و تثبت کی تاکید کے موقع پر مؤثر ترین عنوان یہ ہی ہو سکتا تھا کہ حضور کو يَا أَيُّهَا الرُّسُلُ سے خطاب کر کے صرف اتنا کہہ دیا جائے کہ اگر بفرض مجال تبلیغ میں ادنیٰ سی کوتاہی ہوئی تو سمجھو کہ آپ اپنے فرض منصبی کے ادا کرنے میں کامیاب نہ ہوئے۔ اور ظاہر ہے کہ آپ کی تمام تر کوششوں اور قربانیوں کا مقصد وحید ہی یہ تھا کہ آپ خدا کے سامنے فرض رسالت کی انجام دہی میں اعلیٰ سے اعلیٰ کامیابی حاصل فرمائیں لہذا یہ کسی طرح ممکن ہی نہیں کہ کسی ایک پیغام کے پہنچانے میں بھی ذرا سی کوتاہی کریں۔ عموماً یہ تجربہ ہوا ہے کہ فریضہ تبلیغ ادا کرنے میں انسان چند وجوہ سے متصر رہتا ہے۔ یا تو اسے اپنے فرض کی اہمیت کا کافی احساس اور شغف نہ ہو یا لوگوں کی عام مخالفت سے نقصان شدید پہنچنے یا کم از کم بعض فوائد کے فوت ہونے کا خوف ہو اور یا مخالطین کے عام تمرد و طغیان کو دیکھتے ہوئے جیسا کہ پچھلی اور اگلی آیات میں اہل کتاب کی نسبت بتلایا گیا ہے، تبلیغ کے شرا اور بیخ ہونے سے مایوسی ہو، پہلی وجہ کا جواب يَا أَيُّهَا الرُّسُلُ سے فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَهُ تک، دوسری کا وَاللّٰهُ يَغْفِرْ لِمَن يَشَاءُ، اور تیسری کا اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْكَافِرِيْنَ میں دے دیا گیا۔ یعنی تم اپنا فرض ادا کئے جاؤ خدا تعالیٰ آپ کی جان اور عزت و آبرو کی حفاظت فرمانے والا ہے وہ تمام روئے زمین کے دشمنوں کو بھی آپ کے مقابلہ پر کامیابی کی راہ نہ دکھلائے گا، باقی ہدایت و ضلالت خدا کے ہاتھ میں ہے۔ ایسی قوم جس نے کفر و انکار ہی پر کمر باندھ لی ہے اگر راہ راست پر نہ آئی تو تم غم نہ کرو اور نہ مایوس ہو کر اپنے فرض کو چھوڑو۔ نبی کریم نے اس ہدایت ربانی اور آئین آسمانی کے موافق امت کو ہر چھوٹی بڑی چیز کی تبلیغ کی۔ نوع انسانی کے عوام و خواص میں سے جو بات جس طبقہ کے لائق اور جس کی استعداد کے مطابق تھی، آپ نے بلا کم و کاست اور بے خوف و خطر پہنچا کر خدا کی حجت بندوں پر تمام کر دی، اور وفات سے دو ڈھائی مہینے پہلے حجۃ الوداع کے موقع پر، جہاں چالیس ہزار سے زائد خادمان اسلام اور عاشقان تبلیغ کا اجتماع تھا، آپ نے علیٰ رؤس الاشہاد اعلان فرمادیا کہ "اے خدا تو گواہ رہ میں (تیری امانت) پہنچا چکا"

❖ یعنی کل کتب سماویہ جن کا خاتم اور منہن قرآن کریم ہے۔ پچھلے رکوع میں اس آیت کی تفسیر گزر چکی۔

إِلَيْكَ مِنْ رَبِّكَ طُغْيَانًا وَكُفْرًا ۚ فَلَا تَأْسَ

اترا تیرے رب کی طرف سے شرارت اور کفر سو تو افسوس نہ کر

عَلَى الْقَوْمِ الْكَافِرِينَ ﴿٦٨﴾ إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَ

اس قوم کفار پر بے شک جو مسلمان ہیں اور

الَّذِينَ هَادُوا وَالصَّابِئُونَ وَالنَّصَارَىٰ مَنْ آمَنَ

جو یہودی ہیں اور فرقہ صابی اور نصاریٰ جو کوئی ایمان لاوے

بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ وَعَمِلَ صَالِحًا فَلَا خَوْفٌ

اللہ پر اور روز قیامت پر اور عمل کرے نیک ننان پر

عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ ﴿٦٩﴾ لَقَدْ أَخَذْنَا

ڈرے نہ وہ غمگین ہونگے ہم نے لیا تھا

مِيثَاقَ بَنِي إِسْرَائِيلَ وَأَرْسَلْنَا إِلَيْهِمُ رُسُلًا

پختہ قول بنی اسرائیل سے اور بھیجے ان کی طرف رسول

كُلَّمَا جَاءَهُمْ رَسُولٌ بِمَا لَا تَهْوَىٰ أَنفُسُهُمْ

جب لایا ان کے پاس کوئی رسول وہ تم جو خوش نہ آیا ان کے جی کو

فَرِيقًا كَذَّبُوا وَفَرِيقًا يَقْتُلُونَ ﴿٧٠﴾ وَحَسِبُوا

تو بہتوں کو جھٹلایا اور بہتوں کو قتل کر ڈالتے تھے اور خیال کیا کہ

تَكُونُ فِتْنَةً فَاعْبُوا وَصَبُّوا ثُمَّ تَابَ اللَّهُ

کچھ خرابی نہ ہوگی سواندھے ہو گئے اور بہرے پھر توبہ قبول کی اللہ نے

یعنی اس غم اور افسوس میں پڑ کر تنگ دل نہ ہوں اپنا فرض امن و اطمینان سے ادا فرماتے رہیں۔

◆ **فلاح و کامیابی کا دائمی معیار** یعنی جو قوم مسلمان کہلاتی ہے، یا یہود یا نصاریٰ یا صابئی (یا اور کچھ تھیں) چند مشہور مذاہب کا ذکر کیا گیا) کوئی شخص ان ناموں کی بدولت یا نسل، رنگ، پیشہ، وطن وغیرہ احوال و خصائص کے لحاظ سے حقیقی فلاح اور دائمی کامیابی حاصل نہیں کر سکتا۔ کامیاب اور مامون و مصون ہونے کا ایک اور صرف ایک معیار ہے، یعنی ایمان و عمل صالح، جس قوم کو اپنے مقرب الہی یا کامیاب ہونے کا دعویٰ ہو وہ اسی کو سونپی پر اپنے کو کس کر دیکھ لے۔ اگر اس میں کھری اترے تو بے خوف و خطر مفلح اور کامیاب ہے، ورنہ ہر وقت اپنے کو خدا کے غضب و قہر کے نیچے سمجھے۔ پچھلی آیات میں خاص اہل کتاب کو تبلیغ تھی اس آیت میں تمام اقوام و مملکتوں کے سامنے بلا رور عایت ایسا عجیب و غریب، معقول اور منصفانہ قانون پیش کیا گیا ہے جس کے بعد کسی سلیم الفطرت انسان کو اسلام کی صداقت اور ہمہ گیری میں شبہ نہیں رہ سکتا۔ ایک شخص جب تک خدا (یعنی اس کے وجود، وحدانیت، صفات کمالیہ، نشانہائے قدرت، تمام احکام و قوانین، کل ناسین و سنن) پر اور روز جزاء پر ایمان نہ لائے اور نیکی اختیار نہ کرے، کیا عقل سلیم قبول کر سکتی ہے کہ وہ نعم دائم، رضائے حق اور سرور ابدی سے ہمکنار ہو سکے گا۔ ”ایمان باللہ“ کے تحت میں یہ سب چیزیں داخل ہیں۔ فرض کرو ایک شخص روشن دلائل نبوت کی موجودگی میں کسی پیغمبر کی توہین کرتا ہے (اور اس کو دعویٰ نبوت میں جھوٹا کہنا یہی اس کی توہین ہے) تو کیا کسی حکومت کے سفیر کی توہین اور اسکے صاف و صریح اسناد سفارت کی تکذیب اس حکومت کی توہین و تکذیب نہیں؟ اسی طرح سمجھ لو کہ جو شخص کسی ایک سچے پیغمبر کی تکذیب کرتا ہے اور اس کو قبول نہیں کرتا وہ فی الحقیقت خدا کے ان صاف و صریح نشانات و دلائل کو جھٹلا رہا ہے جو اس نے تصدیق نبوت کے لئے اتارے تھے۔ **فَانَّهُمْ لَا يُكْذِبُونَكَ وَلَكِنَّ الظَّالِمِينَ بآيَاتِ اللَّهِ يَنْجَسُونَ** (انعام، رکوع ۴) کیا اللہ کی آیات اور صریح و علانیہ نشانات کو جھٹلانے کے بعد بھی ”ایمان باللہ“ کا دعویٰ رہ سکے گا۔ قرآن کریم نے جن تفصیلات کی طرف ”ایمان باللہ و عمل صالح“ کے اجمالی عنوان سے یہاں اشارہ فرمایا ہے۔ دوسرے مواضع میں وہ شرح و بسط سے مذکور ہیں۔

◆ **صابئین کون تھے** میرے نزدیک زیادہ صحیح اور قوی قول یہ ہے کہ صابئین عراق میں ایک فرقہ تھا جن کے مذہبی اصول عموماً حکمائے اشراقیین اور فلاسفہ طبعیین کے اصول سے ماخوذ تھے۔ یہ لوگ روحانیت کے متعلق نہایت غلو رکھتے بلکہ ان کی پرستش کرتے تھے۔ انکا خیال یہ تھا کہ ارواح مجردہ اور مدبرات فلکیہ وغیرہ کی استعانت و استمداد سے ہی ہم رب الارباب (یعنی بڑے معبود) تک پہنچ سکتے ہیں۔ لہذا ریاضات شاقہ اور کسر شہوات سے روح میں تجرد اور صفائی پیدا کر کے ”عالم روحانیت“ کے ساتھ ہم کو اپنا رشتہ پیدا کرنا چاہئے۔ پھر ان کی خوشنودی اور دستگیری سے خدا تک پہنچ سکتے ہیں۔ اتباع انبیاء کی ضرورت نہیں۔ کواکب کی ارواح مدبرہ اور اسی طرح دوسری روحانیت کو اپنے سے خوش رکھنے کے لئے یہاں بنا تے تھے اور انہی ارواح کے لئے نماز، روزہ اور قربانی وغیرہ کرتے تھے۔ خلاصہ یہ کہ حنفاء کے مقابلہ میں صابئین کی جماعت تھی۔ جن کا سب سے بڑا حملہ نبوت اور اسکے لوازم و خواص پر ہوتا تھا۔ حضرت ابراہیم حنیف علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بعثت کے وقت نمرود کی قوم صابئی العقیدہ تھی جس کے رد و ابطال میں خدا کے ظلیل نے جانبازی دکھلائی۔

◆ گذشتہ آیت میں جو معیار قبول عند اللہ کا بیان ہوا تھا یعنی ایمان اور عمل صالح یہاں یہ دکھلانا ہے کہ یہود اس معیار پر کہاں تک پورے اترتے ہیں۔

◆ غلام کی وفاداری کا امتحان اس میں ہے کہ جس بات کو دل نہ چاہے آقا کے حکم سے کر گزرے اور اپنی رائے یا خواہش کو آقا کی مرضی کے تابع بنا دے۔ ورنہ صرف ان چیزوں کا مان لینا جو مرضی اور خواہش کے موافق ہوں، یہ کونسا کمال ہے۔

عَلَيْهِمْ ثُمَّ عَمُوا وَصَبُوا كَثِيرٌ مِّنْهُمْ ؕ وَاللَّهُ

ان کی پھر اندھے اور بہرے ہوئے ان میں سے بہت اور اللہ

بَصِيرٌ بِمَا يَعْمَلُونَ ﴿٤١﴾ لَقَدْ كَفَرَ الَّذِينَ قَالُوا

دیکھتا ہے جو کچھ وہ کرتے ہیں بے شک کافر ہوئے جنہوں نے

إِنَّ اللَّهَ هُوَ الْمَسِيحُ ابْنُ مَرْيَمَ ؕ وَقَالَ الْمَسِيحُ

کہا اللہ وہی مسیح ہے مریم کا بیٹا اور مسیح نے کہا ہے

يَبْنِي إِسْرَاءِيلَ اعْبُدُوا اللَّهَ رَبِّي وَرَبَّكُمْ ؕ

کہاے بنی اسرائیل بندگی کرو اللہ کی جو رب ہے میرا اور تمہارا

إِنَّهُ مَن يُشْرِكْ بِاللَّهِ فَقَدْ حَرَّمَ اللَّهُ عَلَيْهِ

بے شک جس نے شریک ٹھہرایا اللہ کا سو حرام کی اللہ نے اس پر

الْجَنَّةَ وَمَأْوَاهُ النَّارُ وَمَا لِلظَّالِمِينَ مِنْ أَنْصَارٍ ﴿٤٢﴾

جنت اور اس کا ٹھکانہ دوزخ ہے اور کوئی نہیں گنہگاروں کی مدد کرنے والا

لَقَدْ كَفَرَ الَّذِينَ قَالُوا إِنَّ اللَّهَ ثَالِثُ

بے شک کافر ہوئے جنہوں نے کہا اللہ ہے تین میں کا

ثَلَاثَةٍ ۖ وَمَا مِنْ إِلَهٍ إِلَّا إِلَهُ وَاحِدٌ ۖ وَإِنْ

ایک حالانکہ کوئی معبود نہیں بجز ایک معبود کے اور اگر ت

لَمْ يَنْتَهُوا عَمَّا يَقُولُونَ لَيَمَسَّنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا

باز آویں گے اس بات سے کہ کہتے ہیں تو بے شک پہنچے گا ان میں سے کفر پر قائم رہنے والوں کو

یہودیوں کی اللہ سے غداری | یعنی پختہ عہد و پیمان توڑ کر خدا سے غداری کی، اسکے سفراء میں سے کسی کو جھٹلایا، کسی کو قتل کیا۔ یہ تو ان کے ”ایمان باللہ اور عمل صالح“ کا حال تھا۔ ”ایمان بالیوم الآخر“ کا اندازہ اس سے کر لو کہ اس قدر شدید مظالم اور باغیانہ جرائم کا ارتکاب کر کے بالکل بے فکر ہو بیٹھے۔ گویا ان حرکات کا کوئی خمیازہ بھگتتا نہیں پڑے گا۔ اور ظلم و بغاوت کے خراب نتائج کبھی سامنے نہ آئیں گے۔ یہ خیال کر کے خدائی نشانات اور خدائی کلام کی طرف سے بالکل ہی اندھے اور بہرے ہو گئے اور جو ناکردنی کام تھے وہ کئے حتیٰ کہ بعض انبیاء کو قتل اور بعض کو قید کیا۔ آخر خدا تعالیٰ نے ان پر بخت نصر کو مسلط فرمایا۔ پھر ایک مدت دراز کے بعد بعض ملوک فارس نے بخت نصر کی قید ذلت و رسوائی سے چھڑا کر بابل سے بیت المقدس کو واپس کیا۔ اس وقت ان لوگوں نے توبہ کی اور اصلاح حال کی طرف متوجہ ہوئے۔ خدا نے توبہ قبول کی، لیکن کچھ زمانے کے بعد پھر وہ ہی شرارتیں سوچیں اور بالکل اندھے بہرے ہو کر حضرت زکریا اور حضرت یحییٰ علیہما السلام کے قتل کی جرأت کی اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے قتل پر تیار ہو گئے۔

یعنی وہ اگرچہ خدا کے غضب و قہر کی طرف سے اندھے ہو گئے ہیں لیکن خدا ان کی تمام حرکات کو برابر دیکھتا رہا ہے۔ چنانچہ ان حرکات کی سزا اب امت محمدیہ کے ہاتھوں سے دلوارا ہے۔

نصاریٰ کا کفر و شرک | یہاں سے نصاریٰ کے ایمان باللہ کی کیفیت دکھائی گئی ہے کہ وہ کہاں تک حقانیت کے اس معیار پر پورے اترے۔ ان کے ایمان باللہ کا حال یہ ہے کہ عقل کے خلاف، فطرت سلیمہ کے خلاف اور خود حضرت مسیح کی تصریحات کے خلاف مسیح ابن مریم کو خدا بنا دیا۔ ”ایک تین اور تین ایک“ کی بھول بھلیاں تو محض برائے نام ہیں حقیقتاً سارا زور و قوت صرف حضرت مسیح کی الوہیت ثابت کرنے پر صرف کیا جاتا ہے۔ حالانکہ خود حضرت مسیح علیہ السلام خدا کے رب ہونے اور دوسرے آدمیوں کی طرح اپنے مرئوب ہونے کا اعلانیہ اعتراف فرما رہے ہیں۔ اور جس شرک میں ان کی امت مبتلا ہونے والی تھی اس کی برائی کس زور و شور سے بیان کر رہے ہیں۔ پھر بھی ان اندھوں کو عبرت نہیں ہوتی۔

یعنی حضرت مسیح، روح القدس اور اللہ یا مسیح، مریم اور اللہ تینوں خدا ہیں (العیاذ باللہ) ان میں کا ایک حصہ دار اللہ ہوا۔ پھر وہ تینوں ایک اور وہ ایک تین ہیں۔ عیسائیوں کا عام عقیدہ یہ ہی ہے اور اس خلاف عقل و ہدایت عقیدہ کو عجیب گول مول اور چچدار عبارتوں سے ادا کرتے ہیں اور جب کسی کی سمجھ میں نہیں آتا تو اس کو ایک ماوراءالعقل حقیقت قرار دیتے ہیں۔ سچ ہے لن یصلح العطار

ما الفسدہ الدھر۔

مِنْهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ ﴿٤٣﴾ أَفَلَا يَتُوبُونَ إِلَيَّ

عذاب دردناک کیوں نہیں توبہ کرتے اللہ کے

اللَّهُ وَيَسْتَغْفِرُونَ لَهُ ۖ وَاللَّهُ غَفُورٌ رَّحِيمٌ ﴿٤٤﴾

آگے اور گناہ بخشواتے اس سے اور اللہ ہے بخشنے والا مہربان

مَا الْمَسِيحُ ابْنُ مَرْيَمَ إِلَّا رَسُولٌ قَدْ خَلَتْ

نہیں ہے مسیح مریم کا بیٹا مگر رسول گذر چکے

مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ ۖ وَأُمُّهُ صِدِّيقَةٌ ۖ كَانَا

اس سے پہلے بہت رسول اور اس کی ماں ولی ہے دونوں

يَأْكُلِنَ الطَّعَامَ ۖ أَنْظُرْ كَيْفَ نُبَيِّنُ لَهُمُ الْآيَاتِ

کھاتے تھے کھانا دیکھ ہم کیسے بتلاتے ہیں ان کو دلیلیں

ثُمَّ أَنْظُرُ أَنِّي يُؤْفَكُونَ ﴿٤٥﴾ قُلْ أَتَعْبُدُونَ

پھر دیکھو وہ کہاں لے جا رہے ہیں تو کہہ دو کیا تم ایسی چیز کی بندگی کرتے ہو

مِنْ دُونِ اللَّهِ مَا لَا يَمْلِكُ لَكُمْ ضَرًّا وَلَا نَفْعًا ۗ

اللہ کو چھوڑ کر جو مالک نہیں تمہارے برے کی اور نہ بھلے کی

وَاللَّهُ هُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ ﴿٤٦﴾ قُلْ يَا أَهْلَ

اور اللہ وہی ہے سننے والا جاننے والا تو کہہ اے

الْكِتَابِ لَا تَغْلُوا فِي دِينِكُمْ غَيْرَ الْحَقِّ وَلَا

اہل کتاب مت مبالغہ کرو اپنے دین کی بات میں ناحق کا اور مت

یہ اسی غفور رحیم کی شان ہے کہ ایسے باغی اور گستاخ مجرم بھی جب شرمندہ ہو کر اور اصلاح کا عزم کر کے حاضر ہوں تو ایک منٹ میں عمر بھر کے جرائم معاف فرما دیتا ہے۔

یعنی اسی مقدس و معصوم جماعت کے یہ بھی ایک فرد ہیں، انہیں خدا بنا لینا تمہاری سفاہت ہے۔
حضرت مریم نبی نہیں تھیں | جمہور امت کی تحقیق یہ ہی ہے کہ خواتین میں نبوت نہیں آئی۔ یہ منصب رجال ہی کے لئے مخصوص رہا ہے وَمَا أَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ إِلَّا رِجَالًا نُوْحِي إِلَيْهِمْ مِنْ أَهْلِ الْقُرَىٰ (یوسف، رکوع ۱۲) حضرت مریم بتول بھی ایک ولی بی بی تھیں۔ نبی نہیں۔

الوہیت مسیح و مریم کا ابطال | غور کرنے سے معلوم ہو سکتا ہے کہ جو شخص کھانے پینے کا محتاج ہے وہ تقریباً دنیا کی ہر چیز کا محتاج ہے۔ زمین، ہوا، پانی، سورج، حیوانات حتیٰ کہ میلے اور کھاد سے بھی اسے استفنا نہیں ہو سکتا۔ غلہ کے پیٹ میں پہنچنے اور ہضم ہونے تک خیال کر دیا واسطہ یا بلا واسطہ کتنی چیزوں کی ضرورت ہے۔ پھر کھانے سے جو اثرات و نتائج پیدا ہونگے ان کا سلسلہ کہاں تک جاتا ہے۔ احتیاج و افتقار کے اس طویل الذیل سلسلہ کو ملحوظ رکھتے ہوئے ہم الوہیت مسیح و مریم کے ابطال کو بشکل استدلال یوں بیان کر سکتے ہیں کہ مسیح و مریم اکل و شرب کی ضروریات سے مستغنی نہ تھے جو مشاہدہ اور تواتر سے ثابت ہے، اور جو اکل و شرب سے مستغنی نہ ہو وہ دنیا کی کسی چیز سے مستغنی نہیں ہو سکتا۔ پھر تم ہی کہو کہ جو ذات تمام انسانوں کی طرح اپنی بقاء میں عالم اسباب سے مستغنی نہ ہو وہ خدا کیونکر بن سکتی ہے۔ یہ ایسی قوی اور واضح دلیل ہے جسے عالم و جاہل یکساں طور پر سمجھ سکتے ہیں یعنی کھانا پینا الوہیت کے منافی ہے۔ اگرچہ نہ کھانا الوہیت کی دلیل نہیں ورنہ سارے فرشتے خدا بن جائیں معاذ اللہ۔

یعنی جب مسیح کو خدا کہا تو لازم ہے کہ معبود بھی کہو۔ مگر معبود بننا صرف اسی ذات کے ساتھ مختص ہے جو ہر قسم کے نفع و ضرر کا مالک اور پورا با اختیار ہو۔ کیونکہ عبادت انتہائی تذلل کا نام ہے اور انتہائی تذلل اسی کے سامنے اختیار کر سکتے ہیں جو انتہائی عزت اور غلبہ رکھنے والا، ہر آن سب کی سننے والا اور سب کے احوال کا پوری طرح جاننے والا ہو۔ اس میں تثلیث کے عقیدہ شرکیہ کے ساتھ تمام مشرکین کا رد ہو گیا۔
نصاریٰ کا غلو فی الدین | عقیدہ کا مبالغہ یہ ہے کہ ایک مولود بشری کو خدا بنا دیا۔ اور عمل میں غلو وہ ہے جسے رہبانیت کہتے ہیں وَرَهْبَانِيَّةً ابْتَدَعُوا مِنْهَا مَا كَتَبْنَاَهَا عَلَيْهِمْ (الحديد، رکوع ۱۴) یہود کی جو قبائح بیان کی جا چکیں ان سے ظاہر ہوتا ہے کہ دنیا پرستی میں غرق ہونے کی وجہ سے دین اور دینداروں کی ان کے یہاں کوئی عظمت و وقعت نہ تھی حتیٰ کہ انبیاء علیہم السلام کی اہانت و قتل وغیرہ ان کا خاص شعار تھا۔ برخلاف اس کے نصاریٰ نے تعظیم انبیاء میں اس قدر غلو کیا کہ ان میں سے بعض کو خدا یا خدا کا بیٹا کہنے لگے اور ترک دنیا کر کے رہبانیت اختیار کر لی۔

تَتَّبِعُوا أَهْوَاءَ قَوْمٍ قَدْ ضَلُّوا مِنْ قَبْلُ وَ

پلو خیالات پر ان لوگوں کے جو گمراہ ہو چکے پہلے اور

أَضَلُّوا كَثِيرًا وَضَلُّوا عَنْ سَوَاءِ السَّبِيلِ ۝۴

گمراہ کر گئے بہتوں کو اور بہک گئے سیدھی راہ سے

لُعِنَ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ بَنِي إِسْرَائِيلَ عَلَى لِسَانِ

ملعون ہوئے کافر بنی اسرائیل میں کے داؤد کی

دَاوُدَ وَعِيسَى ابْنِ مَرْيَمَ ۚ ذَلِكَ بِمَا عَصَوْا وَكَانُوا

زبان پر اور عیسیٰ بنے مریم کی یہ اس لیے کہ وہ نافرمان تھے اور حد سے

يَعْتَدُونَ ۝۵۸ ۚ كَانُوا لَا يَتَنَاهَوْنَ عَنْ مُنْكَرٍ

گزر گئے تھے آپس میں منع نہ کرتے برے کام سے

فَعَلُوهُ ۚ لَبِئْسَ مَا كَانُوا يَفْعَلُونَ ۝۵۹ ۚ تَرَاهُمْ كَثِيرًا

جو وہ کر رہے تھے کیا ہی برا کام ہے جو کرتے تھے تو دیکھتا ہے ان میں کہ بہت

مِنْهُمْ يَتَوَلَّوْنَ الَّذِينَ كَفَرُوا ۚ لَبِئْسَ مَا قَدَّمَتْ

سے لوگ دوستی کرتے ہیں کافروں سے کیا ہی برا سامان بھیجا

لَهُمْ أَنْفُسُهُمْ أَنْ سَخِطَ اللَّهُ عَلَيْهِمْ وَفِي الْعَذَابِ

انہوں نے اپنے واسطے وہ یہ کہ اللہ کا غضب ہوا ان پر اور وہ ہمیشہ عذاب میں

هُمْ خَالِدُونَ ۝۶۰ وَلَوْ كَانُوا يُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالنَّبِيِّ

رہنے والے ہیں اور اگر وہ یقین رکھتے اللہ پر اور نبی پر

یعنی اصل انجیل وغیرہ کتب سماویہ میں اس عقیدہ شریکہ کا کہیں پتہ نہ تھا۔ بعد میں یونانی بت پرستوں کی تقلید میں پولوس نے ایجاد کیا اسی پر سب چل پڑے اور اسی پر جسے رہے ایسی اندھی تقلید سے نجات کی توقع رکھنا کسی عاقل کو زیبا نہیں۔

◆ **یہودیوں پر حضرت داؤد اور حضرت عیسیٰ کی لعنت** | یوں تو تمام کتب سماویہ میں کافروں پر لعنت کی گئی ہے لیکن بنی اسرائیل کے کافروں پر جب وہ عصیان و تمرد میں حد سے گذر گئے کہ نہ مجرم کسی طرح ارتکاب جرائم سے باز آتا تھا اور نہ غیر مجرم مجرم کو روکتا تھا بلکہ سب شیر و شکر ہو کر بے تکلف ایک دوسرے کے ہم پیالہ و ہم نوالہ بنے ہوئے تھے۔ منکرات و فواحش کا ارتکاب کرنے والوں پر کسی طرح کے انقباض، تکدر اور ترش روئی کا اظہار بھی نہ ہوتا تھا۔ تب خدا نے حضرت داؤد علیہ السلام اور حضرت مسیح علیہ السلام کی زبان سے ان پر لعنت کی۔ جیسے گناہوں پر ان کی جسارت حد سے گذر چکی تھی۔ یہ لعنت بھی جو ایسے جلیل القدر انبیاء کے توسط سے کی گئی، غیر معمولی طور پر تباہ کن ثابت ہوئی۔ غالباً اسی لعنت کے نتیجہ میں ان میں کے بہت سے افراد ظاہر اور باطناً بندر اور خنزیر کی شکل میں مسخ کر دیئے گئے اور باطنی مسخ کا دائرہ تو اس قدر وسیع ہوا کہ انکے بہت سے لوگ آج بھی ان مسلمانوں کو چھوڑ کر جو خدا کی تمام کتب سماویہ اور تمام انبیاء کی تصدیق و تعظیم کرتے ہیں مشرکین مکہ سے جو خالص بت پرست اور نبوت وغیرہ سے جاہل محض ہیں، مسلمانوں کے خلاف گانٹھتے ہیں۔ اگر ان اہل کتاب کو خدا پر، نبی پر اور وحی الہی پر واقعی اعتقاد ہوتا تو کیا یہ ممکن تھا کہ اس قوم کی ضد میں جو ان تمام چیزوں کو مکمل طور پر مانتے ہیں بت پرستوں سے ساز باز کرتے۔ یہ بے حسی، بد مذاقی اور خدا پرستوں سے بھاگ کر بت پرستوں سے دوستی کرنا، اسی لعنت اور پھنکار کا اثر ہے جس نے انہیں خدا کی رحمت عظیمہ سے کوسوں دور پھینک دیا ہے۔ چھپی آیات میں ان کی گذشتہ کفریات اور جرائم کو بیان کر کے غلوفی الدین اور گمراہوں کی کورانہ تقلید سے منع فرمایا تھا تا کہ اب بھی اپنی ملعون حرکات سے تائب ہو کر حق و صداقت کے راستے پر چلنے کی کوشش کریں۔ اس رکوع میں ان کی موجودہ حالت پر متنبہ کرتے ہوئے بتلایا کہ جو لعنت داؤد اور مسیح علیہما السلام کی زبانی ہوئی تھی اس کے آثار آج تک موجود ہیں۔ اہل اللہ اور عارفین سے نفرت و عداوت اور جاہل مشرکوں سے محبت، یہ کھلی دلیل اس کی ہے کہ انکے قلوب خدائی لعنت کے اثر سے بالکل مسوخ ہو چکے ہیں۔ اگر اب بھی انہوں نے اپنی حالت کو نہ سنبھالا اور حق کی طرف رجوع نہ کیا تو ایسی شدید لعنت کے مورد بنیں گے جو خدا تعالیٰ سید الانبیاء خاتم الرسل ﷺ کی زبان سے ان پر بھیجے گا۔

◆ **برائی سے نہ روکنا بڑا جرم ہے** | لا یتاھون کے دو معنی ہو سکتے ہیں (۱) "نہیں رکھتے تھے" کما فی روح المعانی (۲) "نہیں روکتے تھے ایک دوسرے کو" کما ہوا مشہور جب بدی کسی قوم میں پھیلے اور کوئی روکنے نہ کئے والا بھی نہ ہو تو عذاب عام کا اندیشہ ہے۔

◆ کافروں سے مراد مشرکین ہیں اور ان آیات کا مصداق یہود مدینہ تھے۔ جنہوں نے مشرکین مکہ کے ساتھ سازش کر کے مسلمانوں سے لڑائی کی ٹھانی تھی۔

◆ یعنی جو ذخیرہ اعمال کا مرنے سے پہلے آخرت کے لئے بھیج رہے ہیں وہ ایسا ہے جو ان کو غضب الہی اور عذاب ابدی کا مستحق بناتا ہے۔

وَمَا أَنْزَلَ إِلَيْهِ مَا اتَّخَذُوهُمْ أَوْلِيَاءَ وَلَكِنَّ

لیکن ان میں

تو کافروں کو دوست نہ بناتے

اور جو نبی پر اترا

كَثِيرًا مِّنْهُمْ فَسِقُونَ ﴿۸۱﴾ كَتَجِدَنَّ أَشَدَّ النَّاسِ

تو پاوے گا سب لوگوں سے

سے بہت سے لوگ نافرمان ہیں

عَدَاوَةٌ لِلَّذِينَ آمَنُوا الْيَهُودَ وَالَّذِينَ أَشْرَكُوا

اور مشرکوں کو

یہودیوں کو

مسلمانوں کا

زیادہ دشمن

وَلَتَجِدَنَّ أَقْرَبَهُم مَّوَدَّةً لِلَّذِينَ آمَنُوا

مسلمانوں کے

محبت میں

سب سے نزدیک

اور تو پاوے گا

الَّذِينَ قَالُوا إِنَّا نَصْرُكَ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا

یہ اس واسطے کہ نصاریٰ میں

جو کہتے ہیں کہ ہم نصاریٰ ہیں

ان لوگوں کو

قَسِيبِينَ وَرُهَبَانًا وَأَنَّهُمْ لَا يَسْتَكْبِرُونَ ﴿۸۲﴾

اور اس واسطے کہ وہ تکبر نہیں کرتے

اور درویش ہیں

عالم ہیں



♦ ”ان نبی“ سے بعض مفسرین نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اور بعض نے رسول کریم ﷺ کو مراد لیا ہے۔ مطلب یہ ہوا کہ اگر ان یہود کو واقعی یقین حضرت موسیٰ علیہ السلام کی صداقت اور تعلیمات پر ہوتا تو نبی آخر الزمان کے مقابلہ میں جن کی بشارت خود موسیٰ علیہ السلام دے چکے ہیں مشرکین سے دوستی نہ کرتے یا یہ کہ اگر نبی کریم ﷺ پر مخلصانہ ایمان لے آتے تو ایسی حرکت ان سے سرزد نہ ہوتی کہ دشمنان اسلام سے ساز باز کریں۔ اس دوسری تقدیر پر آیت منافقین یہود کے حق میں ہوگی۔

♦ خدا کی اور خود اپنے تسلیم کردہ پیغمبر کی نافرمانی کرتے کرتے یہ حالت ہو گئی کہ اب موجدین پر مشرکین کو ترجیح دیتے ہیں۔ افسوس کہ آج ہم بہت سے نام نہاد مسلمانوں کی حالت بھی یہ ہی پاتے ہیں کہ مسلمان اور کفار کے مقابلہ کے وقت کافروں کو دوست بناتے اور انہی کی حمایت و وکالت کرتے ہیں۔ اَللّٰهُمَّ احْفَظْنَا مِنْ شُرُوْدِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَيِّئَاتِ اَعْمَالِنَا۔



وَإِذَا سَمِعُوا مَا أُنزِلَ إِلَى الرَّسُولِ تَرَىٰ أَعْيُنُهُمْ

اور جب سنتے ہیں اس کو جو اتر رسول پر تو دیکھے تو ان کی آنکھوں کو

تَفِيضٌ مِّنَ الدَّمْعِ مِمَّا عَرَفُوا مِنَ الْحَقِّ ۚ يَقُولُونَ

کہ ابھی ہیں آنسوؤں سے اس وجہ سے کہ انہوں نے پہچان لیا حق بات کو کہتے ہیں

رَبَّنَا آمَنَّا فَاكْتُبْنَا مَعَ الشَّاهِدِينَ ﴿۸۳﴾ وَمَا لَنَا

اے رب ہمارے ہم ایمان لائے سو تو لکھ ہم کو ماننے والوں کے ساتھ اور ہم کو کیا ہوا

لَا نُؤْمِنُ بِاللَّهِ وَمَا جَاءَنَا مِنَ الْحَقِّ وَلَا نَطْمَعُ أَنْ

کہ یقین نہ لائیں اللہ اور اس چیز پر جو پہنچی ہم کو حق سے اور توقع رکھیں اس کی کہ

يَدْخِلَنَا رَبُّنَا مَعَ الْقَوْمِ الصَّالِحِينَ ﴿۸۴﴾ فَأَنشَأَهُمُ

داخل کرے ہم کو رب ہمارا ساتھ نیک بختوں کے پھر ان کو بدلے میں دینے

اللَّهُ بِمَا قَالُوا جَنَّتِ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ

اللہ نے اس کہنے پر ایسے باغ کہ جن کے نیچے بہتی ہیں نہریں

خَالِدِينَ فِيهَا ۚ وَذَلِكَ جَزَاءُ الْمُحْسِنِينَ ﴿۸۵﴾ وَالَّذِينَ

رہا کریں ان میں ہی اور یہ ہے بدلائمگی کرنے والوں کا اور جو لوگ

كَفَرُوا وَكَذَّبُوا بِآيَاتِنَا أُولَٰئِكَ أَصْحَابُ الْجَحِيمِ ﴿۸۶﴾

منکر ہوئے اور جھٹلانے لگے ہماری آیتوں کو وہ ہیں دوزخ کے رہنے والے

يَأْتِيهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَحْرَمُوا طَيِّبَاتِ مَا

اے ایمان والو مت حرام ٹھہراؤ وہ لذیذ چیزیں

◆ نصاریٰ یہود اور مشرکین سے بہتر ہیں | ان آیات میں بتلایا گیا کہ یہود کا مشرکین سے دوستی کرنا محض اسلام اور

مسلمانوں کی عداوت و بغض کی وجہ سے ہے۔ نبی کریم ﷺ کو جن اقوام سے زیادہ سابقہ پڑتا تھا ان میں یہ دونوں قومیں یہود اور مشرکین علی الترتیب اسلام و مسلمین کی شدید ترین دشمن تھیں۔ مشرکین مکہ کی ایذا رسانیاں تو اظہر من الشمس ہیں۔ لیکن ملعون یہود نے بھی کوئی کمینہ سے کمینہ حرکت اٹھا کر نہیں رکھی۔ حضور کو بے خبری میں پتھر کی چٹان گرا کر شہید کرنا چاہا، کھانے میں زہر دینے کی کوشش کی، بحر اور ٹوٹکے کرائے، غرض غضب پر غضب اور لعنت پر لعنت حاصل کرتے رہے۔ اسکے بالقابل نصاریٰ باوجودیکہ وہ بھی کفر میں مبتلا تھے، اسلام سے جلتے تھے، مسلمانوں کا عروج ان کو ایک نظر نہ بھاتا تھا، تاہم ان میں قبول حق کی استعداد ان دونوں گروہوں سے زیادہ تھی۔ انکے دل اسلام اور مسلمانوں سے محبت کرنے کی طرف نسبتاً جلد مائل ہو جاتے تھے اس کا سبب یہ تھا کہ اس وقت تک ”عیسائیوں“ میں علم دین کا چرچا دوسری قوموں سے زائد تھا، اپنے طریقہ کے موافق ترک دنیا اور زابدانہ زندگی اختیار کرنے والے ان میں بکثرت پائے جاتے تھے۔ نرم دلی اور تواضع ان کی خاص صفت تھی جس قوم میں یہ خصال کثرت سے پائی جائیں ان کا لازمی نتیجہ یہ ہونا چاہئے کہ اس میں قبول حق اور سلامت روی کا مادہ دوسری اقوام سے زیادہ ہو کیونکہ قبول حق سے عموماً تین چیزیں مانع ہوتی ہیں جہل، خُب دُنیا یا حسد و تکبر وغیرہ۔ نصاریٰ میں قیسین کا وجود جہل کو، رہبان کی کثرت خُب دُنیا کو، نرمی دل اور تواضع کی صفت کبر و نخوت وغیرہ کو کم کرتی تھی چنانچہ قیصر روم، مقوقس مصر اور نجاشی ملک حبشہ نے جو کچھ برتاؤ نبی کریم ﷺ کے پیغام رسالت کے ساتھ کیا وہ اسکا شاہد ہے کہ اس وقت نصاریٰ میں قبول حق اور مودتِ مسلمین کی صلاحیت نسبتاً دوسری قوموں سے زائد تھی۔ مشرکین مکہ کے ظلم و ستم سے تنگ آ کر جب ایک جماعت صحابہ رضی اللہ عنہم نے ”حبشہ“ کو ہجرت کی اور مشرکین نے وہاں بھی ملک حبشہ کے دربار تک اپنا پروپیگنڈا نہ چھوڑا تو بادشاہ نے ایک روز مسلمانوں کو بلا کر کچھ سوالات کئے اور حضرت سح علیہ السلام کی نسبت بھی انکا عقیدہ دریافت کیا۔ حضرت جعفرؓ نے سورہ مریم کی آیات پڑھیں اور اپنا عقیدہ صاف صاف بیان فرمایا۔ بادشاہ بے حد متاثر ہوا اور اقرار کیا کہ جو کچھ قرآن نے حضرت عیسیٰ کی نسبت عقیدہ ظاہر کیا ہے، وہ بلا کم و کاست صحیح ہے۔ اس نے کتب سابقہ کی بشارات کے موافق حضور پر نور ﷺ کو نبی آخر الزمان تسلیم کیا۔ قصہ طویل ہے۔

عیسائیوں کے وفد پر قرآن کی اثر انگیزی | انجام کار ہجرت کے کئی سال بعد ایک وفد جو ستر نو مسلم عیسائیوں پر مشتمل تھا نبی کریم ﷺ کی خدمت اقدس میں روانہ کیا۔ یہ لوگ جب مدینہ پہنچے اور قرآن کریم کے سماع سے لذت اندوز ہوئے تو کلام الہی سن کر وقف کر یہ وبکا ہو گئے۔ آنکھوں سے آنسو اور زبان پر ”ذُنُوبَنَا اَمْنًا..... الخ“ یہ کلمات جاری تھے۔ ان آیات میں اسی جماعت کا حال بیان فرمایا ہے۔ قیامت تک کے لئے کوئی خبر نہیں دی گئی کہ ہمیشہ عیسائیوں اور یہود و مشرکین وغیرہ کے تعلقات کی نوعیت اسلام و مسلمین کیساتھ یہ ہی رہے گی۔ آج جو لوگ عیسائی کہلاتے ہیں ان میں کتنے قیسین درہبان اور متواضع و منکسر المزاج ہیں اور کتنے ہیں جن کی آنکھوں سے کلام الہی سن کر آنسو ٹپک پڑتے ہیں جب اَقْرَبِيَهُمْ مُوَدَّةً کی علت ہی جو ذَلِكْ بَانَ مِنْهُمْ قِيَمِينَ..... الخ سے بیان کی گئی، موجود نہیں تو معلول یعنی ”قرب مودت“ کیوں موجود ہوگا۔ بہر حال جو اوصاف عہد نبوی کے عیسائیوں اور یہود و مشرکین کے بیان ہوئے، وہ جب کبھی اور جہاں کہیں جس مقدار میں موجود ہونگے، اسی نسبت سے اسلام و مسلمین کی محبت و عداوت کو خیال کر لیا جائے۔

أَحَلَّ اللَّهُ لَكُمْ وَلَا تَعْتَدُوا ۗ إِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ

جو اللہ نے تمہارے لئے حلال کر دیں اور حد سے نہ بڑھو بیشک اللہ پسند نہیں کرتا

الْمُعْتَدِينَ ۝۸۷ وَكُلُوا مِمَّا رَزَقَكُمُ اللَّهُ حَلَالًا طَيِّبًا

حد سے بڑھنے والوں کو اور کھاؤ اللہ کے دیئے ہوئے میں سے جو چیز حلال پاکیزہ ہو

وَاتَّقُوا اللَّهَ الَّذِي أَنْتُمْ بِهِ مُؤْمِنُونَ ۝۸۸ لَا يُؤْخَذُكُمْ

اور ڈرتے رہو اللہ سے جس پر تم ایمان رکھتے ہو نہیں پکڑتا تم کو

اللَّهُ بِاللَّغْوِ فِي أَيْمَانِكُمْ وَلَكِنْ يُؤْخَذُكُمْ بِمَا

اللہ تمہاری بیہودہ قسموں پر لیکن پکڑتا ہے اس پر

عَقَدْتُمُ الْاَيْمَانَ ۗ فَكَفَّارَتُهُ إِطْعَامُ عَشْرَةِ

جس قسم کو تم نے مضبوط باندھا سو اس کا کفارہ کھانا دینا ہے دس

مَسْكِينٍ مِنْ أَوْسَطِ مَا تَطْعَمُونَ أَهْلِيكُمْ أَوْ كِسْفَتُهُمْ

محتاجوں کو اوسط درجہ کا کھانا جو دیتے ہو اپنے گھر والوں کو یا کپڑا پہنا دینا دس محتاجوں کو

أَوْ تَحْرِيرُ رَقَبَةٍ ۗ فَمَنْ لَمْ يَجِدْ فَصِيَامُ ثَلَاثَةِ أَيَّامٍ

یا ایک گروں آزاد کرنی پھر جس کو میسر نہ ہو تو روزے رکھنے ہیں تین دن کے

ذَلِكَ كَفَّارَةٌ لَكُمْ إِذَا حَلَفْتُمْ ۗ وَاحْفَظُوا

یہ کفارہ ہے تمہاری قسموں کا جب قسم کھا بیٹھو اور حفاظت رکھو

أَيْمَانَكُمْ ۗ كَذَلِكَ يُبَيِّنُ اللَّهُ لَكُمْ آيَاتِهِ لَعَلَّكُمْ

اپنی قسموں کی اسی طرح بیان کرتا ہے اللہ تمہارے لئے اپنے حکم تاکہ

اسلام کا بے نظیر اعتدال | آغازِ سورت میں ”ایفائے عہود“ کی تاکید کے بعد حلال و حرام کا بیان شروع ہوا تھا۔ اسی ضمن میں خاص خاص مناسبات سے جن کا ذکر موقع بہ موقع ہم کر چکے ہیں، دوسرے مفید مضامین کا سلسلہ شروع ہو گیا ”الشیء بالشیء ۱۰ یذکر“ بات میں سے بات نکلتی رہی تمام منتظر ادبی مضامین کو تمام کر کے اس پارہ کے پہلے رکوع سے پھر اصل موضوع بحث کی طرف عود کیا گیا ہے۔ اور لطف یہ ہے کہ اس رکوع سے متصل پہلے رکوع میں جو مضمون گذرا اس سے بھی رکوع حاضر کا مضمون پوری طرح مربوط ہے۔ کیونکہ پچھلے رکوع میں یہود و نصاریٰ کی جو فضاخ بیان کی گئیں سمجھنے والوں کے نزدیک انکا خلاصہ دو چیزیں تھیں۔ یعنی یہود کا لذات و شہوات دنیا اور حرام خوری میں انہماک جو ”تفریط فی الدین“ کا سبب ہوا۔ اور نصاریٰ کا دین میں غلو اور افراط جو آخر کار رہبانیت وغیرہ پر منتہی ہوا۔ بلاشبہ رہبانیت جسے دینداری یا روحانیت کا ہیضہ کہنا چاہئے، نہایت اور منشاء اصلی کے اعتبار سے فی الجملہ محمود ہو سکتی تھی۔ اسی لئے ”ذَلِکَ بِأَنَّ مِنْهُمْ قَتِيلِينَ وَرُفْهَانًا“ کو من وجہ معرض مدح میں پیش کیا گیا۔ لیکن چونکہ اس طرح کا تجرد و ترک دنیا، اس مقصد عظیم اور قانون قدرت کے راستہ میں حائل تھا جو فاطر عالم نے عالم کی تخلیق میں مرعی رکھا ہے اس لئے وہ عالمگیر مذہب جو ابدی طور پر تمام بنی نوع انسان کی فلاح داریں اور اصلاح معاش و معاد کا مستفیل ہو کر آیا ہے، ضروری تھا کہ اس طرح کے مبتدعانہ طریق عبادت پر سختی سے نکتہ چینی کرے۔ کوئی آسمانی کتاب آج تک ایسی جامع، معتدل، فطری تعلیم انسانی ترقیات کے ہر شعبہ کے متعلق پیش نہیں کر سکتی، جو قرآن کریم نے ان دو آیتوں میں پیش کی ہے۔

حلال کو حرام نہ کرو | ان آیتوں میں حق تعالیٰ نے مسلمانوں کو صاف طور پر اس سے روک دیا کہ وہ کسی لذیذ حلال و طیب چیز کو اپنے اوپر عقیدہ یا عملاً حرام ٹھہرائیں۔ نہ صرف یہ ہی بلکہ ان کو خدا کی پیدا کی ہوئی حلال و طیب نعمتوں سے متمتع ہونے کی ترغیب دی ہے مگر سلبی اور ایجابی دو شرطوں کے ساتھ (۱) اعتداء نہ کریں (حد سے نہ بڑھیں) (۲) اور تقویٰ اختیار کریں (خدا سے ڈرتے رہیں)۔ اعتداء کے دو مطلب ہو سکتے ہیں، حلال چیزوں کے ساتھ حرام کا سا معاملہ کرنے لگیں اور نصاریٰ کی طرح رہبانیت میں مبتلا ہو جائیں۔ یا لذائذ و طیبیات سے متمتع کرنے میں حد اعتدال سے گذر جائیں۔ حتیٰ کہ لذات و شہوات میں منہمک ہو کر یہود کی طرح حیات دنیا ہی کو اپنا ح نظر بنا لیں۔ الغرض غلو و جفا اور افراط و تفریط کے درمیان متوسط و معتدل راستہ اختیار کرنا چاہئے۔ نہ تو لذائذ دنیوی میں غرق ہونے کی اجازت ہے اور نہ ازراہ رہبانیت مباحات و طیبیات کو چھوڑنے کی۔ ”ازراہ رہبانیت“ کی قید ہم نے اس لئے لگائی کہ بعض اوقات بدنی یا نفسی علاج کی غرض سے کسی مباح سے عارضی طور پر پرہیز کرنا ممانعت میں داخل نہیں۔ نیز مسلمان تقویٰ کے مامور ہیں جس کے معنی ہیں خدا سے ڈر کر ممنوعات سے اجتناب کرنا، اور تجربہ سے معلوم ہے کہ بعض مباحات کا استعمال بعض اوقات کسی حرام یا ممنوع کے ارتکاب کی طرف مفصی ہو جاتا ہے۔ ایسے مباحات کو عہد و قسم یا تقرب کے طور پر نہیں بلکہ بطریق احتیاط اگر کوئی شخص کسی وقت باوجود اعتقاد اباحت ترک کر دے تو یہ رہبانیت نہیں بلکہ ورع و تقویٰ میں شامل ہے حدیث میں ہے لا یبلغ العبدان یکون من المتقین حتی یدع مالا بأس بہ حنواً مما بہ بأس (ترمذی) الحاصل ترک اعتداء اور اختیار تقویٰ کی قید کو ملحوظ رکھ کر ہر قسم کے طیبیات سے مومن مستفید ہو سکتا ہے اور زندگی کے ہر شعبہ میں ترقیات کے دروازے کھلے ہوئے ہیں۔

بیہودہ قسموں کا بیان | یعنی ان پر دنیا میں کفارہ نہیں۔ جیسا کہ ”یمین منعقدہ“ میں واجب ہے۔ ”لغو“ و بیہودہ قسم کی تفسیر پارہ سبقر کے اوخر میں گزر چکی۔ چونکہ اوپر تحریم طیبیات کا ذکر تھا اور تحریم کی ایک قسم ”یمین“ بھی ہے اس لئے ”یمین“ کے احکام بیان کئے جاتے ہیں۔

کفارہ یمین | یعنی قسم توڑنے کے بعد یہ کفارہ دیا جائے گا۔ کھانا دینے میں اختیار ہے خواہ دس مساکین کو گھر بٹھلا کر کھانا کھلا دے یا صدقہ فطر کے برابر ہر مسکین کو غلہ یا اس کی قیمت ادا کر دے۔

اس قدر جس سے بدن کا اکثر حصہ ڈھک جائے۔ مثلاً کرتہ اور پاجامہ یا لنگی اور چادر۔

یعنی ایک بروہ آزاد کرنا اس میں مومن ہونا شرط نہیں۔

یعنی متواتر روزے تین دن کے رکھے اور میسر نہ ہونے سے مراد یہ ہے کہ صاحب نصاب نہ ہو کذا فی روح المعانی۔

قسموں کی حفاظت یہ ہے کہ بلا ضرورت بات بات پر قسمیں نہ کھائے یہ عادت بھلی نہیں۔ اور اگر قسم کھائی تو تا مقدور پوری کرے۔ اور اگر کسی وجہ سے توڑے تو کفارہ ادا کرے۔ یہ سب چیزیں حفاظت یمین میں داخل ہیں۔

تَشْكُرُونَ ﴿۸۹﴾ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنَّمَا الْخَمْرُ

تم احسان مانو ♦ اے ایمان والو یہ جو ہے شراب

وَالْمَيْسِرُ وَالْأَنْصَابُ وَالْأَزْلَامُ رِجْسٌ مِّنْ عَمَلٍ

اور جوا اور بت اور پانے ♦ سب گندے کام ہیں

الشَّيْطَانِ فَاجْتَنِبُوهُ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ ﴿۹۰﴾ إِنَّمَا يُرِيدُ

شیطان کے سوان سے بچتے رہو تاکہ تم نجات پاؤ ♦ شیطان تو نہیں

الشَّيْطَانُ أَنْ يُوقِعَ بَيْنَكُمُ الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَاءَ فِي

چاہتا ہے کہ ڈالے تم میں دشمنی اور بغیر با رنج

الْخَمْرِ وَالْمَيْسِرِ وَيَصُدَّكُمْ عَنْ ذِكْرِ اللَّهِ وَعَنِ

شراب اور جوائے کے اور روکے تم کو اللہ کی یاد سے اور

الصَّلَاةِ ۚ فَهَلْ أَنْتُمْ مُنْتَهُونَ ﴿۹۱﴾ وَأَطِيعُوا اللَّهَ

نماز سے سوا بھی تم باز آؤ گے ♦ اور حکم مانو اللہ کا

وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَاحْذَرُوا ۚ فَإِن تَوَلَّيْتُمْ

اور حکم مانو رسول کا اور بچتے رہو پھر اگر تم پھر جاؤ گے

فَاعْلَمُوا أَنَّمَا عَلَىٰ رَسُولِنَا الْبَلْغُ الْمُبِينُ ﴿۹۲﴾ لَيْسَ

تو جان لو کہ ہمارے رسول کا ذمہ صرف پہنچانا ہے کھول کر ♦ جو

عَلَى الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ جُنَاحٌ فِيمَا

لوگ ایمان لائے اور کام نیک کئے ان پر گناہ نہیں اس میں

❖ کتاب بڑا احسان ہے کہ ہم نے طیبات سے گریز کیا۔ تو اس گریز سے منع فرمایا۔ اور اگر کسی نے غلطی سے طیبات کو اپنے اوپر حرام ہی کر لیا تو اسکو حفاظت یحییٰ کے ساتھ اس سے حلال ہونے کا طریقہ بھی بتلا دیا۔

❖ ”انصاب“ و ”ازلام“ کی تفسیر اسی سورت کی ابتداء میں وَمَا ذُبِحَ عَلَى النَّصَبِ وَأَنْ تَسْتَقْسِمُوا بِالْأَزْلَامِ کے تحت میں گزر چکی۔

❖ شراب کی حرمت | اس آیت سے پہلے بھی بعض آیات خمر (شراب) کے بارہ میں نازل ہو چکی تھیں۔ اول یہ آیت نازل ہوئی۔
يَسْئَلُونَكَ عَنِ الْخَمْرِ وَالْمَيْسِرِ قُلْ فِيهِمَا إِثْمٌ كَبِيرٌ وَمَنَافِعُ لِلنَّاسِ وَإِنَّهُمْ لَمَّا أَكْثَرُ مِنْ نَفْعِهِمَا (بقرہ، رکوع ۲۷) گو اس سے نہایت واضح اشارہ تحریم خمر کی طرف کیا جا رہا تھا مگر چونکہ صاف طور پر اس کے چھوڑنے کا حکم نہ تھا اس لئے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے سن کر کہا اللَّهُمَّ بَيِّنْ لَنَا بَيَانًا شَافِيًا اس کے بعد دوسری آیت آئی يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَقْرَبُوا الصَّلَاةَ وَأَنْتُمْ سُكَارَىٰ (الی آخر الآیہ) (نساء، رکوع ۶) اس میں بھی تحریم خمر کی تصریح نہ تھی۔ گوشہ کی حالت میں نماز کی ممانعت ہوئی اور یہ قرینہ اسی کا تھا کہ غالباً یہ چیز خمر قریب کلیہ حرام ہونے والی ہے۔ مگر چونکہ عرب میں شراب کا رواج انتہا کو پہنچ چکا تھا اور اس کا دفعہ چھڑا دینا مخاطبین کے لحاظ سے سہل نہ تھا اس لئے نہایت حکیمانہ تدریج سے اولاً قلوب میں اسکی نفرت بٹھلائی گئی اور آہستہ آہستہ حکم تحریم سے مانوس کیا گیا۔ چنانچہ حضرت عمرؓ نے اس دوسری آیت کو سن کر پھر وہی لفظ کہے اللَّهُمَّ بَيِّنْ لَنَا بَيَانًا شَافِيًا آخر کار ”مائدہ“ کی یہ آیتیں جو اس وقت ہمارے سامنے ہیں ”يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا“ سے ”فَهَلْ أَنْتُمْ مُنْتَهُونَ“ تک نازل کی گئیں جس میں صاف صاف بت پرستی کی طرح اس گندی چیز سے بھی اجتناب کرنے کی ہدایت تھی چنانچہ حضرت عمرؓ ”فَهَلْ أَنْتُمْ مُنْتَهُونَ“ سنتے ہی چلا اٹھے ”انتهينا انتهينا“ لوگوں نے شراب کے مسئلے کو توڑ ڈالے، خم خانے برباد کر دیئے۔ مدینہ کی گلی کوچوں میں شراب پانی کی طرح بہتی پھرتی تھی۔ سارا عرب اس گندی شراب کو چھوڑ کر معرفت ربانی اور محبت و اطاعت نبوی کی شراب طہور سے مخمور ہو گیا اور ام الخبائث کے مقابلہ پر حضور کا یہ جہاد ایسا کامیاب ہوا جس کی نظیر تاریخ میں نہیں مل سکتی۔ خدا کی قدرت دیکھو کہ جس چیز کو قرآن کریم نے اتنا پہلے اتنی شدت سے روکا تھا، آج سب سے بڑے شراب خوار ملک امریکہ وغیرہ اسکی خرابیوں اور نقصانات کو محسوس کر کے اسے منادینے پر تلے ہوئے ہیں۔ فَلِلَّهِ الْحَمْدُ وَالْمُنَىٰ۔

❖ شیطانی کام | شراب پی کر جب عقل جاتی رہتی ہے تو بعض اوقات شرابی پاگل ہو کر آپس میں لڑ پڑتے ہیں۔ حتیٰ کہ نشتر اترنے کے بعد بھی بعض دفعہ لڑائی کا اثر باقی رہتا ہے اور باہمی عداوتیں قائم ہو جاتی ہیں، یہ ہی حال بلکہ کچھ بڑھ کر جوئے کا ہے۔ اس میں ہار جیت پر سخت جھگڑے اور فساد برپا ہوتے ہیں جس سے شیطان کو اودھم مچانے کا خوب موقع ملتا ہے یہ تو ظاہری خرابی ہوئی اور باطنی نقصان یہ ہے کہ ان چیزوں میں مشغول ہو کر انسان خدا کی یاد اور عبادت الہی سے بالکل غافل ہو جاتا ہے۔ اس کی دلیل مشاہدہ اور تجربہ ہے۔ شطرنج کھیلنے والوں ہی کو دیکھ لو۔ نماز تو کیا، کھانے پینے اور گھربار کی بھی خبر نہیں رہتی۔ جب یہ چیز اس قدر ظاہری و باطنی نقصانات پر مشتمل ہے تو کیا ایک مسلمان اتنا سن کر بھی باز نہ آئے گا۔

❖ اگر کسی چیز کے منافع و مضار کا احاطہ نہ کر سکتے ہیں خدا اور رسول کے احکام کا امتثال کرو اور قانون کی خلاف ورزی سے بچتے رہو۔ اگر نہ بچو گے تو ہمارے پیغمبر تم کو قانون و احکام الہی کھول کر پہنچا چکے۔ نتیجہ خلاف ورزی کا خود سوچ لو کیا ہوگا۔

طَعِبُوا إِذَا مَا اتَّقَوْا وَآمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ

جو کچھ پہلے کھا چکے جبکہ آئندہ کو ڈر گئے اور ایمان لائے اور عمل نیک کئے

ثُمَّ اتَّقَوْا وَآمَنُوا ثُمَّ اتَّقَوْا وَأَحْسَنُوا وَاللَّهُ

پھر ڈرتے رہے اور یقین کیا پھر ڈرتے رہے اور نیکی کی اور اللہ

يُحِبُّ الْمُحْسِنِينَ ﴿۹۳﴾ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لِيُبْلُوَكُمْ

دوست رکھتا ہے نیکی کرنے والوں کو ﴿۹۳﴾ اے ایمان والو البتہ تم کو آزما دے گا

اللَّهُ بِشَيْءٍ مِّنَ الصَّيْدِ تَنَالُهُ أَيْدِيكُمْ وَرِمَاكُمْ

اللہ ایک بات سے اس شکار میں کہ جس پر پہنچتے ہیں ہاتھ تمہارے اور نیزے تمہارے

◆ شراب کے بارے میں ایک سوال کا جواب نہایت صحیح اور قوی احادیث میں ہے کہ جب تحریم خمر کی آیات نازل ہوئیں تو صحابہ رضی اللہ عنہم نے سوال کیا کہ یا رسول اللہ ان مسلمانوں کا کیا حال ہوگا جنہوں نے حکم تحریم آنے سے پہلے شراب پی اور اسی حالت میں انتقال کر گئے۔ مثلاً بعض صحابہ جو جنگ احد میں شراب پی کر شریک ہوئے اور اسی حالت میں شہید ہو گئے کہ بیت میں شراب موجود تھی۔ اس پر یہ آیات نازل ہوئیں۔ عموم الفاظ اور دوسری روایات کو دیکھتے ہوئے ان آیات کا مطلب یہ ہے کہ زندہ ہوں یا مردہ جو لوگ ایمان اور عمل صالح رکھتے ہیں ان کے لئے کسی مباح چیز کے بوقت اباحت کھا لینے میں کوئی مضائقہ نہیں۔ خصوصاً جب کہ وہ لوگ عام احوال میں تقویٰ اور ایمان کی خصال سے متصف ہوں۔ پھر ان خصال میں برابر ترقی کرتے رہے ہوں حتیٰ کہ مدارج تقویٰ و ایمان میں ترقی کرتے کرتے مرتبہ احسان تک جا پہنچے ہوں جو ایک مومن کے لئے روحانی ترقیات کا انتہائی مقام ہو سکتا ہے۔ جہاں پہنچ کر حق تعالیٰ اپنے بندے کے ساتھ خصوصی محبت کرتا ہے (ولھی حدیث جبریل الاحسان ان تعبد اللہ کانک تراہ) پس جو پاک باز صحابہ ایمان و تقویٰ میں عمر گزار کر اور نسبت احسان حاصل کر کے خدا کی راہ میں شہید ہو چکے ان کی نسبت اس طرح کے خلجان اور توہمات پیدا کرنے کی قطعاً گنجائش نہیں کہ وہ ایک ایسی چیز کا استعمال کرتے ہوئے دنیا سے رخصت ہوئے ہیں جو اس وقت حرام نہیں تھی مگر بعد کو حرام ہوئی۔

صحابہ کے فضائل | محققین نے لکھا ہے کہ تقویٰ (یعنی مضار دینی سے مجتنب ہونے کے) کئی درجے ہیں۔ اور ایمان و یقین کے مراتب بھی بلحاظ قوت و ضعف متفاوت ہیں تجربہ اور نصوص شرعیہ سے ثابت ہے کہ جس قدر آدمی ذکر و فکر، عمل صالح اور جہاد فی سبیل اللہ میں ترقی کرتا ہے اسی قدر خدا کے خوف اور اسکی عظمت و جلال کے تصور سے قلب معمور اور ایمان و یقین مضبوط و مستحکم ہوتا رہتا

ہے۔ مراتب سیرالی اللہ کی اسی ترقی و عروج کی طرف اس آیت میں تقویٰ اور ایمان کی تکرار سے اشارہ فرمایا اور سلوک کے آخری مقام "احسان" اور اس کے ثمرہ پر بھی تنبیہ فرمادی۔ اور جن حضرات صحابہ کے متعلق سوال کیا گیا تھا اس کا جواب ایک عام و تمام ضابطہ بیان فرما کر ایسے عنوان سے دے دیا گیا جس میں ان مرحومین کی فضیلت و منقبت کی طرف بھی لطیف اشارہ ہو گیا۔ ذخیرہ احادیث صحیحہ میں دو مواقع ایسے ہیں جہاں صحابہ رضی اللہ عنہم نے اس قسم کا سوال کیا ہے۔ ایک موقع تو یہی "تحریم خمر" کے متعلق ہے اور دوسرا تحویل قبلہ کے وقت سوال کیا گیا تھا کہ یا رسول اللہ جو لوگ حکم تحویل سے پہلے وفات پا گئے اور ایک نماز بھی کعبہ کی طرف نہیں پڑھی ان کی نمازوں کا کیا حال ہوگا۔ اس پر آیت وَمَا كَانَ اللَّهُ لِيُضَيِّعَ إِيمَانَكُمْ إِنَّ اللَّهَ بِالنَّاسِ لَرُؤُوفٌ رَّحِيمٌ نازل ہوئی۔ غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ ہی دو مسئلے ایسے تھے جن میں صاف صاف دو ٹوک حکم نازل ہونے سے پہلے نہایت ہی واضح آثار و قرآن ایسے موجود تھے جن کو دیکھ کر صحابہ رضی اللہ عنہم ہر آن نزول حکم صریح کا انتظار کر رہے تھے۔ خمر کے متعلق تو ابھی چند فوائد پہلے ہم ایسی روایات نقل کر چکے ہیں جن سے ہمارے دعوے کا کافی زاہد ثبوت ملتا ہے اور "تحویل قبلہ" کے باب میں قرآن کریم کی آیات قَدْ نَرَى تَقَلُّبَ وَجْهِكَ فِي السَّمَاءِ فَلَنُوَلِّيَنَّكَ قِبْلَةً تَرْضَاهَا جَوْسِقُولٍ کے شروع میں گذریں خبر دے رہی ہیں کہ نبی کریم ﷺ ہر وقت منتظر تھے کہ کب تحویل قبلہ کا حکم نازل ہوتا ہے اور ظاہر ہے کہ ایسے واضح حالات صحابہ پر مخفی نہیں رہ سکتے تھے۔ اس لئے تحویل قبلہ کا حکم جب ایک آدمی نے کسی محلہ کی مسجد میں جا کر سنایا تو سارے نمازی محض خبر واحد کو سن کر بیت المقدس سے کعبہ کی طرف پھر گئے۔ حالانکہ بیت المقدس کا استقبال قطعی طور پر انہیں معلوم تھا اور خبر واحد ظنی قطعی کے لئے ناسخ نہ ہو سکتی تھی اس لئے علمائے اصول نے تصریح کی ہے کہ یہ خبر واحد محفوف بالقرآن ہونے کی وجہ سے قطعی سمجھی گئی پس جو قرآن و آثار حتمی طور پر خبر دے رہے تھے کہ "تحریم خمر" یا "تحویل قبلہ" کا حکم امروز و فردا میں پہنچنے والا ہے۔ گویا وہ ایک طرح سے صحابہ کو نزول حکم سے پہلے مرضی الہی پر فی الجملہ مطلع کر رہے تھے۔ اسی لئے ان دو مسئلوں میں نزول حکم سے قبل کی حالت کے متعلق سوال کرنا محل استبعاد نہیں ہو سکتا۔ خصوصاً خمر کی نسبت جس کی ممانعت کے نہایت واضح اشارات و ائمہما اکبر من نفعیہما وغیرہ میں موجود تھے۔ واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم۔

❖ **احرام کی حالت میں شکار کی ممانعت** | پچھلے رکوع میں تحریم طیبات اور اعتداء سے منع فرما کر بعض چیزوں سے اجتناب کا حکم دیا تھا جو دائمی طور پر حرام ہیں، اس رکوع میں بعض ایسی اشیاء کے ارتکاب سے منع کیا گیا ہے جن کی حرمت دائمی نہیں۔ بلکہ بعض احوال و اوضاع سے مخصوص ہے یعنی بحالت احرام شکار کرنا، مطلب یہ ہے کہ خدا کی طرف سے مطیع و فرمانبردار بندوں کا یہ امتحان ہے کہ وہ حالت احرام میں جب کہ شکار انکے سامنے ہو اور بسہولت اسکے مارنے یا پکڑنے پر بھی قادر ہوں، کون ہے جو بن دیکھے خدا سے ڈر کر اس کے حکم کا امتثال کرتا اور اعتداء (احکام خداوندی سے تجاوز کرنے) کی خدائی سزا سے خوف کھاتا ہے۔ "اصحاب سبت" کا قصہ سورہ بقرہ میں گذر چکا کہ ان کو حق تعالیٰ نے خاص شنبہ کے دن مچھلی کے شکار کی ممانعت فرمائی تھی۔ مگر انہوں نے مکاری اور حیلہ بازی سے اس حکم کی مخالفت کی اور حد سے تجاوز کر گئے۔ خدا نے ان پر نہایت رسوا کن عذاب نازل فرمایا۔ اسی طرح حق تعالیٰ نے امت محمدیہ کا تھوڑا سا امتحان اس مسئلہ میں لیا کہ حالت احرام میں شکار نہ کریں۔ حدیبیہ کے موقع پر جب یہ حکم بھیجا گیا تو شکار اس قدر کثیر اور قریب تھا کہ ہاتھوں اور نیزوں سے مار سکتے تھے۔ مگر اصحاب رسول اللہ ﷺ نے ثابت کر دکھایا کہ خدا کے امتحان میں ان کے برابر دنیا کی کوئی قوم کامیاب نہیں ہو سکی۔

لَيَعْلَمَ اللَّهُ مَنْ يَخَافُهُ بِالْغَيْبِ ۚ فَمَنِ اعْتَدَىٰ بَعْدَ

تاکہ معلوم کرے اللہ کون اس سے ڈرتا ہے بن دیکھے ♦ پھر جس نے زیادتی کی اس کے

ذَلِكَ فَلَهُ عَذَابٌ أَلِيمٌ ﴿۹۳﴾ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَقْتُلُوا

بعد تو اس کے لئے عذاب دردناک ہے اے ایمان والو نہ مارو

الصَّيِّدَ وَأَنْتُمْ حُرْمٌ ۗ وَمَنْ قَتَلَهُ مِنْكُمْ مُتَعَبِدًا

شکار جس وقت تم ہو احرام میں ♦ اور جو کوئی تم میں اس کو مارے جان کر ♦

فَجَزَاءٌ مِّثْلُ مَا قَتَلَ مِنَ النَّعَمِ يَحْكُمُ بِهِ ذَوَا عَدْلٍ

تو اس پر بدلہ ہے اس مارے ہوئے کے برابر مویشی میں سے جو تجویز کریں دو آدمی معتبر تم میں سے

مِّنْكُمْ هَدِيًّا بَلِغَ الْكَعْبَةِ ۖ أَوْ كَفَّارَةً طَعَامٍ مَّسْكِينٍ

اس طرح سے کہ وہ جانور بدلے کا بطور نیاز پہنچایا جاوے کعبہ تک یا اس پر کفارہ ہے چند محتاجوں کو کھلانا

أَوْ عَدْلٌ ذَلِكُمْ صِيَامًا لِّذُوقِ وَبَالَ أَمْرِهِ ۗ عَفَا

یا اس کے برابر روزے تاکہ چلے سزا اپنے کام کی ♦ اللہ

اللَّهُ عَنِ سَلْفٍ ۗ وَمَنْ عَادَ فَيَنْتَقِمُ اللَّهُ مِنْهُ ۗ وَ

نے معاف کیا جو کچھ ہو چکا ♦ اور جو کوئی پھر کرے گا اس سے بدلہ لے گا اللہ اور

اللَّهُ عَزِيزٌ ذُو انْتِقَامٍ ﴿۹۵﴾ أُحِلَّ لَكُمْ صَيْدُ الْبَحْرِ

اللہ زبردست ہے بدلہ لینے والا ♦ حلال ہوا تمہارے لئے دریا کا شکار

وَطَعَامُهُ مَتَاعًا لَّكُمْ وَلِلْسَيَّارَةِ ۗ وَحُرِّمَ عَلَيْكُمْ

اور دریا کا کھانا تمہارے فائدہ کے واسطے اور سب مسافروں کے اور حرام ہوا تم پر

❖ لِيَعْلَمَ اللَّهُ كَلِمَةَ شَرِّهِمْ كَمَا كَانُوا يَكْفُرُونَ بِآيَاتِهِ وَكَمَا كَانُوا يَكْفُرُونَ بِآيَاتِهِ
لِيَعْلَمَ مَنْ يَتَّبِعِ الرَّسُولَ كَافًا فَانظُرْ مَا تَلَا

❖ اس کے متعلق بعض احکام سورۃ ماندہ کے شروع میں گزر چکے۔

❖ احرام میں شکار کرنے کی سزا | جان کر مارنے کا یہ مطلب ہے کہ اپنا محرم ہونا یاد ہو اور یہ بھی مستحضر ہو کہ حالت احرام میں شکار جائز نہیں۔ یہاں صرف ”منعمد“ کا حکم بیان فرمایا کہ اس کے فعل کی جزا یہ ہے اور خدا جو انتقام لے گا وہ الگ رہا جیسا کہ وَمَنْ عَادَ فَيَنْتَقِمُ اللَّهُ مِنْهُ سے تشبیہ فرمائی۔ اور اگر بھول کر شکار کیا تو جزا تو یہ ہی رہے گی یعنی ”ہدی“ یا ”طعام“ یا ”صیام“ البتہ خدا اس سے انتقامی سزا اٹھالے گا۔

❖ حنفیہ کے یہاں مسئلہ یہ ہے کہ اگر احرام میں شکار پکڑا تو فرض ہے کہ چھوڑ دے۔ اگر مار دیا تو دو صاحب بصیرت اور تجربہ کار معیتر آدمیوں سے اس جانور کی قیمت لگوائے اسی قدر قیمت کا مواشی میں سے ایک جانور لیکر (مثلاً بکری، گائے، اونٹ وغیرہ) کعبہ کے نزدیک یعنی حدود حرم میں پہنچا کر ذبح کرے، اور خود اس میں سے نہ کھائے، یا اسی قیمت کا غلہ لیکر محتاجوں کو بی محتاج صدقۃ الفطر کی مقدار تقسیم کر دے یا جس قدر محتاجوں کو پہنچتا، اتنے ہی دنوں کے روزے رکھ لے۔

❖ یعنی نزول حکم سے پہلے یا اسلام سے پہلے زمانہء جاہلیت میں کسی نے یہ حرکت کی تھی تو اس سے اب خدا تعرض نہیں کرتا۔ حالانکہ اسلام سے پہلے بھی عرب حالت احرام میں شکار کو نہایت برا جانتے تھے اس لئے اس پر مواخذہ ہونا بیجا نہ تھا کہ جو چیز تمہارے زعم کے موافق جرائم میں داخل تھی اس کا ارتکاب کیوں کیا گیا۔

❖ یعنی نہ کوئی مجرم اس کے قبضہ قدرت سے نکل کر بھاگ سکتا ہے اور نہ مقتضائے عدل و حکمت جو جرائم سزا دینے کے قابل ہیں نہ خدا ان سے درگزر کرنے والا ہے۔

صَيْدُ الْبَرِّ مَا دُمْتُمْ حُرْمًا وَاتَّقُوا اللَّهَ الَّذِي

جنگل کا شکار جب تک تم احرام میں رہو اور ڈرتے رہو اللہ سے جس کے

إِلَيْهِ تُحْشَرُونَ ﴿۹۱﴾ جَعَلَ اللَّهُ الْكَعْبَةَ الْبَيْتَ

پاس تم جمع ہو گئے ﴿۹۱﴾ اللہ نے کر دیا کعبہ کو جو کہ گھر ہے

الْحَرَامَ قِيَمًا لِلنَّاسِ وَالشَّهْرَ الْحَرَامَ وَالْهَدْيَ

بزرگی والا قیام کا باعث لوگوں کے لئے اور بزرگی والے مہینوں کو اور قربانی کو جو نیا زکعبہ کی ہو

وَالْقَلَائِدَ ۗ ذَٰلِكَ لِتَعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ يَعْلَمُ مَا فِي

اور جن کے گلے میں پٹہ ڈال کر لے جا دیں کعبہ کو ﴿۹۲﴾ یہ اس لئے کہ تم جان لو کہ بیشک اللہ کو معلوم ہے جو کچھ

السَّمَوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ وَأَنَّ اللَّهَ بِكُلِّ شَيْءٍ

کہ ہے آسمان اور زمین میں اور اللہ ہر چیز سے

عَلِيمٌ ﴿۹۳﴾ إَعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ شَدِيدُ الْعِقَابِ وَأَنَّ

خوب واقف ہے ﴿۹۳﴾ جان لو کہ بے شک اللہ کا عذاب سخت ہے اور بے شک

اللَّهُ غَفُورٌ رَّحِيمٌ ﴿۹۴﴾ مَا عَلَى الرَّسُولِ إِلَّا الْبَلَاغُ ۗ وَ

اللہ بخشنے والا مہربان ہے ﴿۹۴﴾ رسول کے ذمہ نہیں مگر پہنچا دینا اور

اللَّهُ يَعْلَمُ مَا تُبْدُونَ وَمَا تَكْتُمُونَ ﴿۹۵﴾ قُلْ لَا يَسْتَوِي

اللہ کو معلوم ہے جو تم ظاہر میں کرتے ہو اور جو چھپا کر کرتے ہو ﴿۹۵﴾ تو کہہ دے کہ برابر نہیں

الْخَبِيثُ وَالطَّيِّبُ وَلَوْ أَعْجَبَكَ كَثْرَةُ الْخَبِيثِ ۚ فَاتَّقُوا

ناپاک اور پاک اگر چہ تجھ کو بھلی لگے ناپاک کی کثرت سو ڈرتے رہو

❖ احرام میں دریا کے شکار کی اجازت | حضرت شاہ صاحب لکھتے ہیں احرام میں دریا کا شکار یعنی مچھلی حلال ہے اور دریا کا کھانا یعنی جو مچھلی پانی سے جدا ہو کر مر گئی اس نے نہیں پکڑی وہ بھی حلال ہے۔ فرمایا۔ یہ تمہارے فائدہ کو رخصت دی۔ پھر کوئی نہ سمجھے کہ حج کے طفیل سے حلال ہے۔ فرمایا کہ اور سب مسافروں کے فائدہ کو مچھلی اگر چہ تالاب میں ہو وہ بھی شکار دریا ہے۔ یہ حکم شکار کا معلوم ہوا احرام کے اندر، اور احرام میں قصد ہے مکہ کا۔ اس شہر مکہ اور گرد و پیش میں ہمیشہ شکار مارنا احرام سے بلکہ شکار کو ڈرانا اور بھگانا بھی۔

❖ کعبہ کے قیام اللناس ہونے کا مطلب | کعبہ شریف دینی اور دنیوی دونوں حیثیت سے لوگوں کے قیام کا باعث ہے۔ حج و عمرہ تو وہ عبادات ہیں جن کا ادا کرنا براہ راست کعبہ ہی سے متعلق ہے۔ لیکن نماز کے لئے بھی استقبال قبلہ شرط ہے، اس طرح کعبہ لوگوں کی دینی عبادت کے قیام کا سبب ہو گیا۔ پھر حج وغیرہ کے موقع پر تمام بلاد اسلامیہ سے لاکھوں مسلمان جب وہاں جمع ہوتے ہیں تو بے شمار تجارتی، سیاسی، اخلاقی، مذہبی اور روحانی فوائد حاصل کر سکتے ہیں۔ خدا نے اس جگہ کو "حرم امن" بنایا۔ اس لئے انسانوں بلکہ بہت جانوروں تک کو وہاں رہ کر امن نصیب ہوتا ہے۔ عہد جاہلیت میں جب کہ ظلم و خونریزی اور فتنہ فساد محض معمولی بات تھی ایک آدمی اپنے باپ کے قاتل سے بھی حرم شریف میں تعرض نہ کر سکتا تھا۔ مادی حیثیت سے انسان یہ دیکھ کر حیرت زدہ رہ جاتا ہے کہ اس "وادی غیر ذی زرع" میں اتنی افراط سے سامان خورد و نوش اور نفیس قسم کے پھل اور میوے کہاں سے کھنچے چلے آتے ہیں۔ یہ سب حیثیات "قیاماً للناس" میں معتبر ہو سکتی ہیں اور سب سے بڑی بات یہ ہے کہ علم الہی میں پہلے ہی مقدر ہو چکا تھا کہ نوع انسان کے لئے اسی جگہ سے عالمگیر اور ابدی ہدایت کا چشمہ پھوٹے گا اور صلح عظیم سید کائنات محمد ﷺ کے مولد و مسکن مبارک بننے کا شرف بھی سارے جہان میں سے اسی خاک پاک کو حاصل ہو گا۔ ان سب وجوہ سے کعبہ کو "قیاماً للناس" کہہ سکتے ہیں۔ کیونکہ کعبہ تمام روئے زمین کے انسانوں کے حق میں اصلاح اخلاق، تکمیل روحانیت، اور علوم ہدایت کا مرکزی نقطہ ہے اور کسی چیز کا قیام اپنے مرکز کے بدون نہیں ہو سکتا۔ اس کے علاوہ محققین کے نزدیک "قیاماً للناس" کا مطلب یہ ہے کہ کعبہ شریف کا مبارک وجود کل عالم کے قیام اور بقا کا باعث ہے۔ دنیا کی آبادی اسی وقت تک ہے جب تک خانہ کعبہ اور اس کا احترام کرنے والی مخلوق موجود ہے۔ جس وقت خدا کا ارادہ یہ ہو گا کہ کارخانہ عالم کو ختم کیا جائے تو سب کاموں سے پہلے اسی مبارک مکان کو جسے بیت اللہ شریف کہتے ہیں اٹھا لیا جائے گا، جیسا کہ بنانے کے وقت بھی زمین پر سب سے پہلا مکان یہ ہی بنایا گیا تھا۔ انْ اَوَّلَ بَيْتٍ وُضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِي بِبَكَّةَ الخ بخاری کی حدیث میں ہے کہ ایک سیاہ فام حبشی (جسے ذوالسوقین کے لقب سے ذکر فرمایا ہے) عمارت کعبہ کا ایک ایک پتھر اکھیر کر ڈال دے گا جب تک خدا کو اس دنیا کا نظام قائم رکھنا منظور ہے کوئی طاقتور سے طاقتور قوم جس کا مقصد کعبہ کو ہدم کرنا ہو، اپنے اس ناپاک ارادہ میں کامیاب نہیں ہو سکتی۔ اصحاب لیل کا قصہ تو ہر شخص نے سنا ہے لیکن ان کے بعد بھی ہر زمانہ میں کئی قوموں اور شخصوں نے ایسے منصوبے باندھے ہیں اور باندھتے رہتے ہیں۔ یہ محض خدائی حفاظت اور اسلام کی صداقت کا عظیم الشان نشان ہے کہ باوجود سامان و اسباب ظاہرہ کے فقدان کے آج تک کوئی شخص اس اہلسانہ مقصد میں کامیاب نہ ہو سکا اور نہ ہو سکے گا اور جب عمارت کعبہ کے گرا دینے میں قدرت کی طرف سے مزاحمت نہ رہے گی تو سمجھ لو کہ عالم کی ویرانی کا حکم آن پہنچا۔ دنیا کی حکومتیں اپنے دار السلطنت اور قصر شاہی کی حفاظت کے لئے لاکھوں سپاہی کٹوا دیتی ہیں لیکن اگر کبھی خود ہی قصر شاہی کو کسی مصلحت سے تبدیل یا ترمیم کرنا چاہیں تو معمولی مزدوروں سے اس کے گرا دینے کا کام لے لیا جاتا ہے۔ شاید اسی لئے امام بخاری نے "باب جعل اللہ الکعبۃ الیئس الحرام قیاماً للناس الایہ" میں ذوالسوقین کی حدیث درج کر کے "قیاماً للناس" کے اسی مطلب کی طرف اشارہ کیا ہے جو ہم نقل کر چکے ہیں (نبی علیہ شیخنا المترجم قدس اللہ روحہ فی دروس البخاری) بہر حال آیت زیر بحث میں احکام "محرم" بیان فرمانے کے بعد کعبہ شریف کی عظمت و حرمت بیان کرنا مقصود ہے پھر "کعبہ" اور "احرام" کی مناسبت سے "شہر حرام" اور "ہدی" و "قلاند" کا بھی ذکر فرمایا۔ جیسا کہ اسی سورت کے شروع میں غیر مچھلی الصید و انتم حرم کے ساتھ لا تجلو اشعار اللہ ولا الشہر الحرام ولا الہدی ولا القلاب الخ کو ملحوظ فرمایا تھا واللہ اعلم۔

❖ یعنی کعبہ وغیرہ کے قیاماً للناس بنانے میں جن مصالح دینی و دنیوی کی رعایت فرمائی اور بظاہر بالکل خلاف قیاس جو عظیم الشان پیشین گوئی کی گئی وہ اس کی دلیل ہے کہ آسمان و زمین کی کوئی چیز حق تعالیٰ کے غیر محدود علم کے احاطہ سے باہر نہیں ہو سکتی۔

❖ یعنی جو احکام حالت احرام یا احترام کعبہ وغیرہ کے متعلق دیئے گئے اگر ان کی عداً خلاف ورزی کرو گے تو سمجھ لو کہ خدا کا عذاب بہت سخت ہے۔ اور بھول چوک سے کچھ تقصیر ہو جائے پھر کفارہ وغیرہ سے اسکی تلافی کر لو تو بے شک وہ بڑا بخشنے والا اور مہربان بھی ہے۔

❖ پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام نے خدا کا قانون اور پیام پہنچا کر اپنا فرض ادا کر دیا اور خدا کی حجت بندوں پر تمام ہو چکی، اب ظاہر و باطن میں جیسا عمل کرو گے وہ سب خدا کے سامنے ہے۔ حساب و جزا کے وقت ذرہ ذرہ تمہارے سامنے رکھ دیا جائے گا۔

اللَّهُ يَاوِيءُ الْأَبْيَابَ لِعَلَّكُمْ تَفْلِحُونَ ۚ يَا أَيُّهَا

اللہ سے اے عقل مندو تاکہ تمہاری نجات ہو

الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَسْأَلُوا عَنْ أَشْيَاءَ إِنْ تُبَدِّلَ لَكُمْ

ایمان والو مت پوچھو ایسی باتیں کہ اگر تم پر کھولی جاویں

تَسْؤُكُمْ ۚ وَإِنْ تَسْأَلُوا عَنْهَا حِينَ يُنزَلُ الْقُرْآنُ

تو تم کو بری لگیں اور اگر پوچھو گے یہ باتیں ایسے وقت میں کہ قرآن نازل ہو رہا ہے

تُبَدِّلَ لَكُمْ عَفَا اللَّهُ عَنْهَا وَاللَّهُ غَفُورٌ حَلِيمٌ ۝۱۱

تو تم پر ظاہر کر دی جاویں گی اللہ نے ان سے درگزر کی ہے اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے

قَدْ سَأَلَهَا قَوْمٌ مِّنْ قَبْلِكُمْ ثُمَّ أَصْبَحُوا بِهَا

ایسی باتیں پوچھ چکی ہے ایک جماعت تم سے پہلے پھر ہو گئے ان باتوں سے

كٰفِرِينَ ۝۱۲ مَا جَعَلَ اللَّهُ مِنْ بَحِيرَةٍ وَلَا سَائِبَةٍ

مگر نہیں مقرر کیا اللہ نے بحیرہ اور نہ سائبہ

وَلَا وَصِيلَةٍ وَلَا حَامٍ ۚ وَلَٰكِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا

اور نہ وصیلہ اور نہ حامی لیکن کافر

اس رکوع سے پہلے رکوع میں فرمایا تھا کہ طیبات کو حرام مت ٹھہراؤ بلکہ ان سے اعتدال کے ساتھ تمتع کرو۔ اس مضمون کی تکمیل کے بعد خمر وغیرہ چند ناپاک اور خبیث چیزوں کی حرمت بیان فرمائی۔ اسی سلسلے میں محرم کے شکار کو حرام کیا۔ یعنی جس طرح خمر میتہ وغیرہ خبیث چیزیں ہیں اسی طرح محرم کے شکار کو سمجھو۔ محرم کی مناسبت سے چند ضمنی چیزوں کا بیان فرمانے کے بعد اب متنبہ فرماتے ہیں کہ طیب اور خبیث یکساں نہیں ہو سکتے تھوڑی چیز اگر طیب و حلال ہو وہ بہت سی خبیث و حرام چیز سے بہتر ہے۔ عقلمند کو چاہئے کہ ہمیشہ طیب و حلال کو اختیار کرے، گندی اور خراب چیزوں کی طرف خواہ وہ دیکھنے میں کتنی ہی زیادہ ہوں اور بھلی لگیں نظر نہ اٹھائے۔

بے ضرورت سوالات کی ممانعت پچھلے دور رکوع کا حاصل احکام دینیہ میں غلو اور تساہل سے روکنا تھا یعنی جو طیبات خدا نے حلال کی ہیں انکو اپنے اوپر حرام مت ٹھہراؤ اور جو چیزیں خبیث و حرام ہیں خواہ دائمی طور پر یا خاص احوال و اوقات میں

ان سے پوری طرح اجتناب کرو۔ ان آیات میں تنبیہ فرمادی کہ جو چیزیں شارع نے تصریحاً بیان نہیں فرمائیں ان کے متعلق فضول اور دوزکار سوالات مت کیا کرو جس طرح تحلیل و تحریم کے سلسلہ میں شارع کا بیان موجب ہدایت و بصیرت ہے۔ اس کا سکوت بھی ذریعہ رحمت و مہولت ہے۔ خدا نے جس چیز کو کمال حکمت و عدل سے حلال یا حرام کر دیا وہ حلال یا حرام ہو گئی اور جس سے سکوت کیا اس میں گنجائش اور توسیع رہی۔ مجتہدین کو اجتہاد کا موقع ملا عمل کرنے والے اس کے فعل و ترک میں آزاد رہے۔ اب اگر ایسی چیزوں کی نسبت خواہ مخواہ کھود کرید اور بحث و سوال کا دروازہ کھولا جائے گا بحالیکہ قرآن شریف نازل ہو رہا ہے اور تشریح کا باب مفتوح ہے تو بہت ممکن ہے کہ سوالات کے جواب میں بعض ایسے احکام نازل ہو جائیں جن کے بعد تمہاری یہ آزادی اور گنجائش اجتہاد باقی نہ رہے۔ پھر یہ سخت شرم کی بات ہوگی کہ جو چیز خود مانگ کر لی ہے اس کو نباہ نہ سکیں۔ سنت اللہ یہ معلوم ہوتی ہے کہ جب کسی معاملہ میں بکثرت سوال اور کھود کرید کی جائے اور خواہ مخواہ شقوق اور احتمالات نکالے جائیں تو ادھر سے تشدید (تختی) بڑھتی جاتی ہے کیونکہ اس طرح کے سوالات ظاہر کرتے ہیں کہ گویا سائلین کو اپنے نفس پر بھروسہ ہے اور جو حکم ملے گا اسکے اٹھانے کے لئے وہ ہمہ وجوہ تیار ہیں۔ اس قسم کا دعویٰ جو بندہ کے ضعف و افتقار کے مناسب نہیں، مستحق بنا دیتا ہے کہ ادھر سے حکم میں کچھ تختی ہو اور جتنا یہ اپنے کو قابل ظاہر کرتا ہے اسی کے موافق امتحان بھی سخت ہو۔ چنانچہ بنی اسرائیل کے "ذبح بقرہ" والے قصہ میں ایسا ہی ہوا۔ حدیث میں ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اے لوگو خدا نے تم پر حج فرض کیا ہے ایک شخص بول اٹھا کیا ہر سال یا رسول اللہ فرمایا اگر میں (ہاں) کہہ دیتا تو ہر سال واجب ہو جاتا پھر تم ادا نہ کر سکتے، جس چیز میں تم کو "آزاد" چھوڑوں تم بھی مجھ کو چھوڑ دو۔ ایک حدیث میں فرمایا کہ مسلمانوں میں وہ شخص بڑا مجرم ہے جس کے سوالات کی بدولت ایسی چیز حرام کی گئی جو حرام نہ تھی۔ بہر حال یہ آیت احکام شرعیہ کے باب میں اس طرح کے دوزکار اور بے ضرورت سوالات کا دروازہ بند کرتی ہے۔ باقی بعض احادیث میں جو یہ مذکور ہے کہ کچھ لوگ نبی کریم ﷺ سے جزئی واقعات کے متعلق لغو سوال کرتے تھے ان کو روکا گیا "وہ ہماری تقریر کے مخالف نہیں۔ ہم "لَا تَسْئَلُوا عَن اَشْيَاءَ" میں "اَشْيَاءَ" کو عام رکھتے ہیں جو واقعات و احکام دونوں کو شامل ہے اور "تَسْئَلُوا كُمْ" میں بھی جو برا لگنے کے معنی پر مشتمل ہے تعمیم رکھی جائے۔ حاصل یہ ہوگا کہ نہ احکام کے باب میں فضول سوالات کیا کرو اور نہ واقعات کے سلسلہ میں کیونکہ ممکن ہے جو جواب آئے وہ تم کو ناگوار ہو مثلاً کوئی سخت حکم آیا یا کوئی قید بڑھ گئی۔ یا ایسے واقعہ کا اظہار ہوا جس سے تمہاری فضاہت ہو، یا بیہودہ سوالات پر ڈانٹ بتلائی گئی، یہ سب احتمالات تَسْئَلُوا كُمْ کے تحت میں داخل ہیں۔ باقی ضروری بات پوچھنے یا شبہ ناشی عن دلیل کے رفع کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں۔

♦ یا تو مراد یہ ہے کہ ان اشیاء سے درگزر کی، یعنی جب خدا نے ان کے متعلق کوئی حکم نہ دیا تو انسان ان کے بارہ میں آزاد ہے خدا ایسی چیزوں پر گرفت نہ کرے گا۔ چنانچہ اسی سے بعض علماء اصول نے یہ مسئلہ نکالا ہے کہ اصل اشیاء میں اباحت ہے اور یا یہ کہ ان فضول سوالات سے جو پہلے کر چکے ہو اللہ نے درگزر کی آئندہ احتیاط رکھو۔

♦ حدیث صحیح میں ہے کہ پہلی قومیں کثرت سوال اور انبیاء سے اختلاف کرنے کی بدولت ہلاک ہوئیں۔

يَفْتَرُونَ عَلَى اللَّهِ الْكَذِبَ ۗ وَكَثُرُهُمْ لَا يَعْقِلُونَ ﴿۱۰۳﴾

♦ اور ان میں اکثروں کو عقل نہیں

باندھتے ہیں اللہ پر بہتان

وَإِذَا قِيلَ لَهُمْ تَعَالَوْا إِلَىٰ مَا أَنْزَلَ اللَّهُ وَإِلَىٰ

اور رسول

اس کی طرف جو کہ اللہ نے نازل کیا

آؤ

اور جب کہا جاتا ہے اُن کو

الرَّسُولِ قَالُوا حَسْبُنَا مَا وَجَدْنَا عَلَيْهِ آبَاءَنَا ۗ

وہ جس پر پایا ہم نے اپنے باپ دادوں کو

تو کہتے ہیں ہم کو کافی ہے

کی طرف

أُولَٰئِكَ إِنْ كَانُوا لَهُمْ أَعْيُنٌ لَّا يُبْصِرُونَ ﴿۱۰۴﴾

♦ اور نہ راہ جانتے ہوں تو بھی ایسا ہی کریں گے

بھلا اگر ان کے باپ دادے نہ کچھ علم رکھتے ہوں

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا عَلَيْكُمْ أَنْفُسُكُمْ ۚ لَا يَضُرُّكُمْ

تمہارا کچھ نہیں بگاڑتا

تم پر لازم ہے فکر اپنی جان کا

اے ایمان والو

مَنْ ضَلَّ إِذَا اهْتَدَيْتُمْ ۗ إِلَى اللَّهِ مَرْجِعُكُمْ جَمِيعًا

اللہ کے پاس لوٹ کر جانا ہے تم سب کو

♦ جبکہ تم ہوئے راہ پر

جو کوئی گمراہ ہوا

فَيُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ ﴿۱۰۵﴾ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا

اے ایمان والو

♦ جو کچھ تم کرتے تھے

پھر وہ بتلاوے گا تم کو

شَهَادَةٌ بَيْنَكُمْ إِذَا حَضَرَ أَحَدَكُمُ الْمَوْتُ حِينًا

جبکہ پہنچے کسی کو تم میں موت

گواہ درمیان تمہارے

♦ جاہلیت کے بعض رسوم و شعائر کا ردِ بحیرہ، صائبہ، وسیلہ، حامی یہ سب زمانہ جاہلیت کے رسوم و شعائر سے متعلق ہیں۔ مفسرین نے ان کی تفسیر میں بہت اختلاف کیا ہے ممکن ہے ان میں سے ہر ایک لفظ کا اطلاق مختلف صورتوں پر ہوتا ہو ہم صرف سعید بن المسیب کی تفسیر صحیح بخاری سے نقل کرتے ہیں۔ ”بحیرہ“ جس جانور کا

دودھ بتوں کے نام کر دیتے تھے کوئی اپنے کام میں نہ لاتا تھا۔ ”سانب“ جو جانور بتوں کے نام پر ہمارے زمانے کے سانڈھ کی طرح چھوڑ دیا جاتا تھا۔ ”وصیلہ“ جو اونٹنی مسلسل مادہ پچہ بننے درمیان میں نر پچہ پیدا نہ ہوا سے بھی بتوں کے نام پر چھوڑ دیتے تھے۔ ”حامی“ تراوٹ جو ایہ ناعس عدد سے جفتی کر چکا ہوا سے بھی بتوں کے نام پر چھوڑتے تھے۔ علاوہ اس کے کہ یہ چیزیں شعائر شرک میں سے تھیں، جس جانور کے گوشت یا دودھ یا سواری وغیرہ سے مستنقع ہونے کو حق تعالیٰ نے جائز رکھا اس کی حلت و حرمت پر اپنی طرف سے قیود لگانا، گویا اپنے لئے منصب تشریح تجویز کرنا تھا اور بڑی ستم ظریفی یہ تھی کہ اپنی از، مشرکانہ رسوم کو حق تعالیٰ کی خوشنودی اور قربت کا ذریعہ تصور کرتے تھے اس کا جواب دیا گیا کہ اللہ نے ہرگز یہ رسوم مقرر نہیں کیں۔ ان کے بڑوں نے خدا پر یہ بہتان باندھا اور اکثر بے عقل عوام نے اسے قبول کر لیا۔ انرض یہاں تشبیہ کی گئی کہ جس طرح فضول و بے کار سوالات کر کے احکام شرعیہ میں تنگی اور سختی کرانا جرم ہے اس سے کہیں بڑھ کر یہ جرم ہے کہ بدون حکم شارع کے محض اپنی آراء و اہواء سے حلال و حرام تجویز کر لئے جائیں۔

آباء کی اندھی تقلید | جاہلوں کی سب سے بڑی حجت یہ ہی ہوتی ہے کہ جو کام باپ دادا سے ہوتا آیا ہے اس کا خلاف کیسے کریں۔ ان کو بتلایا گیا کہ اگر تمہارے اسلاف بے عقلی یا بے راہی سے قعر ہلاکت میں جا گرے ہوں تو کیا پھر بھی تم ان ہی کی راہ چلو گے؟ حضرت شاہ صاحب لکھتے ہیں ”باپ کا حال معلوم ہو کہ حق کا تابع اور صاحب علم تھا تو اس کی راہ پکڑے نہیں تو عبث ہے“ یعنی کیف ما اتفق ہر کسی کی کورانہ تقلید جائز نہیں۔

مسلمانوں کو ایک نصیحت | یعنی اگر کفار رسوم شرکیہ اور آباؤ اجداد کی اندھی تقلید سے باوجود اس قدر نصیحت و فہمائش کے باز نہیں آتے تو تم زیادہ اس عم میں مت پڑو۔ کسی کی گمراہی سے تمہارا کوئی نقصان نہیں بشرطیکہ تم سیدھی راہ پر چل رہے ہو۔ سیدھی راہ یہ ہی ہے کہ آدمی ایمان و تقویٰ اختیار کرے، خود برائی سے رُکے اور دوسروں کو روکنے کی امکانی کوشش کرے پھر بھی اگر لوگ برائی سے نہ رکیں تو اس کا کوئی نقصان نہیں۔ اس آیت سے یہ سمجھ لینا کہ جب ایک شخص اپنا نماز روزہ ٹھیک کر لے تو ”امر بالمعروف“ چھوڑ دینے سے اسے کوئی مضرت نہیں ہوتی، سخت غلطی ہے۔ لفظ ”اہتداء“ امر بالمعروف وغیرہ تمام وظائف ہدایت کو شامل ہے۔ اس آیت میں گورے سخن بظاہر مسلمانوں کی طرف ہے لیکن ان کفار کو بھی متنبہ کرنا ہے جو باپ دادا کی کورانہ تقلید پر اڑے ہوئے تھے یعنی اگر تمہارے باپ دادا راہ حق سے بھٹک گئے تو ان کی تقلید میں اپنے کو جان بوجھ کر کیوں ہلاک کرتے ہو۔ انہیں چھوڑ کر تم اپنی عاقبت کی فکر کرو اور نفع و نقصان کو سمجھو۔ باپ دادا اگر گمراہ ہوں اور اولاد ان کے خلاف راہ حق پر چلنے لگے تو آباؤ اجداد کی یہ مخالفت اولاد کو قطعاً مضرت نہیں۔ یہ خیالات محض جہالت کے ہیں کہ کسی حالت بھی آدمی باپ دادا کے طریقہ سے قدم باہر نہ رکھے، رکھے گا تو ناک کٹ جائے گی۔ عقلمند کو چاہئے کہ انجام کا خیال کرے۔ سب اگلے پچھلے جب خدا کے سامنے اکٹھے پیش ہونگے تب ہر ایک کو اپنا عمل اور انجام نظر آ جائے گا۔

یعنی جو گمراہ رہا اور جس نے راہ پائی سب کے نیک و بد اعمال اور ان کے نتائج سامنے کر دیئے جائیں گے۔

الْوَصِيَّةِ اثْنَيْنِ ذُو عَدْلٍ مِّنْكُمْ أَوْ آخَرِينَ مِنْ غَيْرِكُمْ

وصیت کے وقت دو شخص معتبر ہونے چاہئیں ♦ تم میں سے ♦ یاد و شاہد اور ہوں تمہارے سوا ♦

إِنْ أَنْتُمْ ضَرَبْتُمْ فِي الْأَرْضِ فَأَصَابَتْكُمْ مُصِيبَةٌ

اگر تم نے سفر کیا ہو ملک میں پھر پہنچے تم کو مصیبت

الْمَوْتِ تَحْسِبُونَهَا مِنْ بَعْدِ الصَّلَاةِ فَيُقْسَمِنْ بِاللَّهِ

موت کی تو کھڑا کرو ان دونوں کو بعد نماز کے ♦ دو دونوں قسم کھاویں اللہ کی

إِنْ ارْتَبْتُمْ لَا نَشْتَرِي بِهِ ثَمَنًا وَلَوْ كَانَ ذَا قُرْبَىٰ وَلَا

اگر تم کو شبہ پڑے کہیں کہ ہم نہیں لیتے قسم کے بدلے مال اگرچہ کسی کو ہم سے قرابت بھی ہو اور ہم

نَكْتُمُ شَهَادَةَ اللَّهِ إِنَّا إِذًا لِّمِنَ الْأَشْرِبِينَ ﴿١٦﴾ فَإِنْ عَثَرَ

نہیں چھپاتے اللہ کی گواہی نہیں تو ہم بیشک گنہگار ہیں ♦ پھر اگر خبر ہو جاوے

عَلَىٰ أَنَّهُمَا اسْتَحْفَاؤُنَا فَأَخْرَجِ يَقُومِنْ مَقَامَهُمَا

کہ وہ دونوں حق بات دبا گئے تو دو گواہ اور کھڑے ہوں ان کی جگہ ♦

مِنَ الَّذِينَ اسْتَحَقَّ عَلَيْهِمُ الْأَوْلَادِ فَيُقْسَمِنْ بِاللَّهِ

ان میں سے کہ جن کا حق دبا ہے جو سب سے زیادہ قریب ہوں میت کے پھر قسم کھاویں اللہ کی

لشَهَادَتِنَا أَحَقُّ مِنْ شَهَادَتَيْهِمَا وَمَا عُنَدَنَا بِنَاكِرًا

کہ ہماری گواہی تحقیقی ہے پہلوں کی گواہی سے اور ہم نے زیادتی نہیں کی نہیں

إِذَا لِمِنَ الظَّالِمِينَ ﴿١٧﴾ ذَلِكَ أَدْنَىٰ أَنْ يَأْتُوا بِالشَّهَادَةِ

تو ہم بے شک ظالم ہیں ♦ اس میں امید ہے کہ ادا کریں شہادت

وصیت کے احکام | یعنی بہتر یہ ہے۔ باقی اگر دو نہ ہوں یا معتبر نہ ہوں تب بھی "وصی" بنا سکتا ہے اور گواہ سے مراد یہاں وصی ہے اسکے اقرار و اظہار کو گواہی سے تعبیر فرمادیا۔

یعنی مسلمانوں میں سے۔

یعنی غیر مسلم۔

یعنی نماز عصر کے بعد کہ وہ وقت اجتماع اور قبول کا ہے شاید ڈر کر جھوٹی قسم نہ کھائیں۔ یا کسی نماز کے بعد یا وصی جس مذہب کے ہوں ان کی نماز کے بعد۔

یعنی جب خدا کے پاس سب کو جانا ہے تو جانے سے پہلے سب کام ٹھیک کر لو۔ اسی میں سے ایک اہم کام ضروری امور کی وصیت اور اس کے متعلقات ہیں۔ ان آیات میں وصیت کا بہترین طریقہ تلقین فرمایا ہے۔ یعنی مسلمان اگر مرتے وقت کسی کو اپنا مال وغیرہ حوالہ کرے تو بہتر ہے کہ دو معتبر مسلمانوں کو گواہ کرے۔ مسلمان اگر نہ ملیں جیسے سفر وغیرہ میں اتفاق ہو جاتا ہے، تو دو کافروں کو وصی بنائے۔ پھر اگر وارثوں کو شبہ پڑ جائے کہ ان شخصوں نے کچھ مال چھپا لیا اور وارث دعویٰ کر دیں اور دعوے کے ساتھ شاہد موجود نہ ہوں تو وہ دونوں شخص قسم کھائیں کہ ہم نے نہیں چھپایا اور ہم کسی طمع یا قربت کی وجہ سے جھوٹ نہیں کہہ سکتے۔ اگر کہیں تو گنہگار ہیں۔

ایک ہو تب بھی مضائقہ نہیں۔

آیات وصیت کی شان نزول | یعنی اگر قرآن و آثار سے اوصیاء کی قسم کا جھوٹ ہونا معلوم ہو اور وہ بذریعہ شہادت شرعی اپنی سچائی ثابت نہ کر سکیں تو میت کے وارثوں کو قسم دی جائے گی کہ ان کو اوصیاء کے دعوے کی واقعیت کا کوئی علم نہیں اور یہ کہ ان کی گواہی اوصیاء کی گواہی سے زیادہ احمق بالقبول ہے۔ ان آیات کی شان نزول یہ ہے کہ ایک شخص "بذیل" نامی جو مسلمان تھا دو شخصوں "تمیم وعدی" کے ساتھ جو اس وقت نصرانی تھے بغرض تجارت ملک شام کی طرف گیا۔ شام پہنچ کر بذیل بیمار پڑ گیا۔ اس نے اپنے مال کی فہرست لکھ کر اسباب میں رکھ دی اور اپنے دونوں رفیقوں کو اطلاع نہ کی۔ مرض جب زیادہ بڑھا تو اس نے دونوں نصرانی رفقاء کو وصیت کی کہ کل سامان میرے وارثوں کو پہنچا دینا۔ انہوں نے سب سامان لا کر وارثوں کے حوالہ کر دیا، مگر چاندی کا ایک پیالہ جس پر سونے کا طبع یا نقش و نگار تھے اس میں سے نکال لیا۔ وارثوں کو فہرست اسباب میں سے دستیاب ہوئی۔ انہوں نے اوصیاء سے پوچھا کہ میت نے کچھ مال فروخت کیا تھا یا کچھ زیادہ بیمار رہا کہ معالجہ وغیرہ میں کچھ خرچ ہوا ہو، ان دونوں نے اس کا جواب نفی میں دیا۔ آخر معاملہ نبی کریم ﷺ کی عدالت میں پیش ہوا۔ چونکہ وارثوں کے پاس گواہ نہ تھے، تو ان دونوں نصرانیوں سے قسم لی گئی کہ ہم نے میت کے مال میں کسی طرح کی خیانت نہیں کی نہ کوئی چیز اسکی چھپائی۔ آخر قسم پر فیصلہ ان کے حق میں کر دیا گیا۔ کچھ مدت کے بعد ظاہر ہوا کہ وہ پیالہ ان دونوں نے مکہ میں کسی سار کے ہاتھ فروخت کیا ہے۔ جب سوال ہوا تو کہنے لگے کہ وہ ہم نے میت سے خرید لیا تھا۔ چونکہ خریداری کے گواہ موجود نہ تھے اس لئے ہم نے پہلے اس کا ذکر نہیں کیا مبادا ہماری تکذیب کر دی جائے۔ میت کے وارثوں نے پھر نبی کریم ﷺ کی خدمت میں مرافعہ کیا۔ اب پہلی صورت کے برعکس اوصیاء خریداری کے مدعی اور وارث منکر تھے۔ شہادت موجود نہ ہونے کی وجہ سے وارثوں میں سے دو شخصوں نے جو میت سے قریب تر تھے قسم کھائی کہ پیالہ میت کی ملک تھا اور یہ دونوں نصرانی اپنی قسم میں جھوٹے ہیں۔ چنانچہ جس قیمت پر انہوں نے فروخت کیا تھا (ایک ہزار درہم) وہ وارثوں کو دلانی گئی۔

عَلَىٰ وَجْهَهَا أَوْ يَخَافُوا أَنْ تُرَدَّ أَيْمَانٌ بَعْدَ آيْمَانِهِمْ ۗ

کونھیک طرح پر اور ڈریں کہ انہی پڑے گی قسم ہماری ان کی قسم کے بعد

وَ اتَّقُوا اللَّهَ وَ اسْمَعُوا ۗ وَاللَّهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ

اور ڈرتے رہو اللہ سے اور سن رکھو اور اللہ نہیں چلاتا سیدھی راہ پر

الْفٰسِقِيْنَ ۚ ۞ يَوْمَ يَجْمَعُ اللَّهُ الرُّسُلَ فَيَقُولُ مَاذَا

نا فرمانوں کو جس دن اللہ جمع کرے گا سب پیغمبروں کو پھر کہے گا تم کو کیا

اٰجِبْتُمْ ۗ قَالُوا لَا عِلْمَ لَنَا بِاِنَّكَ اَنْتَ عَلٰمُ الْغُيُوْبِ ۝۱۹

جواب ملا تھا وہ کہیں گے ہم کو خبر نہیں تو ہی ہے چھپی باتوں کو جاننے والا

اِذْ قَالَ اللَّهُ يٰعِيسٰى ابْنَ مَرْيَمَ اذْكُرْ نِعْمَتِي

جب کہے گا اللہ اے عیسیٰ مریم کے بیٹے یاد کر میرا احسان

عَلَيْكَ وَعَلَىٰ وَاٰلِدَتِكَ مَرٰذُ اَيْدِيكَ بِرُوْحٍ

جو ہوا ہے تجھ پر اور تیری ماں پر جب مدد کی میں نے تیری روح

الْقُدُسِ ۗ فَتُكَلِّمُ النَّاسَ فِي الْمَهْدِ وَ كَهْلًا ۗ وَاِذْ

پاک سے تو کلام کرتا تھا لوگوں سے گوہ میں اور بڑی عمر میں اور جب

عَلَّمْتِكَ الْكِتٰبَ وَ الْحِكْمَةَ وَ التَّوْرٰةَ وَ الْاِنْجِيْلَ ۗ وَاِذْ

سکھائی میں نے تجھ کو کتاب اور تہ کی باتیں اور تورات اور انجیل اور جب

تَخْلُقُ مِنَ الطِّينِ كَهَيْئَةِ الطَّيْرِ بِاِذْنِي فَتَنْفُخُ فِيْهَا

تو بنا تا تھا گارے سے جانور کی صورت میرے حکم سے پھر پھونک مارتا تھا اس میں

یعنی وارثوں کو شبہ پڑے تو قسم دینے کا حکم رکھا۔ اس لئے کہ قسم سے ڈر کر اول ہی جھوٹ نہ ظاہر کریں پھر اگر ان کی بات جھوٹ نکلے تو وارث قسم کھائیں۔ یہ بھی اسی واسطے کہ وہ قسم میں دغانہ کریں۔ جانیں کہ آخر ہماری قسم الٹی پڑے گی۔ کذافی موضح القرآن۔

خدا کی نافرمانی کرنے والا انجام کار رسوا اور ذلیل ہی ہوتا ہے حقیقی کامیابی کا چہرہ نہیں دیکھتا۔

یہ سوال محشر میں اُتوں کے رو برو پتھمبوروں سے کیا جائے گا کہ دنیا میں جب تم ان کے پاس پیغام حق لیکر گئے تو انہوں نے کیا جواب دیا اور کہاں تک دعوت الہی کی اجابت کی؟ گذشتہ رکوع میں بتلایا تھا کہ خدا کے یہاں جانے سے پہلے بذریعہ وصیت وغیرہ یہاں کا انتظام ٹھیک کر لو۔ اب متنبہ فرماتے ہیں کہ وہاں کی جو ابدی کے لئے تیار رہو۔

حشر میں انبیاء سے اللہ کا سوال | محشر کے ہولناک دن میں جب خدائے قہار کی شانِ جلالی کا انتہائی ظہور ہوگا، اکابر و اعظم کے بھی ہوش بجانہ رہیں گے اولوالعزم انبیاء کی زبان پر نفسی نفسی ہوگا۔ اسی وقت انتہائی خوف و خشیت سے حق تعالیٰ کے سوال کا جواب ”لَا عَلْمَ لَنَا“ (ہمیں کچھ خبر نہیں) کے سوانہ دے سکیں گے پھر جب نبی کریم ﷺ کے طفیل میں سب کی طرف خدا کی نظرِ لطف و رحمت ہوگی تب کچھ عرض کرنے کی جرأت کریں گے۔ حسن و مجاہد وغیرہ سے ایسا ہی منقول ہے۔ لیکن ابن عباسؓ کے نزدیک ”لَا عَلْمَ لَنَا“ کا مطلب یہ ہے کہ خداوند! تیرے علمِ کامل و محیط کے سامنے ہمارا علم کچھ بھی نہیں۔ گویا یہ الفاظ ”تادب مع اللہ“ کے طور پر کہے۔ ابن جریر کے نزدیک ”لَا عَلْمَ لَنَا“ سے یہ مراد ہے کہ ہم کو معلوم نہیں کہ ہمارے پیچھے انہوں نے کیا کچھ کیا۔ ہم صرف انہی افعال و احوال پر مطلع ہو سکتے ہیں جو ہمارے سامنے ظاہری طور پر پیش آئے تھے۔ بواطن و سرازم کا علم علمِ غلامِ غیب ہی کو ہے۔ آئندہ رکوع میں حضرت مسیح علیہ السلام کی زبانی جو جواب نقل فرمایا ہے ”وَكُنْتُ عَلَيْهِمْ شَهِيدًا..... الخ“ اس سے آخری معنی کی تائید ہوتی ہے۔ اور صحیح حدیث میں ہے کہ جب حوض پر بعض لوگوں کی نسبت حضور فرمائیں گے هُوَ لَاءِ اصْحَابِي تُوْجَابِ طَلْعِ الْكَالَا تَدْرِي مَا اَحْدَثُوْا بَعْدَكَ یعنی آپ کو خبر نہیں کہ آپ کے پیچھے انہوں نے کیا حرکات کیں۔

غالباً یہ پورا رکوع آنے والے رکوع کی تمہید ہے۔ احسانات یا ودلا کروہ سوال ہوگا جو آئندہ رکوع میں مذکور ہے۔

حضرت عیسیٰ سے حق تعالیٰ کا خطاب | اول تو اولاد پر احسان کرنا من وجہ ماں پر احسان ہے۔ دوسرے ظالم لوگ جو تہمت مریم صدیقہ پر لگاتے تھے حق تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو ان کی براءت و نزاہت کے لئے برہان مبین بنا دیا اور تولد مسیح سے پہلے اور بعد عجیب و غریب نشانات حضرت مریم کو دکھلائے جو ان کی تقویت و تسکین کا باعث ہوئے۔ یہ احسانات بلا واسطہ ان پر تھے۔

فَتَكُونُ طَيْرًا بِإِذْنِي وَتُبْرِي الْأَكْمَهَ وَالْأَبْرَصَ

تو ہو جاتا اڑنے والا میرے حکم سے اور اچھا کرتا تھا مادرزاداندرھے کو اور کوڑھی کو

بِإِذْنِي ۚ وَإِذْ تُخْرِجُ الْمَوْتَى بِإِذْنِي ۚ وَإِذْ كَفَفْتُ بَنِي

میرے حکم سے اور جب نکال کھڑا کرتا تھا مردوں کو میرے حکم سے اور جب روکا میں نے بنی

إِسْرَائِيلَ عَنْكَ إِذْ جِئْتَهُم بِالْبَيِّنَاتِ فَقَالَ الَّذِينَ

اسرائیل کو تجھ سے جب تو لے کر آیا ان کے پاس نشانیاں تو کہنے لگے جو

كَفَرُوا مِنْهُمْ إِنْ هَذَا إِلَّا سِحْرٌ مُّبِينٌ ۝۱۰ وَإِذْ

کافر تھے ان میں اور کچھ نہیں یہ تو جادو ہے صریح اور جب

أَوْحَيْتُ إِلَى الْخَوَارِجِ أَنْ آمِنُوا بِي وَبِرَسُولِي ۚ قَالُوا

میں نے دل میں ڈال دیا خوار یوں کے کہ ایمان لاؤ مجھ پر اور میرے رسول پر تو کہنے لگے

أَمْنَا وَاشْهَدُ بِأَنَّا مُسْلِمُونَ ۝۱۱ إِذْ قَالَ الْخَوَارِجُ

ہم ایمان لائے اور تو گواہ رہ کہ ہم فرمانبردار ہیں جب کہا خوار یوں نے

يُعِيسَى ابْنَ مَرْيَمَ هَلْ يَسْتَطِيعُ رَبُّكَ أَنْ يُنْزِلَ

اے عیسیٰ مریم کے بیٹے تیرا رب کر سکتا ہے کہ اتارے

عَلَيْنَا مَائِدَةً مِّنَ السَّمَاءِ ۗ قَالَ اتَّقُوا اللَّهَ إِنْ كُنْتُمْ

ہم پر خوان بھرا ہوا آسمان سے بولا ڈرو اللہ سے اگر ہو تم

◆ روح القدس کی تائید گود میں جو کلام کیا اس کا ذکر سورہ مریم میں آئے گا "إِنِّي عَبْدُ اللَّهِ إِنَّمَا أُوتِيَ الْكِتَابَ الْإِسْلَامِ"

آخرہ "تجب ہے کہ عیسائیوں نے حضرت مسیح کے تکلم فی المہد" کا کچھ ذکر نہیں کیا۔ البتہ یہ لکھا ہے کہ بارہ برس کی عمر میں یہود کے

سامنے انہوں نے ایسی حکیمانہ دلائل و براہین بیان فرمائیں کہ تمام علماء عاجز و مبہوت رہ گئے اور سامعین عیش عیش کرنے لگے۔ یوں تو

”روح القدس“ سے حسب مراتب سب انبیاء علیہم السلام بلکہ بعض مومنین کی بھی تائید ہوتی ہے لیکن حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو جن کا وجود ہی ”نوحہ جبریلیہ“ سے ہوا، کوئی خاص قسم کی فطری مناسبت اور تائید حاصل ہے جسے تفصیل انبیاء کے صدور میں بیان فرمایا گیا۔

بَلَدِكَ الرَّسُولُ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلَىٰ بَعْضٍ مِّنْهُمْ مَّنْ كَلَّمَ اللَّهُ وَرَفَعَ بَعْضَهُمْ دَرَجَاتٍ وَآتَيْنَا عِيسَى ابْنَ مَرْيَمَ الْيَسَنَاتِ وَأَيَّدْنَا لَهُ بُرُوحَ الْقُدُسِ (بقرہ، رکوع ۳۳۶) ”روح القدس“ کی مثال ”عالم ارواح“ میں ایسی سمجھو جیسے عالم مادیات میں قوت کبربائیہ (بجلی) کا خزانہ، جس وقت اس خزانہ کا مدیر معین اصول کے موافق کرنٹ چھوڑتا اور جن اشیاء میں بجلی کا اثر پہنچاتا ہے، ان کا کنکشن درست کر دیتا ہے تو فوراً خاموش اور ساکن مشینیں بڑے زور سے گھومنے لگتی ہیں۔ اگر کسی مریض پر بجلی کا عمل کیا گیا تو مشلول اعضاء اور بے حس ہو جانے والے اعصاب میں بجلی کے پہنچنے سے حس و حرکت پیدا ہو جاتی ہے۔ بعض اوقات ایسے بیمار کے حلقوم میں جس کی زبان بالکل بند ہو گئی ہو قوت کبربائیہ کے پہنچانے سے قوت گویائی واپس کی گئی ہے۔ حتیٰ کہ بعض غالی ڈاکٹروں نے تو یہ دعویٰ کر دیا کہ ہر قسم کی بیماری کا علاج قوت کبربائیہ سے کیا جاسکتا ہے (دائرۃ المعارف فرید وجدی) جب اس معمولی مادی کبربائیہ کا حال یہ ہے تو اندازہ کر لو کہ ”عالم ارواح“ کی کبربائیہ میں جس کا خزانہ روح القدس ہے کیا کچھ طاقت ہوگی، حق تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ذات گرامی کا تعلق روح القدس سے کسی ایسی خاص نوعیت اور اصول کے ماتحت رکھا ہے جس کا اثر کھلے ہوئے غلبہ روحیت، تجربہ اور مخصوص آثار حیات کی شکل میں ظاہر ہوا۔ ان کا ”روح اللہ“ سے ملقب ہونا، بچپن، جوانی اور کبولت میں یکساں کلام کرنا، خدا کے حکم سے افاضہ حیات کے قابل کالبہ خاکی تیار کر لینا، اس میں باذن اللہ روح حیات پھونکنا، مایوس العلاج مریضوں کی حیات کو باذن اللہ بدون توسط اسباب عادیہ کے کارآمد اور بے عیب بنادینا، حتیٰ کہ مردہ لاشہ میں باذن اللہ دوبارہ روح حیات کو واپس لے آنا، بنی اسرائیل کے ناپاک منصبوں کو خاک میں ملا کر آپ کا آسمان پر اٹھالیا جانا، اور آپ کی حیات طیبہ پر اس قدر طول عمر کا کوئی اثر نہ ہونا، وغیرہ وغیرہ۔ یہ سب آثار اسی تعلق خصوصی سے پیدا ہوئے ہیں جو رب العزت نے کسی مخصوص نوعیت و اصول سے آپ کے اور روح القدس کے مابین قائم فرمایا ہے۔ ہر پیغمبر کے ساتھ کچھ امتیازی معاملات خدا تعالیٰ کے ہوتے ہیں، ان کے علل و اسرار کا احاطہ اسی علام الغیوب کو ہے۔ ان ہی امتیازات کو علماء کی اصطلاح میں ”فضائل جزئیہ“ کے نام سے موسوم کرتے ہیں۔ ایسی چیزوں سے کلی فضیلت ثابت نہیں ہوتی۔ چہ جائیکہ ”الوہیت“ ثابت ہو۔ ”وَإِذْ تَخْلُقُ مِنَ الطِّينِ“ میں خلق کا لفظ محض صوری اور حسی لحاظ سے استعمال کیا گیا ہے ورنہ خالق حقیقی ”احسن الخالقین“ کے سوا کوئی نہیں۔ اسی لئے ”بِإِذْنِي“ کا بار بار اعادہ کیا گیا اور ”آل عمران“ میں حضرت مسیح کی زبان سے بِإِذْنِ اللَّهِ کی تکرار کرائی گئی۔ بہر حال جو خوارق ان آیات میں اور ان سے پہلے ”آل عمران“ میں حضرت مسیح علیہ السلام کی طرف منسوب ہوئے ہیں، انکا انکار یا تحریف صرف اسی ملحد کا کام ہو سکتا ہے جو ”آیات اللہ“ کو اپنی عقل شخصی کے تابع کرنا چاہے۔ باقی جو لوگ قانون قدرت کا نام لیکر ”معجزات و خوارق“ کا انکار کرنا چاہتے ہیں، ان کا جواب ہم نے ایک مستقل مضمون میں دیا ہے اسکے مطالعہ سے انشاء اللہ تمام شکوک و شبہات کا ازالہ ہو سکے گا۔

◆ معجزات اور فوق العادت تصرفات کو جادو کہنے لگے اور انجام کار حضرت مسیح کے قتل کے درپے ہوئے۔ حق تعالیٰ نے اپنے لطف و کرم سے حضرت مسیح کو آسمان پر اٹھالیا۔ اس طرح یہود کو ان کے ناپاک مقصد میں کامیاب ہونے سے روک دیا گیا۔

◆ ”کر سکتا ہے“ اس لئے کہا کہ آپ کی رعایت اور ذمہ داری سے ہمارے لئے بطور ”خرق عادت“ نہ معلوم ایسا کرے یا نہ کرے۔

◆ یعنی آسمان کی طرف سے بے محنت روزی پہنچ جایا کرے۔ یہ ضرور نہیں کہ وہ خوان جنت ہی کا ہو۔

مُؤْمِنِينَ ﴿۱۱۲﴾ قَالُوا نُرِيدُ أَنْ نَأْكُلَ مِنْهَا وَتَطْمَئِنَّ

ایمان والے ﴿۱۱۲﴾ بولے کہ ہم چاہتے ہیں کہ کھاویں اس میں سے اور مطمئن ہو جاویں

قُلُوبُنَا وَنَعْلَمَ أَنْ قَدْ صَدَقْتُنَا وَنَكُونُ عَلَيْهَا

ہمارے دل اور ہم جان میں کہ تو نے ہم سے سچ کہا اور رہیں ہم اس پر

مِنَ الشَّاهِدِينَ ﴿۱۱۳﴾ قَالَ عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ اللَّهُمَّ

گواہ ﴿۱۱۳﴾ کہا عیسیٰ مریم کے بیٹے نے اے اللہ

رَبَّنَا أَنْزِلْ عَلَيْنَا مَائِدَةً مِنَ السَّمَاءِ تَكُونُ لَنَا

رب ہمارے اتار ہم پر خوان بھرا ہوا آسمان سے کہ وہ دن

عَيْدًا لِأَوَّلِنَا وَآخِرِنَا وَآيَةً مِّنكَ ۖ وَارْزُقْنَا وَأَنْتَ

عید رہے ہماری پہلوں اور پچھلوں کے واسطے ﴿۱۱۴﴾ اور نشانی ہو تیری طرف سے ﴿۱۱۴﴾ اور روزی دے ہم کو اور تو ہی ہے

خَيْرُ الرَّازِقِينَ ﴿۱۱۴﴾ قَالَ اللَّهُ إِنِّي مُنَزِّلُهَا عَلَيْكُمْ ۖ

سب سے بہتر روزی دینے والا ﴿۱۱۴﴾ کہا اللہ نے میں بیشک اتاروں گا وہ خوان تم پر

فَمَنْ يَكْفُرْ بَعْدَ مَنكُمُ فَإِنِّي أُعَذِّبُهُ عَذَابًا لَّا

پھر جو کوئی تم میں ناشکری کرے گا اس کے بعد تو میں اس کو وہ عذاب دوں گا جو

أُعَذِّبُهُ أَحَدًا مِّنَ الْعَالَمِينَ ﴿۱۱۵﴾ وَرَأَىٰ قَالَ اللَّهُ

کسی کو نہ دوں گا جہان میں ﴿۱۱۵﴾ اور جب کہے گا اللہ

يُعِيسَى ابْنَ مَرْيَمَ ۗ أَنْتَ قُلْتَ لِلنَّاسِ اتَّخِذُونِي

اے عیسیٰ مریم کے بیٹے تو نے کہا لوگوں کو کہ ٹھہرا لو مجھ کو

یعنی ایماندار بندہ کو لائق نہیں کہ ایسی غیر معمولی فرمائشیں کر کے خدا کو آزمائے خواہ اس کی طرف سے کتنی ہی مہربانی کا اظہار ہو، روزی ان ہی ذرائع سے طلب کرنا چاہئے جو قدرت نے اس کی تحصیل کے لئے مقرر فرمادئے ہیں بندہ جب خدا سے ڈر کر تقویٰ اختیار کرے اور اسی پر ایمان و اعتماد رکھے تو حق تعالیٰ ایسی جگہ سے اس کو رزق پہنچائے گا جہاں سے وہم و گمان بھی نہ ہوگا۔ وَمَنْ يُتَّقِ اللَّهَ يَجْعَلْ لَهُ مَخْرَجًا وَيَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ..... الخ (طلاق، رکوع ۱)

حضرت عیسیٰ سے مائدہ کا مطالبہ | یعنی آزمانے کو نہیں مانتے بلکہ برکت کی امید پر مانتے ہیں کہ غیب سے بے محنت روزی ملتی رہے تا اطمینان قلب اور دلجمعی سے عبادت میں لگے رہیں۔ اور آپ نے جو نبی خبریں نعمائے جنت وغیرہ کے متعلق دی ہیں، ایک چھوٹا سا نمونہ دیکھ کر ان کا بھی یقین کامل ہو جائے۔ اور ایک یحییٰ شہد کے طور پر ہم اس کی گواہی دیں جس سے یہ معجزہ ہمیشہ مشہور رہے۔ بعض مفسرین نے نقل کیا ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام نے وعدہ فرمایا تھا کہ تم خدا کے لئے تیس دن کے روزے رکھ کر جو کچھ طلب کرو گے وہ دیا جائیگا۔ حواریین نے روزے رکھ لئے اور مائدہ طلب کیا وَ نَعْلَمُ أَنْ قَدْ صَدَقْتُنَا سے یہی مراد ہے وَاللَّهُ اعْلَمُ۔

نزول مائدہ کی دعاء | یعنی وہ دن جس میں مائدہ آسمانی نازل ہو، ہمارے اگلے پچھلے لوگوں کے حق میں عید ہو جائے کہ ہمیشہ ہماری قوم اس دن کو بطور یادگار تہوار منایا کرے۔ اس تقریر کے موافق نَكُونُ لَنَا عِيدًا کا اطلاق ایسا ہوا جیسا کہ آيَةُ الْيَوْمِ اكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ کے متعلق بخاری میں یہود کا یہ مقولہ نقل کیا ہے انکم تقرون اية لو نزلت فينا لا نخذنا ها عيدًا جس طرح آیت کو عید بنانے کا مطلب اسکے یوم نزول کو عید بنانا ہے (کما ہو مصرح فی الروایات الآخر) اسی پر مائدہ کے عید ہونے کو بھی قیاس کر لو۔ کہتے ہیں کہ وہ خوان اتر اوار کو جو نصاریٰ کے یہاں ہفتہ کو عید ہے جیسے مسلمانوں کے یہاں جمعہ۔

یعنی تیری قدرت کی اور میرے نبوت و صداقت کی نشانی ہو۔

یعنی بدون تعب و کسب کے روزی عطا فرمائیے۔ آپ کے یہاں کیا کمی ہے اور کیا مشکل ہے۔

ناشکروں کے لئے عذاب کی دھمکی | جب نعمت غیر معمولی اور نرالی ہوگی تو اسکی شکر گزاری کی تاکید بھی معمول سے بہت بڑھ کر ہونی چاہئے اور ناشکری پر عذاب بھی غیر معمولی اور نرالا آئے گا۔ موضح القرآن میں ہے "بعضے کہتے ہیں وہ خوان اتر اچالیس روز تک پھر بعضوں نے ناشکری کی۔ یعنی حکم ہوا تھا کہ فقیر اور مریض کھاویں مخلوط اور چنگے بھی لگے کھانے۔ پھر قریب اسی آدمی کے سورا در بند ہو گئے۔ یہ عذاب پہلے یہود میں ہوا تھا۔ پیچھے کسی کو نہیں ہوا۔ اور بعضے کہتے ہیں کہ نہیں اتر۔ یہ تہدید سن کر مانگنے والے ڈر گئے، نہ مانگا، لیکن پیغمبر کی دعا عبث نہیں اور اس کلام میں نقل کرنا بے حکمت نہیں شاید اس دعاء کا اثر یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ کی امت میں آسودگی، مال ہمیشہ رہی اور جو کوئی ان میں ناشکری کرے یعنی دل کے اطمینان سے عبادت میں نہ لگے بلکہ گناہ میں خرچ کرے تو شاید آخرت میں سب سے زیادہ عذاب پاوے۔ اس میں مسلمان کو عبرت ہے کہ اپنا مدعا "خرق عادت" کی راہ سے نہ چاہے کہ پھر اس کی شکر گزاری بہت مشکل ہے۔ اسباب ظاہری پر قناعت کرے تو بہتر ہے۔ اس قصہ میں بھی ثابت ہوا کہ حق تعالیٰ کے آگے حمایت پیش نہیں جاتی۔

وَأُمِّي الْهَيْدِينَ مِنْ دُونِ اللَّهِ ط قَالَ سُبْحَانَكَ مَا يَكُونُ

اور میری ماں کو دو معبود کے سوا اللہ کے کہا تو پاک ہے مجھ کو لائق نہیں

لِي أَنْ أَقُولَ مَا لَيْسَ لِي ط بِحَقِّ ط إِنْ كُنْتُ قُلْتُهُ فَقَدْ

کہہوں ایسی بات جس کا مجھ کو حق نہیں اگر میں نے یہ کہا ہوگا تو

عَلِمْتُهُ ط تَعْلَمُ مَا فِي نَفْسِي وَلَا أَعْلَمُ مَا فِي نَفْسِكَ ط

تجھ کو ضرور معلوم ہوگا تو جانتا ہے جو میرے جی میں ہے اور میں نہیں جانتا جو تیرے جی میں ہے

إِنَّكَ أَنْتَ عَلَّامُ الْغُيُوبِ ﴿١١٦﴾ مَا قُلْتُ لَهُمْ إِلَّا مَا

پیشک تو ہی ہے جاننے والا چھپی باتوں کا میں نے کچھ نہیں کہا ان کو مگر جو

أَمَرْتَنِي بِهِ إِنْ أَعْبُدُوا اللَّهَ رَبِّي وَرَبَّكُمْ وَكُنْتُ

تو نے حکم کیا کہ بندگی کرو اللہ کی جو رب ہے میرا اور تمہارا اور میں

عَلَيْهِمْ شَهِيدًا مَّا دُمْتُ فِيهِمْ ط فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِي كُنْتُ

ان سے خبردار تھا جب تک ان میں رہا پھر جب تو نے مجھ کو اٹھالیا تو

أَنْتَ الرَّقِيبُ عَلَيْهِمْ ط وَأَنْتَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيدٌ ﴿١١٧﴾

تو ہی تھا خبر رکھنے والا ان کی اور تو ہر چیز سے خبردار ہے

♦ حق تعالیٰ کا حضرت عیسیٰ سے سوال | پچھلا رکوع حقیقت میں اس رکوع کی تمہید تھی۔ پچھلے رکوع کی ابتداء میں یَوْمَ يَجْمَعُ

اللَّهُ الرُّسُلَ فرما کر آگاہ کیا تھا کہ قیامت کے دن تمام مرسلین سے ان کی امتوں کے مولجہ میں علی رؤس الاشهاد سوال و جواب ہوں

گے پھر ان میں سے خاص حضرت مسیح علیہ السلام کا ذکر فرمایا جن کو کروڑوں آدمیوں نے خدائی کا درجہ دے رکھا ہے کہ ان سے

بالخصوص اس عقیدہ باطلہ کی نسبت دریافت کیا جائے گا لیکن اول وہ عظیم الشان احسانات اور ممتاز انعامات یاد دلائیں گے جو ان پر

اور ان کی والدہ ماجدہ پر فائز ہوئے۔ بعدہ ارشاد ہوگا، وَأَنْتَ قُلْتَ لِلنَّاسِ اتَّخِذُونِي الخ (کیا تو نے لوگوں سے کہہ دیا تھا

کہ مجھ کو اور میری ماں کو بھی خدا کے سوا معبود مانو) حضرت مسیح علیہ السلام اس سوال پر کانپ اٹھیں گے اور وہ عرض کریں گے جو آگے

آتا ہے۔ آخر میں ارشاد ہوگا هَذَا يَوْمٌ يَنْفَعُ الصَّادِقِينَ صِدْقُهُمْ ”ہذا“ کا اشارہ اسی یوم کی طرف ہے جو یَوْمَ يَجْمَعُ اللَّهُ

وَقَعْنَا الْيَوْمَ لَكَ صَلَاةً عَلَى اللَّهِ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ ۱۲

تفسیر عثمان

الرُّسُلِ میں مذکور تھا۔ بہر حال یہ سب واقعہ روز قیامت کا ہے جسے متیقن الوقوع ہونے کی وجہ سے قرآن و حدیث میں بصیغہ ماضی (قال) تعبیر فرمایا ہے۔

♦ حضرت عیسیٰ کا جواب | یعنی میں ایسی گندی بات کیسے کہہ سکتا تھا۔ آپ کی ذات اس سے پاک ہے کہ الوہیت وغیرہ میں کسی کو اس کا شریک کیا جائے۔ اور جس کو آپ پیغمبری کا منصب جلیل عطا فرمائیں اسکی یہ شان نہیں کہ کوئی ناحق بات منہ سے نکالے۔ پس آپ کی سٹو حیت اور میری عصمت دونوں کا اقتضاء یہ ہے کہ میں ایسی ناپاک بات کبھی نہیں کہہ سکتا۔ اور سب دلائل کو چھوڑ کر آخری بات یہ ہے کہ آپ کے ”علم محیط“ سے کوئی چیز باہر نہیں ہو سکتی۔ اگر فی الواقع میں ایسا کہتا تو آپ کے علم میں ضرور موجود ہوتا۔ آپ خود جانتے ہیں کہ میں نے خفیہ یا علانیہ کوئی ایسا حرف منہ سے نہیں نکالا۔ بلکہ میرے دل میں اس طرح کے گندے خیال کا خلطور بھی نہیں ہوا۔ آپ سے میرے یا کسی کے دل کے چھپے ہوئے ہوا جس و خواطر بھی پوشیدہ نہیں۔

♦ میں نے آپ کے حکم سے سر نہ متجاوز نہیں کیا۔ اپنی الوہیت کی تعلیم تو کیسے دے سکتا تھا اس کے بالمقابل میں نے ان کو صرف تیری بندگی کی طرف بلایا اور کھول کھول کر بتلا دیا کہ میرا اور تمہارا سب کارب (پروردگار) وہ ہی ایک خدا ہے جو تنہا عبادت کے لائق ہے۔ چنانچہ آج بھی بائبل میں صریح نصوص اس مضمون کی بکثرت موجود ہیں۔

♦ نہ صرف یہ کہ میں نے مخلوق کو تیری توحید اور عبودیت کی طرف دعوت دی، بلکہ جب تک ان کے اندر قیام پذیر رہا، برابر ان کے احوال کی نگرانی اور خبر گیری کرتا رہا کہ کوئی غلط عقیدہ یا بے موقع خیال قائم نہ کر لیں البتہ ان میں قیام کرنے کی جو مدت آپ کے علم میں مقدر تھی، جب وہ پوری کر کے آپ نے مجھ کو ان میں سے اٹھالیا (کما یظہر من مادة التوفی و مقابله مادمت فیہم) تو پھر صرف آپ ہی ان کے احوال کے نگران اور خبردار ہو سکتے تھے، میں اس کے متعلق کچھ عرض نہیں کر سکتا (تنبیہ) حضرت مسیح علیہ السلام کی موت یا رفع الی السماء وغیرہ کی بحث ”آل عمران“ میں زیر فائدہ ”اِنِّی مُتَوَفِّیْکَ وَرَافِعُکَ اِلَیّی“ ملاحظہ کیجئے۔ مترجم محقق قدس سرہ نے یہاں ”فَلَمَّا تَوَفَّیْتَنِی“ کا ترجمہ ”تو نے مجھ کو اٹھالیا“ سے کیا یہ باعتبار محاورات ”موت“ اور ”رفع الی السماء“ دونوں پر صادق آ سکتا ہے۔ گویا متنبہ کر دیا کہ نہ لفظ ”توفی“ کیلئے موت لازم ہے اور نہ خاص توفی بصورت موت کو مضمون زیر بحث میں کسی قسم کا مدخل ہے۔ حدیث میں نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ بعض لوگوں کی نسبت میں قیامت کے دن اسی طرح کہوں گا جس طرح بندہ صالح (عیسیٰ علیہ السلام) نے کہا وَ کُنْتُ عَلَیْہِمُ شَہِیْدًا مَا ذُمْتُ فِیْہِمُ فَلَمَّا تَوَفَّیْتَنِی کُنْتُ اَنْتَ الرَّقِیْبَ عَلَیْہِمُ اس قسم کی تشبیہات سے یہ نکالنا کہ حضور کی اور حضرت مسیح کی ”توفی“ بھی ہمہ وجہ یکساں اور ہرنگ ہونی چاہئے، عربیت سے ناواقفیت کی دلیل ہے۔ مشرکین مکہ ایک درخت (ذات انماط) پر ہتھیار لٹکایا کرتے تھے۔ صحابہؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ! ہمارے لئے بھی ”ذات انماط“ مقرر کر دیجئے جیسے ان کے یہاں ہے۔ آپ نے فرمایا ”ہَذَا کَمَا قَالَ قَوْمُ مُوسٰی اَجْعَلْ لَنَا اِلٰہًا کَمَا لَہُمْ اِلٰہَةٌ“ (یہ تو ایسا ہو جیسے موسیٰ کی قوم نے درخواست کی تھی کہ ہمارے لئے بھی ایسا معبود تجویز کر دو جیسا ان بت پرستوں کا ہے) کیا کوئی مسلمان اس تشبیہ کو سن کر یہ گمان کر سکتا ہے کہ صحابہؓ نے معاذ اللہ بت پرستی کی درخواست کی تھی؟ اس طرح کی تشبیہات سے نصوص محکمہ اور اجماع امت کے مخالف عقائد پر تمسک کرنا صرف اسی جماعت کا حصہ ہو سکتا ہے جن کی نسبت یہ ارشاد ہوا فَا مَا الَّذِیْنَ فِی قُلُوْبِہِمُ زَیْغٌ فَيَتَّبِعُوْنَ مَا تَشَابَہَ مِنْهُ ابْتِغَاءَ الْفِتْنَةِ وَابْتِغَاءَ تَاْوِیْلِہِ۔

إِنْ تَعَذَّبْتَهُمْ فَإِنَّهُمْ عِبَادُكَ ۚ وَإِنْ تَغْفِرْ لَهُمْ فَإِنَّكَ

اگر تو ان کو عذاب دے تو وہ بندے ہیں تیرے اور تو ان کو معاف کر دے تو تو ہی ہے

أَنْتَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ﴿۱۱۸﴾ قَالَ اللَّهُ هَذَا يَوْمُ يَنْفَعُ

زیروست حکمت والا ﴿۱۱۸﴾ فرمایا اللہ نے یہ دن ہے کہ کام آوے

الصُّدِيقِينَ صِدْقُهُمْ لَهُمْ جَنَّاتٌ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا

سجوں کے ان کا سچ ان کے لئے ہیں باغ جن کے نیچے بہتی ہیں

الْأَنْهَارِ خَالِدِينَ فِيهَا ۗ أَبَدًا ۗ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ وَرَضُوا

نہیں رہا کریں گے انہی میں ہمیشہ اللہ راضی ہوا ان سے اور وہ راضی ہوئے

عَنْهُ ۗ ذَٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ ﴿۱۱۹﴾ لِلَّهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَ

اس سے یہی ہے بڑی کامیابی ﴿۱۱۹﴾ اللہ ہی کے لئے سلطنت ہے آسمانوں کی اور

الْأَرْضِ وَمَا فِيهِنَّ ۗ وَهُوَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ﴿۱۲۰﴾

زمین کی اور جو کچھ ان کے بیچ میں ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے ﴿۱۲۰﴾

۱۲۰

آيَاتُهَا ۱۶۵ ﴿۶﴾ سُورَةُ الْاَنْعَامِ مَكِّيَّةٌ (۵۵) رُكُوعَاتُهَا ۲۰

سورۃ انعام ﴿۵﴾ مکہ میں نازل ہوئی اور اس میں ایک سو پینسٹھ آیتیں اور بیس رکوع ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بے حد مہربان نہایت رحم والا ہے

الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَجَعَلَ

سب تعریفیں اللہ کے لئے ہیں جس نے پیدا کئے آسمان اور زمین اور بنایا

ایک مفید نکتہ | یعنی آپ اپنے بندوں پر ظلم اور بیجا سختی نہیں کر سکتے اس لئے اگر ان کو سزا دیں گے تو عین عدل و حکمت پر مبنی ہوگی اور فرض کیجئے معاف کر دیں تو یہ معافی بھی ازراہ عجز و سفہ نہ ہوگی۔ چونکہ آپ عزیز (زبردست اور غالب) ہیں اس لئے کوئی مجرم آپ کے قبضہ قدرت سے نکل کر بھاگ نہیں سکتا کہ آپ اس پر قابو نہ پا سکیں۔ اور چونکہ ”حکیم“ (حکمت والے) ہیں۔ اس لئے یہ بھی ممکن نہیں کہ کسی مجرم کو یونہی بے موقع چھوڑ دیں۔ بہر حال جو فیصلہ آپ ان مجرمین کے حق میں کریں گے وہ بالکل حکیمانہ اور قادرانہ ہوگا۔ حضرت مسیح علیہ السلام کا یہ کلام چونکہ محشر میں ہوگا جہاں کفار کے حق میں کوئی شفاعت اور استدعاء رحم وغیرہ نہیں ہو سکتی، اسی لئے حضرت مسیح نے عَزِيزٌ حَكِيْمٌ کی جگہ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ وغیرہ صفات کو اختیار نہیں فرمایا۔ برخلاف اس کے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے دنیا میں اپنے پروردگار سے عرض کیا تَهٰذِبِ اِنَّهٗنَّ اَضَلُّنَّ كَثِيْرًا مِّنَ النَّاسِ فَعَنْ تَبِعِنِيْ فَاِنَّهٗ مِنِّيْ وَمَنْ غَضٰبِنِيْ فَاِنَّكَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ (اے پروردگار ان بتوں نے بہت سے آدمیوں کو گمراہ کر دیا تو جو ان میں سے میرے تابع ہو وہ میرا آدمی ہے اور جس نے میری نافرمانی کی تو پھر تو غفور رحیم ہے) یعنی ابھی موقع ہے کہ تو اپنی رحمت سے آئندہ ان کو توبہ اور رجوع الی الحق کی توفیق دے کر پچھلے گناہوں کو معاف فرما دے۔

جو لوگ اعتقاد اور قولاً و عملاً سچے رہے ہیں (جیسے حضرت مسیح علیہ السلام) ان کی سچائی کا پھل آج ملے گا۔

بڑی کامیابی حق تعالیٰ کی رضا ہے اور جنت بھی اسی لئے مطلوب ہے کہ وہ محل رضائے الہی ہے۔

یعنی ہر وفادار اور مجرم کے ساتھ وہ ہی معاملہ ہوگا جو ایک شہنشاہ مطلق کی عظمت و جلال کے مناسب ہے۔

سورۃ الانعام

سورہ انعام کا نزول | یہ سورت مکی ہے صرف چند آیات کو بعض علماء نے مستثنیٰ کیا ہے روایات میں ہے کہ پوری سورت بیک وقت بے شمار فرشتوں کے جلو میں نازل ہوئی مگر ابن صلاح نے اپنے فتاویٰ میں ان روایات کی صحت سے انکار کیا ہے جو پوری سورت کے دفعہ نزول پر دال ہیں۔ واللہ اعلم۔ ابوالحق اسفرائینی کہتے ہیں کہ توحید کے تمام اصول و قواعد پر یہ سورت مشتمل ہے۔

الظُّلُمَاتِ وَالنُّورِ ۖ ثُمَّ الَّذِينَ كَفَرُوا بِرَبِّهِمْ يَعْدِلُونَ ۝۱

اندھیرا اور اجالا پھر بھی یہ کافر اپنے رب کے ساتھ اوروں کو برابر کئے دیتے ہیں

هُوَ الَّذِي خَلَقَكُمْ مِنْ طِينٍ ثُمَّ قَضَىٰ أَجَلَهُ ۚ وَ

وہی ہے جس نے پیدا کیا تم کو مٹی سے پھر مقرر کر دیا اور

أَجَلٌ مُّسَمًّىٰ عِنْدَهُ ۚ ثُمَّ أَنْتُمْ تَمْتَرُونَ ۝۲ وَهُوَ اللَّهُ

ایک وقت ایک مدت مقرر ہے اللہ کے نزدیک پھر بھی تم شک کرتے ہو اور وہی ہے اللہ

فِي السَّمٰوٰتِ وَفِي الْاَرْضِ ۖ يَعْلَمُ سِرَّكُمْ وَجَهْرَكُمْ

آسمانوں میں اور زمین میں جانتا ہے تمہارا چھپا اور کھلا

وَيَعْلَمُ مَا تَكْسِبُونَ ۝۳ وَمَا تَأْتِيهِمْ مِنْ اٰيَةٍ مِنْ

اور جانتا ہے جو کچھ تم کرتے ہو اور نہیں آتی ان کے پاس کوئی نشانی

اٰيَةٍ رَّبِّهِمْ اِلَّا كَانُوْا عَنْهَا مُعْرِضِيْنَ ۝۴ فَقَدْ

ان کے رب کی نشانیوں میں سے مگر کرتے ہیں اس سے تغافل سو بیشک

كَذَّبُوْا بِالْحَقِّ لَمَّا جَاءَهُمْ ۖ فَسَوْفَ يَأْتِيهِمْ

جھٹلایا انہوں نے حق کو جب ان تک پہنچا سو اب آئی جاتی ہے ان کے آگے

اَنْبِءًا مَّا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ ۝۵ اَلَمْ يَرَوْا كَمْ

حقیقت اس بات کی جس پر ہنستے تھے کیا دیکھتے نہیں کہتنی

اَهْلَكْنَا مِنْ قَبْلِهِمْ مِنْ قَرْنٍ مَّكَّنَّهِمْ فِي الْاَرْضِ

ہلاک کر دیں ہم نے ان سے پہلے انہیں جن کو جمادیا تھا ہم نے ملک میں اتنا

◆ تو حید کے دلائل تخلیق کائنات ”مجوس“ دنیا کے لئے دو خالق مانتے ہیں۔ ”یزدان“ جو خالق خیر ہے اور ”اہرمن“ جو خالق شر ہے اور دونوں کو نور و ظلمت سے ملقب کرتے ہیں۔ ہندوستان کے مشرک تینتیس کروڑ دیوتاؤں کے قائل ہیں۔ آریہ سماج باوجود انہوں نے تو حید ”مادہ اور“ روح“ کو خدا کی طرح غیر مخلوق اور اتادی کہتے اور خدا کو اپنی ربیت تکوین و تخلیق وغیرہ میں ان دونوں کا محتاج بتلاتے ہیں۔ عیسائیوں کو باپ بیٹے کا توازن و تناسب قائم رکھنے کیلئے آخر تین ایک اور ایک تین کا مشہور عقیدہ اختیار کرنا پڑا ہے۔ یہودیوں نے خدا تعالیٰ کے لئے وہ صفات تجویز کیں کہ ایک معمولی انسان بھی نہ صرف اس کا ہمسرہ بلکہ اس سے برتر ہو سکتا ہے۔ عرب کے مشرکین نے تو خدائی کی تقسیم میں یہاں تک سخاوت دکھائی کہ شاید ان کے نزدیک پہاڑ کا ہر پتھر نوع انسانی کا معبود بننے کی صلاحیت رکھتا تھا۔ غرض آگ، پانی، سورج، ستارے، درخت، پتھر، حیوان کوئی چیز لوگوں نے نہ چھوڑی جسے خدائی کا کچھ حصہ نہ دیا اور عبادت و استعانت وغیرہ کے وقت اسے خدا کے برابر نہ ٹھہرایا ہو، حالانکہ وہ ذات پاک جو تمام صفات کمال کی جامع اور ہر قسم کی خوبیوں کا منبع ہونے کی وجہ سے سب تعریفوں اور ہر طرح کی حمد و ثناء کی بلا شرکت غیرے مستحق ہے جس نے آسمان و زمین یعنی کل علویات و سفلیات کو پیدا کیا اور رات، دن اندھیرا، اجالا، علم و جہل، ہدایت و ضلالت، موت و حیات، غرض متقابل کیفیات اور متضاد احوال ظاہر فرمائے، اسے اپنے افعال میں نہ کسی حصہ دار یا مددگار کی ضرورت ہو سکتی ہے نہ بیوی اور اولاد کی، نہ اسکی معبودیت اور الوہیت میں کوئی شریک ہو سکتا ہے نہ ربوبیت میں، نہ اسکے ارادہ پر کوئی غالب آ سکتا ہے اور نہ اس پر کسی کا دباؤ اور زور چل سکتا ہے۔ پھر تعجب ہے کہ ان حقائق کو سمجھنے کے بعد بھی کس طرح لوگ کسی چیز کو خدائی کا مرتبہ دے دیتے ہیں۔

◆ تخلیق انسانی | اوپر ”عالم کبیر“ کی پیدائش کا ذکر تھا یہاں ”عالم صغیر“ (انسان) کی خلقت کو بیان فرماتے ہیں کہ دیکھو شروع میں بے جان مٹی سے آدم علیہ السلام کا پتلا تیار کر کے کس طرح حیات اور کمالات انسانی فائض کئے اور آج بھی مٹی سے غذائیں نکلتی ہیں، غذاؤں سے نطفہ اور نطفہ سے انسان بنتے رہتے ہیں۔ غرض اس طرح تم کو عدم سے وجود میں لائے۔ پھر ہر شخص کی موت کا ایک وقت مقرر کر دیا جب کہ آدمی دوبارہ اسی مٹی میں جا ملتا ہے جس سے پیدا کیا گیا تھا۔ اسی پر قیاس کر سکتے ہو کہ ”عالم کبیر“ کی فنا کا بھی ایک وقت مقرر ہے جسے ”قیامت کبریٰ“ کہتے ہیں۔ ”قیامت صغریٰ“ یعنی شخصی موتیں چونکہ ہمیں پیش آتی رہتی ہیں ان کا علم بھی لوگوں کو ہوتا رہتا ہے لیکن قیامت کبریٰ کی ٹھیک مدت کا علم صرف اللہ ہی کے پاس ہے۔ تعجب ہے کہ ”عالم صغیر“ یعنی انسانوں میں زندگی اور فنا کا سلسلہ دیکھتے ہوئے بھی ”عالم کبیر“ کی فنا میں کوئی آدمی ترڈو کرتا ہے۔

◆ اللہ کی قدرت اور علم کا بیان | یعنی تمام آسمانوں اور زمینوں میں تنہا وہ ہی معبود، مالک، بادشاہ، محصر اور مدبر ہے اور یہ نام مبارک (اللہ) بھی صرف اسی کی ذات متعالی الصفات کے لئے مخصوص رہا ہے۔ (پھر اوروں کے لئے استحقاق معبودیت کہاں سے آیا۔ جب تمام زمین و آسمان میں اسی کی حکومت ہے اور وہ بلا واسطہ ہر کھلی چھپی چیز اور انسان کے ظاہر و باطن اور چھوٹے بڑے عمل پر مطلع ہے تو عابد کو اپنی عبادت و استعانت وغیرہ میں کسی غیر اللہ کو شریک ٹھہرانے کی ضرورت نہیں رہتی۔ مشرکین جو ”مَا نَعْبُدُهُمْ إِلَّا لِيُقَرِّبُونَا إِلَى اللَّهِ زُلْمَى“ کہا کرتے تھے۔ یہ ان کا اور انکے ہمواروں کا جواب ہوا۔ اور پہلے ”وَأَجَلٌ مُّسَمًّى عِنْدَهُ“ سے جو قیامت کی طرف اشارہ کیا تھا۔ یہاں سلسلہ مجازات پر متنبہ فرما دیا کہ زمین و آسمان میں حکومت ہماری ہے اور تمہارے سب کھلے چھپے نیک و بد اعمال بھی ہمارے علم میں موجود ہیں۔ پھر کوئی وجہ نہیں کہ تم یونہی مہمل چھوڑ دیئے جاؤ۔

◆ ”آیات“ میں احتمال ہے کہ تکوینی آیات مراد ہوں یا تنزیلی۔

◆ مکذبین اور ان کا انجام | حق سے مراد غالباً قرآن کریم ہے جو نشانہائے قدرت سے تغافل برتنے والوں کی بد انجامی اور دنیوی و اخروی سزا کو بیان کرتا ہے اسے سن کر منکرین مکذیب و استہزاء کرتے تھے انہیں جتلا دیا کہ جس بات پر تم ہتے اور آوازے کہتے ہو وہ حقیقت ثابتہ بکر عنقریب تمہارے سامنے آ جائے گی۔ آگے ان اقوام کا حوالہ دیا ہے جو آیات اللہ کی تکذیب و استہزاء اور بد اعمالیوں کی بدولت ہلاک کی گئیں۔

مَا لَمْ نُنَكِّنْ لَكُمْ وَأَرْسَلْنَا السَّمَاءَ عَلَيْهِمْ مِدْرَارًا

لگا تار برستا ہوا

اور چھوڑ دیا ہم نے ان پر آسمان کو

کہ جتنا تم کو نہیں جمایا

وَجَعَلْنَا الْأَنْهَارَ تَجْرِبًا مِنْ تَحْتِهِمْ فَأَهْلَكْنَاهُمْ

پھر ہلاک کیا ہم نے ان کو

بہتی ہوئی ان کے نیچے

اور بنادیں ہم نے نہریں

بِذُنُوبِهِمْ وَأَنْشَأْنَا مِنْ بَعْدِهِمْ قَرْنًا آخَرِينَ ①

اور امتوں کو

اور پیدا کیا ہم نے ان کے بعد

ان کے گناہوں پر

وَلَوْ نَزَّلْنَا عَلَيْكَ كِتَابًا فِي قِرْطَابٍ فَلَمَسُوهُ

پھر چھو لیوں وہ اس کو

کاغذ میں

لکھا ہوا

اور اگر اتاریں ہم تجھ پر

بِأَيْدِيهِمْ لَقَالَ الَّذِينَ كَفَرُوا إِنْ هَذَا إِلَّا سِحْرٌ

یہ نہیں ہے مگر صریح

البتہ کہیں گے کافر

اپنے ہاتھ سے

مُبِينٌ ② وَقَالُوا لَوْلَا أَنْزَلَ عَلَيْهِ مَلَكٌ ط وَكَو

اور اگر

کیوں نہیں اترا اس پر کوئی فرشتہ

اور کہتے ہیں

جادو

أَنْزَلْنَا مَلَكًا لَقُضِيَ الْأَمْرُ ثُمَّ لَا يُنظَرُونَ ③ وَلَوْ جَعَلْنَاهُ

اور اگر ہم رسول بنا

پھر ان کو مہلت بھی نہ ملے

تو طے ہو جاوے قصہ

ہم اتاریں فرشتہ

مَلَكًا لَجَعَلْنَاهُ رَجُلًا وَلَلْبَسْنَا عَلَيْهِمْ مَا يَلْبَسُونَ ④

اور ان کو اسی شہ میں ڈالتے جس میں اب پڑ رہے ہیں

کہہ دیتے کسی فرشتہ کو تو وہ بھی آدمی ہی کی صورت میں ہوتا

وَلَقَدْ اسْتَهْزَيْ بِرُسُلٍ مِّنْ قَبْلِكَ فَخَاقَ بِالذِّبِينَ

پھر کھیر لیا

تجھ سے پہلے

رسولوں سے

اور بلاشبہ ایسی کرتے رہے ہیں

❖ عاد و ثمود کی ہلاکت | یعنی عاد و ثمود وغیرہ جن کو تم سے بڑھ کر طاقت اور ساز و سامان دیا گیا تھا۔ بارشوں اور نہروں کی وجہ سے ان کے باغ اور کھیت شاداب تھے، ہمیشہ خوشحالی کا دور دورہ تھا۔ جب انہوں نے بغاوت و تکذیب پر کمر باندھی اور نشانہائے قدرت کی ہنسی اڑانے لگے۔ تو ہم نے ان کے جرموں کی پاداش میں ایسا پکڑا کہ نام و نشان بھی باقی نہ چھوڑا۔ پھر انکے بعد دوسری امتیں پیدا کیں اور منکرین و مکذبین کے ساتھ یہ ہی سلسلہ جاری رہا کیا۔ بحر میں تباہ ہوتے رہے اور دنیا کی آبادی میں کچھ خلل نہیں پڑا۔

❖ مشرکین مکہ کے قرآن پر شبہات | بعض مشرکین مکہ نے کہا تھا کہ اگر آپ آسمان سے ایک لکھی لکھائی کتاب لے آئیں اور اسکے ساتھ چار فرشتے بھی ہوں جو ہمارے سامنے ہو کر گواہی دیں کہ بے شک یہ کتاب خدا کی بھیجی ہوئی ہے تو ہم ایمان لے آئیں گے۔ اسکا جواب دیا کہ جو لوگ بحالت موجودہ قرآن کو جادو اور اسکے لانے والے کو جادوگر بتلاتے ہیں اگر واقعی ہم ان پر کاغذ میں لکھی ہوئی کتاب بھی آسمان سے اتار دیں جسے یہ ہاتھوں سے چھو کر معلوم کر لیں کہ کوئی تخیل یا نظر بندی نہیں ہے۔ تب بھی یہ ہی کہیں گے کہ یہ تو صریح جادو ہے جس بد بخت کے حصہ میں ہدایت نہیں ہوتی اس کا شبہ کبھی نہیں بنتا۔

❖ فرشتہ بیچنے کا مطالبہ | یعنی جو ہمارے روبرو ہو کر ان کے صدق کی گواہی دیتا۔

❖ مشرکین کے مطالبوں کو پورا نہ کرنے کی حکمت | اگر فرشتہ اپنی اصلی صورت میں آئے تو یہ لوگ ایک منٹ کے لئے بھی اس کا تحمل نہ کر سکیں اس کے رعب و ہیبت سے دم نکل جائے۔ یہ صرف انبیاء علیہم السلام ہی کا ظرف ہوتا ہے جو اصلی صورت میں فرشتہ کی رویت کا تحمل کر سکتے ہیں۔ نبی کریم ﷺ نے عمر بھر میں دو مرتبہ حضرت جبریل کو اپنی اصلی صورت میں دیکھا ہے۔ اور کسی نبی کی نسبت ایک مرتبہ بھی ثابت نہیں۔ دوسرے اگر ان لوگوں کی ایسی عظیم الشان خارق عادت فرمائش پوری کر دی جائے اور اس پر بھی نہ مانے جیسا کہ ان کے معاندانہ احوال و اطوار سے ظاہر ہے تو سنت اللہ کے موافق پھر قطعاً مہلت نہ دی جائے گی اور ایسا عذاب آئے گا جو فرمائش کرنے والوں کو بالکل نیست و نابود کر دے گا۔ اس لحاظ سے اس طرح کی فرمائشوں کا پورا نہ کرنا بھی عین رحمت سمجھنا چاہئے۔

❖ چونکہ فرشتہ کو اصلی صورت میں بیچنے کی نفی تو پہلی آیت میں ہو چکی اب دوسرے احتمال کا جواب دیتے ہیں وہ یہ کہ فرشتہ آدمی کی صورت میں بھیجا جائے، کیونکہ اسی صورت میں مجانست صوری کی بناء پر لوگ اس کے نمونہ اور تعلیم سے منتفع ہو سکتے ہیں۔ لیکن اس تقدیر پر منکرین کے شبہات کا ازالہ نہیں ہو سکتا۔ جو شکوک و شبہات رسول کے بشر ہونے پر کرتے تھے وہ ملک کے بصورت بشر آنے پر بھی بدستور کرتے رہیں گے۔

سَخِرُوا مِنْهُمْ مَّا كَانُوا بِهِ يَسْتَهْزِءُونَ ﴿۱۰﴾ قُلْ

ان سے ہنسی کرنے والوں کو اس چیز نے کہ جس پر ہنسا کرتے تھے تو کہہ

سَيُرُوا فِي الْأَرْضِ ثُمَّ انظُرُوا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ

دے کہ میرا کرو ملک میں پھر دیکھو کیا انجام ہوا جھٹلانے

الْمُكَذِّبِينَ ﴿۱۱﴾ قُلْ لِمَنْ مَّا فِي السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ

والوں کا پوچھ کہ کس کا ہے جو کچھ کہ ہے آسمانوں اور زمین میں

قُلْ لِلَّهِ ۚ كَتَبَ عَلَى نَفْسِهِ الرَّحْمَةَ ۚ لِيَجْعَلَ إِلَى

کہہ دے اللہ کا ہے اس نے لکھی ہے اپنے ذمہ مہربانی البتہ تم کو اکٹھا کر دے گا

يَوْمِ الْقِيَامَةِ لَا رَيْبَ فِيهِ ۚ الَّذِينَ خَسِرُوا أَنفُسَهُمْ

قیامت کے دن تک کہ اس میں کچھ شک نہیں جو لوگ نقصان میں ڈال چکے اپنی جانوں کو

فَهُمْ لَا يُؤْمِنُونَ ﴿۱۲﴾ وَلَهُ مَا سَكَنَ فِي الْبَيْلِ وَالنَّهَارِ

وہی ایمان نہیں لاتے اور اللہ ہی کا ہے جو کچھ کہ آرام پکڑتا ہے رات میں اور دن میں

وَهُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ ﴿۱۳﴾ قُلْ أَغْبِرَ اللَّهُ أَن تَخِذُوا

اور وہی ہے سب کچھ سننے والا جاننے والا تو کہہ دے کیا اور کسی کو بناؤں اپنا مددگار اللہ کے سوا

فَأَطِرَ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ وَهُوَ يُطْعِمُهُمْ وَلَا يُطْعَمُ

جو پھلانے والا ہے آسمانوں اور زمین کا اور وہ سب کو کھلاتا ہے اور اس کو کوئی نہیں کھلاتا

قُلْ إِنِّي أُمِرْتُ أَنْ أَكُونَ أَوَّلَ مَنْ أَسْلَمَ وَلَا

کہہ دے مجھ کو حکم ہوا ہے کہ سب سے پہلے حکم مانوں اور

◆ آنحضرت ﷺ کو تسلی | معاندین کی فرمائشوں کا جواب دینے کے بعد حضور کی تسلی کی جاتی ہے کہ آپ ان کے استہزاء اور تسخر سے دل گیر نہ ہوں۔ یہ کوئی نئی بات نہیں انبیاء کے سابقین کو بھی ان ہی حالات سے دوچار ہونا پڑا ہے۔ پھر جو ان کے مکذبین اور دشمنوں کا حشر ہوا سب کے سامنے ہے۔ انکو بھی خدا اسی طرح سزا دے سکتا ہے جو اگلے مجرموں کو دی گئی۔

◆ سیاحت کا مقصد | یعنی ملک کی سیر و سیاحت اور تباہ شدہ اقوام کے آثار کا ملاحظہ کرنے کے بعد اگر نظر عبرت سے واقعات ماضیہ کو دیکھو گے تو انبیاء کی تکذیب کرنے والی قوموں کا جو انجام دنیا میں ہوا وہ صاف نظر آ جائے گا۔ اسی سے قیاس کر لو کہ جب تکذیب کرنے والوں کا یہ حشر ہوا تو استہزاء کرنے والوں کا کیا حشر ہوگا۔

◆ قیامت برحق ہے | جب تمام آسمان و زمین میں اسی خدا کی حکومت ہے جیسا کہ مشرکین کو بھی اقرار تھا تو مکذبین و مستہزئین کو فوری سزا سے کہاں پناہ مل سکتی ہے؟ یہ صرف اس کی رحمت عامہ ہے کہ جرائم کو دیکھ کر فوراً سزا جاری نہیں کرتا اور قیامت کے دن بھی جو بلاشبہ آنے والا ہے محض ان ہی بد بختوں کو بے ایمانی کی سزا دے گا جو باختیار خود جان بوجھ کر اپنے کو نقصان و ہلاکت کے گڑھے میں ڈال چکے ہیں۔

◆ اللہ کے سوا کوئی مددگار نہیں | قُلْ لَمَنْ مَّا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ فِي مَكَانٍ كِي تَعِيْمُ تَهْمِي وَّلَهُ مَمٰسِكُنْ فِي الْيَلِّ وَالنَّهَارِ | میں زمانہ کے اعتبار سے تعیم ہے یعنی ہر جگہ اور ہر وقت اسی کی حکومت اور قبضہ و اقتدار ہے۔ ہر وہ چیز جو رات میں یا دن میں آرام سے زندگی بسر کرتی اور کتنے معلوم و نامعلوم دشمنوں سے مامون و محفوظ رہتی ہے۔ یہ اسی کی رحمت کاملہ کے آثار میں سے ہے قُلْ مَنْ يَّكْفُلُوْكُمْ بِاللَّيْلِ وَالنَّهَارِ مِنَ الرَّحْمٰنِ (انبیاء) وہ ہی ہے جو دن کے شور و غل اور رات کے اندھیرے اور سناٹے میں ہر ایک کی پکار سنتا اور سب کی حوائج و ضروریات کو بخوبی جانتا ہے۔ پھر تم ہی بتاؤ کہ ایسے پروردگار کو چھوڑ کر کسی اور سے مدد طلب کرنا کہاں تک موزوں ہوگا۔

◆ کھلانا اشارہ ہے سامان بقاء کی طرف یعنی ایجاد و ابقاء دونوں میں اسی کے سب محتاج ہیں۔ اس کو کسی ادنیٰ سے ادنیٰ چیز میں بھی ہماری احتیاج نہیں پھر اس سے علیحدہ ہو کر کسی کو مددگار بنانا انتہائی حماقت نہیں تو اور کیا ہے۔

◆ آنحضرت ﷺ کو اطاعت کا حکم | ایسے پروردگار کے احکام کے سامنے جس کی صفات او پر مذکور ہوئیں ضروری ہے کہ سب بندے بلا شرکت غیرے گردن ڈال دیں اور سب سے پہلے اس اکمل ترین بندہ کو انتہائی انقیاد و تسلیم کا حکم ہے جو تمام دنیا کے لئے نمونہ طاعت و عبودیت بنا کر بھیجا گیا تھا۔ صلی اللہ علیہ وسلم۔

تَكُونَنَّ مِنَ الْمُشْرِكِينَ ﴿۱۳﴾ قُلْ إِنِّي أَخَافُ إِنْ

تو ہرگز نہ ہو شرک والا تو کہہ میں ڈرتا ہوں اگر

عَصَيْتُ رَبِّي عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيمٍ ﴿۱۴﴾ مَنْ يُصْرَفْ

نافرمانی کروں اپنے رب کی ایک بڑے دن کے عذاب سے جس پر سے نل گیا وہ عذاب

عَنْهُ يَوْمَئِذٍ فَقَدْ رَحِمَهُ ۚ وَذَلِكَ الْفَوْزُ الْمُبِينُ ﴿۱۵﴾

اس دن تو اس پر رحم کر دیا اللہ نے یہی ہے بڑی کامیابی

وَإِنْ يَسْسِكِ اللَّهُ بَصِيرًا فَلَا كَاشِفَ لَهُ إِلَّا هُوَ ۗ

اور اگر پہنچا دے تجھ کو اللہ کچھ سختی تو کوئی اس کو دور کرنے والا نہیں سوا اس کے

وَإِنْ يَمْسَسْكَ بِخَيْرٍ فَهُوَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ﴿۱۶﴾

اور اگر تجھ کو پہنچا دے بھلائی تو وہ ہر چیز پر قادر ہے

وَهُوَ الْقَاهِرُ فَوْقَ عِبَادِهِ ۗ وَهُوَ الْحَكِيمُ الْخَبِيرُ ﴿۱۷﴾

اور اسی کا زور ہے اپنے بندوں پر اور وہی ہے بڑی حکمت والا سب کی خبر رکھنے والا

قُلْ أَيْ شَيْءٍ أَكْبَرُ شَهَادَةً ۗ قُلِ اللَّهُ قَدْ شَهِدَ

تو پوچھ سب سے بڑا گواہ کون ہے کہہ دے اللہ گواہ ہے

بَيْنِي وَبَيْنِكُمْ ۗ وَأَوْحَىٰ إِلَىٰ هَذَا الْقُرْآنِ لِأُنذِرَكُمْ

میرے اور تمہارے درمیان اور اترا ہے مجھ پر یہ قرآن تاکہ تم کو اس سے خبردار کر دوں

بِهِ ۗ وَمَنْ بَلَغَ ۖ أَيُّكُمْ لَشُهَدَاؤُنَّ أَنْ مَعَ اللَّهِ

اور جس کو یہ پہنچے کیا تم گواہی دیتے ہو کہ اللہ کے ساتھ

یہ آپ پر رکھ کر اوروں کو سنایا گیا ہے یعنی بغرض محال اگر خدا کے معصوم و برگزیدہ ترین بندے سے بھی کسی طرح کا عصیان سرزد ہو تو عذاب الہی کا اندیشہ ہوتا ہے پھر کسی دوسرے کو کب لائق ہے کہ باوجود شرک و کفر اور تکذیب انبیاء وغیرہ ہزاروں طرح کے جرائم میں مبتلا ہونے کے عذاب الہی سے بے فکر اور مامون ہو کر بیٹھ رہیں۔

اللہ کے عذاب سے مامون ہونا ہی اصل کامیابی ہے | جنت اور رضائے الہی کے اعلیٰ مدارج کا حاصل کرنا تو بہت اونچا مقام ہے۔ اگر آدمی سے قیامت کے دن کا عذاب ٹل جائے تو یہ ہی بہت بڑی کامیابی سمجھو۔ کما قال عمر رضی اللہ عنہ کفأفا لالی و لا علی۔

نفع و نقصان اللہ کے ہاتھ میں ہے | دنیا یا آخرت میں جو تکلیف یا راحت خدا کسی کو پہنچانا چاہے نہ کوئی مقابلہ کر کے روک سکتا ہے اور نہ اس کے غلبہ و اقتدار کے نیچے سے نکل کر بھاگ سکتا ہے۔ وہی پوری طرح خبردار ہے کہ کس بندے کے کیا حالات ہیں اور ان حالات کے مناسب کس قسم کی کاروائی قرین حکمت ہوگی۔

جب یہ فرمایا کہ خدا ہی سب نفع و ضرر کا مالک، تمام بندوں پر غالب و قابہر اور رتی رتی سے خبردار ہے تو اس کی شہادت سے زبردست اور بے لوث شہادت کس کی ہو سکتی ہے، پس میں بھی اپنے تمہارے درمیان اسی کو گواہ ٹھہراتا ہوں۔ کیونکہ میں نے دعویٰ رسالت کر کے جو کچھ اس کے پیغامات تم کو پہنچائے اور جو کچھ تم نے اس کے جواب میں میرے ساتھ اور خود پیغامِ ربانی کے ساتھ برتاؤ کیا وہ سب اس کی آنکھ کے سامنے ہے۔ وہ خود اپنے علم محیط کے موافق میرا اور تمہارا فیصلہ کر دے گا۔

إِلَهَةً أُخْرَىٰ ۚ قُلْ لَا أَشْهَدُ ۚ قُلْ إِنَّمَا هُوَ إِلَهُ

معبود اور بھی ہیں تو کہہ میں تو گواہی نہ دوں گا کہہ دے وہی ہے معبود

وَإِحِدٌ وَإِنِّي بِرَبِّي مُّشْرِكٌ ۚ قُلْ مِمَّا تَشْرِكُونَ ۚ الَّذِينَ اتَّيْنَهُمُ

ایک اور میں بیزار ہوں تمہارے شرک سے ♦ جن کو ہم نے دی ہے

الْكِتَابَ يَعْرِفُونَهُ كَمَا يَعْرِفُونَ أَبْنَاءَهُمْ ۚ الَّذِينَ

کتاب وہ پہچانتے ہیں اس کو جیسے پہچانتے ہیں اپنے بیٹوں کو جو لوگ

خَسِرُوا أَنفُسَهُمْ فَهُمْ لَا يُؤْمِنُونَ ۚ وَمَنْ أَظْلَمُ

نقصان میں ڈال چکے اپنی جانوں کو وہی ایمان نہیں لاتے ♦ اور اس سے زیادہ ظالم کون

مِمَّنْ افْتَرَىٰ عَلَى اللَّهِ كَذِبًا أَوْ كَذَّبَ بِآيَاتِهِ ۚ إِنَّهُ

جو بہتان باندھے اللہ پر یا جھٹلاوے اس کی آیتوں کو بلا شک

لَا يُفْلِحُ الظَّالِمُونَ ۚ وَيَوْمَ نَحْشُرُهُمْ جَمِيعًا ثُمَّ نَقُولُ

بھلائی نصیب نہیں ہوتی ظالموں کو ♦ اور جس دن ہم جمع کریں گے ان سب کو پھر کہیں گے ان

لِلَّذِينَ أَشْرَكُوا آيِنَ شُرَكَائِكُمْ ۚ الَّذِينَ كُنْتُمْ

لوگوں کو جنہوں نے شرک کیا تھا کہاں ہیں شریک تمہارے جن کا تم کو

تَرْعِبُونَ ۚ ثُمَّ لِمَ تَكُنُّ فِتْنَتُهُمْ إِلَّا أَنْ قَالُوا وَاللَّهِ

دعویٰ تھا ♦ پھر نہ رہے گا ان کے پاس کوئی فریب مگر یہی کہ کہیں گے قسم ہے اللہ کی

رَبِّنَا مَا كُنَّا مُشْرِكِينَ ۚ أَنْظِرْ كَيْفَ كَذَبُوا عَلَىٰ

جو ہمارا رب ہے ہم نہ تھے شرک کرنے والے ♦ تو کیسا جھوٹ بولے دیکھو

◆ آنحضرت ﷺ کا شرک سے براءت کا اعلان یعنی اگر سمجھو تو میرے صدق پر خدا کی یقینی اور کھلی ہوئی شہادت یہ قرآن موجود ہے جو اپنے کلام الہی ہونے پر خود ہی اپنی دلیل ہے۔ آفتاب آمد دلیل آفتاب ﴿۱﴾ میرا کام یہ ہے کہ تم کو اور ہر اس شخص کو جسے یہ کلام پہنچے خدائی پیغام سے خبردار کر دوں جس میں توحید و معاد وغیرہ تمام اصول دین کی ہدایت کی گئی ہے۔ کیا اس قدر تمام حجت ہو چکنے اور ایسا قطعی اور صریح پیغام توحید سننے کے بعد بھی تم یہ ہی کہتے رہو گے کہ خدا کے سوا اور بھی معبود ہیں۔ تم کو اختیار ہے جو چاہو کہو۔ میں تو کبھی ایسا حرف زبان پر نہیں لاسکتا بلکہ صاف صاف اعلان کرتا ہوں۔ کہ لائق عبادت صرف وہ ہی ایک خدا ہے۔ باقی جو کچھ تم شرک کرتے ہو میں اس سے قطعاً بیزاری اور نفرت کا اظہار کرتا ہوں (تنبیہ) ”وَمَنْ بَلَغَ“ نے بتلادیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت تمام جن و انس اور مشرق و مغرب کے لئے ہے۔

◆ اہل کتاب کو آنحضرت ﷺ کی نبوت کا یقین یعنی اس کے علاوہ کہ میری صداقت کا خدا گواہ ہے اور قرآن کریم اسکی ناطق اور ناقابل تردید شہادت دے رہا ہے، وہ اہل کتاب (یہود و نصاریٰ) بھی جن کی طرف کتب سماویہ کا عالم سمجھ کر تم میرے معاملہ میں رجوع کرتے ہو، اپنے دلوں میں پورا یقین رکھتے ہیں کہ بلاشبہ میں ہی وہ ”نبی آخر الزماں“ ہوں جس کی بشارت انبیائے سابقین دیتے چلے آئے ہیں۔ ان کو جس طرح بہت سے بچوں میں سے اپنی اولاد کے شناخت کرنے میں کوئی وقت نہیں ہوتی، ایسے ہی نبی کریم ﷺ اور قرآن کریم کی صداقت کے معلوم کرنے میں بھی کوئی شبہ اور دھوکہ نہیں ہے۔ البتہ حسد، کبر، تقلید آباء، اور حسب جاہ و مال وغیرہ اجازت نہیں دیتے کہ مشرف بایمان ہو کر اپنی جانوں کو نقصان دائمی اور ہلاکت ابدی سے بچائیں۔

◆ آخرت میں مشرکین کی حالت یعنی نبی نہ ہو اور خدا پر افتراء کر کے دعویٰ نبوت کر بیٹھے یا سچے نبی سے جس کی صداقت کے دلائل واضحہ موجود ہوں خدائی پیام سن کر تکذیب پر کمر بستہ ہو جائے۔ ان دونوں سے بڑھ کر ظالم کوئی نہیں ہو سکتا اور سنت اللہ یہ ہے کہ ظالم کو انجام کار کامیابی اور بھلائی نصیب نہیں ہوتی۔ پس اگر فرض کرو معاذ اللہ میں مفتزی ہوں تو ہرگز کامیاب نہ ہوں گا اور تم مکذب ہو جیسا کہ دلائل سے ظاہر ہے تو تمہاری خیریت نہیں۔ لہذا حالات میں غور کر کے اور انجام سوچ کر عاقبت کی فکر کرو۔ اور اس دن سے ڈرو جس کا ذکر آگے آتا ہے۔ ابن کثیر نے آیت کے یہ ہی معنی لئے ہیں اور بعض مفسرین نے ”افتراء علی اللہ“ سے مشرکین کا شرک مراد لیا جیسا کہ آگے ”وَ ضَلُّ عَنْهُمْ مَا كَانُوا يَفْتَرُونَ“ میں اشارہ ہے۔ واللہ اعلم۔

◆ یعنی جن کی نسبت تم کو دعویٰ تھا کہ وہ خدائی کے حصہ دار اور شہداء میں تمہارے شفیع و مددگار ہیں، آج ایسی سخت اور مصیبت کے وقت کہاں چلے گئے کہ تمہارے کچھ بھی کام نہیں آتے۔

◆ یعنی بجز انکار واقعات کے کچھ کرتے دھرتے نہ بن پڑے گی۔ باطل معبودین کی جس عقیدت و محبت سے مفتون ہو رہے تھے، اس کی حقیقت صرف اتنی رہ جائے گی کہ ساری عمر کے عقیدے اور تعلق سے بھی انکار کر بیٹھیں گے۔

أَنْفُسِهِمْ وَضَلَّ عَنْهُمْ مَا كَانُوا يَفْتَرُونَ ﴿۳۴﴾ وَمِنْهُمْ

اپنے اوپر اور کھوئی گئیں ان سے وہ باتیں جو بنایا کرتے تھے اور بعضے ان میں

مَنْ يَسْتَمِعُ إِلَيْكَ ۖ وَجَعَلْنَا عَلَى قُلُوبِهِمْ أَكِنَّةً أَنْ

کان لگائے رہتے ہیں تیری طرف اور ہم نے ان کے دلوں پر ڈال رکھے ہیں پردے تاکہ

يَفْقَهُوهُ وَفِي آذَانِهِمْ وَقْرًا ۚ وَإِنْ يَرَوْا كَلِمًا

اس کو نہ سمجھیں اور رکھ دیا ان کے کانوں میں بوجھ اور اگر دیکھ لیں تمام نشانیاں تو بھی

يُؤْمِنُوا بِهَا حَتَّىٰ إِذَا جَاءُوكَ يُجَادِلُونَكَ يَقُولُ

ایمان نہ لادیں ان پر یہاں تک کہ جب آتے ہیں تیرے پاس تجھ سے جھگڑنے کو تو کہتے ہیں

الَّذِينَ كَفَرُوا ۚ إِنَّ هَذَا إِلَّا آسَاطِيرُ الْأَوَّلِينَ ﴿۳۵﴾ وَهُمْ

دو کافر وہ نہیں ہے یہ مگر کہانیاں پہلے لوگوں کی اور یہ لوگ

يَنْهَوْنَ عَنْهُ وَيَنْهَوْنَ عَنْهُ ۚ وَإِنْ يُهْلِكُونَ إِلَّا

روکتے ہیں اس سے اور بھاگتے ہیں اس سے اور نہیں ہلاک کرتے مگر

أَنْفُسَهُمْ وَمَا يَشْعُرُونَ ﴿۳۶﴾ وَلَوْ تَرَىٰ إِذْ وَقَفُوا عَلَىٰ

اپنے آپ کو اور نہیں سمجھتے اور اگر تو دیکھے جس وقت کہ کھڑے کئے جاویں گے وہ

النَّارِ فَقَالُوا يَلَيْتُنَا نُرْدُ وَلَا نَكْذِبُ بِآيَاتِ رَبِّنَا

دوزخ پر پس کہیں گے اے کاش ہم پھر بھیج دیئے جاویں اور ہم نہ جھٹلائیں اپنے رب کی آیتوں کو

وَنَكُونَ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ ﴿۳۷﴾ بَلْ بَدَا لَهُمْ مَا كَانُوا

اور ہو جاویں ہم ایمان والوں میں کوئی نہیں بلکہ ظاہر ہو گیا جو

یعنی اس صریح جھوٹ سے مشرکین کی انتہائی بدحواسی اور شرکاء کی غایت بے چارگی اور ماندگی کا اظہار ہوگا۔ کاش مشرکین اس رسوا کن انجام کو دنیا ہی میں سمجھ لیں۔

معترفین کی ہدایت سے محرومی | یہ ان لوگوں کا ذکر ہے جو بغرض اعتراض و عیب جوئی قرآن کریم اور حضورؐ کی باتوں کی طرف کان لگاتے تھے ہدایت سے منتفع ہونا اور حق کو قبول کرنا مقصود نہ تھا۔ نصیب و ہدایت سے منہ اعتراض اور کائنات کی مسلسل تعطیل کا قدرتی نتیجہ یہ ہوا کہ قبول حق کے وسائل و قوی انجام کار ماؤف ہو کر رہ گئے، حق کے سمجھنے سے ان کے دل محروم کر دیئے گئے۔ پیغام ہدایت کا سننا کانوں کو بھاری معلوم ہونے لگا، آنکھیں نظر عبرت سے ایسے خالی ہو گئیں کہ ہر قسم کے نشانات دیکھ کر بھی ایمان لانے کی توفیق نہیں ہوتی۔ اور لطف یہ ہے کہ اس حالت موت پر قانع و سرور بھی ہیں بلکہ فخر کے لہجہ میں اسکا اعلان کرتے ہیں۔ سورہ حَمَّ السَّجْدِہ میں ہے "فَاعْرَضْ أَكْثَرُهُمْ فَهُمْ لَا يَسْمَعُونَ وَقَالُوا أَقْلُوبُنَا فِيْ اِكْنَّةٍ مِّمَّا تَدْعُوْنَا اِلَيْهِ وَفِيْ اِذَانِنَا وَقُرْ وَاذَاتُنَا وَبَيْنَنَا وَبَيْنَكَ حِجَابٌ فَاَعْمَلْ اِنَّا عَمِلُوْنَا" اس آیت سے معلوم ہوا کہ سماع آیات سے منتفع نہ ہونا اور دلوں پر پردہ پڑ جانا خود ان کے اعراض کا نتیجہ تھا اور یہ اعراض ہی اس کیفیت کے حدوث کا سبب ہوا ہے۔ وَاذَاتُنَا عَلَيْهِ اِيَاتِنَا وَلِيْ مُسْتَكْبِرًا كَانْ لَّمْ يَسْمَعْهَا كَانْ فِيْ اِذْنَيْهِ وَقُرْ (لقمان) اسباب پر مسیبات کا مرتب کرنا چونکہ خالق جل و علا کے سوا کسی کا کام نہیں ہو سکتا اسی لئے آیت حاضرہ "جَعَلْنَا عَلٰی قُلُوْبِهِمْ اِكْنَّةً" میں پردے وغیرہ ڈالنے کی نسبت حق تعالیٰ کی طرف کر دی گئی۔

مشرکین نا سمجھ ہیں | یعنی ان میں نہ فہم رہا ہے نہ انصاف، ایمان لانا اور ہدایت ربانی سے منتفع ہونا تو کجا، ان کی غرض تو حضورؐ کی خدمت میں آنے سے صرف مجادلہ (جھگڑنا) اور پھبتیاں اڑانا ہے۔ چنانچہ قرآنی حقائق و بیانات کو معاذ اللہ اساطیر الاولین کہتے ہیں۔ پھر اس تکذیب اور جدل و تمسخر پر اکتفاء نہیں، کوشش یہ ہے کہ دوسروں کی طرف بھی اپنی بیماری کا تعدیہ کریں۔ چنانچہ لوگوں کو حق سے روکتے ہیں اور خود بھی اس سے دور بھاگتے ہیں تاکہ انہیں دیکھ کر دوسرے قبول حق سے نفور و بیزار ہو جائیں۔ مگر ان تمام ناپاک کوششوں سے نہ بچ سکتے ہیں۔ حق کو کوئی نقصان پہنچ سکتا ہے وہ تو غالب ہو کر رہے گا اور نہ رسول اللہ ﷺ کو کہ ان کی عصمت و رفعت کا تکفل حق تعالیٰ فرما چکا ہے۔ ہاں یہ احمق خود اپنے لئے ہلاکت ابدی کا سامان فراہم کر رہے ہیں۔ اور سمجھتے بھی نہیں کہ ہم اپنے ہاتھ سے خود اپنے پاؤں پر کلہاڑی مار رہے ہیں۔

آخرت میں مشرکین کا افسوس و ندامت | یعنی آیات اللہ کی تکذیب و استہزاء وغیرہ ساری فوں فوں اس وقت تک ہے جب تک خدائی سزا کا ہولناک و ہوشربا منظر سامنے نہیں۔ جس وقت دوزخ کی ذرا سی ہوا بھی لگ جائے گی تو ساری شخی کر کری ہو جائے گی اور بہتر تمنا یہ درخواست کریں گے کہ ہم کو دنیا میں دوبارہ بھیج دیا جائے تاکہ آئندہ کبھی اپنے رب کی آیتوں کو نہ جھٹلائیں اور یکے ایماندار بن کر رہیں۔ "اَلَا نَقْدَفْثُ وَمَا يَنْفَعُ النَّدْمَ"

يَخْفُونَ مِنْ قَبْلُ ۗ وَلَوْ رُدُّوا لَعَادُوا لِمَا نُهُوا عَنْهُ وَ

چھپاتے تھے پہلے ۛ اور اگر پھر بھیجے جاویں تو پھر بھی وہی کام کریں جس سے منع کئے گئے تھے اور

لَهُمْ لَكُذِبُونَ ﴿۲۸﴾ وَقَالُوا إِن هِيَ إِلَّا حَيَاتُنَا الدُّنْيَا وَمَا

وہ بیشک جھوٹے ہیں ۛ اور کہتے ہیں ہمارے لئے زندگی نہیں مگر یہی دنیا کی اور

نَحْنُ بِمَبْعُوثِينَ ﴿۲۹﴾ وَلَوْ تَرَى إِذْ وَقَفُوا عَلَىٰ رَبِّهِمْ ۗ

ہم کو پھر نہیں زندہ ہونا ۛ اور کاش کہ تو دیکھے جس وقت وہ کھڑے کئے جاویں گے اپنے رب کے سامنے

قَالَ أَلَيْسَ هَذَا بِالْحَقِّ ۗ قَالُوا بَلَىٰ وَرَبِّنَا ۗ قَالَ فَذُقُوا

فرمائے گا کیا یہ سچ نہیں کہیں گے کیوں نہیں قسم ہے اپنے رب کی فرمائے گا تو چکھو

الْعَذَابَ بِمَا كُنْتُمْ تَكْفُرُونَ ﴿۳۰﴾ قَدْ خَسِرَ الَّذِينَ كَذَّبُوا

عذاب بدلے میں اپنے کفر کے ۛ تباہ ہوئے وہ لوگ جنہوں نے جھوٹ جانا

بِلِقَاءِ اللَّهِ ۗ حَتَّىٰ إِذَا جَاءَتْهُمْ السَّاعَةُ بَغْتَةً ۗ قَالُوا

لما اللہ کا یہاں تک کہ جب آپہنچے گی ان پر قیامت اچانک تو کہیں گے

بِحَسْرَتِنَا ۗ عَلَىٰ مَا فَرَّطْنَا فِيهَا ۗ وَهُمْ يَمْجُلُونَ ۗ أَوْ زَارَهُمْ

اے افسوس کیسی کوتاہی ہم نے اس میں کی اور اٹھاویں گے اپنے بوجھ

عَلَىٰ ظُهُورِهِمْ ۗ إِلَّا سَاءَ مَا يَزُرُونَ ﴿۳۱﴾ وَمَا الْحَيَاةُ

اپنی پیٹھوں پر خبردار ہو جاؤ کہ برا بوجھ ہے جس کو وہ اٹھاویں گے اور نہیں ہے زندگانی

الدُّنْيَا إِلَّا لَعِبٌ ۖ وَلَهُمْ وَ لَّهُمْ ۗ وَاللَّذَّارُ الْآخِرَةُ خَيْرٌ

دنیا کی مگر کھیل اور جی بہلانا اور آخرت کا گھر بہتر ہے

یعنی اب بھی دنیا میں واپس جانے کی تمنا عزم صحیح اور ایمانی رغبت و شوق سے نہیں بلکہ جب مجازات و مکافات عمل کا وہ منظر سامنے آ گیا جسے باوجود وضوح اولہ انکار کے پردہ میں چھپایا کرتے تھے، عذاب الہی کو آنکھوں سے دیکھ لیا، تمام اعمال شنیعہ کا جو چھپ چھپ کر کئے جاتے تھے راز فاش ہو گیا، ابھی ابھی جو واللہ ربنا ما کُنَّا مُشْرِكِیْنَ کہہ چکے تھے اس جھوٹ کی بھی قلعی کھل گئی غرضیکہ بدی کے جو اثرات مخفی اور غیر مرئی طور پر اندر ہی اندر ان نالائقوں کے دلوں میں پرورش پا رہے تھے وہ دردناک عذاب کی صورت میں مثل ہو کر سامنے آ گئے، تو محض جان بچانے کے لئے دوبارہ دنیا میں واپس کئے جانے کی تمنا کرنے لگے۔

مشرکین جھوٹے ہیں | یعنی اب بھی جھوٹ کہتے ہیں کہ ہم دنیا میں واپس ہو کر بکے ایماندار بن جائیں گے اور ہرگز آیات اللہ کی تکذیب نہ کریں گے یہ اشیاء اگر دنیا میں واپس کر دیئے جائیں تو بدی اور شرارت کی جو قوتیں ان میں رکھی ہیں پھر انہی کو کام میں لائیں گے اور جس مصیبت سے گھبرا کر واپس جانے کی تمنا کر رہے ہیں اسے خواب و خیال کی طرح فراموش کر دیں گے جیسا کہ بسا اوقات دنیوی مصائب و مہالک میں پھنس کر آدمی انابت و توبہ اختیار کر لیتا ہے پھر جہاں چند روز گزرے کچھ بھی یاد نہیں رکھتا کہ اس وقت کیا عہد و پیمان کئے تھے۔ کَانَ لَمْ یَذْغُنَا اِلٰی ضُرْمٰثَہٗ۔

یعنی خوب مزے اڑالو۔ دنیوی عیش کو خواہ مخواہ فکر آخرت سے منقص مت کرو۔ یہ ہی حال آج کل یورپ کے مادہ پرستوں کا ہے۔

یعنی جب حقیقت آنکھوں کے سامنے آ جائے گی اور "بعث بعد الموت" وغیرہ کے اقرار سے چارہ نہ رہے گا، تب کہا جائے گا کہ انکار حقیقت اور "کفر بالمعاد" کا مزہ چکھو۔

انسان کی بڑی شقاوت اور بد بختی یہ ہے کہ "لقاء اللہ" سے انکار کرے اور زندگی کے اس بلند ترین مقصد کو جھوٹ سمجھے۔ یہاں تک کہ جب موت یا قیامت سر پر آ کھڑی ہو تب بے فائدہ کف السوس ملتا رہ جائے کہ ہائے میں نے اپنی دنیوی زندگی میں یا یوم قیامت کے لئے تیاری کرنے میں کیسی ناقابل تلافی کوتاہی کی اس وقت اس السوس و حسرت سے کچھ نہ ہوگا۔ جرموں اور شرارتوں کے ہار گراں کو جس سے اس کی پشت خمیدہ ہوگی، یہ ناوقت کا تأسف و تحسر ذرا بھی ہلکانہ کر سکے گا۔

لِلَّذِينَ يَتَّقُونَ ۖ أَفَلَا تَعْقِلُونَ ﴿۳۲﴾ قَدْ نَعْلَمُ إِنَّهُ

پرہیزگاروں کے لئے کیا تم نہیں سمجھتے ﴿۳۲﴾ ہم کو معلوم ہے کہ

لِيَحْزَنَكَ الَّذِي يَقُولُونَ فَإِنَّهُمْ لَا يُكَذِّبُونَكَ وَلَٰكِنَّ

تجھ کو غم میں ڈالتی ہیں ان کی باتیں سو وہ تجھ کو نہیں جھٹلاتے لیکن یہ

الظَّالِمِينَ بِآيَاتِ اللَّهِ يَجْحَدُونَ ﴿۳۳﴾ وَلَقَدْ كُذِّبَتْ رُسُلُ

ظالم تو اللہ کی آیتوں کا انکار کرتے ہیں اور جھٹلائے گئے ہیں بہت سے رسول

مِّن قَبْلِكَ فَصَبِرُوا عَلَىٰ مَا كُذِّبُوا وَأُوذُوا حَتَّىٰ

تجھ سے پہلے پس صبر کرتے رہے جھٹلانے پر اور ایذا پر یہاں تک کہ

أَنْتُمْ نَصْرُنَا ۚ وَلَا مُبَدِّلَ لِكَلِمَاتِ اللَّهِ ۚ وَلَقَدْ جَاءَكَ

پہنچی ان کو مدد ہماری اور کوئی نہیں بدل سکتا اللہ کی باتیں اور تجھ کو پہنچ چکے ہیں

مِن نَّبِيِّ الرُّسُلِينَ ﴿۳۴﴾ وَإِنْ كَانَ كَبُرَ عَلَيْكَ

کچھ حالات رسولوں کے ﴿۳۴﴾ اور اگر تجھ پر گراں ہے

إِعْرَاضُهُمْ فَإِنْ أُسْطِطِعْتَ أَنْ تَبْتَغِيَ نَفَقًا فِي الْأَرْضِ

ان کا منہ پھیرنا تو اگر تجھ سے ہو سکے کہ ڈھونڈھ نکالے کوئی سرنگ زمین میں

أَوْ سُلْمًا فِي السَّمَاءِ فَتَأْتِيَهُمْ بِآيَةٍ ۖ وَلَوْ شَاءَ اللَّهُ

یا کوئی سیڑھی آسمان میں پھر لاوے ان کے پاس ایک معجزہ اور اگر اللہ چاہتا

لَجَبَعَهُمْ عَلَى الْهُدَىٰ فَلَا تَكُونَنَّ مِنَ الْجَاهِلِينَ ﴿۳۵﴾

تو جمع کر دیتا سب کو سیدھی راہ پر سو تو مت ہو نادانوں میں ﴿۳۵﴾

کفار تو یہ کہتے تھے کہ دنیوی زندگی کے سوا کوئی زندگی ہی نہیں، لیکن واقعہ یہ ہے کہ یہ فانی اور مکرر زندگانی حیات اخروی کے مقابلہ میں محض ہیچ اور بے حقیقت ہے۔ یہاں کی زندگی کے صرف ان ہی لحاظ کو زندگی کہا جاسکتا ہے جو آخرت کی درستی میں خرچ کئے جائیں۔ بقیہ تمام اوقات جو آخرت کی فکر و تیاری سے خالی ہوں ایک عاقبت اندیش کے نزدیک لہو و لعب سے زائد وقعت نہیں رکھتے۔ پرہیزگار اور سمجھ دار لوگ جانتے ہیں کہ انکا اصلی گھر آخرت کا گھر اور انکی حقیقی زندگی آخرت کی زندگی ہے۔

خلاق پر آنحضرت ﷺ کی شفقت | خلاق کے حال پر شفقت و ہمدردی سارے جہان سے زیادہ نبی کریم ﷺ کے دل میں ڈالی گئی تھی۔ آپ ان بد بختوں کی تکذیب و اعراض، مستقبل کی تباہی اور مشرکانہ و ملحدانہ کلمات سے سخت رنج اور صدمہ محسوس فرماتے تھے۔ ان آیات میں آپ کو تسلی اور ان اشقیاء کو دھمکی دی گئی ہے کہ آپ انکے اعراض و تکذیب سے اس قدر دلگیر اور بے چین نہ ہوں، یہ لوگ جو تکذیب کر رہے ہیں فی الحقیقت آپ کو نہیں جھٹلاتے کیونکہ آپ کو تو پہلے سے بالاتفاق صادق و امین سمجھتے تھے، بلکہ خدا کی آیات و نشانات کا جو پیغمبر علیہ السلام کی تصدیق و تبلیغ کیلئے بھیجی گئی ہیں، جان بوجھ کر ازراہ ظلم و عناد انکار کر رہے ہیں تو آپ بھی ان ظالموں کا معاملہ خدا کے سپرد کر کے مطمئن ہو جائیے۔ وہ خود انکے ظلم اور آپ کے صبر کا پھل دینے والا ہے۔ انبیائے سابقین کے ساتھ بھی جن کے کچھ حالات آپ کو سنائے جا چکے ہیں ان کی قوموں نے تکذیب و ایذا رسانی کا برتاؤ کیا جس پر خدا کے معصوم پیغمبر نہایت الوالعزمی سے صبر کرتے رہے حتیٰ کہ حسب وعدہ خدا کی مدد پہنچی اور بڑے زبردست متکبرین کے مقابلہ میں انکو مظفر و منصور کیا گیا۔ آپ سے جو نصر و ظفر کے وعدے کیے گئے ہیں ایک ایک کر کے پورے ہو گئے۔ پہاڑ اپنی جگہ سے ٹل جائیں مگر خدا کا وعدہ نہیں ٹل سکتا۔ کس کی طاقت ہے جو خدا کی باتوں کو بدل ڈالے یعنی جو اس نے کہا ہے اسے واقع نہ ہونے دے۔ مکذبین کو یاد رکھنا چاہئے کہ انکی جنگ ہرگز محمد ﷺ کی ذات سے نہیں بلکہ رب محمد سے ہے جس نے انکو اپنا سفیر اعظم اور معتمد بنا کر کھلے نشانات کے ساتھ بھیجا ہے محمد ﷺ کی تکذیب ان خدائی نشانات کی تکذیب ہے۔

کفار کا مطالبہ معجزات | کفار کا مطالبہ یہ تھا کہ یہ نبی ہیں تو انکے ساتھ ہمیشہ ایسا نشان رہنا چاہئے جسے ہر کوئی دیکھ کر یقین کر لے اور ایمان لانے پر مجبور ہو جایا کرے آنحضرت ﷺ چونکہ تمام دنیا کی ہدایت پر حریص تھے شاید آپکے دل نے چاہا ہوگا کہ ان کا یہ مطالبہ پورا کر دیا جائے۔ اس لئے حق تعالیٰ نے یہ تربیت فرمائی کہ تکوینیات میں مشیبت الہی کے تابع رہو۔ تکوینی مصالح اس کو مقتضی نہیں کہ ساری دنیا کو ایمان لانے پر مجبور کر دیا جائے ورنہ خدا تو اس پر بھی قادر تھا کہ بدون توسط پیغمبروں اور نشانوں کے شروع ہی سے سب کو سیدھی راہ پر جمع کر دیتا۔ جب خدا کی حکمت ایسے مجبور کن معجزات اور فرمائش نشانات دکھلانے کو مقتضی نہیں تو مشیبت الہی کے خلاف کسی کو یہ طاقت کہاں ہے کہ وہ زمین یا آسمان میں سے سرنگ یا سیڑھی لگا کر ایسا فرمائش اور مجبور کن معجزہ نکال کر دکھلا دے۔ خدا کے قوانین حکمت و تدبیر کے خلاف کسی چیز کے وقوع کی امید رکھنا نادانوں کا کام ہے۔

إِنَّمَا يَسْتَجِيبُ الَّذِينَ يَسْمَعُونَ وَالْمَوْتَىٰ يَبْعَثُهُمُ

ماتے وہی ہیں جو سنتے ہیں اور مردوں کو زندہ کرے گا

اللَّهُ ثُمَّ إِلَيْهِ يُرْجَعُونَ ﴿۳۶﴾ وَقَالُوا لَوْلَا نُزِّلَ عَلَيْهِ آيَةٌ

اللہ پھر اس کی طرف لائے جاویں گے اور کہتے ہیں کیوں نہیں اتری اس پر کوئی نشانی

مِّن رَّبِّهِ ۗ قُلْ إِنَّ اللَّهَ قَادِرٌ عَلَىٰ أَنْ يُنَزِّلَ آيَةً

اس کے رب کی طرف سے کہہ دے کہ اللہ کو قدرت ہے اس بات پر کہ اتارے نشانی

وَلَكِنَّ أَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُونَ ﴿۳۷﴾ وَمَا مِنْ دَابَّةٍ فِي الْأَرْضِ

لیکن ان میں اکثر نہیں جانتے اور نہیں ہے کوئی چلنے والا زمین میں

وَلَا ظَيْرٍ يَّطِيرُ بِجَنَاحَيْهِ إِلَّا أُمَّمٌ أَمْثَالُكُمْ ۗ مَا فَرَطْنَا

اور نہ کوئی پرندہ کہ اڑتا ہے اپنے دو ہاڑوں سے مگر ہر ایک امت ہے تمہاری طرح ہم نے نہیں چھوڑی

فِي الْكِتَابِ مِنْ شَيْءٍ ۗ ثُمَّ إِلَىٰ رَبِّهِمْ يُحْشَرُونَ ﴿۳۸﴾ وَالَّذِينَ

لکھنے میں کوئی چیز پھر سب اپنے رب کے سامنے جمع ہوں گے اور جو

كَذَّبُوا بِآيَاتِنَا صُمٌّ وَبُكْمٌ فِي الظُّلُمَاتِ ۗ مَن يَشَاءِ اللَّهُ

جھٹلاتے ہیں ہماری آیتوں کو وہ بہرے اور گوتے ہیں اندھیروں میں جس کو چاہے اللہ

يُضِلَّهُ ۗ وَمَن يُشَأْ يَجْعَلُهُ عَلَىٰ صِرَاطٍ مُّسْتَقِيمٍ ﴿۳۹﴾

گمراہ کرے اور جس کو چاہے ڈال دے سیدھی راہ پر

قُلْ أَرَأَيْتُمْ إِنْ أَتَاكُمْ عَذَابُ اللَّهِ أَتُنتَكُمُ السَّاعَةُ

تو کہہ دیجھو تو اگر آوے تم پر عذاب اللہ کا یا آوے تم پر قیامت

❖ یعنی سب سے توقع نہ رکھو کہ مانیں گے، جن کے دل کے کان بہرے ہو گئے وہ سنتے ہی نہیں، پھر مانیں کس طرح؟ ہاں یہ کافر جو قلبی و روحانی حیثیت سے مردوں کی طرح ہیں قیامت میں دیکھ کر یقین کریں گے اور ان چیزوں کو مانیں گے جن کا انکار کرتے تھے۔

❖ یعنی ان نشانیوں میں سے کوئی نشانی کیوں نہ اتری جن کی وہ فرمائش کرتے تھے۔ کما فی قوله تعالیٰ وَقَالُوا لَنْ نُؤْمِنَ لَكَ حَتَّىٰ تَفْجُرَ لَنَا مِنَ الْأَرْضِ يَنْبُوعًا أَوْ تَكُونَ لَكَ جَنَّةٌ مِّنْ نَّخِيلٍ وَعِنَبٍ فَتُفَجِّرَ الْأَنْهَارَ خِيَالًا لَّهَا تَفْجِيرًا أَوْ تَنْسِقَطَ السَّمَاءُ كَمَا زَعَمْتُمْ عَلَيْنَا كِسْفًا أَوْ تَأْتِيَنَا بِاللَّهِ وَالْمَلَائِكَةِ قَبِيلًا أَوْ يَكُونَ لَكَ بَيْتٌ مِّنْ زُخْرُفٍ أَوْ تَرْقَىٰ فِي السَّمَاءِ وَلَنْ نُؤْمِنَ بِرُفُوتِكَ حَتَّىٰ تُنَزِّلَ عَلَيْنَا كِتَابًا نَّقْرُؤُهُ قُلْ سُبْحَانَ رَبِّيَ هَلْ كُنْتُ إِلَّا بَشَرًا رَسُولًا (بنی اسرائیل، رکوع ۱۰) اور نہ ویسے تو آپ پر بے شمار علمی و عملی معجزات و نشانات بارش کی طرح اترتے رہتے تھے۔

❖ یعنی خدا فرمائشی معجزات دکھانے سے عاجز نہیں۔ لیکن جن قوانین حکمت و رحمت پر نظام تکوین کی بنیاد ہے تم میں سے اکثر ان کے سمجھنے سے قاصر ہیں ان قوانین کا اقتضایہ ہی ہے کہ تمام فرمائشی معجزات نہ دکھلائے جائیں۔

❖ فرمائشی معجزات نہ دکھلانے کی حکمت | ان آیات میں بعض حکمتوں پر متنبہ کیا گیا ہے جو فرمائشی نشانات نہ دکھلائے جانے میں مرئی ہیں۔ یعنی تمام حیوانات خواہ زمین پر ریگتے ہوں یا ہوا میں اڑتے ہوں، وہ بھی انسانوں کی طرح ایک امت ہیں ان میں سے ہر نوع کو حق تعالیٰ نے ایک خاص وضع اور فطرت پر پیدا کیا جو اس کے معین خواص و افعال کے دائرہ میں کام کرتی ہے۔ کوئی جانور اپنے افعال و حرکات کے محدود حلقہ سے جو قدرت نے باعتبار اسکی فطرت و استعداد کے مشخص کر دیئے ہیں، ایک قدم باہر نہیں نکال سکتا۔ چنانچہ ابتدائے آفرینش سے آج تک کسی حیوان نے اپنی نوع کے محدود دائرہ عمل میں کسی طرح ترقی نہیں کی۔ اسی طرح ہر چیز کی استعداد و فطرت کو خیال کر لیجئے۔ حق تعالیٰ کے علم قدیم اور لوح محفوظ میں تمام انواع و اجناس کی تدبیر و تربیت کے اصول و فروع منضبط ہیں۔ کوئی چیز نہ اس زندگی میں اور نہ مرنے کے بعد اس مکمل انضباط و انتظام سے باہر جا سکتی ہے۔ انسان جنس حیوان میں ”بااختیار اور ترقی کن“ حیوان ہے اسی کسب و اختیار اور ترقی کن عقل و تمیز کی موجودگی نے اسکے ”نظام تکوینی اور قانون حیات“ کو دوسرے تمام حیوانات سے ایسا اعلیٰ اور ممتاز بنا دیا ہے کہ اب اسے حیوان کہتے بھی شرم آتی ہے۔ وہ برخلاف باقی حیوانات کے دیکھنے سننے اور پوچھنے سے نئی نئی معلومات حاصل کرتا اور قوت فکر یہ ہے ان کو ترتیب دیکر ”حیات جدید“ کی طرف ترقی کرتا رہتا ہے وہ نیک و بد میں تمیز کرنے، نافع و ضار کے پہچاننے، آغاز و انجام سمجھنے پر قادر، اور کسی عمل کے کرنے یا چھوڑنے میں فی الجملہ آزاد ہے، اسی لئے اس کو خدا کی جانب سے ایسے نشانات دکھلائے جاتے ہیں جن میں غور و فکر کرنے کا موقع مل سکے اور فکر و کسب کی فطری آزادی کو سلب کرنے والے نہ ہوں۔ اور اگر وہ خدا کے دیئے ہوئے قوانین عقلیہ سے ٹھیک طور پر ان میں غور کرے تو اسے حق و باطل اور نیک و بد کی تمیز کرنے میں کچھ وقت نہ ہو۔ پس ایسے فرمائشی نشانات و معجزات کی درخواست کرنا جو بہم و جوہ ایمان لانے پر مجبور کر دیں، انسان کی فطری آزادی اور اسکے نظام ترکیبی کو تباہ کرنے، بلکہ انسان کو عام حیوانات کی صف میں اتار لانے کا مرادف ہے۔ اور اگر فرمائشی نشان بہم و جوہ مجبور کن نہ ہوں تو انکا دکھلانا بیکار ہے کیونکہ ان میں بھی وہی غیر ناشی عن دلیل شکوک و شبہات پیدا کر لئے جائیں گے جو ہزاروں غیر فرمائشی نشانات میں کئے جا چکے۔

❖ نہ کہنے والے کی سنتے ہیں نہ خود دوسرے سے پوچھتے ہیں اور نہ اندھیرے میں کچھ دیکھ سکتے ہیں۔ جب سب قوی اپنی بے اعتدالیوں سے بے کار کر لئے تو حق کی تصدیق و قبول کا کیا ذریعہ ہو؟

❖ گمراہ کرنا انہی کو چاہتا ہے جو خود ذرائع ہدایت کو اپنے اوپر مسدود کر لیتے ہیں وَلَوْ شِئْنَا لَرَفَعْنَاهُ بِهَا وَلَكِنَّهُ أَخْلَدَ إِلَى الْأَرْضِ وَاتَّبَعَ هَوَاهُ (اعراف، رکوع ۲۴)

أَغْبِرَ اللَّهُ تَدْعُونَ ۚ إِنَّ كُنْتُمْ صَادِقِينَ ﴿۳۰﴾ بَلْ إِيَّاهُ

کیا اللہ کے سوا کسی اور کو پکارو گے کیا اللہ کے سوا کسی اور کو پکارو گے

بتاؤ اگر تم سچے ہو

بلکہ اسی کو

تَدْعُونَ فَيَكْشِفُ مَا تَدْعُونَ إِلَيْهِ إِنْ شَاءَ وَ

پکارتے ہو پھر دور کر دیتا ہے اس مصیبت کو جس کے لئے اس کو پکارتے ہو

اگر چاہتا ہے

تَنْسُونَ مَا تَشْرِكُونَ ﴿۳۱﴾ وَلَقَدْ أَرْسَلْنَا إِلَىٰ أُمَمٍ

تم بھول جاتے ہو جن کو شریک کرتے تھے اور ہم نے رسول بھیجے تھے

بہت سی امتوں پر

مِّنْ قَبْلِكَ فَآخَذْنَا مِنْهُمُ بِالْبَأْسَاءِ وَالضَّرَّاءِ لَعَلَّهُمْ

تجھ سے پہلے پھر ان کو پکڑا ہم نے سختی میں اور تکلیف میں تاکہ وہ

يَتَضَرَّعُونَ ﴿۳۲﴾ فَلَوْلَا إِذْ جَاءَهُمْ بَأْسُنَا تَضَرَّعُوا

گزر گزادیں پھر کیوں نہ گزر گزائے جب آیا ان پر عذاب ہمارا

وَلَكِنْ قَسَتْ قُلُوبُهُمْ وَزَيَّنَ لَهُمُ الشَّيْطَانُ مَا كَانُوا

لیکن سخت ہو گئے دل ان کے اور بھلے کر دکھائے ان کو شیطان نے جو کام وہ

يَعْمَلُونَ ﴿۳۳﴾ فَلَبَّا نَسُوا مَا ذُكِّرُوا بِهِ فَتَحْنَا عَلَيْهِمْ

کر رہے تھے پھر جب وہ بھول گئے اس نصیحت کو جو ان کو کی گئی تھی کھول دیئے ہم نے ان پر

أَبْوَابَ كُلِّ شَيْءٍ حَتَّىٰ إِذَا فَرِحُوا بِمَا أُوتُوا أَخَذْنَاهُمْ

دروازے ہر چیز کے یہاں تک کہ جب وہ خوش ہوئے ان چیزوں پر جو ان کی دی گئیں پکڑ لیا ہم نے ان کو

بِغْتَةٍ فَإِذَا هُمْ مُبْلِسُونَ ﴿۳۴﴾ فَقَطَّعَ دَايِرَ الْقَوْمِ

اچانک پس اس وقت وہ رہ گئے ناامید پھر کٹ گئی جڑ

◆ **مشرکین مصیبت میں اللہ ہی کو پکارتے ہیں** | جب اندھے بہرے گونگے ہو کر آیات اللہ کو جھٹلایا اور گمراہی کے عمیق غار میں جا پڑے۔ اس پر اگر دنیا میں یا قیامت میں خدا کا سخت عذاب نازل ہو تو سچ سچ بتلاؤ کہ خدا کے سوا اس وقت کسے پکارو گے۔ دنیا کی چھوٹی چھوٹی مصیبتوں میں بھی جب گھر جاتے ہو تو مجبور ہو کر اسی خدائے واحد کو پکارتے ہو اور سب شرکاء کو بھول جاتے ہو **فَاِذَا ذَارَ كُفُّوا فِى الْفُلْكِ دَعَوُا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ السَّيِّئَاتِ** جس پر اگر خدا چاہتا ہے تو اس مصیبت کو دور بھی کر دیتا ہے اسی سے اندازہ کر لو کہ نزول عذاب یا ہول قیامت سے بچانے والا بجز خدا کے اور کون ہو سکتا ہے۔ پھر یہ کس قدر حماقت اور اندھا پن ہے کہ اس خدا کی عظمت و جلال کو فراموش کر کے اس کی نازل کی ہوئی آیات کی تکذیب اور فراموشی آیات کا مطالبہ کرتے ہو۔

◆ **چھپلی امتوں کا انجام** | گذشتہ آیت میں عذاب آنے کا احتمال بیان ہوا تھا۔ اب واقعات کا حوالہ دیتے ہیں کہ پہلے زمانہ میں اس طرح کے عذاب آچکے ہیں۔ نیز متنبہ فرما دیا کہ جب مجرم کو ابتداء ہلکی تنبیہ کی جائے تو اسکو معاف کی طرف رجوع ہونا چاہئے۔ سخت دلی اور اغوائے شیطانی سے اسے ہلکانہ سمجھے۔ موضح القرآن میں ہے کہ گنہگار کو اللہ تعالیٰ تھوڑا سا پکڑتا ہے، اگر وہ گڑ گڑایا اور توبہ کی توجیح گیا اور اگر اتنی پکڑ نہ مانی تو پھر بھلاوا دیا اور وسعت عیش کے دروازے کھولے۔ جب نعمتوں کی شکر گزاری اور انعام و احسان سے متاثر ہونے کے بجائے خوب گناہ میں غرق ہو تو دفعتاً بے خبر پکڑا گیا۔ یہ ارشاد ہے کہ آدمی کو گناہ پر تنبیہ پہنچے تو شتاب توبہ کرے۔ یہ راہ نہ دیکھے کہ اس سے زیادہ پہنچے تو یقین کروں۔

الَّذِينَ ظَلَمُوا ۗ وَالْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ ﴿۳۵﴾ قُلْ

ان ظالموں کی اور سب تعریفیں اللہ ہی کے لئے ہیں جو پالنے والا ہے سارے جہان کا ﴿۳۵﴾ تو کہہ

أَرَأَيْتُمْ إِنْ أَخَذَ اللَّهُ سَمْعَكُمْ وَأَبْصَارَكُمْ وَخَتَمَ

دیکھو تو اگر چھین لے اللہ تمہارے کان اور آنکھیں اور مہر کر دے

عَلَى قُلُوبِكُمْ ۗ مَنْ إِلَهٌ غَيْرُ اللَّهِ يَأْتِيكُمْ بِهِ ۗ أُنظِرُ

تمہارے دلوں پر ﴿۳۶﴾ تو کون ایسا رب ہے اللہ کے سوا جو تم کو یہ چیزیں لا دیوے ﴿۳۶﴾ دیکھ

كَيْفَ نَصَرَفُ الْآيَاتِ ۗ ثُمَّ هُمْ يَصْذِقُونَ ﴿۳۷﴾ قُلْ

ہم کیونکر طرح طرح سے بیان کرتے ہیں باتیں پھر بھی وہ کنارہ کرتے ہیں تو کہہ

أَرَأَيْتُمْ إِنْ أَتَاكُمْ عَذَابُ اللَّهِ بَغْتَةً أَوْ جَهْرَةً

دیکھو تو اگر آوے تم پر عذاب اللہ کا اچانک ﴿۳۸﴾ یا ظاہر ہو کر

هَلْ يُهْلِكُ إِلَّا الْقَوْمَ الظَّالِمُونَ ﴿۳۸﴾ وَمَا نُرْسِلُ

تو کون ہلاک ہوگا ظالم لوگوں کے سوا ﴿۳۸﴾ اور ہم رسول

الرُّسُلِينَ إِلَّا مُبَشِّرِينَ وَمُنذِرِينَ ۗ فَمَنْ آمَنَ

نہیں بھیجتے مگر خوشی اور ڈر سنانے کو پھر جو کوئی ایمان لایا

وَأَصْلَحَ فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ ﴿۳۹﴾

اور سنور گیا تو ڈر ہے ان پر اور شدہ عملیں ہوں ﴿۳۹﴾

وَالَّذِينَ كَذَّبُوا بِآيَاتِنَا يَمَسُّمُ الْعَذَابُ بِمَا كَانُوا

اور جنہوں نے جھٹلایا ہماری آیتوں کو ان کو پہنچے گا عذاب اس لئے کہ

◆ ظالموں کا استیصال بھی اسکی ربوبیت عامہ کا اثر اور مجموعہ عالم کے لئے رحمتِ عظیم ہے اسی لئے یہاں حمد و شکر کا اظہار فرمایا۔

◆ کہ نہ تم سن سکو نہ دیکھ سکو نہ دل سے سمجھ سکو۔

◆ حضرت شاہ صاحب فرماتے ہیں ”یعنی توبہ میں دیر نہ کرے جو کان اور آنکھ اور دل اس وقت ہے شاید پھر نہ ملے اور اس لئے توبہ واستغفار کی توفیق نہ ہو سکے۔“

◆ ”اچانک“ یعنی وہ عذاب جس کی کچھ علامات پہلے سے ظاہر نہ ہوں۔ ”وللبذا“ جھڑپ سے مراد وہ عذاب ہوگا جس کے آنے سے قبل علامات ظاہر ہونے لگیں۔

◆ یعنی توبہ میں دیر نہ کرنا چاہئے شاید اس دیر میں عذاب پہنچ جائے جس کا خمیازہ صرف ظالموں کو برداشت کرنا پڑتا ہے۔ اگر پہلے ہی ظلم وعدوان سے توبہ کر چکا ہوگا تو اس عذاب سے بچ رہے گا۔

يُفْسِقُونَ ﴿۳۹﴾ قُلْ لَا أَقُولُ لَكُمْ عِنْدِي خَزَائِنُ اللَّهِ

وہ نافرمانی کرتے تھے ♦ تو کہہ میں نہیں کہتا تم سے کہ میرے پاس ہیں خزانے اللہ کے

وَلَا أَعْلَمُ الْغَيْبَ وَلَا أَقُولُ لَكُمْ إِنِّي مَلَكٌ ۚ إِنْ

اور نہ میں جانوں غیب کی بات اور نہ میں کہوں تم سے کہ میں فرشتہ ہوں ♦ میں

اتَّبِعْ إِلَّا مَا يُوحَىٰ إِلَىٰ قُلُوبِ هَلْ يُسْتَوَىٰ الْأَعْمَىٰ

تو اسی پر چلتا ہوں جو میرے پاس اللہ کا حکم آتا ہے تو کہہ دے کب برابر ہو سکتا ہے اندھا

وَالْبَصِيرُ ۗ أَفَلَا تَتَفَكَّرُونَ ﴿۴۰﴾ وَأَنْذِرْ بِهِ الَّذِينَ

اور دیکھنے والا سو کیا تم غور نہیں کرتے ♦ اور خبردار کر دے اس قرآن سے ان لوگوں کو

يَخَافُونَ أَنْ يُخْشِرُوا وَإِلَىٰ رَبِّهِمْ لَيْسَ لَهُمْ

جن کو ڈر ہے اس کا کہ وہ جمع ہوں گے اپنے رب کے سامنے اس طرح پر کہ

دُونِهِ وِلْيٌ ۗ وَلَا شَفِيعٌ لَّهُمْ يَتَّقُونَ ﴿۴۱﴾ وَلَا

اللہ کے سوانہ کوئی ان کا حمایتی ہوگا اور نہ سفارش کرنے والا ♦ تاکہ وہ بچتے رہیں ♦ اور مت

تَطْرُدِ الَّذِينَ يَدْعُونَ رَبَّهُمْ بِالْغَدَاوَةِ وَالْعَشِيِّ

دور کر ان لوگوں کو جو پکارتے ہیں اپنے رب کو صبح اور شام

يُرِيدُونَ وَجْهَهُ ۗ مَا عَلَيْكَ مِنْ حِسَابِهِمْ مِنْ

چاہتے ہیں اس کی رضا ♦ تجھ پر نہیں ہے ان کے حساب میں سے

شَيْءٍ ۚ وَمَا مِنْ حِسَابِكَ عَلَيْهِمْ مِنْ شَيْءٍ ۚ فَتَطْرُدَهُمْ

کچھ اور نہ تیرے حساب میں سے ان پر ہے کچھ کہ تو ان کو دور کرنے لگے

بعثت انبیاء کا مقصد | یعنی تم جو عذاب الہی سے نڈر اور بے فکر ہو کر یہودہ فرمائشیں اور دروازہ رسالت کر کے پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کو دق کرتے اور انکی تصدیق کے لئے خود ساختہ معیار تراشتے ہو، خوب سمجھ لو کہ پیغمبر دنیا میں اس لئے نہیں بھیجے گئے کہ تمہاری ایسی واہی تباہی فرمائشیں پوری کرتے رہا کریں۔ انکی بعثت کی غرض صرف ”تبشیر و انداز“ اور ”تبلیغ و ارشاد“ ہے۔ وہ خدا کی طرف سے اس لئے بھیجے جاتے ہیں کہ فرمانبرداروں کو بشارات سنائیں اور نافرمانوں کو انکے انجام بد پر متنبہ کرویں، آگے ہر شخص کی کمائی اسکے ساتھ ہے۔ جس نے انبیاء علیہم السلام کی باتوں پر یقین کیا اور اعتقاداً و عملاً اپنی حالت درست کر لی، حقیقی امن اور چین اس کو نصیب ہوا۔ اور جس نے خدا کی آیات کو جھٹلا کر ہدایت الہی سے روگردانی کی وہ نافرمانی اور بغاوت کی وجہ سے سخت تباہی اور عذاب عظیم کے نیچے آ گیا۔ العیاذ باللہ۔

منصب رسالت کی حقیقت | اس آیت میں منصب رسالت کی حقیقت پر روشنی ڈالی گئی ہے یعنی کوئی شخص جو مدعی نبوت ہو، اس کا دعویٰ یہ نہیں ہوتا کہ تمام مقدورات الہیہ کے خزانے اس کے قبضہ میں ہیں کہ جب اس سے کسی امر کی فرمائش کی جائے وہ ضرور ہی کر دکھلائے یا تمام معلومات غیبیہ و شہادیہ پر خواہ ان کا تعلق فرائض رسالت سے ہو یا نہ ہو، اس کو مطلع کر دیا گیا ہے کہ جو کچھ تم پوچھو، وہ فوراً بتلا دیا کرے یا نوع بشر کے علاوہ وہ کوئی اور نوع ہے جو لوازم و خواص بشریہ سے اپنی براءت و نزاہت کا ثبوت پیش کرے۔ جب ان باتوں میں سے وہ کسی چیز کا مدعی نہیں تو فرمائشی معجزات اس سے طلب کرنا یا ازراہ تعنت و عناد اس قسم کا سوال کرنا کہ ”قیامت کب آئے گی“ یا یہ کہنا کہ ”یہ رسول کیسے ہیں جو کھانا کھاتے اور بازاروں میں خرید و فروخت کے لئے جاتے ہیں“ اور ان ہی امور کو معیار تصدیق و تکذیب ٹھہرانا کہاں تک صحیح ہو سکتا ہے۔

نبی اور غیر نبی کا فرق | یعنی اگرچہ پیغمبر نوع بشر سے علیحدہ کوئی دوسری نوع نہیں۔ لیکن اس کے اور باقی انسانوں کے درمیان زمین و آسمان کا فرق ہے۔ انسانی قوتیں دو قسم کی ہیں علمی و عملی۔ قوت علمیہ کے اعتبار سے نبی اور غیر نبی میں اعمی و بصیر (اندھے اور سوانکھے) کا تفاوت سمجھنا چاہئے نبی کے دل کی آنکھیں ہر وقت مرضیات الہی اور تجلیات ربانی کے دیکھنے کے لئے کھلی رہتی ہیں، جس کے بلا واسطہ مشاہدہ سے دوسرے انسان محروم ہیں اور قوت عملیہ کا حال یہ ہوتا ہے کہ پیغمبر اپنے قول و فعل اور ہر ایک حرکت و سکون میں رضائے الہی اور حکم خداوندی کے تابع و منقاد ہوتے ہیں، وحی سماوی اور احکام الہیہ کے خلاف نہ کبھی ان کا قدم اٹھ سکتا ہے نہ زبان حرکت کر سکتی ہے۔ ان کی مقدس ہستی اخلاق و اعمال اور کل واقعات زندگی میں تعلیمات ربانی اور مرضیات الہی کی روشن تصویر ہوتی ہے جسے دیکھ کر غور و فکر کرنے والوں کو انکی صداقت اور مامورین اللہ ہونے میں ذرا بھی شبہ نہیں رہ سکتا۔

یعنی جو لوگ فرمائشی معجزات دکھلائے جانے پر اپنے ایمان کو موقوف رکھتے اور ازراہ تعنت و عناد آیات اللہ کی تکذیب پر تلے ہوئے ہیں، ان سے قطع نظر کیجئے۔ کیونکہ تبلیغ کا فرض ادا ہو چکا اور ان کے راہ راست پر آنے کی توقع نہیں اب وحی الہی (قرآن) کے ذریعہ سے ان لوگوں کو متنبہ کرنے کا مزید اہتمام فرمائیے جن کے دلوں میں محشر کا خوف اور عاقبت کی فکر ہے۔ کیونکہ ایسے ہی لوگوں سے امید ہو سکتی ہے کہ نصیحت سے متاثر اور ہدایت قرآنی سے مستفیع ہوں۔

یعنی یہ سن کر گناہ سے بچتے رہیں۔

یعنی رات دن اس کی عبادت میں حسن نیت اور اخلاص کے ساتھ مشغول رہتے ہیں۔

فَتَكُونُ مِنَ الظَّالِمِينَ ﴿۵۱﴾ وَكَذَلِكَ فَتَنَّا بَعْضَهُمْ

پس ہو جاوے گا تو بے انصافوں میں ♦ اور اسی طرح ہم نے آزمایا ہے بعض لوگوں کو

بِبَعْضٍ لِيَقُولُوا أَهَؤُلَاءِ مَنَّ اللَّهُ عَلَيْهِمْ مِنْ

بعضوں سے تاکہ کہیں کیا یہی لوگ ہیں جن پر اللہ نے فضل کیا

بَيْنَنَا وَالَّذِينَ يَكْفُرُونَ بِاللَّهِ بِأَعْلَمَ بِالشَّاكِرِينَ ﴿۵۲﴾ وَإِذَا جَاءَكَ

ہم سب میں کیا نہیں ہے اللہ خوب جاننے والا شکر والوں کو ♦ اور جب آویں

الَّذِينَ يُؤْمِنُونَ بِآيَاتِنَا فَقُلْ سَلَامٌ عَلَيْكُمْ كَتَبَ

تیرے پاس ہماری آیتوں کے ماننے والے تو کہہ دو تو سلام ہے تم پر لکھ لیا ہے

رَبُّكُمْ عَلَىٰ نَفْسِهِ الرَّحْمَةَ ۚ إِنَّكَ مِنْ عَمَلٍ مِّنكُمْ

تمہارے رب نے اپنے اوپر رحمت کو کہ جو کوئی کرے تم میں سے

سُوءًا بِجَهَالَةٍ ثُمَّ تَابَ مِنْ بَعْدِهَا وَأَصْلَحَ فَأَنَّهُ

برائی نادانیت سے پھر اس کے بعد توبہ کر لے اور نیک ہو جاوے تو بات یہ ہے کہ وہ ہے

غَفُورٌ رَّحِيمٌ ﴿۵۳﴾ وَكَذَلِكَ نَفِصِّلُ الْآيَاتِ لِيَتَسْتَبِينَ

بخشنے والا مہربان اور اسی طرح ہم تفصیل سے بیان کرتے ہیں آیتوں کو اور تاکہ کھل جاوے

سَبِيلُ الْمُجْرِمِينَ ﴿۵۴﴾ قُلْ إِنِّي نُهَيْتُ أَنْ أَعْبُدَ الَّذِينَ

طریقہ گنہگاروں کا ♦ تو کہہ دو مجھ کو روکا گیا ہے اس سے کہ بندگی کروں ان کی جن کو

تَدْعُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ ۗ قُلْ لَا أَتَّبِعُ أَهْوَاءَكُمْ ۗ

تم پکارتے ہو اللہ کے سوا تو کہہ میں نہیں چلتا تمہاری خوشی پر

یعنی جب ان کا ظاہر حال یہ بتلا رہا ہے کہ شب و روز خدا کی عبادت اور رضا جوئی میں مشغول رہتے ہیں تو اسی کے مناسب ان سے معاملہ کیجئے ان کا باطنی حال کیا ہے یا آخری انجام کیا ہوگا، اس کی تفتیش و محاسبہ پر معاملات موقوف نہیں ہو سکتے۔ یہ حساب نہ آپ کا ان کے ذمہ ہے نہ ان کا آپ کے۔ لہذا اگر بالفرض آپ دولت مندوں کی ہدایت کی طمع میں ان غریب تخلصین کو اپنے پاس سے ہٹانے لگیں تو یہ بات بے انصافی کی ہوگی۔ ”موضح القرآن“ میں ہے ”کافروں میں بعض سرداروں نے حضرت سے کہا کہ تمہاری بات سننے کو ہمارا دل چاہتا ہے لیکن تمہارے پاس بیٹھتے ہیں رذیل لوگ ہم ان کے برابر نہیں بیٹھ سکتے۔ اس پر یہ آیت اتری۔ یعنی خدا کے طالب اگرچہ غریب ہیں، ان ہی کی خاطر مقدم ہے۔“

یعنی دولت مندوں کو غریبوں سے آزمایا ہے کہ ان کو ذلیل دیکھتے ہیں اور تعجب کرتے ہیں کہ یہ کیا لائق ہیں اللہ کے فضل کے۔ اور اللہ ان کے دل دیکھتا ہے کہ اللہ کا حق مانتے ہیں۔

مومنین کو خوشخبری | پہلے فرمایا تھا کہ پیغمبر تبشیر و انذار کے لئے آتے ہیں، چنانچہ اس رکوع کے شروع میں وَأَنْذِرْ بِهِ الَّذِينَ يَخَافُونَ..... الخ سے شان انذار کا استعمال تھا۔ اب مومنین کے حق میں شان تبشیر کا اظہار ہے یعنی مومنین کو کامل سلامتی اور رحمت و مغفرت کی بشارت سنا دیجئے تاکہ ان غریبوں کا دل بڑھے اور دولت مند متکبرین کے طعن و تشنیع اور تحقیر آمیز برتاؤ سے شکستہ خاطر نہ رہیں۔ اسی لئے ہم احکام و آیات تفصیل سے بیان کرتے ہیں نیز اس لئے کہ مومنین کے مقابلہ میں مجرمین کا طریقہ بھی واضح ہو جائے (تنبیہ) یہ جو فرمایا کہ ”جو کوئی کرے تم میں سے برائی ناواقفیت سے“ اس سے شاید یہ غرض ہو کہ مومن جو برائی یا معصیت کرتا ہے خواہ نادانستہ ہو یا جان بوجھ کر، وہ فی الحقیقت اس برائی اور گناہ کے انجام بد سے ایک حد تک ناواقف اور بے خبر ہی ہو کر کرتا ہے اگر گناہ کے تباہ کن نتائج کا پوری طرح اندازہ استحضار ہو تو کون شخص ہے جو اس پر اقدام کی جرأت کرے گا۔

قَدْ ضَلَّكَ إِذَا وَمَا أَنَا مِنَ الْمُهْتَدِينَ ﴿۵۳﴾ قُلْ

بیشک اب تو میں بہک جاؤں گا اور نہ رہوں گا ہدایت پانے والوں میں ♦ تو کہہ دے

إِنِّي عَلَىٰ بَيِّنَةٍ مِّنْ رَبِّي وَكَذَّبْتُمْ بِهِ مَا عِنْدِي

کہ مجھ کو شہادت پہنچی میرے رب کی اور تم نے اس کو جھٹلایا ♦ میرے پاس نہیں

مَا تَسْتَعْجِلُونَ بِهِ إِنَّ الْحُكْمُ لِلَّهِ يَقْضُ الْحَقَّ

جس چیز کی تم جلدی کر رہے ہو ♦ حکم کسی کا نہیں سوا اللہ کے بیان کرتا ہے حق بات

وَهُوَ خَيْرُ الْفَاصِلِينَ ﴿۵۴﴾ قُلْ لَوْ أَنَّ عِنْدِي مَا

اور وہ سب سے اچھا فیصلہ کرنے والا ہے تو کہہ اگر ہوتی میرے پاس وہ چیز

تَسْتَعْجِلُونَ بِهِ لَفُضِيَ الْأَمْرُ بَيْنِي وَبَيْنَكُمْ ط

جس کی تم جلدی کر رہے ہو تو طے ہو چکا ہوتا جھگڑا ♦ درمیان میرے اور درمیان تمہارے

وَاللَّهُ أَعْلَمُ بِالظَّالِمِينَ ﴿۵۵﴾ وَعِنْدَهُ مَفَاتِحُ الْغَيْبِ لَا

اور اللہ خوب جانتا ہے ظالموں کو اور اسی کے پاس کنجیاں ہیں غیب کی کہ

يَعْلَمُهَا إِلَّا هُوَ وَيَعْلَمُ مَا فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ ط

ان کو کوئی نہیں جانتا اس کے سوا اور وہ جانتا ہے جو کچھ جنگل اور دریا میں ہے

وَمَا تَسْقُطُ مِنْ وَرَقَةٍ إِلَّا يَعْلَمُهَا وَلَا حَبَّةٌ فِي

اور نہیں چھڑتا کوئی پتا مگر وہ جانتا ہے اس کو اور نہیں گرتا کوئی دانہ

ظُلْمَتِ الْأَرْضِ وَلَا رَطْبٍ وَلَا يَابِسٍ إِلَّا فِي

زمین کے اندھیروں میں اور نہ کوئی ہری چیز اور نہ کوئی سوکھی چیز مگر وہ سب

◆ **مشرکین کو انذار** | گذشتہ آیت میں وہ چیزیں بیان ہوئیں جو مومنین سے کہنے کے لائق ہیں۔ اس رکوع میں ان امور کا تذکرہ ہے جو مجرمین اور مکذبین کے حق میں قابل خطاب ہیں۔ یعنی آپ فرمادیتے تھے کہ میرا ضمیر، میری فطرت، میری عقل، میرا نور شہود اور وحی الہی جو مجھ پر اترتی ہے، یہ سب مجھ کو اس سے روکتے ہیں کہ میں توحید کامل کے جاہ سے ذرا بھی قدم ہٹاؤں۔ خواہ تم کتنے ہی حیلے اور تدبیریں کر دو میں کبھی تمہاری خوشی اور خواہش کی پیروی نہیں کر سکتا۔ بفرض محال اگر پیغمبر کسی معاملہ میں وحی الہی کو چھوڑ کر عوام کی خواہشات کا اتباع کرنے لگیں تو خدا نے جنہیں ہادی بنا کر بھیجا تھا معاذ اللہ وہ ہی خود بہک گئے، پھر ہدایت کا بیج دنیا میں کہاں رہ سکتا ہے۔

◆ یعنی میرے پاس خدا کی صاف و صریح شہادت اور واضح دلائل پہنچ چکیں، جن کے قبول سے سرمو انحراف نہیں کر سکتا۔ تم اس کو جھٹلاتے ہو تو اسکا انجام سوچ لو۔

◆ یعنی عذاب الہی۔ چنانچہ کفار کہتے تھے، "اللَّهُمَّ إِن كَانَ هَذَا هُوَ الْحَقُّ مِنْ عِنْدِكَ فَأَمْطِرْ عَلَيْنَا حِجَارَةً مِّنَ السَّمَاءِ أَوْ اُنزِلْنَا بِعَذَابٍ آئِينِمْ" (اگر یہ حق ہے جسکی ہم تکذیب کر رہے ہیں تو آپ آسمان سے ہم پر پتھروں کی بارش کر دیجئے یا ہم پر اور کوئی سخت عذاب بھیج دیجئے)

◆ **عذاب دینا اور فیصلہ کرنا رسول کا کام نہیں** | یعنی جس پر چاہے جب چاہے اور جس قسم کا چاہے عذاب بھیجے یا نہ بھیجے ویسے ہی توبہ کی توفیق مرحمت فرمادے، یہ سب اللہ کے قبضہ میں ہے۔ کسی کا حکم اور زور اس کے سوا نہیں چلتا۔ وہ دلائل و براہین کے ساتھ حق کو بیان کر دیتا ہے۔ پھر جو نہ مانیں ان کے متعلق بہترین فیصلہ کر نیوالا بھی وہ ہی ہے۔ اگر ان کا فیصلہ کرنا یا سزا دینا میرے قبضہ اختیار میں ہوتا اور یہ نزول عذاب میں جلدی چاہنے والے مجھ سے عذاب کا مطالبہ کرتے تو اب تک کبھی کا جھگڑا ختم ہو چکا ہوتا۔ یہ تو خدا ہی کے علم محیط، حکم عظیم، حکمت بالغہ اور قدرت کاملہ کا پرتو ہے کہ بے شمار مصالح و حکم کی رعایت کرتے ہوئے باوجود پوری طرح جاننے اور قدرت رکھنے کے ظالموں پر فوراً عذاب نازل نہیں کرتا۔ آئندہ آیات میں اس کے علم محیط اور قدرت کاملہ کا ذکر ہے تاکہ ثابت ہو کہ تاخیر عذاب جہل یا عجز کی بناء پر نہیں۔

كِتَابٍ مُّبِينٍ ﴿۵۹﴾ وَهُوَ الَّذِي يَتَوَفَّاكُم بِاللَّيْلِ وَ

کتاب مبین میں ہے ﴿۵۹﴾ اور وہی ہے کہ قبضہ میں لے لیتا ہے تم کو رات میں ﴿۵۹﴾ اور

يَعْلَمُ مَا جَرَحْتُم بِالنَّهَارِ ثُمَّ يَبْعَثُكُمْ فِيهِ

جانتا ہے جو کچھ کہ تم کر چکے ہو دن میں ﴿۶۰﴾ پھر تم کو اٹھا دیتا ہے اس میں

لِيُقِضَىٰ أَجَلٌ مُّسَمًّى، ثُمَّ إِلَيْهِ مَرْجِعُكُمْ ثُمَّ

تاکہ پورا ہو وہ وعدہ جو مقرر ہو چکا ہے ﴿۶۱﴾ پھر اسی کی طرف تم لوٹائے جاؤ گے

يُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ ﴿۶۰﴾ وَهُوَ الْقَاهِرُ فَوْقَ

خبر دے گا تم کو اس کی جو کچھ تم کرتے ہو ﴿۶۰﴾ اور وہی غالب ہے

عِبَادِهِ وَيُرْسِلُ عَلَيْكُمْ حَفَظَةً ۗ حَتَّىٰ إِذَا جَاءَ

اپنے بندوں پر اور بھیجتا ہے تم پر نگہبان ﴿۶۱﴾ یہاں تک کہ جب آ پہنچے

أَحَدَكُمْ الْمَوْتُ تَوَفَّتْهُ رُسُلُنَا وَهُمْ لَا يُفَرِّطُونَ ﴿۶۱﴾

تم میں سے کسی کو موت تو قبضہ میں لے لیتے ہیں اس کو ہمارے بھیجے ہوئے فرشتے ﴿۶۱﴾ اور وہ کوتاہی نہیں کرتے ﴿۶۱﴾

ثُمَّ رُدُّوْا إِلَى اللَّهِ مَوْلَاهُمُ الْحَقُّ ۗ أَلَا لَهُ الْحُكْمُ فَ

پھر پہنچائے جاویں گے اللہ کی طرف جو مالک ان کا ہے سچا ﴿۶۲﴾ سن رکھو حکم اسی کا ہے

وَهُوَ أَسْرَعُ الْحَسِيبِينَ ﴿۶۲﴾ قُلْ مَنْ يُنَجِّبُكُمْ مِّنْ

اور وہ بہت جلد حساب لینے والا ہے ﴿۶۲﴾ تو کہہ کون تم کو بچا لاتا ہے

ظُلُمَاتِ الْبَرِّ وَالْبَحْرِ تَدْعُوْنَهُ تَضَرُّعًا وَخُفْيَةً ۗ

جنگل کے اندھیروں سے اور دریا کے اندھیروں سے اس وقت میں کہ پکارتے ہو تم اس کو گڑگڑا کر اور چپکے سے

اللہ کا علم ازلی اور لوح محفوظ | یعنی لوح محفوظ میں ہے۔ لوح محفوظ میں جو چیز ہوگی وہ علم الہی میں پہلے ہوگی۔ اس اعتبار سے مضمون آیت کا حاصل یہ ہوا کہ عالم غیب و شہادت کی کوئی خشک وتر اور چھوٹی بڑی چیز حق تعالیٰ کے علم ازلی محیط سے خارج نہیں ہو سکتی۔ بناء علیہ ان ظالموں کے ظاہری و باطنی احوال اور انکی سزا دہی کے مناسب وقت و محل کا پورا پورا علم اسی کو ہے (تنبیہ) ”مفتاح“ کو جن علماء نے مفتوح المسم کی جمع قرار دیا ہے انہوں نے ”مفتاح الغیب“ کا ترجمہ ”غیب کے خزانوں“ سے کیا اور جن کے نزدیک مفتوح بکسر المیم کی جمع ہے وہ ”مفتاح الغیب“ کا ترجمہ مترجم رحمہ اللہ کے موافق کرتے ہیں، یعنی ”غیب کی کنجیاں“ مطلب یہ ہے کہ غیب کے خزانے اور ان کی کنجیاں صرف خدا کے ہاتھ میں ہیں۔ وہ ہی ان میں سے جس خزانہ کو جس وقت اور جس قدر چاہے کسی پر کھول سکتا ہے کسی کو یہ قدرت نہیں کہ اپنے حواس و عقل وغیرہ آلات و ادراک کے ذریعہ سے علوم غیبیہ تک رسائی پاسکے یا جتنے غیب اس پر منکشف کر دیئے گئے ہیں ان میں از خود اضافہ کر لے کیونکہ علوم غیبیہ کی کنجیاں اس کے ہاتھ میں نہیں دی گئیں۔ خواہ لاکھوں کروڑوں جزئیات و واقعات غیبیہ پر کسی بندے کو مطلع کر دیا گیا ہو۔ تاہم غیب کے اصول و کلیات کا علم جن کو ”مفتاح غیب“ کہنا چاہئے، حق تعالیٰ نے اپنے ہی لئے مخصوص رکھا ہے۔

معاد کا بیان | یعنی شب میں سوتے وقت ظاہری احساس و شعور باقی نہیں رہتا اور آدمی اپنے گرد و پیش بلکہ اپنے جسم کے احوال تک سے بھی بے خبر ہو جاتا ہے گویا اس وقت یہ قوتیں اس سے لے لی گئیں۔

یعنی دن میں جو کچھ چلنا پھرنا، نقل و حرکت اور کسب و اکتساب واقع ہوتا ہے وہ سب کامل تفصیل کے ساتھ خدا کے علم میں موجود ہے۔

یعنی اگر وہ چاہتا تو تم سوتے کے سوتے رہ جاتے لیکن موت کا وعدہ پورا ہونے تک ہر فیئد کے بعد تم کو بیدار کرتا رہتا ہے۔

اعمال کی نگرانی | دن میں کاروبار کر کے رات کو سونا، پھر سو کر اٹھنا یہ روزمرہ کا سلسلہ ایک چھوٹا سا نمونہ ہے، دنیا کی زندگی پھر موت پھر دوبارہ زندہ کئے جانے کا۔ اسی لئے نیند اور بیداری کے تذکرہ کے ساتھ ”مسئلہ معاد“ پر متنبہ کر دیا گیا۔

یعنی وہ فرشتے جو تمہاری اور تمہارے اعمال کی نگہداشت کرتے ہیں۔

یعنی جو فرشتے روح قبض کرنے کے لئے بھیجے جاتے ہیں۔

یعنی جس وقت اور جس طرح جان نکالنے کا حکم ہوتا ہے اس میں وہ کسی طرح کی رعایت یا کوتاہی نہیں کرتے۔

یعنی ایک لحظہ میں آدمی کی عمر بھر کی بھلائی برائی واضح کر دے۔

لَيْنُ أَنْجَدْنَا مِنْ هَذِهِ لَنَكُونَنَّ مِنَ الشَّاكِرِينَ ﴿٦٣﴾

کہ اگر ہم کو بچالیوے اس بلا سے تو اللہ ہم ضرور احسان مانیں گے

قُلِ اللَّهُ يُنَجِّبُكُم مِّنْهَا وَمِنْ كُلِّ كَرْبٍ ثُمَّ أَنْتُمْ

تو کہہ دے اللہ تم کو بچاتا ہے اس سے اور ہر سختی سے پھر بھی تم

تَشْرِكُونَ ﴿٦٤﴾ قُلْ هُوَ الْقَادِرُ عَلَىٰ أَنْ يَبْعَثَ عَلَيْكُمْ

شرک کرتے ہو تو کہہ اسی کو قدرت ہے اس پر کہ بھیجے تم پر

عَذَابًا مِّنْ فَوْقِكُمْ أَوْ مِنْ تَحْتِ أَرْجُلِكُمْ أَوْ يَلْبَسَكُمْ

عذاب اوپر سے یا تمہارے پاؤں کے نیچے سے یا بھڑادے تم کو

شَيْعًا وَيُذِيقَ بَعْضَكُمْ بَأْسَ بَعْضٍ ۗ أَنْظُرْ كَيْفَ

مختلف فرتے کر کے اور چکھادے ایک کو لڑائی ایک کی دیکھ کس کس طرح سے

نُصِرْفُ الْآيَاتِ لَعَلَّهُمْ يَفْقَهُونَ ﴿٦٥﴾ وَكَذَّبَ بِهِ

ہم بیان کرتے ہیں آیتوں کو تاکہ وہ سمجھ جاویں اور اس کو جھوٹ بتلایا

قَوْمَكَ وَهُوَ الْحَقُّ ۗ قُلْ لَسْتُ عَلَيْكُمْ بِوَكِيلٍ ﴿٦٦﴾

تیری قوم نے حالانکہ وہ حق ہے تو کہہ دے کہ میں نہیں تم پر داروغہ

لِكُلِّ نَبِيٍّ مُّسْتَقَرٌّ وَسَوْفَ تَعْلَمُونَ ﴿٦٦﴾ وَإِذَا رَأَيْتَ

ہر ایک خبر کا ایک وقت مقرر ہے اور قریب ہے کہ اس کو جان لو گے اور جب تو دیکھے

الذَّالِمِينَ يُخْضَعُونَ فِي آيَاتِنَا فَأَعْرِضْ عَنْهُمْ حَتَّىٰ

ان لوگوں کو کہ جھگڑتے ہیں ہماری آیتوں میں تو ان سے کنارہ کر یہاں تک

◆ **مشرکین کی ناشکری** | یعنی حق تعالیٰ باوجود علم محیط اور قدرت کاملہ کے جس کا بیان اوپر ہوا، تمہاری بد اعمالیوں اور شرارتوں کی سزا فوراً نہیں دیتا۔ بلکہ جب مصائب و شدائد کی اندھیروں میں پھنس کر تم اس کو عاجزی سے پکارتے ہو اور پختہ وعدے کرتے ہو کہ اس مصیبت سے نکلنے کے بعد کبھی شرارت نہ کریں گے اور ہمیشہ احسان کو یاد رکھیں گے، تو بسا اوقات تمہاری دشگیری کر کے ان مہالک اور ہر قسم کی سختیوں سے نجات دے دیتا ہے لیکن تم پھر بھی اپنے وعدہ پر قائم نہیں رہتے اور مصیبت سے آزاد ہوتے ہی بغاوت شروع کر دیتے ہو۔

◆ یعنی خدا کے امہال و درگزر کو دیکھ کر مامون اور بے فکر نہ ہونا چاہئے۔ جس طرح وہ شدائد و مصائب سے نجات دے سکتا ہے۔ اسے یہ بھی قدرت ہے کہ کسی قسم کا عذاب تم پر مسلط کر دے۔

◆ **پچھلی امتوں اور اس امت کے عذاب میں فرق** | اس میں عذاب کی تین قسمیں بیان فرمائیں (۱) جو اوپر سے آئے، جیسے پتھر برسنا یا طوفانی ہوا اور بارش (۲) جو پاؤں کے نیچے سے آئے، جیسے زلزلہ یا سیلاب وغیرہ یہ دونوں خارجی اور بیرونی عذاب ہیں۔ جو اگلی قوموں پر مسلط کئے گئے۔ حضور ﷺ کی دعا سے اس امت کو اس قسم کے عام عذاب سے محفوظ کر دیا گیا ہے یعنی اس قسم کا عام عذاب جو گذشتہ اقوام کی طرح اس امت کا استیصال کر دے نازل نہ ہوگا۔ جزئی اور خصوصی واقعات اگر پیش آئیں تو اس کی نفی نہیں۔ ہاں تیسری قسم عذاب کی جسے اندرونی اور داخلی عذاب کہنا چاہئے اس امت کے حق میں باقی رہی ہے اور وہ پارٹی بندی، باہمی جنگ و جدل اور آپس کی خونریزی کا عذاب ہے۔ موضح القرآن میں ہے کہ قرآن شریف میں اکثر کافروں کو عذاب کا وعدہ دیا۔ یہاں کھول دیا کہ عذاب وہ بھی ہے جو اگلی امتوں پر آیا آسمان سے یا زمین سے اور یہ بھی ہے کہ آدمیوں کو آپس میں لڑا دے اور ان کو قتل یا قید یا ذلیل کرے، حضرت نے سمجھ لیا کہ اس امت پر یہ ہی ہوگا، اکثر ”عذاب الیم“ اور ”عذاب مہین“ اور ”عذاب شدید“ اور ”عذاب عظیم“ ان ہی باتوں کو فرمایا ہے اور آخرت کا عذاب بھی ہے ان پر جو کافر ہی مرے۔

◆ یعنی قرآن کو یا عذاب کے آنے کو۔ کیونکہ وہ سمجھتے تھے کہ یہ سب جھوٹی دھمکیاں ہیں، عذاب وغیرہ کچھ نہیں آتا۔

◆ یعنی میرا یہ منصب نہیں کہ تمہاری تکذیب پر وہ عذاب نازل کر دوں یا اسکے وقت اور نوعیت وغیرہ کی تفصیل بتلاؤں میرا کام صرف باخبر اور متنبہ کر دینا ہے۔ آگے ہر چیز کے وقوع کا علم الہی میں ایک وقت مقرر ہے۔ جب وقت آ جائے گا تم خود جان لو گے کہ میں جس چیز سے ڈراتا تھا وہ کہاں تک سچ ہے۔

يَخُوضُونَ فِي حَدِيثٍ غَيْرِهِ ؕ وَإِمَّا يُنسِيكَ

اور اگر بھلا دے تجھ کو

کہ مشغول ہو جاویں کسی اور بات میں

الشَّيْطَانُ فَلَا تَقْعُدُ بَعْدَ الذِّكْرِى مَعَ الْقَوْمِ الظَّالِمِينَ ﴿٦٨﴾

ظالموں کے ساتھ

تو مت بیٹھ یاد آنے کے بعد

شیطان

وَمَا عَلَى الَّذِينَ يَتَّقُونَ مِنْ حِسَابِهِمْ مِنْ شَيْءٍ

کوئی چیز

بھگڑنے والوں کے حساب میں سے

اور پرہیزگاروں پر نہیں ہے

وَلَكِنْ ذَكَرْهُمْ لَعَلَّهُمْ يَتَّقُونَ ﴿٦٩﴾ وَذَرِ الَّذِينَ

اور چھوڑ دے ان کو جنہوں نے

تاکہ وہ ڈریں

لیکن ان کے ذمہ نصیحت کرنی ہے

اتَّخَذُوا دِينَهُمْ لَعِبًا وَلَهْوًا وَغَرَّتْهُمُ الْحَيَاةُ

اور دھوکا دیا ان کو دنیا کی زندگی نے

کھیل اور تماشا

بنارکھا ہے اپنے دین کو

الدُّنْيَا وَذَكَرِيَّهٖٓ أَنْ تُسَلَّ نَفْسٌ بِمَا كَسَبَتْ

اپنے کئے میں

تاکہ گرفتار نہ ہو جاوے کوئی

اور نصیحت کران کو قرآن سے

لَيْسَ لَهَا مِنْ دُونِ اللَّهِ وَلِيٌّ وَلَا شَفِيعٌ ۗ وَإِنْ

اور اگر

اور نہ سفارش کرنے والا

کہ نہ ہو اس کے لئے اللہ کے سوا کوئی حمایتی

تَعْدِلُ كُلُّ عَدْلٍ لَّا يُؤْخَذُ مِنْهَا ؕ أُولَٰئِكَ الَّذِينَ

وہی لوگ ہیں جو

تو قبول نہ ہوں اس سے

بدلے میں دے سارے بدلے

أَبْسَلُوا بِمَا كَسَبُوا ۗ لَهُمْ شَرَابٌ مِّنْ حَمِيمٍ وَعَذَابٌ

اور عذاب ہے

ان کو پینا ہے گرم پانی

گرفتار ہوئے اپنے کئے میں

◆ استہزاء کرنے والوں کے ساتھ مست بیٹھو یعنی جو لوگ آیات اللہ پر طعن و استہزاء اور ناحق کی نکتہ چینی میں مشغول ہو کر اپنے کو مستحق عذاب بنا رہے ہیں تم ان سے خلط ملط نہ رکھو کہیں تم بھی ان کے زمرہ میں داخل ہو کر مورد عذاب نہ بن جاؤ۔ جیسا کہ دوسری جگہ فرمایا "إِنَّكُمْ إِذَا مَاتَلْتُمْ" ایک مومن کی غیرت کا تقاضا یہ ہونا چاہئے کہ ایسی مجلس سے بیزار ہو کر کنارہ کرے اور کبھی بھول کر شریک ہو یا تو یاد آنے کے بعد فوراً وہاں سے اٹھ جائے۔ اسی میں اپنی عاقبت کی درستی، دین کی سلامتی اور طعن و استہزاء کرنے والوں کے لئے عملی نصیحت اور تنبیہ ہے۔

◆ اس کے دو معنی ہو سکتے ہیں۔ یعنی اگر پرہیزگار لوگ جھگڑنے اور طعن کرنے والوں کی مجلس سے اٹھ کر چلے آئے تو طاعنین کے گمراہی میں پڑنے کا کوئی مواخذہ اور ضرر ان متیقین پر عائد نہیں ہو سکتا۔ ہاں ان کے ذمہ بقدر استطاعت اور حسب موقع نصیحت کرتے رہنا ہے۔ شاید وہ بد بخت نصیحت سنی کر اپنے انجام سے ڈر جائیں، یا یہ مطلب ہے کہ پرہیزگار اور محتاط لوگوں کو اگر کسی واقعی معتد بہ دینی یا دنیوی ضرورت سے ایسی مجلس میں جانے کا اتفاق ہو جائے تو ان کے حق میں طاعنین کے گناہ اور باز پرس کا کوئی اثر نہیں پہنچتا۔ ہاں ان کے ذمہ بشرط قدرت نصیحت کو دینا ہے۔ ممکن ہے کسی وقت ان پر بھی نصیحت کا اثر پڑ جائے۔

◆ یعنی اپنے اس دین کو جس کا قبول کرنا اس کے ذمہ فرض تھا، اور وہ مذہب اسلام ہے۔

◆ دنیا کی لذتوں میں مست ہو کر عاقبت کو بھلا بیٹھے۔

◆ یعنی ایسے لوگوں کو جو تکذیب و استہزاء کی کثرت میں پکڑے گئے ہوں نہ کوئی حمایتی ملے گا جو مدد کر کے زبردستی عذاب الہی سے چھڑالے اور نہ کوئی سفارش کر نیوالا ہوگا جو سستی و سفارش سے کام نکال دے اور نہ کسی قسم کا فدیہ اور معاوضہ قبول کیا جائے گا۔ اگر بالفرض ایک مجرم دنیا بھر کے معاوضے دے کر ٹھونٹا چاہے تو نہ پھوٹ سکے گا۔

الْيَوْمَ بِمَا كَانُوا يَكْفُرُونَ ﴿٤٠﴾ قُلْ اَدْعُوا مِنْ دُونِ

ورد تاک بد لے میں کفر کے ﴿﴾ تو کہہ دے کیا ہم پکاریں اللہ کے سوا

اللَّهُ مَا لَا يَنْفَعُنَا وَلَا يَضُرُّنَا وَنُرَدُّ عَلَىٰ أَعْقَابِنَا

ان کو جو نہ نفع پہنچا سکیں ہم کو اور نہ نقصان اور کیا پھر جاویں ہم اٹلے پاؤں

بَعْدَ إِذْ هَدَيْنَا اللَّهُ كَالَّذِي اسْتَهْوَتْهُ الشَّيَاطِينُ

اس کے بعد کہ اللہ سیدھی راہ دکھا چکا ہم کو مثل اس شخص کے کہ رستہ بھلا دیا ہو اس کو جنوں نے

فِي الْأَرْضِ حَيْرَانَ ۚ لَهُ أَصْحَابٌ يَدْعُونَهُ إِلَىٰ

جنگل میں جب کہ وہ حیران ہے اس کے رفیق بلا تے ہیں اس کو

الْهُدَىٰ ۚ ائْتِنَا ۚ قُلْ إِنَّ هُدَىٰ اللَّهِ هُوَ الْهُدَىٰ ۚ

رستہ کی طرف کہ چلا آمارے پاس ﴿﴾ تو کہہ دے کہ اللہ نے جو راہ بتلائی وہی سیدھی راہ ہے ﴿﴾

وَأْمُرْنَا لِنُسَلِّمَ لِرَبِّ الْعَالَمِينَ ﴿٤١﴾ ۚ وَإِنْ أَقِيمُوا

اور ہم کو حکم ہوا ہے کہ تابع رہیں پروردگار عالم کے اور یہ کہ قائم رکھو

الصَّلَاةَ وَاتَّقُوا ۚ وَهُوَ الَّذِي إِلَيْهِ تُحْشَرُونَ ﴿٤٢﴾

نماز کو اور ڈرتے رہو اللہ سے اور وہی ہے جس کے سامنے تم سب اکٹھے ہو گے

وَهُوَ الَّذِي خَلَقَ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ بِالْحَقِّ ۚ

اور وہی ہے جس نے پیدا کیا آسمانوں اور زمین کو ٹھیک طور پر

◆ گذشتہ آیت میں خاص اس مجلس سے کنارہ کشی کا حکم تھا جہاں آیات اللہ کے متعلق طعن و استہزاء اور ناحق کے جھگڑے کئے جا رہے ہوں اس آیت میں ایسے لوگوں کی عام مجالست و صحبت ترک کر دینے کا ارشاد ہے مگر ساتھ ہی حکم ہے کہ ان کو نصیحت کر دیا کرو تا کہ وہ اپنے کئے کے انجام سے آگاہ ہو جائیں۔

◆ **مسلمان کی شان** | یعنی مسلمان کی شان یہ ہے کہ گمراہوں کو نصیحت کر کے سیدھی راہ پر لائے اور جو خدا سے بھاگ کر غیر اللہ کی چوکھٹ پر سر رکھے ہوئے ہیں ان کو خدائے واحد کے سامنے سر بسجود کرنے کی فکر کرے۔ اس سے یہ توقع رکھنا فضول ہے کہ وہ خدا کے سوا کسی ایسی ہستی کے آگے سر جھکائے گا جس کے قبضہ میں نہ نفع ہے نہ نقصان۔ یا اہل باطل کی صحبت میں رہ کر توحید و ایمان کی صاف سڑک چھوڑ دے گا اور شرک کی بھول بھلیوں کی طرف اٹنے پاؤں پھرے گا۔ اگر معاذ اللہ ایسا ہو تو اسکی مثال اس مسافر کی سی ہوگی جو اپنے راہ جاننے والے رفقاء کے ساتھ جنگل میں سفر کر رہا تھا کہ ناگاہ غول بیابانی (خبیث جنات) نے اسے بہکا کر راستہ سے الگ کر دیا۔ وہ چاروں طرف بھٹکتا پھرتا ہے اور اسکے رفقاء ازراہ خیر خواہی اسے آوازیں دے رہے ہیں کہ ادھر آؤ راستہ اس طرف ہے مگر وہ حیران و مضبوط الحواس ہو کر نہ کچھ سمجھتا ہے نہ ادھر آتا ہے۔ اسی طرح سمجھ لو کہ مسافر آخرت کے لئے سیدھی راہ اسلام و توحید کی ہے اور جن کی رفاقت و معیت میں یہ سفر طے ہوتا ہے وہ پیغمبر اور اسکے تبعین ہیں۔ جب یہ بد بخت شیاطین و مصلین کے نیچہ میں پھنس کر صحرائے ضلالت میں بھٹکتا پھرتا ہے اس کے ہادی اور رفقاء ازراہ ہمدردی جادہ حق کی طرف بلا رہے ہیں مگر یہ نہ کچھ سنتا ہے نہ سمجھتا ہے۔ تو اے گروہ اشرار کیا تمہاری یہ غرض ہے کہ ہم اپنی ایسی مثال بنالیں۔ یہ آیت ان مشرکین کے جواب میں اتری ہے جنہوں نے مسلمانوں سے ترک اسلام کی درخواست کی تھی۔

◆ ہم سے یہ امید مت رکھو کہ اسے چھوڑ کر ہم شیطان کی بتلائی ہوئی راہوں پر چلیں گے۔

وَيَوْمَ يَقُولُ كُنْ فَيَكُونُ ۗ قَوْلُهُ الْحَقُّ ۗ وَلَهُ

اور جس دن کہے گا کہ ہو جا ♦ تو وہ ہو جائے گا اس کی بات سچی ہے اور اسی

الْمَلِكُ يَوْمَ يَنْفَخُ فِي الصُّورِ ۗ عَلِيمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ ۗ

کی سلطنت ہے جس دن پھونکا جائے گا صور ♦ جاننے والا چھپی اور کھلی باتوں کا

وَهُوَ الْحَكِيمُ الْخَبِيرُ ﴿۴۳﴾ ۗ إِذْ قَالَ إِبْرَاهِيمُ لِأَبِيهِ

اور وہی ہے حکمت والا جاننے والا ♦ اور یاد کر جب کہا ابراہیم نے اپنے باپ

أَزْرَأْتَنِي أَخْتِنًا مِمَّا آتَتْهُ إِيَّيَآءَ رَبِّكَ وَتُومَكَ

آزر کو ♦ تو کیا مانتا ہے بتوں کو خدا میں دیکھتا ہوں کہ تو اور تیری قوم

فِي ضَلَالٍ مُّبِينٍ ﴿۴۴﴾ ۗ وَكَذَلِكَ نُرِي إِبْرَاهِيمَ

صریح گمراہ ہیں ♦ اور اسی طرح ہم دکھانے لگے ابراہیم کو

مَلَكَوتَ السَّمٰوٰتِ وَالأَرْضِ وَلِيَكُوْنَ مِنْ

عجاibat آسمانوں اور زمین کے اور تاکہ اس کو

الْمُوقِنِينَ ﴿۴۵﴾ ۗ فَلَمَّا جَنَّ عَلَيْهِ اللَّيْلُ رَأَى كَوْكَبًا

یقین آ جاوے ♦ پھر جب اندھیرا کر لیا اس پر رات نے دیکھا اس نے ایک ستارہ

♦ یعنی حشر ہو جا۔

♦ یعنی اس روز ظاہری اور مجازی طور پر بھی خدا کے سوا کسی کی سلطنت نہ رہے گی۔ لَعْنَةُ الْمَلِكِ الْيَوْمَ لِلَّهِ الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ۔

♦ جو خدا یہ صفات رکھتا ہے جن کا ذکر ان دو تین آیات میں ہوا، وہ ہی اس لائق ہے کہ ہم اس کے تابع فرمان ہوں، اسکے سامنے انتہائی

عبودیت اختیار کریں اور ہر آن اس سے ڈرتے رہیں۔ اسی کا ہم کو حکم ہوا ہے جس سے ہم کسی حال میں نہیں موڑ سکتے۔

♦ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا واقعہ گذشتہ آیات میں جو توحید کا اثبات، شرک کی نفی اور مسلمانوں کے ارتداد سے مایوس کیا

گیا تھا۔ یہاں موجد اعظم حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے واقعہ سے اسی کی تاکید مقصود ہے اور ضمناً مسلمانوں کو یہ بھی سمجھانا

ہے کہ مکذبین و معاندین کو کس طرح نصیحت و لہمائش کی جائے۔ کس طرح ان سے علیحدگی اور بیزاری کا اظہار ہونا چاہئے اور کس

طرح ایک مومن قانت کو خدا پر اور صرف اکیلے خدا پر بھروسہ رکھنا، اسی سے ڈرنا اور اسی کا تابع فرمان ہونا چاہئے۔

◆ حضرت ابراہیم کے باپ کا نام علمائے انساب نے حضرت ابراہیم کے باپ کا نام "تارخ" لکھا ہے۔ ممکن ہے "تارخ" نام اور "آزر" لقب ہو۔ ابن کثیر نے مجاہد وغیرہ سے نقل کیا ہے کہ "آزر" بت کا نام تھا، شاید اس بت کی خدمت میں زیادہ رہنے سے خود اس کا لقب آزر پڑ گیا ہو۔ واللہ اعلم۔

◆ اس سے زیادہ صریح و صاف گمراہی کیا ہوگی کہ اکرم المخلوقات "انسان" اپنے ہاتھ سے تراشے پتھروں کو خدائی کا درجہ دیکر ان کے سامنے سر بسجود ہو جائے اور انہی سے مرادیں مانگنے لگے۔

◆ حضرت ابراہیم کو کائنات کے عجائبات کا علم یعنی جس طرح بت پرستی کی شاعت و قبح ہم نے ابراہیم پر ظاہر کر کے اس کی قوم کو قائل کیا اسی طرح علویات و سفلیات کے نہایت محکم اور عجیب و غریب نظام ترکیبی کی گہرائیوں پر بھی اس کو مطلع کر دیا تا کہ اسے دیکھ کر خدا تعالیٰ کے وجود و وحدانیت وغیرہ پر اور تمام مخلوقات سماوی و ارضی کے محکومانہ عجز و بیچارگی پر استدلال اور اپنی قوم کے عقیدہ کو اکب پرستی و بیباکل سازی کو علی وجہ البصیرت رد کر سکے اور خود بھی حق یقین کے اعلیٰ مرتبہ پر فائز ہو۔ بلاشبہ عالم کا یہ اکمل و احکم اور بہترین نظم و نسق ہی ایسی چیز ہے جسے دیکھ کر بالبداہت اقرار کرنا پڑتا ہے کہ اس عظیم الشان مشین کا بنانے اور چلانے والا، اس کے پرزوں کو نہایت مضبوط ترتیب و سلیقہ سے جوڑنے والا اور ہزاروں لاکھوں برس سے ایک ہی انداز پر اس کی حفاظت کرنے والا، بڑا زبردست حکیم و قدیر صانع ہے جس کے حکیمانہ تصرف اور نفوذ و اقتدار سے مشین کا کوئی چھوٹا بڑا پرزہ باہر نہیں جا سکتا۔ یہ کام یونہی بخت و اتفاق یا بے شعور طبیعت یا اندھے بہرے مادہ سے نہیں ہو سکتا۔ یورپ کا مشہور و معروف حکیم نیوٹن کہتا ہے کہ کوکب کی حرکات حالیہ ممکن نہیں کہ محض عام قوتِ جاذبہ کے فعل کا نتیجہ ہوں۔ یہ قوتِ جاذبہ تو کوکب کو شمس کی طرف دھکیلتی ہے۔ اس لئے کوکب کو سورج کے گرد حرکت دینے والا ضروری ہے کوئی خدائی ہاتھ ہو۔ جو باوجود قوتِ جاذبہ کی عام کشش کے ان کو اپنے مدارات پر قائم رکھ سکے۔ کوئی سببِ طبیعی ایسا نہیں بتلایا جاسکتا جس نے تمام کوکب کو کھلی فضا میں جکڑ بند کر دیا ہے کہ وہ سب سورج کے گرد چکر لگاتے وقت ہمیشہ معین مدارات پر اور ایک خاص جہت ہی میں حرکت کریں جس میں کبھی تخلف نہ ہو۔ پھر کوکب کی حرکات اور درجاتِ سرعت میں ان کی اور سورج کی درمیانی مسافت کو ملحوظ رکھتے ہوئے جو دقیق تناسب اور عمیق توازن قائم رکھا گیا ہے کوئی سببِ طبیعی نہیں جس سے ہم ان منظم و محفوظ نواہیس کو وابستہ کر سکیں۔ ناچار اقرار کرنا پڑتا ہے کہ یہ سارا نظام کسی ایسے زبردست حکیم و عظیم کے ماتحت ہے جو ان تمام اجرام سماویہ کے مواد اور ان کی کمیات سے پورا پورا واقف ہے۔ وہ جانتا ہے کہ کس مادہ کی کس قدر مقدار سے کتنی قوتِ جاذبہ صادر ہوگی۔ اسی نے اپنے زبردست اندازہ سے کوکب اور شمس کے درمیان مختلف مسافتیں اور حرکت کے مختلف مدارج مقرر کئے ہیں کہ ایک کا دوسرے سے تصادم و تزامن نہ ہو اور عالم ٹکرا کر تباہ نہ ہو جائے۔ ہر چھوٹا بڑا سیارہ نہایت مضبوط نظام کے ماتحت معین وقت پر طلوع و غروب ہوتا ہے جب کوئی سیارہ غروب ہو کر دنیا کو اپنے اس فیض و تاثیر سے محروم کر دے جو طلوع کے وقت حاصل تھا تو نہ اس ستارہ کی اور نہ کسی مخلوق کی قدرت میں ہے کہ ایک منٹ کے لئے اسے واپس لے آئے یا غروب سے روک دے۔ یہ رب العالمین ہی کی شان ہے کہ کسی وقت بھی کسی قسم کے افاضہ سے عاجز نہیں والشَّمْسُ تَجْرِي لِمُسْتَقَرٍّ لَهَا ذَلِكَ تَقْدِيرُ الْعَزِيزِ الْعَلِيمِ وَالْقَمَرَ قَدْرَهُ مَنَازِلَ حَتَّىٰ عَادَ كَالْعُرْجُونِ الْقَدِيمِ لَا الشَّمْسُ يَنْبَغِي لَهَا أَنْ تُدْرِكَ الْقَمَرَ وَلَا اللَّيْلُ سَابِقُ النَّهَارِ وَكُلٌّ فِي فَلَكٍ يَسْبَحُونَ (یس رکوع ۳۷) یہ علویات کا حال ہے تو سفلیات کا اسی سے اندازہ کر لو۔ یہ ہی تکوینی عجائب اور ملکوت السموات والارض ہیں جن کے دیکھنے سے ابراہیم علیہ السلام کی زبان پر "لَا أُحِبُّ الْاَفْلَاقِينَ" اور انہی وَجْهَتْ وَجْهِي لِلَّذِي فَطَرَ..... الخ بے ساختہ جاری ہو گیا جو اگلی آیات میں مذکور ہے (کما تدل علیہ الفاء فی قولہ تعالیٰ فَلَمَّا جَنَّ..... الخ)

قَالَ هَذَا رَبِّي ۚ فَلَمَّا أَفَلَ قَالَ لَا أُحِبُّ

بولایا ہے رب میرا پھر جب وہ غائب ہو گیا تو بولا میں پسند نہیں کرتا

الْأَفْلِينَ ﴿۴۶﴾ فَلَمَّا رَأَى الْقَمَرَ بَازِعًا قَالَ هَذَا رَبِّي ۚ

غائب ہو جانے والوں کو پھر جب دیکھا چاند چمکتا ہوا بولا یہ ہے رب میرا

فَلَمَّا أَفَلَ قَالَ لَئِن لَّمْ يَهْدِنِي رَبِّي لَأَكُونَنَّ

پھر جب وہ غائب ہو گیا بولا اگر نہ ہدایت کرے گا مجھ کو رب میرا تو بیشک میں رہوں گا

مِنَ الْقَوْمِ الضَّالِّينَ ﴿۴۷﴾ فَلَمَّا رَأَى الشَّمْسَ بَازِعَةً

گمراہ لوگوں میں پھر جب دیکھا سورج جھلکتا ہوا

قَالَ هَذَا رَبِّي هَذَا أَكْبَرُ ۚ فَلَمَّا أَفَلَتْ قَالَ

بولایا ہے رب میرا یہ سب سے بڑا ہے پھر جب وہ غائب ہو گیا بولا

يَقَوْمِ إِنِّي بُرِّئُ مِمَّا تَشْرِكُونَ ﴿۴۸﴾ إِنِّي وَجَّهْتُ

اے میری قوم میں بیزار ہوں ان سے جن کو تم شریک کرتے ہو میں نے متوجہ کر لیا

وَجْهِيَ لِلَّذِي فَطَرَ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ حَنِيفًا

اپنے منہ کو اسی کی طرف جس نے بنائے آسمان اور زمین سب سے یکسو ہو کر

وَمَا أَنَا مِنَ الْمُشْرِكِينَ ﴿۴۹﴾ وَحَاجَّةٌ ط قَالَ

اور میں نہیں ہوں شرک کرنے والا اور اس سے جھگڑا کیا اس کی قوم نے بولا

أَنْتَ حَاجُّونِي فِي اللَّهِ وَقَدْ هَدَا ب ۖ وَلَا أَخَافُ مَا

کیا تم مجھ سے جھگڑا کرتے ہو اللہ کے ایک ہونے میں اور وہ مجھ کو سمجھا چکا اور میں ڈرتا نہیں ہوں ان سے جن کو

◆ حضرت ابراہیم کا نجوم سے توحید پر استدلال | کہ انہیں اپنا رب بنا لوں۔ کیا ایک مجبور قیدی اور بیگاری کو شہنشاہی کے تخت پر بٹھلانا کوئی پسند کر سکتا ہے۔ باقی ابراہیم علیہ السلام کا ہذا ذرا بتی کہنایا تو استفہام انکاری کے لہجہ میں ہے یعنی کیا یہ ہے رب میرا؟ اور یا بطریق تمہکم و تکبیت ہے۔ یعنی یہ ہے رب میرا تمہارے عقیدہ اور گمان کے موافق جیسے موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا وَ اَنْظُرْ اِلَى الْاِلٰهِكِ الَّذِیْ ظَلَمْتَ عَلَيْهِ عَاكِفًا اٰی فِیْ زَعْمِكِ اس کے سوا مفسرین کے اور اقوال بھی ہیں۔ مگر ہمارے خیال میں یہ ہی راجح ہے۔ واللہ اعلم۔

◆ چاند چونکہ بہت حسین اور چمکدار سیارہ ہے۔ اگر خدا دیکھیری نہ فرمائے تو بیشک انسان اسی کی چمک دمک پر مفتون ہو کر رہ جائے۔

◆ یعنی نظام فلکی میں سب سے بڑا اور سب سے زیادہ فیض رساں سیارہ ہے۔ شاید عالم مادی کی کوئی چیز اس کے بلا واسطہ یا بالواسطہ فیض تاثر سے مستغنی ہو۔

◆ یہ تو سب خدا کے مزدور ہیں جو وقت معین پر آتے اور چلے جاتے ہیں ایک منٹ کی تقدیم و تاخیر پر قادر نہیں پھر انکو خدائی کے حقوق میں شریک کرنا کس قدر گستاخی اور قابل نفرت فعل ہے۔

◆ یعنی ساری مخلوق سے یکسو ہو کر صرف خالق جل و علی کا دروازہ پکڑ لیا ہے جس کے قبضہ اقتدار میں سب علویات و سفلیات ہیں۔

◆ یعنی جس کو خدا سمجھا چکا اور ملکوت السموات والارض کی علی وجہ البصیرت سیر کر چکا کیا اس سے یہ امید رکھتے ہو کہ وہ تمہارے جھگڑنے اور بیہودہ جدل و بحث کرنے سے بہک جائے گا۔ کبھی نہیں۔

نُشْرِكُونَ بِهِ إِلَّا أَنْ يُشَاءَ رَبِّي شَيْئًا ۖ وَسِعَ رَبِّي

تم شریک کرتے ہو اس کا مگر میرا رب ہی کوئی تکلیف پہنچانی چاہے احاطہ کر لیا ہے میرے رب کے

كُلِّ شَيْءٍ عِلْمًا ۖ أَفَلَا تَتَذَكَّرُونَ ﴿۸۰﴾ وَكَيْفَ

علم نے سب چیزوں کا کیا تم نہیں سوچتے ♦ اور میں

أَخَافُ مَا أَشْرَكْتُمْ وَلَا تَخَافُونَ أَنْتُمْ أَشْرَكْتُمْ

کیونکہ ڈروں تمہارے شریکوں سے اور تم نہیں ڈرتے اس بات سے کہ شریک کرتے ہو

بِاللَّهِ مَا لَكُمْ يُنزِّلُ بِهِ عَلَيْكُمْ سُلْطَانًا ۖ فَأَيُّ

اللہ کا ان کو جس کی نہیں اتاری اس نے تم پر کوئی دلیل ♦ اب

الْفَرِيقَيْنِ أَحَقُّ بِالْأَمْنِ إِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُونَ ﴿۸۱﴾

دونوں فرقوں میں کون سچ ہے دلجمعی کا بولو اگر تم سمجھ رکھتے ہو

الَّذِينَ آمَنُوا وَلَمْ يَلْبِسُوا إِيمَانَهُمْ بِظُلْمٍ أُولَٰئِكَ

جو لوگ یقین لے آئے اور نہیں ملا دیا انہوں نے اپنے یقین میں کوئی نقصان انہی کے

لَهُمُ الْأَمْنُ وَهُمْ مُّهْتَدُونَ ﴿۸۲﴾ وَتِلْكَ جَنَّاتُنَا

واسطے ہے دلجمعی اور وہی ہیں سیدھی راہ پر ♦ اور یہ ہماری دلیل ہے

أَتَيْنَهَا إِبْرَاهِيمَ عَلَىٰ قَوْمِهِ ۖ نَرْفَعُ دَرَجَاتٍ مِّنْ نَّشَأٍ ۖ

کہ ہم نے وہی ابراہیم کو اس کی قوم کے مقابلہ میں درجے بلند کرتے ہیں ہم جس کے چاہیں

إِنَّ رَبَّكَ حَكِيمٌ عَلِيمٌ ﴿۸۳﴾ وَوَهَبْنَا لَهُ إِسْحَاقَ وَيَعْقُوبَ ۖ

تیرا رب حکمت والا ہے جاننے والا ♦ اور بخشا ہم نے ابراہیم کو اسحاق اور یعقوب

حضرت ابراہیم کی قوم کہتی تھی کہ تم جو ہمارے معبودوں کی توہین کرتے ہو۔ ڈرتے رہو کہیں اس کے وبال میں تم معاذ اللہ مجنون اور پاگل نہ بن جاؤ یا اور کسی مصیبت میں گرفتار ہو جاؤ۔ اسکا جواب دیا کہ میں ان سے کیا ڈرونگا جن کے ہاتھ میں نفع و نقصان اور تکلیف و راحت کچھ بھی نہیں۔ ہاں میرا پروردگار مجھے کوئی تکلیف پہنچانا چاہے تو اس سے دنیا میں کون مستثنیٰ ہے۔ وہ ہی اپنی علم محیط سے جانتا ہے کہ کس شخص کو کون کون حالات میں رکھنا مناسب ہوگا۔

یعنی میں تمہارے معبودوں سے کیوں ڈروں حالانکہ نہ انکے قبضہ میں نفع و ضرر ہے اور نہ تو حید کو اختیار کرنا کوئی جرم ہے جس سے اندیشہ ہو۔ ہاں تم خدا کے باغی اور مجرم بھی ہو اور خدا مالکِ نفع و ضرر بھی ہے لہذا تم کو اپنے جرائم کی سزا سے ڈرنا چاہئے۔

ظلم اور شرک | احادیث صحیحہ میں منقول ہے کہ نبی کریم ﷺ نے یہاں ظلم کی تفسیر شرک سے فرمائی جیسا کہ سورہ لقمان میں ہے **إِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيمٌ** گویا ظلم کی تنوین تعظیم کے لئے ہوئی تو حاصل مضمون یہ ہوگا کہ مامون و مہتدی صرف وہ ہی لوگ ہو سکتے ہیں جو یقین لائے اس طرح کہ اس میں شرک کی ملاوٹ بالکل نہ ہو، اگر خدا پر یقین رکھنے کے باوجود شرک کو نہ چھوڑا تو وہ نہ ایمان شرعی ہے نہ اس کے ذریعہ سے امن و ہدایت نصیب ہو سکتی ہے۔ وہو کہا قال **”وَمَا يُؤْمِنُ أَكْثَرُهُمْ بِاللَّهِ إِلَّا وَهُمْ مُشْرِكُونَ“** (یوسف، رکوع ۱۲) چونکہ ایمان و شرک کا جمع ہونا بظاہر مستبعد تھا اس لئے مترجم محقق قدس سرہ نے بغرض تسہیل و تفہیم ایمان کا ترجمہ یقین سے اور ظلم کا نقصان سے کیا جو لغت عرب کے عین مطابق ہے کما قولہ تعالیٰ **”لَمْ تُظْلَمُوا مِنْهُ شَيْئًا“** اور اس نقصان سے مراد شرک ہی لیا جائے گا جیسا کہ احادیث میں تصریح ہو چکی اور خود ظلم کلام میں لفظ نہیں اس کا قرینہ ہے اس کی مفصل تحقیق خود مترجم رحمہ اللہ مقدمہ میں فرما چکے ہیں وہاں دیکھ لیا جائے۔

یعنی ابراہیم علیہ السلام کو ایسی دلائل قاہرہ دیکران کی قوم پر غالب فرمانا اور دنیا و آخرت میں سر بلند کرنا اسی علیم و حکیم کا کام ہو سکتا ہے جو ہر شخص کی استعداد و قابلیت کو جانتا ہے اور اپنی حکمت سے ہر چیز کو اس کے مناسب موقع و مقام پر رکھتا ہے۔

كَلَّا هَدَيْنَاۙ وَنُوحًا هَدَيْنَا مِنْ قَبْلُ وَمِنْ ذُرِّيَّتِهِ دَاوُدَ

سب کو ہم نے ہدایت دی ♦ اور نوح کو ہدایت کی ہم نے ان سب سے پہلے ♦ اور اس کی اولاد میں سے داؤد

وَسُلَيْمَانَۙ وَآيُوبَ وَيُوسُفَ وَمُوسَىٰ وَهَارُونَ ۗ وَكَذٰلِكَ

اور سلیمان کو اور ایوب اور یوسف کو اور موسیٰ اور ہارون کو ♦ اور ہم اسی طرح

نَجَّيْنَاهُ الْمُحْسِنِينَ ۙ وَزَكَرِيَّا وَيَحْيَىٰ وَعِيسَىٰ وَإِلْيَاسَ

بدل دیا کرتے ہیں نیک کام والوں کو اور زکریا اور یحییٰ اور عیسیٰ اور الیاس کو

كُلِّ مِّنَ الصّٰلِحِيْنَ ۙ وَاسْمٰعِيْلَ وَالْيَسَعَ وَيُونُسَ وَ

سب سے ہیں نیک بختوں میں اور اسمعیل اور الیسع اور یونس کو اور

لُوطًا ۙ وَكَلَّا فَضَّلْنَا عَلَ الْعٰلَمِيْنَ ۙ وَمِنْ اٰبَائِهِمْ وَ

لوٹ کو نیک بخت اور سب کو ہم نے بزرگی دی سارے جہان والوں پر ♦ اور ہدایت کی ہم نے بعضوں کو ان کے باپ دادوں میں سے

ذُرِّيَّتِهِمْ وَاٰخْوَانِهِمْ ۙ وَاجْتَبَيْنَاهُمْ وَهَدَيْنَاهُمْ اِلَی

اور ان کی اولاد میں سے اور بھائیوں میں سے اور ان کو ہم نے پسند کیا اور

صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ۙ ذٰلِكَ هُدٰى اللّٰهُ يَهْدِيۙ بِهٖ مِّنْ

سیدھی راہ چلایا یہ اللہ کی ہدایت ہے اس پر چلاتا ہے جس کو چاہے

يَشَآءُ ۙ مِّنْ عِبَادِهِ ۗ وَلَوْ اَشْرَكُوْا لَحِطْنَاۙ عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا

اپنے بندوں میں سے ♦ اور اگر یہ لوگ شرک کرتے تو البتہ ضائع ہو جاتا جو کچھ انہوں نے

يَعْمَلُوْنَ ۙ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ اَتَيْنَاهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَ وَ

کتاب ♦ یہی لوگ تھے جن کو دی ہم نے کتاب اور شریعت اور

◆ انبیاء علیہم السلام کا تذکرہ | یعنی نہ صرف یہ کہ ہم نے ابراہیم کو ذاتی علم و فضل سے سرفراز کیا بلکہ بڑھاپے میں اسحق جیسا بیٹا اور یعقوب جیسا پوتا عطا فرمایا۔ یعقوب وہی اسرائیل ہیں جن کی طرف دنیا کی ایک عظیم الشان قوم ”بنی اسرائیل“ منسوب ہے جن میں سے ہزاروں نبی اٹھائے گئے بلکہ جیسا کہ قرآن میں دوسری جگہ مذکور ہے، ابراہیم کے بعد حق تعالیٰ نے ہمیشہ کے لئے ان ہی کی نسل میں نبوت اور پیغمبری رکھ دی۔

◆ پہلے ابراہیم علیہ السلام کے بعض فروع کا ذکر تھا اب بعض اصول کو ذکر فرمایا۔ کیونکہ نوح علیہ السلام حضرت ابراہیم کے اجداد میں سے ہیں اور جس طرح ابراہیم کے بعد نبوت و کتاب کا انحصار صرف ان کی ذریت میں کر دیا گیا تھا اسی طرح نوح کے بعد نوح انسانی کا انحصار نوح کی نسل میں ہو گیا۔ گویا طوفان کے بعد وہ دنیا کے لئے آدم ثانی ہوئے وَجَعَلْنَا ذُرِّيَّتَهُ هُمُ الْبَاقِينَ۔

◆ ظاہری ملک و سلطنت کے اعتبار سے انبیاء علیہم السلام میں داؤد و سلیمان ہم رنگ ہیں اور مصائب و شدائد پر صبر کرنے کے لحاظ سے ایوب و یوسف میں خاص مشابہت ہے۔ باقی موسیٰ اور ہارون کے قرہبی تعلقات کی نسبت تو کچھ کہنے کی ضرورت نہیں۔ خود حضرت موسیٰ نے ہارون کو بطور اپنے وزیر کے حق تعالیٰ سے طلب کیا تھا۔ مترجم محقق قدس اللہ روحہ نے ان میں سے ہر دو ناموں کے بعد لفظ ”کو“ لاکر شاید اسی قسم کے لطائف پر متنبہ فرمایا ہے۔ واللہ اعلم۔

◆ یعنی اپنے اپنے زمانہ کے جہان والوں پر۔

◆ یعنی خالص توحید اور معرفت و اطاعت خداوندی کا راستہ ہی وہ ہے جس پر حق تعالیٰ اپنے فضل و توفیق سے مقبول بندوں کو چلاتا ہے پھر اس کے صلہ میں حسب استعداد درجات بلند کرتا ہے۔

◆ یہ ہم کو سنایا گیا کہ شرک انسان کے تمام اعمال کو جبط کر دیتا ہے اور کسی کی تو حقیقت کیا ہے اگر بفرض محال انبیاء و مقربین سے معاذ اللہ ایسی حرکت سرزد ہو تو نسا را کیا دھرا اکارت ہو جائے۔

النُّبُوَّةَ ۚ فَإِنْ يَكْفُرْ بِهَا هُوَ لِأَبْنَاءِ قَوْمِهِ قَوْمًا

نبوت پھر اگر ان باتوں کو نہ مانیں مکہ والے تو ہم نے ان باتوں کے لئے مقرر کر دیئے ہیں ایسے لوگ

لَيْسُوا بِهَا بِكَافِرِينَ ﴿۸﴾ أُولَٰئِكَ الَّذِينَ هَدَىٰ اللَّهُ فَبِهُدَاهُمْ

جو ان سے منکر نہیں ﴿۸﴾ یہ وہ لوگ تھے جن کو ہدایت کی اللہ نے سوتو چل

اقتداه ۚ قُلْ لَا أَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ أَجْرًا إِنْ هُوَ إِلَّا ذِكْرٌ

ان کے طریقہ پر ﴿۹﴾ تو کہہ دے کہ میں نہیں مانگتا تم سے اس پر کچھ مزدوری یہ تو محض نصیحت ہے

لِلْعَالَمِينَ ﴿۹﴾ وَمَا قَدَرُوا اللَّهَ حَقَّ قَدْرِهِ إِذْ قَالُوا مَا

جہان کے لوگوں کو ﴿۹﴾ اور نہیں پہچانا انہوں نے اللہ کو پورا پہچانا جب کہنے لگے کہ

أَنْزَلَ اللَّهُ عَلَيْنَا مِثْرًا مِّنْ بَشَرٍ مِّمَّنْ أَنْزَلَ الْكِتَابَ

نہیں اتاری اللہ نے کسی انسان پر کوئی چیز ﴿۱۰﴾ تو کس نے اتاری وہ کتاب

الَّذِي جَاءَ بِهِ مُوسَىٰ نُورًا وَهُدًى لِلنَّاسِ لِيَجْزِيَ

جو موسیٰ لے کر آیا تھا روشن تھی اور ہدایت تھی لوگوں کے واسطے جس کو تم نے

قَرَأْتُمْ بِهَا وَتُخَفُّونَ بِهَا ۚ وَعَلَيْكُمْ مَّا كُنْتُمْ

درق درق کر کے لوگوں کو دکھلایا اور بہت سی باتوں کو تم نے چھپا رکھا اور تم کو سکھلا دیں جن کو تم

تَعْلَمُونَ أَنْتُمْ وَلَا آبَاءُكُمْ ۚ قُلْ اللَّهُ شَهِيدٌ لِّمَا كُنْتُمْ

جانتے تھے تم اور نہ تمہارے باپ دادے ﴿۱۱﴾ تو کہہ دے کہ اللہ نے اتاری پھر چھوڑ دے ان کو اپنی خرافات میں

يَلْعَبُونَ ﴿۱۱﴾ وَهَذَا كِتَابٌ أَنْزَلْنَاهُ مُبَارَكٌ مُّصَدِّقُ الَّذِي

کھیلنے رہیں ﴿۱۱﴾ اور یہ قرآن کتاب ہے جو کہ ہم نے اتاری برکت والی تصدیق کرنے والی ان کی جو

اگر مکہ کے کافر یا دوسرے منکرین ان باتوں (کتاب، شریعت اور نبوت) سے انکار کریں تو خدا کا دین ان پر موقوف نہیں۔ ہم نے دوسری قوم یعنی مہاجرین اور انصار اور ان کے اتباع کو ان چیزوں کی تسلیم و قبول اور حفاظت و ترویج کے لئے مسلط فرمادیا ہے جو ہماری کسی بات سے بھی منہ موڑنے والے نہیں۔

تمام انبیاء کا طریقہ ایک ہی ہے | تمام انبیاء علیہم السلام عقائد، اصول دین اور مقاصد کلیہ میں متحد ہیں۔ سب کا دستور اساسی ایک ہے ہر نبی کو اسی پر چلنے کا حکم ہے۔ آپ بھی اسی طریق مستقیم پر چلتے رہنے کے مامور ہیں۔ گویا اس آیت میں متنبہ کر دیا کہ اصولی طور پر آپ کا راستہ انبیائے سابقین کے راستہ سے جدا نہیں۔ رہا فروع کا اختلاف وہ ہر زمانہ کی مناسبت و استعداد کے اعتبار سے پہلے بھی واقع ہوتا رہا ہے اور اب بھی واقع ہو تو مضائقہ نہیں فائدہ علمائے اصول نے اس آیت کے عموم سے یہ مسئلہ نکالا ہے کہ اگر نبی کریم ﷺ کسی معاملہ میں شرائع سابقہ کا ذکر فرمائیں تو وہ اس امت کے حق میں بھی سند ہے بشرطیکہ شارع نے اس پر کھلی یا جزئی طور پر انکار نہ فرمایا ہو۔ یعنی اگر تم نہیں مانتے تو میرا کوئی نفع فوت نہیں ہوتا کیونکہ میں تم سے کسی طرح کے اجر کا طالب نہیں۔ میرا اجر تو خدا کے یہاں ثابت ہے۔ ہاں تم نصیحت سے انحراف کر کے خود اپنا نقصان کرو گے۔ سارے جہان میں سے ایک نہیں تو دوسرا نصیحت کو قبول کرے گا، جو انکار کرے گا اسے اپنی محرومی اور بدبختی کا ماتم کرنا چاہئے۔

کفار کا نزول وحی سے انکار | پچھلے رکوع میں منصب نبوت اور بہت سے انبیاء علیہم السلام کا نام بتام تذکرہ تھا اور یہ کہ نبی عربی ﷺ بھی توحید و معرفت کی اسی صراط مستقیم پر چلتے رہنے کے مامور ہیں جس پر انبیائے سابقین کو چلایا گیا تھا۔ پیغمبروں کا ہدایت خلق اللہ کے لئے بھیجنا حق تعالیٰ کی قدیم عادت رہی ہے۔ آیات حاضرہ میں ان جاہلوں اور معاندوں کا رد کیا گیا ہے جو بد فہمی، جہل و غباوت یا نبی کریم ﷺ کی عداوت کے جوش اور غصہ میں بے قابو ہو کر حق تعالیٰ کی اس صفت ہی کا انکار کرنے لگے کہ وہ کسی انسان کو اپنی وحی و مکالمہ خاص سے مشرف فرمائے۔ گویا انزال کتب و ارسال رسل کے سلسلہ ہی کی سرے سے نفی کر دی گئی۔

تورات کے وجود سے استدلال | یعنی اگر واقعی خدا نے کسی انسان پر کوئی چیز نہیں اتاری تو "تورات مقدس" جیسی عظیم الشان کتاب جو احکام و مرضیات الہیہ پر بندوں کو مطلع کرتی اور رشد و ہدایت کی عجیب و غریب روشنی اپنے اندر رکھتی اور ان چیزوں کا علم تم کو عطا کرتی تھی جنہیں تم اور تمہارے باپ دادا بلکہ کل بنی آدم بھی بدون اعلام الہی محض اپنی عقل و حواس سے دریافت نہیں کر سکتے تھے، وہ کہاں سے آگئی اور کس نے موسیٰ علیہ السلام پر اتاری۔ مانا کہ آج تم اسے ورق ورق اور ٹکڑے ٹکڑے کر کے لوگوں کو اپنی خواہش کے موافق دکھلاتے اور اسکے بہت سے اخبار و احکام کو چھپائے بیٹھے ہو۔ اور اس طرح اسکی اصل روشنی تم نے باقی نہیں چھوڑی۔ تاہم جو حصہ آج باقی رہ گیا ہے وہ ہی پتہ دے رہا ہے کہ جس محل کے کھنڈرات یہ ہیں وہ اپنے زمانہ عروج میں کیسا عظیم الشان ہوگا۔

یعنی ایسا نور و ہدایت بجز خدا کے اور کس خزانہ سے آسکتا ہے؟ اگر ایسی صاف اور بدیہی چیز کو بھی یہ لوگ نہیں مانتے تو آپ تبلیغ و تبیہ کر کے سبکدوش ہو جائیے اور ان کو چھوڑ دیجئے کہ یہ اپنی خرافات اور لہو و لعب میں مشغول رہیں جب وقت آئے گا خدا خود انکو بتلا دے گا۔

بَيْنَ يَدَيْهِ وَلِتُنذِرَ أُمَّ الْقُرَىٰ وَمَنْ حَوْلَهَا وَالَّذِينَ

اس سے پہلی ہیں ♦ اور تاکہ تو ڈراوے مکہ والوں کو اور اس کے آس پاس والوں کو ♦ اور جن کو

يُؤْمِنُونَ بِالْآخِرَةِ يُؤْمِنُونَ بِهِ وَهُمْ عَلَىٰ صَلَاتِهِمْ

یقین ہے آخرت کا وہ اس پر ایمان لاتے ہیں اور وہ ہیں اپنی نماز سے

يُحَافِظُونَ ﴿۹۱﴾ وَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرَىٰ عَلَى اللَّهِ كَذِبًا

خبردار ♦ اور اس سے زیادہ ظالم کون جو باندھے اللہ پر بہتان

أَوْ قَالَ أُوحِيَ إِلَيَّ وَلَمْ يُوحَ إِلَيْهِ شَيْءٌ وَمَنْ قَالَ سَأُنزِلُ

یا کہے مجھ پر وحی اتری اور اس پر وحی نہیں اتری کچھ بھی اور جو کہے کہ میں بھی اتارتا ہوں

مِثْلَ مَا أَنْزَلَ اللَّهُ ط وَلَوْ تَرَىٰ إِذِ الظَّالِمُونَ فِي غَمَرَاتِ

مثل اس کے جو اللہ نے اتارا ♦ اور اگر تو دیکھے جس وقت کہ ظالم ہوں موت کی

الْبُوتِ وَالْبَلَايَةِ بَاسِطُوا أَيْدِيهِمْ أَخْرَجُوا أَنْفُسَهُمْ

نختیوں میں ♦ اور فرشتے اپنے ہاتھ بڑھا رہے ہیں کہ نکالوا اپنی جانیں ♦

الْيَوْمَ يُجْزَوْنَ عَذَابَ الْهُونِ بِمَا كُنْتُمْ تَقُولُونَ عَلَىٰ

آج تم کو بدلے میں ملے گا ذلت کا عذاب ♦ اس سبب سے کہ تم کہتے تھے

اللَّهِ غَيْرَ الْحَقِّ وَكُنْتُمْ عَنْ آيَاتِهِ تَسْتَكْبِرُونَ ﴿۹۲﴾ وَلَقَدْ

اللہ پر جھوٹی باتیں اور اس کی آیتوں سے تکبر کرتے تھے ♦ اور البتہ

جَعَلْنَا فِرَادَةَ كَمَا خَلَقْنَاكُمْ أَوَّلَ مَرَّةٍ وَتَرَكْتُمْ

تم ہمارے پاس آگے ایک ایک ہو کر جیسے ہم نے پیدا کیا تھا تم کو پہلی بار اور چھوڑ آئے تم

یعنی اگر خدا نے کوئی چیز نہیں اتاری تو یہ مبارک کتاب کہاں سے آئی جس کا نام قرآن ہے اور جو تمہارے کھلے کتابوں کے مضامین کی تصدیق کرنے والی ہے۔ اگر یہ آسمانی کتاب نہیں تو اس کے کھلے مضامین میں کتنا عجیب ہے کہ جن و انس قادر نہ ہوں کیا اسے ایک امی کی تصنیف کہہ سکتے ہیں۔

اُمّ القریٰ اُمّ القریٰ بستیوں کی اُمّ اور جن کے نام سے یاد ہے اور جو کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی پیدائش کا مقام ہے۔

جغرافیائی حیثیت سے بھی قدیم دنیا کے وسط میں مرکز کی طرح واقع ہے اور جدید دنیا (امریکہ) اس کے نیچے ہے اور روایات حدیث کے موافق پانی سے زمین بنائی گئی تو اول یہ ہی جگہ کھلی تھی۔ ان وجوہ سے کہ "اُمّ القریٰ" فرمایا اور اس کا نام ہے اس لیے کہ اسے "اُمّ القریٰ" کہا گیا ہے۔

یاد رہے کہ اس آیت میں "اُمّ القریٰ" کے ساتھ "وہی" لفظ بھی ہے جو "ہو" کے ساتھ ہے اور اس کا مطلب ہے کہ یہاں دنیا کی تخلیق ہوئی اور اس کا نام "اُمّ القریٰ" رکھا گیا۔

ظالموں پر موت کی سختی اور بہتان باندھنے سے بچنا اور چھوڑ دینا اور اللہ کی طرف الٹ پلٹنے کی نسبت

قرآن مجید میں جو شخص نبوت پر ایمان لائے اور اللہ کی راہ میں جان و مال قربان کرے اور اللہ کی راہ میں لڑے اور اللہ کی راہ میں شہید ہو جائے تو اللہ تعالیٰ اس کو جنت میں داخل فرمائے گا اور اس کو اللہ تعالیٰ سے بڑا اجر دے گا۔

بیلعاً یزعمون بیلعاً یعنی لہوٹ کی طرح اور زعمون میں سے زعم یعنی جھوٹا اور بیلعاً یعنی لہوٹ کی طرح۔

آخرت میں کفار کا حال یعنی ازواجِ قرض کرنے اور سزا دینے کو ہاتھ بڑھا رہے ہیں اور مومنوں کو بھلا دیکھنا اور اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کو سزا دے۔

ان یزعمون ان یعنی ان لوگوں کو جو کہ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ ان کو سزا دے اور ان کو اللہ تعالیٰ سے بڑا اجر دے۔

مَا خَوَّلْنَكُمْ وِرَاءَ ظُهُورِكُمْ، وَمَا نَرَىٰ مَعَكُمْ شُفَعَاءَكُمُ

جو کچھ اسباب ہم نے تم کو دیا تھا اپنی پیٹھ کے پیچھے اور ہم نہیں دیکھتے تمہارے ساتھ سفارش والوں کو

الَّذِينَ زَعَبْتُمْ أَنَّهُمْ فِيكُمْ شُرَكَاءَ ۚ لَقَدْ تَقَطَّعَ بَيْنَكُمْ

جن کو تم بتلایا کرتے تھے کہ ان کا تم میں سا جھا ہے البتہ منقطع ہو گیا تمہارا علاقہ

وَصَلَّٰ عَنْكُمْ مَا كُنْتُمْ تَزْعُمُونَ ۚ إِنَّ اللَّهَ فَالِقُ الْحَبِّ

اور جاتے رہے جو دعویٰ کہ تم کیا کرتے تھے جو دعویٰ کہ پھوڑ نکالتا ہے دانہ

وَالنَّوَىٰ ۚ يُخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ وَمُخْرِجُ الْمَيِّتِ مِنَ

اور کھلی نکالتا ہے مردہ سے زندہ اور نکالنے والا ہے زندہ سے

الْحَيِّ ۚ ذٰلِكُمْ اللَّهُ فَالِقُ الْإِصْبَاحِ ۚ وَ

مردہ یہ ہے اللہ پھر تم کدھر بچے جاتے ہو پھوڑ نکالنے والی صبح کی روشنی کا اور

جَعَلَ الْبَيْتَ سَكَنًا ۚ وَالشَّمْسُ وَالْقَمَرُ حُسْبَانًا ۚ ذٰلِكَ

اس نے رات بتائی آرام کو اور سورج اور چاند حساب کے لئے

تَقْدِيرُ الْعَزِيزِ الْعَلِيمِ ۚ وَهُوَ الَّذِي جَعَلَ لَكُمُ النُّجُومَ

اندازہ رکھا ہوا ہے زور آور خبردار کا اور اسی نے بنا دیے تمہارے واسطے ستارے

لِتَهْتَدُوا بِهَا فِي ظُلُمَاتِ الْبَرِّ وَالْبَحْرِ ۚ قَدْ فَصَّلْنَا الْآيَاتِ

کہ ان کے وسیلہ سے راستے معلوم کرو اندھیروں میں جنگل اور دریا کے البتہ ہم نے کھول کر بیان کر دیئے پتے

لِقَوْمٍ يَعْلَمُونَ ۚ وَهُوَ الَّذِي أَنشَأَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ

ان لوگوں کے لئے جو جانتے ہیں اور وہی ہے جس نے تم سب کو پیدا کیا

❖ یعنی نہ سر پہ ٹوپی نہ پاؤں میں جوتی تھی دست چلے آرہے ہو اور جس ساز و سامان پر فخر و ناز تھا اسے ہمراہ نہیں لائے کہیں پیچھے چھوڑ آئے ہو۔

❖ یعنی جن کو تم سمجھتے تھے کہ اڑے وقت میں ہمارا ہاتھ بٹائیں گے اور مصیبت میں ساتھ ہونگے، وہ کہاں چلے گئے آج ہم ان کو تمہاری سفارش اور حمایت پر نہیں دیکھتے۔ حمایت و نصرت کے وہ علاقے آج ٹوٹ گئے اور جو لمبے چوڑے دعوے تم کیا کرتے تھے سب رٹو چکر ہوئے

❖ توحید کے دلائل | یعنی زمین میں دبائے جانے کے بعد گھٹلی اور دانہ کو پھاڑ کر سبز پودہ اگانا یا جاندار کو بے جان سے اور بے جان کو جاندار سے نکالنا (مثلاً آدمی کو نطفہ سے نطفہ کو آدمی سے پیدا کرنا) اسی خدا کا کام ہے۔ پھر اسے چھوڑ کر تم کدھر بکے جا رہے ہو؟ کیا اور کوئی ہستی تمہیں ایسی مل سکتی ہے جو ان کاموں کو انجام دے سکے۔

❖ یعنی رات کی تاریکی میں سے جو پہلی پھٹ کر صبح صادق نمودار ہوتی ہے اس کا نکلنے والا بھی وہ ہی ہے۔

❖ نجوم سے راستوں کا علم | رات دن اور چاند سورج کا جو حکیمانہ نظام اور ان کی رفتار کا جو حساب مقرر فرما دیا اس میں ذرا بھی تخلف یا کم و بیش نہیں ہوتا۔

❖ یعنی بلا واسطہ ان سے رستہ معلوم کرو یا بواسطہ مثلاً قطب نما کے ذریعہ سے۔

وَاحِدَةٍ فَمُسْتَقَرٌّ وَمُسْتَوْدَعٌ قَدْ فَصَّلْنَا الْآيَاتِ لِقَوْمٍ

ایک شخص سے ﴿﴾ پھر ایک تو تمہارا ٹھکانا ہے اور ایک امانت رکھے جانے کی جگہ ﴿﴾ البتہ ہم نے کھول کر سنا دیئے پتے اس قوم کو

يَفْقَهُونَ ﴿۱۸﴾ وَهُوَ الَّذِي أَنْزَلَ مِنَ السَّمَاءِ مَاءً فَأَخْرَجْنَا

جو سوچتے ہیں اور اسی نے اتارا آسمان سے پانی پھر نکالی ہم نے

بِهِ نَبَاتٍ كُلِّ شَيْءٍ فَأَخْرَجْنَا مِنْهُ خَضِرًا نُخْرِجُ مِنْهُ

اس سے اگنے والی ہر چیز ﴿﴾ پھر نکالی اس میں سے سبز کھیتی جس سے ہم نکالتے ہیں

حَبًّا مُتَرَاكِبًا وَمِنَ النَّخْلِ مِنَ طَلْعِهَا قِنَوَانٌ دَانِيَةٌ ﴿۱۹﴾

دانے ایک پر ایک چڑھا ہوا اور کھجور کے گانھے میں سے پھل کے گچھے جھکے ہوئے ﴿﴾

وَجَنَّتِ مِنَ الْأَعْنَابِ وَالزَّيْتُونِ وَالرُّمَّانِ مُشْتَبِهًا

اور باغ انگور کے اور زیتون کے اور انار کے آپس میں ملتے جلتے

وَعَبِيرٍ مُّثَنَّبًا ۖ أَنْظُرُوا إِلَى ثَمَرِهِ إِذَا أَثْمَرَ وَيَنْعِهِ ﴿۲۰﴾

اور جدا جدا بھی ﴿﴾ دیکھو ہر ایک درخت کے پھل کو جب وہ پھل لاتا ہے اور اس کے پکنے کو ﴿﴾

إِنَّ فِي ذَٰلِكُمْ لَآيَاتٍ لِّقَوْمٍ يُؤْمِنُونَ ﴿۲۱﴾ وَجَعَلُوا لِلَّهِ

ان چیزوں میں نشانیاں ہیں واسطے ایمان والوں کے ﴿﴾ اور ٹھہراتے ہیں اللہ

شُرَكَاءَ الْجِنَّ وَخَلَقَهُمْ وَخَرَقُوا لَهُ بَنِينَ وَبَنَاتٍ

کے شریک جنوں کو حالانکہ اس نے ان کو پیدا کیا ہے ﴿﴾ اور تراشتے ہیں اس کے واسطے بیٹے اور بیٹیاں

﴿﴾ یعنی حضرت آدم علیہ السلام سے۔ ﴿﴾ انسانوں کے ٹھکانے "مستقر" ٹھہرنے کی جگہ جسے ٹھکانا کہا۔ اور "مستودع" سپرد کئے جانے اور امانت رکھے جانے کی جگہ کو کہتے ہیں۔ یہ تو لغوی معنی ہوئے۔ آگے دونوں کے مصداق کی تعین میں مفسرین کا اختلاف ہے۔ حضرت شاہ صاحب نے موضح

تفسیر

القرآن میں جو کچھ لکھا ہے وہ ہم کو پسند ہے۔ یعنی اول سپرد ہوتا ہے ماں کے پیٹ میں کہ آہستہ آہستہ دنیا کے اثر پیدا کرے پھر آ کر ٹھہرتا ہے دنیا میں۔ پھر سپرد ہوگا قبر میں کہ آہستہ آہستہ اثر آخرت کے پیدا کرے پھر جاٹھہرے گا جنت میں یا دوزخ میں۔

◆ نباتات سے تو حید کے دلائل یعنی آسمان کی طرف سے بادل برسایا جو سبب ہے نباتات کے اگانے کا۔

◆ یعنی سب بوجھل ہونے کے نیچے کو جھکے ہوئے۔

◆ یعنی صورت شکل، مقدار، رنگ، بو، اور مزہ کے اعتبار سے بعضے پھل ایک دوسرے سے ملتے جلتے ہیں، بعضے نہیں۔

◆ یعنی ابتداء جب پھل آتا ہے تو کچا، بدمزہ اور ناقابل انتفاع ہوتا ہے۔ پھر پکنے کے بعد کیسا لذیذ، خوش ذائقہ اور کارآمد بن جاتا ہے۔ یہ سب خدا کی قدرت کا ظہور ہے۔

◆ انسان کی جسمانی اور روحانی کفالت اس رکوع میں حق تعالیٰ کے جن اہل وصفات اور مظاہر قدرت کا بیان ہوا، ان سے خدا کے وجود، وحدانیت اور کامل الصفات ہونے پر استدلال تو واضح ہے۔ لیکن غور کیا جائے تو وحی و نبوت کا مسئلہ بھی بڑی حد تک حل ہو جاتا ہے۔ کیونکہ جب حق تعالیٰ نے اپنے فضل و رحمت سے ہماری دنیوی زندگی اور مادی حوائج کے انتظام و انصرام کے لئے اس قدر اسباب ارضی و سماوی مہیا فرمائے ہیں، تو یہ کہنا کس قدر لغو اور غلط ہوگا کہ ہماری حیات اخروی اور روحانی ضروریات کے انجام پانے کا اس نے کوئی سامان نہیں کیا۔ یقیناً جس رب کریم نے ہماری جسمانی غذاؤں کے نشوونما کے لئے آسمان سے پانی اتارا ہے۔ ہمارے روحانی تغذیہ کے لئے بھی اسی نے صحابہائے نبوت سے وحی والہام کی بارش نازل فرمائی۔ جب وہ بروبحر کی اندھیریوں میں ستاروں کے ذریعہ سے ظاہری رہنمائی کرتا ہے تو کیسے ممکن ہے کہ باطنی رہنمائی کے لئے اس نے ایک ستارہ بھی آسمان روحانیت پر روشن نہ کیا ہو۔ رات کی تاریکی کے بعد اس نے صبح صادق کا اجالا کیا اور مخلوق کو موقع دیا کہ وہ اپنے دنیوی کاروبار میں چاند اور سورج کی روشنی سے ایک معین حساب کے ماتحت منتفع و مستفید ہوتی رہے پھر کیسے کہا جاسکتا ہے کہ کفر و شرک، ظلم و عدوان اور فسق و فجور کی شب و بجزور میں اسکی طرف سے کوئی چاند نہ چمکا، نہ صبح صادق کا نور پھیلا، نہ رات ختم ہو کر کوئی آفتاب طلوع ہوا؟ خدا کی ساری مخلوق ابد الآباد کے لئے جہل و ضلالت کے گھٹا ٹوپ اندھیرے میں پڑی چھوڑ دی گئی۔ کیا گیہوں کے دانہ اور کھجور کی گٹھلی کو پھاڑ کر خدائے کریم سرسبز درخت اگاتا ہے پر انسان کے قلب میں معرفت ربانی کی استعداد کا جو بیج فطرۃً بکھیرا گیا تھا وہ یوں ہی بیکار ضائع کر دیا گیا کہ نہ ابھرانہ پھیلا، نہ پکانہ تیار ہوا۔ جب جسمانی حیثیت سے دنیا میں حی و میت کا سلسلہ قائم ہے۔ خدا زندہ سے مردہ کو اور مردہ سے زندہ کو نکالتا رہتا ہے تو روحانی نظام میں خدا کی اس عادت کا کیوں انکار کیا جائے۔ بیشک روحانی طور پر بھی وہ بہت دفعہ ایک زندہ قوم سے مردہ اور مردہ قوم سے زندہ افراد پیدا کرتا ہے اور جس طرح اس نے ہماری دنیوی زندگی کے مستقر و مستودع کا حکیمانہ بندوبست کیا ہے۔ حیات اخروی کے مستقر و مستودع کے سامان اس سے کہیں بڑھ کر مہیا فرمائے۔ فله الحمد والمنۃ وبہ الثقلۃ والعصمۃ۔ یہیں سے یہ بھی سمجھ میں آتا ہے کہ جس طرح ہم خدا تعالیٰ کو اسکے کاموں سے پہچانتے ہیں یعنی جو کام وہ اپنی قدرت کاملہ سے کرتا ہے کسی مخلوق کی طاقت نہیں کہ ویسا کام کر سکے۔ ٹھیک اسی طرح اس کے کلام کو بھی ہم اسی معیار پر جانچ سکتے ہیں کہ خدا کا کلام وہ ہی ہو سکتا ہے کہ اس جیسا کلام ساری مخلوق ملکر بھی نہ بنا سکے۔ پھر ”مَسْأَلُونَ مِنْهُ مِمَّا نَزَّلَ اللَّهُ“ کا ادعاء کہاں تک صحیح ہو سکتا ہے۔ گویا اس رکوع میں حق تعالیٰ کی صفات و افعال بیان کر کے ان تمام مسائل کی حقیقت پر متنبہ کر دیا گیا جن کی تعلیل گذشتہ رکوع میں کی گئی تھی۔

◆ جنوں کو شریک ٹھہرانے کا مطلب یا تو ”جن“ سے مراد یہاں ”شیاطین“ ہیں چونکہ کفر و شرک کا ارتکاب شیطان کے اغواء سے ہوتا ہے اس لئے اس کے اغواء و اضلال سے غیر اللہ کی عبادت کرنا گویا اسی کی عبادت ہوئی۔ ابراہیم علیہ السلام نے بت پرستی کا رد کرتے ہوئے فرمایا ”يَا آبَتِ لَا تَعْبُدِ الشَّيْطَانَ“ دوسری جگہ ارشاد ہے ”أَلَمْ آعْهَدْ إِلَيْكُمْ يَا بَنِي آدَمَ أَنْ لَا تَعْبُدُوا الشَّيْطَانَ“ ملائکہ قیامت میں فرمائیں گے ”سُبْحَانَكَ أَنْتَ وَلِيْنَا مِنْ ذُنُوبِهِمْ بَلْ كَانُوا يَعْبُدُونَ الْجِنَّ أَكْثَرُهُمْ بِهِمْ مُؤْمِنُونَ“ اور یا ”جن“ سے مراد قوم جن لی جائے جن کے بعض مرداروں سے اہل جاہلیت استعانت و تعوذ کیا کرتے تھے وَاِنَّهٗ كَانَ رِجَالًا مِّنَ الْاِنْسِ يَعُوْذُوْنَ بِرِجَالٍ مِّنَ الْجِنَّ فَرَاذُلُهُمْ رَهَقًا (جن، رکوع ۱) بہر حال وہ خود ہماری طرح خدا کی عاجز مخلوق ہے۔ پھر مخلوق ہو کر خالق کا شریک کیسے ہو سکتا ہے۔

بَغِيرِ عِلْمٍ ط سُبْحٰنَهُ وَتَعَالٰی عَمَّا يُصِفُونَ ۱۰۰ ۴ بِدِیْعِ السَّمٰوٰتِ

◆ جہالت سے ◆ وہ پاک ہے اور بہت دور ہے ان باتوں سے جو یہ لوگ بیان کرتے ہیں ◆ نئی طرح پر بنانے والا آسمانوں

وَالْاَرْضِ ط اٰنٰی یَكُوْنُ لَهٗ وَكَلْدًا ۱۰۱ ۴ وَ لَمْ تَكُنْ لَهٗ صٰحِبَةً ط

◆ اور زمین کا ◆ کیونکر ہو سکتا ہے اس کے بیٹا ◆ حالانکہ اس کے کوئی عورت نہیں

وَخَلَقَ کُلَّ شَیْءٍ ۷ وَهُوَ بِکُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمٌ ۱۰۲ ۴ ذٰلِکُمْ اللّٰهُ

اور اس نے بنائی ہر چیز اور اس نے بنائی ہر چیز اور وہ ہر چیز سے واقف ہے ◆ یہی اللہ تمہارا

رَبِّکُمْ ۷ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ خَالِقُ کُلِّ شَیْءٍ ۷ فَاَعْبُدُوْهُ ۷ وَهُوَ

رب ہے نہیں ہے کوئی معبود اس کے پیدا کرنے والا ہر چیز کا سو تم اسی کی عبادت کرو اور وہ

عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ وَّکِیْلٌ ۱۰۳ ۴ لَا تُدْرِکُهٗ الْاَبْصَارُ وَهُوَ یَدْرِکُ

ہر چیز پر کارساز ہے ◆ نہیں پاسکتیں اس کو آنکھیں اور وہ پاسکتا ہے

الْاَبْصَارَ وَهُوَ اللّٰطِیْفُ الْخَبِیْرُ ۱۰۴ ۴ قَدْ جَاءَکُمْ بَصٰیْرٌ مِّنْ

آنکھوں کو اور وہ نہایت لطیف اور خبردار ہے ◆ تمہارے پاس آنچکیں نشانیاں تمہارے رب کی

رَبِّکُمْ ۷ فَمَنْ اَبْصَرَ فَلِنَفْسِهٖ ۷ وَ مَنْ عَمٰی فَعَلٰیهَا ط

طرف سے پھر جس نے دیکھ لیا سو اپنے واسطے اور جو اندھا رہا سو اپنے نقصان کو

وَمَا اَنَا عَلَیْکُمْ بِحَفِیْظٍ ۱۰۵ ۴ وَ کَذٰلِکَ نُوَصِّفُ الْاٰیٰتِ وَ

اور میں نہیں تم پر نگہبان ◆ اور یوں طرح طرح سے سمجھاتے ہیں ہم آیتیں اور

لِیَقُوْلُوْا دَرَسَتْ وَلِنُبَیِّنَهٗ لِقَوْمٍ یَّعْلَمُوْنَ ۱۰۶ ۴ اِنْتَبِعْ مَا

تا کہ وہ کہیں کہ تو نے کسی سے پڑھا ہے اور تا کہ واضح کر دیں ہم اس کو واسطے سمجھ والوں کے ◆ تو چل اس پر

نصاری حضرت مسیح کو، بعض یہود حضرت عزیز کو خدا کا بیٹا اور مشرکین ملائکہ اللہ کو خدا کی بیٹیاں کہتے تھے۔
یعنی پاک ہے شرکت سے اور اسکی شان بہت بلند ہے ترکیب و تحلیل سے، پھر باپ بیٹے کا تصور وہاں کیسے ہو سکتا ہے۔
اللہ شرکت سے پاک ہے جس نے تنہا تمام آسمان و زمین بدون کسی نمونہ اور توسط آلات وغیرہ کے ایسے
انوکھے طرز پر پیدا کر دیئے۔ آج اس کو شرکاء کی امداد اور اپنے پوتے کا سہارا ڈھونڈنے کی کیا ضرورت ہے۔

تعب ہے کہ جب کسی مخلوق کو تم ہیچہ خدا کی اولاد قرار دیتے ہو تو ان بچوں کی ماں کے تجویز کرو گے اور اس ماں کا
تعلق خدا کے ساتھ کس قسم کا مانو گے۔ عیسائی حضرت مسیح کو خدا کا بیٹا کہتے ہیں۔ لیکن یہ جسارت وہ بھی نہیں کر سکے
کہ مریم صدیقہ کو (العیاذ باللہ) خدا کی بیوی قرار دیکر تعلقات زناشوی کے قائل ہو جائیں۔ جب ایسا نہیں تو مریم
کے لطن سے پیدا ہونے والا بچہ خدا کا بیٹا کیونکر بن گیا۔ دنیا کے دوسرے بچوں کو بھی خدا تعالیٰ ان کی ماؤں کے
پیٹ سے پیدا کرتا ہے اور وہ معاذ اللہ خدا کی نسلی اولاد نہیں کہلاتے۔ یہ فرق کہ کوئی بچہ محض نغمہ، جبریلیہ سے بدون
توسط اسباب عادیہ کے پیدا کر دیا جائے اور دوسروں کو عام اسباب کے سلسلہ میں پیدا فرمائیں، ابوت و بنوت
کے مسئلہ پر کچھ اثر انداز نہیں ہو سکتا۔ اسباب و مسببات ہوں یا خوارق عادات، سب کو خدا ہی نے پیدا کیا ہے اور
وہی جانتا ہے کہ کس چیز کو کس وقت کس طرح پیدا کرنا مصلحت و حکمت ہے۔

اس کی عبادت اس لئے کرنی چاہئے کہ مذکورہ بالا صفات کی وجہ سے وہ ذاتی طور پر استحقاق معبود بننے کا رکھتا ہے اور
اس لئے بھی کہ تمام مخلوق کی کار سازی اسی کے ہاتھ میں ہے۔

روایت باری تعالیٰ حضرت شاہ صاحب نے اس کا مطلب یہ لیا ہے کہ آنکھ میں یہ قوت نہیں کہ اس کو دیکھ
لے۔ ہاں وہ خود از راہ لطف و کرم اپنے کو دکھانا چاہے تو آنکھوں میں ویسی قوت بھی پیدا فرما دے گا۔ مثلاً آخرت
میں مومنین کو حسب مراتب رویت ہوگی جیسا کہ نصوص کتاب و سنت سے ثابت ہے یا بعض روایات کے موافق نبی
کریم ﷺ کو ”لیلۃ الاسراء“ میں رویت ہوئی علی اختلاف الاقوال۔ باقی مواضع میں چونکہ کوئی نص موجود نہیں لہذا عام
قاعدہ کی بناء پر نشی رویت ہی کا اعتقاد رکھا جائے گا۔ مفسرین سلف میں سے بعض نے اور اک کو احاطہ کے معنی میں لیا ہے
یعنی نگاہیں کبھی اس کا احاطہ نہیں کر سکتیں۔ آخرت میں بھی رویت ہوگی احاطہ نہ ہوگا۔ ہاں اسکی شان یہ ہے کہ وہ تمام
البصار و مبصرات کا احاطہ کئے ہوئے ہے۔ اس وقت ”لطیف“ کا تعلق ”لاتدرک“ سے اور ”خبیر“ کا ”وہویدرک“
سے ہوگا۔

یعنی اگرچہ خدا ہمیں دکھائی نہیں دیتا مگر اس کے بصیرت افروز نشانات و دلائل ہمارے سامنے ہیں۔ جو آنکھ کھول کر
دیکھے گا خدا کو پالے گا اور جو اندھا بن گیا اس نے اپنا نقصان کیا میرے ذمہ یہ نہیں کہ کسی کو دیکھنے پر مجبور کر دوں۔

یعنی اپنی آجیوں کو مختلف پہلوؤں اور عجیب و غریب انداز سے اس لئے سمجھاتے ہیں کہ آپ سب لوگوں کو پہنچادیں
اور ان میں استعداد و احوال کے اختلاف سے دو فریق ہو جائیں۔ ضدی اور بد فہم تو یہ کہیں کہ ایسے علوم و معارف
اور موثر مضامین ایک اُمی سے کیسے بن پڑتے ضرور مختلف اوقات میں کسی سے سیکھے رہے ہونگے۔ پھر پڑھ پڑھا
کر ہمارے سامنے پیش کر دیئے۔ لیکن سمجھ دار اور انصاف پسند لوگوں پر حق واضح ہو جائے گا اور شیطانی شکوک
و شبہات زائل ہو جائیں گے۔

أَوْحَىٰ إِلَيْكَ مِنْ رَبِّكَ ۚ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ ۚ وَأَعْرِضْ عَنِ

جو حکم تجھ کو آدے تیرے رب کا کوئی معبود نہیں سوا اس کے اور منہ پھیر لے

الْمُشْرِكِينَ ﴿١٦﴾ وَلَوْ شَاءَ اللَّهُ مَا أَشْرَكُوا ۗ وَمَا جَعَلْنَاكَ

مشرکوں سے اور اگر اللہ چاہتا تو وہ لوگ شرک نہ کرتے اور ہم نے نہیں کیا تجھ کو

عَلَيْهِمْ حَفِيظًا ۗ وَمَا أَنْتَ عَلَيْهِمْ بِوَكِيلٍ ﴿١٧﴾ وَلَا تَسُبُّوا

ان پر نگہبان اور نہیں ہے تو ان پر داروغہ اور تم لوگ برا نہ کہو

الَّذِينَ يَدْعُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ ۚ فَيَسُبُّوا اللَّهَ عَدَوًّا بَغِيْرَ

ان کو جن کی یہ پرستش کرتے ہیں اللہ کے سوا پس وہ برا کہنے لگیں گے اللہ کو بے ادبی سے بدوں

عِلْمٍ ۗ كَذَلِكَ زَيَّنَّا لِكُلِّ أُمَّةٍ عَمَلَهُمْ ۖ ثُمَّ إِلَىٰ رَبِّهِمْ

سمجھے اسی طرح ہم نے مزین کر دیا ہر ایک فرقہ کی نظر میں ان کے اعمال کو پھر ان کو اپنے رب کے پاس

مَرْجِعُهُمْ فَيُنَبِّئُهُم بِمَا كَانُوا يَعْمَلُونَ ﴿١٨﴾ وَأَقْسَمُوا بِاللَّهِ

پہنچتا ہے تب وہ جتنا دے گا ان کو جو کچھ وہ کرتے تھے اور وہ قسمیں کھاتے ہیں اللہ کی

جَهْدًا أَيْمَانِهِمْ لِيُنْجَأَ نَفْسُهُمْ ۚ وَإِذْ لَبِئْسَ مَا كَانُوا يَفْعَلُونَ ﴿١٩﴾

تاکید سے کہ اگر آوے ان کے پاس کوئی نشانی تو ضرور اس پر ایمان لاویں گے تو کہہ

إِنَّا الْأَيُّتُ عِنْدَ اللَّهِ وَمَا يُشْعِرُكُمْ ۚ إِنَّهَا إِذَا جَاءَتْ

دے کہ نشانیاں تو اللہ کے پاس ہیں اور تم کو اے مسلمانو کیا خبر ہے کہ جب وہ نشانیاں آویں گی

آپ خدائے واحد پر بھروسہ کر کے اسکے حکم پر چلتے رہیں اور مشرکین کے جہل و عناد کی طرف خیال نہ فرمائیں کہ ایسے روشن دلائل و بیانات سننے کے بعد بھی راہ راست پر نہ آئے۔

تفسیر

یعنی حق تعالیٰ کی تکوینی حکمت اس کو مقتضی نہیں ہوئی کہ وہ ساری دنیا کو زبردستی مومن بنا دے۔ بیشک وہ چاہتا تو روئے زمین پر ایک مشرک کو باقی نہ چھوڑتا۔ لیکن شروع سے انسانی فطرت کا نظام ہی اس نے ایسا رکھا ہے کہ آدمی کوشش کرے تو یقیناً ہدایت قبول کر سکے۔ تاہم قبول کرنے میں بالکل مجبور و مضطر نہ ہو پہلے اس مسئلہ کی تقریر گزر چکی۔

آپ کا فرض تبلیغ اور احکام الہی کا اتباع ہے۔ ان کے اعمال کے ذمہ دار اور جوابدہ آپ نہیں ہیں۔

دوسروں کے معبودوں کو برانہ کہو | یعنی تم تبلیغ و نصیحت کر کے اپنے فرض سے سبکدوش ہو چکے اب جو کفر و شرک یہ لوگ کریں اس کے خود ذمہ دار ہیں۔ تم پر اس کی کچھ ذمہ داری نہیں۔ ہاں یہ ضروری ہے کہ تم اپنی جانب سے بلا ضرورت ان کے مزید کفر و تعنت کا سبب نہ بنو۔ مثلاً فرض کیجئے ان کے مذہب کی تردید یا بحث و مناظرہ کے سلسلہ میں تم غصہ ہو کر ان کے معبودوں اور مقتداؤں کو سب و شتم کرنے لگو، جس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ وہ جواب میں تمہارے معبود برحق اور محترم بزرگوں کی بے ادبی کریں گے اور جہالت سے انہیں گالیاں دیں گے۔ اس صورت میں اپنے واجب التعظیم معبود اور قابل احترام بزرگوں کی اہانت کا سبب تم بنے لہذا اس سے ہمیشہ احتراز کرنا چاہئے۔ کسی مذہب کے اصول و فروع کی معقول طریقہ سے غلطیاں ظاہر کرنا یا اسکی کمزوری اور رکاکت پر تحقیقی و الزامی طریقوں سے متنبہ کرنا جداگانہ چیز ہے۔ لیکن کسی قوم کے پیشواؤں اور معبودوں کی نسبت بغرض تحقیر و توہین و لخراش الفاظ نکالنا قرآن نے کسی وقت بھی جائز نہیں رکھا۔

یعنی دنیا چونکہ دار امتحان ہے۔ اس کا نظام ہم نے ایسا رکھا ہے اور ایسے اسباب جمع کر دیئے ہیں کہ یہاں ہر قوم اپنے اعمال اور طور و طریق پر نازاں رہتی ہے، انسانی دماغ کی ساخت ایسی نہیں بنائی کہ وہ صرف سچائی کے قبول اور پسند کرنے پر مجبور ہو غلطی کی طرف جانے کی گنجائش ہی نہ رکھے۔ ہاں خدا کے یہاں جا کر جب تمام حقائق سامنے ہونگے، پتہ چل جائے گا کہ جو کام دنیا میں کرتے تھے وہ کیسے تھے۔

یعنی بعض فرمائشی نشانیاں مثلاً کوہ صفا خالص سونے کا بن جائے۔

لَا يُؤْمِنُونَ ﴿۳۹﴾ وَنُقِلِّبُ أَفْئِدَتَهُمْ وَأَبْصَارَهُمْ كَمَا لَمْ

تو یہ لوگ ایمان لے ہی آویں گے ﴿۳۹﴾ اور ہم الٹ دیں گے ان کے دل اور ان کی آنکھیں جیسے کہ

يُؤْمِنُوا بِهِ أَوَّلَ مَرَّةٍ وَنَذَرُهُمْ فِي طُغْيَانِهِمْ يَعْمَهُونَ ﴿۴۰﴾

ایمان نہیں لائے نشانیوں پر پہلی بار اور ہم چھوڑے رکھیں گے ان کو ان کی سرکشی میں بہکتے ہوئے ﴿۴۰﴾

۱۳
۱۹



◆ فرمائی معجزات کا مطالبہ اور اس کا جواب | بعض مسلمانوں کو یہ خیال ہوا کہ اچھا ہوا گران کی یہ حجت بھی پوری کر دی جائے اس پر فرمادیا کہ تمہیں کیا خبر ہے کہ یہ سرکش ضدی لوگ فرمائی نشان دیکھ کر بھی ایمان نہیں لائیں گے۔ پھر سنت اللہ کے موافق اسکے مستحق ہوں گے کہ فوراً تباہ کر دیئے جائیں۔ جیسا کہ اسی سورت کے شروع میں ہم مفصل لکھ چکے ہیں۔

◆ یعنی جب کفر و سرکشی میں تمادی ہوگی تو نتیجہ یہ ہوگا کہ ہم انکے دل اور آنکھیں الٹ دیں گے پھر حق کے سمجھنے اور دیکھنے کی توفیق نہ ملے گی۔ موضح القرآن میں ہے کہ ”اللہ جن کو ہدایت دیتا ہے اول ہی حق سن کر انصاف سے قبول کرتے ہیں اور جس نے پہلے ہی ضد کی اگر نشانیاں بھی دیکھے تو کچھ حیلہ بنا لے۔“



وَلَوْ أَنَّا نَزَّلْنَا إِلَيْهِمُ الْمَلِئِكَةَ وَكَلَّمَهُمُ الْمَوْتَىٰ

اور اگر ہم اتاریں ان پر فرشتے اور باتیں کریں ان سے مردے

وَخَشَرْنَا عَلَيْهِمْ كُلَّ شَيْءٍ قُبُلًا مَّا كَانُوا لِيُؤْمِنُوا

اور زندہ کر دیں ہم ہر چیز کو ان کے سامنے تو بھی یہ لوگ ہرگز ایمان لانے والے نہیں

إِلَّا أَنْ يَشَاءَ اللَّهُ وَلَكِنَّ أَكْثَرَهُمْ يَجْهَلُونَ ﴿۱۱۱﴾

مگر یہ کہ چاہے اللہ لیکن ان میں اکثر جاہل ہیں

وَكَذَلِكَ جَعَلْنَا لِكُلِّ نَبِيٍّ عَدُوًّا شَيْطِينًا الْإِنْسِ

اور اسی طرح کر دیا ہم نے ہر نبی کے لیے دشمن شریر آدمیوں کو

وَالْجِنَّ يُوحِي بَعْضُهُمْ إِلَىٰ بَعْضٍ زُخْرُفَ الْقَوْلِ

اور جنوں کو جو کہ سکھاتے ہیں ایک دوسرے کو طبع کی ہوئی باتیں

غُرُورًا وَلَوْ شَاءَ رَبُّكَ مَا فَعَلُوهُ فَذَرْهُمْ وَمَا يَفْتَرُونَ ﴿۱۱۲﴾

فریب دینے کے لئے اور اگر تیرا رب چاہتا تو وہ لوگ یہ کام نہ کرتے سو تو چھوڑ دے وہ جانیں اور ان کا جھوٹ

وَلِتَصْغَىٰ إِلَيْهِ أَفْئِدَةُ الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِالْآخِرَةِ

اور اس لئے کہ مائل ہوں ان طبع کی ہوئی باتوں کی طرف ان لوگوں کے دل جن کو یقین نہیں آخرت کا

وَلِيَرْضَوْهُ وَلِيَقْتَرِفُوا مَا هُمْ مُقْتَرِفُونَ ﴿۱۱۳﴾ أَفَغَيْرِ

اور وہ اس کو پسند بھی کر لیں اور کیے جاویں جو کچھ بڑے کام کر رہے ہیں سو کیا

اللَّهِ ابْتِغَىٰ حَكْمًا وَهُوَ الَّذِي أَنْزَلَ إِلَيْكُمُ

اب اللہ کے سوا کسی اور کو منصف بناؤں حالانکہ اسی نے اتاری تم پر

یعنی اگر ان کی فرمائش کے موافق بلکہ اس سے بھی بڑھ کر فرض کیجئے آسمان سے فرشتے اتر کر آپ کی تصدیق کریں اور مردے قبروں سے اٹھ کر ان سے باتیں کرنے لگیں اور تمام امتیں جو گذر چکی ہیں دوبارہ زندہ کر کے ان کے سامنے لاکھڑی کی جائیں تب بھی سوء استعداد اور تعنت و عناد کی وجہ سے یہ لوگ حق کو ماننے والے نہیں۔ بیشک اگر خدا چاہے تو زبردستی منوا سکتا ہے لیکن ایسا چاہنا اس کی حکمت اور کونی نظام کے خلاف ہے۔ جس کو ان میں کے اکثر لوگ اپنے جہل کی وجہ سے نہیں سمجھتے۔ اس کی تشریح پچھلے فوائد میں گذر چکی۔

یعنی پیدا کر دیا ہم نے۔

خیر و شر کے وجود میں حکمت ہے | چونکہ خدا کی حکمت بالغہ تکویناً اسی کو مقتضی ہے کہ نظام عالم کو جب تک قائم رکھنا منظور ہے خیر و شر کی قوتوں میں سے کوئی قوت بھی بالکل مجبور اور نیست و نابود نہ ہو۔ اس لئے نیکی بدی اور ہدایت و ضلالت کی حریفانہ جنگ ہمیشہ سے قائم رہی ہے۔ جس طرح آج یہ مشرکین و معاندین آپ کو بیہودہ فرمائشوں سے وق کرتے اور بانواع حیل لوگوں کو جادہ حق سے ڈمگانا چاہتے ہیں اسی طرح ہر پیغمبر کے مقابل شیطانی قوتیں کام کرتی رہی ہیں کہ پیغمبروں کو ان کے پاک مقصد (ہدایت خلق اللہ) میں کامیاب نہ ہونے دیں۔ اسی غرض فاسد کے لئے شیاطین الجن اور شیاطین الانس باہم تعاون کرتے، اور ایک دوسرے کو فریب دہی اور طمع سازی کی چکنی چڑی باتیں سکھاتے ہیں اور ان کی یہ عارضی آزادی اسی عام حکمت اور نظام تکوینی کے ماتحت ہے جو تخلیق عالم میں حق تعالیٰ نے مرعی رکھی ہے۔ اس لئے آپ اعداء اللہ کی فتنہ پردازی اور مغویانہ فریب دہی سے زیادہ فکر و غم میں نہ پڑیں۔ ان سے اور ان کے کذب و افتراء سے قطع نظر کر کے معاملہ خدا کے سپرد کیجئے۔

شیاطین کی پرفریب باتیں | یعنی شیاطین ایک دوسرے کو طمع کی ہوئی فریب کی باتیں اس لئے سکھاتے ہیں کہ انہیں سن کر جو لوگ دنیا کی زندگی میں غرق ہیں اور دوسری زندگی کا یقین نہیں رکھتے ان ابلہ فریب باتوں کی طرف مائل ہو جائیں۔ اور ان کو دل سے پسند کرنے لگیں۔ اور پھر کبھی برے کاموں اور کفر و فسق کی دلدل سے نکلنے نہ پائیں۔

الْكِتَابَ مُفَصَّلًا ۝ وَالَّذِينَ اتَّيْنَهُمُ الْكِتَابَ

کتاب واضح اور جن لوگوں کو ہم نے کتاب دی ہے

يَعْلَمُونَ أَنَّهُ مُنَزَّلٌ مِّن رَّبِّكَ بِالْحَقِّ فَلَا تَكُونَنَّ

وہ جانتے ہیں کہ یہ نازل ہوئی ہے تیرے رب کی طرف سے ٹھیک سو تو مت ہو

مِنَ الْمُبْتَرِينَ ۝ وَتَمَّتْ كَلِمَتُ رَبِّكَ صِدْقًا وَ

شک کرنے والوں میں سے اور تیرے رب کی بات پوری چکی ہے

عَدْلًا ۝ لَا مُبَدِّلَ لِكَلِمَاتِهِ ۚ وَهُوَ السَّمِيعُ

اور انصاف کی کوئی بدلنے والا نہیں اس کی بات کو اور وہی ہے سنے والا

الْعَلِيمُ ۝ وَإِنْ تَطِعْ أَكْثَرُ مَنْ فِي الْأَرْضِ

جاننے والا اور اگر تو کہنا مانے گا اکثر ان لوگوں کا جو دنیا میں ہیں

يُضِلُّوكَ عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ ۖ إِنْ يَتَّبِعُونَ إِلَّا الظَّنَّ

تو تجھ کو بہکا دیں گے اللہ کی راہ سے وہ سب تو چلتے ہیں اپنے خیال پر

وَإِنْ هُمْ إِلَّا يَخْرُصُونَ ۝ إِنَّ رَبَّكَ هُوَ أَعْلَمُ

اور سب انکل ہی دوڑاتے ہیں تیرا رب خوب جاننے والا ہے

مَنْ يَضِلُّ عَنْ سَبِيلِهِ ۚ وَهُوَ أَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِينَ ۝

اس کو جو بہکتا ہے اس کی راہ سے اور وہی خوب جاننے والا ہے ان کو جو اس کی راہ پر ہیں

فَكُلُوا مِمَّا ذُكِّرَ اسْمُ اللَّهِ عَلَيْهِ ۖ إِنَّ كُنْتُمْ بآيَاتِهِ

سو تم کھاؤ اس جانور میں سے جس پر نام لیا گیا ہے اللہ کا اگر تم کو اس کے حکموں

مومن شیاطین کی باتوں میں نہیں آتے | یعنی ”شیاطین الانس والجن“ کی تلمیح و تلمیح پر بد عقیدہ اور جاہل ہی کان دھر سکتے ہیں۔ ایک پیغمبر یا اس کے قبیحین جو ہر مسئلہ اور ہر معاملہ میں خدائے واحد ہی کو اپنا منصف اور حکم مان چکے ہیں کیا ان سے یہ ممکن ہے کہ وہ خدا کو چھوڑ کر کسی دوسرے کی چکنی چیز کی باتوں کی طرف کان لگائیں۔ یا معاذ اللہ غیر اللہ کے فیصلہ کے آگے گردن جھکا دیں، حالانکہ ان کے پاس خدا کی طرف سے ایسی معجز اور کامل کتاب آچکی جس میں تمام اصولی چیزوں کی ضروری توضیح و تفصیل موجود ہے۔ جس کی نسبت علمائے اہل کتاب بھی کتب سابقہ کی بشارات کی بناء پر خوب جانتے ہیں کہ یقیناً یہ آسمانی کتاب ہے جس کی تمام خبریں سچی اور تمام احکام معتدل اور منصفانہ ہیں جن میں کسی کی طاقت نہیں کہ تبدیل و تحریف کر سکے۔ ایسی کتاب اور محفوظ و مکمل قانون کی موجودگی میں کیسے کوئی مسلمان وساوس و اوہام یا محض عقلی قیاسات اور مغویانہ مغالطات کا شکار ہو سکتا ہے جبکہ وہ جانتا ہے کہ خدا تعالیٰ جس کو ہم نے اپنا حکم اور جس کتاب میں کو دستور العمل تسلیم کیا ہے وہ ہماری ہر بات کو سننے والا اور ہر قسم کے مواقع و احوال اور ان کے مناسب احکام و نتائج کی موزونیت کو پوری طرح جاننے والا ہے۔

حق کے معاملے میں اکثریت کا اعتبار نہیں | مشاہدہ اور تاریخ بتلاتے ہیں کہ دنیا میں ہمیشہ فہیم، محقق اور با اصول آدمی تھوڑے رہے ہیں۔ اکثریت ان ہی لوگوں کی ہوتی ہے جو محض خیالی، بے اصول اور اٹکل پچو باتوں کی پیروی کرنے والے ہوں۔ اگر تم اسی اکثریت کا کہنا ماننے لگو اور بے اصول باتوں پر چلنا شروع کر دو تو خدا کی بتلائی ہوئی سیدھی راہ سے یقیناً بہک جاؤ گے۔ یہ آپ پر رکھ کر دوسروں کو سنایا۔

اللہ کے نام کا ذبیحہ | جاہل عوام کی ان ہی بے اصول اور اٹکل پچو باتوں میں سے ایک وہ تھی جو انہوں نے ذبیحہ کے مسئلہ پر نکتہ چینی کرتے ہوئے کہا تھا کہ جو جانور طبعی موت سے مر جائے (یعنی میت) اسے مسلمان حرام کہتے ہیں حالانکہ وہ خدا کا مارا ہوا ہے اور جو خود ان کے ہاتھ کا مارا ہوا ہو اسے حلال سمجھتے ہیں۔ یہ عجیب بات ہے، اس کا جواب اگلی آیتوں میں ”فَكُلُوا مِمَّا ذُكِّرَ بِكُمْ مِنَ اللَّهِ“ سے دیا گیا۔ حضرت شاہ صاحب مؤرخ القرآن میں فرماتے ہیں کہ ”یہ کنی آیتیں اس پر اتریں کہ کافر کہنے لگے مسلمان اپنا مارا کھاتے ہیں اور اللہ کا مارا نہیں کھاتے، فرمایا کہ ایسی طمع فریب کی باتیں انسانوں کو شبہ میں ڈالنے کے لئے شیطان سکھاتے ہیں۔ خوب سمجھ لو حلال و حرام وغیرہ میں حکم اللہ کا چلتا ہے۔ محض عقلی ڈھکوسلوں کا اعتبار نہیں۔ آگے کھول کر سمجھا دیا کہ مارنے والا سب کا اللہ ہے لیکن اس کے نام کو برکت ہے جو اس کے نام پر ذبح ہوا سو حلال ہے جو بغیر اس کے مر گیا سو مردار“ بتخیر یسر۔

مُؤْمِنِينَ ﴿۱۱۸﴾ وَمَا لَكُمْ إِلَّا تَأْكُلُوا مِمَّا ذُكِّرَ اسْمُ

پرایمان ہے اور کیا سبب کہ تم نہیں کھاتے اس جانور میں سے کہ جس پر نام لیا گیا ہے

اللَّهِ عَلَيْهِ وَقَدْ فَصَّلَ لَكُمْ مَّا حَرَّمَ عَلَيْكُمْ إِلَّا

اللہ کا اور وہ واضح کر چکا ہے جو کچھ کہ اس نے تم پر حرام کیا ہے مگر

مَا اضْطُرَّرْتُمْ إِلَيْهِ وَإِنْ كَثِيرًا لَيُضِلُّونَ بِأَهْوَاءِهِمْ

جب کہ مجبور ہو جاؤ اس کے کھانے پر اور بہت لوگ بہکاتے پھرتے ہیں اپنے خیالات پر

بِغَيْرِ عِلْمٍ وَإِنَّ رَبَّكَ هُوَ أَعْلَمُ بِالْمُعْتَدِينَ ﴿۱۱۹﴾

بغیر تحقیق تیرا رب ہی خوب جانتا ہے حد سے بڑھنے والوں کو

وَذُرُّوا ظَاهِرَ الْأَثِمِ وَبَاطِنَهُ إِنَّ الَّذِينَ يَكْسِبُونَ

اور چھوڑ دو کھلا ہوا گناہ اور چھپا ہوا جو لوگ گناہ کرتے

الْإِثْمَ سَيُجْزَوْنَ بِمَا كَانُوا يَقْتَرِفُونَ ﴿۱۲۰﴾ وَلَا تَأْكُلُوا

ہیں عنقریب سزا پائیں گے اپنے کیے کی اور اس میں سے نہ کھاؤ

مِمَّا لَمْ يُذْكَرِ اسْمُ اللَّهِ عَلَيْهِ وَإِنَّكَ لَفِئْسٌ ط وَإِنْ

جس پر نام نہیں لیا گیا اللہ کا اور یہ کھانا گناہ ہے اور

الشَّيْطَانِ لِيُوحُونَ إِلَىٰ أَوْلِيَٰهِمْ لِيُجَادِلُوكُمْ وَإِنْ

شیطان دل میں ڈالتے ہیں اپنے رفیقوں کے تاکہ وہ تم سے جھگڑا کریں اور اگر

أَطَعْتُوهُمْ إِنَّكُمْ لَمُشْرِكُونَ ﴿۱۲۱﴾ أَوْ مَنْ كَانَ مَبْتَئًا

تم نے ان کا کہا مانا تو تم بھی مشرک ہوئے بھلا ایک شخص جو کہ مردہ تھا

◆ جب دلائل صحیحہ کی بنا پر تم نے رسول اللہ ﷺ کی نبوت اور قرآن کریم کی حقانیت کو تسلیم کر لیا اور کلی طور پر اس کے احکام پر ایمان لائے تو اب فروع و جزئیات کی صحت کو تسلیم کرنا ناگزیر ہے۔ اگر ہر اصل و فرع اور کلی و جزئی کا قبول کرنا ہمارے عقلی قیاسات پر موقوف ہو تو وحی اور نبوت کی ضرورت ہی نہ رہے۔

◆ یعنی اضطراب اور مجبوری کی حالت کو مستثنیٰ کر کے جو چیزیں حرام ہیں ان کی تفصیل کی جا چکی۔ ان میں وہ حلال جانور داخل نہیں جو اللہ کے نام پر ذبح کیا جائے پھر اس کے نہ کھانے کی کیا وجہ؟

◆ ذبیحہ اور مردار کا فرق | مسلمان کا عقیدہ یہ ہے کہ ہر چیز کو بالواسطہ یا بلاواسطہ خدا ہی پیدا کرتا اور خدا ہی مارتا ہے۔ پھر جس طرح اس کی پیدا کی ہوئی چیزوں میں بعض کا کھانا ہم کو مرغوب اور مفید ہے جیسے سیب انگور وغیرہ اور بعض چیزوں سے ہم نفرت کرتے ہیں یا مضر سمجھتے ہیں جیسے ناپاک گندی چیزیں اور سٹکھیا وغیرہ۔ اسی طرح اس کی ماری ہوئی چیزیں بھی دو قسم کی ہیں ایک وہ جن سے فطرت سلیمہ نفرت کرے یا ان کا کھانا ہماری بدنی یا روحی صحت کے لئے خدا کے نزدیک مُبِضَر ہو۔ مثلاً وہ حیوان دموی جو اپنی طبعی موت سے مرے اور اس کا خون وغیرہ گوشت میں جذب ہو کر رہ جائے۔ دوسرے وہ حلال و طیب جانور جو باقاعدہ خدا کے نام پر ذبح ہو یہ بھی خدا ہی کا مارا ہوا ہے جس پر مسلمان کی چھری کے توسط سے اس نے موت طاری کی۔ مگر عمل ذبح اور خدا کے نام کی برکت سے اس کا گوشت پاک و صاف ہو گیا۔ پس جو شخص دونوں قسموں کو ایک کرنا چاہے وہ معتدی (حد سے بڑھنے والا) ہوگا۔

◆ یعنی کافروں کے بہکانے پر نہ ظاہر میں عمل کرو نہ دل میں شبہ رکھو۔ کذافی موضح القرآن۔

◆ یعنی نہ ہیئتہ نہ حکماً۔ حنفیہ متروک التسمیہ عذا کے مسئلہ میں ذکر حکمی کا دعویٰ کرتے ہیں۔

◆ احکام کا شرک | یعنی شرک فقط یہ ہی نہیں کہ کسی کو سوائے خدا کے پوجے بلکہ شرک کے حکم میں یہ بھی ہے کہ کسی چیز کی تحلیل و تحریم میں مستند شرعی کو چھوڑ کر محض آراء و اہوا کا تابع ہو جائے۔ جیسا کہ ”اتَّخَذُوا آخْبَارَهُمْ وَرُؤْيَانَهُمْ أَرْبَابًا مِّنْ دُونِ اللَّهِ“ کی تفسیر میں مرفوعاً منقول ہے کہ اہل کتاب نے وحی الہی کو چھوڑ کر صرف احبار و رہبان ہی پر تحلیل و تحریم کا مدار رکھ چھوڑا تھا۔

فَأَحْيَيْنَاهُ وَجَعَلْنَا لَهُ نُورًا يَمْشِي بِهِ فِي النَّاسِ

پھر ہم نے اُس کو زندہ کر دیا اور ہم نے اُس کو دی روشنی کہ لیے پھرنا ہے اُس کو لوگوں میں

كَمَنْ مَثَلُهُ فِي الظُّلُمَاتِ لَيْسَ بِخَارِجٍ مِّنْهَا

برابر ہو سکتا ہے اس کے کہ جس کا حال یہ ہے کہ پڑا ہے اندھیروں میں وہاں سے نکل نہیں سکتا

كَذَلِكَ زُيِّنَ لِلْكَافِرِينَ مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ ﴿۱۲۲﴾ وَكَذَلِكَ

اسی طرح مزین کر دیے کافروں کی نگاہ میں ان کے کام اور اسی طرح

جَعَلْنَا فِي كُلِّ قَرْيَةٍ أَكْبَرًا مُّجْرِمِيهَا لِيُكْفَرُوا فِيهَا

کیے ہیں ہم نے ہر بستی میں گنہگاروں کے سردار کہ چلے کیا کریں وہاں

وَمَا يُكْفَرُونَ إِلَّا بِأَنْفُسِهِمْ وَمَا يَشْعُرُونَ ﴿۱۲۳﴾ وَإِذَا

اور جو چلے کرتے ہیں سو اپنی ہی جان پر اور نہیں سوچتے اور جب اور جب

جَاءَتْهُمْ آيَةٌ قَالُوا لَنْ نُؤْمِنَ حَتَّىٰ نُؤْتَىٰ مِثْلَ مَا

آتی ہے ان کے پاس کوئی آیت تو کہتے ہیں کہ ہم ہرگز نہیں مانیں گے جب تک کہ نہ دیا جاوے ہم کو جیسا کچھ

أَوْتِيَ رَسُولُ اللَّهِ ۗ اللَّهُ أَعْلَمُ حَيْثُ يَجْعَلُ رِسَالَتَهُ

کہ دیا گیا اللہ کے رسولوں کو اللہ خوب جانتا ہے اُس موقع کو کہ جہاں بھیجے اپنے پیغام

سَيُصِيبُ الَّذِينَ أَجْرَمُوا صَغَارٌ عِنْدَ اللَّهِ وَعَذَابٌ

عقرب پینچی گنہگاروں کو ذلت اللہ کے ہاں اور عذاب

شَدِيدٌ بِمَا كَانُوا يَكْفُرُونَ ﴿۱۲۴﴾ فَمَنْ يُّرِدِ اللَّهُ أَنْ

ختم اس وجہ سے کہ وہ مکر کرتے تھے سو جس کو اللہ چاہتا ہے کہ

وقف لازم

مومن اور کافر کا فرق | پہلے فرمایا کہ شیاطین اپنے رفقاء کے دل میں ڈالتے ہیں کہ وہ مسلمانوں سے جھگڑا کریں یعنی بحث وجدل، تلبیس و تلمیح اور وسوسہ اندازی کر کے ان کو طریق حق سے ہٹا دیں۔ لیکن ان کو یہ ہوس خام اپنے دلوں سے نکال دینا چاہئے۔ وہ گروہ یا وہ شخص جو جہل و ضلال کی موت سے مرچکا تھا۔ پھر اس کو حق تعالیٰ نے ایمان و عرفان کی روح سے زندہ کیا اور قرآن کی روشنی عطا فرمائی جسے لے کر وہ لوگوں کے ہجوم میں بے تکلف راہ راست پر چل رہا ہے کیا اس کا حال اغواء شیطانی کے قبول کرنے میں ان "اولیاء الشیطان" جیسا ہو سکتا ہے جو جہالت و ضلالت کی اندھیروں میں پڑے ٹھوکریں کھا رہے ہیں جس سے نکلنے کی کوئی راہ نہیں پاتے کیونکہ اسی ظلمت کو نور اور برائی کو بھلائی سمجھتے ہیں۔ ایسا کبھی نہیں ہو سکتا۔

کفار کی تدابیر خود ان کے خلاف ہوتی ہیں | یعنی کچھ آج رؤسائے مکہ ہی نہیں ہمیشہ کافروں کے سردار حیلے نکالتے رہے ہیں تاکہ عوام الناس پیغمبروں کے مطیع نہ ہو جائیں جیسے فرعون نے معجزہ دیکھا تو حیلہ نکالا کہ سحر کے زور سے سلطنت لیا جاتا ہے لیکن ان کے یہ حیلے اور داؤچ بچھانہ کپے ایمانداروں پر نہیں چلتے۔ حیلہ کرنے والے اپنی عاقبت خراب کر کے خود اپنا ہی نقصان کرتے ہیں جس کا احساس انہیں اس وقت نہیں ہوتا۔

کفار کا گستاخانہ مطالبہ | ان کی مکاری اور متکبرانہ حیلہ جوئی کی ایک مثال یہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام کے صدق کا جب کوئی نشان دیکھتے تو کہتے کہ ہم ان دلائل و نشانات کو نہیں جانتے۔ ہم تو اس وقت یقین کر سکتے ہیں جب ہمارے اوپر فرشتے نازل ہوں اور پیغمبروں کی طرح ہم کو بھی خدا کا پیغام سنائیں یا خود حق تعالیٰ ہی ہمارے سامنے آجائیں۔ "وَقَالَ الَّذِينَ لَا يَرْجُونَ لِقَاءَ نَالَوْلَا أَنْزَلَ عَلَيْنَا الْمَلٰٓئِكَةَ أَوْ نرٰ رَبَّنَا لَقَدْ اسْتَكْبَرُوا فِيْٓ أَنْفُسِهِمْ وَغَتَوْا عُثُوًّا كَبِيْرًا" (فرقان، رکوع ۳) خیر یہ تو خدا ہی جانتا ہے کہ کون شخص اس کا اہل ہے کہ منصب پیغامبری پر سرفراز کیا جائے اور اس عظیم الشان امانت الہیہ کا حامل بن سکے۔ یہ نہ کوئی کسی چیز ہے کہ دعاء یا ریاضت یا دنیوی جاہ و دولت وغیرہ سے حاصل ہو سکے اور نہ ہر کس و ناکس کو ایسی جلیل القدر اور نازک ذمہ داری پر فائز کیا جاسکتا ہے۔ ہاں ایسے گستاخ، متکبر، حیلہ جو مکاروں کو آگاہ رہنا چاہئے کہ عنقریب اس معزز منصب کی طلب کا جواب ان کو سخت ذلت اور عذاب شدید کی صورت میں دیا جائے گا۔

يَهْدِيهِ يُشْرَحُ صَدْرَهُ لِلْإِسْلَامِ ۚ وَمَنْ يُرِدْ أَنْ

ہدایت کرے تو کھول دیتا ہے اُس کے سینہ کو واسطے قبول کرنے اسلام کے اور جس کو چاہتا ہے کہ

يُضِلَّهُ يُجْعَلُ صَدْرَهُ ضَيْقًا حَرَجًا كَأَنَّمَا يَصْعَقُ

گمراہ کرے کر دیتا ہے اس کے سینہ کو تنگ بے نہایت تنگ کو یا وہ زور سے چڑھتا ہے

فِي السَّمَاءِ ط كَذَلِكَ يَجْعَلُ اللَّهُ الرِّجْسَ عَلَى الَّذِينَ

آسمان پر اسی طرح ڈالے گا اللہ عذاب کو ایمان

لَا يُؤْمِنُونَ ﴿١٧٥﴾ وَهَذَا صِرَاطٌ رَبِّكَ مُسْتَقِيمًا ۚ

نہ لانے والوں پر اور یہ ہے راستہ تیرے رب کا سیدھا

قَدْ فَصَّلْنَا الْآيَاتِ لِقَوْمٍ يَذَّكَّرُونَ ﴿١٧٦﴾ لَهُمْ دَارُ

ہم نے واضح کر دیا نشانوں کو غور کرنے والوں کے واسطے انہی کے لیے ہے

السَّلَامِ عِنْدَ رَبِّهِمْ وَهُوَ وَلِيُّهُمْ بِمَا كَانُوا يَعْمَلُونَ ﴿١٧٧﴾

سلامتی کا گھر اپنے رب کے ہاں اور وہ اُن کا مددگار ہے بسبب اُن کے اعمال کے

وَيَوْمَ يُحْشَرُهُمْ جَمِيعًا ۚ يُبْعَثُ الْجِنُّ قَدْ اسْتَكْثَرْتُمْ

اور جس دن جمع کرے گا اُن سب کو فرمائے گا اے جماعت جنات کی تم نے بہت کچھ تابع کر لیے اپنے

مِّنَ الْإِنْسِ ۚ وَقَالَ أَوْلِيُوهُمْ مِّنَ الْإِنْسِ رَبَّنَا

آدمیوں میں سے اور کہیں گے اُن کے دوستدار اے رب ہمارے

اسْتَمْتَعْ بَعْضُنَا بِبَعْضٍ وَبَلَّغْنَا أَجَلَنَا الَّذِينَ

کام نکالا ہم میں ایک نے دوسرے سے اور ہم پہنچے اپنے اُس وعدہ کو جو تو نے

یعنی زور سے آسمان پر چڑھنا چاہتا ہے مگر چڑھ نہیں سکتا، اس لئے سخت تنگ دل ہوتا ہے۔

ہدایت و اضلال اللہ کے ہاتھ میں ہے | جو لوگ ایمان لانے کا ارادہ نہیں رکھتے ان پر اسی طرح عذاب اور تباہی ڈالی جاتی ہے کہ رفتہ رفتہ انکا سینہ اس قدر تنگ کر دیا جاتا ہے کہ اس میں حق کے گھسنے کی قطعاً گنجائش نہیں رہتی۔ پھر یہ ہی ضیق صدر عذابِ توقیامت میں بشکل محسوس سامنے آجائے گا۔ مترجم محقق قدس اللہ روحہ نے ”رجس“ کا ترجمہ اب سے کیا ہے اس کے موافق یہ تقریر ہے۔ عبدالرحمن بن زید بن اسلم نے ”رجس“ کے معنی عذاب ہی کے لئے ہیں۔ مگر ابن عباس نے یہاں ”رجس“ سے مراد شیطان لیا ہے۔ شاید اس لئے کہ ”رجس“ ناپاک کو کہتے ہیں اور شیطان سے بڑھ کر کون ناپاک ہوگا۔ بہر حال اس تفسیر پر آیت کا مطلب یہ ہوگا کہ جس طرح خدا تعالیٰ ایمان سے گھبرانے والوں کا سینہ تنگ کر دیتا ہے اسی طرح ان پر بے ایمانیوں کی وجہ سے شیطان مسلط کر دیا جاتا ہے کہ کبھی رجوع الی الحق کی توفیق نہیں ہوتی۔ حضرت شاہ صاحب فرماتے ہیں کہ ”اول فرمایا تھا کہ کافر قسمیں کھاتے ہیں کہ آیت دیکھیں تو البتہ یقین لاویں اور اب فرمایا کہ ہم نہ دیں گے ایمان تو کیونکر لاویں گے۔ بیچ میں مردہ حلال کرنے کے حیلے نقل کئے، اب اس بات کا جواب فرمایا کہ جس کی عقل اس طرف چلے کہ اپنی بات نہ چھوڑے، جو دلیل دیکھے کچھ حیلہ بنا لے، وہ نشان ہے گمراہی کا اور جس کی عقل چلے انصاف پر اور حکم برداری پر، وہ نشان ہدایت ہے۔ ان لوگوں میں نشان ہیں گمراہی کے ان پر کوئی آیت اثر نہ کرے گی۔“ باقی اللہ تعالیٰ کی طرف ارادہ ہدایت و اضلال کی نسبت کرنا، اس کے متعلق متعدد مواضع میں ہم کلام کر چکے ہیں اور آئندہ بھی حسب موقع لکھا جائے گا۔ مگر یہ مسئلہ طویل الذیل اور معرکہ الآراء ہے اس لئے ہمارا ارادہ ہے کہ اس پر ایک مستقل مضمون لکھ کر فوائد کے ساتھ ملحق کر دیا جائے۔ وباللہ التوفیق۔

یعنی جو اسلام و فرمانبرداری کے سیدھے راستے پر چلے گا وہ ہی سلامتی کے گھر پہنچے گا اور خدا اس کا ولی و مددگار ہوگا۔ یہ حال تو ان کا ہوا جن کا ولی خدا ہے (یعنی اولیاء الرحمن)۔ آگے اولیاء الشیطان کا حال بیان کیا جاتا ہے۔

شیاطین جن سے خطاب | یعنی اے شیاطین! جن تم نے بہت سے بد بخت انسانوں کو اپنی طرف متوجہ کر لیا اور اپنی راہ پر لگا لیا۔

أَجَلَتْ لَنَا قَالَ النَّارُ مَثْوَاكُمْ خُلْدِيْنَ فِيْهَا إِلَّا

ہمارے لیے مقرر کیا تھا ♦ فرماوے گا آگ ہے گھر تمہارا رہا کرو گے اسی میں مگر

مَا شَاءَ اللّٰهُ ط إِنَّ رَبَّكَ حَكِيمٌ عَلِيمٌ ﴿۱۳۸﴾ وَكَذٰلِكَ

جب چاہے اللہ ♦ البتہ تیرا رب حکمت والا خبردار ہے ♦ اور اسی طرح

نُؤَيُّ بَعْضَ الظّٰلِمِيْنَ بَعْضًا بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ﴿۱۳۹﴾

ہم ساتھ ملا دیں گے گنہگاروں کو ایک کو دوسرے سے ان کے اعمال کے سبب ♦

يَمْعَشِرَ الْجِنِّ وَالْإِنْسِ أَلَمْ يَأْتِكُمْ رُسُلٌ مِّنكُمْ

اے جماعت جنوں کی اور انسانوں کی کیا نہیں پہنچے تھے تمہارے پاس رسول تہی میں کے

يَقْضُوْنَ عَلَيْكُمْ آيٰتِيْ وَيُنذِرُوْنَكُمْ لِقَاءِ يَوْمِكُمْ

کہ سناتے تھے تم کو میرے حکم اور ڈراتے تھے تم کو اس دن کے پیش آنے

هٰذَا قَالُوْا شَهِدْنَا عَلٰٓآ اَنْفُسِنَا وَغَرَّبْنٰهُمْ

سے ♦ کہیں گے کہ ہم نے اقرار کر لیا اپنے گناہ کا اور ان کو دھوکا دیا

الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَشَهِدُوْا عَلٰٓآ اَنْفُسِهِمْ اَنْهُمْ كَانُوْا

دنیا کی زندگی نے ♦ اور قائل ہو گئے اپنے اوپر اس بات کے کہ وہ

كٰفِرِيْنَ ﴿۱۴۰﴾ ذٰلِكَ اَنَّ لَمْ يَكُنْ رَبُّكَ مُهْلِكَ الْقُرٰى

کافر تھے ♦ یہ اس واسطے کہ تیرا رب ہلاک کرنے والا نہیں بستیوں کو

بِظُلْمٍ وَّاَهْلُهَا غٰفِلُوْنَ ﴿۱۴۱﴾ وَلِكُلِّ دَرَجٰتٍ مِّمَّا

ان کے ظلم پر اور وہاں کے لوگ بے خبر ہوں اور ہر ایک کے لئے درجے ہیں ان کے

◆ اطاعت شیاطین کا انجام دنیا میں جو انسان بت وغیرہ پوجتے ہیں وہ فی الحقیقت خبیث جن (شیاطین) کی پوجا ہے۔ اس خیال پر کہ وہ ہمارے کام نکالیں گے ان کو نیازیں چڑھاتے ہیں۔ اور ویسے بہت سے اہل جاہلیت تشویش و اضطراب کے وقت جنوں سے استعانت کرتے تھے۔ جیسا کہ سورۃ جن میں اشارہ کیا گیا ہے اور ابن کثیر وغیرہ نے روایات نقل کی ہیں۔ جب آخرت میں وہ شیاطین الجن اور انسان برابر پکڑے جائیں گے اور حقائق کا انکشاف ہوگا تب مشرک لوگ یوں عذر کریں گے کہ اے ہمارے پروردگار ہم نے پوجا نہیں کی لیکن آپس میں وقتی کارروائی کرتی تھی اور موت کا وعدہ آنے سے پہلے پہلے دنیوی کاروبار میں ہم ایک دوسرے سے کام نکالنے کی کچھ ترکیب کر لیا کرتے تھے ان کی عبادت مقصود نہ تھی۔

◆ **الَا مَا شَاءَ اللّٰهُ كَمَا مَطْلَب** یہ جو فرمایا مگر جب چاہے اللہ اس واسطے کہ دوزخ کا عذاب دائم ہے تو اسی کے چاہنے سے ہے وہ جب چاہے موقوف کرنے پر قادر ہے، لیکن ایک چیز چاہ چکا اور اس کی خبر پیغمبروں کی زبانی دی جا چکی وہ اب ٹل نہیں سکتی۔

◆ یعنی مجرموں کے جرائم سے پوری طرح خبردار ہے اور حکمت بالغہ سے ہر جرم کی بر محل اور مناسب سزا دیتا ہے۔

◆ **دوزخ میں ظالموں کے طبقات** جیسے تم نے "شیاطین الجن" اور ان کے اولیاء اسی کا حال سنا۔ اسی طرح تمام ظالموں اور گنہگاروں کو ان کے ظلم اور سب

کاریوں کے تناسب سے دوزخ میں ہم ایک دوسرے کے قریب کر دیں گے اور جو جس درجہ کا ظالم و گنہگار ہوگا اس کو اسی کے طبقہ عذاب میں ملا دیں گے۔

◆ **ایک اشکال اور اس کا جواب** اور جن وانس کی شرارت اور سزا کا بیان تھا اور "اولیاء الجن" کی زبانی فی الجملہ معذرت بھی نقل کی گئی تھی، اب

بتلایا جاتا ہے کہ ان کا کوئی عذر معقول اور قابل سماعت نہیں، دنیا میں خدا کی حجت تمام ہو چکی تھی جس کا خود انہیں بھی اقرار کرنا پڑے گا۔ یہ خطاب

"يَا مَعْشَرَ الْجِنِّ وَالْإِنسِ" کا قیامت کے دن ہوگا اور مخاطب جن وانس کا یعنی کل مکلفین کا مجموعہ ہے، ہر جماعت الگ الگ مخاطب نہیں جو یہ

اعتراض ہو کہ رسول تو ہمیشہ انسانوں میں سے آئے قوم جن میں سے کوئی پیغمبر نہیں بھیجا گیا۔ پھر "رُسُلٌ مِّنكُمْ" (رسول تم ہی میں سے) کہنا

کیسے صحیح ہوگا۔ اصل یہ ہے کہ مجموعہ مخاطبین میں سے اگر کسی نوع میں بھی اتیان رسل متحقق ہو جائے جس کی غرض تمام مخاطبین کو بلا تخصیص فائدہ

پہنچانا ہو تو مجموعہ کو خطاب کرنے میں کوئی اشکال نہیں رہتا۔ مثلاً کوئی یہ کہے "اے عرب و عجم کے باشندو! اور پورب پچھتم کے رہنے والو! کیا تم ہی

میں سے خدا نے محمد ﷺ جیسے کامل انسان کو پیدا نہیں کیا" اس عبارت کا مطلب کسی کے نزدیک یہ نہیں ہو سکتا کہ ایک محمد ﷺ تو عرب میں پیدا کئے

گئے اور دوسرے عجم میں ہونے چاہئیں، اسی طرح پورب کے علیحدہ اور پچھتم کے علیحدہ محمد ہوں، تب یہ عبارت صحیح ہوگی، علیٰ ہذا القیاس یہاں سمجھ

لیجئے کہ "يَا مَعْشَرَ الْجِنِّ وَالْإِنسِ أَلَمْ يَأْتِكُمْ رُسُلٌ مِّنكُمْ" کا مدلول صرف اس قدر ہے کہ جن وانس کے مجموعہ میں سے پیغمبر بھیجے گئے۔ باقی یہ تحقیق کہ ہر

نوع میں سے الگ الگ پیغمبر آئے یا ہر ایک پیغمبر کل افراد جن وانس کی طرف مبعوث ہوا، یہ آیت اس کے بیان سے ساکت ہے۔ دوسری

نصوص سے جمہور علماء نے یہ ہی قرار دیا ہے کہ نہ ہر ایک پیغمبر کی بعثت عام ہے اور نہ کسی جن کو اللہ نے مستقل رسول بنا کر بھیجا۔

◆ جنات انسان کے تابع بنائے گئے ہیں اکثر معاشی و معادی معاملات میں ان کو حق تعالیٰ نے انسانوں کے تابع بنا کر رکھا ہے

جیسا کہ سورۃ جن کی آیات اور نصوص حدیثیہ وغیرہ اس پر دلالت کرتی ہیں۔ یہ کوئی ضابطہ نہیں کہ مخلوق کی ہر نوع کے لئے اسی نوع کا کوئی شخص

رسول ہوا کرے۔ باقی انسانوں کی طرف فرشتہ کو رسول بنا کر بھیجنے سے جو قرآن کے متعدد مواضع میں انکار کیا گیا ہے، اس کا اصلی منشاء یہ ہے کہ

عام انسان بہیئۃ الاصلیہ اس کی رویت کا تحمل نہیں کر سکتے اور بے اندازہ خوف و ہیبت کی وجہ سے مستفید نہیں ہو سکتے اور بصورت انسان آئیں تو

بے ضرورت التباس رہتا ہے۔ اسی پر قیاس کر لو کہ اگر قوم جن میں منصب نبوت کی اہلیت ہوتی تو وہ بھی انسانوں کے لئے مبعوث نہیں کئے جا

سکتے تھے کیونکہ وہاں بھی یہی اشکال تھا۔ ہاں رسول انسی کا جن کی طرف مبعوث ہونا اس لئے مشکل نہیں کہ جنوں کے حق میں انسان کی رویت

نہ تو ناقابل تحمل ہے اور نہ انسان کا صوری خوف و رعب استفادہ سے مانع ہو سکتا ہے۔ ادھر پیغمبر کو حق تعالیٰ وہ قوت قلبی عطا فرمادیتا ہے کہ اس پر

جن جیسی ہیبت ناک مخلوق کا کوئی رعب نہیں پڑتا۔

◆ یعنی دنیا کی لذات و شہوات نے انہیں آخرت سے غافل بنا دیا۔ کبھی خیال بھی نہ آیا کہ اس اعلم الحاکمین کے سامنے جانا ہے جو ذرہ

ذره کا حساب لے گا۔

◆ کفار کا آخرت میں اقرار کفر اس سورت میں اوپر مذکور ہوا کہ اول کافر اپنے کفر کا انکار کریں گے۔ پھر حق تعالیٰ تدبیر سے ان کو قائل کرے گا۔

عَمَلُوا وَمَا رَبُّكَ بِغَافِلٍ عَمَّا يَعْمَلُونَ ﴿۳۲﴾ وَرَبُّكَ

عمل کے اور تیرا رب بے خبر نہیں اُن کے کام سے اور تیرا رب

الْغَنِيُّ ذُو الرَّحْمَةِ ۗ إِنْ يَشَاءُ يُدْهِبْكُمْ وَيَسْتَخْلِفْ

بے پرواہ ہے رحمت والا اگر چاہے تو تم کو لے جا دے اور تمہارے پیچھے

مِنْ بَعْدِكُمْ مَا يَشَاءُ ۚ كَمَا أَنْشَأَكُمْ مِنْ ذُرِّيَّةٍ

قائم کر دے جس کو چاہے جیسا تم کو پیدا کیا اوروں کی

قَوْمٍ آخَرِينَ ۗ إِنَّ مَا تُوْعَدُونَ لَأَيُّهَا وَمَا أَنْتُمْ

اولاد سے جس چیز کا تم سے وعدہ کیا جاتا ہے وہ ضرور آنے والا ہے اور تم

بِمُعْجِزِينَ ۗ قُلْ يَقَوْمِ اعْمَلُوا عَلَىٰ مَكَانَتِكُمْ لَئِنْ

عاجز نہیں کر سکتے تو کہہ دے اے لوگو تم کام کرتے رہو اپنی جگہ پر میں بھی

عَامِلٌ ۚ فَسَوْفَ تَعْلَمُونَ ۗ مَنْ يَكُونُ لَهُ عَاقِبَةُ

کام کرتا ہوں سو غنقریب جان لو گے تم کہ کس کو ملتا ہے عاقبت کا

الدَّارِ طَائِفَةٌ لَّا يُفْلِحُ الظَّالِمُونَ ۗ وَجَعَلُوا لِلَّهِ مِثْلًا

گم بالیقین بھلا نہ ہو گا ظالموں کا اور ٹھہراتے ہیں اللہ کا اُس کی

ذَرَأًا مِنَ الْحَرِّثِ وَالْأَنْعَامِ نَصِيبًا فَقَالُوا هَذَا

پیدا کی ہوئی کھیتی اور مویشی میں ایک حصہ پھر کہتے ہیں یہ حصہ

لِلَّهِ بِزَعْمِهِمْ وَهَذَا لِشُرَكَائِنَا ۚ فَمَا كَانَ لِشُرَكَائِهِمْ

اللہ کا ہے اپنے خیال میں اور یہ ہمارے شریکوں کا ہے سو جو حصہ اُن کے شریکوں کا ہے

یعنی خدا کی یہ عادت نہیں کہ بدوں آگاہ اور خبردار کئے کسی کو اس کے ظلم و عسیان پر دنیا یا آخرت میں پکڑ کر ہلاک کر دے۔ اسی لئے رسول اور نذیر بھیجے کہ وہ خوب کھول کر تمام جن وانس کو ان کے بھلے برے اور آغاز و انجام سے خبردار کریں۔ پھر جس درجہ کا کسی کا عمل ہو گا حق تعالیٰ اس کے ساتھ ویسا ہی معاملہ کرے گا۔

بندوں کے کفر و ایمان سے اللہ بے پروا ہے | خدا نے رسول بھیج کر اپنی حجت تمام کر دی۔ اب اگر تم نہ مانو اور سیدھے راستہ پر نہ چلو تو وہ غنی ہے اسے تمہاری کچھ پرواہ نہیں۔ وہ چاہے تو تم کو ایک دم میں لے جائے اور اپنی رحمت سے دوسری قوم کو تمہاری جگہ کھڑا کر دے جو خدا کی مطیع و وفادار ہو اور تم کو لجا کر دوسری قوم کا لے آنا خدا کے لئے کیا مشکل ہے۔ آج تم اپنے جن آباء و اجداد کے جانشین بنے بیٹھے ہو، آخر ان کو اٹھا کر تم کو دنیا میں اسی خدا نے جگہ دی ہے۔ بہر حال خدا کا کام رُک نہیں سکتا۔ تم نہ کرو گے دوسرے کھڑے کئے جائیں گے۔ ہاں یہ سوچ رکھو کہ یہ ہی بغاوت و شرارت رہی تو خدا کا عذاب اٹل ہے۔ تم اگر سمجھو کہ بھاگ کر یا کسی کی پناہ لیکر سزا سے بچ جاؤ گے تو یہ محض حماقت ہے۔ ساری مخلوق مل کر بھی خدا کو اس کی مشیت کے نفاذ سے عاجز نہیں کر سکتی۔

یعنی ہم سب نیک و بد اور نفع و ضرر سے آگاہ کر چکے۔ اس پر بھی اگر تم اپنی جانوں پر ظلم کرنے سے باز نہیں آئے تو تم جانو۔ تم اپنا کام کئے جاؤ میں اپنا فرض ادا کرتا ہوں۔ عنقریب کھل جائے گا کہ اس دنیا کا آخری انجام کس کے ہاتھ رہتا ہے۔ بلاشبہ ظالموں کا انجام بھلا نہیں ہو سکتا۔ آگے ان کے چند اعتقادی اور عملی ظلم بیان کئے جاتے ہیں جو ان میں رائج تھے اور سب سے بڑا ظلم وہ ہی ہے جسے فرمایا **إِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيمٌ**۔

فَلَا يَصِلُ إِلَى اللَّهِ وَمَا كَانَ لِلَّهِ فَهُوَ يَصِلُ إِلَى

وہ تو نہیں پہنچتا اللہ کی طرف اور جو اللہ کا ہے وہ پہنچ جاتا ہے

شُرَكَاءِهِمْ ط سَاءَ مَا يَحْكُمُونَ ﴿۳۶﴾ وَكَذَلِكَ زَيْنَ لِكَثِيرٍ

ان کے شریکوں کی طرف کیا ہی برا انصاف کرتے ہیں اور اسی طرح مزین کر دیا بہت سے

مِّنَ الْمُشْرِكِينَ قَتَلَ أَوْلَادِهِمْ شُرَكَاءُ وَهُمْ لِيُرُدُّوهُمْ

شرکوں کی نگاہ میں ان کی اولاد کے قتل کو ان کے شریکوں نے تاکہ ان کو ہلاک کریں

وَلِيَلْبِسُوا عَلَيْهِمْ دِينَهُمْ ط وَلَوْ شَاءَ اللَّهُ مَا فَعَلُوهُ

اور زلا ملادیں ان پر ان کے دین کو اور اللہ چاہتا تو وہ یہ کام نہ کرتے

فَذَرَهُمْ وَمَا يَفْتَرُونَ ﴿۳۷﴾ وَقَالُوا هَذِهِ أُنْعَامٌ

سو چھوڑ دے وہ جائیں اور ان کا جھوٹ اور کہتے ہیں کہ یہ مواشی

وَحَرَّتْ حَجْرًا ط لَا يَطْعَمُهَا إِلَّا مَنْ نَّشَاءُ بِزَعْمِهِمْ

اور کھیتی ممنوع ہے اس کو کوئی نہ کھاوے مگر جس کو ہم چاہیں ان کے خیال کے موافق

وَأَنْعَامٌ حُرِّمَتْ ظُهُورُهَا وَأَنْعَامٌ لَا يَذْكُرُونَ

اور بعض مواشی کی پیٹھ پر چڑھنا حرام کیا اور بعض مواشی کے ذبح کے وقت

اسْمَ اللَّهِ عَلَيْهَا افْتِرَاءً عَلَيْهِ ط سَيَجْزِيهِمْ بِمَا

نام نہیں لیتے اللہ کا اللہ پر بہتان باندھ کر عنقریب وہ سزا دے گا ان کو

كَانُوا يَفْتَرُونَ ﴿۳۸﴾ وَقَالُوا مَا فِي بُطُونِ هَذِهِ

اس جھوٹ کی اور کہتے ہیں جو بچہ ان مواشی کے پیٹ میں ہے

مشرکین کے جاہلانہ عقائد | حضرت شاہ صاحب فرماتے ہیں کہ ”کافر اپنی کھیتی میں سے اور مویشی کے بچوں میں سے اللہ کی نیاز نکالتے اور بتوں کی بھی نیاز نکالتے۔ پھر بعضاً جانور اللہ کے نام کا بہتر دیکھا تو بتوں کی طرف بدل دیا۔ مگر بتوں کی طرف کا اللہ کی طرف نہ کرتے، ان سے زیادہ ڈرتے۔“ اسی طرح غلہ وغیرہ میں سے اگر بتوں کے نام کا اتفاقاً اللہ کے حصہ میں مل گیا تو پھر جدا کر کے بتوں کی طرف لوٹا دیتے اور اللہ نام کا بتوں کے حصہ میں جا پڑا تو اسے نہ لوٹاتے۔ بہانہ یہ کرتے تھے کہ اللہ تو غنی ہے اس کا کم ہو جائے تو کیا پروا ہے بخلاف بتوں کے کہ وہ ایسے نہیں۔ تماشہ یہ ہے کہ یہ کہہ کر بھی شرماتے نہ تھے کہ جو ایسے محتاج ہوں ان کو معبود و مستعان ٹھہرانا کہاں کی غفلندی ہے۔ بہر حال ان آیات میں سَاءَ مَا يَحْكُمُونَ سے مشرکین کی اس تقسیم کار دیکھا گیا ہے۔ یعنی خدا کی پیدا کی ہوئی کھیتی اور مویشی وغیرہ میں سے اول تو اس کے مقابل غیر اللہ کا حصہ لگانا، پھر بری اور ناقص چیز خدا کی طرف رکھنا کس قدر ظلم اور بے انصافی ہے۔

قتل اولاد | یہاں ”شرکاء“ کی تفسیر مجاہد نے ”شیاطین“ سے کی ہے۔ مشرکین کی انتہائی جہالت اور سنگدلی کا ایک نمونہ یہ تھا کہ بعض اپنی بیٹیوں کو سر بننے کے خوف سے اور بعض اس اندیشہ پر کہ کہاں سے کھلائیں گے حقیقی اولاد کو قتل کر دیتے تھے اور بعض اوقات منت مانتے تھے کہ اگر اتنے بیٹے ہو جائیں گے یا فلاں مراد پوری ہوگی تو ایک بیٹا فلاں بت کے نام پر ذبح کریں گے۔ پھر اس ظلم و بے رحمی کو بڑی عبادت اور قربت سمجھتے تھے۔ شاید یہ رسم شیطان نے سنتِ ظلیل اللہ ہی کے جواب میں بھجائی ہوگی۔ یہود میں بھی مدت تک قتل اولاد کی رسم بطور ایک عبادت و قربت کے جاری رہی ہے جس کا انبیائے بنی اسرائیل نے بڑی شد و مد سے رد کیا۔ بہر حال اس آیت میں قتل اولاد کی ان تمام صورتوں کی شاعت بیان فرمائی جو جاہلیت میں رائج تھیں۔ یعنی شیاطین قتل اولاد کی تلقین و ترغیب اس لئے کرتے ہیں کہ اس طرح لوگوں کو دنیا و آخرت دونوں جگہ تباہ و برباد کر کے چھوڑیں اور انکے دین میں گڑ بڑی ڈال دیں کہ جو کام ملت ابراہیمی و اسماعیلی کے بالکل مضاد و منافی ہے، اسے ایک دینی کام اور قربت و عبادت باور کرائیں۔ والعیاذ باللہ! کجاست ابراہیمی اور کجایہ حماقت و جہالت؟

اسی طرح کی آیت ”وَلَوْ اَنَّا“ کے شروع میں گذر چکی۔ وہاں جو کچھ ہم نے لکھا ہے نیز اسی مضمون کی دوسری آیات کے تحت میں لکھا گیا۔ اسے ملاحظہ کر لیا جائے۔

مزید جاہلانہ عقائد | مثلاً مرد کھائیں عورتیں نہ کھائیں یا صرف مہنت کھائیں جو بت خانوں کے مجاور تھے۔ یہ قیود اپنے خیال میں بعض مویشی اور کھیتوں کے متعلق عائد کر رکھی تھیں جو بتوں کے نام پر وقف کئے جاتے تھے، اسی طرح بعض جانوروں کی پیٹھ پر سواری اور بار برداری کو حرام سمجھتے تھے۔ بعض جانوروں کی نسبت یہ قرار دیا تھا کہ ذبح کرنے یا سواری لینے یا دودھ نکالنے کے وقت ان پر خدا کا نام نہ لیا جائے کہیں بتوں کی چیز میں خدا کی شرکت نہ ہو جائے۔ پھر غضب یہ تھا کہ ان خرافات اور جہالتوں کو خدا کی طرف نسبت کرتے تھے گویا اس نے معاذ اللہ یہ احکام دیئے ہیں اور ان ہی طریقوں سے اس کی خوشنودی حاصل کی جاسکتی ہے۔ ایسی بدعنوانیوں کے ساتھ یہ افتراء و بہتان۔ عنقریب ان گستاخیوں کی سزا سے ان کو دو چار ہونا پڑے گا۔

الْأَنْعَامِ خَالِصَةً لِّذُكُورِنَا وَمُحَرَّمٌ عَلَيَّ أَزْوَاجِنَا

اس کو تو خاص ہمارے مرد ہی کھا دیں اور وہ حرام ہے ہماری عورتوں پر

وَإِنْ يَكُنْ مَيْتَةً فَهُمْ فِيهِ شُرَكَاءُ ۗ سَيَجْزِيهِمْ

اور جو بچہ مردہ ہو تو اس کے کھانے میں سب برابر ہیں وہ سزا دے گا ان کو

وَصَفَّهُمْ ۗ إِنَّ اللَّهَ حَكِيمٌ عَلِيمٌ ﴿۱۳۹﴾ قَدْ خَسِرَ الَّذِينَ

ان تقریروں کی وہ حکمت والا جاننے والا ہے پشیمک خراب ہوئے

قَتَلُوا أَوْلَادَهُمْ سَفَهًا بِغَيْرِ عِلْمٍ وَحَرَّمُوا مَا

جنہوں نے قتل کیا اپنی اولاد کو نادانی سے بغیر سمجھے اور حرام ٹھہرا لیا اس رزق کو جو

رَزَقَهُمُ اللَّهُ افْتِرَاءً عَلَى اللَّهِ ۗ قَدْ ضَلُّوا وَمَا كَانُوا

اللہ نے ان کو دیا بہتان باندھ کر اللہ پر پشیمک وہ گمراہ ہوئے اور نہ آئے

مُهْتَدِينَ ﴿۱۴۰﴾ وَهُوَ الَّذِي أَنْشَأَ جَنَّاتٍ مَّعْرُوشَاتٍ

سیدھی راہ پر اور اسی نے پیدا کئے باغ جوٹیوں پر چڑھائے جاتے ہیں

وَّغَيْرِ مَّعْرُوشَاتٍ ۖ وَالنَّخْلَ وَالزَّرْعَ مُخْتَلِفًا أُكُلُهُ

اور جوٹیوں پر نہیں چڑھائے جاتے اور کھجور کے درخت اور کھیتی کے مختلف ہیں ان کے پھل

وَالزَّيْتُونَ وَالرُّمَّانَ مُتَشَابِهًا وَغَيْرَ مُتَشَابِهٍ ۗ

اور پیدا کیا زیتون کو اور انار کو ایک دوسرے کے مشابہ اور جُدا جُدا بھی

كُلُوا مِنْ ثَمَرِهِ إِذَا أَثْمَرَ وَآتُوا حَقَّهُ يَوْمَ حَصَادِهِ ۗ

کھاؤ ان کے پھل میں سے جس وقت پھل لادیں اور ادا کرو ان کا حق جس دن ان کو کاٹو

◆ ایک مسئلہ یہ بنا رکھا تھا کہ بھیرہ اور سائبہ کو اگر ذبح کیا اور اس کے پیٹ میں سے زندہ بچہ نکلا تو اسے مرد کھائیں عورتیں نہ کھائیں اور مردہ نکلے تو سب کھا سکتے ہیں۔ اس طرح کے بے سند مسئلے گھڑنے والوں کے جرائم سے خدا بے خبر نہیں۔ ہاں وہ اپنی حکمت کے موافق مناسب وقت میں ان کو مناسب سزا دے گا۔

◆ اس سے بڑی خرابی، گمراہی اور نقصان و خسران کیا ہوگا کہ بیٹھے بٹھائے بلاوجہ دنیا میں اپنی اولاد و اموال سے محروم اور سنگدلی، بداخلاقی و جہل میں مشہور ہوئے اور آخرت کا دردناک عذاب سر پر رکھا، نہ عقل سے کام لیا نہ شرع کو پہچانا، پھر سیدھی راہ پر آتے تو کیسے آتے۔

◆ جوٹیوں پر چڑھائے جاتے ہیں۔ مثلاً انگور وغیرہ اور جو ایسے نہیں مثلاً کھجور، آم وغیرہ تنے دار درخت یا خر بوزہ تر بوزہ وغیرہ جن کی تیل بدوں کسی سہارے کے زمین پر پھیلتی ہے۔

◆ یعنی صورت شکل میں ملتے جلتے، مزہ میں جدا جدا۔

وَلَا تُسْرِفُوا إِنَّهُ لَا يُحِبُّ الْمُسْرِفِينَ ﴿۱۳۱﴾ وَمِنْ

اور بے جا خرچ نہ کرو اور اس کو خوش نہیں آتے بجا خرچ کرنے والے

الْأَنْعَامِ حَمُولَةً وَفَرْشًا ۖ كُلُوا مِمَّا رَزَقَكُمُ اللَّهُ

پیدا کئے مویشی میں بوجھ اٹھانے والے اور زمین سے لگے ہوئے کھاؤ اللہ کے رزق میں سے

وَلَا تَتَّبِعُوا خُطُوَاتِ الشَّيْطَانِ إِنَّهُ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِينٌ ﴿۱۳۲﴾

اور مت چلو شیطان کے قدموں پر وہ تمہارا دشمن ہے صریح

ثَنِيَّةً ۖ أَزْوَاجٌ ۖ مِنَ الضَّانِّ اثْنَيْنِ وَمِنَ الْمَعْزِ

پیدا کئے آٹھ ترا اور مادہ دو بھیڑ میں سے دو اور بکری میں سے

اثْنَيْنِ ۖ قُلْ ۖ الذَّكْرَيْنِ حَرَّمَ أُمَّ الْأُنثَيَيْنِ أَمَّا

دو پوچھ تو کہ دونوں نر اللہ نے حرام کئے ہیں یاد دونوں مادہ

اشْتَمَلَتْ عَلَيْهِ أَرْحَامُ الْأُنثَيَيْنِ ۖ نَبِيُّنِي يَعْلِمُ

وہ بچہ کہ اس پر مشتمل ہیں بچہ دان دونوں مادہ کے بتلاؤ مجھ کو سنا

إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ ﴿۱۳۳﴾ وَمِنَ الْإِبِلِ اثْنَيْنِ وَمِنَ

اگر تم سچے ہو اور پیدا کئے اونٹ میں سے دو اور

الْبَقَرِ اثْنَيْنِ ۖ قُلْ ۖ الذَّكْرَيْنِ حَرَّمَ أُمَّ الْأُنثَيَيْنِ

گائے میں سے دو پوچھ تو دونوں نر حرام کئے ہیں یاد دونوں مادہ

أَمَّا اشْتَمَلَتْ عَلَيْهِ أَرْحَامُ الْأُنثَيَيْنِ ۖ أَمْ كُنْتُمْ

یاد وہ بچہ کہ اس پر مشتمل ہیں بچہ دان دونوں مادہ کے کیا تم

پھلوں اور غلوں کے احکام | یعنی جو غلے اور پھل حق تعالیٰ نے پیدا فرمائے ہیں ان کے کھانے سے بدون سند کے مت رکھنا دو باتوں کا خیال رکھو، ایک یہ کہ کاٹنے اور اتارنے کے ساتھ ہی جو اللہ کا حق اس میں ہے وہ ادا کر دو۔ دوسرے فضول اور بے موقع خرچ مت کرو۔ اللہ کے حق سے یہاں کیا مراد ہے؟ اس میں علماء کے مختلف اقوال ہیں، ابن کثیر کی رائے یہ معلوم ہوتی ہے کہ ابتداء مکہ معظمہ میں کھیتی اور باغ کی پیداوار میں سے کچھ حصہ نکالنا واجب تھا جو مساکین و فقراء پر صرف کیا جائے۔ مدینہ طیبہ پہنچ کر ہجری میں اس کی مقدار وغیرہ کی تعیین و تفصیل کر دی گئی۔ یعنی ہارانی زمین کی پیداوار میں (بشرطیکہ خراجی نہ ہو) دسواں حصہ اور جس میں پانی دیا جائے بیسواں حصہ واجب ہے۔

بوجھ اٹھانے والے جیسے اونٹ وغیرہ اور زمین سے لگے ہوئے چھوٹے قد و قامت کے جانور جیسے بھیڑ بکری۔

اللہ کی دی ہوئی نعمتوں سے مستنفع ہونا چاہئے۔ شیطان کے قدموں پر چلنا یہ ہے کہ ان کو خواہی نخواستہ ہی بدون حجت شرعی کے حرام کر لیا جائے یا شرک و بت پرستی کا ذریعہ بنا لیا جائے۔ شیطان کی اس سے زیادہ کھلی ہوئی دشمنی کیا ہوگی کہ ان نعمتوں سے تم کو دنیا میں محروم رکھا اور آخرت کا عذاب رہا سوالگ۔

یعنی ایک نر ایک مادہ اس طرح ہر نوع میں دو دو زوج ہوئے اور مجموعاً آٹھ ہو گیا۔

اشیاء کی تحلیل و تحریم اللہ کا کام ہے | یعنی کسی چیز کو حلال و حرام کہنا صرف اللہ کے حکم سے ہو سکتا ہے پھر ان میں سے نر کو یا مادہ کو یا بچہ کو جو مادہ کے پیٹ میں ہے اگر تم سب آدمیوں کے یا بعض کے حق میں حرام کہتے ہو جیسا کہ پچھلی آیات میں گذرا، اس کی سند تمہارے پاس کیا ہے۔ جب خدائی حکم ہونے کی کوئی سند نہیں رکھتے تو محض آراء و اہواء سے خدا کی پیدا کی ہوئی چیزوں کو حلال یا حرام کہنا اس کا مرادف ہے کہ خدائی کا منصب معاذ اللہ تم اپنے لئے تجویز کرتے ہو یا خدا پر جان بوجھ کر افتراء کر رہے ہو۔ دونوں صورتیں تباہ کن اور مہلک ہیں۔

شُهَدَاءُ اِذْ وَصَّيْتُمْ اللّٰهَ بِهٰذَا ۚ فَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ

حاضر تھے جس وقت تم کو اللہ نے یہ حکم دیا تھا پھر اس سے زیادہ ظالم کون

اَفْتَرٰى عَلٰى اللّٰهِ كَذِبًا لِّيُضِلَّ النَّاسَ بِغَيْرِ عِلْمٍ ۗ اِنَّ

جو بہتان باندھے اللہ پر جھوٹا تاکہ لوگوں کو گمراہ کرے بلا تحقیق بیشک

اللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ۚ ۞ قُلْ لَا اَجِدُ فِي

اللہ ہدایت نہیں کرتا ظالم لوگوں کو ♦ تو کہہ دے کہ میں نہیں پاتا اس

مَا اَوْحٰى اِلٰىَّ مُحْرَمًا عَلٰى طَاعِمٍ يَطْعَمُهٗۗ اِلَّا اَنْ

وحی میں کہ مجھ کو پہنچی ہے کسی چیز کو حرام کھانے والے پر جو اس کو کھلاوے مگر یہ کہ

يَكُوْنَ مَيْتَةً ۙ اَوْ دَمًا مَّسْفُوحًا ۙ اَوْ لَحْمَ خِنْزِيْرٍ فَاِنَّهٗ

وہ چیز مردار ہو یا بہتا ہوا خون یا گوشت سورکا کہ وہ

رِجْسٌ اَوْ فِسْقًا ۙ اِهْلًا لِغَيْرِ اللّٰهِ بِهٖ ۚ فَمَنْ اضْطُرَّ غَيْرَ

ناپاک ہے یا ناجائز ذبیحہ جس پر نام پکارا جاوے اللہ کے سوا کسی اور کا پھر جو کوئی بھوک سے بے اختیار ہو جاوے نہ

بَاغٍ وَلَا عَادٍ ۙ فَاِنَّ رَبَّكَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝ ۱۴۵ ۞ وَعَلَى الَّذِيْنَ

تا فرمائی کرے اور نہ زیادتی کرے تو تیرا رب بڑا معاف کرنے والا ہے نہایت مہربان ♦ اور یہود پر

هَادُوْا حَرَمْنَا كُلَّ ذِي ظُفْرِ ۙ وَمِنَ الْبَقَرِ وَالْغَنَمِ

ہم نے حرام کیا تھا ہر ایک ناخن والا جانور اور گائے اور بکری سے

حَرَمْنَا عَلَيْهِمْ شَحُوْمَهَا ۙ اِلَّا مَا حَمَلَتْ ظُهُورُهُمْ ۙ

حرام کی تھی ان کی چربی مگر جو گلی ہو پشت پر

◆ اشیاء کی تحلیل و تحریم محض خدا کے حکم سے ہو سکتی ہے، اور خدا کا حکم یا بواسطہ انبیاء پہنچے گا یا بلا واسطہ حق تعالیٰ کسی کو مخاطب فرمائے تو اسے معلوم ہو۔ یہاں دونوں صورتیں منفی ہیں۔ پہلی شق کے انتفاء پر نَبِّئُونِي بِعِلْمٍ مِّنْ اٰیٰتِ اٰلِهٰیكُمْ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ اور دوسری کی نفی پر اَمْ كُنْتُمْ شٰكِكُمْ اِذْ وُضِعْتُ اللّٰهُ مِیْن مَّتَنبِ فَرَمٰی اَیْہ۔ پھر مشرکین کے وعاوی میں افتراء و اضلال کے سوا اور کیا چیز باقی رہ گئی۔ بلاشبہ اس سے زیادہ ظالم کوئی نہیں ہو سکتا جو خدا پر بہتان باندھے اور علم و تحقیق سے تہی دست ہونے کے باوجود لوگوں کو باطل اور غلط مسائل بیان کر کے گمراہ کرتا پھرے۔ جس شخص نے اس قدر ڈھٹائی اختیار کر لی اور ایسے ظلم عظیم پر کمر باندھ لی اس کے ہدایت پانے کی توقع رکھنا فضول ہے۔

◆ حرام جانوروں کی تفصیل | حضرت شاہ صاحب فرماتے ہیں "یعنی جن جانوروں کا کھانا دستور ہے ان میں سے یہ ہی حرام ہے۔" اس آیت میں کفار کو یہ بتلانا ہے کہ جو چیزیں اوپر مذکور ہوئیں حلال تھیں جن کو تم نے حرام بنا لیا۔ اب وہ چیزیں بتلائی جاتی ہیں جو واقعی حرام ہیں اور تم ان کو حلال سمجھتے ہو۔ باقی مضمون آیت کی تفسیر و توضیح "سورۃ مائدہ کے شروع میں حُرِّمَتْ عَلَیْكُمْ الْمَيْتَةُ وَالدَّمُ وَلَحْمُ الْخِنْزِيرِ..... الخ کے نیچے گزر چکی ہے وہاں ملاحظہ کر لیجائے۔"

أَوِ الْحَوَايَا أَوْ مَا اخْتَلَطَ بِعَظِيمٍ ۚ ذَٰلِكَ جَزَاءُ مَن يَبْغِيهِمْ ۚ

یا امتزویوں پر یا جو چربی کھلی ہو ہڈی کے ساتھ یہ ہم نے ان کو سزا دی تھی ان کی شرارت پر

وَإِنَّا لَصٰدِقُونَ ﴿۱۳۶﴾ فَإِن كَذَّبُوكَ فَقُلْ رَبُّكُمْ ذُو

اور ہم سچ کہتے ہیں ◆ پھر اگر تجھ کو جھٹلاویں تو کہہ دے کہ تمہارے رب کی رحمت میں

رَحْمَةٍ وَّاسِعَةٍ ۖ وَلَا يُرَدُّ بَأْسُهُ عَنِ الْقَوْمِ

بڑی وسعت ہے اور نہیں ملے گا اس کا عذاب تمہارا

الْمُجْرِمِينَ ﴿۱۳۷﴾ سَيَقُولُ الَّذِينَ أَشْرَكُوا لَوْ شَاءَ

لوگوں سے ◆ اب کہیں گے مشرک اگر اللہ

اللَّهُ مَا أَشْرَكْنَا وَلَا آبَاؤُنَا وَلَا حَرَمْنَا مِن شَيْءٍ ۚ

چاہتا تو شرک نہ کرتے ہم اور نہ ہمارے باپ داداے اور نہ ہم حرام کر لیتے کوئی چیز

كَذٰلِكَ كَذَّبَ الَّذِينَ مِن قَبْلِهِمْ حَتَّىٰ ذٰقُوا

اسی طرح جھٹلایا گئے ان سے اگلے یہاں تک کہ انہوں نے چکھا

بِأَسْنَاءِ قُلُوبِهِمْ ۚ هَلْ عِندَكُم مِّنْ عِلْمٍ فَتُخْرِجُوهُ لِنَآءٍ

ہمارا عذاب تو کہہ کچھ علم بھی ہے تمہارے پاس کہ اس کو ہمارے آگے ظاہر کرو

إِن تَتَّبِعُونَ إِلَّا الظَّنَّ وَإِنْ أَنْتُمْ إِلَّا تَخْرُصُونَ ﴿۱۳۸﴾

تم تو زری انکل پر چلتے ہو اور صرف تخمینے ہی کرتے ہو

قُلْ فَلِلَّهِ الْحُجَّةُ الْبَالِغَةُ ۖ فَلَوْ شَاءَ لَهَدَاكُمْ

تو کہہ دے بس اللہ کا الزام پورا ہے سو اگر وہ چاہتا تو ہدایت کر دیتا

یہودیوں پر احکام میں سختی کی سزا یعنی اصلی حرمت تو ان چیزوں میں ہے جو اوپر مذکور ہوئیں، البتہ وقتی مصلحت سے بعض چیزیں عارضی طور پر بعض اقوام پر پہلے حرام کی جا چکی ہیں۔ مثلاً یہود پر انکی شرارتوں کی سزا میں ہرناخن (کھر) والا جانور جسکی انگلیاں پھٹی نہ ہوں جیسے اونٹ، شتر مرغ، بطخ وغیرہ حرام کیا گیا تھا۔ نیز گائے بکری کی جو چربی پشت یا انتڑیوں پر لگی ہوئی ہو یا ہڈی کے ساتھ نہ ملی ہو ان پر حرام کر دی گئی تھی جیسے گردہ کی چربی۔ بنی اسرائیل کا دعویٰ غلط ہے کہ یہ چیزیں ابراہیم و نوح علیہما السلام کے زمانہ ہی سے مستمر طور پر حرام چلی آتی ہیں۔ سچی بات یہ ہے کہ ان میں سے کوئی چیز بھی عہد ابراہیمی میں حرام نہ تھی۔ یہود کی نافرمانیوں اور شرارتوں کی وجہ سے یہ سب چیزیں حرام ہوئیں۔ جو کوئی اس کے خلاف دعویٰ کرے جھوٹا ہے، جیسے پارہ "لَنْ تَنَالُوا" کے شروع میں قُلْ فَاتُوا بِالْتَّوْرَةِ فَاتَلَوْهَا اِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ سے ان دعویٰ کرنے والوں کو چیلنج دیا گیا ہے۔

یعنی رحمت کی سمائی سے تم اب تک بچے ہو۔ نہ جانو کہ عذاب نل گیا۔ کذافی موضح القرآن۔

أَجْمَعِينَ ﴿۱۳۹﴾ قُلْ هَلُمَّ شُهَدَاءَ كُمُ الَّذِينَ يَشْهَدُونَ

تم سب کو ◆ تو کہہ کہ لاؤ اپنے گواہ جو گواہی دیں

أَنَّ اللَّهَ حَرَّمَ هَذَا، فَإِنْ شَهِدُوا فَلَا تَشْهَدُ مَعَهُمْ

اس بات کی کہ اللہ نے حرام کیا ہے ان چیزوں کو پھر اگر وہ ایسی گواہی دیں بھی تو تو نہ اعتبار کر ان کا

وَلَا تَتَّبِعْ أَهْوَاءَ الَّذِينَ كَذَبُوا بِآيَاتِنَا وَالَّذِينَ لَا

اور نہ چل ان کی خوشی پر جنہوں نے جھٹلایا ہمارے حکموں کو اور جو یقین

يُؤْمِنُونَ بِالْآخِرَةِ وَهُمْ بِرَبِّهِمْ يَعْدِلُونَ ﴿۱۴۰﴾ قُلْ

نہیں کرتے آخرت کا اور وہ اپنے رب کے برابر کرتے ہیں اوروں کو ◆ تو کہہ

تَعَالَوْا أَنْتَلُ مَا حَرَّمَ رَبِّي كَمَا عَلَّمْتُكُمْ إِلَّا تَشْرِكُوا بِهِ

تم آؤ میں سناؤں جو حرام کیا ہے تم پر تمہارے رب نے کہ شریک نہ کرو اس کے ساتھ

شَيْئًا وَبِالْوَالِدِينَ إِحْسَانًا، وَلَا تَقْتُلُوا أَوْلَادَكُمْ

کسی چیز کو اور ماں باپ کے ساتھ نیکی کرو اور مار نہ ڈالو اپنی اولاد کو

مِنْ أُمَّلَاقٍ ۖ نَحْنُ نَرْزُقُكُمْ وَإِيَّاهُمْ، وَلَا تَقْرَبُوا

مفلسی سے ہم رزق دیتے ہیں تم کو اور ان کو ◆ اور پاس نہ جاؤ

الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ، وَلَا تَقْتُلُوا

بے حیائی کے کام کے جو ظاہر ہو اس میں سے اور جو پوشیدہ ہو ◆ اور مار نہ ڈالو

النَّفْسَ الَّتِي حَرَّمَ اللَّهُ إِلَّا بِالْحَقِّ، ذَٰلِكُمْ وَصَّاكُمُ

اس جان کو جس کو حرام کیا ہے اللہ نے مگر حق ◆ تم کو یہ حکم کیا ہے

◆ **مشرکین کا استدلال** | گذشتہ رکوع میں مشرکین سے مطالبہ کیا گیا تھا کہ جن حلال و طیب چیزوں کو تم نے حرام ٹھہرایا ہے اور اس تحریم کو خدا کی طرف نسبت کرتے ہو، اس کی سند اور دلیل لاؤ۔ یہاں ان کی دلیل بیان کی گئی ہے جو وہ پیش کرنے والے تھے یعنی اگر اللہ چاہتا تو اس کو قدرت تھی کہ ہم کو اور ہمارے اسلاف کو اس تحریم سے بلکہ تمام شرکانہ افعال و اقوال سے روک دیتا۔ جب نہ روکا اور یوں ہی ہوتا چلا آیا تو ثابت ہوا کہ اس کے نزدیک ہماری یہ کاروائیاں پسندیدہ ہیں۔ ناپسند ہوتیں تو ان کے کرنے میں ہم کو اب تک کیوں آزاد چھوڑتا۔ سمجھنے کی بات یہ ہے کہ ایک نیک نام اور مدبر گورنمنٹ کسی باغیانہ تحریک میں حصہ لینے والے کو باوجود یقینی اطلاع اور کافی قدرت کے پہلے ہی دن پکڑ کر پھانسی نہیں دے دیتی۔ وہ اس کی حرکات کی نگرانی رکھتی ہے، کبھی رو یہ درست رکھنے کی ہدایت کرتی ہے اور موقع دیتی ہے کہ آدمی ایسی حرکات کا انجام سوچ کر خود سنبھل جائے، کبھی اصلاح سے مایوس ہو کر ڈھیل چھوڑتی ہے کہ اس کی بغاوت کا ایسا باضابطہ اور مکمل مواد فراہم ہو جائے جس کے بعد اس کی انتہائی مجرمانہ غداری قانونی حیثیت سے علی رؤس الاشہاد ثابت کی جاسکے۔ ان تمام صورتوں میں مجرم کی باگ ڈھیلی چھوڑ دینے اور فوراً سزا نہ دینے سے کیا یہ ثابت ہوگا کہ گورنمنٹ کی نظر میں وہ کارروائی جرم و بغاوت نہیں ہے۔ گورنمنٹ کی نگاہ میں ان افعال کا جرم ہونا اول تو اس کے شائع کئے ہوئے قانون سے ظاہر ہے۔ دوسرے جب یہ مجرم مہلت پوری ہونے پر عدالت کے کٹہرے میں لایا جائے گا اور باضابطہ اثبات و اظہار جرم کے بعد پھانسی یا جس دوام کی سزا بھگتے گا، تب برائی العین مشاہدہ ہو جائے گا کہ گورنمنٹ کی نظر میں یہ کتنا بڑا جرم تھا۔

مشرکین کو مہلت دینے کی حکمت | بہر حال گورنمنٹ کا کسی جرم پر باوجود علم و قدرت رکھنے کے کسی مصلحت سے فوری سزا جاری نہ کرنا اس کی دلیل نہیں کہ وہ جرم کو جرم نہیں سمجھتی۔ اسی پر قیاس کر لیجئے کہ وہ احکم الحاکمین ابتدائے آفرینش سے آج تک بتوسط اپنے صادق القول اور پاکباز نائبین کے ہر قسم کے قوانین و احکام سے بندوں کو مطلع فرماتا رہا اور کھول کھول کر بتلا دیا کہ کونسی بات اس کے یہاں پسندیدہ اور کون سی ناپسندیدہ ہے کبھی پے پے اور کبھی تھوڑے تھوڑے وقفہ کے بعد ان احکام و ہدایات کی یاد دہانی بھی ہوتی رہی۔ اس دوران میں خلاف ورزی کرنے والوں سے مسامت کی حد تک مسامت کی گئی۔ معمولی تنبیہات کی ضرورت ہوئی تو وقتاً فوقتاً نہیں بھی کام میں لایا گیا۔ اور جن کی شقاوت کا پیمانہ لبریز ہونے والا تھا انہیں ڈھیل دی گئی کہ وہ صاف اور علانیہ طور پر اپنے کو خدا کی انتہائی سزا کا مستحق ٹھہرا کر کیفر کردار کو پہنچیں۔ چنانچہ بہت سی قومیں اپنے جرائم کی پاداش کا دنیا میں تھوڑا تھوڑا مزہ چکھ چکی ہیں۔ پھر ان حالات کی موجودگی میں کسی قوم کے چند روز جرائم میں مبتلا رہنے اور فوراً نہ پکڑے جانے سے کیسے استدلال کیا جاسکتا ہے کہ وہ جرائم (معاذ اللہ) خدا کے نزدیک پسندیدہ ہیں ورنہ خدا انہیں ایک گھنٹہ کی بھی مہلت نہ دیتا۔

مشرکین کا دوسرا استدلال اور جواب | رہا یہ سوال کہ خدا نے انسان کی ساخت ہی ابتدا سے ایسی کیوں نہ بنا دی کہ وہ برائی کی طرف قطعاً نہ جاسکتا اور اس طرح فطرۃ سے مجبور کر دیا جاتا کہ نیکی اور بھلائی کے سوا کوئی چیز اختیار نہ کر سکے۔ اگر غور کیا جائے تو اس سوال کا مطلب یہ ہے کہ انسان کو ایسا کیوں نہ پیدا کر دیا گیا کہ وہ انسان ہی نہ رہتا۔ یا تو اینٹ پتھر بن جاتا جو ادراک و شعور اور کسب و اختیار سے یکسر خالی ہو یا گدھے گھوڑے وغیرہ جانوروں کی طرح جزئی احساس و ارادہ رکھنے والا حیوان ہوتا جو ازل سے ابد تک اپنے مخصوص و تشابہ افعال و احوال کے محدود دائرہ میں چکر لگاتا رہے، اور یا بہت عزت دی جاتی تو

فرشتوں کی صفوں میں بٹھلادیا جاتا جو محض طاعت و عبادت کے اختیار کرنے پر مجبور و مقطور ہیں۔ الحاصل یہ کلی ادراکات اور عظیم الشان کسی تصرفات رکھنے والی ترقی گن نوع ہی صفی ہستی پر نہ لائی جاتی۔ میں سمجھتا ہوں کہ کوئی انسان اپنے شرف و کرامت کا بلند بانگ دعویٰ رکھتے ہوئے ایسی جرأت نہ کرے گا کہ سرے سے اپنی نوع کے وجود ہی کا مخالف ہو جائے۔ پھر اگر نوع انسانی کا مع اس کی عقلی و عملی قوتوں اور کسب و اختیار کی موجودہ آزادی کے پیدا کرنا نظام عالم کی تکمیل کے لئے ضروری تھا تو اس نظام تکوینی کے آثار و نتائج کا قبول کرنا بھی ضروری ہے۔ یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ مادی اور معاشی زندگی کے شعبوں میں تو انسانوں کی عقلی و کسبی آزادی کی بدولت بے شمار انواع و اقسام کے مختلف مظاہر سامنے آئیں۔ لیکن معادوی و روحانی میدانوں میں وہ ہی دل و دماغ اور کسب و اختیار کی قوتیں رکھنے والے انسان سب کے سب ایک ہی پگڈنڈی پر چلنے کے لئے مجبور ہو جائیں اور کوئی ایک قدم ادھر ادھر بٹانے کی قدرت نہ رکھے۔ پس اگر نوع انسان کا تحقیقہ الوجودہ مجموعہ عالم میں پایا جانا ضروری ہے تو نیک و بد کا اختلاف بھی لابدی ہوگا اور یہ ہی اختلاف کا وجود بڑی دلیل اس کی ہے کہ ہر وہ فعل جو وقوع میں آئے ضروری نہیں کہ خدا کے نزدیک پسندیدہ ہو ورنہ مختلف و متضاد افعال کی موجودگی میں ماننا پڑے گا کہ مثلاً خوش اخلاقی بھی خدا کو پسند ہو اور بد اخلاقی بھی، ایمان لانا بھی پسند ہو اور نہ لانا بھی، جو صریحاً باطل ہے۔ بے شک خدا اگر چاہتا تو انسان کی ساخت ایسی بنا سکتا تھا کہ سب ایک ہی راستہ پر چلنے کے لیے مجبور ہو جاتے، لیکن جب ایسا واقعہ نہیں ہوا تو یہی حجت بالذات اور پورا الزام ان لوگوں پر ہے جو لَوْ شَاءَ اللَّهُ مَا أَشْرَكْنَا کبہ کر مشیت و رضائے الہی میں تلازم ثابت کرنا چاہتے ہیں کیونکہ اس قدر شدید اختلافات کی موجودگی میں ان کے اصول کے موافق کہنا پڑے گا کہ مثلاً توحید خالص بھی اللہ کے نزدیک صحیح اور مرضی ہو اور اس کی نقیض شرک جلی بھی، قس علی ہذا۔ ان دلائل سے ثابت ہوا کہ مشرکین کا یہ استدلال لَوْ شَاءَ اللَّهُ مَا أَشْرَكْنَا الخ محض لغو اور پادر ہوا ہے، کوئی علمی اصول ان کے پاس نہیں جسے عقلمندوں کے سامنے پیش کر سکیں۔ محض انکل کے تیر اور تھمینی باتیں ہیں جن کو خدا کی حجت بالغہ بکلی رد کرتی ہے۔ جس کی طرف فَلَوْ شَاءَ لَهَدَيْنَاكُمْ أَجْمَعِينَ میں اشارہ فرمایا ہے۔ یعنی انسان کی فطرت ایسی نہیں بنائی گئی کہ سب کے سب راہ ہدایت پر چل پڑیں۔ اس کو کسب و اختیار کی وہ آزادی حق جل و علانے عطا فرمائی ہے جس کا عطا کیا جانا کسی مخلوق کے لئے ممکن تھا۔ اس لئے لازم ہے کہ اس آزادی کے استعمال کے وقت راہیں مختلف ہو جائیں کوئی نیکی کو اختیار کر لے کوئی بدی کو، کوئی حق تعالیٰ کی رضا و رحمت کا مظہر بن جائے کوئی غضب کا۔ اس طرح وہ آخری مقصد جو خالق کائنات نے آفرینش عالم سے ارادہ کیا ہے یعنی اپنی صفات جمال و جلال کا اظہار علی الوجہ الام تم پورا ہو۔ لِيَسْأَلُوْكُمْ اَيْتُكُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا ورنہ اگر تمام عالم ایک ہی حال پر فرض کر لیا جائے تو بعض صفات الہیہ کا ظہور ممکن ہوگا، اور دوسری بعض کے ظہور کے لئے کوئی محل نہ ملے گا۔ یہاں تک جو کچھ ہم نے کہا وہ اس تقدیر پر تھا کہ مشرکین کے قول لَوْ شَاءَ اللَّهُ مَا أَشْرَكْنَا سے یہ غرض ہو کہ وہ اپنے خرافات و کفریات کا استحسان ثابت کرنا چاہتے تھے جیسا کہ ان کے احوال سے ظاہر ہے اور اگر کلام مذکور سے ان کی غرض صرف معذرت ہو کہ جو کچھ خدا چاہتا ہے وہ ہم سے کراتا ہے، اچھا ہو یا برا، بہر حال اس کی مشیت سے ہے۔ پھر مشیت الہی کے مقابلہ میں انبیاء و رسل ہم سے کیوں مزاحمت کرتے ہیں اور عذاب الہی کا ڈرا دیا کیوں سناتے ہیں تو اس کا جواب یہ ہے کہ جس خدا کی مشیت سے تم ان افعال شنیعہ کا کسب کرتے ہو، اسی کی مشیت سے انبیاء و رسل تمہاری مزاحمت کرتے ہیں اور وہ ہی مشیت تمہارے کسب پر مناسب عذاب بھیجتی ہے۔ جس طرح قدرت نے سانپ کو پیدا کیا اور وہ ہی مار گزیدہ کے حق میں ہلاکت کا اثر مرتب کرتی ہے خواہ سانپ کے کانٹے میں مار گزیدہ کے فعل و اختیار کو کچھ دخل ہو یا نہ ہو اسی طرح تمہارے شرک و کفر میں ہلاکت دائمی کی، اور

ایمان و عمل صالح میں نجات ابدی کی تاثیرات رکھ دینا بھی اسی قدرت و مشیت ایزدی کا کام ہے جس سے تمام سلسلہ اسباب و مسببات کی تخلیق ہوئی ہے۔ پس اگر تم اپنے مشرکانہ اطوار سے باز نہ آنے میں مشیت کے عموم سے احتجاج کر سکتے ہو تو ارسال رسل اور انزال عذاب وغیرہ امور کو بھی اسی مشیت کی کار فرمائی کا نتیجہ سمجھ کر خدا کی حجت بالغہ کو تمام سمجھو۔ بیشک خدا چاہتا تو تم سب کو راہ راست پر لگا دیتا لیکن اس نے تمہاری سوء استعداد کی وجہ سے ایسا نہیں چاہا۔ آخر تمہارے سوء اختیار سے جو افعال صادر ہوئے ان کا طبعی اثر عذاب کی صورت میں مرتب ہو کر رہا۔

❖ یعنی دلیل عقلی کا حال تو اوپر معلوم ہو چکا۔ اب اگر اس من گھڑت تحریم پر کوئی نقلی دلیل رکھتے ہو تو وہ لاؤ۔ کیا تمہارے پاس ایسے گواہ موجود ہیں جو یہ بیان کریں کہ ہاں اُن کے رب و اللہ تعالیٰ نے ان چیزوں کو حرام ٹھہرایا تھا؟ ظاہر ہے کہ ایسے واقعی گواہ کہاں دستیاب ہو سکتے ہیں۔ اگر دو چار گستاخ جھوٹے بے حیا یہ ہی گواہی دینے کو کھڑے ہو جائیں تو ایسوں کی بات پر تم کان نہ دھرو اور نہ ان کی خواہشات کی پروا کرو۔ یہاں تک ان چیزوں کا بیان تھا جنہیں مشرکین نے محض اپنی رائے و ہوا سے حرام ٹھہرا رکھا تھا، پھر اس تحریم کے لئے حیلے اور باطل عذر پیش کرتے تھے۔ آگے وہ چیزیں بیان کی جاتی ہیں جنہیں خدا نے حرام کیا اور ہمیشہ سے حرام رہی ہیں لیکن یہ مشرکین ان میں مبتلا ہیں۔

❖ مفلسی کے ڈر سے اولاد کا قتل | عرب مفلسی کی وجہ سے بعض اوقات اولاد کو قتل کر دیتے تھے کہ خود ہی کھانے کو نہیں اولاد کو کہاں سے کھلائیں۔ اسی لئے فرمایا کہ رزق دینے والا تو خدا ہے تم کو بھی اور تمہاری اولاد کو بھی۔ دوسری جگہ بجائے ”مِن اِمْلَاقٍ“ ”خَشِيَةَ اِمْلَاقٍ“ فرمایا ہے یعنی مفلسی کے ڈر سے قتل کر ڈالتے تھے۔ یہ ان کا ذکر ہوگا جو فی الحال مفلس نہیں مگر ڈرتے ہیں کہ جب عیال زیادہ ہونگے تو کہاں سے کھلائیں گے چونکہ پہلے طبقہ کو عیال سے پہلے اپنی روٹی کی فکر ستا رہی تھی اور دوسرے کو زیادہ عیال کی فکر نے پریشان کر رکھا تھا، شاید اسی لئے یہاں مِنْ اِمْلَاقٍ کے ساتھ نَزُّوْا فُؤْمَكُمْ وَاِيَّاھُمْ اور اُس آیت میں خَشِيَةَ اِمْلَاقٍ کے ساتھ نَزُّوْا فُؤْمَكُمْ وَاِيَّاكُمْ ارشاد فرمایا۔ واللہ اعلم۔

❖ بری نظر ڈالنے کی مذمت | ”پاس نہ جاؤ“ سے شاید یہ مراد ہو کہ ایسے کاموں کے مبادی و وسائل سے بھی بچنا چاہئے، مثلاً زنا کی طرح نظر بد سے بھی اجتناب لازم ہے۔

❖ اِلَّا بِالْحَقِّ کا استثناء ضروری تھا۔ جس میں قاتل عمد، زانی مہسن اور مرتد عن الاسلام کا قتل داخل ہے جیسا کہ احادیث صحیحہ میں اس کی تصریح وارد ہو چکی اور ائمہ مجتہدین اس پر اجماع کر چکے ہیں۔

بِهِ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُونَ ﴿۱۵۱﴾ وَلَا تَقْرَبُوا مَالَ الْيَتِيمِ إِلَّا

تا کہ تم سمجھو اور یا اس نہ جاؤ یتیم کے مال کے مگر

بِالَّتِي هِيَ أَحْسَنُ حَتَّىٰ يَبْلُغَ أَشُدَّهُ ۚ وَأَوْفُوا

اس طرح سے کہ بہتر ہو یہاں تک کہ پہنچ جاوے اپنی جوانی کو اور پورا کرو

الْكَيْلَ وَالْمِيزَانَ بِالْقِسْطِ ۚ لَا تَكْفِيفُ نَفْسًا إِلَّا

ناپ اور تول کو انصاف سے ہم کسی کے ذمہ وہی چیز لازم کرتے ہیں جس کی

وُسْعَهَا ۚ وَإِذَا قُلْتُمْ فَاعْدِلُوا وَلَوْ كَانَ ذَا قُرْبَىٰ ۚ

اس کو طاقت ہو اور جب بات کہو تو حق کی کہو اگر چہ وہ اپنا قریب ہی ہو

وَبِعَهْدِ اللَّهِ أَوْفُوا ۚ ذَٰلِكُمْ وَصَّيْتُكُمْ بِهِ لَعَلَّكُمْ

اور اللہ کا عہد پورا کرو تم کو یہ حکم کر دیا ہے تا کہ تم

تَذَكَّرُونَ ﴿۱۵۲﴾ وَأَنَّ هَذَا صِرَاطٌ مُسْتَقِيمٌ

تصیحت پکڑو اور حکم کیا کہ یہ راہ ہے میری سیدھی

فَاتَّبِعُوهُ ۚ وَلَا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ فَتَفَرَّقَ بِكُمْ عَنْ

سو اس پر چلو اور مت چلو اور رستوں پر کہ وہ تم کو جدا کر دیں گے

سَبِيلِهِ ۚ ذَٰلِكُمْ وَصَّيْتُكُمْ بِهِ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ ﴿۱۵۳﴾ ثُمَّ

اللہ کے راستے سے یہ حکم کر دیا ہے تم کو تا کہ تم بچتے رہو پھر

أَتَيْنَا مُوسَىٰ الْكِتَابَ تَمَامًا عَلَىٰ الَّذِي أَحْسَنَ وَ

دی ہم نے موسیٰ کو کتاب واسطے پورا کرنے نعمت کے نیک کام والوں پر اور

حرام کاموں کی تفصیل | اس آیت سے ان چیزوں کا حرام ہونا ثابت ہوا (۱) شرک باللہ (۲) والدین کیساتھ بدسلوکی (۳) قتل اولاد (۴) سب بے حیائی کے کام مثلاً زنا وغیرہ (۵) کسی شخص کو ناحق قتل کرنا۔

مال یتیم کی حفاظت | یتیم کے مال میں بیجا تصرف کرنا حرام ہے۔ ہاں بہتر و مشروع طریقہ سے احتیاط کے ساتھ اس میں ولی یتیم تصرف کر سکتا ہے۔ جب یتیم جوان ہو جائے اور اپنے فرائض کو سنبھال سکے تو اس کے حوالہ کر دیا جائے۔

یعنی اپنی طاقت کے موافق ان احکام کی بجا آوری میں کوشش کرو اسی کے تم مکلف ہو۔ خدا کسی کو اس کی قدرت سے زیادہ تکلیف نہیں دیتا۔

یعنی حق و انصاف کی بات کہنے میں کسی کی قرابت و محبت مانع نہ ہونی چاہئے۔

اس کے اوامر و نواہی پر پابندی سے عمل کرو۔ خدا کے لئے جو نذر مانو یا قسم کھاؤ بشرطیکہ غیر مشروع بات کی نہ ہو اسے پورا کرنا چاہئے۔

صراط مستقیم | یعنی احکام مذکورہ بالا کی پابندی اور خدا کے عہد کو اعتقاد اور عملاً پورا کرنا یہ ہی صراط مستقیم (سیدھی راہ) ہے جس کی طلب سورہ فاتحہ میں تلقین کئی گئی تھی۔ یہ راہ تم کو دکھلا دی گئی اب چلنا تمہارا کام ہے۔ جو کوئی اس کے سوا دوسرے راستے پر چلا وہ خدا کے راستے سے بھٹکا۔

تَفْصِيلاً لِّكُلِّ شَيْءٍ ۖ وَهُدًى وَرَحْمَةً لَّعَلَّهُمْ بِلِقَاءِ

واسطے تفصیل ہر شے کے اور ہدایت اور رحمت کے تاکہ وہ لوگ اپنے

رَبِّهِمْ يُؤْمِنُونَ ﴿۱۵۴﴾ وَهَذَا كِتَابٌ أَنْزَلْنَاهُ مُبْرَكًا

رب کے ملنے کا یقین کریں اور ایک یہ کتاب ہے کہ ہم نے اتاری برکت والی

فَاتَّبِعُوهُ وَاتَّقُوا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُونَ ﴿۱۵۵﴾ أَنْ تَقُولُوا

سو اس پر چلو اور ڈرتے رہو تاکہ تم پر رحمت ہو اس واسطے کہ کبھی تم کہنے لگو

إِنَّمَا أَنْزَلَ الْكِتَابَ عَلَىٰ طَائِفَتَيْنِ مِنْ قَبْلِنَا

کہ کتاب جو اتری تھی سو ان ہی دو فرقوں پر جو ہم سے پہلے تھے

وَأَنْ كُنَّا عَنْ دِرَاسَتِهِمْ لَغَفِيلِينَ ﴿۱۵۶﴾ أَوْ تَقُولُوا لَوْ

اور ہم کو تو ان کے بڑھنے پڑھانے کی خبر ہی نہ تھی یا کہنے لگو کہ اگر

أَنَّا أَنْزَلْنَا عَلَيْكَ الْكِتَابَ لَكُنَّا أَهْدَىٰ مِنْهُمْ ۖ

ہم پر اتری کتاب تو ہم تو راہ پر چلتے ان سے بہتر

فَقَدْ جَاءَكُمْ بَيِّنَةٌ مِّن رَّبِّكُمْ ۖ وَهُدًى وَرَحْمَةٌ ۖ

سو آچکی تمہارے پاس حجت تمہارے رب کی طرف سے اور ہدایت اور رحمت

فَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنْ كَذَبَ بِآيَاتِ اللَّهِ وَصَدَفَ

اب اس سے زیادہ ظالم کون جو جھٹلاوے اللہ کی آیتوں کو اور ان سے

عَنْهَا ۖ سَنَجْزِي الَّذِينَ يَصْدِفُونَ عَنْ آيَاتِنَا

کتر اوے ہم سزا دیں گے ان کو جو ہماری آیتوں سے کتراتے ہیں

◆ پچھلی شریعتوں میں یہی احکام | معلوم ہوتا ہے کہ جو احکام اوپر نقل تَعَالَوْا اتْلُ مَا حَرَّمَ رَبُّكُمْ عَلَيْكُمْ سے پڑھ کر سنائے گئے، یہ ہمیشہ سے جاری تھے۔ تمام انبیاء اور شرائع کا ان پر اتفاق رہا کیا۔ بعدہ حق تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام پر تورات اتاری جس میں احکام شرع کی مزید تفصیل درج تھی۔ تورات عطا فرما کر اس زمانہ کے نیک کام کرنے والوں پر خدا نے اپنی نعمت پوری کر دی۔ ہر ضروری چیز کو شرح و بسط سے بیان فرما دیا اور ہدایت و رحمت کے ابواب مفتوح کر دیئے تاکہ اسے سمجھ کر لوگ اپنے پروردگار سے ملنے کا کامل یقین حاصل کریں۔

◆ قرآن کریم کا اتباع | یعنی تورات تو تھی ہی جیسی کچھ تھی، لیکن ایک یہ کتاب ہے (قرآن کریم) جو اپنے درخشاں اور ظاہر اور باہر حسن و جمال کے ساتھ تمہارے سامنے ہے اس کی خوبصورتی اور کمال کا کیا کہنا۔ آفتاب آمد دلیل آفتاب اس کی ظاہری و باطنی برکات اور صوری و معنوی کمالات کو دیکھ کر بے اختیار کہنا پڑتا ہے

بہارِ عالمِ کُنشِ دل و جاں تازہ میدارد

برنگِ اصحابِ صورتِ رابہ بواربابِ معنی را

اب دائیں بائیں دیکھنے کی ضرورت نہیں۔ اگر خدا کی رحمت سے حظ وافر لینا چاہتے ہو تو اس آخری اور مکمل کتاب پر چل پڑو اور خدا سے ڈرتے رہو کہ اس کتاب کے کسی حصہ کی خلاف ورزی ہونے نہ پائے۔

◆ قرآن پوری دنیا کے لئے حجت ہے | یعنی اس مبارک کتاب (قرآن کریم) کے نزول کے بعد عرب کے اُمیتین کے لئے یہ کہنے کا بھی موقع نہیں چھوڑا گیا کہ پیشتر جو آسمانی کتابیں شرائعِ الہیہ کو لے کر آئیں وہ تو ہمارے علم کے موافق انہی دو فرقوں (یہود و نصاریٰ) پر آئیں بیشک وہ لوگ آپس میں اُسے پڑھتے پڑھاتے تھے اور بعضے اس کا ترجمہ بھی عربی میں کرتے تھے مثلاً ورقہ بن نوفل وغیرہ اور بہت سے مدت تک اس دُھن میں لگے رہے کہ عرب کو یہودی یا نصرانی بنالیں لیکن ہمیں ان کی تعلیم و تدریس سے کوئی سروکار نہیں رہا۔ اس سے بحث نہیں کہ یہود و نصاریٰ جو کچھ پڑھتے پڑھاتے تھے وہ چیز کہاں تک اپنی اصلی سماوی صورت میں محفوظ تھی۔ مطلب صرف اس قدر ہے کہ اُن شرائع و کتب کی اصلی مخاطب فقط قوم بنی اسرائیل تھی۔ خواہ اس تعلیم کے بعض اجزاء مثلاً توحید اور اصول دینیہ کی دعوت کو وسعت دے کر بنی اسرائیل کے سوا دوسری اقوام کے حق میں بھی عام کر دیا گیا ہوتا ہم جو شریعت اور کتاب سماوی ہیأتِ مجموعی کسی خاص قوم پر اسی کے مخصوص فائدہ کے لئے آئی ہو اس کے درس و تدریس سے اگر دوسری اقوام خصوصاً عرب جیسی غیور و خوددار قوم کو دلچسپی اور لگاؤ نہ ہو تو کچھ مستبعد نہیں، بنا بریں وہ کہہ سکتے تھے کہ کوئی آسمانی کتاب و شریعت ہماری طرف نہیں آئی اور جو کسی مخصوص قوم کے لئے آئی ہے اس سے ہم نے چنداں واسطہ نہیں رکھا پھر ہم ترکِ شرائع پر کیوں ماخوذ ہو گئے۔ مگر آج ان کے لئے اس طرح کے حیلے حوالوں کا موقع نہیں رہا۔ خدا کی حجت اس کی روشن کتاب اور ہدایت و رحمت عامہ کی بارش خاص ان کے گھر میں اتاری گئی۔ تاکہ وہ اولاً اس سے مستفید ہوں، پھر اس امانتِ الہیہ کو تمام احمر و اسود اور مشرق و مغرب کے باشندوں تک حفاظت و احتیاط کے ساتھ پہنچادیں۔ کیونکہ یہ کتاب کسی خاص قوم و ملک کے لئے نہیں اتاری گئی۔ اس کا مخاطب تو سارا جہان ہے۔ چنانچہ خدا کے فضل و توفیق سے عرب کے ذریعہ سے خدا کا یہ عام اور آخری پیغام آج دنیا کے گوشہ گوشہ میں پہنچ گیا۔ والحمد للہ علیٰ ذلک۔

◆ یعنی پہلی امتوں کا حال سن کر شاید تم کو ہوس ہوتی اور دل میں ولولہ اٹھتا کہ ہمارے پاس خدا کی کتاب آئی تو ہم دوسروں سے بڑھ کر عمل کر کے دکھلاتے۔ سو تم کو ان سے بہتر کتاب دے دی گئی۔ اب دیکھیں کون کیا کام کر کے دکھلاتا ہے۔

سُوءَ الْعَذَابِ بِمَا كَانُوا يَصْدِفُونَ ﴿۱۵۷﴾ هَلْ يَنْظُرُونَ

برا عذاب بد لے میں اس کترانے کے کا ہے کی راہ دیکھتے ہیں لوگ

إِلَّا أَنْ تَأْتِيَهُمُ الْمَلَائِكَةُ أَوْ يَأْتِيَ رَبُّكَ أَوْ يَأْتِيَ

مگر یہی کہ ان پر آئیں فرشتے یا آئے تیرا رب یا آئے

بَعْضُ آيَاتِ رَبِّكَ ۗ يَوْمَ يَأْتِي بَعْضُ آيَاتِ رَبِّكَ

کوئی نشانی تیرے رب کی جس دن آئے گی ایک نشانی تیرے رب کی

لَا يَنْفَعُ نَفْسًا إِيْمَانُهَا لَمْ تَكُنْ آمَنَتْ مِنْ قَبْلُ

کام نہ آئیگا کسی کے اُس کا ایمان لانا جو کہ پہلے سے ایمان نہ لایا تھا

أَوْ كَسَبَتْ فِي إِيمَانِهَا خَيْرًا ۗ قُلِ انْتَضِرُوا إِنَّا

یا اپنے ایمان میں کچھ نیکی نہ کی تھی تو کہہ دے تم راہ دیکھو ہم بھی

مُنْتَظِرُونَ ﴿۱۵۸﴾ إِنَّ الَّذِينَ فَزَعُوا دِينَهُمْ وَكَانُوا

راہ دیکھتے ہیں جنہوں نے راہیں نکالیں اپنے دین میں اور ہو گئے

شَيْعًا لَسْتُ مِنْهُمْ فِي شَيْءٍ ۗ وَإِنَّمَا أَمْرُهُمْ إِلَى اللَّهِ

بہت سے فرتے تجھ کو ان سے کچھ سروکار نہیں ان کا کام اللہ ہی کے حوالے ہے

ثُمَّ يَنْبِئُهُمْ بِمَا كَانُوا يَفْعَلُونَ ﴿۱۵۹﴾ مَنْ جَاءَ بِالْحَسَنَةِ

پھر وہی بتلائے گا ان کو جو کچھ وہ کرتے تھے جو کوئی لاتا ہے ایک نیکی

فَلَهُ عَشْرُ أَمْثَالِهَا ۗ وَمَنْ جَاءَ بِالسَّيِّئَةِ فَلَا

تو اس کے لئے اُس کا دس گنا ہے اور جو کوئی لاتا ہے ایک برائی سو

اب ایسی بے مثال روشن کتاب آنے کے بعد اگر اسکی آیتوں کو کوئی جھٹلائے اور اس کے احکام قبول کرنے سے کترائے یا دوسروں کو روکے، اس سے بڑا ظالم کون ہوگا (تنبیہ) حذف غنھا کے دونوں معنی سلف سے منقول ہیں ”روکنا“ اور اعراض کرنا۔ مترجم علام نے دوسرے معنی لیکر ”کترائے“ ترجمہ کیا ہے۔

سورج کا مغرب سے طلوع ہونا یعنی اللہ کی طرف سے ہدایت کی جو حد تھی وہ پوری ہو چکی، انبیاء تشریف لائے، شریعتیں اتریں کتابیں آئیں حتیٰ کہ اللہ کی آخری کتاب بھی آچکی تب بھی نہیں مانتے تو شاید اب اس کے منتظر ہیں کہ اللہ آپ آئے یا فرشتے آئیں یا قدرت کا کوئی بڑا نشان (مثلاً قیامت کی کوئی بڑی علامت) ظاہر ہو تو یاد رہے کہ قیامت کے نشانوں میں سے ایک نشان وہ بھی ہے جس کے ظاہر ہونے کے بعد نہ کافر کا ایمان لانا معتبر ہوگا نہ عاصی کی توبہ۔ صحیحین کی احادیث بتلاتی ہیں کہ یہ نشان آفتاب کا مغرب سے طلوع کرنا ہے۔ یعنی جب خدا کا ارادہ ہوگا کہ دنیا کو ختم کرے اور عالم کا موجودہ نظام درہم برہم کر دیا جائے تو موجودہ قوانین طبعیہ کے خلاف بہت سے عظیم الشان خوارق وقوع میں آئیں گے ان میں سے ایک یہ ہے کہ آفتاب مشرق کے بجائے مغرب سے طلوع ہوگا۔ غالباً اس حرکت مقلوبی اور رجبت قبہ قبری سے اس طرف اشارہ کرنا مقصود ہو کہ جو قوانین قدرت اور نوامیس طبعیہ دنیا کے موجودہ نظم و نسق میں کارفرما تھے، ان کی میعاد ختم ہونے اور نظام شمس کے الٹ پلٹ ہو جانے کا وقت آ پہنچا ہے۔ گویا اس وقت سے عالم کبیر کے نزع اور جائگنی کا وقت شروع ہوتا ہے۔ اور جس طرح عالم صغیر (انسان) کی جائگنی کے وقت کا ایمان اور توبہ مقبول نہیں کیونکہ وہ حقیقت میں اختیاری نہیں ہوتا، اسی طرح طلوع الشمس من المغرب کے بعد مجموعہ عالم کے حق میں یہ ہی حکم ہوگا کہ کسی کا ایمان و توبہ معتبر نہ ہو۔ بعض روایات میں طلوع الشمس من مغربہا کے ساتھ چند دوسرے نشانات بھی بیان ہوئے ہیں مثلاً خروج دجال، خروج دابہ وغیرہ ان روایات کی مراد یہ معلوم ہوتی ہے کہ جب ان سب نشانات کا مجموعہ متحقق ہوگا اور وہ جب ہی ہو سکتا ہے کہ طلوع الشمس من المغرب بھی متحقق ہو تو دروازہ توبہ کا بند کر دیا جائے گا الگ الگ ہر نشان پر یہ حکم متفرغ نہیں۔ ہمارے زمانہ کے بعض ملحدین جو ہر غیر معمولی واقعہ کو استعارہ کا رنگ دینے کے خوگر ہیں وہ طلوع الشمس من المغرب کو بھی استعارہ بنانے کی فکر میں ہیں۔ غالباً ان کے نزدیک قیامت کا آنا بھی ایک طرح کا استعارہ ہی ہوگا (تنبیہ) کہ جو کہا کہ ”آئیں فرشتے یا آئے تیرا رب“ اس کی تفسیر ”سیقول“ کے نصف پر آیت هل ينظرون إلا أن يأتيهم الله في ظلل من الغمام کے تحت میں گزر چکی وہاں دیکھ لیا جائے اور جملہ او كَسَبَتْ فإِيمَانُهَا كَأَعْفُفِ الْغَنِيِّ مِنَ الْقَبْلِ پر ہے اور تقدیر عبارت کی ابن کثیر وغیرہ محققین کے نزدیک یوں ہے لَا يَنْفَعُ نَفْسًا إِيْمَانُهَا أَوْ كَسْبَتْ خَيْرًا أَلَمْ تَكُنْ مِنْ قَبْلُ أُولَم تَكُنْ كَسَبَتْ فإِيمَانُهَا خَيْرًا یعنی جو پہلے سے ایمان نہیں آیا اس وقت اس کا ایمان نافع نہ ہوگا اور جس نے پہلے سے کسب خیر نہ کیا اس کا کسب خیر نافع نہ ہوگا۔ (یعنی توبہ قبول نہ ہوگی)

دین میں فرقہ بندی | پچھلے رکوع میں قُلْ تَعَالَوْا اتْلُ مَا حَرَّمَ رَبِّي عَلَيْكُمْ... الخ سے بہت سے احکام بیان فرما کر ارشاد ہوا تھا وَأَنَّ هَذَا صِرَاطِي مُسْتَقِيمًا فَاتَّبِعُوهُ وَلَا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ فَتَفَرَّقَ بِكُمْ عَنْ سَبِيلِهِ یعنی صراط مستقیم (دین کی سیدھی راہ) ہمیشہ سے ایک رہی ہے۔ اس سے بہت کر گراہی کے راستے بہت ہیں۔ تمام انبیاء و مرسلین اصولی حیثیت سے اسی ایک راہ پر چلے اور لوگوں کو بلا تے رہے شَرَعَ لَكُمْ مِنَ الدِّينِ مَا وَصَّى بِهِ نُوحًا وَالَّذِي أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ وَمَا وَصَّيْنَا بِهِ إِبْرَاهِيمَ وَمُوسَى وَعِيسَى أَنْ أَقِيمُوا الدِّينَ وَلَا تَتَفَرَّقُوا فِيهِ (شوری، رکوع ۲۴) اصول دین میں ان کے باہم کوئی تفریق نہیں۔ زبان و مکان اور خارجی احوال کے اختلاف سے فروع شرعیہ میں جو تفاوت ہوا، وہ تفرق نہیں بلکہ ہر وقت کے مناسب رنگ میں ایک ہی مشترک مقصد کے ذرائع حصول کا تنوع ہے جو دین انبیائے سابقین لے کر آئے۔ موسیٰ علیہ السلام کی کتاب بھی اس کی مخالفت کے لئے نہیں بلکہ اس کی تکمیل و تفصیل کی غرض سے اتاری گئی۔ سب کے آخر میں قرآن آیا جو تمام کتب سابقہ کی تکمیل و تصدیق اور ان کے علوم و معارف کی حفاظت کرنے والا ہے۔ درمیان میں ان کتب و شرائع سے اعراض کرنے والوں کا حال بیان کر کے إِنَّ الَّذِينَ فَتَرُوا دِينَهُمْ سے پھر اصل مطلب کی طرف عود کیا گیا۔ یعنی دین الہی کا راستہ (صراط مستقیم) ایک ہے۔ جو لوگ اصل دین میں پھوٹ ڈال کر جدا جدا راہیں نکالتے اور فرقہ بندی کی لعنت میں گرفتار ہوتے ہیں خواہ وہ یہود ہوں یا نصاریٰ یا وہ عیمان اسلام جو مستقبل میں عقائد دینیہ کی چادر کو پھاڑ کر پارہ پارہ کرنے والے تھے، ان لوگوں سے آپ کو کچھ واسطہ اور سروکار نہیں۔ یہ سب فَتَفَرَّقَ بِكُمْ عَنْ سَبِيلِهِ میں داخل ہیں۔ آپ ان سے بیزاری اور براءت کا اظہار کر کے خدا کے اسی ایک راستہ (صراط مستقیم) پر چمے رہئے اور ان کا انجام اللہ کے حوالہ کیجئے۔ وہ ان کو دنیا یا آخرت میں جلا دے گا جو کچھ دین میں گڑبڑی کرتے تھے۔ حضرت شاہ صاحب فرَقُوا دِينَهُمْ کی توضیح کرتے ہوئے فرماتے ہیں ”جو باتیں یقین لانے کی ہیں (اصول دین) ان میں فرق نہ چاہئے اور جو کرنے کی ہیں (فروع دین) ان کے طریقے کئی ہوں تو برا نہیں۔“

يُجْزَىٰ إِلَّا مِثْلَهَا وَهُمْ لَا يُظْلَمُونَ ﴿١٦٠﴾ قُلْ إِنِّي

مزا پائے گا اسی کے برابر اور ان پر ظلم نہ ہوگا تو کہہ دے مجھ کو

هَدَانِي رَبِّي إِلَىٰ صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ ۚ دِينًا قِيمًا

بھائی میرے رب نے راہ سیدھی دین صحیح

مِلَّةَ إِبْرَاهِيمَ حَنِيفًا ۚ وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِينَ ﴿١٦١﴾

ملت ابراہیم کی جو ایک ہی طرف کا تھا اور نہ تھا شرک والوں میں

قُلْ إِن صَلَاتِي وَنُسُكِي وَمَحْيَايَ وَمَمَاتِي لِلَّهِ

تو کہہ کہ میری نماز اور میری قربانی اور میرا جینا اور میرا مرنا اللہ ہی کے لئے ہے

رَبِّ الْعَالَمِينَ ﴿١٦٢﴾ لَا شَرِيكَ لَهُ ۚ وَبِذَلِكَ أُمِرْتُ

جو پالنے والا سارے جہان کا ہے کوئی نہیں اس کا شریک اور یہی مجھ کو حکم ہوا

وَأَنَا أَوَّلُ الْمُسْلِمِينَ ﴿١٦٣﴾ قُلْ أَعْبُدُوا اللَّهَ أَبِغَىٰ رَبًّا

اور میں سب سے پہلے فرمانبردار ہوں تو کہہ کیا اب میں اللہ کے سوا تلاش کروں کوئی رب

وَهُوَ رَبُّ كُلِّ شَيْءٍ ۚ وَلَا تَكْسِبُ كُلُّ نَفْسٍ

اور وہی ہے رب ہر چیز کا اور جو کوئی گناہ کرتا ہے

إِلَّا عَلَيْهَا ۚ وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِزْرَ أُخْرَىٰ ۚ ثُمَّ إِلَىٰ

سو وہ اس کے ذمہ پر ہے اور بوجھ نہ اٹھائے گا ایک شخص دوسرے کا پھر تمہارے

رَبِّكُمْ مَرْجِعُكُمْ فَيُنَبِّئُكُم بِمَا كُنتُمْ فِيهِ تَخْتَلِفُونَ ﴿١٦٤﴾

رب کے پاس ہی تم سب کو لوٹ کر جانا ہے سو وہ بتلائے گا جس بات میں تم جھگڑتے تھے

نیکی اور برائی کی جزاء اِنَّمْ يُنَبِّئُهُمْ بِمَا كَانُوا يَفْعَلُونَ میں ان کے افعال شیعہ کی مجازات پر متنبہ کیا گیا تھا، ساتھ ہی ہر نیک و بد کی مجازات کا عام قانون بتلا دیا کہ بھلائی کا بدلہ کم از کم دس گنا ہے اور برائی کا زائد از زائد اس کے برابر یعنی جس نے ایک نیکی کمائی تو کم از کم ویسی دس نیکیوں کا ثواب ملے گا زائد کی حد نہیں وَاللّٰهُ يُضَاعِفُ لِمَنْ يَّشَاءُ اور جو ایک بدی کا مرتکب ہو تو ویسی ایک بدی کی جس قدر سزا مقرر ہے اس سے آگے نہ بڑھیں گے، تخفیف کر دیں یا بالکل معاف فرمادیں، یہ اختیار ہے۔ پھر جہاں و فور رحمت کی یہ کیفیت ہو وہاں ظلم کا کیا امکان ہے۔

یعنی ایک خدا ہی کا ہو رہا تھا۔

یعنی تم دین میں جتنی چاہو رہا ہے نکالو اور جس قدر معبود چاہو ٹھہرا لو۔ مجھ کو تو میرا پروردگار صراطِ مستقیم بتلا چکا اور وہ ہی خالص توحید اور کامل تفویض و توکل کا راستہ ہے، جس پر موجدِ اعظم ابوالانبیاء ابراہیم خلیل اللہ بڑے زور شور سے چلے جن کا نام آج بھی تمام عرب اور کل ادیانِ سماویہ غایت عظمت و احترام سے لیتے ہیں۔

آنحضرت ﷺ کا مقام توحید و تفویض اس آیت میں توحید و تفویض کے سب سے اونچے مقام کا پتہ دیا گیا ہے جس پر ہمارے سید و آقا محمد رسول اللہ ﷺ فائز ہوئے۔ نماز اور قربانی کا خصوصیت سے ذکر کرنے میں مشرکین پر جو بدنی عبادت اور قربانی غیر اللہ کے لئے کرتے تھے، تصریحاً رد ہو گیا۔

عموماً مفسرین ”وَ اَنَا اَوَّلُ الْمُسْلِمِينَ“ کا مطلب یہ لیتے ہیں کہ اس اُمتِ محمدیہ کے اعتبار سے آپ اول المسلمین ہیں لیکن جامع ترمذی کی حدیث کُنْتَ نَبِيًّا وَاَدَمُ بَيْنَ الرُّوحِ وَ الْجَسَدِ کے موافق آپ اول الانبیاء ہیں تو اول المسلمین ہونے میں کیا شبہ ہو سکتا ہے۔ اس کے علاوہ ممکن ہے کہ یہاں اولیتِ زمانی مراد نہ ہو بلکہ تقدیمِ رتبی مراد ہو۔ یعنی میں سارے جہان کے فرمانبرداروں کی صف میں نمبر اول اور سب سے آگے ہوں۔ شاید مترجم محقق قدس سرہ نے ترجمہ میں ”سب سے پہلا فرمانبردار ہوں“ کی جگہ ”سب سے پہلے فرمانبردار ہوں“ کہہ کر اسی طرف اشارہ کیا ہو۔ کیونکہ محاورات کے اعتبار سے یہ تعبیر اولیتِ رتبی کے ادا کرنے میں زیادہ واضح ہے۔ واللہ اعلم۔

پہلے توحید فی الالوہیت کا ذکر تھا اب توحید فی الربوبیت کی تصریح فرمائی۔ یعنی جس طرح معبود اس کے سوا کوئی نہیں، مستعان بھی کوئی نہیں ہو سکتا، کیونکہ استعانت ربوبیت عامہ پر مفرغ ہے۔ اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَاِيَّاكَ نَسْتَعِينُ۔

ہر شخص اپنے عمل کا جواب دہ ہے | کفار مسلمانوں سے توحید وغیرہ میں جھگڑتے اور کہتے تھے کہ تم توحید کی راہ چھوڑ کر ہمارے راستہ پر آ جاؤ۔ اگر اس میں کوئی گناہ ہو تو وہ ہمارے سر و قال الذین کفروا و الذین امنوا اتبعوا سبيلنا و لنحملن خطاياكم (العنكبوت، رکوع ۱) یہاں اس کا جواب دے دیا کہ ہر ایک کا گناہ اسی کے سر ہے، کوئی شخص دوسرے کے گناہوں کا بار نہیں اٹھا سکتا۔ باقی تمہارے جھگڑے اور اختلافات خدا کے یہاں جا کر سب طے ہو جائیں گے۔ یہ دنیا فیصلہ کی جگہ نہیں، امتحان و آزمائش کا گھر ہے جیسا کہ اگلی آیت میں آگاہ فرمایا۔

وَهُوَ الَّذِي جَعَلَكُمْ خَلِيفَ الْأَرْضِ وَرَفَعَ بَعْضَكُمْ

اور اسی نے تم کو نائب کیا ہے زمین میں زمین میں اور بلند کر دینے تم میں

فَوْقَ بَعْضٍ دَرَجَاتٍ لِّيُبْلُوَكُمْ فِي مَا آتَاكُمْ ۗ إِنَّ

درجے ایک کے ایک پر تاکہ آزمائے تم کو اپنے دیئے ہوئے حکموں میں تیرا

رَبِّكَ سَرِيعُ الْعِقَابِ ۗ وَإِنَّهُ لَغَفُورٌ رَّحِيمٌ ۝

رب جلد عذاب کرنے والا ہے اور وہی بخشنے والا مہربان ہے

التصویر

آياتها ۲۰۶ ﴿۲۰۶﴾ سُورَةُ الْأَعْرَافِ مَكِّيَّةٌ ﴿۳۹﴾ رُكُوعَاتُهَا ۲۳

سورہ اعراف مکہ میں نازل ہوئی اور اس کی دو سو چھ آیتیں اور چوبیس رکوع ہیں

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بے حد مہربان نہایت رحم والا ہے

الَّذِينَ كُنْتُمْ تُكْفِرُونَ ۗ كِتَابٌ أَنْزَلْنَا إِلَيْكَ فَلَا يَكُنْ فِي صَدْرِكَ

الَّذِينَ كُنْتُمْ تُكْفِرُونَ یہ کتاب اتری ہے تجھ پر سوچا بنے کہ تیرا جی تنگ نہ ہو اس کے

حَرْجٍ مِّنْهُ لِنُذِرَ بِهِ ۖ وَذِكْرًا لِلْمُؤْمِنِينَ ۝

پہنچانے سے تاکہ تو ڈرائے اس سے اور نصیحت ہو ایمان والوں کو

اتَّبِعُوا مَا أَنْزَلَ إِلَيْكُم مِّن رَّبِّكُمْ وَلَا تَتَّبِعُوا مَن

چلو اسی پر جو اترتا ہے تمہارے رب کی طرف سے اور نہ چلو اس کے

دُونَهُ أُولِيَاءَ ۗ قَلِيلًا ۗ مَا تَذَكَّرُونَ ۝ وَكَمْ مِّن

سوا اور رفیقوں کے بچے تم بہت کم دھیان کرتے ہو اور کتنی

◆ انسان اللہ کا نائب ہے | یعنی خدا نے زمین میں تم کو اپنا نائب بنایا کہ تم اس کے دیئے ہوئے اختیارات سے کام لے کر کیسے کیسے حاکمانہ تصرفات کرتے ہو، یا تم کو باہم ایک دوسرے کا نائب بنایا کہ ایک قوم جاتی ہے، تو دوسری قوم اس کی جانشین ہوتی ہے۔

◆ انسانوں میں فرق مراتب | یعنی تمہارے آپس میں بیحد فرق مدارج رکھا۔ چنانچہ شکل و صورت، رنگت، لہجہ، اخلاق و ملکات، محاسن و مساوی، رزق، دولت، عزت و جاہ وغیرہ میں افراد انسانی کے بیٹا درجہ درجہ ہیں۔

◆ یعنی ظاہر ہو جائے کہ ان حالات میں کون شخص کہاں تک خدا کا حکم مانتا ہے۔ ابن کثیر نے فی ما آتاکم سے وہ مختلف احوال و درجات مراد لئے ہیں جن میں حسب استعداد و لیاقت ان کو رکھا گیا ہے۔ اس تقدیر پر آزمائش کا حاصل یہ ہوگا کہ مثلاً غنی حالت غناء میں رہ کر کہاں تک شکر کرتا ہے اور فقیر حالت فقر میں کس حد تک صبر کا ثبوت دیتا ہے و قس علیٰ ہذا۔ بہر حال اس آزمائش میں جو بالکل نالائق ثابت ہوا۔ حق تعالیٰ اس کے حق میں مریع العقاب اور جس سے قدرے کوتاہی رہ گئی اس کے حق میں غفور اور جو پورا اتر اُس کے لئے رحیم ہے۔

(تمت سورۃ الانعام بعون اللہ الملک العلام)

سورۃ الاعراف

◆ ابن عباس رضی اللہ عنہ نے ”حرج“ کی تفسیر شک سے کی ہے گویا فلا یکن فی صدرك حرج فلا تكونن من الممتربین کے ہم معنی ہوگا۔ یعنی پیغمبر جس پر خدا نے اپنی کتاب نازل فرمائی اس کی شان یہ نہیں کہ ذرا سا بھی کھڑکایا شک و شبہ کتاب کے احکام و اخبار کے متعلق اس کے دل میں راہ پائے۔ دوسرے مفسرین نے الفاظ کو ان کے ظاہر پر رکھا۔ جیسا کہ مترجم محقق نے اختیار فرمایا ہے۔ یعنی تمام خلائق میں سے جن کو جس پر خدا نے اپنی کتاب اتاری اسے لائق نہیں کہ احمقوں اور معاندین کے طعن و تشنیع یا بیہودہ سوالات سے متاثر ہو کر اس کتاب کے کسی حصہ کی تبلیغ سے منقبض اور جنگ دل ہو فلعلک تارک م بغض ما یؤخى الیک و ضائق بہ صدرك ان یقولوا لولا انزل علیہ کترب او جاء معہ ملک (ہود، رکوع ۲۷) اگر بفرض مجال خود پیغمبر کے دل میں کتاب اور اس کے مستقبل کی طرف سے نہایت کامل وثوق و انشراح حاصل نہ ہو، تو وہ اپنے فرض انذار و تذکیر کو کس طرح قوت و جرأت کے ساتھ ادا کر سکے گا۔

◆ نزول قرآن کی غرض و غایت | یعنی کتاب کے اتارنے سے غرض یہ ہے کہ تم ساری دنیا کو اس کے مستقبل سے آگاہ کر دو اور بدی کے انجام سے ڈراؤ اور ایمان لانیوالوں کے حق میں خاص طور پر یہ ایک مؤثر پیغام نصیحت ثابت ہو۔

◆ آدمی اگر حق تعالیٰ کی تربیت عظیم، اپنے آغاز و انجام اور طاعت و معصیت کے نتائج پر پوری طرح دھیان کرے تو اس کو کبھی جرات نہ ہو کہ اپنے رب کریم کی اتاری ہوئی ہدایات کو چھوڑ کر شیاطین الانس و الجن کی رفاقت میں انہی کے پیچھے چلنا شروع کر دے۔ گذشتہ اقوام میں سے جنہوں نے خدا کی کتابوں اور پیغمبروں کے مقابلہ پر ایسا رویہ اختیار کیا، ان کو جو دنیوی سزا ملی، وہ آگے مذکور ہے۔

قَرِيۡةٍ اَهْلَكْنٰهَا فِجَاۡءِهَا بِاَسْنَاۡ بَيَاتِنَا اَوْ هُمْ قٰتِلُوۡنَ ﴿۴﴾

بستیاں ہم نے ہلاک کر دیں کہ پہنچا ان پر ہمارا عذاب راتوں رات یا دوپہر کو سوتے ہوئے

فَمَا كَانَ دَعْوَاهُمْ اِذْ جَاۡءَهُمْ بِاَسْنَاۡ اِلَّا اَنْ قَالُوۡا

پھر یہی تھی ان کی پکار جس وقت کہ پہنچا ان پر ہمارا عذاب کہ کہنے لگے

اِنَّا كُنَّا ظٰلِمِيۡنَ ﴿۵﴾ فَلَنَسْئَلَنَّ الَّذِيۡنَ اُرْسِلَ اِلَيْهِمْ

پیشک ہمیں تھے گنہگار سو ہم کو ضرور پوچھنا ہے ان سے جن کے پاس رسول بھیجے گئے تھے

وَلَنَسْئَلَنَّ الْمُرْسَلِيۡنَ ﴿۶﴾ فَاَنْقُصَنَّ عَلَيْهِمُ بِعِلْمٍ وَّمَا

اور ہم کو ضرور پوچھنا ہے رسولوں سے پھر ہم ان کو احوال سنا لیں گے اپنے علم سے اور

كُنَّا غٰۤاۡبِيۡنَ ﴿۷﴾ وَالْوَزْنُ يَوْمَئِذٍ الْحَقُّ ۚ فَمَنْ ثَقُلَتْ

ہم کہیں غائب نہ تھے اور تول اس دن ٹھیک ہوگی پھر جس کی تولیں

مَوَازِيۡنُهُ فَاُوۡلٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوۡنَ ﴿۸﴾ وَمَنْ خَفَّتْ

بھاری ہوئیں سو وہی ہیں نجات پانے والے اور جس کی تولیں

مَوَازِيۡنُهُ فَاُوۡلٰٓئِكَ الَّذِيۡنَ خَسِرُوۡا اَنْفُسَهُمُ بِمَا كَانُوۡا

ہلکی ہوئیں سو وہی ہیں جنہوں نے اپنا نقصان کیا اس واسطے کہ ہماری

◆ گزشتہ اقوام پر عذاب کا حال یعنی جب ان کے ظلم و عدوان اور کفر و عصیان کی حد ہو چکی ہو تو دنیا کی لذات و شہوات میں منہمک اور عذاب الہی سے بالکل بے فکر ہو کر خوابِ استراحت کے مزے لینے لگے کہ یکا یک ہمارے عذاب نے آدبوجا۔ پھر ہلاکت آفرینیوں کے اس دہشت ناک منظر اور ہنگامہ دار و گیر میں ساری طمطمراق بھول گئے چاروں طرف سے اِنَّا كُنَّا ظٰلِمِيۡنَ کی چیخ پکار کے سوا کچھ سنائی نہ دیتا تھا۔ گویا اس وقت انہیں واضح ہوا اور اقرار کرنا پڑا کہ خدا کسی پر ظلم نہیں کرتا ہم خود ہی اپنی جانوں پر ظلم کرتے ہیں (تنبیہ) فِجَاۡءِهَا بِاَسْنَاۡ کی ”فاء“ میں مفسرین کے کئی قول ہیں، غالباً مترجم محقق قدس سرہ نے اس کو اَهْلَكْنٰهَا کی تفسیر و تفصیل قرار دیا ہے جیسے کہا جائے تَوْضَاۡ فَنَسَلْ وَجْهَهُ وَذِرَاعِيۡهِ (فلاں شخص نے وضو کیا تو دھویا چہرہ اور ہاتھ وغیرہ) اس مثال میں منہ ہاتھ دھونا وضو کرنے ہی کی تفصیل و تفسیر ہے۔ اسی طرح یہاں ہلاک کرنے کی تفسیر و تفصیل کیفیت عذاب کے بیان سے ہو گئی۔ واللہ اعلم۔

◆ آخرت میں تمام امتوں سے سوال ہوگا جن امتوں کی طرف پیغمبر مبعوث ہوئے، ان سے سوال ہوگا اذآ آجبتہم المؤمنین (تم نے ہمارے پیغمبروں کی دعوت کو کہاں تک قبول کیا تھا؟) اور خود پیغمبروں سے پوچھیں گے اذآ آجبتہم (تم کو امت کی طرف سے کیا جواب ملا تھا؟)

◆ یعنی تمہارا کوئی جلیل و حقیر اور قلیل و کثیر عمل یا ظاہری و باطنی حال ہمارے علم سے غائب نہیں۔ ہم بلا توسط غیرے ذرہ ذرہ سے خبردار ہیں۔ اپنے اس علم ازلی محیط کے موافق سب اگلے پچھلے احوال تمہارے سامنے کھول کر رکھ دیں گے۔ ملائکہ اللہ کے لکھے ہوئے اعمال نامے بھی علم الہی کے سر مؤخلاف نہیں ہو سکتے ان کے ذریعہ سے اطلاع دینا محض ضابطہ کی مراعات اور نظام حکومت کا مظاہرہ ہے، ورنہ خدا اپنے علم میں ان ذرائع کا (معاذ اللہ) محتاج نہیں ہو سکتا۔

◆ وزن اعمال اور میزان قیامت کے دن سب لوگوں کے اعمال کا وزن دیکھا جائے گا۔ جن کے اعمال قلبیہ و اعمال جوارح وزنی ہونگے وہ کامیاب ہیں اور جن کا وزن ہلکا رہا وہ خسارہ میں رہے۔ حضرت شاہ صاحب فرماتے ہیں کہ ”ہر شخص کے عمل وزن کے موافق لکھے جاتے ہیں۔ ایک ہی کام ہے، اگر اخلاص و محبت سے حکم شرعی کے موافق کیا۔ اور بر محل کیا، تو اس کا وزن بڑھ گیا اور دکھاوے کو یاریس کو کیا یا موافق حکم نہ کیا یا ٹھکانے پر نہ کیا تو وزن گھٹ گیا۔ آخرت میں وہ کاغذ تلیں گے جس کے نیک کام بھاری ہوئے تو برائیوں سے درگزر ہوا اور ہلکے ہوئے تو پکڑا گیا“ بعض علماء کا خیال ہے کہ اعمال جو اس وقت اعراض ہیں، وہاں اعیان کی صورت میں مجسد کر دیئے جائیں گے اور خود ان ہی اعمال کو تولد جائے گا۔ کہا جاتا ہے کہ ہمارے اعمال تو غیر قار الذات اعراض ہیں جن کا ہر جزء وقوع میں آنے کے ساتھ ہی ساتھ معدوم ہوتا رہتا ہے۔ پھر ان کا جمع ہونا اور ملنا کیا معنی رکھتا ہے؟ میں کہتا ہوں کہ گراموفون میں آج کل لمبی چوڑی تقریریں بند کی جاتی ہیں، کیا وہ تقریریں اعراض میں سے نہیں؟ جن کا ایک حرف ہماری زبان سے اس وقت ادا ہو سکتا ہے جب اس سے پہلا حرف نکل کر فنا ہو جائے پھر یہ تقریر کا سارا مجموعہ گراموفون میں کس طرح جمع ہو گیا؟ اسی سے سمجھ لو کہ جو خدا گراموفون کے موجد کا بھی موجد ہے اس کی قدرت سے کیا بعید ہے کہ ہمارے کل اعمال کے مکمل ریکارڈ تیار رکھے جس میں سے ایک شوشہ اور ذرہ بھی غائب نہ ہو۔ رہا ان کا وزن کیا جانا تو نصوص سے ہم کو اس قدر معلوم ہو چکا ہے کہ وزن ایسی میزان (ترازو) کے ذریعہ سے ہوگا جس میں کشتین اور لسان وغیرہ موجود ہیں لیکن وہ میزان اور اس کے دونوں پلے کس نوعیت و کیفیت کے ہونگے اور اس سے وزن معلوم کرنے کا کیا طریقہ ہوگا؟ ان باتوں کا احاطہ کرنا ہماری عقول و افہام کی رسائی سے باہر ہے۔ اسی لئے ان کے جاننے کی ہمیں تکلیف نہیں دی گئی۔ بلکہ ایک میزان کیا اس عالم کی جتنی چیزیں ہیں بجز اس کے کہ ان کے نام ہم سن لیں اور ان کا کچھ اجمالی سا مفہوم جو قرآن و سنت نے بیان کر دیا ہو عقیدہ میں رکھیں، اس سے زائد تفصیلات پر مطلع ہونا ہماری حد پر داز سے خارج ہے۔ کیونکہ جن نوائیس و قوانین کے ماتحت اس عالم کا وجود اور نظم و نسق ہوگا، ان پر ہم اس عالم میں رہتے ہوئے کچھ دسترس نہیں پاسکتے۔ اسی دنیا کی میزانوں کو دیکھ لو کتنی قسم کی ہیں۔ ایک میزان وہ ہے جس سے سونا چاندی یا موتی تلتے ہیں۔ ایک میزان سے غلہ اور سوختہ وزن کیا جاتا ہے۔ ایک میزان عام ریلوے اسٹیشنوں پر ہوتی ہے جس سے مسافروں کا سامان تولتے ہیں۔ ان کے سوا ”مقیاس الہوا“ یا ”مقیاس الحرارت“ وغیرہ بھی ایک طرح کی میزانیں ہیں جن سے ہوا اور حرارت وغیرہ کے درجات معلوم ہوتے ہیں۔ تھرمامیٹر ہمارے بدن کی اندرونی حرارت کو جو اعراض میں سے ہے تول کر ہتلاتا ہے کہ اس وقت ہمارے جسم میں اتنے ڈگری حرارت پائی جاتی ہے۔ جب دنیا میں میسوں قسم کی جسمانی میزانیں ہم مشاہدہ کرتے ہیں جن سے اعیان و اعراض کے اور ان درجات کا تفاوت معلوم ہوتا ہے تو اس قدر مطلق کے لئے کیا مشکل ہے کہ ایک ایسی حسی میزان قائم کر دے جس سے ہمارے اعمال کے اوزان و درجات کا تفاوت صورتاً و حساً ظاہر ہوتا ہو۔

بِآيَاتِنَا يَظْلِمُونَ ﴿١﴾ وَلَقَدْ مَكَّنَّاكُمْ فِي الْأَرْضِ وَ

آیتوں کا انکار کرتے تھے ﴿۱﴾ اور ہم نے تم کو جگہ دی زمین میں اور

جَعَلْنَا لَكُمْ فِيهَا مَعَايِشَ ط قَلِيلًا مَّا تَشْكُرُونَ ﴿١٠﴾ ع

مقرر کر دیں اس میں تمہارے لئے روزیاں تم بہت کم شکر کرتے ہو ﴿۱۰﴾ ع

وَلَقَدْ خَلَقْنَاكُمْ ثُمَّ صَوَّرْنَاكُمْ ثُمَّ قُلْنَا لِلْمَلَائِكَةِ

اور ہم نے تم کو پیدا کیا پھر صورتیں بنائیں تمہاری پھر حکم کیا فرشتوں کو

اسْجُدُوا لِآدَمَ ۖ فَسَجَدُوا إِلَّا إِبْلِيسَ ط لَمْ يَكُنْ مِنَ

کہ سجدہ کرو آدم کو پس سجدہ کیا سب نے مگر ابلیس نہ تھا سجدہ

السَّاجِدِينَ ﴿١١﴾ قَالَ مَا مَنَعَكَ إِلَّا تَسْجُدًا إِذْ أَمَرْتُكَ ط

والوں میں کہا تجھ کو کیا مانع تھا کہ تو نے سجدہ نہ کیا جب میں نے حکم دیا

قَالَ أَنَا خَيْرٌ مِّنْهُ خَلَقْتَنِي مِنْ نَّارٍ وَخَلَقْتَهُ مِنْ

بولا میں اس سے بہتر ہوں مجھ کو تو نے بنایا آگ سے اور اس کو بنایا

طِينٍ ﴿١٢﴾ قَالَ فَاهْبِطْ مِنْهَا فَمَا يَكُونُ لَكَ أَنْ

مٹی سے کہا تو اتر یہاں سے ﴿۱۲﴾ تو اس لائق نہیں کہ

تَتَكَبَّرَ فِيهَا فَاخْرُجْ إِنَّكَ مِنَ الصَّاغِرِينَ ﴿١٣﴾ قَالَ

تکبر کرے یہاں پس باہر نکل تو ذلیل ہے ﴿۱۳﴾ بولا

أَنْظِرْنِي إِلَى يَوْمِ يُبْعَثُونَ ﴿١٤﴾ قَالَ إِنَّكَ مِنَ

کہ مجھے مہلت دے اس دن تک کہ لوگ قبروں سے اٹھائے جائیں فرمایا تجھ کو

◆ اللہ نے روزیاں مقرر کیں اور آیات کا انکار کرنا ہی ان کی حق تلفی ہے جسے یظلمون سے ادا فرمایا ہے۔

◆ یہاں سے بعض آیات آفاقہ و انفسیہ کا بیان شروع کیا ہے جس سے ایک طرف حق تعالیٰ کے وجود پر کارخانہ عالم کے حکیمانہ نظم و نسق سے استدلال اور احسانات و انعامات الہیہ کا تذکرہ فرما کر اسکی شکر گذاری کی طرف توجہ دلائی گئی ہے اور دوسری طرف نبوت کی ضرورت، انبیاء علیہم السلام کی آمد، ان کی سیرت، ان کے تبعین و مخالفین کا انجام جو اس سورت کا اصلی موضوع معلوم ہوتا ہے، اس کے بیان کے لئے یہ آیات بطور توطیہ و تمہید کے مقدم کی گئی ہیں۔

◆ حق تعالیٰ سے ابلیس کا مکالمہ | یعنی تمہاری تخلیق سے پہلے رہنے سہنے اور کھانے پینے کا سامان کیا۔ پھر تمہارا مادہ پیدا فرمایا۔ پھر اس مادہ کو ایسا دلکش نقشہ اور حسین و جمیل صورت عطا کی جو کسی دوسری مخلوق کو عطا نہ کی گئی تھی۔ پھر اس تصویر خاکی کو وہ روح اور حقیقت مرحمت ہوئی جس کی بدولت تمہارے باپ آدم علیہ السلام جن کا وجود تمام افراد انسانی کے وجود پر اجمالاً مشتمل تھا۔ ”خلیفۃ اللہ“ و ”موجود ملائکہ“ بنے۔ پھر جس نے اس وقت وجود تعظیم سے سرتابی کی وہ مردود ازلی ٹھہرا کیونکہ وہ سجود خلافت الہیہ کے نشان کے طور پر تھا ”ملائکہ اللہ“ جو بحث و تمحیص اور صریح امتحان کے بعد آدم کی علمی فضیلت اور روحانی کمالات پر مطلع ہو چکے تھے حکم الہی سنتے ہی سجدہ میں گر پڑے اور اس طرح خلیفۃ اللہ کے روبرو اپنے پروردگار حقیقی کی کامل وفا شعاری اور اطاعت پذیری کا ثبوت دیا اور ابلیس لعین جو ناری الاصل جنی مگر کثرت عبادت وغیرہ کی وجہ سے زمرہ ملائکہ میں شامل ہو گیا تھا، آخر کار اپنی اصل کی طرف لوٹا۔ اس کی نظر آدم کی مادی ساخت سے نَفْحَتْ فِيهِ مِنْ رُوحِي کے راز تک تجاوز نہ کر سکی۔ اسی لئے صریح حکم الہی کے مقابلہ پر آنا خَيْرٌ مِنْهُ خَلَقْتَنِي مِنْ نَارٍ وَ خَلَقْتَهُ مِنْ طِينٍ کا دعویٰ کرنے لگا۔ آخر اسی اباہ و استکبار اور نہیں صریح قاطع کو محض رائے و ہوی سے رد کر دینے اور خدا سے بحث و مناظرہ ٹھان لینے کی پاداش میں ہمیشہ کے لئے مرتبہ، قرب سے نیچے گرا دیا اور رحمت الہیہ سے بہت دور پھینک دیا گیا۔ فی الحقیقت جس چیز پر اسے بڑا فخر تھا کہ وہ آگ سے پیدا ہوا ہے، وہ ہی اس کی ہلاکت ابدی کا سبب ہوئی۔ آگ کا خاصہ خفت و حدت، سرعت و طیش اور علو و افساد ہے بخلاف مٹی کے کہ اس میں مستقل مزاجی، متانت اور متواضعانہ حلم و تثبت پایا جاتا ہے۔ ابلیس جو ناری الاصل تھا سجدہ کا حکم سکر آگ بگولا ہو گیا اور رائے قائم کرنے میں تیزی اور جلد بازی دکھلائی۔ آخر تکبر و تعلیٰ کی راہ سے آتش حسد میں گر کر دوزخ کی آگ میں جا پڑا۔ برخلاف اس کے آدم علیہ السلام سے جب غلطی ہوئی تو عنصر خاکی نے خدا کے آگے فروتنی، خاکساری اور انقیاد و استکانت کی راہ دکھلائی۔ چنانچہ ان کی استقامت و انابت نے ثَمَّ اجْتَبَاهُ رَبُّهُ فَتَابَ عَلَيْهِ وَ هَدَاهُ کا نتیجہ پیدا کیا۔ اسی لئے کہا جاسکتا ہے کہ ابلیس لعین نے مادی و عنصری لحاظ سے بھی اپنی تفصیل کے دعوے میں ٹھوکر کھائی۔ چنانچہ حافظ شمس الدین ابن القیم نے بدائع الفوائد میں پندرہ وجوہ سے مٹی کا آگ سے افضل ہونا ثابت کیا ہے۔ من شاء فلیراجع۔

◆ جنت سے ابلیس کا خروج | یعنی جنت میں یا آسمانوں پر خدا کی وہ مخلوق رہ سکتی ہے جو خدا کی پوری مطیع و فرماں بردار ہو، تا فرمان متکبروں کے لئے وہاں منجائش نہیں، بہر حال ابلیس لعین عزت کے اس مقام سے جس پر کثرت عبادت وغیرہ کی وجہ سے اب تک فائز تھا، بڑا بول بولنے کی بدولت نیچے دھکیل دیا گیا (تنبیہ) ابلیس کے مدت دراز تک زمرہ ملائکہ میں شامل رکھنے سے متنبہ کر دیا ہے کہ حق تعالیٰ نے مکلفین میں کسی کی فطرت حتیٰ کہ شیطان کی بھی ایسی نہیں بنائی کہ وہ صرف بدی کی طرف جانے کے لئے مجبور و مضطر ہو جائے بلکہ خبیث سے خبیث ہستی بھی اصل فطرت کے اعتبار سے اس کی صلاحیت رکھتی ہے کہ اپنے کسب و اختیار سے نیکی اور پرہیزگاری میں انتہائی ترقی کر کے زمرہ ملائکہ میں جا لے۔

الْمُنْظَرِينَ ۝ قَالَ فَبِمَا أَغْوَيْتَنِي لَأَقْعُدَنَّ لَهُمْ

مہلت دی گئی ﴿۱۵﴾ بولا تو جیسا تو نے مجھے گمراہ کیا ہے میں بھی ضرور بیٹھوں گا ان کی تاک میں

صِرَاطِكَ الْمُسْتَقِيمَ ﴿۱۶﴾ ثُمَّ لَا تَبِينَ لَهُمْ مِنْ بَيْنِ

تیری سیدھی راہ پر ﴿۱۶﴾ پھر ان پر آؤں گا ان کے

أَيْدِيهِمْ وَمِنْ خَلْفِهِمْ وَعَنْ أَيْمَانِهِمْ وَعَنْ

آگے اور پیچھے سے اور دائیں سے اور

شَمَائِلِهِمْ وَلَا تَجِدُ أَكْثَرَهُمْ شَاكِرِينَ ۝ قَالَ

بائیں سے ﴿۱۷﴾ اکثروں کو ان میں شکر گزار ﴿۱۷﴾ کہا

أَخْرَجَ مِنْهَا مَذءً وَمَا مَدْحُورًا ۖ لَمَنْ تَبِعَكَ

نکل یہاں سے نرے حال سے مردود ہو کر جو کوئی ان میں سے تیری

مِنْهُمْ لَا مَلَائِكٌ جِهَتٌ مِنْكُمْ أَجْمَعِينَ ۝ وَيَأْتِمُرُ

راہ پر چلے گا تو میں ضرور بھروں گا دوزخ کو تم سب سے ﴿۱۸﴾ اور اے آدم

اسْكُنْ أَنْتَ وَزَوْجُكَ الْجَنَّةَ فَكُلَا مِنْ حَيْثُ شِئْتُمَا

رہ تو اور تیری عورت جنت میں پھر کھاؤ جہاں سے چاہو

وَلَا تَقْرَبَا هَذِهِ الشَّجَرَةَ فَتَكُونَا مِنَ الظَّالِمِينَ ۝

اور پاس نہ جاؤ اس درخت کے پھر تم ہو جاؤ گے گنہگار ﴿۱۹﴾

فَوَسْوَسَ لَهُمَا الشَّيْطَانُ لِيُبْدِيَ لَهُمَا مَا وُورِيَ عَنْهُمَا

پھر بہکایا ان کو شیطان نے تاکہ کھولے ان پر وہ چیز کہ ان کی نظر سے پوشیدہ تھی

◆ ابلیس کو عمر دراز دینے کی حکمت | یعنی جب تو نے یہ درخواست کی تو سمجھ لے کہ یہ پہلے سے علم الہی میں طے شدہ ہے کہ تجھ کو مہلت دی جائے۔ جب حکمت الہیہ مقتضی ہوئی کہ حق تعالیٰ اپنی صفات کمالیہ و شہنشاہانہ عظمت و جبروت کا مظاہرہ کرے تو اس نے عالم کو پیدا فرمایا۔ اللہ الَّذِیْ خَلَقَ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ وَّمِنَ الْاَرْضِ مِثْلَهُنَّ يَتَنَزَّلُ الْاَمْرُ بَيْنَهُنَّ لِتَعْلَمُوْا اَنَّ اللّٰهَ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ قَدِيْرٌ وَّاَنَّ اللّٰهَ قَدْ اَخَاطَ بِكُلِّ شَیْءٍ عِلْمًا (الطلاق، رکوع ۲۷) یعنی زمین و آسمان کی تخلیق اور ان کے کل نظم و نسق سے مقصود یہ ہے کہ خدا کی قدرت کاملہ اور علم محیط و غیرہ صفات کی معرفت لوگوں کو حاصل ہو۔ اسی معرفت الہیہ کو آیت وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنَ میں بعض سلف کی تفسیر کے موافق عبادت سے تعبیر فرمایا ہے اور ظاہر ہے کہ تخلیق عالم سے یہ غرض بوجہ تم جب ہی پوری ہو سکتی ہے کہ مخلوقات میں اُس کی ہر قسم کی صفات و کمالات کا اظہار ہو، اور یہ جب ہی ہو سکتا ہے کہ عالم میں مطیع و وفادار اور باغی و مجرم ہر قسم کی مخلوق موجود ہو۔ نیز اعداء اللہ کو پوری زور آزمانی اور ان کے پیدائشی اختیار و قوت کے تمام وسائل استعمال کرنے کی آخری حد تک مہلت و آزادی دی جائے پھر انجام کار حکومت الہیہ کا لشکر غالب ہو، دشمن اپنے کیفر کردار کو پہنچیں۔ اور بعد امتحان آخری کامیابی دوستوں کے ہاتھ رہے، اس کے بدون کل صفات کمالیہ کے ظاہر ہونے کی کوئی صورت نہیں۔ پس خیر و شر اور منبع خیر و شر کا پیدا کرنا، اسی حکمت سے ہے کہ جو غرض تخلیق عالم کی ہے یعنی "صفات کمالیہ کا مظاہرہ" وہ بغیر اس کے پوری نہ ہو سکتی تھی وَلَوْ شَاءَ رَبُّكَ لَجَعَلَ النَّاسَ اُمَّةً وَّاحِدَةً وَّلَا يَزَالُوْنَ مُخْتَلِفِيْنَ اِلَّا مَن رَّحِمَ رَبُّكَ وَاَلَّذِيْكَ خَلَقْتَهُمْ (ہود، رکوع ۱۰) اسی لئے ضروری ہوا کہ عداوت کبراہلیس یعنی کوجو منبع شر ہے پوری مہلت دی جائے کہ وہ تا قیام قیامت اپنے قوی و وسائل کو جی کھول کر استعمال کر لے لیکن یہ چیز ظاہر ہے کہ براہ راست اس محیط کل اور قادر مطلق کے مقابلہ پر ممکن نہ تھی، اس لئے ضروری ہوا کہ خدا کی طرف سے بطور نیابت و خلافت ایک ایسی مخلوق مقابلہ پر لائی جائے جس سے ابلیس یعنی کوجو آزادی کے ساتھ جنگ آزمانی کا موقع مل سکے۔ وَاَجْلِبْ عَلَيْهِمْ بِخَيْلِكَ وَرَجِلِكَ وَشَارِكْهُمْ فِي الْاَمْوَالِ وَالْاَوْلَادِ وَاَعِدْهُمْ وَمَا يَعِدُهُمُ الشَّيْطَانُ اِلَّا غُرُوْرًا (بنی اسرائیل، رکوع ۷) اور پھر جب تک وہ مخلوق حق نیابت اور وظیفہ خلافت ادا کرتی رہے، خاص شاہی فوج (ملائکہ) سے اس کو کمک پہنچائی جائے اور باوجود ضعف و قلت کے اپنے فضل و رحمت سے انجام کار دشمنوں کے مقابلہ میں مظفر و منصور کیا جائے۔ پس خوب سمجھ لو کہ یہ زمین ابلیس اور آدم کا میدان جنگ ہے اور چونکہ پوری طرح جان توڑ مقابلہ اسی وقت ہو سکتا تھا کہ دونوں حریف ایک دوسرے سے خار کھائے ہوں اس لئے تکیوینا دو صورتیں ایسی پیش آگئیں جن سے ہر ایک کے دل میں دوسرے کی دشمنی جاگزیں ہو جائے۔ ابلیس آدم کو سجدہ نہ کرنے کی بناء پر نیچے گرایا گیا اور آدم علیہ السلام کو ابلیس کی دوسرے اندازی کی بدولت جنت سے علیحدہ ہونا پڑا۔ ان واقعات سے ہر ایک کے دل میں دوسرے کی عداوت کی جڑ قائم ہو کر معرکہ کارزار گرم ہو گیا۔ والحبوب سجال وانما العبرة للخوائیم۔

◆ انسان سے ابلیس کی دشمنی | یعنی رہزنیوں کی طرح ان کے ایمانوں پر ڈاکہ مارو نگا جن کے سبب مجھے یہ روز بد دیکھنا پڑا۔

◆ یعنی ہر طرف سے ان پر حملہ آور ہوگا۔ جہات اربعہ کا ذکر تعمیم جہات کی طرف اشارہ کرنے کے لئے ہے۔

◆ یہ ابلیس یعنی کاتخمینہ تھا جو صحیح نکلا۔ وَلَقَدْ صَدَّقَ عَلَيْهِمْ اِبْلِيسُ ظَنُّهُ فَاتَّبَعُوْهُ الْاَقْرِبٰنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ (سبا، رکوع ۲)

◆ یعنی اکثر آدمی ناشکرے ہو گئے تو ہمارا کیا باگاڑیں گے۔ انجام کار ان ہی تھوڑے وفاداروں کے لئے کامیابی اور فلاح ہوگی اور

ناشکروں کی کثرت دوزخ کی نذر ہو جائے گی۔ گویا اس طرح واضح کر دیا جائے گا کہ جنود الشیطان کی اس قدر کثرت بھی "خلیفۃ اللہ" کے قلیل التعداد لشکر کو مغلوب و مقہور نہیں کر سکی۔

◆ آدم و حوا اور شجر ممنوعہ | آدم و حوا کو اجازت تھی کہ بلا روک ٹوک جو چاہیں کھائیں پیئیں۔ بجز ایک معین درخت کے جس کا کھانا

انکی بہشتی زندگی اور استعداد کے مناسب نہ تھا، اسے فرما دیا کہ اس کے پاس نہ جاؤ ورنہ نقصان اٹھاؤ گے میرے نزدیک یہاں فَتَكُوْنٰنَا مِنَ الظّٰلِمِيْنَ کا ترجمہ اگر یوں کیا جاتا تو زیادہ موزوں ہوتا "پھر ہو جاؤ گے تم نقصان اٹھانے والوں میں سے۔" ظلم کے معنی

نقصان اور کمی و کوتاہی کے آتے ہیں جیسا کہ وَلَمْ تَظْلَمْ مِنْهُ شَيْئًا (کہف) میں۔

مِنْ سَوَاتِحِهَا وَقَالَ مَا نَهَكُمَا رَبُّكُمَا عَنْ

ان کی شرمگاہوں سے اور وہ بولا کہ تم کو نہیں روکا تمہارے رب نے اس

هَذِهِ الشَّجَرَةَ إِلَّا أَنْ تَكُونَا مَلَكَيْنِ أَوْ تَكُونَا

درخت سے مگر اسی لیے کہ کبھی تم ہو جاؤ فرشتے یا ہو جاؤ

مِنَ الْخَالِدِينَ ﴿۲۰﴾ وَقَاسَمَهُمَا إِنِّي لَكُمَا لَمِنَ

بیشد رہنے والے اور ان کے آگے قسم کھائی کہ میں البتہ تمہارا

النَّاصِحِينَ ﴿۲۱﴾ فَدَلَّيْهَا بِغُرُورٍ فَلَمَّا ذَاقَا الشَّجَرَةَ

دوست ہوں پھر مائل کر لیا ان کو فریب سے پھر جب چکھا ان دونوں نے درخت کو

بَدَتْ لَهُمَا سَوَاتِحُهُمَا وَطَفِقَا يَخْصِفُنِ عَلَيْهِمَا مِنْ

تو کھل گئیں ان پر شرمگاہیں ان کی اور لگے جوڑنے اپنے اوپر

وَرَقِ الْجَنَّةِ ۖ وَنَادَاهُمَا رَبُّهُمَا أَلَمْ أَنْهَكُمَا عَنْ

بہشت کے پتے اور پکارا ان کے رب نے کیا میں نے منع نہ کیا تھا تم کو اس

تِلْكَ الشَّجَرَةَ وَأَقُلُّ لَكُمَا إِنَّ الشَّيْطَانَ لَكُمَا عَدُوٌّ

درخت سے اور نہ کہہ دیا تھا تم کو کہ شیطان تمہارا

مُبِينٌ ﴿۲۲﴾ قَالَا رَبَّنَا ظَلَمْنَا أَنْفُسَنَا سَكَّةً وَإِنْ لَمْ

کھلا دشمن ہے بولے وہ دونوں اے رب ہمارے ظلم کیا ہم نے اپنی جان پر اور اگر

تَغْفِرْ لَنَا وَتَرْحَمْنَا لَنَكُونَنَّ مِنَ الْخَاسِرِينَ ﴿۲۳﴾ قَالَ

تو ہم کو نہ بخشے اور ہم پر رحم نہ کرے تو ہم ضرور ہو جائیں گے تباہ فرمایا

◆ آدم و حوا کو اغوائے شیطانی | آدم و حوا شیطان کی قسموں سے متاثر ہوئے کہ خدا کا نام لے کر کون جھوٹ بولنے کی جرأت کر سکتا ہے، شاید وہ سمجھے کہ واقعی اسکے کھانے سے ہم فرشتے بن جائیں گے، یا پھر کبھی فنا نہ ہونگے۔ اور حق تعالیٰ نے جو نبی فرمائی تھی اس کی تعلیل یا تاویل کر لی ہوگی، لیکن غالباً فَتَكُونُوا مِنَ الظَّالِمِينَ اور اِنَّ هَذَا عَدُوٌّ لَّكَ وَلِزَوْجِكَ فَلَا يُخْرِجُكُمْ مِّنَ الْجَنَّةِ فَتَشْقَىٰ وغیرہ سے نسیان ہوا، اور یہ بھی خیال نہ رہا کہ جب وہ مسجد ملائکہ بنائے جا چکے، پھر ملک بننے کی کیا ضرورت رہی۔ فَسَبَّوْا وَلَمْ يَجِدْ لَهُ عِزًّا (طہ، رکوع ۶) واضح ہو کہ امرِ نبوی کبھی تو تشریحاً ہوتے ہیں اور کبھی شفقتاً۔ اس کو یوں سمجھو کہ مثلاً ایک تو ریل میں بدون ٹکٹ سفر کرنے کی ممانعت ہے یہ تو قانونی حیثیت رکھتی ہے جس کا اثر کمپنی کے حقوق پر پڑتا ہے اور ایک جو گاڑیوں میں لکھا ہوتا ہے کہ ”مت تھوکو کہ اس سے بیماری پھیلتی ہے۔“ یہ بھی شفقتاً ہے جیسا کہ بیماری پھیلنے کی تعلیل سے ظاہر ہے۔ اسی طرح خدا کے اوامر و نواہی بعض تشریحی ہیں جن کی خلاف ورزی کرنا قانونی مجرم سمجھا جاتا ہے اور جن کا ارتکاب کرنا ان حقوق کے منافی ہے جن کی حفاظت کرنا تشریح کا منشا تھا۔ دوسرے وہ اوامر و نواہی ہیں جن کا منشا تشریح نہیں محض شفقت ہے جیسا کہ طب نبوی وغیرہ کی بہت سی احادیث میں علماء نے تصریح کی ہے۔ شاید آدم علیہ السلام نے اکل شجرہ کی ممانعت کو نہیں شفقت سمجھا، اسی لئے شیطان کی وسوسہ اندازی کے بعد اس کی خلاف ورزی کرنے کو زیادہ بھاری خیال نہ کیا۔ مگر چونکہ انبیاء علیہم السلام کی چھوٹی سی لغزش بھی ان کے مرتبہ قرب کے لحاظ سے عظیم و ثقیل بن جاتی ہے اس لئے اپنی غلطی کا ظاہری نقصان اٹھانے کے علاوہ مدت دراز تک توبہ و استغفار میں مشغول گریہ و بکا رہے آخر کار تُمْ اجْتَبَهُ رَبُّهُ فَتَابَ عَلَيْهِ وَهَدَىٰ کے نتیجے پر پہنچ گئے۔

بود آدم دیدہ نور قدیم مویں دردیدہ بود کوہ عظیم

◆ جنت کے لباس کا اترنا | یعنی عدول حکمی کرا کر لباس بہشتی ان پر سے اتر وادیا۔ کیونکہ جنتی لباس حقیقت میں لباس تقویٰ کی ایک محسوس صورت ہوتی ہے کسی ممنوع کے ارتکاب سے جس قدر لباس تقویٰ میں رخنہ پڑے گا اسی قدر جنتی لباس سے محرومی ہوگی۔ غرض شیطان نے کوشش کی کہ عصیان کرا کر آدم کے بدن سے بطریق مجازات جنت کا خلعت فاخرہ اتر وادے۔ یہ میرا خیال ہے۔ لیکن حضرت شاہ صاحب نے نزع لباس کو اکل شجرہ کے ایک طبعی اثر کے طور پر لیا ہے۔ وہ لکھتے ہیں کہ ”حاجت استنجا اور حاجت شہوت جنت میں نہ تھی ان کے بدن پر کپڑے تھے جو کبھی اترتے نہ تھے کیونکہ حاجت اتارنے کی نہ ہوتی تھی، آدم و حوا اپنے اعضاء سے واقف نہ تھے جب یہ گناہ ہوا تو لوازم بشری پیدا ہوئے اپنی حاجت سے خبردار ہوئے اور اپنے اعضاء دیکھے۔“ گویا اس درخت کے کھانے سے جو پردہ انسانی کمزوریوں پر پڑا تھا وہ اٹھ گیا۔ ”سَوَاءٌ“ کے لغوی معنی میں بہت وسعت ہے قاتیل ہائیل کے قصہ میں ”سَوَاءٌ أَخِيهِ“ فرمایا اور حدیث میں ہے۔ ”اِحْدَى سَوَاءٌ تَكَ يَا مِقْدَاد“ اب تک آدم کی نظر میں صرف اپنی سادگی اور معصومیت تھی اور ابلیس کی نظر میں صرف اس کی خلعتی کمزوریاں تھیں لیکن اکل شجرہ کے بعد آدم کو اپنی کمزوریاں پیش نظر ہو گئیں اور جب اس غلطی کے بعد انہوں نے توبہ و انابت اختیار کی تو ابلیس لعین کو ان کے اعلیٰ کمال اور انتہائی نجابت و شرافت کا مشاہدہ ہو گیا۔ اُس نے سمجھ لیا کہ یہ مخلوق لغزش کھا کر بھی میری مار کھانے والی نہیں۔ اِنَّ عِبَادِي لَيْسَ لَكَ عَلَيْهِمْ سُلْطَانٌ شَآئِدًا اِذَا سَأَلْتَهُمْ عَنِ الْاَعْرَافِ کی نقل کے موافق اس درخت کو ”شجرۃ علم الخیر والشر“ سے موسوم کیا گیا ہے۔ واللہ اعلم۔

◆ یعنی برہنہ ہو کر شرمائے اور پتوں سے بدن ڈھانپنے لگے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر چہ آدمی پیدائش کے وقت ننگا ہوتا ہے مگر فطری حیامانع ہے کہ ننگا رہے۔

اهْبِطُوا بَعْضُكُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ وَلَكُمْ فِي الْأَرْضِ

تم اترو تم ایک دوسرے کے دشمن ہو گے ♦ اور تمہارے واسطے زمین میں

مُسْتَقَرًّا وَمَتَاعًا إِلَىٰ حِينٍ ﴿۲۳﴾ قَالَ فِيهَا تَحْيَوْنَ وَ

ٹھکانا اور نفع اٹھانا ہے ایک وقت تک ♦ فرمایا اسی میں تم زندہ رہو گے اور

فِيهَا تَمُوتُونَ وَمِنْهَا تُخْرَجُونَ ﴿۲۴﴾ يَبْنِيٰ آدَمَ

اسی میں تم مرو گے اور اسی سے تم نکالے جاؤ گے اے اولاد آدم کی

قَدْ أَنْزَلْنَا عَلَيْكُمْ لِبَاسًا يُؤَارِي سَوَاتِكُمْ وَرِيشًا ط

ہم نے اتاری تم پر پوشاک جو ڈھانکے تمہاری شرمگاہیں اور اتارے آرائش کے کپڑے ♦

وَلِبَاسُ التَّقْوَىٰ ذَٰلِكَ خَيْرٌ ذَٰلِكَ مِنْ آيَاتِ اللَّهِ

اور لباس پر ہیزگاری کا وہ سب سے بہتر ہے ♦ یہ نشانیاں ہیں اللہ کی قدرت کی

لَعَلَّهُمْ يَذْكُرُونَ ﴿۲۵﴾ يَبْنِيٰ آدَمَ لَا يَفْتِنَنَّ الشَّيْطَانُ

تاکہ وہ لوگ غور کریں ♦ اے اولاد آدم کی نہ بہکائے تم کو شیطان

كَمَا أَخْرَجَ آبُؤَيْكُمْ مِنَ الْجَنَّةِ يَنْزِعُ عَنْهُمَا لِبَاسَهُمَا

جیسا کہ اُس نے نکال دیا تمہارے ماں باپ کو بہشت سے اتروائے اُن سے اُن کے کپڑے ♦

لِيُرِيَهُمَا سَوَاتِيَهُمَا إِنَّهُ يَرَٰكُمْ هُوَ وَقَبِيلُهُ مِنْ

تاکہ دکھلائے اُن کو شرمگاہیں اُن کی وہ دیکھتا ہے تم کو اور اُس کی قوم

حَيْثُ لَا تَرَوْنَهُمْ ۗ إِنَّا جَعَلْنَا الشَّيْطَانَ أَوْلِيَاءَ

جہاں سے تم اُن کو نہیں دیکھتے ♦ ہم نے کر دیا شیطانوں کو رفیق

ہبوط آدم | مفسرین کے نزدیک یہ خطاب آدم و حوا اور ابلیس لعین سب کو ہے کیونکہ اصل عداوت آدم اور ابلیس کی ہے اور اس عداوت کا ونگل ہماری زمین بنائی گئی جس کی خلافت آدم کو سپرد ہوئی تھی۔

ایک اشکال اور اس کا جواب | یعنی عموماً تمہارا مسکن اصلی و معتاد یہ ہی زمین ہے۔ اگر خرق عادت کے طور پر کوئی شخص کسی وقت ایک معین مدت کے لئے اس سے اوپر اٹھا لیا جائے مثلاً حضرت مسیح علیہ السلام، تو وہ اس آیت کے منافی نہیں۔ کیا جو شخص چند روز یا چند گھنٹے کے لئے زمین سے جدا ہو کر ہوائی جہاز میں مقیم ہو یا فرض کیجئے وہیں مر جائے وہ فیہا تَخِينُونَ وَفِيهَا تَمُوتُونَ کے خلاف ہوگا۔ کیونکہ وہ اس وقت زمین پر نہیں ہے۔ دوسری جگہ ارشاد ہے مِنْهَا خَلَقْنَاكُمْ وَفِيهَا نُعِيدُكُمْ وَمِنْهَا نُخْرِجُكُمْ جِوَامَاتِ زَمِينٍ مِّنْ مَّدْفُونٍ نہ ہوں ان کو فِيهَا نُعِيدُكُمْ..... الخ میں کیسے داخل کیا جائے گا معلوم ہوا کہ اس قسم کے قضایا کلیہ کے رنگ میں استعمال نہیں ہوئے۔

لباس اور پوشاک کا نزول | اتارنے سے مراد اس کا مادہ وغیرہ پیدا کرنا اور اسکے تیار کرنے کی تدبیر بتلانا ہے گو اتارنے کا لفظ اکثر اس موقع پر بولتے ہیں جہاں ایک چیز کو اوپر سے نیچے لایا جائے مگر بہت دفعہ اس سے مکانی فوق و تحت مراد نہیں ہوتا۔ بلکہ جو مرتبہ کے اعتبار سے اونچا ہو، اسکی طرف سے کوئی چیز نیچے والوں کو عطا کئے جانے پر بھی یہ لفظ اطلاق لیا جاتا ہے۔ جیسے فرمایا وَانزِلْ لَكُمْ مِنَ الْاَنْعَامِ ثَمَانِيَةَ اَزْوَاجٍ يَاۤ اَنْزَلْنَا الْحَدِيْدَ فِيْهِ نَاسٌ شٰدِيْدُوْنَ۔

روحانی لباس تقویٰ | یعنی اس ظاہری لباس کے علاوہ جس سے صرف بدن کا تستر یا ترین ہوتا ہے ایک معنوی پوشاک بھی ہے جس سے انسان کی باطنی کمزوریاں جن کے ظاہر کرنے کی اس میں استعداد پائی جاتی تھی پردہ خفا میں رہتی ہیں، منصفہ ظہور و فعلیت پر نہیں آنے پاتیں اور یہ ہی معنوی پوشاک جسے قرآن نے لباس التقویٰ فرمایا، باطن کی زینت و آرائش کا ذریعہ بنتی ہے۔ بلکہ اگر غور کیا جائے تو ظاہری بدنی لباس بھی اسی باطنی لباس کو زیب تن کرنے کے لئے شرعاً مطلوب ہوا ہے۔ حضرت شاہ صاحب تحریر فرماتے ہیں کہ دشمن نے جنت کے کپڑے تم سے اتروائے پھر ہم نے تم کو دنیا میں تدبیر لباس کی سکھادی۔ اب وہ ہی لباس پہنو جس میں پرہیزگاری ہو، یعنی مرد لباس ریشمی نہ پہنے اور دامن دراز نہ رکھے اور جو منع ہوا ہے سو نہ کرے اور عورت بہت باریک نہ پہنے کہ لوگوں کو بدن نظر آوے اور اپنی زینت نہ دکھاوے۔

یعنی ان نشانات میں غور کر کے حق تعالیٰ کے قادرانہ انعام و اکرام کے معترف اور شکر گزار ہوں۔
اخراج و نزاع کی اضافت ان کے سبب کی طرف کی گئی یعنی آدم و حوا کو جنت سے علیحدہ کرنے اور کپڑے اتارے جانے کا سبب وہ ہوا۔ اب تم اس کے فریب میں مت آؤ اور اسکی مکاریوں سے ہشیار رہو۔

شیطان سے حفاظت کا طریقہ | یعنی جو دشمن ہم کو اس طرح دیکھ رہا ہو کہ ہماری نظر اس پر نہ پڑے اس کا حملہ سخت خطرناک اور مدافعت سخت دشوار ہوتی ہے۔ اس لئے تم کو بہت مستعد و بیدار رہنا چاہئے۔ ایسے دشمن کا علاج یہ ہی ہے کہ ہم کسی ایسی ہستی کی پناہ میں آجائیں جو اسے دیکھتی ہے پر وہ اسے نہیں دیکھتا۔ لَا تُذِرْكُمُ الْاَبْصَارُ وَهُوَ يُبْصِرُ وَهُوَ اللَّطِيفُ الْخَبِيْرُ تنبیہ | اِنَّهٗ يَبْرٰكُمُ هُوَ وَقَبِيْلُهٗ مِنْ حِيْثُ لَا تَسْرُوْنَهُمْ قَضِيْةٌ مَّطْلُوْقَةٌ ہے دائمہ نہیں یعنی بسا اوقات ایسا ہوتا ہے کہ وہ ہم کو دیکھتے ہیں اور ہم ان کو نہیں دیکھتے۔ اس کہنے سے یہ لازم نہیں آتا کہ کسی وقت بھی کوئی شخص کسی صورت میں ان کو نہ دیکھ سکے۔ پس آیت سے رویت جن کی بالکلیہ نفی پر استدلال کرنا کوتاہ نظری ہے۔

لِلَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ ﴿۲۷﴾ وَإِذَا فَعَلُوا فَاجِشَةً قَالُوا

ان لوگوں کا جو ایمان نہیں لاتے ♦ اور جب کرتے ہیں کوئی برا کام تو کہتے ہیں

وَجَدْنَا عَلَيْهَا آبَاءَنَا وَاللَّهُ أَمَرَنَا بِهَا ۖ قُلْ

کہ ہم نے دیکھا اسی طرح کرتے اپنے باپ دادوں کو اور اللہ نے بھی ہم کو یہ حکم کیا ہے تو کہہ دے

إِنَّ اللَّهَ لَا يَأْمُرُ بِالْفَحْشَاءِ ۗ اتَّقُوا اللَّهَ عَلَىٰ لِلَّهِ

کہ اللہ عام نہیں کرتا برے کام کا کیوں لگاتے ہو اللہ کے ذمہ

مَا لَا تَعْلَمُونَ ﴿۲۸﴾ قُلْ أَمَرَ رَبِّي بِالْقِسْطِ ۚ وَأَقِيمُوا

وہ باتیں جو تم کو معلوم نہیں ♦ تو کہہ دے کہ میرے رب نے حکم کر دیا ہے انصاف کا ♦ اور سیدھے کرو

وُجُوهَكُمْ عِنْدَ كُلِّ مَسْجِدٍ ۚ وَادْعُوهُ مُخْلِصِينَ

اپنے منہ اور پکارو اس کو خالص اس کے فرمانبردار ہر نماز کے وقت

لَهُ الدِّينَ ۗ كَمَا بَدَأَكُمْ تَعُودُونَ ﴿۲۹﴾ فَرِيقًا هَدَىٰ

ہو کر ♦ جیسا تم کو پہلے پیدا کیا دوسری بار بھی پیدا ہو گے ♦ ایک فرقہ کو ہدایت کی

وَفَرِيقًا حَقَّ عَلَيْهِمُ الضَّلَالَةُ ۗ إِنَّهُمْ اتَّخَذُوا

اور ایک فرقہ پر مقرر ہو چکی گمراہی انہوں نے بنایا

الشَّيَاطِينَ أَوْلِيَاءَ مِنْ دُونِ اللَّهِ وَيَحْسَبُونَ

شیطانوں کو رفیق اللہ کو چھوڑ کر اور سمجھتے ہیں

أَنَّهُمْ مُّهْتَدُونَ ﴿۳۰﴾ يُبْنِي أَدْمَ خُدُودًا زِينَتَكُمْ عِنْدَ

کہ وہ ہدایت پر ہیں ♦ اے اولاد آدم کی لے لو اپنی آرائش

یعنی جب انہوں نے اپنی بے ایمانی سے خود شیاطین کی رفاقت کو اپنے لئے پسند کر لیا۔ جیسا کہ چند آیات کے بعد آرہا ہے۔ اِنَّهُمْ اَتَّخَذُوا الشَّيْطٰنَ اَوْلِيَاءَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَيَحْسَبُوْنَ اَنَّهُمْ مُّهْتَدُوْنَ تو ہم نے بھی اس انتخاب میں مزاحمت نہیں کی۔ جس کو انہوں نے اپنا رفیق بنانا چاہا اسی کو رفیق بنا دیا گیا۔

❖ **فواحش کی مذمت** یعنی برے اور بے حیائی کے کاموں مثلاً مرد و عورت کا برہنہ طواف کرنا، جو ان آیات کی شان نزول ہے جن سے عقل سلیم اور فطرت صحیحہ نفرت کرتی ہے۔ خدائے قدوس کی شان نہیں کہ ان کی تعلیم دے وہ تو پاکی اور حیا کا سرچشمہ ہے۔ گندے اور بے حیائی کے کاموں کا حکم کیسے دے سکتا ہے اصل میں بے حیائی اور برائی کی تعلیم دینے والے وہ شیاطین ہیں جن کو انہوں نے اپنا رفیق بنا رکھا ہے۔ دیکھو تمہارے سب سے پہلے ماں باپ کو شیطان نے فریب دیکر برہنہ کر لیا۔ مگر وہ شرم و حیا کے مارے درختوں کے پتے بدن پر لپٹنے لگے معلوم ہوا کہ برائی شیطان کی جانب سے اور تستر کی کوشش تمہارے باپ کی طرف سے ہوئی۔ پھر برہنہ طواف کرنے پر باپ دادوں کی سند لانا کیسے صحیح ہو سکتا ہے نیز بقول حضرت شاہ صاحبؒ سن چکے کہ پہلے باپ نے شیطان کا فریب کھایا پھر باپ کی کیوں سند لاتے ہو یہ کس قدر بے حیائی کی بات ہے کہ جو کام شیطان کے حکم سے ہو رہا ہے اسے کہا جائے کہ ہم کو خدانے یہ حکم دیا ہے۔ العیاذ باللہ۔

❖ روح المعانی میں ہے "القسط علی ما قال غیر واحد العدل وهو الوسط من کل شیء المتجافی عن طرفی الافراط والفریط" آیت کا حاصل یہ ہوا کہ حق تعالیٰ نے ہر کام میں تو وسط و اعتدال پر رہنے اور افراط و فریط سے بچنے کی ہدایت کی ہے پھر بھلا فواحش کا حکم کیسے دے سکتے ہیں۔

❖ **اخلاص کا حکم** مترجم محقق نے "مسجد" کو غالباً مصدر مسمیٰ بمعنی سجود لیکر تجوز نماز کا ترجمہ کیا ہے اور "توجوہ" کو اپنے ظاہر پر رکھا ہے یعنی نماز ادا کرنے کے وقت اپنا منہ سیدھا (کعبہ کی طرف) رکھو۔ مگر دوسرے بعض مفسرین اَقِمْ وَاَوْجُوْهُکُمْ سے یہ مراد لیتے ہیں کہ خدا کی عبادت کی طرف ہمیشہ استقامت کے ساتھ دل سے متوجہ رہو۔ ابن کثیر کے نزدیک اس کا مطلب یہ ہے کہ اپنی عبادت میں سیدھے رہو۔ جو راستہ پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ہے اس سے ٹیڑھے تر پیچھے نہ چلو۔ عبادت کی مقبولیت دو ہی چیزوں پر مقوف تھی۔ خالص خدا کے لئے ہو۔ جس کو آگے فرمایا۔ وَاذْعُوْهُ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ اور اس مشروع طریق کے موافق ہو جو انبیاء و مرسلین علیہم الصلوٰۃ والسلام نے تجویز فرمایا۔ اس کو وَاَقِمْ وَاَوْجُوْهُکُمْ میں ادا کیا گیا۔ بہر حال اس آیت میں ادا امر شرعیہ کی تمام انواع کی طرف اشارہ کر دیا ہے۔ جو بندوں کے معاملات سے متعلق ہیں وہ سب قسط میں آگئے اور جن کا تعلق خدا سے ہے اگر قابل ہی ہیں تو وَاَقِمْ وَاَوْجُوْهُکُمْ میں اور قلبی ہیں تو وَاذْعُوْهُ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ میں مندرج ہو گئے۔

❖ یعنی انسان کو اعتدال، استقامت اور اخلاص کی راہوں پر چلنے کی اس لئے ضرورت ہے کہ موت کے بعد دوسری زندگی ملنے والی ہے جس میں موجودہ زندگی کے نتائج سامنے آئیں گے اس کی فکر ابھی سے ہونی چاہئے۔ وَلْتَنْظُرْ نَفْسٌ مَّا قَدَّمَتْ لِغَدٍ۔

❖ یعنی جن پر گمراہی مقرر ہو چکی، یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے خدا کو چھوڑ کر شیطانوں کو اپنا دوست اور رفیق ٹھہرا لیا ہے۔ اور تماشا یہ ہے کہ اس صریح گمراہی کے باوجود سمجھتے ہیں کہ ہم خوب ٹھیک چل رہے ہیں اور مذہبی حیثیت سے جو روش اور طرز عمل ہم نے اختیار کر لیا ہے وہ ہی درست ہے جیسا کہ دوسری جگہ فرمایا الَّذِينَ ضَلَّ سَبِيْلُهُمْ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَهُمْ يُحْسَبُوْنَ اَنَّهُمْ يُحْسِنُوْنَ صُنْعًا (کہف رکوع ۱۲۴) (تنبیہ) آیت کے عموم سے ظاہر ہوا کہ کافر معاند کی طرح کافر غلطی بھی جو واقعی اپنی غلط فہمی سے باطل کو حق سمجھ رہا ہو فَرِيْقًا حَقٌّ عَلَيْهِمُ الضَّلٰلَةُ میں داخل ہے، خواہ یہ غلط فہمی پوری طرح غور و فکر نہ کرنے کی وجہ سے ہو، یا اس لئے کہ گواہوں نے بظاہر پوری قوت غور و فکر میں صرف کر دی، لیکن ایسے صریح اور واضح حقائق تک نہ پہنچنا خود بتلاتا ہے کہ فی الحقیقت اس سے قوت فکر و استدلال کے استعمال میں کوتاہی ہوئی ہے۔ گویا جن چیزوں پر ایمان لانا مہربانیاں ہے وہ اس قدر روشن اور واضح ہیں کہ ان کے انکار کی بجز عناد یا تصور فکر و تاثر کے اور کوئی صورت نہیں۔ بہر حال کفر شرعی ایک ایسا سنگھیا (زہر) ہے جو جان بوجھ کر یا غلط فہمی سے کسی طرح بھی کھایا جائے انسان کو ہلاک کرنے کے لئے کافی ہے۔ "اہلسنت والجماعت" کا مذہب یہ ہی ہے اور "روح المعانی" میں جو بعض اختلاف اس مسئلہ میں نقل کیا ہے، اس بعض سے مراد جاہل و عنبری ہیں جو اہل سنت والجماعت میں داخل نہیں بلکہ باوجود "معتزلی" کہلائے جانے کے خود معتزلہ کو بھی ان کے اسلام میں کلام ہے۔ اسی لئے صاحب روح المعانی نے ان کا مذہب نقل کرنے کے بعد لکھ دیا "وللّٰہ

تعالیٰ الحجۃ البالغة والنزاع ان کل کافر معاند بعد البعث وظہور امر الحق کفار علی علم ۵

كُلِّ مَسْجِدٍ وَكُلُّوْا وَاشْرَبُوْا وَلَا تُسْرِفُوْا ۗ اِنَّهٗ

ہر نماز کے وقت اور کھاؤ اور پیو اور بجا خرچ نہ کرو اس کو

لَا يُحِبُّ الْمُسْرِفِيْنَ ۝۳۱ قُلْ مَنْ حَرَّمَ زِينَةَ اللّٰهِ الَّتِي

خوش نہیں آتے بجا خرچ کرنے والے تو کہہ کس نے حرام کیا اللہ کی زینت کو

اَخْرَجَ لِعِبَادِهِۦ وَالطَّيِّبَاتِ مِنَ الرِّزْقِ ۗ قُلْ هِيَ

جو اس نے پیدا کی اپنے بندوں کے واسطے اور ستھری چیزیں کھانے کی تو کہہ

لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا خَالِصَةً يَّوْمَ

نعمتیں اصل میں ایمان والوں کے واسطے ہیں دنیا کی زندگی میں خالص انہی کے واسطے ہیں

الْقِيٰمَةِ ۗ كَذٰلِكَ نُفَصِّلُ الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يَعْلَمُوْنَ ۝۳۲

قیامت کے دن اسی طرح مفصل بیان کرتے ہیں ہم آیتیں ان کے لیے جو سمجھتے ہیں

قُلْ اِنَّمَا حَرَّمَ رَبِّيَ الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا

تو کہہ دو میرے رب نے حرام کیا ہے صرف بے حیائی کی باتوں کو جو ان میں کھلی ہوئی ہیں

وَمَا بَطْنٍ وَّ الْاِثْمَ وَّ الْبَغْيَ بِغَيْرِ الْحَقِّ وَاَنْ تُشْرِكُوْا

اور جو چھپی ہوئی ہیں اور گناہ کو اور ناحق کی زیادتی کو اور اس بات کو کہ شریک کرو

بِاللّٰهِ مَا لَمْ يُنَزَّلْ بِهٖ سُلْطٰنًا وَّاَنْ تَقُوْلُوْا عَلٰٓى

اللہ کا ایسی چیز کو کہ جس کی اس نے سند نہیں اتاری اور اس بات کو کہ لگاؤ اللہ کے

اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ۝۳۳ وَلِكُلِّ اُمَّةٍ اَجَلٌ ۗ فَاِذَا جَآءَ

ذمہ وہ باتیں جو تم کو معلوم نہیں اور ہر فرقے کے واسطے ایک وعدہ ہے پھر جب آئیں گے

لباس کی ضرورت و اہمیت | یہ آیات ان لوگوں کے رد میں نازل ہوئیں جو کعبہ کا طواف برہنہ ہو کر کرتے تھے اور اسے بڑی قربت اور پرہیزگاری سمجھتے تھے اور بعض اہل جاہلیت ایام حج میں سدرتق سے زائد کھانا اور گھی یا چکنائی وغیرہ کا استعمال چھوڑ دیتے تھے بعضوں نے بکری کے دودھ اور گوشت سے پرہیز کر رکھا تھا۔ ان سب کو بتلادیا کہ یہ کوئی نیکی اور تقویٰ کی باتیں نہیں۔ خدا کی دی ہوئی پوشاک جس سے تمہارے بدن کا تستر اور آرائش ہے اس کی عبادت کے وقت دوسرے اوقات سے بڑھ کر قابل استعمال ہے تاکہ بندہ اپنے پروردگار کے دربار میں اسکی نعمتوں کا اثر لیکر حاضر ہو، خدا نے جو کچھ پہننے اور کھانے پینے کو دیا ہے اس سے تمتع کرو۔

اسراف اور فضول خرچی کی مذمت | بس شرط یہ ہے کہ اسراف نہ ہونے پائے۔ "اسراف" کے معنی ہیں "حد سے تجاوز کرنا" جس کی کئی صورتیں ہیں۔ مثلاً حلال کو حرام کر لے، یا حلال سے گزر کر حرام سے بھی تمتع ہونے لگے یا اناپ شناپ بے تمیزی اور حرص سے کھانے پر گر پڑے، یا بدون اشتہاء کے کھانے لگے، یا ناوقت کھائے یا اس قدر کم کھائے جو صحت جسمانی اور قوت عمل کے باقی رکھنے کے لئے کافی نہ ہو، یا مضر صحت چیزیں استعمال کرے وغیرہ ذلک لفظ "اسراف" ان سب امور کو شامل ہو سکتا ہے۔ بے جا خرچ کرنا بھی اسکی ایک فرد ہے۔ اسی تعیم کے لحاظ سے بعض سلف نے فرمایا کہ "جمع اللہ الطب کله فی نصف اية" (خدا نے ساری طب آدھی آیت میں اکٹھی کر دی)۔

دنیا کی نعمتیں مومنین کیلئے ہیں | عالم کی تمام چیزیں اسی لئے پیدا کی گئی ہیں کہ آدمی ان سے مناسب طریقہ سے مستمتع ہو کر خالق جل و علی کی عبادت، وفاداری اور شکرگزاری میں مشغول ہو۔ اس اعتبار سے دنیا کی تمام نعمتیں اصل میں مومنین و مطیعین ہی کے لئے پیدا ہوئی ہیں البتہ کافروں کو بھی ان چیزوں سے روکا نہیں گیا وہ بھی اپنے اعمال و تدابیر سے دنیوی مفاد حاصل کر لیتے ہیں۔ بلکہ جب اہل ایمان قوت ایمان و تقویٰ میں کمزور ہوں، تو یہ عاصمین اپنی عملی تک و دو میں بظاہر زیادہ کامیاب معلوم ہوتے ہیں، جسے کچھ تو کفار کے اعمال فانیہ کا ثمرہ سمجھنا چاہئے اور کچھ مومنین کے حق میں تعبیر و توحیح من کمان یوریند الحیوة الدنیا وزینتھا نوب الیہم اعمالہم فیہا وہم فیہا لا ینحسون اولئک الذین لیس لہم فی الاخرۃ الا النار وحبط ما صنعوا فیہا ویاطل ما کانوا یعملون (ہود، رکوع ۲۶) رہی آخرت کی نعماء وہ خالص اہل ایمان کا حصہ ہے۔ بعض علماء نے خالصہ یوم القیامہ کے معنی یہ لئے ہیں کہ دنیوی نعمتیں خالص نہیں کیونکہ ان کے ساتھ بہت سے غم و فکر اور کلفتیں برداشت کرنا پڑتی ہیں۔ آخرت کی نعمتیں ہر قسم کی کمزوریاں سے خالی ہونگی اور ابن عباسؓ سے "ذر منشور" میں آیت کے معنی یہ نقل کئے ہیں کہ دنیوی نعمتیں اس شان سے کہ آخرت میں وبال نہ بنیں صرف مومنین کے لئے ہیں کفار کے حق میں یہاں کا نعم ان کے کفر و حق ناشناسی کی وجہ سے عذاب و وبال بن جائے گا۔

"انم" سے عام گناہ مراد ہیں اور بعض مخصوص گناہوں کو مناسبت مقام یا اہمیت کی وجہ سے بیان فرما دیا۔ اور بعض کے نزدیک "انم" وہ گناہ ہے جس کا تعلق گناہ کرنے والے کے سوا دوسرے لوگوں سے نہ ہو۔ واللہ اعلم۔

جیسا کہ فشاء کے متعلق کہتے تھے واللہ امرنا بہا۔

أَجَلُهُمْ لَا يَسْتَأْخِرُونَ سَاعَةً وَلَا يَسْتَقْدِمُونَ ﴿۳۳﴾

ان کا وعدہ نہ پیچھے سرک سکیں گے ایک گھڑی اور نہ آگے سرک سکیں گے

يُنَبِّئُ أُمَّ آدَمَ إِمَّا يَأْتِيَنَّكُمْ رُسُلٌ مِّنكُمْ يَقُصُّونَ

اے اولاد آدم کی اگر آئیں تمہارے پاس رسول تم میں کے کہ سنائیں

عَلَيْكُمْ آيَاتِي ۖ فَمَن آتَىٰ فَلَخَافٌ عَلَيْهِمْ

تم کو آیتیں میری تو جو کوئی ڈرے اور نیکی پکڑے تو نہ خوف ہوگا ان پر

وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ ﴿۳۴﴾ وَالَّذِينَ كَذَّبُوا بِآيَاتِنَا

اور نہ وہ غمگین ہوں گے اور جنہوں نے جھٹلایا ہماری آیتوں کو

وَاسْتَكْبَرُوا عَنْهَا أُولَٰئِكَ أَصْحَابُ النَّارِ ۖ هُمْ فِيهَا

اور تکبر کیا ان سے وہی ہیں دوزخ میں رہنے والے وہ اسی میں

خَالِدُونَ ﴿۳۵﴾ فَمَن أَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرَىٰ عَلَى اللَّهِ

ہمیشہ رہیں گے پھر اس سے زیادہ ظالم کون جو بہتان باندھے اللہ پر

كَذِبًا أَوْ كَذَّبَ بِآيَاتِهِ ۗ أُولَٰئِكَ يَنَالُهُمُ نَصِيبُهُمُ

جھوٹا یا جھٹلائے اس کے حکموں کو وہ لوگ ہیں کہ ملے گا ان کو جو ان کا حصہ لکھا ہوا ہے

مِّنَ الْكِتَابِ ۗ حَتَّىٰ إِذَا جَاءَهُمْ رُسُلُنَا يَتَوَفَّوْنَهُمْ ۗ

کتاب میں یہاں تک کہ جب پہنچیں ان کے پاس ہمارے بھیجے ہوئے ان کی جان لینے کو

قَالُوا آيُنَ مَا كُنتُمْ تَدْعُونَ مِن دُونِ اللَّهِ ۗ قَالُوا

تو کہیں کیا ہوئے وہ جن کو تم پکارا کرتے تھے سو اللہ کے بولیں گے

ایک شبہ اور اس کا جواب بظاہر شبہ ہوتا ہے کہ جب وعدہ کا وقت آ پہنچا اور بعض کے نزدیک تو تاخیر کا امکان منطقی تھا اس لئے اسکی نفی ضروری ہوئی مگر تقدیم تو عقلاً ممکن ہی نہیں۔ اس کی نفی سے کیا فائدہ ہے؟ اسی شبہ کی وجہ سے بعض مفسرین نے لَا يَسْتَفْهِمُونَ کا عطف شرطیہ اِذَا جَاءَ أَجْلُهُمْ..... الخ پر مانا ہے اور بعض نے جَاءَ أَجْلُهُمْ سے قرب و دُور مراد لیا ہے میرے نزدیک ان تکلفات کی حاجت نہیں۔ محاورات میں کسی ایسی چیز کو جس کے مقابل دو طرفیں ہوں زور اور تاکید سے ثابت کرنے کے لئے بسا اوقات ایک طرف کی جو محتمل الثبوت ہوئی مقصوداً کی جاتی ہے اور دوسری طرف کی جو پہلے سے غیر محتمل ہے نفی کو محض مبالغہ تاکید اور تحسین کلام کے طور پر اسطر ادا ذکر کر دیتے ہیں۔ ایک خریدار دوکاندار سے کسی چیز کی قیمت معلوم کر کے کہتا ہے کہ کچھ ”کم و بیش“ دوکاندار بھی کہہ دیتا ہے کہ ”کم و بیش نہیں ہو سکتا۔“ دونوں جگہ ”کم“ کا ذکر مقصود ہے۔ اور ”بیش“ کا لفظ محض تعین قیمت کی تاکید و مبالغہ کے لئے اسطر ادا ذکر کیا گیا ہے۔ یہاں بھی غرض اصلی کلام سے یہ ہے کہ خدا کا وعدہ جب آ پہنچے تو پھر اٹل ہے ایک منٹ کی تقدیم و تاخیر نہیں ہو سکتی۔ مقصود تاخیر کی نفی کرتا ہے۔ تقدیم جو پہلے سے ظاہر الاثناء تھی اس کی نفی کرنا محض وعدہ کے اٹل ہونے پر زور ڈالنے کا ایک پیرایہ ہے یعنی خدا پر افترا کرنے والے اور اس کی طرف نسبت کر کے حرام کو حلال بنانے والے خدا کی ذمیل پر مغرور و بے فکر نہ ہوں۔ ہر امت اور ہر فرد کی خدا کے یہاں ایک معین مدت ہے، جب سزا کی گھڑی آ جائے گی پھر ٹل نہ سکے گی۔

دنیا میں پیغمبروں کی بعثت کا وعدہ ابن جریر نے ابو یاسر سلمیٰ سے نقل کیا ہے کہ یہ خطاب یٰسَٰئِبِيُّ اذْمِ اِمَّا يٰنَا تَبْنٰكُمْ..... الخ کل اولاد آدم کو عالم ارواح میں ہوا تھا۔ جیسا کہ سورہ بقرہ کے سیاق سے ظاہر ہوتا ہے۔ فَلَمَّا اٰخِطُوْا مِنْهَا جَمِيْعًا فَاَمَّا يٰنَا تَبْنٰكُمْ مِّنِّيْ هٰذِي..... الخ اور بعض محققین کے نزدیک جو خطاب ہر زمانہ میں ہر قوم کو ہوتا رہا، یہ اس کی حکایت ہے میرے نزدیک دو رکوع پہلے سے جو مضمون چلا آ رہا ہے اس کی ترتیب و تسنن خود ظاہر کرتی ہے کہ جب آدم و حوا اپنے اصلی مسکن (جنت) سے جہاں ان کو آزادی و فراخی کے ساتھ بلا روک ٹوک زندگی بسر کرنے کا حکم دیا جا چکا تھا۔ عارضی طور پر محروم کر دیئے گئے تو ان کی مخلصانہ توبہ و انابت پر نظر کرتے ہوئے مناسب معلوم ہوا کہ اس حرمان کی تلافی اور تمام اولاد آدم کو اپنی آبائی میراث واپس دلانے کے لئے کچھ ہدایات کی جائیں۔ چنانچہ ہبوط آدم کا قصہ ختم کرنے کے بعد معایسا بنیٰ اذْمِ قَدْ اَنْزَلْنَا عَلَيْنٰكُمْ لِبَاسًا..... الخ سے خطاب شروع فرما کر تین چار رکوع تک ان ہی ہدایات کا مسلسل بیان ہوا ہے۔ ان آیات میں کل اولاد آدم کو گویا بیک وقت موجود تسلیم کر کے عام خطاب کیا گیا ہے کہ جنت سے نکلنے کے بعد ہم نے بہشتی لباس و طعام کی جگہ تمہارے لئے زمینی لباس و طعام کی تدبیر فرمادی گو جنت کی خوشحالی اور بے فکری یہاں میسر نہیں تاہم ہر قسم کی راحت و آسائش کے سامان سے مستنقع ہونے کا تم کو موقع دیا تا کہ تم یہاں رہ کر اطمینان سے اپنا مسکن اصلی اور آبائی ترکہ واپس لینے کی تدبیر کر سکو۔ چاہیے کہ شیطان لعین کے مکر و فریب سے ہشیار رہو کہ ہمیں ہمیشہ کے لئے تم کو اس میراث سے محروم نہ کر دے۔ بے حیائی اور اٹم و وعدان سے بچو۔ اخلاص و عبودیت کا راستہ اختیار کرو۔ خدا کی نعمتوں سے تمتع کرو مگر جو حدود و قیود مالک حقیقی نے عائد کر دی ہیں ان سے تجاوز نہ کرو۔ پھر دیکھو ہر قوم اپنی اپنی مدت موعودہ پوری کر کے کس طرح اپنے ٹھکانہ پر پہنچ جاتی ہے۔ اس اثناء میں اگر خدا کسی وقت تم ہی میں سے اپنے پیغمبر مبعوث فرمائے جو خدا کی آیات پڑھ کر سنائیں جن سے تم کو اپنے باپ کی اصلی میراث (جنت) حاصل کرنے کی ترغیب و تذکیر ہو اور مالک حقیقی کی خوشنودی کی راہیں معلوم ہوں، ان کی پیروی اور مدد کرو۔ خدا سے ڈر کر تمہارے کاموں کو چھوڑ دو اور اعمال صالحہ اختیار کرو تو پھر تمہارا مستقبل بالکل بے خوف و خطر ہے۔ تم ایسے مقام پر پہنچ جاؤ گے جہاں سکھ اور امن و اطمینان کے سوا کوئی دوسری چیز نہیں، ہاں اگر ہماری آیتوں کو جھٹلایا اور تکبر کر کے ان پر عمل کرنے سے کترائے تو مسکن اصلی اور آبائی میراث سے دائمی محرومی اور ابدی عذاب و ہلاکت کے سوا کچھ نہ ملے گا۔ بہر حال جو لوگ اس آیت سے ختم نبوت کی نصوص قطعہ کے خلاف قیامت تک کے لئے انبیاء و رسل کی آمد کا دروازہ کھولنا چاہتے ہیں ان کے لئے اس جگہ کوئی موقع اپنی مطلب برآری کا نہیں۔

یعنی ان سچے پیغمبروں کی تصدیق کرنا ضروری ہے جو واقعی خدا کی آیات سناتے ہیں، باقی جو شخص پیغمبری کا جھوٹا دعویٰ کرے اور جھوٹی آیات بنا کر خدا پر افترا کرے یا کسی سچے پیغمبر کو اور اس کی لائی ہوئی آیات کو جھٹلائے ان دونوں سے زیادہ ظالم کوئی نہیں۔

یعنی دنیا میں عمرو رزق وغیرہ جتنا مقدر ہے یا یہاں کی ذلت و رسوائی جو ان کے لئے لکھی ہے وہ پہنچے گی، پھر مرتے وقت اور مرنے کے بعد جو گت بنے گی اس کا ذکر آگے آتا ہے۔ اور اگر نصیبہم مِّنَ الْكِتَابِ سے دنیا کا نہیں عذاب اخروی کا حصہ مراد لیا جائے تو حتیٰ اِذَا جَاءَ نَهُمْ سے اس پر تنبیہ ہوگی کہ اس عذاب کے مبادی کا سلسلہ اسی دنیوی زندگی کے آخری لمحات میں شروع ہو جاتا ہے۔

صَلُّوا عَنَّا وَشَهِدُوا عَلَآ أَنفُسِهِمْ أَنَّهُمْ كَانُوا

وہ ہم سے کھوئے گئے اور اقرار کر لیں گے اپنے اوپر کہ بے شک وہ

كٰفِرِيْنَ ﴿٣٧﴾ قَالَ ادْخُلُوا فِيْ أُمَمٍ قَدْ خَلَتْ مِنْ

کافر تھے ﴿۳۷﴾ فرمائے گا داخل ہو جاؤ ہمراہ اور امتوں کے جو تم سے پہلے

قَبْلِكُمْ مِّنْ أٰجِنِّ وَالْإِنْسِ فِي النَّارِ كُلَّمَا دَخَلَتْ

ہو چکی ہیں جن اور آدمیوں میں سے دوزخ کے اندر ﴿۳۸﴾ جب داخل ہوگی

أُمَّةٌ لَعَنَتْ أُخْتَهَا حَتَّىٰ إِذَا آرَكُوا فِيهَا جَمِيْعًا ۗ

ایک امت تو لعنت کرے گی دوسری امت کو ﴿۳۹﴾ یہاں تک کہ جب گر چھیں گے اُس میں سارے

قَالَتْ أَخْرِبْهُمْ لِأَوْلِيَّهِمْ رَبَّنَا هَؤُلَاءِ أَضَلُّونَا

تو کہیں گے اُن کے بچھلے پہلوں کو اے رب ہمارے ہم کو انہی نے گمراہ کیا

فَاتَّيَبْتُمْ عَذَابًا ضِعْفًا مِّنَ النَّارِ ۗ قَالَ لِكُلِّ

سو تو اُن کو دے دو عذاب آگ کا فرمائے گا کہ دونوں

ضِعْفٌ وَلٰكِنْ لَا تَعْلَمُونَ ﴿٣٨﴾ وَقَالَتْ أُولٰٓئِهِمْ

کو دو گنا ہے لیکن تم نہیں جانتے اور کہیں گے اُن کے پہلے

لِأَخْرِبْهُمْ فَمَا كَانَ لَكُمْ عَلَيْنَا مِنْ فَضْلٍ

بچھلوں کو پس کچھ نہ ہوئی تم کو ہم پر بڑائی

فَذُوقُوا الْعَذَابَ بِمَا كُنْتُمْ تَكْسِبُونَ ﴿٣٩﴾ إِنَّ

اب چکو عذاب بسبب اپنی کمائی کے ﴿۴۰﴾ بے شک

یعنی جب فرشتے نہایت سختی سے اُن کی روح قبض کر کے برے حال سے لے جاتے ہیں تو اُن سے کہتے ہیں کہ خدا کے سوا جن کو تم پکارا کرتے تھے وہ کہاں گئے جو اب تمہارے کام نہیں آتے، انہیں بلاؤ تا کہ اس مصیبت سے تمہیں چھڑائیں۔ اس وقت کفار کو اقرار کرنا پڑتا ہے کہ ہم سخت غلطی میں پڑے تھے کہ ایسی چیزوں کو معبود و مستعان بنایا جو اس کے مستحق نہ تھے۔ آج ہماری اس مصیبت میں ان کا کہیں پتہ نہیں۔ لیکن یہ نا وقت کا اقرار و ندامت کیا نفع دے سکتا ہے حکم ہوگا اذْخُلُوا فِي آفَاتِنَا مِمَّا بَقِيَ مِنْكُمْ لَعْنَةُ الْبَاقِيَاتِ الْفٰسِقٰتِ۔ لیکن بعض مواضع میں جو وارد ہوا ہے کہ وہ اپنے کفر و شرک سے انکار کریں گے، اس آیت کے منافی نہیں۔ کیونکہ قیامت میں مواقف اور احوال مختلف ہوں گے اور جماعتیں بھی بے شمار ہوں گی کہیں ایک موقف یا ایک جماعت کا ذکر ہے کہیں دوسری کا۔

یعنی آگے پیچھے سب کفار کو دوزخ ہی میں داخل ہونا ہے۔

دوزخ میں اُمتوں کی ایک دوسرے پر لعنت | یعنی اس مصیبت میں باہم ہمدردی تو کیا ہوتی، دوزخی ایک دوسرے پر لعن طعن کریں گے۔ شاید اتباع اپنے سرداروں سے کہیں کہ تم پر خدا کی لعنت ہو تم اپنے ساتھ ہمیں بھی لے ڈوبے اور سردار اتباع سے کہیں کہ ملعونو! اگر ہم گڑھے میں گر پڑے تھے تو تم کیوں اندھے بن گئے۔ وغیر ذالک۔

یعنی ایک حساب سے پہلوں کا گناہ دگنا کہ خود گمراہ ہوئے اور دوسرے آنے والوں کے لئے راہ ڈالی۔ اور ایک طرح پچھلوں کا دگنا کہ خود بے گناہ اور پہلوں کا حال دیکھ سن کر عبرت حاصل نہ کی۔ یا چونکہ ہر دوزخی کا عذاب اپنے اپنے درجہ کے موافق وقتاً فوقتاً بڑھتا رہے گا۔ اس لئے فرمایا کہ ہر ایک کا عذاب دگنا ہوتا چلا جائے گا۔ ابھی آغاز تعذیب میں تمہیں انجام کی خبر نہیں یعنی پہلوں کا عذاب دگنا کر دینے سے تم پچھلوں کو کوئی شفاء اور راحت نصیب نہیں ہوگی۔ یہ تقریر اس صورت میں ہے کہ لِكُلِّ ضَعْفٍ سَعْدٌ مِنْ دُونِ فِرْقٍ مَرَادٍ لِّئَلَّا يَكْفُرُوا بِاللَّهِ لَكُفْرِهِمْ وَلِيَكُونَ مِنَ الْمُنْذَرِينَ لَكُفْرِهِمْ وَلِيَحْتَفِلَ فِي فِتْنَتِهِمْ لِكُلِّ شِقَاقٍ (محل، رکوع ۱۲) وَلِيَسْحَبْنَ فِيهَا مِنْ أَسْفَلٍ وَتَجَرُّهُمُ اسْحَابًا مِنَ الْمَحْذَرِ (محل، رکوع ۱۳)

الَّذِينَ كَذَّبُوا بِآيَاتِنَا وَاسْتَكْبَرُوا عَنْهَا لَا تُفَتَّحُ

جنہوں نے جھٹلایا ہماری آیتوں کو اور ان کے مقابلہ میں تکبر کیا نہ کھولے جائیں گے

لَهُمْ أَبْوَابُ السَّمَاءِ وَلَا يَدْخُلُونَ الْجَنَّةَ حَتَّىٰ

ان کے لیے دروازے آسمان کے اور نہ داخل ہوں گے جنت میں یہاں تک

يَلْبِغَ الْجَمَلُ فِي سَمِّ الْخَيْاطِ ط وَكَذَلِكَ نَجْزِي

کہ گھس جائے اونٹ سوئی کے ناکے میں اور ہم یوں بدل دیتے ہیں

الْمُجْرِمِينَ ﴿٣٠﴾ لَهُمْ مِّنْ جَهَنَّمَ مِهَادٌ وَمِنْ فَوْقِهِمْ

گنہگاروں کو ان کے واسطے دوزخ کا بچھونا ہے اور اوپر سے

غَوَاشٍ ط وَكَذَلِكَ نَجْزِي الظَّالِمِينَ ﴿٣١﴾ وَالَّذِينَ آمَنُوا

اڑھتا اور ہم یوں بدل دیتے ہیں ظالموں کو اور جو ایمان لائے

وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ لَا نُكَلِّفُ نَفْسًا إِلَّا وُسْعَهَا ز

اور کیں نیکیاں ہم بوجھ نہیں رکھتے کسی پر مگر اس کی طاقت کے موافق

أُولَٰئِكَ أَصْحَابُ الْجَنَّةِ ه هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ ﴿٣٢﴾ وَ

وہی ہیں جنت میں رہنے والے وہ اسی میں ہمیشہ رہیں گے اور

نَزَعْنَا مَا فِي صُدُورِهِمْ مِّنْ غَلٍ ط تَجْرِي مِّنْ

نکال لیں گے ہم جو کچھ ان کے دلوں میں خٹکی تھی بہتی ہوں گی

تَحْتِهِمُ الْأَنْهَارُ ه وَقَالُوا الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي هَدَانَا

ان کے نیچے نہریں اور وہ کہیں گے شکر اللہ کا جس نے ہم کو یہاں تک پہنچا دیا

یعنی ہماری سزا میں اضافہ کی درخواست کر کے تمہیں کیا مل گیا؟ کیا تمہارے عذاب میں کچھ تخفیف ہو گئی؟ نہیں، تم کو بھی اپنی کرتوت کا مزہ چکھنا ہے۔

کفار کی ارواح یعنی نہ زندگی میں ان کے اعمال کے لئے آسمانی قبول و رفعت حاصل ہے۔ نہ موت کے بعد ان کی ارواح کو آسمان پر چڑھنے کی اجازت ہے۔ حدیث صحیح میں ہے کہ ”بعد موت کافر کی روح کو آسمان کی جانب سے سبھین کی طرف دھکے دیئے جاتے ہیں اور مومن کی روح ساتویں آسمان تک صعود کرتی ہے۔“ مفصل احوال کتب احادیث میں ملاحظہ کرو۔

کفار جنت میں داخل نہیں ہو سکتے | یہ تعلق بالجمال کے طور پر فرمایا۔ ہر زبان کے محاورات میں ایسی امثال موجود ہیں جن میں کسی چیز کے جمال ہونے کو دوسری مجال چیز پر معلق کر کے ظاہر کرتے ہیں۔ یعنی جس طرح یہ ناممکن ہے کہ اونٹ اپنی اسی کلانی اور جسامت پر رہے اور سوئی کا ناکہ ایسا ہی تنگ اور چھوٹا ہو۔ اس کے باوجود اونٹ سوئی کے ناکہ میں داخل ہو جائے۔ اسی طرح ان مکذبین و متکبرین کا جنت میں داخل ہونا محال ہے کیونکہ حق تعالیٰ جہنم میں ان کے ”خلود“ کی خبر دے چکا ہے اور علم الہی میں یہ ہی سزا ان کے لئے ٹھہر چکی ہے پھر خدا کے علم اور اخبار کے خلاف کیسے وقوع میں آ سکتا ہے۔

یعنی ہر طرف سے آگ محیط ہوگی، کسی کروٹ چھین نہ ملے گا۔

آخرت میں مومنین کا حال | لَا نُكَلِّفُ نَفْسًا إِلَّا وُسْعَهَا جملہ معترضہ ہے جس سے درمیان میں متنب فرمادیا کہ ایمان و عمل صالح جس پر اتنا عظیم الشان صلہ مرحمت ہوتا ہے کوئی ایسی مشکل چیز نہیں جو انسان کی طاقت سے باہر ہو۔ یا یہ مطلب ہے کہ ہر آدمی سے عمل صالح اسی قدر مطلوب ہے جتنا اس کی قدرت اور طاقت میں ہو اس سے زائد کا مطالبہ نہیں کیا جا رہا۔

نَزَعْنَا مَا فِي صُدُورِهِمْ مِّنْ غِلٍّ سے مراد یا تو یہ ہے کہ باہم جنتیوں میں نعمائے جنت کے متعلق کسی طرح کا رشک و حسد نہ ہوگا، ہر ایک اپنے کو اور دوسرے بھائی کو جس مقام میں ہے دیکھ کر خوش ہوگا۔ بخلاف دوزخیوں کے کہ وہ مصیبت کے وقت ایک دوسرے کو لعن طعن کریں گے جیسا کہ پہلے گذرا۔ اور یا یہ مراد ہے کہ صالحین کے درمیان جو دنیا میں کسی بات پر خفگی ہو جاتی ہے اور ایک دوسرے کی طرف سے انقباض پیش آتا ہے وہ سب جنت میں داخل ہونے سے پیشتر دلوں سے نکال دیا جائے گا۔ وہاں سب ایک دوسرے سے سلیم الصدر ہونگے۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا۔ ”مجھے امید ہے کہ میں اور عثمان، طلحہ، زبیر رضی اللہ عنہم انہی لوگوں میں سے ہوں گے۔ مترجم محقق قدس اللہ روحہ نے اسی دوسرے معنی کے اعتبار سے ترجمہ کیا ہے۔

لِهَذَا قَدْ وَمَا كُنَّا لِنَهْتَدِيَ لَوْلَا أَنْ هَدَانَا اللَّهُ ۚ

اگر نہ ہدایت کرتا ہم کو اللہ

اور ہم نہ تھے راہ پانے والے

لَقَدْ جَاءَتْ رُسُلٌ رَّبِّنَا بِالْحَقِّ ط وَنُودُوا أَنْ

اور آواز آئے گی کہ

◆ ہمارے رب کے سچی بات

بے شک لائے تھے رسول

تِلْكُمْ الْجَنَّةُ أَوْ رِثْتُمُوهَا بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ ﴿۳۲﴾

◆ بدلے میں اپنے اعمال کے

وارث ہوئے تم اس کے

یہ جنت ہے

وَنَادَا أَصْحَابُ الْجَنَّةِ أَصْحَابُ النَّارِ أَنْ قَدْ

کہ

دوزخ والوں کو

جنت والے

اور پکاریں گے

وَجَدْنَا مَا وَعَدَنَا رَبُّنَا حَقًّا فَهَلْ وَجَدْتُمْ مِمَّا

سو تم نے بھی پایا

ہم نے پایا جو ہم سے وعدہ کیا تھا ہمارے رب نے سچا

وَعَدَ رَبُّكُمْ حَقًّا ط قَالُوا نَعَمْ ۚ فَادْنُ مَوْدِنًا

پھر پکارے گا ایک پکارنے والا

وہ کہیں گے کہ ہاں

اپنے رب کے وعدہ کو سچا

يَبْنَهُمْ أَنْ لَعْنَةُ اللَّهِ عَلَى الظَّالِمِينَ ﴿۳۳﴾ الَّذِينَ

جو

ان ظالموں پر

کہ لعنت ہے اللہ کی

ان کے بیچ میں

يَصُدُّونَ عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ وَيَبْغُونَهَا عِوَجًا ۚ

اور ڈھونڈتے تھے اس میں کجی

اللہ کی راہ سے

رودتے تھے

وَهُمْ بِالْآخِرَةِ كَفِرُونَ ﴿۳۴﴾ وَبَيْنَهُمَا حِجَابٌ ۚ

◆ اور دونوں کے بیچ میں ہوگی ایک دیوار

◆ اور وہ آخرت سے منکر تھے

الثلاثة

وقف لازم باختلاف

یعنی خدا کی توفیق و دستگیری اور رسولوں کی سچی رہنمائی سے اس اعلیٰ مقام پر پہنچنا نصیب ہوا، ورنہ ہم کہاں اور یہ مرتبہ کہاں۔

جنت کے وراثت مومنین ہیں | یہ آواز دینے والا خدا کی طرف سے کوئی فرشتہ ہوگا یعنی آج ساری عملی جدوجہد ٹھکانے لگ گئی اور تم نے کوشش کر کے خدا کے فضل سے اپنے باپ آدم کی میراث ہمیشہ کے لئے حاصل کر لی۔ حدیث میں ہے کہ ”کسی شخص کا عمل برگز اس کو جنت میں داخل نہیں کرے گا۔“ اس کا مطلب یہ ہے کہ عمل دخول جنت کا حقیقی سبب نہیں۔ فقط ظاہری سبب ہے، دخول جنت کا حقیقی سبب خدا کی رحمتِ کاملہ ہے جیسا کہ اسی حدیث میں **إِلَّا أَنْ يَتَغَمَّدَنِي اللَّهُ** برحمتہ کے الفاظ سے ظاہر ہوتا ہے۔ ہاں بندہ پر رحمتِ الہیہ کا نزول اسی قدر ہوتا ہے جس قدر عمل کی روح اس میں موجود ہو۔ مترجم رحمہ اللہ زبانی فرمایا کرتے تھے کہ گاڑی تو رحمتِ الہیہ کے زور سے چلتی ہے عمل وہ جھنڈی ہے جس کے اشارہ پر چلاتے اور روکتے ہیں۔

اہل جنت اور اہل دوزخ کا مکالمہ | ان آیات میں ان مخاطبات و مکالمات کا ذکر ہے جو جنتیوں اور دوزخیوں یا ان دونوں اور اصحابِ اعراف میں ہونگے۔ پہلی اور آخری گفتگو جو ”اصحابِ الجنت“ اور ”اصحابِ النار“ میں ادھر سے یا ادھر سے ہوگی صاف ظاہر کرتی ہے کہ یہ مخاطبات جنت یا دوزخ میں داخل ہونے کے بعد کے ہیں۔ اس لئے نظم کلام کا مقتضی یہ ہے کہ اصحابِ اعراف کی درمیانی گفتگو کو بھی اس کے بعد ہی مانا جائے۔ بہر حال جنتی جنت میں پہنچ کر اپنے حال پر اظہارِ مسرت اور دوزخیوں کی تفریح و نکایت کے لئے کہیں گے کہ جو کچھ وعدے حق تعالیٰ نے پیغمبروں کی زبانی ہم سے فرمائے تھے کہ ایمان لانے والوں کو نعیمِ دائم ملے گی ہم تو انہیں سچا پارہے ہیں اے اہل جہنم! تم بولو کہ تمہارے کفر و عصیان پر جو دھمکیاں دی گئی تھیں تم نے بھی ان کو سچا پایا؟ ظاہر ہے جواب میں بجز ”نعم“ کے اور کیا کہہ سکتے ہیں۔ اس وقت خدا کا ایک منادی دونوں کے درمیان کھڑے ہو کر پکارے گا کہ (یوں تو گنہگار بہت سے ہیں مگر) خدا کی بڑی پھٹکار ان ظالموں پر ہے جو خود گمراہ ہوئے اور آخرت کے انجام سے بالکل بے فکر ہو کر دوسروں کو بھی راہِ حق سے روکتے رہے اور اپنی کج بختیوں سے رات دن اسی فکر میں تھے کہ صاف اور سیدھے راستہ کو ٹیڑھا ثابت کریں۔

حجاب کے معنی پردہ اور آڑ کے ہیں۔ یہاں پردہ کی دیوار مراد ہے جس کی تصریح سورہ حدید میں کی گئی ہے **فَضْرِبْ بَيْنَهُمْ بِسُورٍ لَّهُ بَابٌ** یہ دیوار جنت کی لذتوں کی دوزخ تک اور دوزخ کی کلفتوں کو جنت تک پہنچنے سے مانع ہوگی اس کی تفصیلی کیفیت کا ہم کو علم نہیں۔

وَعَلَى الْأَعْرَافِ رِجَالٌ يَعْرِفُونَ كُلًّا بِسِيمَتِهِمْ ۗ

اور اعراف کے اوپر مرد ہوں گے کہ پہچان لیں گے ہر ایک کو اس کی نشانی سے

وَنَادُوا أَصْحَابَ الْجَنَّةِ أَنْ سَلِّمُوا عَلَيْكُمْ قُلْ لَكُمْ

اور وہ پکاریں گے جنت والوں کو کہ سلامتی ہے تم پر

بَدْخُلُوهَا وَهُمْ يَطْبَعُونَ ﴿۳۶﴾ وَإِذَا صُرِفَتْ أَبْصَارُهُمْ

وہ ابھی جنت میں داخل نہیں ہوئے اور وہ امیدوار ہیں اور جب پھرے گی ان کی نگاہ

تَلْقَاءَ أَصْحَابِ النَّارِ ۖ قَالُوا رَبَّنَا لَا تَجْعَلْنَا مَعَ

دوزخ والوں کی طرف تو کہیں گے اے رب ہمارے مت کر ہم لوگوں کو نیکار

الْقَوْمِ الظَّالِمِينَ ﴿۳۷﴾ وَنَادَى أَصْحَابُ الْأَعْرَافِ

لوگوں کے ساتھ اور پکاریں گے اعراف والے

رِجَالًا يَعْرِفُونَهُمْ بِسِيمَتِهِمْ قَالُوا مَا أَغْنَىٰ عَنْكُمْ

ان لوگوں کو کہ ان کو پہچانتے ہیں ان کی نشانی سے کہیں گے نکام آئی تمہاری

جَمْعُكُمْ وَمَا كُنْتُمْ تُسْتَكْبِرُونَ ﴿۳۸﴾ أَهْوَىٰ لَاءِ

جماعت تمہاری اور جو تم تکبر کیا کرتے تھے اب یہ وہی ہیں

الَّذِينَ أَقْسَمْتُمْ لَا يَنَالُهُمُ اللَّهُ بِرَحْمَةٍ ۗ ادْخُلُوا

کہ تم قسم کھایا کرتے تھے کہ نہ پہنچے گی ان کو اللہ کی رحمت چلے جاؤ

الْجَنَّةَ لَا خَوْفٌ عَلَيْكُمْ وَلَا أَنْتُمْ تَحْزَنُونَ ﴿۳۹﴾

جنت میں نہ ڈر ہے تم پر اور نہ تم غمگین ہو گے

اعراف اور اصحاب اعراف | اسی درمیانی دیوار کی بلندی پر جو مقام ہوگا اس کو "اعراف" کہتے ہیں۔ اصحاب اعراف کون لوگ ہیں؟ قرطبی نے اس میں بارہ قول نقل کئے ہیں۔ ہمارے نزدیک ان میں راجح وہ ہی قول ہے جو حضرت حذیفہ، ابن عباس، ابن مسعود رضی اللہ عنہم جیسے جلیل القدر صحابہ اور اکثر سلف و خلف سے منقول ہے۔ یعنی وزن اعمال کے بعد جن کے حسنات بھاری ہونگے وہ جنتی ہیں اور جس کے سینات غالب ہوئے وہ دوزخی۔ اور جن کے حسنات و سینات بالکل مساوی ہونگے وہ اصحاب اعراف ہیں۔ روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ انجام کار اصحاب اعراف جنت میں چلے جائیں گے اور یہ ویسے بھی ظاہر ہے کہ جب عصات موئین جن کے سینات غالب تھے جہنم سے نکل کر آخر کار جنت میں داخل ہونگے، تو اصحاب اعراف جن کے حسنات اور سینات برابر ہیں وہ ان سے پہلے داخل ہونے چاہئیں گویا اصحاب اعراف کو اصحاب الیمین کی ایک کمزور قسم سمجھنا چاہئے۔ جس طرح "سابقین مقررین" فی الحقیقت اصحاب الیمین کی ایک ایسی قسم ہے جو اپنی اولوالعزمیوں کی بدولت عام "اصحاب الیمین" سے کچھ آگے نکل گئے ہیں، اس کے بالمقابل "اصحاب اعراف" گری ہوئی قسم ہے جو اپنے اعمال کی کثافت کی وجہ سے عام اصحاب الیمین سے کچھ پیچھے رہ گئے ہیں یہ لوگ "اہل جہنم" اور "اہل جنت" کے درمیان میں ہونے کی وجہ سے دونوں طبقے کے لوگوں کو ان کی مخصوص نشانیوں سے پہچانتے ہونگے، جنٹیوں کو ان کے سفید اور نورانی چہروں سے اور دوزخیوں کو ان کی روسیاہی اور بدر رفتی سے۔ بہر حال جنت والوں کو دیکھ کر سلام کریں گے جو بطور مبارکباد ہوگا اور چونکہ خود ابھی جنت میں داخل نہیں ہو سکے اس کی طمع اور آرزو کریں گے جو آخر کار پوری کر دی جائے گی۔ جنت و دوزخ کے درمیان میں ہونے کی وجہ سے ان لوگوں کی حالت خوف ورجاء کے بیچ میں ہوگی ادھر دیکھیں گے تو امید کریں گے اور ادھر نظر پڑے گی تو خدا سے ڈر کر پناہ مانگیں گے کہ ہم کو ان دوزخیوں کے زمرہ میں شامل نہ کیجئے۔

یعنی علاوہ دوزخ میں معذب ہونے کے ان کے چہروں سے دوزخی ہونے کی علامات ہویدا ہوں گی۔ یا یہ مطلب ہے کہ وہ ایسے لوگ ہوں گے جن کو اصحاب اعراف نے دنیا میں دیکھا ہوگا۔ اس لئے وہاں صورت دیکھ کر پہچان لیں گے۔

یعنی اس مصیبت کے وقت تمہاری وہ جماعتیں اور جتھے کہاں گئے اور دنیا میں جو بڑھ بڑھ کر شیخیاں مارتے تھے، وہ اب کیا ہوئیں۔

یہ "اہل جنت" کی طرف اشارہ کر کے دوزخیوں سے کہیں گے کہ وہ ٹوٹے پھوٹے مساکین اور ضعیف الحال جن کو تم حقیر سمجھ کر کہا کرتے تھے کہ کیا خدا کی مہربانی سب کو چھوڑ کر ان جیسوں پر ہو سکتی ہے۔ اهلؤلآء من اللہ علیہم من بیننا۔ ان کو تو آج کہہ دیا گیا اذخلو الجنة لا خوف علیکم..... الخ (چلے جاؤ جنت میں بے خوف وخطر) حالانکہ تم اس عذاب میں مبتلا ہو۔

وَنَادَىٰ أَصْحَابُ النَّارِ أَصْحَابَ الْجَنَّةِ أَنْ أَفِيضُوا

اور پکاریں گے دوزخ والے جنت والوں کو کہ بہاؤ

عَلَيْنَا مِنَ الْمَاءِ أَوْ مِمَّا رَزَقَكُمُ اللَّهُ ۗ قَالُوا إِنَّ

ہم پر تھوڑا سا پانی یا کچھ اُس میں سے جو روزی تم کو دی اللہ نے کہیں گے

اللَّهُ حَرَّمَهَا عَلَى الْكَافِرِينَ ۝۵۱ الَّذِينَ اتَّخَذُوا

اللہ نے ان دونوں کو روک دیا ہے کافروں سے جنہوں نے ٹھہرایا

دِينَهُمْ لَهُمْ لَهْوًا وَلَعِبًا وَغَرَّتْهُمُ الْحَيَاةُ الدُّنْيَا ۗ

اپنا دین تماشا اور کھیل اور دھوکے میں ڈالا ان کو دنیا کی زندگی نے

فَالْيَوْمَ نَنسُهُمْ كَمَا نَسُوا لِقَاءَ يَوْمِهِمْ هَذَا ۗ وَمَا

سو آج ہم ان کو بھلا دیں گے جیسا انہوں نے بھلا دیا اس دن کے ملنے کو اور

كَانُوا بِآيَاتِنَا يَجْحَدُونَ ۝۵۲ وَلَقَدْ جِئْتُم بِكِتَابٍ

جیسا کہ وہ ہماری آیتوں سے منکر تھے اور ہم نے ان لوگوں کے پاس پہنچادی ہے کتاب

فَصَلَّنَاهُ عَلَىٰ عِلْمٍ هُدًى وَرَحْمَةً لِّقَوْمٍ يُؤْمِنُونَ ۝۵۳

جس کو مفصل بیان کیا ہے ہم نے خبرداری سے راہ دکھانے والی اور رحمت ہے ایمان والوں کے لیے

هَلْ يَنْظُرُونَ إِلَّا تَأْوِيلَهُ ۗ يَوْمَ يَأْتِي تَأْوِيلَهُ

کیا اب اسی کے منتظر ہیں کہ اس کا مضمون ظاہر ہو جائے جس دن ظاہر ہو جائے گا اس کا مضمون

يَقُولُ الَّذِينَ نَسُوهُ مِنْ قَبْلُ قَدْ جَاءَتْ رُسُلٌ

کہنے لگیں گے وہ لوگ جو اُس کو بھول رہے تھے پہلے سے بے شک لائے تھے ہمارے رب کے رسول

اہل دوزخ کی اہل جنت سے فریاد | دوزخی بدحواس اور مضطرب ہو کر اہل جنت کے سامنے دست سوال دراز کریں گے کہ ہم جلے جاتے ہیں، تھوڑا سا پانی ہم پر بہاؤ یا جو نعمتیں تم کو خدا نے دے رکھی ہیں کچھ ان سے ہمیں بھی فائدہ پہنچاؤ۔ جواب ملے گا کہ کافروں کے لئے ان چیزوں کی بندش ہے، یہ کافروہ ہی تو ہیں جو دین کو کھیل تماشا بناتے تھے اور دنیا کے تنعم پر پھولے ہوئے تھے۔ سو جیسا ان کو دنیا کے مزوں میں پڑ کر کبھی آخرت کا خیال نہیں آیا آج ہم بھی ان کا کچھ خیال نہ کریں گے اور جس طرح انہوں نے ہماری آیتوں کا انکار کیا تھا آج ہم بھی ان کی درخواست منظور کرنے سے انکار کرتے ہیں۔

آخرت میں کفار کا پچھتاوا | قرآن جیسی کتاب کی موجودگی میں جس میں تمام ضروریات کی عالمانہ تفصیل موجود ہے اور ہر بات کو پوری آگاہی سے کھول کر بیان کر دیا گیا ہے چنانچہ ایمان والے اس سے خوب مستفیع ہو رہے ہیں، غضب ہے کہ ان متکبر معاندوں نے کچھ بھی اپنے انجام پر غور نہ کیا۔ پھر اب پچھتانے سے کیا حاصل۔

رَبِّنَا بِالْحَقِّ ۚ فَهَلْ لَنَا مِنْ شُفَعَاءٍ فَيَشْفَعُوا

سچی بات سوا ب کوئی ہماری سفارش والے ہیں سوا ب کوئی ہماری سفارش کریں

لَنَا أَوْ نُرَدُّ فَنَعْمَلْ غَيْرَ الَّذِي كُنَّا نَعْمَلُ ۚ قَدْ

یا ہم لوٹا دیئے جائیں تو ہم عمل کریں خلاف اس کے جو ہم کر رہے تھے بے شک

خَسِرُوا أَنْفُسَهُمْ وَضَلَّ عَنْهُمْ مَا كَانُوا يَفْتَرُونَ ۚ

تباہ کیا انہوں نے اپنے آپ کو اور ہم ہو جائے گا ان سے جو وہ افتر کیا کرتے تھے

إِنَّ رَبَّكُمُ اللَّهُ الَّذِي خَلَقَ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ

بے شک تمہارا رب اللہ ہے جس نے پیدا کئے آسمان اور زمین

فِي سِتَّةِ أَيَّامٍ ثُمَّ اسْتَوَىٰ عَلَى الْعَرْشِ ۚ يُغْشَىٰ

چھ دن میں پھر قرار پڑا عرش پر ازھاتا ہے

الْبَلَّ النَّهَارَ يَطْلُبُهُ حَثِيثًا ۚ وَالشَّمْسُ وَالْقَمَرُ

رات پر دن کو وہ اس کے پیچھے لگا آتا ہے دوڑتا ہوا اور پیدا کئے سورج اور چاند

وَالنُّجُومُ مُسَخَّرَاتٌ بِأَمْرِهِ ۚ أَلَا لَهُ الْخَلْقُ وَالْأَمْرُ ۚ

اور تارے تاجدار اپنے حکم کے سن لو اسی کا کام ہے پیدا کرنا اور حکم فرمانا

تَبْرَكَ اللَّهُ رَبُّ الْعَالَمِينَ ۚ اَدْعُوا رَبَّكُمْ

بڑی برکت والا ہے اللہ جو رب ہے سارے جہان کا پکارو اپنے رب کو

تَضَرُّعًا وَخُفْيَةً ۚ إِنَّهُ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِينَ ۚ

گڑگڑا کر اور چپکے چپکے اس کو خوش نہیں آتے حد سے بڑھنے والے

کتاب اللہ میں جو دھمکیاں عذاب کی دی گئی ہیں کیا یہ اس کے منتظر ہیں کہ جب ان دھمکیوں کا مضمون (مصدق) سامنے آ جائے تب حق کو قبول کریں۔ حالانکہ وہ مضمون جب سامنے آ جائے گا یعنی عذاب الہی میں گرفتار ہونگے تو اس وقت کا قبول کرنا کچھ کام نہ دے گا۔ اس وقت تو سفارشیوں کی تلاش ہوگی جو خدا کی سزا سفارش کر کے معاف کرا دیں اور چونکہ ایسا سفارشی کافروں کو کوئی نہ ملے گا تو یہ تمنا کریں گے کہ ہم کو دوبارہ دنیا میں بھیج کر امتحان کر لیا جائے کہ اس مرتبہ اپنے جرائم کے خلاف ہم کیسی نیکی اور پرہیزگاری کے کام کرتے ہیں۔ لیکن اب اس تمنا سے کیا حاصل؟ جبکہ پہلے خود اپنے ہاتھوں اپنے کو برباد کر چکے اور جو جھوٹے خیالات پکار کھے تھے وہ سب رنو چکر ہو گئے۔

زمین و آسمان کی تخلیق چھ دن میں | گذشتہ آیت میں معاد کا ذکر تھا، اس رکوع میں مبداء کی معرفت کرائی گئی ہے۔ وہاں قَدْ جَاءَتْ دَسُلُ رَبِّنَا بِالْحَقِّ سے بتلایا گیا تھا کہ جو لوگ دنیا میں انبیاء و رسل سے منحرف رہتے تھے ان کو بھی قیامت کے دن پیغمبروں کی سپاہی کی ناپا تصدیق کرنی پڑے گی۔ یہاں نہایت لطیف پیرایہ میں خدا کی حکومت یاد دلانے اور انبیاء و رسل کی ضرورت کی طرف اشارہ کرنے کے بعد بعض مشہور پیغمبروں کے احوال و واقعات کا تذکرہ کیا جا رہا ہے کہ ان کی تصدیق یا تکذیب کرنے والوں کا آخرت سے پہلے دنیا ہی میں کیا انجام ہوا۔ گویا یہ رکوع آنے والے کئی رکوعات کی تمہید ہے۔

یعنی اتنے وقت میں جو چھ دن کے برابر تھا پیدا کیا۔ کیونکہ یہ متعارف دن اور رات تو آفتاب کے طلوع و غروب سے وابستہ ہیں جب اس وقت آفتاب ہی پیدا نہ ہوا تھا تو دن رات کہاں سے ہوتا۔ یا یہ کہا جائے کہ عالم شہادت کے دن رات مراد نہیں، عالم غیب کے دن رات مراد ہیں جیسے کسی عارف نے فرمایا ہے

غیب را برے و آے دیگر است آسمان و آفتابے دیگر است

پہلی صورت میں پھر علماء کا اختلاف ہے کہ یہاں چھ دن سے ہمارے چھ دن کی مقدار مراد ہے۔ یا ہزار برس کا ایک دن جسے فرمایا ہے **وَإِنَّ يَوْمًا عِنْدَ رَبِّكَ كَأَلْفِ سَنَةٍ مِّمَّا تَعُدُّونَ**۔ میرے نزدیک یہ آخری قول راجح ہے۔ بہر حال مقصود یہ ہوا کہ آسمان و زمین دفعہ بنا کر نہیں کھڑے کئے گئے۔ شاید اول ان کا مادہ پیدا فرمایا ہو پھر اسکی استعداد کے موافق بتدریج مختلف اشکال و صور میں منتقل کرتے رہے ہوں۔ حتیٰ کہ چھ دن (چھ ہزار سال) میں وہ مجتمع متعلقاً تہما موجود ہر مرتبہ شکل میں موجود ہوئے جیسا کہ آج بھی انسان اور کل حیوانات و نباتات وغیرہ کی تولید و تخلیق کا سلسلہ تدریجی طور پر جاری ہے

گن فی کون کے معنی | اور یہ اسکی شان "گن فی کون" کے منافی نہیں کیونکہ "گن فی کون" کا مطلب تو صرف اس قدر ہے کہ خدا جس چیز کو وجود کے جس درجہ میں لانا چاہے اس کا ارادہ ہوتے ہی وہ اس درجہ میں آجاتی ہے یہ مطلب نہیں کہ خدا کسی چیز کو وجود کے مختلف مدارج سے گزارنے کا ارادہ نہیں کرتا بلکہ ہر شے کو بدون توسط اسباب و علل کے دفعہ موجود کرتا ہے۔

استوٰی علی العرش کی تفسیر | خدا تعالیٰ کی صفات و افعال کے متعلق یہ بات ہمیشہ یاد رکھنی چاہئے کہ نصوص جو الفاظ حق تعالیٰ کی صفات کے بیان کرنے کے لئے اختیار کئے جاتے ہیں۔ ان میں اکثر وہ ہیں جن کا مخلوق کی صفات پر بھی استعمال ہوا ہے۔ مثلاً خدا کو "حی" "سمیع" "بصیر" "متکلم" کہا گیا اور انسان پر بھی یہ الفاظ اطلاق کئے گئے، تو ان دونوں مواقع میں استعمال کی حیثیت بالکل جداگانہ ہے کسی مخلوق کو سمیع و بصیر کہنے کا یہ مطلب ہے کہ اس کے پاس دیکھنے والی آنکھ اور سننے والے کان موجود ہیں۔ اب اس میں دو چیزیں ہوں گی۔ ایک وہ آلہ جسے "آنکھ" کہتے ہیں اور جو دیکھنے کا مبداء اور ذریعہ بنتا ہے۔ دوسرا اس کا نتیجہ اور غرض و غایت (دیکھنا) یعنی وہ خاص علم جو رویت بصری سے حاصل ہوا۔ مخلوق کو جب "بصیر" کہا تو یہ مبداء اور غایت دونوں چیزیں معتبر ہوں گی۔ اور دونوں کی کیفیات ہم نے معلوم کر لیں۔ لیکن یہ ہی لفظ جب خدا کی نسبت استعمال کیا گیا تو یقیناً وہ مبادی اور کیفیات جسمانیہ مراد نہیں ہو سکتیں جو مخلوق کے خواص میں سے ہیں اور جس سے خداوند قدوس قطعاً منزہ ہے البتہ یہ اعتقاد رکھنا ہو گا کہ ابصار (دیکھنے) کا مبداء اسکی ذات اقدس میں موجود ہے اور اس کا نتیجہ یعنی وہ علم جو رویت بصری سے حاصل ہو سکتا ہے، اس کو بدرجہ کمال حاصل ہے۔ آگے یہ کہ وہ مبداء کیسا ہے اور دیکھنے کی کیا کیفیت ہے تو بجز اس بات کے کہ اس کا دیکھنا مخلوق کی طرح نہیں ہم اور کیا کہہ سکتے ہیں لیس کَمِثْلِهِ شَيْءٌ وَهُوَ السَّمِيعُ الْبَصِيرُ نہ صرف سمع و بصیر بلکہ اس کی تمام صفات کو اسی طرح سمجھنا چاہئے کہ صفت باعتبار اپنے اصل مبداء و غایت کے ثابت ہے مگر اس کی کوئی کیفیت بیان نہیں کی جاسکتی اور نہ شرائع سماویہ نے اس کا مکلف بنایا ہے کہ آدمی اس طرح کی ماوراء عقل حقائق میں خوض کر کے پریشان ہو۔ اس کا کچھ خلاصہ ہم سورہ مائدہ میں زیر فائدہ وَقَالَتِ الْيَهُودُ يَذُلُّ اللَّهُ مَغْلُوبًا بِبَيِّنَاتٍ كَذِبَتْنَهُنَّ لَكُنَّ شَرِيبًا يَذُلُّ اللَّهُ مَغْلُوبًا بِبَيِّنَاتٍ كَذِبَتْنَهُنَّ لَكُنَّ شَرِيبًا کے پریشان ہو۔ "استواء علی العرش" کو بھی اسی قاعدہ سے سمجھ لو "عرش" کے معنی تخت اور بلند مقام کے ہیں۔ "استواء" کا ترجمہ اکثر محققین نے "استقرار و تمکن" سے کیا ہے (جسے مترجم رحمہ اللہ نے قرار پکڑنے سے تعبیر فرمایا) گویا یہ لفظ تخت حکومت پر ایسی طرح قابض ہونے کو ظاہر کرتا ہے کہ اس کا کوئی حصہ اور گوشہ حیطہ نفوذ و اقتدار سے باہر نہ رہے اور نہ قبضہ و تسلط میں کسی قسم کی مزاحمت اور گڑبڑی پائی جائے۔ سب کام اور انتظام برابر ہو۔ اب دنیا میں بادشاہوں کی تخت نشینی کا ایک تو مبداء اور ظاہری صورت ہوتی ہے اور ایک حقیقت یا غرض و غایت یعنی ملک پر پورا تسلط و اقتدار اور نفوذ و تصرف کی قدرت حاصل ہونا۔ حق تعالیٰ کے "استواء علی العرش" میں یہ حقیقت اور غرض و غایت بدرجہ کمال موجود ہے یعنی آسمان و زمین (کل علویات و سفلیات) کو پیدا کرنے کے بعد ان پر کامل قبضہ و اقتدار اور ہر قسم کے مالکانہ و شہنشاہانہ تصرفات کا حق بے روک ٹوک اسی کو حاصل ہے جیسا کہ دوسری جگہ ثُمَّ اسْتَوٰی عَلٰی الْعَرْشِ کے بعد يَذُبُّ الْاٰفْرُ وَغَيْرَ الْاٰفْرِ وَغَيْرَ الْاٰفْرِ اور يٰٰهَا يٰٰغٰثِي الْاَيْلِ النَّهَارِ الخ سے اسی مضمون پر متنبہ فرمایا ہے۔ رہا استواء علی العرش کا مبداء اور ظاہری صورت، اسکے متعلق وہ ہی عقیدہ رکھنا چاہئے جو ہم "سمع و بصیر" وغیرہ صفات کے متعلق لکھ چکے ہیں کہ اسکی کوئی ایسی صورت نہیں ہو سکتی جس میں صفات مخلوقین اور سمات حدود کا ذرا بھی شائبہ ہو۔ پھر کیسی ہے؟ اس کا جواب وہی ہے۔

اے برتر از خیال و قیاس و گمان و وہم
 ”دفتر تمام گشت و بیاباں رسید عمر
 وز ہر چہ گفتہ اند شنیدیم و خواندہ ایم
 ما بچناں در اول وصف تو مانده ایم“

لَيْسَ كَمِثْلِهِ شَيْءٌ وَهُوَ السَّمِيعُ الْبَصِيرُ۔

◆ چاند سورج اور دن رات کی تخلیق | یعنی رات کے اندھیرے کو دن کے اجالے سے یا دن کے اجالے کو رات کے اندھیرے سے ڈھانپتا ہے۔ اس طرح کہ ایک دوسرے کا تعاقب کرتا ہوا تیزی سے چلا آتا ہے۔ ادھر رات ختم ہوئی ادھر دن آ موجود ہوا، یا دن تمام ہوا تو فوراً رات آگئی۔ درمیان میں ایک منٹ کا وقفہ بھی نہیں ہوتا۔ شاید اس پر بھی تشبیہ فرمادی کہ اسی طرح کفر و ضلالت اور ظلم و عدوان کی شب و بجور جب عالم پر محیط ہو جاتی ہے اس وقت خدا تعالیٰ ایمان و عرفان کے آفتاب سے ہر چہاں طرف روشنی پھیلا دیتا ہے اور جب تک آفتاب عالمتاب کی روشنی نمودار نہ ہو تو نبوت کے چاند تارے رات کی تاریکی میں اجالا اور رہنمائی کرتے ہیں۔

◆ کوئی سیارہ اس کے حکم کے بدون حرکت نہیں کر سکتا۔

◆ پیدا کرنا ”خلق“ ہے اور پیدا کرنے کے بعد تکوینی یا تشریحی احکام دینا یہ ”امر“ ہے اور دونوں اسی کے قبضہ و اختیار میں ہیں۔ اس طرح وہ ہی ساری خوبیوں اور برکتوں کا سرچشمہ ہوا۔

◆ اللہ کو پکارنے کا طریقہ | جب ”عالم خلق و امر“ کا مالک اور تمام برکات کا منبع وہ ہی ذات ہے تو اپنی دنیوی و اخروی حوائج میں اسی کو پکارنا چاہئے۔ الحاح و اخلاص اور خشوع کے ساتھ بدون ریا کاری کے آہستہ آہستہ۔ اس سے معلوم ہوا کہ دعا میں اصل انشاء ہے اور یہی سلف کا معمول تھا، بعض مواضع میں جہر و اعلان کسی عارض کی وجہ سے ہوگا جس کی تفصیل روح المعانی وغیرہ میں ہے۔

◆ یعنی دعا میں حد ادب سے نہ بڑھے۔ مثلاً جو چیزیں عادتاً یا شرعاً محال ہیں، وہ مانگنے لگے یا معاصی اور لغو چیزوں کی طلب کرے، یا ایسا سوال کرے جو اس کی شان و حیثیت کے مناسب نہیں یہ سب ”اعتداء فی الدعاء“ میں داخل ہے۔

وَلَا تُفْسِدُوا فِي الْأَرْضِ بَعْدَ إِصْلَاحِهَا وَادْعُوهُ خَوْفًا

اور مت خرابی ڈالو زمین میں اس کی اصلاح کے بعد اور پکارو اس کو ڈر

وَطَمَعًا ۞ إِنَّ رَحْمَتَ اللَّهِ قَرِيبٌ مِّنَ الْمُحْسِنِينَ ﴿۵۶﴾

اور توقع سے بے شک اللہ کی رحمت نزدیک ہے نیک کام کرنے والوں سے

وَهُوَ الَّذِي يُرْسِلُ الرِّيحَ بُشْرًا بَيْنَ يَدَيْهِ

اور وہی ہے کہ چلاتا ہے ہوائیں خوشخبری لانے والی ہیندے سے

رَحْمَتِهِ ۖ حَتَّىٰ إِذَا أَقَلَّتْ سَحَابًا ثِقَالًا سُقْنَهُ

پہلے یہاں تک کہ جب وہ ہوائیں اٹھالاتی ہیں بھاری بادلوں کو تو بانگ دیتے ہیں ہم اس بادل کو

لِبَلَدٍ مَّيِّتٍ فَأَنْزَلْنَا بِهِ الْمَاءَ فَأَخْرَجْنَا بِهِ

ایک شہر مردہ کی طرف پھر ہم اتارتے ہیں اس بادل سے پانی پھر اس سے نکالتے ہیں

مِنْ كُلِّ الشَّجَرِ ۖ كَذَلِكَ نُخْرِجُ الْمَوْتَى لَعَلَّكُمْ

سب طرح کے پھل اسی طرح نکالیں گے مردوں کو تاکہ

تَذَكَّرُونَ ﴿۵۷﴾ وَالْبَلَدُ الطَّيِّبُ يَخْرِجُ نَبَاتًا

تم غور کرو اور جو شہر پاکیزہ ہے اس کا سبزہ نکلتا ہے

يَاذُنِ رَبِّهِ ۗ وَالَّذِي خَبثَ لَا يَخْرِجُ إِلَّا زَكَاةً

اس کے رب کے حکم سے اور جو خراب ہے اس میں نہیں نکلتا مگر ناقص

كَذَلِكَ نَصْرَفُ الْأَيْتِ لِقَوْمٍ يَشْكُرُونَ ﴿۵۸﴾

یوں پھیر پھیر کر بتلاتے ہیں ہم آیتیں حق ماننے والے لوگوں کو

پچھلی آیتوں میں ہر حاجت کے لئے خدا کو پکارنے کا طریقہ بتلایا تھا۔ اس آیت میں مخلوق اور خالق دونوں کے حقوق کی رعایت سکھائی۔ یعنی جب دنیا میں معاملات کی سطح درست ہو تو تم اس میں گزری نہ ڈالو، اور خوف ورجاء کیساتھ خدا کی عبادت میں مشغول رہو۔ نہ اس کی رحمت سے مایوس ہو اور نہ اسکے عذاب سے مامون اور بے فکر ہو کر گناہوں پر دلیر بنو۔ میرے نزدیک یہ ہی راجح ہے کہ یہاں **وَادْعُوهُ.....** راجح میں دعا سے عبادت مراد لی جائے جیسا کہ صلوٰۃ تہجد کے بارہ میں فرمایا **فَتَجَاهِلُ جُنُوبُهُمْ عَنِ الْمَضَاجِعِ يَدْعُونَ رَبَّهُمْ خَوْفًا وَطَمَعًا۔**

کائنات میں حق تعالیٰ کے تصرفات | پچھلی آیات میں "استواء علی العرش" کے ساتھ فلکیات (چاند، سورج وغیرہ) میں جو خدائی تصرفات ہیں، ان کا بیان تھا، درمیان میں بندوں کو کچھ مناسب ہدایات کی گئیں۔ اب سفلیات اور "کائنات الجبوت" کے متعلق اپنے بعض تصرفات کا ذکر فرماتے ہیں تاکہ لوگ معلوم کر لیں کہ آسمان زمین اور ان دونوں کے درمیان حصہ کی کل حکومت صرف اسی رب العالمین کے قبضہ قدرت میں ہے۔ ہوا میں چلانا، مینہ برسانا، قسم قسم کے پھول پھل پیدا کرنا، ہر زمین کی استعداد کے موافق کھیتی اور سبزہ اگانا، یہ سب اسی کی قدرت کاملہ اور حکمت بالغہ کے نشان ہیں۔ اسی ذیل میں مردوں کا موت کے بعد جی اٹھنا اور قبروں سے نکلنا بھی سمجھا دیا۔ حضرت شاہ صاحب فرماتے ہیں کہ "ایک تو مردوں کا نکلنا قیامت میں ہے اور ایک دنیا میں یعنی جاہل ادنیٰ لوگوں میں (جو جہالت و ذلت کی موت سے مرچکے تھے) عظیم الشان نبی بھیجا اور انہیں علم دیا اور دنیا کا سردار کیا، پھر سٹھری استعداد والے کمال کو پہنچے اور جن کی استعداد خراب تھی ان کو بھی فائدہ پہنچ رہا ناقص سا۔" گویا اس پورے رکوع میں بتلادیا گیا کہ جب خدا اپنی رحمت و شفقت سے رات کی تاریکی میں ستارے چاند، سورج سے روشنی کرتا ہے اور خشکی کے وقت زمین کو سبز و شاداب کرنے اور انسان و حیوانات کی زندگی کا سامان مہیا فرمانے کے لئے اوپر سے بارش بھیجتا ہے، یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ ایسا مہربان خدا اپنی مخلوق کو جہل و ظلم کی اندھیروں سے نکالنے کے لئے کوئی چاند اور سورج پیدا نہ کرے اور بنی آدم کی روحانی غذا تیار کرنے اور قلوب کی کھیتوں کو سیراب کرنے کے لئے باران رحمت نازل نہ فرمائے۔ بلاشبہ اُس نے ہر زمانہ کی ضرورت اور اپنی حکمت کے موافق پیغمبروں کو بھیجا جن کے منور سینوں سے دنیا میں روحانی روشنی پھیلی اور وحی الہی کی لگاتار بارشیں ہوئیں۔ چنانچہ آئندہ کئی رکوع میں ان ہی پیغمبروں کے بھیجنے کا ذکر کیا گیا ہے اور جیسا کہ بارش اور زمین کی مثال میں اشارہ کیا گیا کہ مختلف زمینیں اپنی اپنی استعداد کے موافق بارش کا اثر قبول کرتی ہیں، اسی طرح سمجھ لو کہ انبیاء علیہم السلام جو خیر و برکت لے کر آتے ہیں، اس سے مستفیع ہونا بھی حسن استعداد پر موقوف ہے جو لوگ ان سے انتفاع نہیں کرتے یا پورا انتفاع نہیں کرتے انہیں اپنی سوء استعداد پر رونا چاہئے۔ باران کہ در لطافت طبعش خلاف نیست در باغ لالہ روید و در شوره بوم خس۔

لَقَدْ أَرْسَلْنَا نُوحًا إِلَىٰ قَوْمِهِ فَقَالَ لِقَوْمِهِ

بے شک بھیجا ہم نے نوح کو اس کی قوم کی طرف پس اُس نے کہا اے میری قوم

اعْبُدُوا اللَّهَ مَا لَكُمْ مِنْ إِلَهٍ غَيْرُهُ ۖ إِنِّي

بندگی کرو اللہ کی کوئی نہیں تمہارا معبود اس کے سوا

أَخَافُ عَلَيْكُمْ عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيمٍ ۝ ۵۹ قَالَ

میں خوف کرتا ہوں تم پر ایک بڑے دن کے عذاب سے بولے

الْمَلَائِكَةُ مِنْ قَوْمِهِ إِنَّا لَنُرِيكَ فِي ضَلِيلٍ مُّبِينٍ ۝ ۶۰

سردار ہم کی قوم کے ہم دیکھتے ہیں تجھ کو صریح بہکا ہوا

قَالَ لِقَوْمِهِ لَيْسَ بِي ضَلَالَةٌ ۖ وَلَكِنِّي رَسُولٌ

بولا اے میری قوم میں ہرگز بہکا نہیں لیکن میں بھیجا ہوا ہوں

مِّن رَّبِّ الْعَالَمِينَ ۝ ۶۱ أُبَلِّغُكُمْ رِسَالَاتِ رَبِّي وَأَنتُمْ

جہان کے پروردگار کا پہنچاتا ہوں تم کو پیغام اپنے رب کے اور

أَنْصَحُكُمْ لَكُمْ وَأَعْلَمُ مِنَ اللَّهِ مَا لَا تَعْلَمُونَ ۝ ۶۲

نصیحت کرتا ہوں تم کو اور جانتا ہوں اللہ کی طرف سے وہ باتیں جو تم نہیں جانتے

أَوْ عَجِبْتُمْ أَنْ جَاءَكُمْ ذِكْرٌ مِّن رَّبِّكُمْ عَلَا

کیا تم کو تعجب ہوا کہ آئی تمہارے پاس نصیحت تمہارے رب کی طرف سے ایک

رَجُلٍ مِّنكُمْ لِيُنذِرَكُمْ وَلِتَتَّقُوا وَلَعَلَّكُمْ

مرد کی زبانی جو تم ہی میں سے ہے تاکہ وہ تم کو ڈرائے اور تاکہ تم بچو اور تاکہ تم پر

بت پرستی کی ابتداء | آدم علیہ السلام کا قصہ ابتداء سورت میں گذر چکا۔ ان کے بعد نوح علیہ السلام پہلے اولوالعزم اور مشہور رسول ہیں جو زمین والوں کی طرف مشرکین کے مقابلہ میں بھیجے گئے۔ گو باعتبار اپنی خاص شریعت کے ان کی بعثت خاص اپنی قوم کی طرف مانی جائے تاہم ان اساسی اصولوں کے اعتبار سے جو تمام انبیاء علیہم السلام کی تعلیم میں مشترک ہیں کہا جاسکتا ہے کہ تمام انسان ہر نبی کے مخاطب ہوتے ہیں مثلاً توحید اور اقرارِ معاد کی تعلیم پر سارے پیغمبر متفق اللسان ہیں تو ایسی چیزوں کی تکذیب کرنا فی الحقیقت تمام انبیاء کی تکذیب کرنا ہے۔ بہر حال نوح علیہ السلام نے توحید وغیرہ کی عام دعوت دی۔ کہتے ہیں کہ آدم علیہ السلام کے بعد دس قرن ایسے گزرے کہ ساری اولاد آدم کلمہ توحید پر قائم تھی بت پرستی کی ابتداء ابن عباسؓ کے بیان کے موافق یوں ہوئی کہ بعض صالحین کا انتقال ہو گیا جن کے نام ود، سواع، یغوث، یعوق، نسر تھے، جو سورہ نوح میں مذکور ہیں۔ لوگوں نے ان کی تصویریں بنالیں تاکہ ان کے احوال و عبادات وغیرہ کی یاد تازہ رہے کچھ مدت کے بعد ان صورتوں کے موافق مجسمے تیار کر لئے حتیٰ کہ کچھ دنوں کے بعد ان کی عبادت ہونے لگی اور یہ بت انہیں بزرگوں کے نام سے موسوم کئے گئے۔

حضرت نوح علیہ السلام | جب بت پرستی کی وبا پھیل گئی تو حق تعالیٰ نے حضرت نوح کو بھیجا۔ انہوں نے طوفان سے پہلے اپنی قوم کو ساڑھے نو سو برس تک توحید و تقویٰ کی طرف بلایا۔ اور دنیا و آخرت کے عذاب سے ڈرایا مگر لوگوں نے ان کی تھلیل و تجھیل کی اور کوئی بات نہ سنی آخر طوفان کے عذاب نے سب کو گھیر لیا اور جیسا کہ نوح نے دعاء کی تھی۔ رَبِّ لَا تَذَرْنِي الْاَرْضِ مِنْ الْكَافِرِينَ ذِيَارًا۔ روئے زمین پر کوئی کافر عذاب الہی سے نہ بچا۔ بتانی نے ”دايرة المعارف“ میں یورپین محققین کے اقوال طوفان اور عموم طوفان کے متعلق نقل کئے ہیں۔

یعنی میں تو ذرا بھی نہیں بہکا، ہاں تم بہک رہے ہو کہ خدا کے پیغامبر کو نہیں پہچانتے جو نہایت فصاحت سے خدائی پیغام تم کو پہنچا رہا ہے اور تمہاری بھلائی چاہتا ہے تم کو عمدہ نصیحتیں کرتا ہے۔ اور خدا کے پاس سے وہ علوم و ہدایت لیکر آیا ہے جن سے تم جاہل ہو۔

تُرْحَبُونَ ﴿٦٣﴾ فَكَذَّبُوهُ فَأَنْجَيْنَاهُ وَالَّذِينَ

رم ہو ◆ پھر انہوں نے اس کو جھٹلایا پھر ہم نے بچالیا اس کو اور ان کو

مَعَهُ فِي الْفُلْكِ وَاعْرَقْنَا الَّذِينَ كَذَّبُوا

جو اس کے ساتھ تھے کشتی میں اور غرق کر دیا ان کو جو جھٹلاتے تھے

بِآيَاتِنَا إِنَّهُمْ كَانُوا قَوْمًا عَمِينَ ﴿٦٤﴾ وَإِلَىٰ

ہماری آیتوں کو بے شک وہ لوگ تھے اندھے ◆ اور قوم

عَادِ أَخَاهُمْ هُودًا ط قَالَ يَقَوْمِ اعْبُدُوا اللَّهَ

عاد کی طرف بھیجا ان کے بھائی ہود کو ◆ بولا اے میری قوم بندگی کرو اللہ کی

مَا لَكُمْ مِّنْ إِلَٰهٍ غَيْرُهُ ط أَفَلَا تَتَّقُونَ ﴿٦٥﴾ قَالَ

کوئی نہیں تمہارا معبود اس کے سوا کیا تم ڈرتے نہیں ◆ بولے

الْمَلَأُ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ قَوْمِهِ إِنَّا لَنَرُّكَ فِي

سردار جو کافر تھے اس کی قوم میں ہم تو دیکھتے ہیں تجھ کو

سَفَاهَةٍ وَإِنَّا لَنُظُنُّكَ مِنَ الْكٰذِبِينَ ﴿٦٦﴾ قَالَ

عقل نہیں اور ہم تو تجھ کو جھوٹا گمان کرتے ہیں ◆ بولا

يَقَوْمِ لَيْسَ بِي سَفَاهَةٌ وَلٰكِنِّي رَسُولٌ مِّنْ

اے میری قوم میں کچھ بے عقل نہیں لیکن میں بھیجا ہوا ہوں

رَبِّ الْعَالَمِينَ ﴿٦٧﴾ اُبَلِّغُكُمْ رِسٰلَتِ رَبِّيْ وَاَنَا

پروردگار عالم کا پہنچاتا ہوں تم کو پیغام اپنے رب کے اور میں

یعنی اس میں تعجب کی کیا بات ہے کہ تم ہی میں سے خدا کسی ایک فرد کو اپنی پیغام رسانی کے لئے چن لے۔ آخر اس نے ساری مخلوق میں سے منصب خلافت کے لئے آدم علیہ السلام کو کسی مخصوص استعداد کی بنا پر چن لیا تو کیوں نہیں ہو سکتا کہ اولاد آدم میں سے بعض کامل الاستعداد لوگوں کو منصب نبوت و رسالت کے لئے انتخاب کر لیا جائے تاکہ وہ لوگ براہ راست خدا سے فیض پا کر دوسروں کو ان کے انجام سے آگاہ کریں اور یہ اس پر آگاہ ہو کر بدی سے بچ جائیں اور اس طرح خدا کے رحم و کرم کے مورد بنیں۔

یعنی حق و باطل اور نفع نقصان کچھ نہ سوچھا۔ اندھے ہو کر برابر سرکشی اور تکذیب و بغاوت پر قائم رہے اور بت پرستی وغیرہ حرکات سے باز نہ آئے، تو ہم نے محدودے چند مومنین کو بچا کر جو نوح علیہ السلام کے ہمراہ کشتی پر سوار ہوئے تھے، باقی سب مکذبین کا بیڑا غرق کر دیا۔ اب جس قدر انسان دنیا میں موجود ہیں وہ ان ہی اہل سفینہ بلکہ صرف حضرت نوح علیہ السلام کی ذریت ہیں۔

قوم عاد | "عاد" حضرت نوح علیہ السلام کے پوتے ارم کی اولاد میں ہیں۔ یہ قوم اسی کی طرف منسوب ہے ان کی سکونت "احقاف" (یمن) میں تھی۔ حضرت ہود علیہ السلام اسی قوم سے ہیں۔ اس لحاظ سے وہ ان کے قومی اور وطنی بھائی ہوئے۔

حضرت ہود علیہم السلام | ان لوگوں میں بت پرستی پھیل گئی تھی۔ روزی دینے، مینے برسانے، تندرست کرنے اور مختلف مطالب و حاجات کے لئے الگ الگ دیوتا بنا رکھے تھے۔ جن کی پرستش ہوتی تھی۔ ہود علیہ السلام نے اس سے روکا اور اس جرم عظیم کی سزا سے ان کو ڈرایا۔

یعنی معاذ اللہ! تم بے عقل ہو کر باپ دادا کی روش چھوڑ کر ساری برادری سے الگ ہوتے ہو اور جھوٹے بھی ہو کہ اپنے اقوال کو خدا کی طرف منسوب کر کے خواہ مخواہ عذاب کا ڈراوادیتے ہو۔

لَكُمْ نَاصِحٌ أَمِينٌ ﴿١٨﴾ أَوْعَجِبْتُمْ أَنْ جَاءَكُمْ

تمہارا خیر خواہ ہوں اطمینان کے لائق ♦ کیا تم کو تعجب ہوا کہ آئی تمہارے پاس

ذِكْرٌ مِّن رَّبِّكُمْ عَلَىٰ رَجُلٍ مِّنكُمْ لِيُنذِرَكُمْ ۗ

نبیعت تمہارے رب کی طرف سے ایک مرد کی زبانی جو تم ہی میں سے ہے تاکہ تم کو ڈرائے

وَإِذْ كُرُوا إِذْ جَعَلَكُمْ خُلَفَاءَ مِن بَعْدِ قَوْمِ

اور یاد کرو جب تم کو سردار کر دیا پیچھے قوم

نُوحٍ وَزَادَكُمْ فِي الْخَلْقِ بَصُطَةً ۗ فَادْكُرُوا

نوح کے ♦ اور زیادہ کر دیا تمہارے بدن کا پھیلاؤ ♦ سو یاد کرو

آلَاءَ اللَّهِ لَعَلَّكُمْ تَفْلِحُونَ ﴿١٩﴾ قَالُوا أَجِئْنَا

اللہ کے احسان تاکہ تمہارا بھلا ہو ♦ بولے کیا تو اس واسطے ہمارے پاس آیا

لِنُعْبُدَ اللَّهَ وَحْدَهُ وَنَذَرَ مَا كَانَ يَعْبُدُ

کہ ہم بندگی کریں اللہ کی اور چھوڑ دیں جن کو پوجتے رہے

آبَاءُنَا ۗ فَأَتِنَا بِمَا تَعِدُنَا إِنْ كُنْتَ مِنَ

ہمارے باپ دادے ہیں تو لے آہمارے پاس جس چیز سے تو ہم کو ڈراتا ہے اگر تو

الصَّٰدِقِينَ ﴿٢٠﴾ قَالَ قَدْ وَقَعَ عَلَيْكُمْ مِّن رَّبِّكُمْ

سچا ہے ♦ کہا تم پر واقع ہو چکا ہے تمہارے رب کی طرف سے

مِرْجَسٌ ۖ وَغَضِبُ ۗ أَتَجَادِلُونَنِي فِي أَسْمَاءِ

عذاب اور غصہ ♦ کیوں جھگڑتے ہو مجھ سے ان ناموں پر کہ

یعنی میری کوئی بات بے عقلی کی نہیں، ہاں جو منصب رسالت مجھ کو خدا کی طرف سے تفویض ہوا ہے اس کا حق ادا کرتا ہوں۔ یہ تمہاری بے عقلی ہے کہ اپنے حقیقی خیر خواہوں کو جن کی امانت و دیانت پہلے سے لائق اطمینان ہے بے عقل کہہ کر خود اپنا نقصان کرتے ہو۔

یعنی قوم نوح کے بعد دنیا میں تمہاری حکومتیں قائم کیں اور اس کی جگہ تم کو آباد کیا۔ شاید یہ احسان یاد دلا کر اس پر بھی متنبہ کرنا ہے کہ بت پرستی اور تکذیب رسول کی بدولت جو حشران کا ہوا وہ کہیں تمہارا نہ ہو۔

جسمانی قوت اور ذلیل ڈول کے اعتبار سے یہ قوم مشہور تھی۔

جو احسانات مذکور ہوئے وہ اور ان کے علاوہ خدا کے دوسرے بے شمار احسانات یاد کر کے اس کے شکر گزار اور فرمانبردار بننا چاہئے نہ یہ کہ منعم حقیقی سے بغاوت کرنے لگو۔

یعنی جس عذاب کی ہم کو دھمکی دیتے ہیں، اگر آپ سچے ہیں تو وہ لے آئیے۔

یعنی جب تمہاری سرکشی اور گستاخانہ بے حیائی اس حد تک پہنچ چکی تو سمجھ لو کہ خدا کا عذاب اور غضب تم پر نازل ہی ہو چکا اس کے آنے میں اب کچھ دیر نہیں۔

سَيَتَّبِعُونَهَا أَنْتُمْ وَآبَاؤُكُمْ مَا نَزَّلَ اللَّهُ

رکھ لئے ہیں تم نے اور تمہارے باپ دادوں نے نہیں اتاری اللہ نے

بِهَا مِنْ سُلْطٰنٍ ۖ فَانْتَظِرُوا ۗ اِنِّيۤ اَمَعَكُمْ مِّنْ

ان کی کوئی سند سو منتظر رہو میں بھی تمہارے ساتھ

الْمُنْتَظِرِينَ ۙ ۞ فَاُنۢجِبْنٰهُ وَالَّذِينَ مَعَهُ بِرَحْمَةِ

منتظر ہوں پھر ہم نے بچالیا اس کو اور جو اس کے ساتھ تھے اپنی رحمت

مِّنَّا وَقَطَعْنَا دَابِرَ الَّذِيۡنَ كَذَبُوۡا بِآيٰتِنَا

اور جڑ کاٹی ان کی جو جھٹلاتے تھے ہماری آیتوں کو

وَمَا كَانُوۡا مُؤْمِنِيۡنَ ۙ ۞ وَاِلٰى شٰمُوۡدَ اٰخَاہُمْ

اور نہیں مانتے تھے اور شموذ کی طرف بھیجا ان کے بھائی

صٰلِحًا مَّقَالَ يُقُوۡمِۡر اَعْبُدُوۡا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ

صالح کو بولا اے میری قوم بندگی کرو اللہ کی کوئی نہیں تمہارا

اِلٰہٍ غَيْرُهُ ۖ قَدْ جَآءَ تٰكُمۡ بَيِّنٰتٌ مِّنۡ رَّبِّكُمْ ۗ هٰذِہٖ

معبود اس کے سوا تم کو پہنچ چکی ہے دلیل تمہارے رب کی طرف سے

نٰفَاۡةٌ اللّٰہِ لَكُمْ اٰیۃٌ فذَرُوہَا تَاكُلُ فِیۡ اَرْضِ

اوشنی اللہ کی ہے تمہارے لیے نشانی سو اس کو چھوڑ دو کہ کھائے اللہ کی زمین

اللّٰہِ وَلَا تَمْسُوہَا بِسُوۡءٍ فِیَاۡخُذْکُمْ عَذَابٌ اَلِیۡمٌ ۙ ۞

میں اور اس کو ہاتھ نہ لگاؤ بری طرح پھر تم کو پکڑے گا عذاب دردناک

حضرت ہود کا اپنی قوم کو وعظ | بتوں کو جو کہتے تھے کہ فلاں رزق دینے والا ہے اور فلاں مینہ برسانے والا اور فلاں بیٹا عطا کرنے والا وعلیٰ ہذا القیاس، یہ محض نام ہی نام ہیں جن کے نیچے کوئی حقیقت اور واقعیت نہیں، خدائی صفات پتھروں میں کہاں سے آئیں۔ پھر ان نام کے معبودوں کے پیچھے جن کی معبودیت کی کوئی عقلی یا نقلی سند نہیں، بلکہ کل عقلی و نقلی دلائل جسے مردود ٹھہراتے ہیں، تم دعویٰ توحید میں مجھ سے جھگڑے اور بحثیں کرتے ہو۔ جب تمہارے جہل اور شقاوت و عناد کا پیمانہ اس قدر لبریز ہو چکا ہے تو انتظار کرو کہ خدا ہمارے تمہارے ان جھگڑوں کا فیصلہ کر دے۔ میں بھی اسی فیصلہ کا منتظر ہوں۔

عاد کا انجام | یعنی ان پر سات رات اور آٹھ دن تک مسلسل آندھی کا طوفان آیا جس سے تمام کفار ٹکرائے اور پٹک پٹک کر ہلاک کر دیئے گئے۔ یہ تو ”عاد اولیٰ“ کا انجام ہوا۔ اور اسی قوم کی دوسری شاخ (شمود) جسے ”عاد ثانیہ“ کہتے ہیں، اس کا ذکر آگے آتا ہے۔

قوم شمود اور حضرت صالح | یعنی جو دلیل تم مانگ رہے تھے وہ پہنچ گئی۔ صالح علیہ السلام کی قوم نے ان سے عہد و اقرار کیا تھا کہ آپ پتھر کی ایک ٹھوس چٹان میں سے حاملہ اونٹنی نکال دیں تو ہم آپ پر ایمان لے آئیں گے۔ خدا نے حضرت صالح کی دعاء سے ویسا ہی کر دیا۔ ان کو کہا جا رہا ہے کہ تمہارا فرمائی معجزہ تو خدا نے دکھلا دیا۔ اب ایمان لانے میں کیا تامل ہے۔

یعنی یہ اونٹنی خدا کی قدرت اور میری صداقت کی نشانی ہے، جو میری دعاء پر غیر معتاد طریقہ سے خدا نے پیدا کی، اس کے حقوق کی رعایت کرو۔ مثلاً خدا کی زمین میں مباح گھاس کھانے اور اس کی باری میں پانی پینے سے نہ روکو۔ غرض خدا کے اس نشان کے ساتھ جو تم نے خود مانگ کر حاصل کیا ہے، برائی سے پیش مت آؤ، ورنہ تمہاری بھی خیر نہیں۔

وَادْكُرُوا اِذْ جَعَلْنَا خُلَفَاءَ مِنْكُمْ مِنْ بَعْدِ عَادٍ وَ

اور یاد کرو اور باد کرو جب کہ تم کو سردار کر دیا عادی کے پیچھے اور

بَوَاكُمُ فِي الْاَرْضِ تُتَّخِذُونَ مِنْ سُهُولِهَا

ٹھکانا دیا تم کو زمین میں کہ بناتے ہو نرم زمین میں

قُصُورًا وَتُنحِتُونَ الْجِبَالَ بُيُوتًا فَادْكُرُوا الْاَعْيَادَ

محل اور تراشتے ہو پہاڑوں کے گھر سویا کرو احسان

اللّٰهُ وَلَا تَعْتَوْا فِي الْاَرْضِ مُفْسِدِينَ ﴿۴۳﴾ قَالَ

اللہ کے اور مت بچاتے پھرو زمین میں فساد کہنے لگے

الْمَلَا الَّذِيْنَ اسْتَكْبَرُوا مِنْ قَوْمِهِ لِلَّذِيْنَ

سردار جو تکبر تھے اس کی قوم میں غریب

اسْتَضْعَفُوْا لِمَنْ اٰمَنَ مِنْهُمْ اَتَعْلَمُوْنَ اَنْ

لوگوں کو کہ جو ان میں ایمان لائے تھے کیا تم کو یقین ہے کہ

صَلِحًا مُّرْسَلٌ مِّنْ رَّبِّهِ ؕ قَالُوْا اِنَّا بِمَا اُرْسِلَ

صالح کو بھیجا ہے اس کے رب نے بولے ہم کو تو جو وہ لے کر

بِهِ مُّؤْمِنُوْنَ ﴿۴۴﴾ قَالَ الَّذِيْنَ اسْتَكْبَرُوْا اِنَّا بِالَّذِيْ

آیا اس پر یقین ہے کہنے لگے وہ لوگ جو تکبر تھے جس پر تم کو

اٰمَنْتُمْ بِهِ كَفَرُوْنَ ﴿۴۵﴾ فَعَقَرُوا النَّاقَةَ وَعَتَوْا

یقین ہے ہم اس کو نہیں مانتے پھر انہوں نے کاٹ ڈالا اونٹنی کو اور پھر گئے

یعنی احسان فراموشی اور شرک و کفر کر کے زمین میں خرابی مت پھیلاؤ۔

قوم میں جو بڑے بڑے متکبر سردار اور معاندین تھے، وہ غریب اور کمزور مسلمانوں سے استہزاء کہتے تھے کہ (کیا بڑے آدمی تو آج تک نہ سمجھے؟ مگر) تمہیں معلوم ہو گیا کہ صالح خدا کا بھیجا ہوا ہے؟ مسلمانوں نے جواب دیا کہ (معلوم ہونا کیا معنی۔ معلوم تو تم کو بھی ہے) ہاں ہم دل سے قبول کر کے اس پر ایمان بھی لائے ہیں۔ متکبرین اس حکیمانہ جواب سے کھیانے ہو کر بولے کہ جس چیز کو تم نے مان لیا ہے ہم ابھی تک اسے نہیں مانتے۔ پھر بھلا تمہارے جیسے چند خستہ حال آدمیوں کا ایمان لے آنا کون سی بڑی کامیابی ہے۔

عَنْ أَمْرِ رَبِّهِمْ وَقَالُوا يُصْلِحُ آئِنَّا بِمَا تَعِدُنَا

اپنے رب کے حکم سے ♦ اور بولے اے صالح لے آہم پر جس سے تو ہم کو ڈراتا تھا

إِنْ كُنْتَ مِنَ الْمُرْسَلِينَ ﴿۷۷﴾ فَأَخَذْتَهُمُ الرَّجْفَةَ

اگر تو رسول ہے ♦ پس آ پکڑا ان کو زلزلے نے

فَأَصْبَحُوا فِي دَارِهِمْ جُثَيِّينَ ﴿۷۸﴾ فَتَوَلَّى عَنْهُمْ وَ

پھر صبح کو رہ گئے اپنے گھر میں اوندھے پڑے ♦ پھر صالح الٹا پھرا ان سے اور

قَالَ يَقَوْمِ لَقَدْ أَبْلَغْتُكُمْ رَسُولَ رَبِّي وَنَصَحْتُ

بولا اے میری قوم میں پہنچا چکا تم کو پیغام اپنے رب کا اور خیر خواہی کی

لَكُمْ وَلَكِنْ لَا تُحِبُّونَ النَّصِيحِينَ ﴿۷۹﴾ وَ لُوطًا

تمہاری لیکن تم کو محبت نہیں خیر خواہوں سے ♦ اور بھیجا لوٹ کو

إِذْ قَالَ لِقَوْمِهِ أَنَا تُنُونِ الْفَاحِشَةَ مَا سَبَقَكُمْ

جب کہا اس نے اپنی قوم کو کیا تم کرتے ہو ایسی بے حیائی کہ تم سے پہلے نہیں کیا

بِهَا مِنْ أَحَدٍ مِّنَ الْعَالَمِينَ ﴿۸۰﴾ إِنَّكُمْ لَتَأْتُونَ

اس کو کسی نے جہان میں ♦ تم تو دوڑتے ہو

الرِّجَالَ شَهْوَةً مِّنْ دُونِ النِّسَاءِ ۗ بَلْ أَنْتُمْ قَوْمٌ

مردوں پر شہوت کے مارے عورتوں کو چھوڑ کر بلکہ تم لوگ ہو

مُسْرِفُونَ ﴿۸۱﴾ وَمَا كَانَ جَوَابَ قَوْمِهِ إِلَّا أَنْ قَالُوا

حد سے گذرنے والے ♦ اور کچھ جواب نہ دیا اس کی قوم نے مگر یہی کہا

حضرت صالح کی اُونٹنی | کہتے ہیں کہ وہ اُونٹنی اس قدر عظیم الجثہ اور ڈیل ڈول کی تھی کہ جس جنگل میں چرتی دوسرے مویشی ڈر کر بھاگ جاتے اور اپنی باری کے دن جس کنویں سے پانی پیتی کنواں خالی کر دیتی۔ گویا جیسے اس کی پیدائش غیر معمولی طریقہ سے ہوئی لوازم و آثار حیات بھی غیر معمولی تھے۔ آخر لوگوں نے غیظ میں آ کر اس کے قتل پر اتفاق کر لیا، اور بد بخت ”قدار“ نے اس کی کونچیں کاٹ ڈالیں۔ بعدہ خود حضرت صالح علیہ السلام کے قتل پر بھی تیار ہونے لگے اور اس طرح خدا کے احکام کو جو ”صالح“ اور ”ناقہ“ کے متعلق تھے پس پشت ڈال دیا۔

ایسے کلمات انسان کی زبان سے اس وقت نکلتے ہیں جب خدا کے قہر و غضب سے بالکل بے خوف ہو جاتا ہے۔ ”عادِ اولیٰ“ کی طرح ”ثمود“ بھی اس مرتبہ پر پہنچ کر عذابِ الہی کے مورد بنے جس کا ذکر آگے آتا ہے۔

ثمود کی ہلاکت | دوسری آیت میں ان کا ”سیح“ (چیخ) سے ہلاک ہونا بیان فرمایا ہے شاید نیچے سے زلزلہ اور اوپر سے ہولناک آواز آئی ہوگی۔

کہتے ہیں کہ حضرت صالح قوم کی ہلاکت کے بعد مکہ معظمہ یا ملک شام کی طرف چلے گئے اور جاتے ہوئے ان کی لاشوں کے انبار دیکھ کر یہ خطاب فرمایا، یا تو اسی طرح جیسے آنحضرت ﷺ نے مقتولین بدر کو فرمایا تھا اور یا محض بطور تحسر فرضی خطاب تھا۔ جیسے شعراء دیار و اطلال (کھنڈرات) وغیرہ کو خطاب کرتے ہیں اور بعض نے کہا کہ یہ خطاب ہلاکت سے پہلے تھا اس صورت میں بیان میں ترتیب واقعات مرعی نہ ہوگی۔ بہر حال اس خطاب میں دوسروں کو سنانا تھا کہ اپنے معتبر خیر خواہوں کی بات مانتی چاہئے۔ جب کوئی شخص خیر خواہوں کی قدر نہیں کرتا تو ایسا نتیجہ دیکھنا پڑتا ہے۔

حضرت لوط علیہ السلام | لوط علیہ السلام حضرت ابراہیم خلیل اللہ کے بھتیجے ہیں جو ان کے ساتھ عراق سے ہجرت کر کے ملک شام میں تشریف لائے اور خدا کی طرف سے سدوم اور اس کے گرد و نواح کی بستیوں کی طرف مبعوث ہوئے تاکہ ان کی اصلاح فرمائیں اور ان گندے، خلافِ فطرت اور بے حیائی کے کاموں سے باز رکھیں۔ جن میں وہاں کے لوگ مبتلا تھے، نہ صرف مبتلا بلکہ اس بے حیائی کے موجد تھے۔ ان سے پیشتر عالم میں اس بیماری سے کوئی واقف نہ تھا۔ اولاً یہ ملعون حرکت شیطان نے سدوم والوں کو تھائی اور وہیں سے دوسرے مقامات میں پھیلی۔ حضرت لوط علیہ السلام نے اس ملعون و شنیع حرکت کے عواقب پر متنبہ کیا۔ اور گندگی کو دنیا سے مٹانا چاہا۔ موجودہ بائبل کے جمع کرنے والوں کی شرمناک جسارت پر ماتم کرنا پڑتا ہے کہ ایسے پاکباز اور معصوم پیغمبر کی نسبت جو دنیا کو بے حیائی اور گندگی سے پاک کرنے کے لئے آیا تھا ایسی سخت ناپاک حرکات منسوب کیں جس کے سننے سے حیا دار آدمی کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ کَبُرَتْ كَلِمَةً تَخْرُجُ مِنْ أَفْوَاهِهِمْ إِنْ يَقُولُونَ إِلَّا كَذِبًا۔

یعنی صرف یہ ہی نہیں کہ ایک گناہ کے تم مرتکب ہو رہے ہو بلکہ اس خلافِ فطرت فعل کا ارتکاب اس کی دلیل ہے کہ تم انسانیت کی حدود سے بھی باہر نکل چکے ہو۔

أَخْرِجُوهُمْ مِّنْ قَرْيَتِكُمْ ۚ إِنَّهُمْ أَنَاسٌ يَّتَطَهَّرُونَ ﴿۸۲﴾

کرنکالوان کو اپنے شہر سے یہ لوگ بہت ہی پاک رہنا چاہتے ہیں

فَأَنْجَيْنَاهُ وَأَهْلَهُ إِلَّا امْرَأَتَهُ ۖ كَانَتْ مِنَ الْغَابِرِينَ ﴿۸۳﴾

پھر بچا دیا ہم نے اس کو اور اس کے گھر والوں کو مگر اس کی عورت کہ رو گئی وہاں کے رہنے والوں میں

وَأَمْطَرْنَا عَلَيْهِمْ مَطَرًا ۖ فَانظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ

اور برسایا ہم نے ان کے اوپر مینہ یعنی پتھروں کا پھر دیکھ کیا ہوا انجام

الْمُجْرِمِينَ ﴿۸۴﴾ ۚ وَالِیٰ مَدِیْنَ أَخَاهُمْ شُعَيْبًا ۖ قَالَ

گنہگاروں کا اور مدین کی طرف بھیجا ان کے بھائی شعیب کو یولا

يَقَوْمِ اعْبُدُوا اللَّهَ مَا لَكُمْ مِّنْ إِلٰهٍ غَيْرُهُ ۖ قَدْ

اے میری قوم بندگی کرو اللہ کی کوئی نہیں تمہارا معبود اس کے سوا تمہارے

جَاءَ تَكُمْ بَيْنَهُ مِّنْ رَبِّكُمْ فَأَوْفُوا الْكَيْلَ وَ

پاس پہنچ چکی ہے دلیل تمہارے رب کی طرف سے سو پوری کرو ماپ اور

الْمِيزَانَ وَلَا تَبْخَسُوا النَّاسَ أَشْيَاءَهُمْ وَلَا تُفْسِدُوا

تول اور مت گھٹنا کرو لوگوں کو ان کی چیزیں اور مت خرابی ڈالو

فِي الْأَرْضِ بَعْدَ إِصْلَاحِهَا ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ إِن

زمین میں اس کی اصلاح کے بعد یہ بہتر ہے تمہارے لیے اگر

كُنْتُمْ مُّؤْمِنِينَ ﴿۸۵﴾ وَلَا تَقْعُدُوا بِكُلِّ صِرَاطٍ

تم ایمان والے ہو اور مت بیٹھو راستوں پر

◆ **حضرت لوط کی بیوی** | یعنی آخری بات انہوں نے یہ کہی کہ جب ہم سب کو یہ گندہ سمجھتے ہیں اور آپ پاک بننا چاہتے ہیں تو گندوں میں پاؤں کا کیا کام۔ لہذا انہیں اپنی بستی ہی سے نکال دینا چاہئے کہ یہ روزِ روز کی رکاوٹ ختم ہو۔ خیر وہ ملعون تو کیا نکالتے ہاں حق تعالیٰ نے لوط علیہ السلام اور ان کے متعلقین کو عزت و عافیت کے ساتھ صحیح و سالم ان بستیوں سے نکال لیا اور ان بستیوں پر عذاب مسلط کر دیا۔ جس کا ذکر آگے آتا ہے۔ لوط علیہ السلام کے متعلقین میں سے صرف ان کی بیوی آپ سے علیحدہ رہی اور معذبین کے ساتھ ہلاک ہوئی کیونکہ اس کا ساز باز ان معذبین سے تھا۔ لوط علیہ السلام کے یہاں جو مہمان وغیرہ آتے ان کی اطلاع یہ ہی کیا کرتی اور ان کو بدکاری کی ترغیب دیتی تھی۔ یا جیسا کہ بعض نے لکھا ہے مردوں کی طرح عورتوں میں بھی ”مساحقہ“ کا رواج ہو گیا تھا، یہ عورت اس میں مبتلا تھی۔ بہر حال عذاب ان سب پر آیا جو اس مہلک مرض میں مبتلا تھے، اور نہایت ڈھٹائی کے ساتھ نبی کا مقابلہ اور تکذیب کرتے تھے، یا جو کفر و فحش کے سسٹم میں ان کے معین و مددگار تھے۔

◆ **قوم لوط کا عذاب** | دوسری جگہ مذکور ہے کہ بستیاں الٹ دی گئیں اور پتھروں کا مینہ برسایا گیا۔ بعض ائمہ کے نزدیک آج بھی لوطی کی سزا یہ ہے کہ کسی پہاڑ وغیرہ بلند مقام سے اسے گرایا جائے اور اوپر سے پتھر مارے جائیں، اور سخت بد بودار گندی جگہ میں مقید کیا جائے۔

◆ یعنی گناہ کرتے وقت اس کا بد انجام سامنے نہیں آتا۔ عاجل شہوت و لذت کے غلبہ میں وہ بات کر گزرتا ہے جو عقل و انسانیت کے خلاف ہے لیکن عقلمند کو چاہئے کہ دوسروں کے واقعات سن کر عبرت حاصل کرے اور بدی کے انجام کو ہمیشہ پیش نظر رکھے۔

◆ **حضرت شعیب علیہ السلام اور ان کی قوم** | قرآن میں دوسری جگہ حضرت شعیب علیہ السلام کا ”اصحاب ایکہ“ کی طرف مبعوث ہونا مذکور ہے۔ اگر اہل مدین اور اصحاب ایکہ ایک ہی قوم ہے نہ ہاں نعمت۔ اور دو جدا گانہ قومیں ہیں تو دونوں کی طرف مبعوث ہوئے ہوتے اور دونوں میں کم تو لے لے نا پنے کا مرض مشترک ہوگا۔ بہر حال حضرت شعیب علیہ السلام نے علاوہ توحید وغیرہ کی عام دعوت کے خاص معاشری معاملات کی اصلاح اور حقوق العباد کی حفاظت کی طرف بڑے زور سے توجہ دلائی جیسا کہ آئندہ آیات میں مذکور ہے حضرت شعیب علیہ السلام کو کمال فصاحت کی وجہ سے ”خطیب الانبیاء“ کہا جاتا ہے۔

◆ یعنی میری صداقت کی دلیل ظاہر ہو چکی۔ اب جو نصیحت کی بات تم سے کہوں اسے قبول کرو اور جن خطرناک عواقب پر متنبہ کرو، ان سے ہوشیار ہو جاؤ۔

◆ **ناپ تول میں کمی** | بندوں کے حقوق کی رعایت اور معاملات باہمی کی درستی جس کی طرف ہمارے زمانے کے پرہیزگاروں کو بھی بہت کم توجہ ہوتی ہے خدا کے نزدیک اس قدر اہم چیز ہے کہ اسے ایک جلیل القدر پیغمبر کا مخصوص وظیفہ قرار دیا گیا، جس کی مخالفت پر ایک قوم تباہ کی جا چکی۔ ان آیات میں حضرت شعیب کی زبانی آگاہ فرما دیا کہ لوگوں کو ادنیٰ ترین مالی نقصان پہنچانا اور ملک میں اصلاحی حالت قائم ہو چکنے کے بعد خرابی اور فساد پھیلانا خواہ کفر و شرک کر کے یا ناحق قتل و سب وغیرہ سے، یہ کسی ایماندار کا کام نہیں ہو سکتا۔

تُوْعِدُونَ وَتَصُدُّونَ عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ مَنْ آمَنَ

کہ ڈراؤ اور روکو اللہ کے راستہ سے اُس کو جو کہ ایمان لائے

بِهِ وَتَبْغُونَهَا عِوَجًا ۚ وَاذْكُرُوا إِذْ كُنْتُمْ

اُس پر اور ڈھونڈو اُس میں عیب اور یاد کرو جب کہ تھے تم

قَلِيلًا فَكَثَرَكُمْ ۚ وَانظُرُوا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ

بہت تھوڑے پھر تم کو بڑھا دیا اور دیکھو کیا ہوا انجام

الْمُفْسِدِينَ ﴿۸۶﴾ وَإِنْ كَانَ طَآئِفَةٌ مِّنْكُمْ آمَنُوا بِالَّذِي

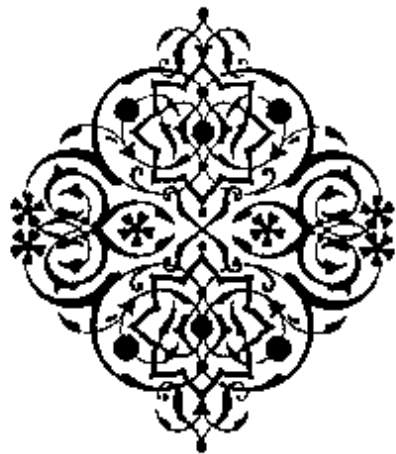
فساد کرنے والوں کا اور اگر تم میں سے ایک فرقہ ایمان لایا اُس پر جو

أُرْسِلَتْ بِهِ وَطَآئِفَةٌ لَّمْ يُؤْمِنُوا فَاصْبِرُوا حَتَّىٰ

میرے ہاتھ بھیجا گیا اور ایک فرقہ ایمان نہیں لایا تو صبر کرو جب تک

يَحْكُمَ اللَّهُ بَيْنَنَا ۚ وَهُوَ خَيْرُ الْحَاكِمِينَ ﴿۸۷﴾

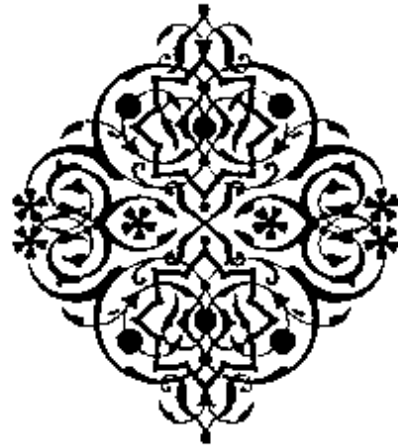
اللہ فیصلہ کرے درمیان ہمارے اور وہ سب سے بہتر فیصلہ کرنے والا ہے



راستوں پر بیٹھنا دو وجہ سے تھا راہ گیروں کو ڈرا دھمکا کر ظلمنا مال وصول کریں اور مومنین کو شعیب علیہ السلام کے پاس جانے اور خدا کا دین اختیار کرنے سے روکیں اور خدائی مذہب کے متعلق نکتہ چینی اور عیب جوئی کی فکر میں رہیں۔

یعنی تعداد اور دولت دونوں میں کم تھے۔ خدا نے دونوں طرف تم کو بڑھایا، مردم شماری بھی بڑھ گئی اور دولت مند بھی ہو گئے۔ خدا کے ان احسانات کا شکر ادا کرو۔ اور وہ جب ہی ادا ہو سکتا ہے کہ خدا کے اور بندوں کے حقوق پہچان کر عملی درستی اور اصلاح میں مشغول رہو اور ان نعمتوں پر مغرور نہ ہو بلکہ خرابی اور فساد پچانے والوں کا جو انجام پہلے ہو چکا ہے اسے پیش نظر رکھ کر خدائی گرفت سے ڈرتے ہو۔

یعنی جو چیز میں لے کر آیا ہوں اگر تم متفقہ طور پر قبول نہیں کرتے بلکہ اختلاف ہی کی ٹھان رکھی ہے تو تھوڑا صبر کرو۔ یہاں تک کہ آسمان ہی سے میرے تمہارے اختلاف کا فیصلہ ہو جائے۔



قَالَ الْمَلَأُ الَّذِينَ اسْتَكْبَرُوا مِنْ قَوْمِهِ لَنُخْرِجَنَّكَ

بولے سردار جو متکبر تھے اس کی قوم میں ہم ضرور نکال دیں گے

إِسْحَابِ بَشْعَبٍ وَالَّذِينَ آمَنُوا مَعَكَ مِنْ قُرْبَيْنَا أَوْ

اے شعیب تجھ کو اور ان کو جو کہ ایمان لائے تیرے ساتھ اپنے شہر سے یا

لَتَعُودَنَّ فِي مِلَّتِنَا قَالَ أَوْلَوْكُنَّا كَرِهِينَ ﴿۸۸﴾

یہ کہ تم لوٹ آؤ ہمارے دین میں بولا کیا ہم بیزار ہوں تو بھی

قَدْ افْتَرَيْنَا عَلَى اللَّهِ كَذِبًا إِنْ عُدْنَا فِي مِلَّتِكُمْ

بے شک ہم نے بہتان باندھا اللہ پر جھوٹا اگر لوٹ آئیں تمہارے دین میں

بَعْدَ إِذْ نَجَّيْنَا اللَّهُ مِنْهَا وَمَا يَكُونُ لَنَا أَنْ نَعُودَ

بعد اس کے کہ نجات دے چکا ہم کو اللہ اس سے اور ہمارا کام نہیں کہ لوٹ آئیں

فِيهَا إِلَّا أَنْ يَشَاءَ اللَّهُ رَبُّنَا وَسِعَ رَبُّنَا كُلَّ

اس میں مگر یہ کہ چاہے اللہ رب ہمارا گھیرے ہوئے ہے ہمارا پروردگار سب

شَيْءٍ عِلْمًا عَلَى اللَّهِ تَوَكَّلْنَا رَبَّنَا افْتَرِ بَيْنَنَا وَ

چیزوں کو اپنے علم میں اللہ ہی پر ہم نے بھروسہ کیا اے ہمارے رب فیصلہ کر ہم میں اور

بَيْنَ قَوْمِنَا بِالْحَقِّ وَأَنْتَ خَيْرُ الْفَاتِحِينَ ﴿۸۹﴾ وَقَالَ

ہماری قوم میں انصاف کے ساتھ اور تو سب سے بہتر فیصلہ کرنے والا ہے اور بولے

الْمَلَأُ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ قَوْمِهِ لِيَنِ اتَّبَعْتُمْ شُعَيْبًا إِنَّكُمْ

سردار جو کافر تھے اس کی قوم میں اگر پیروی کرو گے تم شعیب کی تو تم بے شک

قوم شعیب کا حال | ”عود“ کے معنی کسی چیز سے نکل کر دوبارہ اس کی طرف جانے کے ہیں۔ حضرت شعیب کے ساتھیوں کی نسبت تو یہ لفظ حقیقہً صادق ہو سکتا ہے۔ کیونکہ وہ لوگ کفر سے نکل کر اسلام میں داخل ہوئے تھے باقی خود حضرت شعیب علیہ السلام کی نسبت یہ تصور نہیں ہو سکتا کہ وہ پہلے (معاذ اللہ) ملت کفار میں داخل تھے، پھر مسلمان ہوئے۔ لامحالہ یا تو ان کے اعتبار سے یہ خطاب تغلیباً ہوگا۔ یعنی عام مومنین کے حق میں جو الفاظ استعمال ہوئے اکثریت غالبہ کو مرعہ سمجھ کر حضرت شعیب کے لئے علیحدہ الفاظ اختیار نہیں کئے۔ اور یا یہ لفظ ان کے حق میں کفار کے زعم کے موافق کہا گیا۔ کیونکہ بعثت سے پہلے جب تک حضرت شعیب نے دعوت و تبلیغ شروع نہ کی تھی اہل مدین کی کفریات کے متعلق ان کی خاموشی دیکھ کر شاید وہ یہ ہی گمان کرتے ہوں کہ یہ بھی ہمارے شامل حال اور ہمارے طور و طریق پر راضی ہیں۔ اور یا عود کو مجازاً بمعنی مطلق میرورت کے لیا جائے۔ کما قالہ بعض المفسرین۔

یعنی دلائل و براہین کی روشنی میں تمہاری ان ٹہلک کفریات سے خواہ ہم کتنے ہی بیزار اور کارہ ہوں کیا تم پھر بھی یہ زہر کا پیالہ ہمیں زبردستی پلانا چاہتے ہو۔

باطل اور جھوٹے مذہب کو سچا کہنا ہی خدا پر افتراء کرنا اور بہتان باندھنا ہے۔ پھر بھلا ایک جلیل القدر پیغمبر اور اس کے مخلص تبعین سے یہ کب ممکن ہے کہ وہ معاذ اللہ سچائی سے نکل کر جھوٹ کی طرف واپس جائیں اور جو سچے دعوے اپنی حقانیت یا مامور من اللہ ہونے کے کر رہے تھے ان سب کا بھی جھوٹ اور افتراء ہونا تسلیم کریں۔

کسی کو تو ابتداءً نجات دے چکا کہ اس میں داخل ہی نہ ہونے دیا۔ جیسے حضرت شعیب علیہ السلام اور بعضوں کو داخل ہونے کے بعد اس سے نکالا جیسے عامہ مومنین۔

حضرت شعیب کی دعا | یعنی اپنے اختیار یا تمہارے اکراہ و اجبار سے ممکن نہیں کہ ہم معاذ اللہ کفر کی طرف جائیں۔ ہاں اگر فرض کر دو خدا ہی کی مشیت ہم میں سے کسی کی نسبت ایسی ہو جائے تو اس کے ارادہ کو کون روک سکتا ہے۔ اگر اس کی حکمت اسی کو مقتضی ہو تو وہاں کوئی نہیں بول سکتا کیونکہ اسی کا علم تمام مصالح اور حکمتوں پر محیط ہے۔ بہر حال تمہاری دھمکیوں سے ہم کو کوئی خوف نہیں کیونکہ ہمارا ہاں کلیہ اعتماد اور بھروسہ اپنے خدائے واحد پر ہے کسی کے چاہنے سے کچھ نہیں ہوتا جو ہوگا اسی کی مشیت اور علم محیط کے تحت میں ہوگا۔ اسی لئے ہم اپنے اور تمہارے فیصلہ کے لئے بھی اسی سے دعا کرتے ہیں کیونکہ ایسے قادر اور علیم و حکیم سے بہتر کسی کا فیصلہ نہیں ہو سکتا۔ حضرت شعیب کے ان الفاظ سے اندازہ ہو سکتا ہے کہ انبیاء کے قلوب حق تعالیٰ کی عظمت و جبروت اور اپنی عبودیت و افتقار کے کس قدر عظیم و عمیق احساس سے معمور ہوتے ہیں اور کس طرح ہر آن اور ہر حال میں ان کا توکل و اعتماد تمام وسائل سے منقطع ہو کر اسی وحدۃ لا شریک لہ پر پہاڑ سے زیادہ مضبوط اور غیر متزلزل ہوتا ہے۔

إِذَا الْخُسِرُونَ ﴿۱۰﴾ فَأَخَذْتَهُمُ الرَّجْفَةُ فَأَصْبَحُوا

خراب ہو گے ﴿۱۰﴾ پھر آ پکڑا ان کو زلزلے نے پس صبح کو رہ گئے

فِي دَارِهِمْ جَثِبِينَ ﴿۱۱﴾ الَّذِينَ كَذَّبُوا شُعَيْبًا

اپنے گھروں کے اندر اوندھے پڑے ﴿۱۱﴾ جنہوں نے جھٹلایا شعیب کو

كَانَ لَمْ يَغْنَوْا فِيهَا ۗ الَّذِينَ كَذَّبُوا شُعَيْبًا كَانُوا

گویا کبھی بے ہی نہ تھے وہاں جنہوں نے جھٹلایا شعیب کو وہی

هُمْ الْخُسِرِينَ ﴿۱۲﴾ فَتَوَلَّوْا عَنْهُمْ وَقَالَ يٰ قَوْمِ لَقَدْ

ہوئے خراب ﴿۱۲﴾ پھر الٹا پھر ان لوگوں سے اور بولا اے میری قوم میں

أَبْلَغْتُكُمْ رَسُولِ رَبِّي وَنَصَحْتُ لَكُمْ ۗ فَكَيْفَ آتَاكُمُ

پہنچا چکا تم کو پیغام اپنے رب کے اور خیر خواہی کر چکا تمہاری اب کیا افسوس کروں

عَلَى قَوْمٍ كٰفِرِينَ ﴿۱۳﴾ وَمَا أَرْسَلْنَا فِي قَرْيَةٍ مِّنْ

کافروں پر ﴿۱۳﴾ اور نہیں بھیجا ہم نے کسی ہستی میں کوئی

نَبِيٍّ إِلَّا أَخَذْنَا أَهْلَهَا بِالْبَأْسَاءِ وَالضَّرَّاءِ لَعَلَّهُمْ

نبی کہ نہ پکڑا ہو ہم نے وہاں کے لوگوں کو سختی اور تکلیف میں تاکہ وہ

يَضُرَّعُونَ ﴿۱۴﴾ ثُمَّ بَدَّلْنَا مَكَانَ السَّيِّئَةِ الْحَسَنَةَ ۗ حَتَّىٰ

گڑگڑائیں ﴿۱۴﴾ پھر بدل دی ہم نے برائی کی جگہ بھلائی یہاں تک

عَفَوْا وَقَالُوا قَدْ مَسَّ آبَاءَنَا الضَّرَّاءُ وَالسَّرَّاءُ

کہ وہ بڑھ گئے اور کہنے لگے کہ پہنچتی رہی ہے ہمارے باپ دادوں کو بھی تکلیف اور خوشی

یعنی باپ دادا کا مذہب جھوٹا، یہ تو دین کی خرابی ہوئی اور تجارت میں ناپ تول ٹھیک رکھی، یہ دنیا کا نقصان ہوا۔

قوم شعیبؑ پر تین طرح کے عذاب | متعدد آیات کے جمع کرنے سے ظاہر ہوتا ہے کہ ان پر ظلمہ صبح، رہطہ، تین طرح کے عذاب آئے یعنی اول بادل نے سایہ کر لیا جس میں آگ کے شعلے اور چنگاریاں تھیں۔ پھر آسمان سے سخت ہولناک اور جگر پاش آواز ہوئی اور نیچے سے زلزلہ آیا (ابن کثیر)

انہوں نے شعیب اور ان کے ہمراہیوں کو ہستی سے نکالنے کی دھمکی دی تھی۔ سو وہ ہی نہ رہے نہ ان کی بستیاں رہیں، اور وہ جو کہتے تھے کہ شعیب علیہ السلام کے اتباع کرنے والے خراب ہوں گے، سو خود ہی خراب اور خائب و خاسر ہو کر رہے۔

یعنی اب ہلاک ہوئے پیچھے ایسی قوم پر افسوس کرنے سے کیا حاصل، جس کو ہر طرح سمجھایا جا چکا۔ مؤثر نصیحتیں کی گئیں، آنے والے عواقب و نتائج سے ڈرایا گیا۔ مگر انہوں نے کسی کی ایک نہ سنی بلکہ مخلص خیر خواہوں سے دست و گریباں ہی رہے۔

فَاخَذْنَهُمْ بِغَنَّةٍ ۖ وَهُمْ لَا يَشْعُرُونَ ﴿۹۵﴾ وَلَوْ أَنَّ

اور اگر

♦ اور ان کو خبر نہ تھی

پھر پکڑا ہم نے ان کو ناگہان

أَهْلَ الْقُرَىٰ آمَنُوا وَاتَّقَوْا لَفَتَحْنَا عَلَيْهِم بَرَكَاتٍ

نعمتیں

تو ہم کھول دیتے ان پر اور پرہیزگاری کرتے

بستیوں والے ایمان لاتے

مِّنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ وَلَكِن كَذَّبُوا فَأَخَذْنَهُم بِمَا

پس پکڑا ہم نے ان کو ان کے

لیکن جھٹلایا انہوں نے

آسمان اور زمین سے

كَانُوا يَكْسِبُونَ ﴿۹۶﴾ أَفَأَمِنَ أَهْلُ الْقُرَىٰ أَنْ يَأْتِيَهُمْ

اس بات سے کہ آئیں ان پر

بستیوں والے

اب کیا بے ڈر ہیں

♦ اعمال کے بدلے

بِأَسْنَا بَيَاتِنَا ۖ وَهُمْ نَائِمُونَ ﴿۹۷﴾ أَوَأَمِنَ أَهْلُ الْقُرَىٰ

بستیوں والے

یا بے ڈر ہیں

جب سوتے ہوں

آفت ہماری راتوں رات

أَنْ يَأْتِيَهُمْ بِأَسْنَا ضُحًى ۖ وَهُمْ يُلْعَبُونَ ﴿۹۸﴾ أَفَأَمِنُوا

کیا بے ڈر ہو گئے

♦ جب کھیلتے ہوں

دن چڑھے

اس بات سے کہ آئیں ان پر عذاب ہمارا

مَكَرَ اللَّهُ ۖ فَلَا يَأْمَنُ مَكَرَ اللَّهِ إِلَّا الْقَوْمُ الْخَاسِرُونَ ﴿۹۹﴾

♦ مکر خرابی میں پڑنے والے

اللہ کے داؤ سے

سو بے ڈر نہیں ہوتے

اللہ کے داؤ سے

أَوْلَمْ يَهْدِ لِلَّذِينَ يَرِثُونَ الْأَرْضَ مِنْ بَعْدِ

وہاں کے لوگوں کے

جو وارث ہوئے زمین کے

کیا نہیں ظاہر ہوا ان لوگوں پر

أَهْلِهَا أَنْ لَّوْ شَاءَ أَصْبَنَهُم بِذُنُوبِهِمْ ۖ وَنَطْبَعُ

اور ہم نے مہر کر دی ہے

♦

تو ان کو پکڑ لیں ان کے گناہوں پر

کہ اگر ہم چاہیں

ہلاک ہونے کے بعد

انبیاء کو جھٹلانے والوں کی آزمائش | پیغمبروں کی بعثت کے وقت جب عموماً لوگ تکذیب و مقابلہ سے پیش آتے ہیں تو خدا کی طرف سے ابتدائی تنبیہ کے طور پر بیماری، قحط اور مختلف قسم کی سختیاں اور تکلیفیں مسلط کی جاتی ہیں۔ تاکہ مکذبین تازیانے کھا کر شرارتوں سے باز آ جائیں اور بارگاہ الہی کی طرف جھکیں۔ جب ان تنبیہات کا اثر قبول نہیں کرتے تو سختیوں اور مصیبتوں کو ہٹا کر ان پر فراخی اور عیش و خوشحالی وغیرہ بھیجی جاتی ہے کہ یا احسانات سے متاثر ہو کر کچھ شرمائیں اور حضرت ربوبیت کی طرف متوجہ ہوں یا عیش و ثروت کے نشہ میں چور ہو کر بالکل ہی غافل و بدست بن جائیں۔ گویا جہاں تک صحت، اولاد اور دولت و حکومت بڑھتی جائے اسی کے ساتھ ان کی نخوت و غفلت میں بھی ترقی ہوتی ہے کہ پچھلی سختیوں کو یہ کہہ کر فراموش کر دیں کہ تکلیف و راحت کا سلسلہ تو پہلے ہی سے چلا آتا ہے۔ ہمارے کفر و تکذیب کو اس میں کچھ دخل نہیں۔ ورنہ اب خوشحالی کیوں حاصل ہوتی۔ یہ سب زمانہ کے اتفاقات ہیں جو ہمارے اسلاف کو بھی اسی طرح پیش آتے رہے ہیں۔ اس حد پر پہنچ کر ناگہاں خدا کا عذاب آدبانا ہے جس کی اپنے عیش و آرام میں انہیں خبر بھی نہیں ہوتی۔ حضرت شاہ صاحب نے کیا خوب لکھا ہے کہ ”بندہ کو دنیا میں گناہ کی سزا پہنچتی رہے تو امید ہے کہ توبہ کرے اور جب گناہ راست آ گیا تو یہ اللہ کا بہلاوا ہے۔ پھر ڈر ہے ہلاکت کا جیسے کسی نے زہر کھایا اگل دے تو امید ہے اور بچ گیا تو کام آخر ہوا۔“

انبیاء کی اطاعت خوشحالی لاتی ہے | یعنی ہم کو بندوں سے کوئی ضد نہیں جو لوگ عذاب الہی میں گرفتار ہوتے ہیں یہ انہی کی کرتوتوں کا نتیجہ ہے۔ اگر یہ لوگ ہمارے پیغمبروں کو مانتے اور حق کے سامنے گردن جھکاتے اور کفر و تکذیب وغیرہ سے بچ کر تقویٰ کی راہ اختیار کرتے تو ہم ان کو آسمانی وزینہ برکات سے مالا مال کر دیتے۔ امام رازی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ برکت کا لفظ دو معنی میں استعمال ہوتا ہے کبھی تو خیر باقی و دائم کو برکت سے تعبیر کرتے ہیں اور کبھی کثرت آثار فاضلہ پر یہ لفظ اطلاق کیا جاتا ہے۔ لہذا آیت کی مراد یہ ہوگی کہ ایمان و تقویٰ اختیار کرنے پر ان آسمانی وزینہ نعمتوں کے دروازے کھول دیئے جاتے جو دائمی اور غیر منقطع ہوں یا جن کے آثار فاضلہ بہت کثرت سے ہوں۔ ایسی خوشحالی نہیں، جو مکذبین کو چند روز کے لئے بطور امہال و استدراج حاصل ہوتی ہے اور انجام کار دنیا میں ورنہ آخرت میں تو ضرور ہی وبال جان بنتی ہے۔

جھٹلانے والوں کو وعید | یعنی جب عیش و آرام میں غافل پڑے سو رہے ہوں یا دنیا کے کاروبار اور لہو و لعب میں مشغول ہوں اس وقت خدا کا عذاب ان کو دفعہ آگیرے۔ اس بات سے یہ لوگ کیوں نڈر اور بے فکر ہو رہے ہیں۔ حالانکہ جن اسباب کی بنا پر گزشتہ اقوام پر عذاب آئے ہیں، وہ ان میں بھی موجود ہیں۔ یعنی کفر و تکذیب اور سید الانبیاء ﷺ کے ساتھ مقابلہ و محاربہ۔

دنیوی خوشحالی اور عیش کے بعد جو خدا کی ناگہانی پکڑ ہے، اسی کو ”مکڑ اللہ“ (خدا کا داؤ) فرمایا عیش و تمعم میں پڑ کر وہ ہی لوگ خدا کی ناگہانی گرفت سے بے فکر ہوتے ہیں جن کی شامت اعمال نے انہیں دھکا دے دیا ہو۔ مومن کی شان یہ ہے کہ وہ کسی حال میں خدا کو نہ بھولے۔

ظنفر اسکو آدمی نہ جانے گا، گو ہو کیسا ہی صاحب فہم و ذکا جسے عیش میں یا خدا نہ رہی، جسے طیش میں خوف خدا نہ رہا جیسے پہلوں کو پکڑ لیا، تمہیں بھی پکڑ سکتے ہیں۔

عَلَىٰ قُلُوبِهِمْ فَهُمْ لَا يَسْمَعُونَ ﴿۱۰﴾ تِلْكَ الْقُرْءَانِ

ان کے دلوں پر سو وہ نہیں سنتے یہ بستیاں ہیں

نَقُصُّ عَلَيْكَ مِنْ أَنْبَاءِهَا ۖ وَلَقَدْ جَاءَ نَهُمْ

کہ سناتے ہیں ہم تجھ کو ان کے کچھ حالات اور بے شک ان کے پاس پہنچ چکے

رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنَاتِ ۚ فَمَا كَانُوا لِيُؤْمِنُوا بِمَا كَذَّبُوا مِنْ

ان کے رسول نشانیاں لے کر پھر ہرگز نہ ہوا کہ ایمان لائیں اس بات پر جس کو پہلے

قَبْلُ ۗ كَذٰلِكَ يَطْبَعُ اللّٰهُ عَلَىٰ قُلُوْبِ الْكٰفِرِيْنَ ﴿۱۱﴾ وَمَا

جھٹلا چکے تھے یوں مہر کر دیتا ہے اللہ کافروں کے دل پر اور نہ

وَجَدْنَا لِاَكْثَرِهِمْ مِنْ عَهْدٍ ۚ وَاِنْ وَّجَدْنَا اَكْثَرَهُمْ

پایا ان کے اکثر لوگوں میں ہم نے عہد کا نباہ اور اکثر ان میں پائے

لَفٰسِقِيْنَ ﴿۱۲﴾ ثُمَّ بَعَثْنَا مِنْۢ بَعْدِهِمْ مُّوسٰىۙ بِآيٰتِنَاۙ اِلٰى

نافرمان پھر بھیجا ہم نے ان کے پیچھے موسیٰ کو اپنی نشانیاں دے کر فرعون

فِرْعَوْنَ وَمَلَآئِيْهِ فَظَلَمُوْا بِهَا ۚ فَانظُرْ كَيْفَ كَانَ

اور اس کے سرداروں کے پاس پس کفر کیا انہوں نے ان کے مقابلہ میں سو دیکھ کیا

عَاقِبَةُ الْمُفْسِدِيْنَ ﴿۱۳﴾ وَقَالَ مُّوسٰىۙ يٰۤفِرْعَوْنَ اِنِّىۤ

انجام ہوا مفسدوں کا اور کہا موسیٰ نے اے فرعون میں

رُسُوْلٌ مِّنْ رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۱۴﴾ حَقِيْقٌ عَلٰى اَنْ لَاۤ اَقُوْلَ

رسول ہوں پروردگار عالم کا قائم ہوں اس بات پر کہ نہ کہوں

عَلَى اللَّهِ إِلَّا الْحَقُّ ۖ قَدْ جُنَّتُمْ بِبَيْنَةٍ مِّن رَّبِّكُمْ

اللہ کی طرف سے مگر جو حق ہے لایا ہوں تمہارے پاس نشانی تمہارے رب کی

فَأَرْسِلْ مَعِيَ بَنِي إِسْرَائِيلَ ۗ قَالَ إِن كُنْتَ جُنَّتْ

سو بھیج دے میرے ساتھ بنی اسرائیل کو اگر تو آیا ہے

بِآيَةٍ فَأْتِ بِهَا إِن كُنْتَ مِنَ الصَّادِقِينَ ۙ فَأَلْقِ

کوئی نشانی لے کر تو اس کو اگر تو سچا ہے تب ڈال دیا

عَصَاهُ فَإِذَا هِيَ ثُعْبَانٌ مُّبِينٌ ۗ وَنَزَعْنَا يَدَ إِسْرَائِيلَ

اُس نے اپنا عصا تو اسی وقت ہو گیا اثر دہا صرَح اور نکالا اپنا ہاتھ تو اسی وقت

فِي يَمِينِهِ لِيُظَاهِرَ يَدَ فِرْعَوْنَ ۗ قَالَ الْمَلَأُ مِنْ قَوْمِ

۱۰ ہ سفید نظر آنے لگا دیکھنے والوں کو بولے سردار فرعون کی

فِرْعَوْنَ إِنَّ هَذَا لَسِحْرٌ عَلِيمٌ ۗ يُرِيدُ أَنْ يُخْرِجَكُم مِّنْ

قوم کے یہ تو کوئی بڑا واقف جادوگر ہے نکالنا چاہتا ہے تم کو

أَرْضِكُمْ ۖ فَمَاذَا تَأْمُرُونَ ۗ قَالُوا أَرْجِهْ وَأَخَاهُ وَ

تمہارے ملک سے اب تمہاری کیا صلاح ہے بولے ڈھیل دے اُس کو اور اُس کے بھائی کو اور

أَرْسِلْ فِي الْمَدَائِنِ حَاشِرِينَ ۗ يَا تَوَكُّلُوكَ بِكُلِّ سَجِرٍ

بھیج پر گنوں میں جمع کرنے والوں کو کہ جمع کر لائیں تیرے پاس

عَلَيْمٍ ۗ وَجَاءَ السَّحَرَةُ فِرْعَوْنَ قَالُوا إِنَّ لَنَا

جو ہو کامل جادوگر اور آئے جادوگر فرعون کے پاس بولے ہمارے لیے

◆ اکثر مفسرین نے ”حقیق“ کے معنی جدیر (لائق) کے لئے ہیں۔ اسی لئے ”علی“ کو بمعنی ”ہاء“ لینا پڑا ہے یعنی میری شان کے یہ ہی لائق ہے کہ خدا کی طرف سے کوئی ناحق اور غلط بات نہ کہوں۔ بعض نے ”حقیق“ کو بمعنی ”حر یص“ لیا ہے۔ لیکن مترجم محقق رحمہ اللہ نے ”حقیق“ کو ”قائم و ثابت“ کے معنی میں لیا۔ جس کا مطلب یہ ہوگا کہ میں بدون ادنیٰ تزلزل اور تذبذب کے پوری مضبوطی اور استقلال کے ساتھ اس پر قائم ہوں کہ سچ کے سوا کوئی چیز زبان سے نہ نکالوں، خدا کا پیام بلا کم و کاست تم کو پہنچا دوں اور تمہاری تکذیب و تحریف کی وجہ سے ذرا بھی نہ ڈگمگاؤں۔

◆ بنی اسرائیل کی رہائی کا مطالبہ | یوں تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرعون کو کئی طرح کی نصیحتیں کیں جیسا کہ دوسری آیات میں مذکور ہیں **فَقُلْ هَلْ لَكَ إِلَىٰ أَنْ تَزْعُمَ ۖ وَأَهْدِيكَ إِلَىٰ رِبِّكَ فَتَخْسِي مِمَّا رَكِبْتَ** کہ بنی اسرائیل کو جو انبیائے کرام کی اولاد میں سے تھے اور جنہیں فرعونوں نے ذلیل جانوروں کی طرح غلام بنا رکھا تھا، مظالم و شدائد سے نجات دلائیں۔ اس موقع پر فرعون کو مخاطب کرتے ہوئے اسی چیز کی طرف توجہ دلائی ہے۔ یعنی بنی اسرائیل کو اپنی قید و بیگاری سے نجات دے تاکہ وہ آزادی کے ساتھ اپنے پروردگار کی عبادت میں مشغول ہوں اور میرے ساتھ اپنے وطن مالوف (ملک شام) میں چلے جائیں کیونکہ ان کے جہاں اعلیٰ حضرت ابراہیم خلیل اللہ نے عراق سے ہجرت کر کے شام ہی میں قیام فرمایا تھا۔ بعدہ حضرت یوسف علیہ السلام کی وجہ سے بنی اسرائیل مصر میں آباد ہوئے۔ اب چونکہ یہاں کی قوم قبطیوں نے ان پر طرح طرح کے مظالم کر رکھے ہیں، ضرورت ہے کہ ان کو قبطیوں کی ذلیل غلامی سے آزادی دلا کر آبائی وطن کی طرف واپس کیا جائے۔

◆ عصائے موسیٰ کا اثر دہا بننا | جس کے اثر دہا ہونے میں کسی طرح کے شک و شبہ کی گنجائش نہ تھی کہتے ہیں کہ وہ اثر دہا منہ کھول کر فرعون کی طرف لپکا آخر فرعون نے بدحواس ہو کر موسیٰ علیہ السلام سے اس کے پکڑنے کی درخواست کی۔ موسیٰ علیہ السلام کا ہاتھ لگانا تھا کہ پھر عصا بن گیا۔

◆ پید بیضا کا معجزہ | یعنی ہاتھ گریبان میں ڈال کر اور بغل میں دبا کر نکالا تو لوگوں نے کھلی آنکھوں دیکھ لیا کہ غیر معمولی طور پر سفید اور چمکدار تھا۔ یہ روشنی اور چمک کسی مرض برص وغیرہ کی وجہ سے نہ تھی، بلکہ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ قلب منور کی روشنی بطریق انجاز ہاتھ میں سرایت کر جاتی تھی۔

◆ آل فرعون پر وصیت | معلوم ہوتا ہے کہ فرعون نے موسیٰ علیہ السلام کے معجزات سے ذہبت زدہ ہو کر پبلک و جمع کیا اور پہلے اس نے بذات خود (کمانی الشعراء) پھر اس کی طرف سے بڑے بڑے ایڈروں نے اس رائے کا اظہار کیا کہ موسیٰ علیہ السلام (معاذ اللہ) کوئی بڑے ماہر جادوگر معلوم ہوتے ہیں۔ کیونکہ جو خوارق موسیٰ علیہ السلام سے ظاہر ہوئے ان کی حیثیت کے موافق جادو سے بہتر ان کی کوئی توجیہ نہ ہو سکتی تھی۔

◆ یعنی عجیب و غریب ساحرانہ کرشمے دکھلا کر مخلوق کو اپنی طرف مائل کر لے اور انجام کار ملک میں اثر و اقتدار پیدا کر کے اور بنی اسرائیل کی حمایت و آزادی کا نام لے کر قبطیوں کو جو یہاں کے اصل باشندے ہیں، ان کے ملک و وطن (مصر) سے بے دخل کر دے۔ ان حالات کو پیش نظر رکھ کر مشورہ دو کہ کیا ہونا چاہئے۔

◆ مقابلے کیلئے ساحرین کو دعوت | مشاورت باہمی کے بعد یہ پاس ہوا کہ فرعون سے درخواست کی جائے کہ وہ ان دونوں (موسیٰ و ہارون) کے معاملہ میں جلدی نہ کرے۔ ان کا بہترین توڑ اور مؤثر جواب یوں ہو سکتا ہے کہ چہر اسی بھیج کر تمام قلمرو میں فن سحر کے جاننے والے جو ان سے بھی بڑھ کر اس فن کے ماہر (سحار) ہوں جمع کر لئے جائیں، ان سے ان کا مقابلہ کرایا جائے۔ چنانچہ یوں ہی کیا گیا۔

لَا جُرَّانٌ كُنَّا نَحْنُ الْغَلْبِينَ ﴿۱۱۳﴾ قَالَ نَعَمْ وَإِنَّكُمْ لِمِنَ

کچھ مزدوری ہے اگر ہم غالب ہوئے ﴿۱۱۳﴾ بولا ہاں اور بے شک تم

الْمُقَرَّبِينَ ﴿۱۱۴﴾ قَالُوا يَمُوسَىٰ إِنَّمَا أَنْ تُلْقَىٰ وَإِنَّمَا أَنْ

مقرب ہو جاؤ گے ﴿۱۱۴﴾ بولے اے موسیٰ یا تو تو ڈال اور یا

تَكُونُ نَحْنُ الْمُلْقِينَ ﴿۱۱۵﴾ قَالَ الْقَوَاهِ فَلَمَّا الْقَوَاهِ

ہم ڈالتے ہیں ﴿۱۱۵﴾ کہا ڈالو پھر جب انہوں نے ڈالا

سَكَّرُوا أَعْيُنَ النَّاسِ وَأَسْأَرَهُبُوهُمْ وَجَاءُ وَبِسِحْرِ

باندھ دیا لوگوں کی آنکھوں کو اور ان کو ڈرا دیا اور لائے

عَظِيمٍ ﴿۱۱۶﴾ وَأَوْحَيْنَا إِلَىٰ مُوسَىٰ أَنْ أَلِقْ عَصَاكَ فَإِذَا

بڑا جادو ﴿۱۱۶﴾ اور ہم نے حکم بھیجا موسیٰ کو کہ ڈال دے اپنا عصا سو وہ

هِيَ تَلْقَفُ مَا يَأْفِكُونَ ﴿۱۱۷﴾ فَوَقَعَ الْحَقُّ وَبَطَلَ مَا

جیسی لگا نکلنے جو سانگ انہوں نے بنایا تھا پس ظاہر ہو گیا حق اور غلط ہو گیا جو

كَانُوا يَعْمَلُونَ ﴿۱۱۸﴾ فَعُوبُوا هُنَالِكَ وَانْقَلَبُوا

کچھ انہوں نے کیا تھا پس ہار گئے اس جگہ اور لوٹ گئے

صَغِيرِينَ ﴿۱۱۹﴾ وَالْقَىٰ السَّحَرَةَ سَجِدِينَ ﴿۱۲۰﴾ قَالُوا

ذلیل ہو کر اور گر پڑے جادوگر سجدہ میں ﴿۱۲۰﴾ بولے

إِنَّمَا بِرَبِّ الْعَالَمِينَ ﴿۱۲۱﴾ رَبِّ مُوسَىٰ وَهَارُونَ ﴿۱۲۲﴾

ہم ایمان لائے پروردگار عالم پر ﴿۱۲۱﴾ جو رب ہے موسیٰ اور ہارون کا ﴿۱۲۲﴾

◆ جاو و گروں کا مطالبہ اجرت | ساحرین فرعون نے اِنَّ لَنَا لَا خَيْرًا كَمَا كَرِهْتُمْ لِي قَدَمًا بِرَجُلٍ دَايَا كَمَا نَبِيَا عَلَيْهِمُ السَّلَامِ جَن كَا پَهْلَا لَفْظ مَا اَسْتَلَكُم عَلَيْهِ مِنْ اَجْرٍ اِنْ اَجْرِي اِلَّا عَلٰى اللّٰهِ هُو تَا هِي، كوئی پيشه ور لوگ نپس هوتے۔
یعنی مزدوری کیا چیز ہے وہ تو ملے گی، اس سے بڑھ کر یہ ہے کہ تم ہمارے مقربین بارگاہ اور مصاحبین خاص میں داخل کر لئے جاؤ گے۔

◆ یہ شاید اس بناء پر کہا کہ پیشتر حضرت موسیٰ علیہ السلام فرعون کے روبرو عصا ڈال کر باذن اللہ اژدہا بنا چکے تھے۔
◆ مقابله کا آغاز | یعنی جب تم کو یہ مقابلہ ہی منظور ہے اور اسی پر آخری فیصلہ کا انحصار کرتے ہو تو پہلے تم ہی ڈال کر پوری قوت آزمائی کر لو۔ کیونکہ باطل کی پوری نمائش اور زور آزمائی کے بعد جو حق کا غلبہ مشاہد ہوگا، وہ امید ہے کہ زیادہ مؤثر اور اوقع فی النفوس ہو تو فی الحقیقت یہ موسیٰ علیہ السلام کی طرف سے سحر کے ساتھ معجزہ کا مقابلہ کرنے کی اجازت نہ تھی بلکہ دو صورتوں میں سے ایک ایسی صورت کا انتخاب تھا جو باطل کے خمود اور حق کے غلبہ و وضوح کی مؤثر ترین صورت ہو سکتی تھی۔

◆ ساحرین کی طرف سے جادو کا مظاہرہ | یعنی جادو کے زور سے نظر بندی کر کے مجمع پر چھا گئے اور لوگوں کو مرعوب کر لیا۔ دوسری آیت میں ہے کہ انہوں نے اپنی رسیاں اور لائٹھیاں زمین پر پھینک دیں جس سے زمین پر سانپ ہی سانپ دوڑتے معلوم ہونے لگے (يُخَيَّلُ اِلَيْهِمْ مِنْ سِحْرِ هُمْ اَنَّهُمْ تَسْعٰى) ان آیات سے ظاہر ہوا کہ ساحرین فرعون نے اس وقت جو شعبہ دکھلایا تھا، اس میں فی الواقع قلب ماہیت نہیں ہوا بلکہ وہ محض تخیل اور نظر بندی تھی۔ اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ تمام اقسام سحر اسی میں منحصر ہوں، شاید انہوں نے یہ گمان کیا ہو کہ ہم اتنی ہی کاروائی سے موسیٰ علیہ السلام کو دبا لیں گے۔ اور کچھ گنجائش ملتی تو ممکن تھا کہ اس سحر عظیم سے بھی بڑا کوئی سحر اعظم دکھلاتے، مگر اعجاز موسوی نے سحر کو پہلے ہی مورچہ پر مایوس کن شکست دے دی، آگے موقع ہی نہ رہا کہ مزید مقابلہ جاری رکھا جاتا۔

◆ عصائے موسیٰ کا معجزہ | یعنی عصائے موسیٰ سانپ بن کر ان کی تمام لائٹھیوں اور رسیوں کو نگل گیا اور سارا بنا بنایا کھیل ختم کر دیا۔ جس سے ساحرین کو تنبہ ہوا کہ یہ سحر سے بالاتر کوئی اور حقیقت ہے۔ آخر فرعون کے لوگ بھرے مجمع میں شکست کھا کر اور ذلیل ہو کر میدان مقابلہ سے لوٹے، اور ساحرین خدائی نشان دیکھ کر بے اختیار سجدہ میں گر پڑے۔ کہتے ہیں کہ حضرت موسیٰ و ہارون نے ظہور حق پر سجدہ شکر ادا کیا۔

◆ ساحرین کا قبول ایمان | اسی وقت ساحرین بھی سر سجدہ ہو گئے۔ اَلْقٰى السَّحْرٰةُ كَالْفِطْرِ تَلَاتَا هِي كَه كُوْنِي ايسا قوی حال ان پر طاری ہوا جس کے بعد بجز خضوع و استسلام کوئی چارہ نہیں رہا۔ رحمت الہیہ کا کیا کہنا کہ جو لوگ ابھی ابھی بتنمیر خدا سے نبرد آزمائی کر رہے تھے سجدہ سے سر اٹھاتے ہی اولیاء اللہ اور عارف کامل بن گئے۔

◆ چونکہ فرعون بھی اپنی نسبت اِنَّا رَبُّكُمْ اِلَّا عَلٰى كَبْتَا تَهَا، شاید اس لئے رَبُّ الْعَالَمِيْنَ کے ساتھ رَبِّ مُوسٰى وَ هٰرُونَ كَبْتِي كِي ضرورت ہوئی۔ اس میں یہ بھی اشارہ ہو گیا کہ بیشک جہان کا پروردگار وہ ہی ہو سکتا ہے جس نے موسیٰ و ہارون کو اپنی خاص ربوبیت سے بدون توسط اسباب ظاہرہ دنیا کے مستکبروں پر علی رؤس الاشهاد اس طرح غالب کر کے دکھلادیا۔

قَالَ فِرْعَوْنُ اٰمَنْتُمْ بِهٖ قَبْلَ اَنْ اٰذِنَ لَكُمْ ۗ اِنۡت

بولافرعون کیا تم ایمان لے آئے اس پر میری اجازت سے پہلے

هٰذَا لِمَكْرَمَكْرَتِهٖۗ فِي الْمَدِيْنَةِ لِتُخْرِجُوْا

یہ تو کمر ہے ہو بنایا تم سب نے اس شہر میں تاکہ نکال دو

مِنْهَا اَهْلَهَا ۗ فَسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ۝۱۳۳ لَا قَطْعَنَ اَيْدِيْكُمْ

اس شہر سے اُس کے رہنے والوں کو سوا ب تم کو معلوم ہو جائے گا میں ضرور کاٹوں گا تمہارے ہاتھ

وَاَرْجُلَكُمْ مِّنۡ خِلَافٍ ثُمَّ لَأُصَلِّبَنَّكُمْ اٰجْمَعِيْنَ ۝۱۳۴

اور دوسری طرف کے پاؤں پھر سولی پر چڑھاؤں گا تم سب کو

قَالُوْۤا اِنَّا اِلٰی رَبِّنَا مُنْقَلِبُوْنَ ۝۱۳۵ وَمَا تَنْقِمُ مِنَّا

وہ بولے ہم کو تو اپنے رب کی طرف لوٹ کر جانا ہی ہے اور تجھ کو ہم سے یہی دشمنی ہے

اِلَّا اَنْ اٰمَنَّا بِاٰیٰتِ رَبِّنَا لَمَّا جَآءَتْنَا ۗ رَبَّنَا اَفْرِغْ

کہ مان لیا ہم نے اپنے رب کی نشانیوں کو جب وہ ہم تک پہنچیں اے ہمارے رب دہانے

عَلَيْنَا صَبْرًا ۗ وَتَوَفَّنَا مُسْلِمِيْنَ ۝۱۳۶ وَقَالَ الْبَلَاءُ مِنْ

کھول دے ہم پر صبر کے اور ہم کو مار مسلمان اور بولے سردار قوم

قَوْمِ فِرْعَوْنَ اَتَذَرُ مُوسٰی وَقَوْمَهُ لِيُفْسِدُوْۤا فِي

فرعون کے کیوں چھوڑتا ہے تو موسیٰ کو اور اُس کی قوم کو کہ دھوم مچائیں

الْاَرْضِ وَيَذَرَكَ وَالْهَتَكَ ۗ قَالَ سَنُقَتِّلُ اَبْنَاءَهُمْ

ملک میں اور موقوف کر دے تجھ کو اور تیرے بتوں کو اب ہم مار ڈالیں گے اُن کے بیٹوں کو

◆ فرعون کا غیظ و غضب | یعنی یہ تم سب جادوگروں کی ملی بھگت ہے، غالباً موسیٰ تمہارا بڑا استاد ہوگا۔ اس کو آگے بھیج دیا پھر سب نے اپنی مغلوبیت کا اظہار کر دیا۔ تاکہ عام لوگ متاثر ہو جائیں۔ اس گہری سازش سے تمہارا مقصود یہ ہے کہ اس ملک کے اصلی باشندوں کو نکال باہر کرو اور خود مصر کی سلطنت پر قبضہ کر لو۔ یہ تقریر فرعون نے اپنی کھلی شکست پر پردہ ڈالنے اور لوگوں کو اٹوٹانے کی غرض سے کی تھی (فَاسْتَخَفَّ قَوْمَهُ فَاَطَاعُوهُ) مگر جس چیز سے فرعون اور فرعونی ڈر رہے تھے، آخر تقدیر الہی سے وہ ہی پیش آئی وَ لَسِرَىٰ لِرُعُوفٍ وَ هَامَانَ وَ جُنُودَهُمَا مِنْهُمْ مَا كَانُوا يَاحْذَرُونَ (القصص، رکوع ۱)

◆ مومن ساحرین کا ایمان و استقامت | ساحرین توحید اور تمنائے لقاء اللہ کی شراب سے مخمور ہو چکے تھے، جنت و دوزخ گویا آنکھوں کے سامنے تھیں۔ بھلا وہ ان دھمکیوں کی کیا پروا کر سکتے تھے انہوں نے صاف کہہ دیا کہ کچھ مضاقت نہیں جو کرنا ہو کر گذر پھر ہم کو اپنے خدا کے پاس جانا ہے تیرے سر ہو کر سہی۔ وہاں کے عذاب سے یہاں کی تکلیف آسان ہے اور اس کی رحمت و خوشنودی کے راستے میں دنیا کی بڑی سے بڑی تکالیف و مصائب کا برداشت کر لینا بھی عاشقوں کے لئے سہل ہے۔

هينًا لارباب النعيم نعيمهم
وَلِلْعَاشِقِ الْمَسْكِينِ مَا يَتَجَرَّعُ

◆ یعنی جب رب کی نشانیوں کو مان لینے سے ہم تیری نگاہ میں مجرم ٹھہرے ہیں، اسی رب سے ہماری دعا ہے کہ وہ تیری زیادتیوں اور سختیوں پر ہم کو صبر جمیل کی توفیق بخشے اور مرتے دم تک اسلام پر مستقیم رکھے ایسا نہ ہو کہ گھبرا کر کوئی بات تسلیم و رضاء کے خلاف کر گذریں۔

◆ جب حق کے نشان دیکھ کر ساحرین سجدہ میں گر پڑے اور بنی اسرائیل نے موسیٰ علیہ السلام کا ساتھ دینا شروع کر دیا بلکہ بعض قبیلوں کا میلان بھی ان کی طرف ہونے لگا تو فرعونی لیڈر گھبرائے اور فرعون کو یہ کہہ کر تشدد پر آمادہ کرنے لگے کہ موسیٰ اور اس کی قوم بنی اسرائیل کو یہ موقع نہ دینا چاہئے کہ وہ آزاد رہ کر ملک میں اودھم مچاتے پھریں اور عام لوگوں کو اپنی طرف مائل کر کے حکومت کے خلاف علم بغاوت بلند کر دیں اور آئندہ تیری اور تیرے تجویز کئے ہوئے معبودوں کی پرستش ملک سے موقوف کر دیں۔

◆ فرعون کے تجویز کردہ خدا | فرعون اپنے کو ”رب اعلیٰ“ بڑا پروردگار کہتا تھا۔ غالباً اسی ”اعلیٰ“ کو نبی کے لئے کچھ ادنیٰ پروردگار بھی تجویز کئے ہوئے۔ اُن کو یہاں ”الہتک“ کہا۔ بعض نے کہا کہ وہ گائے وغیرہ کی مجسم تصویریں تھیں، بعض نے سورج اور ستاروں کا ارادہ کیا ہے بعض کے نزدیک خود فرعون نے اپنی تصویر کے مجسم پرستش کے لئے تقسیم کر دیئے تھے کچھ سہی بہر حال بڑا معبود اپنے ہی کو کہلواتا تھا۔ اور مَا عَلِمْتُ لَكُمْ مِنْ اِلٰهٍ غَيْرِىٰ کہہ کر خدا کے وجود کی نفی کرتا تھا۔ العیاذ باللہ۔

وَلَسْتَخِي نِسَاءَهُمْ وَإِنَّا فَوْقَهُمْ فَاهِرُونَ ﴿۱۲۷﴾ قَالَ

اور زندہ رکھیں گے ان کی عورتوں کو اور ہم ان پر زور آور ہیں ﴿۱﴾ موسیٰ نے

مُوسَىٰ لِقَوْمِهِ اسْتَعِينُوا بِاللَّهِ وَاصْبِرُوا ۚ إِنَّ

کہا اپنی قوم سے مدد مانگو اللہ سے اور صبر کرو بے شک

الْأَرْضَ لِلَّهِ تَفْيُورِثَهَا مَنْ يَشَاءُ مِنْ عِبَادِهِ ۗ وَ

زمین ہے اللہ کی اس کا وارث کر دے جس کو وہ چاہے اپنے بندوں میں اور

الْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِينَ ﴿۱۲۸﴾ قَالُوا أُوذِينَا مِنْ قَبْلِ

آخر میں بھلائی ہے ڈرنے والوں کے لیے ﴿۲﴾ ہم پر تکلیفیں رہیں تیرے وہ بولے

أَنْ تَأْتِينَا وَمِنْ بَعْدِ مَا جِئْتَنَا ۗ قَالَ عَسَىٰ رَبُّكُمْ

آنے سے پہلے اور تیرے آنے کے بعد ﴿۳﴾ کہا نزدیک ہے کہ رب تمہارا

أَنْ يَهْلِكَ عَدُوُّكُمْ وَيَسْتَخْلِفَكُمْ فِي الْأَرْضِ فَيَنْظُرَ

ہلاک کر دے تمہارے دشمن کو اور خلیفہ کر دے تم کو ملک میں پھر دیکھے

كَيْفَ تَعْمَلُونَ ﴿۱۲۹﴾ وَلَقَدْ أَخَذْنَا آلَ فِرْعَوْنَ

تم کیسے کام کرتے ہو ﴿۴﴾ اور ہم نے پکڑ لیا فرعون والوں کو

بِالسِّنِينَ وَنَقَصِ مِنَ الثَّمَرَاتِ لَعَلَّهُمْ يَذَّكَّرُونَ ﴿۱۳۰﴾

لٹھوں میں اور میوں کے نقصان میں تاکہ وہ نصیحت مانیں

فَإِذَا جَاءَتْهُمْ الْحَسَنَةُ قَالُوا لَنَا هَذِهِ ۗ وَإِن

پھر جب پہنچی ان کو بھلائی کہنے لگے یہ ہے ہمارے لائق اور اگر

بنی اسرائیل پر مظالم کا ارادہ | موسیٰ علیہ السلام کی پیدائش سے پہلے بھی فرعون نے بنی اسرائیل پر ظلم کر رکھا تھا کہ لڑکوں کو قتل کر دیتا۔ اس خوف سے کہ کہیں یہ وہ ہی اسرائیلی نہ ہو جس کے ہاتھ پر اس کی سلطنت کے زوال کی خبر منجمن نے دی تھی۔ اور لڑکیوں کو خدمت وغیرہ کے لئے زندہ رہنے دیتا۔ اب موسیٰ علیہ السلام کا اثر دیکھ کر اندیشہ ہوا کہ کہیں اس کی تربیت و اعانت سے بنی اسرائیل زور نہ پکڑ جائیں اس لئے انہیں خوفزدہ اور عاجز کرنے کے لئے اپنے زور قوت کے نشہ میں پھر اسی پرانی اسکیم پر عمل کرنے کی ٹھہرائی۔ بنی اسرائیل اس سفاکانہ تجویز کو سن کر طبعی طور پر پریشان اور دہشت زدہ ہوئے ہوئے۔ اس کا علاج موسیٰ علیہ السلام نے آئندہ آیت میں بتلایا۔

حضرت موسیٰ کا اپنی قوم کو وعظ | یعنی گھبرانے کی کوئی بات نہیں۔ اللہ کے سامنے کسی کا زور نہیں چلتا، ملک اسی کا ہے جس کو مناسب جانے عطا فرمائے۔ لہذا ظالم کے مقابلہ میں اسی سے مدد مانگو۔ اسی پر نظر رکھو، اسی سے ذرو، صبر و تقویٰ کی راہ اختیار کرو، اور یقین رکھو، کہ آخری کامیابی صرف متقین کے لئے ہے۔

یعنی ہم تو ہمیشہ مصیبت ہی میں رہے تمہاری تشریف آوری سے قبل ہم سے ذلیل بیگاری جاتی تھی۔ اور ہمارے لڑکے قتل کئے جاتے تھے۔ تمہارے آنے کے بعد طرح طرح کی سختیاں کی جا رہی ہیں اور قتل ابنا کے مشورے ہو رہے ہیں۔ دیکھئے کب ہماری مصیبتوں کا خاتمہ ہو۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے تسلی دی کہ زیادہ مت گھبراؤ۔ خدا کی مدد قریب آگئی ہے۔ تم دیکھ لو گے کہ تمہارا دشمن ہلاک کر دیا جائے گا اور تم کو ان کے اموال و املاک کا مالک بنا دیا جائے گا تاکہ جس طرح آج سختی و غلامی میں تمہارا امتحان ہو رہا ہے، اس وقت خوشحالی اور آزادی دیکر آزما دیا جائے کہ کہاں تک اس کی نعمتوں کی قدر اور احسانات کی شکرگذاری کرتے ہو۔ حضرت شاہ صاحب فرماتے ہیں کہ یہ کلام مسلمانوں کے سنانے کو نقل فرمایا، یہ سورت سنی ہے، اس وقت مسلمان بھی ایسے ہی مظلوم تھے ”گفتہ آید در حدیث دیگران“ کے رنگ میں یہ بشارت ان کو پہنچائی۔

تُصِيبُهُمْ سَيِّئَةٌ يَطَّيَّرُوا بِمُوسَىٰ وَمَنْ مَعَهُ ۗ ط

بچی برائی تو نحوست بتلاتے موسیٰ کی اور اس کے ساتھ والوں کی

أَلَا إِنَّمَا طَّيَّرَهُمْ عِنْدَ اللَّهِ وَلَكِنَّ أَكْثَرَهُمْ لَا

سن لو ان کی شومی تو اللہ کے پاس ہے پراکثر لوگ نہیں

يَعْلَمُونَ ﴿٣١﴾ وَقَالُوا مَهْأَنَّا تَأْتِنَا بِهِ مِنْ آيَةٍ لِّتَسْحَرَنَا

جانتے اور کہنے لگے جو کچھ تو لائے گا ہمارے پاس نشانی کہ ہم پر اس کی وجہ سے

بِهَا ۚ فَمَا نَحْنُ لَكَ بِمُؤْمِنِينَ ﴿٣٢﴾ فَأَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ

جادو کرے سو ہم ہرگز تجھ پر ایمان نہ لائیں گے پھر ہم نے بیجا ان پر

الطُّوفَانَ وَالْجَرَادَ وَالْقُمَّلَ وَالضَّفَادِعَ وَ

طوفان اور نڈی اور چھڑی اور مینڈک اور

الدَّمَ آيَاتٍ مُّفَصَّلَاتٍ فَاسْتَكْبَرُوا وَكَانُوا قَوْمًا

خون بہت سی نشانیاں جدی جدی پھر بھی تکبر کرتے رہے اور تھے وہ لوگ

مُجْرِمِينَ ﴿٣٣﴾ وَلَمَّا وَقَعَ عَلَيْهِمُ الرِّجْزُ قَالُوا يَا مُوسَىٰ

گنہگار اور جب پڑتا ان پر کوئی عذاب تو کہتے اے موسیٰ

ادْعُ لَنَا رَبَّكَ بِمَا عٰهَدَ عِنْدَكَ ۗ لَئِن كَشَفْتَ

دعا کر ہمارے واسطے اپنے رب سے جیسا کہ اس نے بتلا رکھا ہے تجھ کو اگر تو نے دور کر دیا

عَنَّا الرِّجْزَ لَنُؤْمِنَنَّ لَكَ وَلَنُرْسِلَنَّ مَعَكَ بَنِي

ہم سے یہ عذاب تو بے شک ہم ایمان لے آئیں گے تجھ پر اور جانے دیں گے تیرے ساتھ

آل فرعون کی پکڑ اور اُنکی ہٹ دھرمی | گذشتہ آیت میں فرمایا تھا ”قرب ہے کہ خدا تمہارے دشمن کو ہلاک کر دے۔“ یہاں سے اسی ہلاک موعود کے بعض مبادی کی تفصیل شروع کی گئی ہے۔ یعنی اسی سنت اللہ کے موافق جس کا بیان اسی پارہ کے شروع میں آیت وَمَا أَرْسَلْنَا فِي قَرْيَةٍ مِّن نَّبِيٍّ إِلَّا أَخَذْنَا أَهْلَهَا بِالْبَأْسَاءِ وَالضَّرَّاءِ الخ کے تحت میں گذر چکا، خدا تعالیٰ نے فرعونوں کو ابتدائی تنبیہ کے طور پر قحط، خشک سالی وغیرہ معمولی تکالیف اور سختیوں میں مبتلا کیا تا کہ وہ خواب غفلت سے چونکیں اور موسیٰ علیہ السلام کی پیغمبرانہ نصیحتوں کو قبول کریں۔ مگر وہ ایسے کاہے کو تھے، انہوں نے ان تنبیہات کی کچھ پروا نہ کی بلکہ پہلے سے زیادہ ڈھیٹ اور گستاخ ہو گئے۔ چنانچہ تُم بَدَلْنَا مَكَانَ السَّيِّئَةِ الْحَسَنَةَ کے قاعدہ سے جب قحط وغیرہ دور ہو کر ارضانی اور خوشحالی حاصل ہوتی تو کہنے لگتے کہ دیکھو ہماری خوش طالعی اور اقبال مندی کے لائق تو یہ حالات ہیں پھر اگر درمیان میں کبھی کسی ناخوشگوار اور بری حالت سے دوچار ہونا پڑ جاتا تو کہتے کہ یہ سب (معاذ اللہ) موسیٰ اور اس کے رفقاء کی شومی تقدیر اور نحوست ہے۔ حق تعالیٰ نے اسی کا جواب دیا اِلَّا اِنَّمَا طَأْتُوهُمْ عِنْدَ اللّٰهِ الخ یعنی اپنی بدبختی اور نحوست کو مقبول بندوں کی طرف کیوں نسبت کرتے ہو۔ تمہاری اس نحوست کا واقعی سبب تو خدا کے علم میں ہے۔ اور وہ تمہارا ظلم وعدوان اور بغاوت و شرارت ہے۔ اسی سبب کی بناء پر خدا کے یہاں سے کچھ حصہ نحوست کا وقتی سزا اور تنبیہ کے طور پر تم کو پہنچ رہا ہے۔ باقی رہی تمہارے ظلم و کفر کی اصلی شومی و نحوست یعنی پوری پوری سزا تو وہ ابھی اللہ کے پاس محفوظ ہے جو دنیا میں یا آخرت میں اپنے وقت پر تم کو پہنچ کر رہے گی۔ جس کی ابھی اکثر لوگوں کو خبر نہیں۔

یہ موسیٰ علیہ السلام کے معجزات و نشانات دیکھ کر کہتے تھے کہ خواہ کیسا ہی جاو و آپ ہم پر چلائیں اور اپنے خیال کے موافق کتنے ہی نشان دکھلائیں، ہم کسی طرح تمہاری بات ماننے والے نہیں۔ جب انہوں نے یہ آخری فیصلہ سنا دیا اور قبول حق کے سب دروازے اپنے اوپر بند کر لئے، تب خدا نے ان پر چند قسم کی عظیم الشان بلائیں کیے بعد دیگرے مسلط کر دیں۔ جن کی تفصیل اگلی آیت میں آتی ہے۔

آل فرعون پر طرح طرح کے عذاب | یعنی بارش اور سیلاب کا طوفان یا طاعون کی وجہ سے موت کا طوفان علی اختلاف الاقوال۔

”قل“ سے مراد چچھڑیاں ہیں، جیسا کہ مترجم رحمہ اللہ نے اختیار کیا۔ یا جوئیں یا گیہوں وغیرہ غلہ میں جو کیڑا لگ جاتا ہے جس سے غلہ خراب ہو جاتا ہے یعنی بدن اور کپڑوں میں چچھڑیاں اور جوئیں پڑ گئیں۔ غلہ میں گھن لگ گیا۔

یعنی تھوڑے تھوڑے وقفہ کے ساتھ یہ سب آیات دکھلائی گئیں مگر وہ کچھ ایسے متکبر، جرائم پیشہ اور پرانے گنہگار تھے کہ کسی طرح مان کر نہ دیا سعید بن جبیر سے منقول ہے کہ جب فرعون نے موسیٰ علیہ السلام کے مطالبہ (بنی اسرائیل کی آزادی) کو تسلیم نہ کیا تو حق تعالیٰ نے بارش کا طوفان بھیجا، جس سے کھیتوں وغیرہ کی تباہی کا اندیشہ پیدا ہو گیا۔ آخر گھبرا کر حضرت موسیٰ سے درخواست کی کہ تم اپنے خدا سے کہہ کر یہ بلائے طوفان دور کر دو تو ہم بنی اسرائیل کو آزادی دے کر تمہارے ساتھ روانہ کر دیں گے۔ موسیٰ علیہ السلام کی دعا سے بارش بند ہو گئی اور بجائے نقصان کے پیداوار بہت کثرت سے ہوئی۔ فرعون عذاب سے بے فکر ہو کر اپنے عہد پر قائم نہ رہا، تب اللہ تعالیٰ نے تیار کھیتوں پر ٹنڈی دل بھیج دیا جسے دیکھ کر پھر گھبرائے کہ یہ نئی آفت کہاں سے آگئی پھر موسیٰ علیہ السلام سے دعا کی درخواست کی اور پختہ وعدے کئے کہ اگر یہ عذاب مل گیا تو ہم ضرور بنی اسرائیل کو آزاد کر دیں گے۔ جب یہ عذاب بھی اٹھایا گیا تو پھر مطمئن ہو گئے اور سب وعدے فراموش کر دیئے۔ آخر جس وقت غلہ اٹھا کر مکانوں میں بھر لیا تو خدا کے حکم سے غلہ میں گھن لگ گیا۔ پھر موسیٰ سے دعا کرائی اور بڑے پکے عہد و پیمان کئے۔ لیکن جہاں وہ حالت ختم ہوئی بدستور سابق سرکشی اور بدعہدی کرنے لگے تو خدا نے انکا کھانا پینا بے لطف کر دیا مینڈک اس قدر کثرت سے پیدا کر دیئے گئے کہ ہر کھانے اور برتن میں مینڈک نظر آتا تھا۔ جب بولنے یا کھانے کے لئے منہ کھولتے مینڈک جست کر کے منہ میں پہنچتا تھا اور ویسے بھی اس جانور کی کثرت نے رہنا سہنا مشکل کر دیا۔ ادھر پینے کے لئے جو پانی لینا چاہتے تھے وہ ہی خدا کے حکم سے برتنوں میں یا منہ میں پہنچ کر خون بن جاتا۔ غرض کھانے پینے تک سے عاجز ہو رہے تھے اس پر بھی شیخی اور اڑنوں وہ ہی تھی۔

حضرت موسیٰ سے دعا کی درخواست | یعنی اس نے دعا کا جو مؤثر طریقہ تجھ کو بتلا رکھا ہے، اسی طرح دعا کر دیجئے۔ یا بِنَا عَهْدٍ عِنْدَكَ کا مطلب یہ ہے کہ ”نبی اللہ“ ہونے کی حیثیت سے دعا فرمادیجئے۔ گویا ”عہد“ کا اطلاق نبوت پر ہوا، کیونکہ خدا اور نبی کے درمیان ایک طرح کا معاہدہ ہوتا ہے کہ خدائی کو خلت اکرام و اعانت سے سرفراز فرمائے گا اور نبی اس کی پیغام رسانی میں کوئی کوتاہی نہ کرے گا اور ممکن ہے بِنَا عَهْدٍ عِنْدَكَ سے وہ عہد مراد ہو جو توسط انبیاء علیہم السلام، اقوام سے کیا جاتا ہے کہ اگر کفر و تکذیب سے باز آ جاؤ گے تو عذاب الہی اٹھایا جائے گا واللہ اعلم۔

إِسْرَائِيلَ ۝۱۳۳ فَلَمَّا كَشَفْنَا عَنْهُمْ الرِّجْزَ إِلَىٰ آجَلٍ هُم

بنی اسرائیل کو پھر جب ہم نے اٹھالیا ان سے عذاب ایک مدت تک کہ ان کو

بَلِغُوهُ إِذَا هُمْ يَنْكُثُونَ ۝۱۳۴ فَانْتَقَبْنَا مِنْهُمْ فَأَغْرَقْنَاهُمْ

اُس مدت تک پہنچنا تھا اسی وقت عہد توڑ ڈالتے پھر ہم نے بدلہ لیا ان سے سوڈا بویا ہم نے ان کو

فِي الْيَمِّ بِأَنَّهُمْ كَذَّبُوا بِآيَاتِنَا وَكَانُوا عَنْهَا

دریا میں اس وجہ سے کہ انہوں نے جھٹلایا ہماری آیتوں کو اور ان سے

غَافِلِينَ ۝۱۳۵ وَأَوْرَثْنَا الْقَوْمَ الَّذِينَ كَانُوا يُسْتَضَعُونَ

تغافل کرتے تھے اور وارث کر دیا ہم نے ان لوگوں کو جو کمزور سمجھے جاتے تھے

مَشَارِقِ الْأَرْضِ وَمَغَارِبِهَا الَّتِي بَرَكْنَا فِيهَا

اُس زمین کے مشرق اور مغرب کا کہ جس میں برکت رکھی ہے ہم نے

وَنَمَّتْ كَلِمَتُ رَبِّكَ الْحُسْنَىٰ عَلَىٰ بَنِي إِسْرَائِيلَ ۝۱۳۶

اور پورا ہو گیا نیکی کا وعدہ تیرے رب کا بنی اسرائیل پر

بِمَا صَبَرُوا ۝۱۳۷ وَدَمَّرْنَا مَا كَانَ يَصْنَعُ فِرْعَوْنُ وَ

بسبب ان کے صبر کرنے کے اور خراب کر دیا ہم نے جو کچھ بنایا تھا فرعون اور

قَوْمَهُ وَمَا كَانُوا يَعْرِشُونَ ۝۱۳۸ وَجُوزْنَا بِبَنِي

اُس کی قوم نے اور جو اونچا کر کے چھایا تھا اور پارا تار دیا ہم نے

إِسْرَائِيلَ الْبَحْرَ فَأَتَوْا عَلَىٰ قَوْمٍ يَعْكُفُونَ عَلَىٰ

بنی اسرائیل کو دریا سے تو پہنچے ایک قوم پر جو پوجنے میں لگ رہے تھے

اس مدت سے یا تو موت اور غرق ہونے تک کی مدت مراد ہے۔ یا ممکن ہے ایک بلا کے بعد دوسری بلا کے آنے تک کا وقت مراد ہو۔

آل فرعون کا غرق ہونا | ”رجز“ سے بعض مفسرین کے نزدیک طاعون مراد ہے جیسا کہ بعض احادیث میں یہ لفظ طاعون پر اطلاق کیا گیا ہے لیکن اکثر مفسرین ان آیات کو پچھلی آیات ہی کا بیان قرار دیتے ہیں موضح القرآن میں ہے کہ ”یہ سب بلائیں ان پر آئیں ایک ایک ہفتہ کے فرق سے۔ اول حضرت موسیٰ فرعون کو کہہ آتے کہ اللہ تم پر یہ بلا بھیجے گا، وہ ہی بلا آتی۔ پھر مضطر ہوتے، حضرت موسیٰ کی خوشامد کرتے، ان کی دعاء سے دفع ہوتی، پھر منکر ہو جاتے، آخر کو وبا پڑی۔ نصف شب کو سارے شہر میں ہر شخص کا پہلا بیٹا مر گیا، وہ لگے مردوں کے غم میں، حضرت موسیٰ اپنی قوم کو لے کر شہر سے نکل گئے، پھر کئی روز کے بعد فرعون پیچھے لگا۔ دریاے قلزم پر جا پکڑا۔ وہاں یہ قوم سلامت گذر گئی اور فرعون ساری فوج سمیت غرق ہوا۔

یعنی بنی اسرائیل کو۔

بنی اسرائیل کو مصر و شام کی وراثت | اکثر مفسرین کے نزدیک اس زمین سے مراد ملک شام ہے جس میں حق تعالیٰ نے بہت سی ظاہری و باطنی برکات ودیعت کی ہیں۔ ظاہری تو یہ ہی کہ نہایت سرسبز و شاداب، سیر حاصل، خوش منظر اور زرخیز ملک ہے اور باطنی اس لئے کہ بہت سے انبیاء علیہم السلام کا مسکن و مدفن بنایا گیا ہے۔ بنی اسرائیل مصر سے نکل کر ایک عرصہ تک صحرائے تہ میں سرگرداں پھرتے رہے۔ جیسا کہ پہلے گذر چکا، بعدہ حضرت یوشع کے ساتھ ہو کر ”عمالقہ“ سے جہاد کیا، اور اپنے آبائی وطن ملک شام کے وارث بنے۔ بعض مفسرین نے اس زمین سے مصر مراد لیا ہے۔ یعنی فرعونوں کو غرق کر کے ہم نے بنی اسرائیل کو مصر کی دولت کا وارث بنا دیا کہ آزادی کے ساتھ اس سے متمتع ہوں کما قال تعالیٰ کَمْ تَرَ كُوفًا مِنْ جَنَابٍ وَعُيُونٍ وَزُرُوعٍ وَمَقَامٍ كَرِيمٍ وَنَعْمَةً كَانُوا فِيهَا فَكَهِنُوا كَذَلِكَ وَأَوْزَيْنَاهَا قَوْمًا آخَرِينَ (دخان رکوع ۱) وَنُرِيدُ أَنْ نَمُنَّ عَلَى الَّذِينَ اسْتَضَعُوا فِي الْأَرْضِ وَنَجْعَلَهُمْ أَيْمَةً وَنَجْعَلَهُمُ الْوَارِثِينَ وَنَمَكِّنَ لَهُمْ فِي الْأَرْضِ وَنُرِي فِرْعَوْنَ وَهَامَانَ وَجُنُودَهُمَا مِنْهُم مَّا كَانُوا يَحْذَرُونَ (القصص، رکوع ۱) اس تقدیر پر مصر کی ظاہری برکات تو ظاہر ہیں، باطنی اس حیثیت سے ہونگی کہ حضرت یوسف علیہ السلام وہیں مدفون ہوئے، حضرت یعقوب علیہ السلام وہاں تشریف لے گئے اور آخر میں حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بیچپن سے لے کر بڑی عمر تک طویل مدت اسی ملک میں گذاری۔ امام بغوی نے مفسرین کے دونوں قول جمع کر کے اس جگہ مصر و شام دونوں کا ارادہ کیا ہے۔ واللہ اعلم۔

یعنی بنی اسرائیل نے جب فرعونوں کے سخت تباہ کن شداہد پر صبر کیا، موسیٰ علیہ السلام کی ہدایت کے موافق خدا سے استعانت کی اور پیغمبر خدا کا ساتھ دیا تو خدا نے جو نیک وعدہ ان سے کیا تھا (عَمْسَى رَبُّكُمْ أَنْ يُهْلِكَ عَذُّوْكُمْ اور نُرِيدُ أَنْ نَمُنَّ عَلَى الَّذِينَ اسْتَضَعُوا الْخ) وہ پورا کر دکھایا۔ فرعون اور اس کی قوم نے اپنے اپنے کبر و نخوت کے اظہار کے لئے جوڑ ہوٹک بنا رکھا تھا وہ سب تباہ ویرباد ہو گیا۔ اور ان کی اونچی اونچی عمارتیں تہ و بالا کر دی گئیں۔ سچ ہے ”إِنَّ الْمُلُوكَ إِذَا دَخَلُوا قَرْيَةً أَفْسَدُوهَا وَجَعَلُوا آعِزَّةً أَهْلِهَا أَذِلَّةً“۔

أَصْنَامٍ لَهُمْ ۖ قَالُوا يَا مُوسَىٰ اجْعَلْ لَنَا آلِهًا كَمَا

اپنے بتوں کے ◆ کہنے لگے اے موسیٰ بنادے ہماری عبادت کے لیے بھی ایک بت جیسے

لَهُمْ إِلَهَةٌ ۗ قَالَ إِنَّكُمْ قَوْمٌ تَجْهَلُونَ ﴿١٣٨﴾ إِنَّ هَؤُلَاءِ

ان کے بت ہیں کہا تم لوگ تو جہل کرتے ہو ◆ یہ لوگ

مُتَّبِعُونَ مِمَّا هُمْ فِيهِ وَبِطِلٌ مِّمَّا كَانُوا يَعْمَلُونَ ﴿١٣٩﴾

تباہ ہونے والی ہے وہ چیز جس میں وہ لگے ہوئے ہیں اور غلط ہے جو وہ کر رہے ہیں ◆

قَالَ أَغَيْرَ اللَّهِ أَبْغَيْكُمْ إِلَهًا وَهُوَ فَضَّلَكُمْ

کہا کیا اللہ کے سوا ڈھونڈو تمہارے واسطے کوئی اور معبود حالانکہ اس نے تم کو بڑائی دی

عَلَى الْعَالَمِينَ ﴿١٤٠﴾ وَإِذْ أَنْجَبْنَاكُمْ مِنَ آلِ فِرْعَوْنَ

تمام جہان پر ◆ اور وہ وقت یاد کرو جب نجات دی ہم نے تم کو فرعون والوں سے

بِسُوءِ مَوْنِكُمْ ۖ سُوءَ الْعَذَابِ ۗ يُقْتَلُونَ أَبْنَاءَكُمْ

کہ دیتے تھے تم کو برا عذاب کہ مار ڈالتے تھے تمہارے بیٹوں کو

وَيَسْتَحْيُونَ نِسَاءَكُمْ ۗ وَفِي ذَٰلِكُمْ بَلَاءٌ

اور جیتا رکھتے تھے تمہاری عورتوں کو اور اس میں احسان ہے

مِّنْ رَبِّكُمْ عَظِيمٌ ﴿١٤١﴾ وَوَعَدْنَا مُوسَىٰ ثَلَاثِينَ

تمہارے رب کا بڑا ◆ اور وعدہ کیا ہم نے موسیٰ سے تیس

لَيْلَةً ۖ وَأَتَمَّمْنَاهَا بِعَشْرِ فَنَمَّ مِيقَاتُ رَبِّهِ أَرْبَعِينَ

رات کا اور پورا کیا ان کو اور دس سے پس پوری ہو گئی مدت تیرے رب کی چالیس

◆ **بنی اسرائیل کا جاہلانہ مطالبہ** | بعض نے کہا کہ یہ قبیلہ نحم کے لوگ تھے اور بعض نے کنعانی عمالقہ کو اس کا مصداق قرار دیا ہے کہتے ہیں کہ ان کے بت گانے کی شکل پر تھے۔ واللہ اعلم۔

◆ **یعنی حق تعالیٰ کی عظمت و شان اور تنزیہ و تقدیس سے تم بالکل جاہل معلوم ہوتے ہو۔ واقعہ یہ ہے کہ مدت دراز تک مصری بت پرستوں کے زیر سایہ رہنے کی وجہ سے بنی اسرائیل کا میلان بار بار اس طرح کے افعال و رسوم شرکیہ کی طرف ہوتا تھا۔ یہ یہودہ جاہلانہ درخواست بھی مصر کی آب و ہوا اور وہاں کے بت پرستوں کی صحبت کے تاثرات کو ظاہر کرتی ہے۔ حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں کہ ”جاہل آدمی نرے بے صورت معبود کی عبادت سے تسکین نہیں پاتا جب تک سامنے ایک صورت نہ ہو۔ وہ قوم دیکھی کہ گانے کی صورت پوجتی تھی ان کو بھی یہ ہوس آئی آخر سونے کا پگھڑا بنایا اور پوجا۔“**

◆ **قوم کو حضرت موسیٰ کی نصیحت** | یعنی ان کا بت پرستی کا مذہب میرے اور اہل حق کے ہاتھوں سے آئندہ تباہ ہونے والا ہے اور جو کچھ سوانگ یہ اب تک بناتے رہے ہیں وہ محض باطل، غلط، بیکار اور بے حقیقت ہے۔

◆ **یعنی خدا کے انعاماتِ عظیمہ کی شکر گزاری اور حق شناسی کیا یہ ہی ہو سکتی ہے کہ غیر اللہ کی پرستش کر کے اللہ سے بغاوت کی جائے۔ پھر بڑی شرم کا مقام ہے کہ جس مخلوق کو خدا نے سارے جہان پر فضیلت دی وہ اپنے ہاتھ سے بنائی ہوئی صورتوں کے سامنے سربسجود ہو جائے؟ کیا مفضل افضل کا معبود بن سکتا ہے؟**

◆ **اس کی تفسیر پارہ آلم کے ربیع کے بعد ملاحظہ کی جائے۔ یہ مضمون وہاں گزر چکا ہے۔ یعنی جس خدا نے ابھی تم پر ایسا عظیم الشان احسان فرمایا، کیا اسے چھوڑ کر لکڑیوں اور پتھروں کے سامنے جھکتے ہو؟**

لَيْلَةً ۚ وَقَالَ مُوسَى لِأَخِيهِ هَارُونَ اخْلُفْنِي فِي

راتیں اور کہا موسیٰ نے اپنے بھائی ہارون سے کہ میرا خلیفہ رہ

قَوْمِي وَأَصْلِحْ وَلَا تَتَّبِعْ سَبِيلَ الْمُفْسِدِينَ ﴿۳۲﴾

میری قوم میں اور اصلاح کرتے رہنا اور مت چلنا مفسدوں کی راہ

وَلَمَّا جَاءَ مُوسَىٰ لِمِيقَاتِنَا وَكَلَّمَهُ رَبُّهُ ۖ قَالَ

اور جب پہنچا موسیٰ ہمارے وعدہ پر اور کلام کیا اُس سے اُس کے رب نے بولا

رَبِّ أَرِنِي أَنظُرَ إِلَيْكَ ۗ قَالَ لَنْ تَرَانِي وَلَكِن

اے میرے رب تو مجھ کو دکھا کہ میں تجھ کو دیکھوں فرمایا تو مجھ کو ہرگز نہ دیکھے گا لیکن

أَنْظُرَ إِلَى الْجَبَلِ فَإِنِ اسْتَقَرَّ مَكَانَهُ فَسَوْفَ

تو دیکھتا رہ پہاڑ کی طرف اگر وہ اپنی جگہ ٹھہرا رہا تو تو

تَرَانِي ۚ فَلَمَّا تَجَلَّىٰ رَبُّهُ لِلْجَبَلِ جَعَلَهُ دَكًّا وَخَرَّ

مجھ کو دیکھ لے گا پھر جب تجلی کی اُس کے رب نے پہاڑ کی طرف کر دیا اُس کو ڈھا کر برابر اور گر پڑا

﴿۳۳﴾ كُوه طور پر چالیس راتوں کا وعدہ

جب بنی اسرائیل کو طرح طرح کی پریشانیوں سے اطمینان نصیب ہوا تو انہوں نے موسیٰ علیہ السلام سے درخواست کی کہ اب ہمارے لئے کوئی آسمانی شریعت لائیے جس پر ہم اجتماعی کے ساتھ عمل کر کے دکھلائیں۔ موسیٰ علیہ السلام نے ان کا معروضہ بارگاہ الہی میں پیش کر دیا۔ کورہ طور پر چالیس راتوں کے اعتکاف کا وعدہ خدا تعالیٰ نے ان سے کم از کم تیس دن اور زائد از زائد چالیس دن کا وعدہ فرمایا کہ جب اتنی مدت تم پے پے روزے رکھو گے اور کورہ طور پر معتکف رہو گے تو تم کو تورات شریف عنایت کی جائے گی، دو مدتیں (کم اور زیادہ) ٹھہرانے کا شاید یہ مطلب تھا کہ اگر اثنائے ریاضت میں وظائف عبودیت اور آداب تقرب ادا کرنے کے اعتبار سے کسی قسم کی کوتاہی اور تقصیر ظاہر نہ کی تو اقل مدت تیس دن کافی ہوں گے ورنہ اکثر الاجلین چالیس روز پورے کرنے پڑیں گے۔ یا شروع سے تیس دن ضروری و لازمی میعاد کے طور پر ہوں اور چالیس دن پورے کرنا اختیاری و استجابی حیثیت سے اصل میعاد کی تکمیل و تکمیل کے طور پر رکھے گئے ہوں۔ جیسے شعیب علیہ السلام نے موسیٰ علیہ السلام کو اپنی بیٹی دیتے وقت فرمایا تھا عَلِيَّ أَنْ تَأْجُرَنِي ثَمَانِي حَجَاجَ فَإِنْ أَمَمْتَ عَشْرًا فَمِنْ عِنْدِكَ وَمَا أَرِيدُ أَنْ أَمُتَّ عَلَيْكَ (القصص، رکوع ۳۷) اور ہمارے زمانہ کے بعض مصنفین نے یہ کہا ہے کہ اصلی میعاد چالیس ہی دن کی تھی جیسا کہ سورہ بقرہ میں مذکور ہے اور یہاں

بھی فَتَمَّ مِثْقَاتِ رَبَّةٍ میں اشارہ کیا گیا ہے۔ یہ اس چالیس دن کے بیان کا ایک پیرایہ ہے کہ ہم نے تیس دن کا وعدہ کیا تھا جن کا تمہ دس دن اور تھے۔ تاکہ اشارہ ہو جائے کہ ایک مہینہ سالم (ذیقعدہ) پورا کر کے دوسرے مہینہ (ذی الحجہ) میں سے دس دن اور بڑھائے گئے۔ اس طرح یکم ذی القعدہ سے شروع ہو کر اذی الحجہ کو چلہ پورا ہوا جیسا کہ اکثر سلف سے منقول ہے۔ واللہ اعلم۔ موضح القرآن میں ہے کہ ”حق تعالیٰ نے وعدہ دیا حضرت موسیٰ کو کہ پہاڑ پر تیس رات خلوت کرو کہ تمہاری قوم کو ”تورات“ دوں۔ اس مدت میں انہوں نے ایک دن مسواک کی۔ فرشتوں کو ان کے منہ کی بو سے خوشی تھی وہ جاتی رہی اس کے بدلے دس رات اور بڑھا کر مدت پوری کی۔“

◆ حضرت ہارون کو نیابت کی ذمہ داری | یعنی میری غیبت میں میرے حصہ کا کام بھی تم ہی کرو۔ گویا حکومت و ریاست کے جو اختیارات موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ مخصوص تھے، وہ ہارون علیہ السلام کو تفویض کر دیئے گئے اور چونکہ بنی اسرائیل کی کمون مزاجی اور ست اعتقادی کا پورا تجربہ رکھتے تھے، اس لئے بڑی تصریح و تاکید سے ہارون علیہ السلام کو متنبہ کر دیا کہ اگر میرے پیچھے یہ لوگ کچھ گڑبڑ مچائیں تو تم اصلاح کرنا اور میرے طریق کار پر کار بند رہنا۔ مفسدہ پردازوں کی راہ پر مت چلنا۔ خدا کی مشیت کہ موسیٰ علیہ السلام یہ وصیت کر کے اُدھر گئے ادھر بنی اسرائیل نے گوسالہ پرستی شروع کر دی مگر حضرت ہارون نے موجودہ بائبل نویسوں کے علی الرغم یا قوم انما فیتنم بہ وَاِنْ رَبُّكُمْ الرَّخْمَنُ فَاتَّبِعُونِي وَاَطِيعُوا اَمْرِي کہہ کر ان کی گمراہی اور اپنی بیزارگی کا صاف صاف اعلان کر دیا، اور وصیت موسیٰ کے موافق اصلاح حال کی امکانی کوشش کی۔

◆ حضرت موسیٰ کی دیدار حق تعالیٰ کی درخواست | چالیس دن کی میعاد پوری ہو چکنے پر حق تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو کسی مخصوص و ممتاز رنگ میں شرف مکالمہ بخشا۔ اس وقت حضرت موسیٰ کو بلا واسطہ کلام الہی سننے کی لذت بے پایاں حاصل ہوئی تو کمال اشتیاق سے متکلم کے دیدار کی آرزو کرنے لگے اور بے ساختہ درخواست کر دی۔ رَبِّ اَرِنِي مَا اَنْظُرُ اَلَيْكَ اے پروردگار! میرے اور اپنے درمیان سے حجاب اور موانع اٹھا دیجئے اور وجہ نور بے حجاب سامنے کر دیجئے کہ ایک نظر دیکھ سکوں۔

◆ کوہ طور پر حق تعالیٰ کی تجلی | یعنی دنیا میں کسی مخلوق کا یہ فانی وجود اور فانی قوی اس ذوالجلال والا کرام لم یزل ولا یزال کے دیدار کا تحمل نہیں کر سکتے۔ اس سے ثابت ہوا کہ دنیا میں کسی کو موت سے پہلے دیدار خداوندی کا شرف حاصل ہونا شرعاً ممنوع ہے۔ گو عقلاً ممکن ہو۔ کیونکہ اگر امکان عقلی بھی نہ مانا جائے، تو موسیٰ علیہ السلام جیسے جلیل القدر پیغمبر کی نسبت یہ خیال نہیں کیا جاسکتا کہ وہ ایک مجال عقلی کی درخواست کرتے۔ اہل السنن والجماعت کا یہ ہی مذہب ہے کہ رویت باری دنیا میں عقلاً ممکن، شرعاً ممنوع الوقوع ہے اور آخرت میں اس کا وقوع نصوص قطعیہ سے ثابت ہے، رہی رسول اللہ ﷺ کی رویت شب معراج میں، وہ اختلافی مسئلہ ہے جس کا ذکر انشاء اللہ سورہ نجم میں آئے گا۔

◆ یعنی تم پہاڑ کی طرف دیکھتے رہو، ہم اپنے جمال مبارک کی ایک ذرا سی جھلک اس پر ڈالتے ہیں۔ اگر پہاڑ جیسی سخت اور مضبوط چیز اس کو برداشت کر سکی تو ممکن ہے تم کو بھی اس کا تحمل کرا دیا جائے۔ ورنہ سمجھ لیجئے کہ جس چیز کا تحمل پہاڑ سے نہ ہو سکے، کسی انسان کی مادی ترکیب اور جسمانی آنکھیں اسے کیسے برداشت کر سکتی ہیں اگرچہ قلبی اور روحانی طاقت کے اعتبار سے زمین، آسمان، پہاڑ، سب چیزوں سے انسان فائق ہو۔ اور اسی لئے موسیٰ علیہ السلام جس وحی الہی کے حامل تھے، بلکہ دوسرے انسان بھی جس امانت عظیمہ کے حامل ہیں، پہاڑ وغیرہ اس کے اٹھانے پر قادر نہیں۔ فَابْنِ اَنْ يُحْمَلْنَهَا وَاَضْفَقْنَ مِنْهَا وَحَمَلَهَا الْاِنْسَانُ (احزاب، رکوع ۹) لَوْ اَنْزَلْنَا هَذَا الْقُرْآنَ عَلٰی حَبَلٍ لَّرَاَيْتَهُ خَاشِعًا مُّتَصَدِّعًا مِّنْ خَشْيَةِ اللّٰهِ (الحشر، رکوع ۳) تاہم جس چیز کا تعلق ظاہری آنکھوں یا بدن کی مادی قوت سے ہو، اس میں انسان دوسری عظیم الخلق چیزوں سے بہت کمزور واقع ہوا ہے لَخَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اَكْبَرُ مِنْ خَلْقِ النَّاسِ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ (المومن، رکوع ۶) وَخَلْقِ الْاِنْسَانِ ضَعِيفًا (نساء، رکوع ۵) اس جگہ موسیٰ علیہ السلام کو انسانی وجود کی اسی کمزوری کی طرف توجہ دلائی گئی ہے۔

مُوسَىٰ صَعِقًا ۖ فَلَمَّا أَفَاقَ قَالَ سُبْحٰنَكَ تُبْتُ

موسیٰ بے ہوش ہو کر ۖ پھر جب ہوش میں آیا ۖ بولا ۖ تیری ذات پاک ہے میں نے توجہ کی

إِلَيْكَ وَأَنَا أَوَّلُ الْمُؤْمِنِينَ ﴿۳۳﴾ قَالَ يُمُوتُ لِي

تیری طرف اور میں سب سے پہلے یقین لایا ۖ فرمایا اے موسیٰ میں نے

اصْطَفَيْتُكَ عَلَى النَّاسِ بِرِسَالَتِي وَبِكَلامِي ۖ

تجھ کو امتیاز دیا لوگوں سے اپنے پیغام بھیجنے کا اور اپنے کلام کرنے کا

فَخُذْ مَا آتَيْنَاكَ وَكُنْ مِنَ الشَّاكِرِينَ ﴿۳۴﴾ وَكَتَبْنَا لَهُ

سوے جو میں نے تجھ کو دیا اور شاکر رہ ۖ اور لکھ دی ہم نے اس کو

فِي الْأَلْوَابِحِ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ مَّوْعِظَةً ۖ وَتَفْصِيلًا

تختیوں پر ہر قسم کی نصیحت اور تفصیل

لِكُلِّ شَيْءٍ ۖ فَخُذْهَا بِقُوَّةٍ وَأْمُرْ قَوْمَكَ يَا خُدُوًا

ہر چیز کی ۖ سو پکڑ لے اُن کو زور سے اور حکم کرا اپنی قوم کو کہ پکڑے رہیں

بِأَحْسَنِهَا ۖ سَأُورِيكُمْ دَارَ الْفٰسِقِينَ ﴿۳۵﴾ سَأَصْرِفُ

اُس کی بہتر باتیں عنقریب میں تم کو دکھلاؤں گا گھر نافرمانوں کا ۖ میں پھیر دوں گا

عَنْ آيَاتِي الَّذِينَ يَتَكَبَّرُونَ فِي الْأَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ ط

اپنی آیتوں سے اُن کو جو تکبر کرتے ہیں زمین میں ناحق

وَأِنْ يَّرَوْا كُلَّ آيَةٍ لَا يُؤْمِنُوا بِهَا ۖ وَإِنْ يَّرَوْا سَبِيلَ

اور اگر دیکھ لیں ساری نشانیاں ایمان نہ لائیں اُن پر اور اگر دیکھیں رستہ

♦ حق تعالیٰ کی تجلیات بہت طرح کی ہیں اور یہ خدا کا ارادی فعل ہے کہ جس چیز پر جس طرح چاہے تجلی فرمائے۔ پہاڑ جو تجلی ہوئی اس نے معاً پہاڑ کے خاص حصہ کو ریزہ ریزہ کر ڈالا، اور موسیٰ علیہ السلام چونکہ محل تجلی سے قریب تھے، ان پر اس قرب محل اور پہاڑ کے ہیبت ناک منظر دیکھنے کا یہ اثر ہوا کہ بیہوش ہو کر گر پڑے۔ بلاشبہ یوں سمجھ لیجئے کہ بجلی جس چیز پر گرتی ہے اسے جلا کر ایک آن میں کس طرح خاک سیاہ کر دیتی ہے اور جو لوگ اس مقام کے قریب ہوتے ہیں بسا اوقات انہیں بھی کم و بیش صدمہ پہنچ جاتا ہے۔

♦ یعنی پاک ہے اس سے کہ کسی مخلوق کے مشابہ ہو اور یہ فانی آنکھیں اس کے دیدار کا تحمل کر سکیں۔ تیری پاکی اور برتری کا اقتضاء یہ ہے کہ کسی چیز کی طلب تیری اجازت کے بدون نہ کی جائے، میں تو یہ کرتا ہوں کہ فرط اشتیاق میں بدون اجازت کے ایک ناز پیدا درخواست کر گذرا۔ میں اپنے زمانہ کے سب لوگوں سے پہلے تیری عظمت و جلال کا یقین رکھتا ہوں اور پہلا وہ شخص ہوں جسے ذوقی و عینانی طریق پر منکشف ہوا کہ خداوند قدوس کی رویت دنیا میں ان ظاہری آنکھوں سے واقع نہیں ہو سکتی۔

♦ یعنی دیدار نہ ہو سکا نہ سہی، یہ شرف و امتیاز کیا تھوڑا ہے کہ ہم نے تجھ کو پیغمبر بنایا اور تورات عطا کی اور بلا واسطہ کلام فرمایا۔ سو جس قدر بخشش ہماری طرف سے ہوئی، اسے پلے باندھو اور ان بندوں میں شامل رہو، جنہیں خدا نے "شاکرین" کے امتیازی لقب سے ملقب فرمایا ہے۔

♦ حضرت موسیٰ کو تختیوں کا عطیہ | بعض کہتے ہیں کہ تورات شریف ان تختیوں پر لکھی ہوئی تھی۔ اور بعض علماء کا خیال ہے کہ یہ تختیاں تورات کے علاوہ تھیں جو نزول تورات سے پہلے مرحمت ہوئیں۔ بہر حال دیدار نہ ہو سکنے سے جو شکستگی موسیٰ علیہ السلام کو ہوئی اس کی تلافی اور جبر مافات کے طور پر الواح عطا کی گئیں۔ جن میں ہر قسم کی نصیحتیں اور تمام ضروری احکام کی تفصیل تھی (ابن کثیر)

♦ یعنی خود بھی ان الواح کو مضبوطی اور احتیاط سے پکڑے رہو کہیں ہاتھ سے چھوٹ نہ جائیں اور اپنی قوم کو سمجھاؤ کہ وہ ان الواح کی بہترین ہدایات پر چنگلی سے عمل کرتے رہیں اور ایسی اچھی چیز کو ہاتھ سے نہ دیں۔ (تنبیہ) لفظ "أحسنہا" سے یا تو اس پر متنبہ فرمانا ہے کہ ان میں "احسن" کے سوا اور کچھ نہیں۔ یا یہ مطلب ہے کہ جو احکام دیئے گئے تھے یوں تو سب فی حد ذلہ "حسن" ہیں۔ مگر بعض بعض سے احسن ہوتے ہیں مثلاً ظالم سے بدلہ لینا جائز اور حسن ہے۔ لیکن صبر کرنا اور معاف کر دینا عزمیت اور احسن ہے۔ گویا بنی اسرائیل کو اس پر آمادہ کرنا تھا کہ عزائم و مندوبات کے اکتساب میں سعی کریں اور خدا کے کامل فرمانبردار بنیں۔ اگر نافرمانی کریں گے، تو انہیں نافرمانوں کا گھر دکھلا دیا جائے گا۔ یعنی آخرت میں دوزخ اور دنیا میں تباہی و رسوائی۔ اعاذنا اللہ منہما (ابن کثیر و بغوی) اور بعض نے نافرمانوں کے گھر سے شام یا مصر مراد لیا ہے۔ جو نافرمان عمالقہ یا فرعونوں کا ملک تھا۔ اس صورت میں یہ آیت بنی اسرائیل کے لئے بشارت ہوگی کہ اگر پوری طرح فرمانبرداری کرو گے تو نافرمانوں کے ملک تم کو دے دیے جائیں گے۔ والراجع هو الاول کما رجحہ ابن کثیر۔

الرُّشْدِ لَا يَتَّخِذُوهُ سَبِيلًا ۚ وَإِنْ يَرَوْا سَبِيلَ الْغَىِّ

ہدایت کا تونہ ٹھہرائیں اُس کو راہ اور اگر دیکھیں رستہ گمراہی کا

يَتَّخِذُوهُ سَبِيلًا ۚ ذَٰلِكَ بِأَنَّهُمْ كَذَّبُوا بِآيَاتِنَا وَكَانُوا

تو اُس کو ٹھہرائیں راہ یہ اس لیے کہ انہوں نے جھوٹ جانا ہماری آیتوں کو اور رہے

عَنْهَا غَفِلِينَ ﴿۱۳۶﴾ وَالَّذِينَ كَذَّبُوا بِآيَاتِنَا وَإِقَاءِ

اُن سے بے خبر اور جنہوں نے جھوٹ جانا ہماری آیتوں کو اور آخرت

الْآخِرَةِ حَبِطَتْ أَعْمَالُهُمْ ۗ هَلْ يُجْزَوْنَ إِلَّا مَا

کی ملاقات کو برباد ہوئیں اُن کی محنتیں وہی بدلہ پائیں گے جو کچھ

كَانُوا يَعْمَلُونَ ﴿۱۳۷﴾ وَاتَّخَذَ قَوْمُ مُوسَىٰ مِنْ بَعْدِهِ

عمل کرتے تھے اور بنالیا موسیٰ کو قوم نے اُس کے پیچھے

مِنْ حُلِيِّهِمْ عِجْلًا جَسَدًا لَّهُ خُورٌ ۗ الْمُرِيرُوا أَنَّهٗ

اپنے زیور سے بچھڑا ایک بدن کہ اُس میں گائے کی آواز تھی کیا انہوں نے یہ نہ دیکھا

لَا يُكَلِّمُهُمْ وَلَا يَهْدِيهِمْ سَبِيلًا ۚ اتَّخَذُوهُ وَكَانُوا

کہ وہ اُن سے بات بھی نہیں کرتا اور نہیں بتلاتا رستہ معبود بنالیا اُس کو اور وہ تھے

ظَالِمِينَ ﴿۱۳۸﴾ وَلَمَّا سَقَطَ فِيْ أَيْدِيهِمْ وَرَأَوْا أَنَّهُمْ

ظالم اور جب پچھتائے اور سمجھے کہ ہم

قَدْ ضَلُّوا ۗ قَالُوا لَئِنْ لَّمْ يَرْحَمْنَا رَبُّنَا وَيَغْفِرْ لَنَا

بے شک گمراہ ہو گئے تو کہنے لگے اگر نہ رحم کرے ہم پر ہمارا رب اور نہ بخشے ہم کو

◆ **تکبر کی سزا** | جو لوگ خدا اور پیغمبروں کے مقابلہ میں ناحق تکبر کرتے ہیں اور نخوت و غرور اجازت نہیں دیتا کہ احکام الہی کو قبول کریں، ہم بھی ان کے دل اپنی آیات کی طرف سے پھیر دیں گے کہ آئندہ ان سے مستنفع ہونے کی توفیق نہ ہوگی۔ ایسے لوگوں کی کیفیت یہ ہوتی ہے کہ خواہ کتنے ہی نشان دیکھیں اور کتنی ہی آیتیں سنیں بس سے مس نہ ہوں، ہدایت کی سڑک کیسی ہی صاف اور کشادہ ہو، اس پر نہ چلیں ہاں گمراہی کے راستہ پر نقصانی خواہشات کی پیروی میں دوڑے چلے جائیں۔ تکذیب کی عادت اور غفلت کی تماروی سے جب دل مسخ ہو جاتا ہے، اس وقت آدمی اس حالت کو پہنچتا ہے۔

◆ یعنی احکام الہیہ پر چلنے کی توفیق نہ ہوگی۔ اور جو کچھ کام اپنی عقل سے کریں گے وہ خدا کے یہاں قبول نہ ہوگا۔ جیسا کریں گے ویسا بھگتیں گے۔ باقی اُن کی بے جان اور مردہ نیکیوں کا جو بدلہ ملنا ہوگا دنیا میں مل رہے گا۔

◆ **زیور اور پچھڑا** | یہ زیور جسے گلا کر اور ڈھال کر پچھڑا بنایا اصل میں فرعون کی قوم قبیلوں کا تھا۔ انکے پاس سے بنی اسرائیل کے قبضے میں آیا۔ جیسا کہ سورہ ”طہ“ میں ہے **حُمِلْنَا أَوْزَارًا مِنْ ذِينَةِ الْقَوْمِ**۔

◆ **پچھڑے کی بے معنی آواز** | سورہ ”طہ“ میں اس پچھڑے کا مفصل قصہ آئے گا، یہاں ان کی حماقت و سفاہت پر متنبہ فرمایا ہے کہ ایک خود ساختہ ڈھانچہ میں سے گائے کی آواز سن لینے پر مفتون ہو گئے اور پچھڑے کو خدا سمجھ بیٹھے۔ حالانکہ اس کی بے معنی آواز میں نہ کوئی کلام و خطاب تھا نہ دینی اور دنیوی رہنمائی اس سے ہوتی تھی۔ اس طرح کی صوت محض تو کسی چیز کو انسانیت کے درجہ تک بھی نہیں پہنچا سکتی چہ جائیکہ خالق جل و علا کے مرتبہ پر پہنچا دے۔ یہ کتنا بڑا ظلم اور بے موقع کام ہے کہ ایک معمولی جانور کی صورت کو خدا کہہ دیا جائے۔ بات یہ ہے کہ اس قوم کو پہلے ہی سے ایسی بے موقع باتیں کرنے کی عادت تھی چنانچہ پیشتر **اجْعَلْ لَنَا إِلَهًا كَمَا لَهُمُ الْإِلَهَةُ** کی درخواست موسیٰ علیہ السلام سے کر چکے تھے۔

لَنَكُونَنَّ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ ﴿۱۴۹﴾ وَلَمَّا رَجَعَ مُوسٰى اِلٰى

اپنی قوم میں غصہ میں بھرا ہوا افسوس ناک ﴿۱۴۹﴾ تو بے شک ہم تباہ ہوں گے اور جب لوٹ آیا موسیٰ

قَوْمِهٖ غَضَبَانَ اَسْفًا ۙ قَالَ بِئْسَمَا خَلَفْتُوْنِيْ

قوم میں غصہ میں بھرا ہوا افسوس ناک ﴿۱۴۹﴾ بولا کیا بری تیابت کی تم نے میری

مِنْۢ بَعْدِي ۙ اَعْجَلْتُمْ اَمْرًا رَّبِّكُمْ ۗ وَآلَقَ الْاُلُوْحٰ

میرے بعد ﴿۱۵۰﴾ کیوں جلدی کی تم نے اپنے رب کے حکم سے ﴿۱۵۰﴾ اور ڈال دیں وہ تختیاں

وَآخَذَ بِرَاسِ اَخِيْهِ يَجْرُهٗ اِلَيْهٖ ط قَالَ ابْنَ اَمْرَانَ

اور پکڑا سر اپنے بھائی کا ﴿۱۵۱﴾ لگا کھینچنے اُس کو اپنی طرف ﴿۱۵۱﴾ وہ بولا کہ اے میری ماں کے بچے

الْقَوْمَ اسْتَضَعْفُوْنِيْ وَكَادُوْا يَقْتُلُوْنِيْ ۗ فَلَا

لوگوں نے مجھ کو کمزور سمجھا اور قریب تھے کہ مجھ کو مار ڈالیں ﴿۱۵۲﴾

تَشِيْتُ بِيْ الْاَعْدَاءَ ۗ وَلَا تَجْعَلْنِيْ مَعَ الْقَوْمِ

مت بنسا مجھ پر دشمنوں کو اور نہ ملا مجھ کو ﴿۱۵۳﴾ گنہگار

الظٰلِمِيْنَ ﴿۱۵۰﴾ قَالَ رَبِّ اغْفِرْ لِيْ وَاَدْخِلْنَا

لوگوں میں ﴿۱۵۰﴾ بولا اے میرے رب معاف کر مجھ کو اور میرے بھائی کو اور داخل کر ہم کو

﴿۱۵۰﴾ بنی اسرائیل کی ندامت اپنی بد عقلی اور کج روی سے انہوں نے ایسا بے ڈھنگا اور بھونڈا کام کیا تھا کہ موسیٰ علیہ السلام کی تشبیہ کے بعد جب باطل کا جوش ٹھنڈا ہوا اور عقل و ہوش کچھ ٹھکانے ہوئے تو خود بھی اپنی حرکت پر بہت شرمائے گویا مارے ندامت کے ہاتھ کاٹنے لگے اور خوف و ہراس کی وجہ سے ہاتھوں کے ٹوٹے اڑ گئے۔ گھبرا کر کہنے لگے اب کیسے بنے گی۔ اگر خدا نے ہم پر رحم فرما کر توبہ اور مغفرت کی کوئی صورت نہ نکالی تو یقیناً ہم ابدی خسران اور دائمی ہلاکت میں جا پڑیں گے۔

﴿۱۵۱﴾ حضرت موسیٰ کا غم و غصہ کیونکہ حق تعالیٰ نے طور ہی پر اطلاع دے دی تھی کہ سامری نے تیری قوم کو گمراہ کر دیا ہے۔ یہ سن کر موسیٰ علیہ السلام سخت متاسف اور غضبناک تھے۔

﴿۱۵۲﴾ یہ خطاب عباد عجل (گو سالہ پرستوں) کو تھا۔ یعنی میرے پیچھے تم نے خوب میری قائم مقامی کی۔ جس بات پر میں سب سے زیادہ زور

دیتا تھا (خدا کی توحید و تفرید) اس کی جگہ تم نے پھڑے کی پوجا یہ کہہ کر کھڑی کر دی کہ **هَذَا إِلَهُكُمْ وَإِلَهُ مُوسَى** (نی الحقیقت یہ ہی تمہارا اور موسیٰ کا معبود ہے) اور ممکن ہے خطاب ہارون علیہ السلام کو بھی ہو کہ تم نے میری نیابت کا حق جو **اخْلَفْنِي فِي قَوْمِي** کہہ کر سپرد کر گئے تھے، اچھی طرح ادا نہ کیا کہ ان کو روکتے اور مضبوطی سے اس فتنہ کا مقابلہ کرتے جیسا کہ سورہ "ط" میں مفصل آئے گا۔

یعنی میں پروردگار سے تمہارے لئے احکام ہی لینے تو گیا تھا اور چالیس روز کی میعاد بھی خدا نے مقرر کر دی تھی تم نے خدا کی مقرر کی ہوئی مدت پوری ہونے اور اس کے احکام لے آنے کا بھی انتظار نہ کیا۔ کچھ بہت زمانہ تو نہیں گذر گیا تھا جو تم نے گھبرا کر اس قدر جلد خدا کے قہر و غضب کو اپنی طرف آنے کی دعوت دی۔ **افطال عليكم العهد انم اذتم ان يحل عليكم غضب من ربكم فاخلفتم مؤعدني** (ط، رکوع ۴)

♦ **حضرت موسیٰ کی حضرت ہارون سے باز پرس** | حضرت موسیٰ علیہ السلام اس مشرکانہ ڈھونگ کو دیکھ کر اور ہارون علیہ السلام کی نرمی و تساہل کا گمان کر کے اس قدر فروختہ اور دینی حمیت و غیرت کے جوش سے اس قدر بے قابو ہو رہے تھے کہ ہارون علیہ السلام کی طرف لپکے اور حرارت ایمانی کے بے اندازہ جوش میں ان کی ڈاڑھی اور سر کے بال پکڑ لئے۔ معاذ اللہ ہارون کی اہانت کی نیت سے نہیں کیونکہ ہارون خود مستقل نبی اور عمر میں موسیٰ علیہ السلام سے تین سال بڑے تھے۔ پھر ایک الوالعزم پیغمبر سے یہ کیسے ممکن تھا کہ دوسرے نبی کو جو اس کا بڑا بھائی بھی ہو ذرہ برابر توہین کا ارادہ کرے۔ نہیں موسیٰ علیہ السلام کی طرف سے یہ معاملہ اس وقت ہوا جبکہ وہ قوم کی سخت بدعنوانی کی بنا پر بغض فی اللہ اور غصہ سے بے اختیار ہو رہے تھے حضرت ہارون کی نسبت یہ خیال گذر رہا تھا کہ شاید انہوں نے اصلاح حال کی پوری کوشش نہیں کی۔ حالانکہ ان کو اصلاح کی بھی تاکید کر گئے تھے۔ بے شک ہارون، نبی اور عمر میں بڑے تھے، مگر تہہ میں موسیٰ علیہ السلام ان سے بڑے تھے اور سیاسی و انتظامی حیثیت سے ہارون کو ان کا وزیر اور تابع بنایا گیا تھا۔ اس موقع پر موسیٰ علیہ السلام کی شان سیاوت و حکمت کا ظہور ہوا۔ گویا ان کی طرف سے یہ دار و گیر اور سخت باز پرس حضرت ہارون کی تقصیر منظون پر ایک قسم کی فعلی ملامت تھی جس سے قوم کو بھی پوری طرح متنبہ کر دیا گیا کہ پیغمبر کا قلب نشہء توحید سے کس قدر سرشار اور وسیعہ شرک و کفر سے کس قدر نفور و بیزار ہوتا ہے کہ اس معاملہ میں ادنیٰ ترین تساہل یا خاموشی کو بھی برداشت نہیں کر سکتے حتیٰ کہ ایک نبی کی نسبت اگر ایسا وہم ہو جائے کہ اس نے شرک کے مقابلہ پر آواز بلند کرنے میں ذرا سی کوتاہی کی ہے تو اس کی بزرگی اور وجاہت عند اللہ بھی ایسی سخت باز پرس سے ان کو نہیں روک سکتی۔ بہر حال موسیٰ علیہ السلام اس حالت میں شرعاً معذور تھے۔ اسی فرط غضب اور ہنگامہ دار و گیر میں الواح (وہ تختیاں جو خدا کی طرف سے مرحمت ہوئی تھیں) ان کے ہاتھ سے چھوٹ گئیں جسے عدم تحفظ کی وجہ سے تغلیظاً "القاء" سے تعبیر فرمایا، کیونکہ بظاہر **خُذْهَا بِقُوَّةٍ** کا اتثال نہ کر سکے، یا جیسا کہ بعض مفسرین کا خیال ہے ہارون کی طرف بڑھتے وقت ہاتھ خالی کرنے کے لئے بہت تیزی اور عجلت کے ساتھ تختیاں ایک طرف رکھ دیں مگر چونکہ ان دونوں معاملات کی سطح جو ہارون یا الواح کے متعلق ظہور میں آئے صورتہ پسندیدہ نہ تھی، گو موسیٰ علیہ السلام نیز معذور تھے۔ اس لئے **آسندوب اغفر لى**..... الخ کہہ کر حق تعالیٰ سے عفو کی درخواست کی، **والله سبحانه وتعالى اعلم**۔

♦ **حضرت ہارون کا جواب اور معذرت** | گو ہارون علیہ السلام حضرت موسیٰ کے عینی بھائی ہیں۔ مگر ماں کی طرف نسبت کرنے سے ان کو نرمی اور شفقت پر آمادہ کرنا تھا۔ اس آیت میں ہارون کی معذرت کا بیان ہے۔ حاصل یہ ہے کہ میں اپنے مقدور کے موافق ان کو سمجھا چکا لیکن انہوں نے میری کچھ حقیقت نہ سمجھی۔ ا لئے مجھے قتل کرنے پر آمادہ ہونے لگے۔ اب آپ ایسا معاملہ کر کے ان کو مجھ پر ہنسنے کا موقع نہ دیجئے اور عتاب و غصہ کا اظہار کرتے وقت مجھ کو ظالموں کے ذیل میں شامل نہ کیجئے۔

فِي رَحْمَتِكَ وَأَنْتَ أَرْحَمُ الرَّحِيمِينَ ﴿۱۵۱﴾ إِنَّ الَّذِينَ

اپنی رحمت میں اور تو سب سے زیادہ رحم کرنے والا ہے

البتہ جنہوں نے

اتَّخَذُوا الْعِجْلَ سَبِيلًا لَهُمْ غَضَبٌ مِّن رَّبِّهِمْ وَذِلَّةٌ

پھڑے کو معبود بنا لیا ان کو پہنچنے کا غضب ان کے رب کا اور ذلت

فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَكَذَلِكَ نَجْزِي الْمُفْتَرِينَ ﴿۱۵۲﴾

دنیا کی زندگی میں

اور یہی سزا دیتے ہیں ہم بہتان باندھنے والوں کو

وَالَّذِينَ عَمِلُوا السَّيِّئَاتِ ثُمَّ تَابُوا مِنْ بَعْدِهَا وَآمَنُوا

اور جنہوں نے کئے بُرے کام پھر توبہ کی اُس کے بعد اور ایمان لائے

إِنَّ رَبَّكَ مِنْ بَعْدِهَا لَغَفُورٌ رَّحِيمٌ ﴿۱۵۳﴾ وَلَمَّا سَكَتَ

تو بے شک تیرا رب توبہ کے پیچھے البتہ بخشنے والا مہربان ہے اور جب تھم گیا

عَنْ مُوسَى الْغَضَبُ أَخَذَ الْأَلْوَابَ فِي نُسْخَتِهَا

موسیٰ کا غضب تو اُس نے اٹھالیا تختیوں کو اور جو اُن میں لکھا ہوا تھا

هُدًى وَرَحْمَةً لِّلَّذِينَ هُمْ لِرَبِّهِمْ يَرْهَبُونَ ﴿۱۵۴﴾

اُس میں ہدایت اور رحمت تھی ان کے واسطے جو اپنے رب سے ڈرتے ہیں

وَاخْتَارَ مُوسَى قَوْمَهُ سَبْعِينَ رَجُلًا لِّمِيقَاتِنَا

اور چن لیے موسیٰ نے اپنی قوم میں سے ستر مرد ہمارے وعدہ کے وقت پر لانے کو

فَلَمَّا أَخَذَتْهُمُ الرَّجْفَةُ قَالَ رَبِّ لَوْ شِئْتَ

پھر جب اُن کو زلزلہ نے پکڑا تو بولا اے رب میرے اگر تو چاہتا

حضرت موسیٰ کا استغفار | یعنی شدتِ غضب میں جو بے اعتدالی یا اجتہادی غلطی مجھ سے ہوئی خواہ میں اس میں کتنا ہی نیک نیت ہوں، آپ معاف فرمادیتے اور میرے بھائی ہارون سے اگر ان کے درجہ اور شان کو ملحوظ رکھتے ہوئے کسی طرح کی کوتاہی قوم کی اصلاح میں ہوئی، اس سے بھی درگزر فرمائیے۔

گو سالہ پرستوں کی سزا اور قتل مرتد | یہ غضب وہ ہی ہے جس کا ذکر سورۃ بقرہ میں ربیع پارہ الہم کے بعد گزر چکا۔ یعنی ”گو سالہ پرستوں کو وہ لوگ قتل کریں جنہوں نے یہ حرکت نہیں کی اور دوسروں کو روکنے میں حصہ بھی نہ لیا۔ اس سے معلوم ہوا کہ مرتد کی سزا دنیا میں قتل ہے۔

یعنی برا کام حتیٰ کہ شرک و کفر کر کے پھر توبہ کر لے اور ایمان لے آئے تو غفور رحیم کے یہاں رحمت اور معافی کی کچھ کمی نہیں یہ معافی وغیرہ آخرت سے متعلق ہے۔ گویا اشارہ فرمادیا کہ گو سالہ پرستوں کو جو سزائے قتل دی گئی وہ ان کے حق میں شرط قبول توبہ سمجھی گئی تھی فَتَوُوبُوا إِلَىٰ بَارِئِكُمْ فَاقْتُلُوا أَنفُسَكُمْ (بقرہ) اب ان پر آخری مواخذہ باقی نہیں رہا۔ دنیوی سزا کے بعد آخری حالت کا بیان اس جگہ ایسا ہی ہے جیسے دوسری جگہ وَالسَّارِقِ وَالسَّارِقَةُ فَاقْطَعُوا أَيْدِيَهُمَا..... الخ کے بعد فَمَنْ تَابَ مِنْ بَعْدِ ظُلْمِهِ وَأَصْلَحَ فَإِنَّ اللَّهَ يَتُوبُ عَلَيْهِ إِنَّ اللَّهَ عَفُورٌ رَّحِيمٌ فرمادیا گیا۔

أَهْلَكْتَهُمْ مِّنْ قَبْلُ وَإِيَّايَ أَتُهْلِكُنَا بِمَا فَعَلَ

تو پہلے ہی ہلاک کر دیتا ان کو اور مجھ کو کیا ہم کو ہلاک کرتا ہے اس کام پر جو کیا

السُّفَهَاءُ مِثْلَهُ إِن هِيَ إِلَّا فِتْنَتُكَ تُضِلُّ بِهَا

ہماری قوم کے احمقوں نے یہ سب تیری آزمائش ہے بچلا دے اس میں

مَنْ تَشَاءُ وَتَهْدِي مَنْ تَشَاءُ أَنْتَ وَلِيْنَا فَاغْفِرْ

جس کو تو چاہے اور سیدھا رکھے جس کو چاہے تو ہی ہے ہمارا تھامنے والا سو بخش دے

لَنَا وَارْحَمْنَا وَأَنْتَ خَيْرُ الْغَافِرِينَ ﴿١٥٥﴾ وَكُتِبَ لَنَا

ہم کو اور رحمت کر ہم پر اور تو سب سے بہتر بخشنے والا ہے اور لکھ دے ہمارے لیے

فِي هَذِهِ الدُّنْيَا حَسَنَةً وَفِي الْآخِرَةِ إِنَّا هُدُنَا

اس دنیا میں بھلائی اور آخرت میں ہم نے رجوع کیا

إِلَيْكَ ۗ قَالَ عَذَابِي أُصِيبُ بِهِ مَن يَشَاءُ ۗ وَ

تیری طرف فرمایا میرا عذاب ڈالتا ہوں میں اُس کو جس پر چاہوں اور

رَحْمَتِي وَسِعَتْ كُلَّ شَيْءٍ ۗ فَسَاكُنْهَا لِلَّذِينَ

میری رحمت شامل ہے ہر چیز کو سو اُس کو لکھ دوں گا ان کے لیے

يَتَّقُونَ وَيُؤْتُونَ الزَّكَاةَ وَالَّذِينَ هُمْ بِآيَاتِنَا

جو ڈر رکھتے ہیں اور دیتے ہیں زکوٰۃ اور جو ہماری باتوں پر

يُؤْمِنُونَ ﴿١٥٦﴾ الَّذِينَ يَتَّبِعُونَ الرَّسُولَ النَّبِيَّ

یقین رکھتے ہیں وہ لوگ جو پیروی کرتے ہیں اُس رسول کی جو نبی

ستر سرداروں کے ساتھ کوہ طور پر حاضری راجح یہ ہی معلوم ہوتا ہے کہ یہ میقات اس میقات کے علاوہ ہے جو موسیٰ علیہ السلام کو "تورات" عطا فرمانے کے لئے مقرر ہوا تھا۔ نیز آیات حاضرہ کی ترتیب سے بظاہر مفہوم ہوتا ہے کہ یہ واقعہ گوسالہ پرستی اور سزایابی کے بعد پیش آیا۔ لیکن سورہ نساء کی آیت **فَقَالُوا آدَرْنَا اللَّهَ جَهْرَةً فَآخَذْتَهُمُ الصَّاعِقَةُ بِظُلْمِهِمْ ثُمَّ اتَّخَذُوا الْعِجْلَ مِنْ بَعْدِ مَا جَاءَتْهُمْ الْبَيِّنَاتُ**..... راجح زیادہ صفائی سے بتلاتی ہے کہ گوسالہ پرستی اس واقعہ کے بعد ہوئی۔ واللہ اعلم بالصواب۔ اس واقعہ کا خلاصہ سورہ بقرہ میں ربیع پارہ "آلَم" کے بعد گزر چکا ہے بنی اسرائیل نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کہا تھا کہ تمہاری باتیں اس وقت تسلیم کر سکتے ہیں جب خدا تعالیٰ سے خود سن لیں۔ حضرت موسیٰ ان میں سے ستر آدمیوں کو جو سردار تھے منتخب کر کے طور پر لے گئے۔ آخر انہوں نے حق تعالیٰ کا کلام سن لیا کہنے لگے کہ جب تک ہم خدا کو اپنی آنکھوں سے بے حجاب دیکھ نہ لیں ہم کو یقین نہیں آسکتا۔ اس گستاخی پر نیچے سے سخت بھونچال آیا اور اوپر سے بجلی کی کڑک ہوئی، آخر کانپ کر مر گئے، یا مردوں کی ہی حالت کو پہنچ گئے۔

حضرت موسیٰ کی موثر دعا | موسیٰ نے اپنے آپ کو ان کے ساتھ نتھی کر کے نہایت موثر انداز میں دعا کی جس کا حاصل یہ تھا کہ خداوند! اگر تو ہلاک کرنا ہی چاہتا تو ان سب کو بلکہ ان کے ساتھ مجھ کو بھی کہ میں ہی انہیں لیکر آیا یہاں بلانے اور کلام سنانے سے پہلے ہی ہلاک کر دیتا۔ کس کی مجال تھی کہ آپ کی مشیت کو روک سکتا؟ جب آپ نے ایسا نہیں چاہا، بلکہ مجھے لانے کی اور ان کو کلام الہی سننے کے لئے یہاں آنے کی اجازت دی، تو یہ کیسے گمان کیا جاسکتا ہے کہ اپنے یہاں بلا کر محض بعض بیوقوفوں کی حماقت کی سزا میں ہم سب کو ہلاک کر دینا چاہیں یقیناً یہ (ربھہ وصاعقہ) منظر سب آپ کی طرف سے ہماری آزمائش و امتحان ہے اور ایسے سخت امتحانات میں ثابت قدم رکھنا یا نہ رکھنا بھی آپ ہی کے قبضہ میں ہے۔ اس قسم کے خطرناک اور مزلت الاقدام مواقع میں آپ ہی ہمارے تھامنے اور دستگیری کرنے والے ہیں اور صرف آپ ہی کی ذات منبع الخیرات سے یہ امید ہو سکتی ہے کہ ہم سب کی گذشتہ تقصیرات اور بے اعتدالیوں سے درگزر فرمائیں اور آئندہ اپنی رحمت سے ایسی خطاؤں اور غلطیوں کا شکار نہ ہونے دیں۔ حضرت موسیٰ کی اس دعا پر وہ لوگ بخشنے گئے اور خدا نے ان کو از سر نو زندگی مرحمت فرمائی۔ **كَمَا قَالَ ثُمَّ بَعَثْنَاكُمْ مِنْ بَعْدِ مَوْتِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ**۔

کوہ طور پر امت محمدیہ کے حق میں اللہ کا ایک وعدہ | حضرت شاہ صاحب فرماتے ہیں کہ "شاید حضرت موسیٰ نے اپنی امت کے حق میں دنیا اور آخرت کی بھلائی جو مانگی، مراد یہ تھی کہ سب امتوں پر مقدم اور فائق رہیں دنیا اور آخرت میں، جو اب خدا تعالیٰ نے فرمایا کہ میرا عذاب اور رحمت کسی فرقہ پر مخصوص نہیں، سو عذاب تو اسی پر ہے جسکو اللہ چاہے اور رحمت عامہ سب مخلوق کو شامل ہے لیکن وہ رحمت خاص جو تم طلب کر رہے ہو، لکھی ہے انکے نصیب میں جو اللہ کا ڈر رکھتے ہیں اور اموال میں زکوٰۃ ادا کرتے یا نفس کا تزکیہ کرتے ہیں اور خدا کی ساری باتوں پر یقین لائے وہ پہنچے اس نعمت کو اور حضرت موسیٰ کی دعا ان کو ملے گی۔"

الْأُمَّيِّ الَّذِي يَجِدُونَهُ مَكْتُوبًا عِنْدَهُمْ فِي

آئی ہے ♦ کہ جس کو پاتے ہیں لکھا ہوا اپنے پاس

التَّوْرَةِ وَالْإِنْجِيلِ زِيَامُرَهُمْ بِالْمَعْرُوفِ وَيُنْهَاهُمْ

توریت اور انجیل میں ♦ وہ حکم کرتا ہے ان کو نیک کام کا اور منع کرتا ہے

عَنِ الْمُنْكَرِ وَيُجِلُّ لَهُمُ الطَّيِّبَاتِ وَيُحَرِّمُ عَلَيْهِمُ

نہے کام سے اور حلال کرتا ہے ان کے لیے سب پاک چیزیں اور حرام کرتا ہے ان پر

الْخَبِيثَاتِ وَيَضَعُ عَنْهُمْ إِصْرَهُمْ وَالْأَغْلَالَ الَّتِي كَانَتْ

ناپاک چیزیں اور اتارتا ہے ان پر سے ان کے بوجھ اور وہ قیدیں جو ان پر

عَلَيْهِمْ ۖ فَالَّذِينَ آمَنُوا بِهِ وَعَزَّرُوهُ وَنَصَرُوهُ

تھیں ♦ سو جو لوگ اس پر ایمان لائے اور اس کی رفاقت کی اور اس کی مدد کی

وَاتَّبَعُوا النُّورَ الَّذِي أُنزِلَ مَعَهُ ۗ أُولَٰئِكَ هُمُ

اور تابع ہوئے اس نور کے جو اس کے ساتھ اتر ہے ♦ وہی لوگ

الْمُفْلِحُونَ ﴿١٥٤﴾ قُلْ يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنِّي رَسُولُ اللَّهِ

پہنچا اپنی نراد کو تو کہہ اسے لوگو میں رسول ہوں اللہ کا

إِلَيْكُمْ جَمِيعًا ۗ الَّذِي لَهُ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۗ

تم سب کی طرف جس کی حکومت ہے آسمانوں اور زمین میں

لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ يُحْيِي وَيُمِيتُ ۗ فَآمِنُوا بِاللَّهِ وَ

کسی کی بندگی نہیں اس کے سوا وہی جلاتا ہے اور مارتا ہے سوا ایمان لاؤ اللہ پر اور

◆ لفظ اُمّی کی تشریح | ”اُمّی“ یا تو ”ام“ (بمعنی والدہ) کی طرف منسوب ہے، جس طرح بچہ ماں کے پیٹ سے پیدا ہوتا ہے اور کسی کا شاگرد نہیں ہوتا، نبی کریم ﷺ نے ساری عمر کسی مخلوق کے سامنے زانوئے تلمذتہ نہیں کیا۔ اس پر کمال یہ ہے کہ جن علوم و معارف اور حقائق و اسرار کا آپ نے افاضہ فرمایا۔ کسی مخلوق کا حوصلہ نہیں کہ اس کا عشر عشر پیش کر سکے۔ پس ”نبی اُمّی“ کا لقب اس حیثیت سے آپ کے لئے مایہ صد افتخار ہے، اور یا ”اُمّی“ کی نسبت ”ام القریٰ“ کی طرف ہو جو ”مکہ معظمہ“ کا لقب ہے جو آپ کا مولد شریف تھا۔

◆ تورات و انجیل میں آنحضرت ﷺ کا تذکرہ | یعنی آپ کی تشریف آوری کی بشارات اور نعوت و صفات کتب سماویہ سابقہ میں مذکور ہیں۔ حتیٰ کہ اس وقت سے لے کر آج تک ساڑھے تیرہ سو برس کی کاٹ چھانٹ کے بعد بھی موجودہ بائبل میں بہت سی بشارات و اشارات پائے جاتے ہیں۔ جن کو ہر زمانہ کے علماء بحوالہ کتب دکھلاتے چلے آئے ہیں۔ ولله الحمد علی ذلک۔

◆ آنحضرت ﷺ کا دین آسان ہے | یعنی یہود پر جو سخت احکام تھے اور کھانے کی چیزوں میں ان کی شرارتوں کی وجہ سے تنگی تھی، فَبِظُلْمٍ مِّنَ الَّذِينَ هَادُوا حَرَّمْنَا عَلَيْهِمْ طَيِّبَاتٍ أُحِلَّت لَّهُمْ (نساء، رکوع ۲۲) اس دین میں وہ سب چیزیں آسان ہوئیں۔ اور جو ناپاک چیزیں مثلاً لحم خنزیر، یا گندی باتیں مثلاً سو دخوری وغیرہ، انہوں نے حلال کر رکھی تھیں، ان کی حرمت اس پیغمبر نے ظاہر فرمائی۔ غرض اُن سے بہت سے بوجھ ہلکے کر دیئے اور بہت سی قیدیں اٹھادی گئیں۔ جیسا کہ حدیث میں فرمایا۔ ”بُعِثْتُ بِالْحَنِيفِيَّةِ السَّمْحَةِ“۔

◆ ”نور“ سے مراد وحی ہے مخلو ہو یا غیر مخلو یعنی قرآن و سنت۔

رَسُولِهِ النَّبِيِّ الْأُمِّيِّ الَّذِي يُؤْمِنُ بِاللَّهِ وَكَلِمَاتِهِ

اُس بھیجے ہوئے نبی اُمی پر جو کہ یقین رکھتا ہے اللہ پر اور اُس کے سب کلاموں پر

وَاتَّبِعُوهُ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُونَ ﴿١٥٨﴾ وَمِنْ قَوْمِ مُوسَى

اور اُس کی پیروی کرو تاکہ تم راہ پاؤ ♦ اور موسیٰ کی قوم میں

أُمَّةٌ يَهْدُونَ بِالْحَقِّ وَبِهِ يَعْدِلُونَ ﴿١٥٩﴾ وَقَطَّعْنَهُمْ

ایک گروہ ہے جو راہ بتلاتے ہیں حق کی اور اسی کے موافق انصاف کرتے ہیں ♦ اور جدا جدا کر دیئے ہم نے اُن کو

أَثْنَتِي عَشْرَةَ أَسْبَاطًا أُمَمًا وَأَوْحَيْنَا إِلَىٰ مُوسَىٰ

بارہ دادوں کی اولاد بڑی بڑی جماعتیں ♦ اور حکم بھیجا ہم نے موسیٰ کو

إِذَا اسْتَسْقَاهُ قَوْمُهُ أَنِ اضْرِبْ بِعَصَاكَ الْحَجَرَ

جب پانی مانگا اُس سے اُس کی قوم نے کہ مار اپنی لاٹھی اس پتھر پر

فَانُجِسَتْ مِنْهُ اثْنَتَا عَشْرَةَ عَيْنًا قَدْ عَلِمَ

تو پھوٹ نکلے اُس سے بارہ چشمے پہچان لیا

كُلُّ أَنَاثٍ مِّمَّنْ شَرِبَهُمْ ۖ وَظَلَّلْنَا عَلَيْهِمُ الْغَمَامَ ۗ

ہر قبیلہ نے اپنا گھاٹ اور سایہ کیا ہم نے اُن پر ابر کا اور

أَنْزَلْنَا عَلَيْهِمُ الْمَنَّٰنَ وَالسَّلٰوٰی ۖ كُلُّوا مِنْ طَيِّبَاتِ

اتارا ہم نے اُن پر من اور سلوی کھاؤ ستھری چیزیں

مَا رَزَقْنَاكُمْ ۖ وَمَا ظَلَمُونَا وَلٰكِنْ كَانُوا أَنفُسَهُمْ

جو ہم نے روزی دی تم کو اور انہوں نے ہمارا کچھ نہ بگاڑا لیکن اپنا ہی

آنحضرت ﷺ کی نبوت عالمگیر ہے | یعنی آپ کی بعثت تمام دنیا کے لوگوں کو عام ہے۔ عرب کے امین یا یہود و نصاریٰ تک محدود نہیں۔ جس طرح خداوند تعالیٰ شہنشاہ مطلق ہے، آپ اس کے رسول مطلق ہیں۔ اب ہدایت و کامیابی کی صورت۔ بجز اس کے کچھ نہیں کہ اس جامع ترین عالمگیر صداقت کی پیروی کی جائے جو آپ لے کر آئے ہیں۔ یہ ہی پیغمبر ہیں، جن پر ایمان لانا تمام انبیاء و مرسلین اور تمام کتب سماویہ پر ایمان لانے کا مرادف ہے۔

گو اکثر یہود سرکشی اور ناانصافی کی راہ اختیار کر رہے ہیں تاہم کچھ ایسی سعید روئیں بھی ہیں، جو دوسروں کو حق کی طرف دعوت دیتی ہیں اور بذات خود حق و انصاف کے راستوں پر گامزن ہیں۔ مثلاً عبداللہ بن سلام وغیرہ۔

بنی اسرائیل کے بارہ قبیلے | یعنی اصلاح و انتظام کے لئے ان کی بارہ جماعتیں جو بارہ دادوں کی اولاد تھی الگ الگ کر دی گئی تھیں۔ پھر ہر ایک جماعت کا ایک نقیب مقرر فرما دیا جو اس کی نگرانی اور اصلاح کا خیال رکھے۔ وَبَعَثْنَا مِنْهُمُ اثْنَيْ عَشَرَ نَقِيبًا۔

يُظْلِمُونَ ﴿١٣٠﴾ وَإِذْ قِيلَ لَهُمْ اسْكُنُوا هَذِهِ الْقَرْيَةَ

نقصان کرتے رہے اور جب حکم ہوا ان کو کہ بسواس شہر میں

وَكُلُوا مِنْهَا حَيْثُ شِئْتُمْ وَقُولُوا حِطَّةٌ وَادْخُلُوا الْبَابَ

اور کھاؤ اُس میں جہاں سے چاہو اور کہو ہم کو بخش دے اور داخل ہو دو روازہ میں

سُجَّدًا نَغْفِرْ لَكُمْ خَطِيئَتِكُمْ ۗ سَنَزِيدُ الْمُحْسِنِينَ ﴿١٣١﴾

سجدہ کرتے ہوئے تو بخش دیں گے ہم تمہاری خطائیں البتہ زیادہ دیں گے ہم نیکی کرنے والوں کو

فَبَدَّلَ الَّذِينَ ظَلَمُوا مِنْهُمْ قَوْلًا غَيْرَ الَّذِي قِيلَ

سو بدل ڈالا ظالموں نے ان میں سے دوسرا لفظ ان میں سے کہہ

لَهُمْ فَأَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ رِجْزًا مِّنَ السَّمَاءِ بِمَا كَانُوا

دیا گیا تھا پھر بھیجا ہم نے ان پر عذاب پھر بھجوا ان کی بسبب ان کی

يُظْلِمُونَ ﴿١٣٢﴾ وَسَأَلَهُمْ عَنِ الْقَرْيَةِ الَّتِي كَانَتْ

شرارت کے اور پوچھا ان سے حال اُس بستی کا جو تھی

حَاضِرَةً الْبَحْرِ مِرَادٌ يَعْدُونَ فِي السَّبْتِ إِذْ

دریا کے کنارے جب حد سے بڑھنے لگے ہفتہ کے حکم میں جب

تَأْتِيهِمْ حِينَانُهُمْ يَوْمَ سَبْتِهِمْ شُرَّعًا وَيَوْمَ لَا

آئے لگیں ان کے پاس پھلیاں ہفتہ کے دن پانی کے اوپر اور جس دن

يَسْبِتُونَ ۚ لَا تَأْتِيهِمْ ۚ كَذَلِكَ ۚ نَبِّئُوهُمْ بِمَا

ہفتہ نہ ہو تو نہ آتی تھیں اس طرح ہم نے ان کو آزمایا اس لیے کہ وہ

اس شہر سے مراد اکثر نے ”ایریحاء لیا ہے۔

وادی تیبہ کے واقعات کا اعادہ | یعنی ابھی ایک شہر فتح ہوا۔ آگے سارا ملک ملے گا۔ کذافی
الموضح۔ یا یہ مطلب ہے کہ خطا معاف کر کے نیکو کاروں کے اجر و ثواب بڑھائیں گے کذافی عامۃ
الکتب۔

یہ واقعات ”وادی تیبہ“ کے ہیں۔ جن کا بیان سورۃ ”بقرہ“ ربیع پارہ التّم کے بعد گزر چکا، وہاں کے
فوائد میں تفصیل ملاحظہ کی جائے۔

یعنی اپنے زمانہ کے یہود سے بطور تنبیہ و توبیخ اس بستی میں رہنے والے یہود کا قصہ دریافت کیجئے جو
داؤد علیہ السلام کے عہد میں پیش آیا۔ اکثر مفسرین کے نزدیک اس بستی سے شہر ”ایلہ“ مراد ہے جو بحر
قلزم کے کنارے مدین اور طور کے درمیان واقع تھا وہاں کے لوگ دریا کے قرب کی وجہ سے مچھلی کے
شکار کی عادت رکھتے تھے۔

كَانُوا يَفْسُقُونَ ﴿٣٣﴾ وَإِذْ قَالَتْ أُمَّةٌ مِّنْهُمْ لِمَ

نا فرمان تھے اور جب بولا ان میں سے ایک فرقہ کیوں

تَعْظُونَ قَوْمًا لَّا اللَّهُ مَهْلِكُهُمْ أَوْ مُعَذِّبُهُمْ

نہیحت کرتے ہو ان لوگوں کو جن کو اللہ چاہتا ہے کہ ہلاک کرے یا ان کو عذاب

عَذَابًا شَدِيدًا قَالُوا مَعذِرَةٌ إِلَىٰ رَبِّكُمْ وَكَعَلَمُهُمْ

دے سخت وہ بولے الزام اتارنے کی غرض سے تمہارے رب کے آگے اور اس لیے کہ شاید وہ

يَتَّقُونَ ﴿٣٤﴾ فَلَمَّا نَسُوا مَا ذُكِّرُوا بِهِ أَنجَيْنَا الَّذِينَ

ذریں پھر جب وہ بھول گئے اُس کو جو ان کو سمجھایا تھا تو نجات دی ہم نے ان کو

يَنْهَوْنَ عَنِ السُّوءِ وَأَخَذْنَا الَّذِينَ ظَلَمُوا

جو منع کرتے تھے بُرے کام سے اور پکڑا گنہگاروں کو

بِعَذَابٍ بَّيْسٍ بِمَا كَانُوا يَفْسُقُونَ ﴿٣٥﴾ فَلَمَّا

بُرے عذاب میں بسبب ان کی نافرمانی کے پھر جب

عَتَوْا عَنْ مَا نُهُوا عَنْهُ قُلْنَا لَهُمْ كُونُوا قِرَدَةً

بڑھنے لگے اُس کام میں جس سے وہ روکے گئے تھے تو ہم نے حکم کیا کہ ہو جاؤ بندر

خُسَيْبٍ ﴿٣٦﴾ وَإِذْ تَأَذَّنَ رَبُّكَ لِيُبْعَثَنَّ عَلَيْهِمْ

ذلیل اور اُس وقت کو یاد کرو جب خبر کر دی تھی تیرے رب نے کہ ضرور بھیجتا رہے گا یہودی پر

إِلَىٰ يَوْمِ الْقِيَامَةِ مَنْ يُّسْوِمُهُمْ سَوْءَ الْعَذَابِ ط

قیامت کے دن تک ایسے شخص کو کہ دیا کرے ان کو بُرا عذاب

- ◆ **سبت کے حکم سے یہود کی خلاف ورزی** حق تعالیٰ نے یہود پر ہفتہ کے دن شکار کرنا حرام کیا تھا۔ باشندگان "ایلہ" کو عدول حکمی اور نافرمانی کی عادت تھی۔ خدا کی طرف سے سخت آزمائش ہونے لگی کہ ہفتہ کے دن دریا میں مچھلیوں کی بے حد کثرت ہوتی۔ جو سطح دریا کے اوپر تیرتی تھیں۔ باقی دنوں میں غائب رہتیں۔ اُن لوگوں سے صبر نہ ہو سکا۔ صریح حکم الہی کے خلاف حیلے کرنے لگے۔ دریا کا پانی کاٹ لائے، جب ہفتہ کے دن مچھلیاں اُن کے بنائے ہوئے حوض میں آجاتیں تو نکلنے کا راستہ بند کر دیتے اور اگلے دن اتوار کو جا کر پکڑ لاتے تاکہ ہفتہ کے دن شکار کرنا صادق نہ آئے۔ گویا اس حرکت سے معاذ اللہ خدا کو دھوکا دینا چاہتے تھے۔ آخر دنیا ہی میں اس کی سزا بھگتی کہ مسخ کر کے ذلیل بندر بنا دیئے گئے۔ اس سے ظاہر ہوا کہ حیلہ سازی اور مکاری خدا کے آگے پیش نہیں جاتی۔
- ◆ **ناصحین کا امر بالمعروف** معلوم ہوتا ہے کہ جب انہوں نے حکم الہی کے خلاف حیلہ بازی شروع کی تو شہر کے باشندے کئی قسموں پر منقسم ہو گئے جیسا کہ عموماً ایسے حالات میں ہوا کرتا ہے۔ ایک وہ لوگ جنہوں نے اس حیلہ کی آڑ لے کر صریح حکم الہی کی خلاف ورزی کی۔ دوسرے نصیحت کرنے والے جو اخیر تک فہمائش اور امر بالمعروف میں مشغول رہے۔ تیسرے جنہوں نے ایک آدھ مرتبہ نصیحت کی پھر مایوس ہو کر اور ان کی سرکشی سے تھک کر چھوڑ دی۔ چھوٹے وہ ہو گئے جو نہ اس عمل شنیع میں شریک ہوئے اور نہ منع کرنے کے لئے زبان کھولی، بالکل علیحدہ اور خاموش رہے مگر خرا لہ کر دو جماعتوں نے انتھک نصیحت کرنے والوں سے کہا ہوگا کہ ان متردین کے ساتھ کیوں مغز زنی کر کے دماغ کھپاتے ہو جن سے کوئی توقع قبول حق کی نہیں۔ ان کی نسبت تو معلوم ہوتا ہے کہ دو باتوں میں سے ایک بات ضرور پیش آنے والی ہے۔ یا خدا ان کو بالکل تباہ و ہلاک کر دے اور یا کسی سخت ترین عذاب میں مبتلا کرے۔ کیونکہ یہ لوگ اب کسی نصیحت پر کان دھرنے والے نہیں۔
- ◆ **یعنی شاید سمجھاتے رہنے سے کچھ ڈر جائیں اور اپنی حرکات شنیعہ سے باز آجائیں۔** ورنہ کم از کم ہم پروردگار کے سامنے عذر تو کر سکتے ہیں کہ خدا یا ہم نے آخر دم تک نصیحت و فہمائش میں کوتاہی نہیں کی۔ یہ نہ مانے تو ہم پر اب کیا الزام ہے؟ گویا یہ ناصحین اول تو بالکل مایوس نہ تھے، دوسرے "عزیمت" پر عمل کر رہے تھے کہ مایوسی کے باوجود بھی ان کا تعاقب نہیں چھوڑتے تھے۔
- ◆ **ناصحین کی نجات اور نافرمانوں پر عذاب** یعنی جب ان نالائقوں نے تمام نصیحتوں کو بالکل ایسا بھلا دیا گویا سنا ہی نہیں، تو ہم نے ناصحین کو بچا کر ظالمین کو سخت عذاب میں گرفتار کر دیا۔ **الَّذِينَ يَنْهَوْنَ عَنِ السُّوْءِ كَاعْمُوْمٍ الْفَاعِلِ دَلَالَتِ كَرْتَابِ** کہ جو نصیحت سے تھک کر لِمَ نَعِظُوْنَ قَوْمًا..... الخ کہنے لگے اور جنہوں نے اخیر تک سلسلہ وعظ و نصیحت کا جاری رکھا۔ ان دونوں کو نجات ملی۔ صرف ظالم پکڑے گئے۔ یہی عکرمہ سے منقول ہے اور ابن عباسؓ نے ان کے فہم کی داو دی ہے۔ باقی جو لوگ اول سے آخر تک بالکل ساکت رہے، خدا نے بھی ان کے ذکر سے سکوت فرمایا۔ ابن کثیر نے خوب لکھا ہے۔ **فَقَصَّ عَلَىٰ نَجَاةِ النَّاهِيْنَ وَهَلَاكِ الظَّالِمِيْنَ وَسَكَتَ عَنِ السَّاكِنِيْنَ لِأَنَّ الْجَزَاءَ مِنْ جِنْسِ الْعَمَلِ فَهَمْ لَا يَسْتَحِقُّوْنَ مَدْحًا فَيَمْدَحُوا وَلَا يَرْتَكِبُوْنَ عَظِيْمًا فَيَنْقُتُوا** (ابن کثیر ۶/۵۷) اور جمع بعد ذلک قول عکرمہ **مَقُولُ اللّٰهِ اَعْلَمُ۔**
- ◆ **نافرمانوں کا بندر بنا دیا جانا** شاید پہلے کچھ اور عذاب آیا ہوگا، جب بالکل حد سے گذر گئے تب ذلیل بندر بنائے گئے، یا **فَلَمَّا عَصَوْا..... الخ** کو گذشتہ آیت **فَلَمَّا نَسُوا مَا ذُكِّرُوا بِهِ** کی تفسیر قرار دیا جائے یعنی وہ "عذاب بنیس" یہی بندر بنا دینا تھا۔ حضرت شاہ صاحب فرماتے ہیں کہ "منع کرنے والوں نے شکار والوں سے ملنا چھوڑ دیا اور بیچ میں دیوار اٹھائی، ایک دن صبح کو اٹھے تو دوسروں کی آواز نہ سنی، دیوار پر سے دیکھا، ہر گھر میں بندر تھے وہ آدمیوں کو پہچان کر اپنے قرابت والوں کے پاؤں پر سر رکھنے لگے اور رونے لگے۔ آخر برے حال سے تین دن میں مر گئے۔"
- ◆ **یہود کی دائمی محکومی** یعنی خدا کی طرف سے سختہ اعطاف کر دیا گیا تھا کہ یہود اگر احکام تورات پر عمل کرنا چھوڑ دیں گے تو حق تعالیٰ قریب قیامت تک وقتاً فوقتاً ان پر ایسے لوگوں کو مسلط کرتا رہے گا جو ان کو برے عذاب میں مبتلا رکھیں۔ برا عذاب یہاں محکومانہ زندگی کو فرمایا۔ یہود کی دائمی ذلت چنانچہ قوم یہود، کبھی یونانی اور کلدانی بادشاہوں کے زیر حکومت رہی۔ کبھی "بخت نصر" وغیرہ کے شہداء کا تختہ مشق بنی۔ آخر میں نبی کریم ﷺ کے عہد مبارک تک مجوسیوں کی باجگزار رہی۔ پھر مسلمان حکمرانوں کو ان پر مسلط فرمایا۔ غرض اس وقت سے آج تک ان کو من حیث القوم عزت و آزادی کی زندگی نصیب نہیں ہوئی۔ بلکہ جہاں کہیں رہے اکثر ملوک و حکام کی طرف سے سخت ذلت اور خطرناک تکلیفیں اٹھاتے رہے۔ ان کا مال و دولت وغیرہ کوئی چیز اس غلام و محکومیت کی لعنت سے نجات نہ دے سکی اور نہ قیامت تک دے سکے گی۔ آخر میں جب یہ لوگ دجال کے مددگار ہو کر نکلیں گے تو حضرت مسیح علیہ السلام کے مسلمان رفقاء کے ہاتھوں سے تیغ کئے جائیں گے کما ورد فی الحدیث۔

إِنَّ رَبَّكَ لَسَرِيعُ الْعِقَابِ ۖ وَإِنَّهُ لَغَفُورٌ رَّحِيمٌ ﴿١٦٤﴾

بے شک تیرا رب جلد عذاب کرنے والا ہے

اور وہ بخشنے والا مہربان ہے

وَقَطَّعْنَهُمْ فِي الْأَرْضِ أُمَّمًا مِّنْهُمْ الصَّالِحُونَ وَ

اور متفرق کر دیا ہم نے ان کو ملک میں

فرقے فرقے

بعضے ان میں نیک

اور

مِنْهُمْ دُونَ ذَلِكَ وَبَلَوْنَهُمْ بِالْحَسَنَاتِ وَالسَّيِّئَاتِ

بعضے اور طرح کے

اور ہم نے ان کی آزمائش کی

خوبیوں میں

اور برائیوں میں

لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُونَ ﴿١٦٥﴾ فَخَلَفَ مِنْ بَعْدِهِمْ خَلْفٌ

تا کہ وہ پھر آئیں

پھر ان کے پیچھے آئے

ناخلف

وَرِثُوا الْكِتَابَ يَأْخُذُونَ عَرَضَ هَذَا الْأَدْنَىٰ وَ

جو وارث بنے کتاب کے

لے لیتے ہیں اسباب

اس ادنیٰ زندگی کا

اور

يَقُولُونَ سُبْحٰنَ رَبِّنَا ۚ وَإِنْ يَأْتِيهِمْ عَرَضٌ مِّثْلَهُ

کہتے ہیں

کہ ہم کو معاف ہو جائے گا

اور اگر ایسا ہی اسباب ان کے سامنے پھر آئے

يَأْخُذُوهُ ط أَلَمْ يَأْخُذْ عَلَيْهِمْ مِّيثَاقَ الْكِتَابِ

تو اس کو لے لیوں

کیا ان سے کتاب میں عہد نہیں لیا گیا

أَنْ لَا يَقُولُوا عَلَى اللَّهِ إِلَّا الْحَقَّ وَدَرَسُوا مَا فِيهِ ط

کہ نہ بولیں اللہ پر سوا

سچ کے

اور انہوں نے پڑھا ہے جو کچھ اس میں لکھا ہے

وَالدَّارُ الْآخِرَةُ خَيْرٌ لِّلَّذِينَ يَتَّقُونَ ط أَفَلَا

اور آخرت کا گھر

بہتر ہے ڈرنے والوں کے لیے

کیا

یعنی جو شرارت سے باز نہ آئے۔ بعض اوقات اس پر جلدی دنیا ہی میں عذاب بھیجنا شروع کر دیتا ہے اور کیسا ہی کٹر مجرم توبہ کر لے اور نادم ہو کر خدا کی طرف رجوع ہو تو اس کی بخشش و رحمت بھی بے پایاں ہے معاف کرتے ہوئے بھی دیر نہیں لگتی۔

یہود کی فرقہ بازی | یہود کی دولت برہم ہوئی تو آپس کی مخالفت سے ہر طرف نکل گئے۔ کوئی اجتماعی قوت و شوکت نہ رہی اور مذہب مختلف پیدا ہوئے۔ یہ احوال اس امت کو عبرت کے لئے سنائے جا رہے ہیں۔

یعنی کچھ افراد ان میں نیک بھی تھے۔ مگر اکثریت کافروں اور فاسقوں کی تھی۔ ان اکثریوں کے لئے بھی ہم رجوع و انابت الی اللہ کے مواقع بہم پہنچاتے رہے۔ کبھی ان کو عیش و تنعم میں رکھا، کبھی سختی اور تکلیف میں مبتلا کیا کہ ممکن ہے احسان مان کر یا سختیوں سے ڈر کر توبہ کریں اور خدا کی طرف رجوع ہوں۔

یہود کی تحریف اور خوش فہمی | یعنی اگلوں میں تو کچھ صالحین بھی تھے پچھلے ایسے ناخلف ہوئے کہ جس کتاب (تورات شریف) کے وارث و حامل بنے تھے، دنیا کا تھوڑا سا سامان لے کر اس کی آیات میں تحریف و کتمان کرنے لگے اور رشوتیں لے کر احکام تورات کے خلاف فیصلے دینے لگے۔ پھر اس پرستم ظریفی دیکھئے کہ ایسے نالائق اور پاجیانہ حرکات کا ارتکاب کرتے ہوئے یہ عقیدہ اور دعویٰ رکھتے ہیں کہ ان باتوں سے ہم کو مضرت کا کچھ اندیشہ نہیں۔ ہم تو خدا کی اولاد اور اس کے محبوب ہیں۔ کچھ بھی کریں وہ ہماری بے اعتدالیوں سے ضرور درگزر کرے گا۔ اسی عقیدہ کی بنا پر تیار رہتے ہیں کہ آئندہ جب موقع ہو پھر رشوت لے کر اسی طرح کی بے ایمانی کا اعادہ کریں۔ گویا بجائے اس کے کہ گذشتہ حرکات پر نادم ہوتے اور آئندہ کے لئے عزم رکھتے کہ ایسی حرکات کا اعادہ نہ کریں گے۔ مگر اللہ سے مامون ہو کر ان ہی شرارتوں اور بے ایمانیوں کے اعادہ کا عزم رکھتے ہیں، اس سے زیادہ حماقت اور بے حیائی کیا ہوگی؟

تَعْقِلُونَ ﴿١٦٩﴾ وَالَّذِينَ يَمَسُّونَ بِالْكِتَابِ وَأَقَامُوا

تم سمجھتے نہیں ﴿١﴾ اور جو لوگ خوب پڑھے ہیں کتاب کو اور قائم رکھتے ہیں

الصَّلَاةَ ۗ إِنَّا لَا نَضِيعُ أَجْرَ الْمُصْلِحِينَ ﴿١٧٠﴾ وَإِذَا

نماز کو بے شک ہم ضائع نہ کریں گے ثواب نیکی والوں کا ﴿١﴾ اور جس وقت

نَتَقْنَا الْجَبَلَ فَوْقَهُمْ كَأَنَّهُ ظُلَّةٌ وَظَنُّوا أَنَّهُ

اٹھایا ہم نے پہاڑ ان کے اوپر مثل سامان کے اور ڈرے کہ وہ

وَاقِعٌ بِهِمْ ۗ خُذُوا مَا آتَيْنَكُم بِقُوَّةٍ وَّاذْكُرُوا

ان پر گرے گا ہم نے کہا پکڑو جو ہم نے تم کو دیا ہے زور سے اور یاد رکھو

مَا فِيهِ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ ﴿١٧١﴾ وَإِذَا أَخَذَ رَبُّكَ مِنْ

جو اس میں ہے تاکہ تم بچتے رہو ﴿١﴾ اور جب نکالا تیرے رب نے

بَنِي آدَمَ مِنْ ظُهُورِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ وَأَشْهَدَهُمْ عَلَى

بنی آدم کی پیٹھوں سے ان کی اولاد کو اور اقرار کرایا ان سے ان کی

أَنْفُسِهِمْ ۗ أَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ ۗ قَالُوا بَلَىٰ ۗ شَهِدْنَا ۗ

جانوں پر کیا میں نہیں ہوں تمہارا رب بولے ہاں ہے ہم اقرار کرتے ہیں

أَنْ تَقُولُوا يَوْمَ الْقِيَامَةِ إِنَّا كُنَّا عَنْ هَذَا غْفِيلِينَ ﴿١٧٢﴾

کبھی کہنے لگو قیامت کے دن ہم کو تو اس کی خبر نہ تھی

أَوْ تَقُولُوا إِنَّمَا أَشْرَكَ آبَاؤُنَا مِنْ قَبْلُ وَكُنَّا

یا کہنے لگو کہ شرک تو نکالا تھا ہمارے باپ دادوں نے ہم سے پہلے اور ہم ہوئے

تورات کے بارے میں اللہ کا عہد | یعنی تورات میں جو عہد لیا گیا تھا کہ ”خدا کی طرف سچ کے سوا کسی چیز کی نسبت نہ کریں۔“ کیا وہ انہیں معلوم نہیں جو اُس کی کتاب اور احکام میں قطع و برید کر کے اس پر افتراء کرنے لگے، حالانکہ ”کتاب اللہ“ (تورات) کو یہ لوگ پڑھتے پڑھاتے ہیں۔ پھر کیسے کہا جاسکتا ہے کہ اُس کا مضمون انہیں معلوم نہیں یا یاد نہیں رہا۔ حقیقت وہ ہی ہے کہ دنیا کی فانی متاع کے عوض انہوں نے دین و ایمان سچ ڈالا اور آخرت کی تکلیف و راحت سے آنکھیں بند کر لیں۔ اتنا نہ سمجھے کہ جو لوگ خدا سے ڈرتے اور تقویٰ کی راہ اختیار کرتے ہیں ان کے لئے آخرت کا گھر اور وہاں کا عیش و تنعم دنیا کی خوشحالی سے کہیں بہتر اور فائق ہے۔ کاش کہ اب بھی انہیں عقل آجائے۔

یعنی توبہ اور اصلاح حال کا دروازہ اب بھی کھلا ہے جو لوگ شیروں کی راہ چھوڑ کر تورات کی اصلی ہدایات کو تھامے رہیں اور اُسی کی ہدایت و ہنیشیں گوئی کے موافق اس وقت قرآن کریم کا دامن مضبوط پکڑے رہیں اور خدا کی بندگی (نماز وغیرہ) کا حق ٹھیک ٹھیک ادا کریں۔ غرض اپنی اور دوسروں کی اصلاح پر متوجہ ہوں۔ خدا ان کی محنت ضائع نہ کرے گا وہ بلاشبہ اپنی محنت کا میٹھا پھل چکھیں گے۔

رفع جبل کا واقعہ | یعنی جو ”میثاق الكتاب“ (عہد و اقرار) انہیں یاد دلایا جا رہا ہے، وہ ایسے اہتمام سے لیا گیا تھا کہ پہاڑ اٹھا کر اُن کے سروں پر لٹکا دیا گیا اور کہا گیا کہ جو کچھ تم کو دیا جا رہا ہے (تورات وغیرہ) اُسے پوری مضبوطی اور عزم سے تھامو اور جو نصیحتیں کی گئیں انہیں ہمیشہ یاد رکھو۔ ورنہ بصورت انکار سمجھ لو کہ خدا تم پر یہ پہاڑ گرا کر ہلاک کر سکتا ہے۔ اس قدر اہتمام اور تخویف و تاکید سے جو قول و قرار لیا گیا تھا، افسوس ہے وہ بالکل فراموش کر دیا گیا۔ یہ ”رفع جبل“ کا قصہ سورہ بقرہ میں ربیع پارہ آئمہ کے بعد گزر چکا ہے، ملاحظہ فرمایا جائے۔

ذُرِّيَّةً مِّنْ بَعْدِهِمْ ۖ أَفْتُهْلِكُنَا بِمَا فَعَلَ

ان کی اولاد ان کے پیچھے تو کیا ہم کو ہلاک کرتا ہے اس کام پر جو کیا

الْمُبْطِلُونَ ﴿١٤٣﴾ وَكَذَلِكَ نُقْصِلُ الْآيَاتِ وَلَعَلَّهُمْ

گمراہوں نے اور یوں ہم کھول کر بیان کرتے ہیں باتیں تاکہ وہ

يَرْجِعُونَ ﴿١٤٤﴾ وَآتِلْ عَلَيْهِمْ نَبَأَ الَّذِينَ اتَّبَعَهُ

پھر آئیں اور سنا دے ان کو حال اس شخص کا جس کو ہم نے دی تھیں

آيَاتِنَا فَانْسَلَخْ مِنْهَا فَاتَّبَعَهُ الشَّيْطَانُ فَكَانَ

اپنی آیتیں پھر وہ ان کو چھوڑ نکلا پھر اس کے پیچھے لگا شیطان تو وہ ہو گیا

مِنَ الْغَوِينَ ﴿١٤٥﴾ وَلَوْ شِئْنَا لَرَفَعْنَاهُ بِهَا وَلَكِنَّهُ

گمراہوں میں اور ہم چاہتے تو بلند کرتے اس کا رتبہ ان آیتوں کی بدولت لیکن وہ

أَخْلَدَ إِلَى الْأَرْضِ وَاتَّبَعَ هَوَاهُ ۖ فَمَثَلُهُ كَمَثَلِ

تو ہور ہا زمین کا اور پیچھے ہولیا اپنی خواہش کے تو اس کا حال ایسا جیسے

الْكَلْبِ ۖ إِنْ تَحْمِلُ عَلَيْهِ يَلْهَثُ أَوْ تَتْرُكُهُ

کتا اس پر تو بوجھ لادے تو ہانپے اور چھوڑ دے

يَلْهَثُ ۗ ذَٰلِكَ مَثَلُ الْقَوْمِ الَّذِينَ كَذَّبُوا بِآيَاتِنَا ۗ

تو ہانپے یہ مثال ہے ان لوگوں کی جنہوں نے جھٹلایا ہماری آیتوں کو

◆ ربوبیت الہی کا عقیدہ انسان کی سرشت میں داخل ہے "میشاق خاص" کے بعد یہاں سے "میشاق عام" کا ذکر کرتے ہیں۔ تمام عقائدِ حقہ اور ادیانِ سماویہ کا بنیادی پتھر یہ ہے کہ انسان خدا کی ہستی اور ربوبیت عامہ پر اعتقاد رکھے۔ مذہب کی ساری عمارت اسی سنگ بنیاد پر کھڑی ہوتی ہے۔ جب تک یہ اعتقاد نہ ہو مذہب ہی میدان میں عقل و فکر کی رہنمائی اور انبیاء و مرسلین کی ہدایات کچھ نفع نہیں پہنچا

تفسیر مجاز

سکتیں۔ اگر پورے غور و تامل سے دیکھا جائے تو آسمانی مذہب کے تمام اصول و فروع بالآخر خدا کی ”ربوبیت عامہ“ کے اسی عقیدہ پر منتہی ہوتے بلکہ اسی کی تہ میں لپٹے ہوئے ہیں۔ عقل سلیم اور وحی والہام اسی اجمال کی شرح کرتے ہیں پس ضروری تھا کہ یہ تخم ہدایت جسے کل آسمانی تعلیمات کا مبداء و منتہی اور تمام ہدایات ربانیہ کا وجود مجمل کہنا چاہئے، عام فیاضی کے ساتھ نوع انسانی کے تمام افراد میں بکھیر دیا جائے تاکہ ہر آدمی عقل و فہم اور وحی والہام کی آبیاری سے اس تخم کو شجر ایمان و توحید کے درجہ تک پہنچا سکے۔ اگر قدرت کی طرف سے قلوب بنی آدم میں ابتداء یہ تخم ریزی نہ ہوتی اور اس سب سے زیادہ اساسی و جوہری عقیدہ کا حل ناخن عقل و فکر کے سپرد کر دیا جاتا، تو یقیناً یہ مسئلہ بھی منطقی استدلال کی بھول بھلیوں میں پھنس کر ایک نظری مسئلہ بن کر رہ جاتا، جس پر سب تو کیا اکثر آدمی بھی متفق نہ ہو سکتے جیسا کہ تجربہ بتلاتا ہے کہ فکر و استدلال کی ہنگامہ آرائیاں اکثر اتفاق سے زیادہ اختلاف آراء پر منتج ہوتی ہیں۔ اس لئے قدرت نے جہاں غور و فکر کی قوت اور نور و وحی و الہام کے قبول کرنے کی استعداد بنی آدم میں ودیعت فرمائی، وہیں اس اساسی عقیدہ کی تعلیم سے ان کو فطرۃً بہرہ ور کیا جس کے اجمال میں کل آسمانی ہدایات کی تفصیل منطوقی و مندج تھی اور جس کے بدون مذہب کی عمارت کا کوئی ستون کھڑا نہیں رہ سکتا تھا۔ یہ اسی ازلی اور خدائی تعلیم کا اثر ہے کہ آدم کی اولاد ہر قرن اور ہر گوشہ میں حق تعالیٰ کی ربوبیت عامہ کے عقیدہ پر کسی نہ کسی حد تک متفق رہی ہے۔ اور جن معدود افراد نے کسی عقلی و روحی بیماری کی وجہ سے اس عام فطری احساس کے خلاف آواز بلند کی ہے وہ انجام کار دنیا کے سامنے بلکہ خود اپنی نظر میں بھی اسی طرح جھوٹے ثابت ہوئے جیسے ایک بخار وغیرہ کا مریض لذیذ اور خوشگوار غذاؤں کو تلخ اور بدمزہ بتلانے میں جھوٹا ثابت ہوتا ہے۔ بہر حال ابتداءً آفرینش سے آج تک ہر درجہ اور طبقہ کے انسانوں کا خدا کی ربوبیت کبریٰ پر عام اتفاق و اجماع اس کی زبردست دلیل ہے کہ یہ عقیدہ عقول و افکار کی دوادوش سے پہلے ہی فاطر حقیقی کی طرف سے اولاد آدم کو بلا واسطہ تلقین فرمادیا گیا اور نہ فکر و استدلال کے راستہ سے ایسا اتفاق پیدا ہو جانا تقریباً ناممکن تھا۔ قرآن کریم کی یہ امتیازی خصوصیت ہے کہ اس نے آیات حاضرہ میں عقیدہ کی اس فطری یکسانیت کے اصلی راز پر روشنی ڈالی۔ بلاشبہ ہم کو یاد نہیں کہ اس بنیادی عقیدہ کی تعلیم کب اور کہاں اور کس ماحول میں دی گئی۔ تاہم جس طرح ایک لیکچرار اور انشاء پرداز کو یقین ہے کہ ضرور اس کو ابتداءً عمر میں کسی نے الفاظ بولنے سکھائے، جس سے ترقی کر کے آج اس رتبہ کو پہنچا۔ گو پہلا لفظ سکھانے والا اور سکھانے کا وقت، مکان اور دیگر خصوصیات مقامی بلکہ نفس سکھانا بھی یاد نہیں۔ تاہم اس کے موجودہ آثار سے یقین ہے کہ ایسا واقعہ ضرور ہوا ہے۔ اسی طرح بنی نوع انسان کا علی اختلاف الاقوام والا جیال ”عقیدہ ربوبیت الہی“ پر متفق ہونا اس کی کھلی شہادت ہے کہ یہ چیز بدء فطرت میں کسی معلم کے ذریعہ سے ان تک پہنچی ہے۔ باقی تعلیمی خصوصیات و احوال کا محفوظ نہ رہ سکتا اس کی تسلیم میں خلل انداز نہیں ہو سکتا۔ اسی ازلی و فطری تعلیم نے جس کا نمایاں اثر آج تک انسانی سرشت میں موجود چلا آتا ہے، ہر انسان کو خدا کی حجت کے سامنے ملزم کر دیا ہے۔ جو شخص اپنے الحاد و شرک کو حق بجانب قرار دینے کے لئے غفلت، بے خبری یا آباء و اجداد کی کورانہ تقلید کا عذر کرتا ہے، اس کے مقابلہ پر خدا کی یہی حجت قاطعہ جس میں اصل فطرت انسانی کی طرف توجہ دلائی گئی ہے، بطور فیصلہ کن جواب کے پیش کی جا سکتی ہے۔ حضرت شاہ صاحب فرماتے ہیں کہ ”اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم کی پشت سے ان کی اولاد اور ان سے ان کی اولاد نکالی، سب سے اقرار کروایا اپنی خدائی کا۔ پھر پشت میں داخل کیا۔ اس سے مدعا یہ ہے کہ خدا کے رب مطلق ماننے میں ہر کوئی آپ کفایت کرتا ہے، باپ کی تقلید نہ چاہئے۔ اگر باپ شرک کرے بیٹے کو چاہئے ایمان لاوے۔ اگر کسی کو شبہ ہو کہ وہ عہد تو یاد نہیں رہا پھر کیا حاصل؟ تو یوں سمجھے کہ اس کا نشان ہر کسی کے دل میں ہے اور ہر زبان پر مشہور ہو رہا ہے کہ سب کا خالق اللہ ہے سارا جہان قائل ہے اور جو کوئی منکر ہے یا شرک کرتا ہے سو اپنی عقل ناقص کے دخل سے، پھر آپ ہی جھوٹا ہوتا ہے۔“

◆ موضح القرآن میں ہے کہ ”یہ قصہ یہود کو سنایا کہ وہ بھی عہد سے پھرے ہیں جیسے مشرک پھرتے ہیں۔“

فَأَقْصَصَ الْقَصَصَ لَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُونَ ﴿۱۴۶﴾ سَاءَ

نہی

تا کہ وہ دھیان کریں

سویان کر یہ احوال

مَثَلًا الْقَوْمَ الَّذِينَ كَذَّبُوا بِآيَاتِنَا وَانفُسَهُمْ

اور وہ اپنا ہی

کہ جھٹلایا انہوں نے ہماری آیتوں کو

مثال ہے ان لوگوں کی

كَانُوا يَظْلِمُونَ ﴿۱۴۷﴾ مَنْ يَهْدِ اللَّهُ فَهُوَ الْمُهْتَدِي

وہ ہی رستہ پاوے

جس کو اللہ رستہ دے

نقصان کرتے رہے

وَمَنْ يَضِلَّ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْخٰسِرُونَ ﴿۱۴۸﴾ وَ لَقَدْ

اور ہم نے

سو وہی ہیں نونے میں

اور جس کو وہ بچلا دے

ذَرَأْنَا لِجَهَنَّمَ كَثِيرًا مِّنَ الْجِنِّ وَالْإِنسِ

اور آدمی

بہت سے جن

پیدا کئے دوزخ کے واسطے

لَهُمْ قُلُوبٌ لَا يَفْقَهُونَ بِهَا ز وَ لَهُمْ أَعْيُنٌ

اور آنکھیں ہیں

کہ ان سے سمجھتے نہیں

ان کے دل ہیں

لَا يُبْصِرُونَ بِهَا ز وَ لَهُمْ آذَانٌ لَا يَسْمَعُونَ بِهَا

کہ ان سے سنتے نہیں

اور کان ہیں

کہ ان سے دیکھتے نہیں

أُولَٰئِكَ كَالْأَنْعَامِ بَلْ هُمْ أَضَلُّ أُولَٰئِكَ هُمُ

وہی لوگ

بلکہ ان سے بھی زیادہ بے راہ

وہ ایسے ہیں جیسے چوپائے

◆ بلعم بن باعورا کا عبرت ناک واقعہ | اکثر مفسرین کے نزدیک یہ آیات بلعم بن باعوراء کے حق میں نازل ہوئیں جو ایک عالم اور صاحب تصرف درویش تھا۔ بعدہ اللہ کی آیات اور ہدایات کو چھوڑ کر عورت کے اغواء اور دولت کے لالچ سے حضرت موسیٰ کے مقابلہ میں اپنے تصرفات چلانے اور ناپاک تدبیریں بتلانے کے لئے تیار ہو گیا۔ آخر موسیٰ علیہ السلام کا تو کچھ نہ بگاڑ سکا خود

تفسیر عثمان

مرد و ابدی بنا۔ آیات اللہ کا جو علم بلعم کو دیا گیا تھا، اگر خدا چاہتا تو اس کے ذریعہ سے بہت بلند مراتب پر اس کو فائز کر دیتا۔ اور یہ جب ہی ہو سکتا تھا کہ اسے اپنے علم پر چلنے اور آیات اللہ کا اتباع کرنے کی توفیق ہوتی۔ لیکن ایسا نہ ہوا کیونکہ وہ خود آسمانی برکات و آیات سے منہ موڑ کر زمینی شہوات و لذات کی طرف جھک پڑا۔ وہ نفسانی خواہشات کے پیچھے چل رہا تھا اور شیطان اس کا پیچھا (تعاقب) کرتا جا رہا تھا۔ حتیٰ کہ پکے کج رویوں اور گمراہوں کی قطار میں جا داخل ہوا۔ اس وقت اس کا حال کتے کی طرح ہو گیا جس کی زبان باہر لگی اور برابر ہانپ رہا ہوا اگر فرض کرو اس پر بوجھ لادیں یا ڈانٹ بتلائیں یا کچھ نہ کہیں آزاد چھوڑ دیں، بہر صورت ہانپتا اور زبان لٹکائے رہتا ہے۔ کیونکہ طبعی طور پر دل کی کمزوری کی وجہ سے گرم ہوا کے باہر پھینکنے اور سرد و تازہ ہوا کے اندر کھینچنے پر بسہولت قادر نہیں ہے۔ اسی طرح سفلی خواہشات میں منہ مارنے والے کتے کا حال ہوا کہ اخلاقی کمزوری کی وجہ سے ”آیات اللہ“ کا دیا جانا اور نہ دیا جانا یا تنبیہ کرنا اور نہ کرنا دونوں حالتیں اس کے حق میں برابر ہو گئیں۔ سَوَاءٌ عَلَيْهِمْ ءَأَنذَرْتَهُمْ أَمْ لَمْ تُنذِرْهُمْ لَا يُؤْمِنُونَ حرم دنیا سے اس کی زبان باہر نکل پڑی اور ترک آیات کی محسوست سے بدحواسی اور پریشانی خاطر کا نقشہ برابر ہانپتے رہنے کی مثال میں ظاہر ہوا۔ ممکن ہے کہ بلعم کی باطنی و معنوی کیفیت ظاہر کرنے کے لئے صرف ایک مثال کے طور پر یہ مضمون (إِنْ تَحْمِلْ عَلَيْهِ يَلْهَثُ أَوْ تَتْرُكْهُ يَلْهَثُ) ذکر کیا گیا ہو اور ہو سکتا ہے کہ دنیا یا آخرت میں اس کے لئے یہ مزا تجویز کی گئی ہو کہ ظاہری وحسی طور پر کتے کی طرح زبان باہر نکل پڑے اور ہمیشہ پریشان و بدحواس اور خوف زدہ آدمی کی طرح ہانپتا رہے۔ العیاذ باللہ۔ علماء سوء کے لئے عبرت ناک سبق آیات کی شان نزول کچھ ہو، بہر حال ایسے ہوا پرستوں کا انجام بتلایا گیا ہے جو حق کے قبول کرنے یا پوری طرح سمجھ لینے کے بعد محض دنیوی طمع اور سفلی خواہشات کی پیروی میں احکام الہیہ کو چھوڑ کر شیطان کے اشاروں پر چلنے لگیں۔ اور خدا کے عہد و میثاق کی کچھ پروا نہ کریں۔ گویا یہود کو بھی تنبیہ فرمادیا کہ صرف کتاب کا علم کچھ نافع نہیں ہو سکتا جب تک صحیح معنی میں اس کا اتباع نہ ہو مَثَلُ الَّذِينَ حُمِلُوا الثَّوْدَةَ تَمَّ لَمْ يَحْمِلُوهَا كَمَثَلِ الْحِمَارِ يَحْمِلُ أَسْفَارًا (الجمعة، رکوع ۱) علمائے سوء کے لئے ان آیات میں بڑا عبرت ناک سبق ہے اگر وہ بیان کریں۔

◆ مشرکین و غیر ہم کے رد میں جا بجا قرآن نے عنکبوت، ذباب، مکڑی، بکھی وغیرہ کی مثالیں بیان فرمائی ہیں مگر ان لوگوں کی مثال ایسی بری ہے کہ کوئی غیر تمد آدمی حتیٰ المقدور اس کو اپنے پر چسپاں نہیں ہونے دے گا۔ اور جو بے حیاء خدا اپنے احوال پر چسپاں ہونے دیتا ہے وہ صرف اپنا ہی نقصان کرتا ہے۔

◆ محض علم کسی کام کا نہیں | علم و فضل بھی انسان کو جب ہی کام دیتا ہے کہ خدا کی ہدایت و دستگیری سے علم صحیح کے موافق چلنے کی توفیق ہو، جسے وہ سیدھے راستہ پر چلنے کے موافق نہ کرے تو کتنی ہی بڑی علمی فضیلت و قابلیت رکھتا ہو سمجھ لو کہ ٹوٹے اور خسارے کے سوا کچھ ہاتھ نہ آئے گا۔ اس لئے انسان اپنے علم و فضل پر مغرور نہ ہو بلکہ دائمًا خدا سے ہدایت و توفیق کا طلبگار رہے۔

◆ ایک اشکال کا جواب | یہ آیت بظاہر آئیہ وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنْسَ إِلَّا لِيَعْبُدُونِ کے معارض معلوم ہوتی ہے۔ اس لئے بعض مفسرین نے وہاں لِيَعْبُدُونِ میں لام غایت اور یہاں لِيَجْهَنَّمَ میں لام عاقبت مراد لیا ہے۔ یعنی سب کے پیدا کرنے سے مطلوب اصلی تو عبادت ہے لیکن بہت سے جن و انس چونکہ اس مطلب کو پورا نہ کریں گے اور انجام کار دوزخ میں بھیجے جائیں گے۔ اس انجام کے لحاظ سے کہہ سکتے ہیں کہ گویا وہ دوزخ ہی کے لئے پیدا ہوئے۔ کافی قولہ تعالیٰ فَالْتَقِطْهُ الْإِبْرَعُونَ لِيَكُونَ لَهُمْ عَذَابٌ أَوْحَشْنَا۔ باقی محققین کے نزدیک اس تکلف کی حاجت نہیں۔ وہ دونوں جگہ ”لام غایت“ ہی کا ارادہ کرتے ہیں۔ مگر ”لِيَعْبُدُونِ“ میں ”غایت تشریحی“ اور یہاں لِيَجْهَنَّمَ میں ”غایت تکوینی“ بیان کی گئی ہے۔

الْغُفْلُونَ ﴿۱۷۹﴾ وَ لِلّٰهِ الْأَسْمَاءُ الْحُسْنٰى فَادْعُوهُ

ہیں غافل ﴿۱۷۹﴾ اور اللہ کے لیے ہیں سب نام اچھے سوا اس کو پکارو

بِهَامٍ وَذُرُورٍ الَّذِينَ يُلْحِدُونَ فِي أَسْمَائِهِ ط

وہی نام کہہ کر اور چھوڑ دو ان کو جو کج راہ چلتے ہیں اس کے ناموں میں

سَيُجْزَوْنَ مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ ﴿۱۸۰﴾ وَمِمَّنْ خَلَقْنَا

وہ بدلہ پارہیں گے اپنے کئے کا ﴿۱۸۰﴾ اور ان لوگوں میں کہ جن کو ہم نے پیدا کیا ہے

أُمَّةٌ يَهْدُونَ بِالْحَقِّ وَبِهِ يَعْدِلُونَ ﴿۱۸۱﴾ وَ

ایک جماعت ہے کہ راہ بتلاتے ہیں سچی اور اسی کے موافق انصاف کرتے ہیں ﴿۱۸۱﴾ اور

الَّذِينَ كَذَّبُوا بِآيَاتِنَا سَنَسْتَدْرِجُهُم مِّنْ

جنہوں نے جھٹلایا ہماری آیتوں کو ہم ان کو آہستہ آہستہ پکڑیں گے ایسی

حَيْثُ لَا يَعْلَمُونَ ﴿۱۸۲﴾ وَأَمْ لِي لَّهُمْ تَفٰٓؤُنَ كَيْدِي

جگہ سے جہاں سے ان کو خبر بھی نہ ہوگی اور میں ان کو ڈھیل دوں گا بے شک میرا داؤ

مَتِينٌ ﴿۱۸۳﴾ أَوَلَمْ يَتَفَكَّرُوا سَكْتَةً مَا بِصَاحِبِهِمْ مِّنْ

پکا ہے ﴿۱۸۳﴾ کیا انہوں نے دھیان نہیں کیا کہ ان کے رفیق کو کچھ بھی

جِنَّةٍ إِنْ هُوَ إِلَّا نَذِيرٌ مُّبِينٌ ﴿۱۸۴﴾ أَوَلَمْ يَنْظُرُوا فِي

جنوں نہیں وہ تو ڈرانے والا ہے صاف کیا انہوں نے نظر نہیں کی

مَلَكُوتِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا خَلَقَ اللّٰهُ مِنْ

سلطنت میں آسمان اور زمین کی اور جو کچھ پیدا کیا ہے اللہ نے ہر

جھٹلانے والے چوپائے کی طرح ہیں | یعنی دل، کان، آنکھ سب کچھ موجود ہیں لیکن نہ دل سے ”آیات اللہ“ میں غور کرتے ہیں نہ قدرت کے نشانات کا بنظر تعمق و اعتبار مطالعہ کرتے ہیں۔ اور نہ خدائی باتوں کو بسمع قبول سنتے ہیں۔ جس طرح چوپائے جانوروں کے تمام اوراکات صرف کھانے پینے اور بیکہ جذبات کے دائرہ میں محدود رہتے ہیں۔ یہ ہی حال ان کا ہے کہ دل و دماغ، ہاتھ پاؤں، کان آنکھ غرض خدا کی دی ہوئی سب تو تیں محض دنیوی لذائذ اور مادی خواہشات کی تحصیل و تکمیل کے لئے وقف ہیں۔ انسانی کمالات اور ملکوتی خصال کے اکتساب سے کوئی سروکار نہیں بلکہ غور کیا جائے تو انکا حال ایک طرح چوپائے جانوروں سے بھی بدتر ہے۔ جانور مالک کے بلانے پر چلا آتا ہے، اس کے ڈانٹنے سے رک جاتا ہے۔ یہ کبھی مالک حقیقی کی آواز پر کان نہیں دھرتے، پھر جانور اپنے فطری قوتی سے وہ ہی کام لیتے ہیں جو قدرت نے ان کے لئے مقرر کر دیا ہے۔ زیادہ کی ان میں استعداد ہی نہیں۔ لیکن ان لوگوں میں روحانی و عرفانی ترقیات کی جو فطری قوت و استعداد و دیعت کی گئی تھی، اسے مہلک غفلت اور بے راہ روی سے خود اپنے ہاتھوں ضائع معطل کر دیا گیا۔

اسمائے حسنیٰ کے ساتھ دعا کا حکم | غافلین کا حال ذکر کر کے مومنین کو متنبہ فرمایا ہے کہ تم غفلت اختیار نہ کرنا۔ غفلت دور کرنے والی چیز خدا کی یاد ہے سو تم ہمیشہ اس کو اچھے ناموں سے پکارو اور اچھی صفات سے یاد کرو، جو لوگ اس کے اسماء و صفات کے بارہ میں کج روش اختیار کرتے ہیں انہیں چھوڑ دو وہ جیسا کریں گے ویسا بھگتیں گے۔ خدا کے ناموں اور صفاتوں کے متعلق کج روی یہ ہے کہ خدا پر ایسے نام یا صفت کا اطلاق کرے جس کی شریعت نے اجازت نہیں دی اور جو حق تعالیٰ کی تعظیم و اجلال کے لائق نہیں یا اس کے مخصوص نام اور صفت کا اطلاق غیر اللہ پر کرے، یا ان کے معانی بیان کرنے میں بے اصول تاویل اور کھینچ تان کرے یا ان کو معصیت (مثلاً سحر وغیرہ) کے مواقع میں استعمال کرنے لگے۔ یہ سب کج روی ہے۔

یہ جماعت امت محمدیہ مرحومہ ہے علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام جس نے ہر قسم کی افراط و تفریط اور کج روی سے علیحدہ ہو کر سچائی اور انصاف و اعتدال کا طریقہ اختیار کیا۔ اور اسی کی طرف دوسروں کو دعوت دیتی ہے۔ آگے اس امت کے مخالفین اور حق کی تکذیب کرنے والوں کا ذکر ہے۔

مکذبین کیلئے استدراج اور ڈھیل | جھٹلانے والے مجرموں کو بسا اوقات فوراً سزا نہیں ملتی بلکہ دنیوی عیش اور فراخی کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں۔ حتیٰ کہ خدائی سزا سے بے فکر ہو کر ارتکاب جرائم پر اور زیادہ دلیر بن جاتے ہیں۔ اس طرح جو انتہائی سزا ان پر جاری کرنی ہے رفتہ رفتہ اپنے کو علانیہ اور کامل طور پر اس کا مستحق ثابت کر دیتے ہیں۔ یہ ہی خدا کی ڈھیل اور استدراج ہے۔ وہ حماقت اور بے حیائی سے سمجھتے ہیں کہ ہم پر مہربانی ہو رہی ہے اور حقیقت میں انتہائی عذاب کے لئے تیار کیا جا رہا ہے۔ خدا کا ”کید“ (داؤ یا خفیہ تدبیر) اسی کو کہا کہ ایسی کارروائی کی جائے جس کا ظاہر رحمت اور باطن قہر و عذاب ہو۔ بے شک خدا کی تدبیر بڑی مضبوط اور پختہ ہے جس کی کسی حیلہ اور تدبیر سے مدافعت نہیں ہو سکتی۔

شَيْءٍ وَلَا وَأَنْ عَسَى أَنْ يَكُونَ قَدِ اقْتَرَبَ أَجَلُهُمْ ۚ

چیز سے اور اس میں کہ شاید قریب آ گیا ہو اُن کا وعدہ

فَبِأَيِّ حَدِيثٍ بَعْدَهُ يُؤْمِنُونَ ﴿۱۸۵﴾ مَنْ يَضِلِّ

سو اس کے پیچھے کس بات پر ایمان لائیں گے جس کو اللہ بھلائے

اللَّهُ فَلَا هَادِيَ لَهُ ۖ وَيَذَرُهُمْ فِي طُغْيَانِهِمْ

اُس کو کوئی نہیں راہ دکھلانے والا اور اللہ چھوڑے رکھتا ہے اُن کو اُن کی شرارت میں

يَعْمَهُونَ ﴿۱۸۶﴾ يَسْأَلُونَكَ عَنِ السَّاعَةِ أَيَّانَ

سرگرداں تجھ سے پوچھتے ہیں قیامت کو کہ کب ہے

مُرْسِيهَا ۖ قُلْ إِنَّمَا عِلْمُهَا عِنْدَ رَبِّي ۚ لَا يُجَلِّئُهَا

اُس کے قائم ہونے کا وقت تو کہہ اس کی خبر تو میرے رب ہی کے پاس ہے وہی کھول دکھائے گا

لِوَقْتِهَا إِلَّا هُوَ ۗ ثَقُلَتْ فِي السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ ۖ لَا

اُس کو اُس کے وقت پر وہ بھاری بات ہے آسمانوں اور زمین میں جب

تَأْتِيكُمْ إِلَّا بَعَثَهُ ۖ يَسْأَلُونَكَ كَأَنَّكَ حَفِيٌّ عَنْهَا ۖ

تم پر آئے گی تو بے خبر آئے گی تجھ سے پوچھنے لگتے ہیں کہ گویا تو اُس کی تلاش میں لگا ہوا ہے

قُلْ إِنَّمَا عِلْمُهَا عِنْدَ اللَّهِ وَلَكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا

تو کہہ دے اُس کی خبر ہے خاص اللہ کے پاس لیکن اکثر لوگ نہیں

يَعْلَمُونَ ﴿۱۸۷﴾ قُلْ لَا أَمْلِكُ لِنَفْسِي نَفْعًا وَلَا ضَرًّا إِلَّا

سمجھتے تو کہہ دے کہ میں مالک نہیں اپنی جان کے بھلے کا اور نہ برے کا

آنحضرت کی ذات حقانیت کی دلیل ہے | یعنی آخر آیات اللہ کو جھٹلانے اور اس کے بد انجام سے غافل ہو جانے کا سبب کیا ہے۔ ان آیات کا لانے والا معاذ اللہ کوئی بے عقل و مجنون نہیں۔ وہ عمر تمہارے پاس رہا، اس کے ہر چھوٹے بڑے حال سے تم واقف ہو۔ اس کی عقل و دانش اور تودیانہ پہلے سے مسلم و معروف ہے، جس کے پاس سے لایا وہ تمام جہان کا مالک، شہنشاہ مطلق اور ہر چیز کا پیدا کرنے والا ہے۔ اُس کے نہایت ہی محکم و مضبوط نظام سلطنت بلکہ ہر چھوٹی بڑی چیز میں جو اس نے پیدا کی ہے غور کرو تو یہ ”آیات تکوینیہ“ ”آیات تزیلیہ“ کی تصدیق کریں گی پھر آیات اللہ کی تسلیم میں کیا عذر باقی ہے۔ انہیں سمجھنا چاہئے کہ شاید ان کی موت و ہلاکت کا وقت قریب آگیا ہو۔ لہذا بعد الموت کے لئے جو تیاری کرنی ہے جلد کرنا چاہئے۔

یعنی اگر آیات قرآنیہ پر ایمان نہ لائے تو دنیا میں اور کونسی بات اور کونسا کلام ہے جس پر ایمان لانے کی امید کی جاسکتی ہے سمجھ لو کہ ان بد بختوں کے لئے دولت ایمان مقدر ہی نہیں۔

ہدایت و ضلالت، ہر چیز خدا کے قبضہ میں ہے۔ وہ نہ چاہے تو سارے سامان ہدایت کے رکھے رہ جائیں۔ آدمی کہیں سے بھی متنوع نہ ہو ہاں عادت وہ جب ہی ہدایت کی توفیق دیتا ہے جب بندہ خود اپنے کسب و اختیار سے اس راستہ پر چلنا چاہے۔ باقی جو دیدہ و دانستہ بدی اور شرارت ہی کی ٹھان لے تو خدا بھی رستہ دکھلانے کے بعد اسی حال میں اسے چھوڑ دیتا ہے۔

قیامت کا علم صرف اللہ کو ہے | پہلے عَسَىٰ اَنْ يَّكُوْنَ فِدَا قَتَرَبَ اَجْلُهُمْ مِّنْ حَاصِ اَسْ قَوْمِ كِي اَجَلِ (موت) کا ذکر تھا کہ انہیں کچھ معلوم نہیں کہ کب آجائے۔ یہاں تمام دنیا کی اجل (قیامت) کے متعلق متنبہ فرمادیا کہ جب کسی کو خاص اپنی موت کا علم نہیں کب آئے، پھر کل دنیا کی موت کو کون بتلا سکتا ہے کہ فلاں تاریخ اور فلاں سنہ میں آئے گی۔ اس کی تعیین کا علم بجز خدائے علام الغیوب کسی کے پاس نہیں۔ وہ ہی وقت معین و مقدر پر اسے واقع کر کے ظاہر کر دے گا کہ خدا کے علم میں اس کا یہ وقت تھا۔ آسمان و زمین میں وہ بڑا بھاری واقعہ ہوگا اور اس کا علم بھی بہت بھاری ہے جو خدا کے سوا کسی کو حاصل نہیں۔ گو اس واقعہ کی امارات (بہت سی نشانیاں) انبیاء علیہم السلام خصوصاً ہمارے پیغمبر آخر الزمان ﷺ نے بیان فرمائی ہیں۔ تاہم ان سب علامات کے ظہور کے بعد بھی جب قیامت کا وقوع ہوگا تو بالکل بے خبری میں اچانک اور دفعۃً ہوگا جیسا کہ بخاری وغیرہ کی احادیث میں تفصیلاً مذکور ہے۔

ان لوگوں کے طرز سوال سے ظاہر ہوتا ہے کہ گویا وہ آپ کی نسبت یوں سمجھتے ہیں کہ آپ بھی اسی مسئلہ کی تحقیق و تفتیش اور کھوج لگانے میں مشغول رہے ہیں اور تلاش کے بعد اس کے علم تک رسائی حاصل کر چکے ہیں حالانکہ یہ علم حق تعالیٰ شانہ کے ساتھ مخصوص ہے انبیاء علیہم السلام اس چیز کے پیچھے نہیں پڑا کرتے جس سے خدا نے اپنی مصلحت کی بناء پر روک دیا ہو۔ نہ ان کے اختیار میں ہے کہ جو چاہیں کوشش کر کے ضرور ہی معلوم کر لیا کریں۔ ان کا منصب یہ ہے کہ جن بے شمار علوم و کمالات کا خدا کی طرف سے افاضہ ہو، نہایت شکر گذاری اور قدر شناسی کے ساتھ قبول کرتے رہیں۔ مگر ان باتوں کو اکثر عوام کا لانا عام کیا سمجھیں۔

مَا شَاءَ اللَّهُ وَلَوْ كُنْتَ أَعْلَمُ الْغَيْبِ لَا سْتَكْثَرْتُ

جو اللہ چاہے اور اگر میں جان لیا کرتا غیب کی بات تو بہت کچھ بھلا لیاں

مِنَ الْخَيْرِ وَمَا مَسَّنِيَ السُّوءُ إِنْ أَنَا إِلَّا نَذِيرٌ

حاصل کر لیتا اور مجھ کو برائی بھی نہ پہنچتی میں تو بس ڈر

وَبَشِيرٌ لِّقَوْمٍ يُؤْمِنُونَ ﴿۱۸۸﴾ هُوَ الَّذِي خَلَقَكُمْ مِّنْ

اور خوش خبری سنانے والا ہوں ایمان دار لوگوں کو وہی ہے جس نے تم کو پیدا کیا ایک

نَفْسٍ وَاحِدَةٍ وَجَعَلَ مِنْهَا زَوْجَهَا لِيَسْكُنَ

جان سے اور اسی سے بنایا اس کا جوڑا تاکہ اس کے پاس آرام

إِلَيْهَا فَلَمَّا تَغَشَّاهَا حَمَلٌ خَفِيفًا فَمَرَّتْ

پڑے پھر جب مرد نے عورت کو ڈھانکا حمل رہا ہلکا سا حمل تو چلتی پھرتی رہی

بِهِ فَلَمَّا أَثْقَلَتْ دَعَا اللَّهُ رَبَّهُمَا لَئِنْ آتَيْنَا

اس کے ساتھ پھر جب بو بھل ہو گئی تو دونوں نے پکارا اللہ اپنے رب کو کہ اگر تو ہم کو بخشے

صَالِحًا لَّنْ كُونَنَّ مِنَ الشَّاكِرِينَ ﴿۱۸۹﴾ فَلَمَّا أَتَاهَا

چنگا بھلا تو ہم تیرا شکر کریں پھر جب ان کو دیا

صَالِحًا جَعَلَا لَهُ شُرَكَاءَ فِيمَا آتَاهُمَا فَتَعَلَىٰ

چنگا بھلا تو بنانے لگے اس کے لیے شریک اس کی بخشی ہوئی چیز میں سو اللہ

اللَّهُ عِبًا يُشْرِكُونَ ﴿۱۹۰﴾ أَيْشُرِكُونَ مَا لَا يَخْلُقُ

برتر ہے ان کے شریک بنانے سے کیا شریک بناتے ہیں ایسوں کو جو پیدا نہ کریں

معاذ اللہ

۱۸۸

شَيْئًا وَهُمْ يُخْلِقُونَ ﴿١٩١﴾ وَلَا يَسْتَطِيعُونَ لَهُمْ نَصْرًا

ایک چیز بھی اور وہ پیدا ہوئے ہیں اور نہیں کر سکتے ہیں ان کی مدد

وَلَا أَنْفُسَهُمْ يَنْصُرُونَ ﴿١٩٢﴾ وَإِنْ تَدْعُوهُمْ إِلَى

اور نہ اپنی مدد کریں اور اگر تم ان کو پکارو رستہ

الْهُدَىٰ لَا يَتَّبِعُوكُمْ سَوَاءٌ عَلَيْكُمْ أَدَعَوْتُمُوهُمْ أَمْ

کی طرف تو نہ چلیں تمہاری پکار پر برابر ہے تم پر کہ ان کو پکارو یا

أَنْتُمْ صَامِتُونَ ﴿١٩٣﴾ إِنَّ الَّذِينَ تَدْعُونَ مِنْ

چکے رہو جن کو تم پکارتے ہو اللہ

دُونِ اللَّهِ عِبَادٌ أَمْثَالُكُمْ فَادْعُوهُمْ فَلْيَسْتَجِيبُوا

کے سوا وہ بندے ہیں تم جیسے بھلا پکارو تو ان کو پس چاہئے کہ وہ قبول کریں

لَكُمْ إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ ﴿١٩٤﴾ أَلَمْ يَسْئَلُوا

تمہارے پکارنے کو اگر تم سچے ہو کیا ان کے پاؤں ہیں جن سے

بِهَآذِ أَمْ لَمْ لَهُمْ آيٌ يُبَيِّنُ بِهَآذِ أَمْ لَمْ لَهُمْ آيٌ يُبَيِّنُ

چلتے ہیں یا ان کے ہاتھ ہیں جن سے پکڑتے ہیں یا ان کی آنکھیں ہیں

بِأَبْصَارِهِمْ لَوْ يَرَوْنَ أَعْيُنُهُمْ أَفِئَّةً أَوْ يَسْمَعُونَ أَسْمَاعًا

جن سے دیکھتے ہیں یا ان کے کان ہیں جن سے سنتے ہیں تو کہہ دے

أَوْ يَسْمَعُونَ أَسْمَاعًا أَوْ يَبْصُرُونَ أَبْصَارًا فَلَا تُنظِرُونَ ﴿١٩٥﴾

کہ پکارو اپنے شریکوں کو پھر برائی کرو میرے حق میں اور مجھ کو ڈھیل نہ دو

پہلے ایک طرح کے شرک کا ذکر تھا اس کی مناسبت سے ان آیات میں بت پرستی کا رد فرماتے ہیں۔
یعنی جو کسی کو پیدا نہ کر سکے بلکہ خود تمہارا بنایا ہو اور وہ تمہارا خدا یا معبود کیسے بن سکتا ہے۔

بتوں کی پوجا خلاف عقل ہے | جن بتوں کو تم نے معبود ٹھہرایا ہے اور خدائی کا حق دیا ہے، وہ تمہارے کام تو کیا آتے، خود اپنی حفاظت پر بھی قادر نہیں اور باوجود مخلوق ہونے کے ان کمالات سے محروم ہیں جن سے کسی مخلوق کو دوسری پر تفوق و امتیاز حاصل ہو سکتا ہے۔ گوان کے ظاہری ہاتھ پاؤں، آنکھ، کان سب کچھ تم بناتے ہو، لیکن ان اعضاء میں وہ قوتیں نہیں جن سے انہیں اعضاء کہا جاسکے۔ نہ تمہارے پکارنے پر مصنوعی پاؤں سے چل کر آسکتے ہیں، نہ ہاتھوں سے کوئی چیز پکڑ سکتے ہیں، نہ آنکھوں سے دیکھ سکتے ہیں، نہ کانوں سے کوئی بات سنتے ہیں۔ اگر پکارتے پکارتے تمہارا گلا پھٹ جائے گا تب بھی وہ تمہاری آواز سننے والے اور اس پر چلنے والے یا اس کا جواب دینے والے نہیں۔ تم ان کے سامنے جلاؤ یا خاموش رہو، دونوں حالتیں یکساں ہیں۔ نہ اس سے فائدہ نہ اس سے نفع، تعجب ہے کہ جو چیزیں مملوک و مخلوق ہونے میں تم ہی جیسی عاجز و در ماندہ بلکہ وجود و کمالات وجود میں تم سے بھی گئی گذری ہوں انہیں خدا بنا لیا جائے اور جو اس کا رد کرے اسے نقصان پہنچانے کی دھمکیاں دی جائیں۔

آنحضرت ﷺ کو مشرکین کی دھمکیاں | چنانچہ مشرکین مکہ نبی کریم ﷺ کو کہتے تھے کہ آپ ہمارے بتوں کی بے ادبی کرنا چھوڑ دیں ورنہ نہ معلوم وہ کیا آفت تم پر نازل کر دیں۔
وَيُخَوِّفُونَكَ بِالَّذِينَ مِنْ دُونِهِ“ (زمر، رکوع ۴) اسی کا جواب قُلِ اذْعُوا شُرَكَاءَكُمْ..... الخ سے دیا۔ یعنی تم اپنے سب شرکاء کو پکارو اور میرے خلاف اپنے سب منصوبے اور تدبیریں پوری کر لو، پھر مجھ کو ایک منٹ کی مہلت بھی نہ دو۔ دیکھوں تم میرا کیا بگاڑ سکو گے۔

إِنَّ وِلِيَّ عِندَ اللَّهِ الَّذِي نَزَّلَ الْكِتَابَ وَهُوَ يَتَوَلَّى

میرا حمایتی تو اللہ ہے جس نے اتاری کتاب اور وہ حمایت کرتا ہے

الصَّالِحِينَ ۱۹۶ وَالَّذِينَ تَدْعُونَ مِنْ دُونِهِ لَا

تیک بندوں کی اور جن کو تم پکارتے ہو اس کے سوا وہ

يَسْتَطِيعُونَ نَصْرَكُمْ وَلَا أَنْفُسَهُمْ يَنْصُرُونَ ۱۹۷

نہیں کر سکتے تمہاری مدد اور نہ اپنی جان بچا سکیں

وَأَنْ تَدْعُوهُمْ إِلَى الْهُدَىٰ لَا يَسْعَوْنَ وَلَا يَنْصُرُونَ

اور اگر تم ان کو پکارو رستہ کی طرف تو کچھ نہیں اور توڑ بھتا ہے

يَنْظُرُونَ إِلَيْكَ وَهُمْ لَا يُبْصِرُونَ ۱۹۸ خذِ الْعَفْوَ

ان کو کہتے رہے ہیں تیری طرف اور وہ کچھ نہیں دیکھتے عادت کر رہے گزر

وَأْمُرْ بِالْعُرْفِ وَأَعْرِضْ عَنِ الْجَاهِلِينَ ۱۹۹ وَإِنَّمَا

اور حکم کر نیک کام کرنے کا اور کنارہ کر جاہلوں سے اور امر

يَنْزَعُكَ مِنَ الشَّيْطَانِ نَزْعًا فَاسْتَعِذْ بِاللَّهِ إِنَّهُ

ابھارے تجھ کو شیطان کی چھین تو پناہ مانگ اللہ سے وہی ہے

سَمِيعٌ عَلِيمٌ ۲۰۰ إِنَّ الَّذِينَ اتَّقَوْا إِذَا مَسَّهُمْ

سننے والا جاننے والا جن کے دل میں ڈر ہے جہاں پڑ گیا ان پر

طَٰئِفٌ مِّنَ الشَّيْطَانِ تَذَكَّرُوا فَإِذَا هُمْ مُبْصِرُونَ ۲۰۱

شیطان کا گزر چونک گئے پھر اسی وقت ان کو سوجھ آ جاتی ہے

وَإِخْوَانَهُمْ يَمُدُّونَهُمْ فِي الْغَيِّ ثُمَّ لَا يُقْصِرُونَ ﴿۳۲﴾

اور جو شیطانوں کے بھائی ہیں وہ ان کو کھینچتے چلے جاتے ہیں گمراہی میں پھر وہ کی نہیں کرتے

وَإِذَا لَمْ تَأْتِهِمْ بِآيَةٍ قَالُوا لَوْلَا اجْتَبَيْتَهَا ط

اور جب تولے کر نہ جائے ان کے پاس کوئی نشانی تو کہتے ہیں کیوں نہ چھانٹ لایا تو کچھ اپنی طرف سے

قُلْ إِنَّمَا آتَيْتُكُمْ مَا يُوْحَىٰ إِلَيَّ مِنْ رَبِّي هَذَا

تو کہہ دے میں تو چلتا ہوں اس پر جو حکم آئے میری طرف میرے رب سے

بَصَائِرٍ مِنْ رَبِّكُمْ وَهُدًى وَرَحْمَةً لِّقَوْمٍ

سو جھکی باتیں ہیں تمہارے رب کی طرف سے اور ہدایت اور رحمت ہے ان لوگوں کو

يُؤْمِنُونَ ﴿۳۳﴾ وَإِذَا قُرِئَ الْقُرْآنُ فَاسْتَبِعُوا لَهُ وَ

جو مؤمن ہیں اور جب قرآن پڑھا جائے تو اس کی طرف کان لگائے رہو اور

أَنْصِتُوا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُونَ ﴿۳۴﴾ وَادْكُرْ رَبَّكَ فِي

سپ رہو تاکہ تم پر رحم ہو اور یاد کرتا رہ اپنے رب کو اپنے

نَفْسِكَ تَضَرُّعًا وَخِيفَةً وَدُونَ الْجَهْرِ مِنَ الْقَوْلِ

دل میں گڑگڑاتا ہوا اور ڈرتا ہوا اور ایسی آواز سے جو کہ پکار کر بولنے سے کم ہو

بِالْعُدُوِّ وَالْأَصَالِ وَلَا تَكُنْ مِنَ الْغَافِلِينَ ﴿۳۵﴾

صبح کے وقت اور شام کے وقت اور مت رہ بے خبر

إِنَّ الَّذِينَ عِنْدَ رَبِّكَ لَا يَسْتَكْبِرُونَ عَنْ

بے شک جو تیرے رب کے نزدیک ہیں وہ تکبر نہیں کرتے

❖ **متقین کی ایک خاص صفت** پہلے تو تنہا حضور کو خطاب تھا گو حکم استعاذہ میں سب شامل تھے اب عام متقین (خدا ترس پرہیز گاروں) کا حال بیان فرماتے ہیں یعنی عام متقین کے حق میں یہ مجال نہیں کہ شیطان کا گذران کی طرف ہو، اور کوئی چر کہ لگا جائے۔ البتہ متقین کی شان یہ ہوتی ہے کہ شیطان کے اغواء سے ممتد غفلت میں نہیں پڑتے بلکہ ذرا غفلت ہوئی اور خدا کو یاد کر کے چونک پڑے ٹھوکر لگی اور معاصی سنبھل گئے، سنبھلتے ہی آنکھیں کھل گئیں، غفلت کا پردہ اٹھ گیا۔ نیکی، بدی کا انجام سامنے نظر آنے لگا اور بہت جلد نازیبا کام سے رک گئے۔ باقی غیر متقین (جن کے دل میں خدا کا ڈر نہ ہو، اور جنہیں شیطان کی برادری کہنا چاہئے) ان کا حال یہ ہے کہ شیاطین ہمیشہ گمراہی میں کھینچتے چلے جاتے ہیں اور رگیدنے میں ذرا کمی نہیں کرتے۔ ادھر یہ لوگ ان کی اقتداء و پیروی میں کوتاہی نہیں کرتے۔ اور اس طرح ان شیاطین کے غرور و سرکشی کو اور زیادہ بڑھاتے رہتے ہیں۔ بہر حال متقی کی شان یہ ہے کہ جب شیطان دق کرے، فوراً خدا سے پناہ مانگے دیر نہ کرے۔ ورنہ غفلت میں تماردی ہو کر رجوع الی اللہ کی توفیق بھی نہ رہے گی۔

❖ **وحی کی تاخیر پر کفار کا مسخر** جب کبھی وحی کے آنے میں تاخیر ہوتی، تو کفار ازراہ تمسخر کہتے تھے کہ اب کوئی آیت کیوں گھڑ کر نہیں لے آتے۔ آخر سارا قرآن تم نے بنایا ہی ہے (العیاذ باللہ)۔ اسی طرح کبھی دق کرنے کے لئے بعض ایسے نشان (معجزات) طلب کرتے جن کے دکھلانے کو خدا کی حکمت مقتضی نہ تھی۔ جب آپ دکھلانے سے انکار کرتے تو کہتے۔ "لَوْ لَا اجْتَبَيْتَهَا" یعنی اپنے خدا سے کہہ کر ہمارا مانگا ہوا نشان کیوں چھانت کر نہ لے آئے اتباع وحی کا عزم و دونوں باتوں کے جواب میں فرمایا "قُلْ اِنَّمَا اتَّبِعُ مَا يُوْحٰى اِلَيَّ مِنْ رَبِّي" یعنی ان سے کہہ دو کہ (نبی کا یہ کام نہیں کہ اپنی طرف سے خدا پر افتراء کرے، یا لوگوں کے کہنے سننے پر اقدام کر کے خدا سے وہ چیز مانگے جس کا دینا اس کی حکمت کے منافی ہے یا جس کے طلب کرنے کی اجازت نہیں ہے) اس کا وظیفہ صرف یہ ہے کہ جو کچھ خدا وحی بھیجے، قبول کرے، اس پر عمل پیرا ہو اور دوسروں کو عمل پیرا ہونے کی دعوت دے۔ باقی آیات تنزیلیہ یا تکوینیہ جو مجھ سے طلب کرتے ہو، تو قرآن سے بڑھ کر کوئی آیات ہوگی اور اس سے زیادہ عظیم الشان معجزہ کونسا ہوگا جو سارے جہان کے لئے بصیرت افروز حقائق و مواظقا کا خزانہ اور ایمان لانے والوں کے لئے خاص قسم کی ہدایت و رحمت کا ذخیرہ اپنے اندر رکھتا ہے۔ اسی کو تم کب ماننے کے لیے تیار ہوئے، جو فرمائی آیات کو تسلیم کرو گے۔

❖ **قرآن سننے کے آداب** جب قرآن ایسی دولت بے بہا اور علم و ہدایت کی کان ہے تو اس کی قراءت کا حق سامعین پر یہ ہے کہ پوری فکر و توجہ سے ادھر کان لگائیں، اس کی ہدایات کو سمع قبول سے سنیں اور ہر قسم کی بات چیت، شور و شغب اور ذکر و فکر چھوڑ کر ادب کے ساتھ خاموش رہیں تاکہ خدا کی رحمت اور مہربانی کے مستحق ہوں۔ اگر کافر اس طرح قرآن سنے تو کیا بعید ہے کہ خدا کی رحمت سے مشرف بایمان ہو جائے۔ اور پہلے سے مسلمان ہے تو ولی بن جائے یا کم از کم اس فعل کے اجر و ثواب سے نوازا جائے۔ اس آیت سے بہت سے علماء نے یہ مسئلہ بھی نکالا ہے کہ نماز میں جب امام قراءت کرے تو مقتدی کو سننا اور خاموش رہنا چاہئے جیسا کہ ابو موسیٰ اور ابو ہریرہ کی حدیث میں حضور نے فرمایا "وَ اِذَا قُرِئَ الْقُرْآنُ فَاسْتَمِعُوا" (جب نماز میں امام قراءت کرے تو چپ رہو) یہاں اس مسئلہ کی تفصیل کا موقع نہیں۔ صحیح مسلم کی شرح میں ہم نے نہایت شرح و بسط سے اس کے مالد و ماعلیہ پر بحث کی ہے۔

❖ **ذکر اللہ کے آداب** بڑا ذکر تو قرآن کریم ہے، اس کا ادب بیان ہو چکا۔ اب عام "ذکر اللہ" کے کچھ آداب بیان فرماتے ہیں۔ یعنی "ذکر اللہ" کی اصلی روح یہ ہے کہ جو زبان سے کہے دل سے اس کی طرف دھیان رکھے تاکہ ذکر کا پورا نفع ظاہر ہو اور زبان و دل دونوں عضو خدا کی یاد میں مشغول ہوں۔ ذکر کرتے وقت دل میں رقت ہونی چاہئے۔ سچی رغبت و رہبت سے خدا کو پکارے۔ جیسے کوئی خوشامد کرنے والا ڈرا ہوا آدمی کسی کو پکارتا ہے۔ ذاکر کے لہجہ میں، آواز میں ہیئت میں تضرع و خوف کا رنگ محسوس ہونا چاہئے۔ ذکر و مذکور کی عظمت و جلال سے آواز کا پست ہونا قدرتی چیز ہے وَ خَشَعَتِ الْاَصْوَاتُ لِلرُّحْمٰنِ فَلَا تَسْمَعُ اِلَّا هَمْسًا۔ اسی لئے زیادہ چلانے کی ممانعت آئی ہے۔ وحشی آواز سے سر آیا جہرا خدا کا ذکر کرے تو خدا اس کا ذکر کرے گا۔ پھر اس سے زیادہ عاشق کی خوش بختی اور کیا ہو سکتی ہے۔

السجدة
ع
۱۰۶

عِبَادَتِهِ وَيَسْبِحُونَهُ وَلَهُ يَسْجُدُونَ

اس کی بندگی سے اور یاد کرتے ہیں اس کی پاک ذات کو اور اسی کو سجدہ کرتے ہیں

آيَاتُهَا ۵ (۸) سُورَةُ الْأَنْفَالِ مَدِينَةُ (۸۸) رُكُوعَاتُهَا ۱۰

سورة انفال ۲ مدینہ میں نازل ہوئی اور اس کی پچھتر آیتیں اور دس رکوع ہیں

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بے حد مہربان نہایت رحم والا ہے

يَسْأَلُونَكَ عَنِ الْأَنْفَالِ قُلِ الْأَنْفَالُ لِلَّهِ وَالرَّسُولِ

تجھ سے پوچھتے ہیں حکم غنیمت کا تو کہہ دے کہ مال غنیمت اللہ کا ہے اور رسول کا

یعنی رات دن خصوصاً صبح و شام کے اوقات میں اس کی یاد سے غافل مت رہ۔ جب مقرب فرشتوں کو اس کی بندگی سے عار نہیں، بلکہ ہمہ وقت اسی کی یاد میں لگے رہتے ہیں، اسی کو سجدہ کرتے ہیں، تو انسان کو اور بھی زیادہ ضروری ہے کہ اس کے ذکر و عبادت و وجود سے غافل نہ رہے۔ چنانچہ اس آیت پر بھی سجدہ کرنا چاہئے۔

سورة الانفال

سورة انفال کا تعارف | یہ سورة مدنی ہے، جنگ بدر کے بعد نازل ہوئی۔ مکہ کی سیزہ ۳ سالہ زندگی میں مشرکین نے جو دردناک اور ہوشربا مظالم مٹھی بھر مسلمانوں پر روا رکھے اور مظلوم مسلمانوں نے جس صبر و استقلال اور معجز نما استقامت و لہبیت سے مسلسل تیرہ برس تک ان ہولناک مصائب و نوائب کا تحمل کیا، وہ دنیا کی تاریخ کا بے مثال واقعہ ہے۔ قریش اور ان کے حامیوں نے کوئی صورت ظلم و ستم کی اٹھا کر نہ رکھی۔ تاہم مسلمانوں کو حق تعالیٰ نے ان وحشی ظالموں کے مقابلہ میں ہاتھ اٹھانے کی اجازت نہ دی۔ صبر و تحمل کے امتحان کی آخری حد یہ تھی کہ مسلمان مقدس وطن، عزیز واقارب، اہل و عیال، مال و دولت سب چیزوں کو خیر باد کہہ کر خالص خدا اور رسول کی خوشنودی کا راستہ طے کرنے کے لئے گھروں سے نکل پڑے۔ جب مشرکین کا ظلم و تکبر اور مسلمانوں کی مظلومیت و بے کسی حد سے گذر گئی۔ ادھر اہل ایمان کے قلوب وطن و قوم، زن و فرزند، مال و دولت غرض ہر ایک "ماسوی اللہ کے تعلق سے خالی اور پاک ہو کر محض خدا اور رسول کی محبت اور دولت تو حید و اخلاص سے ایسے بھرپور ہو گئے کہ گویا غیر اللہ کی ان میں گنجائش ہی نہ رہی۔

جہاد و قتال کی اجازت | تب ان مظلوموں کو جو تیرہ برس سے برابر کفار کے ہر قسم کے حملے سہہ رہے تھے اور وطن چھوڑنے پر بھی اس حاصل نہ کر سکے تھے، ظالموں سے لڑنے اور بدلہ لینے کی اجازت دی گئی۔ اذِنَ لِلَّذِينَ يُقَاتِلُونَ بِأَنَّهُمْ ظَلِمُوا وَإِنَّ اللَّهَ عَلِيمٌ نَصْرِهِمْ لَقَدِيرٌ ۚ الَّذِينَ أَخْرَجُوا مِنْ دِيَارِهِمْ بَغْيٍ ۚ قَوْلِ الْآلِ الْأَنْفَالِ اللَّهُ (الحج، رکوع ۶) مکہ کا ادب مانع تھا کہ مسلمان ابتداء وہاں چڑھ کر جائیں اس لئے ہجرت کے بعد تقریباً ڈیڑھ سال تک لاکھ عمل یہ رہا کہ مشرکین "مکہ" کے تجارتی سلسلوں کو جو شام و یمن وغیرہ سے قائم تھے، ٹکست دے کر ظالموں کی اقتصادی حالت کمزور اور مسلمانوں کی مالی پوزیشن مضبوط کی جائے۔ ہجرت کے پہلے سال "آواہ" نواط، غمشیرہ

وغیرہ چھوٹے چھوٹے غزوات و سرایا جن کی تفصیل کتب احادیث و سیر میں ہے، اسی سلسلہ میں وقوع پذیر ہوئے۔ اسباب غزوہ بدر ۲ ہجری میں آپ کو معلوم ہوا کہ ایک بھاری تجارتی مہم ابوسفیان کی سرکردگی میں شام کو روانہ ہوئی ہے۔

غزوہ بدر کے اسباب | ابوسفیان کا یہ تجارتی قافلہ جس کے ساتھ تقریباً ساٹھ قریشی، ایک ہزار انٹ اور پچاس ہزار دینار کا مال تھا، جب شام سے مکہ کو واپس ہوا تو نبی کریم ﷺ کو خبر پہنچی، صحیح مسلم کی ایک روایت کے موافق آپ نے صحابہؓ سے مشورہ لیا کہ آیا اس جماعت سے تعرض کیا جائے، بطبری کے بیان کے موافق بہت سے لوگوں نے اس مہم میں جانے سے پہلو تہی کی۔ کیونکہ انہیں کسی بڑی جنگ کا خطرہ نہ تھا۔ جس کے لئے بڑا اجتماع و اہتمام کیا جائے۔ دوسرے ”انصار“ کی نسبت عموماً یہ بھی خیال کیا جاتا تھا کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے نصرت و حمایت کا معاہدہ صرف اسی صورت میں کیا کہ کوئی قوم مدینہ پر چڑھائی کرے یا آپ پر حملہ آور ہو۔ ابتداءً اقدام کر کے جانا خواہ کسی صورت میں ہو، ان کے معاہدہ میں شامل نہ تھا۔ مجمع کا یہ رنگ دیکھ کر ابو بکر و عمر اور رئیس انصار سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہم نے حوصلہ افزا تقریریں کیں۔ آخر حضور تین سو سے کچھ زائد آدمیوں کی جمعیت لیکر قافلہ کی طرف روانہ ہو گئے۔ چونکہ کسی بڑے مسلح لشکر سے ٹکرا بیٹھنے کی توقع نہ تھی۔ اس لئے روایت میں حضرت کعب بن مالک فرماتے ہیں کہ ”جو لوگ غزوہ بدر میں شریک نہیں ہوئے ان پر کوئی عتاب نہیں ہوا، کیونکہ حضور صرف تجارتی مہم کے ارادے سے نکلے تھے۔ اتفاقاً خدا نے باقاعدہ جنگ کی صورت پیدا فرمادی۔“ ابوسفیان کو آپ ارادہ کا پتہ چل گیا۔ اس نے فوراً مکہ آدی، بھیجا۔ وہاں سے تقریباً ایک ہزار کا لشکر جس میں قریش کے بڑے بڑے سردار تھے، پورے ساز و سامان کے ساتھ مدینہ کی طرف روانہ ہو گیا۔ حضور مقام صفراء میں تھے جب معلوم ہوا کہ ابو جہل وغیرہ بڑے بڑے ائمہ الکفر کی کمانڈ میں مشرکین کا لشکر یلغار کرتا چلا آ رہا ہے اس غیر متوقع صورت کے پیش آ جانے پر آپ نے صحابہؓ کو اطلاع کی کہ اس وقت دو جماعتیں تمہارے سامنے ہیں۔ تجارتی قافلہ اور فوجی لشکر، خدا کا وعدہ ہے کہ دونوں میں سے کسی ایک پر تم کو مسلط کرے گا۔ تم بتلاؤ کہ کس جماعت کی طرف بڑھنا چاہتے ہو؟ چونکہ اس لشکر کے مقابلہ میں تیاری کر کے نہ آئے تھے اس لئے اپنی تعداد اور سامان وغیرہ کی قلت کو دیکھتے ہوئے بعض لوگوں کی رائے یہ ہوئی کہ تجارتی قافلہ پر حملہ کرنا زیادہ مفید اور آسان ہے۔ مگر حضور اس رائے سے خوش نہ تھے۔ حضرت ابو بکر و عمر اور مقداد بن الاسود نے ولولہ انگیز جوابات دیئے اور اخیر میں حضرت سعد بن معاذ کی تقریر کے بعد یہ ہی فیصلہ ہوا کہ فوجی مہم کے مقابلہ پر جو ہر شجاعت دکھلائے جائیں۔ چنانچہ مقام بدر میں دونوں فوجیں بھڑکیں حق تعالیٰ نے مسلمانوں کو فتح عظیم عنایت فرمائی۔ کافروں کے ستر بڑے بڑے سردار مارے گئے اور ستر قید ہوئے۔ اس طرح کفر کا زور ٹوٹا اس سورۃ میں عموماً اسی واقعہ کے اجزاء و متعلقات کا بیان ہوا ہے۔

جہاد میں اقدام و دفاع کا مسئلہ | جن لوگوں کا یہ خیال ہے کہ اس سفر میں حضور شروع ہی سے فوجی لشکر کے مقابلہ میں نکلے تھے جو ”مدینہ“ پر از خود اقدام کرتا ہوا چلا آ رہا تھا، تجارتی قافلہ پر حملہ کرنے کی نیت آپ نے اول سے آخر تک کسی وقت نہیں کی۔ وہ فی الحقیقت اپنے ایک خود ساختہ اصول پر تمام ذخیرہ حدیث و سیر اور اشارات قرآنیہ کو قربان کرنا چاہتے ہیں۔ یہ منطق ہماری سمجھ میں نہیں آئی کہ کفار مجاہدین جن کی دستبرد سے مسلمانوں کی جان و مال کوئی چیز نہ بچی اور نہ آئندہ بچنے کی توقع تھی، ان کو جانی و بدنی نقصان پہنچانا تو جائز سمجھا جائے لیکن تجارتی اور مالی نقصان پہنچانا خلاف تہذیب و انسانیت ہو یعنی ان کی جانیں تو ظلم و شرارت اور کفر و ظغیان کی بدولت محفوظ نہیں ہیں مگر اموال بدستور محفوظ ہیں گویا زندگی کے حق سے محروم ہو جائیں تو ہو جائیں، پر سامان زندگی سے محروم نہ ہوں۔ اِنَّ هٰذَا لَشَيْءٌ عَجَبٌ باقی یہ دعویٰ کہ جو لوگ حملہ آور نہ ہوئے ہوں، ان پر مسلمانوں کو از خود حملہ کرنا جائز نہیں کیونکہ وَقَاتِلُوا فِي سَبِيلِ اللّٰهِ الَّذِيْنَ يُقَاتِلُوْكُمْ كَمَا لَكُمْ مِنْكُمْ۔ قطع نظر اس سے کہ یہ مسئلہ موجودہ واقعہ سے بے تعلق ہے، کیونکہ کفار مکہ پہلے ہر قسم کے مظالم اور حملے مسلمانوں پر کر چکے تھے اور آئندہ کے لئے باقاعدہ دھمکیاں دے رہے تھے بلکہ اس بارہ میں ان کی سازشیں اور مراسلتیں جاری تھیں۔ فی نفسہ بھی صحیح نہیں۔ کیونکہ یہ آیت ابتدائے ہجرت میں اتری تھی جس کے بعد دوسری آیات جن میں مطلق قتال کا حکم ہے نازل ہوئیں۔ پھر یہ بھی قابل غور ہے کہ صرف اتنا کہنے سے کہ حملہ آوروں کی مدافعت کرو۔ ”یہ لازم نہیں آتا کہ کسی حالت میں حملہ کرنے کی اجازت نہیں۔ اس مسئلہ کی تفصیل میرے عزیز مولوی محمد یحییٰ سلمہ نے جو تجزیہ فرائد میں میرے معین ہیں اپنے رسالہ ”الجہاد الکبیر“ میں لکھی ہے اور احقر نے کچھ خلاصہ رسالہ ”الشہاب“ میں درج کیا ہے اور موقع بہ موقع فرائد میں بھی لکھا جائے گا۔ انشاء اللہ!

فَاتَّقُوا اللَّهَ وَأَصْلِحُوا ذَاتَ بَيْنِكُمْ وَأَطِيعُوا اللَّهَ

اور حکم مانو اللہ کا

اور صلح کرو آپس میں

سو ڈرو اللہ سے

وَرَسُولَهُ إِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ ① إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ

ایمان والے

اگر ایمان رکھتے ہو

اور اس کے رسول کا

الَّذِينَ إِذَا ذُكِرَ اللَّهُ وَجِلَتْ قُلُوبُهُمْ وَإِذَا تُلِيَتْ

اور جب پڑھا جائے

تو ڈر جائیں ان کے دل

کہ جب نام آئے اللہ کا

وہی ہیں

عَلَيْهِمْ آيَاتُهُ زَادَتْهُمْ إِيمَانًا وَعَلَىٰ رَبِّهِمْ

اور وہ اپنے رب پر

تو زیادہ ہو جاتا ہے ان کا ایمان

ان پر اس کا کلام

يَتَوَكَّلُونَ ② الَّذِينَ يُقِيمُونَ الصَّلَاةَ وَيَمْسُرُونَ

اور ہم نے جو ان کو روزی دی ہے اس میں سے

وہ لوگ جو کہ قائم رکھتے ہیں نماز کو

بھروسہ رکھتے ہیں

يُنْفِقُونَ ③ أُولَٰئِكَ هُمُ الْمُؤْمِنُونَ حَقًّا ④ لَهُمْ

ان کے لیے

وہی ہیں سچے ایمان والے

خرچ کرتے ہیں

دَرَجَاتٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ وَمَغْفِرَةٌ ⑤ وَرِزْقٌ كَرِيمٌ ⑥ كَمَا

جیسے

اور روزی عزت کی

اور معافی

اپنے رب کے پاس

درجے ہیں

أَخْرَجَكَ رَبُّكَ مِنْ بَيْنِكَ بِالْحَقِّ ⑦ وَإِنَّ فَرِيقًا

اور ایک جماعت

حق کام کے واسطے

تیرے گھر سے

نکالا تجھ کو تیرے رب نے

مِّنَ الْمُؤْمِنِينَ لَكُرْهُونَ ⑧ يُجَادِلُونَكَ فِي

وہ تجھ سے جھگڑتے تھے

اہل ایمان کی راضی نہ تھی

◆ مال غنیمت کس کا حق ہے | ”بدر“ میں جو مال غنیمت ہاتھ آیا اس کے متعلق صحابہؓ میں نزاع تھی۔ نوجوان جو آگے بڑھ کر لڑے تھے وہ کل مال غنیمت کو اپنا حق سمجھتے تھے۔ پرانے لوگ جو نوجوانوں کی پشت پر تھے، کا یہ کہنا تھا کہ ہمارے سہارا لگانے سے فتح ہوئی۔ لہذا غنیمت ہم کو ملنی چاہئے۔ ایک جماعت جو نبی اکرم ﷺ کی حفاظت کرتی رہی تھی وہ اپنے کو اس مال کا مستحق سمجھتی تھی۔ ان آیات میں بتلادیا کہ فتح صرف اللہ کی مدد سے ہے کسی کا سہارا اور زور پیش نہیں جاتا سو مال کا مالک خدا ہے پیغمبر اس کے نائب ہیں۔ جس طرح اللہ تعالیٰ اپنے رسول کی معرفت حکم دے، اسی کے موافق غنیمت تقسیم ہونی چاہئے (اس حکم کی تفصیل آگے آئے گی) بچے مسلمانوں کا کام یہ ہے کہ ہر معاملہ میں خدا سے ڈریں۔

سچے مومنوں کی صفات | آپس میں صلح و آشتی سے رہیں، ذرا ذرا سی بات پر جھگڑے نہ ڈالیں اپنی آراء و جذبات سے قطع نظر کر کے محض خدا اور رسول کا حکم مانیں، جب خدا کا نام درمیان میں آجائے ایبت و خوف سے کانپ اٹھیں، آیات و احکام الہی سن کر ان کا ایمان و یقین زیادہ مضبوط ہوتا رہے۔ اس قدر مضبوط و قوی ہو جائے کہ ہر معاملہ میں ان کا اصلی بھروسہ اور اعتماد بجز خدا کے کسی پر باقی نہ رہے۔ اسی کے سامنے سرعبودیت جھکائیں، اسی کے نام پر مال و دولت خرچ کریں۔ غرض عقیدہ، خلق، عمل اور مال ہر چیز سے خدا کی خوشنودی حاصل کرنے کی کوشش میں رہیں۔ ایسے ہی لوگوں کو سچا اور پکا ایماندار کہا جاسکتا ہے جو خدا کے یہاں اپنے اپنے درجے کے موافق بڑے بڑے مقامات و مراتب قرب پر فائز ہونگے۔ جنہیں معمولی کوتاہیوں سے درگزر کر کے عزت کی روزی سے سرفراز کیا جائے گا۔ رزقنا اللہ منہ بفضله و منہ۔

الْحَقُّ بَعْدَ مَا تَبَيَّنَ كَانَمَا يُسَاقُونَ إِلَى الْمَوْتِ

حق بات میں اُس کے ظاہر ہو چکنے کے بعد گویا وہ ہانکے جاتے ہیں موت کی طرف

وَهُمْ يَنْظُرُونَ ۖ وَإِذْ يَعِدُكُمُ اللَّهُ إِحْدَى

آنکھوں دیکھتے اور جس وقت تم سے وعدہ کرتا تھا اللہ دو جماعتوں

الطَّائِفَتَيْنِ أَنَّهَا لَكُمْ وَتَوَدُّونَ أَنَّ غَيْرَ ذَاتِ

میں سے ایک کا کہ وہ تمہارے ہاتھ لگے گی اور تم چاہتے تھے کہ جس میں

الشُّوْكَةِ تَكُونُ لَكُمْ وَيُرِيدُ اللَّهُ أَنْ

کا نشانہ لگے وہ تم کو لے اور اللہ چاہتا تھا کہ

يُحِقَّ الْحَقَّ بِكَلِمَاتِهِ وَيَقْطَعَ دَابِرَ الْكَافِرِينَ ۚ

سچا کر دے سچ کو اپنے کلاموں سے اور کاٹ ڈالے جزا کافروں کی

لِيُحِقَّ الْحَقَّ وَيُبْطِلَ الْبَاطِلَ وَلَوْ كَرِهَ الْمُجْرِمُونَ ۝

تاکہ سچا کرے سچ کو اور جھوٹا کر دے جھوٹ کو اور اگر چہ ناراض ہوں گے تمہارا

إِذْ تَسْتَغِيثُونَ رَبَّكُمْ فَاسْتَجَابَ لَكُمْ أَنِّي

جب تم لگے فریاد کرنے اپنے رب سے تو وہ پہنچا تمہاری فریاد کو کہ میں

مُيَدِّدُكُمْ بِأَلْفٍ مِّنَ الْمَلَائِكَةِ مُرْدِفِينَ ۝ وَمَا

مدد کو بھیجوں گا تمہاری ہزار فرشتے لگا تا رانے والے اور یہ تو

جَعَلَهُ اللَّهُ إِلَّا بُشْرًا وَلِنَطْمِئِنَّ بِهِ قُلُوبِكُمْ ۚ

دی اللہ نے فقط خوش خبری اور تاکہ مطمئن ہو جائیں اس سے تمہارے دل

وَمَا النَّصْرُ إِلَّا مِنْ عِنْدِ اللَّهِ إِنَّ اللَّهَ عَزِيزٌ

اور مدد نہیں اور مدد نہیں مگر اللہ کی طرف سے بے شک اللہ زور آور ہے

حَكِيمٌ ۱۰ إِذْ يُغَشِّبِكُمُ النَّعَاسَ أَمْنَةً مِّنْهُ وَ

حکمت والا جس وقت کہ ڈال دی اُس نے تم پر اونگھ اپنی طرف سے تسکین کے واسطے اور

يُنزِلُ عَلَيْكُمْ مِّنَ السَّمَاءِ مَاءً لِّيُطَهِّرَكُم بِهِ

اتار تم پر آسمان سے پانی کہ اُس سے تم کو پاک کر دے

وَيُذْهِبَ عَنْكُمُ رِجْزَ الشَّيْطَانِ وَلِيَرْبِطَ عَلٰ

اور زور کر دے تم سے اور مضبوط کر دے تمہارے شیطان کی نجاست

قُلُوبِكُمْ وَيُثَبِّتَ بِهِ الْأَقْدَامَ ۱۱ إِذْ يُوجِي

دلوں کو اور جمادے اُس سے تمہارے قدم جب حکم بھیجا

رَبُّكَ إِلَى الْمَلٰئِكَةِ اِنِّي مَعَكُمْ فَثَبَّتُوا الَّذِيْنَ

تیرے رب نے فرشتوں کو کہ میں ساتھ ہوں تمہارے، سو تم دل ثابت رکھو

اٰمَنُوْا ۱۲ سَالِقِيْ فِيْ قُلُوْبِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا

مسلمانوں کے میں ڈال دوں گا دل میں کافروں کے

الرُّعْبَ فَاضْرِبُوْا فَوْقَ الْاَعْنَاقِ وَ اضْرِبُوْا

دہشت سوارو گردنوں پر اور کاٹو

مِنْهُمْ كُلَّ بَنَانٍ ۱۳ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ شَاقُوْا اللّٰهَ

اُن کی پور پور یہ اس واسطے ہے کہ وہ مخالف ہوئے اللہ کے

مسلمانوں کی مدد کیلئے ملائکہ کا نزول | اسی طرح کی آیت ”آل عمران“ پارہ ”لمن تالوا“ کے ربیع پگی۔ وہاں کے فوائد ملاحظہ کئے جائیں۔ البتہ اس جگہ فرشتوں کی تعداد تین سے پانچ ہزار۔ بیان کی گئی تھی اگر واقعہ ایک ہے تو کہا جائے گا کہ اول ایک ہزار کا دستہ آیا ہوگا۔ پھر اس کے پیچھے دوسرے دستے آئے ہوں، جن کی تعداد تین سے پانچ ہزار تک پہنچی۔ شاید لفظ ”مردفین“ میں اسی طرف اشارہ ہو۔

میدان بدر میں اللہ کی نعمتیں | ”بدر کا معرکہ فی الحقیقت مسلمانوں کے لئے بہت ہی سخت آزمائش اور عظیم الشان امتحان کا موقع تھا۔ وہ تعداد میں تھوڑے تھے، بے سروسامان تھے، فوجی مقابلہ کے لئے تیار ہو کر نہ نکلے تھے، مقابلہ پر ان سے تنگی تعداد کا لشکر تھا۔ جو پورے ساز و سامان سے کبر و غرور کے نشہ میں سرشار ہو کر نکلا تھا، مسلمانوں اور کافروں کی یہ پہلی ہی قابل ذکر ٹکرائی تھی، پھر صورت ایسی پیش آئی کہ کفار نے پہلے سے اچھی جگہ اور پانی وغیرہ پر قبضہ کر لیا مسلمان نشیب میں تھے، ریت بہت زیادہ تھی جس میں چلتے ہوئے پاؤں دھستے تھے، گرد و غبار نے الگ پریشان کر رکھا تھا۔ پانی نہ ملنے سے ایک طرف غسل و وضوء کی تکلیف، دوسری طرف تشنگی ستا رہی تھی۔ یہ چیزیں دیکھ کر مسلمان ڈرے کہ بظاہر آثار شکست کے ہیں۔ شیطان نے دلوں میں وسوسہ ڈالا کہ اگر واقعی تم خدا کے مقبول بندے ہوتے تو ضرور تائید ایزدی تمہاری طرف ہوتی اور ایسی پریشان کن اور یاس انگیز صورت حال پیش نہ آتی۔ اس وقت حق تعالیٰ نے قدرت کاملہ سے زور کا مینہ برسایا جس سے میدان کی ریت جم گئی، غسل و وضوء کرنے اور پینے کے لئے پانی کی افراط ہو گئی، گرد و غبار سے نجانے ملی۔ کفار کا لشکر جس جگہ تھا وہاں کچھڑا اور پھسلن سے چلنا پھرنا دشوار ہو گیا۔ جب یہ ظاہری پریشانیاں دور ہوئیں تو حق تعالیٰ نے مسلمانوں پر ایک قسم کی غنودگی طاری کر دی۔ آنکھ کھلی تو دلوں سے سارا خوف و ہراس جاتا رہا۔ بعض روایات میں ہے کہ حضور اور ابو بکر صدیق رات بھر ”عریش“ میں مشغول دعا رہے۔ اخیر میں حضور پر خفیف سی غنودگی طاری ہوئی، جب اس سے چونکے تو فرمایا خوش ہو جاؤ کہ جبریل تمہاری مدد کو آ رہے ہیں۔ عریش سے باہر تشریف لائے تو سِئَهُمْ زَمُّ الْجَمْعِ وَيُسْوِلُونَ اللَّهُ زَبَانَ مَبَارَكٍ پر جاری تھا۔ بہر حال اس بارانِ رحمت نے بدن کو احداث سے اور دلوں کو شیطان کے وساوس سے پاک کر دیا۔ ادھر ریت کے جم جانے سے ظاہری طور پر قدم جم گئے اور اندر سے ڈر نکل کر دل مضبوط ہو گئے۔

وَرَسُولَهُ ۚ وَمَنْ يُشَاقِقِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ فَإِنَّ

اور اس کے رسول کے اور جو کوئی مخالف ہو اللہ کا اور اس کے رسول کا تو بے شک

اللَّهُ شَدِيدُ الْعِقَابِ ۝۱۳ ذَلِكُمْ فَذُوقُوهُ وَأَنَّ

اللہ کا عذاب سخت ہے یہ تو تم چکھ لو اور جان رکھو کہ

لِلْكَافِرِينَ عَذَابُ النَّارِ ۝۱۴ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ

کافروں کے لیے ہے عذاب دوزخ کا ۱۴ اے

آمَنُوا إِذَا لَقِيتُمْ الَّذِينَ كَفَرُوا زَحْفًا فَلَا

ایمان والو! جب بجزو تم کافروں سے میدان جنگ میں تو مت

تَوَلَّوْهُمْ الْأَدْبَارَ ۝۱۵ وَمَنْ يُؤَلِّمِهِمْ يَوْمَئِذٍ

پھیرو ان سے پیٹھ ۱۵ اور جو کوئی ان سے پھیرے پیٹھ

دُبْرًا إِلَّا مُتَحَرِّفًا لِقِتَالٍ أَوْ مُتَحَيِّزًا إِلَى فِئَةٍ

اُس دن مگر یہ کہ ہنر کرتا ہو لڑائی کا یا جا ملتا ہو فوج میں

فَقَدْ بَاءَ بِغَضَبٍ مِّنَ اللَّهِ وَمَا وَهُ جَهَنَّمُ ۝

سو وہ پھرا اللہ کا غضب لے کر اور اس کا ٹھکانا دوزخ ہے

وَبِئْسَ الْبَصِيرُ ۝۱۶ فَلَمْ تَقْتُلُوهُمْ وَ لَكِنَّ

اور وہ کیا بُرا ٹھکانا ہے ۱۶ سو تم نے ان کو نہیں مارا لیکن

اللَّهُ قَتَلَهُمْ ۚ وَمَا رَمَيْتَ إِذْ رَمَيْتَ وَلَكِنَّ اللَّهَ

اللہ نے ان کو مارا اور تو نے نہیں پھینکی مٹی خاک کی جس وقت کہ پھینکی تھی لیکن اللہ نے

بدر میں شیاطین اور ملائکہ کے لشکر | جنگ بدر کی اہمیت کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ اس معرکہ میں خود ابلیس لعین کنانہ کے سردار اعظم سراقہ بن مالک مدحی کی صورت میں مثل ہو کر ابو جہل کے پاس آیا اور مشرکین کے خوب دل بڑھائے کہ آج تم پر کوئی غالب نہیں آ سکتا، میں اور میرا سارا قبیلہ تمہارے ساتھ ہے۔ ابلیس کے جھنڈے تلے بڑا بھاری لشکر شیاطین کا تھا۔ یہ واقعہ آگے آئے گا۔ اس کے جواب میں حق تعالیٰ نے مسلمانوں کی کمک پر شاہی فوج کے دستے جبریل و میکائیل کی کمانڈ میں یہ کہہ کر بھیجے کہ میں تمہارے ساتھ ہوں۔ اگر شیاطین آدمیوں کی صورت میں مشکل ہو کر کفار کے حوصلے بڑھا رہے ہیں اور ان کی طرف سے لڑنے کو تیار ہیں اور مسلمانوں کے قلوب کو وسوسے ڈال کر خوفزدہ کر رہے ہیں تو تم مظلوم و ضعیف مسلمانوں کے دلوں کو مضبوط کرو۔ ادھر تم ان کی ہمت بڑھاؤ گے ادھر میں کفار کے دلوں میں دہشت اور رعب ڈال دوں گا۔ تم مسلمانوں کے ساتھ ہو کر ان ظالموں کی گردنیں مارو اور پور پور کاٹ ڈالو۔ کیونکہ آج ان سب جنی و انسی کافروں نے مل کر خدا و رسول سے مقابلہ کی ٹھہرائی ہے۔ سو انہیں معلوم ہو جائے کہ خدا کے مخالفوں کو کیسی سخت سزا ملتی ہے۔ آخرت میں جو سزا ملے گی اصل تو وہ ہی ہے لیکن دنیا میں بھی اس کا تھوڑا سا نمونہ دیکھ لیں اور عذاب الہی کا کچھ مزہ چکھ لیں۔ روایات میں ہے کہ بدر میں ملائکہ کو لوگ آنکھوں سے دیکھتے تھے اور ان کے مارے ہوئے کفار کو آدمیوں کے قتل کئے ہوئے کفار سے الگ شناخت کرتے تھے۔ خدا تعالیٰ نے یہ ایک نمونہ دکھا دیا کہ اگر کبھی شیاطین الجن والانس ایسے غیر معمولی طور پر حق کے مقابل جمع ہو جائیں تو وہ اہل حق اور مقبول بندوں کو ایسے غیر معمولی طریقہ سے فرشتوں کی کمک پہنچا سکتا ہے۔ باقی ویسے توفیق و غلبہ بلکہ ہر چھوٹا بڑا کام خدا ہی کی مشیت و قدرت سے انجام پاتا ہے۔ اسے نہ فرشتوں کی احتیاج ہے نہ آدمیوں کی، اور اگر فرشتوں ہی سے کوئی کام لے تو ان کو وہ طاقت بخشی ہے کہ تنہا ایک فرشتہ بڑی بڑی بستیوں کو اٹھا کر پٹک سکتا ہے۔ یہاں تو عالم تکلیف و اسباب میں ذرا سی تنبیہ کے طور پر شیاطین کی غیر معمولی دوڑ دھوپ کا جواب دینا تھا اور بس۔

جہاد میں پیٹھ دکھانے کا مسئلہ | ”فِرَارٌ مِنَ الزَّحْفِ“ (جہاد میں سے نکل کر بھاگنا اور لڑائی میں کفار کو پیٹھ دکھانا) بہت سخت گناہ اکبر الکبائر میں سے ہے اگر کافر تعداد میں مسلمانوں سے دگنے ہوں اس وقت تک فقہاء نے پیٹھ پھیرنے کی اجازت نہیں دی۔

یعنی اگر پسپائی کسی جنگی مصلحت سے ہو، مثلاً پیچھے ہٹ کر حملہ کرنا زیادہ موثر ہے یا ایک جماعت سپاہیوں کی مرکزی فوج سے جدا ہو گئی وہ اپنے بچاؤ کے لئے پسپا ہو کر مرکز سے ملنا چاہتی ہے، تو ایسی پسپائی جرم نہیں۔ گناہ اس وقت ہے جبکہ پسپائی محض لڑائی سے جان بچا کر بھاگنے کی نیت سے ہو۔

رَفِي ۛ وَيُبْلِي الْمُؤْمِنِينَ مِنْهُ بَلَاءً حَسَنًا ۗ إِنَّ

پھینکی اور تاکہ کرے ایمان والوں پر اپنی طرف سے خوب احسان بے شک

اللَّهُ سَمِيعٌ عَلِيمٌ ﴿١٤﴾ ذَلِكُمْ وَأَنَّ اللَّهَ مُوهِنٌ

اللہ ہے سنے والا جاننے والا ♦ یہ تو ہو چکا اور جان رکھو کہ اللہ ست کر دے گا

كَيْدِ الْكَافِرِينَ ﴿١٥﴾ إِنَّ تَسْتَفْتِحُوا فَقَدْ جَاءَكُمْ

تدبیر کافروں کی ♦ اگر تم چاہتے ہو فیصلہ تو پہنچ چکا تمہارے پاس

الْفَتْحُ ۗ وَإِنْ تَنْتَهُوا فهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ ۗ وَإِنْ تَعُدُّوا

فیصلہ اور اگر باز آؤ تو تمہارے لئے بہتر ہے اور اگر پھر یہی کرو گے

نَعْدُ ۗ وَلَنْ نَغْنَىٰ عَنْكُمْ فِعْتَكُمْ شَيْئًا ۖ وَلَوْ

تو ہم بھی پھر یہی کریں گے اور کچھ کام نہ آئے گا تمہارے تمہارا جھٹکا اگرچہ

كَثُرَتْ ۖ وَأَنَّ اللَّهَ مَعَ الْمُؤْمِنِينَ ﴿١٩﴾ يَا أَيُّهَا

بہت ہوں اور جان لو کہ اللہ ایمان والوں کے ساتھ ہے ♦ اے

الَّذِينَ آمَنُوا أَطِيعُوا اللَّهَ وَرَسُولَهُ ۚ وَلَا

ایمان والو! حکم مانو اللہ کا اور اس کے رسول کا اور

تَوَلَّوْا عَنْهُ وَأَنْتُمْ تَسْمَعُونَ ﴿٢٠﴾ وَلَا تَكُونُوا

اس سے مت پھرو سن کر ♦ اور ان جیسے مت ہو

كَالَّذِينَ قَالُوا سَمِعْنَا وَهُمْ لَا يَسْمَعُونَ ﴿٢١﴾ إِنَّ

جنہوں نے کہا ہم نے سن لیا اور وہ سنتے نہیں ♦ بے شک

◆ آنحضرت ﷺ کا کنکریاں پھینکنا | جب جنگ کی شدت ہوئی تو حضور نے ایک مٹھی کنکریاں لشکر کفار کی طرف پھینکیں اور تین مرتبہ شاہت الوجوه فرمایا۔ خدا کی قدرت سے کنکریوں کے ریزے ہر کافر کی آنکھ میں پہنچے، وہ سب آنکھیں ملنے لگے اور ہرے مسلمانوں نے فوراً دھاوا بول دیا۔ آخر بہت سے کفار کھیت رہے، اسی کو فرماتے ہیں کہ گو بظاہر کنکریاں تم نے اپنے ہاتھ سے پھینکی تھیں لیکن کسی بشر کا یہ فعل عادتاً ایسا نہیں ہو سکتا کہ مٹھی بھر کنکریاں ہر سپاہی کی آنکھ میں پڑ کر ایک مسلح لشکر کی ہزیمت کا سبب بن جائیں، یہ صرف خدائی ہاتھ تھا جس نے مٹھی بھر سنگریزوں سے فوجوں کے منہ پھیر دیئے، تم بے سرو سامان قلیل التعداد مسلمانوں میں اتنی قدرت کہاں تھی کہ محض تمہارے زور بازو سے کافروں کے ایسے ایسے منڈ مارے جاتے، یہ تو خدا ہی کی قدرت کا کرشمہ ہے کہ اس نے ایسے متکبر سرکشوں کو فنا کے گھاٹ اتارا، ہاں یہ ضرور ہے کہ بظاہر کام تمہارے ہاتھوں سے لیا گیا اور ان میں وہ فوق العادت قوت پیدا کر دی جسے تم اپنے کسب و اختیار سے حاصل نہ کر سکتے تھے، یہ اس لئے کیا گیا کہ خدا کی قدرت ظاہر ہو اور مسلمانوں پر پوری مہربانی اور خوب طرح احسان کیا جائے۔ بے شک خدا مومنین کی دعاء و فریاد کو سنتا اور ان کے افعال و احوال کو بخوبی جانتا ہے اور یہ بھی جانتا ہے کہ مقبول بندوں پر کس وقت کس عنوان سے احسان کرنا مناسب ہے۔

◆ یعنی اس وقت بھی خدا نے کفار مکہ کے سب منصوبے خاک میں ملا دیئے اور آئندہ بھی ان کی تدبیروں کو ست کر دیا جائے گا۔

◆ کفار سے خطاب | یہ خطاب کفار مکہ کو ہے، وہ ہجرت سے پہلے حضور سے کہا کرتے تھے منیٰ ہذا الفتح ان کنتم صادقین یعنی ہمارے درمیان یہ فیصلہ کب ہوگا؟ سو پورا فیصلہ تو قیامت کے دن ہوگا مگر ایک طرح کا فیصلہ آج میدان بدر میں بھی تم نے دیکھ لیا کہ کیسے خارق عادت طریق سے تم کو کمزور مسلمانوں کے ہاتھوں سے سزا ملی۔ اب اگر نبی علیہ السلام کی مخالفت اور کفر و شرک سے باز آ جاؤ تو تمہارے لئے دنیا و آخرت کی بہتری ہے۔ ورنہ اگر پھر اسی طرح لڑائی کرو گے تو ہم بھی پھر اسی طرح مسلمانوں کی مدد کریں گے اور انجام کار تم ذلیل و خوار ہو گے۔ جب خدا کی تائید مسلمانوں کے ساتھ ہے تو تمہارے جتنے اور جماعتیں خواہ کتنی ہی تعداد میں ہوں کچھ کام نہ آئیں گے۔ بعض روایات میں ہے کہ ابو جہل وغیرہ نے مکہ سے روانگی کے وقت کعبہ کے پردے پکڑ کر دعاء کی تھی کہ خداوند! دونوں فریق میں جو اعلیٰ و اکرم ہو اسے فتح دے اور فساد مچانے والے کو مغلوب کر۔ فَفُتِحَ فِيكُمْ الْفَتْحُ میں اس کا بھی جواب ہو گیا کہ جو واقعی ”اعلیٰ و افضل“ تھے، ان کو فتح مل گئی اور مسند ذلیل و رسوا ہوئے۔

◆ مسلمانوں کو اللہ اور رسول کی اطاعت کا حکم | پہلے فرمایا تھا کہ ”اللہ ایمان والوں کے ساتھ ہے“ اب ایمان والوں کو ہدایت فرماتے ہیں کہ ان کا معاملہ خدا اور رسول کے ساتھ کیسا ہونا چاہئے؟ جس سے وہ خدا کی نصرت و حمایت کے مستحق ہوں۔ سو بتلا دیا کہ ایک مومن صادق کا کام یہ ہے کہ وہ ہمہ تن خدا اور رسول کا فرمانبردار ہو۔ احوال و حوادث خواہ کتنا ہی اس کا منہ پھیرنا چاہیں مگر خدا کی باتوں کو جب وہ سن کر سمجھ چکا اور تسلیم کر چکا، تو قولاً و فعلاً کسی حال ان سے منہ نہ پھیرے۔

◆ کفار کی حالت | یعنی زبان سے کہتے ہیں کہ ہم نے سن لیا حالانکہ وہ سننا ہی کیا جو آدمی سیدھی سی بات کو سن کر سمجھے نہیں یا سمجھ کر قبول نہ کرے۔ پہلے یہودیوں نے موسیٰ علیہ السلام سے کہا تھا ”سَمِعْنَا وَعَصَيْنَا“ (ہم نے سن لیا مگر مانا نہیں) مشرکین مکہ کا قول آگے آتا ہے۔ ”قَدْ سَمِعْنَا لَوْ نَشَاءُ لَقُلْنَا مِثْلَ هَذَا“ یعنی جو قرآن آپ سناتے ہیں بس ہم نے سن لیا۔ اگر ہم چاہیں تو اسی جیسا کلام بنا کر لے آئیں۔ مدینہ کے منافقین کا تو شیوہ یہ تھا کہ پیغمبر علیہ السلام اور مسلمانوں کے سامنے زبانی اقرار کر گئے اور دل سے اسی طرح منکر رہے۔ بہر حال مومن صادق کی شان ان یہود اور مشرکین و منافقین کی طرح نہ ہونی چاہئے۔ اس کی شان یہ ہے کہ دل سے، زبان سے، عمل سے، حاضر و غائب احکام الہیہ اور فرامین نبویہ پر نثار ہوتا رہے۔

شَرَّ الدَّوَابِّ عِنْدَ اللَّهِ الصُّمُّ الْبُكْمُ الَّذِينَ لَا

سب جانداروں میں بدتر اللہ کے نزدیک وہی بہرے گوئیے ہیں جو نہیں

يُعْقِلُونَ ﴿٢٢﴾ وَلَوْ عَلِمَ اللَّهُ فِيهِمْ خَيْرًا لَأَسْمَعَهُمْ وَلَوْ

سمجھتے اور اگر اللہ جانتا ان میں کچھ بھلائی تو ان کو سنا دیتا اور اگر

أَسْمَعَهُمْ لَتَوَلَّوْا وَهُمْ مُّعْرِضُونَ ﴿٢٣﴾ يَا أَيُّهَا

ان کو اب سنا دے تو ضرور بھاگیں منہ پھیر کر اے

الَّذِينَ آمَنُوا اسْتَجِيبُوا لِلَّهِ وَلِلرَّسُولِ إِذَا دَعَاكُمْ

ایمان والو! حکم مانو اللہ کا اور رسول کا جس وقت بلائے تم کو

لِمَا يُحْيِيكُمْ، وَاعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ يَحُولُ بَيْنَ الْمَرْءِ

اُس کام کی طرف جس میں تمہاری زندگی ہے اور جان لو کہ اللہ روک لیتا ہے آدمی سے

وَقَلْبِهِ وَأَنَّهُ إِلَىٰ تَحْشُرُونَ ﴿٢٤﴾ وَاتَّقُوا

اُس کے دل کو اور یہ کہ اسی کے پاس تم جمع ہو گے اور بچتے رہو

فِتْنَةً لَا تُصِيبَنَّ الَّذِينَ ظَلَمُوا مِنْكُمْ خَاصَّةً،

اُس فساد سے کہ نہیں پڑے گا تم میں سے خاص ظالموں ہی پر

وَاعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ شَدِيدُ الْعِقَابِ ﴿٢٥﴾ وَادْكُرُوا

اور جان لو کہ اللہ کا عذاب سخت ہے اور یاد کرو

إِذْ أَنْتُمْ قَلِيلٌ مُّسْتَضْعَفُونَ فِي الْأَرْضِ

جس وقت تم تھوڑے تھے مغلوب پڑے ہوئے ملک میں

◆ بدترین جانور جنہیں خدا نے بولنے کو زبان سننے کو کان اور سمجھنے کو دل و دماغ دیئے تھے پھر انہوں نے یہ سب تو تمیں معطل کر دیں۔ نہ زبان سے حق بولنے اور حق کو دریافت کرنے کی توفیق ہوئی، نہ کانوں سے حق کی آواز سنی، نہ دل و دماغ سے حق کو سمجھنے کی کوشش کی۔ غرض خدا کی بخشی ہوئی تو توں کو اس اصلی کام میں صرف نہ کیا۔ جس کے لئے فی الحقیقت عطا کی گئی تھیں۔ بلاشبہ ایسے لوگ جانوروں سے بھی بدتر ہیں۔

◆ ان کفار میں قبول حق کی استعداد نہیں ہے | یعنی اصل یہ ہے کہ ان لوگوں میں بھلائی کی جڑ ہی نہیں کیونکہ حقیقی بھلائی انسان کو اس وقت ملتی ہے جب اس کے دل میں طلب حق کی سچی تڑپ اور نور ہدایت قبول کرنے کی لیاقت ہو۔ جو قوم طلب حق کی روح سے یکسر خالی ہو چکی اور اس طرح خدا کی بخشی ہوئی تو توں کو اپنے ہاتھوں برباد کر چکی ہو، رفتہ رفتہ اس میں قبول حق کی لیاقت و استعداد بھی نہیں رہتی۔ اسی کو فرمایا ہے کہ اللہ نے ان کے دلوں میں قبول خیر و ہدایت کی لیاقت نہیں دیکھی۔ اگر ان میں کچھ بھی لیاقت دیکھتا تو اپنی عادت کے موافق ضرور ان کو اپنی آیتیں سنا کر سمجھا دیتا۔ باقی بحالت موجودہ اگر انہیں آیات سنا اور سمجھا دی جائیں تو یہ ضدی اور معاند لوگ سمجھ کر بھی تسلیم اور قبول کرنے والے نہیں۔

◆ جہاد میں زندگی ہے | یعنی خدا اور رسول تم کو جس کام کی طرف دعوت دیتے ہیں (مثلاً جہاد وغیرہ) اس میں از سر تا پا تمہاری بھلائی ہے۔ ان کا دعوتی پیغام تمہارے لئے دنیا میں عزت و اطمینان کی زندگی اور آخرت میں حیات ابدی کا پیغام ہے۔ پس مومنین کی شان یہ ہے کہ خدا اور رسول کی پکار پر فوراً لبیک کہیں۔ جس وقت اور جہد و جہاد میں سب اشغال چھوڑ کر ادھر ہی پہنچیں۔

◆ اطاعت میں دیر کرنے سے دل بٹ جاتے ہیں | یعنی حکم بجالانے میں دیر نہ کرو، شاید تھوڑی دیر بعد دل ایسا نہ رہے اپنے دل پر آدمی کا قبضہ نہیں بلکہ دل خدا کے ہاتھ میں ہے۔ جدھر چاہے پھیر دے۔ بیشک وہ اپنی رحمت سے کسی کا دل ابتداء نہیں روکتا نہ اس پر مہر کرتا ہے۔ ہاں جب بندہ امتثال احکام میں سستی اور کاہلی کرتا رہے تو اس کی جزاء میں روک دیتا ہے یا حق پرستی چھوڑ کر ضد و عناد کو شیوہ بنا لے تو مہر کر دیتا ہے۔ کذافی الموضع بعض نے ”يَسْخُولُ بَيْنَ الْمَرْءِ وَقَلْبِهِ“ کو بیان قرب کے لئے لیا ہے۔ یعنی حق تعالیٰ بندہ سے اس قدر قریب ہے کہ اس کا دل بھی اتنا قریب نہیں۔ ”نَحْنُ أَقْرَبُ إِلَيْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرْدِ“ (ق، رکوع ۲۷) تو خدا کی حکم برداری سچے دل سے کرو۔ خدا تم سے بڑھ کر تمہارے دلوں کے احوال و سرائر پر مطلع ہے۔ خیانت اس کے آگے نہیں چل سکے گی۔ اسی کے پاس سب کو جمع ہونا ہے وہاں سارے مکنونات و سرائر کھول کر رکھ دیئے جائیں گے۔

◆ نصیحت کرنے کی اہمیت | یعنی فرض کیجئے ایک قوم کے اکثر افراد نے ظلم و عصیان کا دتیرہ اختیار کر لیا، کچھ لوگ جو اس سے علیحدہ رہے انہوں نے مدد انت برتی، نہ نصیحت کی نہ اظہار نفرت کیا تو یہ فتنہ ہے جس کی لپیٹ میں وہ ظالم اور یہ خاموش مدامن سب آجائیں گے۔ جب عذاب آئے گا تو حسب مراتب سب اس میں شامل ہونگے کوئی نہ بچے گا۔ اس تفسیر کے موافق آیت سے مقصود یہ ہوگا کہ خدا اور رسول کی حکم برداری کے لئے خود تیار رہو اور نافرمانوں کو نصیحت و فہمائش کرو نہ مانیں تو بیزاری کا اظہار کرو۔ باقی حضرت شاہ صاحب نے آیت کا مطلب یہ لیا ہے کہ مسلمانوں کو ایسے فساد (گناہ) سے بالخصوص بچنا چاہئے جس کا خراب اثر گناہ کرنے والے کی ذات سے متعدی ہو کر دوسروں تک پہنچتا ہے۔ پہلے فرمایا تھا کہ خدا اور رسول کا حکم ماننے میں ادنیٰ تاخیر اور کاہلی نہ کرے کہیں دیر کرنے کی وجہ سے دل نہ ہٹ جائے۔ اب تنبیہ فرماتے ہیں کہ اگر نیک لوگ کاہلی کریں گے تو عام لوگ بالکل چھوڑ دیں گے تو رسم بد پھیلے گی۔ اس کا وبال سب پر پڑے گا۔ جیسے جنگ میں دلیر سستی کریں تو نامرد بھاگ ہی جائیں۔ پھر شکست پڑے تو دلیر بھی نہ تمام سکیں۔

تَخَافُونَ أَنْ يَتَخَطَّفَكُمُ النَّاسُ فَآوَاكُمْ وَأَيْدِيكُمْ

ڈرتے تھے کہ اچک لیں تم کو لوگ پھر اس نے تم کو ٹھکانا دیا اور قوت دی تم کو

بِنَصْرِهِ وَرِزْقِكُمْ مِّنَ الطَّيِّبَاتِ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ ﴿۲۶﴾

اپنی مدد سے اور روزی دی تم کو ستمری چیزیں تاکہ تم شکر کرو

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَخُونُوا اللَّهَ وَالرَّسُولَ وَ

اے ایمان والو! خیانت نہ کرو اللہ سے اور رسول سے اور

تَخُونُوا أَمْنَكُمْ وَأَنْتُمْ تَعْلَمُونَ ﴿۲۷﴾ وَعَلِمُوا أَنَّهَا

خیانت نہ کرو آپس کی امانتوں میں جان کر اور جان لو کہ بے شک

أَمْوَالِكُمْ وَأَوْلَادِكُمْ فَفِتْنَةٌ ۚ وَ أَنَّ اللَّهَ عِنْدَهُ

تمہارے مال اور اولاد خرابی میں ڈالنے والے ہیں اور یہ کہ اللہ کے پاس

أَجْرٌ عَظِيمٌ ﴿۲۸﴾ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِن تَتَّقُوا

بڑا ثواب ہے اے ایمان والو! اگر تم ڈرتے رہو گے

اللَّهُ يَجْعَلْ لَكُمْ فُرْقَانًا وَيَكْفُرْ عَنْكُمْ سَيِّئَاتِكُمْ

اللہ سے تو کر دے گا تم میں فیصلہ اور دور کر دے گا تم سے تمہارے گناہ

وَيَغْفِرَ لَكُمْ وَاللَّهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيمِ ﴿۲۹﴾ وَإِذَا

اور تم کو بخش دے گا اور اللہ کا فضل بڑا ہے اور جب

يَمُكِّرْ بِكَ الَّذِينَ الَّذِينَ كَفَرُوا لِيُثْبِتُوكَ أَوْ يَقْتُلُوكَ أَوْ

فریب کرتے تھے تمہیں کافر کہ تجھ کو قید کر دیں یا مار ڈالیں

◆ **نعمتوں پر شکر کرنے کا حکم** | یعنی اپنی قلت و ضعف کو خیال کر کے خدا کا حکم (جہاد) ماننے میں سستی مت دکھاؤ۔ دیکھو ہجرت سے پہلے بلکہ اس کے بعد بھی تمہاری تعداد تھوڑی تھی، سامان بھی نہ تھا۔ تمہاری کمزوری کو دیکھ کر لوگوں کو طمع ہوئی تھی کہ تم کو ہضم کر جائیں۔ تمہیں ہر وقت یہ خدشہ رہتا تھا کہ دشمنان اسلام کہیں نوج کھسوٹ کر نہ لیجائیں۔ مگر خدا نے تم کو مدینہ میں ٹھکانا دیا، انصار مہاجرین میں عدیم النظیر رشتہء مواخات قائم کر دیا۔ پھر معرکہ بدر میں کیسی کھلی ہوئی غیبی امداد پہنچائی۔ کفار کی جڑ کاٹ دی، تم کو فتح الگ دی، مال غنیمت اور فدیہء اساری الگ دیا، غرض حلال طیب ستھری چیزیں اور انواع و اقسام کی نعمتیں عطا فرمائیں تاکہ تم اس کے شکر گزار بندے بنے رہو۔

◆ **امانتوں میں خیانت کی ممانعت** | خدا اور رسول کی خیانت یہ ہے کہ ان کے احکام کی خلاف ورزی کی جائے۔ زبان سے اپنے کو مسلمان کہیں اور کام کفار کے کریں یا جس کام پر خدا اور رسول نے مامور کیا ہو اس میں غل و فصل کیا جائے۔ یا مال غنیمت میں چوری کی جائے۔ وغیرہ الگ۔ بہر حال ان تمام امانتوں میں جو خدا اور رسول یا بندوں کی طرف سے تمہارے سپرد کی جائیں، خیانت سے بچو۔ اس میں ہر قسم کے حقوق اللہ و حقوق العباد آگئے۔

حضرت ابولبابہ اور بنی قریظہ | روایات میں ہے کہ یہود "بنی قریظہ" نے جب حضورؐ سے صلح کی درخواست کی اور یہ کہ ان کے ساتھ وہی معاملہ کیا جائے جو بنی النظیر کے ساتھ ہوا ہے۔ تو آپؐ نے ارشاد فرمایا۔ "نہیں، میں تم کو اتنا حق دیتا ہوں کہ سعد بن معاذ کو حکم بنا لو، جو فیصلہ وہ تمہاری نسبت کر دیں وہ منظور ہونا چاہئے انہوں نے حضرت ابولبابہؓ کو حضورؐ سے اجازت لے کر اپنے یہاں بلایا اور دریافت کیا کہ تمہاری اس معاملہ میں کیا رائے ہے؟ ہم سعد بن معاذ کی حکیم منظور کریں یا نہ کریں۔ ابولبابہؓ کے اموال اور اہل و عیال بنی قریظہ کے یہاں تھے، اس لئے وہ ان کی خیر خواہی کرتے تھے۔ انہوں نے اپنے حلقوم کی طرف ہاتھ سے اشارہ کیا، یعنی اگر سعد بن معاذ کی حکیم کی تو ذبح ہو جاؤ گے۔ ابولبابہؓ اشارہ تو کر گزرے مگر معاندانہ ہوا کہ میں نے خدا اور رسول کی خیانت کی۔ واپس آ کر اپنے کو ایک ستون سے باندھ دیا اور عہد کیا کہ نہ کچھ کھاؤ نہ پوٹو نہ کھاتے ہو۔ موت آ جائے یا اللہ تعالیٰ میری توبہ قبول فرمائے۔ سات آٹھ دن یونہی بندھے رہے۔ فاقہ سے غشی طاری ہو گئی۔ آخر بشارت پہنچی کہ حق تعالیٰ نے تمہاری توبہ قبول کی۔ کہا خدا کی قسم میں اپنے کو نہ کھولوں گا جب تک خود نبی کریم ﷺ اپنے دست مبارک سے میری رسی نہ کھولیں۔ آپ تشریف لائے اور اپنے ہاتھ سے اپنے قیدی کو آزاد کیا۔ الی آخر القصة (ابن عبدالبر کا دعویٰ ہے کہ یہ واقعہ غزوہ تبوک میں شرکت نہ کرنے کی بناء پر پیش آیا تھا واللہ اعلم)۔

◆ **مال و اولاد فتنہ ہیں** | آدمی اکثر مال و اولاد کی خاطر خدا کی اور بندوں کی چوری کرتا ہے۔ اس لئے متنبہ فرمایا کہ امانتداری کی جو قیمت خدا کے یہاں ہے، وہ یہاں کے مال و اولاد وغیرہ سب چیزوں سے بڑھ کر ہے۔

◆ **تقویٰ کے برکات** | یعنی اگر خدا سے ڈر کر راہ تقویٰ اختیار کرو گے تو خدا تم میں اور تمہارے مخالفوں میں فیصلہ کر دے گا۔ دنیا میں بھی، کہ تم کو عزت دے گا اور ان کو ذلیل یا ہلاک کرے گا جیسے بدر میں کیا اور آخرت میں بھی، کہ تم نعیم دائم میں رہو گے اور ان کا ٹھکانہ دوزخ ہوگا۔ **وَأَمَّا زُورُ الْيَوْمِ أَيْهَا الْمُنْجِرُ مَوْنٌ (یس، رکوع ۴) هَذَا يَوْمُ الْفَضْلِ (المرسلات، رکوع ۱) دوسری بات یہ ہے کہ تقویٰ کی برکت سے حق تعالیٰ تمہارے دل میں ایک نور ڈال دے گا جس سے تم ذوقا و وجدانا حق و باطل اور نیک و بد کا فیصلہ کر سکو گے۔ اس کے علاوہ ایک بات حضرت شاہ صاحبؒ نے لکھی ہے کہ "شاید فتح بدر میں مسلمانوں کے دل میں آیا ہو کہ یہ فتح اتفاقی ہے حضرتؐ سے مخفی کافروں پر احسان کریں کہ ہمارے گھربار اور اہل و عیال کو مکہ میں نہ ستاویں، سو پہلی آیت میں خیانت کو منع فرمایا اور دوسری آیت میں تسلی دی کہ آگے فیصلہ ہو جاویگا، تمہارے گھربار کافروں میں گرفتار نہ رہیں گے۔"**

يُخْرِجُوكَ وَيَبْكُرُونَ وَيَبْكُرُ اللَّهُ وَاللَّهُ خَيْرٌ

نکال دیں اور وہ بھی داؤ کرتے تھے اور اللہ بھی داؤ کرتا تھا اور اللہ کا داؤ

الْمُكْرِبِينَ ۝ وَإِذَا تُلِيٰ عَلَيْهِمْ آيَاتُنَا قَالُوا قَدْ

سب سے بہتر ہے اور جب کوئی پڑھے اُن پر ہماری آیتیں تو کہیں ہم

سَمِعْنَا لَوْ نَشَاءُ لَقُلْنَا مِثْلَ هَذَا إِنْ هَذَا إِلَّا

سن چکے اگر ہم چاہیں تو ہم بھی کہہ لیں ایسا یہ تو کچھ بھی نہیں مگر

أَسَاطِيرُ الْأَوَّلِينَ ۝ وَإِذْ قَالُوا اللَّهُمَّ إِنْ

احوال ہیں اگلوں کے اور جب وہ کہنے لگے کہ یا اللہ اگر

كَانَ هَذَا هُوَ الْحَقُّ مِنْ عِنْدِكَ فَأَمْطِرْ عَلَيْنَا

یہی دین حق ہے تیری طرف سے تو ہم پر برسا دے

حِجَابًا مِّنَ السَّمَاءِ أَوْ آتِنَا بِعَذَابٍ أَلِيمٍ ۝

پتھر آسمان سے یا لایم پر کوئی عذاب دردناک

وَمَا كَانَ اللَّهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَأَنْتَ فِيهِمْ ۝ وَمَا كَانَ

اور اللہ ہرگز نہ عذاب کرتا اُن پر جب تک تو رہتا اُن میں اور اللہ

اللَّهُ مُعَذِّبُهُمْ وَهُمْ يَسْتَغْفِرُونَ ۝ وَمَا لَهُمُ إِلَّا

ہرگز نہ عذاب کرے گا اُن پر جب تک وہ معافی مانگتے رہیں گے اور اُن میں کیا بات ہے

وَعَذَابُهُمْ وَاللَّهُ وَهُمْ يَصُدُّونَ عَنِ الْمَسْجِدِ

کہ عذاب نہ کرے اُن پر اللہ اور وہ تو روکتے ہیں مسجد

❖ آنحضرت ﷺ کے خلاف کفار مکہ کی تدابیر اور ان کا انجام | ہجرت سے پیشتر کفار مکہ نے دارالندوہ میں جمع ہو کر مشورہ کیا، کہ

محمد (ﷺ) کے متعلق کیا کیا جائے۔ انہوں نے ساری قوم کو پریشان کر رکھا ہے اور باہر کے کچھ لوگ ان کے دام میں پھنستے جاتے ہیں کہیں رفتہ رفتہ بڑی طاقت اکٹھی نہ کر لیں جس کا مقابلہ دشوار ہو۔ اس وقت رائیں مختلف تھیں، کوئی کہتا تھا، قید کیا جائے اور خوب زخمی کئے جائیں، کسی کی رائے تھی کہ انہیں وطن سے نکال دیا جائے تاکہ ہمیں ہر وقت کے خرخشہ سے نجات ملے۔ اخیر میں ابو جہل کی رائے پر فیصلہ ہوا کہ تمام قبائل عرب میں سے ایک ایک جوان منتخب ہو اور وہ سب مل کر آن واحد میں ان پر تلوار کا ہاتھ چھوڑیں، تاکہ بنی ہاشم سارے عرب سے لڑائی نہ کر سکیں اور دیت دینی پڑے تو تمام قبائل پر تقسیم ہو جائے۔ یہاں تو وہ اشتیاء یہ تدبیریں گانتھ رہے تھے، ادھر ان کے توڑ میں خدا کی بہترین اور لطیف تدبیر تھی، حضور گوفرشہ نے اطلاع کی آپ اپنے بستر پر حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو لٹا کر اسی مجمع کی آنکھوں میں جو آپ کے قتل کے لئے جمع ہوا تھا خاک جھونکتے ہوئے باہر تشریف لے گئے۔ آپ کا اور حضرت علی کا بال بیکانہ ہوا اور دشمن خائب و خاسر رہے۔ پھر جنہوں نے آپ کے قتل کا مشورہ دیا تھا بدر میں وہ ہی قتل کئے گئے۔ اس سے بتلا دیا کہ جب خدا سناھی ہو تو کوئی کچھ نہیں کر سکتا اور جس طرح اس نے اپنے پیغمبر کو پجالیا، تمہارے گھریا اور اہل و عیال کی بھی جو مکہ میں ہیں حفاظت کر سکتا ہے، دشمن اگر قوی است نگہبان قوی تراست۔

❖ کفار مکہ کا جہل و شقاوت | نصر بن الحارث کہا کرتا تھا کہ ہم چاہیں تو قرآن جیسا کلام بنا لائیں اس میں قصے کہانیوں کے سوا کیا رکھا ہے۔ مگر قرآن تو سب جھگڑوں کا فیصلہ اسی بات پر رکھتا تھا۔ پھر چاہا کیوں نہیں؟ کسی نے کہا تھا کہ میرا گھوڑا اگر چلے تو ایک دن میں لندن پہنچے، مگر چلتا نہیں بہر حال پچھلی قوموں کے احوال سن کر کہا کرتے تھے کہ سب قصے کہانیاں ہیں۔ اب بدر میں دیکھ لیا کہ محض افسانے نہ تھے، وعدہ عذاب تم پر بھی آیا جیسا پہلوں پر آیا تھا۔

❖ ابو جہل کی دعاء | اس آیت میں مشرکین کے انتہائی جہل اور شقاوت و عناد کا اظہار ہے یعنی وہ کہتے تھے کہ خداوند اگر واقعی یہ ہی حق ہے جس کی ہم اتنی دیر اور اس قدر شد و مد سے تکذیب کر رہے ہیں تو پھر دیر کیوں ہے؟ گذشتہ اقوام کی طرح ہم پر بھی پتھروں کا مینہ کیوں نہیں برسا دیا جاتا۔ یا اسی طرح کے کسی دوسرے عذاب میں مبتلا کر کے ہمارا استیصال کیوں نہیں کر دیا جاتا؟ کہتے ہیں کہ یہ دعاء ابو جہل نے مکہ سے نکلنے وقت کعبہ کے سامنے کی۔ آخر جو کچھ مانگا تھا اس کا ایک نمونہ بدر میں دیکھ لیا۔ وہ خود مع ۶۹ سرداروں کے کمزور اور بے سرو سامان مسلمانوں کے ہاتھوں سے مارا گیا۔ ستر سردار اسیری کی ذلت میں گرفتار ہوئے۔ اس طرح خدا نے ان کی جزا کاٹ دی۔ بیشک قوم لوط کی طرح ان پر آسمان سے پتھر نہیں برسے لیکن ایک مٹھی سنگریزے جو خدا تعالیٰ نے محمد کے ہاتھ سے پھینکے تھے وہ آسمانی سنگباری کا چھوٹا سا نمونہ تھا۔ فَلَمَّ تَقْتُلُوْهُمْ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ قَتَلَهُمْ وَمَا رَمَيْتُمْ اِذْ رَمَيْتُمْ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ رَمٰی۔

❖ سنت اللہ یہ ہے کہ جب کسی قوم پر تکذیب انبیاء کی وجہ سے عذاب نازل کرتے ہیں تو اپنے پیغمبر کو ان سے علیحدہ کر لیتے ہیں۔ خدا نے جب حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کو مکہ سے علیحدہ کر لیا تب مکہ والے بدر کے عذاب میں پکڑے گئے۔

❖ مشرکین پر عذاب کیوں نہیں آیا؟ | نزول عذاب سے دو چیزیں مانع ہیں، ایک ان کے درمیان پیغمبر کا موجود رہنا۔ دوسرے استغفار۔ یعنی مکہ میں حضرت کے قدم سے عذاب اٹک رہا تھا۔ اب ان پر عذاب آیا۔ اسی طرح جب تک گنہگار نام رہے اور توبہ کرتا رہے تو پکڑا نہیں جاتا اگرچہ بڑے سے بڑا گناہ ہو۔ حضرت نے فرمایا کہ گنہگاروں کی پناہ دو چیزیں ہیں۔ ایک میرا وجود، اور دوسرے استغفار، کذافی الموضع (تنبیہ) وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ کے جو معنی مترجم محقق قدس اللہ روحہ نے کئے، بعض مفسرین کے موافق ہیں، لیکن اکثر کے نزدیک اس کا مطلب یہ ہے کہ مشرکین جس قسم کا خارق عادت عذاب طلب کر رہے تھے جو قوم کی قوم کا دفعۃً استیصال کر دے ان پر ایسا عذاب بھیجنے سے دو چیزیں مانع ہیں ایک حضور کا وجود باوجود کہ اس کی برکت سے اس اُمت پر خواہ ”اُمت دعوت“ ہی کیوں نہ ہو ایسا خارق عادت متصل عذاب نہیں آتا۔ یوں کسی وقت افراد آحاد پر آجائے وہ اس کے منافی نہیں۔ دوسرے استغفار کرنے والوں کی موجودگی خواہ وہ مسلمان ہوں یا غیر مسلم جیسا کہ منقول ہے کہ مشرکین مکہ بھی تلبیہ و طواف وغیرہ میں ”غفرانک، غفرانک“ کہا کرتے تھے۔ باقی غیر خارق معمولی عذاب (مثلاً قحط یا وباء یا قتل کثیر وغیرہ) اس کا نزول پیغمبر یا بعض مستغفرین کی موجودگی میں بھی ممکن ہے آخر جب وہ لوگ شرارتیں کریں گے تو خدا کی طرف سے تنبیہ کیوں نہ کی جائے گی۔ آگے اسی کو بیان فرمایا ہے۔

الْحَرَامِ وَمَا كَانُوا أَوْلِيَاءَهُ ۗ إِنْ أَوْلِيَاءُ لَهُ إِلَّا

حرام سے اور وہ اُس کے اختیار والے نہیں اُس کے اختیار والے تو وہی ہیں جو

الْمُتَّقُونَ وَلَكِنَّ أَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُونَ ﴿۳۳﴾ وَمَا كَانَ

پرہیزگار ہیں لیکن اُن میں اکثروں کو اس کی خبر نہیں اور اُن کی

صَلَاتُهُمْ عِنْدَ الْبَيْتِ إِلَّا مَكَاةً وَتَصَدِيقَهُ

نماز نہیں تھی کعبہ کے پاس مگریشیاں بجائی اور تالیماں

فَذُوقُوا الْعَذَابَ بِمَا كُنْتُمْ تَكْفُرُونَ ﴿۳۵﴾ إِنْ

سوچکھو عذاب بدل اپنے کفر کا بے شک

الَّذِينَ كَفَرُوا وَيُنْفِقُونَ أَمْوَالَهُمْ لِيَصُدُّوا

جو لوگ کافر ہیں وہ خرچ کرتے ہیں اپنے مال تاکہ روکیں

عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ ۗ فَسَيُنْفِقُونَهَا ثُمَّ تَكُونُ

اللہ کی راہ سے سوا بھی اور خرچ کریں گے پھر آخر ہوگا

عَلَيْهِمْ حَسْرَةٌ ۗ ثُمَّ يُغْلَبُونَ ۗ وَالَّذِينَ كَفَرُوا

وہ اُن پر افسوس اور آخراً مغلوب ہوں گے اور جو کافر ہیں

إِلَىٰ جَهَنَّمَ يُحْشَرُونَ ﴿۳۶﴾ لِيَبَيِّرَ اللَّهُ الْخَبِيثَ مِنَ

وہ دوزخ کی طرف ہانکے جائیں گے تاکہ جدا کر دے اللہ ناپاک کو

الطَّيِّبِ وَيَجْعَلَ الْخَبِيثَ بَعْضُهُ عَلَىٰ بَعْضٍ

پاک سے اور رکھے ناپاک کو ایک کو ایک پر

کعبہ کی متولی کون ہیں؟ | یعنی عذاب کا نہ آنا ان دو سبب سے ہے جو اوپر مذکور ہوئے، ورنہ تمہاری شرارتیں اور ظلم و شقاوت تو ایسی چیزیں ہیں کہ فوراً عذاب آ جانا چاہئے۔ اس سے زیادہ ظلم کیا ہوگا کہ موحدین کو حرم شریف میں آنے یا عبادت کرنے سے طرح طرح کے حیلے تراش کر روکا جائے بلکہ ان کے وطن (مکہ معظمہ) سے نکال کر ہمیشہ کے لئے کوشش کی جائے کہ یہ خدا کے پاکباز اور عبادت گزار بندے یہاں نہ آنے پائیں اور ستم ظریفی یہ ہے کہ اس ظلم کے جواز کے لئے یہ سند پیش کی جاتی ہے کہ ہم حرم شریف کے متوالی با اختیار ہیں جس کو چاہیں آنے دیں جسے چاہیں روک دیں، یہ ہمارا حق ہے۔ حالانکہ اول تو یہ حق متولی کو بھی نہیں کہ مسجد میں لوگوں کو نماز و عبادت سے روکے۔ دوسرے حق تولیت ان کو پہنچتا بھی نہیں۔ حرم شریف کے متولی صرف متقی اور پرہیزگار بندے ہو سکتے ہیں مشرک اور بد معاش اس کے حقدار نہیں ہو سکتے۔ لیکن ان میں سے اکثر اپنی جہالت سے یوں سمجھ رہے ہیں کہ ہم اولاد ابراہیم ہیں اور فلاں قبیلہ سے ہیں تولیت کعبہ ہمارا موروثی حق ہے جسکے لئے کوئی خاص شرط و قید نہیں۔ سو بتلا دیا کہ اولاد ابراہیم میں جو پرہیزگار ہو اسی کا حق ہے۔ ایسے بے انصافوں کا حق نہیں کہ جس سے وہ آپ ناخوش ہوئے نہ آنے دیا۔

کفار مکہ کی نماز اور انفاق مال | یعنی حقیقی نمازیوں کو مسجد سے روکتے ہیں اور خود ان کی نماز کیا ہے؟ کعبہ کا برہنہ ہو کر طواف کرنا اور ذکر اللہ کی جگہ سیٹیاں اور تالیاں بجانا، جیسے آج بھی بہت سی قومیں گھنٹیاں اور ناقوس بجانے کو بڑی عبادت سمجھتی ہیں۔ غرض نہ خود اللہ کی عبادت کرتے ہیں نہ دوسروں کو کرنے دیتے ہیں۔ ان بے معنی اور لغو باتوں کو عبادت قرار دے رکھا ہے۔ بعض نے کہا کہ سیٹیاں اور تالیاں بجانا مسلمانوں کی عبادت میں خلل ڈالنے کے لئے ہوتا تھا یا ازراہ استہزاء و تمسخرایا کرتے تھے۔ واللہ اعلم۔

بدر میں بارہ سرداروں نے ایک ایک دن اپنے ذمہ لیا تھا کہ ہر روز ایک شخص لشکر کو کھانا کھلائے گا۔ چنانچہ دس اونٹ روزانہ کسی ایک کی طرف سے ذبح کئے جاتے تھے۔ پھر جب شکست ہو گئی تو ہزیمت خوردہ مجمع نے مکہ پہنچ کر ابوسفیان وغیرہ سے کہا کہ جو مال تجارتی قافلہ لایا ہے، وہ سب محمد (ﷺ) سے انتقام لینے میں صرف کیا جائے چنانچہ سب اس پر راضی ہو گئے۔ اسی طرح کے خرچ کرنے کا یہاں ذکر ہے۔

جب دنیا میں مغلوب و مقہور اور آخرت میں مغذب ہو گئے، تب افسوس و حسرت سے ہاتھ کاٹیں گے کہ مال بھی گیا اور کامیابی بھی نہ ہوئی۔ چنانچہ اول بدر میں پھر احد وغیرہ میں سب مالی اور جسمی طاقتیں خرچ کر دیکھیں کچھ نہ کر سکے آخر ہلاک یا رسوا ہوئے یا نادام ہو کر کفر سے توبہ کی۔

فَبِرْكُمِهِ جَمِيعًا فَيَجْعَلُهُ فِي جَهَنَّمَ ۖ أُولَٰئِكَ هُمُ

پھر اس کو ڈھیر کر دے اکٹھا پھر ڈال دے اس کو دوزخ میں ♦ وہی لوگ ہیں

الْخٰسِرُونَ ﴿۳۷﴾ قُلْ لِلَّذِينَ كَفَرُوا وَاٰنٌ يَّنْتَهُوٓا يُغْفَرُ

نقصان میں ♦ تو کہو کہ کافروں کو ♦ کہ اگر وہ باز آجائیں تو معاف ہو

لَهُمْ مَّا قَدْ سَلَكَ ۖ وَاِنْ يَّعُوْدُوْا فَقَدْ مَضَتْ

ان کو ♦ جو کچھ ہو چکا ♦ اور اگر پھر بھی وہی کریں گے تو پڑ چکی ہے

سُنَّتُ الْاَوَّلِيْنَ ﴿۳۸﴾ وَقَاتِلُوْهُمْ حَتّٰى لَا تَكُوْنَ فِتْنَةً

راہ اگلوں کی ♦ اور لڑتے رہو ان سے ♦ یہاں تک کہ نہ رہے فساد

وَيَكُوْنَ الدِّيْنُ كُلُّهُ لِلّٰهِ ۚ فَاِنْ اَنْتَهُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ

اور ہو جائے حکم سب اللہ کا ♦ پھر اگر وہ باز آجائیں تو اللہ

بِئَا يَّعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ﴿۳۹﴾ وَاِنْ تَوَلَّوْا فَاَعْلَمُوْا

ان کے کام کو دیکھتا ہے ♦ اور اگر وہ نہ مانیں تو جان لو

اَنَّ اللّٰهَ مَوْلٰىكُمْ ۖ نِعْمَ الْمَوْلٰى وَنِعْمَ النَّصِيْرُ ﴿۴۰﴾

کہ اللہ تمہارا حمایتی ہے ♦ کیا خوب حمایتی ہے ♦ اور کیا خوب مددگار ہے

♦ موضع القرآن میں ہے کہ آہستہ آہستہ اللہ تعالیٰ اسلام کو غالب کرے گا اس درمیان میں کافر اپنا جان و مال کا زور خرچ کر لیں گے۔ تانیک و بد جدا ہو جاوے۔ یعنی جن کی قسمت میں اسلام لکھا ہے وہ سب مسلمان ہو چکیں اور جن کو کفر پر مرنا ہے وہی اکٹھے دوزخ میں جائیں۔

♦ یعنی دنیوی اور اخروی دونوں قسم کا نقصان اور خسارہ اٹھایا۔

♦ یعنی اگر اب بھی کفر و طغیان اور عداوت اسلام سے باز آجائیں اور پیغمبر علیہ السلام کی حلقہ بگوشی اختیار کر لیں تو پہلے

❖ حالتِ کفر میں جو گناہ کر چکے، وہ سب معاف کر دیئے جائیں گے۔ اِلَا نِسْلَامُ يَهْدِيْهُمْ مَّا كَانَ قَبْلَهُ (حقوق العباد معاف نہ ہونگے، ان کا مسئلہ علیحدہ ہے)

❖ یعنی جس طرح اگلے لوگ پیغمبروں کی تکذیب و عداوت سے تباہ ہوئے، ان پر بھی تباہی آئے گی یا یہ مطلب ہے کہ جیسے بدر میں ان کے بھائی بندوں کو سزا دی گئی انہیں بھی سزا دی جائے گی۔

❖ جہاد کے مقاصد | یعنی کافروں کا زور نہ رہے کہ ایمان سے روک سکیں۔ یا مذہب حق کو موت کی دھمکی دے سکیں۔ جیسا کہ تاریخ شاہد ہے کہ جب کبھی کفار کو غلبہ ہوا، مسلمانوں کا ایمان اور مذہب خطرہ میں پڑ گیا۔ اسپین کی مثال دنیا کے سامنے ہے کہ کس طرح قوت اور موقع ہاتھ آنے پر مسلمانوں کو تباہ کیا گیا یا مرتد بنایا گیا۔ بحر حال جہاد و قتال کا اولین مقصد یہ ہے کہ اہل سلام مامون و مطمئن ہو کر خدا کی عبادت کر سکیں اور دولتِ ایمان و توحید کفار کے ہاتھوں سے محفوظ ہو (چنانچہ فقہ کی یہ ہی تفسیر ابن عمر وغیرہ صحابہ رضی اللہ عنہم سے کتب حدیث میں منقول ہے)

❖ یہ ”جہاد“ کا آخری مقصد ہے کہ کفر کی شوکت نہ رہے۔ حکم اکیلے خدا کا چلے۔ دین حق سب ادیان پر غالب آجائے۔ (لِيُظْهِرَهُ عَلَى الدِّينِ مُكْلَبًا) خواہ دوسرے باطل ادیان کی موجودگی میں جیسے خلفائے راشدین وغیرہم کے عہد میں ہوا، یا سب باطل مذاہب کو ختم کر کے، جیسے نزولِ مسیح کے وقت ہوگا۔ بہر حال یہ آیت اس کی واضح دلیل ہے کہ جہاد و قتال خواہ ہجومی ہو یا دفاعی، مسلمانوں کے حق میں اس وقت تک برابر مشروع ہے جب تک یہ دونوں مقصد حاصل نہ ہو جائیں۔ اسی لئے حدیث میں آ گیا۔ اَلْجِهَادُ مَا ضِيَ اِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ (جہاد کے احکام و شرائط وغیرہ کی تفصیل کتب فقہ میں ملاحظہ کی جائے)

❖ یعنی جو ظاہر میں اپنی شرارت اور کفر سے باز آجائیں، ان سے قتال نہیں۔ ان کے دلوں کا حال اور مستقبل کی کیفیات کو خدا کے سپرد کیا جائے گا۔ جیسا کام وہ کریں گے خدا کی آنکھ سے غائب ہو کر نہیں کر سکتے۔ مسلمان صرف ظاہر حال کے موافق عمل کرنے کے مکلف ہیں و فی الحدیث اَمْرٌ اَنْ اُقَاتِلَ النَّاسَ حَتَّى يَقُولُوْا اِلَّا اِلَهَ الْاَلَّةِ فَاِذَا قَالُوْهَا عَضُّوْا مِثْنِيْ دِمَاءِ هُمْ وَاَمْوَالَهُمْ اِلَّا بِحَقِّهَا وَجَسَابُهُمْ عَلٰى اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ۔

❖ یعنی مسلمانوں کو چاہئے کہ خدا کی مدد اور حمایت پر بھروسہ کر کے جہاد کریں۔ کفار کی کثرت اور ساز و سامان سے مرعوب نہ ہوں۔ جیسے ”جنگِ بدر“ میں دیکھ چکے کہ خدا نے مسلمانوں کی کیا خوب امداد و حمایت کی۔

وَأَعْلَمُوا أَنَّمَا غَنِمْتُمْ مِّنْ شَيْءٍ فَإِنَّ لِلَّهِ خُمُسَهُ

اور جان رکھو کہ جو کچھ تم کو غنیمت ملے کسی چیز سے سوال اللہ کے واسطے ہے اُس میں سے پانچواں حصہ

وَلِلرَّسُولِ وَلِذِي الْقُرْبَىٰ وَالْيَتَامَىٰ وَالْمَسْكِينِ وَ

اور رسول کے واسطے اور اس کے قرابت والوں کے واسطے اور یتیموں اور محتاجوں اور

ابْنِ السَّبِيلِ ۚ إِن كُنْتُمْ آمَنْتُمْ بِاللَّهِ وَمَا أَنْزَلْنَا

مسافروں کے واسطے ۛ اگر تم کو یقین ہے اللہ پر اور اُس چیز پر جو ہم نے اتاری

عَلَىٰ عَبْدِنَا يَوْمَ الْفُرْقَانِ يَوْمَ التَّنْفِيهِ الْجَمْعِ

اپنے بندے پر فیصلہ کے دن ۛ جس دن بھڑگئیں دونوں فوجیں

وَاللَّهُ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ۝۳۱ إِذْ أَنْتُمْ بِالْعُدْوَةِ

اور اللہ ہر چیز پر قادر ہے ۛ جس وقت تم تھے ورلے

الدُّنْيَا وَهُمْ بِالْعُدْوَةِ الْقُصْوَةِ وَالرَّكْبُ أَسْفَلَ

کنارہ پر اور وہ پرلے کنارہ پر ۛ اور قافلہ نیچے اتر گیا تھا

مِنْكُمْ ۚ وَلَوْ تَوَاعَدْتُمْ لَا خْتَلَفْتُمْ فِي الْمِيعَادِ ۚ

تم سے ۛ اور اگر تم آپس میں وعدہ کرتے تو نہ پہنچتے وعدہ پر ایک ساتھ ۛ

وَلَكِنْ لِّيَقْضِيَ اللَّهُ أَمْرًا كَانَ مَفْعُولًا ۚ لِيَهْلِكَ

لیکن اللہ کو کر ڈالنا تھا ایک کام کو جو مقرر ہو چکا تھا تاکہ مرے

مَنْ هَلَكَ عَن بَيْنَتِي وَيُحْيِي مَنْ كَفَّ عَن

جس کو مرنا ہے قیام حجت کے بعد اور جو بچے جس کو جینا ہے

مال غنیمت کے احکام و مصارف | آغاز سورت میں فرمایا تھا "قُلِ الْاِنْفَالُ لِلّٰهِ
وَالرَّسُوْلِ" یہاں اس کی قدرے تفصیل بیان فرمائی ہے کہ جو مال غنیمت کا فروں سے لڑ کر ہاتھ
آئے اس میں کا پانچواں حصہ خدا کی نیاز ہے، جسے خدا کی نیابت کے طور پر پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام
وصول کر کے پانچ جگہ خرچ کر سکتے ہیں۔ اپنی ذات پر اپنے ان قرابت داروں (بنی ہاشم و بنی
المطلب) پر جنہوں نے قدیم سے خدا کے کام میں آپ کی نصرت و امداد کی اور اسلام کی خاطر یا محض
قرابت کی وجہ سے آپ کا ساتھ دیا اور مذکوٰۃ وغیرہ سے لیما ان کے لئے حرام ہوا۔ قیہوں پر، حاجت
مند مسلمانوں پر، مسافروں پر۔ پھر غنیمت میں جو چار حصے باقی رہے، وہ لشکر پر تقسیم کئے جائیں۔ سوار
کو دو حصے اور پیدل کو ایک۔ حضور ﷺ کی وفات کے بعد خمس کے پانچ مصارف میں سے "خفیہ" کے
نزدیک صرف تین اخیر کے باقی رہ گئے۔ کیونکہ حضور کی رحلت کے بعد حضور کی ذات کا خرچ نہیں رہا
اور نہ اہل قرابت کا وہ حصہ رہا جو ان کو حضور کی نصرت قدیمہ کی بناء پر ملتا تھا البتہ مساکین اور حاجت
مندوں کا جو حصہ ہے اس میں حضور کے قرابت دار مساکین اور اہل حاجت کو مقدم رکھا جانا
چاہئے۔ بعض علماء کے نزدیک حضور کے بعد امیر المؤمنین کو اپنے مصارف کے لئے خمس الخمس ملنا
چاہئے۔ واللہ اعلم بعض روایات میں ہے کہ جب "غنیمت" میں سے خمس (اللہ کے نام کا پانچواں
حصہ) نکالا جاتا تھا تو نبی کریم ﷺ اول اس میں کا کچھ حصہ بیت اللہ (کعبہ) کے لئے نکالتے تھے۔
بعض فقہاء نے لکھا ہے کہ جہاں سے کعبہ بعید ہے، وہاں مساجد کے لئے نکالنا چاہئے۔

یوم بدر فیصلہ کا دن | "فیصلہ کے دن" سے مراد "یوم بدر" ہے جس میں حق و باطل کی کشمکش کا کھلا
ہوا فیصلہ ہو گیا۔ اس دن حق تعالیٰ نے اپنے کامل ترین بندے پر فتح و نصرت اتاری۔ فرشتوں کی
امدادی کمک بھیجی۔ اور سکون و اطمینان کی کیفیت نازل فرمائی۔ تو جو لوگ خدا پر اور اس کی تائید نبی پر
ایمان رکھتے ہیں۔ ان کو غنیمت میں سے خدا کے نام کا پانچواں حصہ نکالنا بھاری نہیں ہو سکتا۔

جیسے اس دن تم کو مظفر و منصور کیا، وہ قادر ہے کہ آئندہ بھی تم کو غلبہ اور فتوحات عنایت فرمائے۔
غزوہ بدر کی مزید تفصیلات | "ورلے کنارے" سے مراد میدان جنگ کی وہ جانب ہے جو
مدینہ طیبہ سے قریب تھی۔ اسی طرح "پرلا کنارہ" وہ ہوگا جو مدینہ سے بعید تھا۔

یعنی ابوسفیان کا تجارتی قافلہ نیچے کی طرف ہٹ کر سمندر کے کنارے کنارے جا رہا تھا۔ قافلہ اور
مسلمانوں کے درمیان قریش کی فوج حائل ہو چکی تھی۔

یعنی اگر فریقین پہلے سے لڑائی کا کوئی وقت ٹھہرا کر جانا چاہتے تو ممکن تھا اس میں اختلاف ہوتا، یا وعدہ
کے وقت پہنچنے میں ایک فریق پس و پیش کرتا۔ کیونکہ ادھر مسلمان کفار کی تعداد اور ظاہری ساز و سامان
سے خائف تھے۔ ادھر کفار مسلمانوں کی حقانیت، خدا پرستی اور بے جگری سے مرعوب رہتے تھے۔
دونوں کو جنگ کی ذمہ داری لینے یا شرکت کرنے میں تردد اور تقاعد ہو سکتا تھا۔

بَيْنَهُ وَإِنَّ اللَّهَ لَسَبِيْعٌ عَلَيْهِمْ ﴿۳۲﴾ إِذْ يُرِيكَهُمُ اللَّهُ

قیامِ حجت کے بعد ﴿۱﴾ اور بے شک اللہ سننے والا جاننے والا ہے ﴿۲﴾ جب اللہ نے وہ کافر دکھائے تھے

فِي مَنَامِكَ قَلِيْلًا ۚ وَلَوْ أَرَاكَهُمْ كَثِيْرًا لَّفَشِلْتُمْ

کو تیری خواب میں تھوڑے ﴿۳﴾ اور اگر تجھ کو بہت دکھلا دیتا تو تم لوگ نامردی کرتے

وَلَتَنَازِعَنَّكُمْ فِي الْأَمْرِ وَلَكِنَّ اللَّهَ سَلَّمَ ۚ إِنَّهٗ

اور جھگڑا ڈالتے اور جھگڑا ڈالتے کام میں لیکن اللہ نے بجا لیا اس کو

عَلَيْكُمْ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ﴿۳۳﴾ وَإِذْ يُرِيكُمُوهُمْ إِذِ

خوب معلوم ہے جو بات ہے دلوں میں ﴿۴﴾ اور جب تم کو دکھلائی وہ فوج

التَّقِيْتُمْ فِيْٓ أَعْيُنِكُمْ قَلِيْلًا وَيُقَلِّبُكُمْ فِيْٓ أَعْيُنِهِمْ

مقابلہ کے وقت تمہاری آنکھوں میں تھوڑی اور تم کو تھوڑا دکھلایا ان کی آنکھوں میں

لِيَقْضِيَ اللَّهُ أَمْرًا كَانَ مَفْعُوْلًا ۚ وَإِلَى اللَّهِ

تا کہ کر ڈالے اللہ ایک کام جو مقرر ہو چکا تھا اور اللہ تک

تُرْجَعُ الْأُمُوْرُ ﴿۳۴﴾ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا لَقِيْتُمْ فِئَةً

پہنچتا ہے ہر کام ﴿۵﴾ اے ایمان والو جب بھڑو کسی فوج سے

فَاثْبُتُوا وَادْكُرُوا اللَّهَ كَثِيْرًا لَّعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ﴿۳۵﴾

تو ثابت قدم رہو اور اللہ کو بہت یاد کرو ﴿۶﴾ تاکہ تم مراد پاؤ

وَاطِيعُوا لِلَّهِ وَرَسُوْلَهٗ وَلَا تَنَازَعُوْا فَتَفْشَلُوْا وَ

اور حکم مانو اللہ کا اور اس کے رسول کا اور آپس میں نہ جھگڑو پس نامرد ہو جاؤ گے اور

یعنی قریش اپنے قافلہ کی مدد کو آئے تھے اور تم قافلہ پر حملہ کرنے کو، قافلہ بچ گیا اور دونو جیسے ایک میدان کے دو کناروں پر آپڑیں۔ ایک کو دوسرے کی خبر نہیں۔ یہ تدبیر اللہ کی تھی۔ اگر تم قصداً جاتے تو ایسا بروقت نہ پہنچتے۔ اور اس فتح کے بعد کافروں پر صدق پیغمبر کا کھل گیا۔ جو مراد وہ بھی یقین جان کر مرا اور جو جیتا رہا وہ بھی حق پہچان کر۔ تاکہ اللہ کا الزام پورا ہو۔ کذافی الموضح۔ اور ممکن ہے مرنے اور جینے سے کفر و ایمان مراد ہوں۔ یعنی اب جو ایمان لائے اور جو کفر پر جما رہے دونوں کا ایمان یا کفر وضوح حق کے بعد ہو۔

یعنی اللہ کمزور مظلوموں کی فریاد سننے والا ہے اور جانتا ہے کہ کس طریقہ سے ان کی مدد کی جائے، دیکھو بدر میں مسلمانوں کی فریاد کیسی سنی اور کیسی مدد فرمائی۔

یعنی مسلمانوں کو چاہئے کہ خدا کی مدد اور حمایت پر بھروسہ کر کے جہاد کریں، کفار کی کثرت اور ساز و سامان سے مرعوب نہ ہوں جیسے جنگ بدر میں دیکھ چکے کہ خدا نے مسلمانوں کی کیا خوب امداد و حمایت کی۔

یعنی انہیں زیادہ سمجھ کر کوئی لڑنے کی ہمت کرتا کوئی نہ کرتا۔ اس طرح اختلاف ہو کر کام میں کھنڈت پڑ جاتی۔ لیکن خدا نے پیغمبر علیہ السلام کو خواب میں تھوڑی تعداد دکھلا کر اس بزدلی اور نزاع باہمی سے تم کو بچا لیا وہ خوب جانتا ہے کہ کس چیز سے دلوں میں ہمت و شجاعت پیدا ہوتی ہے اور کس بات سے جہن و نامردی۔

رسول اللہ کا خواب پیغمبر کو خواب میں کافر تھوڑے نظر آئے اور مسلمانوں کو مقابلہ کے وقت تا کہ جرأت سے لڑیں۔ پیغمبر کا خواب غلط نہیں، ان میں کافر رہنے والے کم ہی تھے، اکثر وہ تھے جو پیچھے مسلمان ہوئے اور خواب کی تعبیر یہ بھی ہو سکتی ہے کہ تھوڑی تعداد سے مقصود ان کی مغلوبیت کا اظہار ہو۔ باقی کفار کی نظر میں جو مسلمان تھوڑے دکھلائی دیئے تو وہ واقعی تھوڑے تھے۔ یہ اس وقت کا واقعہ ہے جب دونوں فوجیں اول آمنے سامنے ہوئیں۔ پھر جب مسلمانوں نے دلیرانہ حملے کئے اور فرشتوں کا لشکر مدد کو پہنچا اس وقت کفار کو مسلمان دگنے نظر آنے لگے کمانی ”آل عمران“ وَأَخْرَجْنَا كَافِرَةٌ يَرَوْنَهُمْ مِثْلَيْهِمْ رَأَى الْعَيْنِ (آل عمران، رکوع ۲۴)

جہاد اور ذکر اللہ اس میں نماز، دعا، تکبیر اور ہر قسم کا ذکر اللہ شامل ہے۔ ”ذکر اللہ“ کی تاثیر یہ ہے کہ ذکر کا دل مضبوط اور مطمئن ہوتا ہے جس کی جہاد میں سب سے زیادہ ضرورت ہے صحابہ رضی اللہ عنہم کا سب سے بڑا ہتھیار یہ ہی تھا۔ الَّذِينَ آمَنُوا وَتَطْمَئِنُّ قُلُوبُهُمْ بِذِكْرِ اللَّهِ أَلَا بِذِكْرِ اللَّهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوبُ (رعد، رکوع ۴۱)

تَذْهَبَ رِيحُكُمْ وَأَصْبِرُوا إِنَّ اللَّهَ مَعَ الصَّابِرِينَ ﴿۳۶﴾

جاتی رہے گی تمہاری ہوا اور صبر کرو بے شک اللہ ساتھ ہے صبر والوں کے

وَلَا تَكُونُوا كَالَّذِينَ خَرَجُوا مِنْ دِيَارِهِمْ

اور نہ ہو جاؤ ان جیسے جو کہ نکلے اپنے گھروں سے

بَطْرًا وَرِئَاءَ النَّاسِ وَيَصُدُّونَ عَنْ سَبِيلِ

اترا تے ہوئے اور لوگوں کے دکھانے کو اور روکتے تھے اللہ کی

اللَّهُ بِمَا يَعْمَلُونَ مُحِيطٌ ﴿۳۷﴾ وَإِذْ زَيْنَ

راہ سے اور اللہ کے قابو میں ہے جو کچھ وہ کرتے ہیں اور جس وقت خوش نما کر دیا

لَهُمُ الشَّيْطَانُ أَعْمَالَهُمْ وَقَالَ لَا غَالِبَ لَكُمْ

شیطان نے ان کی نظروں میں ان کے عملوں کو اور بولا کوئی بھی غالب نہ ہو گا تم پر

الْيَوْمَ مِنَ النَّاسِ وَإِنِّي جَارٌّ لَكُمْ ۚ فَلَمَّا تَرَ آءَاتِ

آج کے دن لوگوں میں سے اور میں تمہارا حمایتی ہوں پھر جب سامنے ہوئیں

الْفِئْتَنِ نَكَصَ عَلَى عَقَبَيْهِ وَقَالَ إِنِّي بَرِيءٌ

دونوں فوجوں میں تو وہ الٹا پھرا اپنی ایزدوں پر اور بولا میں تمہارے ساتھ

مِّنْكُمْ إِنِّي أَرَىٰ مَا لَا تَرَوْنَ إِنِّي أَخَافُ اللَّهَ ۗ

نہیں ہوں میں دیکھتا ہوں جو تم نہیں دیکھتے میں ڈرتا ہوں اللہ سے

وَاللَّهُ شَدِيدُ الْعِقَابِ ﴿۳۸﴾ إِذْ يَقُولُ الْمُنْفِقُونَ

اور اللہ کا عذاب سخت ہے جب کہنے لگے منافق

یعنی ہوا خیزی ہو کر اقبال و عرب کم ہو جائے گا۔ بدر عسکی کے بعد فتح و ظفر کیسے حاصل کر سکو گے۔

صبر و استقامت کامیابی کی کنجی ہے جو سختیاں اور شدائد جہاد کے وقت پیش آئیں ان کو صبر و استقامت سے برداشت کرو بہت نہ مارو، مثل ہے کہ بہت کا حامی خدا ہے۔ اس آیت میں مسلمانوں کو بتلادیا گیا کہ کامیابی کی کنجی کیا ہے؟ معلوم ہوا کہ دولت، لشکر اور میگزین وغیرہ سے فتح و نصرت حاصل نہیں ہوتی۔ ثابت قدمی، صبر و استقلال، قوت و طمانیت قلب، یاد الہی، خدا و رسول اور ان کے قائم مقام سرداروں کی اطاعت و فرمانبرداری اور باہمی اتفاق و اتحاد سے حاصل ہوتی ہے۔ اس موقع پر یہ ساختہ جی چاہتا ہے کہ صحابہ رضی اللہ عنہم کے متعلق "ابن کثیر" کے چند الفاظ نقل کروں جو اخلاص و ایمان کی انتہائی گہرائی سے نکلے ہوئے ہیں۔ وَقَدْ كَانَ لِلصَّحَابَةِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ فِي بَابِ الشَّجَاعَةِ وَالْإِتِمَادِ بِمَا أَمَرَهُمُ اللَّهُ وَرَسُولُهُ بِهِ وَامْتِنَالِ مَا أَرْسَلَهُمْ إِلَيْهِ مَا لَمْ يَكُنْ لآ حِدٍ مِنَ الْأُمَّةِ وَالْقُرُونِ قَبْلَهُمْ وَلَا يَكُونُ لآ حِدٍ مِمَّنْ بَعْدَهُمْ فَإِنَّهُمْ بِرِكَائِلِ رَسُولِ صَلَعَمَ وَطَاعَتِهِ فِيمَا أَمَرَهُمْ فَتَحُوا الْقُلُوبَ وَالْأَقَالِيمَ شَرْقًا وَغَرْبًا فِي الْمُدَّةِ الْيَسِيرَةِ مَعَ قَلَّةِ عَدَدِهِمْ بِالنِّسْبَةِ إِلَى جَبُوشِ سَائِرِ الْأَقَالِيمِ مِنَ الرُّومِ وَالْفَرَسِ وَالتُّرْكِ وَالصَّقَالِبَةِ وَالتَّبَرِّ وَالتُّجُوشِ وَأَصْنَافِ السُّودَانِ وَالْقَبِطِ وَطَوَائِفِ بَنِي آدَمَ فَهَرُ وَالْحَمِيعِ حَتَّى غَلَّتْ كَلِمَةُ اللَّهِ وَظَهَرَ دِينُهُ عَلَى سَائِرِ الْأَدْيَانِ وَأَمْتَدَّتْ الْمَمَالِكُ إِلَّا سَلَامِيَةَ فِي مَشَارِقِ الْأَرْضِ وَمَغَارِبِهَا فِي أَقَلِّ مِنْ ثَلَاثِينَ سَنَةً فَرَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ وَأَرْضَاهُمْ أَجْمَعِينَ وَحَسْرَتًا فِي زُمْرَتِهِمْ إِنَّهُ كَرِيمٌ قَوَّاتٌ۔

کفار مکہ کا غرور و نمائش ابو جہل لشکر لے کر بڑی دھوم دھام اور باجے گاجے کے ساتھ نکلا تھا تا کہ مسلمان مرعوب ہو جائیں اور دوسرے قبائل عرب پر مشرکین کی دھاک بیٹھ جائے۔ راستہ میں اس کو ابوسفیان کا پیام پہنچا کہ قافلہ سخت خطرہ سے بچ نکلا ہے۔ اب تم مکہ کو لوٹ جاؤ۔ ابو جہل نے نہایت غرور سے کہا کہ ہم اس وقت واپس جا سکتے ہیں جبکہ بدر کے چشمہ پر پہنچ کر مجلس طرب و نشاط منعقد کر لیں۔ گانے والی عورتیں خوشی اور کامیابی کے گیت گائیں، شرابیں پیئیں، مزے اڑائیں اور تین روز تک اونٹ ذبح کر کے قبائل عرب کی ضیافت کا انتظام کریں، تا کہ یہ دن عرب میں ہمیشہ کے لئے ہماری یادگار رہے۔ اور آئندہ کے لئے ان مٹھی بھر مسلمانوں کے حوصلے پست ہو جائیں کہ پھر کبھی ہمارے مقابلہ کی جرأت نہ کریں۔ اسے کیا خبر تھی کہ جو منصوبے باندھ رہے ہیں اور تجویزیں سوچ رہے ہیں وہ سب خدا کے قابو میں ہیں چلنے دینا نہ چلنے دے۔ بلکہ چاہے تو انہی پر الٹ دے۔ چنانچہ یہ ہی ہوا۔ بدر کے پانی اور جام شراب کی جگہ انہیں موت کا پیالہ پینا پڑا۔ محفل سرور و نشاط تو منعقد نہ کر سکے ہاں نوحہ و ماتم کی صفیں "بدر" سے "مکہ" تک بچھ گئیں جو مال تقاضا و نمائش میں خرچ کرنا چاہتے تھے وہ مسلمانوں کے لئے لقمہ غنیمت بنا۔ ایمان و توحید کے دائمی غلبہ کا بنیادی پتھر بدر کے میدان میں نصب ہو گیا۔ گویا ایک طرح اس چھوٹے سے قطعہ زمین میں خدا تعالیٰ نے روئے زمین کی ملل و اقوام کی قسمتوں کا فیصلہ فرما دیا۔ بہر حال اس آیت میں مسلمانوں کو آگاہ فرمایا ہے کہ جہاد محض ہنگامہ کشت و خون کا نام نہیں۔ بلکہ عظیم الشان عبادت ہے۔ عبادت پر اتراوے یاد کھانے کو کرے تو قبول نہیں۔ لہذا تم فخر و غرور اور نمود و نمائش میں کفار کی چال مت چلو۔

کفار مکہ کو شیطان کا دھوکہ قریش اپنی قوت و جمعیت پر مغرور تھے لیکن بنی کنانہ سے ان کی چھیڑ چھاڑ رہتی تھی۔ خطرہ یہ ہوا کہ کہیں بنی کنانہ کامیابی کے راستہ میں آڑے نہ آجائیں۔ فوراً شیطان ان کی پیٹھ ٹھونکنے اور بہت بڑھانے کے لئے کنانہ کے سردار اعظم سراقہ بن مالک کی صورت میں اپنی ذریت کی فوج لے کر نمودار ہوا اور ابو جہل وغیرہ کو اطمینان دلایا کہ ہم سب تمہاری مدد و حمایت پر ہیں۔ "کنانہ کی طرف سے بے فکر رہو۔ میں تمہارے ساتھ ہوں۔ عیبی مدد کو دیکھ کر شیطان کا رنو چکر ہونا جب بدر میں زور کارن پڑا اور شیطان کو جبریل وغیرہ فرشتے نظر آئے تو ابو جہل کے ہاتھ میں سے ہاتھ چھڑا کر اٹھے پاؤں بھاگا۔ ابو جہل نے کہا، سراقہ! عین وقت پر دعا دے کر کہاں جاتے ہو، کہنے لگا میں تمہارے ساتھ نہیں رہ سکتا۔ مجھے وہ چیزیں دکھائی دے رہی ہیں۔ جو تم کو نظر نہیں آتیں (یعنی فرشتے) خدا کے (یعنی اس خدائی فوج کے) ڈر سے میرا دل بیٹھا جاتا ہے۔ اب ٹھہرنے کی بہت نہیں۔ کہیں کسی سخت عذاب اور آفت میں نہ پکڑا جاؤں۔ قتادہ کہتے ہیں کہ ملعون نے جھوٹ بولا، اس کے دل میں خدا کا ڈر نہ تھا۔ ہاں وہ جانتا تھا کہ اب قریش کا لشکر ہلاکت میں گھر چکا ہے کوئی قوت بچا نہیں سکتی۔ یہ اس کی قدیم عادت ہے کہ اپنے پیغمبر کو دھوکہ دے کر اور ہلاکت میں پھنسا کر عین وقت پر کھسک جایا کرتا ہے۔ اسی کے موافق یہاں بھی کیا یعذبہم و یمنیہم و ما یعذبہم الشیطان الاعور ورا (نساء رکوع ۱۸) کَمَثَلِ الشَّيْطَانِ إِذْ قَالَ لِلْإِنْسَانِ اكْفُرْ فَلَمَّا كَفَرَ قَالَ إِنِّي بَرِيءٌ مِّنْكَ إِنِّي أَخَافُ اللَّهَ رَبَّ الْعَالَمِينَ (الحشر، رکوع ۲) وَقَالَ الشَّيْطَانُ لَمَّا قَضَىٰ آمْرًا إِنَّ اللَّهَ وَعَدَكُمْ وَعَدَّ الْحَقَّ وَوَعَدْتَكُمْ فَأَخْلَفْتُمْ وَمَا كَانَ لِي عَلَيْكُمْ مِّنْ سُلْطَانٍ إِلَّا أَنْ دَعَوْتُكُمْ فَاسْتَجَبْتُمْ لِي فَلَا تَلْمُزُونِي وَلَوْ مَوَّأَنْفُسَكُمْ مَا أَنَا بِمُصْرِخِكُمْ وَمَا أَنْتُمْ بِمُصْرِخِيَّ إِنِّي كَفَرْتُ بِمَا أَشْرَكْتُمُونِ مِنْ قَبْلُ إِنَّ الظَّالِمِينَ لَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ (ابراہیم، رکوع ۴)

وَالَّذِينَ فِي قُلُوبِهِمْ مَّرَضٌ غَرَّ هَوَاهُمْ دِينُهُمْ ط

اور جن کے دلوں میں بیماری ہے یہ لوگ مغرور ہیں اپنے دین پر

وَمَنْ يَتَوَكَّلْ عَلَى اللَّهِ فَإِنَّ اللَّهَ عَزِيزٌ حَكِيمٌ ﴿۳۹﴾

اور جو کوئی بھروسہ کرے اللہ پر تو اللہ زبردست ہے حکمت والا

وَلَوْ تَرَىٰ إِذْ يَتَوَفَّىٰ الَّذِينَ كَفَرُوا الْمَلَائِكَةُ

اور اگر تو دیکھے اور ان کے منہ پر جس وقت جان قبض کرتے ہیں کافروں کی فرشتے

يَضْرِبُونَ وُجُوهَهُمْ وَأَدْبَارَهُمْ ۖ وَذُوقُوا

مارتے ہیں ان کے منہ پر اور ان کے پیچھے اور کہتے ہیں چکھو

عَذَابَ الْحَرِيقِ ﴿۴۰﴾ ذَٰلِكَ بِمَا قَدَّمْتُمْ أَيْدِيكُمْ

عذاب جلنے کا یہ بدلا ہے اسی کا جو تم نے آگے بھیجا اپنے ہاتھوں

وَأَنَّ اللَّهَ لَيْسَ بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِيدِ ﴿۴۱﴾ كَذَّابٍ اِل

اور اس واسطے کہ اللہ ظلم نہیں کرتا بندوں پر جیسے دستور فرعون

فِرْعَوْنَ ۗ وَالَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ ط كَفَرُوا بِآيَاتِ اللَّهِ

والوں کا اور جو ان سے پہلے تھے کہ منکر ہوئے اللہ کی باتوں سے

فَأَخَذَهُمُ اللَّهُ بِذُنُوبِهِمْ ط إِنَّ اللَّهَ قَوِيٌّ شَدِيدٌ

سو پکڑا ان کو اللہ نے ان کے گناہوں پر بے شک اللہ زور آور ہے سخت

الْعِقَابِ ﴿۴۲﴾ ذَٰلِكَ بِأَنَّ اللَّهَ لَمْ يَكُ مُغَيِّرًا نِّعْمَةً

عذاب کرنے والا اس کا سبب یہ ہے کہ اللہ ہرگز بدلنے والا نہیں اُس نعمت کو

◆ مسلمانوں کی شجاعت اور منافقین | مسلمانوں کی تھوڑی جمعیت اور بے سرو سامانی اور اس پر ایسی دلیری و شجاعت کو دیکھتے ہوئے منافقین اور ضعیف القلب کلمہ گو کہنے لگے تھے کہ یہ مسلمان اپنے دین اور حقانیت کے خیال پر مغرور ہیں جو اس طرح اپنے آپ کو موت کے منہ میں ڈال دیتے ہیں حق تعالیٰ نے اس کا جواب دیا کہ یہ غرور نہیں، توکل ہے۔ جس کو خدا کی زبردست قدرت پر اعتماد ہو اور یقین رکھے کہ جو کچھ ادھر سے ہوگا عین حکمت و صواب ہوگا، وہ حق کے معاملہ میں ایسا ہی بے جگر اور دلیر ہو جاتا ہے۔

◆ کفار کی حالت موت کے وقت | یعنی مار کر کہتے ہیں کہ ابھی تو یہ لو، اور عذاب جہنم کا مزہ آئندہ چکھنا۔ بہت سے مفسرین نے اس کو بھی بدر کے واقعہ میں داخل کیا ہے یعنی اس وقت جو کافر مارے جاتے تھے ان کے ساتھ فرشتوں کا یہ معاملہ تھا۔ مگر الفاظ آیت کے سب کافروں کو عام ہیں اس لئے راجح یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ واقعہ عالم برزخ کا ہو۔ اب بدر کے واقعات سے تعلق یہ ہوگا کہ دنیا میں ان کافروں کی یہ گت بنی۔ برزخ میں یہ ہوگا اور آخرت کے عذاب کا تو کہنا ہی کیا ہے۔

◆ یعنی یہ سب تمہاری کرتوت کی سزا ہے ورنہ خدا کے یہاں ظلم کی کوئی صورت ہی نہیں۔ اگر معاذ اللہ ادھر سے رتی برابر ظلم کا امکان ہو تو پھر وہ اپنی عظمت شان کے لحاظ سے ظالم نہیں ظلام ہی ٹھہرے کیونکہ کامل کی ہر صفت کامل ہی ہونی چاہئے۔

◆ یعنی قدیم سے یہ ہی دستور رہا ہے کہ جب لوگ آیات اللہ کی تکذیب و انکار یا انبیاء سے جنگ کرنے پر مصر ہوئے تو اللہ نے ان کو کسی نہ کسی عذاب میں پکڑ لیا۔

أَنْعَمَهَا عَلَىٰ قَوْمٍ حَتَّىٰ يُغَيِّرُوا مَا بِأَنْفُسِهِمْ ۚ وَ

جودی تھی اس نے کسی قوم کو جب تک وہی نہ بدل ڈالیں اور اپنے جیوں کی بات

أَنَّ اللَّهَ سَمِيعٌ عَلِيمٌ ﴿۵۳﴾ كَذَّابٍ أَلٍ فِرْعَوْنَ ۚ

یہ کہ اللہ سننے والا جاننے والا ہے جیسے دستور فرعون والوں کا

وَالَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ ۖ كَذَّبُوا بِآيَاتِ رَبِّهِمْ

اور جو ان سے پہلے تھے کہ انہوں نے جھٹلائیں باتیں اپنے رب کی

فَأَهْلَكْنَاهُمْ بِذُنُوبِهِمْ وَأَغْرَقْنَا آلَ فِرْعَوْنَ ۗ وَ

پھر ہلاک کر دیا ہم نے ان کو ان کے گناہوں پر اور ڈبو دیا ہم نے فرعون والوں کو اور

كُلُّ كَانُوا ظَالِمِينَ ﴿۵۴﴾ إِنَّ شَرَّ الدَّوَابِّ عِنْدَ

سارے ظالم تھے بدتر سب جانداروں میں اللہ کے

اللَّهِ الَّذِينَ كَفَرُوا فَهُمْ لَا يُؤْمِنُونَ ﴿۵۵﴾ الَّذِينَ

ہاں وہ ہیں جو منکر ہوئے پھر وہ نہیں ایمان لاتے جن سے

عَاهَدتَّ مِنْهُمْ شُمَّ يُنْقِضُونَ عَهْدَهُمْ فِي

تو نے معاہدہ کیا ہے ان میں سے پھر وہ توڑتے ہیں اپنا عہد

كُلِّ مَرَّةٍ وَهُمْ لَا يَتَّقُونَ ﴿۵۶﴾ فَمَا تَتَّقُهُمْ فِي

ہر بار اور وہ ڈر نہیں رکھتے سوا اگر کبھی تو پائے ان کو

الْحَرْبِ فَشَرِّدْ بِهِمْ مَنْ خَلْفَهُمْ لَعَلَّهُمْ يَدْكُرُونَ ﴿۵۷﴾

لڑائی میں تو ان کو ایسی سزا دے کہ دیکھ کر بھاگ جائیں ان کے پیچھے تاکہ ان کو عبرت ہو

قوموں کی ہلاکت اُنکی اپنی وجہ سے ہوتی ہے | یعنی جب لوگ اپنی بے اعتدالی اور غلط کاری سے نیکی کے فطری قوی اور استعداد کو بدل ڈالتے ہیں اور خدا کی بخشی ہوئی داخلی یا خارجی نعمتوں کو اس کے بتلائے ہوئے کام میں ٹھیک موقع پر خرچ نہیں کرتے بلکہ اپنے اسکی مخالفت میں صرف کرنے لگتے ہیں تو حق تعالیٰ اپنی نعمتیں ان سے چھین لیتا ہے اور شانِ انعام کو انتقام سے بدل دیتا ہے۔ وہ بندوں کی تمام باتوں کو سنتا اور تمام احوال کو جانتا ہے کوئی چیز اس سے پردہ میں نہیں۔ لہذا جس سے جو معاملہ کرے گا نہایت ٹھیک اور بر محل ہوگا۔ حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں کہ ”نیت اور اعتقاد جب تک نہ بدلے تو اللہ کی بخشی ہوئی نعمت چھینی نہیں جاتی۔“ گویا ”مَا بَانَفْسِهِمْ“ سے خاص نیت اور اعتقاد مراد لیا ہے جیسا کہ ترجمہ سے ظاہر ہو رہا ہے۔ واللہ اعلم۔

فرعونیوں اور ان سے پہلی قوموں کو ان کے جرائم کی پاداش میں ہلاک کیا۔ اور خصوصیت کے ساتھ فرعونیوں کا بیڑا غرق کر دیا۔ یہ سب اس وقت ہوا جب انہوں نے خدا سے بغاوت اور شرارت کر کے خود اپنی جانوں پر ظلم کئے۔ ورنہ خدا کو کسی مخلوق سے ذاتی عداوت نہیں۔

کفار بدترین جانور ہیں | جو لوگ ہمیشہ کے لئے کفر اور بے ایمانی پر تل گئے اور انجام سے بالکل بے خوف ہو کر غداری اور بد عہدی کے خوگر ہو رہے ہیں، وہ خدا کے نزدیک بدترین جانور ہیں۔ فرعونیوں کا حال بد عہدی اور غداری میں یہی تھا۔ وَلَمَّا وَقَعَ عَلَيْهِمُ الرِّجْزُ قَالُوا يَا مُوسَىٰ اذْعُ لَنَا رَبِّكَ بِمَا عٰهَدْتَ عِنْدَكَ لَئِن كَشَفْتَا عَنَّا الرِّجْزَ لَنُؤْمِنَنَّ لَكَ وَلَنُرْسِلَنَّ مَعَكَ بَنِي إِسْرَائِيلَ فَلَمَّا كَشَفْنَا عَنْهُمْ الرِّجْزَ إِلَىٰ آجَلٍ هُمْ بِالْغَوٰةِ إِذَاهُمْ يَنْكُثُونَ (اعراف، رکوع ۱۶) اور حضور کے زمانہ میں یہود بنی قریظہ وغیرہ کی یہی خصلت تھی۔ آپ سے عہد کر لیتے کہ ہم مشرکین مکہ کو مدد نہ دیں گے، پھر ان کی امداد کرتے اور کہہ دیتے کہ ہم کو عہد یاد نہ رہا تھا۔ بار بار ایسا ہی کرتے تھے۔ آگے بتلایا ہے کہ ایسے غداروں کے ساتھ کیا معاملہ ہونا چاہئے۔

وَأَمَّا تَخَافَنَّ مِنْ قَوْمٍ خِيَانَةً فَأُنْزِلُ إِلَيْهِمْ

اور اگر تجھ کو ڈر ہو کسی قوم سے دغا کا تو پھینک دے ان کا عہد ان کی طرف

عَلَىٰ سِوَاءِ ط إِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ الْخَائِبِينَ ﴿٥٨﴾ وَلَا

ایسی طرح پر کہ ہو جاؤ تم اور وہ برابر بے شک اللہ کو خوش نہیں آتے دغا باز اور یہ نہ

يُحْسِبَنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا سَبْقُوا ۗ إِنَّهُمْ لَا يُعْجِزُونَ ﴿٥٩﴾

سمجھیں کافر لوگ کہ وہ بھاگ نکلے وہ ہرگز تھکا نہ سکیں گے ہم کو

وَأَعِدُّوا لَهُمْ مِمَّا اسْتَطَعْتُمْ مِّن قُوَّةٍ وَمِنْ رِّبَاطِ

اور تیار کرو ان کی لڑائی کے واسطے جو کچھ جمع کر سکو قوت سے اور پلے ہوئے

الْخَيْلِ تُرْهِبُونَ بِهِ عَدُوَّ اللَّهِ وَعَدُوَّكُمْ وَ

گھوڑوں سے گھوڑوں سے دھاک پڑے اللہ کے دشمنوں پر اور تمہارے دشمنوں پر اور

آخِرِينَ مِّن دُونِهِمْ ۗ لَا تَعْلَمُونَهُمُ اللَّهُ

دوسروں پر ان کے سوا جن کو تم نہیں جانتے اللہ

يَعْلَمُهُمْ ۗ وَمَا تَنْفِقُوا مِّن شَيْءٍ فِي سَبِيلِ اللَّهِ

ان کو جانتا ہے اور جو کچھ تم خرچ کرو گے اللہ کی راہ میں

يُوفِّ إِلَيْكُمْ وَأَنْتُمْ لَا تُظْلَمُونَ ﴿٦٠﴾ وَإِنْ جَنَحُوا

وہ پورا ملے گا تم کو اور تمہارا حق نہ رہ جائے گا اور اگر وہ جھکیں

لِلسَّلَامِ فَاْجَنَحْ لَهَا وَتَوَكَّلْ عَلَى اللَّهِ إِنَّهُ هُوَ

صلح کی طرف تو تو بھی جھک اسی طرف اور بھروسہ کر اللہ پر بے شک وہی ہے

◆ **عہد شکنوں کے ساتھ معاہدے کے احکام** | یعنی اگر یہ دغا باز غدار معاہدوں کو علانیہ پس پشت ڈال کر آپ کے مقابل

میدان جنگ میں آجائیں تو ان کو ایسی سخت سزا دیجئے، جسے دیکھ کر ان کے پیچھے رہنے والے یا ان کے بعد آنے والی نسلیں بھی عبرت حاصل کریں اور عہد شکنی کی کبھی جرأت نہ کر سکیں اور اگر ایک قوم نے علانیہ دغا بازی نہیں کی، ہاں آثار و قرائن بتا رہے ہیں کہ عہد شکنی پر آمادہ ہے تو آپ کو اجازت ہے کہ مصلحت سمجھیں تو ان کا عہد واپس کر دیں اور معاہدہ سے دستبرداری کی اطلاع کر کے مناسب کارروائی کریں۔ تاکہ فریقین پچھلے معاہدات کی نسبت شک و اشتباہ میں نہ رہیں۔ دونوں مساویانہ طور پر آگاہ و بیدار ہو کر اپنی تیاری اور حفاظت میں مشغول ہوں۔ آپ کی جانب سے کوئی چوری اور خیانت نہ ہو سب معاملہ صاف صاف ہو۔ حق تعالیٰ خیانت کی کارروائی کو خواہ کفار کے ساتھ ہو پسند نہیں کرتا۔ سنن میں روایت ہے کہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اور روم میں میعاد میعاد تھا، میعاد کے اندر امیر معاویہ نے اپنی فوجوں کو روم کی سرحد کی طرف بڑھانا شروع کیا مقصد یہ تھا کہ رومیوں کی سرحد سے اس قدر قریب اور پہلے سے تیار رہیں کہ میعاد معاہدہ گذرتے ہی فوراً دھاوا بول دیا جائے۔ جس وقت یہ کارروائی جاری تھی، ایک شیخ سواری پر یہ کہتے ہوئے آئے۔ ”اللہ اکبر اللہ اکبر وفاء لا غدرا“ یعنی عہد پورا کرو عہد شکنی مت کرو۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ جب کسی قوم سے معاہدہ ہو تو کوئی گرہ نہ کھولی جائے نہ باندھی جائے یہاں تک کہ معاہدہ کی مدت پوری ہو جائے۔ یا فریق ثانی کو مساویانہ حیثیت میں معاہدہ واپس کیا جائے۔ معاویہ کو جب یہ خبر پہنچی تو اٹھنے والے واپس آ گئے۔ پھر جو دیکھا تو وہ شیخ حضرت عمرو بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ تھے۔

◆ **مسلمانوں کی تسلی** | نبذ عہد کا جو حکم اوپر مذکور ہوا، ممکن تھا کہ کفار اس کو مسلمانوں کی سادہ لوحی پر حمل کر کے خوش ہوتے کہ جب

ان کے یہاں خیانت و غدور جائز نہیں تو ہم کو خبردار اور بیدار ہونے کے بعد پورا موقع اپنے بچاؤ اور مسلمانوں کے خلاف تیاری کرنے کا ملے گا۔ اس کا جواب دے دیا کہ کتنی ہی تیاری اور انتظامات کر لو۔ جب مسلمانوں کے ہاتھوں خداتم کو مغلوب و رسوا کرنا اور دنیا یا آخرت میں سزا دینا چاہے گا، تو تم کسی تدبیر سے اس کو عاجز نہ کر سکو گے۔ نہ اس کے احاطہ قدرت و تسلط سے نکل کر بھاگ سکو گے۔ گویا مسلمانوں کی تسلی کر دی کہ وہ خدا پر بھروسہ کر کے اس کے احکام کا اتنا حال کریں تو سب پر غالب آئیں گے۔

◆ **دامی اسباب اور توکل** | یعنی خدا پر بھروسہ کرنے کے معنی یہ نہیں کہ اسباب ضروریہ مشروعہ کو ترک کر دیا جائے۔ نہیں، مسلمانوں پر فرض

ہے کہ جہاں تک قدرت ہو سامان جہاد فراہم کریں۔ نبی کریم صلعم کے عہد مبارک میں گھوڑے کی سواری شمشیر زنی اور تیر اندازی وغیرہ کی مشق کرنا، سامان جہاد تھا۔ آج بندوق، توپ، ہوائی جہاز، آبدوز کشتیاں، آہن پوش کروڑوں وغیرہ کا تیار کرنا اور استعمال میں لانا اور فنون حربیہ کا سیکھنا، بلکہ ورزش وغیرہ کرنا سب سامان جہاد ہے۔ اسی طرح آئندہ جو اسلحہ و آلات حرب و ضرب تیار ہوں، انشاء اللہ وہ سب آیت کے منشاء میں داخل ہیں، باقی گھوڑے کی نسبت تو آپ خود ہی فرما چکے۔ ”الْخَيْلُ مَعْقُودَةٌ فِي نَوَاصِيهَا الْخَيْرُ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ“ کہ قیامت تک کے لئے خدا نے اس کی پیشانی میں خیر رکھ دی ہے اور احادیث میں ہے کہ ”جو شخص گھوڑا جہاد کی نیت سے پالتا ہے، اس کے کھانے پینے بلکہ ہر قدم اٹھانے میں اجر ملتا ہے اور اس کی خوراک وغیرہ تک قیامت کے دن ترازو میں وزن کیا جائے گی۔“

◆ یعنی یہ سب سامان اور تیاری دشمنوں پر رعب جمانے اور دھاک بٹھلانے کا ایک ظاہری سبب ہے باقی فتح و ظفر کا اصلی سبب تو خدا کی مدد ہے جو پہلے بیان ہو چکا۔ اور وہ لوگ جن کو با تسمین تم نہیں جانتے منافقین ہیں جو مسلمانوں کے پردہ میں تھے یا یہود ”بنی قریظہ“ یا روم و فارس وغیرہ وہ سب قومیں جن سے آئندہ مقابلہ ہونے والا تھا۔

◆ **مالی جہاد** | یہ مالی جہاد کی طرف اشارہ ہے۔ یعنی جہاد کی تیاری میں جس قدر مال خرچ کرو گے، اس کا پورا پورا بدلہ ملے گا۔ یعنی

ایک درہم کے سات سو درہم واللہ بضاعف لمن یشاء اور بسا اوقات دنیا میں بھی اس سے کہیں زیادہ معاوضہ مل جاتا ہے۔

السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ﴿٦١﴾ وَإِنْ يُرِيدُوا أَنْ يَخْدَعُوكَ

سننے والا جاننے والا ﴿۶۱﴾ اور اگر وہ چاہیں کہ تجھ کو دغا دیں

فَإِنَّ حَسْبَكَ اللَّهُ ۗ هُوَ الَّذِي آتَاكَ بِنَصْرِهِ وَ

تو تجھ کو کافی ہے اللہ اسی نے تجھ کو زور دیا اپنی مدد کا اور

بِالْمُؤْمِنِينَ ۗ وَالْفَ بَيْنَ قُلُوبِهِمْ ۗ لَوْ أَنْفَقْتَ مَا

مسلمانوں کا ﴿۶۲﴾ اور اُلفت ڈالی اُن کے دلوں میں اگر تو خرچ کر دیتا تو کچھ

فِي الْأَرْضِ جَمِيعًا مَّا أَلْفَتْ بَيْنَ قُلُوبِهِمْ

زمین میں ہے سارا نہ اُلفت ڈال سکتا اُن کے دلوں میں

وَلَكِنَّ اللَّهَ أَلْفَ بَيْنَهُمْ ۗ إِنَّهُ عَزِيزٌ حَكِيمٌ ﴿٦٣﴾

لیکن اللہ نے اُلفت ڈالی اُن میں بے شک وہ زور آور ہے حکمت والا ﴿۶۳﴾

يَأْتِيهَا النَّبِيُّ حَسْبُكَ اللَّهُ وَمَنِ اتَّبَعَكَ مِنْ

اے نبی کافی ہے تجھ کو اللہ اور جتنے تیرے ساتھ ہیں

الْمُؤْمِنِينَ ﴿٦٤﴾ يَأْتِيهَا النَّبِيُّ حَرِصٌ الْمُؤْمِنِينَ

مسلمان ﴿۶۴﴾ اے نبی شوق دلا مسلمانوں کو

عَلَى الْقِتَالِ ۗ إِنْ يَكُنْ مِنْكُمْ عِشْرُونَ صَابِرُونَ

لڑائی کا اگر ہوں تم میں میں شخص ثابت قدم رہنے والے

يَغْلِبُوا مِائَتَيْنِ ۗ وَإِنْ يَكُنْ مِنْكُمْ مِائَةٌ

تو غالب ہوں دو سو اور اگر ہوں تم میں سو شخص

کفار سے صلح کی اجازت | مسلمانوں کی تیاری اور مجاہدانہ قربانیوں کو دیکھ کر بہت ممکن ہے کہ کفار مرعوب ہو کر صلح و آشتی کے خواستگار ہوں تو آپ کو ارشاد ہے کہ حسب صوابدید آپ بھی صلح کا ہاتھ بڑھادیں۔ کیونکہ جہاد سے خونریزی نہیں، اعلائے کلمۃ اللہ اور دفع فتنہ مقصود ہے۔ اگر بدون خونریزی کے یہ مقصد حاصل ہو سکے تو خواہی نحو ہی خون بہانے کی کیا حاجت ہے اگر یہ احتمال ہو کہ شاید کفار صلح کے پردہ میں ہم کو دھوکہ دینا چاہتے ہیں تو کچھ پروا نہ کیجئے اللہ پر بھروسہ رکھئے وہ انکی نیتوں کو جانتا اور ان کے اندرونی مشوروں کو سنتا ہے اس کی حمایت کے سامنے ان کی بدنیتی نہ چل سکے گی آپ اپنی نیت صاف رکھئے۔

اگر صلح کر کے وہ لوگ دعا بازی اور عہد شکنی کا ارادہ کر لیں تو فکر نہ کیجئے۔ خدا آپ کی مدد کے لئے کافی ہے ان کے سب فریب و خداع بیکار کر دے گا۔ اسی نے بدر میں آپ کی غیبی امداد فرمائی، اور ظاہری طور پر جاں نثار سرفروش مسلمانوں سے آپ کی تائید کی۔

عربوں میں اتحاد و الفت | اسلام سے پہلے عرب میں جدال و قتال اور نفاق و شقاق کا بازار گرم تھا۔ ادنیٰ ادنیٰ باتوں پر قبائل آپس میں ٹکراتے رہتے تھے۔ دو جماعتوں میں جب لڑائی شروع ہو جاتی تو صدیوں تک اس کی آگ ٹھنڈی نہ ہوتی تھی مدینہ کے دو زبردست قبیلوں "اوس" و "خزرج" کی حریفانہ نبرد آزمائی اور دیرینہ عداوت و بغض کا سلسلہ کسی طرح ختم نہ ہوتا تھا۔ ایک دوسرے کے خون کا پیاسا اور عزت و آبرو کا بھوکا تھا۔ ان حالات میں آقائے نامہ امجد رسول اللہ ﷺ تو حید و معرفت اور اتحاد و اخوت کا عالمگیر پیغام لے کر مبعوث ہوئے۔ لوگوں نے انہیں بھی ایک فریق ٹھہرا لیا اور سب نے مل کر خلاف و شقاق کا رخ ادھر پھیر دیا۔ پرانے کینے اور عداوتیں چھوڑ کر ہر قسم کی دشمنی کے لئے حضور کی ذات قدسی صفات کو محض نظر بنا لیا۔ وہ آپ کی پند و نصیحت سے گھبراتے تھے اور آپ کے سایہ سے بھاگتے تھے۔ دنیا کی کوئی طاقت نہ تھی جو درندوں کی بھیڑ اور بہائم کے گلہ میں معرفت الہی اور حب نبوی کی روح پھونک کر اور شراب تو حید کا متوالا بنا کر سب کو ایک دم اخوت و الفت باہمی کی زنجیر میں جکڑ دیتی اور اس مقدس ہستی کا درہم نا خریدہ غلام اور عاشق جاں نثار بنا دیتی جس سے زیادہ چند روز پہلے ان کے نزدیک کوئی مبغوض ہستی نہ تھی بلاشبہ ردئے زمین کے خزانے خرچ کر کے بھی یہ مقصد حاصل نہ کیا جاسکتا تھا جو اللہ کی رحمت و اعانت سے ایسی سہولت کے ساتھ حاصل ہو گیا۔ خدا نے حقیقی بھائیوں سے زیادہ ایک کی الفت دوسرے کے دل میں ڈال دی۔ اور پھر سب کی الفتوں کا اجتماعی مرکز حضور انور ﷺ کی ذات منبع البرکات کو بنا دیا۔ قلوب کو دفعتاً ایسا پلٹ دینا خدا کی زور قدرت کا کرشمہ ہے اور ایسی شدید ضرورت کے وقت سب کو محبت و الفت کے ایک نقطہ پر جمع کر دینا اس کے کمال حکمت کی دلیل ہے۔

مسلمانوں کیلئے اللہ کافی ہے | اس کے دو معنی ہو سکتے ہیں۔ اکثر سلف کے نزدیک یہ مطلب ہے کہ اے پیغمبر! خدا تجھ کو اور تیرے ساتھیوں کو کافی ہے۔ یعنی قلبتِ عدا اور بے سرو سامانی وغیرہ سے گھبرانا نہیں چاہئے۔ اور بعض علماء نے یہ معنی لئے ہیں کہ اے پیغمبر! تجھ کو فی الحقیقت اکیلا خدا کافی ہے اور ظاہر اسباب کے اعتبار سے مخلص مسلمانوں کی جماعت خواہ کتنی ہی تھوڑی ہو کافی ہے۔ پہلے جو فرمایا تھا۔ اَیْذُکَ بِنَصْرِهِ وَبِالْمُؤْمِنِیْنَ گویا یہ اسی کا خلاصہ ہوا۔

يَغْلِبُوا أَلْفًا مِّنَ الَّذِينَ كَفَرُوا بِأَنَّهُمْ قَوْمٌ

اس واسطے کہ وہ لوگ

ہزار کافروں پر

تو غالب ہوں

لَا يَفْقَهُونَ ﴿٦٥﴾ أَلَّن خَفَّفَ اللَّهُ عَنْكُمْ وَعَلِمَ

اور جانا

تم پر سے

اب بوجھ ہلکا کر دیا اللہ نے

◆ سمجھ نہیں رکھتے

أَنَّ فِيكُمْ ضَعْفًا فَإِن يَكُن مِّنْكُمْ مِّائَةٌ صَابِرَةٌ

سو شخص ثابت قدم رہنے والے

سوا گریہوں تم میں

کہ تم میں سستی ہے

يَغْلِبُوا مِائَتَيْنِ ۚ وَإِن يَكُن مِّنْكُمْ أَلْفٌ يَغْلِبُوا

تو غالب ہوں

اور اگر ہوں تم میں ہزار

دو سو پر

تو غالب ہوں

أَلْفَيْنِ بِإِذْنِ اللَّهِ ۗ وَاللَّهُ مَعَ الصَّابِرِينَ ﴿٦٦﴾ مَا كَانَ

نبی کو نہیں

◆ اور اللہ ساتھ ہے ثابت قدم رہنے والوں کے

اللہ کے حکم سے

دو ہزار پر

لِنَبِيِّ أَنْ يَكُونَ لَهُ أُسْرَةٌ حَتَّى يُثْخِنَ فِي

جب تک خوب خوز بڑی نہ کر لے

کہ اپنے ہاں رکھے قیدیوں کو

چاہئے

الْأَرْضِ ۗ تُرِيدُونَ عَرَضَ الدُّنْيَا ۗ وَاللَّهُ يُرِيدُ

اور اللہ کے ہاں چاہئے

اسباب دنیا کا

تم چاہتے ہو

ملک میں

الْآخِرَةَ ۗ وَاللَّهُ عَزِيزٌ حَكِيمٌ ﴿٦٧﴾ لَوْلَا كِتَابٌ مِّنَ اللَّهِ

اگر نہ ہوتی ایک بات جس کو

◆ اور اللہ زور آور ہے حکمت والا

آخرت

سَبَقَ لَكُمْ فَسَأَلْنَا عَذَابَ عَظِيمٍ ﴿٦٨﴾ فَكُلُوا

سو کھاؤ

◆ بڑا عذاب

اس لینے میں

تو تم کو پہنچتا

لکھ چکا اللہ پہلے سے

◆ دس گنا تعداد پر غلبہ کا وعدہ | یہ مسلمانوں کو جہاد کی ترغیب دی کہ تھوڑے بھی ہوں تو جی نہ چھوڑیں خدا کی رحمت سے دس گنے دشمنوں پر غالب آئیں گے سبب یہ ہے کہ مسلمان کی لڑائی محض خدا کے لئے ہے۔ وہ خدا کو اور اس کی مرضی کو پہچان کر اور یہ سمجھ کر میدان جنگ میں قدم رکھتا ہے کہ خدا کے راستہ میں مرنا اصلی زندگی ہے اس کو یقین ہے کہ میری تمام قربانیوں کا ثمرہ آخرت میں ضرور ملنے والا ہے خواہ میں غالب ہوں یا مغلوب۔ اور اعلائے کلمۃ اللہ کے لئے جو تکلیف میں اٹھاتا ہوں وہ فی الحقیقت مجھ کو دائمی خوشی اور ابدی مسرت سے ہمکنار کرنے والی ہے۔ مسلمان جب یہ سمجھ کر جنگ کرتا ہے تو تائید ایزدی مددگار ہوتی ہے اور موت سے وحشت نہیں رہتی۔ اسی لئے پوری دلیری اور بے جگری سے لڑتا ہے۔ کافر چونکہ اس حقیقت کو نہیں سمجھ سکتا۔ اس لئے محض حقیر اور فانی اغراض کے لئے بہائم کی طرح لڑتا ہے اور قوت قلبی اور امداد غیبی سے محروم رہتا ہے۔ بناء علیہ خبر اور بشارت کے رنگ میں حکم دیا گیا کہ مومنین کو اپنے سے دس گنے دشمنوں کے مقابلہ میں ثابت قدمی سے لڑنا چاہئے۔ اگر مسلمان میں ہوں تو دوسو کے مقابلہ سے نہ ہٹیں اور سو ہوں تو ہزار کو پیٹھ نہ دکھلائیں۔ تنبیہ میں اور سو وعدہ شاید اس لئے بیان فرمائے کہ اس وقت مسلمانوں کی تعداد کے لحاظ سے ”سریہ“ میں کم از کم بیس اور ”جیش“ میں ایک سو سپاہی ہوتے ہو گئے۔ اگلی آیت مدت کے بعد اتری اس وقت مسلمانوں کی تعداد بڑھ گئی تھی۔ اس لئے سریہ کم از کم ایک سو کا اور جیش ایک ہزار کا ہوگا۔ دونوں آیتوں میں بیان نسبت کے وقت اعداد کا یہ تفاوت ظاہر کرتا ہے کہ اگلی آیت کے نزول کے وقت مسلمانوں کی مردم شماری بڑھ گئی تھی۔

◆ اس حکم میں تخفیف دو گنی تعداد پر غلبہ کا وعدہ | بخاری میں ابن عباس سے منقول ہے کہ گذشتہ آیت جس میں مسلمانوں کو دس گنا کافروں کے مقابلہ پر ثابت قدم رہنے کا حکم تھا، جب لوگوں کو بھاری معلوم ہوئی تو اس کے بعد یہ آیت اتری۔ الآن خَفَّفَ اللَّهُ..... الخ یعنی خدا نے تمہاری ایک قسم کی کمزوری اور سستی کو دیکھ کر پہلا حکم اٹھا لیا۔ اب صرف اپنے سے دو گنی تعداد کے مقابلہ میں ثابت قدم رہنا ضروری اور بھاگنا حرام ہے یہ کمزوری یا سستی جس کی وجہ سے حکم میں تخفیف ہوئی، کئی وجوہ سے ہو سکتی ہے۔ ابتدائے ہجرت میں گنے چنے مسلمان تھے جن کی قوت و جلادت معلوم تھی، کچھ مدت کے بعد ان میں سے بہت سے افراد بوڑھے اور کمزور ہو گئے اور جوئی پود آئی ان میں پرانے مہاجرین و انصار جیسی بصیرت، استقامت اور تسلیم و تفویض نہ تھی، اور تعداد بڑھ جانے سے کسی درجہ میں اپنی کثرت پر نظر اور ”توکل علی اللہ“ میں قدرے کمی ہوئی ہوگی۔ اور ویسے بھی طبیعت انسانی کا خاصہ ہے کہ جو سخت کام تھوڑے آدمیوں پر پڑ جائے تو کرنے والوں میں جوش عمل زیادہ ہوتا ہے اور ہر شخص اپنی بساط سے بڑھ کر ہمت کرتا ہے لیکن وہی کام جب بڑے مجمع پر ڈال دیا جائے تو ہر ایک دوسرے کا منتظر رہتا ہے اور یہ سمجھتا ہے کہ آخر کچھ میں ہی تھا تو اس کا ذمہ دار نہیں۔ اسی قدر جوش، حرارت اور ہمت میں کمی ہو جاتی ہے۔ حضرت شاہ صاحب فرماتے ہیں کہ ”اول کے مسلمان یقین میں کامل تھے، ان پر حکم ہوا تھا کہ اپنے سے دس گنے کافروں پر جہاد کریں، پچھلے مسلمان ایک قدم کم تھے، تب یہی حکم ہوا کہ دو گنوں پر جہاد کریں۔ یہی حکم اب بھی باقی ہے لیکن اگر دگنے سے زیادہ پر حملہ کریں تو بڑا اجر ہے۔ حضرت کے وقت میں ہزار مسلمان اسی ہزار سے لڑے ہیں۔ ”غزوہ موتہ“ میں تین ہزار مسلمان دو لاکھ کفار کے مقابلہ میں ڈٹے رہے۔ اس طرح کے واقعات سے اسلام کی تاریخ بھرا بھری پڑی ہے۔

بدر کے قیدیوں کے مسئلہ پر مسلمانوں کی غلطی | بدر کی لڑائی سے ستر کافر مسلمانوں کے ہاتھوں میں قید ہو کر آئے حق تعالیٰ نے ان کے متعلق دو صورتیں مسلمانوں کے سامنے پیش کیں۔ قتل کر دینا، یا فدیہ لے کر چھوڑ دینا اس شرط پر کہ آئندہ سال اسی تعداد میں تمہارے آدمی قتل کئے جائیں گے۔ حقیقت میں خدا کی طرف سے ان دو صورتوں کا انتخاب کے لئے پیش کرنا، امتحان و آزمائش کے طریقہ پر تھا کہ ظاہر ہو جائے کہ مسلمان اپنی رائے اور طبیعت سے کس طرف جھکتے ہیں۔ جیسے ازواج مطہرات کو دو صورتوں میں تخیر دی گئی تھی۔ اِنْ كُنْتُمْ تُرِيدُونَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا وَزِينَتَهَا فَتَعَالَيْنَا اِلٰى آخِرِ الْآيَةِ (الاحزاب رکوع ۴) یا معراج میں آپ کے سامنے خمر و لبن (دودھ اور شراب) کے دو برتن پیش کئے گئے تھے، آپ نے دودھ کو اختیار فرمایا۔ جبریل نے کہا کہ اگر بالفرض آپ شراب کو اختیار فرماتے تو آپ کی امت بہک جاتی۔ بہر حال آپ نے صحابہ سے اس معاملہ میں رائے طلب کی۔ ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ یا رسول اللہ یہ سب قیدی اپنے خویش و اقارب اور بھائی بند ہیں۔ بہتر ہے کہ فدیہ لے کر چھوڑ دیا جائے اس نرم سلوک اور احسان کے بعد ممکن ہے کچھ لوگ مسلمان ہو کر وہ خود اور ان کی اولاد و اتباع ہمارے دست و بازو بنیں اور جو مال بالفعل ہاتھ آئے اس سے جہاد وغیرہ دینی کاموں میں سہارا لگے۔ باقی آئندہ سال ہمارے ستر آدمی شہید ہو جائیں تو مضائقہ نہیں درجہ شہادت ملے گا۔ نبی کریم ﷺ کا میلان بھی فطری رحمدلی اور شفقت و صلہ رحمی کی بنا پر اسی رائے کی طرف تھا۔ بلکہ صحابہ کی عام رائے اسی جانب تھی۔ بہت سے تو ان ہی وجوہ کی بنا پر جو ابو بکر نے بیان فرمائیں اور بعض محض مالی فائدہ کو دیکھتے ہوئے اس رائے سے متفق تھے۔ (کما نظر من قولہ تعالیٰ تَوْبِذُوْنَ عَرْضَ الدُّنْيَا صِرْحَ بِهَ الْحَافِظِ ابْنِ حَجْرٍ وَ ابْنِ الْقَيْمِ رَحِمَهُمَا اللّٰهُ) حضرت عمرؓ اور سعد بن معاذ نے اس سے اختلاف کیا۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ یا رسول اللہ! یہ قیدی کفر کے امام اور مشرکین کے سردار ہیں ان کو ختم کر دیا جائے تو کفر و شرک کا سر ٹوٹ جائے گا، تمام مشرکین پر ہیبت طاری ہو جائے گی، آئندہ مسلمانوں کو ستانے اور خدا کے راستے سے روکنے کا حوصلہ نہ رہے گا۔ اور خدا کے آگے مشرکین سے ہماری انتہائی نفرت و بغض اور کامل بیزاری کا اظہار ہو جائے گا کہ ہم نے خدا کے معاملہ میں اپنی قرابتوں اور مالی فوائد کی کچھ پروا نہیں کی اس لئے مناسب ہے کہ ان قیدیوں میں جو کوئی ہم میں سے کسی کا عزیز و قریب ہو، وہ اسے اپنے ہاتھ سے قتل کرے۔ الغرض بحث و تمحیص کے بعد حضرت ابو بکرؓ کے مشورہ پر عمل ہوا، کیونکہ کثرت رائے ادھر تھی اور خود نبی کریم ﷺ طبعی رافت و رحمت کی بناء پر اسی طرف مائل تھے اور ویسے بھی اخلاقی اور کلی حیثیت سے عام حالات میں وہ ہی رائے قرین صواب معلوم ہوتی ہے لیکن اسلام اس وقت جن حالات میں سے گذر رہا تھا، ان پر نظر کرتے ہوئے وقتی مصالح کا تقاضا یہ تھا کہ کفار کے مقابلہ میں سخت کمر شکن کارروائی کی جائے۔ تیرہ سال کے ستم کشوں کو طاعوت کے پرستاروں پر یہ ثابت کر دینے کا پہلا موقع ملا تھا کہ تمہارے تعلقات قرابت اموال جتھے اور طاقتیں اب کوئی چیز تم کو خدا کی شمشیر انتقام سے پناہ نہیں دے سکتی ابتداء ایک مرتبہ ظالم مشرکین پر رعب و ہیبت بٹھلا دینے کے بعد نرم خوئی اور صلہ رحمی کے استعمال کے لئے آئندہ بہترے مواقع باقی رہتے تھے۔ ادھر ستر مسلمانوں کے آئندہ قتل پر راضی ہو جانا معمولی بات نہ تھی۔ اسی لئے اس رائے کو اختیار فرمانا وقتی مصالح اور ہنگامی حیثیت سے حق تعالیٰ کے یہاں پسندیدہ نہ ہوا "مَا كَانَ لِنَبِيِّ اَنْ يَّكُوْنَ لَهٗ اَسْرٰى حَتّٰى يُّفِيْحَنَّ فِي الْاَرْضِ" میں اسی ناپسندیدگی کی طرف اشارہ ہے۔ صحابہ رضی اللہ عنہم کی یہ ایک سخت خطرناک اجتہادی غلطی قرار دی گئی۔ اور جن بعض لوگوں نے

زیادہ تر مالی فوائد پر نظر کر کے اس سے اتفاق کیا تھا ان کو صاف طور پر "تَرِيدُونَ غَرَضَ الدُّنْيَا" سے خطاب کیا گیا۔ یعنی تم دنیا کے فانی اسباب پر نظر کر رہے ہو، حالانکہ مومن کی نظر انجام پر ہونی چاہئے۔ خدا کی حکمت مقتضی ہو تو وہ تمہارا کام اپنے زور قدرت سے ظاہری سامان کے بدون بھی کر سکتا ہے۔ بہر حال فدیہ لے کر چھوڑ دینا اُس وقت کے حالات کے اعتبار سے بڑی بھاری غلطی قرار دی گئی۔ اتنا یاد رکھنا چاہئے کہ روایات سے حضور کی نسبت صرف اس قدر ثابت ہوتا ہے کہ محض صلہ رحمی اور رحمدلی کی بناء پر آپ کا رُحمان اس رائے کی طرف تھا البتہ صحابہ میں بعض صرف مالی فوائد کو پیش نظر رکھ کر اور اکثر حضرات دوسری مصالِح دینیہ اور اخلاقی داعیہ کے ساتھ مالی ضروریات کو بھی ملحوظ رکھتے ہوئے یہ رائے پیش کر رہے تھے۔ گویا صحابہ کے مشورہ میں کھلایا جزء مالی حیثیت ضرور زیر نظر تھی کسی درجہ میں مالی فوائد کے خیال سے "الْبَغْضُ فِي اللَّهِ" میں کوتاہی کرنا اور اصل مقصد "جہاد" سے غفلت برتنا اور ستر مسلمانوں کے قتل کئے جانے پر اپنے اختیار سے رضامند ہو جانا صحابہ جیسے مقررین کی شان عالی اور منصب جلیل کے منافی سمجھا گیا۔ اسی لئے ان آیات میں سخت عتاب آمیز لہجہ اختیار کیا گیا ہے۔ حدیث میں ہے کہ لڑائی میں ایک شخص کے سر پر زخم آیا، اُسے غسل کی حاجت ہوئی۔ پانی سر پر استعمال کرنا سخت مہلک تھا۔ ساتھیوں سے مسئلہ پوچھا۔ انہوں نے کہا کہ پانی کی موجودگی میں ہم تیرے لئے کوئی گنجائش نہیں پاتے۔ اُس نے غسل کر لیا اور فوت ہو گیا۔ حضور کو جب اس واقعہ کی اطلاع ہوئی فرمایا "قَتَلُوهُ قَتَلَهُمُ اللَّهُ" الحدیث اس سے ظاہر ہوا کہ اجتہادی غلطی اگر زیادہ واضح اور خطرناک ہو تو اُس پر عتاب ہو سکتا ہے۔ گویا یہ سمجھا جاتا ہے کہ مجتہد نے پوری قوت اجتہاد صرف کرنے میں کوتاہی کی۔

متوقع عذاب کا آنحضرت ﷺ کو نظارہ | یعنی یہ غلطی تو فی حد ذاتہ ایسی تھی کہ سخت سزا ان لوگوں کو دی جاتی جنہوں نے دنیوی سامان کا خیال کر کے ایسا مشورہ دیا مگر سزا دی سے وہ چیز مانع ہے جو خدا پہلے سے لکھ چکا اور طے کر چکا ہے۔ اور وہ کئی باتیں ہو سکتی ہیں (۱) مجتہد کو اس قسم کی اجتہادی خطا پر عذاب نہیں ہوگا (۲) جب تک خدا امر اور نہیاً کسی چیز کا صاف حکم بیان نہ فرمائے اُس وقت تک اُس کے مرتکب کو عذاب نہیں دیتا (۳) اہل بدر کی خطاؤں کو خدا معاف فرما چکا ہے (۴) غلطی سے جو روئے قبل از وقت اختیار کر لیا گیا یعنی فدیہ لے کر قیدیوں کو چھوڑ دینا خدا کے علم میں طے شدہ تھا کہ آئندہ اس کی اجازت ہو جائے گی۔ "فَاِمَّا مَنَّا بَعْدُ وَاِمَّا فِدَاءً" (۵) یہ بھی طے شدہ ہے کہ جب تک پیغمبر علیہ السلام ان میں موجود ہیں یا لوگ صدق دل سے استغفار کرتے ہیں، عذاب نہ آئے گا (۶) ان قیدیوں میں سے بہت کی قسمت میں اسلام لانا لکھا گیا تھا۔ الغرض اس قسم کے موانع اگر نہ ہوتے تو یہ غلطی اتنی عظیم و ثقیل تھی کہ سخت عذاب نازل ہو جانا چاہئے تھا۔ ایک روایت میں ہے کہ اس قولی تنبیہ کے بعد وہ عذاب جو اس طرح کی خوفناک غلطی پر آ سکتا تھا آپ کے سامنے نہایت قریب کر کے پیش کیا گیا۔ گویا یہ قولی تنبیہ کو زیادہ مؤثر بنانے کی ایک صورت تھی آپ اس منظر کو دیکھ کر وقف گر یہ وبکا ہو گئے۔ حضرت عمر نے سبب پوچھا تو آپ نے فرمایا کہ میرے سامنے ان کا عذاب پیش کیا گیا ہے یعنی جس کا آنا ان پر ممکن تھا اگر موانع مذکورہ بالا نہ ہوتے۔ یاد رکھنا چاہئے کہ آپ کے سامنے یہ پیش کرنا اسی قسم کا تھا جیسے صلوٰۃ کسوف ادا کرتے وقت آپ کے سامنے جنت و دوزخ دیوار قبلہ میں متشکل کر دی گئی تھی۔ یعنی اس متوقع عذاب کا نظارہ کرنا تھا اور بس۔

مِمَّا غَنِمْتُمْ حَلَالًا طَيِّبًا ۚ وَاتَّقُوا اللَّهَ ۗ إِنَّ اللَّهَ

جو تم کو غنیمت میں ملا حلال ستھرا اور ڈرتے رہو اللہ سے بے شک اللہ سے

عَفُورٌ رَّحِيمٌ ﴿۳۹﴾ يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِمَنْ فِي أَيْدِيكُمْ

بخشنے والا مہربان اے نبی کہدے اُن سے جو تمہارے ہاتھ میں ہیں

مِنَ الْأَسْرَىٰ ۚ إِنَّ اللَّهَ يَعْلَمُ اللَّهُ فِي قُلُوبِكُمْ خَيْرًا

قیدی اگر جانے گا اللہ تمہارے دلوں میں کچھ نیکی

يُؤْتِكُمْ خَيْرًا مِّمَّا أُخِذَ مِنْكُمْ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ۗ وَ

تو دے گا تم کو بہتر اُس سے جو تم سے چھین گیا اور تم کو بخشنے گا اور

اللَّهُ عَفُورٌ رَّحِيمٌ ﴿۴۰﴾ وَإِنْ يُرِيدُوا خِيَانَتَكَ

اللہ ہے بخشنے والا مہربان اور اگر چاہیں گے تجھ سے دغا کرنی

فَقَدْ خَانُوا اللَّهَ مِنْ قَبْلُ فَأَمْكَنَ مِنْهُمْ ۗ

سو وہ دغا کر چکے ہیں اللہ سے اس سے پہلے پھر اُس نے اُن کو پکڑا دیا

وَاللَّهُ عَلَيْهِمْ حَكِيمٌ ﴿۴۱﴾ إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَ

اور اللہ سب کچھ جاننے والا حکمت والا ہے جو لوگ ایمان لائے اور

هَاجَرُوا وَجْهَهُمْ وَأَمْوَالِهِمْ وَأَنْفُسِهِمْ

گھر چھوڑا اور لڑے اپنے مال اور جان سے

فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَالَّذِينَ آوَوْا وَنَصَرُوا

اللہ کی راہ میں اور جن لوگوں نے جگہ دی اور مدد کی

مال غنیمت حلال و طیب ہے | پچھلے عتاب و تہدید سے مسلمان ڈر گئے کہ مال غنیمت کو جس میں فدیہ اساری بھی شامل ہے، اب ہاتھ نہیں لگانا چاہئے۔ اس آیت میں تسلی فرمادی کہ وہ اللہ کی عطاء ہے خوشی سے کھاؤ۔ ہاں جہاد کے سلسلہ میں مال غنیمت وغیرہ کو صحیح نظر بنانا یا اس قدر اہمیت دینا نہیں چاہئے کہ مقاصد عالیہ اور مصالح کلیہ سے اغماض ہونے لگے۔ بیشک وقتی حالات و مصالح کے اعتبار سے تم نے ایک غلط طریق کار اختیار کیا۔ مگر نفس مال میں کوئی خبث نہیں۔ خدا سے ڈرتے رہو گے تو وہ اپنی رحمت سے غلطیوں کو معاف فرمادے گا۔

رسول اللہ ﷺ کے ذریعہ قیدیوں سے خطاب | بعض قیدیوں نے اپنے اسلام کا اظہار کیا تھا (مثلاً حضرت عباس رضی اللہ عنہ وغیرہ) ان سے کہا گیا کہ اللہ دیکھے گا کہ واقعی تمہارے دل میں ایمان و تصدیق موجود ہے تو جو کچھ زرفدیہ اس وقت تم سے وصول کیا گیا ہے اس سے کہیں زیادہ اور کہیں بہتر تم کو مرحمت فرمائے گا، اور پچھلی خطاؤں سے درگزر کرے گا۔ اور اگر اظہار اسلام سے صرف پیغمبر کو فریب دینا مقصود ہے یا دعا بازی کرنے کا ارادہ ہے تو پیشتر خدا سے جو دعا بازی کر چکے ہیں، یعنی فطری عہد الست کے خلاف کفر و شرک اختیار کیا یا بعض ”بنی ہاشم“ جو ابوطالب کی زندگی میں عہد کر کے آنحضرت ﷺ کی حمایت پر متفق ہوئے تھے۔ اب کافروں کے ساتھ ہو کر آئے اس کا انجام آنکھوں سے دیکھ لیا کہ آج کس طرح مسلمانوں کی قید اور قابو میں ہیں۔ آئندہ بھی دعا بازی کی ایسی ہی سزا ملی سکتی ہے۔ خدا تعالیٰ سے اپنے دلوں اور نیتوں کو چھپا نہیں سکتے اور نہ اس کے حکیمانہ انتظامات کو روک سکتے ہیں۔ حضرت شاہ صاحب لکھتے ہیں۔ ”خدا کا وعدہ پورا ہوا، ان میں جو مسلمان ہوئے حق تعالیٰ نے بی شمار دولت بخشی، جو نہ ہوئے وہ خراب ہو کر تباہ ہو گئے۔“

أُولَئِكَ بَعْضُهُمْ أَوْلِيَاءُ بَعْضٍ ۖ وَالَّذِينَ

اور جو

وہ ایک دوسرے کے رفیق ہیں

آمَنُوا وَلَمْ يَأْتِيهَا جِرُومًا لَّكُمْ مِّنْ وَلَا يَتَّبِعُهُمْ

تم کو ان کی رفاقت سے

اور گھر نہیں چھوڑا

ایمان لائے

مِّنْ شَيْءٍ حَتَّىٰ يُهَاجَرُوا ۚ وَإِنِ اسْتَنْصَرُوكُمْ

اور اگر وہ تم سے مدد چاہیں

جب تک وہ گھر نہ چھوڑ آئیں

کچھ کام نہیں

فِي الدِّينِ فَعَلَيْكُمُ النَّصْرُ إِلَّا عَلَىٰ قَوْمٍ بَيْنَكُمْ

مگر مقابلہ میں ان لوگوں کے کہ ان میں

تو تم کو لازم ہے ان کی مدد کرنی

دین میں

وَبَيْنَهُمْ مِّيثَاقٌ ۖ وَاللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ بَصِيرٌ ﴿٤٢﴾

اور اللہ جو تم کرتے ہو اس کو دیکھتا ہے

اور تم میں عہد ہو

وَالَّذِينَ كَفَرُوا بَعْضُهُمْ أَوْلِيَاءُ بَعْضٍ ۚ إِلَّا

اگر

وہ ایک دوسرے کے رفیق ہیں

اور جو لوگ کافر ہیں

تَفْعَلُوهُ تَكُنْ فِتْنَةٌ فِي الْأَرْضِ وَفَسَادٌ كَبِيرٌ ﴿٤٣﴾

اور بڑی خرابی ہوگی

ملک میں

تو فتنہ پھیلے گا

تم یوں نہ کرو گے

وَالَّذِينَ آمَنُوا وَهَاجَرُوا وَجْهَهُمْ فِي

اور لڑنے

اور اپنے گھر چھوڑے

اور جو لوگ ایمان لائے

سَبِيلِ اللَّهِ وَالَّذِينَ آمَنُوا وَنَصَرُوا أُولَئِكَ

وہی ہیں

اور ان کی مدد کی

اور جن لوگوں نے ان کو جگہ دی

اللہ کی راہ میں

دارالحرب کے مسلمانوں کے احکام | قیدیوں میں بعض ایسے تھے جو دل سے مسلمان تھے، مگر حضرت کے ساتھ مکہ سے ہجرت نہ کر سکے اور بادل نخواستہ کفار کے ساتھ ہو کر بدر میں آئے۔ ان آیات میں یہ بتلانا ہے کہ ایسے مسلمانوں کا حکم کیا ہے۔ حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں کہ حضرت کے اصحاب دو فرقے تھے ”مہاجرین“ اور ”انصار“ مہاجرین کنبہ اور گھر چھوڑنے والے اور انصار جگہ دینے والے اور مدد کرنے والے۔ ان دونوں میں آنحضرت ﷺ نے مواخاۃ (بھائی چارہ) قائم کر دیا تھا آیت کا مضمون یہ ہوا کہ جتنے مسلمان حضرت کے ساتھ حاضر ہیں ان سب کی صلح و جنگ ایک ہے، ایک کا موافق سب کا موافق، ایک کا مخالف سب کا مخالف، بلکہ آغاز ہجرت میں رشتہ مواخاۃ کے لحاظ سے ایک دوسرے کے ترکہ کا وارث بھی ہوتا تھا۔ اور جو مسلمان اپنے ملک میں رہے جہاں کافروں کا زور اور تسلط ہو۔ یعنی دارالحرب سے ہجرت نہ کی ان کی صلح و جنگ میں ”دارالاسلام“ کے رہنے والے مسلمان (مہاجرین و انصار) شریک نہیں۔ اگر دارالحرب کے مسلمانوں نے صلح و معاہدہ کسی جماعت کفار سے کر لیا ہے تو دارالاسلام کے آزاد مسلمان اس معاہدہ کے پابند نہیں ہو سکتے، بلکہ ان سے حسب مصلحت جنگ کر سکتے ہیں، ہاں یہ ضرور ہے کہ دارالحرب کے مسلمان جس وقت دینی معاملہ میں آزاد مسلمانوں سے مدد طلب کریں تو ان کو اپنے مقدر کے موافق مدد کرنا چاہئے۔ مگر جس جماعت سے ان آزاد مسلمانوں کا معاہدہ ہو چکا ہو اس کے مقابلہ میں تابقائے عہد دارالحرب کے مسلمانوں کی امداد نہیں کی جاسکتی۔ نیز توریث باہمی کا سلسلہ جو مہاجرین و انصار میں قائم کیا گیا تھا، اس میں بھی دارالحرب کے مسلمان شامل نہیں تھے۔

کفار ایک دوسرے کے دوست ہیں | یعنی کافر و مسلم میں نہ حقیقی رفاقت ہے نہ ایک دوسرے کا وارث بن سکتا ہے۔ ہاں کافر، کافر کا رفیق و وارث ہے بلکہ سب کافر تم سے دشمنی کرنے کو آپس میں ایک ہیں، جہاں پائیں گے ضعیف مسلمانوں کو ستائیں گے اس کے بالقابل اگر مسلمان ایک دوسرے کے رفیق اور مددگار نہ ہونگے یا کمزور مسلمان اپنے کو آزاد مسلمانوں کی معیت و رفاقت میں لانے کی کوشش نہ کریں گے تو سخت خرابی اور فتنہ پھا ہو جائے گا۔ یعنی ضعیف مسلمان مامون نہ رہ سکیں گے ان کا ایمان تک خطرہ میں ہوگا۔

هُمُ الْمُؤْمِنُونَ حَقًّا لَهُمْ مَغْفِرَةٌ وَرِزْقٌ كَرِيمٌ ﴿۵۳﴾

سچے مسلمان ان کے لیے بخشش ہے اور روزی عزت کی

وَالَّذِينَ آمَنُوا مِنْ بَعْدُ وَهَاجَرُوا وَجَاهَدُوا مَعَكُمْ

اور جو ایمان لائے اس کے بعد اور گھر چھوڑ آئے اور لڑے تمہارے ساتھ ہو کر

فَأُولَٰئِكَ مِنْكُمْ وَأُولُوا الْأَرْحَامِ بَعْضُهُمْ أَوْلَىٰ

سودا لوگ بھی تمہی میں ہیں اور رشتہ دار آپس میں حق دار زیادہ ہیں

بِبَعْضٍ فِي كِتَابِ اللَّهِ ۗ إِنَّ اللَّهَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ ﴿۵۴﴾

ایک دوسرے کے اللہ کے علم میں تحقیق اللہ ہر چیز سے خبر دار ہے

توبہ

آيَاتُهَا ۱۲۹ (۹) سُورَةُ التَّوْبَةِ مَدَنِيَّةٌ (۱۱۳) رُكُوعَاتُهَا ۱۶

سورہ توبہ مدینہ میں اتری اور اس میں ایک سو اسی آیتیں اور سولہ رکوع ہیں

بِرَاءَةٌ مِنَ اللَّهِ وَرَسُولِهِ إِلَى الَّذِينَ عَاهَدْتُمْ

صاف جواب ہے اللہ کی طرف سے اور اس کے رسول کی ان مشرکوں کو

مِّنَ الْمُشْرِكِينَ ۗ فَسَبِّحُوا فِي الْأَرْضِ أَرْبَعَةَ

چار جن سے تمہارا عہد ہوا تھا سو پھر لو اس ملک میں

یعنی دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی سردار کے ساتھ والے مسلمان اعلیٰ ہیں گھر بیٹھنے والوں سے۔ آخرت میں ان کے لئے بڑی بھاری بخشش ہے اور دنیا میں عزت کی روزی یعنی نعمت اور دوسرے فائق حقوق۔

مہاجرین اور انصار کے فضائل یعنی مہاجرین میں جتنے بعد کوشاں ہوتے جائیں وہ سب باعتبار احکام "مہاجرین اولین" کی برادری میں منسلک ہیں ہجرت کے تقدّم و تاخر کی وجہ سے صلح و جنگ یا توریث وغیرہ کے احکام پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔ ہاں اگر قدیم مہاجرین کا کوئی رشتہ دار پیچھے مسلمان ہو یا بعد میں ہجرت کر کے آیا تو وہ اس قدیم مہاجر کی میراث کا زیادہ حقدار ہے اگرچہ رفاقت قدیم اوروں سے ہے۔

وہی جانتا ہے کہ کس کا کس قدر حق ہونا چاہئے لہذا اس کے احکام سراسر علم و حکمت پر مبنی ہیں۔

تفسیر عثمان

سورة التوبة | سورة انفال اوائل هجرة میں اور یہ سورة براءة او اخر هجرة میں نازل ہوئی ہے۔ آنحضرت ﷺ کی

عادت یہ تھی کہ جو آیات قرآنی نازل ہوتیں، فرمادیتے کہ ان کو فلاں سورت میں فلاں موقع پر رکھو۔ ان آیات کے متعلق (جنہیں اب سورہ "توبہ" یا براءۃ" کہا جاتا ہے) آپ نے کوئی تصریح نہیں فرمائی کہ کس سورت میں درج کی جائیں جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ مستقل سورت ہے کسی دوسری سورت کا جز نہیں لیکن عام قاعدہ یہ تھا کہ جب نئی سورت نازل ہوتی تو پہلی سورت سے جدا کرنے کے لئے "بسم اللہ" آتی تھی۔ سورہ توبہ کے شروع میں "بسم اللہ" نہ آئی۔ جو مشعر ہے کہ یہ جداگانہ سورت نہیں۔ ان وجوہ پر نظر کر کے مصاحف عثمانیہ میں اس کے شروع میں "بسم اللہ" نہیں لکھی گئی لیکن کتابت میں اس کے اور انفال کے درمیان فصل کر دیا گیا کہ نہ پوری طرح اس کا استقلال ظاہر ہو اور نہ دوسری سورت کا جز ہوتا۔ باقی انفال کے بعد متصل رکھنے کی وجہ یہ ہے کہ انفال نزول میں مقدم ہے بلا خاص وجہ کے موخر کیوں کی جاتی اور دونوں کے مضامین باہم اس قدر مرتبط و منسوق واقع ہوئے ہیں کہ گویا براءۃ کو "انفال" کا تتمہ اور کلمہ کہا جاسکتا ہے۔ سورہ انفال تمام تر غزوہ بدر اور اس کے متعلقات پر مشتمل ہے۔ یوم بدر کو قرآن نے "یوم الفرقان" کہا کیونکہ اس نے حق و باطل، اسلام و کفر اور موحدین و مشرکین کی پوزیشن کو بالکل جدا کر کے دکھلایا۔ بدر کا معرکہ فی الحقیقت خالص اسلام کی عالمگیر اور طاقتور برادری کی تعمیر کا سنگ بنیاد اور حکومت الہی کی تاسیس کا دیباچہ تھا۔ وَالَّذِينَ كَفَرُوا بَعْضُهُمْ أَوْلِيَاءُ بَعْضٍ کے مقابلہ میں جس خالص اسلامی برادری کے قیام کی طرف "انفال" کے خاتمہ پر اَلَا تَفْعَلُوهُ تَكُن فِتْنَةً فِي الْأَرْضِ وَفَسَادٌ كَبِيرٌ کہہ کر توجہ دلائی ہے اس کا صریح اقتضاء ہے کہ اس عالمگیر برادری کا کوئی طاقتور اور زبردست مرکز حسی طور پر بھی دنیا میں قائم ہو، جو ظاہر ہے کہ جزیرۃ العرب کے سوا نہیں ہو سکتا جس کا صدر مقام مکہ معظمہ ہے۔ "انفال" کے اخیر میں یہ بھی جتلا دیا گیا تھا کہ جو مسلمان مکہ وغیرہ سے ہجرت کر کے نہیں آئے اور کافروں کے زیر سایہ زندگی بسر کر رہے ہیں، دارالاسلام کے آزاد مسلمانوں پر ان کی ولایت و رفاقت کی کوئی ذمہ داری نہیں۔ مَا لَكُمْ مِنْ وَلَا يَتَّبِعُهُمْ مِنْ شَيْءٍ حَتَّى يُهَاجِرُوا هَا حَسْبَ اسْتَطَاعَتْ اِنْ كُنْتُمْ دِينًا مَدِينًا پہنچانی چاہئے۔ اس سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ مرکز اسلام میں موالات و اخوت اسلامی کی کڑیوں کو پوری مضبوطی کے ساتھ جوڑنے کے لئے دو باتوں میں سے ایک ہونی چاہئے یا تمام عرب کے مسلمان ترک وطن کر کے مدینہ آجائیں اور اسلامی برادری میں بے روک ٹوک شامل ہوں اور یا آزاد مسلمان مجاہدانہ قربانیوں سے کفر کی قوت کو توڑ کر جزیرۃ العرب کی سطح ایسی ہموار کر دیں کہ کسی مسلمان کو ہجرت کی ضرورت ہی باقی نہ رہے یعنی تقریباً سارا جزیرۃ العرب خالص اسلامی برادری کا ایسا ٹھوس مرکز اور غیر مخلوط مستقر بن جائے جس کے دامن سے عالمگیر اسلامی برادری کا نہایت محکم اور شاندار مستقبل وابستہ ہو سکے۔ یہ دوسری صورت ہی ایسی تھی جس سے روز روز کے فتنہ و فساد کی بیخ کٹی ہو سکتی تھی، اور مرکز اسلام کفار کے اندرونی فتنوں سے بالکل پاک و صاف اور آئے دن کی بدبھیڑیوں اور ستم رانیوں سے پورا مامون و مطمئن ہو کر تمام دنیا کو اپنی عالمگیر برادری میں داخل ہونے کی دعوت دے سکتا تھا۔ اسی اعلیٰ اور پاک مقصد کے لئے مسلمانوں نے ۲ ہجری میں پہلا قدم میدان بدر کی طرف اٹھایا تھا۔ جو آخر کار ۸ ہجری میں مکہ معظمہ کی فتح عظیم پر نتیجی ہوا جو فتنے اشاعت یا حفاظت اسلام کی راہ میں مزاحم ہوتے رہتے تھے فتح مکہ نے ان کی جڑوں پر تیشہ لگایا۔ لیکن ضرورت تھی کہ وَقَاتِلُوهُمْ حَتَّى لَا تَكُونَ فِتْنَةً (انفال، رکوع ۵۷) کے امتثال میں اسلامی برادری کے مرکز اور حکومت الہیہ کے مستقر (جزیرۃ العرب) کو فتنہ کے جرائم سے بالکل صاف کر دیا جائے، تاکہ وہاں سے تمام دنیا کو اسلامی دیانت اور حقیقی تہذیب کی دعوت دیتے وقت تقریباً سارا جزیرۃ العرب یک جان و یک زبان ہو اور کوئی اندرونی کمزوری یا خلفشار بیرونی مزاحمتوں کے ساتھ مل کر اس مقدس مشن کو نقصان نہ پہنچا سکے۔ پس جزیرۃ العرب کو ہر قسم کی کمزوریوں اور فتنوں سے پاک کرنے اور عالمگیر دعوت اسلامی کے بلند ترین مقام پر کھڑا کرنے کے لئے لازم ہوا کہ دعوت اسلام کا مرکز خالص اسلامییت کے رنگ میں رنگین ہو۔ اس کے قلب و جگر سے صدائے حق کے سوا کوئی دوسری آواز نکل کر دنیا کے کانوں میں نہ پہنچے۔ پورا جزیرہ سارے جہان کا معلم اور ہادی بنے اور ایمان و کفر کی کشمکش کا ہمیشہ کے لئے یہاں سے خاتمہ ہو جائے۔ سورہ براءۃ کے مضامین کا یہی حاصل ہے۔ چنانچہ چند روز میں خدا کی رحمت اور سچائی کی طاقت سے مرکز اسلام ہر طرح کے وسوسے کفر و شرک سے پاک ہو گیا اور سارا عرب متحد ہو کر شخص واحد کی طرح تمام عالم میں نور ہدایت اور عالمگیر اسلامی اخوت پھیلانے کا کفیل و ضامن بنا فَلَئِلَہِ الْحَمْدُ عَلٰی ذٰلِکَ۔ الغرض سورہ انفال میں جس چیز کی ابتداء تھی سورہ توبہ (براءۃ) میں اس کی انتہاء ہے۔ اس لئے "اول باختر نسبتہ دار" کے موافق "براءۃ" کو "انفال" کے ساتھ بطور کلمہ ملحق کر دیا گیا۔ اور بھی مناسبات ہیں جن کو علماء نے تفاسیر میں بیان کیا ہے۔

أَشْهَرُ وَاعْلَمُوا أَنَّكُمْ غَيْرُ مُعْجِزِي اللَّهِ وَلَا أَنَّ

میں اور جان لو کہ تم نہ تھکا سکو گے اللہ کو اور یہ کہ

اللَّهُ مُخِزُّ الْكٰفِرِيْنَ ۝۲ وَ اَذٰنٌ مِّنَ اللّٰهِ وَ

اللہ مخرسوا کرنے والا ہے کافروں کو اور سنا دینا ہے اللہ کی طرف سے اور

رَسُوْلِهٖ اِلَى النَّاسِ يَوْمَ الْحَجِّ الْاَكْبَرِ اِنَّ اللّٰهَ

اس کے رسول کی لوگوں کو دن بڑے دن کے اللہ

بَرِيءٌ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ ؕ وَرَسُوْلُهُ ؕ فَاِنْ تَبَيْتُمْ

اللہ ہے مشرکوں سے اور اس کا رسول سوا کرتے تو پہنچو

فَهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ ؕ وَاِنْ تَوَلَّيْتُمْ فَاَعْلَمُوا اَنَّكُمْ غَيْرُ

تو تمہارے لیے بہتر ہے اور اگر نہ مانو تو جان لو کہ تم ہرگز

مُعْجِزِي اللّٰهِ ؕ وَبَشِّرِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِعَذٰبٍ

نہ تھکا سکو گے اللہ کو اور خوش خبری سنا دے کافروں کو عذاب

اَلِيْمٍ ۝۳ اِلَّا الَّذِيْنَ عٰهَدْتُمْ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ

دردناک کی مگر جن مشرکوں سے تم نے عہد کیا تھا

تُمْ لَمْ يَنْقُصُوْكُمْ شَيْئًا وَّلَمْ يَظٰهَرُوْا عَلَيْكُمْ

پھر انہوں نے کچھ قصور نہ کیا تمہارے ساتھ اور مدد نہ کی تمہارے مقابلہ میں

اَحَدًا فَاْتَمُّوْا اِلَيْهِمْ عٰهَدَهُمْ اِلٰى مُدٰتِهِمْ ؕ اِنْ

کسی سے پورا کر دو ان کا عہد ان کے وعدہ تک سب تک

کفار و مشرکین کو چار ماہ کی مہلت | ۶۔ ہجری میں بمقام ”حدیبیہ“ جب نبی کریم ﷺ اور قریش کے درمیان معاہدہ صلح ہو چکا، تو بنی خزاعہ مسلمانوں کے اور بنی بکر قریش کے حلیف بنے۔ بنی بکر نے معاہدہ کی پروا نہ کر کے خزاعہ پر حملہ کر دیا اور قریش نے اسلحہ وغیرہ سے ظالم حملہ آوروں کی مدد کی۔ اس طرح قریش اور ان کے حلیف دونوں معاہدہ حدیبیہ پر قائم نہ رہے جس کے جواب میں ۸۔ ہجری میں نبی کریم ﷺ نے اچانک حملہ کر کے مکہ معظمہ بڑی آسانی سے فتح کر لیا۔ ان قبائل کے سوا دوسرے قبائل عرب سے مسلمانوں کا میعاد یا غیر میعاد معاہدہ تھا۔ جن میں سے بعض اپنے معاہدہ پر قائم رہے۔ بہت سے قبائل وہ تھے جن سے کسی قسم کا معاہدہ نہیں ہوا تھا۔ اس سورت کی مختلف آیات مختلف قبائل کے متعلق نازل ہوئی ہیں۔ شروع کی آیات میں غالباً ان مشرکین کا ذکر ہے جن سے معاہدہ تھا مگر میعاد نہ تھا۔ ان کو اطلاع کر دی گئی کہ ہم آئندہ معاہدہ رکھنا نہیں چاہتے۔ چار ماہ کی مہلت تم کو دی جاتی ہے کہ اس مدت کے اندر اسلامی برادری میں شامل ہو جاؤ یا وطن چھوڑ کر مرکز ایمان و توحید کو اپنے وجود سے خالی کر دو اور یا جنگی مقابلہ کے لیے تیار ہو جاؤ لیکن یہ خوب سمجھ لینا کہ تم خدا کی مشیت کو روک نہیں سکتے۔ اگر اسلام نہ لائے تو وہ تم کو دنیا و آخرت میں رسوا کرنے والا ہے۔ تم اپنی تدبیروں اور حیلہ بازیوں سے اسے عاجز نہ کر سکو گے۔ باقی جن قبائل سے کوئی معاہدہ ہی نہ تھا، ممکن ہے انہیں بھی چار ماہ کی مہلت دی گئی ہو۔ یہ اور اس کے بعد کی آیتوں کا اعلان عام ۹۔ ہجری میں حج کے موقع پر تمام قبائل عرب کے سامنے حضرت علیؑ نے کیا۔

”حج کو اکبر اس لئے کہا کہ ”عمرہ“ حج اصغر ہے اور یوم النحر الاکبر سے دسویں تاریخ ”عید الاضحیٰ“ کا دن، یا نویں تاریخ ”عرفہ“ کا دن مراد ہے۔

عہد شکن قبائل کیلئے کھلا اعلان | یہ اعلان غالباً ان قبائل کے حق میں تھا جنہوں نے میعاد معاہدہ کیا۔ پھر خود ہی عہد شکنی کی (مثلاً بنی بکر یا قریش وغیرہم) یعنی ایسے لوگوں سے کوئی معاہدہ اب باقی نہیں رہا۔ اگر یہ سب لوگ شرک و کفر سے توبہ کر لیں تو ان کی دنیا و آخرت دونوں سنور جائیں گی۔ نہیں تو خدا کا جو کچھ ارادہ ہے (تطہیر جزیرۃ العرب کا) وہ پورا ہو کر رہے گا۔ کوئی طاقت اور تدبیر اسے مغلوب نہیں کر سکتی اور کافروں کو کفر و بد عہدی کی سزا مل کر رہے گی۔ تنبیہ | ان قبائل کی عہد شکنی اگرچہ فتح مکہ ۸۔ ہجری سے پہلے ہو چکی تھی، بلکہ اسی کے جواب میں مکہ فتح کیا گیا۔ تاہم ۹۔ ہجری کے حج کے موقع پر اس کا بھی اعلان عام کرایا گیا تاکہ واضح ہو جائے کہ اس قسم کے جتنے لوگ ہیں ان سے کسی قسم کا معاہدہ باقی نہیں رہا۔

اللَّهُ يُحِبُّ الْمُتَّقِينَ ﴿۳﴾ فَإِذَا انْسَلَخَ الْأَشْهُرُ

اللہ کو پسند ہیں احتیاط والے ﴿۳﴾ پھر جب نزر جائیں

الْحُرُمِ فَاقْتُلُوا الْمُشْرِكِينَ حَيْثُ وَجَدْتُمُوهُمْ

پناہ کے تو مارو مشرکوں کو جہاں پاؤ

وَخُذُوهُمْ وَأَحْصِرُوهُمْ وَأَقْعُدُوا لَهُمْ كُلَّ مَرْصِدٍ ۚ

اور پکڑو اور گھیرو اور بیٹھو ہر جگہ ان کی تاک میں

فَإِنْ تَابُوا وَأَقَامُوا الصَّلَاةَ وَآتَوُا الزَّكَاةَ

پھر اگر وہ توبہ کریں اور قائم رکھیں نماز اور دیا کریں زکوٰۃ

فَخَلُّوا سَبِيلَهُمْ ۗ إِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَحِيمٌ ﴿۵﴾ وَإِنْ

تو چھوڑ دو ان کا راستہ ﴿۵﴾ بے شک اللہ ہے بخشنے والا مہربان اور اگر

أَحَدٌ مِّنَ الْمُشْرِكِينَ اسْتَجَارَكَ فَأَجِرْهُ حَتَّىٰ

کوئی مشرک تجھ سے پناہ مانگے تو اس کو پناہ دے دے یہاں تک

يَسْمَعَ كَلِمَةَ اللَّهِ ثُمَّ أَبْلِغْهُ مَأْمَنَهُ ۗ ذَٰلِكَ بِأَنَّهُمْ

کہ وہ سن لے کلام اللہ کا پھر پہنچادے اس کو اس کی امن کی جگہ یہ اس واسطے کہ وہ لوگ

قَوْمٌ لَا يَعْلَمُونَ ﴿۶﴾ كَيْفَ يَكُونُ لِلْمُشْرِكِينَ

علم نہیں رکھتے ﴿۶﴾ کیونکر ہو دے مشرکوں کے لیے

عَهْدٌ عِنْدَ اللَّهِ وَعِنْدَ رَسُولِهِ إِلَّا الَّذِينَ

عہد اللہ کے نزدیک اور اس کے رسول کے نزدیک مگر جن لوگوں سے

یہ استثناء اُن قبائل کے لئے ہے جن کا معاہدہ میعادی تھا، پھر وہ اس پر برابر قائم رہے کچھ کوتاہی ایفائے عہد میں نہیں کی، نہ بذات خود کوئی کاروائی خلاف عہد کی اور نہ دوسرے بد عہدوں کو مدد پہنچائی (مثلاً بنی ضمرہ و بنی مدینہ) ان کے متعلق اعلان کر دیا گیا کہ میعاد معاہدہ منقضی ہونے تک مسلمان بھی برابر معاہدہ کا احترام کریں گے۔ میعاد ختم ہونے کے بعد کوئی جدید معاہدہ نہیں۔ اس وقت ان کے لئے بھی وہی راستہ ہے جو اوروں کے لئے تھا۔

مہلت کے بعد کفار کے قتل کا حکم | استثناء سے فارغ ہو کر پھر مستثنیٰ منہ کا حکم بیان فرماتے ہیں یعنی ان عہد شکنی کرنے والوں سے اگر چہ اب کوئی معاہدہ باقی نہ رہا اور اس لئے علی الفور جنگ کی جاسکتی ہے تاہم ”اشہر حرم“ کی رعایت مانع ہے کہ فوراً اُن پر حملہ کیا جائے خواہ اس لئے کہ اس وقت تک اشہر حرم میں ابتداءً قتال کرنا ممنوع ہوگا یا مصلحت کہ تھوڑی سی بات کے لئے عام لوگوں میں کیوں تشویش پیدا کی جائے کیونکہ ان مہینوں میں قتال کی حرمت اُن کے یہاں معروف و مسلم چلی آتی تھی۔ بہر حال ماہ محرم کے ختم تک اُن کو مہلت دی گئی کہ جو چاہیں اپنا بندوبست کر لیں۔ اُس کے بعد تطہیر جزیرۃ العرب کی خاطر جنگ سے چارہ نہیں۔ جو کچھ برتاؤ جنگ میں ہوتا ہے (مارنا، پکڑنا، گھیرنا، داؤ لگانا، گھات میں رہنا) وہ سب ہوگا، البتہ اگر بظاہر کفر سے توبہ کر کے اسلامی برادری میں داخل ہو جائیں جس کی بڑی علامات نماز ادا کرنا اور زکوٰۃ دینا ہے تو پھر مسلمانوں کو اُن سے تعرض کرنے اور اُن کا راستہ روکنے کی اجازت نہیں۔ رہا باطن کا معاملہ وہ خدا کے سپرد ہے مسلمانوں کا معاملہ اُس کے ظاہر کو دیکھ کر ہوگا۔ اس آیت سے معلوم ہوا کہ اگر کوئی شخص کلمہ اسلام پڑھ کر نماز ادا نہ کرے یا زکوٰۃ نہ دے تو مسلمان اُس کا راستہ روک سکتے ہیں۔ امام احمد، امام شافعی، امام مالک کے نزدیک اسلامی حکومت کا فرض ہے کہ تارکِ صلوة اگر توبہ نہ کرے تو اسے قتل کر دے۔ (امام احمد کے نزدیک ریزہ اور مالک و شافعی کے نزدیک حد اور تعزیراً) امام ابو حنیفہ فرماتے ہیں کہ اُسے خوب زد و کوب کرے اور قید میں رکھے حتیٰ یَمُوتَ اَوْ یَتُوبَ (حتیٰ کہ مر جائے یا توبہ کرے) بہر حال تخلیہ سبیل کسی کے نزدیک نہیں۔ رہے مانعین زکوٰۃ اُن کے اموال میں سے حکومت جبراً زکوٰۃ وصول کرے اور اگر وہ لوگ مل کر حکومت سے آمادہ پیکار ہوں تو راہِ راست پر لانے کے لئے جنگ کی جائے۔ حضرت ابو بکر صدیقؓ نے مانعین زکوٰۃ پر جو جہاد کیا تھا اس کا واقعہ کتب حدیث و تاریخ میں مشہور و معروف ہے۔

کفار کو پناہ دینے کا حکم | پہلے فرمایا تھا کہ اگر اپنی کفریات سے توبہ کر کے اسلام میں داخل ہو جائیں تو مامون ہیں۔ ممکن تھا کہ کسی شخص کو اصول اسلام سے آگاہی نہ ہو، وہ تحقیق و رفع شکوک کی غرض سے مسلمانوں کے پاس آنا چاہے، اُس کی نسبت فرما دیا کہ اپنی پناہ اور حفاظت میں لے کر خدا کا کلام اور اسلام کے حقائق و دلائل سناؤ۔ اگر قبول نہ کرے تو اُس کو قتل مت کرو۔ بلکہ کہیں ٹھکانے پر امن کی جگہ پہنچا دو، جہاں پہنچ کر وہ مامون و مطمئن ہو جائے۔ اُس کے بعد وہ سب کافروں کے برابر ہے۔ یہ امن دینے کا حکم اس لئے ہے کہ اسلامی اصول و حقائق سے ان لوگوں کو آگاہی نہیں ہے۔ لہذا اُن کے سامنے حق خوب طرح واضح کر دینا چاہئے۔ اگر اُس کے بعد بھی عناد برتے تو ”تَبِیْنَ الرُّشْدَ مِنَ الْغَیِّ“ کے بعد دین میں کوئی اکراہ نہیں۔

عَهْدُكُمْ عِنْدَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ، فَمَا اسْتَقَامُوا

تم نے عہد کیا تھا مسجد حرام کے پاس سو جب تک وہ تم سے سیدھے

لَكُمْ فَاسْتَقِيمُوا لَهُمْ ط إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الْمُتَّقِينَ ۝

رہیں تم ان سے سیدھے رہو بے شک اللہ کو پسند ہیں احتیاط والے

كَيْفَ وَإِنْ يَظْهَرُوا عَلَيْكُمْ لَا يَرْقُبُوا فِيكُمْ

کیونکہ رہے صلح اور اگر وہ تم پر قابو پائیں تو نہ لحاظ کریں تمہاری

إِلَّا وَلَا ذِمَّةٌ ط يُرْضُونَكُمْ بِأَفْوَاهِهِمْ وَتَأْبَىٰ

قرابت کا اور نہ عہد کا تم کو راضی کر دیتے ہیں اپنے منہ کی بات سے اور ان کے

قُلُوبِهِمْ ۚ وَآكْثَرُهُمْ فَسِقُونَ ۝ اِشْتَرَوْا بِآيَاتِ

دل نہیں مانتے اور اکثر ان میں بدعہد ہیں نچ ڈالے انہوں نے اللہ کے

اللَّهِ ثَمَنًا قَلِيلًا فَصَدَّوْا عَنْ سَبِيلِهِ ۚ إِنَّهُمْ

علم تھوڑی قیمت پر پھر روکا اس کے رستے سے نے

سَاءَ مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ ۝ لَا يَرْقُبُونَ فِي

کام ہیں جو وہ لوگ کر رہے ہیں نہیں لحاظ کرتے کسی

مُؤْمِنٍ إِلَّا وَلَا ذِمَّةٌ ط وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُعْتَدُونَ ۝

مسلمان کے حق میں قرابت کا اور نہ عہد کا اور وہی ہیں زیادتی پر

فَإِنْ تَابُوا وَأَقَامُوا الصَّلَاةَ وَآتَوُا الزَّكَاةَ

سوا اگر توبہ کریں اور قائم رکھیں نماز اور دیتے رہیں زکوٰۃ

بدعہدوں کا معاملہ | پچھلی آیات میں جو براءۃ کا اعلان کیا گیا تھا، یہاں اس کی حکمت بیان فرماتے ہیں۔ یعنی ان مشرکین عرب سے کیا عہد قائم رہ سکتا ہے اور آئندہ کیا صلح ہو سکتی ہے جن کا حال تم مسلمانوں کے ساتھ یہ ہے کہ اگر کسی وقت ذرا قابو تم پر حاصل کر لیں تو ستانے اور نقصان پہنچانے میں نہ قرابت کا مطلق لحاظ کریں اور نہ قول و قرار کا۔ چونکہ اتفاق سے تم پر غلبہ اور قابو حاصل نہیں ہے، اس لئے محض زبانی عہد و پیمانہ کر کے تم کو خوش رکھنا چاہتے ہیں، ورنہ ان کے دل ایک منٹ کے لئے بھی اس عہد پر راضی نہیں۔ ہر وقت عہد شکنی کا موقع تلاش کرتے رہتے ہیں۔ چونکہ ان میں اکثر لوگ غدار اور بدعہد ہیں اگر کوئی اکاؤنٹ کا وفا کے عہد کا خیال بھی کرتا ہے تو کثرت کے مقابلہ میں اس کی کچھ پیش نہیں جاتی۔ بہر حال ایسی دعا باز بدعہد قوم سے خدا اور رسول کا کیا عہد ہو سکتا ہے۔ البتہ جن قبائل سے تم بالخصوص مسجد حرام کے پاس معاہدہ کر چکے ہو، سو تم ابتداء کر کے نہ توڑو۔ جب تک وہ وفاداری کے راستہ پر سیدھے چلیں تم بھی ان سے سیدھے رہو اور بڑی احتیاط رکھو کہ کوئی حقیر سے حقیر بات ایسی نہ ہونے پائے جس سے تمہارا دامن عہد شکنی کی گندگی سے داغدار ہو۔ خدا کو وہ ہی لوگ محبوب ہیں جو پوری احتیاط کرتے ہیں۔ چنانچہ بنو کنانہ وغیرہ نے مسلمانوں سے بدعہدی نہ کی تھی۔ مسلمانوں نے نہایت دیانتداری اور احتیاط کے ساتھ اپنا عہد پورا کیا۔ اعلان براءۃ کے وقت ان کے معاہدہ کی میعاد منقضی ہونے میں نو مہینے باقی تھے۔ ان میں معاہدہ کی کامل پابندی کی گئی۔

یعنی یہ مشرکین وہ لوگ ہیں جنہوں نے دنیا کی تھوڑی سی طمع اور اپنی اغراض و اہواء کی خاطر خدا کے احکام و آیات کو رد کر دیا۔ اس طرح خود بھی خدا کے رستہ پر نہ چلے اور دوسروں کو بھی چلنے سے روکا۔ جو ایسے بدترین اور نالائق کاموں میں پھنسے ہوں اور خدا سے نہ ڈریں وہ عہد شکنی کے وبال سے کیا ڈریں گے اور اپنے قول و قرار پر کیا قائم رہیں گے۔

یعنی کچھ تمہارے ہی ساتھ نہیں بلکہ مسلمان نام سے ان کو بیر ہے۔ کوئی مسلمان ہو، موقع پانے پر اس کو نقصان پہنچانے کے لئے سب تعلقات قرابت اور قول و قرار اٹھا کر رکھ دیتے ہیں۔ اس بارہ میں ان کی ظلم و زیادتی حد سے بڑھی ہوئی ہے۔

فَاخْوَانِكُمْ فِي الدِّينِ ۖ وَنُقِصَلُ الْآيَاتِ لِقَوْمٍ

تو تمہارے بھائی ہیں حکم شریعت میں ♦ اور ہم کھول کر بیان کرتے ہیں حکموں کو جاننے والے

يَعْلَمُونَ ۝ وَإِنْ سَأَلْتُمْ عَنِ الْبَيْتِ الَّذِي كَفَرْنَا بِهِ قَدِ اتَّخَذْنَاهُمْ مَثَلًا لِّلَّذِينَ كَفَرُوا ۗ إِنَّا سَأَلْنَا آلَ مَرْيَمَ قَدِّسَتْ عَنَّا بِمَا كَانَتْ تَعْبُدُ

لوگوں کے واسطے اور اگر وہ توڑ دیں اپنی قسمیں عہد

عَهْدِهِمْ وَطَعَنُوا فِي دِينِكُمْ فَقَاتِلُوا آلَ مَيْمَنَةٍ

کرنے کے بعد اور عیب لگائیں تمہارے دین میں تو لڑو کفر کے سرداروں سے

الْكُفْرِ ۚ إِنَّهُمْ لَا يُؤْمِنُونَ ۗ إِنَّمَا يَنْتَهَوْنَ

بے شک ان کی قسمیں کچھ نہیں تاکہ وہ باز آئیں ♦

أَلَّا تُقَاتِلُونَ قَوْمًا سَأَلْتُمْ عَنِ الْبَيْتِ الَّذِي كَفَرْنَا بِهِ قَدِ اتَّخَذْنَاهُمْ مَثَلًا لِّلَّذِينَ كَفَرُوا ۗ إِنَّا سَأَلْنَا آلَ مَرْيَمَ قَدِّسَتْ

کیا نہیں لڑتے ایسے لوگوں سے جو توڑیں اپنی قسمیں اور فکر میں رہیں

بِأَخْرَاجِ الرَّسُولِ وَهُمْ بَدَءُوكُمْ أَوَّلَ مَرَّةٍ ۖ

کہ رسول کو نکال دیں اور انہوں نے پہلے چھیڑ کی تم سے

أَتَخْشَوْنَ اللَّهَ ۚ قَالَ أَوْ حَقُّ أَنْ تَخْشَوْهُ إِنْ كُنْتُمْ

کیا ان سے ڈرتے ہو سو اللہ کا ڈر چاہئے تم کو زیادہ اگر تم

مُؤْمِنِينَ ۝ قَاتِلُوهُمْ يُعَذِّبُهُمُ اللَّهُ بِأَيْدِيكُمْ

ایمان رکھتے ہو ♦ لڑو ان سے تا عذاب دے اللہ ان کو تمہارے ہاتھوں

وَيُخْزِهِمْ وَيَنْصَرِكُمْ عَلَيْهِمْ وَيُشْفِ صُدُورَهُمْ

اور رسوا کرے اور تم کو ان پر غالب کرے اور ٹھنڈے کرے دل

◆ کفار اگر توبہ کر لیں تو تمہارے بھائی ہیں | یعنی اب بھی اگر کفر سے توبہ کر کے احکام دینیہ (نماز زکوٰۃ وغیرہ) پر عمل پیرا ہوں تو نہ صرف یہ کہ آئندہ کے لئے محفوظ و مامون ہو جائیں گے بلکہ اسلامی برادری میں شامل ہو کر ان حقوق کے مستحق ہوں گے۔ جن کے دوسرے مسلمان مستحق ہیں۔ جو کچھ بد عہدیاں اور شرارتیں پہلے کر چکے ہیں سب معاف کر دی جائیں گی۔ حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں کہ ”یہ جو فرمایا کہ بھائی ہیں حکم شریعت میں۔ اس سے سمجھ لیں کہ جو شخص قرآن سے معلوم ہو کہ ظاہر میں مسلمان ہے اور دل سے یقین نہیں رکھتا، اُس کو حکم ظاہری میں مسلمان گنیں، مگر معتد اور دوست نہ بنائیں۔“

◆ بعد عہد کفار سے قتال | یعنی اگر عہد و پیمانہ توڑ ڈالا (جیسے بنی بکر نے خلاف عہد خزاعہ پر حملہ کر دیا اور قریش نے حملہ آوروں کی مدد کی) اور کفر سے باز نہ آئے بلکہ دین حق کے متعلق طعنہ زنی اور گستاخانہ عیب جوئی کرتے رہے تو سمجھ لو کہ اس طرح کے لوگ ”ائمۃ الکفر“ (کفر کے سردار اور امام) ہیں۔ کیونکہ ان کی حرکات دیکھ کر اور باتیں سن کر بہت سے کجرو اور بیوقوف پیچھے ہولیتے ہیں۔ ایسے سرغنوں سے پورا مقابلہ کرو۔ کیونکہ ان کا کوئی قول و قسم اور عہد و پیمانہ باقی نہیں رہا۔ ممکن ہے تمہارے ہاتھوں سے کچھ سزا پانہی شرارت و سرکشی سے باز آجائیں۔

◆ قریش نے قسمیں اور معاہدے توڑ دیئے تھے، کیونکہ خلاف عہد خزاعہ کے مقابلہ میں بنو بکر کی مدد کی اور ہجرت سے پہلے پیغمبر علیہ السلام کو وطن مقدس (مکہ معظمہ) سے نکلنے کی تجاویز سوچیں۔ اور وہ ہی نکلنے کا سبب بنے۔ ”اِذَا خَرَجَهُ الَّذِينَ كَفَرُوا فَانْتَبِهْ آلايَةً۔“ مکہ میں بے قصور مسلمانوں پر بیٹھے بٹھائے مظالم کی ابتداء کی۔ جب ابوسفیانؓ کا تجارتی قافلہ بیچ نکلا تو ازراہ نخوت و رعونت بدر کے میدان میں مسلمانوں سے جنگ کی چھیڑ کرنے کے لئے گئے اور ”صلح حدیبیہ“ کے بعد بھی اپنی جانب سے عہد شکنی کی ابتداء کی کہ مسلمانوں کے حلیف خزاعہ کے مقابلہ پر بنو بکر کی پیٹھ ٹھونکتے رہے اور اسلحہ وغیرہ سے ان کی امداد کرتے رہے۔ آخر کار مسلمان ان سے لڑے اور مکہ معظمہ کو مشرکین کے قبضہ سے پاک کیا۔ ”اَلَا تَتَّقَاتِلُوْنَ قَوْمًا..... الخ“ سے غرض یہ معلوم ہوتی ہے کہ جو کوئی قوم اس طرح کے احوال رکھتی ہو، اُس سے جنگ کرنے میں مسلمانوں کو کسی وقت کچھ تامل نہیں ہونا چاہئے۔ اگر ان کی طاقت و جمعیت اور ساز و سامان کا خوف ہو تو مومنین کو سب سے بڑھ کر خدا کا خوف ہونا چاہئے۔ خدا کا ڈر جب دل میں آجائے پھر سب ڈر نکل جاتے ہیں۔ ایمان کا تقاضا یہ ہے کہ بندہ خدا کی نافرمانی سے ڈرے اور اُس کے قہر و غضب سے لرزاں و ترساں رہے۔ کیونکہ نفع و ضرر سب اسی کے ہاتھ میں ہے کوئی مخلوق ادنیٰ سے ادنیٰ نفع و ضرر پہنچانے پر بدون اُس کی مشیت کے قادر نہیں۔

قَوْمٍ مُّؤْمِنِينَ ۝۱۳ وَيُدْهَبُ غِيْظُ قُلُوْبِهِمْ ۝

مسلمان لوگوں کے اور نکالے ان کے دل کی جلن

وَيَتُوبُ اللّٰهُ عَلٰۤى مَنْ يَّشَآءُ ۝ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ

اور اللہ توبہ نصیب کرے گا جس کو چاہے گا اور اللہ سب کچھ جاننے والا

حَكِيْمٌ ۝۱۵ اَمْ حَسِبْتُمْ اَنْ تُتْرَكُوْا وَلَمَّا يَعْلَمِ

حکمت والا ہے کیا تم یہ گمان کرتے ہو کہ چھوٹ جاؤ گے اور حالانکہ ابھی معلوم نہیں

اللّٰهُ الَّذِيْنَ جُهَدُوْا مِنْكُمْ وَلَمْ يَتَّخِذُوْا مِنْ

کیا اللہ نے تم میں سے ان لوگوں کو جنہوں نے جہاد کیا ہے اور نہیں پکڑا انہوں نے

دُوْنِ اللّٰهِ وَلَا رَسُوْلِهِۦ وَلَا الْمُؤْمِنِيْنَ وَلِيْجَهٗ

اللہ کے اور اس کے رسول کے اور مسلمانوں کے کسی کو بھیدی

وَاللّٰهُ خَبِيْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ۝۱۶ مَا كَانَ لِلْمُشْرِكِيْنَ

اور اللہ کو خیر ہے جو تم کر رہے ہو مشرکوں کا کام نہیں

اَنْ يَّعْمُرُوْا مَسْجِدَ اللّٰهِ شٰهِدِيْنَ عَلٰۤى اَنْفُسِهِمْ

کہ آباد کریں اللہ کی مسجدیں اور تسلیم کر رہے ہوں اپنے اوپر

بِالْكَفْرِ ۝ اُولٰٓئِكَ حَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ ۝ وَفِي النَّارِ

کفر کو وہ لوگ خراب گئے ان کے عمل اور آگ میں

هُمْ خٰلِدُوْنَ ۝۱۷ اِنَّمَا يَعْمُرُ مَسْجِدَ اللّٰهِ مَنْ اٰمَنَ

رہیں گے وہ ہمیشہ وہی آباد کرتا ہے مسجدیں اللہ کی جو یقین لایا

مشروعیت جہاد کی حکمت | اس آیت میں مشروعیت "جہاد" کی اصلی حکمت پر متنبہ فرمایا ہے۔

قرآن کریم میں اقوام ماضیہ کے جو قصے بیان فرمائے ہیں ان سے ظاہر ہوتا ہے کہ جب کوئی قوم کفر و شرارت اور انبیاء علیہم السلام کی تکذیب و عداوت میں حد سے بڑھ جاتی تھی تو قدرت کی طرف سے کوئی تباہ کن آسمانی عذاب ان پر نازل کیا جاتا تھا جس سے ان کے سارے مظالم اور کفریات کا دفعہ خاتمہ ہو جاتا تھا۔ فَكُلًّا أَخَذْنَا بِذَنْبِهِ فَمِنْهُمْ مَن أَرْسَلْنَا عَلَيْهِ حَاصِبًا وَمِنْهُمْ مَن أَخَذَتْهُ الصَّيْحَةُ وَمِنْهُمْ مَن خَسَفْنَا بِهِ الْأَرْضَ وَمِنْهُمْ مَن أَغْرَقْنَا وَمَا كَانَ اللَّهُ لِيُظْلِمَهُمْ وَلَكِن كَانُوا أَنفُسَهُمْ يَظْلِمُونَ (عنکبوت رکوع ۴) کوئی شبہ نہیں کہ عذاب کی یہ اقسام بہت سخت مہلک اور آئندہ نسلوں کے لئے عبرت ناک تھیں لیکن ان صورتوں میں معذبین کو دنیا میں رہ کر اپنی ذلت و رسوائی کا نظارہ نہیں کرنا پڑتا تھا اور نہ آئندہ کے لئے توبہ و رجوع کا کوئی امکان باقی رہتا تھا۔ مشروعیت جہاد کی اصلی غرض و غایت یہ ہے کہ مکذبین و متعسفین کو حق تعالیٰ بجائے بلا واسطہ عذاب دینے کے اپنے مخلص و فادار بندوں کے ہاتھ سے سزا دلوائے۔ سزا دہی کی اس صورت میں مجرمین کی رسوائی اور مخلصین کی قدر افزائی زیادہ ہے۔ وفادار بندوں کا نصرت و غلبہ علانیہ ظاہر ہوتا ہے۔ ان کے دل یہ دیکھ کر ٹھنڈے ہوتے ہیں کہ جو لوگ کل تک انہیں حقیر و ناتواں سمجھ کر ظلم و ستم اور استہزاء و تمسخر کا تختہ مشق بنائے ہوئے تھے، آج خدا کی تائید و رحمت سے انہی کے رحم و کرم یا عدل و انصاف پر چھوڑ دیئے گئے ہیں۔ کفر و باطل کی شوکت و نمائش کو دیکھ کر جو اہل حق گھٹتے رہتے تھے یا جو ضعیف و مظلوم مسلمان کفار کے مظالم کا انتقام نہ لے سکتے کی وجہ سے دل ہی دل میں غیظ کھا کر چپ ہو رہتے تھے جہاد فی سبیل اللہ کے ذریعہ سے ان کے قلوب تسکین پاتے تھے اور آخری بات یہ ہے کہ خود مجرمین کے حق میں بھی سزا دہی کا یہ طریقہ نسبتاً زیادہ نافع ہے۔ کیونکہ سزا پانے کے بعد بھی رجوع و توبہ کا دروازہ کھلا ہوا ہے۔ بہت ممکن ہے کہ حالات سے عبرت حاصل کر کے بہت سے مجرموں کو توبہ نصیب ہو جائے، چنانچہ حضور پر نور ﷺ کے زمانہ میں ایسا ہی ہوا کہ تھوڑے دنوں میں سارا عرب صدق دل سے دین الہی کا حلقہ بگوش بن گیا۔

یعنی ہر ایک کی حالت کو جان کر حکمت کا معاملہ کرتا ہے اور ہر زمانہ میں اس کے مناسب احکام بھیجتا ہے۔

جہاد کی ایک اور حکمت | مشروعیت جہاد کی یہاں ایک اور حکمت بیان فرمائی۔ یعنی ایمان اور

بندگی کے زبانی دعوے کرنے والے تو بہت ہیں لیکن امتحان کی کسوٹی پر جب تک کسانہ جائے کھرا اور کھونا ظاہر نہیں ہوتا۔ جہاد کے ذریعہ سے خدا دیکھنا چاہتا ہے کہ کتنے مسلمان ہیں جو اس کی راہ میں جان و مال نثار کرنے کو تیار ہیں اور خدا اور رسول اور مسلمانوں کے سوا کسی کو اپنا راز دار یا خصوصی دوست بنانا نہیں چاہتے، خواہ وہ ان کا کتنا ہی قریبی رشتہ دار کیوں نہ ہو۔ یہ معیار ہے جس پر مومنین کا ایمان پرکھا جاتا ہے۔ جب تک عملی جہاد نہ ہو صرف زبانی جمع خرچ سے کامیابی حاصل نہیں ہو سکتی۔ پھر عمل بھی جو کچھ کیا جائے اس کی خبر خدا کو ہے کہ صدق و اخلاص سے کیا یا نمود و ریاء سے جیسا عمل ہوگا اُدھر سے اسی کے موافق پھل ملے گا۔

يَا اللَّهُ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ وَأَقَامَ الصَّلَاةَ وَآتَى الزَّكَاةَ

اللہ پر اور آخرت کے دن پر اور قائم کیا نماز کو اور دیتا رہا زکوٰۃ

وَلَمْ يَخْشَ إِلَّا اللَّهَ فَعَسَىٰ أُولَٰئِكَ أَنْ يَكُونُوا

اور شڈرا سوائے اللہ کے کسی سے سوا امیدوار ہیں وہ لوگ کہ ہوویں

مِنَ الْمُهْتَدِينَ ﴿١٨﴾ أَجَعَلْتُمْ سِقَايَةَ الْحَاجِّ

ہدایت والوں میں کیا تم نے کر دیا حاجیوں کا پانی پلانا

وَعِمَارَةَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ كَمَنْ آمَنَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ

اور مسجد الحرام کا بسانا برابر اس کے جو یقین لایا اللہ پر اور آخرت کے

الْآخِرِ وَجُهَدًا فِي سَبِيلِ اللَّهِ ۗ لَا يَسْتَوُونَ عِنْدَ

دن پر اور لڑا اللہ کی راہ میں یہ برابر نہیں ہیں اللہ کے

اللَّهُ ۗ وَاللَّهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظَّالِمِينَ ﴿١٩﴾ الَّذِينَ

نزدیک اور اللہ درست نہیں دیتا ظالم لوگوں کو جو

آمَنُوا وَهَاجَرُوا وَجُهَدُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ

ایمان لائے اور گھر چھوڑ آئے اور لڑے اللہ کی راہ میں

بِأَمْوَالِهِمْ وَأَنْفُسِهِمْ ۗ أَعْظَمُ دَرَجَةً عِنْدَ اللَّهِ ۗ

اپنے مال اور جان سے ان کے لیے بڑا درجہ ہے اللہ کے ہاں

وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْفَائِزُونَ ﴿٢٠﴾ يُبَشِّرُهُمْ رَبُّهُمْ

اور وہی مراد کو پہنچنے والے ہیں خوش خبری دیتا ہے ان کو پروردگار ان کا

◆ مساجد کی آبادی کا مفہوم | پہلے فرمایا تھا کہ مسلمان بدون امتحان کے یونہی نہیں چھوڑے جاسکتے، بلکہ بڑے بڑے عزائم اعمال (مثلاً جہاد وغیرہ) میں ان کی ثابت قدمی دیکھی جائے گی اور یہ کہ تمام دنیا کے تعلقات پر کس طرح خدا و رسول کی جانب کو ترجیح دیتے ہیں۔ اس رکوع میں یہ بتلایا کہ خدا کی مساجد (عبادت گاہیں) حقیقۃً ایسے ہی اولوالعزم مسلمانوں کے دم سے آباد رہ سکتی ہیں۔ مساجد کی حقیقی آبادی یہ ہے کہ ان میں خدائے واحد کی عبادت اس کی شان کے لائق ہو۔ ”ذکر اللہ“ کرنے والے کثرت سے موجود ہوں جو بے روک ٹوک خدا کو یاد کریں۔ لغویات و خرافات سے ان پاک مقامات کو محفوظ رکھا جائے۔ یہ مقصد کفار و مشرکین سے کب حاصل ہو سکتا ہے؟ دیکھئے مشرکین مکہ بڑے فخر سے اپنے کو ”مسجد حرام“ کا متولی اور خادم کہتے تھے۔ مگر ان کی بڑی خدمت گزاری یہ تھی کہ پتھر کی سیکڑوں مورتیاں کعبہ میں رکھ چھوڑی تھیں ان ہی کی نذر و نیاز کرتے اور منتیں مانتے تھے۔ بہت سے لوگ ننگے طواف کرتے تھے، ذکر اللہ کی جگہ سیٹیاں اور تالیاں بجاتے تھے اور خدائے واحد کے سچے پرستاروں کو وہاں تک پہنچنے کی اجازت نہ دیتے تھے۔ لے دے کر ان کی بڑی عبادت یہ تھی کہ حاجیوں کے لئے پانی کی سمیل لگا دی یا حرم شریف میں چراغ جلا دیا۔ یا کعبہ پر غلاف چڑھایا، یا کبھی ضرورت ہوئی تو شکست و ریخت کی مرمت کرا دی، مگر یہ اعمال محض بے جان اور بے روح تھے۔ کیونکہ مشرک کو جب خدا کی صحیح معرفت حاصل نہیں تو کسی عمل میں اس کا قبلہ توجہ اور مرکز اخلاص خدائے وحدہ لا شریک لہ کی ذات منبع الکلمات نہیں ہو سکتی۔ اس لئے کافر کا کوئی عمل خدا کے نزدیک زندہ اور معتد بہ عمل نہیں ہے۔ (اسی کو خَطُّ اَعْمَالُہُمْ سے تعبیر فرمایا) الغرض کفار و مشرکین جو اپنے حال و حال سے اپنے کفر و مشرک پر ہر وقت شہادت دیتے رہتے ہیں، اس لائق نہیں کہ ان سے مساجد اللہ خصوصاً مسجد حرام کی حقیقی تعمیر (آبادی) ہو سکے۔ یہ کام صرف ان لوگوں کا ہے جو دل سے خدائے واحد اور آخری دن پر ایمان لائچکے ہیں، جو حج سے نمازوں کی اقامت میں مشغول رہتے ہیں۔ اموال میں سے باقاعدہ زکوٰۃ ادا کرتے ہیں اور خدا کے سوا کسی سے نہیں ڈرتے۔ اسی لئے مساجد کی صیانت و تطہیر کی خاطر جہاد کے لئے تیار رہتے ہیں۔ ایسے مومنین جو دل زبان، ہاتھ پاؤں، مال و دولت، ہر چیز سے خدا کے مطیع و فرمانبردار ہیں ان کا فرض منصبی ہے کہ مساجد کو آباد رکھیں اور تعمیر مساجد کے جھوٹے دعوے رکھنے والے مشرکین کو خواہ اہل قرابت ہی کیوں نہ ہو وہاں سے نکال باہر کریں کیونکہ ان کے وجود سے مساجد اللہ کی آبادی نہیں بربادی ہے۔

◆ سب سے افضل عمل ایمان باللہ اور جہاد ہے | مشرکین مکہ کو اس پر بڑا فخر و ناز تھا کہ ہم حاجیوں کی خدمت کرتے، انہیں پانی پلاتے، کھانا کپڑا دیتے اور مسجد حرام کی مرمت یا کسوۃ کعبہ یا تیل جی وغیرہ کا انتظام کرتے ہیں۔ اگر مسلمان اپنے جہاد و ہجرت وغیرہ پر نازاں ہیں تو ہمارے پاس عبادت کا یہ ذخیرہ موجود ہے۔ ایک زمانہ میں حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے بھی حضرت علی رضی اللہ عنہ کے مقابلہ میں اسی طرح کی بحث کی تھی، بلکہ صحیح مسلم میں ہے کہ ایک دفعہ چند مسلمان آپس میں جھگڑ رہے تھے، کوئی کہتا تھا کہ میرے نزدیک اسلام لانے کے بعد حاجیوں کو پانی پلانے سے زیادہ کوئی عبادت نہیں۔ دوسرے نے کہا کہ میرے خیال میں اسلام کے بعد بہترین عمل مسجد حرام کی خدمت ہے، (مثلاً جھاڑو دینا یا روشنی وغیرہ کرنا) تیسرا بولا کہ جہاد فی سبیل اللہ تمام عبادات و اعمال سے افضل و اشرف ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان کو ڈانٹا کہ تم ”جمہ“ کے وقت منبر رسول اللہ ﷺ کے پاس بیٹھ کر اس طرح بحثیں کر رہے ہو، ذرا صبر کرو، جب حضور جمعہ سے فارغ ہو جائیں گے آپ سے یہ چیز دریافت کر لی جائے گی۔ چنانچہ جمعہ کے بعد حضور سے سوال کیا تو یہ آیات نازل ہوئیں اَجْعَلْنٰكُمْ سِقَايَةَ الْحَاجِّ وَعِمَارَةَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ یعنی حاجیوں کو پانی پلانا اور مسجد حرام کا ظاہری طور پر بسانا، ایمان باللہ اور جہاد فی سبیل اللہ میں سے کسی ایک کے برابر بھی نہیں ہو سکتا (افضل ہونا تو کجا؟) یہاں جہاد کے ساتھ ایمان باللہ کا ذکر کیا تو اس لئے کیا کہ مشرکین کے فخر و غرور کا جواب بھی ہو جائے کہ تمام عبادات کی روح ایمان باللہ ہے، اس روح کے بدون پانی پلانا یا مسجد حرام کی خدمت کرنا محض مردہ عمل ہے تو یہ بے جان اور مردہ عمل ایک زندہ جاوید عمل کی برابری کیسے کر سکتا ہے۔ وَمَا يَسْتَوِي الْاَخْيَارُ وَلَا الْاَسْوَاثُ (فاطر، رکوع ۳۷) اور اگر صرف مومنین کے اعمال کا باہمی موازنہ کرنا ہے تو ایمان باللہ کا ذکر جہاد فی سبیل اللہ کی تمہید کے طور پر ہوگا۔ اصل مقصود جہاد وغیرہ عزائم اعمال کی افضلیت کو بیان فرمانا ہے۔ ایمان کے ذکر سے تشبیہ فرمادی کہ جہاد فی سبیل اللہ ہو یا کوئی عمل ایمان کے بغیر سچ اور لائشے محض ہے۔ ان عزائم اعمال (جہاد و ہجرت وغیرہ) کا تقوم بھی ایمان باللہ سے ہوتا ہے اور اس نکتہ کو وہ لوگ سمجھتے ہیں جو ہم سلیم رکھتے ہوں۔ ظالمین (بے موقع کام کرنے والوں) کی ان حقائق تک رسائی نہیں ہوتی۔

بِرَحْمَةٍ مِّنْهُ وَرِضْوَانٍ وَجَنَّتْ لَهُمْ فِيهَا نَعِيمٌ

اپنی طرف سے مہربانی کی اور رضامندی کی اور باغوں کی کہ جن میں ان کو

مُقِيمٌ ۲۱ خَالِدِينَ فِيهَا أَبَدًا ط إِنَّ اللَّهَ عِنْدَهُ

آرام ہے ہمیشہ کارہا کریں ان میں مدام بے شک اللہ کے پاس

أَجْرٌ عَظِيمٌ ۲۲ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَّخِذُوا

بڑا ثواب ہے اے ایمان والو مت پکڑو

أَبَاءَكُمْ وَإِخْوَانَكُمْ أَوْلِيَاءَ إِنِ اسْتَحَبُّوا الْكُفْرَ

اپنے باپوں کو اور بھائیوں کو رفیق اگر وہ عزیز رکھیں کفر کو

عَلَى الْإِيمَانِ ط وَمَنْ يَتَوَلَّهُمْ مِّنْكُمْ فَأُولَٰئِكَ

ایمان سے اور جو تم میں ان کی رفاقت کرے سو وہی

هُمُ الظَّالِمُونَ ۲۳ قُلْ إِن كَانَ آبَاؤُكُمْ وَأَبْنَاؤُكُمْ

لوگ ہیں گنہگار تو کہہ دے اگر تمہارے باپ اور بیٹے

وَإِخْوَانُكُمْ وَأَزْوَاجُكُمْ وَعَشِيرَتُكُمْ وَأَمْوَالٌ

اور بھائی اور عورتیں اور برادری اور مال

اُتْرَفْتُمْ بِهَا وَتِجَارَةٌ تَخْشَوْنَ كَسَادَهَا وَ

جو تم نے کمائے ہیں اور سوداگری جس کے بند ہونے سے تم ڈرتے ہو اور

مَسْكِنٌ تَرْضَوْنَهَا أَحَبَّ إِلَيْكُمْ مِّنَ اللَّهِ وَ

حویلیاں جن کو پسند کرتے ہو تم کو زیادہ پیاری ہیں اللہ سے اور

ایمان جہاد اور ہجرت کے انعامات | یعنی اس کے یہاں ثواب اور درجات کی کیا کمی ہے جس کو جتنا چاہے مرحمت فرمائے۔ پہلی آیت میں تین چیزوں کا ذکر تھا۔ ایمان، جہاد، ہجرت، ان تین پر بشارت بھی تین چیزوں کی دی۔ رحمت، رضوان، خلود فی الجنت۔ ابو حیان نے لکھا ہے کہ ”رحمت“ ایمان پر مرتب ہے، ایمان نہ ہو تو آخرت میں خدا کی رحمت و مہربانی سے کوئی حصہ نہیں مل سکتا اور ”رضوان“ (جو بہت ہی اعلیٰ مقام ہے) جہاد فی سبیل اللہ کا صلہ ہے۔ مجاہد فی سبیل اللہ تمام نفسانی حقوق و تعلقات ترک کر کے خدا کے راستہ میں جان و مال نثار کرتا اور خدا کی خوشنودی حاصل کرنے کے لئے انتہائی قربانی پیش کرتا ہے۔ لہذا اس کا صلہ بھی انتہائی ہونا چاہئے اور وہ حق تعالیٰ شانہ کی رضا کا مقام ہے۔ باقی ”ہجرت“ وہ خدا کے لئے وطن مالوف اور گھریا چھوڑنے کا نام ہے۔ اس لئے مہاجر کو خوشخبری دی گئی کہ تیرے وطن سے بہتر وطن اور تیرے گھر سے بہتر گھر تجھ کو ملے گا۔ جس میں ہمیشہ اعلیٰ درجہ کی آسائش و راحت سے رہنا ہوگا جس سے ہجرت کرنے کی کبھی نوبت نہ آئے گی۔

پچھلی آیات میں بتلایا تھا کہ جہاد و ہجرت اعظم و افضل ترین اعمال ہیں۔ بسا اوقات ان دونوں اعمال میں خویش و اقارب، کنبہ اور برادری کے تعلقات خلل انداز ہوتے ہیں۔ اس لئے فرما دیا کہ جن لوگوں کو ایمان سے زیادہ کفر عزیز ہے، ایک مومن انہیں کیسے عزیز رکھ سکتا ہے۔ مسلمان کی شان نہیں کہ ان سے رفاقت اور دوستی کا دم بھرے حتیٰ کہ یہ تعلقات اس کو جہاد و ہجرت سے مانع ہو جائیں، ایسا کرنے والے گنہگار بن کر اپنی جانوں پر ظلم کر رہے ہیں۔

رَسُولِهِ وَجِهَادٍ فِي سَبِيلِهِ فَتَرَبَّصُوا حَتَّىٰ يَأْتِيَ

اس کے رسول سے اور لڑنے سے اس کی راہ میں تو انتظار کرو یہاں تک کہ بھیجے

اللَّهُ بِأَمْرِهِ ۗ وَاللَّهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفَاسِقِينَ ﴿٢٣﴾

اللہ اپنا حکم اور اللہ درستہ نہیں دیتا نافرمان لوگوں کو

لَقَدْ نَصَرَكُمُ اللَّهُ فِي مَوَاطِنَ كَثِيرَةٍ ۗ وَيَوْمَ

مدد کر چکا ہے اللہ تمہاری بہت میدانوں میں اور جنین

حُنَيْنٍ ۗ إِذْ أَعْجَبَتْكُمْ كَثْرَتُكُمْ فَلَمْ تُغْنِ عَنْكُمْ

کے دن جب خوش ہوئے تم اپنی کثرت پر پھر وہ پنجم کام نہ آئی

شَيْئًا وَضَاقَتْ عَلَيْكُمْ الْأَرْضُ بِمَا رَحُبَتْ ثُمَّ

تمہارے اور تنگ ہو گئی تم پر زمین باوجود اپنی فراخی کے

وَلَيْتُمْ مُدَبِّرِينَ ﴿٢٤﴾ ثُمَّ أَنْزَلَ اللَّهُ سَكِينَتَهُ عَلَىٰ

ہٹ گئے تم پیچھے دے کر پھر اتاری اللہ نے اپنی طرف سے تسکین اپنے

رَسُولِهِ وَعَلَى الْمُؤْمِنِينَ وَأَنْزَلَ جُنُودًا لَمْ

رسول پر اور ایمان والوں پر اور آتاریں تو جنوں کو

تَرَوْهَا وَعَذَّبَ الَّذِينَ كَفَرُوا ۗ وَذَلِكَ جَزَاءُ

تم نے نہیں دیکھا اور عذاب دیا کافروں کو اور یہی سزا ہے

الْكٰفِرِينَ ﴿٢٥﴾ ثُمَّ يَتُوبُ اللَّهُ مِنْ بَعْدِ ذَلِكَ عَلَىٰ

منکروں کی پھر توبہ نصیب کرے گا اللہ اس کے بعد

◆ جہاد کی اہمیت اور ضرورت | یعنی اگر خدا و رسول کے احکام کا امتثال اور ہجرت یا جہاد کرنے سے یہ خیال مانع ہو کہ کنبہ برادری چھوٹ جائے گی۔ اموال تلف ہوں گے، تجارت مندی پڑ جائے گی، یا بند ہو جائے گی۔ آرام کے مکاناتوں سے نکل کر بے آرام ہونا پڑے گا، تو پھر خدا کی طرف سے حکم سزا کا انتظار کرو، جو اس تن آسانی اور دنیا طلبی پر آنے والا ہے۔ جو لوگ مشرکین کی موالات یا دنیوی خواہشات میں پھنس کر احکام الہیہ کی تعمیل نہ کریں ان کو حقیقی کامیابی کا راستہ نہیں مل سکتا۔ حدیث میں ہے کہ جب تم بیلوں کی دم پکڑ کر کھیتی باڑی پر راضی ہو جاؤ گے اور ”جہاد“ چھوڑ دینے کو تو خدا تم پر ایسی ذلت مسلط کر دے گا جس سے کبھی نکل نہ سکو گے یہاں تک کہ پھر اپنے دین (جہاد فی سبیل اللہ) کی طرف واپس آؤ۔

◆ غزوہ حنین میں مسلمانوں کی مدد | پچھلی آیت میں تنبیہ کی گئی تھی کہ جہاد فی سبیل اللہ کے وقت مومنین کو کنبہ، برادری، اموال و املاک وغیرہ کسی چیز پر نظر نہ ہونی چاہئے، یہاں آگاہ فرمایا ہے کہ مجاہدین کو خود اپنی فوجی جمعیت و کثرت پر گھمنڈ نہ کرنا چاہئے۔ نصرت و کامیابی اکیلے خدا کی مدد سے ہے۔ جس کا تجربہ پیشتر بھی بہت سے میدانوں میں تم کر چکے ہو۔ بدر، قریظہ و نصیر اور حدیبیہ وغیرہ میں جو کچھ نتائج رونما ہوئے، وہ محض امداد الہی و تائید نبوی کا کرشمہ تھا۔ اور اب اخیر میں غزوہ حنین کا واقعہ تو ایسا صریح اور عجیب و غریب نشان آسمانی نصرت و امداد کا ہے جس کا اقرار سخت معاند دشمنوں تک کو کرنا پڑا ہے۔ فتح مکہ کے بعد فوراً آپ کو اطلاع ملی کہ ہوازن و ثقیف وغیرہ بہت سے قبائل عرب نے ایک لشکر جرار تیار کر کے بڑے ساز و سامان سے مسلمانوں پر حملہ کرنے کا ارادہ کیا ہے۔ یہ خبر پاتے ہی آپ نے دس ہزار مجاہدین و انصار کی فوج گراں لے کر جو مکہ فتح کرنے کے لئے مدینہ سے ہمراہ آئی تھی، طائف کی طرف کوچ کر دیا، دو ہزار مطلقاً بھیجی جو فتح مکہ کے وقت مسلمان ہوئے تھے، آپ کے ہمراہ تھے یہ پہلا موقع تھا کہ بارہ ہزار کی عظیم الشان جمعیت کیل کانٹے سے لیس ہو کر میدان میں نکلی۔ یہ منظر دیکھ کر بعض صحابہ سے نہ رہا گیا اور بے ساختہ بول اٹھے کہ (جب ہم بہت تھوڑے تھے اس وقت ہمیشہ غالب رہے تو) آج ہماری اتنی بڑی تعداد کسی سے مغلوب ہونے والی نہیں۔ یہ جملہ مردان تو حید کی زبان سے نکلنا ”بارہ گاہ احدیت“ میں ناپسند ہوا۔ ابھی مکہ سے تھوڑی دور نکلے تھے کہ دونوں لشکر مقابل ہو گئے۔ فریق مخالف کی جمعیت چار ہزار تھی جو سر کوفن باندھ کر اور سب عورتوں بچوں کو ساتھ لے کر ایک فیصلہ کن جنگ کے لئے پوری تیاری سے نکلے تھے، اونٹ گھوڑے، مویشی اور گھروں کا کل اندوختہ کوڑی کوڑی کر کے اپنے ہمراہ لے آئے تھے۔ ہوازن کا قبیلہ تیر اندازی کے فن میں سارے عرب میں شہرت رکھتا تھا۔ اس کے بڑے ماہر تیر اندازوں کا دستہ وادی حنین کی پہاڑیوں میں گھات لگائے بیٹھا تھا۔ حنین میں براء بن عازب کی روایت ہے کہ پہلے معرکہ میں کفار کو ہزیمت ہوئی، وہ بہت سامان چھوڑ کر پسا ہو گئے یہ دیکھ کر مسلمان سپاہی غنیمت کی طرف جھک پڑے۔ اس وقت ہوازن کے تیر اندازوں نے گھات سے نکل کر ایک دم دھاوا بول دیا۔ آن واحد میں چاروں طرف سے اس قدر تیر برسائے کہ مسلمانوں کو قدم جمانا مشکل ہو گیا۔ اول طلقاء میں بھاگ پڑی۔ آخر سب کے پاؤں اکھڑ گئے، زمین باوجود فراخی کے تنگ ہو گئی کہ کہیں پناہ کی جگہ نہ ملتی تھی حضور پر نور ﷺ مع چند رفقاء کے دشمنوں کے زغہ میں تھے۔ ابو بکرؓ، عمرؓ، عباس علیؓ، عبداللہؓ، بن مسعود وغیرہ رضی اللہ عنہم تقریباً سو یا اسی صحابہ بلکہ بعض اہل سیر کی تصریح کے موافق کل دس نفوس قدسیہ (عشرہ کاملہ) میدان جنگ میں باقی رہ گئے جو پہاڑ سے زیادہ مستقیم نظر آتے تھے۔ یہ خاص موقع تھا جبکہ دنیا نے پیغمبرانہ صداقت و توکل اور معجزانہ شجاعت کا ایک محیر العقول نظارہ ان طاہری آنکھوں سے دیکھا۔ آپ سفید خنجر پر سوار ہیں، عباس ایک رکاب اور ابوسفیان، بن الحارث دوسری رکاب تھامے ہوئے ہیں۔ چار ہزار کا مسلح لشکر پورے جوش انتقام میں ٹوٹا پڑتا ہے، ہر چہار طرف سے تیروں کا مینہ برس رہا ہے۔ ساٹھی منتشر ہو چکے ہیں۔ مگر رفیق اعلیٰ آپ کے ساتھ ہے، ربانی تائید اور آسمانی سیکڑ کی غیر مرئی بارش آپ پر اور آپ کے گنے چنے رفیقوں پر ہو رہی ہے۔ جس کا اثر آخر کار بھاگنے والوں تک پہنچتا ہے۔ جدھر سے ہوازن و ثقیف کا سیلاب بڑھ رہا ہے آپ کی سواری کا منہ اس وقت بھی اسی طرف ہے۔ اور ادھر ہی آگے بڑھنے کے لئے خنجر کو ہمیز کر رہے ہیں۔ دل سے خدا کی طرف لوگی ہے، اور زبان پر نہایت استغناء و اطمینان کے ساتھ انا للہی لا کذب انا ابن عبد المطلب جاری ہے۔ یعنی بیشک میں سچا پیغمبر ہوں اور عبد المطلب کی اولاد ہوں۔ اسی حالت میں آپ نے صحابہ کو آواز دی اَللّٰہُمَّ اِنَّا رَسُوْلُ اللّٰہِ خَدَاکَ بِنْدُوْا اِہْرَآؤ۔ یہاں آؤ کہ میں خدا کا رسول ہوں۔ پھر آپ کی ہدایت کے موافق حضرت عباسؓ نے (جو نہایت جہیر الصوت تھے) اصحاب سمرہ کو راکار جنہوں نے درخت کے نیچے حضور کے ہاتھ پر بیعت جہاد کی تھی۔ آواز کا کانوں میں پہنچنا تھا کہ بھاگنے والوں نے سوار یوں کا رخ میدان جنگ کی طرف پھیر دیا۔ جس کے اونٹ نے رخ بدلنے میں دیر کی وہ گلے میں زرہ ڈال کر اونٹ سے کود پڑا اور سواری چھوڑ کر حضور کی طرف لوٹا۔ اسی اثناء میں حضور نے تھوڑی سی مٹی اور کنکریاں اٹھا کر لشکر کفار پر پھینکیں جو خدا کی قدرت سے ہر کافر کے چہرے اور آنکھوں پر پڑی۔ ادھر حق تعالیٰ نے آسمان سے فرشتوں کی فوجیں بھیج دیں جن کا نزول غیر مرئی طور پر مسلمانوں کی تقویت و ہمت افزائی اور کفار کی مرعوبیت کا سبب ہوا۔ پھر کیا تھا۔ کفار کنکریوں کے اثر سے آنکھیں ملنے رہے، جو مسلمان قریب تھے انہوں نے پلٹ کر حملہ کر دیا آنا فانا میں مطلع صاف ہو گیا۔ بہت سے بھاگے ہوئے مسلمان لوٹ کر حضور کی خدمت میں پہنچے تو دیکھا لڑائی ختم ہو چکی۔ ہزاروں قیدی آپ کے سامنے بندھے کھڑے ہیں اور مال غنیمت کے ڈھیر لگے ہوئے ہیں لَسْبَحَانَ مِنْ بَیْدِهِ مَلَكُوْتُ کُلِّ شَیْءٍ بِاسْ طَرَحِ کَافِرُوْنَ کُوْنِیَا مِیْنِ سَرَاوِیْ گئی۔

مَنْ يَشَاءُ وَاللَّهُ غَفُورٌ رَحِيمٌ ﴿٢٤﴾ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ

جس کو چاہے اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے ﴿۲۴﴾ اے ایمان

أَمَنُوا إِنَّمَا الْمُشْرِكُونَ نَجَسٌ فَلَا يَقْرَبُوا الْمَسْجِدَ

والو مشرک جو ہیں سو پلید ہیں سوزدیک نہ آنے پائیں مسجد

الْحَرَامَ بَعْدَ عَامِهِمْ هَذَا وَإِنْ خِفْتُمْ عَيْلَةً

المحرام کے اس برس کے بعد ﴿۲۵﴾ اور اگر تم ڈرتے ہو فقر سے

فَسَوْفَ يُغْنِيكُمُ اللَّهُ مِنْ فَضْلِهِ إِنْ شَاءَ ط إِنَّ

تو آئندہ غنی کر دے گا تم کو اللہ اپنے فضل سے اگر چاہے بے شک

اللَّهُ عَلِيمٌ حَكِيمٌ ﴿٢٨﴾ قَاتِلُوا الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ

اللہ سب کچھ جاننے والا حکمت والا ہے ﴿۲۸﴾ لڑو ان لوگوں سے جو ایمان نہیں لاتے

بِاللَّهِ وَلَا بِالْيَوْمِ الْآخِرِ وَلَا يُحَرِّمُونَ مَا حَرَّمَ

اللہ پر اور نہ آخرت کے دن پر اور نہ حرام جانتے ہیں اس کو جس کو حرام کیا

اللَّهُ وَرَسُولَهُ وَلَا يَدِينُونَ دِينَ الْحَقِّ مِنَ الَّذِينَ

اللہ نے اور اس کے رسول نے اور نہ قبول کرتے ہیں دین سچا ان لوگوں میں سے

أُوتُوا الْكِتَابَ حَتَّى يُعْطُوا الْجِزْيَةَ عَنْ يَدٍ وَهُمْ

جو کہ اہل کتاب ہیں یہاں تک کہ وہ جزیہ دیں اپنے ہاتھ سے

صَغُرُونَ ﴿٢٩﴾ وَقَالَتِ الْيَهُودُ عُزَيْرٌ ابْنُ اللَّهِ

ذلیل ہو کر ﴿۲۹﴾ اور یہود نے کہا کہ عزیر اللہ کا بیٹا ہے ﴿۲۹﴾

◆ چنانچہ ہوازن وغیرہ کو اس کے بعد توبہ نصیب ہوئی اور اکثر مسلمان ہو گئے۔

◆ حدود حرم میں مشرکین کے داخلے کی ممانعت | جب حق تعالیٰ نے شرک کی قوت کو توڑ کر جزیرۃ العرب کا صدر مقام (مکہ

معظمہ) فتح کر دیا اور قبائل عرب جو قوق دائرہ اسلام میں داخل ہونے لگے تبس ۹ ہجری میں یہ اعلان کرایا گیا کہ آئندہ کوئی مشرک (یا کافر) مسجد حرام میں داخل نہ ہو بلکہ اس کے نزدیک یعنی حدود حرم میں بھی نہ آنے پائے۔ کیونکہ ان کے قلوب شرک و کفر کی نجاست سے اس قدر پلید اور گندے ہیں کہ اس سب سے بڑے مقدس مقام اور مرکز توحید و ایمان میں داخل ہونے کے لائق نہیں، اس کے بعد صحیح احادیث سے ثابت ہے کہ حضورؐ نے جزیرۃ العرب سے مشرکین اور یہود و نصاریٰ سب کے نکال دینے کا حکم دیا۔ چنانچہ حضورؐ کی آخری وصیت کے موافق حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں یہ حکم عملاً نافذ ہوا۔ اب بطور استیلاء یا توطن کفار کے وہاں رہنے پر مسلمانوں کو رضا مند ہونا جائز نہیں۔ بلکہ تطہیر جزیرۃ العرب بقدر استطاعت ان کا فریضہ ہے۔ ہاں حنفیہ کے نزدیک کوئی کافر مسافر نہ عارضی طور پر امام کی اجازت سے وہاں جاسکتا ہے بشرطیکہ امام اتنی اجازت دینا خلاف مصلحت نہ سمجھے۔ باقی حج و عمرہ کی غرض سے داخل ہونے کی کسی کافر کو اجازت نہیں کماوردنی الحدیث الا لا یخجن بعد العام مشرک۔

◆ حرم میں مشرکین کی آمد و رفت بند کر دینے سے مسلمانوں کو اندیشہ ہوا کہ تجارت وغیرہ کو بڑا نقصان پہنچے گا۔ اور جو سامان تجارت یہ لوگ لاتے تھے، وہ نہیں آئے گا۔ اس لئے تسلی کر دی کہ اس سے مت گھبراؤ تم کو غنا عطا فرمانا محض اس کی مشیت پر موقوف ہے۔ وہ چاہے گا تو کچھ دیر نہ لگے گی۔ چنانچہ یہ ہی ہوا۔ خدا نے سارا ملک مسلمان کر دیا۔ مختلف بلاد و امصار سے تجارتی سامان آنے لگا، بارشیں خوب ہوئیں جس سے پیداوار بڑھ گئی، فتوحات و غنائم کے دروازے کھل گئے اہل کتاب وغیرہ سے جزیہ کی رقوم وصول ہونے لگیں، غرض مختلف طرح سے حق تعالیٰ نے اسباب غناء جمع کر دیئے۔ بیشک خدا کا کوئی حکم حکمت سے خالی نہیں۔

◆ اہل کتاب پر جزیہ کا حکم | جب مشرکین کا قصہ پاک ہو گیا اور ملکی سطح ذرا ہموار ہوئی تو حکم ہوا کہ ”اہل کتاب (یہود و نصاریٰ) کی قوت و شوکت کو توڑو۔ مشرکین کے وجود سے تو بالکل عرب کو پاک کر دینا مقصود تھا لیکن یہود و نصاریٰ کے متعلق اس وقت صرف اس قدر صحیح نظر تھا کہ وہ اسلام کے مقابلہ میں زور نہ پکڑیں اور اس کی اشاعت و ترقی کے راستہ میں حائل نہ ہوں۔ اس لئے اجازت دی گئی کہ اگر یہ لوگ ماتحت رعیت بن کر جزیہ دینا منظور کریں تو کچھ مضائقہ نہیں، قبول کر لو، پھر حکومت اسلامیہ ان کے جان و مال کی محافظ ہوگی، ورنہ ان کا علاج بھی وہ ہی ہے جو مشرکین کا تھا (یعنی مجاہدانہ قتال) کیونکہ یہ بھی اللہ اور یوم آخرت پر جیسا چاہئے ایمان نہیں رکھتے نہ خدا و رسول کے احکام کی کچھ پروا کرتے ہیں۔ رسول کریم ﷺ کی تو گجا، اسے تسلیم کردہ نبی حضرت مسیح علیہ السلام کی سچی پیروی نہیں کرتے، محض ابواء و آراء کا اتباع کرتے ہیں، جو سچا دین پہلے آیا۔ یعنی حضرت مسیحؑ وغیرہ کے زمانہ میں، اور جواب نبی آخر الزماں ﷺ لے کر آئے، کسی کے قائل نہیں۔ بلکہ جیسا کہ عنقریب آتا ہے، اس کوشش میں لگے رہتے ہیں کہ خدا کا روشن کیا ہوا چراغ اپنی پھونکوں سے گل کر دیں۔ ایسے بد باطن نالائقوں کو اگر یوں ہی چھوڑ دیا جائے تو ملک میں فتنہ و فساد اور کفر و تمرد کے شعلے برابر بھڑکتے رہیں گے۔

◆ حضرت عزیرؑ کی ابہیت کا دعویٰ | روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ اس وقت بعض یہود کا یہ عقیدہ تھا کہ حضرت عزیر خدا کے بیٹے ہیں۔ لیکن یہ عقیدہ عام یہود کا نہ تھا اور نہ زمانہ مابعد میں تو بعض علماء نے لکھا ہے کہ اب کوئی یہودی اس عقیدہ کا باقی نہیں رہا۔ اگر عہد نبوی ﷺ میں یہود کا کوئی فرقہ اس کا قائل نہ ہوتا تو ضرور تھا کہ اس وقت یہود قرآن کی حکایت کی تغلیط کرتے۔ جیسا کہ اِنَّا خَدُّوْا اٰخْبَارَ هُمْ وَرٰهَبًا نَهْمُ اَرْبَابًا مِّنْ ذٰوِنِ اللّٰهِ کون کر عدی بن حاتم نے اعتراض کیا تھا کہ احبار اور یہاں کو رب تو کوئی نہیں مانتا اس کا جواب نبی کریم ﷺ نے دیا جو آگے آتا ہے۔ پس ابہیت عزیر کے عقیدہ کو انکی طرف نسبت کرنا، اور ان کا اعتراض و انکار کہیں منقول نہ ہونا اس کی دلیل ہے کہ ضرور اس وقت اس خیال کے لوگ موجود تھے۔ ہاں جیسے مرورد ہور سے بہت سے مذاہب اور فرقے مٹ مٹ گئے، وہ بھی نابود ہو گیا ہو تو کچھ مستبعد نہیں۔ باقی ہم سے ایک نہایت ثقہ بزرگ (حاجی امیر شاہ خاں مرحوم) نے بیان کیا کہ سیاحت فلسطین وغیرہ کے دوران میں مجھے بعض یہود اس خیال کے ملے جن کو اسی عقیدہ کی نسبت سے عزیرؑ کہا جاتا ہے۔ واللہ اعلم۔

وَقَالَتِ الْنَّصَارَى الْمَسِيحُ ابْنُ اللَّهِ ذَٰلِكَ قَوْلُهُمْ

اور نصاری نے کہا کہ مسیح اللہ کا بیٹا ہے یہ باتیں کہتے ہیں

بِأَفْوَاهِهِمْ ۚ يُضَاهِيُونَ قَوْلَ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ

اپنے منہ سے ریس کرنے لگے اگلے کافروں کی

قَبْلُ ۗ قَتَلْتَهُمُ اللَّهُ ۚ أَنَّى يُؤْفَكُونَ ﴿۳۰﴾ اِتَّخَذُوا

بات کی ہلاک کرے ان کو اللہ کہاں سے پھرے جاتے ہیں ٹھہرا لیا

أَحْبَابَهُمْ وَرُهْبَانَهُمْ أَرْبَابًا مِنْ دُونِ اللَّهِ

اپنے عالموں اور درویشوں کو خدا اللہ کو چھوڑ کر

وَالْمَسِيحَ ابْنَ مَرْيَمَ ۚ وَمَا أُمِرُوا إِلَّا لِيَعْبُدُوا

اور مسیح مریم کے بیٹے کو بھی اور ان کو حکم یہی ہوا تھا کہ بندگی کریں

إِلَهًا وَاحِدًا ۚ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ سُبْحٰنَهُ عَمَّا يُشْرِكُونَ ﴿۳۱﴾

ایک معبود کی کسی کی بندگی نہیں اس کے سوا وہ پاک ہے ان کے شریک تملانے سے

يُرِيدُونَ أَن يُطْفِئُوا نُورَ اللَّهِ بِأَفْوَاهِهِمْ وَيَأْبَى

چاہتے ہیں کہ بجھادیں روشنی اللہ کی اپنے منہ سے اور اللہ

اللَّهُ إِلَّا أَن يَتَمَنَّوْنَ نُورَهُ وَلَوْ كَرِهَ الْكَافِرُونَ ﴿۳۲﴾ هُوَ

نہ ہے گا بدون پورا کئے اپنی روشنی کے اور پڑے زمانہ میں کافر اسی نے

الَّذِي أَرْسَلَ رَسُولَهُ بِالْهُدَىٰ وَدِينِ الْحَقِّ

بھیجا اپنے رسول کو ہدایت اور سچا دین دے کر

یعنی "ابنیت" یا "الوہیت" مسیح وغیرہ کا عقیدہ پرانے مشرکین کے عقیدہ کے مشابہ ہے۔ بلکہ ان ہی کی تقلید میں یہ اختیار کیا ہے۔ جیسا کہ سورۃ مائدہ کے فوائد میں ہم نقل کر چکے ہیں۔

یعنی خدا ان کو غارت کرے تو حید کی صاف اور تیز روشنی پہنچنے کے بعد کدھرا نڈھیرے میں چلے جا رہے ہیں۔

اہل کتاب کے علماء و مشائخ کا حال | ان کے علماء و مشائخ جو کچھ اپنی طرف سے مسئلہ بنا دیتے خواہ حلال کو حرام یا حرام کو حلال کہہ دیتے اسی کو سند سمجھتے کہ بس خدا کے ہاں ہم کو چھنکارا ہو گیا۔ کتب سماویہ سے کچھ سروکار نہ رکھا تھا، محض اخبار درہبان کے احکام پر چلتے تھے۔ اور ان کا یہ حال تھا کہ جہاں تھوڑا سا مال یا جاہی فائدہ دیکھا اور حکم شریعت کو بدل ڈالا جیسا کہ دو تین آیتوں کے بعد مذکور ہے پس جو منصب خدا کا تھا (یعنی حلال و حرام کی تشریح) وہ علماء و مشائخ کو دے دیا گیا تھا۔ اس لحاظ سے فرمایا کہ انہوں نے عالموں اور درویشوں کو خدا ٹھہرا لیا نبی کریم ﷺ نے عدی بن حاتم کے اعتراض کا جواب دیتے ہوئے اسی طرح کی تشریح فرمائی ہے اور حضرت حدیفہ سے بھی ایسا ہی منقول ہے۔ حضرت شاہ صاحب لکھتے ہیں "عالم کا قول عوام کو سند ہے جب تک وہ شرع سے سمجھ کر کہے۔ جب معلوم ہو کہ خود اپنی طرف سے کہا، یا طمع وغیرہ سے کہا پھر سند نہیں۔"

اسلام کے غلبہ کا وعدہ | یعنی تو حید خالص اور اسلام کا آفتاب جب چمک اٹھا، پھر یہ دو غلی باتیں اور مشرکانہ دعاوی کہاں فروغ پا سکتے ہیں یہ کوشش کہ بے حقیقت اور بے مغز باتیں بنا کر اور فضول بحث و جدل کر کے نور حق کو مدھم کر دیں، ایسی ہے کہ کوئی بے وقوف منہ سے پھونکے مار کر چاند یا سورج کی روشنی کو بجھانا اور ماند کرنا چاہے، یا درکھو خواہ یہ کتنے ہی جلسیں مگر خدا نور اسلام کو پوری طرح پھیلا کر رہے گا۔

لِيُظْهِرَهُ عَلَى الدِّينِ كُلِّهِ ۖ وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُونَ ﴿۳۲﴾

تا کہ اُس کو غلبہ دے ہر دین پر اور پڑے برائیاں میں مشرک

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنَّ كَثِيرًا مِّنَ الْأَحْبَارِ وَ

اے ایمان والو بہت سے عالم اور

الرُّهْبَانِ لَيَأْكُلُونَ أَمْوَالَ النَّاسِ بِالْبَاطِلِ وَ

درویش اہل کتاب کے کھاتے ہیں مال لوگوں کے ناحق اور

يُصَدُّونَ عَن سَبِيلِ اللَّهِ وَالَّذِينَ يَكْنِزُونَ

روکتے ہیں اللہ کی راہ سے اور جو لوگ گاڑھ کر رکھتے ہیں

الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ وَلَا يَنْفِقُونَهَا فِي سَبِيلِ اللَّهِ ۖ

سونا اور چاندی اور اُس کو خرچ نہیں کرتے اللہ کی راہ میں

فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ أَلِيمٍ ﴿۳۳﴾ يَوْمَ يُحْمَىٰ عَلَيْهَا

سو اُن کو خوش خبری سدا سے عذاب دردناک کی جس دن کہ آگ دہکائیں گے اُس مال پر

فِي نَارٍ جَهَنَّمَ فَتُكْوَىٰ بِهَا جِبَاهُهُمْ وَجُنُوبُهُمْ

دوزخ کی پھر دائیں گے اُس سے اُن کے ماتھے اور گردنیں

وَأُظْهِرَهُمْ هَذَا مَا كُنْتُمْ لِأَنفُسِكُمْ فَذُوقُوا

اور پٹھیں (کہا جائے گا) یہ ہے جو تم نے گاڑھ کر رکھا تھا اپنے واسطے اب مزہ چکھو

مَا كُنْتُمْ تَكْنِزُونَ ﴿۳۴﴾ إِنَّ عِدَّةَ الشُّهُورِ عِنْدَ

اپنے گاڑھنے کا مہینوں کی گنتی اللہ کے

اسلام کا غلبہ باقی ادیان پر معقولیت اور حجت و دلیل کے اعتبار سے، یہ تو ہر زمانہ میں بحمد اللہ نمایاں طور پر حاصل رہا ہے۔ باقی حکومت و سلطنت کے اعتبار سے وہ اس وقت حاصل ہوا ہے اور ہوگا جبکہ مسلمان اصول اسلام کے پوری طرح پابند اور ایمان و تقویٰ کی راہوں میں مضبوط اور جہاد فی سبیل اللہ میں ثابت قدم تھے یا آئندہ ہونگے۔ اور دین حق کا ایسا غلبہ کہ باطل ادیان کو مغلوب کر کے بالکل صفحہ ہستی سے محو کر دے۔ یہ نزولِ مسیح علیہ السلام کے بعد قیامت کے قریب ہونے والا ہے۔

اہل کتاب کے علماء کی بے دینی | یعنی روپیہ لے کر احکام شرعیہ اور اخبار الہیہ کو بدل ڈالتے ہیں۔ ادھر عوام الناس نے انہیں جیسے پہلے گذرا خدائی کا مرتبہ دے رکھا ہے جو کچھ غلط سلط کہہ دیں وہی ان کے نزدیک حجت ہے، اس طرح یہ علماء و مشائخ نذرانے وصول کرنے، ٹکے بٹورنے اور اپنی سیادت و ریاست قائم رکھنے کے لئے عوام کو مکر و فریب کے جال میں پھنسا کر راہِ حق سے روکتے رہتے ہیں کیونکہ عوام اگر ان کے جال سے نکل جائیں اور دین حق اختیار کر لیں تو ساری آمدنی بند ہو جائے۔ یہ حال مسلمانوں کو سنایا تا کہ متنبہ ہو جائیں کہ امتوں کی خرابی اور تباہی کا بڑا سبب تین جماعتوں کا خراب و بے راہ ہونا اور اپنے فرائض کو چھوڑ دینا ہے۔ علماء مشائخ اور انعیاء و رؤساء۔ اس میں سے دو کا ذکر تو ہو چکا۔ تیسری جماعت (رؤساء) کا آگے آتا ہے۔ ابن المبارکؒ نے خوب فرمایا وَهَلْ أَفْسَدَ الدِّينَ إِلَّا الْمَلُوكُ وَأَخْبَارُ سُوءٍ وَرُهْبَانُهَا۔

جو لوگ دولت اکٹھی کریں خواہ حلال طریقہ سے ہو مگر خدا کے راستہ میں خرچ نہ کریں (مثلاً زکوٰۃ نہ دیں اور حقوق واجبہ نہ نکالیں) ان کی یہ سزا ہے تو اسی سے ان اخبار و رہبان کا انجام معلوم کر لو جو حق کو چھپا کر یا بدل کر روپیہ بٹورتے ہیں۔ اور ریاست قائم رکھنے کی حرص میں عوام کو خدا کے راستہ سے روکتے پھرتے ہیں۔ بہر حال دولت وہ اچھی ہے جو آخرت میں وبال نہ بنے۔

بخیل دولت مندوں کا انجام | بخیل دولت مند سے جب خدا کے راستہ میں خرچ کرنے کو کہا جائے تو اس کی پیشانی پر بل پڑ جاتے ہیں زیادہ کہو تو اعراض کر کے ادھر سے پہلو بدل لیتا ہے۔ اگر اس پر بھی جان نہ بچے تو پیٹھ پھیر کر چل دیتا ہے۔ اس لئے سونا چاندی تپا کر ان ہی تین موقعوں (پیشانی، پہلو، پیٹھ) پر داغ دیئے جائیں گے تاکہ اس کے جمع کرنے اور گاڑنے کا مزہ چکھ لے۔

اللَّهُ اثْنَا عَشَرَ شَهْرًا فِي كِتَابِ اللَّهِ يَوْمَ خَلَقَ

نزدیک بارہ مہینے ہیں اللہ کے حکم میں جس دن اُس نے پیدا کئے تھے

السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ مِنْهَا أَرْبَعَةٌ حُرْمٌ ذَلِكَ

آسمان اور زمین اُن میں چار مہینے ہیں ادب کے یہی ہے

الَّذِينَ الْقَيْمُ هَ لَا تَظْلِمُوا فِيهِنَّ أَنْفُسَكُمْ

سیدھا دین سوان میں ظلم مت کرو اپنے اوپر

وَقَاتِلُوا الْمُشْرِكِينَ كَافَّةً كَمَا يُقَاتِلُونَكُمْ

اور لڑو سب مشرکوں سے ہر حال میں جیسے وہ لڑتے ہیں تم

كَافَّةً ۞ وَاعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ مَعَ الْمُتَّقِينَ ﴿۳۶﴾ إِنَّمَا

سب سے ہر حال میں اور جان لو کہ اللہ ساتھ ہے ڈرنے والوں کے

النَّسِيءِ زِيَادَةٌ فِي الْكُفْرِ يُضِلُّ بِهِ الَّذِينَ كَفَرُوا

جو مہینہ پٹا دینا ہے سو بڑھائی ہوئی بات ہے کفر کے عہد میں گمراہی میں پڑتے ہیں اُس سے کافر

يُحِلُّونَهُ عَامًا وَيُحَرِّمُونَهُ عَامًا لِيُؤْطُوا عِدَّةَ مَا

حلال کر لیتے ہیں اُس مہینہ کو ایک برس اور حرام رکھتے ہیں دوسرے برس تاکہ پوری کر لیں گنتی اُن مہینوں کی

حَرَّمَ اللَّهُ فَيُحِلُّوا مَا حَرَّمَ اللَّهُ ۞ زَيْنٌ لَهُمْ سُوءٌ

جو اللہ نے ادب کے لیے رکھے ہیں پھر حلال کر لیتے ہیں جو مہینہ کہ اللہ نے حرام کیا بھلے کر دیئے گئے اُن کی نظر میں اُن کے

أَعْمَالِهِمْ ۞ وَاللَّهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْكَافِرِينَ ﴿۳۷﴾

بڑے کام اور اللہ راستہ نہیں دیتا کافر لوگوں کو

◆ اشہر حرم اور نسی کی رسم | میرے نزدیک اوپر سے سلسلہ مضمون کا یوں ہے کہ گذشتہ رکوع میں مشرکین کے بعد اہل کتاب (یہود و نصاریٰ) سے جہاد کرنے کا حکم دیا۔ پھر رکوع حاضر کے شروع میں بتلایا کہ ان کے عقائد اور طور و طریق بھی مشرکین سے ملتے جلتے ہیں۔ ان کا عزیر و مسیح کو خدا کا بیٹا کہنا ایسا ہی ہے جیسے مشرکین "ملائکۃ اللہ" کو خدا کی بیٹیاں کہتے تھے، بلکہ نصاریٰ میں "ابیت مسیح" کا عقیدہ مشرکین کی تقلید سے آیا ہے۔ وہ بتوں کو خدائی کا درجہ دیتے ہیں انہوں نے مسیح و روح القدس کو خدا ٹھہرا لیا۔ باوجود دعوائے کتاب کے احبار اور ہبان کے احکام کو شریعت الہیہ کا بدل تجویز کر لیا۔ یعنی احبار اور ہبان رشوتیں لے کر اور حرام مال کھا کر جس چیز کو حلال یا حرام کر دیتے، احکام سماوی کی جگہ ان ہی کو قبول کر لیا جاتا۔ ان کا یہ طریقہ ٹھیک مشرکین کے طریقہ سے مشابہ ہے۔ ان کے سرگروہ بھی جس چیز کو چاہتے حلال و حرام ٹھہرا کر خدا کی طرف نسبت کر دیتے تھے جس کا ذکر "سورۃ انعام" میں مفصل گزر چکا، اور یہاں بھی اس کی ایک مثال بیان کی جاتی ہے۔ عرب میں قدیم سے معمول چلا آتا تھا کہ سال کے بارہ مہینوں میں سے چار مہینے "اشہر حرم" (خاص ادب و احترام کے مہینے) ہیں ذوالقعدہ، ذوالحجہ، محرم، رجب ان میں خونریزی اور جدال و قتال قطعاً بند کر دیا جاتا تھا۔ حج و عمرہ اور تجارتی کاروبار کے لئے امن و امان کے ساتھ آزادی سے سفر کر سکتے تھے۔ کوئی شخص ان ایام میں اپنے باپ کے قاتل سے بھی تعرض نہ کرتا تھا۔ بلکہ بعض علماء نے لکھا ہے کہ اصل ملت ابراہیمی میں یہ چار ماہ "اشہر حرم" قرار دیئے گئے تھے۔ اسلام سے ایک مدت پہلے جب عرب کی وحشت و جہالت حد سے بڑھ گئی اور باہمی جدال و قتال میں بعض بعض قبائل کی درندگی اور انتقام کا جذبہ کسی آسانی یا زمینی قانون کا پابند نہ رہا، تو "نسی" کی رسم نکالی۔ یعنی جب کسی زور آور قبیلہ کا ارادہ ماہ محرم میں جنگ کرنے کا ہو تو ایک سردار نے اعلان کر دیا کہ اس سال ہم نے محرم کو اشہر حرم سے نکال کر اس کی جگہ صفر کو حرام کر دیا۔ پھر اگلے سال کہہ دیا کہ اس مرتبہ حسب دستور قدیم محرم حرام اور صفر حلال رہے گا۔ اس طرح سال میں چار مہینوں کی گنتی تو پوری کر لیتے تھے لیکن ان کی تعیین میں حسب خواہش رد و بدل کرتے رہتے تھے۔ ابن کثیر کی تحقیق کے موافق "نسی" (مہینہ آگے پیچھے کرنے) کی رسم صرف محرم و صفر میں ہوتی تھی۔ اور اس کی وہ ہی صورت تھی جو اوپر مذکور ہوئی امام مغازی محمد ابن اسحاق نے لکھا ہے کہ پہلا شخص جس نے یہ رسم جاری کی "دقلمس" کنانی تھا۔ پھر اس کی اولاد اور اولاد یوں ہی ہوتا چلا آیا۔ آخر میں اسی کی نسل سے "ابو ثمامہ جنادہ بن عوف کنانی" کا معمول تھا کہ ہر سال موسم حج میں اعلان کیا کرتا کہ اس سال محرم اشہر حرم میں داخل رہے گا یا صفر۔ اسی طرح محرم و صفر میں سے ہر مہینہ کبھی حلال اور کبھی حرام کیا جاتا تھا۔ اور عام طور پر لوگ اسی کو قبول کر لیتے تھے گویا عہد جاہلیت میں کافروں کے کفر و گمراہی کو بڑھانے والی ایک چیز یہ بھی تھی کہ خدا کے حلال یا حرام کئے ہوئے مہینہ کو بدل ڈالنے کا حق کنانہ کے ایک سردار کو سونپ دیا گیا تھا۔ ٹھیک اسی طرح یہود و نصاریٰ کا حال تھا کہ انہوں نے تحلیل و تحریم کی باگ طامع اور غرض پرست احبار اور ہبان کے ہاتھ میں دے دی تھی۔ دونوں جماعتوں کی مشابہت ظاہر کرنے کے لئے "نسی" کی رسم کا یہاں ذکر کیا گیا اور ان عِدَّة الشُّهُورِ عِنْدَ اللَّهِ..... الخ اس کے رد کی تمہید ہے۔ یعنی آج سے نہیں جب سے آسمان و زمین پیدا کئے خدا کے نزدیک بہت سے احکام شرعیہ جاری کرنے کے لئے سال کے بارہ مہینے رکھے گئے ہیں جن میں سے چار اشہر حرم (ادب کے مہینے) ہیں جن میں گناہ و ظلم سے بچنے کا اور زیادہ اہتمام کرنا چاہئے۔ یہ ہی سیدھا دین (ابراہیم علیہ السلام) کا ہے۔

◆ اشہر حرم میں جہاد کا مسئلہ | حضرت شاہ صاحب لکھتے ہیں کہ اس آیت سے نکلتا ہے کہ کافروں سے لڑنا ہمیشہ روا ہے (چنانچہ "غزوۃ تبوک" جس کا آگے ذکر آتا ہے۔ ماہ رجب میں ہوا) اور آپس میں ظلم کرنا ہمیشہ گناہ ہے۔ ان مہینوں میں زیادہ۔ اکثر علماء کی رائے یہی ہے۔ لیکن بہتر ہے کہ اگر کوئی کافران مہینوں کا ادب کرے تو ہم بھی اس سے لڑائی کی ابتداء نہ کریں۔

◆ یعنی برے کام کو اچھا سمجھ رہے ہیں۔ جب سمجھا لٹ جائے تو بھلائی کا رستہ کہاں ملے۔ اس آیت میں جو رسم نسی کا ذکر فرمایا ہے، اس کی تفصیل گذشتہ آیت کے فوائد زیر آیت ذَلِكِ الْبَدِيْنُ الْقَيِّمُ گزر چکی (تنبیہ) بعض اقوام جو اپنے مہینوں کا حساب درست رکھنے کے لئے لوند کا مہینہ ہر تیسرے سال بڑھاتی ہیں وہ نسی میں داخل نہیں۔ اور بعض اکابر سلف سے جو نسی کے تحت میں یہ منقول ہے کہ عرب جاہلیت میں سال کے مہینوں کے عدد بدل ڈالتے تھے، مثلاً بارہ کے چودہ مہینے بنا لئے، یا حساب میں ایسی گڑبڑی کی کہ جو ذوالقعدہ تھا وہ ذوالحجہ بن گیا حتیٰ کہ ۹ ہجری میں ابو بکر رضی اللہ عنہ کا حج بھی ان کے حساب سے ذیقعدہ میں ہوا۔ اور حدیث ان الزَّمَانِ قَدْ اسْتَدَارَ كَهَيْئَتِهِ..... الخ کی تقریر بھی اسی اصول کے موافق کی گئی۔ ان سب چیزوں پر حافظ ابن کثیر نے تعقب کیا ہے من شاء فليبراجعه۔ یہاں اس پر مفصل بحث کی گنجائش نہیں۔ اگر مستقل تفسیر قرآن لکھنے کی توفیق ہوئی جیسا کہ ارادہ ہے تو وہاں تفصیلی کلام کیا جائے گا۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا مَا لَكُمْ إِذَا قِيلَ لَكُمْ

اے ایمان والو تم کو کیا ہوا جب تم سے کہا جاتا ہے

انْفِرُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَتَأْتَلْتُمْ إِلَى الْأَرْضِ

کہ کوچ کرو اللہ کی راہ میں تو گرے جاتے ہو زمین پر

أَرْضَيْتُمْ بِالْحَيَاةِ الدُّنْيَا مِنَ الْآخِرَةِ ۚ فَمَا مَتَاءُ

کیا خوش ہو گئے دنیا کی زندگی پر آخرت کو چھوڑ کر سو کچھ نہیں نفع اٹھانا

الْحَيَاةِ الدُّنْيَا فِي الْآخِرَةِ إِلَّا قَلِيلٌ ۝۳۸ إِلَّا تَنْفِرُوا

دنیا کی زندگی کا آخرت کے مقابلہ میں مگر بہت تھوڑا اگر تم نہ نکلو گے

يُعَذِّبُكُمْ عَذَابًا أَلِيمًا ۚ وَيَسْتَبْدِلُ قَوْمًا غَيْرَكُمْ

تو دے گا تم کو عذاب دردناک اور بدلے میں لائے گا اور لوگ تمہارے سوا

وَلَا تَضُرُّوهُ شَيْئًا ۗ وَاللَّهُ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ۝۳۹

اور کچھ نہ بگاڑ سکو گے تم اس کا اور اللہ سب چیز پر قادر ہے

إِلَّا تَنْصُرُوهُ فَقَدْ نَصَرَهُ اللَّهُ إِذْ أَخْرَجَهُ الَّذِينَ

اگر تم نہ مدد کرو گے رسول کی تو اس کی مدد کی ہے اللہ نے جس وقت اس کو نکالا تھا

كَفَرُوا ثَانِيًا إِثْنَيْنِ إِذْ هُمَا فِي الْغَارِ إِذْ يَقُولُ

کافروں نے کہ وہ دوسرا تھا وہ میں کا جب وہ دونوں تھے غار میں جب وہ کہہ رہا تھا

لِصَاحِبِهِ لَا تُحْزَنُ إِنَّ اللَّهَ مَعََنَا ۖ فَانزَلَ اللَّهُ

اپنے رفیق سے تو غم نہ کھا بے شک اللہ ہمارے ساتھ ہے پھر اللہ نے اتاری

غزوہ تبوک کیلئے جہاد کی تاکید | یہاں سے غزوہ تبوک کے لئے مومنین کو ابھارا گیا ہے گذشتہ رکوع سے پہلے رکوع میں قَاتِلُوا الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَلَا بِالْيَوْمِ الْآخِرِ..... الخ سے اہل کتاب کے مقابلہ میں جہاد کرنے کی ترغیب دی گئی تھی۔ درمیان میں جوذیلی مضامین آئے انکار بظریق بہ موقع ظاہر ہوتا رہا ہے گویا وہ سب رکوع حاضر کی تمہید تھی۔ اور رکوع حاضر غزوہ تبوک کے بیان کی تمہید ہے۔ فتح مکہ وغزوہ حنین کے بعد ۹ ہجری میں نبی کریم ﷺ کو معلوم ہوا کہ شام کا نصرانی بادشاہ (ملک غسان) قیصر روم کی مدد سے مدینہ پر چڑھائی کرنے والا ہے۔ حضور نے مناسب سمجھا کہ ہم خود حد و شام پر اقدام کر کے اسکا جواب دیں۔ اس کے لئے آپ نے عام طور پر مسلمانوں کو حکم دیا کہ جہاد کے لیے تیار ہو جائیں گرمی سخت تھی۔ قحط سالی کا زمانہ تھا۔ کھجور کی فصل پک رہی تھی، سایہ خوشگوار تھا۔ پھر اس قدر بعید مسافت طے کر کے جانا اور نہ صرف ملک غسان بلکہ قیصر روم کی باقاعدہ اور سروسامان سے آراستہ افواج سے نبرد آزما ہونا، کوئی کھیل تماشہ نہ تھا۔ ایسی مہم میں مومنین تخلصین کے سوا کس کا حوصلہ تھا کہ جانبازانہ قدم اٹھا سکتا۔ چنانچہ منافقین جھوٹے حیلے بہانے تراش کر کھسکنے لگے۔ بعض مسلمان بھی ایسے سخت وقت میں اس طویل و صعب سفر سے کترارہے تھے۔ جن میں بہت سے تو آخر کار ساتھ ہو لئے اور گئے چنے آدمی رہ گئے۔ جن کو کسل و تقاعد نے اس شرف عظیم کی شرکت سے محروم رکھا۔ نبی کریم ﷺ تقریباً تیس ہزار سرفروش مجاہدین کا لشکر جرار لے کر حد و شام کی طرف روانہ ہو گئے اور مقام تبوک میں ڈیرے ڈال دیئے۔ ادھر قیصر روم کے نام نامہ مبارک لکھا جس میں اسلام کی طرف دعوت دی گئی تھی۔ حضور کی صداقت اس کے دل میں گھر کر گئی۔ مگر قوم نے موافقت نہ کی۔ اس لئے قبول اسلام سے محروم رہا۔ شام والوں کو جب حضور کے ارادے کی اطلاع ہوئی قیصر روم سے ظاہر کیا۔ اس نے مدد نہ کی، ان لوگوں نے اطاعت کی مگر اسلام نہ لائے۔ تھوڑی مدت کے بعد حضور کی وفات ہوئی اور فاروق اعظم کے عہد خلافت میں تمام ملک شام فتح ہوا۔ جب حضور ﷺ تبوک سے غالب و منصور واپس تشریف لائے اور خدا نے بڑی بڑی سلطنتوں پر اسلام کی دھاک بٹھلا دی تو منافقین مدینہ بہت فضیحت ہوئے۔ نیز چند سچے مسلمان جو محض سستی اور کسل کی بنا پر نہ گئے تھے بیحد نادام و متحسر تھے۔ اس رکوع کے شروع سے بہت دور تک ان ہی واقعات کا ذکر ہے مگر زیادہ منافقین کی حرکات بیان ہوئی ہیں کہیں کہیں مسلمانوں کو خطاب اور ان کے احوال سے تعرض کیا گیا ہے۔ آیت حاضرہ میں مسلمانوں کو بڑی شدت سے جہاد کی طرف ابھارا اور بتلایا ہے کہ تھوڑے سے عیش و آرام میں پھنس کر جہاد کو چھوڑنا گویا بلندی سے پستی کی طرف گر جانے کا مرادف ہے۔ مومن صادق کی نظر میں دنیا کے عیش و آرام کی آخرت کے مقابلہ میں کوئی وقعت نہ ہونی چاہے۔ حدیث میں ہے کہ اگر خدا کے نزدیک دنیا کی وقعت پر پشہ کی برابر ہوتی تو کسی کافر کو ایک گھونٹ پانی کا نہ دیتا۔ یعنی خدا کا کام تم پر موقوف نہیں۔ تم اگر سستی کرو گے وہ اپنی قدرت کاملہ سے کسی دوسری قوم کو دین حق کی خدمت کے لئے کھڑا کر دے گا۔ تم اس سعادت سے محروم رہو گے جو تمہارے ہی نقصان کا موجب ہے۔

منت مند کہ خدمت سلطان ہی کئی

منت شناس ازو کہ بخدمت گزاشتت

سَكِينَتَهُ عَلَيْهِ وَأَيْدَاهُ بِجُنُودٍ لَّمْ تَرَوْهَا وَ

اپنی طرف سے اس پر تسکین اور اس کی مدد کو وہ فوجیں بھیجیں کہ تم نے نہیں دیکھی اور

جَعَلَ كَلِمَةَ الَّذِينَ كَفَرُوا السُّفْلَىٰ ۗ وَكَلِمَةُ

نیچے ڈالی بات کافروں کی اور اللہ کی

اللَّهِ هِيَ الْعُلْيَا ۗ وَاللَّهُ عَزِيزٌ حَكِيمٌ ﴿۳۰﴾ انْفِرُوا

بات ہمیشہ اوپر ہے اور اللہ زبردست ہے حکمت والا ﴿۳۰﴾ نکو

خِفَافًا وَثِقَالًا وَجَاهِدُوا بِأَمْوَالِكُمْ وَأَنْفُسِكُمْ

لکے اور بوجھل اور لڑو اپنے مال سے اور جان سے

فِي سَبِيلِ اللَّهِ ۗ ذَٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ إِن كُنْتُمْ

اللہ کی راہ میں یہ بہتر ہے تمہارے حق میں اگر تم کو

تَعْلَمُونَ ﴿۳۱﴾ لَوْ كَانَ عَرَضًا قَرِيبًا وَسَفَرًا قَاصِدًا

سمجھ ہے اگر مال ہوتا نزدیک اور سفر ہلکا

لَا تَتَّبِعُوا وَلَكِنْ بَعْدَتْ عَلَيْهِمُ الشُّقَّةُ ۗ

تو وہ لوگ ضرور تیرے ساتھ ہولتے لیکن بس نظر آئی ان کو مسافت ﴿۳۱﴾

وَسَيَحْلِفُونَ بِاللَّهِ لَوِ اسْتَطَعْنَا لَخَرَجْنَا مَعَكُمْ ۗ

اور اب قسمیں کھائیں گے اللہ کی کہ اگر ہم سے ہو سکتا تو ہم ضرور چلتے تمہارے ساتھ

يُهْلِكُونَ أَنْفُسَهُمْ ۗ وَاللَّهُ يَعْلَمُ إِنَّهُمْ لَكَاذِبُونَ ﴿۳۲﴾

دجال میں ڈالتے ہیں اپنی جانوں کو اور اللہ جانتا ہے کہ وہ جھوٹے ہیں ﴿۳۲﴾

♦ غار ثور اور رسول ﷺ کے یار غار حضرت ابوبکر کا واقعہ | یعنی بالفرض اگر تم نبی کریم ﷺ کی مدد نہ کرو گے نہ سہی۔ ان کا

منصور و کامیاب ہونا کچھ تم پر موقوف نہیں، ایک وقت پہلے ایسا آچکا ہے جب ایک یار غار کے سوا کوئی آپ کے ساتھ نہ تھا۔ معدودے چند مسلمان مکہ والوں کے مظالم سے تنگ آ کر ہجرت کر گئے تھے اور آپ کو بھی ہجرت کا حکم ہوا مشرکین کا آخری مشورہ یہ قرار پایا تھا کہ ہر قبیلہ کا ایک ایک نوجوان منتخب ہو اور وہ سب مل کر بیک وقت آپ پر تلواروں کی ضرب لگائیں تاکہ خون بہا دینا پڑے تو سب قبائل پر تقسیم ہو جائے اور بنی ہاشم کی یہ ہمت نہ ہو کہ خون کے انتقام میں سارے عرب سے لڑائی مول لیں۔ جس شب میں اس ناپاک کارروائی کو عملی جامہ پہنانے کی تجویز تھی، حضور نے اپنے بستر پر حضرت علیؓ کو لٹایا، تاکہ لوگوں کی امانتیں احتیاط سے آپ کے بعد مالکوں کے حوالہ کر دیں اور حضرت علیؓ کی تسلی فرمائی کہ تمہارا بال بیگانہ ہوگا، پھر خود یہ نفس نفیس ظالموں کے ہجوم میں سے ”شاهت الوجوه“ فرماتے ہوئے اور ان کی آنکھوں میں خاک جھونکتے ہوئے صاف نکل آئے۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ کو ساتھ لیا اور مکہ سے چند میل ہٹ کر غار ثور میں قیام فرمایا۔ یہ غار پہاڑ کی بلندی پر ایک بھاری مجوف چٹان ہے۔ جس میں داخل ہونے کا صرف ایک راستہ تھا وہ بھی ایسا تنگ کہ انسان کھڑے ہو کر یا بیٹھ کر اس میں گھس نہیں سکتا۔ صرف لیٹ کر داخل ہونا ممکن تھا۔ اول حضرت ابوبکرؓ نے اندر جا کر اسے صاف کیا۔ سب سوراخ کپڑے سے بند کئے کہ کوئی کیرا کاٹا گزند نہ پہنچا سکے۔ ایک سوراخ باقی تھا، اس میں اپنا پاؤں اڑا دیا۔ سب انتظام کر کے حضور سے اندر تشریف لانے کو کہا۔ آپ صدیق کے زانو پر سر مبارک رکھ کر استراحت فرما رہے تھے کہ سانپ نے ابوبکر کا پاؤں ڈس لیا۔ مگر صدیق پاؤں کو حرکت نہ دیتے تھے مبادا حضور کی استراحت میں خلل پڑے۔ جب آپ کی آنکھ کھلی اور قصہ معلوم ہوا تو آپ نے لعاب مبارک صدیق کے پاؤں کو لگا دیا جس سے فوراً شفا ہو گئی، ادھر کفار ”قائف“ کو ہمراہ لے کر جو نشان ہائے قدم کی شناخت میں ماہر تھا۔ حضور کی تلاش میں نکلے۔ اس نے غار ثور تک نشان قدم کی شناخت کی، مگر خدا کی قدرت کہ غار کے دروازہ پر مکڑی نے جالاتن لیا اور جنگلی کبوتر نے انڈے دے دیئے۔ یہ دیکھ کر سب نے قائف کو جھٹلایا اور کہنے لگے کہ یہ مکڑی کا جالا تو محمد (ﷺ) کی ولادت سے بھی پہلے کا معلوم ہوتا ہے۔ اگر اندر کوئی داخل ہوتا تو یہ جالا انڈے کیسے صحیح و سالم رہ سکتے تھے۔ ابوبکر صدیقؓ کو اندر سے کفار کے پاؤں نظر پڑتے تھے۔ انہیں فکر تھی کہ جان سے زیادہ محبوب جس کے لئے سب کچھ فدا کر چکے ہیں دشمنوں کو نظر نہ پڑ جائیں۔ گھبرا کر کہنے لگے کہ یارسول اللہ! اگر ان لوگوں نے ذرا جھک کر اپنے قدموں کی طرف نظر کی تو ہم کو دیکھ پائیں گے، حضور نے فرمایا کہ ابوبکر تیرا کیا خیال ہے ان دو کی نسبت جن کا تیسرا اللہ ہے، یعنی جب اللہ ہمارے ساتھ ہے تو پھر کس کا ڈر ہے۔ اس وقت حق تعالیٰ نے ایک خاص قسم کی کیفیت سکون و اطمینان حضور کے قلب مبارک پر اور آپ کی برکت سے ابوبکرؓ کے قلب مقدس پر نازل فرمائی اور فرشتوں کی فوج سے حفاظت و تائید کی۔ یہ اسی تائید غیبی کا کرشمہ تھا کہ مکڑی کا جالا جسے ”اوہن البیوت“ بتلایا ہے، بڑے بڑے مضبوط و مستحکم قلعوں سے بڑھ کر ذریعہ تحفظ بن گیا اس طرح خدا نے کافروں کی بات نیچی کی اور ان کی تدابیر خاک میں ملا دیں۔ آپ تین روز غار میں قیام فرما کر بعافیت تمام مدینہ طیبہ پہنچ گئے۔ بیشک انجام کار خدا ہی کا بول بالا رہتا ہے۔ وہ ہر چیز پر غالب ہے اور اس کا کوئی کام حکمت سے خالی نہیں (تنبیہ) بعض نے وَايْتِدَةُ بَعْتُوذٍ لَّمْ تَرَوْهَا سے بدرو حنین وغیرہ میں جو نزول ملا کہ وہاں مراد لیا ہے مگر ظاہر سیاق سے وہ یہی ہے جو ہم نے بیان کیا۔ واللہ اعلم۔

♦ یعنی پیادہ اور سوار، فقیر اور غنی جوان اور بوڑھے جس حالت میں ہوں نکل کھڑے ہوں۔ نفیر عام کے وقت کوئی عذر پیش نہ لائیں۔

♦ یعنی دنیوی اور اخروی ہر حیثیت سے۔

♦ منافقین کے حیلے بہانے | یہ منافقین کو فرمایا کہ اگر سفر ہلکا ہوتا اور بے محنت مال غنیمت ہاتھ آنے کی توقع ہوتی تو جلدی سے

ساتھ ہو لیتے۔ لیکن ایسی کٹھن منزلوں کا طے کرنا ان سے کہاں ممکن ہے؟

♦ یا تو نکلنے سے پہلے قسمیں کھا کر طرح طرح کے حیلے حوالے کریں گے کہ آپ ان کو مدینہ میں ٹھہرے رہنے کی اجازت دے دیں اور یا

آپ کی واپسی کے بعد جھوٹی قسمیں کھا کر باتیں بنائیں گے تاکہ اپنے نفاق پر پردہ ڈالیں۔ حالانکہ خدا سے ان کا جھوٹ اور نفاق

پوشیدہ نہیں رہ سکتا۔ یہ نفاق و فریب دہی اور جھوٹی قسمیں کھانا انجام کار انہی کے حق میں وبال جان ہوگا۔

عَفَا اللَّهُ عَنْكَ لِمَ أَذْنَتْ لَهُمْ حَتَّىٰ يَتَّبِعِنَا

اللہ بخشنے تجھ کو کیوں رخصت دے دی تو نے ان کو یہاں تک کہ ظاہر ہو جاتے

لَكَ الَّذِينَ صَدَقُوا وَتَعْلَمَ الْكٰذِبِينَ ﴿۳۳﴾ لَا

تجھ پر سچ کہنے والے اور جان لیتا تو جھوٹوں کو ۱ نہیں

يَسْتَأْذِنُكَ الَّذِينَ يُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ

رخصت مانگتے تجھ سے وہ لوگ جو ایمان لائے اللہ پر اور آخرت کے دن پر

أَنْ يُجَاهِدُوا بِأَمْوَالِهِمْ وَأَنْفُسِهِمْ وَاللَّهُ عَلِيمٌ

اس سے کہ لڑیں اپنے مال اور جان سے اور اللہ خوب جانتا ہے

بِالْمُتَّقِينَ ﴿۳۴﴾ إِنَّمَا يَسْتَأْذِنُكَ الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ

ڈروالوں کو رخصت دہی مانگتے ہیں تجھ سے جو نہیں ایمان لائے

بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ وَأُرْتَابَتْ قُلُوبُهُمْ فَهُمْ

اللہ پر اور آخرت کے دن پر اور شک میں پڑے ہیں دل ان کے سو

فِي رَبِّهِمْ يَتَرَدَّدُونَ ﴿۳۵﴾ وَلَوْ أَرَادُوا الْخُرُوجَ

اپنے شک ہی میں بھٹک رہے ہیں ۱ اور اگر وہ چاہتے نکلتا

لَأَعَدُّوا لَهُ عُدَّةً ۚ وَلَٰكِن كَرِهَ اللَّهُ انبِعَاثَهُمْ

تو ضرور تیار کرتے کچھ سامان اس کا لیکن پسند نہ کیا اللہ نے ان کا اٹھنا

فَتَبَطَّأَهُمْ وَقِيلَ اقْعُدُوا مَعَ الْقَاعِدِينَ ﴿۳۶﴾ لَوْ

سوروک دیا ان کو اور حکم ہوا کہ بیٹھے رہو ساتھ بیٹھے والوں کے ۱ اگر

♦ **منافقین کو آنحضرت ﷺ کی اجازت** | منافقین جھوٹے عذر کر کے جب مدینہ میں ٹھہرے رہنے کی اجازت طلب کرتے تو آپ انکے کید و نفاق سے اغماض کر کے اور یہ سمجھ کر کہ ان کے ساتھ چلنے میں نساد کے سوا کوئی بہتری نہیں اجازت دیتے تھے اس کو فرمایا کہ اگر آپ اجازت نہ دیتے تو زیادہ بہتر ہوتا۔ کیونکہ اس وقت ظاہر ہو جاتا کہ انہوں نے اپنے نہ جانے کو کچھ آپ کی اجازت پر موقوف نہیں رکھا ہے جانے کی توفیق تو انہیں کسی حال نہ ہوتی۔ البتہ آپ کے روبرو ان کا جھوٹ سچ کھل جاتا۔ پس اجازت دینا کوئی گناہ نہ تھا، البتہ نہ دینا مصالِح حاضرہ کے اعتبار سے زیادہ موزوں ہوتا۔ اس اعلیٰ و اکمل صورت کے ترک کی وجہ سے خطاب کو ”عَفَا اللَّهُ عَنْكَ“ سے شروع کیا۔ عفو کا لفظ ضروری نہیں کہ گناہ ہی کے مقابلہ میں ہو۔ بعض محققین نے ”عَفَا اللَّهُ عَنْكَ“ اس جملہ کو صدر کلام میں محض دعا و تعظیم کے طور پر لیا ہے جیسا کہ عرب کے محاورات میں شائع تھا، مگر سلف سے وہی منقول ہے جو ہم نے پہلے بیان کیا۔ اور لفظ لَمْ أَذْنُتْ لَهُمْ“ اس کی تائید کرتا ہے۔ واللہ اعلم۔

♦ **جہاد سے منہ پھیرنے والے مومن نہیں ہیں** | یعنی جن کے دلوں میں ایمان و تقویٰ کا نور ہے، ان کی یہ شان نہیں کہ جہاد سے الگ رہنے کی اس طرح بڑھ بڑھ کر اجازت حاصل کریں۔ ان کا حال تو وہ ہے جو اس پارہ کے آخر میں بیان ہوا ہے۔ ”تَوَلَّوْا وَآغَيْنُهُمْ تَفِيضٌ مِنَ الدَّمْعِ حَزَنًا أَلَّا يَجِدُوا مَا يُنْفِقُونَ“ یعنی بے سرو سامانی وغیرہ کے عذر سے اگر ”جہاد فی سبیل اللہ“ کے شرف سے محروم رہ جائیں تو اس فضل کے فوت ہو جانے پر ان کی آنکھیں اشکبار ہوتی ہیں۔ بے حیا بن کر جہاد سے علیحدہ رہنے کی اجازت لینا انہی کا شیوہ ہے جن کو خدا کے وعدوں پر یقین نہیں نہ آخرت کی زندگی کو سمجھتے ہیں۔ حق تعالیٰ نے اسلام و مسلمین کے غالب و منصور ہونے کی جو خبریں دی ہیں ان کے متعلق ہمیشہ شک و شبہ میں گرفتار رہتے ہیں۔

♦ **منافقین کی حالت** | ان کا ارادہ ہی گھر سے نکلنے کا نہیں۔ ورنہ اس کا کچھ تو سامان کرتے حکم جہاد سنتے ہی جھوٹے عذر نہ لے دوڑتے۔ واقعہ یہ ہے کہ خدا نے ان کی شرکت کو پسند ہی نہیں کیا۔ یہ جاتے تو وہاں فتنے اٹھاتے۔ نہ جانے کی صورت میں انہیں پتہ لگ جائے گا کہ مومنین کو خدا کے فضل سے ایک تنکے کے برابر ان کی پروا نہیں۔ اسی لئے خدا نے صفوف مجاہدین میں شامل ہونے سے روک دیا اس طرح کہ رکنے کا وبال انہی کے سر پر رہے۔ گویا ان کو تگھوینا کہہ دیا گیا کہ جاؤ، عورتوں بچوں اور اپانچ آدمیوں کے ساتھ گھر میں گھس کر بیٹھ رہو۔ اور پیغمبر علیہ السلام نے ان کے اعذار کا ذبہ کے جواب میں جو گھر بیٹھ رہنے کی اجازت دے دی، یہ بھی ایک طرف خدا ہی کا فرما دینا ہے۔ اس لئے تگھوینا کی قید بھی ضروری نہیں۔

خَرَجُوا فِيكُمْ مَا زَادُوكُمْ إِلَّا خَبَالًا وَلَا أُضْعَعُوا

نکلے تم میں تو کچھ نہ بڑھاتے تمہارے لیے مگر خرابی اور گھوڑے

خَلَّكُم يَبْغُونَكُمُ الْفِتْنَةَ ۚ وَفِيكُمْ سَمْعُونُ

دوڑاتے تمہارے اندر بگاڑ کروانے کی تلاش میں ﴿۳۶﴾ اور تم میں بعضے جاسوس ہیں

لَهُمْ ۗ وَاللَّهُ عَلِيمٌ بِالظَّالِمِينَ ﴿۳۷﴾ لَقَدْ ابْتَغُوا

ان کے اور اللہ خوب جانتا ہے ظالموں کو ﴿۳۷﴾ وہ تلاش کرتے رہے ہیں

الْفِتْنَةَ مِنْ قَبْلُ وَقَلَبُوا لَكَ الْأُمُورَ حَتَّىٰ جَاءَ

بگاڑکی پہلے سے اور لٹتے رہے ہیں تیرے کام یہاں تک کہ آپہنچا

الْحَقُّ وَظَهَرَ أَمْرُ اللَّهِ وَهُمْ كَرِهُونَ ﴿۳۸﴾ وَمِنْهُمْ

سچا وعدہ اور غالب ہوا حکم اللہ کا اور وہ ناخوش ہی رہے ﴿۳۸﴾ اور بعضے ان میں

مَنْ يَقُولُ أَعْذَنُ لِي وَلَا تَفْتِنِي ۗ ط الْأَ فِي الْفِتْنَةِ

کہتے ہیں مجھ کو رخصت دے اور گمراہی میں نہ ڈال اور گمراہی میں نہ ڈال وہ تو گمراہی میں

سَقَطُوا ۗ وَإِنَّ جَهَنَّمَ لَمُحِيطَةٌ بِالْكَافِرِينَ ﴿۳۹﴾ إِنَّ

پڑ چکے ہیں اور بے شک دوزخ گھیر رہی ہے کافروں کو ﴿۳۹﴾ اگر

تُصِيبَكَ حَسَنَةٌ تَسُؤْهُمْ ۚ وَإِنْ تُصِيبَكَ مُصِيبَةٌ

تجھ کو پہنچے کوئی خوبی تو وہ بُری لگتی ہے ان کو اور اگر پہنچے کوئی سختی

يَقُولُوا قَدْ أَخَذْنَا أَمْرَنَا مِنْ قَبْلُ وَيَتَوَلَّوْا

تو کہتے ہیں ہم نے تو سنبھال لیا تھا اپنا کام پہلے ہی اور پھر کر جائیں

یعنی اگر تمہارے ساتھ نکلتے تو اپنے جہن و نامردی کی وجہ سے دوسروں کی ہمتیں بھی ست کر دیتے اور آپس میں لگا بچھا کر مسلمانوں میں تفریق ڈالنے کی کوشش کرتے اور جھوٹی افواہیں اڑا کر ان کو دشمنوں سے ہیبت زدہ کرنا چاہتے۔ غرض ان کے وجود سے بھلائی میں تو کوئی اضافہ نہ ہوتا ہاں برائی بڑھ جاتی اور فتنہ انگیزی کا زور ہوتا۔ ان ہی وجوہ سے خدا نے ان کو جانے کی توفیق نہ بخشی۔

یعنی اب بھی ان کے جاسوس یا بعض ایسے سادہ لوح افراد تم میں موجود ہیں جو ان کی بات سنتے اور تھوڑا بہت متاثر ہوتے ہیں (ابن کثیر) گو ویسا فتنہ و فساد برپا نہیں کر سکتے جو ان شریروں کے وجود سے ہو سکتا تھا، بلکہ ایک حیثیت سے ایسے جو ایس کا ہمراہ جانا مفید ہے کہ وہ پچشم خود مسلمانوں کی اولوالعزمی، بے جگری وغیرہ دیکھ کر ان سے نقل کریں گے تو ان کے دلوں پر بھی مسلمانوں کی ہیبت قائم ہوگی۔

جس وقت حضور مدینہ تشریف لائے، یہود اور منافقین مدینہ آپ کے خلاف طرح طرح کی فتنہ انگیزیاں کرتے رہے اور اسلام کی روز افزوں ترقیات کا تختہ الٹنے کے لئے بہت کچھ الٹ پھیر کی۔ مگر بدر میں جب کفر و شرک کے بڑے بڑے ستون گر گئے اور حیرت انگیز طریقہ پر اسلام کا غلبہ ظاہر ہوا تو عبداللہ بن ابی اور اس کے ساتھیوں نے کہا اِنَّ هٰذَا اَمْرٌ قَدْ تَوَجَّهَ كِه يٰهٖز تَوَاب رکنے والی معلوم نہیں ہوتی چنانچہ بہت سے لوگ خوف کھا کر محض زبان سے کلمہ اسلام پڑھنے لگے مگر چونکہ دل میں کفر چھپا ہوا تھا۔ اس لئے جوں جوں اسلام و مسلمین کی کامیابی اور غلبہ دیکھتے، دل میں جلتے اور غیظ کھاتے تھے۔ غرض ان کی فتنہ پردازی اور مکاری کوئی نئی چیز نہیں۔ شروع سے ان کا یہ ہی و تیرہ رہا ہے جنگ اُحد میں یہ لوگ اپنی جماعت کو لے کر راستہ سے لوٹ آئے تھے۔ مگر آخردیکھ لیا کہ حق کس طرح غالب ہو کر رہتا ہے اور باطل کیسے ذلیل و رسوا کیا جاتا ہے۔

ایک بڑے منافق جُد بن قیس نے کہا کہ حضرت مجھے تو یہیں رہنے دیجئے۔ روم کی عورتیں بہت حسین ہوتی ہیں میں انہیں دیکھ کر دل قابو میں نہ رکھ سکوں گا۔ تو مجھے وہاں لیجا کر گمراہی میں نہ ڈالئے۔ فرمایا کہ یہ لفظ کہہ کر اور اپنے جہن و کفر پر جھوٹی پرہیزگاری کا پردہ ڈال کر وہ گمراہی کے گڑھے میں گر چکا۔ اور آگے چل کر کفر و نفاق کی بدولت دوزخ کے گڑھے میں گرنے والا ہے بعض نے آیت کو عام منافقین کے حق میں رکھا ہے اور لَا تَفْتِنٰنِي كَامَطْلَب يٰهٖ كِه ہم کو ساتھ لیجا کر اموال وغیرہ کے نقصان میں مبتلا نہ کیجئے اس کا جواب اَلَا فِى الْفِتْنَةِ سَقَطُوْا سے دیا۔

وَهُمْ فَرِحُونَ ﴿۵۰﴾ قُلْ لَنْ يُصِيبَنَا إِلَّا مَا كَتَبَ

خوشیاں کرتے ♦ تو کہہ دے ہم کو ہرگز نہ پہنچے گا مگر وہی جو لکھ دیا

اللَّهُ لَنَا، هُوَ مَوْلَانَا، وَعَلَى اللَّهِ فَلْيَتَوَكَّلِ

اللہ نے ہمارے لیے وہی ہے کارساز ہمارا اور اللہ ہی پر چاہئے کہ بھروسہ

الْمُؤْمِنُونَ ﴿۵۱﴾ قُلْ هَلْ تَرَبَّصُونَ بِنَا إِلَّا أَحَدًا

کریں مسلمان تو کہہ دے تم کیا امید کرو گے ہمارے حق میں مگر وہ

الْحُسَيْنِيِّينَ، وَنَحْنُ نَتَرَبَّصُ بِكُمْ أَنْ يُصِيبَكُمُ اللَّهُ

خوبیوں میں سے ایک کی اور ہم امیدوار ہیں تمہارے حق میں کہ ڈالے تم پر اللہ

بِعَذَابٍ مِّنْ عِنْدِنَا أَوْ بِأَيْدِينَا فَتَرَبَّصُوا

کوئی عذاب اپنے پاس سے یا ہمارے ہاتھوں سے منتظر رہو

إِنَّا مَعَكُمْ مُّتَرَبِّصُونَ ﴿۵۲﴾ قُلْ أَنْفِقُوا طَوْعًا أَوْ

ہم بھی تمہارے ساتھ منتظر ہیں ♦ کہہ دے کہ مال خرچ کرو خوشی سے یا

كَرْهًا لَّنْ يَتَّخِذَ مِنْكُمْ ۖ إِنَّكُمْ كُنْتُمْ قَوْمًا

ناخوشی سے ہرگز قبول نہ ہوگا تم سے بے شک تم

فَاسِقِينَ ﴿۵۳﴾ وَمَا مَنَعَهُمْ أَنْ تُقْبَلَ مِنْهُمْ نَفَقَتُهُمْ

نافرمان لوگ ہو ♦ اور موقوف نہیں ہوا قبول ہونا ان کے خرچ کا

إِلَّا أَنَّهُمْ كَفَرُوا بِاللَّهِ وَبِرَسُولِهِ وَلَا يَأْتُونَ

مگر اسی بات پر کہ وہ منکر ہوئے اللہ سے اور اس کے رسول سے اور نہیں آتے

منافقین کی عادت تھی۔ جب مسلمانوں کو غلبہ و کامیابی نصیب ہوتی تو جلتے اور کڑھتے تھے۔ اور اگر کبھی کوئی سختی کی بات پیش آگئی مثلاً کچھ مسلمان شہید یا مجروح ہو گئے تو فخر یہ کہتے کہ ہم نے ازراہ دورانہدیشی پہلے ہی اپنے بچاؤ کا انتظام کر لیا تھا۔ ہم سمجھتے تھے کہ یہ ہی حشر ہونے والا ہے لہذا ان کے ساتھ گئے ہی نہیں۔ غرض ڈینگیں مارتے ہوئے اور خوشی سے بغلیں بجاتے ہوئے اپنی مجلسوں سے گھروں کو واپس جاتے ہیں۔

منافقین کو جواب | یعنی سختی یا نرمی جو جس وقت کے لئے مقدر ہے وہ تو ٹل نہیں سکتی، نہ دنیا میں اس سے چارہ ہے۔ مگر ہم چونکہ ظاہر و باطن سے خدا کو اپنا حقیقی مولا اور پروردگار سمجھتے ہیں، لہذا ہماری گردنیں اس کے فیصلے اور حکم کے سامنے پست ہیں۔ کوئی سختی اس کی فرمانبرداری سے باز نہیں رکھتی۔ اور اسی پر ہم کو بھروسہ ہے کہ وہ عارضی سختی کو آخرت میں بالیقین اور بسا اوقات دنیا میں بھی راحت و خوشی سے تبدیل کر دے گا۔ اندریں صورت تم ہماری نسبت دو بھلائیوں میں سے کسی ایک کی ضرور امید کر سکتے ہو۔ اگر خدا کے راستہ میں مارے گئے تو شہادت و جنت، اور واپس آئے تو اجر یا غنیمت ضرور مل کر رہے گی۔ جیسا کہ حدیث صحیح میں حق تعالیٰ نے مجاہد کی نسبت ان چیزوں کا تکفل فرمایا ہے۔ برخلاف اس کے تمہاری نسبت ہم منتظر ہیں کہ دو برائیوں میں سے ایک برائی ضرور پہنچ کر رہے گی یا نفاق و شرارت کی بدولت بلا واسطہ قدرت کی طرف سے کوئی عذاب تم پر مسلط ہوگا، یا ہمارے ہاتھوں سے خدا تم کو سخت سزا دلوائے گا جو رسوا کر کے تمہارے نفاق کا پردہ فاش کر دے گی۔ بہر حال تم اور ہم دونوں کو ایک دوسرے کا انجام دیکھنے کے لئے منتظر رہنا چاہئے۔ آخر معلوم ہو جائے گا کہ دونوں میں زیادہ انجام میں اور دورانہدیش کون تھا۔

منافقین کے نفقات قبول نہیں | جد بن قیس نے رومی عورتوں کے فتنہ کا بہانہ کر کے یہ بھی کہا تھا کہ حضرت میں بذات خود نہیں جاسکتا۔ لیکن مالی اعانت کر سکتا ہوں۔ اس کا جواب دیا کہ بے اعتقاد کا مال قبول نہیں خواہ خوشی سے خرچ کرے یا ناخوشی سے۔ یعنی خوشی سے خدا کے راستہ میں خرچ کرنے کی ان کو توفیق کہاں وَلَا يُنْفِقُونَ إِلَّا وَهُمْ كَادِرُونَ تاہم اگر بالفرض خوشی سے بھی خرچ کریں تو خدا قبول نہ کرے گا۔ اس کا سبب اگلی آیت میں بتایا ہے۔

الصَّلَاةَ إِلَّا وَهُمْ كُسَالَىٰ وَلَا يُنْفِقُونَ إِلَّا وَهُمْ

نماز کو مگر بارے جی سے اور خرچ نہیں کرتے مگر

كِرْهُونَ ﴿۵۳﴾ فَلَا تُعْجِبْكَ أَمْوَالُهُمْ وَلَا أَوْلَادُهُمْ ط

بڑے دل سے سو تو تعجب نہ کر ان کے مال اور اولاد سے

إِنَّمَا يُرِيدُ اللَّهُ لِيُعَذِّبَهُمْ بِهَا فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا

یہی چاہتا ہے اللہ کہ ان کو عذاب میں رکھے ان چیزوں کی وجہ سے دنیا کی زندگی میں

وَتَرْهَقَ أَنْفُسُهُمْ وَهُمْ كَافِرُونَ ﴿۵۴﴾ وَيَجْلِفُونَ

اور نکلے ان کی جان اور وہ اُس وقت تک کافر ہی رہیں اور قسمیں کھاتے ہیں

بِاللَّهِ إِنَّهُمْ لَمِنْكُمْ ط وَمَا هُمْ بِمِنْكُمْ وَلَكِنَّهُمْ

اللہ کی کہ وہ بے شک تم میں ہیں اور وہ تم میں نہیں لیکن وہ

قَوْمٌ يَفْرَقُونَ ﴿۵۵﴾ لَوْ يَجِدُونَ مَلْجَأًا أَوْ مَغْرَبًا

لوگ ڈرتے ہیں تم سے اگر وہ پائیں کوئی پناہ کی جگہ یا غار

أَوْ مَدْخَلًا لَّوَلَوْ أَلْبَسَهُمْ يَجْهَبُونَ ﴿۵۶﴾ وَمِنْهُمْ

یا سرگھسانے کو جگہ تو اٹنے بھاگیں اسی طرف رسیاں خواتے اور بعضے ان میں

مَنْ يُلِيْزُكَ فِي الصَّدَقَاتِ ۚ فَإِنْ أُعْطُوا مِنْهَا

وہ ہیں کہ تجھ کو طعن دیتے ہیں خیرات بانٹنے میں سواگر ان کو ملے اس میں سے

رَضُوا وَإِنْ لَمْ يُعْطُوا مِنْهَا إِذَا هُمْ يَسْخَطُونَ ﴿۵۷﴾

تو راضی ہوں اور اگر نہ ملے تو جی وہ ناخوش ہو جائیں

عدم قبول کا اصلی سبب تو ان کا کفر ہے جیسا کہ ہم پہلے متعدد مواقع میں اشارہ کر چکے کہ کافر کا ہر عمل مردہ اور بے جان ہوتا ہے۔ باقی نماز میں بارے جی سے آنا، یا برے دل سے خرچ کرنا، یہ سب کفر کے ظاہری آثار ہیں۔

کفار کی ظاہری خوشحالی کی وجہ | شبہ گذر سکتا تھا کہ جب یہ ایسے مردود ہیں تو ان کو مال و اولاد وغیرہ نعمتوں سے کیوں نوازا گیا ہے۔ اس کا جواب دیا کہ یہ نعمتیں ان کے حق میں بڑا عذاب ہیں، جس طرح ایک لذیذ اور خوشگوار غذا تندرست آدمی کی صحت و قوت کو بڑھاتی ہے اور فاسد الاخلاق مریض کو ہلاکت سے قریب تر کر دیتی ہے۔ یہ ہی حال ان دنیوی نعمتوں (مال و اولاد وغیرہ) کا سمجھو، ایک کافر کے حق میں یہ چیزیں سوئے مزاج کی وجہ سے زہر ہلاہل ہیں۔ چونکہ کفار دنیا کی حرص و محبت میں غریق ہوتے ہیں، اس لئے اول اس کے جمع کرنے میں بے حد کوفت اٹھاتے ہیں۔ پھر ذرا نقصان یا صدمہ پہنچ گیا تو جس قدر محبت ان چیزوں سے ہے، اسی قدر غم سوار ہوتا ہے اور کوئی وقت اس کے فکر و اندیشہ اور ادھیڑ بن سے خالی نہیں جاتا۔ پھر جب موت ان محبوب چیزوں سے جدا کرتی ہے اس وقت کے صدمے اور حسرت کا تو اندازہ کرنا مشکل ہے۔ غرض دنیا کے عاشق اور حریص کو کسی وقت حقیقی چین اور اطمینان میسر نہیں۔ چنانچہ یورپ و امریکہ وغیرہ کے بڑے بڑے سرمایہ داروں کے اقوال اس پر شاہد ہیں۔ باقی مومنین جو دولت اور اولاد کو معبود اور زندگی کا اصلی نصب العین نہیں سمجھتے، چونکہ ان کے دل میں حب دنیا کا مرض نہیں ہوتا اس لئے یہ ہی چیزیں ان کے حق میں نعمت اور دین کی اعانت کا ذریعہ بنتی ہیں۔ اس کے علاوہ اکثر کفار کثرت مال و اولاد پر مغرور ہو کر کفر و طغیان میں اور زیادہ شدید ہو جاتے ہیں جو اس کا سبب بنتا ہے کہ اخیر دم تک کافر ہی رہیں۔ نیز منافقین مدینہ جن کے حق میں یہ آیات نازل ہوئیں، ان کا حال یہ تھا کہ بادل خواستہ جہاد وغیرہ کے مواقع پر ریاء و نفاق سے مال خرچ کرتے تھے اور ان کی اولاد میں بعض لوگ مخلص مسلمان ہو کر نبی کریم ﷺ کے ہمراہ جہاد میں شریک ہوتے تھے، یہ دونوں چیزیں منافقین کے منشاء قلبی کے بالکل خلاف تھیں، اس طرح اموال و اولاد ان کے لئے دنیا میں عذاب بن گئے تھے۔ حضرت شاہ صاحب لکھتے ہیں ”یعنی یہ تعجب نہ کر کہ بے دین کو اللہ نے نعمت کیوں دی، بے دین کے حق میں اولاد اور مال وبال ہے کہ ان کے پیچھے دل پریشان رہے اور ان کی فکر سے چھوٹنے نہ پائے مرتے دم تک، تا تو بہ کرے یا نیکی اختیار کرے۔“

منافقین کے نفاق کی وجہ | یعنی محض اس خوف سے کہ کفر ظاہر کریں تو کفار کا سا معاملہ ان کے ساتھ بھی ہونے لگے گا۔ قسمیں کھاتے ہیں کہ ہم تو تمہاری ہی جماعت (مسلمین) میں شامل ہیں۔ حالانکہ یہ بالکل غلط ہے اگر آج ان کو کوئی پناہ کی جگہ مل جائے یا کسی غار میں چھپ کر زندگی بسر کر سکیں یا کم از کم ذرا سرگھسانے کی جگہ ہاتھ آ جائے، غرض حکومت اسلامی کا خوف نہ رہے، تو سب دعوے چھوڑ کر بے تحاشا اسی طرف بھاگنے لگیں، چونکہ نہ اسلامی حکومت کے مقابلہ کی طاقت ہے نہ کوئی پناہ کی جگہ ملتی ہے اس لئے قسمیں کھا کھا کر جھوٹی باتیں بناتے ہیں۔

آنحضرت ﷺ پر منافقین کا طعن | بعض منافقین اور بعض اعراب (بدو) صدقات و غنائم کی تقسیم کے وقت دنیوی حرص اور خود غرضی کی راہ سے حضور کی نسبت زبان طعن کھولتے تھے کہ تقسیم میں انصاف کا پہلو ملحوظ نہیں رکھا گیا۔ مگر یہ اعتراض اسی وقت تک تھا جب تک ان کی خواہش کے موافق صدقات وغیرہ میں سے حصہ نہ دیا جائے۔ اگر انہیں خوب جی بھر کر خواہش و حرص کے موافق دے دیا گیا تو خوش ہو جاتے اور کچھ اعتراض نہیں رہتا تھا گویا ہر طرح مال و دولت کو قبلہ مقصود ٹھہرا رکھا تھا۔ آگے بتلاتے ہیں کہ ایک مدعی ایمان کا مطمح نظر یہ نہیں ہونا چاہئے۔

وَلَوْ أَنَّهُمْ رَاضُوا بِمَا آتَاهُمُ اللَّهُ وَرَسُولُهُ

اور کیا اچھا ہوتا اگر وہ راضی ہو جاتے اسی پر جو یا ان کو اللہ نے اور اس کے رسول نے

وَقَالُوا حَسْبُنَا اللَّهُ سَيُؤْتِينَا اللَّهُ مِنْ فَضْلِهِ

اور کہتے کافی ہے ہم کو اللہ وہ دے گا ہم کو اپنے فضل سے

وَرَسُولُهُ ۚ إِنَّا إِلَى اللَّهِ رَاغِبُونَ ﴿۵۹﴾

اور اس کا رسول ہم کو تو اللہ ہی چاہئے ﴿۵۹﴾ زکوٰۃ

الصَّدَقَاتُ لِلْفُقَرَاءِ وَالْمَسْكِينِ وَالْعَمِلِينَ عَلَيْهَا

جو ہے سو وہ حق ہے مفلسوں کا اور محتاجوں کا اور زکوٰۃ کے کام پر جانے والوں کا

وَالْمَوْلَاةِ قُلُوبِهِمْ وَفِي الرِّقَابِ وَالْغَرْمِیْنَ وَ

اور جن کا دل پر چانا منظور ہے اور گردنوں کے چھڑانے میں اور جو تاوان بھریں اور

فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَابْنِ السَّبِيلِ ط فَرِيضَةً مِّن

اللہ کے رستہ میں اور راہ کے مسافر کو ٹھہرایا ہوا ہے

اللهِ ط وَاللَّهُ عَلِيمٌ حَكِيمٌ ﴿۶۰﴾ وَمِنْهُمْ الَّذِينَ

اللہ کا اور اللہ سب کچھ جاننے والا حکمت والا ہے ﴿۶۰﴾ اور بعضے ان میں

يُؤْذُونَ النَّبِيَّ وَيَقُولُونَ هُوَ أذُنٌ ط قُلْ أذُنٌ

بدگوئی کرتے ہیں نبی کی اور کہتے ہیں کہ یہ شخص تو کان ہے تو کہہ کان ہے

خَيْرٌ لَّكُمْ يَوْمِنُ بِاللَّهِ وَيُؤْمِنُ لِلْمُؤْمِنِينَ

تمہارے بھلے کے واسطے یقین رکھتا ہے اللہ پر اور یقین کرتا ہے مسلمانوں کی بات کا

یعنی بہترین طریقہ یہ ہے کہ جو کچھ خدا پیغمبر کے ہاتھ سے دلوائے اس پر آدمی راضی و قانع ہو اور صرف خدا پر توکل کرے اور سمجھے کہ وہ چاہے گا تو آئندہ اپنے فضل سے بہت کچھ مرحمت فرمائے گا۔ غرض دنیا کی متاع فانی کو نصب العین نہ بنائے۔ صرف خداوند رب العزت کے قرب و رضا کا طالب ہو اور جو ظاہری و باطنی دولت خدا اور رسول کی سرکار سے ملے اسی پر سرور و مطمئن ہو۔

زکوٰۃ کے مصارف | چونکہ تقسیم صدقات کے معاملہ میں پیغمبر پر طعن کیا گیا تھا، اس لئے متنبہ فرماتے ہیں کہ صدقات کی تقسیم کا طریقہ خدا کا مقرر کیا ہوا ہے۔ اس نے صدقات وغیرہ کے مصارف متعین فرما کر فہرست نبی کریم ﷺ کے ہاتھ میں دے دی ہے۔ آپ اسی کے موافق تقسیم کرتے ہیں اور کریں گے کسی کی خواہش کے تابع نہیں ہو سکتے۔ حدیث میں آپ نے فرمایا ”خدا نے صدقات (زکوٰۃ) کی تقسیم کو نبی یا غیر نبی کسی کی مرضی پر نہیں چھوڑا۔ بلکہ بذات خود اس کے مصارف متعین کر دیئے ہیں۔ جو آٹھ ہیں۔ ”فقراء“ (جن کے پاس کچھ نہ ہو) ”مساکین“ (جن کو بقدر حاجت میسر نہ ہو) ”عالمین“ (جو اسلامی حکومت کی طرف سے تحصیل صدقات وغیرہ کے کاموں پر مامور ہوں) ”مؤلفۃ القلوب“ (جن کے اسلام لانے کی امید ہو یا اسلام میں کمزور ہوں وغیرہ ذلک من الانواع، اکثر علماء کے نزدیک حضور کی وفات کے بعد یہ مد نہیں رہی) ”رقاب“ (یعنی غلاموں کا بدل کتابت ادا کر کے آزادی دلائی جائے۔ یا خرید کر آزاد کئے جائیں۔ یا اسیروں کا فدیہ دے کر رہا کرائے جائیں) ”غارمین“ (جن پر کوئی حادثہ پڑا اور مقروض ہو گئے یا کسی کی ضمانت وغیرہ کے بار میں دب گئے) ”سبیل اللہ“ (جہاد وغیرہ میں جانے والوں کی اعانت کی جائے) ”ابن السبیل“ (مسافر جو حالت سفر میں مالک نصاب نہ ہو، گو مکان پر دولت رکھتا ہو) ”حنفیہ“ کے یہاں تملیک ہر صورت میں ضروری ہے اور فقر شرط ہے۔ تفصیل فقہ میں ملاحظہ کی جائے۔

وَرَحْمَةً لِّلَّذِينَ آمَنُوا مِنْكُمْ ط وَالَّذِينَ

اور رحمت ہے ایمان والوں کے حق میں تم میں سے اور جو لوگ

يُؤْذُونَ رَسُولَ اللَّهِ لَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ ﴿٦١﴾

بدگوئی کرتے ہیں اللہ کے رسول کی ان کے لیے عذاب ہے دردناک

يَجْلِفُونَ بِاللَّهِ لَكُمْ لِيَرْضَوْكُمْ ؕ وَاللَّهُ وَرَسُولُهُ

قسمیں کھاتے ہیں اللہ کی تمہارے آگے تاکہ تم کو راضی کریں اور اللہ کو اور اس کے رسول کو

أَحَقُّ أَنْ يَرْضَوْهُ إِنَّ كَانُوا مُؤْمِنِينَ ﴿٦٢﴾ أَلَمْ

بہت ضرور ہے راضی کرنا اگر وہ ایمان رکھتے ہیں کیا وہ

يَعْلَمُوا أَنَّهُ مَنْ يُحَادِدِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ فَأَنَّ

جان نہیں چکے کہ جو کوئی مقابلہ کرے اللہ سے اور اس کے رسول سے تو

لَهُ نَارُ جَهَنَّمَ خَالِدًا فِيهَا ط ذَلِكَ الْخِزْيُ

اس کے واسطے ہے دوزخ کی آگ سدا رہے اس میں یہی ہے بڑی

الْعَظِيمُ ﴿٦٣﴾ يَحْذَرُ الْمُنْفِقُونَ أَنْ نُنزِلَ عَلَيْهِمْ

رسوئی ڈرا کرتے ہیں منافق اس بات سے کہ نازل ہو مسلمانوں پر

سُورَةً تَنْدَبُهُمْ بِمَا فِي قُلُوبِهِمْ ط قُلِ اسْتَهْزِءُوا

ایسی سورت کہ جنمادے ان کو جو ان کے دل میں ہے تو کہہ دے ہنسنے کرتے رہو

إِنَّ اللَّهَ مُخْرِجٌ مَّا تَحْذَرُونَ ﴿٦٤﴾ وَلَئِنْ سَأَلْتَهُمْ

اللہ کھول کر رہے گا اس چیز کو جس کا تم کو ڈر ہے اور اگر تو ان سے پوچھے

آنحضرت ﷺ کیلئے منافقین کی بدگوئی | منافقین آپس میں بیٹھ کر اسلام کے متعلق بدگوئی کرتے۔ جب کوئی کہتا کہ ہماری یہ باتیں پیغمبر علیہ السلام تک پہنچ جائیں گی تو کہتے کیا پر وا ہے۔ ان کے سامنے ہم جھوٹی تاویلیں کر کے اپنی براءت کا یقین دلادیں گے۔ کیونکہ وہ تو کان ہی کان ہیں جو سنتے ہیں فوراً تسلیم کر لیتے ہیں۔ ان کو باتوں میں لے آنا کچھ مشکل نہیں۔ بات یہ تھی کہ حضرت اپنے حیا و وقار اور کریم النفسی سے جھوٹ کا جھوٹ پہچانتے، تب بھی نہ پکڑتے۔ خلق عظیم کی بناء پر مسامت اور تغافل برتتے۔ وہ بیوقوف جانتے کہ آپ نے سمجھا ہی نہیں۔ حق تعالیٰ نے اس کا جواب دیا کہ اگر وہ کان ہی ہیں تو تمہارے بھلے کے واسطے ہیں۔ نبی کی یہ خود تمہارے حق میں بہتر ہے۔ نہیں تو اول تم پکڑے جاؤ گے اور یہ بھی ممکن ہے کہ حضور کی اس چشم پوشی اور خلق عظیم پر کسی وقت مطلع ہو کر تمہیں ہدایت ہو جائے۔ تمہاری جھوٹی باتوں پر نبی علیہ السلام کا سکوت اس لئے نہیں کہ انہیں واقعی تمہارا یقین آ جاتا ہے۔ یقین تو ان کو اللہ پر ہے اور ایمانداروں کی بات پر ہاں تم میں سے جو دعوائے ایمان رکھتے ہیں، ان کے حق میں آپ کی خاموشی و اغماض ایک طرح کی رحمت ہے کہ فی الحال منہ توڑ کذب کر کے ان کو رسوا نہیں کیا جاتا۔ باقی منافقین کی حرکات شیعہ خدا سے پوشیدہ نہیں۔ رسول کی پیٹھ پیچھے جو بدگوئی کرتے ہیں یا ”هُوَ اَذُنٌ“ کہہ کر آپ کو ایذا پہنچاتے ہیں، اس پر سزائے سخت کے منتظر رہیں۔

حضرت شاہ صاحب فرماتے ہیں کہ ”کسی وقت حضرت ان کی دغا بازی پکڑتے تو مسلمانوں کے روبرو قسمیں کھاتے کہ ہمارے دل میں بری نیت نہ تھی۔ تاکہ ان کو راضی کر کے اپنی طرف کر لیں۔ نہ سمجھے کہ یہ فریب بازی خدا اور رسول کے ساتھ کام نہیں آتی۔“ اگر دعوائے ایمان میں واقعی سچے ہیں تو دوسروں کو چھوڑ کر خدا اور رسول کو راضی کرنے کی فکر کریں۔

یعنی جس رسوائی سے بچنے کے لئے نفاق اختیار کیا ہے اس سے بڑی رسوائی یہ ہے۔

منافقین کا نفاق کھولا جائیگا | منافقین اپنی مجلسوں میں اسلام و پیغمبر اسلام کی بدگوئی کرتے، مومنین صادقین پر آوازے کتے، مہمات دین کا مذاق اڑاتے، پھر جب خیال آتا کہ ممکن ہے یہ باتیں حضور تک پہنچ جائیں، تو کہتے کیا مضائقہ ہے وہ تو کان ہی کان ہیں، ہم ان کے سامنے جو تاویل و تلمیح کر دیں گے، سن کر اسی کو قبول کر لیں گے۔ مگر چونکہ بسا اوقات وحی الہی کے ذریعہ سے ان کے نفاق و بدباطنی کی قلعی کھلتی رہتی تھی، اس لئے یہ ذریعہ بھی لگا رہتا تھا کہ کوئی سورت قرآن میں ایسی نازل نہ ہو جائے جو ہمارے مخاطبات برتر یہ و نیات خفیہ کا پردہ فاش کر دے۔ اصل یہ ہے کہ منافقین کا قلب جبن و کمزوری سے کسی ایک طرف قائم نہ ہوتا تھا۔ ان کے دل ہر وقت ڈگدا میں رہتے تھے۔ کبھی آنحضرت ﷺ کی شان اغماض و کریم النفسی کو دیکھ کر کچھ تسلی حاصل کرتے مگر صاعقہ قرآنی کی گرج سے پھر دہلنے لگتے تھے۔ اسی لئے فرمایا کہ بہتر ہے تم ٹھنھے کرتے رہو اور استہزاء و تمسخر کا عمل جاری رکھو اور پیغمبر کی نسبت ”هُوَ اَذُنٌ“ کہہ کر تسلی کر لو۔ لیکن خدا اس چیز کو ضرور کھول کر رہے گا جس کا تم کو ڈر لگا ہوا ہے وہ تمہارے مکر و خداع کا تار تار بکھیر کر رکھ دے گا۔

كَيْقُولَنَّ إِنَّمَا كُنَّا نَخُوضُ وَنَلْعَبُ ۗ قُلْ أَبِاللَّهِ

تو وہ کہیں گے ہم تو بات چیت کرتے تھے اور دل لگی ۱ تو کہہ کیا اللہ سے

وَآيَاتِهِ وَرَسُولِهِ كُنْتُمْ تَسْتَهْزِءُونَ ﴿٦٥﴾ لَا

اور اُس کے حکموں سے اور اُس کے رسول سے اور اُس کے آیتوں سے تم ہنسنے کرتے تھے ۲

تَعْتَذِرُونَ قَدْ كَفَرْتُمْ بَعْدَ إِيمَانِكُمْ ۗ إِنَّ نَعْفَ

مت بناؤ تم تو کافر ہو گئے اظہار ایمان کے پیچھے اگر ہم معاف کر دیں گے

عَنْ طَائِفَةٍ مِّنْكُمْ نُعَذِّبُ طَائِفَةً ۚ بِأَنَّهُمْ

تم میں سے بعضوں کو تو البتہ عذاب بھی دیں گے بعضوں کو اس سبب سے کہ وہ

كَانُوا مُجْرِمِينَ ﴿٦٦﴾ ۴ الْمُنْفِقُونَ وَالْمُنْفِقَاتُ بَعْضُهُمْ

گنہگار تھے ۵ گنہگار مرد اور منافق عورتیں سبکی

مِنْ بَعْضٍ مَّ يَأْمُرُونَ بِالْمُنْكَرِ وَيَنْهَوْنَ

ایک چال ہے سکھائیں بات بُری اور چھڑائیں

عَنِ الْمَعْرُوفِ وَيَقْبِضُونَ أَيْدِيَهُمْ ۗ نَسُوا اللَّهَ

بات بھلی اور بند رکھیں اپنی منہی بھول گئے اللہ کو

فَنَسِيَهُمْ ۗ إِنَّ الْمُنْفِقِينَ هُمُ الْفٰسِقُونَ ﴿٦٧﴾ وَعَدَا

سو وہ بھول گیا اُن کو تحقیق منافق وہی ہیں نافرمان ۶ وعدہ دیا ہے

اللَّهُ الْمُنْفِقِينَ وَالْمُنْفِقَاتِ وَالْكُفَّارِ نَارًا

اللہ نے منافق مرد اور منافق عورتوں کو اور کافروں کو دوزخ کی

آنحضرت ﷺ کی منافقین سے باز پرس | ”تبوک“ میں جاتے ہوئے بعض منافقین نے ازراہ تمسخر کہا۔ اس شخص (محمد ﷺ) کو دیکھو کہ شام کے محلات اور روم کے شہروں کو فتح کر لینے کا خواب دیکھتا ہے۔ انہوں نے رومیوں کی جنگ کو عربوں کی باہمی جنگ پر قیاس کر رکھا ہے۔ میں یقین کرتا ہوں کہ کل ہم سب رومیوں کے سامنے رسیوں میں بندھے ہوئے کھڑے ہونگے۔ یہ ہمارے قراء (صحابہ رضی اللہ عنہم) پیٹو، جھوٹے اور نامردے کیا روم کی باقاعدہ فوجوں سے جنگ کریں گے“ وغیرہ ذالک من الہفوات۔ اس قسم کے مقولے جو مسلمانوں کو روم سے مرعوب و ہیبت زدہ کرنے اور شکستہ خاطر بنانے کے لئے کہہ رہے تھے، نبی کریم ﷺ کی خدمت میں نقل ہوئے۔ آپ نے بلا کر باز پرس کی تو کہنے لگے کہ حضرت! ہم کہیں سچ مچ ایسا اعتقاد تھوڑا ہی رکھتے ہیں محض خوش وقتی و دل لگی کے طور پر کچھ کہہ رہے تھے کہ باتوں میں باسانی سفر کٹ جائے۔

اللہ کی آیات سے استہزاء | یعنی کیا دل لگی اور خوش وقتی کا موقع و محل یہ ہے کہ اللہ، رسول اور ان کے احکام کے ساتھ ٹھٹھا کیا جائے؟ خدا و رسول کا استہزاء اور احکام الہیہ کا استخفاف تو وہ چیز ہے کہ اگر محض زبان سے دل لگی کے طور کیا جائے، وہ بھی کفر عظیم ہے۔ چہ جائیکہ منافقین کی طرح ازراہ شرارت و بد باطنی ایسی حرکت سرزد ہو۔

یعنی جھوٹے عذر تراشنے اور حیلے حوالوں سے کچھ فائدہ نہیں جن کو نفاق و استہزاء کی سزا ملنی ہے مل کر رہے گی۔ ہاں جو اب بھی صدق دل سے توبہ کر کے اپنے جرائم سے باز آجائیں گے، انہیں خدا معاف کر دے گا، یا جو پہلے ہی سے باوجود کفر و نفاق کے اس طرح کی فتنہ انگیزی اور استہزاء سے علیحدہ رہے ہیں، انہیں استہزاء و تمسخر کی سزا یہاں نہ ملے گی۔

اللہ تعالیٰ نے منافقین کو بھلا دیا | یعنی سب سے بڑے نافرمان یہ ہی بد باطن منافق ہیں جن کے مرد و عورت زبانی اقرار و اظہار اسلام کے باوجود شب و روز اسی تنگ و دو میں لگے رہتے ہیں کہ ہر قسم کے حیلے اور فریب کر کے لوگوں کو اچھی باتوں سے بیزار اور برے کاموں پر آمادہ کریں۔ خرچ کرنے کے اصلی موقعوں پر مٹھی بند رکھیں۔ غرض کلمہ پڑھتے رہیں۔ لیکن نہ ان کی زبان سے کسی کو بھلائی پہنچے نہ مال سے۔ جب یہ خدا کو ایسا چھوڑ بیٹھے تو خدا نے بھی ان کو چھوڑ دیا۔ چھوڑ کر کہاں گرایا؟ اس کا ذکر اگلی آیت میں ہے۔

جَهَنَّمَ خَالِدِينَ فِيهَا هِيَ حَسْبُهُمْ وَلَعْنَهُمْ

آگ کا پڑے رہیں گے اُس میں وہی بس ہے اُن کو اور اللہ نے اُن کو

اللَّهُ وَلَهُمْ عَذَابٌ مُّقِيمٌ ۝۲۸ كَالَّذِينَ مِنْ

پھنکار دیا اور اُن کے لیے عذاب ہے برقرار رہنے والا جس طرح تم سے

قَبْلِكُمْ كَانُوا أَشَدَّ مِنْكُمْ قُوَّةً وَكَانُوا أَكْثَرَ أَمْوَالًا وَ

اگلے لوگ زیادہ تھے تم سے زور میں اور زیادہ رکھتے تھے مال اور

أَوْلَادًا فَاسْتَمْتَعُوا بِخَلَاقِمِهِمْ فَاسْتَمْتَعْتُمْ بِخَلَاقِمِكُمْ

اولاد پھر فائدہ اٹھا گئے اپنے حصے سے پھر فائدہ اٹھایا تم نے اپنے حصے سے

كَمَا اسْتَمْتَعْتُمُ الَّذِينَ مِنْ قَبْلِكُمْ بِخَلَاقِهِمْ

جیسے فائدہ اٹھا گئے تم سے اگلے تم سے اگلے اپنے حصے سے

وَخُصْنْتُمْ كَالَّذِينَ خَاصُّوْا أَوْلِيَّكَ حَبِطَتْ

اور تم بھی چلے ہو انہی کی سی چال وہ لوگ مٹ گئے

أَعْمَالُهُمْ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ وَ أَوْلِيَّكَ هُمْ

ان کے عمل دنیا میں اور آخرت میں اور وہی لوگ

الْخٰسِرُوْنَ ۝۲۹ اَلَمْ يَأْتِكُمْ نَبَأُ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ

پڑے ہے نقصان میں کیا پہنچی نہیں اُن کو خبر اُن لوگوں کی جو اُن سے پہلے تھے

قَوْمِ نُوْحٍ وَعَادٍ وَثَمُوْدَ ۝۳۰ وَقَوْمِ اِبْرٰهِيْمَ

قوم نوح کی اور عاد کی اور ثمود کی اور قوم ابراہیم کی

یعنی یہ ایسی کافی سزا ہے جس کے بعد دوسری سزا کی ضرورت نہیں رہتی۔

شاید یہ مطلب ہو کہ دنیا میں بھی خدا کی پھٹکار (لعنت) کا اثر برابر پہنچتا رہے گا۔ یا پہلے جملہ کی تاکید ہے۔ واللہ اعلم۔

یعنی دنیوی لذائذ کا جو حصہ ان کے لئے مقدر تھا، اس سے فائدہ اٹھا گئے اور آخری انجام کا خیال نہ کیا۔

یعنی تم بھی ان کی طرح آخری انجام کے تصور سے غافل ہو کر دنیا کی متاع فانی سے جتنا مقدر حصہ پا رہے ہو اور ساری چال ڈھال انہی کی سی رکھتے ہو، تو سمجھ لو جو حشر ان کا ہوا وہ ہی تمہارا بھی ہو سکتا ہے ان کے پاس مال و اولاد اور جسمانی قوتیں تم سے زائد تھیں پھر انتقام الہی کی گرفت سے نہ بچ سکے تو تم کو کاہے پر بھروسہ ہے جو خدائی سزا سے اس قدر بے فکر ہو بیٹھے ہو۔

یعنی کوئی دنیوی اور دنیوی برکت و کرامت انہیں نصیب نہ ہوئی۔ باقی دنیوی لذائذ کا جو حصہ بظاہر ملا وہ فی الحقیقت ان کے حق میں استدراج اور عذاب تھا، جیسا کہ دور کو ع پہلے "فَلَا تُفْجِكْ أَمْوَالُهُمْ وَلَا أَوْلَادُهُمْ" الخ کے فوائد میں گذر چکا اور اس سے پیشتر بھی کئی مواقع میں لکھا جا چکا ہے۔

وَأَصْحَابِ مَدْيَنَ وَالْمُؤْتَفِكَةَ ۖ أَتَتْهُمْ رُسُلُهُمْ

اور مدین والوں کی اور ان بستیوں کی خبر جو اٹ دی گئی تھیں ♦ پیچھے ان کے پاس ان کے رسول

بِالْبَيْتِ ۖ فَمَا كَانَ اللَّهُ لِيَظْلِمَهُمْ وَلَكِنْ كَانُوا

صاف حکم لے کر سوال اللہ تو ایسا نہ تھا سوال اللہ تو ایسا نہ تھا ♦ کہ ان پر ظلم کرتا لیکن وہ

أَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُونَ ﴿۴۰﴾ وَالْمُؤْمِنُونَ وَالْمُؤْمِنَاتُ

اپنے اوپر آپ ظلم کرتے تھے ♦ اور ایمان والے مرد اور ایمان والی عورتیں

بَعْضُهُمْ أَوْلِيَاءُ بَعْضٍ يَمُرُّونَ بِالْبَعْدِ وَفِ

ایک دوسرے کی مددگار ہیں سکھلاتے ہیں نیک بات

وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَيُقِيمُونَ الصَّلَاةَ وَ

اور منع کرتے ہیں مذہبی بات سے اور قائم رکھتے ہیں نماز اور

يُؤْتُونَ الزَّكَاةَ وَيُطِيعُونَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ ۖ

دیتے ہیں زکوٰۃ اور حکم پر چلتے ہیں اللہ کے اور اس کے رسول کے

أُولَئِكَ سَيَرْحَمُهُمُ اللَّهُ ۖ إِنَّ اللَّهَ عَزِيزٌ

وہی لوگ ہیں جن پر رحم کرے گا اللہ بے شک اللہ زبردست ہے

حَكِيمٌ ﴿۴۱﴾ وَعَدَّ اللَّهُ الْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ جَنَّاتٍ

حکمت والا ♦ وعدہ دیا ہے اللہ نے ایمان والے مردوں اور ایمان والی عورتوں کو باغوں کا

تَجْرٍ مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا

کہ بہتی ہیں نیچے ان کے نہریں رہا کریں انہی میں

وقف لا زفر

◆ پچھلے انبیاء کی تکذیب کا انجام | قوم نوح طوفان سے "عاد" آندھی سے، "شمود" صیحہ (جیح) سے ہلاک ہوئے۔ ابراہیم علیہ السلام کی حق تعالیٰ نے عجیب و غریب خارق عادت طریقہ سے تائید فرمائی جنہیں دیکھ کر ان کی قوم ذلیل و ناکام ہوئی، ان کا بادشاہ نمرود نہایت بد حالی کی موت مارا گیا۔ اصحاب مدین صیحہ (جیح) رھہ (زلزلہ) وغیرہ سے تباہ ہوئے۔ قوم لوط کی بستیاں الٹ دی گئیں اور اوپر سے پتھروں کی بارش ہوئی۔ ان سب اقوام کا قصہ (بجز قوم ابراہیم کے) سورۃ اعراف میں گزر چکا۔

◆ یعنی خدا کسی کو بلا وجہ اور بے موقع سزا نہیں دیتا۔ لوگ خود ایسے جرائم کا ارتکاب کرتے ہیں جن کے بعد عذاب الہی کا آنا ناگزیر ہے۔

◆ مومنین کی صفات | ابتدائے رکوع میں منافقین کے اوصاف بیان ہوئے تھے۔ یہاں بطور مقابلہ مومنین کی صفات ذکر کی گئیں۔ یعنی جبکہ منافقین لوگوں کو بھلائی سے روک کر برائی کی ترغیب دیتے ہیں۔ مومنین بدی کو چھڑا کر نیکی کی طرف آمادہ کرتے ہیں۔ منافقین کی منہی بند ہے مومنین کا ہاتھ کھلا ہوا ہے۔ وہ بخل کی وجہ سے خرچ کرنا نہیں جانتے، یہ اموال میں سے باقاعدہ حقوق (زکوٰۃ وغیرہ) ادا کرتے ہیں۔ انہوں نے خدا کو بالکل بھلا دیا۔ یہ پانچ وقت خدا کو یاد کرتے اور تمام معاملات میں خدا اور رسول کے احکام پر چلتے ہیں اسی لئے وہ مستحق لعنت ہوئے اور یہ رحمت خصوصی کے امیدوار ٹھہرے۔

وَمَسْكِنٍ طَيِّبَةٍ فِي جَنَّتِ عَدْنٍ ۖ وَرِضْوَانٌ

اور سحرے مکانوں کا رہنے کے باغوں میں اور رضامندی

مَنْ اللَّهُ أَكْبَرُ ۖ ذَٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ ۚ

اللہ کی ان سب سے بڑی ہے یہی ہے بڑی کامیابی

يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ جَاهِدِ الْكُفَّارَ وَالْمُنَافِقِينَ

اے نبی لڑائی کر کافروں سے اور منافقوں سے

وَاعْلَظْ عَلَيْهِمْ ۖ وَمَأْوَاهُمْ جَهَنَّمُ ۖ وَبِئْسَ

اور تند خوئی کر ان پر اور ان کا ٹھکانا دوزخ ہے اور وہ بُرا

الْبَصِيرُ ۚ ۚ يَحْلِفُونَ بِاللَّهِ مَا قَالُوا ۖ وَلَقَدْ

ٹھکانا ہے قسمیں کھاتے ہیں اللہ کی کہ ہم نے نہیں کہا اور بے شک

قَالُوا كَلِمَةَ الْكُفْرِ وَكَفَرُوا بَعْدَ إِسْلَامِهِمْ وَ

کہا ہے انہوں نے لفظ کفر کا اور منکر ہو گئے مسلمان ہو کر اور

هَبُّوا بِمَا لَمْ يَنَالُوا ۖ وَمَا نَقَبُوا إِلَّا أَنْ أَعْنَبَهُمْ

قصہ کیا تھا اُس چیز کا جو ان کو نہ ملی اور یہ سب کچھ اسی کا بدلہ تھا کہ دولت مند کر دیا ان کو

اللَّهُ وَرَسُولُهُ ۚ مَنْ فَضَّلَهُ ۖ فَإِنْ يَتُوبُوا يَكُ

اللہ نے اور اُس کے رسول نے اپنے فضل سے سوا اگر توبہ کر لیں تو

خَيْرًا لَّهُمْ ۚ وَإِنْ يَتَوَلَّوْا يُعَذِّبُهُمُ اللَّهُ

بھلا ہے ان کے حق میں اور اگر نہ مانیں گے تو عذاب دے گا ان کو اللہ

◆ اللہ کی رضا تمام نعمتوں سے بڑی ہے | یعنی تمام نعمائے دنیوی و آخروی سے بڑھ کر حق تعالیٰ کی رضا اور خوشنودی ہے۔ جنت بھی اسی لئے مطلوب ہے کہ وہ رضائے الہی کا مقام ہے۔ حق تعالیٰ مومنین کو جنت میں ہر قسم کی جسمانی و روحانی نعمتیں اور مسرتیں عطا فرمائے گا۔ مگر سب سے بڑی نعمت محبوب حقیقی کی دائمی رضا ہوگی۔ حدیث صحیح میں ہے کہ حق تعالیٰ اہل جنت کو پکارے گا۔ جنتی "لیک" کہیں گے۔ دریافت فرمائے گا۔ رَضِیْتُمْ یعنی اب تم خوش ہو گئے۔ جواب دیں گے کہ پروردگار! خوش نہ ہونے کی وجہ؟ جبکہ آپ نے ہم پر انتہائی انعام فرمایا ہے۔ ارشاد ہوگا "هَلْ أُعْطِیْتُمْ أَفْضَلَ مِنْ ذَٰلِکَ" یعنی جو کچھ اب تک دیا گیا ہے کیا اس سب سے بڑھ کر ایک چیز لینا چاہتے ہو، جنتی سوال کریں گے کہ اے پروردگار! اس سے افضل اور کیا چیز ہوگی؟ اس وقت فرمائیں گے اَجَلٌ عَلَیْکُمْ رِضْوَانِی فَلَآ اسْخَطُ عَلَیْکُمْ بَعْدَهُ اَبَدًا اپنی دائمی رضا اور خوشنودی تم پر اتارتا ہوں، جس کے بعد کبھی خفگی اور ناخوشی نہ ہوگی رَزَقْنَا اللّٰهَ وَسَاوَرِ الْمُؤْمِنِیْنَ ہذِہِ الْکِرَامَۃُ الْعَظِیْمَۃُ الْبَہْرَۃُ۔

◆ منافقین سے سختی کا حکم | "جہاد" کے معنی ہیں کسی ناپسندیدہ چیز کے دفع کرنے میں انتہائی کوشش کرنا۔ یہ کوشش کبھی ہتھیار سے ہوتی ہے، کبھی زبان سے، کبھی کسی اور طریق سے، منافقین جو زبان سے اسلام کا اظہار کریں اور دل سے مسلمان نہ ہوں، ان کے مقابلہ میں جہاد بالسیف جمہور امت کے نزدیک مشروع نہیں، نہ عہد نبوت میں ایسا واقع ہوا۔ اسی لئے جہاد کا لفظ اس آیت میں عام رکھا گیا ہے یعنی تلوار سے، زبان سے، قلم سے، جس وقت جس کے مقابلہ میں جس طرح مصلحت ہو جہاد کیا جائے۔ بعض علماء کی یہ رائے ہے کہ اگر منافقین کا نفاق بالکل عیاں ہو جائے تو ان پر بھی جہاد بالسیف کیا جاسکتا ہے۔ بہر حال غزوہ تبوک نے چونکہ منافقین کا نفاق بہت آشکارا کر دیا تھا۔ اس لئے اس آیت میں ان کی نسبت ذرا سخت رویہ اختیار کرنے کی ہدایت کی گئی۔ نبی کریم ﷺ فطری طور پر نہایت نرم خو واقع ہوئے تھے۔ "فَبِمَا رَحْمَۃٍ مِّنَ اللّٰهِ لِنْتَ لَهُمْ وَلَوْ كُنْتَ فَظًّا غَلِيظَ الْقَلْبِ لَانفَضُّوا مِنْ حَوْلِکَ" (ال عمران، رکوع ۱۷) پھر حق تعالیٰ کی طرف سے حکم تھا "وَ اخْفِضْ جَنَاحَکَ لِیْمَنِ اتَّبَعَتْکَ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ" (شعراء، رکوع ۱۱) چونکہ منافقین بھی بظاہر مومنین کے زمرہ میں شامل رہتے تھے، اس لئے حضور ان کے ساتھ بھی درگزر، چشم پوشی اور نرم خوئی کا معاملہ فرماتے تھے۔ تبوک کے موقع پر جب منافقین نے کھلم کھلا بے حیائی، عناد اور دشمنی کا انداز اختیار کر لیا تو حکم ہوا کہ اب ان کے معاملہ میں سختی اختیار کیجئے، یہ شریر خوش اخلاقی اور نرمی سے ماننے والے نہیں ہیں۔

◆ منافقین کے کفر کی تصدیق | منافقین پیچھے بیٹھ کر پیغمبر علیہ السلام کی اور دین اسلامی کی اہانت کرتے، جیسا کہ سورۃ منافقون میں آئے گا، جب کوئی مسلمان حضور تک ان کی باتیں پہنچا دیتا تو اس کی تکذیب کرتے اور قسمیں کھا لیتے کہ ہم نے فلاں بات نہیں کی۔ حق تعالیٰ نے مسلمان راویوں کی تصدیق فرمائی کہ بیشک انہوں نے وہ باتیں زبان سے نکالی ہیں۔ اور دعوائے اسلام کے بعد مذہب اسلام اور پیغمبر اسلام کی نسبت وہ کلمات کہے ہیں جو صرف منکرین کی زبان سے نکل سکتے ہیں۔

◆ آنحضرت ﷺ کے قتل کی کوشش | غزوہ تبوک سے واپسی میں آنحضرت ﷺ لشکر سے علیحدہ ہو کر ایک پہاڑی راستہ کو تشریف لے جا رہے تھے۔ تقریباً بارہ منافقین نے چہرے چھپا کر رات کی تاریکی میں چاہا کہ آپ پر ہاتھ چلائیں اور معاذ اللہ پہاڑی سے گرا دیں۔ حضور کے ساتھ حدیفہ اور عمار تھے۔ عمار کو انہوں نے گھیر لیا تھا، مگر حدیفہ نے مار مار کر ان کی اونٹنیوں کے منہ پھیر دیئے۔ چونکہ چہرے چھپائے ہوئے تھے۔ حدیفہ وغیرہ نے ان کو نہیں پہچانا۔ بعد ازاں آنحضرت ﷺ نے حدیفہ و عمار رضی اللہ عنہما کو نام بنام انکے پتے بتا دیئے۔ مگر منع فرما دیا کہ کسی پر ظاہر نہ کریں۔ اسی واقعہ کی طرف وَ هُمْ وَاٰمَنَّا لَمْ یَنَالُوْا مِیْنَ اِشَارَہِ ہِے کہ جو ناپاک قصد انہوں نے کیا خدا کے فضل سے پورا نہ ہوا، بعض علماء نے لکھا ہے کہ کسی موقع پر لشکر اسلام میں کچھ خانہ جنگی ہو گئی تھی، منافقین نے اغوا کر کے مہاجرین و انصار میں پھوٹ ڈالنے کی کوشش کی مگر ناکام رہے۔ حضرت نے اصلاح فرمادی جیسا کہ سورۃ منافقون میں آئے گا۔

عَذَابًا أَلِيمًا فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ ۚ وَمَا لَكُمْ

عذاب دردناک دنیا اور آخرت میں اور نہیں اُن کا

فِي الْأَرْضِ مِنْ وَرَائِهِ وَلَا نَصِيرٌ ﴿٤٧﴾ وَمِنْهُمْ

روئے زمین پر کوئی حمایتی اور نہ مددگار اور بعضے اُن میں

مَنْ عٰهَدَ اللّٰهَ لَئِنْ اٰتٰنَا مِنْ فَضْلِهِ

وہ ہیں کہ عہد کیا تھا اللہ سے اگر دیوے ہم کو اپنے فضل سے

لَنَصَّدَّقَنَّ وَلَنَكُوْنَنَّ مِنَ الصّٰلِحِيْنَ ﴿٤٨﴾ فَلَمَّا

تو ہم ضرور خیرات کریں اور ہو رہیں ہم نیکی والوں میں پھر جب

اٰتٰهُمْ مِّنْ فَضْلِهِ بَخِلُوْا بِهٖ وَتَوَلَّوْا وَهُمْ

دیا اُن کو اپنے فضل سے تو اُس میں بخل کیا اور پھر گئے

مُعْرِضُوْنَ ﴿٤٩﴾ فَاَعْقَبَهُمْ نِفَاقًا فِيْ قُلُوْبِهِمْ

نلا کر پھر اُس کا اثر رکھ دیا نفاق اُن کے دلوں میں

اِلٰى يَوْمٍ يَلْقَوْنَہٗ بِمَا اٰخَلَفُوْا اللّٰهَ مَا

جس دن تک کہ وہ اس سے ملیں گے اس وجہ سے کہ انہوں نے خلاف کیا اللہ سے

وَعَدُوْهُ وِبِمَا كَانُوْا يَكْذِبُوْنَ ﴿٥٠﴾ اَلَمْ يَعْلَمُوْا

جو وعدہ اُس سے کیا تھا اور اس وجہ سے کہ بولتے تھے جھوٹ کیا وہ جان نہیں چکے

اَنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ سِرَّهُمْ وَنَجْوَاهُمْ وَاَنَّ اللّٰهَ

کہ اللہ جانتا ہے اُن کا عہد اور اُن کا مشورہ اور یہ کہ اللہ

یعنی حضور کی دعا سے خدا نے انہیں دولت مند کر دیا، قرضوں کے بار سے سبکدوش ہوئے، مسلمانوں کے ساتھ ملے جلے رہنے کی وجہ سے غنائم میں حصہ ملتا رہا، حضور کی برکت سے پیداوار اچھی ہوئی، ان احسانات کا بدلہ یہ دیا کہ خدا اور رسول کے ساتھ دعا بازی کرنے لگے اور ہر طرح پیغمبر علیہ السلام اور مسلمانوں کو ستانے پر کمر باندھ لی۔ اب بھی اگر توبہ کر کے شرارتوں اور احسان فراموشیوں سے باز آجائیں تو ان کے حق میں بہتر ہے۔ ورنہ خدا دنیا و آخرت میں وہ سزا دے گا جس سے بچانے والا روئے زمین پر کوئی نہ ملے گا۔ بعض روایات میں ہے کہ ”جلاس“ نامی ایک شخص یہ آیات سن کر صدق دل سے تائب ہوا، اور آئندہ اپنی زندگی خدمت اسلام میں قربان کر دی۔

ثعلبہ بن حاطب کا واقعہ | ایک شخص ثعلبہ بن حاطب انصاری نے حضرت سے عرض کیا کہ میرے حق میں دولت مند ہو جانے کی دعا فرما دیجئے۔ آپ نے فرمایا کہ ثعلبہ! تھوڑی چیز جس پر تو خدا کا شکر ادا کرے، اس بہت چیز سے اچھی ہے جس کے حقوق ادا نہ کر سکے۔ اس نے پھر وہی درخواست کی، آپ نے فرمایا کہ اے ثعلبہ! کیا تجھے پسند نہیں کہ میرے نقش قدم پر چلے۔ آپ کے انکار پر اس کا اصرار بڑھتا رہا۔ اس نے وعدہ کیا کہ اگر خدا مجھ کو مال دے گا، میں پوری طرح حقوق ادا کروں گا۔ آخر حضور نے دعا فرمائی، اس کی بکریوں میں اس قدر برکت ہوئی کہ مدینہ سے باہر ایک گاؤں میں رہنے کی ضرورت پڑی اور اتنا پھیلاوا ہوا کہ ان میں مشغول ہو کر رفتہ رفتہ جمعہ و جماعات بھی ترک کرنے لگا۔ کچھ دنوں بعد حضور کی طرف سے زکوٰۃ وصول کرنے والے ”محصل“ پہنچے تو کہنے لگا کہ زکوٰۃ تو جزیہ کی بہن معلوم ہوتی ہے۔ دو ایک دفعہ ملا کر آخر زکوٰۃ دینے سے صاف انکار کر دیا۔ حضور نے تین مرتبہ فرمایا ”ویح ثعلبہ، اور یہ آیات نازل ہوئیں جب اس کے بعض اقارب نے اس کی خبر پہنچائی تو بادل نخواستہ زکوٰۃ لے کر حاضر ہوا۔ حضور نے فرمایا کہ خدا نے مجھ کو تیری زکوٰۃ قبول کرنے سے منع فرما دیا ہے۔ یہ سن کر اس نے بہت ہائے وا دیلا کی کیونکہ حضور کا زکوٰۃ قبول نہ کرنا اس کے لئے بڑی عار کی بات تھی۔ بدنامی کے تصور سے سر پر خاک ڈالتا تھا۔ گردل میں نفاق چھپا ہوا تھا۔ پھر حضور کے بعد ابو بکر صدیق کی خدمت میں زکوٰۃ لے کر حاضر ہوا۔ انہوں نے بھی قبول کرنے سے انکار فرمایا۔ پھر حضرت عمرؓ اور ان کے بعد حضرت عثمانؓ کی خدمت میں زکوٰۃ پیش کی، دونوں نے انکار فرمایا۔ ہر ایک یہ ہی کہتے تھے کہ جو چیز نبی کریمؐ نے رد کر دی ہم اس کو قبول نہیں کر سکتے۔ آخر اسی حالت نفاق پر حضرت عثمانؓ کے عہد میں اس کا خاتمہ ہوا۔

یعنی خدا سے صریح وعدہ خلافی کرنے اور جھوٹ بولتے رہنے کی سزا میں ان کے بخل و اعراض کا اثر یہ ہوا کہ ہمیشہ کے لئے نفاق کی جڑ ان کے دلوں میں قائم ہو گئی جو موت تک نکلنے والی نہیں۔ اور یہ ہی ”سنت اللہ“ ہے کہ جب کوئی شخص اچھی یا بری خصلت خود اختیار کر لیتا ہے تو کثرت مزاوت و ممارست سے وہ دائمی بن جاتی ہے۔ بری خصلت کے اسی دوام و استحکام کو کبھی کبھی ختم و طبع (مہر لگانے) سے تعبیر کر دیتے ہیں۔

عَلَّمَ الْغُيُوبَ ﴿۴۸﴾ الَّذِينَ يَلْمِزُونَ الْمُطَّوِّعِينَ

خوب جانتا ہے سب چھپی باتوں کو ♦ وہ لوگ جو طعن کرتے ہیں ان مسلمانوں پر

مِنَ الْمُؤْمِنِينَ فِي الصَّدَقَاتِ وَالَّذِينَ لَا يَجِدُونَ

جو دل کھول کر خیرات کرتے ہیں اور ان پر جو نہیں رکھتے

إِلَّا جُهْدَهُمْ فَيَسْخَرُونَ مِنْهُمْ ۖ سَخِرَ اللَّهُ

مگر اپنی محنت کا پھر ان پر ٹھنکے کرتے ہیں اللہ نے ان سے ٹھنکا

مِنْهُمْ ۚ وَلَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ ﴿۴۹﴾ اِسْتَعْفِرْ لَهُمْ

کیا ہے اور ان کے لیے عذاب دردناک ہے ♦ تو ان کے لیے بخشش مانگ

أَوْ لَا تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ ۗ إِنْ تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ سَبْعِينَ

یا نہ مانگ اگر ان کے لیے ستر بار بخشش

مَرَّةً فَلَنْ يَغْفِرَ اللَّهُ لَهُمْ ۗ ذَلِكَ بِأَنَّهُمْ كَفَرُوا

مانگے تو بھی ہرگز نہ بخشے گا ان کو اللہ یہ اس واسطے کہ وہ منکر ہوئے

بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ ۗ وَاللَّهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ

اللہ سے اور اس کے رسول سے اور اللہ رستہ نہیں دیتا نافرمان

الْفَاسِقِينَ ﴿۵۰﴾ فَرِحَ الْمُخَلَّفُونَ بِمَقْعَدِهِمْ خِلْفَ

لوگوں کو ♦ خوش ہو گئے پیچھے رہنے والے اپنے بیٹھ رہنے سے جدا ہو کر

رَسُولِ اللَّهِ وَكَرِهُوا أَنْ يُجَاهِدُوا بِأَمْوَالِهِمْ

رسول اللہ سے اور گھبرائے اس سے کہ لڑیں اپنے مال سے

یعنی خواہ کیسے ہی وعدے کریں، باتیں بنائیں، یا مجبور ہو کر مال پیش کریں۔ خدا ان کے ارادوں اور نیتوں کو خوب جانتا ہے اور اپنے ہم مشربوں کے ساتھ بیٹھ کر جو مشورے کرتے ہیں، ان سے پوری طرح آگاہ ہے۔ وہ جانتا ہے کہ لِنَصَّدَقَنّ وَلَنُكُونَنَّ مِنَ الصّٰلِحِيْنَ كَادِعْدَهُ اور گھبرا کر زکوٰۃ حاضر کرنا کس دل اور کیسی نیت سے تھا۔

منافقین کا استہزاء اور طعن | ایک مرتبہ آنحضرت ﷺ نے مسلمانوں کو صدقہ کرنے کی ترغیب دی۔ حضرت عبد الرحمن بن عوف نے چار ہزار (دینار یا درہم) حاضر کر دیئے۔ عاصم بن عدی نے ایک سو سو کھجوریں (جن کی قیمت چار ہزار درہم ہوتی تھی) پیش کیں۔ منافقین کہنے لگے کہ ان دونوں نے دکھلاوے اور نام و نمود کو اتنا دیا ہے۔ ایک غریب صحابی ابو عقیل حجاب نے جو محنت و مشقت سے تھوڑا سا کما کر لائے۔ اس میں سے ایک صاع تمر صدقہ کیا تو مذاق اڑانے لگے کہ یہ خواہ مخواہ زور آوری سے لہو لگا کر شہیدوں میں داخل ہونا چاہتا ہے۔ بھلا اس کی ایک صاع کھجوریں کیا پکار کریں گی۔ غرض تھوڑا دینے والا اور بہت خرچ کرنے والا کوئی ان کی زبان سے بچتا نہ تھا۔ کسی پر طعن، کسی سے ٹھٹھا کرتے تھے۔ حق تعالیٰ نے فرمایا سَجَرَ اللّٰهِ مِنْهُمْ (اللہ نے ان سے ٹھٹھا کیا ہے) یعنی ان کے طعن و تمسخر کا بدلہ دیا، بظاہر تو وہ چند روز کے لئے مسخر اپن کرنے کے لئے آزاد چھوڑ دیئے گئے ہیں، لیکن فی الحقیقت اندر ہی اندر سکھ کی جڑیں کتنی چلی جا رہی ہیں۔ اور عذاب الیم ان کے لئے تیار ہے۔

منافقین کیلئے استغفار عبد اللہ بن ابی کی نماز جنازہ | یعنی منافقین کے لئے آپ ﷺ ہی مرتبہ استغفار کیجئے ان کے حق میں بالکل بیکار اور بے فائدہ ہے، خدا ان بد بخت کافروں اور نافرمانوں کو کبھی معاف نہ کرے گا۔ واقعہ یہ پیش آیا کہ مدینہ میں رئیس المنافقین عبد اللہ بن ابی کا انتقال ہوا۔ آپ نے قمیص مبارک کفن میں دیا۔ لعاب مبارک اس کے منہ میں ڈالا۔ نماز جنازہ پڑھی اور دعائے مغفرت کی، حضرت عمرؓ اس معاملہ میں آڑے آتے تھے اور کہتے تھے کہ یا رسول اللہ! یہ وہ ہی خبیث تو ہے جس نے فلاں فلاں وقت ایسی ایسی نالائق حرکات کیں۔ ہمیشہ کفر و نفاق کا علمبردار رہا۔ کیا حق تعالیٰ نے یہ نہیں فرمایا۔ "اَسْتَغْفِرْ لَهُمْ اَوْ لَا تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ اِنْ تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ سَبْعِيْنَ مَرَّةً فَلَنْ يَغْفِرَ اللّٰهُ لَهُمْ" آپ نے ارشاد فرمایا کہ اے عمر! مجھ کو استغفار سے منع نہیں کیا گیا۔ بلکہ آزاد رکھا گیا ہے کہ استغفار کروں یا نہ کروں۔ یہ خدا کا فعل ہے کہ ان کو معاف نہ کرے۔ یعنی ان کے حق میں میرا استغفار نافع نہ ہو (سوان کے حق میں نہ سہی، ممکن ہے دوسروں کے حق میں میرا یہ طرز عمل نافع ہو جائے دوسرے لوگ سب سے بڑی موذی دشمن کے حق میں نبی کے اس وسعت اخلاق اور وفور رحمت و شفقت کو دیکھ کر اسلام و پیغمبر اسلام کے گردیدہ ہو جائیں۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا) صحیح بخاری کی ایک روایت میں آپ نے فرمایا کہ اگر میں جانتا کہ ستر مرتبہ سے زائد استغفار کرنے سے اس کی مغفرت ہو سکتی ہے تو میں ستر مرتبہ سے زیادہ استغفار کرتا، گویا اس جملہ میں حضور نے متنبہ فرما دیا کہ حضرت عمرؓ کی طرح آپ بھی اس کے حق میں استغفار کو غیر مفید تصور فرما رہے تھے۔ فرق اس قدر ہے کہ حضرت عمرؓ کی نظر بغض فی اللہ کے جوش میں صرف اسی نقطہ پر مقصور تھی، اور نبی کریم ﷺ میت کے فائدہ سے قطع نظر فرما کر عام پیغمبرانہ شفقت کا اظہار، اور احیاء کے فائدہ کا خیال فرما رہے تھے۔ لیکن آخر کار وحی الہی "وَلَا تُصَلِّ عَلٰی اَخِيْ مِنْهُمْ مَّا تَابَدَا وَلَا تَقُمْ عَلٰی قَبْرِهٖ" نے صریح طور پر منافقین کا جنازہ پڑھنے یا ان کے اہتمام دفن و کفن وغیرہ میں حصہ لینے کی ممانعت کر دی۔ کیونکہ اس طرز عمل سے منافقین کی ہمت افزائی اور مومنین کی دل شکستگی کا احتمال تھا۔ اس وقت سے حضور نے کسی منافق کے جنازہ کی نماز نہیں پڑھی۔

وَأَنْفُسِهِمْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَقَالُوا لَا تَنْفِرُوا فِي

اور جان سے اللہ کی راہ میں اور بولے کہ مت کوچ کرو گری

لِحَرِّ قُلُوبِنَا أَوْ أَجْزَاءِ لُدِّ حَرَّاءٍ لَوْ كَانُوا يَعْقِلُونَ ﴿۸۱﴾

میں تو کہہ دو رخ کی آگ سخت گرم ہے اگر ان کو سمجھ ہوتی

فَلْيَضْحَكُوا قَلِيلًا وَيَبْكُوا كَثِيرًا جَزَاءً بِمَا

سو وہ ہنس لیں تھوڑا اور روویں بہت سا بدل اس کا جو

كَانُوا يَكْسِبُونَ ﴿۸۲﴾ فَإِنْ رَجَعَكَ اللَّهُ إِلَى طَائِفَةٍ

وہ کھاتے تھے سواگر پھر لے جائے تجھ کو اللہ کسی فرقہ کی طرف

مِنْهُمْ فَاسْتَأْذِنُواكَ لِلْخُرُوجِ فَقُلْ لَنْ

ان میں سے پھر اجازت چاہیں تجھ سے نکلنے کی تو تو کہہ دینا کہ تم

تَخْرُجُوا مَعِيَ أَبَدًا وَلَنْ تُقَاتِلُوا مَعِيَ عَدُوًّا

ہرگز نہ نکلو گے میرے ساتھ کبھی اور نہ لڑو گے میرے ساتھ ہو کر کسی دشمن سے

إِنَّكُمْ رَضِيتُمْ بِالْقُعُودِ أَوَّلَ مَرَّةٍ فَاقْعُدُوا مَعَ

تم کو پسند آیا بیٹھ رہنا پہلی بار سو بیٹھے رہو پیچھے رہنے

الْخُلَفَاءِ ﴿۸۳﴾ وَلَا تُصَلِّ عَلَى أَحَدٍ مِّنْهُمْ مَاتَ

والوں کے ساتھ اور نماز نہ پڑھ ان میں سے کسی پر جو مر جائے

أَبَدًا وَلَا تَقُمْ عَلَى قَبْرِهِ إِنَّهُمْ كَفَرُوا بِاللَّهِ وَ

اور کبھی نہ کھڑا ہو اس کی قبر پر وہ منکر ہوئے اللہ سے اور

منافقین کی سزا | یہ ان منافقین کے متعلق ہے جو غزوہ تبوک کی شرکت سے علیحدہ رہے۔ یعنی منافقین کا حال یہ ہے کہ برائی اور عیب کا کام کر کے خوش ہوتے ہیں، نیکی سے گھبرا کر دور بھاگتے ہیں۔ اور جیسا کہ پہلے گزرا نیکی کرنے والوں پر طعن کرتے اور آوازے کستے ہیں۔ ایسی قوم کو نبی کے استغفار سے کیا فائدہ پہنچ سکتا ہے۔ یہاں سے گنہگار اور بد اعتقاد کا فرق نکلتا ہے۔ گناہ ایسا کونسا ہے جو پیغمبر کے بخشوانے سے نہ بخشا جائے۔ ”وَلَوْ أَنَّهُمْ إِذْ ظَلَمُوا أَنفُسَهُمْ جَاءُوكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللَّهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُولُ لَوَجَدُوا اللَّهَ تَوَّابًا رَّحِيمًا“ (نساء، رکوع ۹) لیکن بد اعتقاد کو پیغمبر کا ستر مرتبہ استغفار فائدہ نہ دے۔

یا تو منافقین آپس میں ایک دوسرے کو کہتے تھے اور یا بعض مومنین سے کہتے ہو گئے کہ ان کی ہمتیں ست ہو جائیں۔

یعنی اگر سمجھ ہوتی تو خیال کرتے کہ یہاں گرمی سے بچ کر جس گرمی کی طرف جا رہے ہو وہ کہیں زیادہ سخت ہے۔ یہ تو وہی مثال ہوئی کہ دھوپ سے بھاگ کر آگ کی پناہ لی جائے۔ حدیث میں ہے کہ جہنم کی آگ دنیا کی آگ سے انہتر درجہ زیادہ تیز ہے۔ نعوذ باللہ منہا۔

یعنی چند روز اپنی حرکات پر خوش ہو لو اور ہنس لو۔ پھر ان کر تو توں کی سزا میں ہمیشہ کورونا ہے۔

حضور تبوک میں تھے اور منافقین مدینہ میں ممکن تھا کہ بعض منافقین آپ کی واپسی سے قبل مرجائیں، اس لئے الی طَائِفَةٍ مِّنْهُمْ“ فرمایا۔

منافقین کو جہاد میں شریک کرنے کی ممانعت | یعنی اب اگر یہ لوگ کسی دوسرے غزوہ میں ساتھ چلنے کی اجازت مانگیں تو فرما دیجئے کہ بس! تمہاری ہمت و شجاعت کا بھانڈا پھوٹ چکا اور تمہارے دلوں کا حال پہلی مرتبہ کھل چکا، نہ تم کبھی ہمارے ساتھ نکل سکتے ہو اور نہ دشمنان اسلام کے مقابلہ میں بہادری دکھا سکتے ہو، لہذا اب تم کو تکلیف کرنے کی ضرورت نہیں۔ عورتوں، بچوں، اpanچ اور ناتوان بڑھوں کے ساتھ گھر میں گھسے بیٹھے رہو اور جس چیز کو پہلی دفعہ تم نے اپنے لئے پسند کر لیا ہے مناسب ہے کہ اسی حالت پر مرد۔ تاکہ اچھی طرح عذاب الہی کا مزہ چکھو۔

یعنی دعاء و استغفار کے لئے یا اہتمام دفن کے لئے۔

رَسُولِهِ وَمَاتُوا وَهُمْ فَسِقُونَ ﴿۸۴﴾ وَلَا تُعْجِبُكَ

اُس کے رسول سے اور وہ مر گئے نافرمان اور تعجب نہ کر

أَمْوَالِهِمْ وَأَوْلَادِهِمْ ط إِنَّمَا يَرِيدُ اللَّهُ أَنْ يُعَذِّبَهُمْ

اُن کے مال اور اولاد سے اللہ تو یہی چاہتا ہے کہ عذاب میں رکھے اُن کو

بِهَا فِي الدُّنْيَا وَتَرْهَقَ أَنفُسَهُمْ وَهُمْ كَافِرُونَ ﴿۸۵﴾

اُن چیزوں کے باعث دنیا میں اور نکلے اُن کی جان اور وہ اُس وقت تک کافر ہی رہیں

وَإِذَا أَنْزَلَتْ سُورَةٌ أَنْ آمَنُوا بِاللَّهِ وَجَاهِدُوا مَعَ

اور جب نازل ہوتی ہے کوئی سورت کہ ایمان لاؤ اللہ پر اور لڑائی کرو اُس کے

رَسُولِهِ اسْتَأْذَنَكَ أُولُوا الطَّوْلِ مِنْهُمْ وَقَالُوا

رسول کے ساتھ ہو کر جو تجھ سے رخصت ماننے ہیں مقدور والے اُن کے اور کہتے ہیں

ذُرْنَا نَكُنْ مَعَ الْقَعْدِيِّينَ ﴿۸۶﴾ رَضُوا بِأَنْ يَكُونُوا مَعَ

ہم کو چھوڑ دے کہ رہ جائیں ساتھ بیٹھنے والوں کے خوش ہوئے کہ رہ جائیں

الْخَوَالِفِ وَطَبِعَ عَلَى قُلُوبِهِمْ فَهُمْ لَا يَفْقَهُونَ ﴿۸۷﴾

پچھے رہنے والی عورتوں کے ساتھ اور مہر کر دی گئی اُن کے دل پر سو وہ نہیں سمجھتے

لَكِنَّ الرِّسُولَ وَالَّذِينَ آمَنُوا مَعَهُ جَاهِدُوا

لیکن رسول اور جو لوگ ایمان لائے ہیں ساتھ اُس کے وہ لڑے ہیں

بِأَمْوَالِهِمْ وَأَنفُسِهِمْ وَأَوْلِيَّكَ لَهُمُ الْخَيْرُ ز وَ

اپنے مال اور جان سے اور اُنہی کے لیے ہیں خوبیاں اور

◆ منافقین کی نماز جنازہ کی ممانعت | یہ آیت عبد اللہ بن ابی کے واقعہ کے بعد نازل ہوئی، جیسا کہ چند آیات پہلے ہم مفصل بیان کر چکے ہیں اس آیت کے نزول کے بعد منافقین کا جنازہ پڑھنا قطعاً ممنوع ہو گیا۔ امیر المؤمنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ احتیاطاً ایسے شخص کا جنازہ نہ پڑھتے تھے جس کی نماز میں حضرت حذیفہ شریک نہ ہوں کیونکہ ان کو آنحضرت ﷺ نے بہت سے منافقین کا نام بنام علم کر دیا تھا۔ اسی لئے ان کا لقب ”صاحبِ سر رسول اللہ ﷺ“ ہوا۔

◆ چار رکوع پہلے اسی مضمون کی آیت گزر چکی، اس کا فائدہ ملاحظہ کر لیا جائے۔

◆ جہاد سے جان چرانا | یعنی قرآن کی کسی سورت میں جب تنبیہ کی جاتی ہے کہ پوری طرح خلوص و پختگی سے ایمان لاؤ، جس کا بڑا اثر یہ ظاہر ہونا چاہئے کہ پیغمبر علیہ السلام کے ساتھ ہو کر خدا کے راستے میں جہاد کریں۔ تو یہ منافقین جان چرانے لگتے ہیں اور ان میں سے استطاعت و مقدور والے بھی جھوٹے عذر تراش کر اجازت طلب کرنے آتے ہیں کہ حضرت! ہمیں تو یہیں مدینہ میں رہنے دیجئے۔ گویا کمال بے غیرتی اور نامردی سے اس پر راضی ہیں کہ لڑائی یا خطرہ کا نام سنتے ہی خانہ نشین عورتوں کے ساتھ گھروں میں گھس کر بیٹھ رہیں۔ ہاں جس وقت جنگ وغیرہ کا خطرہ نہ رہے اور امن و اطمینان کا زمانہ ہو تو باتیں بنانے اور قینچی کی طرح زبان چلانے میں سب سے پیش پیش ہوتے ہیں فَاِذَا جَاءَ الْخَوْفُ رَأَيْتَهُمْ يَنْظُرُونَ إِلَيْكَ تَدُورُ أَعْيُنُهُمْ كَالَّذِي يُغْشَى عَلَيْهِ مِنَ الْمَوْتِ فَإِذَا ذَهَبَ الْخَوْفُ سَلَفُوا كُمْ بِاللَّيْنَةِ جِدَادٍ (الاحزاب، رکوع ۲۴)

◆ یعنی کذب و نفاق نکول عن الجہاد، اور تخلف عن الرسول ﷺ کی شامت سے ان کے دلوں پر مہر کر دی گئی کہ اب موٹے موٹے عیب بھی ان کو عیب نظر نہیں آتے اور انتہائی بے غیرتی و بزدلی پر بجائے شرمانے کے نازاں و فرحاں ہوتے ہیں۔

أُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ ﴿۸۸﴾ أَعَدَّ اللَّهُ لَهُمْ جَنَّةً

وہی ہیں مراد کو پہنچنے والے تیار کر رکھے ہیں اللہ نے ان کے واسطے باغ

تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا ط

کہ بہتی ہیں نیچے ان کے نہریں رہا کریں ان میں

ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ ﴿۸۹﴾ وَجَاءَ الْمُعَذِّرُونَ مِنَ

یہی ہے بڑی کامیابی اور آئے بہانے کرنے والے

الْأَعْرَابِ لِيُؤْذَنَ لَهُمْ وَقَعَدَ الَّذِينَ كَذَبُوا

گنوار تاکہ ان کو رخصت مل جائے اور بیٹھ رہے جنہوں نے جھوٹ بولا تھا

اللَّهُ وَرَسُولَهُ ط سَيُصِيبُ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْهُمْ

اللہ سے اور اس کے رسول سے اب پہنچے گا ان کو جو کافر ہیں ان میں

عَذَابٌ أَلِيمٌ ﴿۹۰﴾ لَيْسَ عَلَى الضُّعْفَاءِ وَلَا عَلَى الْمُرْضَىٰ

عذاب دردناک نہیں ہے ضعیفوں پر اور نہ مریضوں پر

وَلَا عَلَى الَّذِينَ لَا يَجِدُونَ مَا يَنْفِقُونَ حَرْجٌ إِذَا

اور نہ ان لوگوں پر جن کے پاس نہیں ہے خرچ کرنے کو کچھ گناہ جب کہ

نَصَحُوا لِلَّهِ وَرَسُولِهِ ط مَا عَلَى الْبُحْسَنِ مِنَ

دل سے صاف ہوں اللہ اور اس کے رسول کے ساتھ نہیں ہے نیکی والوں پر

سَبِيلٍ ط وَاللَّهُ غَفُورٌ رَحِيمٌ ﴿۹۱﴾ وَلَا عَلَى الَّذِينَ

الزام کی کوئی راہ اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے اور نہ ان لوگوں پر

❖ **مومنین کے فضائل** | منافقین کے بالمقابل مومنین مخلصین کا بیان فرمایا کہ دیکھو! یہ ہیں خدا کے وفادار بندے۔ جو اس کے راستہ میں نہ جان سے ہتھے ہیں نہ مال سے۔ کیسا ہی خطرہ کا موقع ہو، اسلام کی حمایت اور پیغمبر اسلام کی معیت میں ہر قربانی کے لئے تیار رہتے ہیں۔ پھر ایسوں کے لئے فلاح و کامیابی نہ ہوگی تو اور کس کے لئے ہوگی۔

❖ **مُعَذِّرُونَ اور قَاعِدُونَ** | یعنی جس طرح مدینہ کے رہنے والوں میں منافقین بھی ہیں اور مخلصین بھی۔ اسی طرح دیہاتی گنواروں میں ہر قسم کے لوگ پائے جاتے ہیں۔ ان میں سے یہاں دو قسموں کا ذکر فرمایا۔ مخلص دیہاتیوں کا ذکر اس رکوع کے خاتمہ پر **وَمِنَ الْأَعْرَابِ مَنْ يُؤْمِنُ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ** میں آئے گا۔ یہاں دیہاتیوں کی جن دو جماعتوں کا ذکر ہے۔ (**مُعَذِّرُونَ اور قَاعِدُونَ**) ان میں سے پہلی جماعت (**مُعَذِّرُونَ**) کے مصداق میں مفسرین سلف کا اختلاف ہے کہ آیا اس سے مراد جھوٹے بہانے بنانے والے منافق ہیں (جیسا کہ ترجمہ سے ظاہر ہوتا ہے) یا سچے عذر کرنے والے مسلمان جو واقعی جہاد کی شرکت سے معذور تھے اگر پہلی شق اختیار کی جائے تو آیت میں منافقین کی دو قسموں کا بیان ہوگا۔ ”مُعَذِّرُونَ“ تو وہ ہوئے جو باوجود نفاق کے محض رسم ظاہر داری نبانے کے لئے جھوٹے حیلے بنا کر حضورؐ سے اجازت طلب کرتے تھے۔ اور ”قَاعِدُونَ“ سے وہ منافقین مراد ہوں گے جنہوں نے اول دعوائے ایمان میں جھوٹ بولا۔ پھر ظاہر داری کی بھی پروا نہیں کی۔ جہاد کا نام سن کر گھروں میں بیٹھ رہے، بالکل بے باک و بے حیا ہو کر عذر کرنے بھی نہ آئے۔ اس تقدیر پر ”سَيُصِيبُ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْهُمْ“ دونوں جماعتوں کو شامل ہوگا۔ اور معنی یہ ہونگے کہ جو لوگ دونوں جماعتوں میں سے اپنے کفر پر اخیر تک قائم رہیں گے ان کے لئے عذاب دردناک ہے جن کو توبہ کی توفیق ہو جائے گی وہ اس وعید کے نیچے داخل نہیں۔ اور اگر ”مُعَذِّرُونَ“ سے مراد مومنین مخلصین لئے جائیں جو واقعی معذور تھے تو ”قَاعِدُونَ“ سے مراد منافقین ہونگے اور ”سَيُصِيبُ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ“ کی وعید صرف ان ہی کے حق میں ہوگی۔ پہلی جماعت کا ذکر گویا قبول عذر کے طور پر ہوگا۔

❖ **مسلمان معذورین کا عذر** | جھوٹے عذر کرنے والوں کے بعد سچے معذورین کا بیان فرماتے ہیں۔ حاصل یہ ہے کہ عذر کبھی تو شخصی طور پر لازم ذات ہوتا ہے مثلاً بڑھاپے کی کمزوری جو عادت کسی طرح آدمی سے جدا نہیں ہو سکتی، اور کبھی عارضی ہوتا ہے۔ پھر ”عارضی“ یا بدنی ہے جیسے بیماری وغیرہ، یا مالی، جیسے افلاس و فقدان اسباب سفر۔ چونکہ غزوہ تبوک میں مجاہدین کو بہت دور دراز مسافت طے کر کے پہنچنا تھا، اس لئے سواری نہ ہونے کا عذر بھی معتبر و مقبول سمجھا گیا، جیسے آگے آتا ہے۔

❖ یعنی جو لوگ واقعی معذور ہیں، اگر ان کے دل صاف ہوں اور خدا اور رسول کے ساتھ ٹھیک ٹھیک معاملہ رکھیں (مثلاً خود نہ جاسکتے ہیں ہوں تو جانے والوں کی ہمتیں پست نہ کریں) بلکہ اپنے مقدور کے موافق نیکی کرنے اور اخلاص کا ثبوت دینے کے لئے مستعد رہیں، ان پر جہاد کی عدم شرکت سے کچھ الزام نہیں۔ ایسے مخلصین سے اگر بمقتضائے بشریت کوئی کوتاہی ہو جائے تو حق تعالیٰ کی بخشش و مہربانی سے توقع ہے کہ وہ درگزر فرمائے گا۔

إِذَا مَا آتَوْكَ لِتَحْمِلَهُمْ قُلْتَ لَا أَجِدُ مَا

کہ جب تیرے پاس آئے تو ان کو تو سواری دے تو نے کہا میرے پاس کوئی چیز نہیں کہ تم کو

أَحْمِلُكُمْ عَلَيْهِمْ تَوَلَّوْا وَأَعْيُنُهُمْ تَفِيضُ مِنَ

اُس پر سوار کر دوں تو اُلٹے پھرے اور اُن کی آنکھوں سے بہتے تھے

الدَّمْعِ حَزَنًا أَلَّا يَجِدُوا مَا يُنْفِقُونَ ﴿۹۳﴾ إِنَّمَا

آنسو اس غم میں کہ نہیں پاتے وہ چیز جو خرچ کریں ﴿۹۳﴾ راہ

السَّبِيلُ عَلَى الَّذِينَ يَسْتَأْذِنُوكَ وَهُمْ

الزام کی تو ان پر ہے جو رخصت مانگتے ہیں تجھ سے اور وہ

أَغْنِيَاءُ رَضُوا بِأَنْ يَكُونُوا مَعَ الْخَوَالِفِ ۚ

مال دار ہیں خوش ہوئے اس بات سے کہ رہ جائیں ساتھ پیچھے رہنے والوں کے

وَطَبَعَ اللَّهُ عَلَى قُلُوبِهِمْ فَهُمْ لَا يَعْلَمُونَ ﴿۹۴﴾

اور مہر کر دی اللہ نے اُن کے دلوں پر سو وہ نہیں جانتے ﴿۹۴﴾



معذور صحابہ کا بے مثال شوق جہاد | سبحان اللہ نبی کریم ﷺ کی صحبت نے صحابہ رضی اللہ عنہم کے دلوں میں عشق الہی کا وہ نشہ پیدا کیا تھا جس کی مثال کسی قوم و ملت کی تاریخ میں موجود نہیں۔ مستطیع اور مقدور والے صحابہؓ کو دیکھو تو جان و مال سب کچھ خدا کے راستہ میں لٹانے کو تیار ہیں اور سخت سے سخت قربانی کے وقت بڑے ولولہ اور اشتیاق سے آگے بڑھتے ہیں۔ جن کو مقدور نہیں وہ اس نعم میں رورود کر جان کھوئے لیتے ہیں کہ ہم میں اتنی استطاعت کیوں نہ ہوئی کہ اس محبوب حقیقی کی راہ میں قربان ہونے کے لئے اپنے کو پیش کر سکتے۔ حدیث صحیح میں ہے کہ آپؐ نے مجاہدین کو خطاب کر کے فرمایا کہ تم مدینہ میں ایک ایسی قوم کو اپنے پیچھے چھوڑ آئے ہو جو ہر قدم پر تمہارے اجر میں شریک ہے تم جو قدم خدا کے راستہ میں اٹھاتے ہو یا کوئی جنگل قطع کرتے ہو یا کسی پگڈنڈی پر چلتے ہو، وہ قوم برابر ہر موقع پر تمہارے ساتھ ساتھ ہے۔ یہ وہ لوگ ہیں جنہیں واقعی مجبور یوں نے تمہارے ہمراہ چلنے سے روکا۔ حسنؓ کے ”مرسل“ میں ہے کہ یہ مضمون بیان فرما کر آپؐ نے یہی آیت ”وَلَا عَلَى الَّذِينَ إِذَا مَا اتَّوَكَّلْنَا لِيَتَّخِذَهُمْ قُلْتُمْ لَا أُجِدُّوهُمُ... الخ“ تلاوت فرمائی۔

یعنی باوجود قدرت و استطاعت جہاد سے پہلو تہی کرتے ہیں اور نہایت بے حمیتی سے یہ عار گوارا کرتے ہیں کہ عورتوں کی طرح گھر میں چوڑیاں پہن کر بیٹھ جائیں۔ گناہ کی ممارست (پریکٹس) سے آدمی کا قلب ایسا مسخ اور سیاہ ہو جاتا ہے کہ اسے بھلے برے اور عیب و ہنر کی تمیز بھی باقی نہیں رہتی۔ جب بے غیرتی کرتے کرتے کوئی شخص اس قدر پاگل ہو جائے کہ نادوم و متأسف ہونے کی جگہ اس پر الٹا نازاں اور خوش ہو تو سمجھ لو کہ اس کے دل پر خدائی مہر لگ چکی ہے۔ العیاذ باللہ!



رموزِ اوقافِ قرآن مجید

ہر ایک زبان کے اہل زبان جب گفتگو کرتے ہیں تو کہیں ٹھہر جاتے کہیں نہیں ٹھہرتے۔ کہیں کم ٹھہرتے ہیں کہیں زیادہ۔ اس ٹھہرنے اور نہ ٹھہرنے کو بات کے صحیح بیان کرنے اور اس کا صحیح مطلب سمجھنے میں بہت دخل ہے۔ قرآن مجید کی عبارت بھی گفتگو کے انداز میں واقع ہوئی ہے۔ اسی لئے اہل علم نے اس کے ٹھہرنے نہ ٹھہرنے کی علامتیں مقرر کر دی ہیں جن کو رموزِ اوقافِ قرآن مجید کہتے ہیں۔ ضروری ہے کہ قرآن مجید کی تلاوت کرنے والے ان رموز کو ملحوظ رکھیں۔ اور وہ یہ ہیں۔

○ جہاں بات پوری ہو جاتی ہے، وہاں چھوٹا سا دائرہ لکھ دیتے ہیں۔ یہ حقیقت میں گولت ہے جو بصورتِ لکھی جاتی ہے اور یہ وقف تمام کی علامت ہے۔ یعنی اس پر ٹھہرنا چاہیے۔ اب تو نہیں لکھی جاتی، چھوٹا سا حلقہ ڈال دیا جاتا ہے اس کو آیت کہتے ہیں۔ یہ علامت وقف لازم ہے۔ اس پر ضرور ٹھہرنا چاہیے۔ اگر نہ ٹھہرا جائے تو احتمال ہے کہ مطلب کچھ کا کچھ ہو جائے۔ اسکی مثال اردو میں یوں سمجھنی چاہیے کہ مثلاً کسی کو یہ کہنا ہو کہ اٹھو، مت بیٹھو۔ جسمیں اٹھنے کا امر اور بیٹھنے کی نہی ہے۔ تو اٹھو پر ٹھہرنا لازم ہے۔ اگر ٹھہرا نہ جائے تو اٹھو مت بیٹھو ہو جائیگا جسمیں اٹھنے کی نہی اور بیٹھنے کے امر کا احتمال ہے اور یہ قائل کے مطلب مختلف ہو جائے گا۔

ط وقف مطلق کی علامت ہے اس پر ٹھہرنا چاہیے۔ مگر یہ علامت وہاں ہوتی ہے جہاں مطلب تمام نہیں ہوتا اور بات کہنے والا ابھی اور کچھ کہنا چاہتا ہے۔

ج وقف جائز کی علامت ہے۔ یہاں ٹھہرنا بہتر اور نہ ٹھہرنا جائز ہے۔

ز علامت وقف مجوز کی ہے۔ یہاں نہ ٹھہرنا بہتر ہے۔

ص علامت وقف مخصص کی ہے۔ یہاں ملا کر پڑھنا چاہیے، لیکن اگر کوئی تھک کر ٹھہر جائے تو رخصت ہے۔

معلوم رہے کہ ص پر ملا کر پڑھنا بہتر ہے۔

صل الوصل اولیٰ کا اختصار ہے، یہاں ملا کر پڑھنا بہتر ہے۔

ق قیل علیہ الوقف کا خلاصہ ہے۔ یہاں ٹھہرنا نہیں چاہیے۔

قد یو ضل کی علامت ہے یعنی یہاں کبھی ٹھہرا بھی جاتا ہے کبھی نہیں۔ لیکن ٹھہرنا بہتر ہے۔

قف یہ لفظ قف ہے جس کے معنی ہیں ٹھہر جاؤ۔ اور یہ علامت وہاں استعمال کی جاتی ہے جہاں پڑھنے والے کے ملا کر پڑھنے کا احتمال ہو۔

سکتہ کی علامت ہے۔ یہاں کسی قدر ٹھہرنا چاہیے مگر سانس نہ ٹوٹنے پائے۔

لبے سکتہ کی علامت ہے۔ یہاں سکتہ کی نسبت زیادہ ٹھہرنا چاہیے لیکن سانس نہ توڑے۔

سکتہ اور وقفہ میں یہ فرق ہے کہ سکتہ میں کم ٹھہرنا ہوتا ہے۔ وقفہ میں زیادہ۔

لا کے معنی نہیں کے ہیں یہ علامت کہیں آیت کے اوپر استعمال کی جاتی ہے اور کہیں عبارت کے اندر، عبارت کے اندر ہو تو ہرگز نہیں

ٹھہرنا چاہیے، آیت کے اوپر ہو تو اختلاف ہے بعض کے نزدیک ٹھہرنا چاہیے۔ بعض کے نزدیک نہ ٹھہرنا چاہیے لیکن ٹھہرنا چاہئے یا نہ

ٹھہرنا چاہئے۔ اس سے مطلب میں خلل واقع نہیں ہوتا۔ وقف اسی جگہ نہیں چاہیے جہاں عبارت کے اندر لکھا ہو۔

ک کذلک کی علامت ہے، یعنی جو رجز پہلے ہے وہی یہاں بھی جائے۔